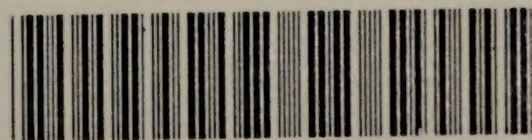
60 (9)



Wellcome Library
for the History
and Understanding
of Medicine

P B Under 5



AL-ĀQSĀRĀ'Ī

بعون صانع یکون و مکان و فضل خلاق زمین و آسمان

الحمد لله والمنة کہ اس زمان مسرت اقتران مین کتاب مشہور عالم حاوی مسائل طبیہ اقسرائی شرح موجز کا اردو ترجمہ موسوم بہ



شرح



جلد اول

مترجمہ عالم المعی فاضل [illegible] جناب مولوی محمد ایوب صاحب اسرائیلی بنظر ثانی الحبر الاعظم والماہر المفخم جناب مولوی امیر علی صاحب مترجم فتاوی عالمگیری

مطبع نامی منشی نولکشور لکھنؤ مین بحسن و خوبی طبع ہوا

اس ترجمہ کے کل حقوق بحق مطبع اودھ اخبار محفوظ و محدود ہین۔

اطلاع۔ اس مطبع مین ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ سلسلہ وار فروخت کے لیے موجود ہے جسکی فہرست مطول ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہے جسکے معائنہ و ملاحظہ سے شائقین اصلی حالات کتب کے معلوم فرماسکتے ہین قیمت بھی ارزان ہے اس کتاب کے ٹیٹل پیج کے تین صفحہ جو سادے ہین اُنمین بعض کتب طب اُردو و فارسی وغیرہ درج کرتے ہین تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہے اس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدر دانون کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
کتب طب مختص بعلاج انسان اُردو		مجمع البحرین۔ از حکیم حمید خان	
تشریح الاسباب مع نقشہ بروج فلکی		حاوی طب یونانی و ڈاکٹری۔	[illegible]
مصنفۂ حکیم قاضی الٰہی بخش۔	۸؍	علاج الغربا۔ مترجمۂ حکیم صفدر علی۔	[illegible]
رسالۂ زبدۃ المفردات مع رسالۂ نظم		اُردو ترجمہ کلیات سدیدی فن اول	
بارق از حکیم سید علی حسین صاحب۔	۲؍۶	مترجمہ مولوی حکیم سید عابد حسین لکھنوی	
زبدۃ الحکمت تینون فصلون کے		المخاطب بہ عالم فاضل۔	[illegible]
خورد و نوش کا طریقہ حفظ صحت مولفہ حکیم		اُردو ترجمہ معالجات سدیدی فن دوم	
مولوی محمد قمر علی۔	ا؍	مترجمہ مولوی حکیم سید عابد حسین لکھنوی	
رسالہ تعریف النبض مولفہ حکیم مرزا بشیر احمد	۲؍	المخاطب بعالم فاضل۔	[illegible]
شفاء الامراض از حکیم محمد عبد الحکیم صاحب	[illegible]	اُردو ترجمہ معالجات سدیدی فن سوم	
ترکیب العلاج مع ترمیم و اضافہ نسخہ جات		و چہارم یکجائی مترجمہ مولوی صاحب موصوف	[illegible]
مولفہ حکیم امیر الدین خان جدید الطبع۔	[illegible]	ترجمہ طب اکبر از حکیم محمد حسین نہایت	
رسالۂ دافع طاعون مولفہ راے		سلیس مرغوب عام۔	[illegible]
ہزاری لال ہیڈ ماسٹر اودیپور۔	۲؍پ	اکسیر القلوب ترجمہ مفرح القلوب از	
مفید الاجسام مع فوائد عجیبہ ہر مرض		حکیم محمد نور کریم۔	[illegible]
کے نسخے مولفہ سید فضل علی نیٹو ڈاکٹر۔	[illegible]	تحفۃ الاطباء مولفہ حکیم سید شرف حسین	
طب احسانی مولفہ حکیم احسان علی۔	[illegible]	خیر آبادی۔	[illegible]

بعون صانع مکین و مکان و فضل خلاق زمین و زمان

کاشف معضلات طبیہ مجمع اسرار دبیہ مرآت صورت نمائے محاورات و اصطلاحات سنیہ مفید طلاب موسوم بہ



مصنفہ و مؤلفہ عالم عدیم النظیر فی البریہ صاحب مقامات علیہ جناب مولوی محمد ایوب صاحب اسرائیلی

مطبع نامی منشی نولکشور لکھنؤ میں بہ حسن خوبی طبع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد وصلوٰۃ کے بعد محمد ایوب بن مولانا محمد یعقوب اسرائیلی متوطن علی گڈھ اصلح اللہ شانہما وابعدعن الشر مکانہما گزارش پرداز ہی کہ جب مین اقسرائی شرح موجز کے ترجمہ سے فارغ ہوا تو مالک مطبع اودھ اخبار مشہور دیار و امصار صاحب الدول والخزائن جناب بابو پراگ نراین مداللہ ظلہ العالی نے حکم فرمایا کہ اقسرائی شرح موجز علم طب کی کتاب ہی اور ہمنے اِسکا ترجمہ اس غرض سے کرایا ہی کہ عام لوگ بھی فوائد طبیہ سے [illegible] متمتع ہو سکین جس طرح خاص لوگ عربی کی اصل کتاب سے فائدہ اُٹھاتے ہین پھر بھی ترجمہ مین جو بعض بعض دشواریان ہین اور وہ اصطلاح علمی سے متعلق ہین عام لوگ اُسکے سمجھنے مین بہت تکلیف اُٹھائینگے اس لیے یہ مناسب معلوم ہوتا ہی کہ اُن دشواریون کے رفع کرنے اور بعض طب کی ضروری باتون کے لکھ دینے کے لیے ایک مقدمہ تیار ہو جاے امید تو ہی کہ پھر ترجمہ مین کوئی دقت نہ رہے اور ترجمہ مکمل ہو جاے - لہذا تعمیلاً للارشاد مین اپنی استعداد ناقص کے موافق اس کام کے لیے ہمہ تن تیار ہوتا ہون اور خداتعالی سے امید ہی کہ توفیق کو میرا رفیق بناے اور سیدھے راستہ سے ٹیڑھے راستہ کی طرف نہ ڈگاے وہو حسبی ونعم الوکیل نعم المولی ونعم الکفیل مقدمہ اُن چند امور کے بیان مین جن سے اس کتاب اور اس علم دونون مین بصیرت ہوگی اور یہ مشتمل ہی چھہ فصلون پر فصل اوّل بیان مین مزاج اور اقسام مزاج اور معرفت درجات مزاج کے فصل دوم اس بیان مین کہ ادویہ اور اغذیہ کے مزاج کو تجربہ اور قیاس سے معلوم کرنے کے

مقدمہ اقسرائی

کیا طریقے ہین فصل سوم بعض اصطلاحات طبیہ کے بیان مین فصل چہارم بعض اوزان طبی اور ہندی کے بیان مین فصل پنجم
دوا اور غذا اور ذوالخاصیت اور مرکب القوی اور فادزہر اور سم اور دواے مسہل اور دواے ملین اور ہر ایک کے اجمالی اقسام کے
بیان مین فصل ششم بعض ان اصطلاحات علم ہئیت کے بیان مین جنکا ذکر اس کتاب مین طرد اللباب آگیا ہی هذا ومنه البدایة
والیه النهایة فصل اول مزاج اور اقسام مزاج اور معرفت درجات مزاج کے بیان مین واضح ہو کہ لغوی
اعتبار سے مزاج کے معنی ملانے کے ہین اس لیے کہ یہ باب مفاعلت کا مصدر ہی جیسے نزاع اور قتال وغیرہ اور
طبی اصطلاح مین اُس درمیانی کیفیت کا نام ہی جو چند بسیط اور متضاد کیفیتون سے حاصل ہو یعنی جس وقت عناصر
اربعہ باہم ملین اور ایک عنصر دوسری عنصر مین اپنا اثر کرے اور اُنکے اجزا اس فعل و انفعال سے چھوٹے چھوٹے
ہوجائین اور اُنکا فعل و انفعال اس طریقہ سے ہو کہ ہر ایک کی صورت نوعیہ دوسرے عنصر کی حدت کیفیت کو
توڑدے اور اُن سبکی ایک صورت وحدانی پیدا ہوجاے تو اس سے جو ایک کیفیت ثانویہ متشابہ پیدا ہو
اُسکا نام مزاج ہی اور عناصر جنکو اسطقس اور اصل اور رکن بھی کہتے ہین وہ چار ہین آگ ہوا پانی خاک اور کیفیتین
بھی چار ہین حرارت[1] برودت[2] رطوبت[3] یبوست[4] انمین سے دو کیفیتین فاعلی ہین یعنی حرارت اور برودت
اور دو منفعل ہین یعنی رطوبت اور یبوست اور ہر رکن مین دو کیفیتین پائی جاتی ہین ایک فاعلی دوسری منفعلی آگ
تو حار یابس ہی اور ہوا حار رطب اور پانی بارد رطب اور خاک بارد یابس اور ہر عنصر کو ایک کیفیت مین اپنے
اوپر کے عنصر اور نیچے کے عنصر سے مناسبت اور مشابہت ہی اور دوسری کیفیت کے اعتبار سے
مضادت اور منافرت مثلاً ہوا کہ اسکے اوپر آگ ہی اور نیچے پانی ہی آگ کے ساتھ اُسکو حرارت مین مناسبت
ہی اور رطوبت مین مخالفت ہی اسی طرح پانی کے ساتھ رطوبت مین مناسبت ہی اور حرارت مین مخالفت و
علی ہذا القیاس اور یہی وجہ ہی کہ ایک عنصر دوسرے عنصر کی طرف منقلب ہوجاتا ہی اور فاعل و منفعل ہوتا ہی
اگر ایسا نہوتا تو انقلاب اور آمیزش ہرگز نہوتی اُن چارون کیفیتون مین سے حرارت کا کام گرمی پہونچانا اور
متفرق کرنا اور تحلیل کرنا اور پگھلانا اور تبخیر پیدا کرنا اور فنا کردینا ہی اور برودت کا کام ٹھنڈک پہونچانا اور
جمع کرنا اور جما دینا اور حرارت کا بجھا دینا ہی اور رطوبت کا کام نرم کرنا اور تری پہونچانا اور چکنا کردینا اور
رقیق کرنا اور بہانا ہی اور یبوست کا کام کثیف اور کھرکھرا کردینا اور سختی پیدا کردینا اور حفاظت کرنا اور روکنا ہی
اور استقراء کے اعتبار سے مزاج کی نو[9] قسمین ہین ایک تو معتدل اور آٹھ غیر معتدل اور معتدل سے
اس جگہ معتدل فرضی طبی مراد ہی نہ معتدل حقیقی کیونکہ معتدل حقیقی کا وجود نہین ہی اور اعتدال فرضی کے یہ معنی ہین

مقدمۂ اولیٰ

کہ ممتزج میں اجزاے عناصر کی مقداریں بالفرض باہم برابر ہوں اور کچھ تساوی حقیقی واقعی ہونا ضرور نہیں ہے اور
جو غیر معتدل ہے وہ آٹھ قسموں میں منحصر ہے کیونکہ یا تو ممتزج میں چاروں کیفیتوں میں سے ایک کیفیت غالب اور
زیادہ ہوگی یعنی اُس مقدار سے جو معتدل کے لیے مناسب ہے اسکی چار قسمیں ہیں کیونکہ یا تو حرارت غالب ہوگی
اسکا نام احر مما ینبغی ہے اور یا برودت غالب ہوگی اسکا نام ابرد مما ینبغی ہے یا رطوبت غالب ہوگی اسکا نام
ارطب مما ینبغی ہے یا یبوست غالب ہوگی اور اسکا نام ایبس مما ینبغی ہے اور یا اعتدال سے خروج دو کیفیتوں کے
اعتبار سے ہے اسکی بھی چار قسمیں ہیں یا تو حرارت اور یبوست غالب ہے اسکا نام احر و ایبس مما ینبغی ہے یا حرارت
اور رطوبت غالب ہے اسکا نام احر و ارطب مما ینبغی ہے یا برودت و رطوبت غالب ہے اسکا نام ابرد و ارطب مما ینبغی
ہے اور یہ یا برودت و یبوست غالب ہے اسکا نام ابرد و ایبس مما ینبغی ہے اور یہاں یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ جتنی
چیزیں ہیں وہ عناصر سے مرکب ہیں پس اگر کسی ممتزج مرکب پر عنصر نار غالب ہو تو چاہیے کہ اسپر حرارت
و یبوست غالب ہو اور اگر عنصر ہوا غالب ہو تو چاہیے کہ حرارت و رطوبت غالب ہو وعلی ہذا القیاس پس یہ جو
کہتے ہیں کہ فلان چیز احر مما ینبغی ہے اور فلان چیز ابرد مما ینبغی اور فلان چیز ارطب مما ینبغی اور فلان چیز ایبس
مما ینبغی اسکے کیا معنی ہیں اور اسکا جواب یہ ہے کہ جو چیز مرکب ہوتی ہے یعنی احر و ایبس یا ابرد و ایبس یا احر و ارطب
یا احر و ایبس تو انہیں سے ہر ایک پر ایک عنصر غالب ہوتا ہے اور اُس عنصر کی دونوں کیفیتیں یعنی کیفیت فاعلہ
اور کیفیت منفعلہ اُسمیں ظاہر ہوتی ہیں مثلاً اگر کسی ممتزج میں عنصر نار غالب ہوتا ہے تو وہ احر و ایبس مما ینبغی ہوتا
ہے اور اگر عنصر ہوا غالب ہوتا ہے تو وہ احر و ارطب مما ینبغی ہوتا ہے وعلی ہذا القیاس اور جب ممتزج میں ایک کیفیت
غالب ہوتی ہے یعنی مفرد تو اُسمیں دو عنصر غالب ہوتے ہیں مثلاً احر مما ینبغی میں دو عنصر غالب ہیں یعنی نار اور
ہوا اور اُن دونوں کی کیفیت منفعلہ یعنی رطوبت و یبوست ان دونوں کے باہم فعل و انفعال کرنے سے
دونوں ساقط ہو گئیں اور دونوں کا اثر جاتا رہا اور صرف دونوں کی حرارت باقی رہگئی پس لامحالہ وہ ممتزج
احر مما ینبغی ہوگا کیونکہ اُسمیں دو عنصروں کی حرارت مجتمع ہے اور ہر چند کہ حرارت اکثر اپنی شدت تنقیح اور
تحلیل سے یبوست پیدا کرتی ہے لیکن یہ یبوست بہ نسبت حرارت کے کم ہے اسلیے کہ بالعرض ہے نہ بالذات
اور اسی پر ابرد مما ینبغی اور ارطب مما ینبغی اور ایبس مما ینبغی کو بھی قیاس کرنا چاہیے یہ بھی واضح ہو کہ جب
کسی معتدل مزاج انسان کے بدن پر کوئی دوا وارد ہو اور انسان کی حرارت غریزی اُسمیں اپنا اثر کرکے
اور اُس دوا کی چھپی ہوئی کیفیت کو ظاہر کرے تو وہ کیفیت حاصلہ اگر بدن انسانی کی کیفیت کے مماثل ہو

اور بشکل اگر اُسکے استعمال کرنے سے اور مقدار شربت کی بڑھا دینے سے کوئی تاثیر مخالف اور کسی غالب کیفیت
کا اثر انسان کے مزاج اصلی پر نہ وارد ہو اور ارواح اور قوی مین کسی قسم کا کوئی تغیر نہ پیدا ہو تو ایسی دوا کو
معتدل کہتے ہین ورنہ خارج از اعتدال اب اگر یہ خروج از اعتدال اِس حد تک ہی کہ اگر اُس دوا کی تھوڑی
مقدار بدن مین کوئی کیفیت غالب اور زائد نہ پیدا کرے اور زیادہ مقدار اور بار بار اُسکا استعمال کرنا کچھ
تغیر پیدا کرے مگر بدن کے کسی فعل کو ناقص اور مختل نہ کرے تو یہ خروج از اعتدال کا پہلا درجہ ہی اور اگر خروج
از اعتدال کی یہ شان ہو کہ اگر اُسکی تھوڑی مقدار کا استعمال کرین تو کچھ تغیر پیدا کرے لیکن اگر زیادہ مقدار کا
استعمال کرلین یا کئی بار استعمال کرلین تو کوئی ضرر وفساد نہ پیدا کرے تو یہ خروج از اعتدال کا دوسرا درجہ ہی
اور اگر ضرر اور فساد اور نقصان اور اختلال پیدا کردے لیکن باانیہمہ مہلک نہو تو یہ تیسرا درجہ ہی اور اگر سخت ضرر
اور فساد ارواح وقوی مین پیدا کردے اور سرحد ہلاکت تک پہونچا دے تو یہ چوتھا درجہ ہی اور ہر درجہ کے
تین مرتبے قرار دیے ہین اول اور اوسط اور آخر اور ہر ایک کی کیفیت غالبہ اول درجہ مین بہ نسبت اوسط
درجہ کے کم محسوس ہوتی ہی اور اوسط مین اُس سے زیادہ اور آخر مین سب سے زیادہ یہ بھی واضح ہو کہ حکما
کے نزدیک یہ مقرر ہوچکا ہی کہ جو چیز حار رطب ہوتی ہی اُسکی حرارت پہلے درجہ سے تجاوز نہین ہوتی کیونکہ اگر
اُسکی حرارت پہلے درجہ سے زائد ہو تو اُسکی رطوبت کو فنا کردے کیونکہ حرارت کا کام ہی یہ ہی کہ رطوبت کو
فنا کرے یہی وجہ ہی کہ جو دوا دوسرے اور تیسرے درجہ مین گرم ہوتی ہی وہ اکثر یابس ہی ہوتی ہی اور جو تیسرے
اور چوتھے درجہ مین جو گرم ہی وہ تو یقیناً اُسی درجہ مین یابس بھی ہی اور جس قدر سمّی دوائین ہین اُنکی تاثیر
بصورت نوعیہ یعنی بالخاصیت ہوتی ہی نہ بکیفیت محضہ اور فاد زہری قوی دوائین اکثر گرم وخشک یا سرد
خشک ہوتی ہین کیونکہ حرارت وبرودت کی تاثیر یبوست کے ساتھ زیادہ ہوتی ہی اور رطوبت کے ساتھ
کم اور یہی حال زہریلے جانورون کے زہرون کا بھی ہی واللہ اعلم

فصل دوم اُن طریقون کے بیان مین جن سے دواؤن اور غذاؤن کے مزاج کو تجربہ وقیاس معلوم کرسکتے ہین واضح ہو کہ دواؤن اور غذاؤن
کے مزاج معلوم کرنے کی دو ہی صورتین ہین تجربہ یا قیاس لیکن تجربہ نہایت خطرہ کی چیز ہی کیونکہ بسا اوقات
ایسا ہوتا ہو کہ اگر تجربہ کے شرائط کی رعایت نہ کیجائے یا مثلاً خیال نہ رہے کہ اُسکے متعلق کیا کیا شرطین
ہین تو وہ تجربہ اکثر باعث ہلاک ہوجاتا ہی کیونکہ ہوسکتا ہی کہ جس دوا کا تجربہ کرنا مقصود ہی وہ کوئی زہر ہو
کہ اُسکے ذرا استعمال کرنے سے آدمی مرجاتا ہو اسی لیے پچھلے طبیب یہ لکھ گئے ہین کہ جس دوا کے تجربہ کا

مقدار ادویہ

ارادہ ہو یہ کرنا چاہیے کہ کھانے سے پہلے اول اُسکی بو اور مزا دیکھ لین اگر اُسمین بدبو دیکھین یا چکھنے سے بدمزہ
معلوم ہو تو یہ جان لین کہ یہ دوا مضرت سے خالی نہین ہی اِسکے بعد باحتیاط تمام اُسکو استعمال کرین اِسی طرح اگر
کھانے سے قبل طبیعت کو اُسکی طرف سے نفرت کلی ہو جاے تو مناسب یہی ہی کہ بغیر تجربہ کیے ہوے اسکا
استعمال نہ کرین اور تجربہ کی صورت یہ ہی کہ پہلے پہل اُن جانورون پر اُسکا تجربہ کرین جنکا مزاج انسان کے مزاج
کے قریب قریب ہو مثلاً بندر ہے کہ یہ زہریلی چیزون کو قطعاً نہین چھوتا اور زہریلی چیز کو سونگھ کر پھینکدیتا ہی
لہٰذا وہ دوا اس کو کھلائین اور تین دن تک اُسکو اپنے پاس بند رکھین اور جو کھانا پینا اُسکے مناسب ہو اُسکو کھلاتے
پلاتے رہین اگر دیکھین کہ تین دن تک اُسکو اس دوا سے کوئی ضرر نہین ہوا تو آدمی پر اُسکا استعمال کرین
مگر پہلی ہی دفعہ اُسکی زیادہ مقدار اُس کو نہ کھلا دین ہان تدریج کے ساتھ تھوڑا تھوڑا کر کے بڑھائین اور
تجربہ کی ایک صورت یہ بھی ہی کہ اول ایسے شخص کو کھلائین جسکا بنیہ خوب قوی ہو بلغمی مزاج ہو افیون کا عادی
ہو یا پہلے اُس شخص کو کھلا کر دیکھین جو شرعاً واجب القتل قرار دیدیا گیا ہو اُسکے بعد دوسرون کو کھلائین
اور تجربہ سے مزاج معلوم کرنے کی چند شرطین ہین اول شرط تو یہ ہی کہ جس دوا کا تجربہ منظور ہی اُسمین کوئی
خارجی کیفیت موجود نہو بلکہ جو اُسکی اصلی کیفیت ہی اُس وقت وہی اُسمین موجود ہو مثلاً پانی کہ اُسمین خارجی
حرارت نہو کیونکہ جب تک اُسمین یہ عارضی حرارت موجود رہیگی حرارت پیدا کریگا اور جب یہ زائل ہو جائیگی تو اپنے
اصلی مزاج پر آجانے کی وجہ سے سرد ہو جائیگا اور سردی پیدا کریگا اور یہی حال تمام اشیاے بسیطہ مفردہ و مرکبہ
کا بھی ہی غرضکہ تجربہ کے وقت اُسمین کوئی خارجی کیفیت موجود نہو دوسری شرط یہ ہی کہ اُن لوگون پر اُسکا
تجربہ کیا جاے جو معتدل مزاج اور جوان اور تندرست ذی ہوش ہون اور تجربہ بھی صرف ایک دفعہ نہین بلکہ
کئی بار اور کئی طریقہ سے یعنی تھوڑی مقدار کا استعمال کرائین پھر زیادہ مقدار کا اور مختلف امراض و متعدد اوقات
مین اور متعدد فصلون اور موسمون مین اُسکا استعمال کرائین اُسکے بعد جو کیفیت ظاہر ہو اُسکا حکم لگائین تیسری
شرط یہ ہی کہ اُن دوائین اتنی قوت ہو کہ مرض کی قوت کا مقابلہ کر سکے کیونکہ اکثر دوائین اپنی ضدون سے
مقابلہ نہین کر سکتین اور عاجز ہوتی ہین لہٰذا تجربہ کرنے والے کو یہ چاہیے کہ اول کسی ضعیف مرض پر
اُس دوا کی تھوڑی مقدار کا استعمال کر کے دیکھین اگر دیکھین کہ وہ مقابلہ کر سکی تو کسی قوی مرض مین اُسکی
زیادہ مقدار کا استعمال کرین خواہ صرف وہی دوا یا کسی بدرقہ کے ساتھ چوتھی شرط یہ ہی کہ حکم لگانے مین
اُس زمانہ کی مراعات کرین کہ جس زمانہ مین اُس دوا کا اثر اور فعل ظاہر ہوا ہو مثلاً ایک دوا ہی کہ اول اول

مقدمہ اقرا...

اُسکا استعمال کیا اور کوئی اثر اُس سے ظاہر نہین ہوا اور پھر جو استعمال کیا تو اُس سے قوی اثر ظاہر ہوا
ایسی صورت مین وہ دوا قوی سمجھی جائیگی اور مرکب القویٰ دوا مثلاً چوب چینی وغیرہ کی شمار اسی مین ہی اور اگر پہلی بار
استعمال کرنے مین ایک اثر اُس سے ظاہر ہوا اور دوبارہ استعمال کرنے مین کوئی دوسرا مخالف اثر پیدا
ہوا مثلاً افیون وغیرہ کہ پہلے پہلے استعمال کرنے سے وہ خدر پیدا کرتی ہی اور مسامات کو بند کرکے حرارت پیدا
کرتی ہی اُسکے بعد برودت اور حار غریزی کو بُجھا کر قُویٰ اور ارواح کا فنا کر دینا اور اصلی رطوبتون کو خشک کر دینا
وغیرہ ایسی صورت مین اُسکے پہلے فعل کو عرضی اور دوسرے کو اُسکا ذاتی اثر سمجھنا چاہیے اور بعضی دواؤن
اور غذاؤن مین ایسا بھی ہوتا ہی کہ اُنکا پہلا اثر ذاتی ہوتا ہی اور دوسرا عرضی مثلاً وہ گرم اور حاد دوائین جو اخلاط
کو جلا کر خاک سیاہ کر دیتی ہین کہ اول اول وہ گرمی پیدا کرتی ہین اُسکے بعد یعنی جلا کر خاک سیاہ کر دینے کے بعد
برودت پیدا کرتی ہین مگر ایسا شاذ و نادر ہی پانچوین شرط یہ ہی کہ اسکا لحاظ رکھے کہ اُس دوا کا کون فعل استمراری
ہی اور کون اثر غیر استمراری یعنی احیانی اور اتفاقی ہی جو اثر استمراری ہی اُسکو ذاتی سمجھا جاے اور جو گاہے گاہے
ہی اُسکو عرضی خیال کیا جاے چھٹی شرط یہ ہی کہ جس بدن پر اُس دوا کا تجربہ کرے اُسی بدن کے اعتبار سے
اُس دوا پر حکم بھی کرے مثلاً اگر بدن انسان مین اُسکا تجربہ کیا اور اُسنے گرمی کی تو یہ حکم لگانا چاہیے کہ
یہ دوا بدن انسان کے اعتبار سے گرم ہی اور یہ نہ کہے کہ جسقدر جاندار چیزین ہین اُن سب کے اعتبار سے
یہ دوا گرم ہی کیونکہ ایسی دوائین بہت سی ہین کہ انسانی بدن مین اُنکی اور خاصیت ہی اور انسان کے ماورا
باقی حیوانات مین اُنکی اور خاصیت ہی مثلاً اگر گھوڑے کو ایک بادام یا ایک چھوارا کھلا دین تو اسقدر گرمی پیدا
کریگا کہ اُسکے بدن سے پسینہ نکلنے لگیگا اور انسان مین اُسکا یہ اثر نہین ہی اُسی طرح بہت سی زہریلی اور سمّی
نباتات ہین جو اکثر جانورون کی خوراک ہین مثلاً شوکران کہ یہ زرزور جانور کی خوراک ہی اور کتکی سمانی جانور کی
خوراک ہی اور بیش جنگلی چوہے کی خوراک ہی اور سانپ کو دیکھیے کہ اکثر جانورون کی خوراک ہی جیسے بز کوہی
اور مور وغیرہ حالانکہ انسان کے اعتبار سے یہ سب چیزین زہر اور سم قاتل اور مہلک ہین اور تجربہ کے متعدد طریقے
اور بھی ہین علاوہ اُن طریقون کے جنکو ہمنے بیان کیا ایک طریقہ تو اتفاق ہی اور اُسکی یہ صورت ہی کہ مثلاً
ایک شخص علیل ہوا اور اتفاق سے وہ ایسے مقام پر ہو کہ جو دوا اُسکو استعمال کرائی جاے اُسکی کیفیت
کسی کو نہ معلوم ہو بلکہ یونہی اتفاقیہ طور پر وہ دوا اُسکو دیدی جاے اور کہا جاے کہ میان اسکا استعمال کر لو
خدا شفا دینے والا ہی اور اتفاقیہ اُسکے استعمال کرتے ہی وہ مرض جاتا رہے اب جو اُسکی تلاش و تفحص اور

امتحان کیا جاے اور تجربہ مین وہ اُس بیماری کے لیے شافی ثابت ہو تو یہ تجربۂ اتفاق کہا جائیگا اور ایک
طریقہ یہ ہی کہ کسی دوا کی طرف طبیعت کا میلان ہو بلا اس بات کے کہ اُسکی کیفیت معلوم ہو اور صرف خواہش
طبیعت کی وجہ سے اُسکو استعمال کر لیا جاے اور صحت ہو جاے مثلاً کوئی استسقا والا مریض اپنے
علاج سے مایوس ہو کر ٹڈی والے سے ٹڈی خرید کر اور اسمین نمک ڈالکر بھون لے اور کھالے اور شفا
ہو جائے یا یہ کہ مثلاً کوئی جذامی مایوس العلاج سانپ کے قی کیے ہوے دودھ کو بلا اطلاع پی جائے
جیسے کہ قرابادین کبیر وغیرہ مین اس قسم کے قصے لکھے ہین اور اسکے بعد اطبا اُسکی حقیقت دریافت
کر کے اُسکی کیفیت کو ظاہر کر دیتے ہین تیسرا طریقہ یہ ہی کہ کوئی شخص کسیکو عداوت کی راہ سے کوئی ایسی چیز
کھلا دے جو مضر اور مہلک ہو اور اتفاق سے اُس شخص کو کوئی مزمن مرض ہو اور اُس چیز کے کھاتے ہی
اُسکا مرض جاتا رہے مثلاً اُسکو کوئی سرد و تر مرض ہو یا سوداوی محترق ہو جیسے ضیق النفس اور پرانی کھانسی
اور جذام وغیرہ اور ہڑتال یا سنکھیا یا بیش کھلا دے چوتھا طریقہ یہ ہی کہ مثلاً قحط سالی اور گرانی یا سیر و سیاحت
وغیرہ مین کوئی دوا یا غذا اتفاقیہ ایسی کھالے کہ کبھی نہ کھائی ہو اور کبھی نہ دیکھی ہو اور اسکے کھاتے ہی کسی
بیماری کا ازالہ ہو جاے اور قوت اور فربہی آجاے جیسے کہ بیخ چینی اور چاے اور مومیائی اور فادزہر پر
اطلاع ہوئی ہی جیسا کہ قرابادین کبیر مین مذکور ہی پانچوان طریقہ یہ ہی کہ انبیاء اور اولیا علیہم السلام کے
ارشادات اور اشارات سے اُسکی کیفیت معلوم ہو کہ یہ اشارہ اُنھون نے خدا یتعالی کے حکم سے کیا ہو
چھٹا طریقہ یہ ہی کہ کسی مرض مین کوئی شخص مبتلا تھا اور اُسکی وجہ سے اُسپر ایک قسم کے تحیر اور درماندگی کا
غلبہ تھا کوئی صورت اُسکے ذہن مین نہین آتی تھی کہ کیونکر یہ مرض زائل ہو اور کس دوا سے اسکا علاج
کیا جاے ناگاہ خدا تعالی کی طرف سے اُسکے دل مین اس بات کا الہام ہو کہ فلان دوا یا فلان غذا کو
فلان طریقہ سے استعمال کرو اور اُسنے اسی اندیشہ کے موافق عمل درآمد کیا اور جیسا کہ خواب مین القا ہوا تھا
ویسا ہی اُس دوا کو پایا اور افاقہ ہوا یا یہ کہ مثلاً اُس تحیر اور اضطراب کی حالت مین اسکو نیند آگئی اور اُسنے
اُس مرض کی تدبیر خواب مین دیکھ لی اور بیدار ہو کر اُس تدبیر کو کیا اور افاقہ ہوا اور اُسکے بعد اطبا نے
تلاش کر کے اسکی کیفیت دریافت کر لی اور سب کو اُسکی اطلاع دیدی چنانچہ ملا احمد تہتھی کی تاریخ الحکما
مین تریاق فاروق اور ماذریون اور مومیائی کے متعلق حکایتین لکھی ہین ساتوان طریقہ یہ ہی کہ بعض جانورون
کو کوئی تدبیر اور علاج کرتے دیکھا اور اُسکو اخذ کر لیا جیسے جالینوس نے حقنہ کا عمل کوّے سے سیکھا ہی

اور جیسا کہ مشہور ہی کہ سانپ جاڑون کے موسم مین زمین کے اندر رہتا ہی اسوجہ سے اُسکی آنکھون کا نور جاتا رہتا ہی
اور جاڑون کے گذر جانے کے بعد اور سردی کے کم ہوجانے کے بعد سونف کو کھاتا اور اپنی آنکھون پر
ملتا ہی اس عمل سے اُسکی آنکھین منور اور روشن ہوجاتی ہین اور یہ بھی سُنا ہی کہ جب باز کے پیٹ مین درد ہوتا
ہی تو وہ ایک پرند کو جسکو یونانی زبان مین دلیقوس کہتے ہین شکار کرتا ہی اور اُسکا جگر کھالیتا ہی اس سے
اُسکا درد جاتا رہتا ہی حکایت ایک بندر کے ایک سانپ نے کاٹ لیا اس سے اُسکی یہانتک نوبت
پہونچی کہ وہ مرنے لگا بندرون نے جب اُسکی یہ کیفیت دیکھی تو رینڈی کی تپی چبا چبا کر اُسکے مُنھ مین ڈالتے
تھے وہ اُسکا عرق پی پی کر اُسکا نفل پھینکتا جاتا تھا یہانتک کہ بھلا چنگا ہوکر اُٹھ بیٹھا اُسی روز سے دریافت
ہوگیا کہ رینڈی کی تپی کا عرق زہرون کا تریاق ہی اُسی طرح بہت سی چیزین جانورون سے معلوم ہوئی ہین
اور قیاس سے دواؤن کا مزاج دریافت کرنا اُسکی یہ تفصیل ہی کہ قیاس کے یہ معنی ہین کہ ایک چیز سے
دوسری چیز کا حکم معلوم کرنا اور ایک کے سبب کو دوسرے کا سبب خیال کرنا اور حکم لگا دینا کہ یہ بھی
ویسا ہی ہی جیسا وہ اور اُسکے چند طریقے ہین منجملہ اُن کے ایک تو جلد مستحیل ہوجانا اور دیر مین مستحیل ہونا
دوسرے جلد جم جانا اور دیر مین جمنا تیسرے مزا اور بو اور رنگ ان سب چیزون سے قیاس کیا جاتا
ہی سرعت اور بطوء استحالہ کی تو یہ صورت ہی کہ اُسکو آگ پر رکھین اگر جلد گرم اور مستحیل بہ گرمی ہوجاے تو
وہ چیز گرم ہی بہ نسبت اُس چیز کے جو دیر مین گرم ہو بشرطیکہ ان دونون چیزون کے جرم تخلخل اور تکاثف اور
نرمی اور سختی اور رقت اور غلظت کے اعتبار سے یکسان ہون ورنہ بصورت اختلاف حکم صحیح نہوگا کیونکہ جو چیز
متخلخل یا نرم یا رقیق ہوگی وہ جلد مستحیل ہوجائیگی بخلاف اُسکے جو متکاثف اور سخت اور غلیظ ہو یہی حالت
سرعت جمود اور بطوء جمود کی ہی یعنی ان دونون چیزون کو بھی باہم اوصاف مذکورہ مین برابر ہونے
کے بعد یہ دیکھنا چاہیے کہ ان دونون مین برودت کے اثر کو کون چیز جلدی قبول کرتی ہی اور کون چیز دیر
مین یعنی کون جلد جم جاتی ہی اور کون دیر مین جو جلدی سے جم جاے وہ بارد ہی بہ نسبت اُسکے جو کہ دیر
مین جمے کیونکہ تحلیل اور پگھلانا اور جلانا یہ سب حرارت کے کام ہین اور جمانا اور سمیٹنا اور جمع کرنا اور کثافت
پیدا کرنا یہ برودت کے کام ہین اور منجملہ وجوہ قیاس کے مزہ اور طعم بھی ایک وجہ ہی اور یہ سب دلیلون سے
بڑھ کر ہی واضح ہو کہ استقرا اور تلاش سے معلوم ہوا ہی کہ طعوم نو ہین چرپراہٹ تلخی نمکینی ترشی بکٹھاپن اور
زبان کی گرفتگی اور چکناہٹ اور مٹھاس اور پھیکا پن اور بعضے لوگ پھیکے پن یعنی بےمزہ ہونے کو طعوم مین نہین

شمار کرتے اور کہتے ہین کہ اصول طعوم آٹھ ہین اور اُنکے ماسواے جتنے طعوم ہین وہ سب اُنھین سے مرکب ہین واضح ہو کہ قابل یعنی وہ مادہ جس مین فاعل اثر کرتا ہی یا لطیف ہوگا یا کثیف یا متوسط اور فاعل یا حرارت ہوگی یا برودت یا قوت معتدلہ اور مجموعہ ان سب کا نو قسمین ہوتی ہین مثلاً جب قوی حرارت کسی لطیف مادہ مین اپنا اثر کرتی ہی تو چرپراہٹ پیدا ہوتی ہی اور اگر کثیف مادہ مین اثر کرتی ہی تو مرارت پیدا کرکے اُسکو مر بنا دیتی ہی اور معتدل مادہ مین اثر کرتی ہی تو ملوحت پیدا کرکے اُس کو مالح بنا دیتی ہی اور جب قوی برودت کسی لطیف مادہ مین اثر کرتی ہی تو حموضت پیدا کرکے اُسکو حامض بنا دیتی ہی اور کثیف مادہ مین عفوصت پیدا کرکے اُس کو عفص بنا دیتی ہی اور متوسط مادہ مین قبوضت پیدا کرکے اُس کو قابض بنا دیتی ہی اور جب معتدل حرارت کسی لطیف مادہ مین اثر کرتی ہی تو دسومت پیدا کرکے اُس چیز کو دسم بنا دیتی ہی اور کثیف مادہ مین اثر کرتی ہی تو اُسمین حلاوت پیدا کرکے اُسکو حلو بنا دیتی ہی اور معتدل مادہ مین اثر کرتی ہی تو تفاہت پیدا کرکے اُسکو تفہ بنا دیتی ہی اور سب مزون سے زیادہ گرم مزا حرافت یعنی چرپراہٹ ہی اُسکے بعد تلخی اُسکے بعد نمکینی اور سب سے زیادہ سرد مزا حموضت یعنی ترشی ہی اُسکے بعد عفوصت اُسکے بعد قبوضت اور سب معتدل مزون سے زیادہ معتدل دسومت ہی اُسکے بعد حلاوت اُسکے بعد تفاہت اور اس جدول سے سب طعوم اور اُنکے فواعل اور مواد کی حالت معلوم ہو سکتی ہی

مواد	حرارت	برودت	کیفیت معتدلہ	احسن الطعوم	الحرافتہ
لطیف	[illegible]	[illegible]	[illegible]	ابرد الطعوم	الحموضتہ
کثیف	[illegible]	[illegible]	[illegible]	اعدل الطعوم	الدسومتہ
معتدل	[illegible]	[illegible]	[illegible]	اقل الحرارۃ [illegible]	الملوحتہ
				اقل البرودۃ [illegible]	القبوضتہ
				اقل الاعتدال [illegible]	التفاہتہ

واضح ہو کہ ان مین سے اکثر مراتب کا ظہور بہتین طور پر اُن پھلون مین ہوتا ہی جو مزے مین شیرین ہوتے ہین جیسے انگور اور آم وغیرہ مثلاً جبتک اُنکا مادہ لطیف رہتا ہی تو اُنکا مزا پھیکا ہوتا ہی اور مادہ کی کثافت اور حرارت کے اثر نہ کرنے کے وقت اُنکا مزا قبوضت لیے ہوے ہوتا ہی اور اسکے بعد جب حرارت اُنمین

اثر کرتی ہو اور اُنمین لطافت آجاتی ہو تو اُنکے مزے مین عفوصت یعنی بکٹھاپن کچھ ترشی لیے ہوے آجاتا ہو اور رفتہ رفتہ اُنمین ترشی آتی جاتی ہو اور بکٹھاپن کم ہوتا جاتا ہو اور جب وہ اعتدال کے قریب پہونچتے ہین تو اُنمین مٹھاس آتی جاتی ہو اور رفتہ رفتہ ترشی کم ہوتی جاتی ہو اور شیرینی آتی جاتی ہو یہانتک کہ بالکل شیرین ہوجاتے ہین واضح ہو کہ بعضے طعوم آپس مین مشارک ہوتے ہین لیکن شدت اور ضعف اور اختلاف کا مادہ اور تاثیر فاعل کے اعتبار سے اُنمین فرق ہوتا ہو مثلاً حریف اور مُر کہ یہ دونون باہم شریک ہین لیکن صرف فرق اتنا ہو کہ حریف مین لطافت مادہ کی وجہ سے فاعل کی تاثیر کا زیادہ ظہور ہو اور مُر مین کم ہو اسی طرح مر اور مالح باہم مشارک ہین لیکن فاعل کی تاثیر بہ نسبت مالح کے مر مین زیادہ ہو یہی وجہ ہو کہ جب نمک مین زیادہ گرمی اثر کرتی ہو اور اُسکی لطافت اور رطوبت کو کم کر دیتی ہو اور اُسکے مادہ کو کثیف کر دیتی ہو تو وہ کڑوا بھی ہوجاتا ہو اسی طرح اور طعوم مین بھی باہم مشارکت ہو اور ظہور آثار مین بھی اُسی طرح فرق ہو جیسا کہ مر اور مالح وغیرہ مین معلوم ہوا واضح ہو کہ حریف جسکو فارسی مین تیز اور تند کہتے ہین وہ چیز ہو کہ چکھنے کے وقت زبان مین کاٹ کرے اور تمام زبان مین گھس جاے اُسکے یہ افعال ہین جلا کرنا اور جلد کی سطح کو چھیلنا اور سطح مین گھس جانا اور تفتیح اور ترقیق اور تلطیف اور تقطیع اور تحلیل اور تنقیہ اور عفونت پیدا کر دینا اور سخونت پیدا کر دینا اور اپنی لطافت جوہری کی وجہ سے جلا دینا اُسکی مثال جیسے مرچ اور رائی وغیرہ اور مر یعنی تلخ یہ وہ چیز ہو کہ زبان کی سطح ظاہر مین نفوذ کر جاے اور اُسکی ظاہری سطح کو کھُرکھُرا کر دے اور طبیعت کو اُس سے نفرت اور کراہت پیدا ہوتی ہو اُسکے یہ افعال ہین جلا اور تلطیف اور ترقیق اور تقطیع اور تخشین اور تجفیف اور تسخین اور منع تعفن لیکن یہ اپنے سب افعال مین حریف سے ضعیف ہو لیکن تجفیف اور منع تعفین مین زیادہ ہو اُسکی مثال جیسے مرکی اور ایلوا وغیرہ اور مالح یعنی نمکین وہ چیز ہو کہ سطح زبان مین نفوذ تو کرے لیکن کاٹ نہ کرے اور اُسکو جلا دیدے اِسکے یہ افعال ہین تفتیح اور تلطیف اور تحلیل اور جلا اور تقطیع اور تغسیل اور منع عفونت اور اعتدال کے ساتھ گرمی پہونچانا اِس لیے کہ اِسکے جوہر مین اعتدال ہو اور یہ اپنے سب افعال مین مر کے قریب ہو اور حامض یعنی ترش چیز وہ ہو جو زبان کے سطح کو کچھ کاٹے اور اُسمین نفوذ کرے اور اُسکے چکھنے بلکہ صرف اُسکے خیال سے منھ مین پانی بھر آوے اور اُسکے اسقدر کام ہین لطافت پیدا کرنا ٹکڑے ٹکڑے کرنا نفوذ کر جانا دُھندلاہٹ پیدا کرنا آستون اور سدون کو کھولنا اور جلا کرنا اور اپنی برودت

مفردات قرابادین

اور رطوبت اور رائیت جوہری کی وجہ سے برودت اور رطوبت پیدا کرنا اُسکی مثال جیسے سرکہ اور ترش میوون کا
پانی اور دہی کا پانی وغیرہ آور عفص یعنی بکٹھا وہ ہی جو زبان کے تمام اجزا کو اکٹھا کوے اور سطح زبان کو
کھرکھری اور کثیف اور سخت بنا دے اور اسمین چونکہ ارضیت اور کثافت جوہری ہوتی ہو اس وجہ سے کثافت
اور سختی اور خشونت اور برودت پیدا کرتا ہو اُسکی مثال جیسے مازو اور جفت بلوط وغیرہ آور قابض یعنی
زبان پکڑنے والی چیز وہ ہو جو زبان کے اجزا کو اکٹھا کردے اور اسقدر اُسکی سطح کو کھرکھرا نہ کردے
جیساکہ عفص اور اسکے افعال بھی وہی ہین جو عفص کے تھے لیکن ضعف کے ساتھ اور یہ اسلیے کہ اسکے جوہر
مین عفص کے اعتبار سے کثافت کم ہوتی ہو اور اُسکی مثال جیسے چھالیہ وغیرہ آور دسم یعنی چکنی اور چرب
چیز وہ ہو جو زبان کی سطح کو نرم اور ملائم کردے اور پھیلا دے اور اُسکے یہ افعال ہین رطوبت پیدا کرنا
اور نرمی اور ڈھلڈھلاہٹ آور پھسلن پیدا کرنا اور لپکا دینا اور خلط غالب کی طرف مستحیل ہوجانا اور
کچھ گرمی پیدا کرنا اُسکی مثال جیسے گھی اور تیل اور چرب چیزین آور حلو یعنی شیرین یہ وہ چیز ہو جو سطح زبان کو
نرم اور ملائم اور منبسط اور مستوی کردے بدن کی طبیعت مدبرہ اُسکو نہایت دوست رکھتی ہو اور جگر کی
قوت جاذبہ نہایت جلد اسکو اپنی طرف کھینچ لیتی ہو اور شیرینی کی نہایت مشتاق رہتی ہو اور اُسکے افعال
ہین جلا دینا نرمی کرنا پکانا تلیینت آور رقت پیدا کرنا آور پگھلا دینا آور خلط غالب کی طرف مستحیل ہوجانا
اور اپنی حرارت معتدلہ اور لطافت کی وجہ سے کچھ تھوڑی سی گرمی پہونچانا جیسے شکر اور شہد اور انگور اور شہتوت اور
چھوارے اور انجیر ولایتی اور آم وغیرہ آور بعض شیرین چیزین ایسی بھی ہوتی ہین جو نہایت درجہ شیرین ہوتی
ہین اور نہایت گرمی پیدا کرتی ہین تو ایسا شیرین زبان کی سطح کو درشت اور کھرکھرا کردیتا ہو اور پیاس لاتا ہو
جیسے قند سیاہ اور شکر سُرخ اور شہد کہنہ وغیرہ آور تفہ یعنی پھیکا جسکو عربی مین مسیخ بھی کہتے ہین وہ ہو جو
زبان کی سطح کو بہت زیادہ نرم اور ملائم کردے اور خوب پھیلا کر مستوی کردے اور طبیعت کو ناگوار ہو آور اُسکے یہ
افعال ہین حرارت اور پیاس کو کھو دینا اور خشونت کو رفع کردینا وغیرہ وغیرہ واضح ہو کہ مزے مین حدت
کا پایا جانا یعنی مزے کا نہایت تیز ہونا یہ حرارت کی دلیل ہو اور مزے کا معتدل حالت پر ہونا یہ اعتدال
کی دلیل ہو اور مزے مین ایک قسم کی خشونت اور قبوضت اور عفوصت کا ہونا یہ یبوست اور خشکی کی دلیل
ہو آور مزے مین رخاوت اور ملائمت اور تلیین کا ہونا یہ رطوبت کی علامت ہو اور اسی قیاس اور نسبت
سے مرکب اشیا کی کیفیت بھی معلوم ہوسکتی ہو آور منجملہ وجوہ قیاس کے ایک دلیل بُو بھی ہو آور بو کی تین

قسمین ہین ایک قسم تو وہ ہی جسمین کسی مزے کا بھی شمول ہوتا ہی مثلاً کہتے ہین کہ شکر اور شہد اور سرکہ اور وہی اور فلان چیز اور فلان میوہ کی بو میٹھی ہی اور فلان میوہ اور فلان چیز کی بو ترش ہی اسی طرح یہ کہ فلان چیز کی بو پھیکی ہی وعلی ہذا القیاس غرضکہ یہ تو وہ بو ہی جسمین طعوم کی شرکت ہی اور ان روائح سے استدلال کرنے کی وہی صورت ہی جو طعوم مین معلوم ہوئی آور ایک وہ قسم ہی جسمین اچھی اور بری اور گوارا اور ناگوارا ہونے کی حیثیت سے استدلال کیا جاتا ہی مثلاً یہ کہتے ہین کہ اس چیز کی بو موافق طبیعت اور خوشگوار اور لذیذ اور مرغوب ہی جیسے مشک اور عنبر اور خوشبودار پھولون کی بو کہ یہ طبیعت کو خوشگوار ہوتی ہی اور طبیعت اسکو پسند کرتی ہی ان خوشبوؤن سے اکثر اُس شی کی اعتدال حرارت اور لطافت مادہ پر استدلال کیا جاتا ہی یا یون کہتے ہین کہ فلان چیز کی بری بو ہی اور طبیعت کو ناگوارا اور نامرغوب ہی جیسے ہینگ اور لہسن اور سڑے ہوے مردے کی بدبو وغیرہ اور اس سے اکثر اوقات اُس چیز کی تیزی کیفیت اور حدت حرارت اور کثافت مادہ پر استدلال کیا جاتا ہی آور ایک وہ قسم ہی جسکو قوت شامہ مین اثر کرنے کے اعتبار سے لحاظ کیا جاتا اور نامزد کیا جاتا ہی مثلاً کہتے ہین کہ گل نیلوفر تازہ اور بنفشہ اور سیب اور کھیرے اور ککڑی کی بو مسکن حرارت ہی اور مشک اور جندبیدستر اور سیاہ مرچ اور سونٹھ اور دھنیے کی بو مہیج حرارت اور دماغ کو خشک کرنیوالی ہی آس قسم کی بو سے اول صورت مین تو اکثری طور پر برودت اور رطوبت اور لطافت مادہ پر استدلال کیا جاتا ہی آور دوسری صورت مین حرارت اور یبوست پر آور اسکے متعلق خلاصۂ کلام یہی ہی کہ جس بو مین گرمی اور حدت اور طبیعت کی موافقت اور ملائمت ہو وہ اُس شی کی حرارت اور یبوست اور مادہ کے لطیف ہونے پر دلالت کریگی اور جس بو مین سختی اور کراہت اور ناملایمت ہوگی وہ اُس شی کی حرارت اور یبوست اور مادہ کے کثیف ہونے پر دلالت کریگی اور جس بو مین طبیعت کی مناسبت اور نرمی اور حرارت کی تسکین ہوگی اور مفرح قلب اور مفرح نفس ہوگی اور مقوی روح اور مرطب دماغ ہوگی اُسکی دلالت معتدل حرارت اور غلبۂ رطوبت اور لطافت مادہ پر ہوگی اور بعض کی دلالت برودت اور رطوبت پر ہوگی آور منجملہ وجوہ قیاس کے رنگ بھی ایک دلیل ہی رنگ سے استدلال کرنا بو کے اعتبار سے بھی ضعیف ہوتا ہی مگر جب کوئی دلیل نہو تو رنگ ہی سے استدلال کیا جاتا ہی اور اُس سے استدلال کی یہ صورت ہی کہ سفید رنگ سے اکثر برودت اور رطوبت پر استدلال کیا جاتا ہی کیونکہ برودت تر جسم کو سفید کردیتی ہی اور خشک جسم کو سیاہ کردیتی ہی جیسا کہ خشک درختون مین مشاہدہ کیا جاتا ہی جنکو بالکل پانی نہ پہونچے کہ جب انپر پالا پڑتا ہی تو اُنکا جرم کثیف اور خشک

اور سیاہ ہوجاتا ہی اور حرارت کا کام اسکے برعکس ہی یعنی تر جسم کو سیاہ کردیتی ہی جیسے کہ لکڑی کوئلہ ہوجاتی ہی اور
خشک جسم کو سفید کردیتی ہی جیسے کہ کوئلہ راکھ ہوجاتا ہی اطبا نے لکھا ہی کہ جب ایک ہی دوا کی چند صنفین مختلف
رنگ ہون یعنی بعضی صنف تو مائل بسرخی ہو اور بعض مائل بسپیدی اور بعض مائل بزردی اور بعض مائل بسیاہی
اور اُس نوع کی طبیعت مثلاً بارد ہو تو جو صنف مائل بہ سپیدی ہوگی وہ اپنے باقی اصناف کے اعتبار سے
سب سے زیادہ بارد ہوگی اور جو مائل بسرخی ہوگی وہ برودت مین اُس سے کم درجہ ہوگی اور مائل بہ زردی
بھی اُس سے کم درجہ ہوگی جیسے صندل کہ طبیعت اُسکی بارد ہی پس سفید صندل تمام اصناف مین زیادہ سرد
ہی اور سُرخ اور زرد صندل برودت مین اُس سے کم اور بحیثیت یبوست اگر دیکھا جائے تو جو سفیدی مائل ہی
وہ اپنے باقی اصناف کے اعتبار سے کمتر ہی اور اُسکے بعد زردی مائل اسکے بعد سُرخی مائل اور سب سے
زیادہ یابس وہ ہی جو سیاہ ہو اور اگر اُس نوع کی طبیعت مائل بحرارت ہوگی تو جو حکم بارد مین تھا یہان اُسکے
برعکس ہوگا مثلاً سفید اور سرخ اور سبز شہد کہ سُرخ اور سبز شہد تو نہایت گرم ہوتا ہی اور جو شہد مائل بسپیدی ہوتا ہی
اُسکی گرمی اُن دونون سے کم ہوتی ہی اور تربوز اور آم اور خربزہ مین حکم اسکے برعکس ہوتا ہی واضح ہو کہ
اطباء نے کہا ہی کہ سیاہی مطلقاً حرارت کی دلیل ہی اور سفیدی مطلقاً برودت کی علامت ہی اور سُرخی اعتدال کی علامت
ہی اور سبزی مطلقاً برودت اور یبوست کی علامت ہی اور زردی مطلقاً حرارت اور یبوست کی دلیل ہی پس اُن
لوگون کی یہ دلیل اسکی مقتضی ہی کہ سیاہی اور بو کی تیزی جو افیون مین ہوتی ہی یہ حرارت افیون کی دلیل ہو اور
افیون گرم ہو حالانکہ بالاتفاق سرد ہی یہی وجہ ہی کہ رنگت سے استدلال کرنا نہایت ہی ضعیف اور مضطرب ہوتا ہی
اور یہ قاعدہ اکثری ہی کُلی نہین ہوسکتا اس وجہ سے کہ اسمین اکثر غلطی اور اشتباہ واقع ہوجاتا ہی اور دوا کے افعال
سے یون استدلال کرتے ہین کہ جس دوا مین تفتیح اور قبض کی قوت ہوگی وہ حار یابس ہوگی اور جس دوا مین تحلیل
اور لزوجت ہوگی وہ حار رطب ہوگی اور جسکی قوت نہایت لطیف اور خفیف ہو یا کوٹنے کے قابل نہو جیسے
سقمونیا یا دھونے کے قابل نہو جیسے کاسنی تو اسکی دلیل ہی کہ اُسکا جزو حار ناری نہایت لطیف اور بہت ہی
کم ہی اور اُسکا جزو ارضی بارد زیادہ ہی اسی طرح سے اور حالتون پر بھی قیاس کیا جاسکتا ہی واللہ اعلم

فصل سوم بعض اصطلاحات طبیہ کے بیان مین **حرف الالف** ۔ استنشاق کھینچنے والی چیز
کو ناک مین سُڑکنا اصل جڑ خواہ درخت کی جڑ ہو خواہ کسی گھانس کی اصول اربعہ چار جڑین اس سے یہ چار
جڑین خاص مراد ہوتی ہین سونف کی جڑ کاسنی کی جڑ کرفس کی جڑ کبر کی جڑ اغصان غصن کی جمع ہی بمعنی

شاخ خواہ درخت کی ہو خواہ شاخدار گھانس کی **اُقومالی** ایک خاص چیز ہی کہ اسمین شہد کو گھول کر بیجے جوش دیتے
رکھ چھوڑتے ہین **اکتحال** بطور سرمہ کے کسی دوا کو آنکھ مین لگانا **اکسومالی** اُسی سکنجبین کا نام ہی جسمین سرکہ اور
شہد ہو اور بعضے اسمین دریا کا کھاری پانی یا نمک کھاری بھی ملادیتے ہین **اکلیل** تاج اور ابریا یکٹ غیرہ
اورادویہ مین اُس سے یہ غرض ہوتی ہی کہ شگوفہ وغیرہ کا بصورت تاج ہونا جیسے اکلیل الملک یعنی ناخونہ
انکباب گرم پانی کا بھپارا لینا **اوذرومالی** شہد اور بارش کا پانی آپس مین برابر برابر ملاکر دھوپ مین کچھ روز
رکھنا اور کام مین لانا **اوکسائی** وہ سرکہ جو پانی اور نمک کے ساتھ مخلوط ہو **حرف الباء** **بادزہر** تریاق
کا فارسی نام ہی کہتے ہین کہ جو چیز زہر کو دفع کرے اور مصنوع مرکب نہو وہی اس نام کے ساتھ مخصوص ہی
باقور بقر کی جمع ہی **باکورہ** پہلا میوہ جو پک جاے **تبر** کاٹنا **بزر** بیج یعنی گھانس کے پھل کا جو غلاف اور
پوست ہی اُسمین جو چیز ہوتی ہی جیسے پوست مین خشخاش ہوتی ہی **بشع** بدمزہ اور جس چیز کے مزہ مین تلخی اور
بکٹھاپن ہو اسکو بشع کہتے ہین **بصیص** چمکدار اور درخشندہ **بطائح** وہ زمینین جہان آکر پانی جمع ہوجاے
فارسی مین مرداب کہتے ہین **بعر** مینگنی **بکر** بفتح باجوان اونٹ اور بکسر باد وشیزہ یعنے کنواری ٭
حرف التاء المثناۃ **تریاق** یعنی تریاک یعنی ہر وہ چیز جو قوت اور مزاج روح کی صحت کی نہایت
حفاظت کرے کہ زہر کے اثر کو رفع کردے اور کہتے ہین کہ تریاق صناعی دوا ہوتی ہی اور افیون کو جو تریاق
کہتے ہین تو اُسکی یہ وجہ ہی کہ حفظ قوت مین تریاق حقیقی کے قائم مقام ہوتی ہی **تصعیق** شراب او پانی کا
ممزوج کرنا **تصعید** کسی چیز کے اجزا کو آگ کے ذریعہ سے چڑھانا اور لطیف اجزاء کو لے لینا **تعلیق**
کسی چیز کو گردن وغیرہ مین لٹکانا **تفہ** بے مزہ پھیکا **تکرج** پھپوندی لگ جانا یعنی مزے یا بو کا بگڑ جانا
تکلیس بعض ادویہ کو نفوذ اور سریع التاثیر ہونے کے لیے تیار کرنا اور اُسکے ثقل اور کثافت کو دور کرنا
خواہ جلاکر خواہ کسی اور عمل سے **حرف الثاء المثلثۃ** **ثقیل** گران وزنی بوجھل طبیعت پر جو چیز بار ہو
یا دیر فعل ہو اور سریع الزوال نہو **ثمر** کسی نبات کا پھل **حرف الجیم** **جبر** ٹوٹے ہوے عضو کو باندھنا
جرلہ پتھریلی زمین **جریش** نیم کوفتہ **جفاف** خشک اور خشکی **جمد** وہ پانی جو سردی پاکر جم جاے **حرف الحاء**
حامض ترش کھٹا **حاد** تیز جسمین تلخی اور چرپراہٹ دونون ہون **حب** جو چیز پھل مین بغیر غلاف کے
پیدا ہو جیسے گیہون اور جو وغیرہ **حریف** وہ تیز چیز جو زبان کو کاٹے اور اُسکے اجزاء مین نفوذ کر جاے
اور اجزاء کو متفرق کردے **حشیش** سوکھی گھانس **حلاق** جو دوا بالون کو مونڈ ڈالے **حلو** شیرین اور

ہر وہ چیز جو زبان کی سطح کو پھیلا دے اور تھوڑی حرارت اور گرمی پیدا کر دے حلیب کسی چیز کا شیرہ
اور تازہ دوہا ہوا دودھ حمل نباتات کا پھل **حرف الخاء المعجمۃ** خرء پرندون کی بیٹ۔
خفیف ہلکا سُبک جسکا تحمل طبیعت کر سکے جلد زائل ہو جاے خلع کسی ہڈی کا اپنی جگہ سے ہٹ جانا
خلعلع بجّو کو کہتے ہین خلیع سُست خمل کسی چیز کا ریشہ اور جب ادویہ مین بولتے ہین تو اُس سے مراد
ہوتی ہی کہ اُسکی سطح ظاہر پر بشکل ریشہ ہو جیسے بہی مین ریشہ ریشہ سے ہوتے ہین **حرف الدال**۔
دابرنیان بفم ایک درخت ہی جسکی لکڑی سے سرخ رنگ نکلتا ہی داخلیون اسکے معنی لعابون کے ہین
مرہم داخلیون بہت مشہور دوا ہی دار شیشعان کا سے پھل داعضہ گول ہڈی جو گھٹنے پر ہوتی ہی دامغہ
زخم دماغ دانق ایک وزن ہی چار قیراط تین حبہ دائی کوکہ اور پیٹھ کے فقرے دبس شراب اور کھجور کا
شیرہ دبوقا پاخانہ وغلیظ دُبیلہ بڑا ورم جسکے اندر ایسی جگہ ہو جہان مادہ کا انصباب ہوتا ہو اور ورم مین
اور اُسمین یہی فرق ہی دثار وہ کپڑا جو کسی کپڑے کے اوپر پہنا جاوے دحمرثا یہ ایک معجون ہی نہایت
نافع دخن چینا جسکو کاکن بھی کہتے ہین مشہور غلہ ہی دخنہ خوشبودار چیزین جو آگ مین جلاتے ہین اور گھر کو
اُنسے خوشبودار کرتے ہین درخمی ایک مثقال درز الثوب کپڑے کی درز اور سیون درور العروق
رگون کا خون سے بھرا ہونا دعیش بھوسی دعۃ آسایش اور آرام دلاعۃ الفم مُنھ سے زبان کا باہر نکل پڑنا
دلاع تربوز دلاعہ جسکا مزا مائل بشیرنی دلک خشن کھُرکھُری چیز سے مالش کرنا دلک صلب
زور سے اور دبا کر مالش کرنا دلک الاستعداد قبل ریاضت کے مالش کرنا دلک الاسترداد بعد ریاضت
کے ملنا دلوکات وہ دوائین جو بدن سے ملی جائین دمعہ ایک بیماری ہی آنکھ مین جسمین ہر وقت
آنکھ تر رہتی ہی اور بلا ارادہ آنسو بہتے ہین دوائے مطلق وہ دوا جو بدن سے اثر پذیر ہو کر اثر کرے پھر
اثر پذیر ہو جاے اور جزو بدن نہو دوائے لطیف وہ دوا جو حرارت بدنی کے اثر کرنے سے جلد ریزہ ریزہ
ہو جاے جیسے دارچینی اور دوائے کثیف وہ جو ایسی نہو دوائے الکرکم یہ ایک مشہور معجون ہی چونکہ اُسکا
جزو اعظم زعفران ہی اسلیے اُسکو دوائے الکرکم کہتے ہین کیونکہ زعفران کا ایک نام کرکم بھی ہی دوائے الشونیثا
یہ بھی ایک مرکب نسخہ ہی دوائے الترنجبین گاے کے دودھ مین ترنجبین ڈالکر پکاتے ہین دوائے نضیج وہ دوا جو
نوع کے اعتبار سے مکمل ہو اور جو غرض اُسکے متعلق ہی اُسکے لیے مستعد ہو دوار گھمیری دوالی پنڈلی کی
رگون کا پھول جانا دوایہ بالائی خواہ دہی کی ہو خواہ دودھ کی دوی وہ آواز جو کانون مین سُنائی دے اور خارج

مین ہو دہن الصوابی سندروس کا تیل دہن النجم تل کا تیل دہن القطن بنولہ کا تیل دہنی وہ چیز جسکے جوہر مین
تیل ہو دہن الخروع رینڈی کا تیل دیگ بردیگ ایک مرکب چیز ہی جو ہرتال اور چونہ اور پارہ سے بناتے ہین
دینارچون ایک مرکب نسخہ ہی **حرف الذال المعجمۃ** - ذات الجنب اُس حجاب مین ورم کا آجانا جو حائل
ہی درمیان آلات غذا اور آلات تنفس کے ذات الصدر اُس غشا مین ورم کا آجانا جو جانب قص یعنی ہڈی
سینہ کے ہی ذات الکبد جگر کا ورم ذات الریہ پھیپھڑے کا ورم ذبابی طبقہ قرنیہ کے پھٹ جانے کی وجہ
سے طبقہ عنبیہ کا باہر نکل آنا ذباج پانوٗن کی انگلیون کا نیچے کی طرف سے پھٹ جانا ذب جنگلی گلے
ذبحہ نرخرے مین ورم ہونا ذبذب زبان ذر چیونٹی ذرانی سفید نمک ذرور وہ چیز جسکو باریک پیسکر کسی
عضو پر ملین یا چھڑکین ذرب ایک بیماری ہی جسمین کھانا معدہ اور آنتون مین ہضم نہین ہوتا اور سارے
بدن مین نفوذ نہین کرتا بلکہ متصل طور پر پتلا ہو کر پاخانہ کی راہ سے خارج ہوتا ہی ذرق مرغ کی بیٹ ذفر
خوشبو اور بدبو ذفرے کان کی جڑ ذنب الخیل یعنی فنجنکشت یہ ایک گھاس ہی دو قسم ہوتی ہی ایک پانی کے
کنارے اُگتی ہی اور درختون پر پٹتی ہی اور دوسری قسم کی تپی پہلی قسم سے چھوٹی ہوتی ہی ذیابطیس ایک
بیماری ہی جسمین انسان ہر وقت پیاسا رہتا ہی اور جب پانی پیتا ہی تو اُس سے سیری نہین ہوتی اور پانی پیتے ہی
پیشاب کی ضرورت ہوتی ہی اور جو پیشاب آتا ہی وہ بالکل پانی کی ہمشکل کچھ بو نہین سا رنگت مین فرق ہوتا ہو
تو ہوتا ہو مولانا نفیس نے فرمایا ہی کہ ویقال لہ سلس البول ایضاً یعنی اسی کا نام سلس البول بھی ہی لیکن مگر یہ صحیح
نہین کیونکہ سلس البول مین پیشاب بلا ارادہ خارج ہوتا ہی اور ذیابطیس مین بارادہ یہ دونون بیمار یان
الگ الگ ہین ذو الخاصیۃ وہ دوا جو اپنی صورت نوعیہ سے اثر کرے خواہ تریاق ہو خواہ زہر +
حرف الراء المہملۃ رادع وہ دوا جو مواد کو عضو پر نہ گرنے دے اور اعضاء کو اس قابل کردے کہ وہ اُس
مواد کے گرنے کے صالح ہی نہ رہین راسلان دو رگین ہین ہتیلی مین راعف ناک کا کنارہ رامک ایک
مرکب دوا ہی جالینوس کی ترکیب دی ہوئی رامہران ایک مرکب نسخہ ہی رانفہ سُرین رائب دہی اور
ماء الرائب دہی کا توڑ رباطات رباط ایک سفید جسم ہی مشابہ پٹھے کے رُب تپی یا پھل کا پانی نچوڑ کر
یہانتک جوش دیا جاے کہ گاڑھا ہو جاے رُب العنب انگور کے پانی کو اسقدر جوش دین کہ دو
ثلث سے زیادہ نہ جلے اور گاڑھا ہو جاے ربع چوتھا بخار یعنی جو ایک روز آوے اور دو روز نہ آوے
ربک ملانا اور ایک قسم کا کھانا ہی ربابہ موٹا گوشت ربو سانس کا پھولنا ربیثا ایک قسم کا سالن ہے

ر تیلا ایک گھانس ہر اور ایک قسم کی مکڑی ر ثیہ دہی ر جا ایک حالت ہر مشابہ حمل کے عورتون کو عارض
ہوتی ہر رجراج فالودہ رجیع گوبر اسکو رجیع اس لیے کہتے ہین کہ اپنی پہلی حالت سے لے سنے رجوع کیا کیونکہ
یہ پہلے کھانا یا چارہ تھا رجنین دودہ کو اسقدر جوش دیتے ہین کہ گاڑھا ہو جاسے بعد ازان اسکا پانی ٹپکا لیتے
ہین رخص نازک اور وہ دوا جو جلد ٹوٹ جاے رخو نرم اور سست رخیم نرم آواز ردام گوز ردی ناکھیوس
وہ غذا جس سے خراب خون پیدا ہو جو نہ قوام مین معتدل ہو اور نہ کیفیت مین رزین یہ لفظ جب دوا کی صفت ہوتا ہر
تو اسکے یہ معنی ہوتے ہین وہ دوا جو متانت اور سنگینی اور خوش جوہری مین مرتبہ کمال کو پہونچ گئی ہو رسوب
بہنے والی چیزون کے ارضی اجزا کا تہ نشین ہو جانا اور طب مین رسوب اس شی کو کہتے ہین جو قارورہ مین ہو
اور غلیظ الجوہر ہو عام اس سے کہ اوپر ہو یا تہ نشین ہو رسوب فاضل وہ سفید اور چکنی تلچھٹ جو قارورہ مین
ہوتی ہر رسوب طافی وہ تلچھٹ جو قارورہ مین اوپر ہو رشتا سویان رشح پسینا رصوف وہ عورت
جسکا مقام تنگ ہو رضاب تھوک آب دہن رضف گرم پتھر سے داغنا رضفہ کاسہ زانو یعنی گھٹنے کی
ہڈی جو گول ہر رطب وہ چیز جو اتصال اور انفصال اور شکل و صورت کو آسانی سے قبول کرلے اور آسانی سے
چھوڑ دے رطل نصف من طبی یہ ایک پیمانہ ہر آدھ سیر رطوبت فضلیہ وہ رطوبت جو باقی عناصر کے ساتھ
نہ ملی ہو یعنی خارجی اور زائد رطوبت رعشہ بالکسر ایک بیماری ہر جسمین عضو ہر وقت ہلا کرتا ہر رغثا وہ رگ
جس سے چھاتی مین دودہ نکلتا ہر رغوہ پھین جھاگ رغیف ایک کھانا جو آٹے اور دودہ سے ملا کر
پکاتے ہین اور دودہ بے جھاگ اور موٹی روٹی رفع بغل اور چڈھا رقاق چپاتی رق ہرن کی جھلی جسپر
تعویذ لکھتے ہین رماعہ تالو رمان السعال سفید خشخاش رمد طبقہ ملتحمہ کا ورم رمص آنکھون کی چیپڑ اور کیچڑ
رنف بید مشک روآث سیاہ خشخاش رواحب وہ شکن جو انگلی کے جوڑ مین ہوتی ہر رواصیر بورانی
ایک قسم کی غذا ہر بقولات کو پانی مین جوش دے کر گھی مین بھونکر انار وغیرہ کے پانی مین ڈالتے ہین
رواہش چندر گین ہین ہاتھ مین روبتہ اللبن پانی مایہ جو کہ دودہ مین ڈالکر جماتے ہین روث
گوبر روسختج جلا ہوا تانبا رہابہ ایک ہڈی ہر سینے کے نیچے رہشی وہ تل جو چھلے بھنے ہون اور انکا
تیل نہ نکالا گیا ہو ریباس ایک گھاس ہر پھول اسکا سرخ ہوتا ہر ریح الصبیان ریاح غلیظہ جو
سر کے اندر تمدد پیدا کرے یہانتک کہ اسکی درزین کھل جائین ریح البواسیر ریح غلیظ جو شل قولنج
کے درد پیدا کرے اور کبھی پیٹھ اور چنبر گردن کی طرف چڑھے اور کبھی فوطون اور قضیب اور قطن

اور حوالی مقعد کی طرف اُترے ریح الرحم وہ ریح جو رحم مین رطوبات سے پیدا ہوتی ہی ریحان الافرسہ پیٹھ
کی گریون مین سے کسی فقرہ کا ریاح غلیظہ کی وجہ سے اپنی جگہ سے ٹل جانا طبیب لوگ اسکو ریاح الافرسہ
کہتے ہین لیکن یہ غلط ہی صاحب تنقیح لکھتے ہین کہ فرسہ کی جمع افرسہ نہین آتی بلکہ فرسات آتی ہی ریہقان زعفران
کرکم کیسر **حرف الزاء** زائدہ عظمی ایک زیادتی ہی ران کی ہڈی مین زائدۃ الکبد جگر گوشہ زباد ایک جانور
کا خوشبودار پسینا ہی زبیبی منقے کو پانی مین تر کرکے چھان لیتے ہین زحیر پیچش زروق وہ دوا جو پچکاری
کے ذریعہ سے آلۂ تناسل یا پاخانہ کے مقام مین ڈالی جاوے زعوقہ وہ مزا جسمین کچھ تلخی اور کچھ نمکینی ہو
زغب وہ دوا جسکے سطح پر بالون کی ہمشکل کچھ روئین ہون جیسے شفتالو وغیرہ زفت وہ رال جو جہازون
مین لگاتے ہین زلابیہ جلیبی زلق الامعاء ہضم معدی مین نقصان آجانا زلق الکلیہ ذیابیطس
زمان الاخذ دورہ کا زمانہ زماورد گوشت کو روٹی کے اندر ڈالکر پکاتے ہین اور اسکو برہئی روٹی
کہتے ہین زنبق سوسن آزاد زہرۃ الملح ایک گھاس ہی اور بقول بعضے ایک چیز ہی شورہ کے مشابہ
زہرۃ النحاس ایک شی ہی مشابہ نمک تانبے سے پیدا ہوتی ہی زہم بدبو زیبر ریشہ اور ریزہ زیبق
پارہ زیرباج شوربا ہی مختلف طریقون سے بناتے ہین زریاو ایک مرکب نسخہ ہی **حرف السین**
سائل وہ چیز جسکے اجزاء سب طرف حرکت کرین عام اس سے کہ اُسکے اجزاء کا اتصال منقطع ہو یا نہو
جیسے پانی اور تیل وغیرہ سبات سہری ایک بیماری ہی جسمین بیداری پر نیند غالب ہوتی ہی سبط
وہ چیز جو سیدھی ہو کسی قسم کی گرہ اور کجی اُسمین نہو سبیہ بڑھاپے کی وجہ سے عقل کا جاتے رہنا
ستہ ضروریہ چھ چیزین جو زندگی کے واسطے ضروری اور لابدی ہین سجج چھیلنا اور ایک بیماری ہی آنت کی
سحر پھیپھڑا سحیق خوب باریک پسی ہوئی دوا سخین گرم کھانا سدد ایک بیماری ہی جسمین ناک کے نتھنے بند ہوجاتے
ہین سدر ایک بیماری ہی جسکے پیدا ہوتے ہی آدمی مبہوت ہوجاتا ہی اور سر مین گرانی اور آنکھون مین اندھیرا
آجاتا ہی اسکے ساتھ کبھی ایسا بھی معلوم ہوتا ہی کہ ڈھول بج رہا ہی اور اکثر اس بیماری مین عقل بھی جاتی
رہتی ہی سرداروج وہ سفوف جو دوا مین چھڑکتے ہین سرّہ آنول نال سرر ہتیلی اور پیشانی کی لکیرین
سرداب جو گھر زمین دوز ہو جیسے تہ خانہ۔ قبر سرسام ورم دماغ سرطان کیکڑا اور ایک ورم کا نام ہی
جسکو اڈیٹھ کہتے ہین سرطراط مشہور فالودہ سرفہ ایک جانور ہی جو درختون مین سوراخ کرکے رہتا
ہی کھٹ بڑھئی سرقع کھٹا نبیذ سرم اُس آنت کا سرا اور کنارہ جس سے پاخانہ نکلتا ہی سرمق بتھوا ایک

مشہور ساگ ہی سیسالیوس وہ درخت جسکا گوند ہینگ ہی سطل مقدار سات درہم سعتر پہاڑی
پودینہ سعفہ گنج سعوطات وہ دوائین جوناک یا کان وغیرہ مین ٹپکائی جائین سفوف پھنکی سفود
کباب پکانے کی سیخ سقاقلوس ایک ورم ہی جو عضو کو بگاڑ دیتا ہی سقمونیا ایک مشہور گوند ہی سک
ایک مرکب خوشبو ہی سکرجہ ساڑھے چار مثقال سلاقہ وہ پانی جسمین دوا جوش کی ہو سلخ الحیہ سانپ کی
کینچلی سلوی بٹیر سلیخہ تج ایک درخت کا چھالکا ہی سماق ترک ایک درخت کا پھل ہی بقدر دانہ مسور کے
سمحاق وہ جھلی جو سر کی ہڈی کے اوپر ہی سمسمانیہ ہڈیان ہین چھوٹی چھوٹی انگلیون کے جوڑون مین
سمطیس چار قسط فی قسط نو رطل اور بیس اوقیہ سم زہر چونکہ اسکی کیفیت اور خاصیت کو مزاج کے ساتھ
تضاد ہی اس وجہ سے مزاج کو فاسد کر دیتا ہی جیسے بیش سمندر حیوۃ الحیوان مین سمندل لکھا ہی لیکن مشہور
اسیطرح ہی جیسا ہمنے لکھا ہی اسکی خوراک بیش ہی اور عجیب بات یہ ہی کہ آگ مین رہتا ہی اور اُسکی گرمی
سے لطف اور لذت حاصل کرتا ہی سنون منجن جو دانتون کے جوہر کو مضبوط کرے سہک گوشت کا
بدبودار ہو جانا اور پسینہ کی بو بھی ایک طولانی درز ہی سر کے بیچ مین تیر کی طرح سیدھی ہے

حرف الشین شادنج ایک پتھر ہی مشابہ مسور کے اسی لیے اسکو شادنج عدسی کہتے ہین شاطل
ایک دوا ہے مسہل ہی تلخ مشابہ قطر کے شاغران دو رگین ہین سر نیون مین شالج نصف قفیز بغدادی
شاهرنہ ۱۰ سیر شترہ نیچے کے پپوٹے کا سمٹ جانا کہ جیسا چاہیے دونون پپوٹے مل نہ سکین شحم حنظل
اندراین کے پھل کا گودا یعنی وہ چیز جو پھل کے اندر سے نکلتی ہی شحم الرمان انار کا زرد گودا شراب
ریحانی خالص شراب شراب عتیق شراب کے چار مرتبے ہین ایک تو نئی شراب جسپر ابھی چھ مہینے
نہ گذرے ہون اسکو عصیر کہتے ہین اور جسپر چھ مہینے گذر جائین مگر ایک سال کے اندر ہی اندر ہو اُسکا
نام شراب متوسط ہی اور جسپر چار برس گذر جائین وہ قدیم کہلاتی ہی اور جو متوسط اور قدیم کے درمیان ہو
وہ شراب عتیق ہی شراب مروق وہ شراب جسمین ایک قسم کی روئی بھگو کر چھان لین شراب مغسول
وہ شراب جو تین حصہ سے ایک حصہ باقی رہے شراب قابض گاڑھی اور کھٹی شراب شراب حصرم
و شراب اجاص شربت انگور اور شربت آلو نہ کہ رب انگور اور آلو دونون مین یہ فرق ہی کہ شربت
کا قوام شکر سے کیا جاتا ہی اور رب مین خود اسی عصارہ کا قوام کرتے ہین کذا فی بحر الجواہر مگر آج کل کا
یہ دستور ہی کہ رب مین بھی شکر دیتے ہین شراب الورد المکرر گلاب کا شربت شریان حرکت کرنے والی

رگ جو قلب سے اُگی ہی شطر الغب وہ تپ جسکا مادہ مرکب ہو دو تپون سے شطر الغب الخالصہ اگر تپ صفراوی
مفارق ہو اور تپ بلغمی دائمی ہو تو اس تپ کو شطر الغب الخالصہ کہتے ہین اور اگر دونون دائمی یا دونون مفارق
یا صفراوی دائمی اور بلغمی مفارق ہو تو اس کو شطر الغب الغیر الخالصہ کہتے ہین یہ طبیبون کی اصطلاح ہی مگر اسکی کوئی
وجہ ذہن مین نہین آتی شعر زائد زائد بال شعر منقلب یہ بال پلک کے کنارے اُگتا ہی اور اندر کی طرف
مُڑا ہوتا ہی شعرہ خاص عورت کے پیڑو کے بال شعیر محمص جو کو پہلے بھونکر پھر پکاتے ہین شعیرہ ایک ورم
ہوتا ہی پلک مین مشابہ جو کے شفترک اصفہانی خاکسی خوب کلان ایک مشہور دوا ہی شقاق ایک بیماری
ہی جسمین بال جھڑتے ہین شقیقہ آدھا سیسی کا درد شہوت کلبیہ کھانے کی خواہش کا زیادہ ہو جانا ایک
بیماری ہی شیطرج چیتہ ایک جڑ ہی شونیثیا ایک دوا ہی ابابیل کو جلا کر بناتے ہین **حرف الصاد** – صاد
تانبے یا پیتل کی دیگ صافن ایک رگ ہی پانو مین صالب تپ گرم جو جاڑے کے ساتھ نہو صالح الکیموس
وہ غذا جس سے معتدل در محمود خون پیدا ہو اور کوئی خراب خلط اُس سے نہ بنے صائم دوسری آنت
صبوب بہنے والی چیز جو انسان کے بدن پر گرائی جاے صدفہ کبیرہ پندرہ تولہ تین ماشہ تین رتی
صفاق ایک پردہ ہی پیٹ پر صفحتان پیشاب کے مقام کے دونون کنارے صفن تھیلی فوطون کی
صقعل سوکھی کھجور دودہ مین بھیگی ہوئی صلاءہ سل جسپر دوا پیستے ہین صلابۃ الاجفان شکل سے کھلنا اور
بند ہونا پلکون کا صملجہ ایک قسم کا حریرا ہی صیدنہ ایک کتاب کا نام ہی **حرف الضاد المعجمہ** – ضاغوط
ایک دماغی مرض ہی ضبع بغل اور تہیگاہ کا درمیانی حصہ جسکو ہندی مین گود کہتے ہین ضماد گاڑھا لیپ
ضیاع پانی ملا ہوا دودہ ضیق النفس سانس کی تنگی ایک بیماری ہی **حرف الطاء** طاجن – تواطافی اوپر تیر
آنیوالی چیز اور ایک جھلی ہی پیٹ پر طبیخ جوشاندہ طباہیج بھنا ہوا گوشت طبق پتلی ہڈی جو جوڑ کے
درمیان ہوتی ہی طحالب کائی طرخماطیقون وہ شیاف جنکا استعمال آنکھ مین ہوتا ہی طریطاؤس جو تھیا
بخار طعم مزا اور ذائقہ اور وہ نو ہین جیساکہ گذرا طلاء پتلا لیپ طمث حیض طین مختوم ایک مٹی ہی سُرخ
رنگ کی خوشبودار مُہر لگی ہوئی ہوتی ہی طین شاموس سفید مٹی ہی طین قبرسی ملتانی مٹی طین قیمولیا
کھریا مٹی – **حرف الظاء المعجمہ** – ظبظاب ایک دانہ پلک مین نکلتا ہی ظفرہ ناخنہ ایک بیماری ہی
آنکھ کی ظلیمہ وہ دودہ جو قبل جمنے اور گھی نکالنے کے پیا جاے ظنبوب کنارہ پنڈلی کا جو قدم کی طرف ہی
حرف العین المہملہ – عادت خو خصلت عادل وہ رگ جس سے خون حیض آتا ہی عارض

حیض والی عورت عاصر ؔ وہ دوا جو اجزای کو استقدر جمع کرے اور اتنا سمیٹے کہ جو رقیق رطوبتین اُن اجزا کے اندر
ہین اُنکو بھی دبا کر نکال دے عاصوؔر سینہ مین جلن اور بھاری پن پایا جانا عاقرؔ وہ مرد و عورت جسکے اولاد نہو
عاقلؔ قابض دوا اور اسی طرح عاقول بھی عاقولاؔ کاجی ایک قسم کی غذا ہی عاقونا ؔدھڑکن جو عورت کے فم رحم اور
مرد کے عضو تناسل مین ہو عائرؔ آنکھ کا درد عجاؔل جما ہوا دودھ عجبؔ سُرین کی ہڈی جسپر انسان بیٹھتا ہی
عجم الزبیبؔ منقے کے بیج عجینؔ گندھا ہوا آٹا عدسیہؔ طاعونی دانہ ہی مشابہ مسور کے نکلتے ہی ہلاک
کردیتا ہی عذرہؔ حدث مردم عذیوطؔ ایک مرض ہی کہ جسوقت آدمی صحبت کرتا ہی وقت انزال پاخانہ نکلجاتا ہی
عرتنؔ ایک گھاس ہی جس سے دباغت دیتے ہین عرجوؔ دانگورون مین جو چیز پہلے نکلتی ہی عرجونؔ کھجور کی زرد
لکڑی جسمین کھجورین لگتی ہین عرق النساؔ ایک رگ ہی پانؤن مین اور اطبا کی عادت یون جاری ہی کہ اسکے
درد کو عرق النسا کہتے ہین جسکے یہ معنی ہین وجع العرق الذی ہو النسا یعنی اُس رگ کا درد جسکا نام نسا ہی
عرق مدنیؔ نارو ایک کیڑا ہی جو سوت سا بدن سے نکلتا ہی اُسکو رشتہ بھی کہتے ہین دکھن مین اکثر اسکی شکایت
سُنی جاتی ہی اور اُسکی صورت یہ ہوتی ہی کہ اول کسی مقام پر دانہ نکلتا ہی وہ پک کر اور پھول کر پھوٹ جاتا ہی
اور اُسمین ایک سوراخ ہوجاتا ہی اور اُس سوراخ مین ایک چیز نظر آتی ہی جو ڈورہ کے ہمشکل ہوتی ہی اور
وہ بڑھنا شروع ہوتا ہی اور اُسکی حرکت جلد مین محسوس ہوتی ہی اسی لیے قرشی نے لکھا ہی کہ وہ رگ نہین ہی
بلکہ وہ درحقیقت ایک کیڑا ہوتا ہی کہ مثل اور کیڑون کے بدن مین پیدا ہوجاتا ہی اسکا مادہ وہ مائیت ہوتی
ہی جسمین تعفن آجاے اور بگڑ جاے اسکے عجیب عجیب قصے سُنے جاتے ہین اور یہ بھی سُنا گیا ہی کہ انھین
اطراف مین نارو کے نکالنے والے بھی دستیاب ہوتے ہین اگر نکالنے مین اُنھون نے ہوشیاری سے
کام لیا تو خیر ورنہ وہ ٹوٹ جاتا ہی اور تمام بدن کو متعفن کرکے ہلاک کردیتا ہی عرق عظیمؔ ایک بڑی رگ
ہی کہ جو نیچے کے بدن مین آئی ہی عرقوبؔ ایک پٹھا ہی ایڑی کے اوپر عروق ضواربؔ شرائین یعنی
وہ اُچھلنے والی رگین جو دل سے اُگی ہین عروق سواکنؔ اوردہ یعنی وہ نہ حرکت کرنے والی رگین جو جگر سے
اُگی ہین عسل البلاؔدر بھلانوین کا شیرہ عسل لبنیؔ میعہ سائلہ ایک گوند ہی قوام مین شہد کے مانند
عسل لماضیؔ سفید خالص شہد عسل العنبؔ وہ شیرہ جو سوکھی کھجور کو پانی مین جوش دے کر بناتے ہین
عسل القصبؔ گنے کا رس قوام کیا ہوا عشتبؔ گھانس عصب مجوفؔ وہ دو پٹھے ہین جو دماغ سے
آنکھون مین آئے ہین اور نور باصرہ اسی رہ گذر سے آنکھون مین آتا ہی عصب راجعؔ یہ پٹھا معدہ کی طرف

آکر بھیپڑا وپر کو چلا گیا ہو عصارہ نچوڑا ہوا پانی لیکن اب اسکا استعمال اُس عصیر مین ہو جو سایہ یا دھوپ مین نبد ہو جائے عصفرم ایک بُوٹی ہو کہ روٹی مین ڈالتے ہین عصلہ مُچھلیان جو اکثر پنڈلی اور بازو پہ ہوتی ہین عضلہ مکربہ دو ٹیڑھے عضلے ہین جنسے مُنہ کھُلتا ہو عضلہ مُنکوسہ وہ عضلہ کہ طرجہالی کھولنے مین اُسکی احتیاج ہوتی ہے عضلتا الظہر دو عضلے ہین جو پشت کو پیچھے کی طرف ٹیڑھا کرتے ہین عضلتان عرلیفتان دو عضلے ہین دونون کلون پر بعض لوگون کا قول ہو کہ ہونٹون کی حرکت انھین دونون کی وجہ سے ہوتی، ہو عظام سمسمانیہ چھوٹی چھوٹی ہڈیان عظام مشاشیہ ہڈیان ہین ناک کے نتھنون کے مقابل مین عظم الرقفہ بُن سرین کی ہڈی عظم زورقی سینہ اور تلوے کی ہڈی عظم الزوج کنپٹی کی ہڈی عظم عریض وہ ہڈی جو پیٹھ کی گرہون کے نیچے ہین عظم العجب وہ ہڈی جسپر نشست ہوتی ہو عظم نردی وہ ہڈی جس سے ایڑی کی ہڈی ملی ہو عظمان الحجریان وہ دو ہڈیان ہین کان کے سوراخ ہین اور اُنکو حجری اس لیے کہتے ہین کہ اگلی اور پچھلی دونون ہڈیون سے یہ دونون مضبوط ہین عظام الخلف پسلی کی ہڈیان عظم لامی ایک ہڈی ہو نرخرے کے آگے یونانی لام کی شکل عظم عانہ پیڑو کی ہڈی عوارض نفسانیہ وہ کیفیات جو نفس کو عارض ہوتی ہین عود صلیب ایک لکڑی ہو خاکی رنگ کی **حرف الغین المعجمہ** غاذیہ وہ قوت جو غذا کو غذا لینے والے عضو کے مشابہ کردیتی ہو غار اعلی و اسفل اوپر اور نیچے کا جبڑا غبیرا ایک پھل ہو بقدر عناب کے غشا جھلی غشاف دل کا پردہ غضارہ لیس دار مٹی غضروف نرم ہڈی غلیص جو ملا ہوا آٹا غمام ایک پتلی سفیدی ہو آنکھ مین غرغرہ وہ مختلف آواز جو حلق مین تر اور بہنے والی چیزون کے حرکت دینے سے پیدا ہو عام اس سے کہ حرکت دیکر اُس چیز کو پی لیا جاے یا گرادیا جاے غلظ الاجفان یہ غلاظت اوپر کی پلک مین ظاہر ہوتی ہو غمر بہت سا پانی غمیس دہی غیلولہ اخیر دن مین سونا اس سے جنون پیدا ہوتا ہے **حرف الفاء** - فاراطین ایک جھلی ہو آلات تناسل مین فادزہر وہ دوا جو روح کی حفاظت کرے اور زہر کو دفع کرے فاتر نیمگرم گنگنی دوا فاعل بالکیفیۃ جو چیز بالکیفیۃ اثر کرے فاعل بجوہرہ جو چیز بصورت نوعیہ فعل کرے فاعل لعنصرہ وہ چیز جو مستحیل ہو کر بدن کے مشابہ ہو جاے فاعل بالذات وہ چیز جسکا فعل بمقتضاے طبیعت ہو فانیذ شکر سُرخ فتق بضیہ مین آنت اترنا فتیلہ بلیتہ یعنی بتی مین دوا لگا کر پاخانہ یا پیشاب کی جگہ مین رکھنا فجوہ وہ راستہ جو دماغ کے بطن مقدم اور مُوخرہ کے درمیان مین ہو فرزجہ وہ دوائین جو عورتین اپنے پیشاب کے مقام مین رکھتی ہین فرق ایک سو بیس رطل اور رطل

آدھ سیر کا ہوتا ہی فرکیہ گیہون چھڑے ہوے ایک قسم کی غذا ہی فرزم دواؤن سے عورت کا اپنے
مقام مخصوص کو تنگ کرنا فریسموس ایک مرض ہی جسمین ہر وقت نعوظ رہتا ہی فساد الشم ایک
مرض ہی جسمین ہر چیز کی بو ایک ہی معلوم ہوتی ہی فساد الشہوۃ مٹی وغیرہ کے کھانے کی خواہش کرنا
فساد الہضم کھانے کا معدہ مین خراب ہو جانا فسور لیقون خارش کی ایک مرکب دوا ہی فقر پیٹھ کی گرہین
فقاح السورنجان سورنجان کی کلی فقاع بنائی ہوئی شراب جو نشہ نہ پیدا کرے فقم ٹھوڑی اور کلہ اور اوپر کا
تالو فلافلی مشہور معجون ہی فلنجار ڈیڑھ مثقال فلدفیون ایک مرکب نسخہ ہی فلغمونی وہ ورم جسکا مادہ خالص
خون ہو فلفل الماء ایک بوٹی ہی جو ٹھیرے ہوے پانی مین اُگتی ہی اُسکے پتے مشابہ بید کے پتون
کے ہوتے ہین فلفل الصقالبہ سنبھالو کے بیج فلفل القرود وسمہ کے بیج فلاسفہ ایک معجون ہی
جسکو مادۃ الحیوٰۃ بھی کہتے ہین فلونیا ایک معجون کا نام ہی فم المعدہ وہ مقام جہان معدہ کے
اجزا وسیع نہین ہوے فم الرحم وہ مشترک مقام جو بطن رحم کی انتہا اور عنق رحم کی ابتدا کے درمیان
مین ہی فم الحلقوم نرخرا فواق ہچکی فوق عورت کا مقام مخصوص فہر وہ پتھر جس سے جوز وغیرہ پیسین فہر ود
مشک پیسنے کا پتھر فنیہ بکری بریان کرنے کی جگہ اور بھنا ہوا گوشت حرف القاف۔ قابض وہ
دوا جو اجزاے عضو کو سمیٹے جیسے چھالیہ قابلہ دائی جنائی قاتل ہلاک کرنے والی دوا قاتل الکلب
کچلہ قاتل الذئب پیاز عنصل قاثاطیر پچکاری قارہ وہ خون جو کھال مین مرجاے جسکو نیل پڑجانا
بولتے ہین قارورہ قارورہ کی شیشی مگر مجازاً اُس پیشاب کو قارورہ کہا جاتا ہی جو قارورہ مین ہو۔
قارص کاٹنے والا دودھ قاشر وہ دوا جو نہایت جلائیت سے اجزا فاسد کو دفع کرے قاشرہ
جو زخم سر کی کھال کو اڑا دے قاطع المنی وہ دوا جو منی کو خشک کرے یا بستر کرے قاطولی ایک
وزن ہی چھ ادوس قاعدہ وہ عورت جو حیض اور اولاد سے ناامید ہو جاے قاعدۃ الدماغ وہ ہڈی
جو سر کی سب ہڈیون کو اُٹھاے ہوے ہی یعنی عظم وتدی قاقلہ الاچی قالصہ سنگدانہ مرغ قانیہ نہایت
سرخ قبشور وہ عورت جسکو حیض نہ آتا ہو قبصہ مٹھی مین جسقدر چیز آسکے قبضہ ایک مٹھی کوئی چیز
قثاء الحمار کچری تلخ قدح آنکھ بنانا یا پانی نکالنا قذف القلب ایک بیماری ہی جسمین معلوم ہوتا ہی
کہ کوئی دل نکال کے پھینکے دیتا ہی قرابادین مرکب دوائین قرآدہ سرپستان یعنی ھٹنی قراضیہ ایک
قسم کا حلوا ہی قراطن شہد کو عرق بادیان مین جوش دے کر تیار کرتے ہین قرانیطس ورم گرم ہی

حروف القاف

حجاب دماغ مین قروح عفنیه بدبودار زخم قروح سالفه وه زخم جسکا نشان باقی ہو اور مسامات بند ہون
قروح بلخیه وه زخم جسمین دانے ہون اور خشک ریشے اور پیپ بھی بہتی ہو قروح وضره پیپ دار زخم
قروح خیرونیه وه زخم جو مشکل سے اچھے ہون قرقره جو آواز پیٹ مین ریاح سے پیدا ہوتی ہی قرص ٹکیه
قرقه ایک زیادتی ہوتی ہی اوپر کے لب کے بیچ مین خلقةً قرن ایک قسم ہی مثل دانت کے عورت کے
مقام مخصوص مین جو جماع کو مانع ہوتی ہی قسط رومی بیس اوقیه قسطاس بڑا پیمانه قطنیه گیہون اور جو کے
سواسے اور دانے جیسے مسور ماش چنا وغیره قطنه ادجھڑی کے ساتھ ایک چیز ہوتی ہی مثل چار خانے
کے قطور وه دوا جو کان یا ناک مین ٹپکائی جاتی ہی قفطارفان ایک معجون ہی معنی اسکے بچّہ کی
دوا اس لیے که بچّہ اسکا جزو ہی قلاب ایک بیماری ہی جو انسان اور اونٹ کے دل مین پیدا ہوتی ہی
اور وه اُسی دن مرجاتا ہی قلاع مُنہ کا آجانا یعنی چھوٹے چھوٹے دانے نکل آنا قمور ماندگی جو آنکھ مین پیدا
ہوتی ہی سفید اور چمکدار چیزون کے ہمیشه دیکھنے سے قمیشه ایک قسم کا کھانا ہی جسکو اہل عرب تخم حنظل
اور دودہ سے بناتے ہین قنطار گاے کی کھال جو چاندی یا سونے سے پُر ہو اور ایک وزن بھی ہی ایکسو
بیس رطل قوا آئی قی لانے والی دوا قوطولی بیس اوقیه شراب قوقایا حب قوقایا مرکب گولیان مشہور ہین
قولنج ایک درد ہی آنتون مین سده پڑجانے سے پیدا ہوتا ہی قولون ایک آنت کا نام ہی قیر ایک
چیز ہی سیاه رنگ مائل بسرخی قیراط دانگ کا چوتھائی حصه اور دانگ درہم کا چھٹا حصه اور درہم ایک ماشه
سات رتی قیروطی موم روغن قیض انڈے کا اوپر کا چھلکا قیفال سرو قیلهٔ مائیه فوطون کی تھیلی کا
بڑھ جانا قیلوله دوپہر کے وقت استراحت کرنا گو نیند نه ہو قیمولیا کھریا مٹی حرف الکاف کابوس
ایک مرض ہی جسمین مریض کو معلوم ہوتا ہی که کوئی شخص اُسکو دباتا ہی کاذرونیه ایک غذا ہی مثل
بورانی کے کامخ ایک قسم کا گویا سالن ہی پودینه اور دودہ وغیره سے بناتے ہین کاوی داغ کرنیوالی
اور جلادینے والی دوا کبوب وه دوا جس سے بپھاره لیا جاوے کبوس وه خشک پسی ہوئی دوا جو
زخم پر چھڑکین کثیر الغذا جس غذا کا اکثر حصه جزو بدن ہو کثیف مُٹا کدح چھلنے یا کٹنے کا نشان
کدورات وه دوا جو مُنہ مین ایک طرف گرائی جاے کدیراہ کھجور دودہ مین ملائی ہوئی کرد وسس
ہڈی کے جوڑ جسمین دوسری ہڈی جڑی ہوئی ہو کرمه چھه قیراط کزاز وه تشنج جو چنبر گردن سے شروع ہوتا ہی
بعد اسکے آگے یا پیچھے یا دونون طرف کھنچتا ہی کزانگبین شبنم ہی جھاؤ کے درخت پر گرتی ہی اور شیر خشت صمغی

کی طرح جم جاتی ہی کزمہ درہم کی چوتھائی کسونائی آٹھ قیراط کسّط العین ناخنہ آنکھ سے اُٹھانا کستک آتن جو
کنظہ تکلیف دینا امتلاء معدہ کا کھانے سے کعک ایک روٹی ہوتی ہی ہتیلی کے بقدر دو انگل کی موٹی
کلتبان سنسی کماد سینک جیسے درد قولنج مین گرم نمک یا گرم بھوسی سے سینک کی جاتی ہی کیفیت
فاعلیہ گرمی اور سردی اور کیفیت منفعلہ تری اور خشکی کیلوس ہضم معدی کیموس ہضم کبدی کیموسیسو ایکدرم
ہی آنکھ مین کیلیجہ بیتالیس رطل کیل چھیالیس سیر کی دوا غا حرف اللام لاذع وہ دوا جو عضو مین تفرق اتصال
پیدا کردے اپنی قوت نافذہ کی وجہ سے لازوق چپکنے والی دوا لخلخہ چند تر اور بہنے والی چیزون
کو کسی ظرف مین رکھ کر سونگھنا یا کسی خشک چیز کو سونگھنا لدونہ نرم چیز جو دوہری ہو جاے
اور مشکل سے ٹوٹے لذاع وہ دوا جو اپنی قوت حرارت سے عضو مین نفوذ کرکے تفرق اتصال
پیدا کردے لطوخ وہ دوا جو کسی عضو پر ملین لعابی وہ دوا جسکو پانی مین بھگونے سے لس پیدا ہو جا
اور بھون لینے کے بعد وہ چپک نہ رہی جیسے اسپغول اور بہدانہ اور ریشہ خطمی وغیرہ لعوق چاٹنے
کی دوا جو انگلی مین لپٹ سکے اسکا قوام معجون سے نرم ہوتا ہی حرف المیم ماالی شہد مالی قراطن
ماءالعسل مائع تپلی بہنے والی چیز جامد کے خلاف مروخ اعضا پر کسی چیز کا ملنا مسوح ابتنہ مصول جو جلانے سے
راکھ ہو جاے مقصوص ایک قسم ہی سالن کی مضیق تنگی پیدا کرنے والی دوا مطبوخ جوش کی ہوئی دوا کا پانی
مطبوخ مرتین پہلا پانی جوش دیکر پھینکدیا جاے اور دوسرا پانی ڈالکر پکایا جاے معجون ابنفسج خمیرہ
بنفشہ معجون القر ویا وہ معجون جسمین بھلانوا شریک ہوتا ہی معرق پسینہ لانے والی دوا معفن وہ
دوا جو روح اور رطوبت اصلیہ کے مزاج کو فاسد کردے معطس چھینک لانے والی دوا مغتذی غذا
لینے والا عضو مغری لیس دار دوا جو مجرے کو بند کردے مغمات ایک قسم کا کھانا ہی کہ بیگن اور گوشت
سے بنتا ہی مغیرہ اولے وہ قوت جو غذا کو قوت ہاضمہ کے اثر کے بعد عضو سے ملادے مفتت
وہ دوا جو خلط متحجر کو ریزہ ریزہ کردے مفتت الحصی وہ دوا جو پتھری کو ریزہ ریزہ کردے مفتر وہ چیز
جسکے پینے سے بدن گرم ہو جاے مفتح سدہ کھولنے والی دوا مفرح فرحت پیدا کرنے والی دوا
مفکرہ وہ قوت جو خیال مین جمع شدہ چیزون مین تصرف کرے مقرح زخم ڈالنے والی دوا مقطع
لیس دار خلط کو قطع کرنے والی دوا مقوی جو دوا مزاج اور قوام عضو کی تعدیل کرے مکثف وہ دوا
جو اجزاے شی کو جمع کرے مکوک ساڑھے تین استار ملطف وہ دوا جو خلط مجتمع کو متفرق کردے

ملعقه ایک مثقال ملیله ایک حالت ہی تپ اور اعتدال مزاج کے درمیان اور لغت مین بخار کو کہتے ہین ملین وہ دوا جو آنتون اور انکے گرد سے مادہ کو نکالے مملس وہ دوا جو عضو کی سطح کو چکنا کر دے منبت اللحم وہ دوا جو گوشت کو اُگا دے منشف وہ دوا جو رطوبت کو جذب کرے منضج وہ دوا جو خلط کو معتدل القوام بنا کے نکلنے کے قابل کر دے منفخ وہ دوا جو پیٹ مین اپھار پیدا کر دے منفذ وہ دوا جو دوسری دوا کو جلد مقام مقصود تک پہونچا دے مَن تخمیناً چالیس تولے آٹھ ملشے موسخ قروح وہ چیز جو زخم بھرنے سے مانع ہو مولد المنی وہ دوا یا غذا جو منی پیدا کرے۔ حرف النون۔ ناطل شراب اور دودھ کا پیمانہ نجیره وہ دوا جو گھی اور آٹے کے ساتھ ملایا گیا ہو نشوق وہ تر دوا جو ناک مین سُرکین جیسے مسکه یا روغن کدو وغیرہ نضوحات وہ پانی جو عضو پر گرایا جائے نطول دواؤن کو جوش دے کر بہ ہر ڈالنا یعنی تڑ ہیڑا اور پاشویه بھی اسی کی قسم ہی نفوخ وہ دوائے خشک جو ناک مین پھونکین نقوع و نقیع دواؤن کا خیسانده حرف الواو۔ وسق ساٹھ صاع و قر قوت سامعه کا باطل ہونا ولیقه ایک قسم کا کھانا ہی حرف الہاء ہاضم وہ چیز جو کھانے کو ہضم کرے ہضم احاله کرنا حرارت غریزی کا غذا کو طرف ایسے قوام کے جو مستعد ہو واسطے قبول کرنے صورت اعضا کے حرف الیاء یا زاب ایک چیز ہی جو مولی سے بناتے ہین اور اُس مین سرکه اور نمک اور گرم مصالحه ڈالتے ہین یا فوخ تالو یوم انذار وہ دن جو بحران کی خبر دیتا ہی یوم النوبه باری کا دن یوم باحوری بحران کا دن

فصل چہارم بعض اوزان طبیه اور ہندیه کے بیان مین

تفصیل اوزان طبیهٔ متعارفه					
اوزان طبیه	ہموزن	اوزان مستعملهٔ زبان اردو	اوزان طبیه	ہموزن	اوزان مستعملهٔ زبان اردو
ابریق	"	طبی دو من کے			چار ماشه کے۔
اُرزّه	"	ایک متوسط چاول کے جو	اوقیه	"	ساڑھے سات مثقال کے۔
		مقدار مین دو رائی کے برابر ہوتا ہی	باقلا	"	پونے دو ماشه کے۔
استار	"	ساڑھے چار مثقال کے۔	بُندقه	"	ایک ماشه سات رتی کے۔
ابولات	"	ساڑھے تین ماشه یا ساڑھے	ترمسه	"	چھه رتی کے۔

اوزان طبیہ	ہموزن	اوزان مستعملۂ زبان اُردو	اوزان طبیہ	ہموزن	اوزان مستعملۂ زبان اُردو
جو ذرہ	رر	دو ماشہ چھ رتی کے۔	طسوج	رر	دو حبہ درہم کے۔
حبہ	رر	چار چانول یعنی دو جو کے یہ تو درہم مین اور مثقال مین ساڑھے بارہ جو۔	غلنجار	رر	دو مثقال کے۔
			قنطار	رر	چھہ من طبی یا ۲۰ رطل کے۔
			قواسوس	رر	چھہ مثقال کے۔
خنزمہ	رر	چار مثقال اور بعض کے نزدیک چھہ مثقال کے۔	قوطولی	رر	سات اوقیہ کے۔
حمصہ	رر	سوا چار جو کے۔	قیراط	رر	تین رتی اور بقول بعض چار رتی کے۔
خرنوب	رر	تین رتی کے۔	کف	رر	ایک مٹھی بھر یعنے چھہ مثقال کے۔
دانق	رر	چار رتی کے۔			
درخمی	رر	ایک ماشہ سات رتی یا دو ماشہ چھہ رتی کے	کیل	رر	طبی چھتیس ۳۶ من کے
درہم	رر	ایک ماشہ سات رتی کے۔	کیلجہ	رر	تقریبا دو من طبی کے۔
رطل	رر	ایک سو تیس درہم کے۔	مثقال	رر	دو ماشہ چھ رتی کے۔
سکرجہ	رر	چھہ استار کے۔	ملعقہ	رر	معجونون اور شہد مین چار مثقال اور خشک دواؤن مین دو مثقال کے۔
شعیرہ	رر	دو چانول کے۔			
صاع	رر	دو سو پچیس ۲۲۵ تولہ کے اور بقول بعض چار من طبی کے۔	من	رر	چالیس تولہ آٹھ ماشہ کے۔
			ناطل	رر	دو استار بقول بعض دو اوقیہ کے۔
عدفہ	رر	نو اوقیہ کے۔			

تفصیل اوزان مستعملہ اہل ہندوستان

اوزان طبیہ	اوزان ہندوستان	اوزان طبیہ	اوزان ہندوستان
رتی	متوسط تین جو۔	ٹانک	چار ماشہ اور بقول بعض تین ماشہ۔
ماشہ	آٹھ رتی۔	تولہ	بارہ ماشہ۔

اوزان طبیہ	اوزان ہندوستان	اوزان طبیہ	اوزان ہندوستان
دام	پانچ ٹانک یعنی ۲۰ ماشہ یا ۱۵ ماشہ۔	سیر عالمگیری	پختہ چونسٹھ تولہ۔
مُہر	یعنی اشرفی کامل نوماشہ چھ رتی ناقص نوماشہ اور بقولے نوماشہ پانچ رتی۔	من عالمگیری	چالیس سیر۔
		سیر انگریزی	اسّی تولہ۔
		من انگریزی	چالیس سیر۔

تفصیل اوزان مستعملۂ اہل ایران

اوزان ایران	اوزان ہندوستان	اوزان ایران	اوزان ہندوستان
مثقال صیرفی	ایک سو اٹھائیس جو یعنی بتیس ۳۲ رتی یعنی چار ماشہ۔	من تبریزی	چھ سو مثقال یعنی ایک سو پچاس دو غازی یعنی دو سو تولہ قریب قریب سوا تین سیر۔
غازبیگی	دو مثقال صیرفی یعنی آٹھ ماشہ۔		
دو غازی	چار مثقال صیرفی یعنی ایک تولہ چار ماشہ	نیم من تبریزی	من تبریزی کا نصف یعنی آدھ پاؤ ڈیڑھ سیر کے قریب
سیر	پندرہ مثقال یعنی پانچ تولہ۔	یک چہار	من تبریزی کا چوتھائی حصہ یعنی تین پاؤ ایک چھٹانک۔
دہ نار	ساڑھے ستائیس مثقال صیرفی یعنی نو تولہ دو ماشہ۔	پنجاہ	من تبریزی کا آٹھواں حصہ یعنی قریب قریب ڈیڑھ پاؤ۔
پنج نار	ساڑھے اٹھارہ مثقال یعنی چھ تولہ تین ماشہ۔	سیر	من تبریزی کا سولھواں حصہ یعنی تین چھٹانک۔
دو نیم نار	نو مثقال صیرفی اور تین ثمن یعنی تین تولہ ڈیڑھ ماشہ۔	من شاہی	دو من تبریزی یعنی ساڑھے ۶ سیر

فصل پنجم - دوا اور غذا اور ذو الخاصیت اور مرکب القوی اور فادزہر اور سم اور دواے
سمی اور دواے مسہل اور دواے ملین اور ہر ایک کے اقسام کے بیان مین واضح ہو کہ خدا تعالی
جل شانہ نے اپنی حکمت و رحمت سے مواد اغذیہ سے زیادہ مواد ادویہ کو پیدا فرمایا ہی کیونکہ امراض
اور اعلال کے دفعیہ کے لیے انسان کو بہ نسبت اغذیہ کے ادویہ کی ضرورت زیادہ ہی ماسواے
اسکے غذاؤن کی کثرت استعمال اور کثرت تناول اور ہر وقت استعمال مین رہنے کی وجہ سے غذائین
انسانی طبیعتون کے لیے کچھ ایسی مالوف ہو گئی ہین کہ انکی زیادہ تاثیر معتاد بدن مین نہین باقی رہی بلکہ
قریب قریب وہ طبعی کے حکم مین ہو گئی ہین بخلاف ادویہ کے کہ انکا استعمال صرف بضرورت دفع مرض
کیا جاتا ہی اسوجہ سے انکا اثر بدن مین نہایت راسخ طور پر ہوتا ہی اور ایسا ہوتا ہی رہتا ہی کہ انسان
سے ستہ ضروریہ کی مراعات کماحقہ ہو نہین سکتی اور مختلف قسم کے موانع اور عوارض اسکو درپیش
آتے رہتے ہین اسلیے وہ امراض چند در چند مین مبتلا ہوتا رہتا ہی اور ان کے دفعیہ کی طرف محتاج
ہوتا ہی اسی نظر سے حکیم علی الاطلاق نے بیشمار ادویہ کو پیدا کر دیا کہ انسان اپنے علل کو انسے دفع
کر لیا کرے اور اگر ایک دوا کسی وجہ سے اسکے ناموافق طبع ہو تو دوسری سے وعلی ہذا القیاس
مختلف ادویہ سے اپنے مرض کو دفع کر سکے اسکے علاوہ ادویہ کے تعدد مین یہ بھی ایک خاص مصلحت ہی
کہ ایسا اکثر ہوتا ہی کہ مثلاً کسی بیماری مین کوئی دوا استعمال کی گئی اور نافع ثابت ہوئی پھر دوبارہ جب
اسکا اسی بیماری مین استعمال کیا تو مزاج کے تبدل حالات اور تکرار استعمال اور عادت کی وجہ سے
اسنے کوئی نفع نہین کیا تو لامحالہ دوسری دوا سے علاج کیا جاتا ہی پس اگر فرضاً ہر مرض کے لیے
دو ایک ہی دوائین ہوتین تو سخت دقت واقع ہو جاتی اسی کی طرف ہمارے شارع علیہ الصلوۃ
والسلام نے اپنے کلام صادق مین اشارہ فرمایا ہی حضور ارشاد فرماتے ہین مَا خَلَقَ اللّٰہُ دَاءً اِلَّا
خَلَقَ لَہٗ سَبْعِیْنَ دَوَاءً یعنی خداے تعالے نے کوئی مرض ایسا نہین پیدا کیا جسکے لیے ستر دوائین
نہ پیدا کی ہون اور ستر سے بھی حضور پر نور کی غرض یہ خاص عدد نہین ہی بلکہ دواؤن کی کثرت اور تعدد
مراد ہی الحاصل اس تمہید کے بعد یہ معلوم کرنا چاہیے کہ جب کوئی چیز بدن پر وارد ہوتی ہی تو یا وہ صرف اپنے
مادہ سے بدن مین اثر کرتی ہی اسکا نام تو غذاے مطلق ہی اور یا صرف کیفیت سے اسکو دواے مطلق
کہتے ہین اور یا مادہ اور کیفیت دونون سے لیکن بغلبہ مادہ اسکا نام غذاے دوائی ہی اور یا کیفیت

اور مادہ دونون سے لیکن بغلبۂ کیفیت اسکا نام دواے غذائی ہی اور یا صرف اپنی صورت نوعیہ سے اسکا نام ذوالخاصیتہ ہی اور اسکی بھی دو صورتین ہین یا طبیعت کے موافق اور مخالف مرض یعنی رافع مرض ہوگی یا مخالف طبیعت اور مضرت و فساد کی پیدا کرنے والی ہوگی جسکی تاثیر بموافقت طبیعت ہوگی اُسکی چار قسمین ہین یا تو اُسکی تاثیر فقط بصورت ہوگی اُسکا نام فادزہر ہی اور یا اُسکی تاثیر مادہ اور صورت دونون سے ہوگی اُسکا نام غذاے فادزہری ہی اور یا اُسکی تاثیر کیفیت اور صورت دونون سے ہوگی اُسکا نام دواے فادزہری ہی اور یا مادہ اور کیفیت اور صورت تینون سے اُسکا نام غذا دواے فادزہری ہی اور جس ذوالخاصیت کی تاثیر بمخالفت طبیعت ہوگی اُسکی بھی چند صورتین ہین یا تو اُسکی تاثیر صرف صورت سے ہوگی یہ توسم مطلق ہی اور یا کیفیت اور صورت دونون سے اسکے بھی چند مراتب ہین اگر نہایت قوی ہی تو وہ دواے سمّی ہی اور اگر اُسکی قوت مرتبۂ کمال کو نہین پہونچی تو اُسکی دو قسمین ہین یا تو اُسکے ساتھ قوت مُسہلہ بھی ہوگی اور یہ بھی تین قسم پر ہی قوی اور متوسط اور ضعیف جو قوی ہی اُسکی تاثیر صورت اور کیفیت دونون سے ہوتی ہی اور اُسکا نام دواے مُسہل ذوالخاصیتہ ہی اور جو متوسط ہی اُسکی تاثیر کیفیت اور صورت دونون سے ہوتی ہی لیکن تاثیر مین کیفیت کا غلبہ ہوتا ہی بخلاف قوی کے کہ وہان صورت کا غلبہ ہوتا ہی اور متوسط کا نام دواے مُسہل ہی اور ضعیف کی تاثیر اکثر کیفیت اور مادہ اور صورت تینون سے ہوتی ہی لیکن سب ضعیف ہوتے ہین خاص کر صورت نوعیہ کہ وہ تو نہایت ہی ضعیف ہوتی ہی اسکا نام دواے ملین ہی اور اس اجمال کی تفصیل یہ ہی کہ غذاے مطلق وہ ہی کہ بدن مین اُسکا اثر کرنا یا بدن سے اُسکا متاثر ہونا صرف بمادہ ہو نہ بکیفیت اور نہ بصورت یعنی جب وہ بدن پر وارد ہو اور اُس کیفیت کی وساطت سے جو کہ اُسمین ہی بدن مین اپنا اثر کرے تو بدن مین اُس سے کسی قسم کا تغیر و تبدل نہ پیدا ہو اور بدن اپنے اصلی مزاج سے منحرف نہو جاے بلکہ اُسمین تصرف کرکے اُسکو مرتبۂ قوت سے مرتبۂ فعل مین لے آئے اور اُسکو غذائی صورت سے خلطی صورت مین لے آئے اور اس قابل بنا دے کہ وہ بدن کا جزو ہوسکے عام اس سے کہ اُسمین اُسکی استعداد قریب ہو جیسے نیمبرشت زردی کہ اعضا کی صورت اختیار کرلینے کی اُسمین نہایت درجہ استعداد ہوتی ہی اور یا استعداد بعید ہو جیسے گیہون وغیرہ ہی کہ اُسمین استعداد ہوتی ہی لیکن بعید۔ اور جو کیفیت اس خلط سے حاصل ہو وہ بدن کی اصلی کیفیت کے مخالف اور اُس کیفیت پر غالب نہو اور دواے مطلق وہ

غذاے دواے فادزہری

غذاے مطلق

دواے مطلق

ہے کہ جسکی تاثیر بدن مین صرف بکیفیت ہو اور اُسکا مادہ غذائیت اور جزو بدن ہونے کی صلاحیت اور قابلیت نہ رکھے بلکہ جب بدن پر وارد ہو اور حرارت غریزی اُسمین اپنا اثر کرے تو وہ اُس سے متاثر اور متغیر نہو بلکہ دوبارہ وہ بدن مین اثر کرے اور بدن کو اپنی کیفیت پر متاثر اور متغیر کرلے جیسے فلفل سیاہ اور سونٹھ اور اُسکے اسواے گرم و سرد دوائین اور غذاے دوائی وہ ہے جو بدن مین مادہ اور کیفیت دونون سے اثر کرے اور تاثیر مین مادہ کو کیفیت پر غلبہ ہو اس صورت سے کہ تاثیر اور تاثر کے بعد اُس سے ایک خلط حاصل ہو جو جزو بدن اور غذا بن سکتا ہو لیکن اسی کے ساتھ اُسمین ایک خاص کیفیت اور اُسکا ایک خاص مزاج بھی ہو جو بدنی کیفیت اور اُسکے اصلی مزاج پر غالب ہو اور بدن مین ایک قسم کا تغیر پیدا کرے اور کیفیات چہارگانہ مین سے جو جو کیفیت اُسمین ہو اُس سے بدن کو متکیف کرے جیسے کاہو اور مش جو اور کدو اور تربوز اور خربزہ اور انگور اور پالک اور بابونہ اور خرفہ اور سویا اور شلجم اور گاجر اور چقندر اور مونگ اور مسور وغیرہ اور دواے غذائی وہ ہے جسکی تاثیر بدن مین کیفیت اور مادہ دونون سے ہو لیکن لغلبۂ کیفیت یعنے اول بدن کو متغیر کرے ثانیاً بدن اُسمین اپنا تصرف کرے اور اس تصرف سے خلط حاصل ہو لیکن نہایت کم جو اس قابل نہو کہ جزو بدن اور غذاے بدن بن سکے اور اُسپر صورت عضوی کا فیضان ہو سکے اور بدن پر اپنی کیفیت پیدا کردے یعنی بدن کی کیفیت پر اپنی کیفیت کو غالب کردے جیسے گندنا اور پودینہ اور برگ کاسنی اور ریکوہ اور لہسن اور پیاز اور شہتوت اور آلو اور اکثر میوہ جات اور بزور جیسے تخم خیارا اور خربزہ اور تربز وغیرہ درمیان مین یہ امر بھی جان لینا ضروری ہے کہ جسقدر دوائین اور غذائین ہین اُنمین چارون کیفیتون مین سے جو جو کیفیتین ہون اُنکے اعتبار سے اُن ادویہ اور اغذیہ کے لیے افعال کلیہ ہوتے ہین مثلاً اگر حرارت ہے تو گرمی پہونچانا اور اتصال کو متفرق کرنا اور تحلیل کرنا مار دوا اور غذا مین ضرور ہوگا اور اگر برودت ہے تو ٹھنڈک پہونچانا اور اجزا کا جمع کرنا ضرور ہوگا اور اگر رطوبت ہے تو نرمی اور تری اور سیلان پیدا کردینا ضرور ہوگا اور اگر یبوست ہے تو خشکی اور سختی پیدا کرنا اور روک رہنا ضرور ہوگا اور اسی طرح ادویہ کے لیے کچھ مخصوص صفات بھی ہوتے ہین جو اُنکے افعال کلیہ کے مشابہ ہوتے ہین مثلاً سدہ کھولنا اور سدہ پیدا کرنا اور مادہ کو ہٹانا اور تحلیل کرنا وغیرہ وغیرہ اور مفرد غذاؤن کی صفات صرف ۱۰ قسمون مین منحصر ہین اور انحصار کی صورت یہ ہے کہ غذایا

غذاے دوائی

دواے غذائی

توصالح الکیموس ہوگی یاردی الکیموس صالح الکیموس ہونے کے یہ معنی ہین کہ اُس سے خون طبعی صاف پیدا ہو کہ اُسمین اور اخلاط کی آمیزش نہو اور اگر ہو تو صرف بقدر ضرورت اور ردی الکیموس وہ جو اسکے خلاف ہو اور انمین سے ہر ایک کی تین قسمین ہین لطیف کثیف متوسط اور پھر یہ تین قسمین ہین کثیر الغذاء قلیل الغذاء متوسط الغذاء کثیر الغذاء تو وہ ہی کہ جس سے بہت سا خون پیدا ہو اور قلیل الغذاء وہ جس سے خون کم پیدا ہو اور متوسط الغذاء وہ جو ان دونون کے درمیان ہو اور تین کو چھ مین ضرب دینے سے اٹھارہ قسمین پیدا ہوتی ہین جنکی تفصیل اس جدول سے معلوم ہو سکتی ہی

جدول ہیژدہ اقسام اغذیۂ مفردہ

۱	۲	۳	۴	۵	۶
لطیف	لطیف	لطیف	لطیف	لطیف	لطیف
صالح الکیموس	صالح الکیموس	صالح الکیموس	ردی الکیموس	ردی الکیموس	ردی الکیموس
کثیر الغذاء	قلیل الغذاء	متوسط الغذاء	کثیر الغذاء	قلیل الغذاء	متوسط الغذاء
جیسے نیمبرشت اور پختہ زردی اور شراب اور چکور کا گوشت	جیسے انار اور سیب اور کاہو وغیرہ	جیسے خالص اور عمدہ گیہون کی روٹی	جیسے بکری کا پھیپھڑا اور بچہ کبوتر کا گوشت	جیسے مولی اور پیاز اور تیز و تند چیزین وغیرہ	جیسے وہ خراب پکی ہوئی فطیری روٹی جسمین خمیر نہو
۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲
کثیف	کثیف	کثیف	کثیف	کثیف	کثیف
صالح الکیموس	صالح الکیموس	صالح الکیموس	ردی الکیموس	ردی الکیموس	ردی الکیموس
کثیر الغذاء	قلیل الغذاء	متوسط الغذاء	کثیر الغذاء	قلیل الغذاء	متوسط الغذاء
جیسے گھی مین داغ کیا ہوا انڈا	جیسے نیا اور تازہ پنیر	جیسے گاے کے بچہ کا گوشت	جیسے گاے کا گوشت	جیسے نمکین اور سوکھا ہوا گوشت	جیسے کرم کلہ اور گوبھی

معتدل	معتدل	معتدل	معتدل	معتدل	معتدل
صالح الکیموس	صالح الکیموس	صالح الکیموس	ردی الکیموس	ردی الکیموس	ردی الکیموس
کثیر الغذاء	قلیل الغذاء	متوسط الغذاء	کثیر الغذاء	قلیل الغذاء	متوسط الغذاء
جیسے یکسالہ بکری	جیسے شلجم	جیسے اونٹ کے	جیسے رومی	جیسے	جیسے
کے بچہ کا گوشت	اور چقندر	بچہ کا گوشت	کرم کلہ	گاجر	خشک مچھلی

ذوالخاصیت

اور ذوالخاصیت وہ ہے جسکی تاثیر بدن مین ایک ایسے خفی اور پوشیدہ امر سے ہو جسکو نہ تو کیفیات سے کوئی علاقہ ہو اور نہ امور ظاہرۂ حسیہ سے کوئی تعلق مثلاً جیسے مقناطیس کا لوہے کو جذب کرنا اور کہربا کا گھانس کو اپنی طرف کھینچ لینا اور مور کے پر کا کھلنے کے وقت دھاگون کو سمیٹ لینا اور فادزہر اور سمیات کا بدن مین اثر کرنا کہ یہ سب امور بالکل خفی اور پوشیدہ ہین جنکی لم ہرگز نہین دریافت ہو سکتی مگر طبیب لوگ اسکو صورت نوعیہ سے تعبیر کرتے ہین اور کہتے ہین کہ ذوالخاصیۃ کی تاثیر صورت نوعیہ سے ہوتی ہے لیکن مقناطیس اور کہربا وغیرہ کا لوہے اور گھانس کے تنکے کو جذب کرنا یہ بہ نسبت فادزہر اور سم کی تاثیر کے زیادہ خفی اور باریک ہے بلکہ اسکی مثال اگر خارج مین دیجا سکتی ہے تو صرف دو آدمیون کی اس علاقہ محبت سے جسکو عشق سے تعبیر کیا جاتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ جذب مقناطیسی وغیرہ یہ بھی اسی عشق اور جذبۂ قلبی کا جمادات مین ایک نمونہ ہو جسکا حصہ حضرت انسان کو عطا ہوا ہے انسان مین آکر اسی جذبہ کا نام عشق رکھ دیا گیا اور جمادات مین جذب اور کشش ورنہ درحقیقت یہ دونون ایک ہی نوع کے دو فرد ہین الحاصل اگر ذوالخاصیۃ کی تاثیر بدن مین بموافقت ہوگی تو اسکا نام فادزہر اور تریاق ہوگا ورنہ سم

فادزہر اور تریاق

اور فادزہر اور تریاق وہ چیز ہے جسکی تاثیر بدن اور حرارت غریزی اور قوائے اور ارواح مین بطریق موافقت و محافظت ہو یعنی وہ روح کو مدد دے کر اتنی قوت عطا کردے جسکی وجہ سے وہ سم کی اذیت اور تکلیف اور نکایت کو دفع کرسکے اور افیون کو بھی مجازاً تریاق کہدیا جاتا ہے کیونکہ اسکو تریاق کے ساتھ اس امر مین شرکت اور مناسبت ہے کہ یہ بھی تریاق کی طرح قوت کی محافظ ہوتی ہے

غذائے ذوالخاصیۃ

اور غذائے ذوالخاصیۃ وہ ہے جسکی تاثیر بدن مین مادہ اور صورت دونون سے ہو لیکن بعد فعل و انفعال اور تاثیر اور تاثر کے مادہ کیفیت پر غالب رہے جیسے گاے کا گھی اور مغز اخروٹ وغیرہ کہ یہ چیزین باوجود تغذیہ یعنی غذائے بدن

بننے کی تفریح پیدا کرتی اور سمیت کو دفع کرتی ہین اور دواے ذوالخاصیۃ وہ ہو جسکی تاثیر بدن مین
کیفیت اور صورت دونون سے ہو جیسے فادزہر حیوانی اور نربسی اور حب الغار وغیرہ کہ یہ چیزین باوجود
تریاقیت اور اذیت سم کے دفع کرنے کے بدن مین ایک حرارت بھی پیدا کردیتی ہین جو بدن کے اصلی
مزاج پر غالب ہوتی ہو اور غذا دواے ذوالخاصیۃ وہ ہو جسکی تاثیر بدن مین مادہ اور کیفیت اور صورت
تینون سے ہو جیسے سیب اور شراب وغیرہ کہ باوجود تغذیہ کے بدن مین ایک کیفیت اور تفریح اور سرور
بھی پیدا کرتی ہو اور سم مطلق وہ چیز ہو جسکی تاثیر بدن مین بمخالفت اور فادزہر کی تاثیر کے خلاف ہو اور نہایت
جلد بلا مہلت حرارت غریزی اور ارواح اور قوی کو فاسد اور فانی اور نیست و نابود کردے اور فعل و انفعال
کی فرصت نہ دے جیسے بیش اور سانپ کا بتا اور سانپون کے قوی زہر وغیرہ کہ فی الفور بدن مین انکا اثر
ہوتا ہو اور دواے سمی وہ ہو جسکی تاثیر بدن مین کیفیت اور صورت نوعیہ دونون سے ہو اور تاثیر اور
تاثر کے بعد باوجود اثر سمیت کے بدن کی کیفیت اصلی پر ایک غالب کیفیت بھی بدن مین پیدا کردے
جیسے کالی بھنگ اور غذاے سمی وہ ہو جسکی تاثیر بدن مین مادہ اور صورت دونون سے ہو اور
باوجود حصول تغذیہ کے بدن مین سمیت بھی پیدا کردے اُسکی مثال خارج مین کم ہو کیونکہ سمی چیزون
مین کوئی نہ کوئی کیفیت ضرور ہوتی ہو کیفیت سے خالی کوئی چیز نہین ہو اور بعض اطبا غذاے
سمی کی مثال مین بھلانوان پیش کرتے ہین واللہ اعلم اور غذاے دواے سمی وہ ہو جسکی تاثیر بدن
مین مادہ اور کیفیت اور صورت تینون سے ہو بدن مین غذائیت بھی حاصل ہو کوئی غالب کیفیت
بھی حاصل ہو اور باوجود ان دونون کے سمیت بھی پیدا ہو جیسے سانپون کے گوشت اور
زہریلی گھانسین وغیرہ اور دواے مسہل ذوالخاصیۃ وہ ہو جسکی تاثیر بدن مین کیفیت اور صورت
دونون سے ہو اور نہایت قوت اور کمال کے ساتھ اُسمین اسہال کی قوت بھی ہو کہ اُس قوت کے
توڑنے کے لیے اس بات کی ضرورت ہو کہ اُسکی اصلاح اور تدبیر کرلی جاے تب اُسکا
استعمال کیا جاے اور اصلاح اور بدن مین وارد ہونے اور فعل و انفعال کے بعد بدن کی
تمام نفضاؤن اور سطحون اور گہرائیون مین نفوذ اور سرایت کرجاے اور تمام اخلاط اور رقیق و غلیظ
رطوبتون کے ساتھ مختلط ہوجاے اور اکثر رطوبتون کو رقیق بناکر اور پگھلاکر اور ریزہ ریزہ کرکے
اور بخار بناکر اڑادے اور بعض رطوبتون کو تحلیل کردے جیسے سقمونیا ہو کہ اپنی کیفیت سے تو

دواے ذوالخاصیۃ — غذا دواے ذوالخاصیۃ — دواے سمی

حرارت پیدا کرتی اور اپنی صورت نوعیہ سے صفرا اور بلغم کو خارج کرتی ہی مگر بلا مشوی کیے اسکا استعمال ناجائز ہی اور اسی طرح اور قوی مسہل ادویہ جیسے ماذریون اور کٹکی وغیرہ مگر کٹکی کا استعمال آج کل متروک ہی اور دوائے مسہل وہ ہی جسکی تاثیر دوائے مسہل ذوالخاصیتہ کی طرح زیادہ قوی نہو بلکہ ہر فعل مین اُسکے اعتبار سے ضعیف تر ہو اور زیادہ اصلاح کی بھی محتاج نہو جیسے سناءمکی اور تربد اکبر آبادی اور ہلیلجات وغیرہ کہ سناءمکی کو گل سُرخ کے ساتھ استعمال کرنا اور تربد اور ہلیلجات کو روغن بادام مین چرب کر لینا سناء اور تربد اور ہلیلجات کے نقصان کو رفع کر دیتا ہی اور دوائے ملین وہ ہی کہ اُسکی تاثیر دوائے مسہل کے اعتبار سے بھی ضعیف ہو اور اُسی کی طرح اخلاط اور رطوبات معدہ و امعاء وغیرہ سے مختلط اور متشبث ہو کر اُنکو دفع کر دے لیکن باوجود اسکے اُسمین اُسقدر نفوذ کی قوت نہو جسقدر کہ دوائے مسہل مین ہوتی ہی جیسے فلوس خیار شنبر اور ترنجبین خراسانی اور شیر خشت صمغی اور شکر سُرخ اور تمر ہندی اور آلوے بخارا وغیرہ لیکن قوت جالیہ سے خالی نہو اسیوجہ سے بعضے ملینات اصلاح کے محتاج ہین مثلاً فلوس خیار شنبر کہ یہ اس امر کا محتاج ہی کہ روغن بادام یا روغن گل مین چرب کر لیا جاے تاکہ سطح امعاء مین چپک کر زخم نہ ڈال دے اور خراش نہ پیدا کر دے اور پیچش نہو جاے اور اکثر ملینات مثلاً ترنجبین اور شیر خشت وغیرہ اصلاح کی محتاج نہین ہین واللہ اعلم - جاننا چاہیے کہ مرکب القوی اُس دوا کو کہتے ہین جسکا جوہر چند چیزون سے مرکب ہو کہ بجاے خود ہر ایک کے لیے دوسرے کے متباین اور مخالف مزاج ہو اور ایک چیز مین ترکیب پانے اور صورت وحدانی اختیار کر لینے کے بعد پورا پورا امتزاج اُسکو نہ حاصل ہوا ہو کہ بدن مین وارد ہونے اور تاثیر و تاثر کے بعد اُنمین باہم امتیاز نہو سکے اور ایک تاثیر نہ کر سکین بلکہ بدن مین آنے کے بعد ہر جزو دوسرے سے جدا ہو کر ہر ایک علیحدہ اثر کرے اور جدا جدا خاص خاص کیفیت پیدا کرے اور مختلف آثار اُن سب سے حاصل ہون بعضے آثار جلد مترتب ہون اور بعضے دیر مین اور یہ اختلاف زمانہ اُنکے مواد کی لطافت اور کثافت اور اختلاف ترکیب و امتزاج کی وجہ سے ہوا کرتا ہی جیسے حجر التیس اور تربسی اور چوب چینی اور گل سُرخ اور گلاب اور اکثر ادویہ فادزہریہ اور تریاقیہ اور کل بھی دوائین جیسے شقاقل مصری اور بہمن سُرخ اور بہمن سفید اور بوزیدان اور جوز بوا اور زراوند مدحرج اور زراوند طویل اور سونٹھ اور زرنباد وغیرہ اور اس قسم کی نباتی دواؤن مین اکثر اصلی رطوبت پر رطوبت فضلیہ غالب ہوا کرتی ہی اسیوجہ سے جلد اُنمین کیڑا لگ جاتا ہی

دوا مسہل

دوا ملین

ملینات مصلحہ

مرکب القوی

اور خراب ہوجاتی ہین اور رطوبت فضلیہ اُس رطوبت کو کہتے ہین کہ جس چیز مین ہو اُسکے تمام اجزا مین پورے
طور پر اُسکی آمیزش نہو اور تھوڑے زمانہ مین اُسکے کچھ اجزا تحلیل ہوجائین اور اُس شی کا جرم متشقق ہوجائے
اور بعضے اجزا مین حرارت غریبہ اپنا اثر کرکے اُنکو متعفن کردے اور جرم کو کھالے اور رفتہ رفتہ تمام
اجزا مین سرایت کرکے سبکو فنا کردے اور یہی ذوالخاصیۃ سو واضح ہو کہ اصطلاح طب مین خاصیت
افعال وآثار ثانویہ کا نام ہی یعنی ماورائے پہلی کیفیتون حرارت وبرودت ورطوبت ویبوست کے
کہ اُس شی سے صادر ہون مثلاً لطیف ہونا سریع النفوذ ہونا سددون کو کھولنا رقت پیدا کرنا پگھلانا
تحلیل کرنا وغیرہ وغیرہ اسیطرح افعال وآثار ثوالث کو بھی خاصیت ہی کہتے ہین مثلاً پتھری کو ریزہ
ریزہ کرنا تفریح پیدا کرنا ارواح اور قوی کو قوت پہونچانا سمیت کو دفع کرنا وغیرہ وغیرہ اب اگر یہ
خاصیت مزاج کی موافقت اور ارواح اور حیات کی مناسبت کے ساتھ ہوگی تو ایسی دوا کو جو مناسب
اور موافق ہی فادزہر اور تریاق کہینگے اور اگر بمناسبت وموافقت نہوگی بلکہ بمخالفت ومضادت
ہوگی تو اُسکو سم کہینگے کہ جو افعال وآثار تریاق کے ہوتے ہین اُنکے خلاف اُس سے افعال
وآثار کا ظہور ہوتا ہی عنوان دیگر یہ ہی کہ ذوالخاصیت اُس چیز کا نام ہی جسکی تاثیر بالکیفیت نہو بلکہ
بالصورۃ ہو کہ اس صورت کی وجہ سے اُس چیز کو تمام اشیاء سے امتیاز حاصل ہوگیا ہو اور اس
امتیاز کے بعد وہ ایک نوع خاص بن گئی ہو اور اسی وجہ سے اس صورت کو صورت نوعیہ سے
تعبیر کرتے ہین کیونکہ صورت نوعیہ کا بھی یہی کام ہی کہ ہر ہر نوع کو ممتاز کردے اور اسنے بھی
یہی عمل کیا ہی مگر یہ امتیاز اور یہ افتراق تاثیر صرف انواع ہی تک محدود ہی کیونکہ ہر نوع نوع کے
اشخاص تاثیر مین مختلف نہین ہین بلکہ سبکی ایک ہی تاثیر ہی مثلاً مقناطیس کا لوہے کو جذب کرنا
اور کہربا کا گھانس کی پتی کو جذب کرنا کہ جذب مین یہ دونون متحد ہین یا مثلاً حجر التیس اور حجر الحیہ
اور نربسی اور حب الغار اور تریاق فاروق اور مثرودیطوس وغیرہ یعنی ادویۂ فادزہریہ تریاقیہ خواہ
مفرد ہون خواہ مرکب کہ سموم حارہ اور سموم باردہ اور امراض متضادہ سب مین برابر مؤثر ہوتے ہین
عام اس سے کہ یہ تاثیر بموافقت ہو جیسے کہ فادزہر یا بمخالفت ومضادت جیسے کہ سم کیونکہ ہم اس سے
پیشتر لکھ آئے ہین کہ ذوالخاصیت کی دو قسمین ہین ایک وہ جسکی تاثیر بموافقت ہو ایک وہ جسکی
تاثیر بمضادت ہو اور درحقیقت اگر غور سے کام لیا جائے تو موجودہ اپنی کیفیت سے اثر

کرتی ہی اور جو دوا مرکب القوی ہی اور جو دوا ذوالخاصیت ہی ان سبکا مرجع ایک ہی ہے لیکن انمین
مراتب کا تفاوت ہی جسکی تاثیر بالکیفیت ہوتی وہ ادنے درجہ مین ہوتی ہی اور جو مرکب القوی ہی وہ تاثیر
مین اُس سے زیادہ ہوتی ہی اور جو ذوالخاصیۃ ہی وہ اس سے بھی زیادہ اور نفس کلی کی تاثیر سب سے
زیادہ اشمل اور ارفع اور اقوی اور اعلی ہوتی ہی اور یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہی کہ بعض دواؤن کی تاثیر اس طرح
بھی ہوتی ہی کہ انکو گردن مین لٹکایا جاے جیسے یشب وغیرہ اور بعض کی تاثیر یون ہوتی ہی کہ انکے استعمال
کے لیے کوئی شرط وغیرہ مقرر ہوتی ہی اور بعض ادویہ کے ساتھ کچھ اعمال محبت وعداوت کو تعلق ہوتا ہی
کہ اُنکو مطلوب کے سر کے نیچے رکھ دیا جاے یا یہ کہ کسی کے گھر مین ڈال دیا جاے یا یہ کہ کہین دفن
کردیا جاے یا یہ کہ کسی کے بچھونے مین رکھ دیا جاے یا جلایا جاے یا اپنے پاس رکھا جاے وغیرہ
وغیرہ ہر چند کہ انمین قواعد طبیہ اور تاثیرات طبیعت کو کوئی دخل نہین ہی تاہم یہ امور تاثیرات نفس
اور توہمات نفسانیہ سے باہر نہین ہین خصوصًا وہ لوگ جو ضعیف العقل اور قوی الاعتقاد ہوتے ہین
اُنکا تو ان باتون پر ایمان ہوتا ہی اور وہ اپنے توہمات اور تخیلات کے موافق ان سے اس
قسم کے کام بھی بآسانی نکال لیتے ہین اور کتابون مین بھی اسکا تذکرہ ضرور ہوتا ہی اور کہین کہین
اس قسم کے خواص بھی ذکر کردیے جاتے ہین لیکن چونکہ اصول طب سے ان امور کو کوئی علاقہ
نہین ہی اسلیے اُنکا اس مقام پر ذکر کرنا یا کہین درپے ذکر ہونا منصب طبی کے خلاف ہی لہذا ہم
اُس سے قطع نظر کرتے ہین اور پھر مطلوب اصلی کی طرف عود کرتے ہین پس واضح ہو کہ فادزہر اور
تریاق جو اپنا اثر کرتے ہین تو یہ تاثیر ایک تو اس وجہ سے ہوتی ہی کہ وہ مرکب القوی ہوتے ہین دوسرے
اسوجہ سے کہ وہ سم کو اپنی طرف جذب کرتے ہین اور سم اُنکی طرف میل کرتا ہی اور تیسرے اسوجہ سے
کہ اثر سم کے ساتھ اُنکو مضادت ہوتی ہی اور یہ اُسکے اثر کو باطل اور دفع کرتے ہین اور اپنے مناسب
اور موافق یعنی حرارت غریزیہ اور ارواح اور قوا سے غائلہ سم کو دور کرتے ہین چوتھے اسوجہ
سے کہ فادزہر مین یہ خواص بھی ہوتے ہین راستون کا سددون سے پاک کرنا اور بہت جلد نفوذ
اور سرایت کرجانا اور بدن کی تمام گہرائیون مین پہونچ جانا اور اس طریقہ سے سم کے اثر کو تمام
بدن سے کھینچنا وغیرہ وغیرہ اور یہ بھی واضح ہو کہ چونکہ بدن کے رطوبات اور قوی اور ارواح باہم بالطبع
وحدانی متصل ومتحد ہین اور طبیعت مدبرۂ بدن اور نفس حیوانی اُن سبکا حافظ اور قابض اور جمع کرنیوالا ہی

اسوجہ سے جسوقت فاذ زہر اور تریاق کا بدن میں ورود ہوتا ہی اُسی وقت اُسکی تاثیر تمام بدن مین پہونچ جاتی ہی
آپ دیکھیے کہ ضعف کے غلبہ اور سخت بھوک کے وقت بمجرد کسی مقوی دوا یا عمدہ اور لطیف غذا کے
پہونچتے ہی دفعتہً بدن مین ایک تقویت پیدا ہوجاتی ہی اور معدہ مین غذا کے پہونچتے ہی دفعتہً تمام
بدن مین قوت کے آجانے کی دو وجہین ہین ایک تو یہ کہ بدن کی تمام رطوبتین اور ارواح اور قویٰ
چونکہ متحد اور متصل ہین اسوجہ سے اُس غذا کے لطیف اجزا فوراً تمام بدن مین پہونچ جاتے
ہین اور قویٰ اور ارواح کو قوت فوری پہونچ جاتی ہی دوسری وجہ یہ کہ بدن کی طبیعت مدبرہ کا یہ کام ہی
کہ کچھ غذا ایسی روک رکھا کرتی ہی کہ غذا نہ پہونچنے کے وقت اُسکو تھوڑا تھوڑا کرکے تمام بدن مین
پہونچاتی رہے اور جسوقت غذا پہونچ جاتی ہی اور اُسکو غذا کی طرف سے اطمینان ہوجاتا ہی تو جس
حصہ کو وہ تھوڑا تھوڑا کرکے صرف کر رہی تھی اب اُسکو دفعتہً صرف کردیتی ہی اور اسوجہ سے غذا
معدہ مین پہونچتے ہی تمام بدن مین قوت آجاتی ہی واللہ اعلم وعلمہ اتم اور تریاق الافاعی یعنی وہ تریاق
جو افعی کے لحم سے تیار کیا جاتا ہی اُسمین علاوہ امور مذکورہ کے یہ بات بہت زیادہ ہوتی ہی کہ لحوم
افاعی سمیت کو اپنی طرف بالکل جذب کرلیتے ہین یہی وجہ ہی کہ سانپ کا گوشت لینے مین اسکی سخت تاکید
اور مبالغہ کیا جاتا ہی کہ جسوقت افعی کو پکڑا جاے اور اُسکے سر اور دم کو قطع کیا جاے تو اُس گوشت
مین کسی قسم کا زخم اور اذیت نہ پہونچنے پاے اور اُسکے پکڑنے کی بابت یہ تاکید کی گئی ہی کہ اُسکو
نہایت غصہ دلایا جاے اور اُسکی طبیعت کو خوب مشتعل کیا جاے کہ اُسکا سارا زہر اُسکے سر و دم مین
کھنچ آے ایسی حالت مین نہایت پھرتی اور چالاکی کے ہاتھ سے سر و دم کو جمع کرکے کاٹ
دیا جاے کہ ایک ہی ہاتھ مین دونون الگ ہوجائین اور اُسکے بدن مین زہر اور سمیت کا بالکل اثر
نہ باقی رہے کیونکہ اگر کچھ بھی سمیت اُسکے بدن مین رہجائیگی تو وہ ضرر ضرور پہونچائیگی اور سمیت کو
جیسا کہ چاہیے جذب بھی نہ کرسکیگا اور یہ جو تریاق افاعی بالخاصہ سمیت کو جذب کرتا ہی اُسکی یہی وجہ
ہی کہ اُسکے گوشت کو اس زہر سے بہت زیادہ مناسبت ہی اور اکثر اوقات مناسبت اس جذب کا
منشا ہوجایا کرتی ہی جیسے کہ عصارون کے اجرام اُس معصور کے لطیف حصون کو نہایت سرعت کے
ساتھ اپنی طرف کھینچ لیتے ہین چنانچہ یہ کھلی ہوئی بدیہی اور ایک آزمودہ بات ہی کہ ادویہ کو جوش دینے
اور ملنے کے بعد اُنکو بہت جلد چھان لیا کرتے ہین ورنہ اگر بعد ملنے کے پھر اُسی طرح چھوڑدین تو وہ

ادویہ اُس اثر کو اپنی طرف پھر جذب کرلین اور ایک وجہ تریاق الافاعی کے سریع التاثیر ہونے
کی یہ ہو کہ انگوری شراب مین اُسکی تخمیر کی جاتی ہو تاکہ نہایت تیزی کے ساتھ تمام بدن مین نفوذ اور سرایت
کرجاے واضح ہو کہ بعض لوگون نے یون تقسیم کی ہو کہ جو ادویۂ حجریہ جانورون کے جوف مین پیدا
ہوتے ہین جیسے حجر التیس حجر الحیہ وغیرہ اور جو معدنیات ہین اُنکو تو فادزہر کہنا چاہیے اور جو دوائین مفرد
اور نباتی ہین جیسے نرلسی اور حب لغار اور اسی طرح بنائی ہوئی مرکب دوائین جیسے تریاق الافاعی
اور مثرودیطوس وغیرہ ان سب کو تریاق کہنا چاہیے اور بعض لوگ ایک لفظ کا استعمال دوسرے
مین برابر کرتے ہین اور اس تقسیم کا لحاظ نہین کرتے اور سم کا اثر بالمضادت ہوتا ہو وہ حرارت غریزیہ کو
فنا کردیتا ہو اور ارواح اور قوی پر غالب آکر اُنکو فاسد اور فانی کردیتا ہو اور سم کے وارد ہوتے ہی ارواح
اور قوی اور حرارت غریزیہ اپنی ضد سے بھاگ کر اپنے مبدا یعنی قلب کی طرف آتے ہین مگر وہان مجاری
اور اغشیہ کے تنگ ہونے کی وجہ سے بجھ جاتے اور خاموش ہوجاتے ہین یہی وجہ ہو کہ زہر کے
اثر کرنے کے وقت بشرہ کا اور تمام بدن کا رنگ زرد اور رفتہ رفتہ سیاہ اور سُرمئی ہوجاتا ہو اور حرارت
فنا ہوکر برودت کا تمام بدن مین عمل درآمد ہوجاتا ہو صاحب اخوان الصفا نے لکھا ہو کہ زہر دو قسم پر
ہین گرم اور سرد جو زہر گرم ہوتے ہین وہ رطوبتون کو پگھلاتے اور فنا کرتے ہین اور انکی چال رطوبتون
مین اس شان سے ہوتی ہو جیسے زعفران کی حالت پانی مین ہوتی ہو کہ ایک لمحہ مین سارے پانی کو
رنگین اور متغیر کردیتی ہو اور جو زہر بارد یعنی سرد ہوتے ہین اُنکا کام بدن مین یہ ہوتا ہو کہ وہ خون
اور رطوبات اور ارواح لطیفۂ اعضا کو جماتے اور منعقد کردیتے ہین جنپر حیات کا قوام اور بدن کی
صحت مزاجی موقوف ہو اور اُنکی رفتار اُس جمانے اور منعقد کرنے مین ایسی ہو جیسے پنیر مایہ کی دودھ
مین کہ وہ اُسمین پڑتے ہی اُسکو بستہ اور منعقد کردیتا ہو اور فادزہر اور تریاق کی رفتار اُنکی رفتار کے
برعکس ہوتی ہو اُسکو مثال مین یون لاسکتے ہین کہ مثلاً زعفران اور کسم کی رنگت کو ترشی پہونچ جاے
کہ وہ زعفرانی رنگت مین پہونچتے ہی جلد اُسکو بگاڑ دیتی اور باطل کردیتی ہو اسی طرح تریاق کی بھی
حالت ہو اور باقی ادویۂ مسہلہ وغیرہ کی تاثیر اس طرح ہوتی ہو کہ یہ باوجود امور مذکورہ کے اُن اخلاط
فاسدہ سے متشبث ہوجاتے ہین جو کہ معدہ اور آنتون کے قریب ہوتے ہین اور بدن کی طبیعت
مدبرہ اُنکی قوتون اور لطیف حصون کو دور دور کے اعضا اور تنگ منافذ اعضا تک پہونچا دیتی ہو

اور اعضا خود بھی اُنکو اپنی قوت جاذبہ سے اپنی طرف کھینچ لیتے ہین اور اس طرح تمام بدن مین نہایت جلد اُن کا اثر پہونچ جاتا ہی اور جو عضو کہ خاص مریض ورنہ وارد ہوتا ہی وہان تک اُنکا اثر آسانی کے ساتھ پہونچ جاتا ہی خصوصاً اسوقت کہ کوئی دوا کسی خاص عضو کے ساتھ مخصوص بھی ہو کہ اُس وقت تو اُس عضو تک

اُس دوا کا اثر بآسانی پہونچتا ہے۔ واللہ اعلم و علمہ اتم و احکم۔ فصل ششم علم ہیات کے بعض اصطلاحات کے بیان مین جنکے جان لینے پر کتب طب کے وہ مقامات حل ہوسکتے ہین جو اعدل البقاع کے متعلق ہین اور اکثر طلبہ طب اُنکے سمجھنے مین ناواقفیت فن کی وجہ سے بڑی بڑی دشواریون مین پڑتے ہین اور پھر بھی کما حقہ نہین سمجھ سکتے۔ جاننا چاہیے کہ متعدد دلائل سے حکماء قدیم نے یہ بات ثابت کی ہی کہ زمین گیند کی شکل گول ہی اور اُسکے جنوبی دو ربع اور شمالی ایک ربع پانی مین غرق ہی اور ایک ربع شمالی کھلا ہوا ہی اور اسی کھلے ہوئے حصہ کا نام ربع مسکون ہی پہاڑ اور مکانات اور ساتون اقلیمین اسی حصہ مین ہین حکماء نے اس ربع مسکون کا عرض خط استوا سے نوّے درجہ قرار دیا ہی منجملہ اُنکے تیس درجہ قطب شمالی کے پاس سے خارج کرکے ساتون اقلیم کا عرض ساٹھ درجہ قرار دیا ہی اور وہ تیس درجہ آبادی کے قابل اسلیے نہین سمجھے گئے کہ آفتاب وہان سے بہت زیادہ دور ہی اور اسوجہ سے وہان پر اس درجہ سردی ہی کہ کوئی متنفس اُس جگہ زندہ نہین رہسکتا اور آبادی اگر ہی تو فقط ان سات اقلیمون مین ہی جو نقطۂ مشرق سے لیکر مغرب تک سات طولانی حصون مین واقع ہین اور خط استوا عرض چین کے جنوب سے شروع ہوکر گنگ ڈز یعنی مستقر شیاطین اور جزیرۂ جمکوٹ اور جزائر ذہب اور جنوب سراندیپ اور جزائر زنگ اور شمال جبال قمر اور جنوب سیاہان مغرب پر ہوتا ہوا بحر اوقیانوس پر منتہی ہوا ہی اور خط استوا کے سمجھنے کے لیے اس امر کے معلوم کرنے کی ضرورت ہی کہ زمین نو آسمانون کے بیچ مین واقع ہی جو ہمیشہ حرکت مین رہتے ہین اور ہر فلک کا ایک مرکز ہی اور دو قطب اور ایک منطقہ مرکز تو وہ نقطہ ہی جو فلک کے بیچ مین ہو اور جتنے خطوط مستقیمہ اس نقطہ سے سطح فلک تک کھینچے جائین وہ سب باہم برابر ہون اور دونون قطب فلک کے وہ دو نقطے ہین جو سطح فلک پر ثابت ہین اور اُنھین دونون نقطون پر فلک کی دوری حرکت ہی اور جو خط کہ ان دونون نقطون مین وصل کیا جاسے اُسکو محور کہتے ہین اور وہ بڑا دائرہ جو فلک کی تنصیف کردے یعنی برابر برابر دو ٹکڑے کردے اور اُس سے بڑا کوئی دائرہ اسکی سطح پر نہو اور قطبین سے اسکی دوری برابر ہو اُس دائرہ کو اُس فلک کا منطقہ کہتے ہین اور نوان فلک

جو ہر دن رات مین مشرق سے مغرب تک حرکت کرلیتا ہی اُسکے منطقہ کا نام دائرہ معدل النہار ہی یہ دائرہ
یون آسمان کو مشرق سے مغرب تک دو ٹکڑے کر دیتا ہی اِس دائرہ کا قطب شمالی تو وہی ہی جو فلک پ
محسوس ہوتا ہی اور اسکا قطب جنوبی نہین نظر آتا مگر خط استوا کی زمین یا اُسکے قرب و جوار پر اور اس
دائرہ کو معدل النہار اس واسطے کہتے ہین کہ جب آفتاب کی ذاتی حرکت اس دائرہ پر ہوتی ہی تو رات دن
برابر ہو جاتا ہی اور سواے مقام عرض تسعین کے کوئی جگہ ایسی نہین باقی رہتی جہان رات اور دن برابر
نہوں اور آفتاب اِس دائرہ پر سال مین دو بار آتا ہی ایک تو اُس وقت جب اول حمل مین ہوتا ہی اور
ایک سنبلہ کے آخر مین اور اسی دائرہ کے نیچے بالکل اسی کی محاذات مین زمین پر ایک دائرہ ہی اور وہ
اُسکے ایسا محاذی ہی کہ بالفرض اگر دائرہ معدل النہار تمام عالم کو قطع کرتا ہوا زمین تک پہونچے
تو جس جگہ سے زمین قطع ہوگی وہ یہی دائرہ ہوگا اور اُسی جگہ خط استوا ہی اور رات دن کے برابر ہونے مین
عرض تسعین کا اسلیے استثنا کیا گیا کہ اس عرض مین معدل النہار افق پر منطبق ہو جاتا ہی اور آفتاب کا
مدار نہین باقی رہتا کیونکہ آفتاب جب شمالی برجون مین ہوتا ہی تو چھ مہینے تک زمین کے اوپر رہتا ہی اور یہی
اُس عرض کی نہار ہی اور جب جنوبی برجون مین ہوتا ہی تو زمین کے نیچے رہتا ہی اور یہی اُسکی رات ہی اور
اسکی یہ وجہ ہی کہ آفتاب کا اصلی اور ذاتی مدار منطقۃ البروج ہی یعنی آٹھوین آسمان کا منطقہ اور اس عرض مین
نصف منطقۃ البروج تو زمین کے اوپر ہی اور نصف زمین کے نیچے اور منطقۃ البروج وہ دائرہ ہی کہ بارون
مشہور برج اسی دائرہ پر واقع ہین اور بارہ برجون کے یہ نام ہین۔ حمل ۱ ثور ۲ جوزا ۳ سرطان ۴ اسد ۵ سنبلہ ۶ میزان ۷
عقرب ۸ قوس ۹ جدی ۱۰ دلو ۱۱ حوت ۱۲ اور اس دائرہ نے دائرۂ معدل النہار کو حمائلی طور پر واقع ہو کر دو
جگہ سے قطع کیا ہی جب آفتاب ان دونون نقطون محل تقاطع پر پہونچتا ہی تو سب جگہ رات دن برابر
ہو جاتا ہی اور ان دونون نقطون کو دو نقطۂ اعتدال کہتے ہین جس نقطہ پر سے آفتاب گذر کر منطقۃ البروج
سے شمال مین چلا آئے اُس کا نام تو اعتدال ربیعی ہی اور جس نقطہ پر سے گذر کر جنوب مین
چلا آئے اُس کا نام اعتدال خریفی ہی اعتدال ربیعی تو راس الحمل یعنے برج حمل کی ابتدا ہی اور
اعتدال خریفی یعنی وہ نقطہ جو اعتدال ربیعی کے مقابل ہی اور جس پر سے گذر کر آفتاب جنوب مین
چلا آتا ہی وہ راس المیزان یعنی برج میزان کی ابتدا ہی اور ہمیشہ آفتاب کی حرکت اسی دائرہ پر رہتی
ہی اور دونون دائرون یعنی منطقۃ البروج اور معدل النہار کے تقاطع کی یہ صورت ہی ـــ



واضح ہو کہ جس طرح اس دائرۂ خط استوا کی وجہ سے زمین کے دو برابر برابر حصے جنوبی اور شمالی ہو گئے ہین
اسی طرح ایک دوسرے دائرہ کی وجہ سے جو سطح فلک پر واقع ہی اور معدل النہار کے دونون طبقون اور طرفین
عمارت پر ہو کر گذرا ہی کرۂ ارض کے اوپر اور نیچے دو ٹکڑے ہو گئے ہین غرضکہ ان دونون دائرون کی وجہ
سے کرۂ ارض کے چار حصے ہو گئے ہین اور ایک تیسرا دائرہ اور ہی جو ان دونون دائرون کے قطبون پر
ہو کر گذرتا ہی اس سے زمین بلکہ ربع مسکون کے دو حصے شرقی اور غربی ہو جاتے ہین اور جہان پر تیسرا دائرہ
اور خط استوا ان دونون نے تقاطع کیا ہی یعنی اوپر کے نصف مین اس جگہ کا نام قبۃ الارض اور وسط الارض
ہی کیونکہ قبہ اور طرفین عمارت کے درمیان چوتھائی دور کا فرق ہی غرضکہ ربع مسکون کا طول یعنی مشرق سے
لیکر مغرب تک نصف دور ہی یعنی ایک سو اسی جزو اور ربع مسکون کا عرض خط استوا سے لیکر نقطۂ شمال
تک ربع دور یعنی نوے ۹۰ جزو ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ معظم معمورہ کی تقسیم جو ہفت اقالیم پر کی گئی ہی اسمین
اختلاف ہی بعض لوگ تو خط استوا سے دس درجہ چھوڑ کر قریب قریب پچاس درجہ تک آبادی مانتے ہین
اور بعض لوگ خط استوا سے لیکر قریب قریب چھیاسٹھ درجہ تک آبادی مانتے ہین اور اقالیم سبعہ کی
صورت دفتی کے مستطیل سات ٹکڑون کی سی ہی اور ان ساتون قطعون اور خط استوا مین موازات ہی یعنی جو دوری
ہر قطعہ کے مبدا کو خط استوا سے ہی اسیقدر دوری اُسکے منتہے کو بھی ہی اور چونکہ دوائر موازیہ شرقاً و غرباً
برابر چھوٹے ہوتے چلے گئے ہین اسوجہ سے انکی دوری یعنی طول بھی برابر کم ہوتا چلا گیا ہی یہی وجہ ہے کہ
جو اقلیم خط استوا سے نزدیک ہی اُسکا طول زیادہ ہی اور جو اقلیم سب سے آخر مین ہی یعنی ساتوین اقلیم

اُسکا طول بہت ہی کم ہی چنانچہ ساتوین اقلیم کا طول چار ہزار اَسّی میل ہی اور پہلی اقلیم کا طول دس ہزار میل ہی
لیکن درجات عرض کی مقدار موازات کی وجہ سے سب مین برابر ہی پہلی اقلیم اکثر لوگون کے نزدیک اسکی
ابتدا اُس جگہ سے ہی جہان پر بڑے سے بڑا دن ساڑھے بارہ ساعت اور چوتھائی ساعت کا ہی اور اسکا
عرض بارہ درجہ اور دو تہائی درجہ کا ہی آور جو لوگ معظم معمورہ کی تقسیم خط استوا ر سے کرتے ہین اُن لوگون کے
نزدیک پہلی اقلیم کے ابتدائی حصہ کا کوئی عرض ہی نہین ہی آور پہلی اقلیم کا جو درمیانی حصہ ہی وہان پر بڑے سے
بڑا دن تیرہ ساعت ہی اور اُس کا عرض ساڑھے سولہ درجہ اور آٹھوان حصہ ہی یہان کے اکثر لوگون کے بدن
کی رنگت سیاہ ہی یہ اقلیم چین کے شرق سے شروع ہوتی ہی اور بعضے بلاد جنوبیۂ ہندوستان اور سندھ پر گذرتی
ہوئی اور ارض حجاز کے طرف جنوبی اور اکثر بلاد یمن اور حبشہ پر ہوتی ہوئی محیط غربی پر منتہی ہوتی ہے
دوسری اقلیم کی ابتدا وہان سے ہی جہان پر دن سوا تیرہ ساعت کا ہی اور اُسکا عرض ساڑھے چوبیس درجہ
اور چھٹا درجہ ہی یہ چین سے شروع ہو کر معظم بلاد ہندوستان اور سندھ اور عمان اور طائف اور مکہ اور
یثرب اور قلزم اور نیل اور ارض مغرب پر ہوتی ہوئی محیط غربی پر منتہی ہوتی ہی تیسری اقلیم کی ابتدا وہان سے
ہی جہان کا دن ساڑھے تیرہ ساعت اور ساعت کی چوتھائی ہی اور اسکا عرض ساڑھے ستائیس درجہ ہی آور تیسری
اقلیم کے وسط مین دن چودہ ساعت کا ہوتا ہی اور اسکا عرض قریب قریب تیس درجہ ہی یہ ارض چین کے
شرقی حصہ سے شروع ہوتی ہی اور وسط مملکت ہند پر ہو کر اور ارض سندھ مین سے ملتان اور زابل و سجستان
اور کرمان اور فارس اور اصفہان اور اہواز اور واسط اور بصرہ اور کوفہ اور بغداد اور حمص اور بیت المقدس
اور دمیاط اور اسکندریہ اور بلاد افریقیہ پر ہوتی ہوئی محیط غربی پر ختم ہو گئی ہی اور چوتھی اقلیم کی ابتدا
وہان سے ہی جہان پر دن چودہ ساعت اور چوتھائی ساعت ہی اور اسکا عرض ساڑھے چھتیس درجہ ہی اور
اس اقلیم کے وسط مین دن ساڑھے چودہ ساعت کا ہوتا ہی اور اسکا وسط تمام اقالیم اور معظم عمارۃ کا
بالکل درمیان ہی اور اُسکا عرض تقریباً ساڑھے چھتیس میل ہی یہ بلاد چین کے شمال سے شروع ہو کر
تبت اور خطا اور کشمیر کے پہاڑون اور کابل اور غور اور اکثر بلاد خراسان اور طبرستان اور قومش اور
دیلم اور اکثر عراق عجم اور آذربائجان اور موصل اور نصیبین اور ملطیہ اور حلب اور انطاکیہ اور ارض مغرب پر ہوتی
ہوئی محیط غربی پر منتہی ہو گئی ہی اور پانچوین اقلیم کی ابتدا وہان سے ہی جہان پر دن ساڑھے چودہ ساعت
اور ساعت کی چوتھائی ہی آور عرض قریب قریب انتالیس درجہ ہی اور اُسکے وسط مین دن پندرہ ساعت

اور عرض اکتالیس درجہ کے قریب قریب ہی اور یہ بلاد ترک کے آخر اور فرغانہ اور سمرقند اور بخارا اور خوارزم
اور بلاد ارمینیہ اور ساحل بحر شام اور بعض بلاد روم پر گذرتی ہوئی محیط غربی پر منتہی ہو گئی ہی اور چھٹی اقلیم کی ابتدا
وہان سے ہی جہان ہر دن سوا پندرہ ساعت کا ہی اور عرض ساڑھے تینتالیس درجہ کے قریب ہی اور اسکا وسط
وہان ہی جہان دن ساڑھے پندرہ ساعت کا ہی اور عرض ساڑھے پینتالیس درجہ ہی اور یہ اقلیم بلاد مشرق سے
شروع ہو کر وسط جرجان اور بعض روم اور صقالیہ اور باب الابواب اور شمال اندلس پر ہوتی ہوئی محیط غربی
پر منتہی ہو گئی ہی اور ساتوین اقلیم کی ابتدا وہان سے ہی جہان ہر دن پونے سولہ ساعت کا ہی اور اسکا
عرض سوا سینتالیس درجہ ہی اور اسکے وسط مین دن سولہ ساعت کا ہی اور اسکا عرض قریب قریب
انچاس [۴۹] درجہ ہی اور اسکے آخر حصہ مین دن سوا سولہ ساعت کا ہی اور اسکا عرض ترپن [۵۳] درجہ ہی یہ مشرق سے
شروع ہو کر نہایات اتراک شرق اور شمال بلاد یاجوج و ماجوج اور ان پہاڑون پر ہوتی ہوئی جہان
وحشی ترک کی بود و باش ہی اور بحر شام کو قطع کرتی ہوئی محیط غربی پر منتہی ہوتی ہی اور اسکے اخیر کا حصہ عمارت
اور آبادی کا انتہائی حصہ ہی وہان ہر دن بیس ساعت کا ہوتا ہی اور اسکا عرض تریسٹھ [۶۳] درجہ کا ہی اور یہان پر
ایک جزیرہ ہی جسکا نام تولی ہی مشہور ہی کہ اس قریہ والے سردی کے مارے حمامون مین رہتے ہین
کیونکہ اس مقام کو آفتاب سے بہت دوری ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ آٹھوین فلک کا منطقہ جسپر
ثوابت یعنی ستارے ہین اسکا نام منطقۃ البروج ہی یہ دائرہ معدل النہار کے دائرہ کو دو مقابل نقطون
اور غیر قائم زاویون پر قطع کرتا ہی اور یہ دونون نقطے اعتدال کے دو نقطے کہلاتے ہین کیونکہ آفتاب
اپنی خاص حرکت سے ہر دن رات مین ایک درجہ کے قریب قطع کرتا ہی اور اسکا خاص دورہ پورے
ایک سال مین پورا ہوتا ہی اور ایک سال مین وہ ان دونون نقطون پر ہو کر گذر جاتا ہی یعنی چھ چھ مہینے
مین ایک ایک نقطے پر آتا ہی اور جب ان دونون نقطون مین سے کسی نقطہ پر آتا ہی تو تمام آبادی مین
رات دن برابر ہو جاتا ہی اسی لیے سال بھر مین دو دفعہ رات اور دن برابر ہوتا ہی اور اسکی وجہ یہ ہی کہ جب
آفتاب اس نقطہ پر ہوتا ہی تو اسوقت مین اسکا دورہ معدل النہار ہوتا ہی اور معدل النہار کا نصف حصہ زمین کے اوپر
اور نصف حصہ زمین کے نیچے ہی اور سوائے عرض تسعین کے سب آفاق مین ایسا ہی ہی اسیواسطے سب جگہ رات
اور دن برابر ہو جاتا ہی اور جس نقطہ سے گذر کر آفتاب شمال مین آجاتا ہی اس نقطہ کا نام اعتدال ربیعی ہی
کیونکہ اسوقت معظم معمورہ مین جاڑا گذر کر فصل ربیع شروع ہو جاتی ہی اور جس نقطہ سے گذر کر آفتاب

نقطۂ اعتدال

دقیقہ اور اکیس ثانیہ دریافت کی یہ آلہ بالکل نیا تھا اور ابو محمد خجندی سے پیشتر میل کلی کے دریافت
کرنے مین اسکی طرف کسی کا ذہن بھی نہین گیا تھا اور اسکا نام سدس فخری اسلیے رکھا گیا کہ یہ اُس
دائرہ کا سدس تھا جو دائرہ نصف النہار کی سطح مین نصب کیا جاتا تھا اور اسکا قطر اسّی گز کا تھا پھر اسکے بعد
ہوئے محقق غیاث الدین جمشید کاشی نے سمرقند مین ایک نئی رصد قائم کی اُس سے مَیل کلی کی مقدار تیئیس
درجہ اور تیس دقیقہ اور سترہ ثانیہ دریافت ہوئی اِسکے بعد محقق طوسی نے کتاب تذکرہ کی تصنیف کے
بعد اور علامہ قطب الدین شیرازی نے ایک نئی رصد مراغہ مین قائم کی اُس سے اُسکی مقدار تیئیس درجہ
اور تیس دقیقہ دریافت ہوئی اور یہی مقدار ظہیر اللہ مہندس مرحوم کو بھی دہلی کی رصد سے معلوم ہوئی اور ظہیر اللہ
مہندس کے بعد بنارس کی رصد سے ۱۸۰۶ع مین اُسکی مقدار تیئیس درجہ اور چھ دقیقہ معلوم ہوئی غرضکہ
میل کلی کی مقدار مین برابر اختلاف ہوتا رہا اور تیئیس درجہ کے بعد دقیقون اور ثانیون مین کسی نے
دوسرے سے اتفاق نہین کیا علامہ شیرازی نے نہایۃ الادراک فی درایۃ الافلاک مین اسکی بابت
یہ لکھا ہی کہ اس اختلاف کا سبب بظاہر یہ معلوم ہوتا ہی کہ رصد کے آلات صنعت اور مقدار اور نصب
ہونے مین ایک دوسرے سے برابر مختلف رہے ورنہ اگر آلات رصد کا اختلاف نہوتا تو بتدریج
ایام ایک ترتیب اور خاص انتظام کے ساتھ میل کلی کی مقدار مین کمی ہوتی یہ بے انتظامی اور
بے ترتیبی جیسی کہ مذکور ہوئی اُس وقت مین ہرگز نہ ہوتی واللہ اعلم انتہی کلامہ یہ بھی واضح ہو کہ گرمی
کی زیادتی کبھی تو اسوجہ سے ہوتی ہی کہ گرمی پہونچانے والا قوی ہو اور کبھی اسوجہ سے کہ دیر تک
گرمی پہونچے چاہے گرمی پہونچانے والا قوی نہو گرمی پہونچانے والے کے قوی ہونے کی
صورت مین گرمی کے زیادہ پہونچنے کی وجہ تو ظاہر ہی رہتی دوسری صورت یعنی اگر دیر تک گرمی پہونچے
تو گرمی زیادہ ہوگی اسکی کئی وجہین ہین ایک وجہ تو یہ ہی کہ جب آفتاب برج اسد مین ہوتا ہی تو گرمی زیادہ
ہوتی ہی بہ نسبت اسکے کہ برج سرطان مین ہو حالانکہ جب سرطان مین ہوتا ہی تو سمت الراس کے قریب
ہوتا ہی پس اسکی یہی وجہ ہی کہ برج اسد مین ہونے کے وقت اُسکی مدت تسخین طویل ہوتی ہی اسی طرح
جب آفتاب اسد مین ہوتا ہی تو بہ نسبت ثور مین ہونے کے اُسکی حرارت زیادہ قوی ہوتی ہی حالانکہ
بُعد اور دوری دونون کے برابر ہی اسیطرح زوال کے بعد بہ نسبت قبل زوال کے گرمی زیادہ ہوتی
ہی باوجودیکہ دونون کی نسبت برابر ہی غرضکہ اسکی بھی وہی وجہ ہی یعنی مدت تسخین کا زیادہ اور طویل ہونا

اور دوسری وجہ یہ ہی کہ اگر لوہے کو نرم آگ مین دیر تک رکھا جاے تو وہ بہ نسبت اُس لوہے کے
زیادہ گرم ہو جاے گا جو تیز آگ مین تھوڑی دیر رکھ کر اُٹھا لیا جاتے تیسری وجہ یہ ہی کہ جاڑون مین آفتاب
طلوع ہونے سے پیشتر سردی زیادہ ہوتی ہی بہ نسبت آدھی رات کے جاڑے کے حالانکہ آدھی رات
کو بہ نسبت صبح کے آفتاب وتد سماء سے بہت دور ہوتا ہی چوتھی وجہ یہ ہی کہ گرمی پہونچانے والی چیز کا قاعدہ
ہوتا ہی کہ بتدریج گرمی پہونچایا کرتی ہی یعنی ہر لحظہ جدید اور تازہ اثر پیدا کرتی ہی اور یہ تازہ اثر پچھلے اثر سے
برابر ملتا چلا جاتا ہی اور بموجب اس قاعدہ کے اُسکے اثر کرنے کا زمانہ جسقدر طویل ہوگا اُسیقدر گرمی بھی
زیادہ پیدا ہوگی کیونکہ اُسکے آثار کثرت سے مجتمع ہو جائینگے اور جسقدر زمانہ کم ہوگا اُسیقدر آثار مجتمعہ مین
کمی ہوگی اور گرمی کم پیدا ہوگی ان سب مقدمات کے ذہن نشین کر لینے کے بعد اب
ہم اصل مقصود کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہین - واضح ہو کہ اس بات مین سب لوگون کا
اتفاق ہی کہ تمام مقامات سے زیادہ گرم وہ مقامات ہین جو مدار انقلابین کے نیچے واقع ہوے
ہین یعنی وہ مقامات جنکا عرض معدل النہار سے میل کلی کے برابر ہی کیونکہ آفتاب ان مقامات کے
سمت الرؤس کے محاذی قریب قریب دو مہینے رہتا ہی اسلیے ایک مدت تک آفتاب کی حرکت
میلی وہان سے محسوس ہی نہین ہوتی اور ایسا معلوم ہوتا ہی گویا کہ سمت الرؤس پر ٹھہرا ہوا ہی اور
ظاہر ہی کہ اول تو گرمی پہونچانے والا قوی ہی دوسرے اُسکی مدت بھی طویل ہی پھر کیونکر گرمی
نہ زائد ہوگی اس لیے ان مقامات کی گرمیون مین دن برابر بڑھتا رہتا ہی اور رات برابر چھوٹی ہوتی
رہتی ہی لہذا وہان بہ نسبت اور مقامات کے گرمی زیادہ ہوگی اس امر پر اتفاق کرنے کے بعد
اس بات مین لوگون کا اختلاف ہی کہ تمام مقامات کے اعتبار سے معتدل مقام کون ہی شیخ
وغیرہ کا تو یہ خیال ہی کہ ایسا مقام خط استوا ہی بشرطیکہ اسباب ارضیہ مین سے کوئی سبب اُسکے منافی
اور مخالف نہ واقع ہو مثلاً زمین کا بلند ہونا کہ اس جگہ خواہ مخواہ سردی زیادہ ہوگی یا مکان کا زمین دوز
ہونا کہ یہان گرمی زیادہ ہوگی یا اسکے علاوہ کوئی اور سبب غرضکہ اگر ان اسباب مین سے کوئی سبب
خط استوا کے کسی مقام مین نہ پایا جائیگا تو وہ مقام سب مقامات سے زیادہ معتدل ہوگا اور کوئی اور
جگہ ایسی معتدل ہرگز نہوگی اور متقدمین مین سے بعض محققین کا یہ خیال ہی کہ ایسا مقام چوتھی اقلیم ہی
اور خط استوا تو نہایت گرم جگہ ہی اور ابوسہل مسیحی اور امام وغیرہ بھی اسی طرف گئے ہین اور انھون نے دو دو

مقام اعتدال

کہیے ہین ایک تو یہ کہ سب جگہون سے زیادہ معتدل چوتھی اقلیم ہی دوسرا یہ کہ خطِ استوا نہایت گرم جگہ ہی پہلے
دعوے کی دلیل تو یہ لوگ یون پیش کرتے ہین کہ ہم دیکھتے ہین کہ ساتون اقلیمون سے زیادہ نہ کہین عمارتین
ہین نہ کہین اس قدر توالد اور تناسل ہی اور اس سے ہمکو یہ بات معلوم ہو سکتی ہی کہ اور سب کھلی ہوئی
جگہون سے اقالیم سبعہ زیادہ معتدل ہین اب دیکھیے کہ اقالیم سبعہ کی دو طرفین ہین اور ایک وسط یا قریب
وسط اور انکی دونون طرفون مین یہ خرابی ہی کہ ایک طرف تو آفتاب کی مسامتت اور قرب کی وجہ سے
حدِ احتراق کو پہونچ گئی ہی اسی لیے وہان کے رہنے والے کالے رنگ کے ہوتے ہین اور یہ طرف
پہلی دوسری تیسری اقلیم ہی اور دوسری طرف آفتاب کے بُعد کی وجہ سے بالکل خام رہگئی ہی اسی واسطے
وہان کے رہنے والون کا رنگ غلبۂ رطوبت اور بلغمیت کی وجہ سے بالکل سفید ہی اور یہ طرف
پانچوین چھٹی ساتوین اقلیم ہی اور انکا وسط چوتھی اقلیم ہی اور وہ نہ تو حدِ احتراق کو پہونچی ہوئی ہی اور نہ
اُسمین خامی ہی لہذا وہ بہ نسبت اور سب مقامات کے معتدل ہی اور دوسرا دعوی یعنی خطِ استوا نہایت
گرم جگہ ہی اس پر یہ لوگ ایک تو یہ دلیل پیش کرتے ہین کہ خطِ استوا کے سمت راس سے آفتاب
کچھ ایسا دور نہین ہوتا کیونکہ اُسکے زیادہ سے زیادہ دور ہونے کی حد ساڑھے تیئس درجہ ہی اس سے
زیادہ دور نہین ہوتا اور اتنا دور ہو کر پھر قریب ہونا شروع ہو جاتا ہی اور ہر سال مین دو دفعہ پھر اُنکے
سمت رُوس پر آجاتا ہی غرضکہ خطِ استوا کے یا تو سمت راس پر رہتا ہی اور یا سمت کے قریب قریب
رہتا ہی اور جب ہمارے ملکون مین گرمی کے موسم مین صرف سمت کے قریب ہونے سے اس بلا
کی گرمی پڑتی ہی حالانکہ یہ قرب مسامتت اول تو کچھ زیادہ دیر نہین رہتی دوسرے اس سے
پہلے سردی پڑ چکی ہوتی ہی اور ہوا مین گرمی کی قابلیت نہین ہوتی پس جب ہمارے ملکون مین گرمی کی
یہ حالت ہوتی ہی تو جس بقعہ مین قرب مسامتت یا مسامتت ہمیشہ رہیگی اور وہان کی ہوا مین ایسی
برودت بھی نہ آچکی ہوگی جو استعدادِ تسخن سے اُسکو نکال دے تو بھلا کیسی سخت گرمی وہان رہتی
ہوگی اور ایسا بقعہ خطِ استوا ہی ہی کہ وہان یا تو آفتاب کی مسامتت رہتی ہی اور یا قرب مسامتت
یہی وجہ ہی کہ خطِ استوا نہایت درجہ گرم ہی اور اس دعوے پر ان لوگون نے دوسری دلیل یہ
پیش کی ہی کہ جن بلاد کا عرض میل کلی کا دونا ہی وہ بھی گرمی کے موسم مین گرم ہو جاتے ہین اور ان شہرون
کی سمت راس سے آفتاب کو غایت قرب اُسوقت ہوتا ہی جبکہ آفتاب میل کلی مین ہو اور یہ مقدار

خط استوار کے سمت رؤس سے اتنا دور ہو کہ کوئی دوری اسکے برابر نہین ہو اب یہان سے سمجھ لینا چاہیے
کہ خط استوا مین اُس وقت جبکہ آفتاب میل کلی مین ہو کیا کچھ کی گرمی ہوتی ہوگی اور دوسری اور تیسری
اقلیم کے بلاد مدار انقلاب صیفی کے نیچے یا اُسکے قریب ہین اور آفتاب کی حالت ان بلاد سے قریب
قریب ایسی ہو کہ گویا اُنکے سمت راس پر واقع ہو جو ان کا غایت قرب ہو اس سے اُنکا بعد دو مہینون
مین چار درجون سے زائد نہین بڑھتا اور یہ اسباب گرمی مین سے بہت بڑا سبب ہو اور یہی حکم اُن
مقامات کا بھی ہو جو بمدار راس جدی کے نیچے یا اُسکے قریب ہین جیسے بعضے بلاد حبشہ بلکہ اس مقام پر
گرمی بہت زیادہ ہو کیونکہ ان مقامات کی زمین سے بھی آفتاب بہت نزدیک ہو تو یہان حرارت زیادہ
ہونے کے دو سبب موجود ہین غرضکہ ان لوگون کے نزدیک خط استوا نہایت درجہ گرم جگہ ہو
اور معتدل مقام اگر ہو تو چوتھی اقلیم یا اُسکے قرب و جوار کے بلاد شیخ نے کلیات قانون مین اسی مذہب
کی طرف اس طرح اشارہ کیا ہو فصح ان الظن الذی یقع من ان فی خط الاستواء خروجا عن الاعتدال
بسبب قرب الشمس ظن فاسد یعنی یہ جو بعض لوگون کا گمان ہو کہ خط استوا آفتاب کے قریب
ہونے کی وجہ سے نہایت درجہ گرم جگہ ہو اور اعتدال سے خارج ہو بالکل فاسد اور غیر صحیح ہے
وان مسامتۃ الشمس ہناک اقل نکایۃ وتغیرا للہواء الی السخونۃ من مقارنۃ الشمس ہہنا او الاکثر
عرضا مما ہہنا یعنی خط استوا مین گو سال مین دو مرتبہ آفتاب کی مسامتت ہوتی ہو لیکن یہ مسامتت
اتنی اذیت دہ اور اتنی ہوا کو گرم کرنیوالی نہین ہوتی جسقدر کہ آفتاب کی قرب مسامتت ہمارے
ان بلاد مین جو کہ اقلیم ثالث اور اقلیم رابع مین واقع ہین یا اُن بلاد مین جو پانچوین اقلیم سے
ساتوین تک مین واقع ہین ہوا مین گرمی پیدا کردیتی ہو وہان لم یسامت چاہیے سامتت نہو اور اسکی
وجہ یہ ہو کہ جب آفتاب خط استوا کے مسامت ہوتا ہو تو یہ مسامتت بہت جلد زائل ہوجاتی ہو
دیر تک نہین رہتی جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہین اور جب سبب کو دوام نہین ہوتا تو چاہیے وہ قوی ہو
اُسکا اثر کم ہوتا ہو اور ان اقالیم مذکورہ مین آفتاب کی قرب مسامتت کو قیام ہوتا ہو اور یہان رات
سے بین طور پر دن بڑا ہوجاتا ہو لہذا ان ملکون کی گرمی بہت زیادہ ہوگی اور یہ اسلیے کہ جب سبب کو
دوام اور قیام ہوتا ہو تو اُسکا اثر قوی ہوتا ہو چاہیے وہ سبب خود ضعیف ہو چنانچہ ہم مقدمات مین
اسکی ایضاح کر چکے ہین ثم سائر احوالہم فاضلۃ متشابہۃ یعنی اُن لوگون کا یہ گمان کرنا کہ خط استوا

اعتدال سے خارج ہی اول تو اسلیے غلط ہی کہ خط استوا میں آفتاب کی مسامتت اذیت دہ نہیں اور
ہوا کو گرم نہیں کرتی دوسرے خط استوا کے تمام حالات متشابہ اور فاصل ہین کیونکہ دن کی گرمی
رات کی سردی سے معتدل ہوجاتی ہی اور ہمیشہ رات دن برابر رہتا ہی بخلاف اور بلاد کے اور اسس
مقام کی نہ تو گرمی ہی کچھ زیادہ گرم ہوتی ہی اور نہ جاڑا ہی کچھ زیادہ سرد ہوتا ہی کیونکہ آفتاب ان
لوگون کے سمت راس سے کچھ زیادہ دور نہیں ہوتا اور یہان کی گرمی اور جاڑے کا زمانہ بھی بہت ہی
تھوڑا ہوتا ہی یعنی صرف ڈیڑھ مہینہ کیونکہ یہان سال بھر مین آٹھ فصلین ہوتی ہین کیونکہ آفتاب
دونون نقطون اعتدال مین آکر ان لوگون کے سمت راس پر آتا ہی اس وجہ سے دو گرمیان ہوتی ہین
اور انقلابین مین آکر زیادہ سے زیادہ دور ہوجاتا ہی اس سے دو جاڑے ہوتے ہین اور ہر
گرمی اور جاڑے کے درمیان لامحالہ خریف ہوتی ہی اور ہر جاڑے اور گرمی کے درمیان فصل
ربیع ہوتی ہی لہذا دو ربیع اور دو خریفین ہونگی پس اول حمل سے نصف ثور تک گرمی ہوگی کیونکہ
اسوقت مین آفتاب کو مسامتت ہوتی ہی اور نصف ثور سے اول سرطان تک خریف ہوگی اور
اول سرطان سے نصف اسد تک جاڑا ہوگا اور نصف اسد سے اول میزان تک ربیع ہوگی اور اول
میزان سے نصف عقرب تک گرمی ہوگی اور نصف عقرب سے اول جدی تک خریف ہوگی اور
اول جدی سے نصف دلو تک جاڑا ہوگا اور نصف دلو سے اول حمل تک ربیع ہوگی اور اسوقت
مین کوئی ایسا بڑا تفاوت وہان نہوگا اسلیے شیخ نے کہا کہ ان لوگون کے سب احوال متشابہ
ہوتے مین یعنی انمین تفاوت نہین ہوتا و لا یتضاد علیهم الهواء تضاداً محسوسا بل یتشابہ
مزاجهم دائما یعنے ان لوگون کے مزاج مین اور ہوا کے مزاج مین کچھ ایسا تخالف نہین ہی بلکہ ہمیشہ
ہوا انکے مشابہ مزاج رہتی ہی کیونکہ نہ تو آفتاب کو ان سے بالکل مسامتت رہتی ہی اور نہ بالکل دوری
بلکہ ہمیشہ ایک حالت متوسطہ سے دوسری حالت متوسطہ انکو ہمیشہ حاصل ہوتی رہتی ہی بخلاف اور
مقامات کے کہ آفتاب کبھی تو انکے بالکل قریب ہوجاتا ہی اور کبھی بالکل دور ہوجاتا ہی گویا کہ وہ ایک
ضد سے دوسری ضد کی طرف ہمیشہ منتقل ہوتے رہتے ہین وکنا قد عملنا فی تصحیح هذا الرای رسالة
شیخ کہتا ہی کہ مین نے اس مذہب کے ثابت کرنے مین ایک رسالہ بھی بنایا ہی مگر یہ رسالہ آج تک
دیکھنے مین نہین آیا ہان عمر خیام کا ایک رسالہ اسکے متعلق ضرور ہی لیکن یہ ہوسکتا ہی کہ یہ وہی

مقام استوا

شیخ کا رسالہ ہو جسمین کچھ کمی بیشی کر کے عمر خیام نے اپنی طرف منسوب کر لیا ہو خیر جو کچھ بھی ہو اسمین بھی قریب قریب یہی باتین کہی ہین جنکو بطور خلاصہ کے یہان ذکر کر دیا گیا اور نصیر الدین طوسی نے ایک نئی بات اسکے متعلق لکھی ہو جسکا ذکر کر دینا بھی خالی از لطف نہو گا وہ لکھتے ہین کہ اگر اعتدال سے حالات کا تشابہ ہونا اور ہوا کا بہت ہی کم متغیر ہونا مراد لیا جاے تو اسمین شک نہین کہ یہ بات تو خط استوا مین زیادہ ہو اور اس معنی کر اگر معتدل ہو تو خط استوا ہو اور اگر اعتدال سے گرمی سردی کا برابر ہونا مراد ہو تو یہ بات چوتھی اقلیم مین زیادہ ہو کیونکہ جسقدر توالد او رتناسل اور کثرت عمارات اور آدمیون کی رنگت کا متوسط حالت مین ہونا اقلیم رابع مین ہو کہین بھی نہین ہو اور خط استوا مین ان باتون مین سے کچھ بھی نہین ہو لیکن یہ کہسکتے ہین کہ ممکن ہو ایسا اسباب ارضیہ کی وجہ سے ہو اور شیخ نے یہ بات پہلے ہی لکھ دی ہو کہ یہ اُس وقت ہو جبکہ اسباب ارضیہ مین سے کوئی امر مضاد اسکی مزاحمت نہ کرے جیسے پہاڑ ہین اور نشیب و فراز ہین اور دریا وغیرہ ہین

ثم بعد هولاء فاعدل الاصناف سكان الاقليم الرابع

یعنی خط استوا کے بعد اگر کوئی جگہ معتدل ہو تو چوتھی اقلیم ہو کیونکہ اعتدال کی دو طرفین ہین زیادہ جل جانا اور خامی رہجانا اور یہ دونون باتین چوتھی اقلیم مین نہین ہین زیادہ جل جانا تو اسلیے نہین ہو کہ اسکا سبب یہ ہوتا ہو کہ ہمیشہ آفتاب کی مسامتت رہے اور ضدین جو برابر یکے بعد دیگرے وارد ہون اُنکی تاثیر کے لیے بدن مستعد ہو جیسے کہ اکثر اقلیم ثانی اور ثالث کی حالت ہو کہ آفتاب اُن لوگون کے ہمیشہ مسامت رہتا ہو اسی لیے اُن لوگون کی رنگت بیشتر سیاہ ہو اور جب مسامتت ہمیشہ نرہیگی تو اُنمین احتراق بھی نہ پیدا ہوگا اور چوتھی اقلیم کی یہی حالت ہو کہ ہمیشہ آفتاب کی مسامتت نہین ہو اور خام رہجانے کا یہ سبب ہوتا ہو کہ آفتاب اُنکی مسامتت سے ہمیشہ دور رہے جیسے پانچوین اور چھٹی اور ساتوین اقلیم کی حالت ہو اور چوتھی اقلیم مین ایسا بھی نہین ہوتا کہ آفتاب مسامتت سے ہمیشہ دور رہے لہذا وہان کے رہنے والے بالکل خام بھی نہین رہسکتے غرضکہ ان لوگون کی حالت نہ احتراق کی ہو اور نہ خامی کی اور اعتدال کے یہی معنی ہین اور چوتھی اقلیم سے اس طرف اور اُس طرف یا تو احتراق کی کیفیت ہو اور یا خامی کی پہلی اور دوسری اور تیسری اقلیم مین احتراق ہو کیونکہ آفتاب ان لوگون کے ہمیشہ مسامت ہو اور چوتھی کے بعد ساتوین تک فجاجت اور خامی ہو کیونکہ وہان سے آفتاب ہمیشہ دور رہتا ہو اور جو جگہ حر مفرط اور برد مفرط کے درمیان ہو وہی معتدل ہو

غرضکہ شیخ وغیرہ کے نزدیک تمام جگہون سے زیادہ خط استواء معتدل ہی اور متقدمین اور امام وغیرہ کے نزدیک چوتھی اقلیم زیادہ معتدل ہی اور اسکے متعلق جو ضروری فوائد تھے اُنکو ہم نے کچھ ترجمہ اقسرائی مین لکھ دیا ہی اور جو دو ایک باتین اور باقی رہگئی تھین اُنکو یہان مقدمہ مین لکھدیا اور اسکے بعد ہمکو امید ہی کہ یہ مقام سمجھ مین آجائیگا اور نفس مسئلہ مین فی الجملہ بصیرت ہوجائیگی گو علم ہئیت کے نکات نہ معلوم ہون کیونکہ یہ باتین صرف علم ہیات کی بحث دوائر اور اقالیم کے اعتبار سے قطرہ از دریا اور مشتے نمونہ از خروارے ہی اسکے بعد مناسب ہوگا کہ ایک طبی فائدہ کو بھی ہم بطور خاتمہ کے یہان پر لکھ دین تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ یہ مقدمہ خاتمہ سے خالی ہی

خاتمہ۔ جس شخص کو یہ بات منظور ہو کہ اُسکی صحت بنی رہے اُسکو اول تو اسکا التزام کرنا چاہیے کہ جبتک بھوک اور پیاس کے مارے اُسکی حالت بیتابی کی نہوجاے اور تمام بدن مین ضعف نہ معلوم ہونے لگے اور ذرا توقف سے سر مین دوران کی سی کیفیت نہ پیدا ہوجاے اُسوقت تک نہ کوئی چیز کھاے نہ پانی پیے اور اس حالت کے بعد بھی اگر کھاے تو فقط اسقدر جس سے ضرورت رفع ہوجاے اور بھوک جاتی رہے نہ اتنا کہ تخمہ ہوجاے اور پیٹ اتنا بھرجاے کہ سانس لینے کی گنجایش نہ رہے ورنہ اس سے بیشمار مضرتون کے پیدا ہوجانے کا اندیشہ ہوتا ہی اور اگر دو ایک بار اس سے کوئی مضرت نہو تو غرہ نہوجاے کیونکہ مشہور ہی کہ اگر خطا راست آید باز خطاست بقراط سے کسی نے پوچھا کہ کسقدر کھانا چاہیے اُسنے جواب دیا فوق الجوع ودون الشبع یعنی بھوک سے زیادہ اور پیٹ بھرنے سے کم اور یہ بہت ہی سچا مقولہ ہی اور اس عمل در آمد مین نہایت سلامت ہی کیونکہ سارے بدن کا دارومدار معدہ پر ہی اُسکے بگڑجانے اور خراب ہوجانے سے ہزارون مضرتون کے پیدا ہوجانے کا خوف ہی کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

الٰہی زمن معدہٗ من مرنجان + دگر ہرچہ رنجید رنجیدہ باشد + آور جسوقت تک پیٹ مین کھانا موجود ہو اور سیری ہو اور کھانے کی طرف رغبت نہو تو ہرگز نہ کھاے آور اسکا بھی خیال رکھے کہ جسوقت زیادہ بھوک یا زیادہ پیاس ہو اُسوقت ایکہی دفعہ مین نہ کوئی چیز کھاے نہ پیے اسی طرح سخت ریاضت اور سخت حرکت اور مزاج پر گرمی غالب ہونے کے وقت بھی ایسا نہ کرے بلکہ تدریجاً اور آہستہ آہستہ اور تھوڑا تھوڑا کھاے پیے خاص کر جو کھانا ثقیل اور خلاف عادت یا نہایت گرم

مقدمہ اقسرائی

یا بہت سرد ہو یا پانی بہت گرم یا بہت سرد ہو کہ ان سب صورتون مین تو خاص کر اُسکو اسکا خیال
ضرور رکھنا چاہیے اور یہ کرنا چاہیے کہ اول کلی کرے ہاتھ منھ دھوے ایک دفع تسکین نہو تو دو تین بار
ایسا کرے اور اُس سے بھی تسکین نہ معلوم ہو تو ایک ایک گھونٹ پانی پیے آور جسوقت کھانا کھانے
بیٹھے تو کھانے کا برتن مُنھ کے سامنے رکھے اِس طرف اُس طرف نہ رکھے اور لقمہ چھوٹا اُٹھاوے
اور ایک ایک لقمہ کو خوب اچھی طرح چباے آور گرمیون مین کھانے مین زیادہ دیر نہ کرے بلکہ صبح ہی
کچھ نہ کچھ سرد کھانا کھالے اور جاڑون مین دن کے درمیانی حصہ مین کھاے اور گرم کھانا کھاے
اور برسات مین معتدل کھانا کھاے آور دن رات مین دو مرتبہ کھانا کھاے اور اگر اشتہا نہ معلوم
ہو تو صرف ایک مرتبہ بلکہ یہ زیادہ مناسب ہی کہ دو دن مین تین مرتبہ کھانا کھاے اس ترتیب سے
کہ اول روز صبح اور آخر نہار یا اول شب مین کھانا کھاے اور دوسرے روز وسط نہار مین اور
اسیطرح ہمیشہ التزام رکھے آور یہ بھی چاہیے کہ جب کھانا کھانے بیٹھے تو بہت دیر نہ لگاے اور نہ
بہت جلدی کرے بلکہ خوب اچھی طرح لقمون کو چبا چبا کر کھاے اور جب لقمہ کو نگلے تو بہت نرمی اور
ملائمت کے ساتھ نہ یہ کہ بدحواسی اور بے تمیزی سے کام لے اور کبھی ایسا بھی نہ کرے کہ پہلا
کھانا بغیر ہضم ہوے پیٹ مین موجود ہو اور تازہ کھانا کھالے کہ اس سے تداخل پیدا ہو جاتا ہی
اور سخت مضرت ہوتی ہی غرضکہ جبتک معدہ مین گرانی اور بوجھ موجود ہو کھانے کی طرف ہرگز رغبت
نہ کرے عام اس سے کہ وہ لطیف کھانا ہو یا کثیف جب اچھی طرح بھوک معلوم ہو اور پیاس لگے
اُسوقت کھانے پینے کی طرف ملتفت ہو اور جب کھانا کھانے بیٹھے تو جسوقت رغبت کچھ باقی ہو اُسوقت
ہاتھ کھینچ لے اور پہلے ہلکے کھانے کو کھانا شروع کرے اور ایک یا دو طرح کے کھانے سے
زیادہ نہ کھاے کیونکہ مختلف انواع کے کھانے کے ہضم کرنے مین طبیعت متحیر ہو جاتی ہی اسکے
بعد یعنی جب کھانا کھانے سے فراغت ہو جاے تو چہل قدمی ضرور کرے کہ چہل قدمی کر لینے سے
بدن صحیح و سالم رہتا ہی اور حواس درست رہتے ہین اور جو تدبیرین ہمنے کھانے کے متعلق بتائی ہین
اگر انپر عمل درآمد رہے تو آدمی خوب تندرست اور صحیح و سالم رہسکتا ہی اور زیادہ کھا لینے اور پیٹ
کے پُر کر لینے سے بدن مین گرانی اور ثقل اور بوجھ ہو جاتا ہی اور حواس مکدر اور کند ہو جاتے ہین اور
ہر قسم کے امراض کا ہجوم ہو جاتا ہی آور کھانے مین اسکا بھی خیال رکھے کہ گرم کھانا کھاتے ہی سرد

پانی بلا فاصلہ نہ پی لے بلکہ کچھ توقف سے پیے کیونکہ اس عمل سے کھانے مین تعفن اور بخارات پیدا
ہو جاتے ہین اور اس امر کا بھی خیال رکھے کہ لطیف چیز کھا کر کوئی کثیف غذا نہ کھاے مثلاً گوشت یا
شیرینی کے بعد خربزہ کھاے یا یہ کہ بطئی الہضم ردی الکیموس غذا بہ سریع الہضم صالح الکیموس غذا کھاے
کہ طبیعت اُس لطیف غذا اور سریع الہضم اور شیرین چیز کو جلد ہضم کر دیتی ہو اور جس غذا مین یہ بات
نہین ہو وہ ہضم ہونے سے باقی رہجاتی ہو اور اس سے گرانی اور ثقل اور امراض پیدا ہو جاتے ہین
اسیطرح اُن دو کھانون کو بھی ایک ساتھ نہ کھاے جو دونون گرم ہون یا دونون سرد ہون یا
دونون لیس دار ہون یا دونون نفاخ ہون یا دونون قابض ہون یا دونون غلیظ ہون یا دونون
مرخی ہون یعنی معدہ کو ڈھلا ڈھلا کرین اسی طرح چانولون کے بعد سرکہ نہ کھاے اور دہی
اور مولی اور مچھلی ایک ساتھ نہ کھاے اور دہی کے بعد اور مچھلی کھا کے مرغ کا گوشت نکھاے
اور مرغ کے گوشت کے ساتھ دودھ نہ کھاے اور مچھلی کے ساتھ دودھ نہ کھاے اور ہریسے کے
ساتھ انار نہ کھاے نہ میٹھا نہ کھٹا اور بکری کی سری کے ساتھ انگور نہ کھاے اور مسور اور
مونگ کی دال کے ساتھ سرکہ نہ کھاے اور خربزہ کے ساتھ شہد نہ کھاے اور شہد کے
ساتھ مویز منقے نہ کھاے اور خربزہ کے ساتھ آم نہ کھاے غرضکہ اسی قسم کی متضاد چیزین کو باہم
جمع نہ کرے اور اسکی اصل وجہ اقسرائی کے ترجمہ مین مفصل طور پر لکھ دی گئی ہو اسی طرح نمکین
کھانے کے بعد گرم پانی نہ پیے اور میوہ کے بعد ٹھنڈا پانی نہ پیے خاصکر اُس میوہ کے بعد جو
تر اور شیرین ہو اسی طرح گرم اور میٹھے کھانے کے بعد اور سونے کے بعد اور جماع کرنے کے
بعد اور حمام کرنے کے بعد اور ریاضت اور ورزش اور ہر سخت حرکت کے بعد اور نیند کے درمیان
اور نہار مُنھ اور حمام مین ہرگز ٹھنڈا پانی نہ پیے اور اس قسم کے کھانون اور میوون مین جمع
کر لینا بہت مناسب ہو کہ ایک کھانا دوسرے کھانے کا مصلح ہو جیسے شیرینی اور ترشی کہ
ہر ایک دوسرے کی مصلح ہو یا چکنی غذا اور نمکین اور تیز غذا کہ انکے آپس مین جمع کر لینے مین مضائقہ
نہین ہو بلکہ صرف ایک کے استعمال سے دونون کا کھانے مین اکٹھا کر لینا زیادہ مناسب ہو تاکہ
طبیعت کا تصرف اچھی طرح ہو سکے اور بعض لوگون کا یہ خیال ہو کہ ہر قسم کی دو غذاؤن کو جمع کر لینا
جائز ہو اور وہ اسکی دلیل یون پیش کرتے ہین کہ یا تو وہ دونون غذائین ایک دوسرے کی ضد ہونگی یا ان دونو

کی ایک ہی حالت ہوگی اگر دونون کی ایک ہی حالت اور ایک ہی سا اثر ہے تو گویا ایک ہی قسم کی غذاء
استعمال کی گئی مقدار سے کچھ زیادہ اور اگر ہر ایک غذاء دوسری غذاء کی ضد ہے تو ہر ایک غذاء دوسری
غذاء کی مضرت کو دفع کریگی اور تعدیل پیدا ہو جائیگی لہذا ہر دو غذاؤن کو جمع کرلینا جائز ٹھہرا مگر یہ
خیال صرف خیالی امر ہے اور یہ کلیہ بالکل وہم غلط ہے کہ دونون غذاؤن کے متضاد ہونے کی صورت
مین ہمیشہ ایک غذاء دوسری غذاء کی مضرت کو دفع کریگی اس کی کیا ضرورت ہے کہ خواہ مخواہ
ایک غذاء دوسری غذاء کی مضرت کو دفع ہی کیا کرے کیا یہ نہین ہو سکتا کہ وہ دونون غذائین
باہم ایسی تخالف ہون کہ کوئی کسی کی اصلاح نہ کر سکے اور ہر غذاء کا فساد دوسری غذا مین
سرایت کر جائے اور دونون بگڑ کر امراض پیدا کردین نہ کہ تعدیل اور ایسا ہوگا کہ کسی کا کوئی عضو آگ
سے جل گیا ہو اور اسپر سردی پہونچانے کی غرض سے برف رکھین تو خواہ مخواہ مضرت پیدا ہوگی
حالانکہ ان لوگون کے قول کے بموجب اس سردی سے اُس گرمی کو نفع ہونا چاہیے اور
جب دونون کی ایک حالت ہو یعنی دونون متشابہ ہون تب بھی اسکی ضرورت نہین کہ ان دونون
کے اجتماع سے کوئی خاص بات نہ پیدا ہو بلکہ ہوسکتا ہے کہ ان دونون کو کوئی خاص کیفیت
عارض ہو اور وہ موجب ضرر ہو کیونکہ ہر اجتماع اور ترکیب کو افرادی حیثیت سے امتیاز ہوتا ہے
اور اسکی ایک خاص کیفیت اور خاصیت ہوتی ہے جو علٰحدہ علٰحدہ اُسکے اجزا مین نہین ہوتی
غرضکہ یہ کوئی کلیہ نہین ہے بلکہ عادت اور قوت و ضعف اور لطافت و کثافت مزاج سے
اسمین تغیر اور فرق آسکتا ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اکمل واتم۔ الحمد للہ والمنہ کہ مقدمۂ اقسرائی بقدر
ضرورت یہان تک پورا ہو گیا ہر چند کہ بعض ضروری باتین جن کو طب سے بہت ہی قریب تعلق ہے
ابھی باقی ہین لیکن اصل کتاب کے بعض ضروری مقاصد کے لیے امید ہے کہ اسی قدر کافی
ہو جائے اور طالب علم اور شایق طب کو اور باتون کی ضرورت اور ہوس نہ رہے انشاء اللہ العزیز وہ
بقیہ ضروری امور کسی دوسری کتاب کے مقدمے مین لکھدیے جائینگے۔ والعاقل
تکفیہ الاشارۃ

بعون صناع ملکین ومکان وفضل خلاق زمین و آسمان

الحمد للہ والمنہ کہ اس زمان صحت اقتران مین کتاب مشہور عالم حاوی مسائل طبیہ اقسرائی شرح موجز کا اردو ترجمہ موسوم بہ



شرح



مترجمہ عالم المعی فاضل لوذعی جناب مولوی محمد ایوب صاحب اسرائیلی بنظر ثانی الحبر الاعظم والماہر المفخم جناب مولوی امیر علی صاحب مترجم فتاوی عالمگیری

مطبع نامی منشی نولکشور لکھنؤ مین بحسن و خوبی طبع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سب تعریفین اللہ تعالی ہی کے لیے ہین جو سب قسم کے عالمون کا پالنے والا ہے اور اُسکی رحمت کاملہ نازل ہو تمام انبیا سے افضل یعنی محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم اور اُنکی سب آل (اولاد) پر (مترجم کہتا ہی کہ بیان آل سے مراد آل معنوی ہی جو تمام اصحاب اور اتقیا کو بھی شامل ہی حدیث مین ہی آلی کل مومن تقی یعنی ہر مسلمان متقی میرا فرزند ہی) بعد ازان واضح ہو کہ علم طب ایک علم شریف ہی کیونکہ اس علم مین جس چیز کے حالات بیان ہوتے ہین (جسم انسانی) وہ چیز شریف ہی اور اسکی دلیلین قوی ہین اور اس علم کی احتیاج شدید ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ علم طب کی بزرگی پر یہ تین دلیلین بیان فرمائین اول یہ کہ بدن انسانی کو بزرگی ہی کیونکہ انسان اشرف مخلوقات ہی تو اسکا جز یعنی بدن بھی شریف ہی دوم یہ کہ اسکے دلائل مضبوط ہین کیونکہ حکمت عقلیہ سے لیے گئے ہین اور اکثر ایسے دلائل ہین جو تجربہ اور مشاہدہ سے حاصل کیے گئے ہین سوم یہ کہ اس علم کی حاجت بہ نسبت اور علوم کے زیادہ ہی کیونکہ نفس انسانی کو کمالات روحانی کے بلند مراتب تک پہونچنا جب تک تندرستی نہو مشکل ہی اور مثل مشہور ہی کہ بیمار کی راے بیمار ہی مریض کی فکر و راے ٹھیک نہین ہوتی (م) اور طب کے ساتھ مشتغل ہونے مین ایسا ثواب جزیل ہی جو حد بیان سے خارج ہی اسلیے کہ وہ متضمن ہی خدا تعالی کی رحمت کے اُن آثار کے اظہار پر جو وہ اپنے بندون پر مبذول رکھتا ہی اور اسلیے کہ یہ وسیلہ ہوتا ہی بندون کے نفوس سے اُنکے امراض دور کرنیکا (یہ چوتھی دلیل ہی) پس اسلیے مین نے اپنی تحصیل کے بعض زمانیکو اُسمین صرف کیا اور اپنے والد ماجد کی خدمت مین اُن مختصرات کو پڑھا جو اس علم مین مشہور ہین اور اکثر اُن

بڑی بڑی کتابون کا مطالعہ کیا جو مستغنی کر دینے والی ہین اور اکتفا نہین کیا اُس مقدار پر جسپر معصر اطبا اکتفا کرتے ہین اور وہ اتنی مقدار ہی جس سے وہ اپنی زندگی کے اسباب بہم پہونچاتے ہین اور اُسکو بادشاہون تک تقرب حاصل کرنیکا ذریعہ بناتے ہین بلکہ مین نے تحقیق کیا ہی اسکے قواعد کو اُس طریقے پر جو موافق ہی قواعد حکمت کے اور منجملہ اُن چیزون کے جو مین نے اپنے والد سے پڑھین **موجز القانون** ہی **حکیم محقق ابو الحسن قرشی** کی تصنیف سے جو معروف ہین **ابن النفیس** کے ساتھ پس مین نے ارادہ کیا کہ اُسکی شرح کرون اُسکے مسائل مشکلہ کے خیال سے بہ نظر افادۂ طلاب اور بغرض طلب ثواب پس مین نے یہ کتاب تالیف کی اور بیان کیا اُسمین مقاصد طب کو اور ثابت کیا اُسکے قاعدون کو اور جو کچھ مین نے اُسمین نقل کیا ہی وہ کتب معتبرہ ہی سے نقل کیا ہی جیسے قانون اور کامل اور حاوی اور حکیم فاضل نجیب الدین سمرقندی کے مؤلفات اور اُنھین کے مثل دوسری کتابین اور اسکا نام مین نے **حل الموجز** رکھا اسلیے کہ یہ حل کرتی ہی اُسکے مشکلات کو جو بمنزلۂ چیستان کے ہین اور مین اللہ تعالی ہی سے توفیق کا طالب ہون اُسی پر بھروسا کرتا ہون اور اُسیکی طرف رجوع کرتا ہون **مؤلف[1] کہتا ہی** تحقیق مرتب کیا مین نے اس کتاب کو چار فن پر **پہلا فن** طب کے دو جزون یعنی علمی و عملی کے قاعدون کے بیان مین ساتھ قول کلی کے (یعنی ایسے بیان کے ساتھ جو کسی خاص شخص اور کسی خاص مرض اور کسی خاص وقت کے ساتھ مخصوص نہو ۱۲ اسدیدی) **مین[2] کہتا ہون** قاعدہ ایک قضیۂ کلیہ ہی جو ایسے جزئیات پر منطبق ہو کہ اُن جزئیات کے احکام اُس قضیہ سے معلوم ہوسکین خواہ یہ جزئیات حقیقی ہون یا اضافی (یہان جزئی حقیقی اور جزئی اضافی کے وہی معنی ہین جو منطقی مراد لیتے ہین مثلاً زید و بکر وغیرہ حقیقی جزئی ہین جو انسان کلی کے تحت مین ہین اور انسان اگرچہ کلی ہی مگر باضافت حیوان کے جزئی ہی اسیطرح طب مین قیاس کرو مثلاً **حمی غب[3] خالصہ** کے تحت مین زید اور عمرو اور بکر کا حمی خالصہ مندرج ہی) اور جسکے نیچے جزئیات اضافیہ مندرج ہون اُسکی مثال نفس حمی ہی جسکے نیچے خالص اور غیر خالص دونون مندرج ہین لیکن قاعدہ کے حق مین یہ بات غیر ممکن ہی کہ جزئی حقیقی ہو لہذا شارح نے فرمایا اور اطبا جو قاعدہ کو کلی و جزئی کیطرف تقسیم کرتے ہین تو یہ دوسرے قاعدہ کے لحاظ سے ہی خواہ وہ اوپر ہو یا نیچے ہو (پس اوپر والا قاعدہ کلی ہوا اور ماتحت جزئی ہوا) خواہ وہ مافوق ہو یا ماتحت اور مراد لیتے ہین جزئی سے اس تقسیم مین جزئی اضافی کیونکہ کلی ہونا قاعدہ کی تعریف مین ماخوذ ہی پس قاعدہ کا جزئی حقیقی ہونا محال ہی اور ارادہ کرتے ہین قاعدۂ کلیہ سے وہ قاعدہ

[1] مؤلف سے مراد صاحب موجز یعنی ابن النفیس ہے ۱۲

[2] یعنی ابن ۱۲ [illegible] مین یعنی [illegible]

[3] حمی غب خالصہ کا بخار ہے جو ایک دن بیچ کر کے آتا ہے اور حمیات مین اُسکی توضیح دیکھلو ۱۲

جسکے نیچے کوئی قاعدہ مندرج ہو اور قاعدۂ جزئیہ سے وہ قاعدہ مراد لیتے ہین جسکے اوپر کوئی قاعدہ ہو کیونکہ اوپر والا قاعدہ بہ نسبت ماتحت کے کلی ہی اور قاعدہ ماتحت بہ نسبت عالی کے جزئی ہی اسکی مثال اُنکا یہ قول ہی علاج ہر مرض کا بالضد ہوتا ہی پس یہ قضیۂ کلیہ ہی جسکے نیچے ایک جزئی مندرج ہی اور وہ اُنکا یہ قول ہی کہ غب خالصہ کا علاج تبرید سے ہوتا ہی (اسکو خالص اسواسطے کہتے ہین کہ اسکا سبب خالص صفرا ہوتا ہی اور غب اسلیے کہتے ہین کہ باری سے آتا ہی) اور چونکہ فن اول کے قواعد باقی فنون کے قواعد کے اعتبار سے کلی تھے اسلیے مؤلف نے لفظ قول کو کلی کے ساتھ مقید کیا **مؤلف کہتا ہی** فن ثانی بیان مین ہی ادویہ و اغذیہ مفردہ[ع] و مرکبہ کے۔ فن ثالث اُن امراض کے بیان مین ہی جو ہر ہر عضو کے ساتھ مخصوص ہین اور اُن امراض کے اسباب اور علامات اور معالجات کے بیان مین۔ فن رابع اُن امراض کے بیان مین ہی جو کسی خاص عضو کے ساتھ مخصوص نہون (بلکہ تمام اعضا کو شامل ہون جیسے حمیٰ وغیرہ) اور ان امراض کے اسباب علامات و معالجات کے بیان مین۔ اور مین نے التزام کیا ہی اس کتاب مین اُن باتون کا جو معالجے کی بابت مشہور ہین دوائین اور غذائین اور قواعد استفراغ[م] وغیرہ کیونکہ وہ بارہا تجربے مین آ چکے ہین اور مختلف ازمنہ کے مزاجون سے متعلق ہو چکے ہین اور اللہ سے توفیق اور عصمت عن الخطا کا طالب ہون اور دوستون سے اس بات کا امیدوار ہون کہ میری لغزش کو محو کرین اور خلل کو دور کرین **مین کہتا ہون** اُس مرض کی مثال جو کسی خاص عضو کے ساتھ مخصوص ہو صداع[درد سر ۱۲] ہی کیونکہ یہ نہین ہوتا مگر سر مین اور اُس مرض کی مثال جو کسی عضو کے ساتھ خاص نہین ہی ورم ہی کہ یہ ہر عضو مین پیدا ہو سکتا ہی اور مصنف کا قول وغیرہا (لفظ استفراغات کے بعد) اشارہ ہی اُن معالجات کیطرف جو دستکاری سے متعلق ہین جیسے کیّ[داغ دینا ۱۲] اور فصد اور حجامت وغیرہ (کیونکہ یہ اعمال معالجات مین تو داخل ہین مگر ادویہ اور اغذیہ اور استفراغات سے خارج ہین) **مؤلف کہتا ہی۔** فن اول دو جملون پر مشتمل ہی **پہلا جملہ** طب کے جزء نظری کے قواعد کے بیان مین ہی اور اُسکے چار جزء ہین **پہلا جزء** جزء نظری کے اجزا مین سے امور طبیعیہ کے بیان مین ہی ساتھ قول کلی کے **مین کہتا ہون** لفظ قول کو کلی کے ساتھ مقید کرنیکا فائدہ گذشتہ بحث سے معلوم ہو سکتا ہی (یعنی اس بیان سے کہ فن اول کے قواعد مذکورہ باقی فنون کے قواعد کے اعتبار سے کلی ہین اور یہ دو جملے بھی فن اول کے ہین اسی لیے انمین بھی بحث بقول کلی ہوگی اور امور طبیعیہ کی اُس بحث سے احتراز ہو جاویگا جو علی الوجہ الجزئی واقع ہوتی ہی جیسے کہ خاص مرض یا خاص مریض کے اخلاط اور ارواح اور قوی اور افعال سے بحث کی جائے)

[ع] یعنی ادویہ اور اغذیہ دونون کی قید ہی لیکن اغذیۂ مرکبہ کو مصنف نے نہین ذکر کیا کیونکہ ادویہ مرکبہ پر قیاس کرنے سے معلوم ہو سکتی ہین ۱۲

[م] استفراغ سے مراد یہ کہ اسہال یا قے یا پسینہ یا فصد وغیرہ سے مادہ خارج کیا جاوے ۱۲

مؤلف کہتا ہی علم طب جزء نظری اور جزء عملی کیطرف منقسم ہی اور یہ دونون جزء علم و نظر ہین (یہ اس لیے کہا کہ کوئی یہ نہ کہے کہ علمی تعلم علم سے عبارت ہی اور عملی مباشرت عمل سے جو حقیقت مین علم طب سے مستفاد ہی اور عین طب نہین ہی کیونکہ طب علم ہونیکی وجہ سے کیفیات غیر محسوسہ مین داخل ہی اور مباشرت عمل نتیجہ کیفیت ہی اور محسوس ہی پس یہ اقسام طب مین نہین شمار ہوسکتا ہی اسواسطے مصنف نے کہا کہ عملی بھی علم ہی جسکی غایت اور متعلق کیفیت عمل ہی شیخ نے قانون مین کہا ہی کہ عملی اور نظری مین فرق یہ ہی کہ جس قسم کو ہم نظری کہتے ہین اُسمین بیان اصول و قواعد کا ہوتا ہی اور دوسری قسم جسے عملی کہتے ہین اُسمین بیان کیفیت مباشرت اور استعمال اُنھین قواعد کا ہوتا ہی پھر ایک کو نظری اور دوسری کو عملی قرار دینے سے مراد یہ ہی کہ قسم نظری وہ ہی جسکی تعلیم فقط مفید اعتقاد اور ادراک قواعد کے ہوتی ہی اور کیفیت عمل کے بیان سے تعرض نہین ہوتا اور عملی قسم مین مقصود یہ نہین ہوتا کہ بالفعل یہ عمل کرنا چاہیے یا مزاولت حرکات بدنیہ کی بالفعل اُسمین درکار ہی بلکہ اُسمین بیان ایک قسم کی راے اور تجویز کا ہوتا ہی کہ یہ تجویز اور راے متعلق بیان کیفیت عمل سے ہوتی ہی انتہے بقدر الحاجۃ) **مین کہتا ہون** طب یعنی وہ علم جو بدن انسان کے حالات سے بنظر حفظ صحت حاصلہ یا تحصیل صحت زائلہ بحث کرے (صحت ایک حالت ہی جسکی موجودگی مین افعال سلیمہ صاحب حالت سے صادر ہون) دو جزؤن کیطرف منقسم ہی ایک نظری دوسرا عملی اور اس انقسام کی وجہ یہ ہی کہ جو طب کا جزء ہی وہ علم ہی (کیونکہ طب خود علم ہی) اور ہر علم کے لیے ایک متعلق ہوتا ہی (یعنی جس چیز سے اُس علم کا تعلق ہوتا ہی) پس جزء طب کا متعلق یا کیفیت عمل نہوگا یا ہوگا جسکا متعلق کیفیت عمل نہو وہ نظری ہی جیسے کہ طب مین کہا جاتا ہی حمیات کی تین قسمین ہین (یومیہ خلطیہ دقیہ) اور مزاجون کی نو قسمین ہین (آٹھ خارج عن الاعتدال اور ایک معتدل) اور جسکا متعلق کیفیت عمل ہو وہ عملی ہی جیسے کہ طب مین کہا جاتا ہی کہ گرم ورمون پر ابتدا مین اُن چیزون کا لگانا چاہیے جو روادع ہین (روادع وہ ادویہ ہین جو اپنے قوت قبض اور سردی کی وجہ سے سیال خلطون کو عضو مؤوف پر گرنے نہ دین اور برودت پیدا کرین اور تکثیف مسامات کرین اور عضو مؤوف کو محفوظ رکھین) مگر یہ کہ (روادع کے استعمال سے) کوئی مانع پیش آجائے (مثلاً ورم کسی ایسے مادہ کی وجہ سے پیدا ہو جائے جسکو عضو رئیس نے عضو خسیس کی جانب دفع کیا ہو پس روادع کا استعمال اور حبس مادہ عضو رئیس کے لیے مضر واقع ہوگا) اور جزء نظری کو علمی بھی کہتے ہین اور دونون جزء علم ہین پہلے جزء کا علم ہونا تو ظاہر ہی اور دوسرے جزء کا علم ہونا اسلیے ہی کہ جو علم کیفیت عمل کے متعلق ہو وہ عین عمل نہین ہوتا

جیسے کہ رواد رع وغیرہ کا رکھنا جو حرکت بدنیہ ہی دیہ نفس عمل کی مثال ہی جو طب عملی نہین ہی بلکہ اسکی کیفیت کا
جاننا طب عملی ہی) اور مؤلف نے علم و نظر دونون لفظون کو جمع کیا ہی حالانکہ اس مقام پر دونون کے ایک ہی
معنی ہین با وجود اسکے دونون کا جمع کرنا بنظر زیادت توضیح ہی۔ اور ہمارا قول علمی و نظری دیا ہے نسبت کے
ساتھ) شی کی اپنے نفس کیطرف نسبت نہین ہی جیسے کہ اسکی طرف وہم جاتا ہی اس بنا پر کہ (جو علمی و نظری ہی) وہ
(بعینہ) علم و نظر ہی (لہذا نسبت علم کی اپنی ہی طرف لازم آئی اور یہ ناجائز ہی کیونکہ منسوب اور منسوب الیہ مین
نوع من التغایر ضروری ہی جیسے مکی مدنی وغیرہا) اسلیے کہ جزو اول (یعنی علمی یہان سے نسبۃ الشئ الی نفسہ
نہونیکی دلیل پیش کرنا مقصود ہی) اسکی غایت جزو ثانی (یعنی عملی) ہی اور جزو ثانی کی غایت عمل ہی (اس جواب
پر بعض اہل علم نے یہ شبہہ کیا ہی کہ قسم اول یعنی علم بالامور الطبیعیۃ وبالاحوال والاسباب وبالدلائل اسکی غایت
ان اشیا کا دریافت کرنا ہی فقط اور کوئی چیز نہین اور قسم ثانی یعنی علم بکیفیۃ حفظ الصحۃ وردہا اسکی غایت حفظ
ورد صحت ہی پس ایک قسم کی غایت دوسری قسم کیونکر ہوسکتی ہی ہان اتنا ضرور ہی کہ قسم ثانی کا جاننا قسم اول
کے جاننے پر موقوف ہی جیسے فروع کا جاننا اصول کے جاننے پر موقوف ہوتا ہی اور شی موقوف کو یہ کچھ ضرور
نہین کہ موقوف علیہ کی غایت اور غرض بھی ہو جیسا کہ شارح علیہ الرحمہ فرماتے ہین) کیونکہ قسم اول ایسے
قواعد اور اصول کے جاننے کا نام ہی جنکے ذریعہ سے قسم ثانی تک رسائی ہو (اور یہی معنی قسم ثانی کی غایت
ہونیکے ہین پس قسم اول کی غایت قسم ثانی ٹھہری) اور قسم ثانی ایسے قواعد کے جاننے کا نام ہی جنکے
ذریعے سے عمل تک رسائی ہو (پس قسم ثانی کی غایت عمل ہی) پس جیسے نسبت کیگئی ہی قسم ثانی (یعنی عملی)
اپنی غایت (یعنی عمل) کی طرف (اسیطرح) منسوب ہی قسم اول (یعنی علمی) اپنی غایت (یعنی عملی) کیطرف (کیونکہ
وہ بھی علم ہی جیسا کہ معلوم ہوچکا) تاکہ دونون (قسمون) مین تفرقہ (نی الجملہ بھی) ہوجاوے اور جب ایسا
ہی تو (قسم اول یعنی علمی مین) منسوب اور علم مخصوص ہوا اور منسوب الیہ دوسرا علم مخصوص اب نسبت (مذکورہ)
مین کسی قسم کا فساد نہین (لازم آتا) ہی **مؤلف کہتا ہی** نظری کی چار قسمین ہین جاننا امور طبیعیہ کا
جاننا بدن انسان کے حالات کا جاننا اسباب کا جاننا دلائل کا **مین کہتا ہون** قریب آتا ہی ذکر
اس مضمون کا جس سے یہ الفاظ حل ہوجائینگے **مؤلف کہتا ہی** امور طبیعیہ سات ہین **مین کہتا ہون**
امور طبیعیہ یہ ہین۔ ارکان (اربعہ آگ پانی ہوا مٹی) اور مزاج اور اخلاط اور اعضا (بسیطہ و مرکبہ) اور ارواح اور قوی (قوای
طبعیہ قوای حیوانیہ قوای نفسانیہ) اور افعال (ان سب امور کی تفصیل عنقریب آتی ہی صرف اتنا معلوم کرلینا چاہیے

عہ اس شبہہ کا جواب یہ بھی ہوسکتا ہی کہ منسوب تو علم مخصوص ہی اور منسوب الیہ علم مطلق کیونکہ نظری کی غایت مطلق عمل ہی قطع نظر اسکے کسی خاص علم کی یا کسی خاص اعتقاد [illegible]

کہ طبیب کو ان امور کی ضرورت کسواسطے واقع ہوتی ہے اسلیے ہم اس مقام پر شیخ کا کلام تھوڑی سی
تفصیل کے ساتھ نقل کیے دیتے ہین ۔ چونکہ علم طب مین بدن انسان کے حالات سے بنظر حصول صحت
و زوال صحت بحث ہوتی ہے اور ہر چیز کا علم جبھی پورا ہوتا ہے جب اُس چیز کے اسباب جان لیے جائین بشرطیکہ
اُس چیز کیواسطے واقع مین کچھ اسباب ہون اسی جہت سے طب مین اس بات کی ضرورت ہے کہ اسباب صحت و
مرض پہلے دریافت کر لیے جائین ۔ صحت و مرض کے اسباب ظاہر بھی ہوتے ہین اور پوشیدہ بھی جنکو حس نہین
دریافت کر سکتی بلکہ عوارض سے اسباب پر استدلال عقلی کیا جاتا ہے تب اُن اسباب خفیہ کا علم ہوتا ہے اسلیے ان
عوارض صحت و مرض کا پہچاننا بھی طبیب پر ضروری ہوتا ہے ۔ علوم حکمیہ مین یہ بات بھی ثابت ہوئی ہے کہ جس شی کا
ادراک اُسکے اسباب اور مبادی پر موقوف ہوتا ہے اُسپر اسباب اور مبادی کا علم مقدم ہوتا ہے اور اگر اُس شی کیلیے
مبادی اور اسباب نہون یا نہ معلوم ہو سکین تو اُسکے عوارض ذاتیہ اور لوازم کے ادراک سے اُس شی کا علم پورا ہوجاتا
ہے ۔ اسباب کی اسمقام پر چار قسمین ہین مادیہ[1] صوریہ[2] فاعلیہ[3] غائیہ[4] اسباب مادیہ تو وہ ہین جنسے صحت یا مرض حاصل
ہو خواہ حصول اُسکا بوضع قریب ہو جیسے عضو یا روح اور یا بوضع بعید ہو جیسے اخلاط یا اس سے بھی زیادہ بعید
جیسے ارکان اربعہ ۔ اسباب فاعلیہ صحت و مرض کی دو قسمین ہین ۔ مغیرہ[1] و حافظہ[2] ۔ مغیرہ وہ چیزین ہین جو کیفیات
اور حالات بدن انسانی کو متغیر کرتی ہین اور حافظہ وہ چیزین ہین جو بدن انسان کی حفاظت کرتی ہین خواہ
ہواؤن کی قسم سے ہون یا وہ چیزین ہون جو عنصر ہوا کے قریب ہین جیسے کھانے پینے کی چیزین اور جو قریب المزاج
ان چیزون کے ہو خواہ استفراغ یا احتقان اور اسی قسم کی مفید چیزین خواہ حرکات بدنیہ خواہ حرکات و سکنات
نفسانیہ جیسے خواب و بیداری وغیرہ اسباب صوریہ صحت و مرض کے وہ قوتین ہین جو بعد حاصل ہونے مزاج
کے حادث ہوتی ہین اور بعد ترکیب کے پیدا ہوتی ہین ۔ اسباب غائیہ وہ افعال ہین جو بدن انسان سے
صادر ہوتے ہین جنکی شناخت مین معرفت قویٰ اور معرفت اُن ارواح کے جو حامل قویٰ ہین داخل ہے یہ جتنے
موضوعات بیان کیے گئے فقط اس نظر سے موضوع قرار دیے گئے ہین کہ علم طب بیان کرتا ہے کہ بدن انسان
کیونکہ صحیح رہتا ہے اور کیونکر مبتلاے امراض ہوجاتا ہے اس تھوڑی سی تفصیل سے جو اوپر بیان کی گئی اس سے
ہمکو اجمالاً اسقدر دریافت ہو گیا کہ علم طب مین اتنی چیزون پر نظر کیجاتی ہے ارکان مزاج اخلاط اعضاے بسیطہ
و مرکبہ ارواح قویٰ طبعی حیوانی نفسانی افعال ۔ حالات بدنیہ اور ان حالات کے اسباب ماکولات و مشروبات
یا ہوائین یا مخصوص بلاد و مساکن اور استفراغ اور احتقان اور صناعات اور عادات اور حرکات بدنی و نفسانی

علی ہذا اور امور غریبہ انتہے خلاصتہ کلام الشیخ ابی علی بقدر الحاجۃ فلنتکلم فیما نرید فال الش) امور طبیعیہ کی اس طرح
تعریف کیگئی ہو کہ وہ مبادی ہین جنپر بدن کا وجود موقوف ہو اور اُنھین سے بدن کا قوام ہوتا ہو اور اگر فرض کر لیا
جائے کہ کوئی ایک اُن مبادی مین سے نہین ہو تو بدن کے لیے وجود نہو ہرگز (اسلیے کہ انقطاع ایک جزو کا بھی
مستلزم ہو انقطاع کل کو) اور طبیعت ایک قوت ہو جسکی شان سے یہ بات ہو کہ ذو الطبیعت کے کمالات کی حفاظت
اور نگہداشت کرے یہ تعریف مؤلف سے منقول ہو اور بعض یہ کہتے ہین کہ طبیعت وہ چیز ہو جو مبدء اول ہو جسم کے
حرکت اور سکون کا بالذات اور امور طبیعیہ مذکورہ طبیعت کی طرف اسلیے منسوب ہین کہ یا تو طبیعت وہ مادہ ہو اُس چیز
کیلیے جسمین وہ ہو اور وہ ارکان اور اخلاط اور اعضا اور ارواح ہین اور یا صورت ہو اور وہ مزاج اور قویٰ ہین
کیونکہ مزاج صور آلیہ ہو اور قویٰ صور ثانیہ اور یا غایت ہو اور وہی افعال ہین اور بعض نے کہا ہو کہ ارکان اور
اخلاط اور اعضا اور ارواح طبیعت کے لیے بمنزلہ مادہ کے ہین اور امزجہ اور قویٰ طبیعت کے لیے بمنزلہ صورتون
کے ہین اور اطبا نے افعال کو قویٰ کے ساتھ ملحق کر دیا ہو کیونکہ قوت اور فعل مین بہت بڑا تعلق ہو اسلیے کہ
قوتین مؤثر ہین اور افعال اُنکے آثار ہین) **مؤلف کہتا ہو** ایک اُن امور طبیعیہ مین سے ارکان ہین اور
وہ چار ہین آگ[۱] اور وہ گرم و خشک ہو اور ہوا[۲] اور وہ گرم و تر ہو اور پانی[۳] اور وہ سرد و تر ہو اور زمین[۴] اور وہ
سرد و خشک ہو **مین کہتا ہون** آگ کی حرارت پر یہ دلیل ہو کہ جو آگ دن رات ہمارے برتاؤ مین ہو اُسکی
گرمی کو ہم قوای حسیہ کے ذریعے سے دریافت کرتے ہین پس جو بسیط ہو وہ حرارت کے ساتھ (بہ نسبت
اس آگ کے) زیادہ لائق ہو اسلیے کہ وہ خالص ہو اور کسی مانع حرارت کا وہان شائبہ نہین ہو) اور اُسکی
یبوست اور خشکی پر یہ دلیل ہو کہ وہ مختلف شکلون کو آسانی سے نہین قبول کر سکتی اگر وہ شکلون کو آسانی
سے قبول کر سکتی تو یہ بات آسان ہوتی کہ آگ سے کوئی شکل شش پہل یا ہفت پہل (یا ہشت پہل بن سکتی)
جیسے کہ ہوا اور پانی کی شکل شش پہل یا ہفت پہل برتنون مین رکھنے سے برتن کے موافق بنجاتی ہو اور
حالانکہ ایسا پایا نہین گیا (یعنی آگ کا شکلون کو قبول کر لینا) کیونکہ آگ کی شکل نہین ہوتی مگر صنوبری[عہ] صورت
پر اور اسی لیے نہین بھر سکتی آتشدان کے فضا کو (جیسے ہوا اور پانی برتن کے فضا کو بھر دیتا ہو) اور اُسکی ایسی
شکل نہین قبول کر سکتی ۔ اور ہوا کی گرمی پر یہ دلیل ہو کہ اگر وہ سرد ہوتی تو ثقیل اور کثیف ہوتی کیونکہ برودت
علت ہو ثقل اور کثافت کی (حالانکہ ہوا بہ نسبت پانی اور مٹی کے اخف اور الطف ہو) اور جو ہوا کہ ہمارے
بدنون کو محیط ہو وہ آفتاب کی دوری کے وقت جو ہمکو سرد محسوس ہوتی ہو اُسکی وجہ یہ ہو کہ جو بخارات زمین اور

عہ صورت صنوبریہ



پانی سے مرتفع ہوتے ہین وہ اُس ہوا کو ٹھنڈا کر دیتے ہین (اسلیے کہ وہ خود ٹھنڈے ہوتے ہین) کیونکہ اُن بخارات کا ارتفاع
گو اُس حرارت کی وجہ سے ہوتا ہی جو آفتاب کی تاثیر سے پیدا ہوتی ہی لیکن اُنکی گرمی دور ہو جاتی ہی موضع انعکاس یعنی سطح زمین
سے بعید ہونیکے وقت (سطح زمین کو موضع انعکاس اسلیے کہتے ہین کہ آفتاب کی شعاعین زمین پر پڑکر پھر پلٹتی ہین) پس وہ
خود بھی ٹھنڈے ہو جاتے ہین اور ہوا کو بھی ٹھنڈا کر دیتے ہین اور اسی لیے بخارات کا جتنا ارتفاع بڑھتا جائیگا اُنمین برودت
زیادہ پیدا ہوتی جائیگی بخار کی حرارت کم ہو جانیکی وجہ سے اور ہوا کا بخارات کیوجہ سے سرد ہونا اُس مسافت تک ہی جہانتک بخار
پہونچسکتا ہی (یعنی سترہ فرسخ) اور اسکے اوپر ہوا حار بالطبع ہی اور باقی (یعنی ہوا کا مرطوب ہونا اور پانی کا سرد و تر ہونا اور مٹی کا سرد و خشک
ہونا) واضح ہی (ہوا کی رطوبت پر یہ دلیل ہی کہ وہ مختلف شکلونکو آسانی قبول بھی کر سکتی ہی اور بسہولت چھوڑ بھی سکتی ہی اور پانی
کی برودت پر یہ دلیل ہی کہ جو اسباب پانی کے گرم کر دینے والے ہین اگر وہ ہٹا لیے جاوین تو پانی ٹھنڈا ہو جاتا
ہی اگر اسکی طبیعت سرد نہوتی تو بعد زوال قاسر کے سردی کیطرف عود نہ کرتا اور اسکی رطوبت پر وہی دلیل ہی جو رطوبت
ہوا کو ثابت کرتی ہی۔ اور مٹی کی سردی پر بھی وہی دلیل ہی جو پانی کی رطوبت کو ثابت کرتی ہی اور مٹی کی خشکی پر یہ
دلیل ہی کہ اُسکی شکلون کے قبول کرنے اور بعد قبول کے ترک کرنے مین تھوڑی دشواری ہی جو بہ نسبت ہوا اور پانی
کے سمجھ مین آسکتی ہی) اور ان ارکان کے ان کیفیات اربعہ سے متصف ہونیکے یہ معنی ہین کہ مثلاً اگر آگ
کی نفس طبیعت پر نظر کیجائے اور تمام خارجی عوارض سے قطع نظر کرلیجائے تو ہم اُسمین ایک خالص حرارت پاتے
ہین جسمین قطعاً برودت کا شائبہ بھی نہین (اسی پر باقی ارکان کی کیفیات کا بھی قیاس کیا جائے) اور یعنی
آگ کی حرارت اور بات ہی اور اطبا کا قول سونٹھ گرم ہی یہ اور بات ہی (یعنی اس حرارت اور اُس حرارت مین فرق
ہی آگ کی حرارت طبعی ہی اور سونٹھ کی حرارت مزاجی ہی یعنی یہ جب بدن انسان مین پہونچتی ہی اور حرارت غریزی
سے منفعل ہوتی ہی تو بدن کو کیفیت حرارت سے متکیف کر دیتی ہی) **مؤلف کہتا ہی** دوسرا امر طبعی مزاج ہی
مین کہتا ہون مزاج بھی باب مفاعلت کا مصدر ہی جیسے ممازجت (اور معنی مصدری سے)
نقل کیا گیا ہی اُس خاص کیفیت کی طرف جسکا بیان آتا ہی کیونکہ اُس کیفیت کے حدوث کا مزاج ہی
(بالمعنی المصدری) سبب اور منشا ہی اور اُسکی تحقیق یہ ہی کہ جب اجزاء عناصر چھوٹے چھوٹے ہو جائین اور باہم
پیوست ہو کر ایک دوسرے سے مس کرین پس اسمین شک نہین ہی کہ اُنکی کیفیات کا غلبہ ٹوٹ جاتا ہی اور یہ
اس وجہ سے کہ اس جگہ فعل اور انفعال حاصل ہوتا ہی۔ اور حصول فعل و انفعال یا تو اس طریقے سے
ہوگا کہ ہر کیفیت دوسری کیفیت مین جو اُسکی ضد ہی اثر کرے اور کیفیت ہی اثر قبول کرے (یعنی کیفیت ہی

ع۔ کیونکہ مزاج ایک اوزان مین سے ایک وزن فعال بکسر الفاء بھی ہو جیسے نزاع وقتال وغیرہ

فاعل ہو اور کیفیت ہی منفعل ہو) طبیبون کے یہان یونہین مشہور ہی اور یا اس طریقے سے کہ فاعل تو صورت ہو
کیفیت کیواسطے سے (یعنی وہ صورت نوعیہ جو کیفیات کا سبب ہی) اور اثر قبول کرنے والا مادہ ہو (یعنی وہ
مادہ جو کیفیات کا حامل ہی) اور یہ مذہب حکما کا ہی اور یا اسطریقے پر کہ فاعل تو کیفیت ہو اور منفعل مادہ ہو
اور یہ بعض متاخرین کا مختار ہی اور امام رازی نے مذہب اطبا کو اسطرح باطل کیا ہو (کہ اگر کیفیات ہی فاعل اور
کیفیات ہی منفعل ہون تو) انکسار ایک کیفیت کا دوسری کیفیت سے یا پیشتر ہوگا دوسری کیفیت کے پہلی
کیفیت سے منکسر ہونے پر (مثلاً آگ کی حرارت قبل اسکے کہ پانی کی برودت کو توڑے پانی کی برودت سے
ٹوٹ چکی ہو اور ٹوٹنے کے بعد برودت مین اپنا اثر کرنا چاہیے) تو مکسور کا سر ہو جائیگا اور یہ محال ہی (کیونکہ
جو ٹوٹ چکا اُسمین توڑنیکی قابلیت کہان رہی) اور یا پیشتر نہو (بلکہ کسر اور انکسار دونون کیفیتون کا ایک
ساتھ ہو) اور یہ تو ضرور ہی کہ کاسر کو منکسر کے انکسار کے وقت موجود رہنا چاہیے (کیونکہ جو منکسر ہی وہ
معلول ہی اور کاسر اُسکی علت ہی اور معلول کا وجود بدون علت کے ممتنع ہی) تو لازم آئیگا کہ دونون
کاسر ایسی حالت مین باقی ہون کہ اُس حالت مین وہ باقی نہین ہین (کیونکہ ایک ہی وقت مین دونون
کاسر اور دونون منکسر ہین تو دونون کا کاسر ہونا دونون کے باقی رہنے کو چاہتا ہی اور دونون کا منکسر
ہونا دونون کے عدم بقا کو پس دونون باقی ہوے ایسی حالت مین کہ دونون باقی نہین ہین) اور یہ محال
ہی اور دوسرا احتمال بھی (یعنی مذہب حکما) واضح نہین ہی اسلیے کہ گرم پانی جب ٹھنڈے پانی سے لایا جاوے
اور نیمگرم پانی حاصل ہو پس دو صورتین نوعی اس مقام پر نہین ہین (بلکہ اس جگہ صرف نیمگرم پانی کی صورت
نوعیہ ہوگی جو دو متوافق صورتون سے حاصل ہوئی ہی حالانکہ جب دو کاسر ہین تو دو نوعی صورتونکی ضرورت
ہی) بار خدایا مگر یہ کہ مراد ہو (مذہب حکما مین) صورت سے مطلق صورت (جو صورت شخصیہ کو بھی شامل ہی اب
یہ شبہہ خلط مائین کا وارد نہوگا کیونکہ ما ر قاترین دو متخالف صورتین فی الجملہ موجود ہین کیونکہ ہر ہر پانی
کی صورت شخصیہ علیحدہ ہی جو خاص اُسیکے ساتھ قائم ہی لیکن یہ تاویل ٹھیک نہین ہی کیونکہ مقصود تو یہ ہی
کہ اختلاف نوعی ثابت کیا جاوے اور یہان اختلاف شخصی ثابت ہوتا ہی) پس تیسرا احتمال باقی رہا (یعنی
جو مختار بعض المتاخرین ہی) اور گو ممکن ہی امام رازی کے شبہہ کا دفع کرنا لیکن دقت سے خالی نہین
(امام رازی کے شبہہ کو کئی طرح سے دفع کیا گیا ہی ایک جواب تو یہ ہی کہ اُنکے شبہہ کا مدار اس امر پر ہی
کہ نفس کیفیت ہی کاسر ہی اور نفس کیفیت ہی منکسر ہی اور ظاہر مین مذہب اطبا کے بیان مین یہی عبارت

نقل بھی کیجاتی ہی جسکے ظاہر پر شبہہ کا ورود یقینی ہی لیکن جو تفصیلین اس عبارت کی کتب قوم مین آئی ہین اُنسے یہ شبہہ دفع ہوسکتا ہی اور وہ تفصیل یہ ہی کہ کاسر نفس کیفیت ہی اور منکسر شدت الکیفیت ہی اور وہ ایک عرض ہی جو کیفیت مین حال ہی اور کیفیت کے مغائر ہی جیسے حرکت کے لیے سرعت اور اسکی مغایرت پر دلیل یہ ہی کہ جب نہایت سرد پانی کسی وجہ سے ایسا خنک نرہے جیسا کہ تھا تو اُسکو اِسحالت مین بارد کہسکتے ہین گو شدید البرودت نہین اور یہی شدت منفعل ہی اور جس کیفیت کے ساتھ یہ شدت قائم ہی وہ اپنی ضد مین فاعل ہی پس فاعل اور ہی اور منفعل اور ہی اب امام رازی کا شبہہ نہین وارد ہوگا خواہ دونون انکسار ایک ساتھ ہون خواہ دونون مین تقدم و تاخر ہو اِس مقام پر بعض علما نے لکھا ہی کہ یہان چار احتمال سمجھ مین آسکتے ہین ایک تو یہ کہ نفس کیفیت ہی فاعل ہو اور نفس کیفیت ہی منفعل ہو اور یہ باطل ہی دوسری صورت یہ ہی کہ نفس شدت ہی فاعل ہو اور نفس شدت ہی منفعل ہو اور یہ بھی باطل ہی اور ان دونون صورتون کے بطلان کی وہی وجہ ہی جو امام رازی سے منقول ہی اور تیسری صورت یہ ہی کہ شدت کیفیت فاعل ہو اور کیفیت منفعل ہو اور یہ بھی صریح البطلان ہی کیونکہ جو کیفیت منفعل ہی اسمین شدت کہان باقی رہی جو دوسری شدت مین اثر کرسکے اور چوتھی صورت یہ ہی کہ کیفیت فاعل ہو اور شدت کیفیت منفعل ہو یہی صورت ٹھیک ہی اور امام رازی کے شبہہ کو دفع کرسکتی ہی اور شارح حکمت العین نے اس بات کو تسلیم کرکے کہ کیفیت ہی فاعل اور کیفیت ہی منفعل ہی امام رازی کے شبہہ کو یون دفع کیا ہی کہ جب دونون ضدون مین مقاومت اور تصادم واقع ہو تو جائز ہی کہ دونون مین ایک قسم کا کلال اور ضعف پیدا ہو جسکے بعد دونون معًا منکسر ہوجائین اب نہ مغلوب کا غالب ہونا لازم آتا ہی اور نہ کاسرین کا باقی رہنا عدم بقا کی حالت مین آور بعض لوگون نے اس شبہہ کا جواب یون دیا ہی کہ امام رازی نے شبہہ کی دوسری شق مین جو یہ بات کہی ہی کہ کاسر کو انکسار منکسر کیوقت موجود ہونا چاہیے یہ صحیح نہین ہی کیونکہ وجود معلول کے لیے وجود علت کی ضرورت ہی بقار علت کی ضرورت نہین جیسے گرم پانی کہ اُسکی گرمی آگ کے ہٹا لینے کے بعد بھی باقی رہتی ہی لیکن میرے نزدیک یہ جواب بالکل پادرہوا ہی شاید اس مجیب کے نزدیک اثر دفعی اور اثر تدریجی مین کوئی فرق نہین ہی حالانکہ اصل بات یہ ہی کہ جو آثار دفعی ہین اُنکے لیے یہ بات ضروری ہی کہ علت اُس اثر کے وقت موجود ہو اور آثار تدریجیہ مین اس امر کی ضرورت نہین ہی اور یہی وجہ ہی کہ پانی کی گرمی دیر تک باقی رہتی ہی کیونکہ جیسے تدریجًا وہ گرمی اس پانی مین پیدا ہوئی ہی اسیطرح تدریجًا دفع بھی ہوگی بخلاف انکسار وغیرہ مفاہیم دفعیہ کے کہ یہ وقت تاثر کے

وجود علت کے محتاج ہین جیسا کہ تھوڑے تامل سے یہ بات بخوبی سمجھ مین آسکتی ہی۔ اور بعض نے اسکا جواب یون دیا ہی کہ یہ بات کچھ ممتنع نہین ہی کہ کسر اور انکسار ایک چیز مین ایک ہی آن مین جمع ہو جائین اسطرح کہ یہ آن کسر کی نہایت ہو اور انکسار کی بدایت ہو جیسے کہ کوئی جسم ایسا ہو کہ جسکے دو حصے ہون ایک سفید ایک سیاہ اور وہ دونون حصے ایک خط پر ملین پس یہی خط ایک کی بدایت ہی اور دوسرے کی نہایت ہی واللہ اعلم بالصواب) اور انکسار کے حاصل ہو جانے کے بعد خواہ جس طریقے سے ہو ایک کیفیت پیدا ہوتی ہی جو مرکب کے تمام اجزا مین متشابہ اور یکسان ہوتی ہی اُسی کیفیت کا نام مزاج ہی اور تشابہ اجزا کے یہ معنی ہین کہ مثلاً وہ جزء ناری جو اس مرکب مین اپنی صورت نوعیہ کے ساتھ پایا جاتا ہی اُسکی گرمی جاتی رہنے کے بعد اُسمین ایک ایسی کیفیت پیدا ہوتی ہی جو اُس کیفیت کے مانند ہی کہ اس جزء مائی مین موجود ہی جو اسی مرکب مین اپنی صورت نوعیہ کے ساتھ پایا جاتا ہی جب گرم کیا جائے امام رازی نے اپنی کتاب مباحث المشرقیہ مین اسکو ذکر کیا ہی (حاصل یہ کہ تشابہ کے معنی امام کے نزدیک اتحاد نوعی کے ہین) اور بعض کہتے ہین کہ تشابہ سے حس لمس مین موافق ہو جانا مراد ہی اس معنی کر کہ جزء ناری کے ساتھ تو حرارت قائم ہی اور جزء مائی کے ساتھ برودت لیکن دونون مین کوئی تفاوت حسی نہین ظاہر ہوتا جیسے سکنجبین (یعنی سرکے کی) کہ سرکہ کے ساتھ ترشی قائم ہی اور شہد کے ساتھ شیرینی لیکن مجموعہ کے لیے ایک ایسی کیفیت حاصل ہوگئی ہی جسنے ان دونون کیفیتون کو چھپا لیا ہی حتیٰ کہ کسی کیفیت کا حسًا امتیاز نہین باقی رہا (یعنی حس ذوق مین) **مؤلف کہتا ہی** مزاج کی نو قسمین ہین ایک معتدل (اور آٹھ غیر معتدل جنکا بیان آگے آتا ہی) اور لفظ معتدل تعادل سے مشتق نہین ہی (یعنی اعتدال سے جو تعادل کے ہم معنی ہی) جسکے معنی تکافو کے ہین (یعنی صورت نوعیہ مین سب اجزا کا متساوی ہونا) اور ایسا معتدل موجود نہین ہی بلکہ وہ مشتق ہی عدل فی القسمت سے (عدل فی القسمت کے یہ معنی ہین کہ ہر صاحب حق کو اُسکا حق پورا پہونچا دیا جائے اس اشتقاق کی وجہ آگے چلکر بیان ہوگی) اور غیر معتدل یا مفرد ہی اور اُسکی چار قسمین ہین گرم سرد خشک تر اور یا مرکب ہی اور وہ بھی چار ہین گرم خشک گرم تر سرد خشک سرد تر **مین کہتا ہون** کہ مزاج معتدل ہی یا غیر معتدل ہی اور معتدل مین دو صورتین ہین اول تو یہ کہ اعتدال کی تفسیر کیجائے اسطرح کہ حرارت برودت کے مساوی ہو اور رطوبت یبوست کے اس حیثیت سے کہ جو عناصر ان کیفیات کے حامل ہین اُنکا میل اپنے مکانون کیطرف برابر ہو اور اس معتدل کو معتدل حقیقی کہتے ہین اور غیر معتدل اس معنی کر آٹھ قسمون مین منحصر ہی کیونکہ اُسکا خارج ہونا اعتدال سے یا صرف ایک کیفیت مین ہوگا

اور اسکی چار قسمین ہین ایک تو وہ کہ اعتدال سے خارج ہو فقط حرارت مین اور وہ حار ہی یا صرف رطوبت مین اور وہ رطب ہی یا صرف برودت مین اور وہ بارد ہی یا صرف یبوست مین اور وہ یابس ہی اور یا اسکا اعتدال سے خارج ہونا دو کیفیتون مین ہوگا اور یہ خروج دو متضاد کیفیتون مین تو ہو نہین سکتا (ورنہ اجتماع ضدین لازم آئیگا) بلکہ یا تو حرارت اور یبوست مین ہوگا اسکا نام حار یابس ہی یا حرارت اور رطوبت مین اسکا نام حار رطب ہی یا برودت اور رطوبت مین اسکا نام بارد رطب ہی یا برودت اور یبوست مین اسکا نام بارد یابس ہی پہلی تقسیم کی چارون قسمین مفرد کہلاتی ہین اور دوسری تقسیم کے چارون اقسام مرکب۔ اور طبیب لوگ مزاج کی تقسیم معتدل اور غیر معتدل کیطرف اس معنی کر نہین کرتے کیونکہ یہ لوگ اُن مزاجون سے بحث کرتے ہین جنکا خارج مین وجود ہی اور معتدل بالمعنی المذکور (یعنی کیفیات چہارگانہ کا اس طریقے سے کمًا و کیفًا متساوی ہونا کہ ہر عنصر حال کا میل اپنے حیز اور مکان کی طرف برابر ہو) خارج مین موجود ہو نہین سکتا (گو قسمت عقلیہ کے اعتبار سے ذہن مین اُسکا وجود ہو) اور اُسکے امتناع پر یہ دلیل ہی کہ اگر وہ خارج مین موجود ہوگا تو دو حال سے خالی نہین ہی یا اس مرکب کو (یعنی جو معتدل حقیقی ہی) کسی مکان کیطرف بالطبع میلان ہوگا یا نہوگا دونون شقین نہین ہوسکتین دوسری کا نہو سکنا تو ظاہر ہی کیونکہ کوئی جسم (سوائے فلک الافلاک کے) ایسا نہین موجود ہوسکتا جسکا میل کسی مکان کیطرف نہو (کیونکہ یہ مسئلہ فن حکمت مین ثابت ہوچکا ہی کہ کل جسم سوی المحدد فلہ حیز طبعی) پس نفیسی کے بعض محشیون کا یہ کہنا کہ لانسلم ان المرکب یکون لہ مکان طبعی نعم یکون للبسیط مکان طبعی اھ بالکل غلطی ہی اور پہلی شق اسلیے باطل ہی کہ اگر اس ممتزج کیلیے کسی مکان طبعی کیطرف میلان ہوگا تو اس سے خالی نہین کہ یا یہ وہی مکان ہی جو اُسکے کسی بسیط کا بھی مکان ہی یا کوئی اور دوسرا مکان ہی جسکے ساتھ بسائط کو کوئی علاقہ نہین ہی۔ دوسری شق باطل ہی کیونکہ یہ بات ثابت ہی کہ مرکب کیلیے ماورا اپنے بسائط کے کوئی اور مکان نہین ہوا کرتا (یعنی دونون کا مکان ایک ہی ہوتا ہی) ورنہ (یعنی اگر مرکب کیلیے مکان بسائط کے علاوہ کوئی اور مکان ہو تو) مرکب کے حدوث سے قبل خلا لازم آئیگا (کیونکہ بسائط کا تو وہ مکان نہین اور مرکب قبل حدوث معدوم ہی پس وہ متمکن سے خالی رہا حالانکہ خلا محال ہی جیسا کہ فلسفہ مین ثابت ہوچکا ہی) اور اسیطرح (شق) اول (بھی باطل ہی یعنی مرکب اور بسائط کا اتحاد مکانی) کیونکہ اگر اُسکو کسی خاص عنصر بسیط کے مکان طبعی کیطرف میلان ہوگا تو ترجیح بلا مرجح لازم آئیگی کیونکہ ہم فرض کرچکے ہین کہ سب عنصرون کے میل (اپنے اپنے مکان کیطرف) برابر ہین

(دیکھو کیا وجہ کہ عنصر نار کو مثلاً باقی عناصر پر ترجیح ہوا اور یہ مرکب خاص اُسی کے مکان کو اختیار کرے)
اور معتدل کی دوسری صورت یہ ہی کہ اعتدال کی یون تفسیر کیجائے کہ مرکب ممتزج خواہ پورا بدن ہو خواہ
کوئی عضو اس حیثیت سے ہو کہ اُسکو عناصر سے باعتبار کیفیات اور کمیات کے وہ حصہ عطا ہوا ہو جو
اُسکے لائق ہی اپنی نوع مین کامل ہونیکے لیے اُسکے اُن افعال کے لحاظ سے جو اُس سے مطلوب
ہین (یعنی مزاج معتدل وہ ہی جو اس ممتزج کے لائق ہوا اور جن افعال کا اُس مرکب سے سرزد ہونا چاہیے
اُنکے نہایت مناسب ہو گویا کہ ہر ذی حق کو اپنا حق پورا پورا پہونچگیا جو عدل فی القسمۃ کے معنی
ہین اور اس معتدل کو معتدل فرضی اور معتدل طبی کہتے ہین۔ شارح نے بدن اور عضو کی قید
اسلیے لگائی کہ روح کے لیے اطبا مزاج نہین ثابت کرتے بلکہ کہتے ہین کہ اُسکا تکون لطافت اخلاط
سے ہی جیسے شیر کہ اسکو اتنی حرارت ملنی چاہیے جسکے ذریعہ سے یہ اپنے دشمن پر حملہ کر سکے اور وصف شجاعت
سے متصف ہو سکے اور یہی اعتدال اسدی ہی اور جیسے خرگوش کہ اسکو اسقدر برودت ملنی چاہیے کہ جسکی وجہ
سے اسمین خوف اور بزدلی کا وصف پیدا ہوا اور یہی اعتدال ارنبی ہی[عہ] اور غیر معتدل اس معنی کر بھی آٹھ قسمون
پر منحصر ہی کیونکہ وہ مقدار معتدبہا سے زیادہ گرم ہوگا یا زیادہ سرد ہوگا یا زیادہ تر ہوگا یا زیادہ خشک ہوگا
اور یہ چارون قسمین مفرد ہین اور یا گرم تر ہوگا یا گرم خشک ہوگا یا سرد تر ہوگا یا سرد خشک ہوگا اور یہ چارون
قسمین مرکب ہین اور طبیب مزاج کی تقسیم معتدل اور غیر معتدل کیطرف اسی معنی سے کرتے ہین شیخ نے کہا ہی
کہ معتدل بایں معنی عدل فی القسمت سے مشتق ہی نہ اُس تعادل سے جسکے معنی تکافو کے ہین اور مؤلف نے
اس کلام مین شیخ کی متابعت کی ہی اور مقصود اُس سے واضح ہی گو جاری نہو علم اشتقاق کے طریقے پر اشتقاق
کی تین قسمین ہین صغیر اور کبیر اور اکبر اشتقاق صغیر کے یہ معنی ہین کہ مشتق اور مشتق منہ مین حروف اور ترتیب
حروف دونون کے اعتبار سے مناسبت ہو جیسے لفظ ضَرَبَ ضَرْبٌ سے مشتق ہی اور اشتقاق کبیر کے
یہ معنی ہین کہ دونون مین صرف حروف کے اعتبار سے تناسب ہو نہ کہ ترتیب حروف کے اعتبار سے بھی
جیسے جَبَذَ جَذْبٌ سے اور اشتقاق اکبر کے یہ معنی ہین کہ دونون مین مخرج کے اعتبار سے تناسب ہو نہ حروف
اور ترتیب حروف کے اعتبار سے جیسے نَعَقَ نَهْقٌ سے اور مشتق کا اطلاق غالباً اُس لفظ پر ہوتا ہی جو خود
مصدر نہو لیکن مصدر سے بنایا جائے اور اُسکے معنی پر دلالت کرے کچھ زیادتی کے ساتھ اور کبھی مشتق
اُس لفظ کو بھی کہتے ہین جو دوسرے لفظ سے بنایا جائے گو دونون مصدر ہون جیسے کہتے ہین کہ لفظ

[عہ] ارنب یعنی خرگوش

اکرام کرم سے مشتق ہی اور یہی معنی کر شیخ نے کہا ہی کہ اعتدال عدل فی القسمت سے مشتق ہی اگرچہ دونون مصدر
ہون اور یہی کی مؤلف وغیرہ نے متابعت کی ہی اور یہ بات کچھ علم صرف کے مخالف بھی نہین ہی پس شارح
کی یہ تعریض بالکل بیجا ہی) اور یہ جو بعض متاخرین نے گمان کیا ہی (بعض متاخرین سے مراد نجم الدین کاتبی
ہی اور اسکا یہ شبہہ طبیبون مین بہت مشہور رہی) کہ غیر معتدل آٹھ قسمون پر منحصر نہین ہی (بلکہ اُسکی اسّی قسمین خیال
مین آسکتی ہین جیسا کہ نفیسی وغیرہ مین مفصل طور پر موجود ہی) یہ وہم ہی کیونکہ جو شخص ہماری تقریر مذکور مین
غور کریگا دونون تفسیرون کی بنا پر غیر معتدل کا آٹھ قسمون مین منحصر ہونا یقیناً اُسکی سمجھ مین آجائے گا
مؤلف کہتا ہی اور مزاجون سے زیادہ معتدل یعنی اعتدال حقیقی سے زیادہ قریب انسان کا مزاج
ہی **مین کہتا ہون** اعدل الامزجہ سے مراد اسجگہ وہ مزاج ہی جو اعتدال حقیقی کے ساتھ زیادہ قریب ہی
جسکی تفسیر تکافؤ کے ساتھ کی گئی ہی اور انسان کا مزاج باین معنی اس لیے اعدل ہی کہ وہ تمام مرکبات
سے افضل ہی کیونکہ وہ اسلیے تیار ہوا ہی کہ اُسکے ساتھ نفس ناطقہ کا تعلق ہو جو اشرف ہی اُن تمام چیزون سے
جنکا تعلق اور مرکبات ممتزجہ سے ہی مدبر اور مفیض کے افاضہ سے (علاوہ تعلق نفس ناطقہ کے انسان کی قوت
فکریہ اور حقائق اشیاء کی معرفت اور اُمور کلیہ کی تصدیق اور تدبیر منزل اور سیاست مدنی یہ سب باتین
اُسکے مزاج کے اقرب الی الاعتدال ہونے پر مضبوط شواہد ہین) پس ضرور ہوا کہ اُسکا مزاج تمام مزاجون
کے اعتبار سے زیادہ شریف ہو اور اشرف الامزجہ وہ مزاج ہی جو اختلاف (کیفیات) سے دور ہو اور ایسا
مزاج ہی معتدل حقیقی ہوتا ہی لیکن چونکہ اُسکا وجود (بدلیل مذکور) ممکن نہین ہی تو وجود خارجی کے
اعتبار سے وہی مزاج اشرف ہوگا جو معتدل حقیقی کے ساتھ بہت زیادہ قریب ہو (نفیسی مین ہی کہ اشرف
الامزجہ وہ مزاج ہی جسمین تمام کیفیات متضادہ باہم برابر ہون اور اُنکی قوتین اور افعال یکسان ہون
جسکو معتدل حقیقی کہتے ہین لیکن چونکہ خارج مین اُسکا وجود نہین ہی اسلیے اشرف وہی مزاج ہی جو اُسکے
ساتھ زیادہ قرب رکھتا ہو معدنیات کا مزاج اُس سے بہت بعید ہی لہذا اُسکی استعداد کے موافق اُسپر
مدبر حقیقی کی طرف سے صرف ایک ایسی صورت کا افاضہ ہوتا ہی جو اُسکے عناصر کو انفکاک سے روکے رہے اور
اُسکی صورت انضامیہ کو بنائے رکھے اور مزاج نبات بہ نسبت مزاج معدنی کے معتدل حقیقی سے قریب
ہی لہذا اُسپر ایک ایسے نفس کا افاضہ ہوتا ہی جو حفظ عناصر اور نشو و نما کا مبدا رہتا ہی اور مزاج حیوان ان
دونون کے لحاظ سے اعدل ہی لہذا اُسپر ایک ایسے نفس کا افاضہ ہوتا ہی جو علاوہ مذکورات کے حس اور

حرکت ارادیہ کا بھی منشا ہوتا ہی اور انسان کا مزاج اُسکے ساتھ بہت زیادہ قریب ہی لہذا اُسپر ایک ایسے نفس کا افاضہ ہوتا ہی جو علاوہ مذکورات کے تعقلات اور کمالات کا بھی مبدا ہوتا ہی پس ضرور ہوا کہ نہان اُسی مزاج پر ہو جو معتدل حقیقی سے نہایت قریب ہی مؤلف کہتا ہی اور خط استوا (یعنی حوالی خط استوا) کے رہنے والے تمام اصناف انسانی سے زیادہ معتدل المزاج ہین مین کہتا ہون یہان پر دو مقدمون کی تمہید ضروری ہی (تاکہ خط استوا اور اُسکے سکان کی حالت بخوبی ذہن نشین ہو جائے) پہلا مقدمہ یہ ہی کہ نوان آسمان (یعنی فلک الافلاک) توالی بروج کے خلاف (بروج بارہ ہین حمل ثور جوزا سرطان اسد سنبلہ میزان عقرب قوس جدی دلو حوت۔ ابتدا سب بروج کی حمل سے سمجھی جاتی ہی جو نقطہ اعتدال ربیعی کا مبدا ہی اور وہی نقطہ مغرب ہی اور یہ سب بروج بجانب مشرق گنتی مین آتے ہین یہانتک کہ ان سب کی انتہا پر حوت ہی اور جو نقطہ مشرق پر واقع ہی وہ میزان ہی۔ جو حرکت ان بروج کی ترتیب پر ہو وہ حرکت علی التوالی کہلاتی ہی اور جو اسکے خلاف ہو وہ علی خلاف التوالی۔ فلک الافلاک کی حرکت خلاف توالی ہی اور باقی حرکات افلاک مختلف ہین کما بین فی موضعہ) ایسی حرکت کرتا ہی جس سے آفتاب اور چاند اور کواکب طلوع ہوتے نظر آتے ہین مشرق سے مغرب کی طرف (اُسکا مرکز وہی ہی جو مرکز العالم ہی یعنی ایک نقطہ ہی داخل جوف فلک مین کہ جتنے خطوط مستقیمہ اُس سے سطح فلک تک خارج ہوتے ہین وہ سب برابر ہوتے ہین) اور یہ حرکت دو قطبون پر ہی (جو قطبین عالم ہین اور وہ دو نقطے ہین جو سطح فلک پر ثابت ہین اور فلک اُنپر گھومتا ہی) ان دونو مین سے ایک قطب شمالی ہی کیونکہ وہ شمال کیطرف ہی اور اُس ستارے کے قریب ہی جسکا نام جُدَی ہی یعنے بنات النعش صغریٰ (بنات النعش دو ہین صغریٰ اور کبریٰ اور یہ دونون سات سات ہین چار نعش اور تین بنات کذا فی القاموس) اور یہ شمال کے رہنے والون پر ظاہر ہوتا ہی اور دوسرا قطب جنوبی ہی جو گوشہ جنوب کی طرف ہی اور وہ شمال والون سے چھپا ہوا ہی اور اس حرکت کا منطقہ یعنی وہ بڑا دائرہ ہے جو نوین فلک پر فرض کیا گیا ہی اور جسکی دوری دونون قطبون سے برابر ہی وہ معدل النہار ہی (یعنی برابر کرنیوالا دن کو رات سے) کیونکہ آفتاب جسوقت اُس دائرہ تک پہونچتا ہی (یعنی اپنی حرکت خاصہ سے) تو رات اور دن معتدل ہو جاتے ہین یعنی برابر ہو جاتے ہین تمام مقامات مین پس جسوقت ہم خیال کرین اس دائرے کے سطح کو کہ یہ تمام عالم کو قطع کرتا ہی تو اس قطع خیالی سے زمین کے سطح پر ایک بڑا دائرہ پیدا ہوگا دائرہ معدل النہار کے مقابل

عہ کیونکہ خط استوا ایک دائرہ ہی جو سطح ارض پر پیدا ہوتا ہی جبکہ معدل النہار کو قاطع عالم توہم کیا جائے اور ظاہر ہی کہ ارض خط موہوم پر سکون غیر ممکن ہی لہذا ظاہر عبارت سے حوالی کے ساتھ تاویل کی گئی ہی حوالی خط استوا کے سکان کو بھی سکان خط استوا ہی کہا جاتا ہی ۱۲

عہ [illegible] ۱۲

ب ستارہ [illegible] قطب شمالی [illegible] ۱۲

اور یہ دائرہ جو زمین کی تقسیم دو برابر ٹکڑون پر کردیتا ہی یعنی شمالی اور جنوبی اسی کو خط استوا کہتے ہین کیونکہ یہان
کے رہنے والون پر رات اور دن ہمیشہ برابر رہتے ہین اور کہا جاتا ہی کہ خط استوا شرقی چین کے جنوبی
حصہ سے شروع ہوتا ہی پس اُس جزیرے پر گذرتا ہی جسکو اہل ہند جمکوٹ کہتے ہین اور وہ پہلی عمارت ہی
کہ خط استوا وہان تک پہونچتا ہی پھر گذرتا ہی موضعہ گنگ وژ پر ہند کے برہمن کہتے ہین کہ وہ شیاطین کے
رہنے کی جگہ ہی پھر جزائر زاوہ پر جو ارض ذہب کے ساتھ موسوم ہین اور جزیرۂ سراندیپ کے جنوبی حصے پر
اور جزائر زنگ کے شمالی حصے پر اور اُنکے معظم بلاد پر اور جب وہ زنگ کی حد سے متجاوز ہوجاتا ہی تو سوڈان کے
جنگلون پر گذرتا ہی جہان سے سیاہ زنگ کے خصی مینڈھے لائے جاتے ہین پھر گذرتا ہی جبال القمر کے
شمال پر جہان سے نیل مصر کے چشمے بہتے ہین پھر سوڈان مغربی کے جنوبی حصہ پر گذرتا ہی یہان تک کہ
محیط غربی تک پہونچتا ہی جسکا نام بحر اوقیانوس ہی (غیاث اللغات مین ہی کہ خط استوا از جنوب چین شروع شدہ
بر گنگ دژ و جزیرۂ جمکوٹ گذشتہ بر جنوب سراندیپ و جزائر زنگ و بر جنوب سیاہان مغرب بہ بحیرۂ اوقیانوس
منتہی میشود) اور دوسرا مقدمہ یہ ہی کہ آٹھوان فلک (یعنی فلک البروج) علی التوالی حرکت کرتا ہی اور اس
فلک کیلیے اس حرکت کیوجہ سے دو قطب ہین اور اسکا منطقہ منطقۃ البروج کہلاتا ہی کیونکہ وہ بارہ حصون پر منقسم
ہی کہ ہر حصے کا نام برج ہی اور اسکے دونون قطب قطبین عالم کے مغائر ہین اور اسکا منطقہ معدل النہار
کے دو ٹکڑے کردیتا ہی غیر قائمہ زاویون پر دو نقطون سے کہ ہر نقطہ کا نام نقطۂ اعتدال ہی کیونکہ آفتاب جب
اپنی حرکت سے ہر سال دوبار اُن دونون نقطون پر پہونچتا ہی تو رات دن برابر ہوجاتے ہین ایک نقطہ
تو وہ ہی کہ جب آفتاب اپنی حرکت سے اُس نقطے سے متجاوز ہوتا ہی تو شمال مین داخل ہوجاتا ہی۔ اور اُس
نقطے کو اعتدال ربیعی کہتے ہین (کیونکہ آفتاب جب اُس مقام پر پہونچتا ہی تو اکثر مقامات مین فصل ربیع شروع
ہوجاتی ہی) اور دوسرا نقطہ وہ ہی کہ جب آفتاب اُس سے متجاوز ہوتا ہی تو جنوب مین آجاتا ہی اور اس نقطے
کو اعتدال خریفی کہتے ہین (کیونکہ آفتاب کے یہان پہونچتے ہی اکثر مقامات مین فصل خریف شروع ہوجاتی ہی)
اور جب خیال کیا جائے ایک بڑا دائرہ کہ جو معدل النہار اور منطقۃ البروج کے قطبون پر گذرے تو وہ
منطقۃ البروج کے ایسے دو نقطون پر بھی گذریگا جنکو معدل النہار سے نہایت دوری ہوگی اور اُس دوری کا
نام میل کلی ہی اور وہ تیئیس درجہ اور کچھ دقیقہ کی قوس ہی اُس دائرہ سے جو چارون قطبون پر گذرتا ہی
اور جو تین سو ساٹھ درجہ ہی اور یہ دونون نقطے (جنکے درمیان مین میل کلی ہی نقطتین انقلاب کہلاتے ہین)

وہ نقطہ جو جانب شمال مین ہی اُسکا نام انقلاب صیفی ہی (کیونکہ آفتاب جب اُس نقطے پر پہونچتا ہی اکثر مقامات مین گرمی شروع ہو جاتی ہی) اور دوسرا نقطہ جو جنوب کی جانب ہی اُسکا نام انقلاب شتوی ہی (کیونکہ آفتاب جب اس نقطے پر پہونچتا ہی تو اکثر مقامات مین جاڑا شروع ہو جاتا ہی) اور میل اعتدالین سے بڑھنا شروع ہوتا ہی اور بڑھتے بڑھتے اُسکی انتہا انقلابین پر ہوتی ہی پھر گھٹنا شروع ہوتا ہی اعتدالین تک لیکن یہ بات جان لینی ضروری ہی کہ اعتدالین سے انقلابین تک میل بڑھتا تو ہی لیکن یہ تزاید کمی کے ساتھ ہوتا ہی (اور یہ بات بھی جان لینی چاہیے کہ انقلابین سے اعتدالین تک میل گھٹتا تو ہی لیکن یہ گھٹنا زیادتی سے ہوتا ہی) اور اسپر اپنی جگہ دلیل بھی لائی گئی ہی (یعنی اُکرتاؤذوسیوس کے دوسرے مقالے کی پانچوین شکل مین پس طبیب کا کام یہان پر یہ ہی کہ اسکو تسلیم کرلے) اسیواسطے میل ثور کی زیادتی میل حمل پر زیادہ ہی زیادتی میل جوزا سے میل ثور پر کیونکہ حمل کا میل بارہ درجے ہی تقریباً اور ثور کا میل بیس۲۰ درجہ ہی (یعنی بارہ درجہ حمل کے اور آٹھ ثور کے) اور جوزا کا میل ساڑھے تیئیس۲۳ درجے ہی اور بیس کا فضل بارہ پر زیادہ ہی ساڑھے تیئیس۲۳ کے فضل سے بیس پر پس آفتاب جب برج حمل کو قطع کریگا جو تیس۳۰ درجہ ہی تو معدل سے بارہ درجہ دور ہو جاویگا اور جب برج ثور کو قطع کریگا کہ وہ بھی تیس۳۰ درجے ہی تو معدل سے آٹھ درجہ دور ہو جائیگا (اگر کوئی کہے کہ برج ثور کا میل بیس درجے ہی تو آفتاب کو معدل سے بیس درجہ دور ہونا چاہیے تو اُسکا جواب یہ ہی کہ بارہ درجے وہ حمل کا میل ہی) اور جب آفتاب برج جوزا کو قطع کرتا ہی تو ساڑھے تین درجے دور ہو جاتا ہی کیونکہ بیس۲۰ درجے تو ثور اور حمل کا میل ہی اور ایسے ہی ہر درجے مین (اور اسی لیے کہا ہی کہ اول درجۂ حمل کا میل پچیس دقیقے ہی تقریباً (دقیقہ ساٹھ ثانیہ سے عبارت ہی جیسے کہ درجہ ساٹھ دقیقے سے عبارت ہی) اور اول درجہ سرطان کا میل ایک دقیقہ اور کچھ ثانیہ ہی پس بمقدار اُس درجے کے جسکو آفتاب حوالی اعتدالین سے قطع کرتا ہی (یعنی اول حمل یا اول میزان سے) تو معدل سے پچیس۲۵ دقیقے دور ہو جاتا ہی اور بمقدار اُس درجے کے کہ آفتاب حوالی انقلابین سے قطع کرتا ہی (یعنی آخر جوزا یا آخر قوس سے ایک درجہ قطع کرتا ہی) تو معدل سے ایک دقیقہ دور ہو جاتا ہی اور یہی مراد ہی اُنکے اس قول سے کہ آفتاب جب اعتدالین سے (انقلابین کی طرف) نقل حرکت کرتا ہی تو اُسکی حرکتِ میلی تیز ہو جاتی ہی بہ نسبت اُس حرکت کے جو قریب انقلابین کے ہوتی ہی کہ وہ بطئی ہی اور جب پہچان چکا تو ان دونون مقدمون کو تو تجکو یہ بات جاننی چاہیے کہ حکماء نے

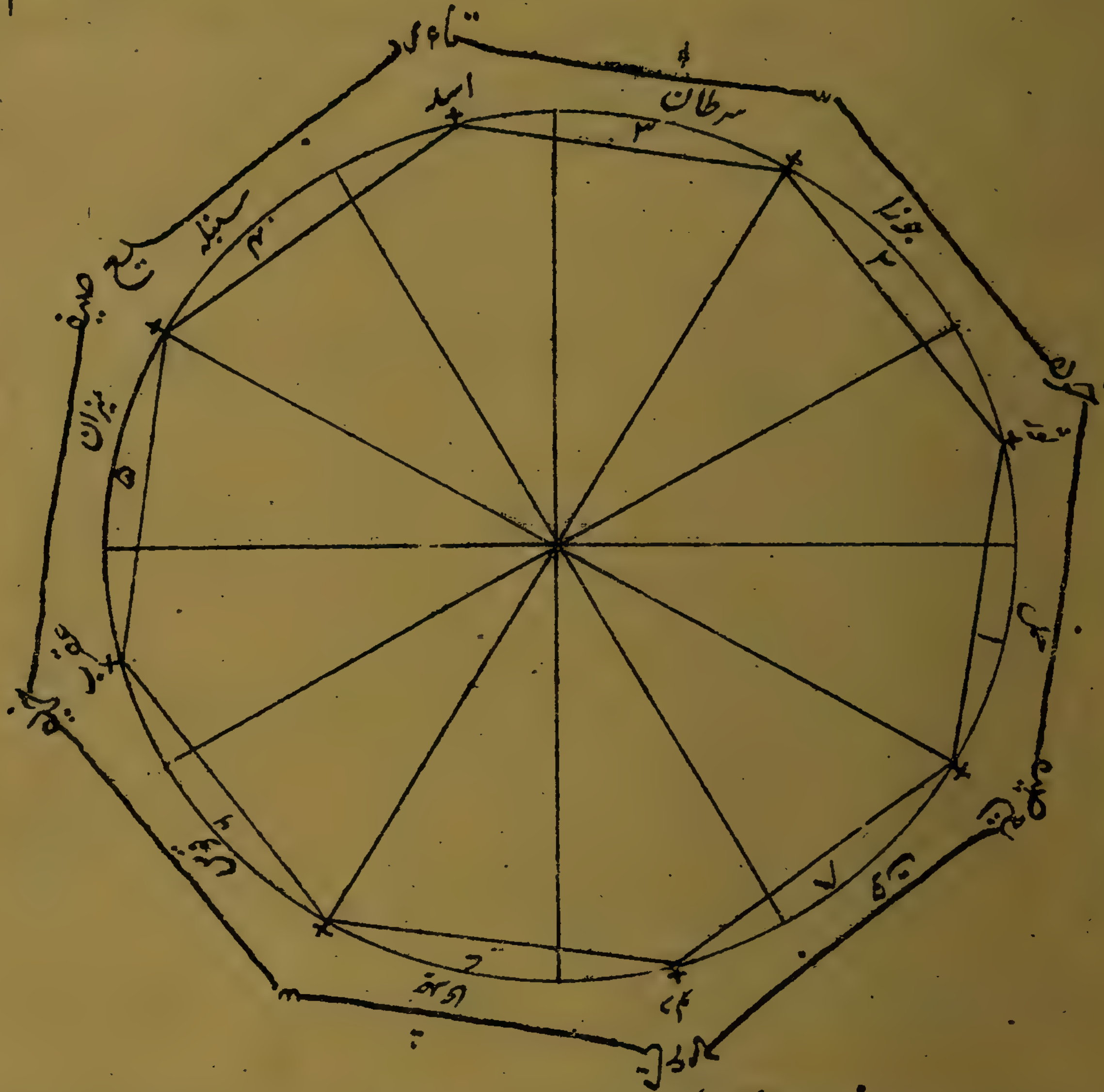
اِس امر مین اختلاف کیا ہی کہ تمامی بقاع مین اجرام علویہ کے اوضاع اور تاثیرات کے اعتبار سے
جمع بقعہ زمین ۱۲
کونسا موضع زیادہ معتدل ہی نہ کہ اسباب ارضیہ کے اعتبار سے جیسے پہاڑ ہین اور دریا ہین اور انکے
علاوہ وہ چیزین جنکو ہوا کے گرم اور سرد کرنے مین دخل ہی یعنی جو اعتدال یا برودت یا سخونت ان اسباب
کی وجہ سے پیدا ہو اُنکا اعتبار نہین ہی کیونکہ یہ اسباب ارضیہ ہین اور جو گرمی یا سردی انکی وجہ سے پیدا
ہوگی اُسکو قرار اور بقا نہین ہو سکتا اور یہان کلام اُس اعتدال مین ہی جو کسی سبب عارضی کیوجہ سے
نہو بلکہ وہ موضع اِس کیفیت کے ساتھ ہر حیثیت سے در ہر حالت مین متکیف اور متصف ہو سکے اور وہ وہی
اعتدال ہی جو اوضاع علویات سے حاصل ہو شیخ بو علی بن سینا تو اسطرف گئے ہین کہ تمام مواضع سے
زیادہ معتدل خطِ استوا ہی اور یہی مؤلف کا مختار ہی اور بعض متقدمین اسطرف گئے ہین کہ وہ چوتھی اقلیم ہی
(جسمین خراسان اور عراق عجم اور بدخشان اور شام وغیرہ داخل ہین) اور خطِ استوا نہایت گرم ہی کیونکہ
خطِ استوا مین آفتاب مقدار میل کلی یعنی ساڑھے تیئیس ۲۳½ درجے سے زیادہ دور نہین ہوتا اسلیے کہ آفتاب
کی حرکت تو ہمیشہ منطقۃ البروج کے سطح مین ہی اور اُسکا میل کلی معدل النہار سے صرف اسی قدر ہی اور
ہر سال مین آفتاب دوبار سکان خطِ استوا کے سمت الرأس پر رہتا ہی یعنی اُسوقت کہ جب اعتدالین مین
ہوتا ہی پس ہمیشہ یا مسامت رہا یا قریب بہ مسامتت ۔ اور جب ہم دیکھتے ہین کہ اقلیم رابع مین تھوڑے
عرصے کی قرب مسامتت بھی باعث حرارت ہوتی ہی باوجودیکہ اِس اقلیم کی ہوا سخت جاڑا پڑ چکنے کیوجہ
سے گرم ہونیکے قابل نہین رہتی تو خطِ استوا جہان آفتاب ہمیشہ مسامت یا قریب السمت ہی کیونکر
نہ حار ہوگا) اور امام فخر الدین رازی نے اسی مذہب کو پسند کیا ہی (اور اُسپر دلائل قائم کیے ہین جنکے
منجملہ ایک دلیل وہ ہی جو گذری) اور شیخ نے اپنے مختار (یعنی خط استوا کے اعدل البقاع ہونے پر)
یہ دلیل پیش کی ہی کہ آفتاب کا خط استوا مین سمت الرأس پر ہونا ہوا کو کم گرم کرتا ہی بہ نسبت اُس گرمی کے
کہ اور بلاد مین حاصل ہوتی ہی اُسکی مسامتت یا قرب سمت سے کیونکہ آفتاب جب خط استوا مین سمت
الرأس پر آتا ہی تو اُسکی مسامتت ہمیشہ نہین باقی رہتی ہی بلکہ ڈھلجاتا ہی سرعت سے بہت جلد جیسا کہ مقدمۂ ثانیہ
مین معلوم ہو چکا ہی اور جس سبب کو قیام نہین ہوتا اُسکا اثر کم ہوتا ہی گو وہ سبب فی نفسہ قوی ہو اور جب
اور بلاد مین سمت الرأس کے قریب ہوتا ہی جیسے کہ چوتھی اقلیم مثلاً تو وہان بہت دن تک ٹھہرتا ہی (یعنی قریب
قریب دو مہینے) جیسا کہ معلوم ہو چکا ہی اور جو سبب دائمی ہوتا ہی اُسکا اثر قوی ہوتا ہی گو وہ خود ضعیف ہو

ع یعنی آفتاب بہت زیادہ دیر تک راس پر نہین رہتا ... یہان تک کہ ... زیادہ نہین ہو ... اسکی سمت راس ... زیادہ بھی نہین کہ سردی زیادہ ہو ... اور ... ایسا تفاوت نہین ہی اور یہی معنی اعتدال کے ہین ۱۲ منہ سلمہ ربہ

(مثلاً وہ لوہا جو کم آگ مین بہت دیر تک دبا رہا ہو اُس لوہے کے اعتبار سے زیادہ گرم ہوگا جو تیز آگ
مین ابھی ڈال کر نکال لیا جاوے) اور اسی لیے جب کہ آفتاب برج اسد مین ہوتا ہو؎۱ تو اُسکی گرمی ہم کو
زیادہ محسوس ہوتی ہو اُس زمانے کے اعتبار سے جبکہ سرطان مین ہوتا ہو (اسلیے کہ اسد مین دیر تک
ٹھہرتا ہو حالانکہ سرطان مین ہونیکے وقت سمت الراس سے زیادہ قریب ہوتا ہو) اور آفتاب کے
ڈھلجانیکے بعد (تقریباً ایک بجے) گرمی زیادہ ہوتی ہو بہ نسبت اُس گرمی کے جو اُسکے ڈھلنے سے قبل
ہوتی ہو (حالانکہ بعد زوال کے سمت راس سے ہٹ جاتا ہو اور دور ہو جاتا ہو) اور فجر کے وقت
حالانکہ آفتاب قریب بطلوع ہوتا ہو سردی زیادہ ہوتی ہو بہ نسبت آدھی رات کے حالانکہ سورج دور
ہوتا ہو اور اسیطرح ساکنان خط استوا کے باقی حالات بھی متشابہ ہین کیونکہ وہان کے دن کی گرمی
وہان کی رات کی ٹھنڈک کے برابر ہو جاتی ہو کیونکہ وہان کا دن رات ہمیشہ برابر ہو (اسلیے کہ رات کا
بڑا ہونا ٹھنڈک پیدا کرتا ہو اور دن کا بڑا ہونا گرمی پیدا کرتا ہو اور خط استوا مین دونون بارہ ۱۲ ساعت
یعنی برابر ہین تو ہر ایک کی تیزی دوسرے سے ٹوٹ جاتی ہو یعنی دن کی گرمی رات کی ٹھنڈک سے
اور رات کی ٹھنڈک دن کی گرمی سے پس دونون کیفیتین متعادل ہو جاتی ہین) بخلاف اُن لوگون کے
جو خط استوا کے رہنے والے نہین ہین کیونکہ اُنکے دن بڑے ہوتے ہین اور راتین چھوٹی ہوتی ہین جبکہ
آفتاب شمالی برجون؎۲ مین ہوتا ہو - اور اسلیے کہ سکان خط استوا کی گرمی زیادہ سخت نہین ہوتی جیسا کہ
معلوم ہو چکا (یعنی اسلیے کہ اُنکے سمت راس پر سورج زیادہ نہین ٹھہرتا) اور نہ اُن لوگون کا جاڑا
سخت ہوتا ہو کیونکہ سورج اُنکے سمت راس سے زیادہ دور نہین ہوتا (بلکہ صرف بقدر میل کلی دور ہوتا
ہو) پس اُنکے گرمی اور جاڑے مین کچھ زیادہ فرق نہوگا اور باوجود ان سب باتون کے ان دونون
(یعنی گرمی اور جاڑے) کی مدت بہت کم ہو یعنی ڈیڑھ مہینہ (گذشتہ تحقیقات سے خط استوا کا تمامی
بقاع سے اعدل ہونا ثابت نہین ہوتا کیونکہ اسوقت تک صرف اتنا ثابت ہوا کہ سورج خط استوا کے
سمت راس پر ہمیشہ نہین رہتا کہ گرمی زیادہ ہو اور نہ اُسکے سمت راس سے زیادہ دور ہوتا ہو کہ سردی
زیادہ ہو اور اس مضمون سے خط استوا کی اعدلیت فقط اُن بقاع کے اعتبار سے ثابت ہوگی جو مدار
انقلابین کے نیچے ہین کہ ان مواضع مین آفتاب کا قیام زیادہ ہوتا ہو اور یہ امر نہین ثابت ہوتا کہ خط استوا
اعدل البقاع جمیعہا ہو حالانکہ مقصود یہی ہو اسی غرض سے شارح علیہ الرحمہ نے اپنے اس قول یعنی

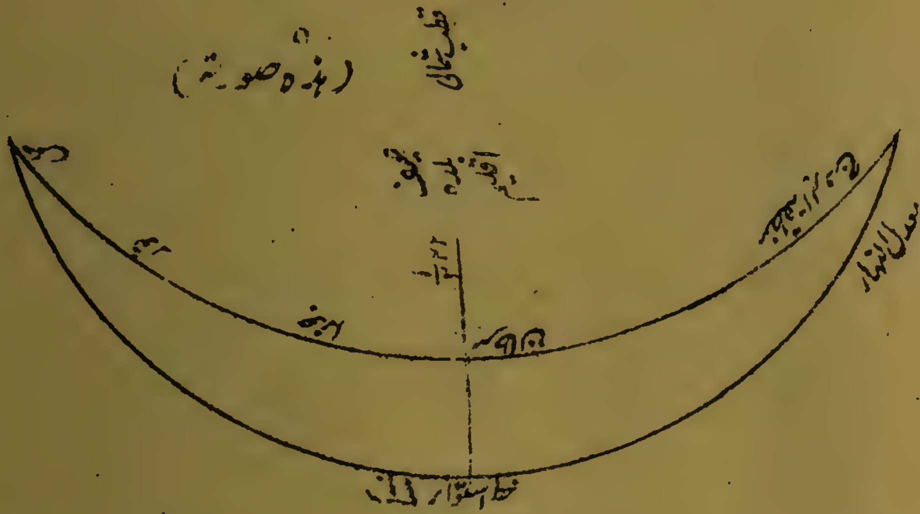
؎۱ یعنی اُن مواضع مین جو منطقۃ البروج سے شمال مین واقع ہین ۱۲ منہ رحمہ
؎۲ یعنی اپنی خاص حرکت سے ۱۲ منہ

دمع ذلک الخ کو بڑھایا تاکہ مقصود ثابت ہو جائے) اور یہ اسلیئے کہ یہان ہر سال آٹھ فصلین ہوتی ہین (بخلاف معظم معمورہ کے کہ وہان چار ہی فصلین ہوتی ہین) کیونکہ آفتاب خط استوا کے سمت راس پر ہر سال دوبارہ آتا ہے یعنی جب اعتدالین مین ہوتا ہے (کیونکہ اسوقت اُسکا مدار دائرہ معدل النہار ہوتا ہے جسکے سطح مین خط استوا ہے)



پس (ایک ہی سال مین) دو فصلین گرمی کی ہوئین اور سال بھر مین دو دفعہ سمت الراس سے دور ہوتا ہے انتہائی دوری کے ساتھ نقطہائے انقلابین مین تو دو موسم جاڑے کے ہوے اور ہر گرمی اور جاڑے کے درمیان فصل خریف ہوتی ہے اور ہر جاڑے اور گرمی کے درمیان فصل ربیع تو دو ربیعین اور دو خریفین ہوئین پس اول حمل سے نصف ثور تک گرمی ہوگی اور نصف ثور سے اول سرطان تک خریف اور اول سرطان سے نصف اسد تک جاڑا اور اُس سے اول میزان تک ربیع اور اُس سے نصف عقرب تک گرمی اور اُس سے اول جدی تک خریف اور اُس سے نصف دلو تک جاڑہ اور اُس سے اول حمل تک ربیع اور اسمین شک نہین کہ یہ سب باتین اس بقعہ (یعنی خط استوا) کے تشابہ ہوا کی باعث ہین اور اگر ہوئین کچھ متضاد بھی ہون تو کچھ ایسا تضاد نہوگا جسکا کچھ اعتبار ہو پس گویا کہ وہان کے رہنے والے ایک درمیانی حالت سے دوسری متشابہ حالت کیطرف ہمیشہ منتقل ہوتے رہتے ہین بخلاف اُنکے اغیار کے کہ وہ ایک ضد سے دوسری ضد کی طرف منتقل

ہوتے رہتے ہین اگر آفتاب اُنسے دور ہوتا ہی تو زیادہ دور ہوجاتا ہی اور اگر قریب ہوتا ہی تو دیر تک قریب رہتا ہی (یعنی جب بروج شمالیہ مین ہوتا ہی) اور اس سے ہوا خراب ہوجاتی ہی اور اسکا اثر سخت پڑتا ہی کیونکہ ایک ضد مین ہونیکے وقت دوسری ضد کا احساس زیادہ ہوتا ہی چنانچہ شیخ بوعلی ابن سینا نے ایک حکایت نقل کی ہی کہ انھون نے ایک بدو کو دیکھا کہ وہ حجاز سے بخارا مین آیا سخت گرمی کے زمانہ مین باوجود اسکے وہ سردی سے پناہ مانگتا تھا اور بخارا والے گرمی سے اور اس سے یہ بات نکلتی ہی کہ وہ جس گرمی کا عادی تھا جب اُسکے برخلاف سردی اسکو محسوس ہوئی تو اُسپر زیادہ اثر ہوا امام رازی نے (اس امر کے بیان مین کہ خط استوار نہایت گرم جگہ ہی اور اعدل نہین ہی یہ معارضہ پیش کیا ہی)

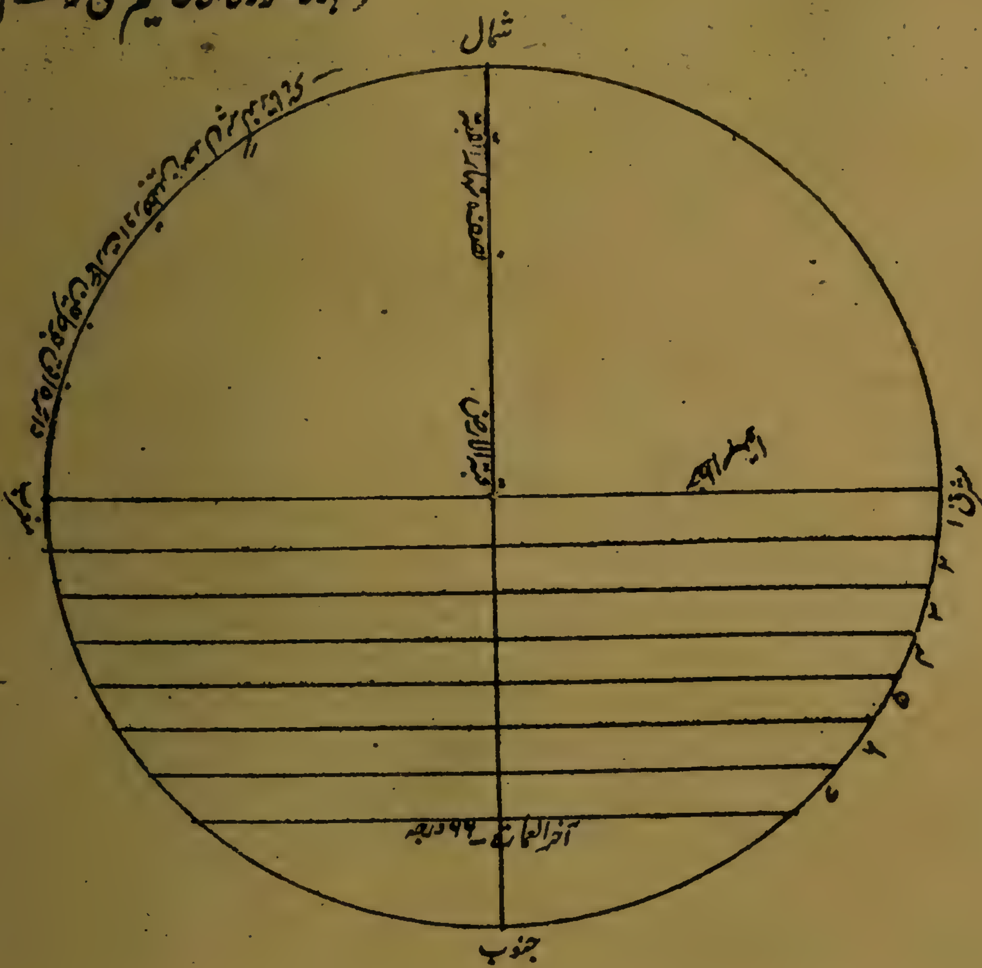


کہ ہم ایک شہر فرض کرتے ہین (جو منطقۃ البروج سے شمالی ہو اور) جسکی دوری (معدل النہار سے) میل کلی سے دونی ہو یعنی چھیالیس درجہ کچھ دقیقہ (یعنی سینتالیس درجہ تقریبًا) پس جبکہ آفتاب اس شہر کے سمت راس کے نہایت نزدیک ہو پہنچے (یعنی میل کلی پر جو شروع سرطان ہی کیونکہ اسوقت اس سے زیادہ اس شہر کے قریب اور کوئی سمت نہین ہی) تو آفتاب کی دوری اس شہر سے اُتنی ہی ہوگی جتنی کہ اُسکی دوری خط استوار سے ہی اور اس وقت اس شہر مین گرمی ہوگی (کیونکہ آفتاب سمت الراس کے قریب ہی) اور خط استوار مین جاڑا ہوگا (کیونکہ آفتاب اسکے سمت الراس سے بہت دور ہوگا) اور آفتاب کی حرارت اسوقت اس شہر مین اور خط استوار مین برابر ہوگی کیونکہ دونون دوریان برابر ہین (یعنی جب شہر کا عرض شمال کیجانب میل کلی کا دونا ہوگا تو مدار الشمس یعنی منطقۃ البروج سے جتنی دوری اس شہر کو ہوگی اُتنی ہی خط استوار کو) اور جب اس شہر کی گرمی خط استوار کے جاڑے کے برابر ہی (یعنی حرارت مین) تو کیا گمان ہی تیرا خط استوار کی گرمی کے ساتھ (یعنی جب خط استوار کے جاڑے مین اسقدر حرارت ہی جتنی کہ شہر شمالی کی گرمی مین تو اس سے اندازہ کرلینا چاہیے کہ خط استوار مین گرمی کیوقت کسقدر حرارت ہوگی) اور اس دلیل کا یون جواب دیا گیا ہی کہ ہم نہین تسلیم کرتے کہ آفتاب کی گرمی اسوقت اس شہر مین اور خط استوار مین برابر ہوگی (بلکہ بلدہ مفروضہ کی گرمی بہت زیادہ ہوگی) اور یہ جو تمنے کہا کہ دونون دوریان برابر ہین (اسلیے دونون حرارتین بھی برابر ہونگی) ہم کہتے ہین کہ دونون دوریونکے برابر ہونے سے دونون حرارتون کا برابر ہونا لازم نہین آتا کیونکہ

اس شہر کا دن اُسکی رات سے بہت بڑا ہے اسلیے کہ وہ قریب قریب سولہ ساعت ہے اور رات قریب قریب
آٹھ ساعت ہے بخلاف خط استوا کے (اور اسکی تفصیل یہ ہے کہ اس شہر مین قطب عالم جو شمالی ہے دائرہ افق
سے اُٹھا ہوا ہے اور آسمان کا دور یہان مستقیم نہین ہے بلکہ حمائلی ہے تو جو قوسین مدار شمس کی ظاہر ہین
وہ اُن قوسون سے بڑی ہونگی جو ظاہر نہین ہین پس جسوقت مین کہ آفتاب شمالی برجون مین ہو تو اُسکا
اُن ظاہر قوسون مین قیام کرنا زیادہ ہوگا بہ نسبت اُسکے قیام کے خفی قوسون مین پس لامحالہ دن بڑا
ہوگا اور رات چھوٹی ہوگی تو دن کی گرمی رات کی ٹھنڈک سے چھوٹی رات ہونیکی وجہ سے معتدل
نہوسکیگی لہذا اس شہر مین گرمی زیادہ ہوگی اور خط استوا کا افق قطبین عالم پر گذرتا ہے اور آسمان کا دورہ
بھی مستقیم ہے اور جو قوسین مدار شمس کی ظاہر یعنی افق کے اوپر ہین وہ اُن قوسون کے برابر ہین جو خفی ہین
اور افق کے نیچے ہین لہذا آفتاب کا قیام اوپر اور نیچے برابر ہے پس یہان کا رات اور دن برابر ہے اور دن
کی گرمی رات کی ٹھنڈک سے معتدل ہے) اور (اگر امام رازی کی دلیل کو تسلیم بھی) کر لیا جاوے تو اُسکا یہ
جواب ہے کہ گو دونون حرارتین برابر ہون تاہم جو چیز کہ) مالوف اور معتاد ہو جاتی ہے (یعنی جس چیز کی
عادت ہو جاتی ہے) وہ اثر نہین کیا کرتی (یعنی اُسکا اثر محسوس نہین ہوتا) پس شاید کہ خط استوا والے
آفتاب کے منقلب مین ہونیکے وقت ہوا کو سرد سمجھتے ہون کیونکہ وہ حرارت کے عادی ہین اور اس شہر
والے اُسکو گرم سمجھتے ہون کیونکہ وہ گرمی کے عادی نہین (اس جواب مین یہ خدشہ ہے کہ اثر حرارت کا
ادراک نہ کرنا اور اُسکا عادی ہو جانا اور بات ہے اور کیفیت اعتدالیہ اور بات ہے اگر حرارت کا عادی ہو جانا
اعتدال کا موجب ہوتا تو لازم آتا کہ حمام کا تیسرا درجہ گرم نہ کہلاتا بلکہ اُسکو بھی معتدل کہتے کیونکہ جو لوگ
اس درجے مین رہنے والے ہین وہ اُسکی گرم ہوا کے عادی ہو جاتے ہین و الیس فلیس) صاحب تذکرہ نظام
نیشاپوری نے لکھا ہے کہ اگر اعتدال سے یہ مراد ہے کہ حالات اور کیفیات متشابہ ہون تو اسمین شک نہین کہ
اس معنی کر خط استوا اعدل ہے اور اگر اعتدال سے یہ مراد ہے کہ کیفیات متکافی ہون تو یہ بات چوتھی اقلیم
مین زیادہ ہے اسپر دلیل یہ ہے کہ خط استوا کے رہنے والے نہایت سیاہ رنگ کے ہوتے ہین جیسے کہ زنگی
و حبشی وغیرہ اور اُنکے بال شدت سے گھونگروالے ہوتے ہین اور یہ باتین اسپر دلالت کرتی ہین
کہ وہان حرارت زیادہ ہے اور اسکا یہ جواب دیا گیا ہے کہ جائز ہے کہ یہ باتین یعنی رنگت کا سیاہ ہونا اور
بالون کا گھونگروالا ہونا اسباب ارضیہ کی وجہ سے ہو (نہ کہ اسباب علویہ سے) اور یہ محل نزاع سے خارج ہے

(جیسا کہ اس سے قبل ثابت ہوا) اور بعض لوگ (چوتھی اقلیم وغیرہ کے اعدل ہونے پر یہ دلیل پیش کرتے ہین) کہ توالد وتناسل کا زیادہ ہونا اور آبادی کا زیادہ ہونا چوتھی (اور تیسری) اقلیم مین اسپر دال ہی کہ یہ اقلیم (بہ نسبت خط استوا کے) زیادہ معتدل ہی اور اسکا یون جواب دیا گیا ہی کہ جائز ہی کہ خط استوا مین توالد اور تناسل اور آبادی کا زیادہ نہونا اس سبب سے ہو کہ وہان کی زمین مین کچھ ایسے سبب ہین جنکی وجہ سے ایسا نہین ہوتا ہو **مؤلف کہتا ہی** خط استوا کے بعد چوتھی اقلیم کے رہنے والون کے مزاج (زیادہ معتدل ہین بہ نسبت اور اقالیم کے) **مین کہتا ہون** یہان بھی ایک مقدمے کی ضرورت ہی اور وہ یہ ہی کہ زمین جیسے کہ خط استوا کی وجہ سے دو برابر کے حصون شمالی اور جنوبی پر منقسم ہو جاتی ہی ایسے ہی ایک اور بڑے دائرے کی وجہ سے جسکا توہم اور تخیل سطح زمین پر کیا جاوے اور جو خط استوا کے دونون قطبون اور عمارت کے دونون گوشون شرقی اور غربی پر گذرتا ہو دو برابر کے حصون فوق اور تحت کیطرف منقسم ہو جاتی ہی (اور یہ دائرہ اہل ہیئت کے یہان افق کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہی)

(ہذہ صورۃ الاقالیم علی راے البعض ومایتبعہا)



پس اسوقت مین زمین کے چار ٹکڑے ہو جاتے ہین (دو شمالی اور دو جنوبی) شمالی دو ٹکڑون مین کا ایک ٹکڑا ربع مسکون ہی (جسپر ہفت اقالیم کی بود وباش ہی) اور اسکے متعین ہونے مین سخت اشکال ہی پھر جب توہم کیا جائے زمین کے سطح پر ایک بڑا دائرہ یعنی تیسرا جو پہلے دونون دائرون کے چارون قطبون پر

گذرتا ہو تو وہ زمین کو بلکہ ربع مسکون کو شرقی اور غربی کے دو برابر حصون پر تقسیم کر دیگا۔ اور فوقانی حصے پر
جہان یہ تیسرا دائرہ اور پہلا دائرہ تقاطع کرے اُس مقام کا نام قبۃ الارض ہی اور تیسرے دائرے کا نام
نصف نہار القبہ ہی اب یہ بات سمجھنی چاہیے کہ جمہور اہل فلسفہ نے ربع مسکون کی معظم آبادی کو اسطرح
تقسیم کیا ہی کہ خط استوا سے (شمال کی جانب) دس درجے ہٹکر آبادی شروع ہوئی ہی پچاس درجے
(نصف نہار القبہ) تک (یعنی جمہور یہ کہتے ہین کہ تقسیم کی ابتدا خط استوا سے نہین ہی بلکہ اُس سے دس درجہ ہٹکر
شمال کیطرف ملخص مین ہی کہ ابتداء عمارت خط استوا سے بارہ درجہ اور چالیس دقیقہ ہٹکر اعتبار کی گئی ہی کیونکہ خط استوا
سے لیکر اس عرض تک گو آبادی ہی لیکن نہایت کم ہونے کی وجہ سے قابل اعتبار نہین سمجھی جاتی اور تقسیم کی انتہا
پچاس درجے اور بیس دقیقے پر اعتبار کی گئی ہی اور اس عرض سے لیکر چھیاسٹھ درجے تک جو آبادی ہی وہ نہایت
قلیل ہی جو قابل اعتبار نہین ہی) اور بعض لوگون نے آبادی کا مبدء خط استوا کو قرار دیا ہی وہ کہتے ہین کہ
نصف نہار القبہ کے چھیاسٹھ درجے کے قریب تک آبادی ہی اور وہ سات ٹکڑے ہین جو نصف طوق کی
شکل پر ہین اور لانبے ہین خط استوا کی موازات مین ہر اقلیم مدار کے نیچے واقع ہی اور بقاع کے احوال اُنمین
متشابہ ہین اور اُن ٹکڑون کے نام اقالیم رکھے ہین اور اُنکی نہایتون کا متعین کرنا اور اُنکے شہرون کا شمار
کرنا اس مختصر کو شایان نہین ہی جب یہ معلوم ہو چکا تو ہم کہتے ہین کہ تمام بقاع سے معتدل خط استوا کے
بعد شیخ بو علی ابن سینا اور مؤلف کی راے پر چوتھی اقلیم ہی اور اُسپر یہ دلیل ہی کہ وہان کے باشندے
محترق نہین ہوتے آفتاب کی مسامتت رہنے کی وجہ سے ایک محدود زمانے تک بعد اسکے کہ آفتاب کی
اُنسے دوری ہو جائے جیسے کہ (محترق ہو جاتے ہین) دوسری اقلیم کے آخری حصے اور تیسری اقلیم کے
شروع حصے کے رہنے والے اور نہ وہ خام رہتے ہین آفتاب کے ایک زمانے تک مسامت نہونے اور
دور رہنے کی وجہ سے جیسے کہ (خام رہتے ہین) پانچوین اقلیم کے آخری حصے اور چھٹی اور ساتوین اقلیم کے
رہنے والے اور لیکن تیسری اقلیم کے آخری حصے اور پانچوین اقلیم کے شروع حصے کے رہنے والے پس
یہ قریب ہین چوتھی اقلیم سے (اعتدال مین اس دلیل کی تفصیل یہ ہی کہ اقلیم ثانی کے شروع حصے کے
رہنے والے ضعف حرارت مین پہلی اقلیم کے مانند ہین کیونکہ آفتاب کی مسامتت اُنکے سرون پر دائمی
نہین ہی اور دوسری اقلیم کے آخری حصے اور تیسری اقلیم کے شروع حصے کے رہنے والے حرارت کی
زیادتی کی وجہ سے احتراق کی حالت مین ہین کیونکہ آفتاب ایک زمانے تک ان لوگون کے مسامت رہتا ہی

اور پانچوین اقلیم کے آخری حصے مین اور چھٹی اقلیم اور ساتوین اقلیم مین حد سے زیادہ برودت ہوتی ہی کہ ان
اقلیمون کے رہنے والون کے قوام خام ہین کیونکہ ایک زمانے تک آفتاب ان لوگون کے سمت رؤس سے
دور رہتا ہی اور سبب احتراق کا سبب آفتاب کا ہمیشہ مسامت رہنا ہی اور خامی کا باعث بُعد مسامتت کا
ہمیشہ رہنا ہی اور اقلیم رابع مین نہ تو آفتاب کی کثیر زمانے تک مسامتت ہی اور نہ ہمیشہ بُعد مسامتت ہی تو
اسمقام مین نہ احتراق ہوگا جیسے کہ دوسری اقلیم کے آخری حصے اور تیسری اقلیم کے شروع حصے مین اور
نہ یہان کے رہنے والون مین فجاجت اور خامی ہوگی جیسے کہ پانچوین اقلیم کے آخری حصے اور چھٹی اور ساتوین
اقلیم مین اور اعتدال سے یہی مراد ہی کہ نہ خامی رہے اور نہ پختگی حد احتراق کو پہونچ جاوے پس ثابت ہوا کہ چوتھی
اقلیم بہ نسبت اور اقالیم کے معتدل ہی وہو المطلوب اگر کوئی اعتراض کرے کہ اگر چوتھی اقلیم اور اقالیم سے
زیادہ معتدل ہوتی تو اسمین نافع دوائین پیدا ہوتین جیسے کہ سونٹھ اور سنبل وغیرہ اور اسی قسم کی خوشبودار
چیزین اسکا جواب یہ ہی کہ ہم اسبات کو تسلیم نہین کرتے کہ وہان نافع دوائین نہین پیدا ہوتین بلکہ نانخواہ اور
ساتر اور بہمن وغیرہ وہین پیدا ہوتی ہین اور اگر اس بات کو مان بھی لیا جائے تو ہم کہتے ہین کہ زیادہ تر نافع
دوائین اس سے خالی نہین ہین کہ انمین کوئی نہ کوئی کیفیت غالب ہوتی ہی تو انکو ان اقلیمون مین پیدا
ہونا چاہیے جو اعتدال سے خارج ہین رہی چوتھی اقلیم چونکہ وہ معتدل ہی اسلیے وہان وہی دوا پیدا ہوگی
جو معتدل ہوتا کہ بدن انسان کے مشابہ بن سکے اور وہ وہی دوا ہی جسمین غذائیت غالب ہی نہ کہ دوائیت

مؤلف کہتا ہی اور جوان لوگ زیادہ معتدل (الکیفیات) ہوتے ہین اور بچے حرارت (یعنی موجب حرارت)
مین انکے برابر ہوتے ہین لیکن بچے (بہ نسبت جوانون کے) زیادہ مرطوب المزاج ہوتے ہین (انکی رال وغیرہ
کا زیادہ بہنا رطوبت کی دلیل اور علامت ہی) اسی لیے انکی حرارت لینت ہوتی ہی اور جوانون کی حرارت حاد
ہوتی ہی **مین کہتا ہون** مصنف نے ارادہ کیا ہی کہ مراتب عمر کے مزاجون کو بیان کرے حالانکہ پہلے
ان مراتب کو بیان کرنا چاہیے جنسے مزاجون کا تعلق ہی مگر چونکہ مصنف نے کسی وجہ سے انکو نہین
بیان کیا اسلیے) ہم بیان کرتے ہین کہ انسان کی عمرین اکثر اشخاص کے اعتبار سے ان مواضع مین جہان
کثرت سے آبادی ہی جیسے چوتھی اور پانچوین اقلیم چار ہین (یعنی انکے چار زمانے ہین اور معظم آبادی کی قید
اسلیے لگائی ہی کہ اہل حبشہ مثلاً تیس برس کی عمر مین بوڑھے ہوجاتے ہین اور انکیلیے بھی یہ چارون
مراتب نکلسکتے ہین لیکن چونکہ انکی مدت کم ہی تو نمو کا زمانہ تیس برس تک نہین پہونچسکتا پس یہ چارون مرتبے

جس حیثیت سے کہ شرح مین مذکور ہین اُنکے لیے سنّ معمورہ کی قید ضروری ہی اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے
کہ یہ چار مرتبے اُسوقت نکلتے ہین جسوقت سن حداثہ کے لیے ایک سن مانا جائے اور سن انحطاط کے
دو سن اور اگر ان دونون کا ایک ہی ایک سن مانا جائے تو اسنان تین ہون گے اور اگر سن حداثت یعنی
نمو پانچ شمار کیے جائین اور سن انحطاط ایک تو اسنان سات ہونگے اور اگر سن حداثت پانچ لیے جائین
اور سن انحطاط دو تو اسنان آٹھ ہونگے) اول (تو) سن نمو (ہی) اور وہ ابتداے عمر سے ہی قریب قریب
تیس[۳۰] برس تک کیونکہ نمو کا ظہور (بین طور پر) بیس[۲۰] برس تک رہتا ہی اور کوئی شک نہین کہ بیس[۲۰] برس کے
بعد بھی انسان کا جمال اور کمال اور قوت اور زور بڑھتا ہی اور اس سے ثابت ہوتا ہی کہ (بیس[۲۰] برس
کے بعد بھی) قوت نامیہ ٹھہر نہین جاتی (اپنے منصبی کام سے) اور نیز بڑے دانت (جنسے چبانے کا کام
لیا جاتا ہی) گر جاتے ہین اور بیس برس کے بعد پھر نکلتے ہین (اور نمو اسی کا نام ہی) اور دوسرا سن وقوف
ہی (یعنی وہ زمانہ ہی جب کہ قوت نامیہ اپنے کام سے ٹھہر جاتی ہی) اور اس مرتبہ کا ضرور قائل ہونا چاہیے
اسلیے کہ (نمو اور انحطاط دو متضاد حرکتین ہین اور) نمو اور انحطاط کے وجود مین تو کسی کو شک نہین ہی
اور ہر دو متضاد حرکتون مین سکون کی ضرورت ہی دکمابین فی موضعہ پس ثابت ہوا کہ نمو اور انحطاط کے
درمیان ایک زمانہ ایسا بھی ہی جسمین قوت نامیہ اپنی حرکت سے باز رہتی ہی) اور اس مرتبہ کا نام سن شباب
ہی اور یہ مرتبہ آخر نمو سے لیکر پینتیس[۳۵] برس یا چالیس[۴۰] برس تک ہی اور تیسرا وہ سن ہی جسمین انحطاط شروع
یہ تردید باعتبار اختلاف امزجہ کے ہی ۱۲
ہو جاتا ہی لیکن قوت باقی رہتی ہی یعنی نقصان اور انحطاط محسوس نہین ہوتا اور اُسکی مدت سن شباب
کے آخر سے ساٹھ برس تک ہی اور اس سن کا نام سن کہولت ہی اور چوتھا وہ سن ہی جسمین انحطاط ہوتا ہی
جسکے ساتھ قویٰ مین ضعف ظاہر ہوتا ہی اور یہ اس وجہ سے کہ رطوبت غریزیہ حرارت غریزیہ کی حفاظت
نہین کر سکتی نقصان محسوس کی وجہ سے اور اسکی مدت آخر سن کہولت سے لیکر اخیر عمر تک ہی جسکا نام
سن شیخوخت ہی اور (ان اسنان اربعہ مذکورہ مین) وجہ انحصار یہ ہی کہ بدن یا تو بڑھنے کی حالت مین ہوگا
یا گھٹنے کی حالت مین یا کسی مین نہین پہلے سن کا نام سن نمو ہی اور دوسرے کا نام اگر نقصان محسوس نہو
تو سن کہولت ہی اور اگر محسوس ہو تو سن شیخوخت ہی اور تیسرے کا نام سن وقوف ہی لیکن سن نمو پس وہ
اٹھائیس[۲۸] برس تک رہتا ہی اور اس سن کے ہر سابوع یعنی سات برس مین ایک تغیر پیدا ہوتا ہی جو کسی
کمال کیطرف پہونچاتا ہی پہلے سابوع کے گذرنے پر اعضا مین کچھ کچھ سختی پیدا ہو جاتی ہی اور فصال مین

کچھ کچھ قوت آجاتی ہی اور کمزور دانت مضبوط دانتون سے بدل جاتے ہین اسی کمال کے لیے رسول صلی اللہ
علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہی کہ سکھاؤ بچون کو نماز جب وہ سات برس کے ہو جائین اور دانتون کے بدلنے کا
سبب یہ ہی کہ دانتون کی ضرورت کاٹنے اور توڑنے اور چبانے کے لیے ہی اسی لیے جو بچہ پیٹ مین ہوتا ہی
اُسکے دانت نہین ہوتے اور دودھ پینے والے بچے کو بھی دانتون کی اسی لیے ضرورت نہین ہی اور
اُسکے دانت جو نکلتے آتے ہین اُسکی وجہ یہ نہین ہی کہ طبیعت اپنے قصد وارادے سے اُنکو نکالتی ہو بلکہ
مادّہ کی کثرت اور دودھ کی گرمی کی حدت سے نکل آتے ہین کیونکہ دودھ کی گرمی دانتون کو بہت جلد نکال لاتی
ہی اسی لیے جو بچے تیز گرم دودھ پیتے ہین اُنکے دانت بہ نسبت اور بچون کے بہت جلد نکلتے ہین لیکن چونکہ
اُنکا نکلنا طبیعت کے قصد سے نہین ہوتا (اور دودھ کا چوسنا اُنمین ایک قسم کی کمزوری پیدا کردیتا ہی)
اسی لیے وہ پورے پورے مضبوط نہین ہوتے اور ضرورت کیوقت طبیعت اُنکو گراکر نئے دانت پیدا
کرتی ہی جنسے کاٹنے اور توڑنے کا کام لیا جاسکتا ہی اور دوسرے سابوع کے گذرنے پر عضاء مین کافی
سختی پیدا ہوجاتی ہی اور یہی وہ وقت ہی کہ جسمین لڑکے کے بلوغ کا ظہور ہوتا ہی اور لڑکی کو حیض آنے لگتا ہی
اور اُسکا سینہ اُبھر آتا ہی اور اسی وقت بونے اور جوتنے کا مادہ پیدا ہوجاتا ہی (یعنی منی) اور جمہور اطبا بلوغ
کو چند نشانیونکے ساتھ پہچانتے ہین جو اُسوقت ظاہر ہوتے ہین منجملہ اُنکے ایک تو ناک کے بانسے کا سرا
کھلجاتا ہی کیونکہ جو رطوبت اپنے لس کی وجہ سے اُسکو چپکانے والی تھی وہ کم ہوجاتی ہی اسلیے کہ اسوقت
حرارت اُبھرتی اور تیز ہوجاتی ہی اور منجملہ اُن علامات کے گھانٹی کا پھوٹ آنا اور آواز کا بھاری ہوجانا ہی
اسلیے کہ شدت حرارت نرخرہ کو وسیع کردیتی ہی جس سے آواز بھاری ہوجاتی ہی اور منجملہ اُن علامات کے
بغل کی بو کا متغیر ہوجانا ہی کیونکہ شدت حرارت قلب سے بدبودار فضلے کو اُس نرم گوشت کیطرف دفع کرتی
ہی جو بغل مین ہی کیونکہ وہ ضعیف ہی (اور نزلہ برضعیف می ریزد مشہور ہی) اور قلب سے قریب ہی (اس دلیل سے
ثابت ہوتا ہی کہ صرف بائین بغل بدبودار ہوتی ہی کیونکہ قلب اسی جانب ہی حالانکہ تغیر ریح دونون طرف
برابر ہی) اور اسوقت انسان کی طرف تکالیف شرعیہ متوجہ ہوجاتی ہین جنکی رسول صلی اللہ علیہ وسلم
نے خبر دی ہی اور تیسرے سابوع کے گذرنے پر انسان اپنے پورے کمال پر پہونچ جاتا ہی اور اسوقت
داڑھی بھی نکلتی ہی اور اُس سے شان اور وقار ظاہر ہوتا ہی اور قریب آتا ہی اس سن مین داڑھی نکلنے کی
علت کا بیان آور چوتھے سابوع کے گذرنے پر قوت نامیہ اپنے کام سے ٹھہر جاتی ہی اسواسطے کہ مجاری این

[illegible] ۱۲

وسعت نہین باقی رہتی اور بدن اسکے بعد پھیل نہین سکتا اسلیے کہ سختی (اعضا کی اپنی حد تک پہونچ جاتی ہے) اور سن نمو کا اقتصار اٹھائیس[۲۸] برس پر اسلیے نہین کیا گیا کہ بسا اوقات اسمین کمی بیشی ہوتی رہتی ہی تغیر کی جلدی یا دیر کی وجہ سے لیکن غالب یہی ہی (کہ قوت نامیہ کا) ٹھہرنا (اپنے فعل سے) تیس[۳۰] برس کے اردگرد ہوتا ہی اسی لیے تیس[۳۰] برس کا قرب معتبر ہوا پس اگر نمو چار دن سابوعون کو گھیر لے تو پانچوان سابوع سن وقوف سے گھر جاتا ہی اور یہ پینتیس[۳۵] برس ہوے اور اسکا وجود زیادہ ہی اور اگر نمو چار سابوعون سے بڑھ جائے اور اسکی زیادتی غالبًا تینتیس[۳۳] برس تک ہوتی ہی تو وقوف بقیہ پورے سابوع کو گھیر لیتا ہی جسکا مجموعہ چالیس[۴۰] برس ہوتا ہی لیکن اسکا وجود کم تر ہی اور اسوقت افعال طبیعیہ کو کچھ کچھ سکون ہو جاتا ہی اور افعال نفسانیہ مین قوت پیدا ہو جاتی ہی اور سن کہولت کے تقریبًا تین[۳] سابوع ہین اور جب انسان اس سن سے متجاوز ہو جاتا ہی تو حفظ تدابیر پر مواظبت بہت کم کرتا ہی اور اُسکی خطا (تدابیر مین) اُسکی قوت کے ضعیف ہو جانیکی معاون ہو جاتی ہی اور اسکے تھوڑے زمانے کے بعد غالبًا موت آجاتی ہی اور اسی لیے موت غالبًا ساٹھ برس کے بعد ہوتی ہی اور اسی کی خبر دی ہی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس ارشاد مین کہ میری امت کی اکثر عمرین ساٹھ[۶۰] اور ستر کے درمیان ہونگی اور سن شیخوخت کے لیے بعض لوگون نے یہ حکم دیا ہی کہ اکثر سن شیخوخت ساٹھ برس ہی (یعنی سن شیخوخت کی ابتدا اس سن سے ہوتی ہی) اور چونکہ کامل ہونیکی عمر جب چالیس پر منتہی ہو گئی تو مناسب ہی کہ سن نقصان اُسکے ضعف سے زیادہ نہ بڑھے جسکا مجموعہ ایکسو بیس[۱۲۰] ہی اور وسط آبادی کے رہنے والون کی زیادہ تر یہی عمر دیکھی گئی ہی لیکن حق یہ ہی کہ دلیل صرف موت کے آنے اور برحق ہونے پر دلالت کرتی ہی اُس سے اکثر عمر کی مقدار نہین نکلتی اور یہ جو ان لوگون نے ذکر کیا ہی کہ فساد اور نقصان کا زمانہ اُسکے وجود کمال سے دوچند ہوتا ہی (اس لیے مجموعہ عمر ایکسو بیس[۱۲۰] برس ہوگا) اسپر کوئی دلیل نہین ہی اور اہل تنجم نے اسکا اعتراف کر لیا ہی کہ ایکسو بیس[۱۲۰] برس پر زیادتی ممکن ہی حتی کہ ابو ریحان نے ماشاء اللہ (ایک حکیم کا نام ہی) سے نقل کیا ہی کہ انسان نو سو ساٹھ[۹۶۰] برس تک زندہ رہ سکتا ہی اور ان لوگون کے نزدیک زحل اور مشتری کا قران اسیقدر مدت مین ہوتا ہی جسکو قران اعظم سے تعبیر کرتے ہین اور آسمانی کتابون مین یہ بات موجود ہی کہ پچھلے لوگون مین اس قسم کے لوگ تھے جنکی بڑی بڑی عمرین تھین (چنانچہ قرآن پاک مین حضرت نوح علیہ السلام کی بابت یہ الفاظ ہین فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا یعنی نوح علیہ السلام کا قیام اپنی امت مین

ساڑھے نوسو برس رہا) پس اسکا انکار کرنا جہل اور نادانی ہی اور یہ لوگ جو یہ کہتے ہین کہ آسمانی کتابون مین
اس بابت جو لفظ سال واقع ہی وہ اُس سے جسکو ہم لوگ سال کہتے ہین مدت مین بہت کم مراد ہی یہ
محض بے دلیل ہی جب یہ معلوم ہوچکا تو اب ہم (مقصود) کتاب کی طرف رجوع کرتے ہین پس کہتے ہین کہ
مؤلف نے اس بات کا حکم کیا ہی کہ جوان لوگ زیادہ معتدل المزاج ہین پس یہ بھی ممکن ہی کہ مؤلف نے
اپنے اس قول سے اس امر کا ارادہ کیا ہو کہ جو جوان سن وقوف مین ہی اُسکا سن باقی انسان کے اعتبار سے
اعتدال حقیقی سے زیادہ قریب ہی کیونکہ اِس سے قبل (بچپن کے زمانے مین ۱۲) رطوبات کثرت سے ہوتے ہین اور اسکے بعد رطوبات کم
ہوجاتے ہین اور خشک ہوجاتے ہین (یعنی بجائے رطوبت کے یبس غالب ہوجاتا ہی) اور یہ بھی ممکن ہی
کہ مؤلف نے اس امر کا ارادہ کیا ہو کہ جوان کی عمر بہ نسبت بچے کی عمر کے اعتدال حقیقی سے زیادہ قریب
ہی اس معنی کر کہ جوان کا اعتدال دونون جنسون مین ہی یعنی حرارت اور برودت کی جنس اور رطوبت اور یبوست
کی جنس مین اور بچے کا اعتدال صرف ایک ہی جنس مین ہی یعنی حرارت اور برودت کی جنس مین رہی دوسری
جنس یعنی جنس رطوبت اور یبوست پس بچہ اس جنس مین اعتدال سے احد الطرفین یعنی رطوبت کی طرف
مائل ہی اور اسی لیے اُسمین نمو ہوتا ہی (اور ان دونون ارادون مین فرق یہ ہی کہ پہلے ارادے مین اعدلیت
کسی خاص سن کے اعتبار سے مراد نہین ہی اور دوسرے ارادے مین سن صبا کے اعتبار سے ہی
اور دونون کا حاصل اعدلیت مزاج شبان کا ثابت کرنا ہی اور غرض صرف اسقدر ہی کہ جوانون کے مزاج
دونون کیفیتون مین متوسط ہین کیونکہ مقدار مین جسقدر اُنکی رطوبت غریزیہ گھٹ جاتی ہی اُسی قدر حرارت غریزیہ
بھی گھٹ جاتی ہی لیکن اُس حرارت مین شدت اور حدت یبس کی وجہ سے پیدا ہوجاتی ہی واللہ اعلم)
طبیبون نے بچے اور جوان کی حرارت مین اختلاف کیا ہی بعض کہتے ہین کہ بچے مین بہ نسبت جوان کے زیادہ
حرارت ہی اور بعض لوگ اسکے برعکس کہتے ہین پہلون کی دلیل یہ ہی کہ بچون مین نمو زیادہ ہی اور نمو کا فاعل
حرارت ہی کیونکہ نمو اُسوقت حاصل ہوتا ہی جبکہ اعضاجات ثلاثہ مین اپنی رطوبت کی وجہ سے بڑھنے کے
قابل ہون اور حرارت اُنکے بڑھانے پر قادر ہو اور نیز جیسے کہ نمو کثرت رطوبت پر دلالت کرتا ہی ایسے ہی
کثرت حرارت پر بھی کیونکہ رطوبت حرارت کے لیے بمنزلہ مادہ کے ہی پس کثرت رطوبت کثرت حرارت کو لامحالہ
مستلزم ہوگی اور کثرت حرارت صبی پر دوسری دلیل یہ ہی کہ بچون کو اشتہاے طعام بھی بہ نسبت جوانون کے
زیادہ ہوتی ہی اور ہضم طعام بھی قوی اور زیادہ ہوتا ہی اور اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہی کہ بچون مین حرارت

زیادہ ہے اسلیے کہ ان افعال کے واسطے طبیعت کیلیے حرارت ہی آلہ ہے اور تیسری دلیل یہ ہے کہ منی سے
جو حرارت بچون مین آتی ہے وہ کثرت رطوبت عزیزیہ کی وجہ سے تحلیل نہین ہونے پاتی کیونکہ اُسکا تحلل
رطوبت عزیزیہ کے تحلل سے ہے بخلاف جوانون کے کہ اُنکی رطوبت عزیزیہ گھٹ جاتی ہے پس وہ حرارت
جو منی سے حاصل ہوتی ہے وہ بھی گھٹ جاتی ہے پس ثابت ہوا کہ بچون کی حرارت زیادہ ہے اور چوتھی دلیل
یہ ہے کہ بچون کی سانس اور نبض مین سرعت اور تواتر ہوتا ہے بہ نسبت جوانون کی نبض اور سانس کے پس
جو حرارت کہ اس تواتر اور سرعت کی منشا ہے وہ بھی زیادہ ہوگی) اور اسکا (یعنی پہلی دلیل کا جو شرح مین مذکور
ہے) جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ یبوست کے غلبے کی وجہ سے جوانون مین نمو نہوتا ہو کیونکہ جو شے رطب ہوتی ہے
وہ اتصال اور انفصال اور تمدد اور تشکل کو باسانی قبول کرسکتی ہے (اور جو شے یابس ہوتی ہے وہ اُن چیزون کو
چنانچہ رطوبت کے یہی معنی ہین ۱۲
مشکل سے قبول کرتی ہے پس معلوم ہوا کہ جوانون مین نمو کا کم ہونا قلت رطوبت کیوجہ سے ہے نہ قلت حرارت
کیوجہ سے) کیونکہ جیسے کہ فاعل کے نہونے سے فعل کا وجود نہین ہوتا ایسے ہی قابل کے مستعد نہونے سے
بھی اور دوسرا جواب یہ ہے کہ جائز ہے کہ انسان کیواسطے بعضے ایسے کمالات ہون (جو نوع انسانی کے لائق
ہون اور) جو بذریعۂ نمو کے طلب کیے جاتے ہین اور جب انسان اس کمال پر پہونچ جائے (تو نمو پورا ہوجائے)
اب اسکے بعد نمو کا ہونا ممکن نہوگا گو اُسکی حرارت بہ نسبت لڑکپن کے زمانے کے کم نہوئی ہو (مطلب یہ کہ
نمو طلب کمال کے لیے ہوتا ہے اور جوانی کی عمر مین وہ کمال پورا ہوگیا لہذا نمو بھی پورا ہوگیا اور بچون کو
اُس کمال کا انتظار ہے اسلیے اُنکا نمو بدرجۂ تزاید ہے اور ہمکو حرارت سے اور حرارت کو اس نمو سے کوئی
تعلق نہین پس ممکن ہے کہ دونون کی حرارت برابر ہو اور ایک کا نمو زیادہ ہو اور دوسری دلیل کا یہ جواب ہے
یعنے بچے کا ۱۲
کہ اشتہاے طعام حرارت سے نہین ہوتا بلکہ اُسکا منشا برودت ہے کیونکہ برودت کی شان یہ ہے کہ اجزاے
معدہ کو مجتمع اور یکجا کرے کہ اس سے اشتہا پر معاونت ہوتی ہے برخلاف حرارت کے کہ یہ آلات غذا مین
استرخا پیدا کرتی ہے جس سے اشتہا مین ضعف پیدا ہوتا ہے اور بچون کے ہضم کی قوت اُسوقت ثابت ہوسکتی
یہ دلیل ہضم کا جواب ہے ۱۲
ہے جب کہ دونون کے کھانے کی مقدار اور کیفیت برابر ہو حالانکہ یہ نہین ہے اور تیسری دلیل کا جواب یہ ہے
کہ بچون کی حرارت گو مقدار مین زیادہ ہو لیکن جوانون کی حرارت چونکہ مرتبۂ کمال کو پہونچ چکی ہے اس لیے
اُسمین حدت زیادہ ہے اور چوتھی دلیل کا یہ جواب ہے کہ بچون کی سرعت نبض اور تواتر نفس کا باعث حرارت کی
پس وہ کیفیت مین زیادہ ہے ۱۲ — باتحریک دم ۱۲
زیادتی نہین ہے بلکہ یہ باتین ضعف قوۃ کی وجہ سے ہین کیونکہ ضعف بھی تواتر اور سرعت کا منشا ہوا کرتا ہے

آن جوابون پر بھی شبہات ہوے ہین مگر ہم اُنکو فضول کج بحثی سمجھکر بالقصد ترک کرتے ہین اور جسکو اُنکی
ضرورت ہو وہ کم از کم نفیسی مین اس بحث کو بغور دیکھ لے شیخ کا کلام طویل جو ہم آگے چلکر نقل کرینگے
اُس سے علاوہ تشفی کے یہ بات بھی خوب روشن ہو جائیگی کہ ان حضرات نے جن مباحث سے اپنی کتابون کو
طویل کیا ہی وہ سب شیخ کا ذخیرہ ہی اور یہ سب اُسی کے آثار کے متتبع اور مقتفی ہین) اور دوسرے فریق
(یعنی جوانون مین زیادتی حرارت کے قائل ہونے والون) نے اپنے دعوے پر یہ دلیل پیش کی ہی کہ جوانون
مین خون زیادہ ہی اسی لیے اُنکی نکسیر زیادہ پھوٹتی ہی اور خون گرم ہی پس اُنمین حرارت زیادہ ہوئی اگر کوئی
یہ شبہہ پیش کرے کہ اس بیان سے عورتون کے مزاج کا احر یعنی شدید الحرارت ہونا لازم آتا ہی کیونکہ اُنمین
خون زیادہ ہوتا ہی اس دلیل سے کہ اُنکو ہر مہینے ایام ہوتے ہین تو اسکا یہ جواب ہی کہ عورتون مین خون کی کثرت
اسلیے نہین ہوا کرتی کہ کثرت حرارت کی وجہ سے اُنکے بدن مین خون بکثرت پیدا ہوتا ہی بلکہ اسلیے کہ اُن کی
برودت مزاج کیوجہ سے تحلل اُنکے ابدان سے کم ہوتا ہی اسلیے کہ برودت تکثیف مسامات اور حبس دم اور منع
من التحلل کا منشا ہوتی ہی) اور نیز جوانون کے حرکات بہ نسبت بچون کے قوی ہوتے ہین اور حرکت حرارت
سے ہوتی ہی (اور حرکت جتنی قوی ہوگی اُسیقدر حرارت کا زیادہ ہونا متیقن ہوگا) اس دلیل کا یون جواب
دیا گیا ہی کہ ہم اسکو نہین مانتے کہ جوانون مین خون زیادہ ہوتا ہی کیونکہ بچون کا خون نمو مین صرف ہوتا ہی
اور رگون مین نہین رک رہتا اسیوجہ سے اُنکی نکسیر زیادہ نہین پھوٹتی اور جائز ہی کہ جوانون کی نکسیر اسلیے
زیادہ پھوٹتی ہو کہ اُنکی رگون مین یبوست اور خشکی پیدا ہو جاتی ہی کیونکہ خشک چیز پھٹ جانیکو زیادہ قبول
کرتی ہی (یہ تو دلیل کی پہلی شق کا جواب ہوا اور دوسری شق کا یہ جواب ہی کہ) بچون کا حرکت پر قوی نہونا
اسوجہ سے ہی کہ اُنمین رطوبت زیادہ غالب ہوتی ہی اور استرخاء رطوبی (یعنی وہ سستی اور فروہشتگی جو رطوبت سے
پیدا ہو) قوت حرکت سے مانع ہوتا ہی۔ اور حکیم جالینوس کا یہ مذہب ہی کہ بچے اور جوان کی حرارت قوت
تاثیر مین برابر ہوتی ہی لیکن جوان کی حرارت احدّ ہوتی ہی اور بچے کی حرارت الین ہوتی ہی (یعنی
دونون حرارتون مین کیفیت کے اعتبار سے مخالفت ہی لیکن موجب حرارت مین دونون برابر ہین
اور مساوات فی الکم سے مراد اُسکے قول مین قوت تاثیر مین برابر ہونا ہی نہ کہ مقدار مین کیونکہ رطوبت غریزیہ
تو ہر گاہ فیوماً تحلیل ہوتی رہتی ہی اور اسکے ساتھ ساتھ حرارت غریزی بھی گھٹتی ہی پس یہ کیسے ہو سکتا ہی
کہ جوانون کی حرارت بچون کی حرارت کے مقدار مین برابر ہو اور جالینوس ایسا حکیم مساوات فی الکم کا

کیونکر قائل ہوسکتا ہے پس مساوات سے مراد قوت تاثیر اور صدور آثار مین برابر ہونا ہے) دونون حرارتون کے
قوت تاثیر مین برابر ہونیکی یہ دلیل ہے کہ جو حرارت بچون مین تھی وہ جوانون مین نہ گھٹی ہے اور نہ بڑھی ہے نہ گھٹنے
پر یہ دلیل ہے کہ اگر وہ حرارت گھٹجائے تو ذبول واقع ہو جائیگی اور سن شباب مین ذبول کا واقع ہونا
باطل ہے۔ اس دلیل پر یہ اعتراض نہین پڑ سکتا کہ اگر وہ حرارت کم نہو تو نمو واقع ہو جائے حالانکہ جوانی کی
عمر مین نمو نہین ہوتا کیونکہ اسکا جواب ہم یون دینگے کہ جوانی مین نمو کا نہ ہونا غلبۂ یبوست کی وجہ سے ہے
اور سن شباب مین حرارت کے زیادہ نہونے پر یہ دلیل ہے کہ حرارت غریزیہ کی زیادتی یا تو اس طریقے سے
ہوگی کہ ایک دوسرے نفس کا بدن پر بعد حدوث بدن کے افاضہ ہوگا یہ تو اُسوقت جبکہ ہم یہ کہین کہ
حرارت غریزیہ اور چیز ہے اور حرارت عنصریہ اور چیز ہے اور محققین حکما کا یہی مذہب ہے اور یا اس طریقے سے ہوگی
کہ ایک جزء ناری بدن پر وارد ہو بدن کی تیاری اور حصول کے بعد جو باقی عناصر کے ساتھ ممتزج ہو جائے
یہ اُسوقت جب ہم یہ کہین کہ حرارت غریزیہ حرارت ناریہ کی جنس سے ہے اور یہ ایسے عام طبیبون کا قول ہے
جنکو تحقیق سے کوئی سروکار نہین ہے اور دونون باتین محال ہین دلپس حرارت کا زیادہ ہونا بھی محال ہے
اس تحقیق کی تفصیل یہ ہے کہ حرارت کا حصول بغیر موجب حرارت کے نہین ہوسکتا جالینوس کے نزدیک
موجب حرارت جزء حار ناری ہے اور متاخرین حکما کے نزدیک وہ جزء حار سماوی ہے یعنی ایک جوہر حار
لذیذ ہوائی ہے جسمین نہ حدت ہے نہ لذع ہے نہ ناریت ہے یعنی نہ احراق ہے نہ تعفین ہے نہ افساد ہے بدن پر اُسکا
اُسوقت افاضہ ہوتا ہے جسوقت نفس کا افاضہ ہوتا ہے اور اُسکی مفارقت بھی مفارقت نفس کے ساتھ
ہوتی ہے اب آپس مین اختلاف ہے کہ جزء حار غریزی اور جزء ناری دونون ایک ہی ہین یا یہ اور ہے اور وہ
اور جو لوگ دونون کو ایک مانتے ہین اُنکے نزدیک جزء حار غریزی وہ جزء ہے جو منی سے اصل خلقت
مین حاصل ہوتا ہے اور جسکا تکون عناصر کے باہمی امتزاج سے ہوتا ہے اور اسپر زیادت یونہی ممکن ہے
کہ ایک جزء ناری بڑھ جائے جو باقی عناصر سے ممتزج ہو اور ظاہر ہے کہ اسکا حصول بعد التکون ہوگا
اور یہ بات ابھی معلوم ہوچکی کہ اُسکا حصول اصل کون کے وقت ہوتا ہے لہذا بعد کو اُسکا زیادہ ہونا محال
ہوگا اور جو لوگ یہ کہتے ہین کہ جزء حار غریزی اور چیز ہے اور جزء حار ناری اور چیز پس حرارت کے زیادہ
ہونیکے لیے اس جزء حار سماوی کا بڑھنا ضروری ہوگا اور یہ تو معلوم ہوچکا کہ بدن پر اُسکا افاضہ نفس کے
ساتھ ہوتا ہے پس جبکہ اس جزء کی زیادتی ہوگی تو بدن پر مخلوق ہونیکے بعد ایک دوسرے نفس کا بھی افاضہ ہوگا

حالانکہ یہ بات ثابت ہوچکی ہو کہ نفس کا حدوث حدوث ابدان کے وقت ہوتا ہو لہذا دوسرا نفس بعد
وجود بدن کے مفاض نہین ہوسکتا اور اسی لیے جزء حار ساوی کی زیادتی بھی ممکن نہین غرضکہ
کسی مذہب کے اعتبار سے موجب حرارت کی زیادتی ممکن نہوئی پس حرارت کیونکر بڑھ سکتی ہو اور یہی
مقصود ہی) اگر کوئی اعتراض کرے کہ اگر جوان کی حرارت بچے کی حرارت سے زیادہ نہوتی تو وہ اپنے
اعضا کی تدبیر کما ینبغی نہ کرسکتا کیونکہ اُسکے اعضا بنسبت بچے کے اعضا کے بڑے بڑے ہین تو اسکا
جواب یہ ہو کہ بچے کے اعضا بڑھنے کی حالت مین ہین اور یہ بڑھنا اعضا کے بڑے ہونیکے قائم مقام ہو
(یعنی بچہ نمو کی حالت مین ہو اور جوان وقوف کی حالت مین اُسمین اعضا بڑھتے ہین اور اسمین اپنی حالت
پر محفوظ رہتے ہین اور بڑے اعضا کی حفاظت چھوٹے اعضا کے بڑھنے کی مساوی ہو) اور حدت اور
لین کی مخالفت پر یہ دلیل ہو کہ بچون مین رطوبت بکثرت ہوتی ہو اور اُس سے حرارت مین لیونت پیدا ہوتی
ہو لیکن بچے کی حرارت باوجود لیونت کے حرارت غریزیہ کا بھی استخفاض کرسکتی ہو اور تنمیہ پر بھی قادر
ہوتی ہو بخلاف جوان کی حرارت کے کہ اُس سے تنمیہ کا کام نہین ہوسکتا چونکہ اعضا کی یبوست تمدید سے
مانع ہو) کیونکہ جو شی رطب ہوتی ہو اُسکی حرارت اسکن اور الین ہوتی ہو اور جو شی یابس ہوتی ہو اُسکی حرارت
مین حدت اور لذع ہوتی ہو اسکی مثال یہ ہو کہ پانی اور پتھر دونون برابر گرم کیے جادین تو پتھر کی
گرمی زیادہ محسوس ہوگی جالینوس نے اپنی جوامع مین اسی مثال کو ذکر کیا ہو اور بعض
طبیب اسکی مثال حمام کے ساتھ دیتے ہین کیونکہ اُسکی زمین پانی سے زیادہ گرم معلوم ہوتی ہو اور پانی
اُسکی ہوا سے حالانکہ گرم کرنیوالی ایک ہی آگ ہو آمدیہ جو ہمنے کہا کہ بچے مین رطوبت زیادہ ہوتی ہو یہ
اسلیے کہ جو کچھ اُسمین رطوبت غریزی منی اور حیض اور روح بخاری سے حاصل ہوئی ہو وہ بکثرت موجود
ہو (جو بلا وجہ تحلیل نہین ہوسکتی) اور یہی رطوبت تھوڑی تھوڑی تحلیل ہوتی رہتی ہو شروع عمر سے آخر
عمر تک یہ جو کچھ ہمنے بیان کیا (یعنی قوت تاثیر مین بچے اور جوان کی حرارت کا برابر ہونا اور حدت اور
لین مین دونون حرارتون کا مخالف ہونا اور بچے مین رطوبت کا زیادہ ہونا) یہ جالینوس کا مذہب
ہو اور یہی مؤلف کا مختار ہو اور مؤلف کے کلام کی تطبیق جالینوس کے کلام پر مخفی نہین ہو اب مناسب
معلوم ہوتا ہو کہ بخیال ایضاح مقصود شیخ کا کلام قانون سے نقل کردیا جائے وہو ہذا اقدماے اطبا مین
صبی اور شاب کی حرارت مین اختلاف واقع ہو بعضون کی یہ راے ہو کہ صبی کے مزاج مین حرارت زیادہ ہو

اسی وجہ سے اُسمین نمو بھی زیادہ ہوتا ہو اور اُسکے افعال طبیعیہ مثل خواہش طعام اور ہضم وغیرہ بھی اکثر اور
ہمیشہ پائدار رہتے ہین یہ دلیل زیادتی حرارت کی سن صبا مین آتی ہو۔ اور تیسری دلیل یہ ہو کہ اس سن مین چونکہ
حرارت غریزی اصلی جو مادۂ منی سے اُنکو ملتی ہو تازہ اور مجتمع ہوتی ہو اس جہت سے اُنکی حرارت بہ نسبت
شبان کے زیادہ ہوتی ہو بعضون کی یہ راے ہو کہ حرارت غریزی جوانون مین بہت قوی ہوتی ہو
اور خون اُنمین زیادہ اور متین یعنی پختہ اور معتدل القوام ہوتا ہو اور اسی جہت سے اُنکی نکسیر زیادہ پھوٹتی ہو
ایک یہ بھی دلیل کثرت حرارت جوانون کی تجویز کرتے ہین کہ مزاج اُنکا مائل بصفراویت ہوتا ہو اور لڑکونکا
مزاج مائل بلغمیت ہوتا ہو اور چونکہ جوانون کے حرکات قوی تر ہوتے ہین اور حرکت کو حرارت لازم ہو
اور استمرار اور ہضم طعام اُنکا قوی ہوتا ہو اسکا بھی منشا حرارت ہو لڑکون مین زیادتی اشتہاء طعام کی جو منشا
حرارت ٹھہرائی ہو یہ بات صحیح نہین ہو بلکہ کثرت اشتہاء طعام کا منشا برودت ہوتی ہو اسی وجہ سے کثر
شہوت کلبی بوجہ برودت کے پیدا ہوتی ہو جو جوانون مین جو ہمنے شدت ہضم طعام کا دعویٰ کیا اُسکی دلیل یہ ہو
کہ اُنھین متلی اور قی اور تخمہ کمتر عارض ہوتا ہو جیسا لڑکون کو اکثر سوء ہضم کی وجہ سے عارض ہوجاتا ہو مزاج
جوانون کا جو ہمنے مائل بصفراویت کہا اُسکا ثبوت یہ ہو کہ یہ اکثر امراض حارہ مین مبتلا ہوتے ہین۔ مثل
حمّاے غب کے اور قی اکثر اُنکی صفراوی ہوتی ہو برخلاف اسکے لڑکون کے امراض بارد رطب ہوتے ہین
کہ اُنکی ہذیان بلغمی ہوتی ہین اور اکثر اُنکی قی مین بلغم برآمد ہوتا ہو نمو کی زیادتی لڑکون مین بوجہ قوت حرارت
نہین ہوتی بلکہ اسکا منشا کثرت رطوبت ہو اور بھوک کی زیادتی اُنمین نقصان حرارت پر بخوبی دلالت
کرتی ہو یہ خلاصہ دلائل مذہب فریقین کا ہو مگر جالینوس ان دونون گروہون کے مذہب کو رد کرتا
ہو اور اسکی یہ راے ہو کہ دونون کی حرارت قوت مین برابر ہو اور اصل مین مختلف فرق یہ ہو کہ لڑکون
مین مقدار حرارت زیادہ ہو اور کیفیت یعنی حدت اور لذع کمتر اور جوانون مین مقدار حرارت کم ہوتی
ہو اور کیفیت یعنی حدت و لذع بیشتر۔ توضیح قول جالینوس کی یہ ہو فرض کرو کہ ایک ہی حرارت مقدار
واحد مین یا ایک ہی جسم لطیف حار مقدار واحد کا بہ کیفیت واحد کبھی تو ایسے جسم مین پھیلے اور منتشر ہو
کہ جسکا جوہر رطوبت زیادہ رکھتا ہو مثل پانی کے اور کبھی جسم یابس مین مثل پتھر وغیرہ کے پھیلے اور منتشر ہو
اس فرض خاص مین ہم یقیناً پانی کی مقدار مین گرمی زیادہ پائینگے اور کیفیت حدت مین نرمی اور
کمی محسوس ہوگی بخلاف پتھر کے کہ اُسکی مقدار حرارت گو کم ہوگی مگر حدت کی کیفیت بمدارج زیادہ ہوگی

اسیطرح لڑکے اور جوانون کی حرارت تصور کرنی چاہیے چونکہ لڑکون کی پیدائش منی کثیر الحرارت سے ہوتی ہو اور ابھی اس حرارت کو وہ اسباب بہم نہین پہونچے جو اُسے بجھا دین اسلیے کہ لڑکا مثل اسپ تیز رو کے تزیدمین چلا جاتا ہو اور رفتہ رفتہ نمو مین چلا آتا ہو ابھی ٹھہرا نہین ہو کسی حد پر مقدار مین اقطار ثلٰثہ کے پس کمی حرارت کی طرف رجوع کرنے کا کیا مذکور ہو - اور جوانون کو اگرچہ کوئی ایسا سبب بہم نہین پہونچا جو حرارت عزیزیہ کو بڑھائے اور نہ ایسا کوئی سبب واقع ہوا جو اُسے بجھائے بلکہ وہ حرارت محفوظ ہو بہ جہت رطوبت کے جو کیفیت اور کمیت مین ساتھ ہی کم ہو اور اسیطرح محفوظ رہیگی جب تک کہ حرارت زمانۂ انحطاط کو پہونچے رطوبت جوانون مین اگرچہ بہ نسبت لڑکون کے کم ہو جاتی ہو مگر اتنی کم نہین ہوتی کہ حفاظت حرارت عزیزیہ کی نہ کرسکے البتہ بقیاس نمو کے کم ہو جاتی ہو شاید یہ بات صحیح ہو کہ لڑکپن کی رطوبت اتنی زیادہ ہوتی ہو کہ نمو مین بھی بکار آمد ہوتی ہو اور حفاظت حرارت غریزیہ بھی کرتی ہو بعد اُسکے جوانون مین اتنی باقی رہجاتی ہو کہ دونون باتون کو تو کافی نہین ہوسکتی ہو مگر ایسا نہین کہ ایک بات کو بھی کافی نہ ہوسکے اسی جہت سے واجب ہوا کہ رطوبت جوانون کی بدرجۂ اوسط ہوتا کہ ایک دو باتون مین ضرور بکار آمد ہو یہ بات تو محال عقلی ہو کہ رطوبت کی مقدار اتنی ہو کہ تنمیہ کو تو کفایت کرے اور حفظ حرارت عزیزیہ نہ کرسکے اسلیے کہ جو چیز اصل کی حفاظت نہین کرسکتی وہ اُسپر کسی چیز کو بڑھانے کی کیا طاقت رکھیگی پس یہی بات باقی رہی کہ جوانون کی رطوبت اسقدر کم ہوتی ہو کہ حفظ حرارت کرسکتی ہو اور نمو کیواسطے کافی نہین ہوتی فریق ثانی کا یہ قول ہو کہ نمو صبیان مین بوجہ رطوبت ہو نہ بہ سبب حرارت کے یہ قول محض باطل ہو - اسلیے کہ رطوبت واسطے نمو کے بمنزلۂ مادہ کے ہو اور مادہ بنفس خود نہ منفعل ہوتا ہو نہ متخلق ہوتا ہو جبتک کہ کوئی قوت فاعلہ اُسمین اثر نہ کرے اور قوت فاعلہ نمو کیواسطے یا نفس ہو یا طبیعت ہو باذن پروردگار تعالیٰ شانہ کے مگر نفس یا طبیعت بے کسی آلہ کے کچھ فعل نہین کرسکتی وہ آلہ یہی حرارت عزیزیہ ہو اس سے ظاہر ہوا کہ نمو کا سبب فاعلی حرارت ہوسکتی ہو نہ رطوبت - یہ بات جوان لوگون نے کہی کہ قوت اشتہاے طعام لڑکون مین بوجہ برودت مزاج کے ہوتی ہو یہ بھی محض باطل ہو کیونکہ جو شہوت فاسد ہوتی ہو اور جو بوجہ برودت مزاج کے ہوتی ہو اُسکے ساتھ ہضم جید اور غتذا کم ہوتا ہو حالانکہ لڑکون مین اکثر اوقات استمرا بہت اچھی طرح پر ہوتا ہو اگر یہ بات نہوتی تو اُسکی غذا سے جسقدر جزو بدن ہوکر نمو مین کام آتی ہو وہ بہ نسبت جزو متحلل کے زیادہ نہوتی - کبھی لڑکون کو جو سوء ہضم عارض ہوتا ہی

اُسکا سبب یہ ہو کہ حرص اُنکی غالب ہوتی ہو اور ترتیب طعام مین بد اطواری کرتے ہین اور بیقاعدہ تقدیم و تاخیر غذاؤن کی واقع ہوتی ہو اور اکثر وہ غذائین جو ردی الکیموس خواہ مرطوب ہین بمقدار کثیر کھاتے ہین اور اُنکے بعد حرکات فساد انگیز اُنسے سرزد ہوتے ہین باینوجہ بکثرت چونکہ فضول اُنکے معدے مین مجتمع ہوتے ہین کہ محتاج کثرت تنقیہ کے ہوتے ہین خصوصًا اُنکے پھیپھڑون مین اجتماع فضول بہت ہوتا ہو اسوجہ سے اُنکی سانس مین بشدت تواتر اور سرعت پیدا ہوتی ہو اور اُنکی نبض مین عظم نہین ہوتا کیونکہ اُنکی قوتین ابھی تمام نہین ہوئین یہان تک بیان مزاج صبی اور شاب کا تھا جس طریقے پر جالینوس نے کہا اور ہمنے اپنی عبارت مین اُسکی مطابق تحریر کیا) **مؤلف کہتا ہو** اور ادھیڑ (عمر کا مرد) اور بوڑھا (مزاج کے اعتبار سے) سرد وخشک ہین اور بوڑھا آدمی بہت مرطوب ہوتا ہو اُس رطوبت سے جو غریب ہو (اور جسکا کام (صرف) تر کردینا ہو) **مین کہتا ہون** ان دونون کے بارد ہونے کی تو یہ وجہ ہو کہ حرارت اصلیہ ان دونو مین کم ہوجاتی ہو (مقدار مین بھی اور قوت مین بھی مقدار مین تو اسلیے کہ حرارت کا اکثر محل فنا ہوجاتا ہو اور قوت مین اسلیے کہ اُس سے نہ حفظ کا کام ہوسکتا ہو نہ تنمیہ کا) اور یابس ہونے کی یہ وجہ ہو کہ اُنکی رطوبت غریزیہ پر تحلل کا غلبہ ہو (یعنی وہ رطوبت یومًا فیومًا تحلیل ہورہی ہو کیونکہ جو ہوا انسان کے بدن کو محیط ہو اور جو ذاتًا واصالۃً حار ہو دوسرے آفتاب کی شعاعون سے حرارت کا اکتساب کرتی ہو اُسکا بدو فطرت اور اول عمر سے یہ کام ہو کہ رطوبت کو بدن سے چوستی ہو اور اس فعل کو وہی تن تنہا انجام نہین دیتی بلکہ حرارت غریزیہ اور جو حرکات بدنیہ اور نفسانیہ انسان سے سرزد ہوتے رہتے ہین وہ بھی جذب کرنے مین اُسکے معاون اور ظہیر ہوتے ہین پھر بھلا رطوبت کہانتک تحلیل نہوگی لیکن بات یہ ہو کہ سن کہولت سے قبل بدل ما یتحلل مساوی پہونچتا رہتا ہو اور اس سن مین اور اسکے بعد طبیعت بدل کے برابر پہونچاتے رہنے سے عاجز ہوجاتی ہو اسلیے یبوست کا سخت حملہ ہوتا ہو اور یہی ذبول اور انتقاص کا منشا ہو اور رطوبت غریزیہ حرارت غریزیہ کے لیے بمنزلہ مادہ کے ہو لہذا اُسکے نقصان سے حرارت کا انتقاص ہوگا پس ثابت ہوا کہ جوان کے اعتبار سے ادھیڑ سرد وخشک ہو اور ادھیڑ کے اعتبار سے بوڑھا۔ امام رازی نے یہان ایک شبہہ کیا ہو وہ کہتے ہین کہ جب محلل رطوبت تین چیزین قرار پائین حرارت عزیزیہ[۱] حرارت خارجیہ ہوائیہ[۲] حرکات[۳] اور یہ تینون چیزین جیسے سن کہولت مین پائی جاتی ہین ایسے ہی سن شباب مین بلکہ اول[۱] اور ثالث[۳] سن شباب مین زیادہ ہین پھر کیا وجہ ہی

کہ بہ نسبت سن شباب کے سن کہولت مین تحلل رطوبت کی زیادتی ہوتی ہو اسکا یہ جواب ہو کہ گو اسباب محللہ
دونون سنون مین برابر ہین لیکن تاثیر کی مدت سن کہولت تک زیادہ منقضی ہو چکی ہو اور ظاہر ہو کہ دوام سبب
بہ نسبت قوت سبب کے زیادہ مؤثر ہوتا ہو چہ جائیکہ دونون سبب قوت مین برابر ہون اور پھر انمین سے ایک
دائمی ہو کہ ثانی لامحالہ زیادہ مؤثر ہوگا) چنانچہ یہ انکی ہڈیون کی سختی اور انکی کھال کی بدرنگی اور بدہیئتی
سے ظاہر ہو لیکن بوڑھے کا رطوبت غریبہ بالہ کی وجہ سے مرطوب المزاج ہونا اسلیے ہو جب اسکی قوت
ہاضمہ غذا کو اسکی صورت لائق کیطرف احالہ کرنے سے ضعیف ہو جاتی ہو تو فضول رطوبتین اسکے
بدن مین بڑھ جاتی ہین جو اسکے اعضا کو تر کر دیتی ہین نہ اسطرح کہ جو ہر بدن مین نفوذ کرے جیسے
(کہ رطوبت غریزیہ) بچے مین (نفوذ کرتی ہو) بلکہ بھگونے کے طریقے سے (جیسے خشک لکڑیون پر پانی
چھڑک دیا جاوے) اسلیے کہ بچے کی رطوبت تو ایسی ہو جیسے ہری بھری تازہ شاخ کی رطوبت اور
بوڑھے کی رطوبت ایسی ہو جیسے سوکھی پژمردہ چھڑکی ہوئی لکڑی کی رطوبت (اور ان دونون
مین فرق ظاہر ہو) اور یہ خارجی رطوبت اعضاء اصلیہ کی خشکی کو اور بڑھاتی ہو کیونکہ جب یہ رطوبت اعضا کو
خارج سے گھیر لیتی ہو تو اعضا کو روک دیتی ہو کہ کسی غذاے صالح مرطب سے اغتذا کرین اور خود
یہ رطوبت انکی غذا بننے کی صلاحیت نہین رکھتی کیونکہ یہ فضلہ ہو پس جب اعضا کو غذا نہین پہونچتی تو خشک
ہو جاتے ہین اور ادھیڑ آدمی کے بدن مین یہ رطوبت غریبہ نہین پیدا ہوتی اسلیے کہ اسکا ہضم ابھی
ایسا ضعیف نہین ہوا جسکو یہ رطوبت لازم ہو اور اگر بوڑھے مین یہ رطوبت بھی نہوتی تو خشکی اسکے بدن
مین ادھیڑ کے اعتبار سے اور زیادہ ہوتی **مؤلف کہتا ہو** تمام اعضا مین زیادہ معتدل سر انگشت
شہادت کی جلد ہو پھر باقی پورون کی جلد پھر انگلیون کی جلد پھر ہتھیلی کے باطنی حصے کی جلد پھر ہتھیلی
کی جلد پھر ہاتھ کی جلد پھر مطلق جلد **مین کہتا ہون** جاننا چاہیے کہ اعدل اعضا یعنی وہ عضو جو
بہ نسبت اور اعضا کے اعتدال حقیقی سے زیادہ قریب ہو وہ جلد ہو کیونکہ اگر تو اسکو بدن کے اور اعضا کے
اعتبار سے دیکھے تو جو گرم اعضا ہین جیسے دل انسے اسکو سرد پائیگا اور جو زیادہ سرد ہین جیسے پٹھہ انسے
گرم پائیگا اور جو زیادہ رطب ہین جیسے دماغ انسے خشک پائیگا اور جو زیادہ خشک ہین جیسے ہڈی انسے
تر پائیگا (اور یہی اعتدال کے معنی ہین) اور نیز اسمین (دو چیزین ہین) خون اور پٹھہ اور خون گرم تر ہو اور پٹھہ
سرد خشک ہو پس اعتدال حاصل ہو (کیونکہ خون کی حرارت پٹھے کی برودت سے معتدل ہو جاتی ہو اور

خون کی رطوبت پٹھے کی یبوست سے) اور بعضون نے اعتدال کی یہ وجہ قائم کی ہو کہ جلد اُس چیز سے
منفعل نہین ہوتی جو حرارت اور برودت مین معتدل ہو جیسے وہ پانی جسکا آدھا حصہ جما ہوا ہو اور آدھا
جوش دیا ہوا کہ یہ پانی معتدل ہوگا اور جو معتدل سے منفعل نہو وہ بھی معتدل ہی) اور نہ منفعل ہوتی ہو اُس
چیز سے جو رطوبت اور یبوست مین معتدل ہو جیسے وہ جسم کہ پانی اور مٹی سے بنایا جائے جبکہ دونون برابر
ہون (پس معلوم ہوا کہ جلد دونون جنسون مین معتدل ہی) اور جو اجسام کہ متفق فی العنصر ہون اُن مین
انفعال کا نہونا اعتدال کی دلیل ہو کیونکہ کوئی چیز اپنے اُس شبیہ سے جو کیفیت مین اُسکے ساتھ شریک
ہی اثر نہین قبول کیا کرتی ورنہ دو مثلون کا جمع ہونا لازم آئیگا اور یہ منع ہی اور اس دلیل مین یہ شبہہ ہی کہ
اس سے جلد کا اعدل ہونا اُسوقت ثابت ہو سکتا ہو جب غیر جلد (مثلاً گوشت) اُس چیز سے اثر قبول کرلے
جس سے جلد اثر قبول نہین کرتی اور یہ بات ثابت نہین ہی اور بعضون نے جو اس دلیل پر یہ شبہہ کیا ہو کہ
ملموس کا اعتدال لامس کے اعتدال سے دریافت کیا جاتا ہو پس اگر لامس کا اعتدال بھی ملموس کے
اعتدال سے دریافت کیا جاوے تو دور لازم آئیگا یہ ٹھیک نہین کیونکہ ہم نہین تسلیم کرتے کہ ملموس کا
اعتدال لامس کے اعتدال سے دریافت کیا جاتا ہو بلکہ اُسکا دریافت عقل سے ہوتا ہی یہ تو مطلق
جلد کے اعتدال مین کلام تھا لیکن جو ترتیب جلود متن مین مذکور ہی اُسکی بنا اس بات پر ہی کہ ملموسات
کی مقادیر کیفیات پر جلد ہی حاکم مقرر کی گئی ہی پس چاہیے کہ معتدل ہو کیونکہ حاکم کا میل سب اطراف
کی جانب برابر ہوتا ہی اور جلد اس لیے حاکم ہو کہ حیوان متضاد عناصر سے مرکب ہی اور حیوان کا باقی
رہنا اس امر پر موقوف ہی کہ عناصر اپنی اعتدالی کیفیت پر رہین لہذا ضرور ہوا کہ حیوان کو اُسکا ادراک ہوتا
رہے کہ کون کون چیز ملنے والی اس قسم کی ہی جو اُن عناصر کو اعتدال سے نکالتی ہی تاکہ مہما امکن اُس سے
اجتناب کرے اور جو چیزین موافق ہین اور اعتدال کو باقی رکھنے والی ہین اُنکو اختیار کرے اور یہ ضرور
ہے کہ یہ قوت مدرکہ ظاہر حیوان مین ہو کیونکہ ملموس کے ساتھ ملاقات کرنا حس لمس مین شرط ہی پس اگر یہ قوت
ظاہر حیوان مین نہوگی تو ملاقات ممکن نہوگی اور جب ملاقات نہوئی ادراک نہوگا اور جلد ہی ظاہر ہی لہذا
یہ کام اسی کے متعلق کیا گیا اور یہی حساس اور حاکم کے معزز خطاب سے مخاطب قرار پائی) ترتیب مذکور کی
بنا اسپر اسلیے ہی کہ مقادیر ملموسات پر حکم کرنیکے لیے جس عضو کی زیادہ ضرورت ہوگی وہی باقی اعضا کے
اعتبار سے اعدل ہوگا پس بقیہ اعضا کے اعتبار سے ہاتھ کی جلد اس کام کیلیے زیادہ محتاج الیہا ہی

اور اُس سے زیادہ ہتھیلی کی جلد اُس سے زیادہ راحہ کی اُس سے زیادہ اُنگلیون کی اُس سے زیادہ
پورون کی اور سب سے زیادہ انگشت شہادت کے سرے والی پور کی اور اسی لیے آزمایش کرنے والا شئی
ملموس پر پہلے اِس پور کو رکھتا ہی پس جو ترتیب متن مین مذکور ہی وہ ثابت ہوگئی ایسا ہی کہا گیا ہی
مؤلف کہتا ہی اور تمام اعضا سے زیادہ گرم دل ہی پھر جگر پھر گوشت **مین کہتا ہون** دلکا زیادہ
گرم ہونا تو اس دلیل سے ہی کہ روح سوائے قلب کے تمام اعضا سے زیادہ حار ہی اسلیے کہ سب سے زیادہ
خفیف اور لطیف ہی بلا اس بات کے کہ کسی عضو سے حرارت کا استفادہ کرے اور جب وہ بلا استفادۂ حرارت
خفیف اور لطیف ہوئی تو دونون خفیف عنصر (یعنی ہوا اور آگ) اُسمین زیادہ ہونگے اور جس چیز مین یہ دونون
خفیف عنصر زیادہ ہون وہ نہایت گرم ہوگی کیونکہ یہ دونون گرم ہین اور جب روح ماسوا قلب کے تمام
اعضا سے زیادہ گرم ہوئی تو دل تمام اعضا سے لامحالہ اور بھی زیادہ گرم ہوگا کیونکہ وہ روح سے زیادہ
گرم ہی اسلیے کہ روح اُسمین پیدا ہوتی ہی کہ وہ خون کو یہانتک لطیف کرتا ہی کہ خون روح بنجاتا ہی اور
جو لطیف کرنے والا ہی اُسکو لطیف ہونیوالی چیز سے حرارت مین قوی ہونا چاہیے پس ضرور ہوا کہ دل
اُس خون سے جو باعتبار مایکون کے روح ہی حرارت مین قوی ہو اور روح سب اعضا سے گرم ہی
پس دل بطریق اولی سب سے زیادہ گرم ہوا کیونکہ زیادہ گرم سے گرم اور زیادہ گرم ہوتا ہی اور بعض حکما
کہتے ہین کہ روح اور قلب دونون گرمی مین برابر ہین بعضی حجتین روح کے گرم ہونے پر شاہد ہین
اور بعضی دل کے گرم ہونے پر پس مناسب یہی معلوم ہوا کہ دونون کو حرارت مین مساوی رکھا جاوے
کیونکہ علت کا معلول سے رتبۂ اقوی ہونا یہ جہت تو دل کے گرم ہونیکو چاہتی ہی اسلیے کہ قلب
دلیل تساوی ۱۲
علتِ تولید روح ہی اور دل کا گوشت اور جھلیون اور رگون اور پٹھون اور کرّی ہڈی اور خون سے
مرکب ہونا اور ان سب کی حرارت کا روح یعنی جوہر لطیف ناری ہوائی کی حرارت سے کم ہونا یہ جہت
روح کے گرم ہونیکو چاہتی ہی اور دعوی اس مذہب کی بنا پر بھی ثابت ہی کیونکہ جو چیز زیادہ گرم کے برابر ہو
ای دعوی احریت قلب ۱۲
وہ بھی زیادہ گرم ہی پس اگر کوئی اعتراض کرے کہ جب روح اور قلب دونون حرارت مین برابر ٹھہرے
تو مصنف کا یہ قول کہ دل سب چیز سے زیادہ گرم ہی یہ صحیح نہوگا اسلیے کہ منجملہ اور چیزون کے روح
بھی ہی اور دل اُس سے زیادہ گرم نہین ہی تو اسکا یہ جواب ہی کہ مصنف کی یہ غرض ہی کہ تمام اعضا
مین قلب زیادہ گرم ہی اور روح (علی التحقیق) عضو نہین ہی پس اعتراض وارد نہوگا اور دوسری بات

[illegible] ۱۲ منہ

وہ اسطرح ہی کہ جگر گرم ہی لیکن اُسکی گرمی دل کی گرمی سے کم ہی اور گوشت کی گرمی سے زیادہ جو باقی
اعضا سے گرم ہی چنانچہ آگے آتا ہی جگر کے گرم ہونے پر تو یہ دلیل ہی کہ پکانا اور غذا کو خون کیطرف مستحیل
کرنا جو جگر کا کام ہی وہ بلا حرارت نہین حاصل ہو سکتا (جب غذا معدے مین پہونچتی ہی تو معدے کی
غایت گرمی سے اُسکی صورت گاڑھے آشِ جو کی سی ہو جاتی ہی اور اسکو سریانی زبان مین کیلوس کہتے
ہین لیکن باینہمہ غذا اپنی صورت نوعیہ کو نہین چھوڑتی پھر اس غذا کا جوہر لطیف معدے کی قوت دافعہ
اور جگر کی قوت جاذبہ سے بذریعۂ ماساریقا کے چھنکر جگر مین پہونچتا ہی اور کثیف حصہ امعا مین پہونچتا
ہی جو فضلہ بنکر خارج ہوتا ہی پھر جگر مین دوسرا ہضم واقع ہوتا ہی اور یہان پر غذا اپنی صورت نوعیہ کو
چھوڑ دیتی ہی اور اخلاط اربعہ کی صورت نوعیہ کیطرف مستحیل ہو جاتی ہی اور اسکو کیموس کہتے ہین پس جگر کا
کام یہ ہوا کہ کیلوس کو کیموس کیطرف مستحیل کر دے اور یہ مستحیل کرنا حرکت ہی اور حرکت حرارت سے ہوتی
ہی پس معلوم ہوا کہ جگر گرم ہی) لیکن یہ بات کہ اسکی گرمی دل کی گرمی سے کم ہی یہ اسلیے ہی کہ اسکی حرارت
خون کی حرارت سے کم ہی اور خون کی حرارت دل کی حرارت سے کم ہی پہلی بات تو اسواسطے ہی کہ جگر
جمے ہوے خون کی شکل ہی کیونکہ اُسپر وہ تلچھٹ غالب ہی جسکا مزاج سرد ہی اور اُسمین وہ جھاگ کم ہین
جنکا مزاج گرم ہی اور دوسری بات (یعنی خون کا حرارت مین دل سے کم ہونا) یہ ظاہر ہی (یعنی اس لیے کہ قلب
خون کی تلطیف کرتا ہی اور جو تلطیف کرنے والا ہی اُسکو لطیف ہونیوالی چیز سے حرارت مین اقوی
ہونا چاہیے) اور لیکن یہ بات کہ جگر حرارت مین گوشت سے زیادہ ہی یہ اسلیے ہی کہ گوشت مین ٹھوس کے
ریشے ملے ہوتے ہین جنکا مزاج سرد ہی اور جگر مین ریشے نہین ہین اور نیز جگر آلہ ہی استحالہ اور پکانے
اور ہضم کا پس وہ اس بات کا محتاج ہی کہ اسمین بہ نسبت گوشت کے زیادہ گرمی ہو اور لیکن تیسری بات
(یعنی گوشت کا گرم ہونا) یہ اسلیے ہی کہ گوشت کی تولید خون سے ہوتی ہی جو گرم ہی پس ضرور ہی کہ وہ
بھی گرم ہو اور اُسکی حرارت جگر کی حرارت سے کم ہی اور باقی اعضا کی حرارت سے زیادہ ہی جگر کی حرارت سے
کم ہونا تو اسلیے ہی کہ گوشت مین ریشے ہوتے ہین اور جگر مین نہین ہوتے اور باقی اعضا کی حرارت سے
اسکی حرارت کا زیادہ ہونا اسلیے ہی کہ باقی اعضا مین پٹھے اور رودے اور ہڈیان ہوتی ہین جو اُنکو
سرد کرتی ہین اور سخت کرتی ہین اور تلی (اگرچہ اسمین پٹھے اور رودے اور ہڈیان نہین ہوتین لیکن)
اُسمین خون کی تلچھٹ ہوتی ہی یعنی سودا اور وہ سرد مزاج ہی **مؤلف کہتا ہی** اور سب اعضا مین زیادہ

سرد ہڈی ہی پھر کری ہڈی پھر رودہ پھر پٹھہ پھر حرام مغز پھر دماغ **مین کہتا ہون** ہڈی کی برودت اُسکی سختی سے معلوم ہوتی ہی کیونکہ مرکبات مین سختی اجزاء ارضیہ کے غلبے سے ہوتی ہی جو سرد ہین (یہان وہ مرکبات مراد ہین جنکی ترکیب ارکان سے اوّلی اور بلا واسطہ ہو پس یہ اعتراض وارد نہوگا کہ دل جگر سے زیادہ سخت ہی پس چاہیے کہ باعتبار جگر کے ابرد ہو کیونکہ دل کی ترکیب ارکان سے اوّلی نہین ہی بلکہ اولاً اُسکی ترکیب گوشت اور جھلی اور پٹھون اور رگون اور حرام مغز اور خون سے ہی اور انمین سے ہر ایک ارکان سے مرکب ہی پس قلب کی ترکیب ارکان سے بواسطہ ہوئی نہ کہ بلا واسطہ) اور نیز ہڈی رگون اور شریانون سے خالی ہی اور یہی خون کی حامل ہین اور خون گرم کرنیوالا ہی اُس چیز کو جسمین یہ شرائین ہون (پس ہڈی سرد ہوئی) لیکن یہ بات کہ وہ اور مذکورات سے ابرد ہی یہ اس سے معلوم ہو سکتا ہی کہ جو چیزین اسکے بعد مذکور ہوئی ہین اُس سے برودت مین کم ہین - اور کری ہڈی کی برودت بھی اُسکی سختی سے معلوم ہوتی ہی لیکن یہ بات کہ اُسکی برودت ہڈی سے کم ہی یہ اسلیے کہ کری ہڈی بہ نسبت ہڈی کے نرم ہی پس خون کی طبیعت کی طرف زیادہ قریب ہی اور اسی قرب کیوجہ جوف کی محتاج نہین بخلاف ہڈی کے کہ خون کی طبیعت سے دور ہونیکی وجہ سے اُسکے لیے جوف مقرر کیا گیا ہی تا کہ اُسمین خون ایک مدت تک ٹھہر کر مختلف استحالون کے بعد درجہ بدرجہ ہڈی کی صورت اختیار کر لے (یہ شاید اُس اعتراض کا جواب ہی جو امام رازی نے اسجگہ وارد کیا ہی اور وہ یہ کہ کری ہڈی کی نرمی اسوجہ سے ہی کہ اُسمین اجزاء مائیہ زیادہ ہین اور ہڈی کی سختی اسلیے ہی کہ اُسمین اجزاء ارضیہ زیادہ ہین چنانچہ جسوقت ہڈی اور کری ہڈی کو قرع و انبیق مین تقطیر کیا جائے تو کری ہڈی سے پانی زیادہ ٹپکیگا اور دہنیت کم اور ہڈی مین دہنیت زیادہ ہوگی اور پانی کم ہوگا پس کری ہڈی مین پانی کا زیادہ ہونا اس امر کی دلیل ہی کہ وہ ہڈی سے زیادہ بارد ہی حالانکہ تم ہڈی کو زیادہ بارد بتاتے ہو اور جواب کی تقریر یہ ہی کہ یہ مائیت محض مائیت نہین ہی بلکہ خون کے ساتھ مخلوط ہی اسواسطے کہ کری ہڈی کی طبیعت خون کے بہت قریب ہی اسی لیے اُسمین جوف نہین ہی) اور رُودون کی برودت بھی اُنکی سختی سے معلوم ہوتی ہی اور اس بات سے کہ وہ ہڈی سے اُگتے ہین جو سرد ہی لیکن یہ کہ وہ کری ہڈی سے کم سرد ہین یہ اس لیے کہ بہ نسبت کری کے نرم زیادہ ہوتے ہین (پس طبیعت دم کی طرف زیادہ قریب ہین) اور پٹھے کی برودت بھی اُسکی سختی سے معلوم ہوتی ہی لیکن یہ بات کہ اُنمین بہ نسبت رُودون کے برودت کم ہی بہ وجہ سے

حالانکہ احر ہی کما سبق ۱۲

پس اعتراض نہ وارد ہوگا ۱۲

کہ رُودُون کے اعتبار سے نرم ہین اور حرام مغز کی برودت اس سے معلوم ہوتی ہی کہ اُسکو ام دماغ اور
نیز پیٹھ کے فقرے گھیرے ہوتے ہین اور یہ دونون بارد ہین آم دماغ تو اسلیے کہ وہ اصل مین ایک
جھلی ہی جو عصبی چیز ہی اور پٹھہ سرد ہی اور فقرے اسلیے کہ وہ ہڈیان ہین رجو پیچھے کی جانب گردن کی
جڑ سے لیکر مقعد تک ہین اور ہڈی بارد ہی لیکن یہ بات کہ حرام مغز برودت مین پٹھے سے کم ہی یہ اسلیے
ہی کہ وہ دل اور جگر کے قریب ہی پس اُن دونون سے گرمی کو حاصل کرتا ہی اور دماغ کی برودت اس سے
معلوم ہوئی کہ اُسکو ام دماغ اور کھوپڑی گھیرے ہوے ہی اور یہ دونون بارد ہین رہا یہ کہ دماغ حرام مغز
سے برودت مین کم ہی یہ اسلیے کہ وہ ع نرم ہی حرام مغز سے اور گرمی کو زیادہ حاصل کرتا ہی کیونکہ دل سے
محاذی ہی تو ہمیشہ ارواح ع حیوانیہ (دل سے) اُس تک پہونچتے رہتے ہین **مؤلف کہتا ہی** سب چیز سے
زیادہ خشک انسان کے بدن مین بال ہین پھر ہڈی پھر کری ہڈی پھر رودہ پھر پٹھہ **مین کہتا ہون**
بالون کی خشکی اسوجہ سے ہی کہ اُنکا تکون بخار دخانی سے ہوتا ہی جسکے اکثر اجزاء مائیہ تحلیل ہو جاتے ہین
اور اجزاء دخانیہ جو گرم خشک ہین بندھ جاتے ہین اور اُنکی باندھنے والی وہ گرمی ہی جو اجزاء مائیہ کو
جلا دیتی ہی اور اُنسے اجزاء رطبہ کو دفع کر دیتی ہی حرارت کا عمل تر جسم مین بھی ہوتا ہی اور خشک جسم مین
بھی جب حرارت تر جسم مین اثر کرے جیسے آگ پانی مین تو جو چیز پانی سے اُٹھتی ہوئی معلوم ہوتی ہی وہ
بخار ہی اور وہ ایک ہوا ہی جسمین اجزاء مائیہ ہوتے ہین جو حرارت کیوجہ سے نہایت لطیف ہو جاتے ہین
اور ہوا مین ایسے ملجاتے ہین کہ دونون مین کوئی امتیاز حسی باقی نہین رہتا اور جب حرارت کا عمل خشک
جسم مین ہو جیسے آگ کا لکڑی مین تو جو چیز لکڑی سے اُٹھتی ہوئی معلوم ہوتی ہی وہ دھوان ہی جسکو
عربی مین دخان کہتے ہین اور وہ آگ کے چھوٹے چھوٹے جزء ہین جنمین مٹی کے چھوٹے چھوٹے جزء
گرمی سے لطیف ہو کر ملگئے ہین اسطرح کہ دونون مین کوئی امتیاز نہین باقی رہا ہمارے بدنون کی
حرارت کا بھی اسی پر قیاس کرنا چاہیے کہ اُنمین تر اور خشک ہر قسم کے اخلاط ہین بالون کا تکون نہ تو
پس ہمارے ابدان سے بخار اور دخان دونون مرتفع ہوتے ہین ۱۲
محض بخار سے ہو سکتا ہی کیونکہ وہ لطیف ہی اور اُسمین کوئی چیز ایسی نہین جس سے استمساک ہو سکے
اور نہ محض دخان سے ہو سکتا ہی کیونکہ اُسمین کوئی ایسی چیز نہین جس سے انعقاد اور بندش ہو سکے
اسلیے کہ بندش کے لیے تھوڑی سی رطوبت کی ضرورت ہی لہذا بالون کی تکون کے لیے بخار اور دخان
دونون چیزین ہونی چاہیین پس جسوقت اجزاء ارضیہ اجزاء مائیہ پر غالب آجائین اور بخار کے اکثر اجزاء مائیہ

تحلیل ہو جائین اور اجزاء مائیہ کی اتنی مقدار باقی رہجاوے جس سے اجزاء ارضیہ بندھ جائین اسی بخار
دخانی سے بالون کی تولید ہوتی ہو اور جب اجزاء مائیہ اجزاء ارضیہ پر غالب آجائین تو اس سے میل
اور پسینہ وغیرہ بنتا ہو کذا افاد العلامۃ) اور بدن مین اس بخار دخانی سے زیادہ کوئی چیز خشک نہین ہو
پس بال بھی تمام اعضا مین زیادہ خشک ہونگے اگر تو اعتراض کرے کہ بال تو عضو نہین ہین مین کہونگا
(جواب ہین)
جب بدن کے لیے جزو کمالی ہو تو عضو کے مشابہ ہو اسلیے کہ اعضا سے بھی کمال بدن ہو) اور بعض اطبا
(یعنی باعث کمال و جمال و زینت بدن ہو ۱۲)
کہتے ہین کہ بال اعضاء مفردہ مین سے ہو جنکے اجزاء نام مین اور تعریف مین کل کے مشابہ ہوتے ہین (جیسے
(اور اعضاء مرکبہ وہ ہین جو ایسے نہون جیسے ہاتھ وغیرہ ۱۲) (یعنے جو جزء کا نام ہو اور جزء کی تعریف ہو وہی کل کی بھی ہو ۱۲)
گوشت اور ہڈی وغیرہ) اور ممکن ہو کہ مؤلف نے اس راے مین انھین لوگون کی متابعت کی ہو
اور ہڈی کی خشکی اسلیے ہو کہ وہ تمام اعضا سے زیادہ سخت ہو اور لیکن یہ بات کہ اُسکی یبوست بالون سے
کم ہو یہ اس لیے ہو کہ ہڈی اکثر حیوانون کی غذا بنتی ہو۔ اور غذا اُسی جسم کی بنسکتی ہو جسمین رطوبت ہو تاکہ
آسانی سے مغتذی کی شکل کو قبول کرسکے اور بال کسی حیوان کی غذا نہین بنتا مگر شاذ و نادر کہتے ہین
کہ چمگادڑ بالون کو با آسانی حلق سے اُتار لیتی ہو اور ہضم بھی کرلیتی ہو لیکن یہ کوئی یقینی حکم نہین ہو بلکہ اُسکے
جھونجھ مین اکثر بال پڑے ہوے ملے جس سے لوگون کو یہ گمان ہوا کہ شاید یہ اُسکی غذا ہو چنانچہ
شارح نے اپنے حاشیہ مین لکھا ہو کہ چمگادڑ کا بال کھانا قطعی نہین ہو بلکہ ہم لوگون کا یہ گمان ہی گمان ہو)
اور نیز جب ہم ہڈی اور بال کی دو برابر برابر مقدار لین اور قرع انبیق مین دونون کی تقطیر کرین تو ہڈی
سے پانی اور چکنائی بہ نسبت بال کے زیادہ بہے گی اور ثفل کم باقی رہیگا (اور بالون مین ثفل زیادہ
رہیگا) پس معلوم ہوا کہ ہڈی مین رطوبت زیادہ ہو اگر کوئی اعتراض کرے کہ بال مُڑجاتا ہو اور ہڈی نہین
مُڑتی تو بال مین رطوبت زیادہ ہو اُسکا جواب یہ ہو کہ ہڈی کا نہ مُڑنا اس وجہ سے ہو کہ اُسمین جو مائیت ہو
وہ اُسکے مزاج کی برودت اصلیہ کی وجہ سے منجمد ہو گئی ہو اور اسی لیے اُسکے مقطر کرنے سے زیادہ
پانی ٹپکتا ہو بخلاف بالون کے جیسے جما ہوا پانی کہ وہ بہ نسبت خون کے رطب ہو حالانکہ جم جانیکی
وجہ سے اُسمین انعطاف نہین ہو اور کُری ہڈی کی یبوست اس واسطے ہو کہ اُسکے جوہر مین سختی ہو اور
اس واسطے کہ اُسمین خون کم ہو لیکن یہ بات کہ وہ ہڈی کے اعتبار سے یبوست مین کم ہو یہ اسلیے ہو کہ
یہ اُس سے نرم ہو (اور نرمی رطوبت کی علامت ہو) اور رودون مین یبوست اسلیے ہو کہ اُنمین سختی
ہو لیکن یہ بات کہ وہ کُری ہڈی سے یبوست مین کم ہین یہ اسلیے ہو کہ اُس سے نرم ہین اور پٹھے کی

یبوست اسلیے ہی کہ وہ سخت ہی لیکن یہ بات کہ وہ رودے سے یبوست مین کم ہی یہ اسلیے ہی کہ بہ نسبت
رودے کے اسمین سختی کم ہی علاوہ اسکے عصب الحس (یعنی وہ پٹھہ جسمین قوت حسیہ ودیعت رکھی گئی
ہی) چونکہ مقادیر محسوسات کی حاکم ہی اسلیے رطوبت اور یبوست مین قریب قریب معتدل ہی اگرچہ
عصب الحرکت معتدل سے یبوست مین زیادہ ہی اسلیے کہ حرکت اُسکو خشک کر دیتی ہی **مؤلف کہتا**
ہی اور بدن مین سب سے زیادہ تر چیز چکنائی ہی پھر چربی پھر سفیدی مائل نرم گوشت پھر بھیجا پھر حرام مغز
مین کہتا ہون چکنائی کی رطوبت تو اسواسطے ہی کہ وہ نرم ہی (اور لین جوہر کا منشا زیادتی رطوبت
ہی) اور گوشت سے ملی ہوئی ہی پس اُس سے رطوبت کو حاصل کرتی ہی اور چربی کی بھی رطوبت اسی
واسطے ہی کہ وہ اپنے جوہر مین نرم ہی رہا یہ کہ اُسکی رطوبت چکنائی سے کم ہی یہ اسواسطے کہ گوشت
سے علحدہ ہی اور چکنائی سے سخت بھی ہی اور سفیدی مائل نرم گوشت کی رطوبت (اس گوشت کو
غدودی گوشت کہتے ہین جیسے بغل اور چھاتیون اور انثیین اور کوہان اور دُنبے کی چکتی کا گوشت)
اسلیے ہی کہ غدودی گوشت پر اجزا رطبہ بلغمیہ غالب ہوتے ہین اسلیے کہ اُسکی سفیدی بلغم کے غلبے
کی وجہ سے ہی لیکن یہ کہ اُسکی رطوبت چربی سے کم ہی یہ اسلیے کہ وہ گوشت ہی جسکو حرارت نے
باندھ دیا ہی اور وہی حرارت اُسمین یبوست پیدا کرتی ہی اور مؤلف نے گوشت کو نرمی کے ساتھ
اسلیے مقید کیا کہ سخت گوشت دماغ اور حرام مغز کے اعتبار سے ارطب نہین ہی اور دماغ کی رطوبت
اس واسطے ہی کہ اُسکے جوہر مین نرمی ہی لیکن یہ کہ اُسکی رطوبت سفید نرم گوشت سے کم ہی یہ اسلیے کہ
اُس تک ہمیشہ گرم ارواح حیوانیہ پہونچتے رہتے ہین اور حرام مغز کی بھی رطوبت اسی واسطے ہی کہ اُسکے
جوہر مین لین ہی رہا اُسکا دماغ سے رطوبت مین کم ہونا یہ اسلیے ہی کہ اُسکا قوام بہ نسبت دماغ کے
سخت ہی **مؤلف کہتا ہی** امور سبعہ مذکورہ مین سے تیسری بحث اخلاط کی ہی **مین کہتا ہون**
شیخ بوعلی بن سینا نے قانون مین کہا ہی کہ خلط ایک جسم ہی جو تر ہی اور بہنے والا ہی کہ اولاً غذا اُسکی
طرف مستحیل ہوتی ہی شیخ نے جو خلط کی تعریف مین رطب کا لفظ کہا اُس سے یہ مراد ہی کہ اتصال
اور انفصال اور شکل کو بآسانی قبول کر لیتا ہی اور اس لفظ کے کہنے کے بعد ہڈی اور گوشت اور
کُری ہڈی اور پٹھہ وغیرہ خلط کی تعریف سے سب نکلگئے (اور چارون اخلاط اس معنی کر رطب ہین کہ
اشکال کو بآسانی قبول کر سکتے ہین اور بآسانی چھوڑ سکتے ہین اگرچہ انمین احتراق ہو جائے کیونکہ احتراق

خلط کو اشکال کے بسہولت قبول کرنے سے مانع نہین ہوتا اگر کوئی اعتراض کرے کہ صفرا اور سودا یہ
دونون یابس ہین نہ کہ رطب تو اسکا یہ جواب ہو کہ صفرا اور سودا کا اثر یبس ہو نہ کہ فی نفسہ وہ یابس
ہین یا یہ جواب ہو کہ یہ دونون رطب ہین لیکن بہ نسبت خون اور بلغم کے یابس ہین اور سیال کی
یہ تعریف ہو کہ جسکی شان سے یہ بات ہو کہ اُسکے اجزاء اسفل کی جانب بالطبع مائل اور منبسط ہون پس
ہوا اگرچہ رطب ہو لیکن سیال نہین ہو اسلیے کہ اُسکے اجزاء اسفل کی جانب بالطبع مائل نہین ہوتے
اگر کوئی اعتراض کرے کہ سیال کو رطوبت لازم ہو پس رطب کا تعریف مین ذکر کرنا لغو ہو کیونکہ
سیال کا لفظ دونون باتون کو مفید ہو اسکا یہ جواب ہو کہ سیال کو رطوبت نہین لازم ہے دیکھو
ریگ سیال ہو اور پھر یابس ہو) اور شیخ کے قول سیال سے چربی سے احتراز ہو گیا اور بلغم جصی اور زجاجی
(اور سودا رمادی) خارج نہین ہوے کیونکہ یہ رطب وسیال ہین اور جص اور زجاج (اور رماد) کے ساتھ
انکی تشبیہ رنگت مین ہو نہ قوام مین اور بعض یہ جواب دیتے ہین کہ مراد یہ ہو کہ بحسب الطبع رطب وسیال ہو
اب اگر کسی ایسے امتزاج کی وجہ سے جو اسمین غلظت پیدا کردے سیلان نہ رہے تو کچھ منافی نہین ہو
اور یہ جو شیخ نے تعریف مین کہا ہو کہ غذا اُسکی طرف مستحیل ہو اس سے یہ مراد ہو کہ اُسکی صورت نوعیہ
متغیر ہو جائے۔ (استحالے کے معنی لغت مین ایک حال سے دوسرے حال کیطرف متغیر ہونا ہو
لیکن جب استحال الشئی الی شئی بولتے ہین تو اُس سے صورت نوعیہ کا متغیر ہونا مراد ہوتا ہو جیسے کہین استحال
الماء الی الهواء) اور یہ کیلوس سے احتراز ہو کیونکہ غذا جب کیلوس ہو جاتی ہو تو اُس سے جوہر غذا متغیر نہین ہوتا گو
کیفیت بدل جائے کیونکہ غذا کا مزہ بدستور باقی رہتا ہو چنانچہ قے کرنیوالے پر یہ امر پوشیدہ نہین ہو اور غذا
وہ چیز ہو جسکا استعمال کرے حیوان جزء جسم بنانیکے واسطے طب مین غذا کے دو معنی آتے ہین ایک تو وہ جسم
جس سے صورت غذائیہ باطل ہو جائے اور صورت عضویہ کو پہن لے اور کسی عضو کا جزء بنکر بدل ما یتحلل ہو جائے
یہ تو غذا بالفعل ہو اور دوسرے معنی یہ ہین کہ غذا وہ جسم ہو جو جزء بدن بننے کی صالح ہو اور یہ غذا بالقوی ہو اور جو
غذا بالقوی ہو اُسکو یا تو قوت بعیدہ ہوگی یا قوت قریبہ جس غذا مین قوت بعیدہ ہو وہ تو وہ جسم ہو کہ جب
بدن مین پہونچے اور اُسی حرارت سے منفعل ہو تو غذا بالفعل بنے جیسے گوشت روٹی وغیرہ اور وہ غذا جسکو
قوت قریبہ حاصل ہو وہ وہ جسم ہو جو بدن مین موجود ہو اور غذا بالفعل بنا ہی چاہتا ہو اور استحالے سے مراد
استحالۂ غذا فی البدن ہو پس وہ ماء اللحم نہ وارد ہوگا جو قرع انبیق سے ٹپکے جسوقت گوشت کو تقطیر کیلیے

اسمین رکھا جائے (اعتراض کی تقریر یہ ہو کہ جب گوشت کو بنظر تقطیر قرع انبیق مین رکھا جائے
اور اُس سے قطرے ٹپکین تو مقطر پر یہ صادق آتا ہو کہ وہ ایک جسم رطب سیال ہو جسکی طرف غذا اولاً
مستحیل ہوتی ہو حالانکہ وہ خلط نہین ہو اور جب یہ کہدیا کہ غذا وہ ہو جسکا استحالہ حیوان کے بدن مین
ہو پس یہ اعتراض وارد نہوگا) اور شیخ کا قول اولاً رطوبت ثانیہ سے احتراز ہو (کیونکہ غذا اُسکی
طرف ثانیاً مستحیل ہوتی ہو اور اخلاط رطوبات اولیہ ہین) اور وہ خلط جو کسی دوسرے خلط سے
پیدا ہو (مثلاً سودا، محترقہ جسکی طرف دم مستحیل ہو) وہ اس لفظ سے خارج نہوگا کیونکہ اُسکی طرف
یعنے اولاً خلط مستحیل ہو اور ثانیاً غذا ۱۲ یعنی اولاً کی قید سے ۱۲
غذا اولاً فی الجملہ مستحیل ہوسکتی ہو (مطلب یہ کہ کوئی خلط ایسا نہین ہو خواہ وہ محمود ہو یا ردی
گو بالفعل نہو ۱۲
ہو یا محترق ہو یا غیر محترق جسکی طرف غذا اولاً مستحیل نہو سکے اور استحالے کی یہ صورت ہو کہ غذا اولاً
اپنی صورت کو چھوڑ دے اور اس خلط کی صورت اختیار کرلے بخلاف رطوبت ثانیہ کے کہ
جسوقت تک غذا رطوبت اولی یعنی خلط کی طرف مستحیل نہولیگی اُسکی طرف ہرگز مستحیل نہین ہوسکتی اور
یہ ممکن نہین کہ غذا اپنی صورت کو چھوڑ کر اس رطوبت کی صورت کو اختیار کرلے) کیونکہ جو اخلاط
اس خلط کی نوع سے ہین اُنکی طرف غذا اولاً و بالذات مستحیل ہوتی ہو (پس استحالہ فی الجملہ کافی ہو) اور
اس تقریر مین شبہہ ہو (شبہہ یہی ہو کہ یہ خلط بنفسہ قطع نظر اور بنی نوع کے رطوبت ثانیہ کے مانند ہو
اگر یہان پر تعریف مین داخل ہونے کے لیے بنی نوع کا استحالہ کافی ہو تو وہان بھی اشتراک اسمی کافی
ہو یعنی یہ خلط تعریف مین اسلیے داخل ہوا کہ اور اخلاط کی طرف غذا کا استحالہ اولاً ہوتا ہو گو اس خلط
کی طرف نہو پس ہم کہتے ہین کہ یہ رطوبت ثانیہ بھی تعریف مین داخل ہو کیونکہ رطوبت کی طرف غذا
کا استحالہ ہوتا ہو گو اس رطوبت کی طرف نہو اور اگر خلط کی یہ تعریف کیجائے کہ جسکی طرف کیلوس اولاً
مستحیل ہو تو اس سوال و جواب کی کوئی ضرورت ہی نرہیگی اور قیود کے جھگڑون سے نجات ہوجایگی
واللہ اعلم) **مؤلف کہتا ہو** اخلاط چار ہین **مین کہتا ہون** ابن ابی صادق نے (وجہ حصر یہ بیان
کی ہو کہ اخلاط چار اسواسطے ہین کہ اُنکا تکوّن اُن غذاؤن سے ہوتا ہو جو چارون عنصرون سے
مرکب ہین (کیونکہ خلط کی تعریف ہی یہ ہو کہ غذا اُسکی طرف مستحیل ہو) پس غذا پر عناصر مین کی جو کیسی
کیفیت غالب آجائیگی (حرارت یا برودت یا رطوبت یا یبوست) تو اسی کیفیت کے موافق خلط
بنجائیگا (اور عناصر چار ہین تو اخلاط بھی چار ہین) اسوجہ سے حصر مین یہ شبہہ ہو کہ خلط کا وجود جب غلبۂ کیفیت

کیوجہ سے ہوتا ہی تو لازم آتا ہی کہ اخلاط نو ہون نہ کہ چار۔ ایک تو وہ جو غلبۂ حرارت کی وجہ سے بنے دوسرے غلبۂ برودت سے تیسرے غلبۂ رطوبت سے چوتھے غلبۂ یبوست سے پانچوین غلبۂ حرارت و رطوبت سے چھٹے غلبۂ حرارت و یبوست سے ساتوین غلبۂ برودت و یبوست سے آٹھوین غلبۂ برودت و رطوبت سے نوین وہ جسمین کیفیات چہارگانہ معتدل ہون۔ بعض لوگون نے اس شبہہ کا یون جواب دیا ہی کہ ابن ابی صادق کے کلام مین قوت سے مراد کیفیت نہین ہی بلکہ صورت نوعیہ مراد ہی پس اخلاط چار ہی ہونگے کیونکہ ارکان کے صور نوعیہ چار ہین مگر یہ جواب صحیح نہین ہی اسلیے کہ مرکب کا مکان طبعی وہی ہوتا ہی جو اُسکے جز غالب کا مکان ہی یعنی اُس جز کا جو صورت نوعیہ کے اعتبار سے غالب ہو اب اگر قوت سے صورت نوعیہ مراد لیجائے تو کلام کے یہ معنی ہونگے کہ جو غذا عناصر اربعہ سے مرکب ہی جس وقت اُسپر کسی عنصر کی صورت نوعیہ غالب آ سکے آہ اور اسوقت غذا کا وہ مکان ہوگا جو آگ یا ہوا کا مکان ہی حالانکہ یہ خلاف واقع ہی **مؤلف کہتا ہی** سب اخلاط مین افضل خون ہی اور وہ گرم تر ہی اور اُسکا فائدہ بدن کی غذا بننا ہی **مین کہتا ہون** سب خلطون مین افضل خون ہی کیونکہ غذا بننے مین سب سے عمدہ یہی ہی شیخ ابو علی بن سینا نے (اپنی کتاب شفا کے حصے) حیوان الشفاء مین لکھا ہی کہ غذا بننے والا حقیقت مین خون ہی ہی اور باقی اخلاط ایسے ہین جیسے عمدہ غذا تیار کرنیکے لیے مصالح ہوتے ہین اور خون کا مزاج یعنی حرارت و رطوبت زندگی کے لیے مناسب ہی (یعنی خون گرم تر ہی اور حیوٰۃ کے لیے حرارت اور رطوبت دونون کی ضرورت ہی اگر ان دونون مین سے ایک بھی فنا ہو جائے تو زندگی بھی جاتی رہے پس خون اپنے مزاج کے دونون پہلوؤن کے لحاظ سے حیات کیلیے مناسب ہی بخلاف اور خلطون کے) اور اسکا مزہ شیرین اور لذیذ ہی اور منجملہ اُن چیزون کے جو اُسکے فضل پر دال ہین ایک یہ بات ہی کہ جلد مین جمال (اور رونق) اور خوشرنگی پیدا کرتا ہی جس بدن مین خون ہوتا ہی اُسکی چمک دمک نہایت خوش آیند معلوم ہوتی ہی اور جس بدن مین خون نہین وہ بمنزلہ گنے کے ہی جسکا رس نکال لیا جائے) اور (اسکی فضیلت کی نہایت عمدہ دلیل یہ ہی کہ طبیعت اُسکے ساتھ بخل کرتی ہی اسلیے کہ (مسہلات کے وقت) دوا اُسکو نہین خارج کرتی مگر بقیہ اخلاط کے بعد (اور یہ اسی لیے کہ طبیعت اسکو روک رکھتی ہی اور اُسکے حق مین بخیل بنجاتی ہی) اور خون کے بعد فضیلت مین بلغم ہی کیونکہ بالقوہ وہ خون ہی اُسکے بعد صفرا اسلیے کہ حرارت مین خون کے موافق ہی کیونکہ

یعنے اُسمین خون بننے کی صلاحیت اور استعداد ہی ۱۲

صفرا گرم خشک ہی) اور سودا دونون کیفیتون (حرارت اور رطوبت) مین خون کے مخالف ہی کیونکہ بارد
یابس ہی پس جتنا مخالف ہی اُسیقدر درجے مین موخر ہی) اور خون ہوا کی طرح گرم تر ہی (یعنی خون کی نسبت
اور اخلاط کیطرف ایسے ہی ہی جیسے ہوا کی نسبت اور ارکان کیطرف اور جیسے ہوا کی رطوبت حرارت سے
زیادہ ہی ایسے ہی خون کی رطوبت حرارت سے زیادہ ہی یعنی خون اگرچہ گرم تر ہی لیکن حرارت اور رطوبت
مین معتدل نہین ہی اور اسکی وجہ یہ ہی کہ خون سے مقصود اعظم تغذیہ ہی اور اُسمین زیادہ ضرورت رطوبت
کی ہی) لیکن (خون مین اور ہوا مین فرق یہ ہی کہ) خون حرارت اور رطوبت جزء غالب کے اعتبار سے ہی
کیونکہ وہ مرکب ہی اور ہوا کی حرارت اور رطوبت ایسی نہین ہی کیونکہ بسیط ہی (اور بسیط وہی ہی جسکے
کوئی جزء نہو بعض کہتے ہین کہ یہ امر دم کبدی کے ساتھ مخصوص ہی اور دم قلبی مین یہ بات نہین ہی اسلیے
کہ اُس سے غرض تولید روح ہی) اور خون کے گرم تر ہونے پر یہ دلیل ہی کہ جب خون بدن مین
زیادہ ہوجاتا ہی تو بدن پر حرارت اور رطوبت غالب آجاتی ہی اور وہ امراض پیدا ہوتے ہین جو گرم تر
ہین (جیسے حمی مطبقہ یعنی حمی دمویہ لازمہ اور یہ دو وجہ سے پیدا ہوتا ہی ایک تو اسوجہ سے کہ خون متسخن
ہوکر جوش مین آجائے بغیر اسکے کہ اُسمین کوئی عفونت پیدا ہو اور دوسری وجہ یہ کہ خون مین عفونت
پیدا ہو جائے) جنکی شفا اُن ادویہ سے ہوتی ہی جو سرد خشک ہین (یعنی خون کا غلیان اُن ادویہ سے
مندفع ہوتا ہی جنمین برودت اور یبوست ہو اور یہ خون کے گرم تر ہونے پر بڑی دلیل ہی) اور نیز خون
اُن غذاؤن سے پیدا ہوتا ہی جو گرم تر ہین جیسے مختلف قسم کے گوشت اور طرح طرح کی شرابین اور خون
مین ہیجان اُنہین اوقات مین پیدا ہوتا ہی جو گرم تر ہین (جیسے فصل بہار) اور اُسکا زیادہ تر ہیجان ہوتا
ہی سن نمو مین جو گرم تر ہی اور بعض لوگ کہتے ہین کہ خون سرد تر ہی اس علت سے کہ وہ عورتون مین
زیادہ پیدا ہوتا ہی اور اسی لیے عورتون کو ایام ہوتے ہین اور عورتون کا مزاج سرد ہی اسکا جواب یہ ہی
کہ خون اُنکے بدن مین زیادہ نہین پیدا ہوتا بلکہ بات یہ ہی کہ اُنکے بدنون سے خون کی تحلیل کم ہوتی
ہی اسلیے کہ اُنکے مزاج سرد ہین اور برودت تکثیف مسامات کرتی ہی اور اُسپر اُنکا حرکت کم کرنا اور بہ
مؤید ہوتا ہی اور خون کا فائدہ یہ ہی کہ بدن کی غذا بنتا ہی اسطرح کہ جو مقدار سن وقوف مین گھٹ جاتی
ہی اسکا پورا پورا بدل بنجاتا ہی یا گھٹی ہوئی مقدار سے زیادہ مقدار بہم پہونچا دیتا ہی جیسے سن نمو مین
یا کم جیسے سن انحطاط مین مؤلف کہتا ہی جو خون طبعی ہی وہ سرخ رنگ ہی اُسمین کسی قسم کی بو نہین

اور اسکا قوام معتدل ہی اور مزا میٹھا ہی اور غیر طبعی وہ خون ہی جو خون طبعی کے خلاف ہو خواہ رنگ مین خواہ بو مین خواہ قوام مین خواہ مزے مین (یا دو مین یا تین مین یا سب مین) مین کہتا ہون خون طبعی ہوتا ہی یا غیر طبعی طبعی تو وہ خون ہی جو جگر مین پیدا ہو (اور جسکے وجود سے بدن نفع حاصل کرے) اسلیے کہ طبعی خلط وہی ہوتا ہی جو جگر مین پیدا ہو (اور جسکے وجود سے بدن کو نفع پہونچے) اور جو خلط بدن مین نہ پیدا ہو (یا پیدا تو ہو لیکن بدن اُس سے نفع حاصل نہ کرے) وہ اطبا کے نزدیک خلط طبعی نہین کہلاتا اور طبعی خون کی کئی صفتین ہین منجملہ اُنکے ایک صفت تو سرخی ہی کیونکہ جگر سرخ ہی اور جگر ہی اُسکی تولید کرتا ہی اسطرح پر (کہ اپنی قوت جاذبہ کے ذریعے سے) کیلوس کو اپنے مشابہ بناتا ہی کہ اُس سے غذا حاصل کرے پس جبکہ وہ اپنی کیلوسی سفیدی کے بعد سرخ ہو جاتا ہی (یعنی اُس سفیدی کے بعد جو معدے مین اُسکو کیلوس کیوقت حاصل ہوتی ہی اسلیے کہ باطن معدے کی سطح رنگت مین سفید ہی) تو یہ سرخی اس بات پر دلالت کرتی ہی کہ جگر کی مشابہت کی طرف اُسکا استحالہ پورا ہو چکا اور اسواسطے کہ سرخ چیز حرارت کے اعتدال پر دلالت کیا کرتی ہی جیسے کہ زرد چیز حرارت کی زیادتی پر دلالت کرتی ہی اور سیاہ چیز برودت کے غلبے پر اور سفید چیز خامی پر (خون کے سرخ ہونے کی دوسری وجہ ۱۲) جو خون کہ قلب اور شرائین مین ہی اُسکی سرخی کچھ کچھ زردی لیے ہوے ہی جیسے کہ زعفرانی رنگت اور اطبا کے نزدیک اس قسم کی سرخی حمرت ناصعہ (خالص سرخی ۱۲) کہلاتی ہی اور جو خون کہ جگر مین اور اور دہ مین ہی اُسکی سرخی مین کچھ بھدیلا پن ہی (یعنی خالص نہین ہے ۱۲) اور خون طبعی مین منجملہ اور صفات کے ایک صفت یہ ہی کہ وہ بدبودار نہین ہی کیونکہ بدبو اُس عفونت کی وجہ سے ہوتی ہی جو حرارت غریبہ کے غلبے پر دلالت کرتی ہی (عفونت ایک کیفیت فاسدہ ہی جو اُسوقت پیدا ہوتی ہی جبکہ خارجی حرارت کسی تر جسم کو اُس چیز کیطرف احالہ کرے جو اُسکے مقصود کے خلاف ہی) اور منجملہ اُن صفتون کے ایک صفت یہ ہی کہ اُسکا قوام معتدل ہی یعنی اُسمین نہ تو صفرے کی سی رقت ہی اور نہ بلغم اور سودا کی سی غلظت ہی اور اسمین حکمت یہ ہی کہ اگر اسکا قوام نہایت رقیق ہوتا تو ہڈیون کے مانند کی غذا نہ بنسکتا اور اگر نہایت غلیظ ہوتا تو اُس سے ارواح لطیفہ متولد نہو سکتین اور منجملہ اُنکے ایک یہ صفت ہی کہ وہ شیرین ہی یعنی اُسکا مزہ لذیذ ہی جو شیرین چیز مثلاً شہد اور شکر کے مزے کے مشابہ ہی اور یہ معنی نہین ہین کہ وہ ایسا ہی شیرین ہی جیسے یہ شیرین ہین بلکہ اُسکو باقی اخلاط کے اعتبار سے شیرین چیز سے مشابہت ہی اسلیے کہ اعضا کی غذا کیواسطے باقی اخلاط کے اعتبار سے یہ عمدہ ہی اور اعضا مین ایک قسم کی حلاوت ہی جیسا کہ

جالینوس نے اسکی تصریح کی ہی پس خون طبعی مزے مین اعضا کے مشابہ بنایا گیا کہ اعضا اُسکو بہت جلد
اپنی طرف کھینچ لین اور غیر طبعی خون وہ ہی جو خون طبعی کے مخالف ہو یا تو اس طریقے پر کہ جتنے صفات
طبعی خون مین مذکور ہوے اُنمین سے کوئی اسمین نہو مثلاً سفید ہو بدبودار ہو اور غلیظ القوام ہو اور
شیرین نہو اور اُسکو غیر طبعی مطلق کہتے ہین اور یا اسطرح کہ بعض صفات ہون بعض نہون مثلاً سفید ہو
مگر بدبودار نہو قوام مین معتدل ہو شیرین ہو اور اسکو اُسی صفت کا غیر طبعی کہا جاتا ہی جو اسمین نہین ہی
مثلاً مثال مذکور مین کہا جائیگا کہ یہ خون رنگت مین غیر طبعی ہی (اور اسکی چودہ قسمین ہین چار تو مفرد ہین رنگت[۱]
مین مخالف بو[۲] مین مخالف قوام[۳] مین مخالف مزے[۴] مین مخالف اور چھ ثنائی ہین رنگت[۵] اور بو مین
مخالف رنگت[۶] اور قوام مین مخالف رنگت[۷] اور مزے مین مخالف بو[۸] اور قوام مین مخالف بو[۹] اور مزے
مین مخالف قوام[۱۰] اور مزے مین مخالف اور چار قسمین ثلاثی ہین رنگت[۱۱] اور بو اور قوام مین مخالف
رنگت[۱۲] اور قوام اور مزے مین مخالف بو[۱۳] اور قوام اور مزے مین مخالف رنگت[۱۴] اور مزے اور بو مین
مخالف - اور ہر ایک قسم کا نام بقیاس سابق سمجھ لینا چاہیے) **مؤلف کہتا ہی** خون کے بعد بلغم ہی
اور وہ سرد تر ہی **مین کہتا ہون** بلغم فضیلت مین خون کے بعد ہی اور بقیہ اخلاط سے مقدم ہی
بدلیل سابق (اور وہ یہ کہ بلغم مین خون بننے کی صلاحیت ہی بخلاف صفرا اور سودا کے) اسکے سرد تر
ہونے پر یہ دلیل ہی کہ جب بدن مین زیادہ ہو جاتا ہی تو ایسے امراض پیدا کرتا ہی جو سرد تر ہین اور
جنکی شفا گرم خشک چیزون سے ہوتی ہی اور اسکی تولید زیادہ تر اُن مزاجون مین ہوتی ہی جو سرد تر
ہین اور اُن عمرون مین ہوتی ہی جو سرد تر ہین (جیسے کہولت اور شیخوخت) اور اُن اوقات مین ہوتی
ہی جو سرد تر ہین (جیسے جاڑا) اور جو غذائین کہ اسکی تولید کا منشا ہوتی ہین وہ سرد تر ہین **مؤلف
کہتا ہی** اور اسکا فائدہ یہ ہی کہ جب بدن کو غذا نہین ملتی تو یہ خون کی طرف مستحیل ہو جاتا ہی اور
بدن کے لیے غذا بنجاتا ہی، اور یہ فائدہ ہی کہ اعضا کو تر رکھتا ہی پس حرکت اُنکو خشک نہین کر سکتی
اور یہ فائدہ ہی کہ مثل دماغ کے (اور اعضا سرد تر کی) غذا بنتا ہی **مین کہتا ہون** پہلے فائدہ (یعنے
استحالہ الی الدم) کی یہ تقریر ہی کہ بلغم خون ہو جاتا ہی اسلیے کہ اسنے اُس پختگی مین سے جو صورت
دمویہ کیلیے شرط ہی بعض حصے کو پورا کرلیا ہی اور اس قابل ہی کہ اسکی پوری پختگی ہو سکے پس اُس وقت مین
اس بات کا صالح ہوتا ہی کہ خون بنجانے کے بعد تمام بدن کی غذا ہو سکے اور جب ایسا تھا تو حکمت الٰہیہ نے

یہ چاہا کہ بلغم ایک ذخیرہ ہو جو تمام اعضا پر خون کیطرح بٹا ہوا ہو حتی کہ جب بدن کو غذا نہین پہونچتی یا تو غذا
نہ مہیا ہونیکی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے مثلاً کوئی سدہ رگون مین ایسا حائل ہو جائے کہ جگر سے اعضا کو مدد پہونچنے کا
مانع ہو تو حرارت غریزیہ بلغم کیطرف متوجہ ہوتی ہی اور اُسکو پکا کر (اور خون بنا کر) بدنکی غذا بناتی ہی (یہان
یہ اعتراض وارد ہوتا ہی کہ غیر طبعی خون ہی اسلیے کہ جگر مین نہین پیدا ہوا تو بدن کی غذا کیونکر بنسکتا ہی اسکا جواب یون
دیا گیا ہی کہ طبعی خون سے یہ مراد ہی کہ خود جگر مین پیدا ہو یا وہ چیز جگر مین پیدا ہو جسمین خون بننے کی پوری پوری
استعداد اور صلاحیت ہو اور یہان گو یہ خون فی نفسہ جگر مین نہین پیدا ہوا لیکن وہ بلغم جو خون بنا ہی وہ جگر مین پیدا ہوا
ہی اور اس حیثیت سے یہ خون طبعی ہی اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ جب اعضا کو غذا نہین پہونچتی تو حرارت غریزیہ
ضعیف ہو جاتی ہی اور اُسمین اتنی قوت نہین باقی رہسکتی کہ وہ بلغم کو خون کی طرف مستحیل کر سکے اس استحالے
کے لیے قوی حرارت کی ضرورت ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہین کہ جس پختگی کی خون
کے واسطے ضرورت ہی اُسکے بعض حصے کو بلغم نے پورا کر لیا ہی اور اُسمین اس بات کی استعداد قریب ہی
کہ پختگی کے تمام حصون کو پورا کر لے اور خون بنجائے اور جب وہ خود ہی مستعد ہو تو اُسکے لیے کسی قوی حرارت
کی ضرورت نہین ہی بلکہ اس کام کے لیے ادنی محرک بھی کافی ہی) اور یہ فائدہ صرف بلغم ہی مین ہی اسلیے
کہ صفرا اور سودا ان دونون مین سے کوئی اس بات کا صالح نہین کہ خون بن سکے وجہ یہ کہ یہ دونون
اُس پختگی سے متجاوز ہو چکے ہین جسکی خون کے لیے ضرورت ہی پس یہ ممکن نہین ہی کہ پھر انکا اعادہ
صورت دمویہ کیطرف ہو سکے (یعنی اُس پختگی کیطرف جسکی صورت دمویہ کو ضرورت ہی) اور اسکا قیاس
اُن دو کھانون سے ہو سکتا ہی جنمین سے ایک پکنے کی حد معین تک نہ پہونچا ہو اور ایک اُس
حد سے متجاوز ہو کر حد احتراق تک پہونچ جائے (یعنی جلجائے) پس پہلا کھانا پختگی کی حد معین تک
پہونچسکتا ہی اور دوسرا کھانا پھر اُس حد کیطرف نہین لوٹ سکتا (بلغم کا قیاس پہلے کھانے پر
کرنا چاہیے اور صفرا اور سودا کا دوسرے کھانے پر) اور دوسرا فائدہ (یعنی ترطیب اعضا) کی یہ
تقریر ہی کہ حرکت (یعنی وہ حرکت جسکی انسان کو اپنی معیشت کے لیے ضرورت ہی) اعضا اور جوڑون
کو خشک کرتی ہی کیونکہ حرکت سے حرارت پیدا ہوتی ہی (اور حرارت کا یہ کام ہی کہ رطوبتون کو
تحلیل کرے اور فنا کرے جس سے اعضا مین خشکی پیدا ہو) پس حکمت الٰہیہ نے یہ چاہا کہ بلغم کو پیدا
کر دے تا کہ اعضا اور جوڑون مین تری رہے اور خشکی سے محفوظ رہین اور تیسرے فائدے (یعنی

ترطیب = تری پہونچانا ۱۲

تغذیہ مثل دماغ) کی یہ تقریر ہی کہ بعض اعضا ایسے ہین جنکی غذا وہ خون ہی جسمین بمقدار معلوم بلغم ملا ہو
اس عضو کو بلغمی المزاج (یعنی سرد تر) ہونے کی وجہ سے جیسے دماغ ہی پس حکمت آلہیہ نے چاہا کہ
بلغم اسکی غذا مین داخل ہو اور ابوسہل مسیحی نے (یہ ایک بہت بڑا حکیم تھا جسکے اکثر تصانیف ہین اور
نصرانی المذہب تھا) ایک اور فائدہ بیان کیا ہی اور وہ یہ ہی کہ بلغم خون مین ایک قسم کا لس اور اعضا
کے ساتھ چپک پیدا کر دیتا ہی مؤلف کہتا ہی بلغم طبعی وہ ہی جسکو اپنی صورت چھوڑ کر خون کی صورت
اختیار کر لینے کی استعداد قریب ہو اور بلغم غیر طبعی (یعنی جسکو خون کی طرف مستحیل ہونے کی استعداد قریب نہو)
جو غیر طبعی ہوتا ہی تو یا مزے کی جہت سے جیسے بلغم مالح (یعنی وہ بلغم جسکا مزا نمکین ہو) اور یہ گرمی
اور خشکی کی جانب مائل ہوتا ہی اور جیسے کہ بلغم حامض (یعنی جسکا مزا ترش ہو) اور یہ سردی اور خشکی کیجانب
مائل ہوتا ہی اور جیسے بلغم مسیخ (یعنی بے مزا پھیکا) اور یہ محض سرد ہوتا ہی اور اسمین خامی زیادہ ہوتی
ہی اور جیسے کہ بلغم عفص (یعنی جو اپنے مزے مین کسیلا ہو اور مزے کی تیزی کی وجہ سے زبان کو پکڑے)
اور یہ سردی اور خشکی کی جانب مائل ہوتا ہی اور یا قوام کی جہت سے غیر طبعی ہو پس یا تو نہایت رقیق
ہوگا (غلبۂ مائیت کی وجہ سے) یہ بلغم مائی ہی اور یا نہایت گاڑھا ہوگا اور یہ بلغم جصی ہی اور یا مختلف القوام
ہوگا (یعنی کچھ رقیق اور کچھ غلیظ) یہ بلغم مخاطی ہی مین کہتا ہون بلغم کی دو قسمین ہین طبعی اور غیر طبعی
بلغم طبعی تو وہ ہی جسکو اپنی صورت چھوڑ کر خون بنجانے کی قریب استعداد ہو کیونکہ خون ہی ہی جو اچھی
طرح سے پکا نہین ہی پکنے کے نصف حصے کو اسنے پورا کر لیا ہی بس اسی لیے (یعنی چونکہ بلغم خون بنکر
تمام اعضا کی غذا بنتا ہی طبیعت نے اسکے رہنے کے لیے کوئی خاص توشہ دان نہین بنایا جیسے
کہ صفرا اور سودا کے لیے بنایا ہی (پتہ صفرا کے لیے اور تلی سودا کے لیے) اس لیے کہ بلغم کی طرف
تمام اعضا محتاج ہین تا کہ وہ ضرورت کے وقت خون بنجائے تو جہان جہان خون جاری ہی
وہان وہان یہ بھی جاری ہی کہ ضرورت کیوقت اعضا کے نزدیک ہو اور وہ اپنا ہر وقت کام
نکال سکین بخلاف صفرا اور سودا کے کہ اگر یہ بھی خون کی طرح رگون مین دوڑتے پھرتے تو خون کو
فاسد کر دیتے اور اسکو اس قابل نہ چھوڑتے کہ وہ ہر ہر عضو کی غذا بن سکتا پس یہی مناسب سمجھا گیا
کہ صفرا اور سودا کے لیے ایک ایک توشہ دان بنایا جائے کہ طبیعت جب انمین سے کسی کی ضرورت
سمجھے تو وہین سے کام نکال لے) اور بلغم طبعی جگر مین پیدا ہوتا ہی اسواسطے کہ خلط طبعی وہی ہی جو

جگر مین پیدا ہو) کیونکہ اسکا مادہ غذا مین موجود ہی اور اسمین دو صفتین ہین ایک تو تھوڑی سی حلاوت جو کچھ پکجانے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہی (کیونکہ نضج مستلزم حلاوت ہی ۱۲) اور اس قسم مین زیادہ برودت نہین ہی بلکہ یہ بدن کے اعتبار سے برودت مین کم ہی اور اسمین جو کچھ برودت ہی وہ خون اور صفرا کے اعتبار سے ہی اور دوسری صفت یہ ہی کہ اسکا قوام معتدل ہی اور اعتدال کی تفسیر اس مقام پر یہ کی گئی ہی کہ بہ نسبت خون کے اسمین کچھ غلظت ہی اور یہ اسوجہ سے کہ اسمین تھوڑی خامی ہی (اگر اچھی طرح پختہ ہو جاتا تو قوام مین اعتدال پیدا ہو جاتا ۱۲) اور بلغم کا غیر طبعی ہونا یا مزے کی جہت سے ہی یا قوام کی جہت سے اسواسطے کہ اسکا امر طبعی سے خارج ہونا انھین دو جہتون سے ہو سکتا ہی نہ رنگ کی جہت سے اور نہ بو کی جہت سے کیونکہ کل بلغم سفید ہین اور انمین بو نہین اور یہ دونون باتین برودت کی وجہ سے ہین کیونکہ برودت سفیدی کو اور بو نہونے کو چاہتی ہی اسلیے کہ کسی قسم کی بو کے پیدا ہونے کا منشا تبخیر ہوتی ہی اور تبخیر کا منشا حرارت ہوتی ہی) اور اگر بلغم مین کوئی ایسی چیز ملجائے جو اسکی رنگت مین کوئی تغیر پیدا کردے تو اسکا شمار بلغم کے اقسام مین نہوگا بلکہ جو چیز ملی ہی اسی کے اقسام سے اسکا شمار ہوگا اور اسی لیے صفرا مُحّیہ صفرا کے اقسام مین شمار ہی (صفرا مُحّیہ کو محیہ اسواسطے کہتے ہین کہ اسکی زردی انڈے کی زردی سے مشابہ ہوتی ہی کیونکہ مُحی انڈے کی زردی کو کہتے ہین) اگرچہ صفرا مُحّیہ مین بہ نسبت صفرا کے بلغم زیادہ ہوتا ہی اور اسکی وجہ یہ ہی کہ ہر چیز کی نسبت اسی چیز کی طرف ہوتی ہی جو حسًّا اُسپر غالب ہو اور صفرا مُحّیہ مین محسوس رنگ زردی ہوتی ہی نہ کہ سفیدی اور اگر بلغم کو کوئی عفونت عارض ہوجائے تو اس وجہ سے اسکو بلغم غیر طبعی نہ کہنے لگینگے کیونکہ عفونت بلغم کی کسی نوع کے ساتھ خاص نہین ہی پس نہین ہوسکتا کہ اسکی وجہ سے کوئی چیز غیر طبعی کہلا سکے کیونکہ ہم جس چیز کے درپے ہین وہ بلغم کی تقسیم ہی اپنے انواع کی طرف اُن انواع کے اوصاف خاصہ کے اعتبار سے (اور عفونت کوئی وصف خاص نہین ہی پس ثابت ہوا کہ بلغم کا غیر طبعی ہونا رنگت اور بو کے اعتبار سے نہین ہوسکتا اگر ہوسکتا ہی تو صرف مزے اور قوام کی جہت سے) بلغم غیر طبعی کی مزے کی جہت سے کئی قسمین ہین ایک تو وہ بلغم ہی جسکے مزے مین نمکینی ہی اور یہ گرمی اور خشکی کی جانب مائل ہی حتی کہ شیخ بوعلی ابن سینا نے کہا ہی کہ یہ قسم بلغم کے تمام اقسام مین زیادہ گرم خشک ہی اور اسمین اور اس حکم مین کہ ہر بلغم سرد تر ہوتا ہی کوئی منافات نہین ہی کیونکہ یہ حکم خون اور صفرا کے اعتبار سے ہی اور اسکی نمکینی کا سبب یہ ہی کہ اسمین صفرا ملجاتا ہی جو اعتدال کے ساتھ محترق ہوا ہی اسطرح کہ وہ کچھ جلجائے اور اسوجہ سے اسمین تھوڑی سی

سوزش پیدا ہو جائے اور اعتدال کی قید اسواسطے لگائی جاتی ہو کہ اگر بلغم کے ساتھ صفراء غیر معتدل ملے تو
اُس بلغم کو بلغم مالح نہ کہینگے کیونکہ بلغم مین زیادہ صفرا ملنے کے وقت اُسکو صفراء محیہ کہتے ہین اور بلغم کے
اقسام مین اُسکا شمار نہین ہوتا اور منجملہ اُسکے اقسام کے ایک وہ بلغم ہو جسکے مزے مین ترشی ہو اور یہ بلغم برودت
اور یبوست کی جانب مائل ہوتا ہو اور اسکی ترشی کے کئی سبب ہین ایک تو سودا کا اعتدال کے ساتھ
ملجانا (یعنی ترشی کسی سبب خارجی کی وجہ سے ہو اور کبھی ایسا ہوتا ہو کہ بغیر اس بات کے کہ کسی خارجی چیز
کا اُسکے ساتھ انضمام ہو یہ کیفیت پیدا ہو جائے اور جو بلغم فی نفسہ ترش ہو گیا ہو وہ دو حال سے خالی
نہین ہو یا حلو ہو گا یا مسیخ اگر حلو ہو تو اُسکے ترش ہو جانے کے دو سبب ہوتے ہین) یا تو اُسپر کوئی
برودت غالب آجائے کہ اُسکی حرارت غریزیہ کو مغلوب کر دے اور اُسکو ترش کر دے اسطرح کہ برودت کے
غلبے کی وجہ سے حرارت غریزیہ بجھ جائے جیسے شراب جاڑے مین ترش ہو جاتی ہو اور یا اُسمین جوش پیدا
ہو جائے کسی حرارت (غریبہ) قویہ کے پہونچنے سے کیونکہ جوش سے حرارت غریزیہ تحلیل ہو جاتی ہو اور جب
حرارت غریزیہ زائل ہو گئی) تو اُسپر برودت غالب آجائیگی جو اُسکو ترش کر دیگی جیسے شیر اگر سیدان مین
کھٹیا جاتا ہو (ہمنے یہ دونون سبب بلغم حلو مین اطبا کے اقوال کے موافق تجویز کیے ہین کتب کے مطالعہ
سے اس امر کا پتہ چلسکتا ہو کہ یہ دونون صورتین بلغم حلو ہی کے ساتھ مخصوص ہین لیکن شارح کے کلام
سے یہ بات نہین نکلتی اُس سے مطلق بلغم کے ترش ہو جانے کے تین سبب معلوم ہوتے ہین اول
اختلاط سودا دوم استیلاء برودت سوم استیلاء حرارت غریبہ حالانکہ یہ صحیح نہین ہو واللہ اعلم) منجملہ اُنکے
ایک بلغم مسیخ ہو اور وہ پھیکا ہو جسکا کوئی مزا نہین اور محض سرد ہو اور بالکل خام ہو اور بلغم غیر طبعی کی تمام
اقسام کے اعتبار سے خون کی طرف مستحیل ہونے مین پیچھے ہٹا ہوا ہو اور پہلے وہ بلغم مائی تھا کہ زیادتی
احتباس کی وجہ سے اُسکی مائیت زائل ہو گئی اور چونکہ اُسمین کوئی ایسی چیز نہین ملی جو اُسکے مزے کو متغیر
کر دے لہذا اُسمین کوئی مزا نہین پیدا ہوا اور وہ اپنی اصلی حالت پر باقی رہا اگر کوئی اعتراض کرے کہ
جس چیز مین کوئی مزا نہین ہو وہ اُس چیز کی قسم کیسے ہو سکتی ہو جسمین مزا ہو (یعنی بلغم مسیخ بلغم غیر طبعی کی
قسم ہو طعم کی جہت سے حالانکہ اُسمین کوئی طعم اور مزا نہین) تو اسکا جواب ایلاقی نے اسطریقے پر دیا
ہو کہ بلغم مسیخ اُس بلغم کی قسم نہین بنایا گیا جسمین کوئی مزا ہو بلکہ بلغم غیر طبعی کی قسم بنایا گیا ہو مزے کی
جہت سے (اور ان دونون باتون مین فرق ظاہر ہی) اور جائز ہو کہ بلغم کی مزے کی جہت سے

دو قسمین ہوسکین جنمین سے ایک قسم مین کوئی مزا نہو دہان اگر مزے دار بلغم کی دو قسمین کی جاتین تو البتہ دو نون قسمون کا مزے دار ہونا ضروری تھا) جیسے کہ کہا جاتا ہی کہ نطق کی جہت سے حیوان کی دو قسمین ہین انسان اور غیر انسان حالانکہ غیر انسان ناطق نہین ہوتا اور اگر حیوان ناطق کی کسی طرح سے دو قسمین کیجائینگی تو اُن دونون قسمون کو ناطق ہونا ضروری ہی اس اعتراض کا ایک جواب اور ہی اور وہ یہ کہ طعم کے یہ معنی ہین کہ جسپر حس ذوق کوئی حکم لگا سکے خواہ اسمین کوئی کیفیت مزے کی پائی جائے یا نہ پائی جائے چنانچہ بحر الجواہر مین ہی کہ طعم کے یہ معنی ہین کہ جسپر حس ذوق کوئی حکم کرسکے اور اُسکی نو قسمین ہین دسومت[1] حلاوت[2] مرارت[3] ملوحت[4] حرافت[5] حموضت[6] قبض[7] عفوصت[8] تفہ[9]) اور شیخ نے بلغم غیر طبعی کی ایک اور قسم بیان کی ہی اور وہ بلغم عفص ہی اور وہ وہ بلغم ہی جسمین نہایت سرد اور خام سودا ملا ہوا ہو کہ اُسکی مائیت کو جما دے اور یہ بلغم بلغم حامض کے اعتبار سے سردی اور خشکی مین زیادہ ہی اور یہ قسم متن کے اکثر نسخون مین نہین پائی گئی اور بعض نسخون مین موجود ہی بلغم عفص کے دو سبب بیان کیے جاتے ہین ایک تو سوداء عفصہ کا ملنا کیونکہ سودا جسوقت تک نہین پکتا عفص رہتا ہی اور جب پختہ ہوجاتا ہی حامض ہوجاتا ہی پس جب بلغم کے ساتھ سوداء عفصہ ملتا ہی تو بلغم کو عفص بنا دیتا ہی اور جب سوداء حامضہ ملتا ہی تو حامض بنا دیتا ہی اور دوسرا سبب یہ ہی کہ اُسپر سخت برودت غالب آجائے کہ اُسکی مائیت کو منجمد کردے اُسوقت یہ ارضیت کی طرف مستحیل ہوجاتا ہی اور عفص ہوجاتا ہی جیسے کہ شروع شروع مین پھلون کا مزا ہوتا ہی کہ اُسوقت تک نہ تو اُنمین ضعیف حرارت عمل کرتی ہی کہ جوش پیدا ہو کر ترشی آجائے اور نہ حرارت قویہ عمل کرتی ہی کہ وہ پختہ ہو کر شیرین ہوجائین پس بلغم عفص کی دو قسمین ہوئین ایک تو وہ جو سودا کے ملنے سے حاصل ہو دوسری وہ جو سخت برودت کے غلبے سے حاصل ہو اور یہی بات کتب قوم اور کلام شیخ سے مستنبط ہوتی ہی شارح نے اس مقام پر بھی تساہل سے کام لیا اور اُسکی ایک ہی قسم رکھی نہ معلوم اُسمین کیا بھید ہی یہ ساری بحث بلغم غیر طبعی کی تھی مزے کی جہت سے اور جو بلغم غیر طبعی ہی قوام کی جہت سے اُسکی دو حالتین ہین یا تو اُسکا قوام مختلف نہوگا یا ہوگا اگر نہین ہی تو یا اُسکا قوام نہایت رقیق ہی جسکو مائی کہتے ہین کیونکہ اُسکو نہایت رقیق ہونے مین پانی کے ساتھ مشابہت ہی اور یہ بلغم اپنی رقت کی وجہ سے اعضا مین بہت جلد نفوذ کرتا ہی اور یا نہایت گاڑھا ہوگا اور اسکا نام جصی ہی کیونکہ اسکو سفیدی اور غلظت مین اُس گچھ کے ساتھ مشابہت ہی جو پانی مین

[1] چکنائی [2] شیرینی [3] تلخی [4] نمکینی [5] تیزی [6] ترشی [7] [illegible] [8] باکھاپن [9] پھیکاپن

عفص: بکٹھا

گھولی جاوے (کیونکہ اگر کچھ کو پانی مین نہ گھولا جائے تو اُسکی سی غلظت اور کثافت کسی بلغم مین نہین
پائی جاتی) اور یہ قسم تمام اقسام مین زیادہ غلیظ اور کثیف ہو اگر کوئی اعتراض کرے کہ جو بلغم نہ نہایت
رقیق ہو اور نہ نہایت غلیظ ہو وہ اُس بلغم سے خارج ہوا جاتا ہو جسکا قوام مختلف نہو (حالانکہ مختلف القوام
نہونے کی ایک صورت یہ بھی ہو تو پھر کیا وجہ ہو کہ اُسکو وہی قسم پر منحصر کیا گیا) اُسکا یہ جواب ہو کہ اس قسم کا
بلغم معتدل القوام اور طبعی ہو اور ہمارا کلام اُس بلغم مین ہو جو غیر طبعی ہو اور اگر اُسکا قوام مختلف ہو تو اُسکو
بلغم مخاطی کہتے ہین کیونکہ اس بلغم کو رینٹ سے مشابہت ہو کیونکہ اُسکا قوام اکثر مختلف ہوتا ہو جسکی
وجہ یہ ہوتی ہو کہ بلغم غلیظ کے ساتھ بخارات ملجاتے ہین اور یہ بات جاننی چاہیے کہ مشہور یہ ہو کہ بلغم
مخاطی وہ بلغم ہو جسکا قوام فی الحقیقت مختلف ہو اور جس مین بھی وہ اختلاف ظاہر ہو اور جو بلغم کہ
حقیقت مین تو مختلف القوام ہو لیکن حِسّاً اُسکا اختلاف ظاہر نہو تو اُسکو مخاطی نہ کہینگے بلکہ اُسکا نام
بلغم خام ہو کیونکہ اُسکو ثوب خام سے مشابہت ہو اور ثوب خام اُس کپڑے کو کہتے ہین کہ جو دُھلنے کے
بعد بھی میلے کا میلا ہی رہے یعنی اُسکا میل نہ چھٹے اور مؤلف کے کلام سے خام اور مخاطی مین کوئی فرق
نہین معلوم ہوتا جیسے کہ اکثر نسخون مین ہو اور مین نے متن کا ایک نسخہ اس طریقے پر دیکھا کہ جو بلغم مختلف القوام
ہو اُسکی دو قسمین ہین ایک خام اور ایک مخاطی اور یہ نسخہ مشہور کے موافق ہو **مؤلف کہتا ہو** بلغم کے بعد
فضیلت مین صفرا ہو اور وہ گرم خشک ہو **مین کہتا ہون** صفرا فضیلت مین بلغم کے بعد ہو اور
سودا کے قبل بدلیل سابق (اور وہ یہ ہو کہ خون گرم تر ہو اور صفرا گرم خشک پس صفرا اور خون حرارت مین
مشترک ہین اگر اختلاف ہو تو صرف یبوست مین بخلاف سودا کے کہ یہ سرد خشک ہو اسکو خون کے ساتھ
کسی کیفیت مین اتفاق نہین ہو لہذا مرتبے مین سب اخلاط کے بعد ہو) اور صفرا گرم خشک اول تو
اسلیے کہ یہ غذا کے زیادہ پکنے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہو (کیونکہ صفرا کیلوس کا جھاگ ہی) دوسرے اسلیے کہ
جسکو اسہال صفراوی ہوتا ہو اُسکی مقعد کے کنارون مین جلن پیدا ہو جاتی ہو اور تیسرے اسلیے کہ جسکو
صفراوی قَے ہوتی ہو اُسکو اپنے معدے مین جلن اور مُنھ مین تلخی محسوس ہوتی ہو چوتھے اسلیے کہ اسکی
زیادتی سے ایسے امراض پیدا ہوتے ہین جنکی شفا اُن چیزون سے ہوتی ہو جو سرد تر ہین (اور گرم خشک
زمانے اور گرم خشک سن مین اسکی تولید بکثرت ہوتی ہو اور جو غذائین گرم خشک ہین اُنسے اسکی تولید
ہوتی ہی) **مؤلف کہتا ہی** صفرا کا ایک قویہ فائدہ ہو کہ خون کو لطیف بنا کر تنگ رستون مین

پہونچادیتا ہی دوسرا یہ فائدہ ہی کہ جو اعضا مثل پھیپھڑے کے ہین اُنکے تغذیہ مین داخل ہوتا ہی تیسرا
یہ فائدہ ہی کہ اُسکی ایک مقدار معین آنتون پر گرتی ہی پس اُسکو دھو ڈالتی ہی ثفل اور چپکتے ہوے
بلغم سے مین کہتا ہون پہلے فائدے کی یہ تقریر ہی کہ خون اگرچہ بنسبت بلغم اور سودا کے
لطیف ہی لیکن درحقیقت اُسکا قوام گاڑھا ہی اور صفرا خون کے اعتبار سے نہایت رقیق ہی اور
رقیق ۱۲
جب خون مین بلغم اور سودا ملجاتا ہی تو خون کو اور بھی غلیظ کردیتا ہی کہ تنگ رستون مین اُسکا گذر
دشوار ہی سے ہوتا ہی پس حکمت آلہی نے یہ چاہا کہ جب خون جگر سے رگون کا قصد کرے تو اُسکے
ساتھ ساتھ صفرے کا ایک لطیف حصہ بھی رہے تاکہ تنگ رستون مین خون کا گذر بآسانی ہو سکے
اسلیے کہ صفرے مین ایک قسم کی حدت ہی جو خون کے لیے بمنزلہ بدرقہ کے ہی اور اُسکو رقیق کرنیوالی
ہی (بدرقہ وہ چیز ہی جسکی یہ شان ہو کہ جس چیز مین ملے اُسکے اجزا کو چھوٹا چھوٹا کرکے اعضا
مین نفوذ کرادے) اور دوسرے فائدے کی یہ تقریر ہی کہ بعضے اعضا اس قسم کے ہین کہ اُنکی
جیسے پانی غذا کے لیے ۱۲
غذا مین نہایت لطافت اور رقت ہونی چاہیے جیسے کہ پھیپھڑا ہی (اور خون تو غلیظ ہی) لہذا حکمت
آلہی نے یہ چاہا کہ اس خون کے ساتھ جو اس عضو کی غذا ہی کچھ صفرا ملجاوے تاکہ اُسکے ملجانیکے
بعد خون اس قابل ہو جائے کہ اُس عضو کے مشابہ بن سکے (اس فائدے کی تحقیق یہ ہی کہ پھیپھڑا
اپنے جوہر اور طبیعت کے اعتبار سے بنسبت جگر کے زیادہ گرم خشک ہی لیکن اُن بخارات کیوجہ
سے جو اُس تک چڑھتے ہین اور اُن نزلات کے سبب سے جنکا دماغ سے پھیپھڑے پر گرنا ضروری
ہی اُسمین رطوبات فضلیہ کثرت سے جمع رہتے ہین جنسے وہ ہر وقت اتنا تر رہتا ہی کہ جگر کو بھی
رطوبت غریبہ سے اتنی تری حاصل نہین ہی لیکن چونکہ اپنے مزاج اصلی کے اعتبار سے گرم خشک
ہی اسلیے اسکی ضرورت ہوئی کہ اُسکی غذا اُسکے مزاج اصلی کے موافق اور مشابہ ہو اور وہ وہ خون
ہی جسمین صفرا ملا ہوا ہو پس معلوم ہوا کہ صفرا پھیپھڑے کی غذا مین داخل ہی اگر کوئی یہ اعتراض کرے
کہ پہلے ثابت ہو چکا ہی کہ دل کے بعد جگر سے زیادہ کوئی چیز گرم نہین ہی اور یہان یہ معلوم ہوتا
ہی کہ پھیپھڑا جگر سے زیادہ گرم ہی اُسکا یہ جواب ہی کہ جگر کی گرمی اصلی ہی اور پھیپھڑے کی گرمی
عارضی ہی یعنی دل اور جگر اور روح کی مجاورت سے حاصل ہوئی ہی لیکن چونکہ یہ مزاج عارضی
ہمسائگی
پھیپھڑے مین متمکن اور راسخ ہو کہ بمنزلہ اصلی مزاج کے ہو گیا ہی اسلیے یہ کہا جاتا ہی کہ پھیپھڑا

اپنے جوہر کے اعتبار سے بہ نسبت جگر کے زیادہ گرم خشک ہی اور اصل مین پھیپھڑے کے خشک ہونمین
(یعنے جوہر و طبیعت و مینا)
یہ مصلحت ہی کہ اگر وہ فی الحقیقت بھی تر ہوتا اور پھر رطوبات غریبہ سے اسمین تری آتی جنکا انصباب
پھیپھڑے پر ضروری ہی تو پھیپھڑے مین استرخا پیدا ہو جاتا) اور تیسرے فائدے کی یہ تقریر ہی
(جو پھیپھڑے کی حرکات و افعال سے مزاحم ہوتا)
کہ جو ثفل آنتون مین واقع ہی وہ انمین ایک زمانے تک ٹھہرتا ہی (معدے مین بلغم بسدا ر غیر طبعی
پیدا ہوتا ہی اور جسوقت کیلوس کا ثفل معدے سے آنتون مین پہونچتا ہی تو یہ بلغم بھی ثفل کے ساتھ
آنتون مین پہونچ جاتا ہی اور یہ بلغم اور ثفل بلغم کی لزوجت کیوجہ سے آنتون مین رک کر انسے چپک
جاتے ہین اور دیر تک انھین مین ٹھہرے رہتے ہین) تاکہ جگر اچھی طرح سے انکے اجزاء غذائیہ لطیفہ
کو (ماساریقا کے راستے سے) چوس لے (تفصیلی مین ہی کہ جگر کیلوس کے لطیف اجزاء کو اسطریقے
(کیونکہ یہ رگین معدہ اور آنتون سے متصل ہین)
سے جذب کرتا ہی کہ وہ رقیق اور لطیف اجزا معدے اور آنتون سے ماساریقا مین ٹپکتے ہین جو
نہایت باریک رگین ہین پس ضرور ہوا کہ ان رگون کی باریکی اور ترشح اجزاے لطیفہ کے خیال
سے یہ ثفل آنتون مین ایک مدت تک رکا رہے یہانتک کہ یہ رقیق اور لطیف اجزا پورے طور سے
جگر مین ٹپک جائین اور اس عرصے مین ثفل بھی پورے طور پر پک کر خشک ہو جاتا ہی اور آنتون
سے چپک جاتا ہی) اور چونکہ یہ ثفل ردی الکیفیت ہی اور آنتون مین دیر تک ٹھہرے رہنے سے
متعفن ہو گیا ہی (اور اسکے دیر تک محتبس رہنے سے آنتون مین سدہ واقع ہو جاتا ہی جس سے اکثر
قولنج پیدا ہو جاتا ہی) اسلیے آنتون کا سطح ثفل کے ضرر و فساد سے بچنے کے لیے ایک رطوبت کو جسکا
نام صہروج الامعاء ہی پہن لیتا ہی مگر اس رطوبت کیوجہ سے ثفل کی ردارت آنتون کو نہین محسوس
ہو سکتی اور اسی لیے طبیعت اسکے دفع کرنے سے غافل ہو جاتی ہی (اور ثفل بحالہ رکا رہتا ہی) پس ضرور
ہوا کہ انپر ایک ایسی چیز ٹپکے کہ طبیعت کو ثفل کے دفع کرنے پر متنبہ کر دے جب اسکی ضرورت ہو اور اسکا
دفعیہ اسیوقت ہو سکتا ہی جب کہ ٹپکنے والی چیز مین حدت اور سوزش ہو اور پاک و صاف کرنیکی
پوری قوت ہو اور ایسی چیز صفرا ہی پس بمقتضائے حکمت الٰہیہ تیز صفرا کی ایک مقدار آنتون مین گرتی
ہی اور انکو ثفل اور چکنے والے بلغم سے پاک اور صاف کر دیتی ہی اور جب اسکی وجہ سے مقعد کے اطراف
مین سوزش محسوس ہوتی ہی تو انسان کو خواہ مخواہ پائخانے جانا پڑتا ہی (اور وہان جا کر جو کچھ
ہوتا ہی وہ کوئی پوشیدہ بات نہین ہی) مؤلف کہتا ہی صفراے طبعی خالص سرخ سبک تیز ہوتا ہی

اور صفراے غیر طبعی یا گاڑھے بلغم کے ملنے سے ہوتا ہی اور اسکا نام (صفرا ر محّی) ہی یا پتلے بلغم کے ملنے سے

مُحّ زردی بیضۂ مرغ ۱۲

اور اسکا نام مرّہ صفرا ہی یا جلے ہوئے سودا کے ملنے سے اور اسکا نام صفرا محترقہ ہی یا خود صفرا کے جلجانے

سے اور اسکا نام کرّاثی اور زنگاری ہی اور صفرا زنگاری مین بہ نسبت کراثی کے احتراق زیادہ ہوتا ہی

یعنے اس صورت کی دو قسمین ہین ایک کراثی اور ایک زنگاری ۱۲

اسی لیے زہرون کے مشابہ ہی میَن کہتا ہون صفرا کی دو قسمین ہین طبعی اور غیر طبعی صفرا طبعی تو وہ ہی

قاتل ہونے مین ۱۲

جو جگر مین پیدا ہو اور اسمین چند اوصاف پائے جاتے ہین ایک تو خالص سرخی یعنی جسمین کچھ زردی عـه

کی جھلک ہو جیسے زعفران کی پتی (اس تفسیر سے امام رازی کے شبہہ کا دفع کرنا منظور ہی شبہہ یہ ہی

کہ تمام اطبا اسپر متفق ہین کہ زرد رنگ کا قارورہ بہ نسبت سرخ کے زیادتی حرارت پر دلالت کرتا ہی پس اگر

قارورہ شیشی کو کہتے ہین مگر علاقہ ملابست سے مظروف پر اسکا اطلاق مشہور خواص و عوام ہو گیا ہی ۱۲

صفرا کا رنگ خالص سرخ ہو تو لازم آئے کہ قارورہ کی زردی صفرا سے نہو پھر کیسے کہسکینگے کہ زرد رنگ

کا قارورہ زیادتی حرارت پر دال ہی اور جواب کی تقریر ظاہر ہی) کیونکہ صفرا بہ نسبت خون کے زیادہ لطیف ہی

اور جسم جب لطیف اور رقیق ہوتا ہی تو زردی مائل ہو جاتا ہی اور شفاف ہو جاتا ہی (وجہ ہر ہوائی کے قریب

ہونے کی وجہ سے اور بصارت اسمین زیادہ نفوذ کرتی ہی اور اسمین کسی قسم کا میلاپن نہین باقی رہتا جیسے

خون یا سرخ شراب مین شفاف پانی ملا دیا جاوے کہ اسمین زردی کی جھلک آجاتی ہی) اور اسی لیے

خون کی سرخی مین صفرا کے اعتبار سے تھوڑی سی کدورت ہوتی ہی (اور اسکی یہی وجہ ہی کہ خون کا قوام

صفرا کے اعتبار سے غلیظ ہی نفیسی مین ہی کہ صفرا کا رنگ زردی مائل اور شفاف اسلیے ہی کہ یہ کیلوس

کا جھاگ ہی یعنی ایسے اجزاء خفیفہ لطیفہ کا نام ہی جسمین اجزاے ہوائی ملے ہون اور اسی لیے وہ اتنے

شفاف ہین کہ انمین شعاع کا نفوذ ہو سکتا ہی اور یہی اُسکے زرد ہونیکا منشا ہی کیونکہ جسوقت سرخ چیز

مین شفاف چیز ملجاتی ہی تو زردی کی جھلک آجاتی ہی) دوسرا وصف ہلکا ہونا ہی کیونکہ صفرا کی نسبت

باقی اخلاط کیطرف ایسی ہی جیسے آگ کی نسبت باقی عناصر کی طرف اور اسی لیے باقی اخلاط کے

اوپر رہتا ہی اور تیسرا وصف حدت اور تیزی ہی اور اسی لیے جسکو صفرا کی قے ہوتی ہی اُسکو اپنے معدے

اور منھ مین نہایت تیزی اور خلش محسوس ہوتی ہی اور جب دستون کی راہ صفرا خارج ہوتا ہی تو آنتون

اور اطراف مقعد مین خلش ہوتی ہی اور اسکا سبب کیلوس کا زیادہ پکجانا اور حرارت کا غالب ہونا ہی

اور صفراے غیر طبعی کی کئی قسمین ہین ایک تو وہ جسمین گاڑھا بلغم ملجائے ہمکو صفراے محّی کہتے ہین اسلیے

کہ مُحّ انڈے کی زردی کو کہتے ہین اور ہمکو انڈے کی زردی کے ساتھ قوام اور رنگ مین مشابہت ہی

عـه اسی لیے اور بیل سبجی کی رنگت زرد ہوتی ہی ۱۲

اور ایک وہ جسمین رقیق بلغم ملجائے اسکا نام مِرّہ صفرا ہی اور یہ نام اگرچہ صفرا کی تمام قسمون پر لغت کے
اعتبار سے صادق آتا ہی (کیونکہ مِرّہ لغت مین اُس خلط کو کہتے ہین جسکے رہنے کی جگہ پِتّا ہی اور جسکا
مزا تلخ ہی) لیکن اُسی صفرا کو جسمین رقیق بلغم ملا ہو مِرّہ صفرا کہنا دو وجہون سے ہی ایک تو اسلیے کہ جب
ہر ہر قسم کا ایک ایک نام کسی چیز کی مشابہت کی وجہ سے رکھدیا گیا (مثلاً مُحّی کو مُحّی اسواسطے کہا گیا کہ یہ
انڈے کی زردی سے مشابہ ہی اور صفراء محترقہ کو محترقہ اسواسطے کہ اُسمین سوداء احتراقیہ ملجاتا ہی اور کراثی
کو کراثی اسواسطے کہ یہ گندنے کے پانی سے اس بات مین مشابہ ہی کہ اسکی سبزی مین تھوڑی سی سیاہی
ہی اور زنگاری کو زنگاری اس واسطے کہ یہ زنگار سے اس بات مین مشابہ ہی کہ اسکی سبزی مین تھوڑی
سی سفیدی ہی اور زنگار کی سی کاٹ اور خلش اور تیزی ہی) تو اس قسم کا بھی ایک خاص نام رکھدیا گیا
تاکہ اور اقسام سے تمیز ہو جائے (اور اس نام کو کسی دوسری قسم پر نہ بولا جائے اور اگر ایسا نہو تا تو امتیاز
نہ باقی رہتی) اور دوسرے اسلیے کہ یہ قسم صفراء غیر طبعی کے تمام اقسام سے زیادہ پائی جاتی ہی (اور رقیق
کے ساتھ زیادہ تر یہی صفرا برآمد ہوتا ہی) پس گویا کہ درحقیقت صفرا یہی ہی اور ان دونون قسمون
(یعنی صفراء مُحّی اور مِرّہ صفرا) کی رنگت زرد ہی کیونکہ صفراء طبعیہ کی رنگت سُرخ ہی اور بلغم کی رنگت سفید
ہی اور جب سفیدی اور سرخی ملیگی زردی پیدا ہو جائیگی اور صفرا کی ایک قسم وہ ہی جسمین تھوڑا سا
سوداء احتراقیہ ملجائے اور اُسکا نام صفراء محترقہ ہی (صفراء محترقہ کی دو قسمین ہین ایک تو یہ کہ صفرا
کا تھوڑا حصہ جلجائے اور یہ جلا ہوا حصہ باقی صفرا کے نہ جلے ہوے لطیف اجزا سے اسطرح ملجائے
کہ دونون مین کوئی تمیز نہ باقی رہے اور دوسری قسم یہ ہی کہ صفرا مین باہر سے سوداء احتراقیہ ملجائے
اور دونون مین اختلاط تام ہو جائے بغیر اس بات کے کہ صفرا کا کوئی حصہ جلے اور ان دونون
قسمون مین پہلی قسم زیادہ ردی ہی مگر اُسکا وجود کم ہی کیونکہ صفرا ایک لطیف چیز ہی اسمین جب
احتراق ہوتا ہی تو کُل جلجاتا ہی اور تھوڑے حصہ کا جلنا اور تھوڑے کا اپنی پہلی حالت پر باقی رہجانا
بہت کم ہی نفیسی مین ہی کہ صفراء محترقہ کا اطلاق پہلی قسم پر حقیقی ہی اور دوسری قسم پر مجازی ہی کیونکہ
صفراء محترقہ کے بعض اوصاف مثل تیزی اور حدت کے اُسمین پائے جاتے ہین اور لکھا ہی کہ صفراء محترقہ
مین سوداء احتراقیہ کم ہوتا ہی اگر زیادہ ہوتا تو وہ سوداء کے اقسام مین شمار ہوتا نہ کہ صفرا کے) اور
صفراء غیر طبعی کی ایک قسم یہ ہی کہ صفرا کے بعض اجزا خود بخود جلجائین اور زیادہ جلجانے کی وجہ سے

سیاہ ہوجاتے ہین اور یہ سیاہ حصہ باقی صفرا کے ساتھ جسکا رنگ زرد ہی ملجائے اور سبزی پیدا ہوجاتی
کیونکہ جب سیاہی اور زردی ملتی ہی تو سبزی پیدا ہوجاتی ہی اور اس قسم کا نام کُراثی ہی اسلیے کہ
اسکی رنگت گندنے کے پانی کی سی ہی اور اگر اتفاق سے بہت زیادہ جلجائے تو اُسکی رنگت مین بجائے
سیاہی کے کچھ سفیدی آجاتی ہی کیونکہ رطوبت بہت زیادہ زائل ہوجاتی ہی اور ہوا داخل ہوجاتی
ہی جیسے راکھ کوئلے کے اعتبار سے (جب گیلی لکڑیان سلگائی جاتی ہین تو اُسکے اجزاء مائی اور ہوائی
اُٹھ جاتے ہین اور کثیف اجزاء ارضیہ باقی رہجاتے ہین اور وہ لکڑی سیاہ کوئلہ ہوجاتی ہی اور جب
اُن کوئلون مین اور آگ لگائی جاوے تو اُسکے اجزا بکھر جاتے ہین اور کھل جاتے ہین اور منافذ
پیدا ہوجانیکی وجہ سے اُنمین ہوا داخل ہوجاتی ہی اور اسقدر شفاف ہوجاتے ہین کہ اُنکے سطحون سے
نگاہ پار ہوسکتی ہی اور اسکے بعد اُنکے سطحون پر سفیدی غالب ہونی شروع ہوتی ہی اور ہوتے ہوتے
راکھ ہوجاتے ہین پس ثابت ہوا کہ احتراق کی زیادتی جلی ہوئی چیز کو سفید کردیتی ہی) اور اس قسم کا
نام زنگاری ہی اور ان دونون قسمون مین تو صفرا کے بعض اجزا بعض سے ملتے ہین یعنی جو جلے ہو
ہین وہ بغیر جلے ہوؤن سے ملجاتے ہین اور صفراء محترقہ مین سوداء احتراقیہ باہر سے آکر ملجاتا ہی اور
صفراء محترقہ ان دونون قسمون سے اسی معنی کر ممتاز ہی صفراء زنگاری صفرا کی تمام قسمون سے زیادہ
تیز اور گرم اور ردی اور قاتل ہی اور اسی لیے زہرون سے مشابہ ہی شیخ نے لکھا ہی کہا جاتا ہی کہ یہ قسم
جوہر سمی سے ہی **مؤلف کہتا ہی** صفرا کے بعد سودا ہی اور وہ سرد خشک ہی **مین کہتا ہون** سودا
سرد خشک ہی اور اسپر دلیل یہ ہی کہ یہ بسا اوقات اُن غذاؤن سے پیدا ہوتا ہی جو سرد خشک ہین اور
اس سے ایسے امراض پیدا ہوتے ہین جو سرد خشک ہین اور گرم تر چیزون سے اُنکی شفا ہوتی ہی
اور سودا اگرچہ بارد ہی لیکن محققین کے نزدیک بلغم اُس سے زیادہ بارد ہی (اسلیے کہ بلغم طبعی کی حلاوت سے
سودا مین زیادہ حلاوت ہی) جیسے کہ صفرا خون سے زیادہ گرم ہی (ابوسہل مسیحی کی طرف اس بات کی
نسبت کیجاتی ہی کہ سودا خون سے زیادہ گرم ہی اگر یہ نسبت صحیح ہی تو منسوب بالکل غلط ہی کیونکہ سودا
مین اجزاء ارضیہ غالب ہین جو منشاء برودت ہین پھر کیونکر سودا خون سے زیادہ گرم ہوسکتا ہی **مولف**
کہتا ہی سودا کا ایک تو یہ فائدہ ہی کہ خون کو گاڑھا اور سخت کرتا ہی اور دوسرا یہ فائدہ ہی کہ جو اعضا
مثل ہڈی وغیرہ کے ہین اُنکی غذا مین داخل ہوتا ہی اور تیسرا یہ فائدہ ہی کہ اسکی ایک مقدار فم معدہ پر گرتی ہی

کہ اُس سے بھوک لگتی ہو اور غذا کی طرف رغبت ہوتی ہو میں کہتا ہوں پہلے فائدے کی یہ تقریر ہی
کہ خون ایک پتلا خلط ہو اور وہ اپنے پتلے پن کیوجہ سے کسی مقام پر ٹھہر کر اُنکی غذا نہین بن سکتا پس
حکمت الٰہیہ نے یہ بات چاہی کہ خون کے ساتھ ساتھ رگون مین سودا رہا کرے تاکہ خون مین غلظت اور
ایک جگہ ٹھہرنے کی قوت پیدا ہو اور خون مین متانت اور گاڑھا پن آجائے جیسے کہ پنیر مایہ دودھ کو گاڑھا کر دیتا
کہ غذا کیطرف مستحیل ہوکر عضو کے مشابہ بن سکے ۱۲　چاک چسپتہ ۱۲
ہو اگر کوئی اعتراض کرے کہ تم پہلے تو یہ کہہ چکے ہو کہ صفرا خون کو لطیف اور رقیق کرتا ہو اور اب کہتے ہو کہ
سودا اسکو کثیف اور غلیظ کرتا ہو اور ان دونون باتون مین منافات ہو (کیونکہ کسی چیز کے ساتھ نفع حاصل کرنا
اُس چیز کے ضد سے نفع حاصل کرنیکے منافی ہی) تو اسکا یہ جواب ہو کہ (ان دونون باتون مین منافات اُسوقت
ہو سکتی ہی جب یہ دونون باتین ایک ہی وقت مین ہون اور جب دو وقتون مین پائی جاوین تو) کوئی
منافات نہین کیونکہ جائز ہو کہ سودا کا خون کو کثیف کرنا اور وقت مین ہو اور صفرا کا خون کو رقیق کرنا اور
وقت مین (اور ایسا ہی ہو بھی کیونکہ صفرا خون کو اُسوقت رقیق کرتا ہو جسوقت تنگ رستون مین خون
کا گذر ہوتا ہو اور سودا اُسکو اُسوقت غلیظ کرتا ہو جب وہ اعضا مین پہونچ جاتا ہو اور غذا بننے کی ضرورت
سمجھی جاتی ہی) اور طبیعت مُدبّرہ اپنے خالق کے حکم سے صفرا اور سودا مین سے ہر ایک کا ایک ایک وقت
مین استعمال کر لیتی ہو کلیات قانون کی شرحون مین ایسا ہی لکھا ہو اور دوسرے فائدے کی تقریر آسان
ہو اُن بیانات سابق کی وجہ سے جو بلغم اور صفرا کی اسی قسم کی بحث مین گذر چکے اور غضروف و رباط وغیرہ
اس بات مین ہڈیون کے مشابہ ہین کہ سودا اُنکی غذا مین داخل ہو اور جن اعضا کی غذا مین سودا داخل ہو وہ
اُن اعضا سے زیادہ ہین جنکی غذا مین بلغم داخل ہو اور جن اعضا کی غذا مین بلغم داخل ہو وہ اُن اعضا سے
تعداد مین زیادہ ہین جنکی غذا مین صفرا داخل ہو (اور داخل سے مراد یہ ہو کہ پہلے معلوم ہو چکا ہو کہ اصل غذا خون
ہو اور باقی اخلاط ایسے ہین جیسے کہ غذا کیواسطے مصلحات آور دخل کیوجہ سے یہ ہو کہ غذا کو متغذی کے مشابہ
ہونا چاہیے چنانچہ یہ سب باتین کئی دفعہ گذر چکی ہین) اور تیسرے فائدے کی یہ تقریر ہو کہ یہ تو معلوم ہو کہ ہر عضو
کیلیے غذا کی ضرورت ہو اور یہ ممکن نہین کہ ہر عضو کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ غذا کی فلان وقت حاجت ہو
(کیونکہ اسمین بہت بڑا حرج لازم آئیگا) پس مبدء فیاض نے سب اعضا کی طرف سے فم معدہ کو یہ کام سپرد
کر دیا کہ ضرورت کیوقت غذا کو طلب کر لیا کرے اور جب ایسا ہو تو ضرور ہو کہ اُسکو بھوک کی حس ہوا کرے
اسی ضرورت سے اسکو عصبی بنایا گیا (کیونکہ پٹھہ نہایت حساس ہو) اور اسکی نہایت ضرورت ہو کہ فم معدہ کی

جس نہایت قوی ہو جو اُسکو طلب غذا کی کوشش پر مجبور کرے ورنہ تھوڑی سی احساس سے اُسکو
کوئی الم نہین ہو سکتا) اور یہ بغیر اس بات کے نہین ہو سکتا کہ اسپر کوئی ایسی چیز گرے جو اُسمین ضرورت کیوقت
دغدغہ اور قلق پیدا کردے اور سودا کے سوا اس کام کیلیے اور کوئی خلط موزون نہین کیونکہ یہ اپنے ترش ہونیکی
وجہ سے فم معدہ مین دغدغہ پیدا کرتا ہو اور باوجود اسکے اپنے کٹھے پن کیوجہ سے اسکو قوی کرتا ہو یعنی اُسکے
اجزا کو یکجا اور مجتمع کرتا ہو اور اُسکے ڈھیلے پن کو کھوتا ہو (امام رازی نے کہا ہو کہ جن لوگون کو سچی
بھوک ہوتی ہو تو اُنکے فم معدہ مین جو قلق اور کھانے کی رغبت ہوتی ہو وہ سودا کے کٹھے پن کیوجہ سے
ہوتی ہو اور جنکو جھوٹی بھوک ہوتی ہو اُسکا منشا سودا کی ترشی ہو مگر یہ تفصیل امام کے سوا اور کسی کے
کلام مین نہین پائی گئی اسلیے شاید احداث مذہب مین اسکا شمار ہو جانا چاہیے کہ سودا مین تین مزے
ہین حلاوت حموضت عفوصت حلاوت تو اسلیے کہ وہ خون کی تلچھٹ ہو اور خون کا مزا شیرین ہو اور حموضت
اسلیے کہ اسکا مزہ حلاوت اور عفوصت کے بیچ بیچ مین ہو اور حموضت اسی مزے کا نام ہو اور عفوصت اسلیے
کہ اُسپر اجزاء ارضیہ غالب ہین اُسکا مادہ کثیف ہو اور کثیف مادہ مین برودت کا کام ہو کہ عفوصت پیدا
کرے پس حکمت الٰہیہ نے یہ بات چاہی کہ اُس سودا کا ایک حصہ جو جگر مین پیدا ہوتا ہو ایک مقام کیطرف
متوجہ ہو تاکہ یہ فائدہ اُس سے حاصل ہو جائے پس اللہ پاک نے تلی کو پیدا کر دیا جسمین یہ حصہ جمع رہے
اور ضرورت کیوقت فم معدہ کی طرف سودا کا اُسقدر حصہ جس سے یہ غرض حاصل ہو جائے کھنچ جایا کرے (یہ
بات بھی جاننی چاہیے کہ جسوقت معدہ خالی ہو اور طبیعت کی عادت کے موافق فم معدہ پر سودا کا انصباب
ہو تو اسوقت جو اشتہا ہو گی وہ سچی ہو گی ورنہ جھوٹی) اور اس بات کی دلیل کہ ترش چیز بھوک پر متنبہ کرتی ہو
اور اشتہا مین حرکت پیدا کرتی ہو یہ ہو کہ جن لوگون کو بھوک کم لگتی ہو اور غذا کی رغبت کم ہوتی ہو جب وہ
کوئی ترش چیز کھا لیتے ہین تو اُنکی اشتہا مین ہیجان پیدا ہو جاتا ہو اور اسی لیے جو لوگ گرم شہرون کے
رہنے والے ہین وہ پہلے پہل سرکہ سے روزہ افطار کرتے ہین تاکہ اُنکی اشتہا مین ہیجان پیدا ہو اور
اگر وہ سرکہ سے افطار نہ کرین تو اُنکی اشتہا کو حرکت نہو کیونکہ ہوا اور روزہ کی گرمی کیوجہ سے اُنکی بھوک
بالکل بجھ جاتی ہو مؤلف کہتا ہو سودا طبعی خون (محمود طبعی) کی تلچھٹ ہو اور سودا غیر طبعی وہ ہو جو
کسی خلط کے جلجانے سے پیدا ہو خواہ کوئی خلط ہو یہانتک کہ خود سودا کے جلنے سے بھی سوداء غیر طبعی
ہوتا ہو مین کہتا ہون سودا طبعی ہو یا غیر طبعی سوداء طبعی تو وہ ہو جو جگر مین پیدا ہو اس دلیل سے

کہ اُسکا مادہ یعنی اجزاے ارضیہ غذا مین موجود ہوتا ہی کیونکہ سودا کی نسبت باقی تینون اخلاط (یعنی خون
اور بلغم اور صفرا کی طرف ایسی ہی جیسے مٹی کی نسبت باقی ارکان (یعنی پانی اور ہوا اور آگ) کی طرف
(کیونکہ جیسے مٹی کثیف اور سرد خشک ہی ویسے ہی سودا بھی اور باقی اخلاط سے سودا کا امتیاز بھی اسی طریقے
سے ہی جسطرح مثلاً پانی سے اُن مہین مہین ذرون کو امتیاز ہوتی ہی جو اُسکی تہ مین بیٹھ جاتے ہین) اور
اُسکے پیدا ہونیکا یہ طریقہ ہی کہ جگر مین غذا کے اجزاء ارضیہ تہ نشین ہو جاتے ہین کیونکہ اپنے بوجھل ہونیکی
وجہ سے بہنے والے جسمون کو پھاڑ دیتے ہین جیسا کہ گدلے پانی مین دیکھا جاتا ہی (کہ تھوڑی دیر ٹھہرنے سے
پانی نتھر جاتا ہی اور ریت نیچے بیٹھ جاتی ہی) پس جو اجزا تہ نشین ہین یہی سوداء طبعی ہی اور تہ نشین ہونا فقط
خون ہی کے ساتھ مخصوص ہی جو محمود ہو (کیونکہ غیر محمود خون کی تلچھٹ سوداء غیر طبعی ہی) اسی واسطے مؤلف نے
سوداء طبعی کی تعریف اس طرح کی ہی کہ وہ خون کی تلچھٹ ہی رسوب سواے خون کے اور کسی خلط مین
نہین ہوتا کیونکہ بلغم مین قوام لزوجت ہی اور اُسکے بعض اجزا بعض سے چپکے ہوے ہین تو اجزاء ارضیہ اُنکو
پھاڑ کر تہ نشین نہین ہو سکتے اور صفرا مین بھی کوئی چیز تہ نشین نہین ہوتی اول تو وہ لطیف ہی اور لطافت
کی وجہ سے اُسمین اجزاء ارضیہ کم ہوتے ہین اور قلت کی وجہ سے اُنمین اتنی قوت نہین کہ باقی اجزا کو
پھاڑ کر تہ نشین ہون دوسرے صفرا کو ہر وقت حرکت ہی اور جس بہنے والے جسم کو ہر وقت حرکت ہی
اُسمین رسوب نہین ہو سکتا رسوب اُسی جسم مین ہوتا ہی جو ٹھہرا ہوا ہی اور سودا مین رسوب اسلیے نہین
ہوتا کہ وہ خود رسوبی ہی اور جو چیز خود تلچھٹ ہی اُسکی کیا تلچھٹ ہوگی) اور سودا کا رسوبی ہونا فصد کے
خون سے خوب معلوم ہوتا ہی قبل اسکے کہ وہ خون جمے اور جالینوس سوداء طبعی کو خلط سوداوی اور خلط
اسود سے نامزد کرتا ہی اور سوداء غیر طبعی وہ سودا ہی جو کسی خلط کے جلنے سے پیدا ہوتا ہی حتی کہ خود سودا کے
جلنے سے کیونکہ جن تر چیزون مین اجزاء ارضی ملے ہوے ہین جیسے اجزاء ارضیہ اُنسے بطریقہ رسوب ممتاز
ہوتے ہین جیسا کہ سوداء طبعی مین معلوم ہو چکا ایسے ہی اُنکی تمیز ایک دوسرے طریقے سے بھی ہوتی ہی
اور وہ اسطرح کہ کسی گرمی کے پہونچنے کی وجہ سے لطیف اجزا تحلیل ہو جائین اور کثیف اجزا باقی رہجائین اور
اس احتراق کے بعد جو حاصل ہو وہ سوداء احتراقی ہی اور یہ سوداء غیر طبعی ہو اور اُن اخلاط کے اعتبار سے
جنکے احتراق سے یہ حاصل ہو اُسکے اور بھی اقسام نکلتے ہین جو مزے اور رنگ مین مختلف ہین اور اُنکا پتہ
بڑی کتابون سے چلتا ہی مؤلف کہتا ہی سات امور طبعیہ مین سے چوتھا امر طبعی اعضا ہین بعض تو اُنمین سے

مفرد ہین جیسے ہڈی اور گری اور روده اور پٹھہ اور رو ثرا اور جھلی اور گوشت اور چربی اور رواز اور حرکت کرنیوالی رگین اور نہ حرکت کرنیوالی رگین مین کہتا ہون چونکہ اعضا ایسے اجسام ہین جو حس کے ذریعے سے معلوم ہون لہذا اُنکی تعریف کے ساتھ مشغول ہونے مین کوئی زیادہ فائدہ نہین ہو اسی لیے مصنف اُنکی تعریف کو چھوڑکر تقسیم کی طرف متوجہ ہوا شیخ نے لکھا ہو کہ اعضا اُن اجسام کا نام ہو جو اول آمیزش اخلاط سے پیدا ہوتے ہین جیسے کہ اخلاط اُن اجسام کا نام ہو جو اول آمیزش ارکان سے پیدا ہوتے ہین اعضا کی دو قسمین ہین مفرد اور مرکب (اخلاط کے ملنے سے پہلے پہل رطوبت ثانیہ پیدا ہوتی ہو پھر رطوبت ثانیہ سے جو کہ اخلاط کی اول مزاج ہو اعضا پیدا ہوتے ہین اگر بلا واسطہ پیدا ہون تو وہ اعضاے مفردہ ہین جنکو متشابہ الاجزا اور بسیط بھی کہتے ہین اور اگر بواسطہ پیدا ہون تو وہ اعضاے مرکبہ ہین کیونکہ انکا تولد اعضاے مفردہ سے ہوا ہو اور انکا رطوبت ثانیہ سے پس اعضا کی یہ تعریف ہوئی کہ وہ ایسے اجسام ہین جو اول آمیزش اخلاط سے پیدا ہوتے ہین اور اجسام سے مراد اجسام کثیفہ ہین پس یہ تعریف روح اور منی پر صادق نہ آئیگی کیونکہ یہ اجسام لطیفہ ہین اگرچہ انکی تولید اول آمیزش اخلاط سے ہو اور اخلاط سے وغیرہ اخلاط محمودہ مراد ہین کیونکہ جزو بننے کے وہی صالح ہین پس یہ تعریف اُن چیزون پر صادق نہ آئیگی جنکی پیدائش اخلاط محمودہ سے نہو جیسے ثیل وغیرہ) اور ان دونون قسمون مین اعضا کے منحصر ہونیکی یہ وجہ ہو کہ یا تو عضو کا جزو محسوس[عه] نام اور تعریف مین اپنے کل کا شریک ہوگا (یعنی جزو کا اور کل کا ایک ہی تعریف اور ایک ہی نام ہوگا) یا شریک نہوگا اگر ہو جیسے ہڈی اور گوشت اور جلد وغیرہ (کہ پوری ہڈی کو بھی ہڈی کہتے ہین اور اُسکے ٹکڑے کو بھی ہڈی کہتے ہین علی ہذا گوشت جلد وغیرہ بھی) تو وہ عضو مفرد ہو اور اگر شریک نہین ہو تو وہ مرکب ہو جیسے ہاتھ پانون منھ وغیرہ کہ منھ کے جزو کو منھ نہین بولتے اور ہاتھ کے جزو کو ہاتھ نہین کہتے اور اعضاء مفردہ کا نام اعضاے متشابہ الاجزا بھی ہو اور اعضاے مرکبہ کا نام اعضاے آلیہ کیونکہ یہ اعضا نفس کے حرکات اور افعال کے پورا ہونے کے لیے آلہ اور ذریعہ ہین اسلیے کہ دیکھنے کا کام بدون آنکھ کے پورا نہین ہوسکتا اور گرفت کا کام بغیر ہاتھ کے نہین ہوسکتا علی ہذا اور اعضاء آلیہ بھی (جیسے چلنے کا کام بغیر پانون کے نہین ہوسکتا اور سونگھنے کا کام بغیر ناک کے اور چکھنے کا کام بغیر زبان کے علی ہذا القیاس) اعضاء مفردہ مین ایک تو ہڈی ہو اور یہ ظاہر ہو کہ ہڈی ایک ایسا جسم ہو جسکی سختی اس حد تک پہونچ گئی ہو کہ اُسکا مڑنا اور خمیدہ ہونا ممکن نہو اور سخت اس غرض سے بنائی گئی ہو کہ سارے بدن کی بنیاد

عه [illegible]

انھین ہڈیون پر قایم ہی اگر بنیاد مضبوط نہو تو عمارت کے قایم رہنے مین خلل پڑ جائے اسی واسطے اور
اعضاء مفردہ پر اسکو مقدم کیا گیا کیونکہ بنیاد عمارت سے پہلے بنتی ہی علاوہ اسکے بدن کی حرکتون کے لیے
بمنزلۂ ستونون کے ہین کہ حرکت کرنیوالے عضو مین ہڈی ہی سے قوت آتی ہی اسی لیے جن کیڑون مین ہڈی
نہین ہوتی اُنکے حرکات بھی ضعیف ہوتے ہین) اور منجملہ اُن اعضا کے ایک کُرکری ہڈی ہی اور یہ ایک جسم ہی
جو بہ نسبت ہڈی کے نرم ہی اسلیے اسمین خمی آسکتی ہی اور مُڑ سکتا ہی اور ہڈی نہین مُڑ سکتی (لیکن باقی اعضا
کے اعتبار سے سخت ہی شیخ بوعلی سینا نے قانون مین لکھا ہی کہ اسکے پیدا ہونے مین یہ فائدہ ہی کہ ہڈیونکا
نرم اعضا سے متصل ہونا بوجہ احسن انجام پائے ایسا نہو کہ اگر سخت اور نرم دو چیزین بے کسی درمیانی چیز کے
ترکیب پائین تو نرم کو سخت سے اذیت پہونچے خصوصاً جسوقت چوٹ لگے یا تنگ جگہ مین دباؤ پہونچے
بلکہ ترکیب مناسب یہ ہی کہ درجہ بدرجہ سختی گھٹتی جائے اور نرمی بڑھتی جائے جیسے کہ شانیکے کنارے
کی کُرکری ہڈی ہی کیونکہ اگر اُسکے کنارے پر کُرکری نہوتی تو شانے کی حرکت کے وقت جسے تغیر
وضع لازم ہی جلد کو ضرور اذیت پہونچتی اور ایک فائدہ خلق غضروف کا یہ بھی ہی کہ اُسکی وجہ سے جو
مفاصل آپسمین قریب قریب ہین اور ایک سے دوسرے کو رگڑ کا صدمہ پہونچتا ہی اسمین انتظام پیدا ہو کہ وہ
بجہت صلابت کے ریزہ ریزہ نہو جاوین اور ایک یہ بھی فائدہ ہی کہ جسوقت کوئی عضلہ کسی ایسے عضو کی
طرف کھینچتا ہی جسمین ہڈی نہو تو کرکری پر تکیہ کرتا ہی اور اس کشش مین کرکری سے قوت حاصل کرتا ہی جیسے
عضل اجفان یعنی پلکون کے عضلات کیونکہ اگر انمین ستون بننے کیلیے کوئی ہڈی پیدا کیجاتی اور وہ باریک
ہوتی تو ضرور ذرا سی دھمک سے ٹوٹ جاتی اور اگر موٹی ہوتی تو اُسکے بوجھ سے پلکون کا اُٹھانا دوبھر
ہو جاتا اور اگر کوئی ستون ہی پیدا نہ کیا جاتا تو مجموع کا اُٹھانا دشوار ہو جاتا اور ضروری حرکات کیوقت
جلدی پر قدرت نہوتی انتہیٰ کلامہ بقدر الحاجۃ) اور منجملہ اعضاے مفردہ کے ایک رباط ہی اور وہ پٹھے کی
شکل ہی مگر بہ نسبت پٹھے کے زیادہ سفید ہی اور زیادہ سخت رباط خمیدہ ہونے مین فی نفسہ نرم ہی مگر ہڈی
ہونے مین سخت آہذا شارح رحمہ اللہ کے اس قول مین اور اُن لوگون کے قول مین جنھون نے اسکو نرم کہا
ہی درحقیقت کوئی منافات نہین ہی کیونکہ ہڈی سے پیدا ہوتا ہی اور پٹھہ دماغ اور حرام مغز سے پیدا ہوتا ہی
اور رباطات مین بعض تو ایسے ہین جو ہڈیون سے اگر عضلہ تک پہونچتے ہین اُنکا نام تو صرف رباط ہی
اور بعض ایسے ہین جو عضلہ تک نہین پہونچتے لیکن جوڑ کے دو کنارون مین اُنکا وصل ہی یا اور اعضا مین

انکے ذریعے سے ایک عضو دوسرے عضو کے ساتھ بندھجاتا ہو اسی لیے اُنکو باوجود رباط کہنے کے عقب بروزن کتف
بھی کہتے ہین کیونکہ انکو عقب القوس (بندِ کمان) سے (اس بات مین) مشابہت ہو (کہ جسطرح بند کمان
اُسپر مضبوطی کی غرض سے لپیٹا جاتا ہو ایسے ہی یہ رباط بھی عضو پر مضبوطی کے لیے لپٹے ہوتے ہین) اور
رباط کو حس نہین ہو اور منجملہ اُن اعضا کے پٹھہ ہو اور وہ ایک سفید عضو ہو جو خمیدہ ہونے مین نرم ہو اور جدا
ہونے مین سخت ہو (بعضے پٹھے دماغ سے اُگتے ہین اور بعضے حرام مغز سے یہ نہین ہو کہ کل پٹھون کا مقام
روئیدگی دماغ ہی ہو اگر ایسا ہوتا تو ضرورتاً دماغ مقدار معہود سے زیادہ بڑا ہوتا اور اعضا کو اُسکا اُٹھانا دوبھر
ہوجاتا) پٹھے کے پیدا کرنے سے یہ فائدہ ہو کہ وہ دماغ سے اعضا کو حس وحرکت کی قوت پہونچاوے (اعضا
مین جو حس وحرکت ہو وہ اُن قویٰ کی وجہ سے ہو جو دماغ سے اعضا کو پہونچتی ہین اور اُن قویٰ کی حامل
روح ہو اور روح کا منفذ پٹھہ ہو) اور منجملہ اعضاے مفردہ کے وَتَر ہو جاننا چاہیے کہ دماغ سے اور حرام مغز
سے پٹھہ پیدا ہوتا ہو اور اس ہڈی سے جسکی حرکت کا ارادہ کیا جاتا ہو رباط پیدا ہوتا ہو اور جب پٹھہ اور
رباط باہم ملتا ہو تو یہ دونون شاخ در شاخ مہین مہین ریشے ہوجاتے ہین اور اِن ریشون کے
درمیان جو سوراخ ہین وہ سُرخ گوشت سے بھر جاتے ہین اور ایک جھلّی ان سب کو ڈھانپ لیتی ہو
اور اُس جسم کو جو کہ پٹھے اور رباط اور سُرخ گوشت اور جھلّی سے مرکب ہو عضلہ کہتے ہین اور اس عصب
اور رباط کے ریشے آپس مین بٹ کر ایک جسم بنجاتے ہین جسمین نہ تو پٹھے کی سی نرمی ہوتی ہو اور نہ
رباط کی سی سختی ہوتی ہو اور اس عضو کو وَتَر کہتے ہین اور اسکا فائدہ یہ ہو کہ جب عضلہ سمٹ جاتا
ہو تو اُسکے سمٹنے سے وَتَر بھی سمٹ آتا ہو اور اُسکے سمٹنے سے عضو حرکت سے رُک جاتا ہو اور جب
عضلہ پھیلتا ہو خواہ اُسکا پھیلنا پہلی وضع پر ہو خواہ طول مین اُسکی مقدار زیادہ ہوجائے تو وَتَر بھی
ڈھیلا ہوجاتا ہو پس عضو پھیل جاتا ہو اور منجملہ اُن اعضا کے جھلّی ہو اور وہ ایک عضو ہو جو دو ریشون
سے بُنی ہوئی ہو جو رقیق ہین اور پھیلے ہوے ہین ایک اُن دونون مین سے عصبی ہو اور دوسرا رباطی
یہ اسلیے پیدا کی گئی ہو کہ اعضا مین لپٹ کر اور محیط ہو کر اُنکی حفاظت کرے جیسے گُردے کی جھلّی
(کیونکہ اگر لٹکی ہوئی جھلّی اُسکو گھیرے نہوتی تو وہ ضرور اپنے بوجھ سے پھٹ پڑتا) اور دو ریشون کی
قید لگانا اغلب کے اعتبار سے ہو ورنہ بعض جھلیان فقط عصبی ہین (جیسے آنکھ کے چوتھے طبقے کی
جھلّی جسکو غشاءِ عنکبوتی کہتے ہین) اور بعض جھلیان فقط رباطی ہین (جیسے حرام مغز کی جھلّی) اور بعض

جھلیان ایسی بھی ہین جو کسی چیز کو محیط نہین ہین جیسے سینے کی جھلی جو کہ آلات تنفس اور آلات غذا کے
درمیان حائل ہوکر سینے کی تقسیم کردیتی ہو آور منجملہ اُن اعضا کے گوشت ہو اور وہ اُن سوراخون کا بھرت ہو
جو اعضا مین واقع ہین جیسے عمارت کے پتھرون کے سوراخون کو گارے سے بھرا جاتا ہو آور منجملہ اُن اعضا کے
(گندھی ہوئی اور سنی ہوئی مٹی ۱۲)
چربی ہو اور وہ ایک سفید اور حد سے زیادہ ملایم جسم ہو آز یادہ تر جھلیون اور اُن اعضا پر ہوتا ہو جو عصبی ہین انکا
(یعنی پٹھے کی جنس سے ہیں ۱۲)
مزاج سرد ہونیکی وجہ سے آور یہ اسلیے کہ جو خون لطیف اور چکنا ہوتا ہو جب اُن اعضا کی طرف جاتا ہو جو
لحمی ہین تو اُنکی غذا بنجاتا ہو گوشت کی حرارت کیوجہ سے جیسے کہ چراغ کیلیے تیل ہوتا ہو اور جب جھلی کیطرف یا
(یعنی گوشت کی جنس سے ۱۲)
اُن اعضا کی طرف جاتا ہو جو پٹھے کی جنس سے ہین تو اُنکے مزاج کے سرد ہونیکی وجہ سے اُنپر جم جاتا ہو
اسی لیے ثرب پر (یہ چربی کی ایک مہین چادر ہو جو معدہ اور تمام آنتون کو گھیرے ہوے ہو) چربی زیادہ
ہو اسلیے کہ اُسکا اکثر حصہ پٹھہ ہو آور منجملہ اُن اعضا کے رواز ہو اور یہ بھی چربی کی طرح ہو مگر چربی سے زیادہ
ملائم ہو آور جھلیونپر پائی جاتی ہو جو عضلون پر لپٹی ہین اُنکا مزاج سرد ہونیکی وجہ سے آور گوشت کے درمیان
نہین پائی جاتی ہو اسواسطے کہ گوشت کی حرارت اُسکو گھلا کر گوشت کی غذا بنا دیتی ہو آور چربی اور رواز
کا فائدہ یہ ہو کہ خشک اعضا کو تر رکھین اپنی رطوبت کی وجہ سے کہ اُسمین دہنیت ہو (اور خاصکر چربی کا
یہ فائدہ ہو کہ یہ ہضم پر معین ہوتی ہو کیونکہ اپنی دہنیت کیوجہ سے گوشت وغیرہ کی حرارت کو بہت زیادہ قبول
کرلیتی ہو آور اسی لیے آگ دکھانے سے شعلہ پکڑ لیتی ہو اور جو حرارت کہ غذا کو پکا نیوالی ہو یہ اپنی چسپیدگی
کی وجہ سے اُسکی حفاظت کرتی ہو اور جن اعضا پر یہ پیدا ہوتی ہو اُنکو اپنی چکنائی کی وجہ سے تر رکھتی ہو
ورنہ زیادتی حرکت وغیرہ سے اُنمین خشکی دوڑ جائے آور خاصتہً رواز کا یہ فائدہ ہو کہ جس عضو پر یہ ہوتی
ہو وہ خوش نما معلوم ہوتا ہو اور خارجی گرمی اور سردی کی اذیت سے بچا رہتا ہو) آور منجملہ اُن اعضا کے
حرکت کرنیوالی رگین ہین وہ دل سے اُگتی ہین اُنکے بیچ مین ایک خول ہوتا ہو اور لانبی ہوتی ہین اور
اُنکے لیے پھیلنے اور سمٹنے کی حرکتین ہوتی ہین جس طریقے سے کہ نبض کے باب مین اسکی تشریح کیگئی
ہو (انکے پیدا کرنے سے غرض یہ ہو کہ جان و دل کو ان سے آرام پہونچے اور بخار دخانی دفع ہو اور
تمام اعضا پر روح کی تقسیم ہو جائے آور جان و دل کو انسے اس لیے آرام پہونچتا ہو کہ جو انبساطی
حرکت ہو اُس سے باہر کی سرد ہوا اندر آتی ہو آور انقباضی حرکت سے بخار دخانی جو گرم ہین وہ دفع ہوتے
ہین) آور منجملہ اُن اعضا کے ساکن رگین ہین یہ حرکت کرنیوالی رگون کے مشابہ ہین لیکن دو باتون مین

فرق ہی ایک اس بات مین کہ یہ جگر سے اُگتی ہین آور دوسرے اس بات مین کہ ساکن ہین آور یہ اس غرض سے پیدا کی گئی ہین کہ انکے ذریعے سے جگر سے تمام اعضا مین خون پہونچ جائے اور یہ رگین حرکت کرنیوالی رگون سے زیادہ نرم ہین اسمین یہ مصلحت ہی کہ خون کے چوسنے اور اعضا تک پہونچانے مین آسانی ہو آور یہ رگین اکثر ایک طبقے کی ہین (اکثر اسلیے کہا کہ بعض رگین دو طبقون کی بھی ہین جیسے وریدِ شریانی یعنی جو رگ جگر سے دل کو خون پہونچاتی ہی اور اسکو وریدِ شریانی اسی لیے کہتے ہین کہ شریان کی طرح اسکے بھی دو صفاق یعنی دو پوست یعنی دو طبقے ہین) اور حرکت کرنیوالی رگین اکثر دو طبقون کی ہین (یہان بھی اکثر اسلیے کہا کہ شریان الورید کا ایک ہی طبقہ ہی اور یہ وہ رگ ہی جو دل سے پھیپھڑے کو گئی ہی اور اسکو شریان الورید اسی لیے کہتے ہین کہ ایک طبقہ ہونے مین آورِدہ کے مشابہ ہی) **مؤلف کہتا ہی** یہ کل اعضاء مفردہ منی سے بنتے ہین سوائے تین اعضا یعنی گوشت اور رِواز اور چربی کے کیونکہ گوشت تو غلیظ خون سے پیدا ہوتا ہی اور اُسکو گرمی باندھ دیتی ہی اور رواز اور چربی یہ دونون خون کی مائیت سے پیدا ہوتے ہین اور انکو سردی باندھ دیتی ہی اور اسی لیے گرمی انکو گھلا دیتی ہی **مین کہتا ہون** کل اعضاے مفردہ شروع شروع مین (یہ قید اسلیے لگاتا ہی کہ بننے کے بعد اُنکی مربی غذا ہی) منی سے بنتے ہین نفیسی مین ہی کہ ان اعضا مین سے بعض تو منی سے بلا واسطہ بنتے ہین جیسے ہڈی اور کُرّی وغیرہ اور بعض بواسطہ بنتے ہین جیسے وَتَر اور جھلی وغیرہ کیونکہ یہ دونون رودے اور پٹھے سے بنتی ہین آور رودہ اور پٹھہ منی سے آور منی سے مراد مرد اور عورت دونون کی منی ہی کیونکہ یہ اعضا مرد کی منی سے تو ایسے بنتے ہین جیسے پنیر بنتا ہی پنیر مایہ سے آور عورت کی منی سے ایسے بنتے ہین جیسے پنیر دودھ سے پس دونون کی منی ان اعضا کا جز ہی جیسے پنیر مایہ اور دودھ پنیر کا جز ہی فرق اسقدر ہی کہ باندھنے کا مبدء تو پنیر مایہ مین ہی اور بندھنے کا مبدء دودھ مین ایسے ہی قوت فاعلی تو مرد کی منی مین ہی آور قوت انفعالی عورت کی منی مین آور یہ بات اسپر مبنی ہی کہ عورت کے لیے بھی منی ہوتی ہی کیونکہ یہ خلافی مسئلہ ہی آور حق یہ ہی کہ عورت کے بھی منی ہوتی ہی اسلیے کہ منی ایک ایسی رطوبت ہی جو اوعیۂ منی سے لذت کے ساتھ کود کر خارج ہوتی ہی آور جاندار چیز کے بننے کی باعث ہوتی ہی اور اسکی بو کھجور کے شگوفے سے مشابہ ہوتی ہی آور یہ پانچون باتین یعنی وعاء سے خارج ہونا اور لذت دینا اور کودنا اور جاندار چیز کا بننا آور شگوفۂ خرما سے اُسکی بو کا مشابہ ہونا عورت کی رطوبت مین بھی پائی جاتی ہین

طبقات کی قسم تحقیق فن تشریح مین کی گئی ہی ۱۲

جمع ورید ۱۲

اسکا بیان عنقریب شرح مین کیا جاتا ہی ۱۲

یعنے خون حیض ۱۲

پستہ ۱۲

یعنے ظروف ۱۲

پہلی بات تو اسلیے کہ جالینوس نے بچشم خود ایک عورت کے ظرف منی کو ایک ایسی رطوبت سے بھرا ہوا
دیکھا جو سفید اور چکنی ہوئی تھی اور دوسری بات یعنی لذت پر یہ دلیل ہی کہ عورت کو خواب ہوتا ہی اور منی
خارج ہوتی ہی جسکے نکلنے سے اُسکو بڑی لذت آتی ہی اور تیسری بات اس لیے کہ شیخ بوعلی سینا نے
اس بات کی تحقیق کی ہی کہ عورت کی منی بچہ دان کے اندر سے اُچھلتی ہوئی نکلتی ہی (یعنے کود کر خارج ہوتی ہی ۱۲) اور چوتھی بات
اسلیے کہ اُسمین بچے کے بننے کی انفعالی قوت ہی (تولید حیوان ۱۲) جیسے کہ مرد کی منی مین فاعلی قوت ہی اور پانچوین بات
اسلیے کہ بہت سی عورتین اس بات کی گواہی دیتی ہین کہ ہماری منی (کما در ۱۲) مین شگوفۂ خرما کی سی بو (اُسکی) ہی اور
ارسطو وغیرہ گو اس بات کا انکار کرتے ہین کہ عورت کے بھی منی ہوتی ہی لیکن اس بات کا وہ بھی
اقرار کرتے ہین کہ عورتون مین ایک رطوبت ہوتی ہی جو منی کے مشابہ ہی اور جو خون حیض کے مغایر ہی
(پس نزاع لفظی ہی ۱۲) کیونکہ بچے دان مین اُس رطوبت کی سرسراہٹ سے عورت کو لذت ہوتی ہی اور خون کے خارج ہونے سے
اُسکو تکلیف ہوتی ہی اور اُس رطوبت سے بچہ بھی بنتا ہی، سوائے تین اعضا کے جنکا مؤلف نے استثنا کیا ہی
اسلیے کہ یہ تینون اعضا خون سے پیدا ہوتے ہین (اور یہی وجہ مغایرت ہی ۱۲) اور باقی اعضا کے منی سے بننے پر یہ دلیل ہی کہ جب اُنمین سے
کوئی عضو گھٹ جاتا ہی تو پھر نہین بنتا مگر کسی خاص سبب سے شاذ و نادر کوئی بنجائے تو بنجائے کیونکہ منی
بدن مین ہر وقت حاضر اور آمادہ نہین رہتی اور جن چیزون کا استثنا کیا گیا ہی وہ پھر بنجاتے ہین کیونکہ بدن
مین خون زیادہ ہی اور جو اعضا منی سے بنتے ہین اُنکا نام اعضاے منویہ اور اعضاے اصلیہ ہی کیونکہ منی
سب چیزون کا خلاصہ اور تکوّن کی اصل ہی اور جو اعضا خون سے بنتے ہین اُنکا نام اعضاے دمویہ اور
اعضاے غیر اصلیہ ہی اگر کوئی اعتراض کرے کہ جب کسی عضو منوی کا کوئی جز گھٹ جاتا ہی تو غذا کے ذریعہ سے
وہ پھر پورا ہو جاتا ہی اور جو گھٹا ہی وہ اُس پورے کا جز ہی پھر کیا وجہ ہی کہ اگر پورا عضو گھٹ جائے تو
اُس کا بدل پیدا نہو سکے تو اسکا یہ جواب ہی کہ عضو منوی سے جو حصہ گھٹا ہی وہ اصل کا جز نہین ہی بلکہ
اُن اجزا کا جز ہی جو دموی ہین اور اُسمین زائد ہین اور خون بدن مین بکثرت موجود ہی اور جن اعضا
کا استثنا کیا جاتا ہی وہ تین ہین اول تو گوشت کہ اسکی پیدائش خون کے غلیظ حصے سے ہوتی ہی
کیونکہ خون کی مائیت اسمین ایک قسم کی سستی اور ضعف پیدا کر دیتی ہی اور حرارت خون کو باندھ دیتی ہی
کیونکہ حرارت کا یہ کام ہی کہ رطوبت کو تحلیل کرے (یہ ایک اعتراض کا جواب ہی اور اُسکی یہ تقریر ہی کہ
برودت کا کام اجزا کو جمع کرنا ہی اور حرارت کا کام اُنکو پھیلانا ہی اور جب ایسا ہی تو یہ کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہی

کہ حرارت خون کو باندھ کر گوشت بنا دیتی ہی جواب کی یہ تقریر ہی کہ باندھ دینے کے دو طریقے
ہین ایک تو کسی چیز کے کل اجزا کو جمع کر دینا یہ تو برودت ہی کے ساتھ مخصوص ہی اور ایک اُسکے
بعض اجزا کو جمع کر دینا یہ بات حرارت مین پائی جاتی ہی کیونکہ حرارت کا کام تفریق اور تبخیر ہی پس تبخیر
یہ کرتی ہی کہ رطوبت مائیہ کو جس سے اُس چیز مین ایک قسم کا ڈھیلا پن تھا دور کر دیتی ہی اور اُسکے
دور ہونیکے بعد جو اجزاء ارضیہ باقی رہجاتے ہین اُنمین امساک اور قبض پیدا ہو جاتا ہی اور اجزا غلیظ
ہو جاتے ہین اور انعقاد کے یہی معنی ہین) پس وہ جمعیت اور بندش پیدا ہو جاتی ہی جو گوشت مین
ہی (امام رازی لکھتے ہین کہ جو اعضا منوی اور اصلی ہین اُنکا تکوّن اعضا لحمیہ پر مقدم ہوتا ہی
حالانکہ دل عضو لحمی ہی اور بالاجماع تمامی اعضا پر اُسکا تکوّن مقدم ہی اس شبہہ کے دو جواب
ہین اوّل تو یہ کہ اجماع کرنیوالون کے قول مین دل سے یہ صنوبری صورت مراد نہین ہی بلکہ اُس سے
دل کی فضا مراد ہی جو روح کا خزانہ ہی اور اُسکا تکوّن منی سے ہوتا ہی اُسکے بعد ادل خون حیض سے اُسکا
گوشت بنتا ہی جس سے یہ خاص صورت حاصل ہوتی ہی اور دوسرا جواب یہ ہی کہ دل کوئی لحم نہین ہی ہان
عضو لحمی ہی اور خون سے لحم کا بننا ضروری ہی نہ کہ کسی ایسی چیز کا جو گوشت کی طرف کسی وجہ سے منسوب
کر دی گئی ہو اور دل ایسا ہی ہی یعنی عضو لحمی ہی جو منی سے بنتا ہی اسکے بعد اسمین کچھ اجزاء خون سے بڑھ جاتے
ہین اور اُسپر خون کی سی سرخی دوڑ جاتی ہی اور اسی رنگت کی وجہ سے اُسکو گوشت کیطرف منسوب کر دیا
جاتا ہی یہ بات نہین ہی کہ اُسکا اصل تکوّن بجائے منی کے گوشت سے ہو اور شیخ نے جو دل کی تشریح
مین یہ بات کہی ہی کہ دل قوی گوشت سے بنتا ہی یہ بھی اسی پر محمول ہی یہ جواب مصنف علیہ الرحمہ سے
منقول ہی اور سمجھدار لوگ اسکو پسند کرتے ہین) اور باقی دونون چیزین یعنی پروازاور چربی یہ دونون
خون کی مائیت یعنی نہایت رقیق حصے سے بنتے ہین جسمین چکنائی ہوتی ہی اور انکے اجزا کو جمع
کرنیوالی برودت ہی اسی لیے گرمی سے یہ دونون پگھل جاتے ہین اگر کوئی یہ کہے کہ وتر کا اور دانتون
کا بھی (اعضاء بسیطہ اصلیہ سے) استثنا کرنا چاہیے وتر کا تو اسلیے کہ وہ پٹھے اور رودے سے بنتا ہی
(نہ منی سے) اور دانتون کا اسلیے کہ وہ خون سے پیدا ہوے ہین تو اُسکا یہ جواب ہی کہ (وتر بھی منی ہی
سے پیدا ہوتا ہی کیونکہ منی سے (کسی عضو کا) بننا عام ہی اس سے کہ بواسطہ بنے یا بلاواسطہ (اور وتر
بواسطہ عصب اور رباط کے منی سے بنتا ہی کیونکہ وہ تو ان دونون سے بنتا ہی اور یہ دونون منی سے)

رہے دانت سو یہ ایسے خون سے بنتے ہین جو (اپنی طبیعت مین) منی کے مشابہ ہو کیونکہ بچون کا زمانہ
چونکہ پیدایش کے قریب ہوتا ہو اسیلیے اُنکے مزاج پر یہ امر آسان ہوتا ہو کہ خون (کی طبیعت) کو منی کے
مزاج کیطرف مستحیل کر سکین اسیلیے کہ یہ بن طبیعت منی کے مشابہ ہو (اور اس سن مین قوت نامیہ کامل ہوتی
ہو) پس جب قوت فاعلی (یعنی قوت نامیہ) مادہ قابلہ (یعنی وہ خون جو طبیعت مین منی سے مشابہ ہو) پاتی
ہو تو دانتون کو اُگا دیتی ہو تو گویا یہ دانت بھی منی ہی سے پیدا ہوتے ہین (جیسے اور اعضاے منویہ)
اسی لیے مصنف نے دانتون کا (اعضاے منویہ سے) استثنا نہین کیا (جیسا کہ گوشت اور چربی اور روان
کا استثنا کیا ہو) اور بعض بوڑھون کے جو دانت نکل آتے ہین (یہ ایک اعتراض کا جواب ہو جسکی یہ تقریر ہو
کہ دانتون کا شمار اعضاے منویہ مین نہین ہو سکتا کیونکہ یہ اعضا بعد ناقص ہو جانے کے پورے نہین
ہوا کرتے اور دانت ٹوٹ کر پھر نکل آیا کرتے ہین اسکا جواب کئی طرح دیا گیا ہو پس) بعض لوگ تو یہ کہتے ہین
کہ (یہ نئے دانت نہین ہین بلکہ) پچھلے دانتون مین سے کچھ حصہ باقی رہگیا تھا وہی بڑھ کر پورے دانت
بنگئے اور بعض لوگ یہ کہتے ہین کہ بعضے بوڑھون کو ایک عارضی مزاج لاحق ہو جاتا ہو جو بچون کا ایسا
مزاج ہوتا ہو اسی لیے دانت بھی بالعرض نکل آتے ہین (نفیسی مین ہو کہ بڑھاپے کا مزاج دانتون کو
بالعرض پیدا کر دیا کرتا ہو جیسے باوجود یبس مزاج کے بڑھاپے مین بلغم پیدا ہو جاتا ہو حالانکہ وہ رطب ہو
اور اسکی وجہ یہ ہو کہ جب سوء مزاج سے معدہ ضعیف ہو جاتا ہو تو ہضم مین فتور واقع ہو کر فضول رطوبتین
بلغم کے پیدا ہو جانے کی ۱۲
بکثرت پیدا ہو جاتی ہین) اور بعض لوگ یہ کہتے ہین کہ جو دانت بڑھاپے مین پیدا ہوتے ہین وہ درحقیقت
دانت نہین ہین بلکہ مسوڑون کی جنس سے ہین کہ سخت ہو کر دانتون کے قائم مقام ہو گئے ہین اور بعض
لوگ یہ کہتے ہین کہ جو پٹھے دانتون سے متصل تھے جب مسوڑون کا گوشت گلجانیکی وجہ سے کھل گئے
تو وہی سخت ہو کر دانتون کا کام دینے لگے (اسکے اور بھی کئی جواب ہین مگر ضرورۃً ترک کیے گئے)
انہین سے بعض جواب نفیسی مین بھی ہین ۱۲
مؤلف کہتا ہو اور ان اعضا مین سے بعضے اعضا مرکب ہین یا تو اسطرح سے کہ انکی ترکیب پہلی ترکیب ہو
جیسے عضلون کی ترکیب یا دوسری ہو جیسے آنکھ کی ترکیب یا تیسری ہو جیسے چہرے کی ترکیب یا چوتھی ہو
جیسے سر کی ترکیب **مین کہتا ہون** جب مؤلف اعضاے مفردہ کے بیان سے فارغ ہو چکا اور انکے
اس بات کا حکم کر چکا کہ وہ یا خون سے پیدا ہوتے ہین یا منی سے تو اب اعضاے مرکبہ کو بیان کرتا ہو
لیکن یہ نہین بیان کیا کہ یہ اعضا کس چیز سے بنتے ہین کیونکہ یہ بات ظاہر تھی کہ اعضاے مرکبہ

اعضاے مفردہ ہی سے بنتے ہین بواسطہ یا بلا واسطہ اور جو اقسام کہ مؤلف نے بیان کیے ہین وہ ظاہر ہین اسلیے کہ ترکیب کبھی تو پہلی ہوتی ہو اور اسکے یہ معنی ہین کہ مرکب کے اجزا مفرد ہون جیسے عضلہ کہ گوشت اور رودہ اور پٹھے اور جھلی سے مرکب ہو اور ان مین ہر ایک عضو مفرد ہو اور کبھی دوسری ترکیب ہوتی ہو اسطرح پر کہ مفرد سے اور مرکب سے ترکیب ہو جیسے آنکھ کی ترکیب کیونکہ یہ عضلات اور غیر عضلات سے مرکب ہو غیر عضلات سے مراد آنکھ کی تین رطوبتین اور سات طبقے ہین طبقون کے یہ نام ہین ملتحمہ قرنیہ عنبیہ عنکبوتیہ شبکیہ مشیمیہ صلبیہ اور تینون رطوبتوں کے یہ نام ہین بیضیہ جلیدیہ زجاجیہ اور یہین سے تیسری اور چوتھی ترکیب کے معنی معلوم ہو سکتے ہین کیونکہ آنکھ مع اپنے تمام اجزا کے چہرہ کا جز ہو اور چہرہ مع اپنے تمام اجزا کے سر کا جز ہو کیونکہ سر مین چہرہ اور آنکھ ناک دماغ سب ہی داخل ہین ان چارون مرکبات کی یہ ترتیب ہوئی عضلہ آنکھ چہرہ سر عضلہ تو مفردات سے مرکب ہو اور آنکھ کی ماہیت مین عضلہ داخل ہو تو آنکھ مین اور مفردات مین ایک واسطہ ہوا اور چہرے مین آنکھ داخل ہو پس چہرے اور مفردات مین دو واسطے ہوے اور سر مین چہرہ داخل ہو پس سر مین اور مفردات مین تین واسطے ہو

(ہذہ صورۃ المرکبات الاربعۃ)

عضلہ	چشم	چہرہ	سر
مفردات	عضلہ	چشم	چہرہ
x	مفردات	عضلہ	چشم
x	x	مفردات	عضلہ
x	x	x	مفردات

مؤلف کہتا ہو مرکب اعضا مین سے بعضے عضو رئیس ہین جو مبدء ہین (فاعلی یا قابلی کیونکہ اعضاے رئیسہ اُن روحون کے تو فاعل ہین جو قوی کی حامل ہین اور نفس ناطقہ کی قابل ہین جو ان قوی کا ان اعضا پر افاضہ کرتا ہی) اور ضروری قوتون کے لیے اصل ہین (کیونکہ یہ اعضا روح کے لیے اصل ہین اور روح قوت کے لیے اصل ہو اور اصل کی اصل اصل ہوتی ہی) یا تو کسی شخص کے باقی رہنے کی جہت سے اور ایسے اعضا تین ہین ایک تو دل ہو اور اسکی خادم متحرک رگین ہین اور دوسرا دماغ ہو اور اسکے خادم پٹھے ہین اور تیسرا جگر اور اسکی خادم ساکن رگین ہین اور یا نوع کے باقی رہنے کی جہت سے اصل ہین اور یہ

چار مین تین تو یہی جو مذکور ہوے اور چوتھا اُنثیین ہی اور ان دونون کا خادم منی کے نکلنے کا مقام ہی منی کے قرار پکڑنے کے مقام تک **مین کہتا ہون** جب مؤلف نے اعضاے مرکبہ کے ذکر سے فراغت پائی اور منجملہ اُنکے اعضاے رئیسہ بھی تھے جنکا بیان کرنا ضروری تھا کیونکہ آیندہ مباحث (یعنی مباحث قوی و افعال و ارواح) اُنکے پہچاننے پر موقوف تھے (کیونکہ اعضاے رئیسہ ہی ان چیزونکا سرچشمہ ہین) یعنے انکا پہچاننا ۱۲ اسلیے مؤلف نے اعضاے مرکبہ کے سلسلے مین اُنکو بھی بیان کر دیا اور تحقیق بیانِ مصنف کے لیے ایک مقدمہ کے ذکر کرنیکی ضرورت ہی اور وہ مقدمہ یہ ہی کہ جب جگر مین کیلوس کے پکجانیکے بعد وہ خون حاصل ہوتا ہی جو بدن کی غذا کیلیے باقی اخلاط کے اعتبار سے عمدہ ہی تو اُس بنے ہوے خون کا نہایت صاف اور لطیف حصہ دل کیطرف کھنچ جاتا ہی پس قلب اُس سے غذا حاصل کرتا ہی اور اُسی لطیف حصے سے دل کی بائین تجویف مین ایک لطیف بخاری جسم پیدا ہوتا ہی جو اپنی لطافت کیوجہ سے روح حیوانی کہلاتا ہی اور بائین تجویف کی قید اسلیے لگائی گئی کہ دل کی داہنی تجویف کے متعلق یہ کام ہی کہ خون کو یہی تجویف خزانہ روح ہی ۱۲ جگر سے جذب کرکے دل مین پہونچاے۔ اور اس روح حیوانی پر نفس ناطقہ کی جانب سے ایک قوت کا افاضہ ہوتا ہی جسکا نام قوت حیوانیہ ہی اگر قوت حیوانیہ نہو تو بدن سڑکر متعفن ہو جاے جیسے کہ مردے کے بدن مین فساد پیدا ہو جاتا ہی اور اس قوت کی تحقیق عنقریب آتی ہی اور اسی روح حیوانی پر قوت حیوانیہ کے افاضہ کے بعد دو قوتین اور بھی افاضہ کی جاتی ہین ایک قوت طبعیہ اور دوسری قوت نفسانیہ اور ان دونون کی تحقیق بھی عنقریب آتی ہی لیکن ان دونون قوتون کے آثار اُسوقت تک نہین ظاہر ہوتے جب تک کہ یہ روح دل مین رہتی ہی ہان جسوقت اسکا ایک حصہ معلومہ دماغ کی طرف کھنچ جاتا ہی اور وہان جاکر یہ روح دوبارہ پکتی ہی تو اُسوقت اسکا نام روح نفسانی رکھا جاتا ہی اور قوت نفسانیہ کے آثار اُسی وقت ظاہر ہوتے ہین نیز اِس روح کا ایک اور حصہ جگر کیطرف کھنچ جاتا ہی اور وہان پر دوسری بار پکتا ہی تو اُسوقت مین اسکا نام روح طبعی رکھا جاتا ہی اور قوت طبعیہ کے آثار اُسی وقت ظاہر ہوتے ہین یہ تو حکما کی راے ہی اور طبیب لوگون کے اس مبحث مین دو فرقے ہو گئے ہین ایک فرقہ تو کُل مضمون گذشتہ مین بجز ایک بات کے حکما کا ہم خیال ہی اور وہ بات یہ ہی کہ (حکما تو اس بات کے قائل ہین کہ قوت نفسانیہ کا افاضہ روح بخاری پر ہوتا ہی دل مین اور طبیب لوگ اس بات کو نہین مانتے بلکہ یہ کہتے ہین کہ (قوت نفسانیہ کا افاضہ دماغ مین روح نفسانی پر

ع یعنی روح حیوانی ... روح نفسانی ... ہوا ہی ۱۲

ہوتا ہی اور قوت طبعیہ کا افاضہ جگر مین روح طبعی پر ہوتا ہی اور دوسرا فرقہ مضمون گذشتہ مین حکما کا
مخالف ہی اسکے نزدیک نہ تو روح نفسانی دل سے دماغ کیطرف کھنچتی ہی اور نہ روح طبعی دل سے
جگر کیطرف کھنچتی ہی بلکہ روح نفسانی دماغ مین پیدا ہوتی ہی اُس خون سے جو بذریعہ رگون کے جگر
سے دماغ مین پہونچتا ہی اور روح طبعی جگر مین بنتی ہی اُس خون سے جو جگر مین موجود ہی اور جب یہ
بات ہی تو لامحالہ دونون قوتین ان دونون روحون پر دماغ اور جگر ہی مین فائض ہونگی اور یہ مذہب
حکما کے مذہب سے زیادہ مخالف ہی اور پہلے مذہب مین اور حکما کے مذہب مین کچھ یون ہی سی مخالفت
ہی جب اس مقدمے کی تمہید ہو چکی تو اب ہم یہ کہتے ہین کہ اعضاے رئیسہ چار ہین دل اور جگر اور دماغ
اور اُنثیین اور اُنکے رئیس ہونیکے یہ معنی ہین کہ وہ مبادی اور اصول ہین اُن قوتون کے لیے جو شخص
کی جہت سے یا نوع کی جہت سے ضروری ہین جو قوتین کہ شخص کی جہت سے ضروری ہین وہ یہ ہین
قوت حیوانی اور قوت نفسانی اور وہ قوت طبعی جسکا تصرف خاص شخص مین ہو یعنی قوت غاذیہ اور
قوت نامیہ اور جو قوتین کہ نوع کی جہت سے ضروری ہین وہ بھی یہی قوتین ہین لیکن مع اُس قوت
طبعیہ کے جسکا تصرف خاص شخص مین ہو وہ قوت طبعیہ بھی معتبر ہی جسکا تصرف نوع مین ہو یعنی
قوت مولدہ اور قوت مُصورہ اور اس مقام پر چند باتون کے بیان کرنے کی ضرورت ہی پہلی بات
تو یہ ہی کہ اعضاے رئیسہ اُن قوتون کے لیے مبدء ہین اور اسکا یہ بیان ہی کہ اعضاے رئیسہ نفس ناطقہ
سے اُن قوتون کو قبول کرتے ہین بالاتفاق (یعنی باتفاق اطبا کیونکہ حکما کہتے ہین کہ ہر عضو مین
اپنے فعل کا مبدء رہی) اور جو علت قابلہ ہوتی ہی اُسکو بھی مبدء کہتے ہین (یہان یہ شبہہ ہوتا تھا کہ اس
بیان سے اتنا ثابت ہوا کہ اعضاے رئیسہ مبادی قابلہ ہین اور شارح نے اُنکو علت قابلہ کہا پس
اس شبہہ کا جواب دیتا ہی کہ) مراد مبدء سے علت ہی دوسری یہ بات ہی کہ یہ اعضا ان قوتون کیلیے
اصول ہین اور اسکا یہ بیان ہی کہ یہ قویٰ انھین اعضا مین حاصل ہوتے ہین اور انھین سے پھیلتے
ہین پس گویا کہ یہ قویٰ کے لیے بمنزلہ کان اور سرچشمہ کے ہین کیونکہ فرع اصل سے نکلتی ہی اور اصل
فرع کے لیے کان ہوتی ہی اور تیسری یہ بات ہی کہ قوت حیوانیہ بقاء شخص کی جہت سے ضروری
ہی اور اسکا یہ بیان ہی کہ بدن چار عنصرون سے مُرکب ہی اور اُنھین سے ہر ایک اس بات کو چاہتا
ہی کہ اپنے اپنے مکان طبعی کی طرف چلا جائے جسکا نتیجہ یہ ہو کہ بدن فاسد ہوکر متعفن ہو جائے

عہ یعنی روح حیوانی ہے (۲) یعنی پہلے دل سے جگر کی طرف بہ روح طبعی سے ۱۲

لہٰذا اس بات کی ضرورت ہو کہ بدن مین ایک ایسی قوت ہو کہ جو عناصر کی حفاظت کرے (اور اُنکو جمع رہنے پر مجبور کرے) اُسی کا نام قوت حیوانیہ ہو اور چوتھی یہ بات ہو کہ بقاء شخص کی جہت سے قوت نفسانیہ ضروری ہو اور اسکا یہ بیان ہو کہ (بدن کو مضر اور نافع ہر قسم کی چیزین لاحق ہوتی رہتی ہین اور) بدن کو اس بات کی ضرورت ہو کہ نافع چیزون کو لے اور مضر چیزون کو دفع کر دے لہٰذا ضروری ہوا کہ اسکو پسندیدہ چیز کا اور قابل نفرت چیز کا شعور ہو کہ اول کو اختیار کرے اور دوسری سے احتراز (پرہیز) کرے اور جس قوت سے اس بات کا شعور ہوتا ہو وہی قوت نفسانی ہو نفیسی مین ہو کہ حواس مین سے جس حس کی حیوان کو زیادہ ضرورت ہو وہ حس لمس ہو تو گویا کہ زندگی کے لیے یہی حس زیادہ ضروری ہو اور باقی حواس زندگی کے لیے نافع اور مکمل ہین اسی لیے بعضے حیوان ایسے ملسکتے ہین جنمین سُننے کی یا دیکھنے کی یا چکھنے کی یا سُونگھنے کی قوت نہو لیکن ایسا حیوان کوئی نہین ملسکتا کہ جسمین چھُونے کی قوت نہو کیونکہ جب جلا دینے والی گرمی اور ہلاک کر دینے والی سردی کی اُسکو تمیز نہوگی تو بہت جلد معرض فساد مین آجائیگا لیکن یہ حکم مطلق حیوان کے اعتبار سے ہو اور انسان کے لیے سب حواس کی ایسی ہی ضرورت ہو جیسے حس لمس کی اور صرف حس لمس سے وہ اپنے حیات کی تدبیر نہین کر سکتا) اور پانچوین یہ بات ہو کہ جو قوت طبعیہ خاص شخص مین تصرفات کرتی ہو وہ اُسکے لیے ضروری ہو اسکا یہ بیان ہو کہ غذا پہنچانا اور بدن کا بڑھانا شخص کے لیے ضروری ہو اور اسکا ذکر عنقریب آتا ہو نفیسی مین ہو کہ قوت طبعیہ اسلیے محتاج الیہ ہو کہ بدن ہمیشہ تحلیل ہوتا رہتا ہو لہٰذا اُسکے باقی رہنے کے لیے واجب ہو کہ اُسمین ایک ایسی قوت ہو جو بدل ما تحلیل کو بہم پہونچائے اسطرح کہ خون کو پیدا کرے جو بدن کے لیے مادۂ حیات ہو اس سے یہ ہوگا کہ جو حصہ روح کا اور بدن کا تحلیل ہو گیا ہو اُسکے موافق یا اُس سے زاید یا کم طیار ہو جائیگا اور اگر ایسی کوئی قوت بدن مین نہو جو اس قسم کا خون بدن مین پیدا کرے تو کوئی جاندار رحم مین بھی نہین زندہ رہسکتا چہ جائیکہ تکوّن کے بعد زندہ رہے اور اس قوت کا نام قوت طبعیہ ہی اور شخص مین جب یہ تینون قوتین جمع ہو جاتی ہین تو وہ کسی چوتھی قوت کا محتاج نہین رہتا کیونکہ ان تینون قوتون کے حاصل ہو جانیکے بعد بدن مین اتنے اوصاف جمع ہو جاتے ہین حیات تندرستی نافع اور مضر کا بخوبی ادراک (پھر ان اوصاف کے بعد اُسکو اور کس صفت کی ضرورت رہی) اور چھٹی یہ بات ہو کہ یہ قوتین بقاء نوع کی جہت سے بھی ضروری ہین اور اسکا یہ بیان ہو کہ نوع کا وجود بغیر شخص کے

نہین ہوسکتا کسی شخص کا ہمیشہ باقی رہنا اجل مقدر کی وجہ سے ممکن نہین اسلیے ضرورت پڑی کہ اُسکو اُسکی نوع سے باقی رکھا جائے اور اُسکا بقا انھین قوی اور اعضاے مذکورہ سے ہی کیونکہ نوع کا باقی رہنا بغیر شخص کے باقی رہنے کے محال ہی اسلیے کہ نوع کا کوئی مستقل وجود نہین ہی اگر اُسکا کوئی وجود ہی تو اشخاص کے ضمن مین ہی تو جن چیزونکی طرف شخص اپنے وجود اور بقا مین محتاج ہی انھین کیطرف بداہتہً نوع بھی محتاج ہوگی اور ساتوین یہ بات ہی کہ جن قوتون کا تصرف نوع مین ہوتا ہی وہ اُسکے لیے ضروری ہین اسکا یہ بیان ہی کہ شخص کا موجود رہنا تو ہمیشہ ممکن نہین ہی اسلیے کوئی چیز ایسی ہونی چاہیے کہ جو نوع کی حفاظت کرے پس معلوم ہوا کہ اعضاے رئیسہ ضروری قوتون کیلیے مبادی اور اصول ہین خواہ وہ قوتین شخص کی جہت سے ضروری ہون خواہ نوع کی جہت سے اور اِن اعضا کے رئیس ہونے کے بھی معنے ہین گویا کہ انکو شہر کے رئیسون کے ساتھ تشبیہ ہی اور جسطرح رئیسون کے لیے خادم ہوتے ہین ایسے ہی ان اعضا کے لیے بھی خادم ہین دل کی خادم تو متحرک رگین ہین کہ انکا یہ کام ہی کہ روح حیوانی کو دل سے لیکر تمام بدن مین پہونچاتی ہین کیونکہ جب یہ ثابت ہوا کہ قوت حیوانیہ کا مبدء دل ہی ہی اور جتنے اعضا ہین اپنی حیات کی خاطر اس قوت کے محتاج ہین پس اگر کوئی خادم ایسا نہوتا جو اُس قوت کو لیکر اُن اعضا تک پہونچائے تو کل اعضا معطل اور بیکار اور مردہ ہوکر متعفن ہو جاتے پس حکیم علی الاطلاق نے اُسکے ایسے خادم بنا دیے جو اپنے مفوضہ کام سے ایک لمحہ بیکار نہین رہتے اور جگر کی خادم غیر متحرک رگین ہین انکا یہ کام ہی کہ روح طبعی اور خون کو جگر سے لیکر تمام بدن مین پہونچاتی ہین (بعض اطبا قوت تغذیہ کے نقل کے قائل نہین ہین وہ یہ کہتے ہین کہ ہر عضو کے لیے مبدء فیاض سے قوت تغذیہ مرحمت ہوتی ہی یہ نہین ہی کہ رگون کے ذریعے سے بدن کو جگر غذا پہونچائے) اور دماغ کے خادم پٹھے ہین انکے متعلق یہ کام ہی کہ روح نفسانی کو دماغ سے کل بدن مین پہونچاتے ہین اور انثیین کا خادم منی کے نکلنے کا مقام ہی اُسکے جاے قرار تک اور یہ مردون مین تو عضو تناسل کا سوراخ اور وہ رگین ہین جو اُسکے اور اُنثیین کے درمیان ہین اور عورتون مین بچہ دان اور وہ رگین ہین جنکی منی کے بچہ دان مین ٹھہرنیکے لیے ضرورت ہی (یہ رگین عورت کے اُنثیین اور رحم کے درمیان ہین انھین رگون مین عورت کے اُنثیین سے منی خارج ہوتی ہی نفیسی مین ہی کہ اُنثیین کی خادم رحم بھی ہی کیونکہ منی کو تحلیل ہونے اور متفرق ہونے اور جمجانے سے محفوظ رکھتی ہی اور اُسکی حرارت کو قائم رکھتی ہی اور اپنی طرف سے اور اُسمین حرارت بڑھا دیتی ہی) مؤلف کہتا ہی سات امور طبعیہ مین سے پانچوین روح ہی ہماری مراد اُس سے

مقام حمل

وہ چیز نہین ہو جسکو فلاسفہ نفس ناطقہ سے تعبیر کرتے ہین جیسے کہ آسمانی کتابون مین اسکا ارادہ کیا جاتا ہو بلکہ ہماری مراد اس سے ایک جسم لطیف بخاری ہو جو اخلاط کی لطافت سے بنتا ہو جیسے کہ اعضا اخلاط کی کثافت سے بنتے ہین اور روحین ہی تو تون کی حامل ہین اسی لیے قوتون کے مانند روحون کی بھی تین قسمین ہین مین کہتا ہون روح کا لفظ دو چیزون پر بولا جاتا ہو ایک تو نفس ناطقہ پر اور یہی وہ معنی ہین جنکا آسمانی کتابون مین مثل قرآن پاک وغیرہ کے ارادہ کیا جاتا ہو قرآن پاک مین ہو وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمسے روح کی بابت سوال کرتے ہین تم جواب مین کہدو کہ روح میرے رب کا حکم ہو اس مقام پر مفسرین نے روح کی تفسیر قریب قریب وہی کی ہو جو فلاسفہ کی مراد نفس ناطقہ سے ہوتی ہو وہ کہتے ہین کہ نفس ناطقہ ایک جوہر ہو جو اپنی ذات مین مادہ سے مجرد ہو اور اپنے افعال مین مادہ سے متعلق ہو ہر شخص اسکی طرف مین اور تو کے الفاظ سے اشارہ کرتا ہو بعض فلاسفہ کہتے ہین کہ یہ جوہر اس حیثیت سے کہ بدن کا مدبر ہو نفس ناطقہ کہلاتا ہو اور اس حیثیت سے کہ اسکو عالم قدس سے تعلق ہو روح کہلاتا ہو نفیسی مین ہو کہ بعض لوگون نے اس مقام پر کتب الٰہیہ سے فلسفۂ اولی کا ارادہ کیا ہو اور جو لوگ کہ اسکی تفسیر آسمانی کتابون سے کرتے ہین اُنپر بہت کچھ طعن تشنیع کی ہو اور بیفائدہ اپنے کلام کو طول دیا ہو انتہی لیکن میرے نزدیک کتب الٰہیہ سے مراد آسمانی کتابین نہین ہوسکتین اسلیے کہ نفس ناطقہ اور مادہ اور تجرد عن المادہ اس قسم کے الفاظ آسمانی کتابون نہین ملسکتے اور اگر یہ کہا جائے کہ ہماری غرض یہ نہین ہو کہ یہ الفاظ آسمانی کتابون مین موجود ہین بلکہ یہ غرض ہو کہ جس چیز کو فلاسفہ ان الفاظ سے تعبیر کرتے ہین وہی چیز آسمانی کتابون مین بھی مراد ہو تو ہم یہ دریافت کرینگے کہ اسکا ارادہ کسنے کیا ہو خداے پاک نے یا مفسرین نے پہلی شق تو باطل ہو اسلیے کہ قرآن مین صریحًا مذکور ہو کہ روح رب کا حکم ہو اور ظاہر ہو کہ اگر روح سے مراد نفس ناطقہ ہوتا تو اس قسم کے جواب کی کیا ضرورت تھی بلکہ صاف کہدیا جاتا کہ روح وہی چیز ہو جسکو تم لوگ نفس ناطقہ کہتے ہو اور اگر یہ مراد ہو کہ مفسرین کے نزدیک روح سے مراد نفس ناطقہ ہو تو پہلے یہ ثابت کرنا چاہیے کہ مفسرین مین سے ایک بھی فلسفی نہین تھا یا اُنھون نے اس تفسیر کیوقت فلسفہ سے نظر قطع کر لی تھی اور شاید ان دونون باتون کا ثابت کرنا نہایت دشوار ہوگا صاحب نفیسی نے اس مقام پر ایک حاشیہ بھی لکھا ہو جسکو بعض سطحی محشیون نے نقل کیا ہو وہ لکھتے ہین کہ روح کی تفسیر نفس ناطقہ کے ساتھ فلسفۂ اولی مین بہت کم پائی جاتی ہو علاوہ اسکے

کتابون کی تفسیر فلسفہ کے ساتھ کرنا جو ایک علم ہے بہت دور از عقل ہے انتہے اس حاشیہ کی دونون
شقین کمزور ہین پہلی تو اسلیے کہ روح کی تفسیر نفس ناطقہ کے ساتھ آسمانی کتابون مین بالکل نہین
پائی جاتی اور فلسفہ اولی مین گو کم پائی جاتی ہے مگر پائی تو جاتی ہے اور دوسری شق اسلیے کمزور ہے
کہ جو لوگ کتب الٰہیہ سے فلسفہ اولی مراد لیتے ہین اُنکی غرض یہ نہین ہے کہ کتب سے مراد علم الٰہی ہے بلکہ
کتب الٰہیہ سے علم الٰہی کی کتابین مراد ہین غرضکہ جو لوگ کتب الٰہیہ سے مراد علم الٰہی کی کتابین لیتے
ہین وہ قابل طعن نہین ہو سکتے ہان یہ لوگ اُن لوگون پر طعن کرسکتے ہین جو آسمانی کتابین مراد لیتے ہین
واللہ اعلم) اور روح کے دوسرے یہ معنی ہین کہ وہ ایک بخاری اور لطیف جسم ہے جو اخلاط کی لطافت
اور بخاریت سے بنتا ہے جسطرح اخلاط کی کثافت سے اعضا بنتے ہین اور طبیب لوگ روح سے یہی
معنی مراد لیتے ہین (لغت مین لطافت کے معنی کوچکی اور خردی کے ہین لیکن یہان یہ معنی مراد نہین
ہوسکتے بلکہ یہان وہی معنی مراد ہین جو کثافت کے مقابل ہین لہذا بعض محشیون کا یہ کہنا آیا ہے انہ
کوچکی وخردی و نازکی اخلاط انتہی محض لغو اور بےمعنی ہے اور اصل مطلب یہ ہے کہ اخلاط کے صاف اور
لطیف اور رقیق حصے سے تو روح بنتی ہے اور اُنکے کثیف حصے سے اعضا بنتے ہین اور اگر کوچکی مراد
لین تو یہ معنی ہونگے کہ اخلاط کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑون سے روح بنتی ہے تو اس تقدیر پر کثافت
سے مراد اخلاط کے بڑے بڑے ٹکڑے ہونگے تاکہ لطافت اور کثافت کا مقابلہ صحیح ہو اب ہم ان
فضولیات سے چشم پوشی کرکے اصل بات کی طرف متوجہ ہوتے ہین اور کہتے ہین کہ اعضاے رئیسہ
کی تمہید مین یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ جو خون جگر مین بنتا ہے اُسکا ایک لطیف اور صاف حصہ دلمین
پہونچتا ہے اور اُسکی بائین تجویف مین اُسی لطیف حصۂ خون سے ایک لطیف بخاری جسم پیدا ہوتا ہے جو اپنی
لطافت کی وجہ سے روح کہلاتا ہے اس سے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ روح کا تکون صرف خون سے ہوتا
ہے اور یہان یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کل اخلاط محمودہ کے لطیف حصہ ان سے روح بنتی ہے اور ان دونون
باتون مین ظاہرا مخالفت ہے اس شبہہ کو مین نے بعض لوگون پر پیش کیا تو صرف اتنا معلوم ہوا کہ بہ نسبت اور
اخلاط کے روح کے بننے مین خون کو زیادہ دخل ہے اور پہلی تمہید اسی پر مبنی ہے اور اُس سے یہ غرض نہین ہے
کہ صرف خون ہی سے روح بنتی ہے نہ کہ اور اخلاط سے) اور ارواح ہی قوتون کی حامل ہین کہ قلب و دماغ
وغیرہ اعضاے رئیسہ سے اور اعضا کو وہ قوتین پہونچاتی ہین اور جب ایسا ہے تو جتنی قسمین قوتون کی ہین

اُتنی ہی قسمین روحون کی بھی ہونگی اور قوی کی قسمین تین ہین حیوانی طبعی نفسانی تو روحون کی بھی تین
قسمین ہونگی حیوانی طبعی نفسانی (تاکہ ہر روح ہر قوت کی حامل ہو) مؤلف کہتا ہو سات امور طبعیہ مین سے
چھٹا امر قوتین ہین اور قوتون کی تین قسمین ہین پہلی قسم تو قواے طبعیہ ہین بعض تو انمین سے وہ قوتین ہین
جنکا تصرف خاص شخص مین ہو یا تو اس جہت سے کہ وہ اُسکو غذا پہونچاتی ہین اسکا نام تو قوت غاذیہ ہو یا اس
جہت سے کہ اُسکے تمام اطراف (طول عرض عمق) مین ایسی صورت سے زیادتی کرے جسکو اس شخص کی نوع
چاہتی ہو اس قوت کا نام قوت نامیہ (یعنی منمیہ) ہو اور بعض طبعی قوتون کا تصرف (اس شخص مین) نوع کے
باقی رکھنے کی جہت سے ہوتا ہو اور یہ دو ہین ایک تو وہ جو بدن کے اخلاط مختلطہ سے منی کے جوہر کو جدا
کرکے ہر خاص عضو کو اُسکا ایک حصہ پہونچاتی ہو اسکا نام قوت مولدہ ہو اور دوسری وہ ہو کہ منی کے
ہر جزو کو ایک ایسی شکل عطا کرتی ہو جس شکل کو اُس شخص کی نوع چاہتی ہو جس سے وہ منی جدا کی گئی ہو یا اُسکے
قریب قریب مثل تخطیط اور تجویف وغیرہ کے اس قوت کا نام قوت مصورہ ہو مین کہتا ہون قوت
فعل کا مبدأ ہوا کرتی ہو اور فعل ہی سے قوت کا ہونا متحقق ہوتا ہو کیونکہ فعل کا وجود بغیر مبدأ کے نہین
ہوسکتا (جمہور کے نزدیک لفظ قوت پہلے پہل ایک ایسے معنی کے لیے موضوع ہوا ہو جو حیوان مین
پائے جاتے ہون جنکی وجہ سے حیوان سے ایسے ایسے شاق اور سخت حرکات اور افعال صادر ہونا
ممکن ہون جو اپنی مقدار اور کیفیت مین حیوان کے اعتبار سے درجہ مین زیادہ ہون اور اسکی ضد کا نام
ضعف ہو اور قوت کے لیے باین معنی ایک مبدأ ہو اور ایک لازم مبدأ تو قدرت ہو یعنی حیوان کا اسطور پر
ہونا کہ جب چاہے اُس سے فعل کا صدور ہو اور جب نہ چاہے نہو اور اسکی ضد کا نام عجز ہو اور لازم یہ ہو کہ
کسی چیز سے اثر کو بآسانی قبول نہ کر سکے کیونکہ جسکی یہ شان ہو کہ اُس سے شاق حرکتین صادر ہون
وہ جب ان حرکتون سے منفعل ہو جائیگا تو یہ انفعال اور اثر کا قبول کرلینا اُسکو اپنے کام کے پورا کرنے سے
روک دیگا لہذا ضرور ہوا کہ اثر کا قبول نہ کرنا قوت پر دلیل ہو اور اسکے بعد قوت اسی مبدأ (یعنی قدرت) اور اُس
لازم یعنی اثر نہ قبول کرنیکو کہنے لگے) اور جو قوتین کہ امور طبعیہ سے ہین وہ تین ہین قواے طبعی قواے
نفسانی قواے حیوانی اور ان تینون مین قوت کے منحصر ہونیکی دلیل یہ ہو کہ جو قوت کہ امور طبعیہ مین سے
ہو اُسکو اپنے فعل مین شعور ہو یا نہین اگر ہو تو قوت نفسانیہ ہو اور اگر شعور نہین ہو تو یا وہ قوت حیوان کے
ساتھ مختص ہو یا ماورا حیوان کے اور کہین بھی پائی جاتی ہو پس جو قوت کہ حیوان کے ساتھ خاص ہو

اُسکا نام قوت حیوانیہ ہی اور جو حیوان سے عام ہو اُسکا نام قوت طبعیہ ہی یا انحصار کی وجہ یہ بیان
کی جاوے کہ اُس قوت کا کام یا تو شاخ در شاخ ہی یا ایک ڈھنگ پر ہی پس اگر شاخ در شاخ ہو اور
اسکے ساتھ قوت کو اپنے فعل کا شعور بھی ہو تو وہ قوت نفسانی ہی اور اگر اُسکا فعل تو شاخ در شاخ
ہو لیکن اُسکو اپنے افعال کا شعور نہو تو وہ قوت طبعیہ ہی اور اگر اُسکا فعل ایک ڈھنگ پر ہو تو وہ قوت حیوانیہ
ہی ذیہ تقسیم تو اطبا کے نزدیک ہی اور حکما یون کہتے ہین کہ قوتین چار ہین اور وجہ حصر یہ ہی کہ قوت کو اپنے فعل کا
شعور ہوگا یا نہوگا دونون صورتون مین یا تو اُسکے افعال شاخ در شاخ ہونگے یا ایک ڈھنگ پہ ہونگے
پس جو قوت ایسی ہو کہ اُسکو اپنے افعال کا شعور ہو اور اُسکے افعال شاخ در شاخ ہون اُسکا نام قوت حیوانیہ
ہی جسکو اطبا قوت نفسانیہ کہتے ہین اور جس قوت کے افعال شاخ در شاخ ہون مگر اُسکا اُنکو شعور نہو وہ
حکما کے نزدیک قوت نباتیہ ہی جسکو اطبا قوت طبعیہ کہتے ہین اور جس قوت کا فعل ایک ہی ڈھنگ پہ ہو اور اسکو
اپنے افعال کا شعور بھی ہو یہ قوت حکما کے نزدیک قوت فلکیہ ہی اور اطبا کو تو آسمانی باتون سے کچھ بحث ہی
نہین ہی جو اسکے لیے کوئی قوت تجویز کرتے اور جس قوت کا فعل ایک ڈھنگ پر ہو اور اُسکو اپنے فعل کا
شعور نہو اُسکا نام قوت طبعیہ ہی) قوتون کی پہلی قسم قوت طبعیہ ہی اور اسکے ذکر کو اور قوتون کے ذکر پر اسلیے
مقدم کیا گیا کہ یہ حیوان اور نبات دونونکو شامل ہی اور عام کو خاص پر اسلیے مقدم کیا جاتا ہی کہ خاص کے اعتبار سے
عام کے شرائط وجود اور موانع وجود بہت کم ہوتے ہین (اور جتنی قیدین بڑھتی جائیگی اُتنی ہی اسمین شرطین بھی لگتی جائینگی
اور اُسیقدر موانع بھی زیادہ ہوتے جائینگے) اور جسکی یہ شان ہو وہ ضرور اعرف ہوگا اور جو اعرف ہو وہی اس لایق ہی کہ
اُسکا ذکر پیشتر کیا جاوے اور طبعی قوتون کا کام غذا کا پہونچانا اور بڑھانا اور مثل کا پیدا کرنا ہی کیونکہ یہ قوتین جو کسی
جسم مین تصرف کرتی ہین یا تو اُنکا تصرف شخص کی جہت سے ہوتا ہی یا نوع کی جہت سے جن قوتون کا تصرف شخص کی جہت سے ہوتا ہی تو
یا اُنکی غایت اور غرض یہ ہوتی ہی کہ شخص کی حفاظت کرین یا یہ کہ اسکو کمل کرین اور اُس کی حفاظت غذا
پہونچانے سے ہوتی ہی اور اُسکی تکمیل بڑھانے سے ہوتی ہی اور جو قوتین کہ نوع کی جہت سے تصرف کرتی
ہین اُنکی غایت اور غرض نوع کا باقی رکھنا ہوتی ہی اور نوع کا باقی رہنا مثل کے پیدا کرنے سے ہوتا ہی جب
یہ باتین معلوم ہو چکین تو اب ہم کہتے ہین کہ جو قوت طبعیہ شخص کے جہت سے تصرف کرتی ہی اُس کی دو قسمین ہین
قوت غاذیہ اور قوت نامیہ اور ان دونون مین انحصار کی یہ وجہ ہی کہ یا تو یہ بات ہوگی کہ جسوقت تک شخص
زندہ ہی اُسکا کام بدستور جاری رہے یا ٹھہر جائے اور چلکجائے اگر برابر جاری رہے تو وہ قوت غاذیہ ہی اور اگر

ختم ہو جائے تو اُسکا نام قوت نامیہ ہی اللہ پاک کی صنعتین ایسی عجیب و غریب ہین جنکے سمجھنے سے انسان
بالکل عاجز ہی غور کیجیے کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہی تو اُسکی یہ حالت ہوتی ہی کہ رطوبت کی کثرت کی وجہ سے
نہ بیٹھ سکتا ہی نہ کھڑا ہو سکتا ہی اسکے بعد حرارت غریزیہ اپنا کام شروع کرتی ہی اور رطوبتون کو بتدریج
گھٹاتی جاتی ہی حتی کہ بچہ بیٹھنے لگتا ہی پھر اسمین کھڑے ہونیکی قوت آتی ہی پھر چلنے کی پھر دوڑنے کی
غرضکہ حرارت جتنا اپنا عمل کرتی جاتی ہی اور رطوبتین خشک ہوتی جاتی ہین اُسی قدر اعضا مین چستی
اور چالاکی آتی جاتی ہی یہان تک کہ رطوبت خشک ہوتے ہوتے اور گھٹتے گھٹتے بالکل فنا ہو جاتی
ہی اور حرارت بھی چونکہ اُسی کے ساتھ قائم ہوتی ہی اسلیے رطوبت کے فنا ہوتے ہی وہ بھی فنا
ہو جاتی ہی اور اُسکے فنا ہوتے ہی موت آجاتی ہی کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ
وَالْاِكْرَامِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۞) قوت غاذیہ کا تو یہ کام ہی کہ
غذا کو غذا پانیوالے عضو کے مشابہ بنا دے تاکہ جو حصہ تحلیل ہو گیا ہی اُسکا بدل مہیا ہو جائے اور مستحیل
کرنے سے یہ مراد ہی کہ غذا کی غذائی صورت کھو کر اُسکی صورت عضو کی سی بنا دے اور غذا سے وہ
غذا مراد ہی جسمین عضو بننے کی استعداد ہو یعنی غذا بالقوۃ اور غذا بالفعل مراد نہین ہی لغت مین غذا کے
معنی پرورش اور خورش ہین اور طبا اُسکا اطلاق دو معنی پر آتا ہی ایک تو اُس جسم پر جو اپنی صورت نوعیہ
چھوڑ کر کسی عضو کی صورت اختیار کرے اور جزو بدن اور بدل ما تحلیل بنجائے اسکا نام تو غذا بالفعل ہی اور
ایک اُس جسم پر جسمین ان باتون کی صرف استعداد ہو اور اسکی دو صورتین ہین ایک تو یہ کہ استعداد بعید ہو
یعنی جب انسان کے بدن مین پہونچے اور اسکی حرارت سے اثر قبول کر کے عضو کیطرف مستحیل ہو تب
غذا بالفعل بنے جیسے گوشت روٹی وغیرہ اور ایک یہ کہ استعداد قریب ہو اور یہ اسطرح کہ انسان کے
بدن مین پہونچ تو چکی ہی لیکن ابھی غذا بالفعل نہین بنی بلکہ اسکی ہمہ تن طیار ہی جیسے اخلاط وغیرہ) کیونکہ
جو چیز غذا بالفعل بن چکی تو قوت غاذیہ اپنا تصرف اُسمین کیا کریگی (اسلیے کہ قوت غاذیہ کا غذا مین یہ
تصرف ہوتا ہی کہ اُسکو عضو کے مشابہ بنا دے اور غذا بالفعل جب اپنی صورت کو چھوڑ چکی اور عضو کی
صورت اختیار کر چکی تو اب کس بات مین قوت غاذیہ کی محتاج ہوگی ہان اسوقت حرارت مزاجیہ کی
(مثل حرارت قلب کے)
ضرورت ہی) اور جو عضو غذا پاتا ہی اُسکے ساتھ غذا کے مشابہ ہو جانیکے یہ معنی ہین کہ مزاج اور قوام اور رنگ
مین بلکہ جوہر تک مین اُسی کے مانند ہو جائے اور (قوت غاذیہ کی تعریف مین) یہ جو ہمنے کہا ہی کہ تحلیل شدہ

حصے کا بدل مہیا کردے اس سے وہ احالہ نکل گیا جسکی یہ شان نہو جیسے کہ استسقاء لحمی مین (احالہ) ہوتا ہی (استسقاء کی تین قسمین ہین طبلی زقی لحمی انکی تفصیل اپنے مقام پر آئیگی) اگر کوئی اعتراض کرے کہ غذا اور مغتذی اور قوت غاذیہ یہ تینون لفظ شناخت اور جہالت مین قدم بقدم ہین پھر تعریف مذکور (یعنی تعریف قوت غاذیہ کہ یہ قوت غذا کو مغتذی کے مشابہ کر دیتی ہی) کیونکر صحیح ہوسکتی ہی (کیونکہ تعریف کو بنسبت معرف کے اجلی اور روشن ہونا چاہیے) تو اُسکا یہ جواب ہی کہ لفظ غذا اور مغتذی لغت مین مشہور

جسکی تعریف کیجائے ۱۲

و معروف ہین (یعنی ان دونون کو سبھی جانتے ہین) مگر قوت غاذیہ کو سوائے طبیب لوگون کے اور کوئی نہین جانتا (لہذا غاذیہ کے خفا کو مشہور لفظون سے رفع کردیا گیا) اور نامیہ اُس قوت کا نام ہی جو جسم کے طول اور عرض اور عمق مین اُس مناسبت سے زیادتی کرے جسکو اس جسم کی نوعیت چاہیے (حکیم شریف خانصاحب مبرور و مغفور نے لکھا ہی کہ انسان کے طول عرض عمق کا تناسب طبعی یہ ہی کہ اُسکے جسم کی لنبائی اسکی چوڑائی کے پانچ حصے اور اُسکی گہرائی کے سات حصے کی بقدر ہو۔ واللہ اعلم بسرہٖ) تاکہ جسم اس زیادتی کی وجہ سے اپنے کمال کو پہونچ جائے اور یہ زیادتی اس طریقے سے ہوتی ہی کہ غذا کے اجزا جسم کے جوہر مین گھُس پیٹھ جائین اور اس تفصیل سے نمو اور غیر نمو مین جیسے کہ اور زیادتیان

بالیدگی ۱۲

ہین مثل ورم اور فربہی اور تلخلخل کے فرق ظاہر ہوگیا (ورم ایک مادہ ہی جو عضو کے جرم مین داخل ہوکر اُسکے حجم کو بڑھا دیتا ہی مگر یہ بڑھانا غیر طبعی ہوتا ہی ورم اور نمو مین تو یہ فرق ہی کہ جسم کے تینون اطراف مین ورم نہین ہوتا یہ نہین سنا گیا کہ کوئی جسم متورم ہوکر طول مین زیادہ ہوگیا ہو علاوہ اسکے ورم مین زیادتی غیر طبعی ہوتی ہی جیسا کہ اُسکی تعریف سے معلوم ہوا علاوہ اسکے ورم تمام اعضا کو شامل نہین ہی اسلیے کہ دل پر کبھی ورم نہین آتا اور یہ اتفاقی مسئلہ ہی اور اکثر اطبا کے نزدیک ہڈی پر بھی ورم نہین آتا کیونکہ وہ اپنی سختی کیوجہ سے مادہ کو نافذ نہین ہونے دیتی اور ورم کے لیے اسکی ضرورت ہی اور فربہی اور بالیدگی مین یہ فرق ہی کہ فربہی صرف عرض عمق مین ہوتی ہی نہ کہ طول مین لیکن اسوجہ پر یہ شبہہ کیا جاتا ہی کہ فربہی کبھی طول مین بھی ہوتی ہی جیسے سر کی اوپر کی جلد اور تلوے مین گوشت بڑھ جائے اسلیے فرق کی یہ وجہ بیان کرنی چاہیے کہ نمو تمام اعضا مین برابر ہوتا ہی خواہ وہ اعضا دموی ہون جیسے گوشت اور چربی

یعنی خون سے بنے ہون ۱۲

وغیرہ یا منوی ہون جیسے ہڈی اور پٹھا وغیرہ بخلاف موٹاپے کے کہ یہ اعضائے دمویہ ہی مین ہوتا ہی

یعنی منی سے بنے ہون ۱۲

اور یا یہ وجہ بیان کیجائے کہ نمو مین تو اجزاء غذائیہ اعضا کے جوہر مین پیٹھ جاتے ہین بخلاف فربہی کے

کہ اسمین اجزاے غذائیہ کا جوہر اعضا مین نفوذ نہین ہوتا بلکہ قریب قریب ایسا ہوتا ہی جیسا کہ قابل مرمت دیوار کو موٹے موٹے گارے سے لیس دیا جائے اور نمو اور تخلخل مین یہ فرق ہی کہ اس زیادتی کو تخلخل چیز کی نوع نہین چاہتی تخلخل کی مثال دھنکی ہوئی روئی یا پگھلا ہوا برف ہی اور تخلخل کے معنی ہین خارجی ہوا یا حرارت کی وجہ سے اجزا کی مقدار کا زیادہ ہوجانا اسکی ضد تکاثف ہی (یعنے یہ تخلخل نوع ذرکا مقتضا نہین ہی") اگر کوئی اعتراض کرے کہ (نمو مین اجزار غذائیہ جو ہر اعضا مین داخل ہوا کرتے ہین اور) داخل ہونا بغیر تفرق اتصال کے نہین ہوتا اور کسی چیز کے اتصال کو متفرق کرنا موجب الم ہی پھر بالیدگی اعضا مین تکلیف کیون نہین محسوس ہوتی تو اسکا یہ جواب ہی کہ انفصال غیر طبعی کے تفرق سے الم ہوا کرتا ہی اور نمو مین اتصال طبعی کا تفرق ہوتا ہی اسیلیے کوئی الم اور درد نہین ہوتا اور امام رازی نے (اپنی کتاب) مباحث مشرقیہ مین یہ زعم کیا ہی کہ قوت نامیہ بعینہ قوت غاذیہ ہی بشرطیکہ آنیوالی غذا کا حصہ تحلیل شدہ حصے سے زائد ہو (امام کی یہ غرض ہی کہ نامیہ اور غاذیہ دونون کا یہ کام ہی کہ غذا کو عضو تک پہونچا کر اُسکے مشابہ بنا دین مگر فرق صرف اتنا ہی کہ قوت غاذیہ مین غذا تحلیل شدہ حصے کے مساوی ہوتی ہی اور قوت نامیہ مین زائد اور اسمین شک نہین ہی کہ جو قوت اصل پر قادر ہوگی وہ اُسی کی مثل زائد پر بھی قادر ہوگی پس جسوقت قوت غاذیہ اصل کے حاصل کرنے پر قادر ہوئی تو زائد پر بھی قادر ہوگی اور اس حالت مین نامیہ اور غاذیہ مین کوئی فرق نہین ہی) اور اس قول کو (صدر الدین شیرازی نے) اسطرح رد کیا ہی کہ (تغذیہ اور تنمیہ دو مختلف فعل ہین اور) فعلون کا مختلف ہونا قوتون کے مختلف ہونے پر دلالت کرتا ہی (پس یہ دونون فعل ایک ہی مبدا کی طرف منسوب نہین ہو سکتے) کیونکہ ایک سے نہین صادر ہوسکتا مگر ایک ہی اور (صدر الدین شیرازی کے) اس (رد) مین یہ شبہہ ہی کہ ایک چیز سے ایک سے زائد چیزین اُسوقت البتہ نہین صادر ہوسکتین جب کہ اُس اثر کے قبول کرنیوالے متعدد نہون جیسا کہ اپنے مقام پر ثابت ہوا ہی اور یہ بات یہان نہین پائی جاتی (کیونکہ عضو جسوقت تغذیہ کا قابل ہوتا ہی تو قوت غاذیہ اُسی کا افادہ کرتی ہی اور جب تنمیہ کا قابل ہوتا ہی تو قوت غاذیہ تنمیہ کا افادہ کرتی ہی غرضکہ ایک ہی فاعل سے مختلف آثار صادر ہو سکتے ہین اگر قابل کی استعدادین متعدد ہون) اور قوت غاذیہ اور قوت نامیہ مین صحیح فرق وہ ہی جسکو شیخ نے شفا مین ذکر کیا ہی اور وہ یہ ہی کہ قوت غاذیہ اعضا کو غذا تقسیم کرتی ہی مگر نہ اُسطریقے پر کہ جسکو قوت نامیہ چاہتی ہی کیونکہ قوت غاذیہ جب تنہا ہوتی ہی اور اُسکا فعل قوی ہوتا ہی اور آنیوالی غذا کا حصہ تحلیل شدہ حصے سے زائد ہوتا ہی تو یہ عضو کے عرض و عمق مین

زیادتی کرتی ہو جو فربہی سے تعبیر کیجاتی ہو لیکن طول مین کوئی قابل اعتبار زیادتی نہین کرتی اور قوت
نامیہ کا زیادہ تر کام طول مین بڑھانا ہو تاکہ عضو کے اطراف مین دوری پیدا کرے اور یہ کام چوڑائی مین
زیادتی کرنے سے زیادہ مشکل ہو کیونکہ طول مین بڑھانا آمین اس بات کی ضرورت ہوتی ہو کہ غذا اعضائے اصلیہ
کے اجزا مین پیٹھایا جائے اور عرض کی زیادتی مین اسکی کچھ ایسی ضرورت نہین ہو بلکہ گوشت کی تربیت اور
ہڈی کے تغذیہ بلا نفوذ سے بھی چوڑائی حاصل ہو سکتی ہو شیخ نے قانون مین غاذیہ اور نامیہ کے
درمیان یہ فرق بیان کیا ہو کہ قوت غاذیہ کبھی تو بدن کے تحلیل شدہ حصے کے برابر غذا پہونچاتی ہو
جیسے کہ سن وقوف مین کیونکہ بدن کو اُسوقت سوائے اسکے اور کسی چیز کی ضرورت نہین اور کبھی تحلیل شدہ
حصے سے کم غذا پہونچاتی ہو جیسے کہ سن ذبول مین اور کبھی تحلیل شدہ حصے سے زیادہ جیسے کہ سن نمو مین
ایسلئے کہ نمو مین انھین دو چیزون کی حاجت ہو یعنی تحلیل شدہ کا بدل اور زیادتی اور قوت نامیہ مین تحلیل شدہ
حصے سے غذا کا بہر طور زیادہ ہونا چاہیے مگر یہ بات نہین ہو کہ جسوقت تحلیل شدہ حصے سے غذا زاید ہو تو
نمو کہلائے کیونکہ جسوقت قوت غاذیہ غذا تو زیادہ پہونچائے لیکن اُسکو صرف عرض اور عمق مین صرف
کردے اور طول مین نہ بڑھائے تو یہ نمو نہ کہلائیگا بلکہ اُسکو فربہی کہینگے انتہی مگر میرا جہان تک خیال
ہو قوت نامیہ کوئی علیحدہ چیز نہین ہو جسکے مغائر ثابت کرنے مین اسقدر مؤنت اور تکلیف اُٹھائی جائے
بلکہ یہ ایک کھلی ہوئی بات ہو کہ اُسی قوت غاذیہ مین دو قیدین بڑھا کر قوت نامیہ کو حاصل کیا گیا ہو
پہلی قید غذا کا تحلیل شدہ حصے سے زاید ہونا اور دوسری قید اطراف ثلاثہ یعنی طول۔ عرض عمق مین
زیادتی کرنا یہی دونون قیدین جنھین سے دوسری قید کو امام رازی نے بسبب ظہور کے نہین بیان کیا
اُسکو قوت غاذیہ سے ممتاز کردیتی ہین ورنہ دونون قوتون مین کسی قسم کا فرق نہین ہو پہلی قید جسکو
امام نے ذکر کیا ہو گو وہ قوت غاذیہ کی تیسری قسم مین ماخوذ ہو لیکن مناسب یہی ہو کہ اُس قوت غاذیہ
کو قوت غاذیہ کہا ہی نہ جائے بلکہ اُسکا نام قوت نامیہ رکھا جائے بشرطیکہ وہ دوسری قید جسکا ہمنے
ذکر کیا اُسمین پائی جائے لہذا شیخ کے کلام سے امام رازی کے کلام کو بلا غور و فکر رد کردینا دانائی سے
بعید ہو بلکہ نہایت تعجب ہوتا ہو جسوقت مین ان دونون کے کلام کو دیکھتا ہون اور پھر ان اعتراض
کرنیوالون کے کلام کو دیکھتا ہون۔ میرے نزدیک کلام شیخ اور کلام امام مین گو بظاہر منافات ہو
لیکن درحقیقت کوئی منافات نہین ہو جیسے کہ قید کو بڑھا کہ شیخ نے دونون قوتون مین تغایر ثابت

کیا ہو اُسیطرح امام نے بھی ایک قید بڑھا کر دونون مین تغایر اور امتیاز ثابت کیا ہو اور اگر اس قید کو اُٹھا دیا جائے تو شیخ کے کلام سے دونون مین تغایر ثابت ہو سکتا ہو نہ امام کے کلام سے واللہ اعلم)
اور دو قوتونکا تصرف شخص مین بقاے نوع کی غرض سے ہو ایک کا نام قوت مولّدہ ہو (اسم فاعل از تولید ۱۲) اور دوسری کا نام قوت مصوّرہ (اسم فاعل از تصویر ۱۲) اور دو ہی مین حصر کی وجہ یہ ہو کہ ابقاے نسل اس طریقے سے ہوتا ہو کہ جو فرد فنا ہو گیا ہو اُسکے قائم مقام دوسرا موجود ہو جائے اور جو فرد موجود ہوا ہو وہ مادّہ کا بھی محتاج ہو اور صورت کا بھی تو جو قوت اُسکے لیے مادہ کو مہیا کرے اُسکا نام قوت مولّدہ ہو اور جو صورت کو تیار کرے اُسکا نام قوت مصوّرہ ہو
قوت مولّدہ بمنزلہ نوع کے ہو اور اُسکی دو جنسین ہین تو گویا کہ قوت مولّدہ کو جو ایک کہا جاتا ہو اُسکی یہ وحدت اعتباری ہو گی نہ حقیقی آن دونون جنسون مین سے ایک تو وہ قوت ہو جو بدن کے اخلاط سے منی کے مادہ کو جدا کر لیتی ہو اور اخلاط سے مراد یہان وہ خون ہو جو چوتھے ہضم سے بچ رہتا ہو مع باقی اخلاط کے اور اس قوت کا عمل اُنثیین مین ہوتا ہو کہ اس خون کو وہ اُنثیین مین منی بنا دیتی ہو اور امشاج (جو مصنف کے کلام مین ہو اُس) کے معنی اخلاط ہین کیونکہ وہ مشیج (بوزن کریم ۱۲) کی جمع ہو جیسے کہ ایتام یتیم کی جمع ہو اور مشیج کے معنی مختلط کے ہین اور یہ اُنکے اس قول مشجت الشیٔ بالشیٔ سے ماخوذ ہو اور اسکے معنی ہین ملایا مین نے ایک چیز کو دوسری چیز سے اور جسوقت مرد کا نطفہ عورت کے نطفے سے ملجاتا ہو تو اُس مجموعہ کو نطفۂ اَمشاج کہتے ہین (قرآن پاک مین بھی یہ لفظ آیا ہو اور وہان بھی اُس سے یہی مراد ہو) اور جن چیزون سے منی بنتی ہو اُنکو اخلاط اس لیے کہتے ہین کہ اُسمین جو کچھ خون اور اخلاط ہوتے ہین وہ سب ایک دوسرے سے ملجاتے ہین لہٰذا ان اخلاط کو امشاج کہسکتے ہین (شارح رحمہ اللہ نے حاشیے مین لکھا ہو کہ یہان پر اخلاط سے وہ اخلاط اربعہ مشہورہ مراد نہین ہین جنکی طرف پہلے پہل غذا کا استحالہ ہوتا ہو بلکہ اشیاے مختلطہ مراد ہین جو بہ نسبت اخلاط اربعہ کے عام ہین) اور قوت مولّدہ کی دوسری جنس وہ قوت ہو جسکا یہ کام ہو کہ مرد اور عورت دونون کی منی جو بچہ دان مین پہونچکر باہم مِل جُل چکی اُسکے ہر جزو کو خاص خاص عضو کے لیے آمادہ اور مستعد کر دے اور اُسکا طریقہ یہ ہو کہ منی کے اجزا مین سے ایک جزو مین تو ایسا ایک خاص مزاج پیدا کر دے کہ وہ جزو اس مزاج کی وجہ سے ہڈی بننے کے قابل ہو جائے اور ایک جزو مین ایسا مزاج پیدا کر دے کہ وہ پٹھا بننے کے قابل ہو جائے اور ایک جزو مین ایسا مزاج پیدا کر دے کہ وہ شریان بننے کے لائق ہو جائے وعلیٰ ہذا القیاس کیونکہ منی کے ہر جزو کا مزاج دوسرے جزو کے مخالف ہو خواہ منی متشابہ الاجزا ہو خواہ

متشابہ الامتزاج کہ اسمین دو مذہب ہین (ارسطو کا یہ مذہب ہو کہ منی متشابہ الاجزا رہو یعنی اُن اجزا کی حقیقت
اور طبیعت ایک ہو کیونکہ یہ فضلہ ہو جو انثیین ہی مین بنتا ہو اور بوقت ضرورت وہین سے جدا ہو کر خارج
ہوتا ہو علاوہ برین اسکا ہر جزء منی ہی سے نامزد ہوتا ہو اور جو کل کی تعریف ہو وہی اسکے ہر جزء کی بھی
تعریف ہو اور عضو متشابہ الاجزار کے یہی معنی ہین آور بقراط اسکو متشابہ الاجزار نہین کہتے وہ کہتے ہین
کہ یہ جوہر تمام بدن سے خارج ہوتا ہو اور اسکی تائید مین یہ بات پیش کرتے ہین کہ اسکے نکلنے کیوقت
تمام بدن کو مزا آتا ہو اور اگر کسی خاص عضو سے خارج ہوتا تو لذت صرف اُسی عضو کو ملتی نہ کہ تمام بدن
کو پس منی کا جو جزء ہڈی سے کھنچکر آیا ہو اُسکی حقیقت ہڈی کی ایسی ہو گی اور جو جزء گوشت سے کھنچکر آیا ہو
اُسکی حقیقت ویسی ہی ہو گی اس سے ثابت ہوا کہ ہر جزء کی حقیقت دوسرے جزء کی حقیقت کے مخالف
ہو اور یہ اسلیے کہ جن اعضا سے یہ اجزا خارج ہوتے ہین وہ باہم حقیقت مین مختلف ہین لہذا منی متشابہ الاجزا
نہین ہو سکتی ہان متشابہ الامتزاج ضرور ہو یعنی یہ اجزا باہم ایک دوسرے سے کچھ ایسے رل مل گئے ہین
کہ ان اجزا مین حسًا کوئی تمیز نہین باقی رہی گو در حقیقت ایک دوسرے سے ممتاز ہو شارح نے اپنے قول
مین انھین دونون مذہبون کی طرف اشارہ کیا ہو اور اُسکا مقصود یہ ہو کہ خواہ کوئی مذہب اختیار کیا جاے
اصل غرض فوت نہین ہوتی) یہ قوت مہیئہ ان اجزا کو اور اُن کے واسطے سے اُنکی کیفیتون کو آپسمین
ملا دیتی ہو اور ہر عضو کے لائق اُنھین مختلط الکیفیۃ اجزا مین ایک حصہ متعین کر دیتی ہو جسکا مزاج اس عضو
کے مناسب ہوتا ہو اور اس قوت کو مغیرہ اولی کہتے ہین (جب منی کے قطرے رحم مین پہونچتے ہین
تو ان قطرات کی نسبت قرب و بعد رحم کے اعتبار سے متفاوت ہوتی ہو کوئی قطرہ تو بالکل اُسکے جرم
مین چپکا ہوا ہوتا ہو اور کوئی نزدیک کوئی دور اور یہی منشا ہو کہ منی کے اجزا کے مزاج مختلف ہین اور اس
قوت کا یہ کام ہو کہ ان اجزا کو ایک ایک کر کے رحم مین جدا کرتی ہو اور اُسوقت ہر طائفہ کی کیفیتون پر
غور کرتی ہو جب دیکھتی ہو کہ اسوقت ہڈی بنانیکی ضرورت ہو تو جس طائفہ پر دمویت غالب ہو اُسمین سے
تھوڑا سا حصہ اور جسپر سوداویت غالب ہو اُسمین سے زیادہ حصہ لیکر اور دونون کو خلط ملط کر کے ہڈی
تیار کر دیتی ہو وعلی ہذا القیاس) اور اسکو مغیرہ اولی اسواسطے کہتے ہین کہ مغیرہ جیسے کہ اس قوت کا نام
ہو ایسے ہی قوت غاذیہ کا بھی نام ہو اس لیے کہ متغیر کرنیکے معنی دونون مین موجود ہین اگرچہ اس قوت
کا محل عمل منی ہو اور قوت غاذیہ کا محل عمل خون ہو پس اس قوت کا نام مغیرہ اولی رکھدیا گیا اور قوت غاذیہ کا

نام مغیرۂ ثانیہ (اور اسکا عکس اسواسطے نہین کیا) کہ یہ قوت بدن مولود مین قوت غاذیہ پر مقدم ہوتی
ہی اور اس قوت کا فعل اُسیوقت ہوتا ہی جبکہ منی رحم مین پہونچ جائے تاکہ اسکا فعل اور قوت مصورہ کا
فعل زمانہ کے اعتبار سے قریب قریب ہوجائے قوت مغیرہ تو یہ کرے کہ اعضا کے مادہ کو مہیا کرے اور قوت
مصورہ مادہ کو اعضا کی خاص خاص صورتین عطا کرے اور نیز اس قوت کا فعل اگر باپ کے انثیین مین ہوتا تو جسوقت
رحم مین دونون کی منی ملتی اور ان دونون کی کیفیت متغیر ہوتی تو اس تغیر کے لیے بھی ایک اور قوت مغیرہ
کی ضرورت پڑتی حالانکہ ایسا نہین ہی لہذا معلوم ہوا کہ اس قوت کا فعل رحم ہی مین ہی اور یہین سے
یہ بات بھی نکلی کہ قوت مصورہ کا فعل بھی رحم ہی مین ہوتا ہی یہ بھی جاننا چاہیے کہ بعض لوگ یہ کہتے
ہین کہ (اس قوت مغیرہ اور قوت مصورہ کا مبدا باپ کے انثیین ہین اور) یہ قوت منی کے ساتھ ساتھ رہتی ہی
(اگرچہ وہ نطفہ قرارگاہ مین پہونچے) اور بعض لوگ کہتے ہین کہ ایسا نہین ہی بلکہ ان دونون قوتون کا
افاضہ مان کے نفس سے اُسوقت ہوتا ہی جسوقت کہ نطفہ رحم مین ہو اور یہی مذہب ٹھیک معلوم ہوتا
ہی کیونکہ (جملہ فضلات کی بہ نسبت اعضا کے ساتھ نفس کو زیادہ تعلق ہی جسوقت کوئی عضو (ہاتھ پاٴون)
کہ جسکے ساتھ نفس کا تعلق بہ نسبت فضلات کے بہت زیادہ ہی بدن سے جدا ہوجائے تو نفس کا تعلق اُس سے
منقطع ہوجاتا ہی اور وہ فاسد اور متعفن ہوجاتا ہی پھر بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہی کہ باپ کا نفس منی کے ساتھ
جو کہ ایک فضلہ ہی اُسوقت تک متعلق رہے جسوقت تک کہ رحم مین اُس سے اعضا بنین (یعنی ہاتھ یا پاٴون
بدن سے جبتک کاٹا نہین جاتا اُسوقت تک نفس کو اُسکے ساتھ تعلق شدید رہتا ہی اور اس تعلق کیوجہ
سے وہ ہرا بھرا اور شاداب رہتا ہی اور جسوقت اُسکو کاٹ کر بدن سے جدا کردیا جاتا ہی تو اُسمین تعفن آجاتا ہی
جیسے درخت کی شاخ کہ جب تک درخت پر ہی ہری بھری ہی اور جب الگ ہوئی تو سوکھ گئی اور نفس کو
جو تعلق اعضا کے ساتھ ہی وہ فضلون کے ساتھ نہین ہی اور منی بھی ایک فضلہ ہی پھر یہ کیسے ہوسکتا ہی کہ
عضو کے جدا ہونیکے بعد تو نفس کا تعلق جاتا رہے اور منی کے جدا ہونیکے بعد وہ تعلق بدستور باقی رہے)
اور قوت مصورہ کا یہ کام ہی کہ اعضا کی شکل بناتی ہی یعنی منی کے ہر جز کو ایک عضو کی صورت عطا کرتی ہی
اُس کینڈے پر جسکو اُس چیز کی نوع چاہتی ہی کہ جس سے یہ منی جدا ہوئی ہی یا وہ شکل عطا کرتی ہی جو اُس
شکل کے قریب قریب ہو جسکو اُسکی نوع چاہے جیسے کہ اُس حیوان مین جو دو نوع سے پیدا ہو جیسے کہ
خچر (کہ یہ گھوڑے اور گدھے سے پیدا ہوتا ہی) اور شکل عطا کرنیکے یہ معنی ہین کہ اُسمین خطوط اور تجویفین

اور ثقبے اور چکناپن اور اسی قسم کے اور اوصاف جو کہ مقادیر اعضا کی نہایتون کے ساتھ قائم ہین پیدا کردیتی ہی یہانتک کہ ایک فرد جو اسکے نوع کے مماثل یا قریب ہو حاصل ہوجائے مؤلف کہتا ہی قوت غاذیہ کی چار قوتین خادم ہین ایک تو وہ قوت ہی جو مفید چیزون کو جذب کرتی ہی اور دوسری وہ قوت ہی جو انکو ہاضمے کے پکانیکے زمانے تک روکے رہتی ہی اور تیسری قوت ہاضمہ ہی جسکا کام غذا کا مستحیل کرنا ہی اور چوتھی وہ قوت ہی جو فضلات کو دفع کرتی ہی مین کہتا ہون قوت غاذیہ عضو کے غذا پہونچانے مین کافی ہی اس معنی کر کہ اگر وہ اپنے فعل پر پورے طور سے قادر ہو جائے تو عضو کو غذا پہونچادے لیکن وہ اپنے فعل پر بغیر چار قوتون سے خدمت لیے قادر نہین ہوسکتی ایک تو وہ قوت ہی جو غذا کو جذب کرتی ہی یہ قوت ہر عضو مین موجود ہی چنانچہ رحم مین بھی ایک قوت جاذبہ ہی جو عضو تناسل کے سوراخ کو اپنی طرف جذب کرتی ہی مگر یہ اسیوقت جبکہ جماع کو ایک مدت گذر جائے اور رحم فضولیات سے پاک اور صاف ہو معدہ مین قوت جاذبہ ہونے کی یہ دلیل ہی کہ اگر کسی نہایت بھوکے آدمی کو الٹا لٹکا دیا جائے اور اُسکی منھ مین لقمہ دیا جائے تو اُسکے چبانیکے بعد معدہ ہی کی طرف وہ لقمہ جذب ہو جاتا ہی اور اسمین بھید یہ ہی کہ جس عضو مین قوت جاذبہ ہی اُسی مین ایک طویل ریشہ بھی پیدا کیا گیا ہی کہ غذا مین لپٹ کر اُسکو عضو کی جانب کھینچ لیتا ہی جیسے کہ ہاتھ سے پکڑ کر کوئی چیز کھینچلی جاتی ہی) اور مؤلف کے کلام مین نافع سے مراد غذا ہی ہی (ابن مفتاح نے یہان یہ شبہہ کیا ہی کہ معدے کی قوت جاذبہ ہمیشہ اشیاء نافعہ ہی کو جذب نہین کرتی بلکہ بسا اوقات ایسی چیزین بھی جذب کرلیتی ہی جو بدن کو مضر ہوتی ہین اسکا یہ جواب ہی کہ قوت جاذبہ کسی مضر چیز کو اس نظر سے جذب نہین کرتی کہ وہ مضر ہی بلکہ اسمین کوئی نہ کوئی نفع سمجھ لیتی ہی مثلاً وہ مضر چیز شیرین ہو تو اُسکی حلاوت کیوجہ سے قوت جاذبہ اُس طرف متوجہ ہو جاتی ہی اور ایسی ہی نافع لیکن بدمزہ دواؤن کو اُسکا جذب نہ کرنا اس جہت سے نہین ہی کہ وہ دوائین نافع ہین بلکہ اس جہت سے کہ وہ بدمزہ ہین غرضکہ نافع کی قید فضول نہین ہی) اور قوت غاذیہ اس قوت کی طرف اسلیے محتاج ہی کہ (قوت غاذیہ کا یہ کام ہی کہ بدن کو تحلیل شدہ حصے کا بدل پہونچائے اور بدل غذا ہی اور) غذا نہ تو ہر عضو کے پاس موجود ہی اور نہ ہر عضو کے پاس خود بخود جاسکتی ہی لہذا ایک قوت کی ضرورت ہی جو اُسکو عضو کی جانب جذب کرلے اور دوسری وہ قوت ہی جو غذا کو روکے رہتی ہی کیونکہ قوت جاذبہ غذا کو جذب کرتی ہی اور اس حالت مین غذا پانیوالے عضو کے مشابہ نہین ہوتی تو اس بات کی

ضرورت ہوتی ہے کہ متغیر ہو کر جوہر عضو کی طرف مستحیل ہو جائے اور استحالہ (یعنی ایک حالت سے دوسری حالت کی
طرف منتقل ہونے) کے لیے ایک زمانہ کی ضرورت ہے (کیونکہ استحالہ حرکت ہے اور ہر حرکت کیلیے زمانہ کی ضرورت
ہے) پس ایک ایسی قوت ہونی چاہیے جو غذا کو قوت ہاضمہ کے پاس اس زمانے میں روکے رہے (تاکہ مستحیل ہو کر عضو
کے مشابہ ہو جائے) اور یہی روکنے والی چیز قوت ماسکہ ہے اگر کوئی اعتراض کرے کہ جائز ہے کہ غذا خود بخود ٹھہری رہے
تو اسکا یہ جواب ہے کہ وہ خون ہے رقیق بہنے والا کہ خود نہیں ٹھہر سکتا جبتک کہ کوئی چیز اُسکو نہ روکے (یعنی میں ہے کہ
غذا خود بخود اسلیے نہیں ٹھہر سکتی کہ یہ عضو اس غذا کے لیے مکان طبعی نہیں ہے بلکہ قسری ہے اور قسری مکان
میں کوئی چیز بغیر قاسر کے نہیں ٹھہر سکتی اور یہ جو کہا گیا ہے کہ غذا کے خود بخود نہ ٹھہرنے کی یہ وجہ ہے کہ غذا خون
ہے جو کہ رقیق اور بہنے والا ہے تو یہ کچھ ٹھیک نہیں کیونکہ غذا فقط خون ہی میں منحصر نہیں ہے بلکہ کیلوس اور کیموس
جو معدہ میں ہے ۱۲ جو جگر میں ہے ۱۲
اور رقیق خون اور رطوبت ثانیہ اور منی یہ سب غذا میں اور قوت غاذیہ صرف خون ہی کے روکنے کے لیے
جو رگوں میں ہے ۱۲ جو اعضاء میں ہے ۱۲ جو رحم میں ہے ۱۲
قوت ماسکہ کی محتاج نہیں ہے بلکہ سب کو عام ہے) اور تیسری وہ قوت ہے جو غذا کو ہضم کرتی ہے اسلیے کہ جذب شدہ
غذا عضو کی صورت نہیں قبول کر سکتی مگر بعد اسکے کہ اُسکی صورت کے قابل ہو جائے اور اسکی استعداد
اور صلاحیت اس کام کے لیے اُسوقت تک نہیں ہو سکتی جب تک کہ اُسکے قابل قوام اور مزاج اس میں
نہ پیدا ہو جائے اور قوام اور مزاج اُسوقت تک نہیں پیدا ہو سکتا جب تک کہ جذب شدہ غذا کے اجزا میں
یہ تصرفات نہوں کہ جو اجزا مجتمع ہیں اُنکو متفرق کیا جائے اور جو متفرق ہیں اُنکو مجتمع کیا جائے اور جو غلیظ
ہیں اُنکو رقیق کیا جائے اور جو رقیق ہیں اُنکو غلیظ کیا جائے اور ان سب کاموں کو انجام دینے والی
قوت ہاضمہ ہے اور اسمیں اور قوت غاذیہ میں فرق یہ ہے کہ قوت غاذیہ تو غذا کو بدن کا جزو بالفعل بنا دیتی ہے
اور قوت ہاضمہ اُسکو عضو کے مشابہ ہونے اور جزو بالفعل بننے کی صالح بنا دیتی ہے اور چوتھی وہ قوت ہے
کہ جو فضلات کو دفع کرتی ہے اسواسطے کہ جذب شدہ غذا دو جوہروں سے مرکب ہے جنمیں سے ایک جوہر
غذا بننے کا صالح نہیں لہذا ایسے فضلہ کا پاک ہونا ضروری ہے کہ اگر وہ عضو میں باقی رہے تو اُسکو بہت سی
مضرتیں پہونچائے اول تو جگہ کو روک دے کہ دوسری غذا بدن میں نہ پہونچ سکے دوسرے حرارت
غریزی کے لیے پردہ ہو جائے تیسرے جب حرارت غریزیہ یہ سمجھ لیگی کہ اس فضلہ سے تغذیہ کا کام
نہیں چل سکتا تو اُس سے اعراض کریگی اور الگ ہو جائیگی اور اُسکے الگ ہوتے ہی حرارت غریبہ اُسپر
غالب آئیگی کیونکہ بدن کی رطوبتیں انھیں دونوں حرارتوں میں سے ایک حرارت کے ہاتھ میں رہتی ہیں

اور حرارت غریبہ کا یہ کام ہے کہ عفونت پیدا کرے اور جب یہ فضلہ متعفن ہوگا تو امراض عفنیہ کے پیدا
ہونیکا منشا ہوگا چوتھے اس فضلہ سے سوء مزاج پیدا ہوگا و علی ہذا القیاس) لہذا اسکا دفع ہونا چاہیے
اور دفع ہونا بغیر دفع کرنیوالے کے محال ہے اور اسی دافع کا نام قوت دافعہ ہے (و ہو المقصود) مؤلف
کہتا ہے اور ان چارون (قوتون) کی چار کیفیتین خادم ہین یعنی حرارت برودت رطوبت یبوست مین
کہتا ہون چارون مذکور قوتون یعنی قوت جاذبہ قوت ماسکہ قوت ہاضمہ قوت دافعہ کی چارون کیفیتین
یعنی حرارت برودت رطوبت یبوست خدمت کرتی ہین کیونکہ ان قوتون کا اپنا اپنا کام انجام دینا
بدون حرکت کے نہین ہوسکتا قوت جاذبہ اور قوت دافعہ کا تو اسلیے کہ یہ دونون قوتین کسی چیز کو ایک جگہ
سے دوسری جگہ پہونچاتی ہین (اور یہ حرکت مکانی ہے جاذبہ کا تو یہ کام ہے کہ غذا کو ایک جگہ سے دوسری
جگہ پہونچائے اور قوت دافعہ کا یہ کام ہے کہ فضلہ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہونچائے) اور قوت ہاضمہ
کا اسلیے کہ اسکا کام بغیر دو حرکتون کے نہین چلتا ایک تو حرکت فی الکیف کیونکہ اسمین غذا اپ کرامد اپنی
صورت چھوڑکر دوسری صورت اختیار کرتی ہے اور دوسری حرکت مکانی اسواسطے کہ رقیق چیز کا غلیظ
کرنا اور غلیظ چیز کا رقیق کرنا اور مجتمع چیز کا متفرق کرنا اور متفرق چیز کا مجتمع کرنا ان مین سے
کوئی چیز بغیر حرکت مکانی کے نہین ہوسکتی اور قوت ماسکہ کا اسلیے کہ گو اسکا کام ممسوک کو حرکت سے
روک دینا ہے مگر یہ امساک بغیر اسکے نہین ہوسکتا کہ جو ریشے اوریب ہین انکو اشتمالی ہیئت کی طرف حرکت
دیجائے اور جو ریشے پھیلے ہوے ہین وہ بھی امساک پر بسا اوقات معین ہوتے ہین اس طریقے پر کہ
جو عضو غذا ممسوک پر مشتمل ہے اسکے نیچے کے اجزا کو جمع کردیتے ہین جس سے امساک پر اعانت ہوتی ہے
اور غذا اس عضو سے خارج نہین ہوتی جالینوس نے کہا ہے کہ اوریب اور پھیلے ہوے ریشے جب کھنچجاتے
ہین تو منفذ تنگ ہوجاتے ہین جس سے امساک پر اعانت ہوتی ہے پس معلوم ہوا کہ ان قوتون کے
کام بغیر حرکتون کے پورے نہین ہوسکتے اور حرکت پر زیادہ تر معاون حرارت ہے پس حرارت کی خدمت
ان چارون مین مشترک ہے (یعنی حرارت ان چارون کی خادم ہے) اور برودت اور رطوبت اور یبوست
ان تینون کیفیتون کے ساتھ یہ چارون قوتین اس تفصیل کے ساتھ نفع اٹھاتی ہین جسکا ہم ذکر کرتے
ہین چنانچہ ہم کہتے ہین کہ قوت جاذبہ کی خادم حرارت اور یبوست دونون ہین کیونکہ جب استرخا رطوبی
جوہر روح مین جو کہ قوت کی حامل ہے پایا اسلیے کہ ذہن مین ثابت ہوجاتا ہے تو روح کو اور آلہ کو حرکت پر قادر

نہین ہونے دیتا (اور یبوست سے یہ استرخاء جاتا رہتا ہی) اور قوت دافعہ کی خادم حرارت کے ساتھ یبوست
اور برودت ہی یبوست تو اس لیے کہ استرخاء رطوبی حرکت پر قادر نہین ہونے دیتا جیسا کہ معلوم ہوچکا
(اسلیے یبوست کی ضرورت ہی) اور برودت کی خدمت کے یہ معنی ہین کہ وہ اُس ریشے کو جو کہ فضلہ کا دافع
ہی مجتمع اور کثیف کر دیتی ہی اور جس ہیئت کی فضلہ کے دفع کرنے مین ضرورت ہی اُس ریشے کی اسی صورت
اور ہیئت پر حفاظت کرتی ہی کیونکہ جو چیز کسی چیز پر شامل ہی جب اُسکی ضرورت ہو کہ وہ اُسکو نکال دے
تو مشتمل کے کل اجزا کا جمع ہونا اور بعد جمع ہونیکے اس ہیئت کا کچھ زمانے تک باقی رہنا ضروری ہی اور قوت
ماسکہ کی حرارت کے ساتھ یبوست اور برودت خادم ہین یبوست تو اسلیے کہ ممسوک پر مشتمل ہونیکے
لیے جو ریشے کی حرکت ہوتی ہی اُس سے استرخاء رطوبی مانع اور مزاحم ہوتا ہی اور برودت اسلیے کہ یہ کیفیت
شامل کو اشتمالی ہیئت پر حفاظت کرتی ہی کیونکہ برودت بمقابلہ حرارت کے بمنزلہ سکون کے ہی اور اسکی
بہت زیادہ ضرورت ہی کیونکہ (امساک مین) اس ہیأت کا ایک زمانہ تک (یعنی اُسوقت تک کہ قوت ہاضمہ
غذا کو پکائے) باقی رہنا لابدی اور ضروری ہی اور قوت ہاضمہ کی حرارت کے ساتھ رطوبت خادم ہی کیونکہ
رطوبت ہی ہاضمہ کے افعال پر معین ہوتی ہی مثلاً غذا کا ایک صورت سے دوسری صورت کی طرف
مستحیل کرنا اور اُسکا پکانا اور متغیر کرنا یہ سب چیزین رطوبت کی محتاج ہین اور رطوبت کی جانب سوائے
قوت ہاضمہ کے اور کوئی قوت محتاج نہین ہی **مؤلف کہتا ہی** قوت غاذیہ قوت نامیہ کی خادم ہی اور یہ
دونون قوتین مولدہ کی خادم ہین **مین کہتا ہون** قوت غاذیہ تو قوت نامیہ کی اسلیے خادم ہی کہ
قوت نامیہ کو تحلیل شدہ مقدار سے زائد غذا پہونچاتی ہی اور اگر یہ غذا نہو تو یہ ممکن نہو کہ عضو کے تمام اطراف
مین قوت نامیہ زیادتی کر سکے اور یہ دونون قوتین مولدہ کی اسلیے خادم ہین کہ مثل کا پیدا کرنا بغیر
اسکے نہین ہو سکتا کہ مادۂ غذائی حاصل ہو جس سے منی پیدا ہو نیز تولید مثل کے لیے اعضا کے بڑے
ہونے اور مجاری کے وسیع ہونیکی بھی ضرورت ہی (اسی لیے منی کی پیدائش اور جماع کی رغبت اُسوقت تک
نہین ہوتی جبتک کہ اعضا اپنی اصلی مقدار پر نہ پہونچ جائین) تاکہ جو ہیئت کہ پیدا کرنیکی صالح ہی وہ
حاصل ہو جائے (اور یہ ہیئت صالحہ وہی ہی جو اعضا کو ابتداء بلوغ مین حاصل ہوتی ہی) اور مادۂ غذائیہ
قوت غاذیہ سے حاصل ہوتا ہی اور اعضا کا بڑا ہونا اور مجاری کا وسیع ہونا قوت نامیہ سے تو ان مین سے
ہر ایک مولدہ کی خادم ہوئی اور یہی مطلوب ہی **مؤلف کہتا ہی** قوتون کی دوسری جنس نفسانی قوتین ہین

بعضین سے بعض تو محرک ہین (یعنی اُنکو حرکت مین دخل ہی عام اس سے کہ وہ فاعل حرکت ہون یا فاعل کے
لیے مددگار ہون اور اس تقسیم کا فائدہ آگے معلوم ہوگا) اور بعض قوتین مُدرک ہین (اس معنی کر کہ اُنسے
ادراک کامل ہوتا ہی خواہ حقیقۃً مدرک ہون یا ادراک پر معین ہون) مین کہتا ہون نفسانی قوتین وہ
ہین جنسے حس و حرکت ہوتی ہی اور انکی ضرورت اسلیے ہی کہ حیوان کو مضرت رسان چیز سے بھاگنے اور
نافع چیز سے قریب ہونیکی قدرت ہو کیونکہ بھاگنا اور نزدیک ہونا یہ دونون حرکتین ہین (یعنی ان دونون
کو حرکت لازم ہی) اور ان دونون چیزون مین مضرت رسان اور نافع چیز کا ادراک ضروری ہی (مصنف نے
قوت محرکہ کے ذکر کو مدرکہ پر مقدم کیا اسلیے کہ حیوان کو ادراک کیطرف اسی لیے ضرورت پڑتی ہی کہ یا تو
اُسکی طرف حرکت کرے یا اُس سے بھاگے پس حرکت مقصود بالذات ہوئی) مؤلف کہتا ہی
قوت محرکہ کی دو قسمین ہین ایک تو وہ جو حرکت پر برانگیختہ کرتی ہی اسکا نام قوت شوقیہ ہی اور دو قوتین اسکی
خادم ہین قوت شہوانیہ قوت غضبیہ اور دوسری وہ جو فاعل حرکت ہی اسطرح کہ عضل کو مبدأ کی طرف
کھینچتی ہی تاکہ وتر سمٹ جائے اور اُسکے سمٹنے سے عضو سمٹ جائے یا عضلہ کو ڈھیل دیدیتی ہی کہ وتر پھیلجاتا
ہی اور اُسکے پھیلنے سے عضو کشادہ ہوجاتا ہی پس اللہ بڑی برکت والا ہی جو سب پیدا کرنیوالون مین
(کہ خیال مین آسکین) اچھا ہی مین کہتا ہون قوت محرکہ کی دو قسمین ہین پہلی تو وہ قوت ہی جو حرکت
پر برانگیختہ کرتی ہی اور دوسری وہ قوت ہی جو فاعل حرکت ہی پہلی کا نام قوت شوقیہ اور قوت نزوعیہ
ہی (نزاع بکسر اول آرزومند شدن و آرزومندی بولتے ہین نَزَعَ اِلیٰ اَھْلِہٖ نِزَاعًا یعنی اپنے اہل و عیال
کیجانب مشتاق ہوا لفیسی) مین ہی کہ قوت شوقیہ اور قوت تخیلہ اور قوت واہمہ مین فرق ہی اس لیے کہ
انسان کسی صورت لذیذہ کو خیال کرتا ہی لیکن اُسکے خیال کرتے ہی یہ ضرور نہین کہ اُسکا مشتاق بھی
ہوجائے مثلاً کوئی شخص پیٹ بھرے ہونیکی حالت مین کسی لذیذ کھانے کا خیال کرے تو اُسکا مشتاق
نہین ہوتا ہان اگر بھوک کے وقت اُسصورت کا خیال کرے تو البتہ مشتاق ہوتا ہی اس سے یہ بات
نکلتی ہی کہ قوت خیالیہ اور قوت شوقیہ مین فرق ہی ایسے ہی قوت شوقیہ عزم مصمم کے بھی مغائر ہی کیونکہ
شوق کے بعد عزم مصمم ہوا کرتا ہی اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہی کہ آدمی کو شوق بدرجۂ غایت ہوتا ہی لیکن کبھی مصلحت
یا حیا کیوجہ سے عزم مصمم نہین ہوتا اِس سے معلوم ہوتا ہی کہ عزم مصمم اور ہی اور قوت شوقیہ اور ہی) اور اس
قوت کی دو قوتین خادم ہین قوت شہوانیہ قوت غضبیہ (قوت شہوانیہ تو وہ قوت ہی جو قوت فاعلی کو

اُس خیالی صورت کی جانب جو کہ کسی نافع یا لذیذ چیز کے خیال (یا وہم مین) کرنے سے خیال مین مرتسم ہوئی ہو حرکت
کرنے پر برانگیختہ کرے اور قوت غضبیہ مین بجائے نافع کے مضر کا اعتبار ہو اور اسکا یہ نتیجہ ہو کہ اس مضر
چیز سے بھاگنا چاہیے یا اُس غالب پر آجانا چاہیے تاکہ اُسکی مضرت سے رہائی ہو نفیسی مین ہو کہ قوت
شوقیہ ان دونون قوتون کی مخدوم نہین ہو جیسا کہ مصنف کے کلام سے ظاہر ہوتا ہو بلکہ موافق تصریح
شیخ وغیرہ کے حق یہ بات ہو کہ قوت شوقیہ کی دو قسمین ہین ایک قوت شہوانیہ دوسری قوت غضبیہ اسلیے
کہ اگر نفع کے حاصل کرنیکا عزم ہو تو یہ قوت شہوانیہ ہو اور اگر مضرت کے دفع کرنیکا عزم ہو تو قوت غضبیہ ہو
بعض حضرات نے یہان ایک حاشیہ لکھا ہو وہ لکھتے ہین کہ اس مسئلہ مین مصنف کی راے ٹھیک ہو اسلیے
کہ حرکت پر رغبت دلانا یہ تو قوت شوقیہ کا کام ہو اور نافع اور پسندیدہ چیز کے حاصل کرنے یا قابل نفرت
چیز کے دفع کرنے پر عزم کرنا یہ قوت شہوانیہ اور قوت غضبیہ کا کام ہو اور ترغیب اور عزم ان دونون مین
فرق ظاہر ہو انتہی ہم اس حاشیہ کے حسن و قبح پر بجز اسکے اور کوئی راے نہین قائم کر سکتے کہ جو لوگ
قوت شوقیہ کی ان دونون قوتون کی طرف تقسیم کرتے ہین اُنکے نزدیک ترغیب اور عزم کی مغایرت نہین
ثابت ہوتی اور نہ مغایرت ایسی ظاہر ہو کہ اُسکو بداہت کے حوالے کیا جائے لہذا مدعی کو چاہیے کہ اپنے
دعوی پر کوئی دلیل ثابت کرے تاکہ اُسکے حسن و قبح پر کوئی راے قائم کیجائے وَدُوْنَہٗ خَبْطُ الْعَشْوَاءُ)
اسلیے کہ جب خیال یا وہم مین کسی پسندیدہ یا قابل نفرت چیز کی صورت نقش ہوتی ہو تو قوت شہوانیہ اس
بات کا عزم کرتی ہو کہ اس پسندیدہ چیز کو حاصل کر لیا جائے اور قوت غضبیہ اس بات کا عزم کرتی ہو کہ اس
ناپسندیدہ چیز کو دفع کر دیا جائے پس قوت شوقیہ اُس قوت کو جو کہ فاعل حرکت اور محرک ہو تحریک پر آمادہ
کرتی ہو پس قوت شوقیہ حرکت کے لیے علت بعیدہ ہوئی (اور جو قوت کہ فاعل حرکت ہو وہ علت قریبہ
ہوتی ہو) اور قوت شہوانیہ اور قوت غضبیہ انمین سے ہر ایک قوت شوقیہ کی خادم ہو اور جو قوت کہ فاعل
حرکت ہو اُسکی یہ شان ہو کہ عضلہ کو مبدا کی جانب کھینچتی ہو تاکہ وتر سمٹ جائے اور اُسکے سمٹنے سے عضو
سمٹ جاتا ہو یا عضلے کو ڈھیل دیدیتی ہو جس سے وتر پھیل جاتا ہو اور وتر کے پھیلنے سے عضو پھیل جاتا ہو
اور خدا کی بڑی عجیب قدرت یہ ہو کہ حیوان اس بات کا ارادہ کرتا ہو کہ اپنے کسی عضو کو حرکت دے
اور اُسکو یہ بات نہین معلوم ہوتی کہ عضو کے حرکت دینے کے لیے کس عضلے کو حرکت دیجائے لیکن وہ
سوائے اس عضلے کے جسکی تحریک عضو کے لیے ضرورت ہو خود بخود کسی اور عضلے کا استعمال نہین کرتا

تعالی شانہ **مؤلف کہتا ہی** (قوت نفسانیہ کی دوسری قسم جو) قوت مدرکہ (ہی) یا تو مدرکہ ہی ظاہر
مین (یعنی خارج دماغ مین موجود ہی) اور یا مدرکہ ہی باطن مین (یعنی باطن دماغ مین موجود ہی) **مین**
کہتا ہون یہ تقسیم ظاہر ہی (یعنی کچھ ایسی مشکل اور مجمل نہین ہی جسمین بیان اور تفصیل کی ضرورت ہو
صرف بیان کرنیکی یہان پر یہ بات ہی کہ حواس باطنہ حواس ظاہرہ کے لیے مخادیم ہین اسلیے مناسب
یہ تھا کہ حواس باطنہ کا ذکر حواس ظاہرہ سے پیشتر ہوتا با این ہمہ حواس ظاہرہ کو پہلے بیان کیا اول تو
اسلیے کہ حواس ظاہرہ باعتبار حواس باطنہ کے ظاہر ہین اور اُنکے وجود مین کسی کو اختلاف نہین ہی اور
حواس باطنہ کے ثابت کرنیوالے صرف حکما ہین اور متکلمین کے نزدیک اُنکا وجود نہین ثابت ہوا دوسرے
اسلیے کہ حواس ظاہرہ کے افعال حواس باطنہ کے افعال پر مقدم ہین کما لایخفی) اور بعض حواس باطنہ
کا مدرکہ نام رکھنا مجازاً ہی اسواسطے کہ قوت متصرفہ مثلاً مدرکہ نہین ہی (بلکہ اُسکا کام یہ ہی کہ صورتون کو معانی
کے ساتھ ترکیب دے غیاث اللغات مین ہی کہ متصرفہ ایک قوت ہی بطن اوسط کے اول مین اسکا کام یہ کہ
بعض صورتون کو بعض معنی مین مرکب کرے اور اس قوت کو باعتبار استخدام نفس ناطقہ کے اپنی مدرکات
کی ترکیب مین متفکرہ کہتے ہین و باعتبار استخدام وہم کے ترکیب مدرکات مین متخیلہ کہتے ہین واضح ہو کہ صورت سے
جو یہان مذکور ہی وہ چیز مراد ہی جو کسی حواس ظاہر سے حاصل ہو سکتی ہو جیسے لذت و بصر و سمع و شم و مراد معانی
سے وہ چیز کہ جسکا ادراک حواس ظاہر سے ممکن نہو جیسے دوستی و دشمنی انتہیٰ یہانپر قوت متصرفہ کے متعلق
اسیقدر بیان کرنا بس ہی جہان قوت متصرفہ کا بیان آئیگا اُسجگہ اور بھی کچھ بیان کیا جائیگا فانتظر) لیکن
چونکہ اسکا تصرف مدرکات حس ظاہری اور مدرکات حس باطنی مین ہوتا ہی اسلیے (بعلاقہ ملابست) اسکو
مدرکہ کہتے ہین (اور مجاز کی یہی شان ہوتی ہی) **مؤلف کہتا ہی** مدرکہ (موجودہ) در ظاہر (دماغ) پانچ
قوتین ہین (جو) مدرکہ باطن کے لیے بمنزلہ جاسوسون کے ہین **مین کہتا ہون** مشہور مذہب یہی ہی کہ یہ
قوتین پانچ ہین اور بعض لوگ کہتے ہین کہ آٹھ ہین اسلیے کہ ہر ایک کے لیے حرارت اور برودت اور رطوبت
اور یبوست کیواسطے ایک ایک قوت لامسہ ہی خلاصہ یہ کہ ان لوگون کے نزدیک قوت لمسیہ چار ہین ایک
تو وہ جو گرم اور سرد کے درمیان حاکم ہی اور ایک وہ جو خشک اور تر کے درمیان حاکم ہی اور ایک وہ
جو سخت اور نرم کے درمیان حاکم ہی اور ایک وہ جو چکنے اور کُھرکُھرے کے درمیان حاکم ہی یعنی جو لوگ
حواس ظاہری کے آٹھ ہونیکے قائل ہین وہ ہر قوت لمسیہ کو ہر ضد کے لیے متعین نہین کرتے بلکہ ہر دو ضد کے

درمیان ایک قوت لمسیہ مانتے ہین ورنہ لازم آئیگا کہ حواس ظاہرہ اس مذہب کی بنا پر آٹھ سے بھی زائد ہون کما لایخفی - اس سے معلوم ہوا کہ شارح نے اس جگہ کچھ مسامحت سے کام لیا ہو اور جس وجہ سے یہ لوگ اس بات کے قائل ہوئے ہین وہ یہ ہو کہ حرارت مثلاً برودت کے مخالف ہو اور محسوسون کا مختلف ہونا اس امر کو مستلزم ہو کہ جو قوتین اُنکی حس کرنیوالی ہین وہ بھی مختلف ہون مگر یہ مذہب باطل ہو کیونکہ سیاہی اور سفیدی بھی مختلف ہین حالانکہ یہ لوگ اس بات کے قائل نہین ہین کہ قوت باصرہ متعدد ہو دلنفسی مین ہو کہ جو لوگ حواس ظاہرہ کے آٹھ ہونیکے قائل ہین اُنپر یہ شبہہ وارد ہوتا ہو کہ چکھنے کی چیزین بھی متعدد ہین اور دیکھنے کی بھی اور سونگھنے کی بھی اور سننے کی بھی پھر کیا وجہ ہو کہ قوت ذائقہ اور قوت باصرہ اور قوت شامہ اور قوت سامعہ کے تعدد کا نہ قائل ہوا جائے اور صرف قوت لامسہ کو محسوسات یعنی ملموسات کے تعدد کی وجہ سے متعدد مانا جائے اسکے دو جواب دیے گئے ہین ایک تو یہ کہ تضاد کی ہر نوع کا ایک حاکم ہونا چاہیے اور چونکہ حرارت اور برودت مین جس نوع کا تضاد ہو وہ رطوبت اور یبوست کے نوع تضاد سے مغایر ہو اور علی ہذا القیاس اسلیے ضرورت پڑی کہ قوت لامسہ کو متعدد مانا جائے بخلاف مطعومات کے کہ اُنمین سوائے ایک نوع کے تضاد کے دوسرا تضاد نہین ہو اسلیے اُنکا تعدد قوت ذائقہ کے متعدد ہونیکو مستلزم نہین ہو (یعنے تضاد باعتبار طعم ۱۲) اس جواب مین کئی خدشے ہین اول تو یہ کہ جو تضاد سفیدی اور سیاہی مین ہو وہ اُس تضاد کے مغائر ہو جو سرخی اور زردی مین ہو ایسے ہی جو تضاد سرخی اور سیاہی مین ہو وہ اُس تضاد کے مغائر ہو جو سفیدی اور سبزی مین ہو ایسے ہی اور رنگ بھی لہذا ہر تضاد کے لیے قوت باصرہ جدا ہونا چاہیے اسیطرح جو تضاد شیرینی اور ترشی مین ہو وہ اُس تضاد کے مغائر ہو جو نمکینی اور کھٹے پن مین ہو لہذا قوت ذائقہ متعدد ہونا چاہیے اسیطرح جو تضاد گلاب اور کیوڑے کی خوشبو مین ہو وہ اُس تضاد کے مغائر ہو جو حنا اور چنبیلی کی خوشبو مین ہو لہذا قوت شامہ کو متعدد ہونا چاہیے اسیطرح جو تضاد زید اور عمر کی آواز مین ہو وہ اُس تضاد کے خلاف ہو جو خالد اور بندہ کی آواز مین ہو لہذا قوت سامعہ کو بھی متعدد ہونا چاہیے اس سارے بیان سے یہ بات ثابت ہوئی کہ یہ کہنا کہ ملموسات مین کئی نوع کا تضاد ہو اور باقی حواس کے مدرکات مین ایک ہی نوع کا تضاد ہو جیسا کہ مجیب کا خیال ہو محض غلط ہو اور دوسرا خدشہ یہ ہو کہ مثلاً قوت باصرہ رنگون اور شکلون اور روشنیون کا ادراک کرتی ہو اور ظاہر ہو کہ جو تضاد رنگون مین ہو وہ اُس تضاد کے مغایر ہو جو شکلون مین

یا روشنیون مین ہو اور جو تضاد شکلون مین یا روشنیون مین ہو وہ اُس تضاد کے مغایر ہو جو رنگون مین
ہو اور تیسرا خدشہ یہ ہو کہ جو قوت دو چیزون کے تضاد کا حکم کرنیوالی ہو اُسکے لیئے یہ بات ضروری ہو کہ دونون
چیزون کا بھی ادراک کرے پس جسوقت یہ بات جائز ہوئی کہ ایک قوت دو ضدون کا ادراک کرسکے
اور اسوجہ سے گویا اُس سے دو چیزین صادر ہوئین تو یہ بات کیون ناجائز ٹھہر گئی کہ اُس سے دو سے
زاید چیزین صادر ہوسکین پس مدرکات کے متعدد ہونے سے قوتون کا متعدد ہونا لازم نہ آئیگا اور شبہہ
مذکورہ کا دوسرا جواب یہ ہو کہ حرارت اور برودت اور رطوبت اور یبوست یہ چارون کیفیتین جنکے ساتھ
قوت لامسہ متعلق ہوتی ہو پہلی ہین اور خوشبوئین اور رنگ اور مزے وغیرہ جنکے ساتھ اور قوتین متعلق
ہوتی ہین پہلی کیفیتین نہین ہین بلکہ انھین چارون پہلی کیفیتون کے کسر اور انکسار سے پیدا ہوتی ہین
تو بسائط کے ساتھ جو قرب اور نزدیکی حرارت اور برودت وغیرہ کو ہو وہ رنگ اور مزے وغیرہ کو حاصل
نہین ہو اسی لیے جو تباین اور تضاد پہلی کیفیتون مین ہو وہ دوسری کیفیتون مین نہین ہو لہذا قوت لامسہ
کو ان کیفیات کے شدت تباین کی وجہ سے متعدد مانا جاتا ہو بخلاف اور قوتون کے اس لیے کہ اُسکے
مدرکات مین ویسا تضاد نہین ہو اس جواب مین یہ خدشہ ہو کہ قوت لامسہ جیسے کہ حرارت اور برودت اور
رطوبت اور یبوست سے متعلق ہوتی ہو ویسی ہی سختی اور نرمی اور چکنے پن اور کھُرکھُرے پن سے بھی متعلق
ہوتی ہو حالانکہ یہ پہلی کیفیتین نہین ہین پھر کیا وجہ ہو کہ جو لامسہ سختی اور نرمی کے درمیان حکم کرنیوالی
ہو وہ اُس لامسہ کے مغایر ہو جو چکنے پن اور کھُرکھُرے پن کے درمیان حکم کرنیوالی ہو غرضکہ قوت
لامسہ کا تعدد ثابت کرنا دقت سے خالی نہین) اور یہ جو کہا جاتا ہو کہ حواس ظاہرہ حواس باطنہ کیلیے بمنزلہ
ہرکارون کے ہین اسکے معنی حواس باطنہ کے اُن مقررہ کامون کے جاننے سے معلوم ہوسکتے ہین جو اُنسے
(ہرایک کا فرض منصبی آگے چل کر اپنے اپنے موقع پر بیان ہوگا ۱۲)
متعلق ہین **مؤلف کہتا ہو** (حواس ظاہرہ مین سے پہلی حس) قوت بصر ہو اور اس قوت کے رکھے جانیکی
جگہ اُن دو پٹھون کا (نقطۂ) تقاطع صلیبی ہو (یعنی ان دونون کے تقاطع سے ایک ایسی صورت پیدا
ہوئی ہو جو بشکل صلیب ہو) جو (دماغ سے) آنکھون کی طرف آئے ہین اس قوت کا یہ کام ہو کہ رنگون
(چلیپا ۱۲)
اور روشنیون اور صورتون کا ادراک کرے **مین کہتا ہون** جاننا چاہیے کہ ہر دماغ سے ہر آنکھ
کیجانب ایک پٹھہ آتا ہو جسکے اندر خول ہوتا ہو اور وہ روح باصرہ جو ادراک بصری کا آلہ ہو اُس پٹھے
(اور دو آنکھون کی جانب دو پٹھے آتے ہین ۱۲) (یعنے دیکھنے کا ۱۲)
کے اندر جاری ہو اور مشہور مذہب یہ ہو کہ دونون پٹھے صلیب کی شکل پر ایک دوسرے کو قطع کرتے ہین

اسطرح کہ داہنی جانب سے آنیوالا پٹھہ بائین آنکھ کی جانب چلا جاتا ہو اور بائین جانب سے آنیوالا پٹھہ
داہنی آنکھ کی جانب چلا جاتا ہو (اسکی صورت یہ ہو ✕) اور جالینوس کہتا ہو کہ حقیقت مین تقاطع
نہین ہوتا بلکہ وہ دونون پٹھے اُن دو خطون کی شکل پر ہین جو کہنی دار ہون اور ایک سطح مین رکھے
ہوے ہون (اُن دونون کی علٰحدہ علٰحدہ یہ صورت ہو > <) اُن دونون کی کہنیان ملی ہوئی
ہین جس سے بظاہر تقاطع کی صورت پیدا ہوگئی ہو (بایںصورت ✕) لیکن حقیقت مین تقاطع نہین
ہو مصنف "تصریح بالمکنون فی تنقیح القانون" (نام کتاب ۱۲) نے اسی طرح ذکر کیا ہو جب یہ بات معلوم ہو چکی تو
اب ہم کہتے ہین کہ قوت باصرہ اُس مقام مین رکھی گئی ہو جہان پر یہ دونون پٹھے آکر ملتے ہین (یا تقاطع کرتے ہین ۱۲) اس قوت
کے متعلق یہ کام ہو کہ مختلف قسم کے رنگ اور روشنیان اور صورتین (غرض دنیا بھر کی ٹھوس اور نگین
جرم دار و بیجرم چیزین) اُسکے ذریعے سے نظر آوین اور اس بات مین لوگون نے اختلاف کیا ہو کہ نظر
آنیکی کیفیت کیا ہو بعض تو کہتے ہین کہ آنکھ سے شعاع خارج ہوتی ہو (اس شق مین دو فرقے ہین
ایک فرقہ تو یہ کہتا ہو کہ آنکھ سے ایک شعاعی جسم بشکل مخروط (یعنے بشکل گزرہ ۱۲) خارج ہوتا ہو جسکا زاویہ آنکھ کے قریب ہوتا
ہو اور اُسکا قاعدہ مبصر (دیکھی گئی چیز کو ۱۲) سے ملا ہوتا ہو بعض تو یہ کہتے ہین کہ جو مخروط اس جگہ پیدا ہوا ہو وہ ٹھوس ہو اور بعض
(یعنے اسی فرقہ مین سے بعضے یہ کہتے ہین کہ ۱۲) یہ کہتے ہین کہ پورا کا پورا ٹھوس نہین ہو بلکہ زاویہ کے پاس سے تو ٹھوس ہو اور زاویہ کے دور ہونیکے بعد
خطوط شعاعیہ کیطرف متفرق ہو جاتا ہو جنمین شعاع (فی نفسہ ۱۲) نہین ہوتی لیکن جو ہوا انکے درمیان ہو وہ خطوط شعاعیہ
کی طرف مستحیل ہو جاتی ہو اور اُن خطوط شعاعیہ کی قائم مقام ہو جاتی ہو اور دوسرا فرقہ یہ کہتا ہو کہ یہ شعاع
مخروطی شکل پر نہین ہو بلکہ آنکھ سے ایک شعاعی باریک جسم سیدھا نکلکر مبصر پر منتہی ہوتا ہو پھر اُسکی سطح پر لمبان
چوڑان مین نہایت تیز حرکت کرتا ہو اور اسی لیے گمان کیا جاتا ہو کہ جو شعاع آنکھ سے خارج ہوتی ہو وہ
مخروطی شکل پر ہو علامہ فخرالدین رازی کہتے ہین کہ حکما کی مراد شعاع کے نکلنے سے یہ ہو کہ جس چیز کو دیکھا
جاتا ہو جب وہ آنکھ کی شعاع کے مقابل ہوتی ہو تو اسمین یہ استعداد پیدا ہو جاتی ہو کہ اُسکے اُس سطح پر
جو دیکھنے والے کی آنکھ کے مقابل ہو مبدء فیاض سے ایک شعاع کا فیضان ہو جو کہ ایک ہی مخروط
کا قاعدہ ہو جسکا سر یعنی زاویہ دیکھنے والے کی آنکھ کے پاس ہو لیکن حکما نے اس شعاع کے پیدا ہونے سے
مجازاً آنکھ سے شعاع کا نکلنا مراد لے لیا ہو اور انھین شعاع کے ماننے والون مین سے بعض لوگ یہ
کہتے ہین کہ آنکھ سے تو کوئی شعاع نہین نکلتی لیکن جو ہوا کہ آنکھ اور دیکھی ہوئی چیز کے بیچ مین ہو وہ آنکھ کی

شعاعی کیفیت سے متکیف ہو جاتی ہو اور دیکھنے کا آلہ بن جاتی ہو) اور بعض لوگ اس بات کے قائل ہین
کہ شفاف ہوا کے واسطے سے دیکھی ہوئی چیز کی صورت آنکھ کی رطوبت جلیدیہ مین چھپ جاتی ہو اور اس
بحث کی تحقیق اس تفصیل کو چاہتی ہو جو اس کتاب کی شرح کے مناسب نہین ہو دحکما طبعیین اس
بات کے قائل ہوے ہین کہ مبصر کی صورت آنکھ مین چھپ جاتی ہو اور اسکی سند یہ لاتے ہین کہ جب
آدمی آفتاب کی طرف دیکھتا ہو اور دیکھنے کے بعد آنکھ کو بند کر لیتا ہو تو اسکو قریب قریب ایسا ہی معلوم
ہوتا ہو کہ وہ آفتاب کی طرف بدستور دیکھ رہا ہو اور یہ بات نہین ہو مگر اس وجہ سے کہ مبصر کی صورت آنکھ مین
نقش ہو جاتی ہو مگر یہ مذہب کسی طرح قابل التفات نہین ہو اسلیے کہ جس کیفیت کو یہ لوگ چھپ جانے سے
تعبیر کرتے ہین اور اسکی سند مین آفتاب یا کسی تیز رنگ کو پیش کرتے ہین وہ حقیقت مین چھپ جانا نہین ہو
بلکہ یہ نظر کی خیرگی ہو اسی لیے یہ کیفیت سواے دمکتے رنگ اور تیز روشنی کے اور کسی چیز مین
محسوس نہین ہوتی حالانکہ جو لوگ انطباع کے قائل ہین سب چیزون مین قائل ہین اور اگر تھوڑی
دیر کے لیے فرض بھی کر لیا جائے کہ مبصر کی صورت آنکھ مین چھپ جاتی ہو تو بلا دلیل یہ بات کیسے
قابل تسلیم ہوگی کہ یہ چھپ جانا ہی ذریعۂ ابصار ہو جیسا کہ یہ لوگ قائل ہین غرضکہ میری سمجھ مین یہ بھی
نہین آتا قلعل اللہ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِکَ اَمْرًا) **مولف کہتا ہو** (حواس خمسۂ ظاہرہ مین سے دوسری
حس، قوت سامعہ ہو اور اس قوت کے رہنے کی جگہ کان کا وہ پٹھا ہو جو کان کے سوراخ (اندرونی)
پر بچھا ہوا ہو اور اس قوت کا یہ کام ہو کہ آوازون کا ادراک کرے **مین کہتا ہون** اسکا مطلب
ظاہر ہو لیکن یہ بات جاننی ضروری ہو کہ یہ قوت جو آوازونکا ادراک کرتی ہو تو اسکا اصل منشا یہ ہوتا ہو
کہ باہر کی موجزن ہوا اُس بچھے ہوے پٹھے کو سخت کھڑکھڑاتی ہو (کان کا بیرونی سوراخ کج ہونیکے بعد
ایک ایسے خول پر ختم ہوا ہو جسمین ایک ہوا ٹھہری ہوئی ہو اور اُسکے سطح اندرونی مین ایک پٹھا بچھا ہوا ہو
جسمین یہ قوت موجود ہو۔ جسوقت باہر کی موجزن ہوا اندر کی ہوا کو مس کرتی ہو تو اس ہوا مین بھی تموج
پیدا ہوتا ہو اور وہ جا کر اس پٹھے کو بجاتی ہو اور نقارے کی طرح اُسمین آواز پیدا ہوتی ہو اور قوت
سامعہ جو اُس پٹھے مین موجود ہو آواز کو سُن لیتی ہو تعالی شانہٗ سُبحانہٗ من حکیم خبیر) **مولف
کہتا ہو** (حواس خمسۂ ظاہرہ مین سے تیسری حس) قوت شامہ ہو اور اسکے رہنے کی جگہ دماغ کے پٹھے ہین
جو چھاتیون کی گھنڈیون کے مشابہ ہین اور اس قوت کا یہ کام ہو کہ جو ہوا ناک مین پہنچتی ہو اسمین

جیسے بو چڑھی ہو اُسکو ادراک کرے **مین کہتا ہون** یہ دو نون زائدے جو مقدم دماغ سے اُگتے ہین
(یعنی اگلے سے)
اور بو کا سونگھی ہوئی ہوا مین حاصل ہونا محققین حکما کے نزدیک اسطریقے سے نہین ہو کہ جب چیز کو سونگھا گیا
ہو اُسکے لطیف اجزا جدا ہو کر ہوا مین ملجائین اور نہ اسطریقے سے کہ بودار چیز سے بو کا انتقال ہو جائے
(اس ادراک کی کیفیت مین اختلاف ہو بعض لوگ تو یہ کہتے ہین کہ جو ہوا بودار چیز کے متصل ہو وہ اُس بو کے
ساتھ متکیف ہو جاتی ہو اُسکے بعد وہ ہوا جو اُس ہوا کے قریب ہو اور ہوتے ہوتے وہ ہوا جو قوت شامہ
کے محل کے قریب ہو اور جب وہ ہوا متکیف ہوتی ہو تو قوت شامہ اُسکا ادراک کر لیتی ہو اور بعض لوگ کہتے
ہین کہ بودار چیز کے اجزاء لطیف اور بخاری جدا ہو کر اُس ہوا سے ملجاتے ہین جو اس چیز کے اور قوت شامہ
کے درمیان ہو اور ہوا کی وساطت سے یہ بو قوت شامہ تک پہونچ جاتی ہو مگر یہ اخیر مذہب کچھ ٹھیک
نہین کیونکہ اگر بودار چیز کے اجزا اُس سے جدا ہو جایا کرتے تو لازم آتا کہ کچھ زمانہ گذرنے پر اُسکا حجم کم
ہو جاتا بلکہ بالکل فنا ہو جاتی حالانکہ ہم دیکھتے ہین کہ ایک تولہ مشک مثلاً اگر صرف مین نہ لایا جائے تو
بدستور باقی رہتا ہو اور اُسکا حجم نہین کم ہوتا اس سے ثابت ہوتا ہو کہ یہ ادراک اس کیفیت سے نہین
ہوتا) بلکہ اس طریقے پر ہوتا ہو کہ ہوا مین بودار چیز کے مجاور رہتے رہتے ایک ایسی استعداد پیدا ہو جاتی
ہو کہ مبداء فیاض کی جانب سے اُسمین وہی بو پیدا ہو جاتی ہو جو بودار چیز مین ہو **مؤلف کہتا ہو**
(حواس خمسہ ظاہرہ مین سے چوتھی حس) قوت ذائقہ ہو اور اسکے رہنے کی جگہ وہ پٹھا ہو جو زبان پر بچھا
ہوا ہو اور اس قوت کا کام یہ ہو کہ چیزون کے مزے دریافت کرے **مین کہتا ہون** مزے کے
دریافت کرنے مین اس بات کی ضرورت ہو کہ جو لعابی رطوبت منھ مین ہو مزے کے ساتھ متکیف ہو جائے
پھر یہی رطوبت لعابیہ اس مزے کو قوت ذائقہ تک پہونچا دے (تفصیل مین ہو کہ اس قوت کا کام
مزون کا ادراک کرنا ہو اُس لعابی رطوبت کیواسطے سے جسکا منبع وہ نرم اور سفید گوشت ہو جو زبان کی
جڑ مین ہو اور مولد لعاب سے نامزد ہو اور اس ادراک کا یا تو یہ طریقہ ہو کہ اس رطوبت مین مزیدار چیز کے
اجزا ملجاتے ہین اور تمام زبان مین پھیر جاتے ہین اُسکے بعد قوت ذائقہ اس مزے کو دریافت کر لیتی ہو اور
یا یہ طریقہ ہو کہ یہ رطوبت بغیر کسی چیز کے ملے مزون کی کیفیت سے متکیف ہو جاتی ہو **مؤلف کہتا ہو**
(حواس خمسہ ظاہرہ مین سے پانچوین حس) قوت لامسہ ہو اور اسکے رہنے کی جگہ تمام بدن کی جلد اور
اکثر گوشت ہو اور اس قوت کا یہ کام ہو کہ ملموسات کی گرمی اور سردی اور خشکی اور تری اور کھر کھراہٹ

اور چکناہٹ اور سختی اور نرمی اور ہلکے پن اور بھاری پن کو دریافت کرے مین کہتا ہون یہ قوت
تمام بدن کی جلد اور اکثر گوشت مین پھیلی ہوئی ہو یعنی بدن کے تمام اجزا مین پٹھے بچھے ہوئے ہین
اور اُنمین روح نفسانی پھیلی ہوئی ہو جو اس قوت کی حامل ہو اور گوشت مین اکثر کی قید اسواسطے
لگائی گئی ہو کہ بعضے گوشتون کو حس نہین ہوتی جیسے کہ گردہ ہو کہ اسمین ریشے دار پٹھا نہین ہوتا جس سے
حس کرسکے) جلد مین یہ قوت اسواسطے رکھی گئی ہو کہ بدن کا ظاہری سطح ہی ملموسات سے ملاقات
کرتا ہو لہذا اسکی ضرورت ہو کہ یہ قوت جلد مین ہو با این ہمہ صرف جلد پر ہی اقتصار نہین کیا گیا (بلکہ کہا گیا
کہ گوشت مین بھی یہ قوت موجود ہی) کیونکہ جلد معرض آفات ہو اسواسطے کہ طبیعت اُسکی طرف بدن کے
فضلون کو خارج کرتی ہو تاکہ باطنی شریف اعضا اُنکی مضرت اور افساد سے محفوظ رہین (علاوہ اس داخلی
قلب اور معدہ وغیرہ ۱۲
آفت کے بدن پر خارجی آفتین بھی پہونچتی رہتی ہین جیسے کٹنا پٹنا گر پڑنا وغیرہ) اور یہ باتین اس
قوت کو باطل کرنیوالی ہین لہذا اکثر گوشت یعنی جو اس جلد کے نیچے بچھا ہوا ہو اُسکو حس لمس عطا
ہوئی تاکہ جلد پر کسی آفت کے پہونچنے کے وقت یہ گوشت جلد کے قائم مقام ہو جائے مؤلف کہتا ہی
جو مدرکہ قوتین باطن مین ہین اُنمین سے ایک تو قوت وہ ہو جو اُن صورتون کا ادراک کرتی ہو جو حواس
ظاہرہ کے ادراک سے محسوس ہوتی ہین اور اس قوت کا نام حس مشترک ہو اور اسکے رہنے کی جگہ
دماغ کے اگلے بطن کا اگلا حصہ ہو مین کہتا ہون جو ادراک کرنیوالی قوتین باطن دماغ مین موجود
ہین اُنمین کی پہلی قوت حس مشترک سے نامزد ہی جو تمام محسوس صورتون کا ادراک کرتی ہو (ہم پہلے بھی
لکھ چکے ہین اور اب پھر لکھتے ہین کہ یہان پر صورتون سے مراد وہ چیزین ہین جنکا ادراک حواس ظاہرہ
کرسکین جیسے رنگ اور سردی گرمی اور بو اور آواز اور مزا وغیرہ اور معانی سے یہ مراد ہو کہ جنکا ادراک
حواس ظاہرہ نہ کرسکین جیسے زید کی سچائی اور عمرو کی دشمنی وغیرہ کہ ان چیزون کا ادراک وہم سے
ہوتا ہی جیسا کہ آگے آتا ہی) خواہ وہ دیکھی ہوئی چیزین ہون یا سُنی ہوئی یا سونگھی ہوئی یا چکھی ہوئی
یا چھوئی ہوئی (غرضکہ حس مشترک کل صور محسوسہ کا ادراک کرتی ہو اور شارح نے محسوسات مین
یہ تفصیل اسواسطے کی کہ مصنف کے قول بادراک الظاہر سے کوئی شخص کوئی خاص حس ظاہر نہ سمجھ لے
اور یہ نہ کہنے لگے کہ مثلاً قوت باصرہ ہی کی صورتون کا ادراک کرنا حس مشترک کا کام ہی) اور حس مشترک
جو ان صورتون کا ادراک کرتی ہو تو اس ادراک مین حواس ظاہرہ کا پہلے سے اُنکو ادراک کرلینا

واسطہ ہوتا ہو اور یہ سطرح پر کہ ان صورتون کو پہلے حواس ظاہرہ ادراک کرتے ہین اُسکے بعد یہ صورتین
حواس ظاہرہ کے ذریعے سے حس مشترک مین جاتی ہین اور وہان جا کر اکٹھا ہوتی ہین اور حس مشترک
اُنکو دریافت کر لیتی ہو اور حس مشترک کے ہونے پر یہ دلیل ہو کہ ہم یہ بات بخوبی جانتے ہین کہ ہم مین ایک
ایسی قوت ہو جو اس بات کا حکم کرتی ہو کہ فلان چیز مین جو مزہ ہو وہ اُسکے رنگ کے مغایر ہو اور جو قوت اس
بات کی حکم کرنے والی ہو ضرور ہو کہ اُسکے پاس یہ رنگ اور یہ مزہ حاضر ہو اس سے ثابت ہوا کہ ہم مین
کیونکہ وہ حاکم اور قاضی ہو ۱۲
ایک ایسی قوت ہو جسمین محسوسات کی صورتین اکٹھا ہوتی ہین اور وہ نفس ناطقہ تو ہو نہین اس لیے کہ
قوت جسمانی کے سوا محسوسات کا ادراک کوئی اور قوت نہین کر سکتی اور یہ بات بھی نہین ہو کہ حواس ظاہرہ
اور نفس جسمانیت سے مجرد ہو ۱۲
مین سے کوئی حاسہ اس غیریت کا حکم کرتا ہو کیونکہ حواس خمسہ مین سے ہر حاسہ اپنے اپنے خاص محسوس
کے سوا کسی اور محسوس کا ادراک نہین کر سکتا چنانچہ قوت باصرہ مزے کو ادراک نہین کر سکتی اور قوت
ذائقہ رنگت کو نہین دریافت کر سکتی علی ہذا باقی حواس بھی لہذا لازماً اور ضرورتاً ان صورتون کا اجتماع
کسی اور قوت مین ہوتا ہو اور اُسی کو ہم حس مشترک کہتے ہین دلیل تفصیلی مین ہو کہ حس مشترک کے وجود پر
یہ دلیل ہو کہ ہم آسمان سے متواتر اُترنے والے قطرون کو ایک خط سمجھتے ہین حالانکہ خارج مین کوئی
خط نہین ہو اور جب خارج مین نہین ہو تو لامحالہ حس مشترک ہی مین ہوگا کیونکہ قوت باصرہ مین تو
اُسکا ہونا اسلیے سمجھ مین نہین آتا کہ یہ قوت ہر چیز کو اپنی اصلی ہیئت پر ادراک کرتی ہو اسلیے نظر صحیح
قطرے کو قطرہ ہی دیکھیگی اور اس خط کا وجود نفس ناطقہ مین بھی نہین ہو سکتا اسلیے کہ قطرہ ایک مادی
نہ خط ۱۲
اور مقداری جسم ہو اور مقداری چیز نفس مجرد مین نہین آ سکتی پس یہ کیسے کہا جا سکتا ہو کہ قطرے کو
خط ادراک کرنا اسوجہ سے ہو کہ قطرہ نفس مین مرتسم ہی (اور اس قوت کا نام حس مشترک اسواسطے رکھا گیا
ہو کہ یہ کل حواس ظاہرہ مین مشترک ہو اس معنی کر کہ ہر حس ظاہر اپنے اپنے محسوس کو حس مشترک ہی مین
پہونچاتی ہو (تو گویا کہ حس مشترک بمنزلہ ایک درمیانی حوض کے ہو جسکے ہر چہار طرف نہرین ہون جو
اپنا اپنا پانی اُس حوض مین پہونچائین) اور حس مشترک کا فائدہ یہ ہو کہ بہت سی محسوس صورتین
رنگ اور آوازین اور مزے وغیرہ ۱۲
ایک قوت مین مجتمع ہون اور انسان آسانی کے ساتھ اس بات کا حکم کر سکے کہ یہ اعراض اور صورتین
ایک شی کے لیے ہین یا چند اشیا کے لیے اور اسکے رہنے کی جگہ دماغ کے اگلے بطن کا اگلا حصہ ہو تا کہ
حواس ظاہرہ جن صورتون کا ادراک کرتے ہین وہ بآسانی اُس تک پہونچ سکین اور اس قوت کا مقام یہ

ہونا اسطرح معلوم ہوا کہ طبی تجربون سے یہ بات ثابت ہوئی ہر کہ جسوقت دماغ کا اگلا حصہ مؤف
ہوجاتا ہر تو حس مشترک کے کام مین خلل پڑجاتا ہر مؤلف کہتا ہر حسِ مشترک کا خزانہ خیال ہر اور اسکی
جگہ اگلے بطن کا پچھلا حصہ ہر مین کہتا ہون باطنی قوتون مین سے دوسری قوت خیال ہر اور اسکا
کام یہ ہر کہ جو صورتین حس مشترک مین مرتسم اور مجتمع ہوئین ہین اُنکی حفاظت کرے جسوقت یہ صورتین حواس
ظاہرہ سے غائب ہوجائین اور حواس ظاہرہ سے غائب ہوجانیکی قید اسواسطے لگائی گئی ہر کہ جب تک
محسوسات حواس ظاہرہ کے سامنے رہتے ہین تو حسِ مشترک سے غائب نہین ہوتے (اور اسوقت اس
بات کی ضرورت نہین ہوتی کہ اُنکی حفاظت کیجائے ہان جسوقت حواس ظاہرہ سے غائب ہوجائین
تو ایک ایسی قوت چاہیے جو اُنکی حفاظت کرے تاکہ وقت ضرورت کے کام آئے نفیسی مین ہر کہ خیال
کو قوت مصورہ بھی کہتے ہین اسلیے کہ یہ صورتون کی حافظ ہر اور اسکا کام صرف اسقدر ہر کہ حس مشترک
کی صورتون کو باحتیاط تام محفوظ رکھے اور ان صورتون کا ادراک کرنا اسکا کام نہین ہر جیسے کہ خزانہ زر وسیم
کا محافظ ہوتا ہر مگر اسبات کو نہین جانتا کہ کتنا روپیہ ہر اور سونا ہر یا چاندی اور اس قوت کے پیدا کرنیکا
یہ فائدہ ہر کہ اگر یہ قوت نہوتی تو یہ بات ممکن نہوتی کہ ہم اُس انسان کو پہچان سکین جسکو ہم پہلے دیکھ چکے
ہین اور ایک مدت تک نظر سے غائب رہا ہر نفیسی کے بعض محشیون نے اسمقام پر ایک عجیب حاشیہ
لکھا ہر وہ لکھتے ہین کہ یہ کیا ضرور ہر کہ ہم کسی پچھلے دیکھے ہوے انسان کو اسوجہ سے پہچانین کہ اُس کی
صورت ہمارے خیال مین تھی اور اس دلیل سے خیال کا وجود ثابت کیا جائے ممکن ہر کہ یہ صورت ہمارے
ادراک کے بعد کسی آسمان مین محفوظ ہو اور ضرورت کیوقت وہان سے آجاتی ہو انتہٰی ہم اس حاشیے کا جواب
ناظرین کتاب کے حوالے کرتے ہین اور صرف اتنا کہے دیتے ہین کہ محشی صاحب کو بات بہت دور
کی سوجھی ہر مگر جواب دیتے وقت یہ نہو کہ سوال از آسمان جواب از ریسمان۔ اور اس قوت کا دوسرا
فائدہ یہ ہر کہ اگر یہ نہ پیدا ہوتی تو دنیا اور آخرت کے سب کام مختل اور معطل ہوجاتے کیونکہ جب انسان مین
کوئی قوت ایسی نہوتی جو صورتون کی حفاظت کرے تو جو چیز دیکھتا یا سنتا بھول جاتا اور اُسکو یہ پتا
نہ چلتا کہ دوست کون ہر اور دشمن کون ہر اور نافع کون چیز ہر اور مضر کون چیز ہر اور اگر پھر اُسکے سامنے
ان چیزون مین سے کسی چیز کی صورت نظر آتی تو دوبارہ اُسکو دوست اور دشمن یا نافع اور مضر کی تمیز
کرنے مین اُسیقدر کوشش کرنی پڑتی جسقدر پہلے کرنی پڑی تھی اور علی ہذا القیاس اُسکی تمام عمر

اسی کھیڑے مین کٹجاتی اور سب کام دنیا اور آخرت کے جیسے کے تیسے ادھورے پڑے رہتے لہذا حکمت الٰہیہ نے یہ قوت پیدا کرکے درحقیقت ایک بڑی ضرورت کو پورا کردیا یہ بات جاننی چاہیے کہ حس مشترک کے متعلق صورتون کا ادراک کرنا ہی اور خیال کے متعلق اُن صورتون کی حفاظت ہی اور حفاظت و ادراک دونون ایک ہی قوت کے متعلق نہین ہوسکتے) اور اُسپر دلیل یہ ہی کہ (ادراک کے معنی ہین نفس یا حس مشترک کا صورت کو قبول کرلینا اور) قبول اور چیز ہی اور حفاظت اور چیز ہی پانی کو دیکھیے کہ وہ اپنی رطوبت کیوجہ سے شکل کو قبول کرلیتا ہی لیکن یبوست نہونیکی وجہ سے اُسکی حفاظت نہین کرسکتا (اس سے معلوم ہوا کہ قبول اور حفاظت دونون ایک دوسرے کے مغایر ہین) اور انفعال کا مغایر ہونا قوتون کے مغایر ہونے پر دلیل ہی (قبول کو فعل کہنا مسامحت سے خالی نہین کیونکہ قبول انفعال ہی فعل نہین ہی) کیونکہ ایک سے ایک ہی صادر ہوتا ہی پس محال ہی کہ ایک ہی قوت قابل بھی ہو اور حافظ بھی پس قوت قابلہ اور ہوئی اور قوت حافظہ اور ہوئی اور یہی مقصود ہی یہان پر امام رازی نے ایک شبہہ وارد کیا ہی وہ کہتے ہین کہ کسی چیز کی حفاظت کرنا اس بات کی فرع ہی کہ اُس چیز کو پہلے قبول کیا جائے تو خیال مین حفاظت اور قبول دونون جمع ہوگئے کیونکہ وہ صورتون کا حافظ ہی اور جو حافظ ہی وہ قابل بھی ہی اس شبہہ کا جواب محقق نصیر الدین طوسی نے اسطرح دیا ہی کہ ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہین کہ خیال کا صورتون کی حفاظت کرنا اُنکے قبول کرلینے کی فرع ہی لیکن ہم یہ بات نہین تسلیم کرتے کہ خیال ہی قابل بھی ہو جیسے کہ حافظ ہی ممکن ہی کہ حافظ تو خیال ہو اور قابل کوئی اور قوت ہو جو خیال کے مقارن ہو جیسے کہ حس مشترک ہی مثلاً زمین کی یبوست اُسکی شکل کی حافظ ہی لیکن یہ ضرور نہین کہ قبول بھی یبوست ہی کیوجہ سے ہو اس صورت مین قبول اور حفاظت کے لیے علٰحدہ علٰحدہ مبدا ہوگا اور دونون کا اتحاد لازم نہ آئیگا مترجم کہتا ہی کہ نصیر الدین طوسی نے امام رازی کے شبہے کو تسلیم کرکے جواب دیا ہی مگر سرے سے امام کا شبہہ ہی قابل تسلیم نہین ہی کیونکہ یہ بات مسلم ہی کہ محققین کے نزدیک صور محسوسہ جزئیہ کا ادراک حس مشترک کے متعلق ہی اور اس ادراک کو جو حقیقت مین ایک کیفیت ہی مسامحتاً انفعال و قبول کہدیا جاتا ہی اور حفاظت کے لیے جس قبول کی ضرورت ہی وہ بمعنی ادراک نہین ہی بلکہ بمعنی تاثر صورت ہی اور حس مشترک مین جو قبول مراد ہی وہ بمعنی ادراک ہی[عہ] فافترقا اور اس قوت کی جگہ دماغ کے اگلے بطن کا پچھلا حصہ ہی اسلیے کہ مناسب یہی ہی

عہ اور جو قبول یہان منافی حفاظت ہو وہ بمعنی ادراک ہی ہو نہ بمعنی انفعال ۱۲ منہ

کہ ہر قوت کا خزانہ اُسکے پیچھے ہو (تاکہ بوقت ضرورت مدرکات کے لین دین مین سہولت ہو) اور اس قوت کا پتا بھی یونہین چلا ہو کہ جب اس مقام پر کسی قسم کی آفت پہونچتی ہو تو صورتون کی حفاظت مین خلل واقع ہو جاتا ہو **مؤلف کہتا ہو** اور انھین قوتون مین سے ایک وہ قوت ہو جو اُن معانی جزئیہ[عہ] کا ادراک کرتی ہو جو ان صورتون کے ساتھ قائم ہین اور یہ قوت وہمیہ ہو اور اسکی جگہ دماغ کا درمیانی بطن ہو **مین کہتا ہون** تیسری قوت باطنی پانچ قوتون مین سے وہم ہو جسکا یہ کام ہو کہ صُوَرِ محسوسہ کے ساتھ جو معانی قائم ہین اُنکا ادراک کرے مثلاً جب بکری کی نظر بھیڑیے پر پڑتی ہو تو وہ سمجھ لیتی ہو کہ یہ میرا دشمن ہو اور ایسے ہی جو شخص اُسکے دانہ پانی اور چارے کا خیال رکھتا ہو اُسکو وہ اپنا دوست اور مخلص جانتی ہو اسی لیے بھیڑیے سے بھاگتی ہو اور اس شخص کی طرف جھکتی ہو (اس قوت کو مجاز کے طور پر کبھی تخیل بھی کہہ دیا کرتے ہین مگر درحقیقت تخیّل دوسری چیز ہو اور قوت واہمہ ہی اُسکے حصول کا منشا ہوتی ہو باوجود اسکے وہم کو تخیّل کہدینا مسبّب کا سبب پر بولنا ہو جو کہ مجاز کے ۲۴ علاقون مین سے ایک علاقہ ہی) اگر یہ قوت کسی غیر محسوس چیز پر کوئی حکم کرے تو کاذب ہوگا اسلیے کہ وہ اُسپر اسی قسم کا حکم کریگی جو محسوس کے مناسب شان ہوگا کیونکہ یہ قوت سوائے محسوس صورت کے اور کسی طرف متوجہ نہین ہوتی مثلاً کسی ایسی چیز پر جو نہ جسم ہو اور نہ مادی ہو یہ حکم کرے کہ وہ محسوس ہی یا متحیز ہو پس یہ حکم قطعًا کاذب ہو۔ اور اسکے ہونے پر یہ دلیل ہو کہ معانی جزئیہ کا ادراک حواس ظاہرہ تو کر نہین سکتے اسلیے کہ معانی محسوس نہین ہوتے اور حواس ظاہرہ اس قسم کی چیزون کا ادراک نہین کر سکتے اور اسیطرح نفس ناطقہ بھی ان معانی کا ادراک نہین کر سکتا کیونکہ اُسکے مدرکات کلی ہوتے ہین اور یہ معانی امور جزئیہ ہین شارح علیہ الرحمہ کی غرض اس بیان سے یہ ہو کہ واہمہ ایک مستقل قوت ہو اور جو کام اسکے سپرد ہو اُسکا سرانجام کسی اور قوت سے نہین ہو سکتا حواس ظاہرہ کے متعلق صورِ محسوسہ کا حس مشترک تک پہونچانا ہو یعنی یہ صُوَر کے ادراک کے لیے آلہ ہین اور قوت وہمیہ معانی کا ادراک کرتی ہو اور یہ قوت حس مشترک کے اسلیے مغایر ہو کہ حس مشترک اُن چیزون کا ادراک کرتی ہو جو حواس ظاہرہ سے اُس تک آئین اور معانی حواس ظاہرہ سے اس تک نہین آتے اور خیال کے اسلیے مغایر ہو کہ خیال صورِ محسوسہ کا خزانہ ہو اور یہ قوت محسوسات کے معانی غیر محسوسہ کا ادراک کرتی ہو اور نفس ناطقہ کے اسلیے مغایر ہو کہ نفس معانی کلیہ کا ادراک کرتا ہو اور یہ قوت معانی جزئیہ کا۔ اور قوت متصرفہ کے اسلیے مغایر ہو کہ متصرفہ محسوسات مین تصرفات کرتی ہو مگر کوئی حکم نہین کرتی اور قوت وہمیہ حاکم ہوتی ہو

[عہ] جزئیہ کی قید اسلیے لگائی کہ معانی کلیہ کا ادراک نفس ناطقہ کا کام ہو ۱۲

اس سے ثابت ہوا کہ معانی جزئیہ کے ادراک کرنیکے لیے بھی ایک قوت کی ضرورت ہو اور اسی کا نام قوت واہمہ ہو۔ جاننا چاہیے کہ یہ قوت تمام قوتون پر غالب اور حاکم ہو حتی کہ عقل پر بھی دیکھیے مردہ نعش پہ عقل تو یہ حکم کرتی ہو کہ وہ جماد محض ہو اس سے ڈرنا کیا معنی مگر یہ واہمہ ہی ہو کہ انسان کو مردہ کے ساتھ اکیلا نہین ہونے دیتی اور ہزارہا فاسد خیالات پیدا کر کے اُسکو نعش سے ڈرا دیتی ہو یہان تک دیکھا گیا ہو کہ ماں اور باپ اپنے مردہ بچے کے پاس نہین بیٹھ سکتے) اور اس قوت کا مقام دماغ کا درمیانی بطن ہو کیونکہ اسکا خیال کے قریب رہنا چاہیے تاکہ وہ صور جزئیہ جنکے معانی کا یہ قوت ادراک کرتی ہو معانی کے محاذی رہین (اس سے یہ نکلتا ہو کہ اسکا مقام درمیانی بطن کا اگلا حصہ ہو اور بعض لوگ یہ بھی کہتے ہین کہ اس بطن کا پچھلا حصہ اسکا مقام ہو تاکہ حافظہ جو اسکا خزانہ ہو وہ اسکے قریب رہے اور بعض لوگ یہ کہتے ہین کہ کل دماغ اسکا مقام ہو واللہ اعلم) اور اس قوت کا علم بھی اسیطرح ہوا ہو کہ بطن اوسط کے مؤف ہو جانیسے اس کام مین خلل پڑ جاتا ہو **مؤلف کہتا ہو** اس قوت کا خزانہ قوت حافظہ ہو جو دماغ کے پچھلے بطن مین ہو **مین کہتا ہون** باطنی قوتون مین سے چوتھی قوت حافظہ ہو اور اسکو قوت متذکرہ (اور ذاکرہ اور مسترجعہ) بھی کہتے ہین اور یہ قوت محسوسات کے اُن معانی کا خزانہ ہو جنکا ادراک قوت واہمہ کرتی ہو (اور اسکو واہمہ کی طرف وہی نسبت ہو جو خیال کو حس مشترک کی طرف ہو یعنی خزانہ ہونے مین دونون برابر ہین اگر فرق ہو تو صرف اسقدر کہ خیال صور محسوسہ کا خزانہ ہو اور یہ اُنکے معانی کا۔ اور جس دلیل سے خیال کا ثبوت ہوا ہو اُسی سے حافظہ کا بھی ثبوت ہوتا ہو اور وہ دلیل یہ ہو کہ قبول کرنا اور حفاظت کرنا علٰحدہ علٰحدہ دو مفہوم ہین لہذا جو قوت معانی جزئیہ کا ادراک کرتی ہو وہ اور ہوگی اور جو اُنکی حفاظت کرتی ہو وہ اور ہوگی کیونکہ ایک ہی چیز دو اثرون کا مبدا نہین ہو سکتی۔ جاننا چاہیے کہ اس قوت کو مجازاً ذاکرہ اور متذکرہ بھی کہتے ہین اور درحقیقت یہ ذاکرہ اور متذکرہ نہین ہو سکتی بلکہ قوت ذاکرہ اور قوت متذکرہ یہ دونون مرکب ہین ذاکرہ تو مجموع قوت واہمہ اور حافظہ ہو اور متذکرہ مجموعہ متخیلہ اور واہمہ اور حافظہ ہو ذاکرہ تو دونون سے اسلیے مرکب ہو کہ ذہول کے بعد محفوظ کے ملاحظہ کرنیکو ذکر کہتے ہین پس ذکر مین دو چیزین معتبر ہوئین ایک تو کسی مدرک چیز کا دوسرے وقت مین ادراک کرنا ایک اُسکی حفاظت کرنا اور ادراک وہم کے متعلق ہو اور حفاظت قوت حافظہ کے متعلق ہو جیسے تخیل کے یہ معنی ہین کہ جو صور خیال مین محفوظ تھین اُنکے غائب ہونیکے اور اُنکا ملاحظہ کرنا اسمین بھی ایک ادراک ہو اور ایک

حفظ۔ ادراک صور تو حس مشترک کے متعلق ہے اور حفاظت صور خیال کے اس سے یہ ثابت ہوا کہ ذاکرہ حقیقت مین دو قوتین ہین نہ کہ صرف حافظہ اور صرف حافظہ کو ذاکرہ کہنا مجاز ہے۔ ایسے ہی اسکو متذکرہ کہنا بھی مجاز ہے آسلیے کہ تذکر کے معنے ہین بھول جانے کے بعد محفوظ معانی کا ملاحظہ کرنا اور زائل ہو جانے کے بعد انکا پھیر لانا محقق نصیر الدین طوسی لکھتے ہین کہ جسطرح محسوسات کی صورتین حواس ظاہرہ مین آنیکے وقت حس مشترک مین مرتسم ہوتی ہین اور اُسکو مشاہدہ کہا جاتا ہے اُسکے بعد خیال ان صورتونکی حفاظت کرتا ہے اور ذہول کے بعد دوبارہ اُن صورتون کا ملاحظہ کرتا ہے جسکا نام تخیل ہے اور جسوقت صورت خیال سے جاتی رہتی ہے اور نسیان عارض ہو جاتا ہے تو اُن صورتون کو بتکلف حاصل کیا جاتا ہے اسیطرح ان صورتون کے متعلق جو معانی جزئیہ ہین اُنکا ادراک وہم کے متعلق ہے اور قوت حافظہ اُنکی حافظ ہے اور بعد ذہول کے اُن معانی کا ملاحظہ اور ادراک کرتی ہے اور اس ملاحظہ کا نام ذکر ہے جو دو قوتون سے انجام پاتا ہے اور جب قوت حافظہ سے کوئی معنی زائل ہو کر نسیان عارض ہو جاتا ہے تو اُس معنی کے حاصل کرنے مین کچھ زیادہ تکلف کی ضرورت نہین ہوتی اسلیے کہ یہ معانی جزئیہ صورتون سے ماخوذ ہین اور صورتین خیال مین موجود ہین تو جب کسی معنی کا نسیان ہو جاتا ہے تو قوت متخیلہ صورتون کو یکے بعد دیگرے وہم پر پیش کرتی ہے پس قوت وہمیہ گم شدہ معنی کو ادراک کر کے قوت حافظہ مین ثبت کر دیتی ہے اور اسی کا نام استرجاع ہے آور اسمین تین کامون کی ضرورت پڑتی ہے ایک کام تو قوت متخیلہ کے متعلق ہے اور وہ یہ ہے کہ جو صورتین خیال مین موجود ہین اُنکو یکے بعد دیگرے وہم پر پیش کیا جائے اور پیش کرنیوالی وہی قوت متخیلہ ہے اور دوسرا کام وہم کے متعلق ہے اور وہ گم شدہ معنی کا ادراک کرنا ہے تیسرا کام قوت حافظہ کے متعلق ہے یعنی اس معنی کی حفاظت کرنا پس درحقیقت متذکرہ تین قوتین ہین لیکن قوت حافظہ کو مجازاً متذکرہ کہدیا جاتا ہے) اور اس قوت کی جگہ دماغ کا پچھلا بطن ہے (مشہور یہ ہے کہ قوت حافظہ پچھلے بطن کے اگلے حصے مین ہے اور پچھلے بطن کے پچھلے حصے مین کوئی قوت نہین ہے) اسلیے کہ مناسب یہ ہے کہ یہ قوت وہم کے پیچھے ہو (کیونکہ خزانے کو قریب رہنا چاہیے) اور اس قوت کا علم بھی اسی طریقے سے ہوا ہے کہ اس مقام کے مؤف ہو جانیکے بعد حفاظت معانی مین خلل پڑ جاتا ہے (امام رازی نے کہا ہے کہ یہ حجت اس بات کو نہین ثابت کر سکتی کہ یہ قوتین انہین اعضا مین ہین ممکن ہے کہ دوسرے اعضا مین ہون اور یہ اعضا اُنکے لیے آلہ ہون اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ آلہ کے خلل سے فعل مین خلل پڑ جاتا ہے دیکھیے کہ دماغ مین خلل آ جانیسے نفس ناطقہ کے افعال مین خلل پڑ جاتا ہے حالانکہ

(تسمیۃ الجزء باسم الکل ۱۲)

نفس ناطقہ کے افعال دماغ کے ساتھ قائم نہین ہین اس شبہہ کا جواب حکیم شریف خانصاحب دہلوی علیہ الرحمہ
نے یہ دیا ہو کہ گو شیخ بوعلی ابن سینا نے اس حجت سے یہی ثابت کیا ہو کہ یہ مواضع ان قوی کے لیے آلات ہین
لیکن یہ ایک دقیق فلسفی ہو جسکی طرف اطبا نے توجہ نہین کی بلکہ انکی نظر ظاہر امر پر مقصور ہو اور ظاہر ہو کہ اس
حجت سے ظاہر مین یہی نکلتا ہو کہ یہ مقامات ان قوتون کے مواضع ہین انتہی اور اس شبہہ کا دوسرا جواب یہ بھی ہوسکتا
ہو کہ اگر ان اعضا کے سوا اور عضا ان قوتون کے رہنے کے مقامات ہون تو چاہیے کہ اُن اعضا مین خلل آجانیسے
ان قوتون مین خلل پیدا ہو حالانکہ ایسا نہین ہو پس معلوم ہوا کہ اعضاء مذکورہ ہی ان قوتون کے مواضع
ہین واللہ اعلم، **مؤلف کہتا ہو** باطنی قوتون مین سے ایک قوت متصرفہ ہو یہ قوت اس اعتبار سے کہ نفس ناطقہ
(اپنے مدرکات مین) اس سے خدمت لیتا ہو قوت مفکرہ کہلاتی ہو اور اس اعتبار سے کہ قوت وہمیہ صُور اور معانی
جزئیہ مین اس سے خدمت لیتی ہو قوت متخیلہ کہلاتی ہو **مین کہتا ہون** باطنی قوتون مین سے پانچوین قوت
قوت متصرفہ ہو یہ قوت اس معنی کر کہ نفس ناطقہ اس سے خدمت لیتا ہو قوت مفکرہ سے نامزد ہو اور نفس کی
خدمت لینے کے یہ معنی ہین کہ نفس اُسکا استعمال اُن چیزون مین کرے جنسے نفع حاصل کرتا ہو اسطرح کہ صغری
کبری کو اس قوت کے ذریعے سے ترکیب دے تاکہ معلوم سے مجہول حاصل ہو اور اس معنی کر کہ صور جزئیہ اور معانی
جزئیہ مین وہم اُس سے خدمت لے قوت متخیلہ کہلاتی ہو اور وہم کے خدمت لینے کے یہ معنی ہین کہ ان صورتون
اور معانی مین تصرف کرے اسطرح کہ یا تو بعض کو بعض سے مرکب کرے یا بعض کو بعض سے جدا کرے مثلاً
ایک ایسی صورت کا خیال کرے جسکا نصف حصہ آدمی کی شکل پر ہو اور نصف حصہ گھوڑے کی شکل پر یا مثلاً
ایسے آدمی کا خیال کرے جسکا سر نہو اور اسی سے معانی کی ترکیب اور تفصیل کو بھی سمجھ لینا چاہیے (صور اور
معانی کی ترکیب اور تفصیل کی سب صورتین یہ ہین

عہ ہذہ صورۃ ست صور

ترکیب			تفصیل		
الصور		المعانی	الصور		المعانی
بالصور	بالمعانی	بالمعانی	عن الصور	عن المعانی	عن المعانی
صورۃ نصفہا انسان و نصفہا فرس	صداقۃ زید لولدہ مع سوادہ	صداقۃ زید لولدہ مع عداوۃ عمرو لشخص معین	انسان بلا رأس ویدا	صداقۃ جزئیۃ مسلوب از زید	صداقۃ جزئیۃ مسلوب از عداوۃ جزئیۃ
مخالف واقع	مطابق واقع	مطابق	مخالف	مطابق	مطابق

جاننا چاہیے کہ قوت متصرفہ کا کام اُسکے نام سے متشرح ہوتا ہے یعنی تصرف کرنیوالی قوت پس اگر اُسکا تصرف
نفس کے افعال مین ہو تو اُسے نظر اور فکر سے تعبیر کرتے ہین مثلاً مقدمات اور امور معلومہ کو مرتب اور مرکب
کرنا تاکہ مجہولات حاصل ہون یا مثلاً جزئیات محسوسہ مین سے کلیات ذہنیہ کا استنباط کرنا اور اسی اعتبار
سے اسکو مفکرہ اسلیے کہتے ہین کہ مواد فکریہ یعنی معانی کلیہ مین اس قوت کا تصرف ہے اور جب اسکا تصرف
صور اور معانی جزئیہ مین ہوتا ہے تو اسکو تخیل سے نامزد کرتے ہین اور یہ خدمت لینے والا وہم ہے مگر یہ بات
سمجھ مین نہین آتی کہ وہم تو معانی کا ادراک کرنیوالا ہے اور اُسکو صور سے کوئی تعلق نہین پھر یہ کیسے ہوسکتا
ہے کہ اس قوت سے صورتون مین خدمت لینے والا وہم ہو اس شبہہ کے دو جواب دیے گئے ہین ایک تو
یہ کہ حواس باطنی کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کہ چند آئینے آمنے سامنے رکھے ہون اور ایک کا عکس دوسرے
پر پڑتا ہو ایسے ہی حواس باطنہ کے مدرکات ایک دوسرے مین منعکس ہوتے ہین اور دوسرا جواب جو امام رازی
کیطرف منسوب ہے وہ یہ ہے کہ صرف یہی بات نہین ہے کہ وہم معانی ہی کا ادراک کرتا ہو بلکہ وہ صورتون کا بھی ادراک
کرتا ہے اور اُسکو تمام قویٰ پر سلطنت حاصل ہے جس قوت سے چاہے خدمت لے سکتا ہے وہم کے علاوہ اور
جتنی قوتین ہین وہ بمنزلہ آلات کے ہین اور سب مین اصل وہم ہے وہی معانی جزئیہ اور صور جزئیہ کا مدرک
ہے اور وہی بعض کو بعض سے جدا کرتا ہے اور وہی بعض کو بعض سے مرکب کرتا ہے لیکن چونکہ وہ وہم کے
باقی قواے حسیہ کو معانی جزئیہ کے ادراک کرنیمین دخل نہین ہے اسلیے وہم کو صرف مدرک معانی کہا جاتا
ہے اور درحقیقت ایسا نہین ہے) اور اس قوت کا مقام (سلطنت اور پایۂ تخت) دماغ کا وہ کیڑا ہے جو بطن
مقدم اور بطن موخر کے بیچ مین ہے (کیڑے سے مراد دماغ کا بطن اوسط ہے کیونکہ وہ کیڑے کیطرح پھیلتا اور
سمٹتا ہے نفیسی مین ہے کہ قوت متصرفہ کا مقام پورا دماغ ہے لیکن اُسکی سلطنت دماغ کے بطن اوسط مین ہے
اور یہ اسواسطے کہ صور اور معانی سے اُسکو قرب رہے کیونکہ صورتین تو خیال مین موجود ہین جسکا مقام اگلے
بطن کا پچھلا حصہ ہے اور معانی قوت حافظہ مین موجود ہین جسکا مقام پچھلا بطن ہے اور اس قرب کیوجہ سے
یہ قوت صور اور معانی کو بغرض تصرف بآسانی لے سکتی ہے اور دوسری مصلحت یہ ہے کہ وہم بھی اس سے
بآسانی خدمت لے سکتا ہے کیونکہ وہم بھی دماغ کے بطن اوسط ہی مین ہے اگر کوئی شخص یہ شبہہ کرے
کہ اس تقدیر پر لازم آتا ہے کہ دماغ کے ایک ہی جز مین دو قوتین پائی جائین وہمیہ اور متصرفہ تو اس شبہہ کا
یون جواب دینا چاہیے کہ ایک جز مین دو قوتون کا جمع ہو جانا کوئی مضایقے کی بات نہین ہے دیکھیے زبان مین

دو قوتین پائی جاتی ہین لمسیہ اور ذوقیہ حالانکہ زبان ایک ہی ہی) انسان کے سوا قوت متصرفہ سے اور کوئی جاندار خدمت نہین لیتا کیونکہ نفس ناطقہ جو کہ اس قوت سے خدمت لیتا ہی انسان کے سوا کسی اور مین نہین پایا جاتا لہذا سواے انسان کے اور کسی کے لیے قوت فکریہ نہین ہی **مؤلف کہتا ہی** قوتون مین کی تیسری جنس قوت حیوانیہ ہی جو کہ اعضا مین نفسانی قوتون کے قبول کرنیکی استعداد پیدا کر دیتی ہی **مین کہتا ہون** قوت حیوانیہ وہ قوت ہی کہ جسوقت اعضا مین پیدا ہو جاتی ہی تو انکو حس و حرکت کے قابل بنا دیتی ہی بشرطیکہ کوئی مانع نہو اور سب شرطین موجود ہون اور یہی قوت بدن مین حیات بخشتی ہی اور اسکی حامل روح حیوانی ہی اور اسکے فعل کا آلہ حرارت غریزی ہی اور یہ قوت قوت نفسانیہ کے مغایر ہی اور مغایرت پر یہ دلیل ہی کہ فالج زدہ عضو زندہ ہی لیکن اُسکو حس و حرکت کی قوت نہین ہی اور ہمنے اسکو زندہ اسواسطے کہا کہ اگر وہ مردہ ہوتا تو بدن مردے کیطرح متعفن ہو کر بگڑ جاتا اور قوت طبعیہ کے ساتھ اسکا مغایر ہونا ظاہر ہی **مؤلف کہتا ہی** اور امور طبعیہ مین سے ساتوین افعال ہین ان افعال مین سے بعض تو مفرد ہین کہ ایک ہی قوت سے صادر ہوتے ہین جیسے جذب کرنا اور دفع کرنا (اور روکنا اور ہضم کرنا) اور بعضے افعال مرکب ہین کہ اُنکے پورا ہونے مین دو قوتون یا دو سے زاید کی ضرورت ہی جیسے نگلنے کا فعل ہی **مین کہتا ہون** مؤلف نے افعال کی دو قسمین بیان کی ہین مفرد اور مرکب (یہ تقسیم بساطت اور ترکیب کی جہت سے ہی اور یہ جو کہا جاتا ہی کہ افعال کی تین قسمین ہین افعال نفسانیہ اور افعال حیوانیہ اور افعال طبعیہ تو یہ تقسیم باعتبار مبادی کے ہی) اور مولف کی مراد فعل مفرد سے وہ فعل ہی جسکا حصول ایک قوت سے ہو جائے یعنی اُسکی حقیقت ایک ہی قوت سے پوری ہو جائے جیسے کہ جذب کرنا اور دفع کرنا کیونکہ جذب قوت جاذبہ سے پورا ہو جاتا ہی اور دفع قوت دافعہ سے اور ایسے ہی روکنا اور ہضم کرنا کہ امساک قوت ماسکہ سے پورا ہو جاتا ہی اور ہضم قوت ہاضمہ سے) اگر کوئی اعتراض کرے کہ ہضم بغیر اسکے نہین پورا ہوتا کہ غذا اُس مقام پر ٹھہرے جہان پر کہ وہ ہضم ہوتی ہی پس امساک کی بھی ضرورت ہوئی جو کہ قوت ماسکہ کا کام ہی (لہذا ہضم فعل مفرد نہین ہو سکتا کیونکہ جس فعل مین دو قوتون کی ضرورت ہو وہ فعل مرکب ہی) تو اسکا یہ جواب ہی کہ فعل مفرد وہ فعل ہی جسکی حقیقت ایک قوت کے فعل سے متحقق ہو جائے اور ہضم کی یہی شان ہی کیونکہ ہاضمہ کے فعل سے ہضم پورا ہو جاتا ہی اور قوت ماسکہ کا فعل اُسکے وجود کے لیے شرط ہی حقیقت مین داخل نہین ہی تاکہ اعتراض وارد ہو اور فعل مرکب سے وہ فعل مراد ہی جو کہ دو قوتون یا دو سے زاید سے پورا ہو جیسے کہ نگلنے کا فعل ہی

[illegible] ۱۲

کہ اسمین دو قوتون کی ضرورت ہو ایک تو مری کی قوت جاذبہ کا جذب کرنا (غیاث مین ہو مَرِّی بفتح میم
وکسر راے مہملہ و یای مشدد بروزن امیر سیست لحمی بصورت رودہ اندرون گلو کہ راہ آب وطعام است
وقصبہ ریہ کہ منفذ دم است بالای مری مذکور ہست) اور ایک قوت دافعہ کا دفع کرنا جو کہ اس عضلہ مین موجود
ہی جسکے ذریعے سے نگلا جاتا ہو (شیخ کے قول پر یہ قوت جاذبہ طبعی ہو ارادی نہین ہو اور مؤلف کی راے پر
قوت دفعیہ کے مانند ارادی ہی) اور نگلنے مین دو قوتون کی ضرورت اسواسطے ہو کہ نگلنا ایک مشکل کام ہو
(کیونکہ جو چیز نگلی جاتی ہو وہ ابھی لطیف اور رقیق نہین ہوئی تو اسکا جذب مشکل ہوا ہی چاہیے) خصوصًا جبر
وقت نگلنے والی چیز کثیف اور غلیظ الجوہر ہو یا مقدار مین زیادہ ہو (کہ اسوقت اسکے نگلنے مین اور بھی
دشواری ہوتی ہی) پس حکمت آلہیئہ نے یہ چاہا کہ دو قوتین ایسی ہون کہ (ایک قوت اوپر سے مدد دے
اور ایک نیچے سے کھینچے تاکہ نگلنے مین آسانی ہو اور اسی لیے جب ان دونون قوتون سے کوئی قوت
ضعیف ہو جاتی ہو (یا باطل ہو جاتی ہو یا باوجود صحیح ہونیکے اپنے فعل پر آمادہ نہین ہوتی) تو نگلنے مین
دشواری ہوتی ہو تلخ یا بدبودار دوائین جو حلق سے مشکل سے اُترتی ہین اسکی یہ وجہ ہو کہ فم معدہ اور مری کی قوت
جاذبہ طبعیہ اُنسے نفرت کرتی ہو اور جذب نہین کرتی اور عضلہ کی قوت دافعہ ارادیہ اُنکو اُتارنا چاہتی ہو
کیونکہ اُسکو معلوم ہو کہ یہ کڑوی دوائین نفع بخش ثابت ہونگی مؤلف نے اُس فعل مرکب کو نہین بیان
کیا جسکے پورا ہونیکے لیے دو قوتون سے زیادہ کی ضرورت ہوتی ہو اور شاید اسکی یہ وجہ ہو کہ گذشتہ مباحث
سے ایسے فعل کا استنباط ہو سکتا ہو کیونکہ ایسے فعل کی مثال تغذیہ ہو کہ اسمین تین قوتون کی ضرورت ہوتی
ہو ایک تو قوت محصلہ دوسری قوت ملصقہ تیسری قوت مشبہہ اور تغذیہ کا ان تینون قوتون کی طرف محتاج
ہونا سابق مین معلوم ہو چکا ہی) **مؤلف کہتا ہو** نظری اجزا مین کا دوسرا جزو بدن انسان کے حالات
(صحت ومرض کے) بیان مین ہی ہمارے بدنون کی تین حالتین ہین تفسیر مین ہو فیہ ادعاءٌ یہ
اعتراض ہو اور اسکی دو تقریرین ہین ایک تو یہ کہ مصنف کا یہ کہنا کہ ہمارے بدنون کی تین حالتین ہین
یہ محض دعوی ہی دعوی ہو جسکی کوئی سند نہین ہو کیونکہ جتنے جاندار ہین سبکے بدنون کی یہی تین حالتین
(کچھ انسان ہی کی تخصیص نہین ہو اور اسے)
ہین اس اعتراض کا یہ جواب ہو سکتا ہو کہ بدن انسان کی تخصیص اس لحاظ سے نہین ہو کہ اور حیوانات کے
بدنون کو اس حکم سے خارج سمجھا جائے بلکہ صرف اس نظر سے ہو کہ طبیب کا کام ہی یہ ہو کہ بدن انسان ہی
کے حالات سے بحث کرے اسی لیے جانورون کے علاج کرنیوالے کو طبیب نہین کہتے بلکہ سالوتری کہتے

ہین اور اعتراض کی دوسری تقریر یہ ہر کہ مصنف کا یہ کہنا کہ ہمارے بدنون کی تین حالتین ہین یہ حکم استقرائی ہر لیکن یہ استقرا ناقص ہر کیونکہ مصنف نے آدم علیہ السلام سے لیکر قیامت تک کے انسانون کی حالتون کا تفحص نہین کیا ممکن ہر کہ کوئی آدمی ایسا ہو جسکے بدن کے حالات ان تین حالتون مین محصور نہون مترجم کہتا ہر کہ یہ اعتراض پہلے اعتراض سے بھی زیادہ مہمل ہر کیونکہ اگر یہ حکم استقرائی بھی ہو تو اس قسم کے ناقص احتمالات اور تخمینین استقرا کو ناقص نہین کر سکتین جب تک کہ کوئی خاص جزئی جسمین یہ بات نہ پائی جاتی ہو خارج مین موجود نہو جائے اور اگر اس قسم کے احتمالات پر نقصان کا فیصلہ ہو جایا کرتا تو لازم آتا کہ کوئی حکم مفید یقین نہوتا حالانکہ ایسا نہین ہر اور حالات بدن کا تین مین منحصر ہونا اور صحت و مرض کے درمیان ایک حالت متوسطہ کا نکلنا جالینوس کی راے پر ہر شیخ بوعلی ابن سینا بدن کو دو ہی حالتون مین منحصر کرتے ہین اور واسطے کے قائل نہین ہین اور اسکی تفصیل اس حاشیے کے مناسب نہین ہر جسکو اسپر مطلع ہونیکا شوق ہو نفیسی کیطرف رجوع کرے) مین کہتا ہون طبیب کے وظیفے کے اعتبار سے بدن انسان کی تین حالتین ہین ایک تو صحت دوسری مرض تیسری ان دونون کی درمیانی حالت (جو نہ صحت ہر نہ مرض) اور یہ اسوقت جبکہ ہم اس حالت کو ثابت کرین چاہیے کہ جالینوس کی راے ہر کیونکہ اُسکے نزدیک صحت اور مرض مین تقابل تضاد ہر جیسے کہ سفیدی اور سیاہی مین اور جسطرح ان دونون مین سرخی اور سبزی واسطہ ہو سکتی ہر ویسی ہی صحت اور مرض مین بھی ایک حالت متوسطہ واسطہ ہو سکتی ہر اور شیخ کے نزدیک بدن کی دو ہی حالتین ہین صحت اور مرض وہ کہتا ہر کہ ان دونون مین عدم ملکہ کا تقابل ہر جیسے کہ نابینائی اور بینائی مین اور جسطرح کہ ان دونون مین کوئی واسطہ نہین ہر ویسے ہی صحت اور مرض مین بھی کوئی واسطہ نہین ہر) اور اگر وظیفہ طبیب کی قید نہ لگائی جائے تو بدن انسان کی حالتین بیشمار ہین اور وظیفہ طبیب کی حیثیت سے بدن انسان کے تین ہی حالتون مین منحصر ہونیکی یہ دلیل ہر کہ بدن انسان کی وہ ہیئت جس سے کہ طبیب بحث کرتا ہر یا تو ایسی ہوگی کہ اُسکی وجہ سے جتنے افعال بدن سے صادر ہون سب سلیم ہون اور یا وہ ہیئت ایسی ہوگی کہ اُسکی وجہ سے بدن سے جتنے افعال صادر ہون کوئی بھی سلیم نہو بلکہ کل مئوف ہون اور یا وہ ہیئت ایسی ہوگی جسکی وجہ سے بعض افعال سلیم صادر ہون اور بعض مئوف پہلی ہیئت کا نام صحت ہر اور دوسری کا نام مرض اور تیسری کا نام حالت متوسطہ ہر مؤلف کہتا ہر صحت بدن کی ایک ہیئت ہر جو بلا واسطہ اس بات کا

منشا ہوتی ہو کہ بدن سے جتنے افعال صادر ہون سب سلیم ہون مین کہتا ہون کہ مؤلف کا قول ھیأۃ بمنزلہ جنس کے ہو (کہ تمام ہیئتون کو شامل ہو) اور ہیئت اور عرض دونون ہم معنی ہین نفیسی مین ہو کہ ہیئت اور عرض دونون کے معنی قریب قریب ہین نفیسی کا یہ قول شارح کے قول سے بہتر ہو کیونکہ دونون کا مفہوم علیحدہ علیحدہ ہو عرض مین عروض کی حیثیت معتبر ہو اور ہیئت مین حصول کی حیثیت) اور مؤلف نے بجاے ہیئت کے کیفیت نہ کہا (یعنی یہ نہ کہا کہ صحت ایک کیفیت بدنی ہو) اگرچہ کیفیت ہیئت کے اعتبار سے خاص ہو اسلیے کہ کیفیت ایک ہیئت قارّہ یعنی مجتمعۃ الاجزا ہو جو نہ قسمت کو قبول کرتی ہو نہ نسبت کو جیسے کہ حرارت اور برودت وغیرہ) کیونکہ کیفیت کے معنی سواے ماہرین اور واقفین حکمت کے اور لوگون پر واضح نہین ہین بخلاف ہیئت کے کہ اُسکو سب جانتے ہین اور مؤلف نے یہ جو کہا ہو کہ صحت ایک ہیئت بدنی ہو تو یہ قید اُس ہیئت کو خارج کر دیتی ہو جو بدن انسان کیطرف منسوب نہو اور ہیئت بدنی کے معنی ہین وہ ہیئت جو بدن کی طرف منسوب ہو یعنی بدن مین اُسکا حلول ہو (جیسے کہ سفید چیز مین سفیدی کا حلول ہوتا ہو) اور بدن سے مراد انسان کا بدن ہو چنانچہ مؤلف کا قول احوال ابدانِنا ثلثۃ اسپر دلالت کرتا ہو (ہمارے بدنون کی تین حالتین ہین ۱۲) اور جو ہیئت بدن انسان کے سوا کسی اور بدن کی طرف منسوب ہو اُسکے خارج کرنیکی یہ ضرورت ہو کہ طبیب اُس حیثیت سے کہ طبیب ہو بدن انسان کی ہیئت کے علاوہ کسی اور بدن کی ہیئت سے بحث نہین کرتا مثلاً گھوڑے کی صحت سے بحث کرنا کیونکہ یہ سالوتریون کا کام ہو نہ کہ طبیبون کا نفیسی مین ہو کہ بعض لوگ کہتے ہین کہ ہیئت مین بدنیہ کی قید اسواسطے لگائی ہو کہ ہیئت نفسانیہ سے احتراز ہو جائے کیونکہ طبیبون نے ہیئت نفسانیہ کو نہین ثابت کیا لیکن یہ قول ٹھیک نہین ہو کیونکہ کیفیات نفسانیہ سے وہ کیفیتین تو مراد ہین نہین جو نفس کے ساتھ متعلق ہون جیسے کہ علم وجہل وغیرہ تاکہ آپ یہ کہسکین کہ اطبا کو ان کیفیات سے کوئی بحث نہین بلکہ کیفیات نفسانیہ سے وہ کیفیتین مراد ہین جو جسم سے متعلق ہون جو کہ ذی نفس ہو اور اس تقدیر پر کیفیت بدنیہ اور کیفیت نفسانیہ مین کوئی منافات نہین ہو انتہی نفیسی کا یہ قول صحیح نہین ہو اسواسطے کہ صدرالدین شیرازی نے ہدایۃ الحکمۃ کی شرح مین لکھا ہو کہ کیفیات نفسانیہ وہ کیفیتین ہین جو نفس مین ہون یا ذی نفس مین اور جو لوگ یہ کہتے ہین کہ کیفیات نفسانیہ وہی کیفیتین ہین کہ جو ذی نفس مین پائی جائین وہ صریح غلطی پر ہین انتہی) مؤلف نے یہ جو کہا ہو کہ اُسکی وجہ سے افعال سلیمہ صادر ہون یہ مرض اور حالت متوسطہ سے احتراز ہو کیونکہ اسکے یہ معنی ہین کہ جتنے افعال ہین خواہ طبعی ہون خواہ حیوانی خواہ نفسانی کل

اس ہئیت کی وجہ سے سلیم صادر ہون آور ہمنے افعال کی تفسیر جمیع افعال کے ساتھ اسواسطے کی ہو کہ
حالتِ متوسطہ ثابت ہو جائے اسواسطے کہ جب صحت مین اس بات کی شرط کر دی گئی کہ کل افعال سلیم ہون اور
مرض مین یہ شرط لگادی گئی کہ کل افعال غیر سلیم ہون تو لامحالہ دونون کے درمیان ایک حالت متوسطہ
ثابت ہوگی (جسکی وجہ سے بعض افعال سلیم صادر ہونگے اور بعض غیر سلیم آور چونکہ جالینوس کی راے پر
کلام ہو رہا ہو اور وہ حالت متوسطہ کا قائل ہو اسلیے حالت متوسطہ کا ثابت کرنا ضروری ہی) آور مؤلف نے
بہا کہا اور معہا نہ کہا اسلیے کہ (بہا مین (ب) سببیت اور علیت کے لیے ہو اور) صحت افعال کے سلیم
صادر ہونیکی علت ہو اور اگر معہا کہتا تو اُس سے صحت کا علت ہونا نہ نکلتا کیونکہ ممکن تھا کہ سلامت افعال
اور صحت دونون ساتھ ساتھ ہوتے لیکن سلامت کی علت علاوہ صحت کے کوئی اور چیز ہوتی (جیسے
کہ فلک اول اور فلک ثانی دونون ساتھ ساتھ ہین کیونکہ دونون قدیم ہین حالانکہ ایک فلک دوسرے
کی علت نہین ہو اور اسی قسم کی مثالین بہت سی پائی جاتی ہین غرضکہ معیت سے علیت نہین نکلتی اور
معیت کی صورت مین صحت کی یہ تعریف ہوتی کہ جسکی موجودگی مین افعال سلیمہ صادر ہون اور سببیت
کی تقدیر پر یہ معنی ہونگے کہ جسکی وجہ سے افعال سلیمہ صادر ہون) آور مؤلف نے جو تعریف صحت مین لذاتہا
کہا ہو تو اُن اسباب سے احتراز ہو جنسے صحت حاصل ہوتی ہو (مثلاً ستۂ ضروریہ کا اپنی طبعی حالت پر ہونا کہ یہ سلامت
افعال کا باعث ہو لیکن بلا واسطہ نہین بلکہ بواسطہ صحت کیونکہ یہ صحت کا سبب ہو اور صحت سلامت افعال کا
سبب ہی) اور سبب سے احتراز کرنا اسلیے ضروری ہو کہ کسی چیز کا سبب اُس چیز کے عین نہین ہوتا (پس سبب
صحت عین صحت نہوگا) یہان پر یہ شبہہ ہوتا ہو کہ جب بہا مین (ب) سببیت کے لیے ہوئی آور سببیت سے
وہی سببیت متبادر ہو جو قریبہ ہو یعنی جسکی سببیت مین کوئی واسطہ نہو اور تعریف مین الفاظ سے وہی
معنی مراد لیے جاتے ہین جو متبادر ہون تو اُس تقدیر پر لذاتہا کے بڑھانیکی ضرورت نہین ہو کیونکہ جس
مضمون کو لفظ لذاتہا مفید ہو بعینہ وہی مضمون لفظ بہا سے بھی نکلتا ہو اور اس شبہہ کا جواب یہ ہو سکتا
ہو کہ اُسی سببیت قریبہ کو لفظ لذاتہا سے معین کیا گیا ہو تاکہ سببیت بعیدہ کا احتمال قطعاً مرتفع ہو جائے
آور اگر یہ لفظ نہوتا تو ممکن تھا کہ کوئی ناواقف شخص سببیت سے سببیت بعیدہ مراد لے لیتا) اگر کوئی
شخص اعتراض کرے کہ جب افعال سے تمام افعال مراد ہین تو کیا وجہ ہو کہ مصنف نے کوئی ایسا لفظ
نہین بیان کیا جو عموم کی تصریح کر دیتا بلکہ اُسنے صرف لفظ افعال پر اکتفا کیا (جیسے کہ جالینوس نے

کہا ہو بعض لوگون نے یہان یہ شبہہ کیا ہو کہ جالینوس سے صحت کی کوئی تعریف منقول نہین ہو بلکہ اور
لوگون نے جالینوس کے مذہب پر صحت کی یہ تعریف بنائی ہو چنانچہ جیلانی نے قانون کی شرح مین اس
تعریف کی ذیل مین اسباب کی تصریح کی ہو کہ یہ تعریف شیخ نے جالینوس کے مذہب پر لکھی ہو اور جالینوس
سے صحت کی کوئی تعریف منقول نہین ہو انتہی مگر شاید شارح کو کوئی نقل ملگئی ہو جس سے دوسرون کی نظر
قاصر رہی ہو واللہ اعلم) کہ صحت ایک ہیئت ہو جسکی وجہ سے انسان کا بدن اپنے مزاج اور ترکیب مین اس حیثیت
اور کینڈے پر ہو کہ جتنے افعال اُس سے صادر ہون سب صحیح اور سلیم ہون تو اس اعتراض کا یہ جواب ہو
کہ الافعال مین الف اور لام استغراق کے لیے ہو جو تمام افعال کو شامل ہو اور اگر کوئی یہ اعتراض کرے
کہ سلامتی اور صحت دونون ہم معنی ہین پس صحت کی تعریف صحیح نہوگی (کیونکہ تعریف الشئی بنفسہ لازم آتی ہو
اور وہ باطل ہو) تو اسکا یہ جواب ہو کہ سلامتی سے تو لغوی معنی مراد ہین (یعنی تندرستی) اور صحت سے اصطلاحی
معنی مراد ہین (پس) تعریف الشئی بنفسہ لازم نہین آتی صاحب نفیسی نے اس شبہہ کا دوسرا جواب یہ دیا ہو کہ
سلامت افعال جسکے معنی ہین افعال کا تمام آفتون سے محفوظ ہونا یہ ایک محسوس چیز ہو اور صحت مصطلحہ
غیر محسوس ہو اور یہ چونکہ سلامت افعال بہ نسبت صحت مصطلحہ کے ظاہر وا ہویدا تھی اسلیے صحت مصطلحہ یعنی غیر محسوس
کی تعریف سلامت افعال یعنی محسوس چیز سے کی گئی انتہی لیکن اس جواب مین یہ شبہہ ہو کہ آفات سے
خالص ہونا معنی مصدری ہو جو کسی طرح محسوس نہین ہو سکتا البتہ یہ ہو سکتا ہو کہ سلامت افعال سے بدن
کی ظاہری تندرستی مراد لی جائے اور اسوقت مین اسکو محسوس کہسکتے ہین تاہم اسمین ایک شبہہ باقی رہیگا
فتامل) **مؤلف کہتا ہو** مرض بدن کی ایک ہیئت ہو جو صحت کی ضد ہو **مین کہتا ہون** مرض
ایک ہیئت ہو جو صحت کی ضد ہو یعنی بدن کی ایک ہیئت ہو جو بلا واسطہ اس بات کا منشا ہوتی ہو کہ جتنے
افعال بدن سے صادر ہون سب آفت زدہ اور خلل رسیدہ ہون (نفیسی مین ہو کہ مصنف پر یہ شبہہ
نہین وارد ہوسکتا کہ صحت اور مرض دونون کے دونون معرفت اور جہالت مین برابر ہین تو مرض کی
یہ تعریف کرنا کہ وہ ایک ہیئت ہو جو صحت کی ضد ہو ایک شی کی تعریف ہو اُس چیز کے ساتھ جو کہ معرفت
اور جہالت مین اُسکے مساوی ہو مثلاً جو شخص سیاہی اور سفیدی دونون کو نہین جانتا اُس سے
یہ کہنا کہ سیاہی ایک رنگ ہو جو سفیدی کی ضد ہو اُسکو کوئی تشفی نہین دیسکتا بلکہ اور مغلطہ مین ڈالیگا
ہو اور اس شبہہ کے وارد نہونیکی یہ وجہ ہو کہ صحت کی تعریف پہلے معلوم ہو چکی ہو پس تعریف المجہول بالمجہول نہوگی

بلکہ تعریف المجهول بالمعلوم ہوگی ہان یہ شبہہ ضرور وارد ہوتا ہے کہ جب مرض مین تمام افعال کے آفت زدہ ہونیکی شرط ہوئی تو لازم آتا ہے کہ مریض تپ مثلاً مریض نہو کیونکہ اُسکے سب افعال آفت زدہ نہین ہین آور اگر افعال مین کل کی قید نہ لگائی جائے تو اول تو صحت کا مقابلہ صحیح نہوگا دوسرے حالت متوسطہ نہ ثابت ہوگی کیونکہ بعض افعال اسمین بھی مؤف ہوتے ہین انتہٰی یہی شبہہ قریب قریب آگے چلکر شرح مین بھی مذکور ہے فانتظر) اور ضرور ہے کہ آفت افعال محسوس ہو (عام اس سے کہ مریض اُسکا احساس کرے یا طبیب کیونکہ اگر مریض ہی کا احساس معتبر مانا جائے تو مرض سکتہ مین دشواری ہوگی اسلیے کہ سکتہ کی حالت مین مریض کو کوئی حس باقی نہین رہتی بلکہ طبیب حس بصری سے اُسکی شناخت کرتا ہے آور اگر تمام امراض مین طبیب ہی کا احساس معتبر مانا جائے تو مرض قولنج مین دشواری ہوگی کیونکہ اُسکا احساس مریض کے متعلق ہے نہ کہ طبیب کے آور یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے کہ علامات سے کسی مرض کو دریافت کرنا احساس نہین ہے بلکہ ادراک عقلی ہے آور آفت کے محسوس ہونیکی قید اسواسطے لگائی گئی ہے کہ صحت مین سلامت افعال بھی محسوس چیز ہے اور جو قید ایک ضد مین لگائی جاتی ہے وہی دوسری ضد مین بھی معتبر ہوتی ہے) کیونکہ ہیئت کے مرض ہونے مین یہ شرط ہے کہ ضرر افعال محسوس ہو ورنہ تمام لوگ دایم المرض ہونگے اُس شخص کے اعتبار سے جو کہ افضل ہیئت پر ہو (یہ ایک اعتراض ہے اُن لوگون پر جو آفت افعال کے محسوس ہونیکا اعتبار نہین کرتے اعتراض کی تقریر یہ ہے کہ جو شخص اعدل بقاع کا رہنے والا ہو اور تمام انواع اور اصناف کے اعتبار سے معتدل المزاج ہو تو وہ افضل ہیئت پر ہوگا یعنی اُسکی ہیئت مزاجی تمام ہیئتون سے افضل ہوگی اور اسکے ماسوا جتنے آدمی ہین اُنکے افعال اس شخص کے اعتبار سے مؤف ہونگے کیونکہ وہ مفضول الهیئت ہین پس اگر احساس کا اعتبار نہ کیا جائے تو اس اعدل کے سوا تمام لوگ دائم المرض ہونگے اور یہ باطل ہے آور احساس کا اعتبار کر لینے کے بعد یہ خرابی لازم نہین آتی کیونکہ ہر شخص کو آفت افعال کی حس نہین ہوتی لہٰذا کل آدمی مریض نہین ہو سکتے اور ممکن ہے کہ اس اعتراض کا یہ جواب دیا جائے کہ جو شخص ہیئت فاضلہ پر ہے یعنی معتدل المزاج ہے تو اُسکے افعال مین تو قطعاً کوئی آفت نہین ہے نہ محسوس نہ غیر محسوس آور چونکہ بچہ اور بوڑھا اور نقیہ (کمزور اور ناتوان) ہیئت فاضلہ پر نہین ہین اسلیے اُنکے بعض افعال مین ضرر محسوس ہے اور جالینوس کی رائے پر یہ لوگ حالت متوسطہ والے ہین نہ کہ مریض کیونکہ مرض مین اس بات کی قید ہے کہ تمام افعال کا ضرر محسوس ہو اور اس تقدیر پر اعتراض دفع ہوگیا کیونکہ تمام آدمیون کا مریض ہونا ثابت نہین ہوتا آور اس جواب مین

یہ شبہہ ہو کہ جو شخص ہیئت فاضلہ پر ہو اسکی بابت ہم اسقدر تو مانتے ہین کہ اُسمین کوئی آفت محسوس نہین ہو لیکن اسبات کے ثابت کرنیکی ضرورت ہو کہ اُسمین کوئی آفت غیر محسوسہ بھی نہین ہی اور کتاب مین (یعنی مؤلف کے کلام مین) کوئی لفظ ایسا نہین ہو جو اس شرط پر دلالت کرے (یعنی مؤلف کے کلام سے یہ بات نہین نکلتی کہ مرض مین اس بات کی شرط ہو کہ صرف افعال محسوس ہون) **مؤلف کہتا ہو** اور بعض لوگون مین علاوہ صحت اور مرض کے ایک تیسری) حالت (متوسطہ بھی ہوتی) ہو جو نہ صحت ہو نہ مرض (اور یہ حالت) یا (تو) اسوجہسے (پائی جاتی ہو) کہ صحت اور مرض دونون انتہائی درجے مین نہین ہین جیسے کہ بڈھے آدمی کی حالت ہو (یعنی اُسکی حالت ایک متوسط حالت ہو اور اسکا سبب یہ ہو کہ صحت اور مرض دونون اپنے انتہائی درجہ پر نہین ہین کیونکہ اُسکی قوتین گھٹنی شروع ہو گئی ہین اور اُسکی اصلی حرارت غیر اصلی رطوبت سے ڈھکی ہوئی ہو کہ نہ تو اسکے ضعف کی وجہسے اُسکے افعال انتہائی سلامتی پر ہین اور نہ مزاج اور ترکیب کی سلامتی کی وجہسے انتہائی ضرر پر ہین بلکہ اُسکی حالت ایک درمیانی حالت ہو جسکو نہ صحت کہسکتے ہین نہ مرض) اور جیسے کہ بچہ کی حالت (یعنی اُسکی حالت بھی ایک متوسط حالت ہو کیونکہ اُسکی قوتین ابھی کمزور ہین اور اُسکی اصلی گرمی اصلی اور غیر اصلی رطوبتون سے ڈھکی اور چھپی ہوئی ہو) اور جیسے کہ نقیہ کی حالت (کیونکہ اُسکی قوتین مرض کھینچتے کھینچتے اور بیماری کے صدمے اُٹھاتے اُٹھاتے کمزور ہو گئین مگر ترکیب اور مزاج مین سلامتی ہو) اور یا (حالت متوسطہ) اسلیے (پائی جاتی ہو) کہ صحت اور مرض) دونون ایک ہی وقت مین دو عضوون مین جمع ہو جائین جیسے کہ اندھے کی حالت ہو (کیونکہ مرض تو اُسکی آنکھون مین ہو اور صحت باقی اعضا مین لہذا یہ بھی نہ بالکل صحیح ہو نہ بالکل مریض بلکہ اُسکی حالت ایک درمیانی حالت ہو) اور یا (حالت متوسطہ) اسلیے (پائی جاتی ہو) کہ (صحت اور مرض دونون) ایک ہی عضو مین (جمع ہو گئے) ہین (اور یہ تو ہو نہین سکتا کہ ایک ہی جنس مین دونون جمع ہو جائین کیونکہ دو ضدون کا ایک ہی وقت مین ایک ہی جنس مین جمع ہو جانا محال ہو بلکہ) یا تو (یہ دونون جمع ہوئے ہین) دو بعید جنسون مین اسطرح پر کہ صحت تو مزاج مین ہو اور مرض ترکیب مین ہو (آگے چلکر اسکا بیان آئیگا کہ مرض تین جنسون مین ہوتا ہو مزاج ترکیب تفرق اتصال اور انمین سے مزاج اور ترکیب دو بعید جنسین ہین اور کسی جنس کے تحت مین داخل نہین ہین کیونکہ مزاج ایک کیفیت ہو اور ترکیب ایک وضع ہو اور ترکیب کی تحت مین کئی جنسین ہین جنمین سے دو جنسین خلقت اور مقدار ہین بس یہ دونون قریب کی جنسین ہین

کہ ایک جنس یعنی ترکیب کے تحت مین داخل ہین) اَور یا (صحت اور مرض دونون جمع ہون) دو قریب جنسون مین
جیسے کہ وہ شخص کہ پیدائش کے اعتبار سے صحیح ہو اور مقدار کے اعتبار سے مریض ہو (یہ تو اُن دو قریب
جنسون کی مثال ہی جو جنس ترکیب کے تحت مین داخل ہون اور اُن دو قریب جنسون کی جو جنس مزاج کے
تحت مین داخل ہون یہ مثال ہی کہ دونون فاعلی کیفیتین یعنی حرارت اور برودت صحیح ہون اور دونون
یعنے کوئی شخص ان دونون کیفیتون مین صحیح ہو اور منفعلی کیفیتون مین مریض ہو ۱۲ مترجم
منفعلی کیفیتین یعنی رطوبت اور یبوست مریض ہون اَور یا (حالت متوسطہ اسلیے پائی جاتی ہی کہ یہ دونون
کسی شخص مین) دو وقتون مین (پائی گئی ہین) مثلاً وہ شخص جو جاڑے مین یا بڑھاپے مین مریض ہو جاتا ہو
اور گرمی یا جوانی مین صحیح رہتا ہو مین کہتا ہون مؤلف نے (جیسے کہ صحت اور مرض دونون کی تعریف
بیان کی اسطرح) حالت متوسطہ کی تعریف نہین بیان کی کیونکہ اسکی تعریف صحت اور مرض کی تعریف
سے نکل آتی ہی اسلیے کہ (جب یہ معلوم ہو گیا کہ صحت وہ ہیئت بدنیہ ہی جو اس بات کا منشا ہوتی ہی کہ اسکی
موجودگی مین بدن سے جتنے کام صادر ہون سب ٹھیک ڈھنگ سے ہون اَور مرض وہ ہیئت ہی جسکی وجہ سے
بدن کے کل کام بے ڈھنگے صادر ہون تو اس سے لامحالہ) یہ معلوم ہو گیا کہ حالت متوسطہ بدن کی ایک
ہیئت ہی جسکی وجہ سے نہ تو بدن کے کل کام سلامتی کے ساتھ ہون اور نہ کل مؤف ہون یعنی بعضے کام قرینے
سے ہون اور بعضے بے قرینے اَور بعض طبیبون نے حالت متوسطہ کی تعریف کی ہی کہ وہ ایک حالت ہی
جسکی وجہ سے بدن کے کام مقتضائے طبعی سے خارج ہو جائین مگر یہ خروج زیادہ نہو تھوڑا ہو حالت متوسطہ
یعنے اُس کیفیت سے جسکو طبیعت چاہتی ہی ۱۲　یہ بعض طبیبون
کی یہ تعریف تعریف بالمجہول ہی کیونکہ نہین معلوم کہ تھوڑے خروج سے کتنا خروج مراد ہی اسلیے کہ
خروج کی تو کوئی حد نہین ہی (شارح کا یہ اعتراض بالکل ہٹ دھرمی ہی کیونکہ یہ ایک مانی ہوئی بات ہی کہ اگر بدن
کے تمام افعال مؤف ہو جائین تو یہ مقتضائے طبعی سے پورا خروج ہی اور جس وقت تک کہ خروج اس
حد تک نہ پہونچے وہ خروج یسیر ہی اور تعریف کرنیوالے کو اس خروج کی حد مقرر کرنی اسلیے ضرورت
اور مرض کی حد تک جتنے مراتب ہین اُن سب پر حالت متوسطہ کا اطلاق ہو سکتا ہی ۱۲
نہین ہی کہ تعریف مرض سے سمجھنے والے اسکو خود ہی سمجھ سکتے ہین مترجم کے نزدیک اس تعریف اور گزشتہ
تعریف مین اگر کچھ فرق ہی تو صرف عنوان مین اور دونون تعریفون کا مقصود ایک ہی ہی یعنی حالت متوسطہ
اُس حالت کا نام ہی جسکی وجہ سے بعض افعال سلیم صادر ہون اور بعض غیر سلیم پس شارح کا اعتراض
نافہمیِ مقصود پر مبنی ہی واللہ اعلم) اَور شیخ بو علی سینا اس حالت متوسطہ کے منکر ہین لیکن یہ نزاع (یعنی
حالت متوسطہ کے اثبات و انکار مین جالینوس اَور شیخ کا نزاع کرنا) لفظی ہی (نزاع لفظی کے یہ معنی ہین

اگر دو آدمی یا دو فرقے کسی بات مین باہم جھگڑا کرین مگر ایک دوسرے کے مقصود سے واقف نہو اسطرح پر
کہ اگر ایک کو دوسرے کے مقصود پر اطلاع ہو جائے تو نزاع نہ رہے مثلاً ایک شخص یہ کہے کہ لَا اِلٰہَ
اِلَّا اللّٰہُ کلمہ ہو اور دوسرا شخص یہ کہے کہ کلمہ نہین ہو حالانکہ کسی کو کسی کی مراد معلوم نہین ہو پس اگر یہ ظاہر
ہو جائے کہ مثبت نے کلمہ سے کلمۂ شرعیہ مراد لیا ہو اور منکر نے کلمۂ نحویہ تو دونون مین کوئی نزاع نہ رہیگی
اسلیے کہ ظاہر ہو کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کلمہ شرعیہ ہے اور کلمۂ نحویہ نہین ہو بلکہ کلام نحوی ہو اسیطرح کی نزاع حالت
متوسطہ کے اثبات اور انکار کی بھی ہو) کیونکہ اگر مرض کے یہ معنی بیان کیے جائین کہ وہ ایک ہیئت اور حالت
ہو جسکی وجہ سے تمام افعال غیر سلیم صادر ہون تو اس تقدیر پر حالت متوسطہ کا ماننا ضروری ہوگا (کیونکہ
جس ہیئت کیوجہ سے بعض افعال سلیم صادر ہون اور بعض غیر سلیم جیسے کہ بڈھے اور نقیہ وغیرہ کی حالت تو
(جو بیماری جھیل کر اٹھا ہو)
اُسپر نہ صحت کا اطلاق ہو سکتا ہو نہ مرض کا) اور اگر مرض کی یہ تعریف کیجائے کہ وہ ایک ہیئت ہو جسکی
(تو لامحالہ بڈھے کی خاطر سے حالت متوسطہ کو ماننا پڑیگا)
وجہ سے کل افعال کی سلامتی جاتی رہے (اور اسکا تحقق اس تقدیر پر بھی ہو سکتا ہو کہ بعض غیر سلیم ہون کیونکہ
موجبۂ کلیہ کی نقیض سالبۂ جزئیہ ہی) تو اسوقت مین حالت متوسطہ کا انکار ضروری ہوگا (کیونکہ اُسکو مرض
شامل ہی) اور گو ہمارے نزدیک یہ نزاع لفظی ہو تاہم حق یہی ہو کہ حالت متوسطہ کی نفی کی جائے
اسلیے کہ مجذوم اور ابرص اور محموم وغیرہ کے بعض افعال سلیم ہوتے ہین باوجود اسکے اس بات پر
(جذامی کوڑھی [?] جسکو بخار ہو)
لوگون کا قریب قریب اتفاق ہو کہ جذام اور برص اور بخار وغیرہ امراض ہین (اور جو لوگ ان مین مبتلا ہین
وہ مریض ہین حالانکہ جو لوگ حالت متوسطہ کے قائل ہین اُنکے مذہب کی بنا پر یہ لوگ مریض نہین ہو سکتے
بلکہ حالت متوسطہ کے ماننے کی تقدیر پر لازم آتا ہو کہ شاذ و نادر ہی کوئی مریض ہو اور اسکا فساد ظاہر ہو پس
اس بات پر اصطلاح مقرر کرنا کہ لفظ مرض اُس حالت کے لیے مخصوص ہو جسمین تمام افعال مؤف ہون یہ
اُس مقصود کے خلاف ہو جو لفظ مرض سے شائع اور ذائع طور پر سمجھ مین آتا ہو اور محققین کے نزدیک
یہ بہت بڑی خطا ہو اور مؤلف نے اس درمیانی حالت کی دو قسمین بیان کی ہین اور اسکی یہ وجہ ہو کہ تیسری
حالت یا تو اسوجہ سے ہو کہ صحت اور مرض یعنی بمعنی لغوی (یعنی تندرستی و بیماری) بدرجۂ غایت نہین
ہین اور یا اس وجہ سے کہ صحت اور مرض دونون ایک بدن مین موجود ہین اور مؤلف نے اس تقسیم مین صحت
اور مرض سے لغوی صحت اور مرض اسلیے مراد لیے ہین کہ اگر صحت اور مرض اصطلاحی مراد ہون (یعنی وہ
صحت اور مرض جنکی تعریف گذر چکی) تو لازم آتا ہو کہ حالت ثالثہ کی تقسیم (مذکور) فاسد ہو جائے چنانچہ

پوشیدہ نہین ہو (کیونکہ مصنف نے حالت متوسطہ کی ایک قسم یہ بھی بیان کی ہو کہ صحت اور مرض دونون
ایک ہی عضو مین جمع ہو جائین حالانکہ دو ضدون کا ایک ہی محل مین جمع ہونا محال ہی) پہلی قسم کی تین قسمین
ہین جنکی طرف مؤلف نے تین مثالون سے اشارہ کیا ہو اسلیے کہ جس شخص سے صحت اور مرض کا بدرجۂ غایت
منتفی ہوا ہو یا تو اسکی یہ وجہ ہو کہ وہ اس سے قبل مریض رہ چکا ہو یا یہ بات نہین ہو پہلا شخص نقیہ کہلاتا ہو اور
دوسری شق مین یا تو یہ نقصان کسی شخص مین اسوجہ سے پیدا ہوا ہو کہ وہ ایک حصۂ سن سے دوسرے
حصے مین پہونچگیا ہو یہ شخص بوڑھا ہو اور یا یہ نقصان اسواسطے ہو کہ ابھی وہ اپنے سن مین کمال کے درجہ کو
نہین پہونچا اور یہ بچہ ہو اور پہلی قسم کی تقسیم ان تین قسمون کی طرف تمام اقسام کو جامع نہین ہو (کیونکہ اس
تقسیم مین اور اقسام بھی نکل سکتے ہین اسلیے کہ نقصان کے اور بہت سے وجوہ پیدا ہو سکتے ہین) لیکن حصر
مراد بھی نہین ہو اسلیے کہ غرض یہ ہو کہ صحت اور مرض کے انتہائی درجے پر نہونیکی کوئی مثال پیدا کیجائے
اور دوسری قسم بھی کئی قسم پر ہو اسواسطے کہ ایک ہی بدن مین جو صحت اور مرض جمع ہوے ہین تو یا ایک ہی
وقت مین یا دو وقتون مین اور اگر ایک وقت مین جمع ہوے ہین تو یا ایک عضو مین یا دو عضوون مین دو عضوون
مین جمع ہونیکی مثال تو نابینا کی حالت ہو کیونکہ مرض تو اسکی آنکھون مین ہو اور صحت اسکے باقی اعضا مین
ہو اور جسوقت صحت و مرض ایک ہی عضو مین جمع ہون تو یا دو بعید جنسون مین اور یا دو قریب جنسون مین اول
کی مثال تو وہ شخص ہو جو مزاج کے اعتبار سے صحیح ہو اور ترکیب کی جہت سے مریض ہو اسلیے کہ مزاج اور
ترکیب دو بعید جنسین ہین اور دوسری کی مثال وہ شخص ہو جو خلقت کے اعتبار سے صحیح ہو مگر مقدار کی جہت
سے مریض ہو اسلیے کہ خلقت اور مقدار دو قریب جنسین ہین (کیونکہ دونون مقولۂ وضع سے ہین بخلاف مزاج
اور ترکیب کے کہ مزاج مقولۂ کیف سے ہو اور ترکیب مقولۂ وضع سے) اسلیے کہ ترکیب ان دونون کو شامل ہو
(یعنی یہ دونون ترکیب کے تحت مین داخل ہین بخلاف مزاج اور ترکیب کے (کہ یہ دونون کسی مقولہ کے
نیچے داخل نہین ہین) اور صحت و مرض کا ایک بدن مین دو وقتون مین جمع ہونا یا تو فصلون کے اعتبار
سے ہو اور یا عمرون کے اعتبار سے اول کی مثال تو وہ شخص ہو جو گرمیون مین تندرست رہتا ہو اور جاڑون
مین بیمار ہو جاتا ہو یا بالعکس اور اسکے معنی یہ ہین کہ اُسکے لیے ایک ایسا مزاج ہو جسکو ایک فصل موافق ہو
جسمین وہ تندرست رہتا ہو اور دوسری فصل اُسکے مزاج کے مخالف ہو جسمین وہ بیمار ہو جاتا ہو اور
اسمین شرط یہی ہو کہ یہ صحت اور مرض اُسکے مزاج ہی کی وجہ سے ہو یعنی مزاج اُسکی علت ہو (یہ ایک اعتراض کا

جواب ہو جسکی یہ تقریر ہو کہ تمھارا یہ کہنا کہ صحت اور مرض کا دو وقتون مین جمع ہونا حالت ثالثہ کی قسم ہو اس بات کو چاہتا ہو کہ دنیا مین نہ کوئی صحیح ہو اور نہ کوئی مریض ہو اسلیے کہ دنیا مین جتنے آدمی ہین اُنکی یہی حالت ہو کہ کبھی وہ مریض رہتے ہین اور کبھی صحیح تو چاہیے کہ سب حالت متوسطہ مین داخل ہون اور جواب کی یہ تقریر ہو کہ حالت ثالثہ مین داخل ہونیکے لیے صرف اسیقدر کافی نہین ہو کہ ایک وقت مین مرض ہو ایک وقت مین صحت بلکہ اُسکے اقسام مین داخل ہونیکے لیے یہ شرط ہو کہ اُس شخص کا مزاج اور اُس شخص کی ترکیب اس بات کی مقتضی ہو کہ کسی فصل یا کسی سن مین اُسکی صحت کا زوال ہو جایا کرے اور اُسکے مزاج مین اسکی استعداد ہو پس اگر یہ شخص اس قسم کی تدابیر بہم پہونچالے جنکی وجہ سے اُسکے مزاج کی اصلاح ہو جائے اور اتفاق سے وہ اُس فصل یا اُس سن مین بیمار نہو تو اس اصلاح کی وجہ سے وہ حالت ثالثہ کے اقسام سے باہر نہو جائیگا ہان اگر یہ استعداد ہی بالکلیہ اُسکے مزاج سے جاتی رہے تو البتہ حالت متوسطہ کے اقسام مین اسکا شمار نہوگا) اور دوسری قسم کی مثال وہ شخص ہو جو جوانی کی عمر مین تندرست رہے اور بوڑھاپے مین بیمار ہو جائے یا بالعکس اور اسمین بھی وہی شرط معتبر ہو جو پہلی قسم مین معتبر تھی یعنے جہان صحت اور مرض کا اجتماع فصلون کے اعتبار سے ہو (اور وہ شرط یہی ہو کہ مزاج اس تغیر کی علت ہو)

مؤلف کہتا ہو جتنے امراض ہین یا مفرد ہین یا مرکب **مین کہتا ہون** مرض کا تحقق یا تو اسطریقے پر ہوگا کہ (دو مرض یا) چند امراض اسطریقے پر جمع ہو جائین کہ سب کے ملنے سے ایک مرض پیدا ہو جائے (جسکا خاص نام اور خاص علاج ہو) اور اُسکے کسی جزپر یہ بات صادق نہ آئے کہ یہ وہی مرض ہو یا ایسا نہوگا پہلے کا نام مرض مرکب ہو اور دوسرے کا مرض مفرد یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہو کہ مرض مرکب مین وحدت سے یہ غرض نہین ہو کہ جتنے امراض اس مرض مرکب کے اجزا ہین وہ سب معدوم ہو جائین اور نہ یہ غرض ہو کہ ہر مرض نے دوسرے کی صورت اختیار کر لی ہو بلکہ یہ مراد ہو کہ سب امراض اپنی اپنی حالت پر باقی ہین لیکن مجموع امراض سے ماورا ان سب امراض کے ایک اور حالت پیدا ہو گئی ہو) مرض مرکب کی مثال ورم ہو کیونکہ یہ ایک مرض ہو کہ تین امراض سے مرکب ہو اوّل تو مزاج مادی کی خرابی اور فساد اسلیے کہ ورم کا پیدا ہونا اس بات پر موقوف ہو کہ ایک ایسا مادہ پایا جائے جو مستعد اور قابل ورم ہو ورنہ ورم نہوگا باوجود اسکے ورم پیدا ہونیکے لیے مادہ کا متعفن ہونا بھی ضروری ہو (آملی نے لکھا ہو کہ اگر مادہ مین عفونت نہو گی تو ورم نہوگا) اور مادہ کی عفونت عضو کے سوء مزاج کو چاہتی ہو

لفظ تین آ ماس ۱۲ غیاث

اور دوسرا جز ترکیب کا مرض ہو اسلیے کہ بغیر اسکے کہ شکل و مقدار مین کوئی آفت یا خلل پہونچے ورم نہین
پیدا ہو سکتا اور تیسرا مرض تفرق اتصال ہو (تفرق اتصال کے یہ معنی ہین کہ ملے ہوے اجزا متفرق
اور پریشان ہو جائین اور اپنی جگہ کو چھوڑ دین اور اس لفظ کا استعمال زیادہ تر اصطلاح اطبا مین زخم و
جراحت مین ہو) اسلیے کہ مادی مین بدون اسکے ورم نہین پیدا ہو سکتا کہ وہ عضو کے اتصال کو باطل
کر دے یہان تک کہ اپنے لیے جگہ تلاش کرے اور ان تینون امراض مین سے کسی مرض کا نام ورم
نہین ہو (یعنی ان تینون امراض کے مجموعے سے نہین سے کوئی بھی ورم نہین ہو ایک مرض پیدا ہوتا ہو
جسکا نام بھی معین ہو یعنی ورم اور علاج بھی معین ہو جو کسی جز کا علاج نہین ہو سکتا بعض لوگون نے
اس مقام پر ایک عجیب بات لکھی ہو وہ لکھتے ہین کہ ورم کیلیے سوء مزاج کی ضرورت نہین ہو اسلیے کہ جسوقت
بلغم اور صفرا حرارت اور رطوبت اور یبوست مین معتدل ہون اور انسے ورم پیدا ہو تو یہان سوء مزاج
نہو گا انتہی کیونکہ جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ ورم بغیر عفونت مادہ کے نہین پیدا ہو سکتا اور کھلی ہوئی
بات ہو کہ حالت اعتدال مین عفونت پیدا ہو نہین سکتی تو سخت تعجب ہو کہ بلغم اور صفرا کے معتدل ہونیکی
حالت مین کسطرح ورم پیدا ہو گا) اور مرض مفرد کی مثال حمی یومیہ ہو مولف کہتا ہو مرض مفرد یا تو پہلے
پہل اعضاے مفردہ کو عارض ہو گا (یعنی ان اعضا کو جو اجزا کے اعتبار سے متشابہ ہین اور بواسطہ
اعضاے مفردہ کے اعضاے مرکبہ کو عارض ہو گا اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہو کہ اعضاے مرکبہ کو نہین
عارض ہوتا جیسے کہ مثلاً پٹھے مین حرارت پیدا ہو بغیر اسکے کہ اس ہاتھ مین بھی حاصل ہو جسمین وہ پٹھا ہو)
اور یہ سوء مزاج کے امراض ہین اور یا اسکا عروض پہلے پہل مرکب اعضا کو ہو گا اور یہ ترکیب کے امراض ہین
اور یا اسکا عارض ہونا ان دونون مین سے ہر ایک کے لیے ممکن ہو گا اور یہ تفرق اتصال کے امراض
ہین مین کہتا ہون مرض مفرد کی تین قسمین ہین سوء مزاج مرض الترکیب تفرق اتصال اور ان
تین قسمون مین منحصر ہونیکی یہ وجہ ہو کہ عضو یا مفرد ہو یا مرکب پس مرض مفرد یا تو ان دونون سے کسی
ایک کے ساتھ خاص ہو گا یا دونون کو شامل ہو گا خاص ہونیکی صورت مین یا تو عضو مفرد کے ساتھ
خاص ہو تو اسکا نام سوء مزاج ہو (اس مرض کو سوء مزاج اسواسطے کہتے ہین کہ اعضاے مفردہ کے
مزاجون مین واقع ہوتا ہو اور اس کیفیت مزاجیہ کو متغیر کر دیتا ہو جو ان اعضا کو حاصل ہو اور اسکو مرض متشابہ الاجزا
بھی کہتے ہین اور یہ نام حقیقت مین اسکے محل کا ہو کیونکہ اسکا محل عضو مفرد ہو اور عضو مفرد کا نام عضو متشابہ الاجزا

بھی ہو تو گویا اس مرض کو متشابہ الاجزا کہنا از قبیل تسمیۃ الحال باسم المحل ہو اور امراض سوء مزاج کو اور قسام پر اسلیے مقدم کیا کہ اُنکا محل بسیط ہو اور بسیط مرکب پر مقدم ہوتا ہی) اور یا مرکب کے ساتھ خاص ہو تو اسکا نام مرض الترکیب ہو (کیونکہ اسکا تعلق ہیئت ترکیب سے ہوتا ہی) اور یا مفرد اور مرکب دونون کو شامل ہوگا اسکا نام مرض تفرق اتصال ہو اور چونکہ اختصاص کی تفسیر کرنا بھی ضروری ہو لہذا ہم کہتے ہین کہ عضو مفرد کے ساتھ سوء المزاج کے خاص ہونیکے یہ معنی ہین کہ یہ مرض عضو مرکب کو پہلے پہل عارض نہو سکے کیونکہ جب پہلے پہل عضو مفرد کو نہ عارض ہو تو مرکب کو کیسے عارض ہو سکتا ہو اسواسطے کہ یہ بات محال ہو کہ مجموعہ کا مزاج تو اعتدال سے خارج ہو اور اُسکے جتنے اجزا ہین وہ سب معتدل ہون اسلیے کہ مزاج ایک پھیر جانیوالی کیفیت ہو جو کسی خاص حصے کے ساتھ قائم نہین ہو سکتی ہان یہ ممکن ہو کہ پہلے مفرد کو عارض ہو لے اُسکے بعد مرکب کو عارض ہو اور اسی لیے ہمنے عارض ہونیمین پہلے پہل کی قید لگائی ہو اور اسی سے یہ بات بھی معلوم ہو سکتی ہو کہ مرکب کے ساتھ جو مرض الترکیب خاص ہو اُسکے کیا معنی ہین اور مرض تفرق اتصال کے عام ہونیکے یہ معنی ہین کہ وہ مفرد اور مرکب مین سے ہر ایک کو پہلے پہل عارض ہو سکتا ہو اسکا عضو مفرد کو پہلے پہل عارض ہونا تو ایک ظاہر بات ہو کیونکہ مثلاً پٹھا اور ہڈی اور باقی اعضاے مفردہ ان سب کا تفرق اتصال ممکن ہو اور مرکب کو اسکے عارض ہونیکی یہ مثال ہو کہ مثلاً کوئی عضو اپنے جوڑ پر سے اُکھڑ جائے بغیر اسکے کہ کسی عضو مفرد کے اتصال کا تفرق ہو اور اس اُکھڑ جانیکی یہ وجہ ہو کہ رطوبت کے غالب آجانیکی وجہ سے اسکا بندھن ڈھیلا ہو جائے بغیر اسکے کہ کسی عضو مفرد مین تفرق اتصال پیدا ہو پس دیکھیے کہ جوڑ کو تفرق اتصال عارض ہوا اور کسی عضو مفرد کو تفرق اتصال نہین عارض ہوا اور اس تفرق اتصال کو انحلال الفرد بھی کہتے ہین (کیونکہ یہ مرض عضو کی فردیت اور وحدت اتصالی کو باطل کر کے اُسمین کثرت انفصالی پیدا کر دیتا ہی) **مؤلف کہتا ہو** مزاج کی وہ آٹھ صورتین جنمین وہ اپنے اعتدال سے باہر ہو جاتا ہو وہی امراض سوء المزاج ہین اور وہ ساذج ہین یا مادّی اور امراض مادی یا مجاور ہین یا مداخل اور مجاور یا مورّم ہین یا غیر مورّم (ان سب الفاظ کی تحقیق شرح مین آتی ہو فانتظر) مین کہتا ہون سوء المزاج سے یہ مراد ہو کہ مزاج مین ایک کیفیت پیدا ہو جائے جو اعتدال سے خارج ہو مثلاً اُسمین مقدار معتاد سے زیادہ حرارت پیدا ہو جائے یا برودت یا رطوبت یا یبوست اور اسکی آٹھ قسمین ہین جنمین سے چار تو مفرد ہین (حار بارد رطب یابس) اور چار مرکب ہین (حار یابس حار رطب

باردیابس بارد و رطب) اور یہ آٹھون قسمین بحث مزاج مین معلوم ہو چکی ہین اور ان آٹھون قسمون مین سے
ہر ایک کی دو قسمین ہین ساذج اور مادی پس یہ سولہ قسمین ہوئین (حار ساذج مثلاً وہ بخار جو آفتاب کی
گرمی پہونچنے سے بدن مین پیدا ہو جائے حار مادی مثلاً وہ بخار جو اخلاط کے تعفن اور سخونت سے پیدا ہو
بارد ساذج مثلاً زیادہ سردی پاجانیکی وجہ سے بدن اینٹھ جائے بارد مادی مثلاً فالج سے بدن کی ایک
شق بیکار ہو جائے رطب ساذج مثلاً حرارت غریزی کے کم ہونیکی وجہ سے رطوبت خارجی غالب آجائے
اور اعضا مین فرو ہشتگی پیدا ہو جائے رطب مادی مثلاً کسی رطب مادہ کی وجہ سے اعضا ڈھیلے ہوجائین
یابس ساذج مثلاً تمام بدن مین تشنج استفراغی پیدا ہو جائے یابس مادی مثلاً آخر سن مین جذام پیدا
ہو جائے حار یابس ساذج مثلاً صداع احتراقی حار یابس مادی مثلاً حمی صفراوی حار رطب ساذج
مثلاً یہ کہ گرم ترپانی مین زیادہ بیٹھنے سے جو خاص کیفیت پیدا ہو جاتی ہو حار رطب مادی مثلاً حمی
دمویہ بارد یابس ساذج مثلاً زیادہ جاگنے اور سرد و خشک دواؤن کے استعمال کرنے سے دماغ مین
خشکی کا پیدا ہو جانا بارد یابس مادی مثلاً اوائل مین جذام کا ہو جانا بارد رطب ساذج مثلاً بعض مخدرات
کے استعمال کرنے سے بدن مین ایک کیفیت خاصہ کا پیدا ہو جانا بارد رطب مادی مثلاً استسقا لحمی) اور ساذج
سے مراد وہ کیفیت ہو جو بدن مین پیدا ہو جائے مگر نہ اس خلط کی وجہ سے جو اس کیفیت سے متکیف ہو اور بدن
مین اس کیفیت کے پیدا ہو جانیکا باعث ہو جیسے کہ اس شخص کے بدن کی حرارت جو دھوپ مین
دیر تک بیٹھا ہو بدون اسکے کہ اسکے کسی خلط مین حرارت پیدا ہو جائے (اور اسکے ذریعے سے بدن مین
حرارت پیدا ہو جائے) اور مادی سے وہ کیفیت مراد ہو جو بدن مین کسی ایسے خلط کی وجہ سے پیدا ہو جائے
جو اس کیفیت سے متکیف ہو مثلاً بدن مین کسی خلط کے گرم ہو جانیکی وجہ سے بخار پیدا ہو جائے
اور سولھون اقسام کی مثالین بڑی بڑی کتابون مین مذکور ہین اگر کوئی شخص اعتراض کرے کہ جب
مادی کی وہ تعریف ہوئی جو تمنے ذکر کی اور ہر خلط مین فی نفسہ دو کیفیتین ہوتی ہین تو مادی وہی ہوگا جس مین
دو کیفیتین پیدا ہون اور اس تقدیر پر) کوئی ایسا سوء المزاج نہ پایا جائیگا جو مفرد مادی ہو (یعنی جسمین خلط کی
صرف ایک کیفیت پیدا ہو) تو اسکا یہ جواب ہو کہ ممکن ہو کہ مثلاً خون کی حرارت بڑھ جائے لیکن اسکی
رطوبت نہ بڑھے خواہ کسی دوا کی وجہ سے خواہ کسی غذا کی وجہ سے خواہ کسی اور خلط کی وجہ سے جو اسکی رطوبت
مین تعدیل پیدا کردے پس اسوقت مین سوء مزاج کی نسبت اس خلط کی حرارت کی طرف کی جائیگی

نرکہ اُسکی رطوبت کی طرف (اور یہی سوءِ مزاج مفرد مادی ہی) اور سوءِ مزاج مادی یا تو اس طریقے پر ہوگا
کہ صرف عضو کے سطح ظاہری یا باطنی کے ساتھ مادہ کا لگاؤ ہو یا یہ کہ مادہ عضو کے اندر نافذ ہو اول کا
نام تو مجاور ہی اور دوسرے کا نام مداخل (اور نافذ) ہی اور جو نافذ ہی یا تو وہ عضو کے اتصال کو باطل کرکے
اُسکے اجزا مین وہ کشادگی پیدا کردے جو پہلے نہ تھی یا ایسا نہ کرے جو نافذ مادہ اتصال عضو کو باطل
کردے اُسکا نام مورم ہی اور جو ایسا نہ کرے اُسکا نام غیر مورم ہی **مؤلف کہتا ہی** ترکیب کے متعلق
چار مرض ہین امراض خلقت امراض مقدار امراض عدد امراض وضع (امراض خلقت تو وہ ہین جو
اعضا کی ہیئتون اور تخطیطی صورتون مین واقع ہون اور امراض مقدار وہ ہین جو اعضا کی صورتون مین
اُنکے بڑے چھوٹے ہونیکی جہت سے واقع ہون اور امراض عدد وہ ہین جو اعضا کی صورتون مین
ضروری عددون کی جہت سے واقع ہون اور امراض وضع وہ ہین جو اعضا کو اپنے محل مین ہونے کی
جہت سے اور اس جہت سے واقع ہون کہ اُنکو اپنے قریب کے اعضا سے کیا نسبت ہونی چاہیے)
مین کہتا ہون امراض ترکیب کی یہی چار قسمین ہین کیونکہ استقرار سے یہ بات معلوم ہوچکی ہی کہ جسوقت
اعضا اپنی خلقت اور مقدار اور عدد اور وضع مین اُس حالت پر ہونگے جسپر کہ اُنکو ہونا چاہیے تو امراض ترکیب
سے صحیح وسالم ہونگے اور جسوقت کہ اُس حالت پر نہونگے تو مریض الترکیب ہونگے (صحیح ہونے مین
ترکیب کی قید اسواسطے لگائی جاتی ہی کہ جسوقت اعضا اشیاء مذکورہ مین مناسب حالت پر ہون تو یہ ضرور
نہین ہی کہ وہ ہر طرح سے صحیح وسالم ہون کیونکہ ممکن ہی کہ ایسے عضو کو مرض سوء المزاج عارض ہو ہان
یہ ضرور ہی کہ وہ ترکیب کے اعتبار سے البتہ صحیح ہوگا) **مؤلف کہتا ہی** امراض خلقت چار ہین **مین
کہتا ہون** امراض خلقت کی چار قسمین ہین امراض شکل امراض مجاری امراض تجاویف امراض
سطوح اعضا اور ان چار قسمون مین امراض خلقت کے منحصر ہونیکی یہ وجہ ہی کہ استقرار سے معلوم ہوچکا
ہی کہ جسوقت عضو اپنی شکل اور مجاری اور اوعیہ اور سطح مین اُس حالت پر ہوگا جسپر کہ اُسکو ہونا چاہیے تو
وہ اپنی خلقت مین صحیح ہوگا ورنہ مریض اور یہان بھی صحت مین خلقت کی قید اسواسطے لگائی ہی کہ جب
عضو اپنی شکل اور مجری اور وعا (ظرف) اور سطح مین مناسب حالت پر ہو تو یہ لازم نہین ہی کہ ہر حیثیت سے صحیح ہو
بلکہ جائز ہی کہ مزاج یا مقدار یا وضع یا عدد مین مناسب حالت پر نہو) **مؤلف کہتا ہی** شکل کے امراض
جیسے چپٹا سر اور یاتح افرسہ (کنڑاپن) **مین کہتا ہون** شکل وہ ہی جسے ایک حد یا کئی حدین گھیرے ہون

جسکو ایک حد گھیرے ہو اسکی مثال تو کرہ ہے اور جسکو کئی حدین گھیرے ہون اُسکی مثال مثلث ہے اور شکل کا
مرض یہ ہے کہ اُسمین مجرائے طبعی کے خلاف ایک ایسا تغیر پیدا ہو جائے جس سے صاحب شکل کے افعال
مین کوئی آفت پیدا ہو جائے (اگر فعل مین کوئی آفت نہ پیدا ہو تو مرض نہو گا) اور مولف نے مرض شکل
کی دو مثالین دی ہین ایک تو پیدایشی ہے اور دوسری وہ جسکو پیدایش سے تعلق نہین پہلی مثال تو
چٹپا سر ہے جاننا چاہیے کہ سر کی شکل طبعی یہ ہے کہ گول ہو اور دونون جانب سے تنگ ہو گولائی تو
اسواسطے کہ آفتون کے قبول کرنے سے دور رہے اور جانبین سے تنگ ہونا اسلیے کہ اُسکے لیے آگے
سے اور پیچھے سے دو بلندیان ہون تاکہ جس طول کی ضرورت ہے وہ پیدا ہو جائے ورنہ جو البنے پٹھے
اُسمین ہین ایک دوسرے کے مزاحم ہونگے (شیخ نے کھوپڑی کی تشریح مین لکھا ہے کہ شکل طبعی کھوپڑی
کی گول ہے دو منفعتون کی وجہ سے ایک منفعت بنظر اشیاے داخلی کے ہے وہ منفعت یہ ہے کہ شکل مستدیر مساحت
اندرونی مین بڑی ہوتی ہے بہ نسبت اشکال مستقیمۃ الخطوط کے جسوقت احاطہ یعنی دور دونون کا برابر ہوا ور
جب مساحت اُسکی بڑی ہوئی تو اسکے اندر بڑی چیز کے سمانیکی گنجائش بھی ہوگی دوسری منفعت بہ نسبت امر
خارجی کے یہ ہے کہ شکل مستدیر پر صدمہ چوٹ وغیرہ کا بوجہ مصادمت کے بہت کم پہونچتا ہے اسواسطے کہ
اُسمین قلت مصادمت ہوتی ہے بہ نسبت شکل مستقیمۃ الخطوط کے کہ جسمین زاویہ مستقیمہ پیدا ہو۔ کھوپڑی
گول بھی ہے اور طولانی بھی اُسکا فائدہ یہ ہے کہ منابت اعصاب دماغی طولانی وضع رکھتے ہین اور یہی
وضع اُنکے واسطے واجب ہے تاکہ اُنمین تنگی اور بھچاؤ واقع نہو۔ کھوپڑی کیواسطے دو برآمدے آگے پیچھے ہین
تاکہ دونون جانب سے جسقدر پٹھے اُترے ہین وہ بحال مناسب باقی رہین اور اسی شکل کیواسطے تین درزین
حقیقی ہین اور دو کاذب حقیقی دو درزون مین سے ایک درز مشترک ہے پیشانی کے ساتھ بشکل قوس جسکی
صورت اسطرح ہے ⌒ اور اُسکا اکلیل نام ہے اور ایک درز طول سر کی منقسف ہے وہ مستقیم ہے اُسکو سہمی
کہتے ہین اور جب اسکا اتصال اکلیل سے اعتبار کیا جائے اُسکو سفودی کہتے ہین اُسکی صورت ایسی ہے
کہ جیسے کسی قوس کے بیچ مین اوپر کی جانب ایک خط مستقیم بشکل عمود کے واقع ہو باین صورت ⊥۔
اور تیسری درز مشترک ہے درمیان سر کے پیچھے سے اور اُسکے قاعدے مین اسکی شکل ایسی ہے کہ جیسے کسی
زاویہ سے کنارا سہم متصل ہو اُسکو درز لامی کہتے ہین اسواسطے کہ یونانیون کے لام سے کتابت مشابہ
ہے بایں صورت ⋀ اور دو درزین کاذب طول مین سر کے بطور موازات سہم کے دونون جانب سے

واقع ہین اور ہڈی مین سر کے پیوست نہین ہوگئی ہین اسواسطے اُنکا قشر مین نام ہر اور جسوقت حقیقی تینون
درزون سے ملتی ہین اُنکی شکل ایسی ہوتی ہو ◠ یہ شکل طبعی تام الدروز ہو لیکن سر کی شکلین غیر طبعی تین ہین
پہلی یہ ہو کہ دو برآمدون مین سے پیش سر برآمدہ نہو اسمین درز اکلیلی نہین ہوتی ہو دوسری شکل غیرطبعی یہ ہو کہ بجانب پشت
سر کے برآمدہ نہو اسمین درز لامی نہین ہوتی تیسری شکل غیرطبعی یہ ہو کہ دونون برآمدے نہون اور مثل کرہ
کے گول ہو کہ جسکا طول و عرض برابر ہو افضل اطبا جالینوس نے کہا ہو کہ جسمین ابعاد برابر ہون عدل قسمت
اسکا مقتضی ہو کہ اُسمین قسمت درزونکی برابر ہو اور چونکہ شکل طبعی مین قسمت درزونکی اسطرح پر تھی کہ طول مین
ایک درز تھی اور عرض مین دو اب یہان چاہیے کہ طول مین ایک درز ہو اور عرض مین بھی ایک درز ہو اور
درز عرضی وسط عرض مین ہو ایک کان سے دوسرے کان تک جیسے درز طول وسط طول مین ہو فاضل
جالینوس کہتا ہو کہ چوتھی شکل غیرطبعی سر کی نہین ہوسکتی کہ مثلاً طول کم ہو عرض سے اسواسطے کہ طول عرض سے
جب ہی کم ہوگا جبکہ کوئی بطن بطون دماغ سے کم ہو یا جرم دماغ کسیقدر کم ہو اور یہ فرض مخالف حیات اور
مانع صحت ترکیب ہو مقدم اطبا بقراط نے بھی اصابت رائے کی ہو اسلیے کہ سر کی چار ہی شکلین تجویز کی ہین
ایک طبعی اور تین غیرطبعی اس مسئلہ کو خوب سمجھنا چاہیے انتہی کلامہ) اور سر کا چپٹاپن یہ ہو کہ اُسکی یا تو ایک بلندی
نہو یا دونون نہون اور بلندی کے نہونے مین یہ خرابی ہو کہ جو بطن (مقدم یا مؤخر) اُسکی ناقص اونچائی سے
متصل ہوگا وہ تنگ ہوگا اور تنگی مین یہ خرابی ہو کہ اُس بطن کی قوت کم ہو جائیگی اور جس سر مین دونون
اُٹھان نہون وہ تو بہت ہی بُرا ہو کیونکہ اسوقت سر چوگوشیہ ہو جائیگا اور ایسا سر کئی وجہ سے ردی ہو اول
تو اسلیے کہ گوشے رکھنے کی وجہ سے معرض آفات مین ہوگا (کیونکہ گوشے کے اُسطرف کوئی ایسی چیز نہین
ہو جو صدمون کی برداشت پر اُسکی تقویت کرتی رہے اور اسی لیے گوشہ دار جسم کے گوشون پر آفت پہلے
پہنچتی ہو اور گرو ہی شکل کی سب جانبین برابر ہوتی ہین اور اُسکی کوئی جہت آفت کے عارض ہونے مین
دوسری جہت کے اعتبار سے اولی نہین ہوتی) اور دوسری وجہ یہ ہو کہ دماغی پٹھون کے اُگنے کے
مقامات تنگ ہونگے (کیونکہ دماغ کی لنبان مین ہر ایک جوڑ کا مرتبہ دوسرے جوڑ کے پیچھے ہوتا ہو
اور یہ پٹھے سات جوڑ ہین پس وہ اس بات کے محتاج ہین کہ اُنکے اُگنے کے مقامات لانبے ہون اور
اگر ایسا نہوگا) تو بعضے پٹھے بعضون کے مزاحم ہونگے اور تیسری وجہ یہ ہو کہ اس قسم کے سر مین اُسقدر
جوہر دماغ کی گنجائش نہوگی جسکی نفسانی قوتون کے تصرفات اور پٹھون کے اُگانیکے لیے ضرورت ہو

دقیقی مین ہو کہ اس قسم کے سر مین نہ تو جوہر دماغ کی سمائی ہوگی اور نہ اسقدر روح کی کہ جسقدر درکار ہوتی ہو کیونکہ جن دو جسمون کے محیط آپسمین برابر ہوتے ہین تو اُنمین کا گول جسم ناپ مین دوسرے جسم سے زیادہ ہوتا ہو اور سر مین گنجایش نہونیکی تقدیر پر افعال نفسانیہ مین خلل واقع ہو جاتا ہو) اور چوتھی وجہ یہ ہو کہ اوپر کے جبڑے کی صورت اُس نہر کی طرح مسطح ہونے پر مائل ہوگی اور اس تقدیر پر نیچے کے جبڑے پر اچھی طرح نہ بیٹھیگا جس سے چبانے کے فعل مین خلل واقع ہوگا اور پانچوین وجہ ہو کہ تالو کی لنبان اس قسم کے سر مین چھوٹی ہوگی اور زبان شایستہ دورہ کرنے پر قادر نہوگی اور اس مین یہ خرابی ہوگی کہ حروف صاف طور پر زبان سے نہ ادا ہونگے اور دوسری مثال ریاح افرسہ ہو اور اُسکے یہ معنی ہین کہ پٹھہ کی گڈیان اپنی جگہ سے سرک جائین اُن ریاح کی وجہ سے جو اُنکے نیچے بند ہین اور اُن گڈیون مین شدت سے کھنچاؤ کرتے ہین اور اس مرض کا شکل کے امراض مین سے ہونا اور کام مین خارج ہونا کھلی ہوئی بات ہو اور محتاج بیان نہین ہو **مؤلف کہتا ہو** مجرون کے امراض (مجری عضو کے اندر کے اُس خول کو کہتے ہین جو ایسی چیز کو گھیرے ہوئے ہو جو متحرک ہو اور ایک عضو سے دوسرے عضو تک نافذ ہو خواہ یہ چیز کثیف ہو جیسے اخلاط اربعہ خواہ لطیف جیسے روح اور نفس اور امراض مجاری تین طرح پر ہوتے ہین کیونکہ مجاری مین امراض کا پیدا ہونا) یا تو اسطرح (ہوگا) کہ کشادہ ہو جائین جیسے کہ (ثقبہ عنبیہ کا) انتشار ہو یا یہ کہ تنگ ہو جائین جیسے کہ سانس کی آمد و رفت کے مجرے کا تنگ ہو جانا یا یہ کہ بند ہو جائین جیسے کہ پتے کے مجرے کا بند ہو جانا **مین کہتا ہون** مجرون کے امراض تین قسم کے ہوتے ہین کیونکہ وہ یا تو کشادہ ہو جاتے ہین مگر نہ اسوجہ سے کہ جس عضو کا وہ مجری ہو اُسکا جرم بہ نسبت سابق کے بڑھ گیا ہو یا تنگ ہو جاتے ہین مگر نہ اسلیے کہ ذو المجری کا جرم چھوٹا ہو گیا ہو یا بند ہو جاتے ہین پہلے مرض کی مثال تو یہ ہو کہ مثلاً نظر مین انتشار پیدا ہو جائے اور اُسکی یہ وجہ ہوتی ہو کہ آنکھ کا ثقبہ عنبیہ پھیل جاتا ہو اور انتشار نظر یعنی کشادگی ثقبہ مرض اسلیے ہو کہ یہ ثقبہ روح (باصرہ) کا مجرا ہو اور اسکی آفت یہ ہو کہ اگر ثقبہ بہت زیادہ پھیلجاتا ہو تو دکھائی دینا بالکل موقوف ہو جاتا ہو اور اگر کم پھیلتا ہو تو چیز اپنی اصلی ہیئت پر نظر نہین آتی بلکہ چھوٹی معلوم ہوتی ہو اور اسیطرح جب یہ ثقبہ سمٹ جاتا ہو تو ہر چیز اپنی اصلی صورت سے بڑی معلوم ہوتی ہو اور ان باتون کا یہ سبب ہو کہ مجری کا زیادہ پھیل جانا اسکا باعث ہوتا ہو کہ روح (باصرہ) تخلخل زیادہ ہو جائے اس ضرورت سے کہ تمام جگہ کو گھیر لے تاکہ خلا نہ لازم آئے اور جب یہ روح مین

تخلخل بعید ہو جائیگا تو روح کا وہ اصلی قوام جسکی وجہ سے (ثقبۂ عنبیہ مین) صورت چھپتی ہر جاتا رہیگا (یعنی
روح کا قوام رقیق ہوتے ہوتے محض ہوائیت پیدا ہو جائیگی اور اسیکو اندھاپن لازم ہی) اور اگر ثقبہ
پھیلے تو سہی مگر نہ اسقدر (جسقدر کہ پہلی شق مین مراد ہی) تو روح مین تخلخل بھی کم ہوگا اور تخلخل و رقت قوام روح
اسحد تک نہ پہونچیگا کہ روح صورت کو نہ قبول کر سکے (بلکہ وہ صورت کے قبول کر لینے کی صالح ہوگی اور اُسپر
شبح پڑ سکیگی) پس جسوقت اُسپر شبح واقع ہو اور تقاطع صلیبی تک جائے (قوت باصرہ کے محاذی) تو قاسر کے
نہونیکی وجہ سے ضروری ہی کہ اپنی مقدار طبعی کی طرف لوٹ آئے اور اس وقت مین واجب ہی کہ اُسکا حجم
کم ہو جائے (کیونکہ اُسکے حجم کے بڑھ جانیکی یہ وجہ تھی کہ ثقبہ کے زیادہ فراخ ہونیکی وجہ سے اسمین تخلخل زیادہ
ہو جاتا تھا اور یہان ایسا نہین ہی لہذا اُسکا حجم کم ہوگا) پس جو شبح اُسپر واقع ہوگی چھوٹی ہوگی اسلیے ہر چیز
اپنی اُس اصلی ہیئت سے جو کہ قوام روح اور ثقبہ کے معتدل ہونیکے وقت معلوم ہوتی ہی چھوٹی نظر آئیگی اور جبکہ
ثقبہ تنگ ہو جاتا ہی تو روح بھی بلحاظ تنگی مکان متکاثف اور مجتمع ہو جاتی ہی کیونکہ اگر مجتمع نہوتی تو تنگ ثقبہ
مین کیسے آسکتی) پس جسوقت اُسپر شبح واقع ہوگی اور موضع تقاطع تک جائیگی تو قاسر کے نہونیکی وجہ سے
پھیل جائیگی یعنی اپنی مقدار طبعی کی طرف لوٹ آئیگی اسلیے جو شبح اُسپر واقع ہوگی بڑی ہوگی اور اپنی اصلی
ہیئت سے بڑی نظر آئیگی اور امراض مجاری کی دوسری قسم اُنکا تنگ ہو جاتا ہی جیسے کہ مجاری نفس کا تنگ
ہو جانا جیسے کوتاہ دمی کی حالت ہی اور اسکا نقصان ظاہر ہی کیونکہ جو شخص اسمین مبتلا ہوتا ہی اُسکو بغیر جلدی
جلدی سانس لینے کے کوئی چارہ کار نظر نہین آتا اور تیسرا مرض مجری کا بند ہو جانا ہی مثلاً جو مجری جگر سے
پتے تک ہی یا وہ جو پتے سے آنتون تک ہی بند ہو جائے (جاننا چاہیے کہ پتے کے متعلق دو مجرے ہین ایک
تو وہ جو جگر اور پتے کے درمیان ہی اس مجرے کے ذریعے سے صفرا جگر سے پتے کو جاتا ہی اور یہ پہلا مجری ہی
اور ایک وہ جو پتہ اور آنتون کے درمیان ہی اس مجری کے ذریعے سے صفرا آنتون کو ثفل اور بلغم سے
پاک و صاف کرتا ہی) اور اس انسداد کا کام مین خارج ہونا ظاہر ہی اور اسی لیے پہلے مجری کے بند ہو جانے سے
یرقان ہو جاتا ہی اور دوسرے کے بند ہو جانے سے قولنج (یرقان ایک مرض ہی جو بدن کی اصلی رنگت کو
زردی یا سیاہی کی جانب متغیر کر دیتا ہی اور قولنج وہ مرض ہی جو آنتون کو غیر طبعی احتباس کی وجہ سے عارض
ہوتا ہی اور درد پیدا کرتا ہی بسا اوقات درد کی زیادتی ہلاک کر دیتی ہی اور اسکو قولنج اسواسطے کہتے ہین
کہ یہ مرض اکثر قولون کو عارض ہوتا ہی جو ایک آنت کا نام ہی اور اسکے پیدا ہونیکا منشا یہ ہی کہ آنتون مین

مجری کے بند ہو جانے اور صفرا کے اُن تک نہ پہونچنے کی وجہ سے ثفل اور بلغم جم جاتا ہی اور پاخانہ کے دفع کرنے پر تنبہ نہین ہوتا جس سے سُدہ پڑ جاتا ہی اور یہی درد کا سبب ہوتا ہی اور یرقان اسلیے پیدا ہوتا ہی کہ مجریٰ کے بند ہونے یا پتے کے بھرے ہونیکی وجہ سے صفرا پتے کیطرف نہین جا سکتا بلکہ خون کے ساتھ ساتھ تمام بدن مین پھر جاتا ہی اور اسی سے بدن کی رنگت متغیر ہو جاتی ہی) مؤلف کہتا ہی تجویفون کے امراض (چار قسم پر ہین اسلیے کہ تجویفون مین مرض کے پیدا ہونے) کی یا تو یہ وجہ ہوگی کہ بڑھ جائین اور کشادہ ہو جائین مثلاً ریح یا پانی یا ثرب یا آنت اترآنے کی وجہ سے انثیین کی تھیلی کا کشادہ ہو جانا یا یہ کہ تنگ اور چھوٹی ہو جائین مثلاً معدہ کا چھوٹا ہونا
چاہے ۱۲
یا یہ کہ جو کچھ انمین ہو وہ اس سے
خلقی طور پر یا جوالی معدہ مین ورم ہونیکی وجہ سے ۱۲ منہ
فارغ اور خالی ہو جائین مثلاً شادی مرگ کے وقت دل کا خون اور روح سے خالی ہو جانا یا یہ کہ بند ہو جائین
اسکی وجہ شرح مین مذکور ہی ۱۲
اور بھر جائین مثلاً سکتہ مین کہتا ہون یہان پر تجویف سے باطن عضو کی وہ فضا مراد ہی جو کسی ٹھہری ہوئی چیز کو حاوی ہو (علامہ نے قانون کی شرح مین لکھا ہی کہ تجویف باطن عضو کی فضا کو کہتے ہین پس اگر کسی ٹھہری ہوئی چیز کو حاوی ہو تو اُسکا نام وعار ہی اور جو کسی ایسی چیز کو حاوی ہو جو ایک عضو سے
مثلاً اخلاط ابدیہ ۱۲
دوسرے عضو تک نافذ ہو تو اُسکا نام مجریٰ ہی اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ تجویف کی دو قسمین ہین وعائے اور مجریٰ اور یہ کہ مجریٰ کے اعتبار سے تجویف عام ہی اس معنی کر امراض مجاری اور امراض تجاویف کا تقابل صحیح نہین ہوتا اسی واسطے ہمنے ترجمہ مین یہ کہا کہ اس جگہ تجویف سے باطن عضو کی وہ فضا مراد ہی جو
شارح کے قول سے بھی بدقت یہ مضمون مستنبط ہو سکتا ہو ۱۲
کسی ٹھہری ہوئی چیز کو حاوی ہو یعنی گو تجویف عام ہی لیکن یہان پر مجازاً اُس سے وعار مراد ہی اور بعض
... عام ہو بلکہ خاص ... دلیا ۱۲
لوگون نے جو یہ لکھا ہی کہ تجویف اور وعار دونون ہممعنی ہین تحقیق کے خلاف ہی) اور ہمنے جو (تجویف کی تعریف مین) باطن عضو کی قید لگائی ہی یہ کسی چیز کی گہرائی سے احتراز ہی کیونکہ گہرائی عضو کے کھلے ہوے حصے مین ہوتی ہی جیسے ہتھیلی اور یہ جو ہمنے کہا کہ کسی ٹھہری ہوئی چیز کو حاوی ہو یہ اُس چیز سے احتراز ہی جو کسی حرکت کرنیوالی چیز کو حاوی ہو کیونکہ اسکا نام مجریٰ ہی نہ تجویف اور امراض تجاویف کی (جنکا نام امراض اوعیہ بھی ہی) چار قسمین ہین ایک تو یہ کہ تجویف بڑھجائے اور کشادہ ہو جائے مثلاً انثیین کے کیسے کا بڑھ جانا اور اسکا کام مین حارج ہونا ظاہر ہی (زیادہ بڑھجانیسے بسا اوقات اُٹھنا بیٹھنا دشوار ہو جاتا ہی مترجم کہتا ہی مین نے ایک سبزی فروش کو دیکھا جو اپنے کیسے کو ایک بڑے ٹوکرے مین اپنے سامنے رکھکر بیٹھتا تھا جس سے دیکھنے والون کو یہ گمان ہوتا تھا کہ شاید کوئی آسنے کا کدو ہو اعاذنا اللہ منہ)

اور دوسرے یہ کہ تنگ اور چھوٹی ہو جائے مثلاً معدہ کا چھوٹا ہونا (معدہ کبھی تو خلقی طور پر چھوٹا ہوتا ہی
اور کبھی اسوجہ سے کہ اسکے آس پاس سوجن ہو جاتی ہی جو اسے دبائے رہتی ہو اور اسکی گنجایش کو کم
کردیتی ہی) اور اسکا نقصان یہ ہو کہ اسمین اتنی گنجائش نہین ہوتی کہ تمام اعضا کے تغذیہ بھر کا کافی کھانا
ایک ہی دفعہ مین اسمین سما سکے (اور معدہ مین ضروری مقدار کے پہونچنے کے وقت وہ کھنچاؤ اور تناؤ
ہوتا ہو جو افراط سے کھا جانیوالے شخص کے معدہ مین ہوتا ہی) اور تیسرے یہ کہ جو کچھ اسمین ہو اُس سے
فارغ اور خالی ہو جائے مثلاً شادی مرگ کے وقت دل کا خون سے خالی ہو جانا (بے انتہا خوشی کے
وقت طلب لذت کے لیے روح باہر وار حرکت کرتی ہو اور اسکے ساتھ ساتھ اسکی مدد کے لیے خون
بھی ہو لیتا ہو تا کہ روح تحلیل نہو جائے اور دل کے خالی ہونیکے وقت افعال حیات باطل ہو جاتے ہین
کیونکہ قوت حیوانیہ معدوم ہو گئی) اور اسکا ضرر ظاہر ہی اور چوتھی یہ کہ تجویف رُک جائے اور بھر جائے
مثل سکتہ کے کیونکہ دماغ کے شریف بطن (جو دو جھلیون کے اندر ہین) رطوبتون سے بھر جاتے
ہین اور بند ہو جاتے ہین (جسکی وجہ سے روح نفسانی اعضا کیطرف نہین جا سکتی) اور اسی لیے
اعضا حس و حرکت سے محض معطل ہو جاتے ہین یہان تک کہ اکثر اوقات سکتہ اور موت مین کسی قسم کی
امتیاز نہین باقی رہتی اسی لیے طبیبون نے کچھ پہچانین مقرر کی ہین جنسے معلوم ہو جاتا ہو کہ یہ سکتہ ہی
یا موت - ایک پہچان تو یہ ہو کہ سکتہ کو چت لٹایا جائے اور دیکھا جائے کہ اُسکے ہاتھ پلٹ کر ہتھیلیان
اوپر کو ہو گئی ہین یا نہین اگر نہین ہوئین تو سکتہ ہو ورنہ موت دوسری پہچان یہ ہو کہ تاریک مکان مین اُسکو
چت لٹا کر چراغ اُسکی آنکھ کے سامنے کیا جائے اگر چراغ کی لَو کا عکس اُسکی پتلی پر پڑتا ہوا معلوم ہو تو سکتہ
ہو ورنہ موت تیسری پہچان یہ ہو کہ اُسکے منھ اور ناک پر دُھنکی ہوئی ہلکی سی روئی رکھی جائے اگر اُسمین
کسی قسم کی حرکت محسوس ہو تو سکتہ ہو ورنہ موت مگر یہ عمل ایسی جگہ کیا جائے جسجگہ خارجی ہوا کے
پہونچنے کا احتمال نہو) **مؤلف کہتا ہو** سطوح اعضا کے امراض (دو قسم پر ہین کیونکہ ہر عضو کی سطح
کے لیے چکناپن یا کھرکھراپن طبعی ہوتا ہو جس سے متغیر ہونا مرض کا ہو مثلاً جو چیز بالطبع کھرکھری ہونی چاہیے
اُسکا چکنا ہو جانا) جیسے کہ معدہ اور رحم کے سطح کا چکناپن (کہ یہ مرض ہو) یا مثلاً جس چیز کو بالطبع چکنا ہونا
چاہیے اُسکا کھرکھرا ہو جانا) جیسے کہ پھیپھڑے کی نلی کا کھرکھراپن ہی **مین کہتا ہون** سطوح اعضا کے امراض یہ ہین
کہ جس سطح کو چکنا ہونا چاہیے تھا اُس کا کھرکھرا ہو جانا اور جس سطح کو کھرکھرا ہونا چاہیے تھا اُسکا چکنا ہو جانا

اوّل کی مثال معدہ اور بچہ دان کا چکنا ہو جانا کیونکہ واجب یہ ہو کہ اُن دونون کے سطحون مین کھر کھراپن ہو تاکہ جو غذا اور بچہ یا نطفہ اُنکے اندر ہو وہ غرض کے پورا ہونے تک رُکا رہے اور نکل نجائے اور اِن دونون مین چکنے والی اور پھسلانیوالی رطوبتون کیوجہ سے چکناپن آجاتا ہو اور اسکا ضرر اور نقصان کھلا ہوا ہوا ہو اور دوسری قسم کی مثال پھیپھڑے کی نلی کا کھر کھراپن ہو اسواسطے کہ چاہیے یہ کہ اُسمین چکناپن ہو تاکہ آواز آسانی کے ساتھ نرم اور صاف پیدا ہو اسی لیے گرم مادّون کے گرنیکی وجہ سے جنکے نرخرے مین (جسکو نرخرا کہتے ہین ۱۲) کھر کھراپن پیدا ہو جاتا ہو اُنکی آواز بھدی اور بدنما ہو جاتی ہو مؤلف کہتا ہو مقدار کے امراض (دو صفتون پر ہین کیونکہ ہر عضو کیلیے ایک طبعی مقدار ہو جسپر اُسکا ہونا ضروری ہو پھر جب اُس مقدار سے تغیر ہوتا ہو تو) یا (اسطرح پر کہ اُس مقدار پر کچھ) زیادتی ہو جائے یا (اُس مقدار سے) کمی ہو جائے اور (زیادتی اور کمی مین سے) ہر ایک یا تو عام ہو گی تمام بدن کو یا کسی عضو کے ساتھ خاص ہو گی جیسے بدن کا موٹاپا اور زبان کا بڑا ہو جانا انتہا کی لاغری اور آنکھ کے ڈھیلون کا دھنس جانا مین کہتا ہون انتہا کا موٹاپا تو اُس زاید کی مثال ہو جو سارے بدن کو عام ہو اور اسکا کام مین خارج ہونا ظاہر ہو (زیادہ موٹاپا اُٹھنے بیٹھنے سے مجبور کر دیتا ہو چہ جائیکہ اور کام) مؤلف نے قانون کی شرح مین لکھا ہو کہ مین نے دمشق مین ایک شخص کو دیکھا جسپر انتہا کی فربہی کیوجہ سے آنکھ تک کھولنا دشوار تھا اور زبان کا بڑھ جانا یہ اُس زاید کی مثال ہو جو کسی عضو کے ساتھ خاص ہو اور اسکا کام مین ضرر یہ ہو کہ منھ مین زبان اچھی طرح گھوم نہین سکتی (جس سے چبانیکے فعل مین خلل واقع ہوتا ہو) اور زبان کے بڑے ہونیکے وقت حروف اپنے مخارج سے نہین ادا ہوتے اور انتہا کی لاغری (سدیدی مین ہو کہ اس سے ذبول دِقّی مراد ہو طبعی لاغری مراد نہین جو بعض لوگون مین ہوتی ہو) یہ اُس ناقص کی مثال ہو جو سارے بدن کو شامل ہو اور اسکا ضرر بھی ظاہر ہو اور آنکھ کے ڈھیلون کا لاغر ہونا یہ اُس ناقص کی مثال ہو جو کسی عضو کے ساتھ خاص ہو اور اسکا نقصان بینائی کی کمی مین ظاہر ہوتا ہو (نفیسی مین ہو کہ اسکا نام سل عین ہو اور یہ رطوبتون کی صفائی اور آبداری کے جاتے رہنے سے بینائی کو ضرر پہونچاتا ہو اور اس سبب سے (ڈھیلون کا دھنس جانا ۱۲) مضر ہوتا ہو کہ آنکھ کے طبقے بھچ جاتے ہین اور روح باصرہ مین کمی ہو جاتی ہو جاننا چاہیے کہ فربہی اجزاء دمویہ کے زیادہ ہو جانیسے عبارت ہو اور لاغری انھین اجزا کے کم ہو جانیسے عبارت ہو اسمین اور ذبول مین یہ فرق ہو کہ ذبول اجزاء اصلیہ یعنی اجزاء منویہ کے کم ہو جانے کو کہتے ہین اور جیسے کہ لاغری فربہی (گھٹنا ۱۲) کے مقابلے مین ہو ایسے ہی ذبول نمو کے مقابلے مین ہو کیونکہ نمو کے معنی ہین اجزاء اصلیہ کا بڑھ جانا اور اجزاء اصلیہ وہ مین

جو منی سے پیدا ہوتے ہین جیسے ہڈی پٹھا وغیرہ اور اجزا زائدہ وہ ہین جو خون سے پیدا ہوتے ہین
جیسے گوشت اور چربی وغیرہ کما سبق) **مؤلف کہتا ہی** جو امراض عدد کے متعلق ہین اُنکی بھی
دو قسمین ہین کیونکہ اعضا کا اپنے مقررہ عدد سے متغیر ہونا یا تو اسطرح ہوگا کہ اُس عدد پر زیاتی ہوجائے
یا یہ کہ کمی ہو جائے اور ان دونون مین سے ہر ایک دو قسم پر ہی طبعی اور غیر طبعی جیسے زائد انگلی اور کیڑا اور ناخنہ
اور انگلی کا کم ہونا یا پیدایشی طور پر یا خوردہ ہو جانیکے سبب سے **مین کہتا ہون** زیادت طبعی سے یہ
کردو انگلیان الگ کر ایک دوسرے کو کھاجاتین ۱۲
مراد ہی کہ جو چیز زاید ہو وہ اُسکی جنس سے ہو جو بدن مین موجود ہی اور زیادت غیر طبعی سے یہ مراد ہی کہ اُسکی
جنس سے نہو (یہ ایک اعتراض کا جواب ہی جسکی یہ تقریر ہی کہ زیادتی اور نقصان امراض ہین اور جتنے
امراض ہین وہ سب غیر طبعی ہوتے ہین پھر کیا وجہ ہی کہ زیادتی اور نقصان کی دو قسمین بیان کی جاتی
ہین طبعی اور غیر طبعی اور جواب کی تقریر ظاہر ہی) اور نقصان طبعی وہ ہی جو پیدایشی ہو اور نقصان غیر طبعی وہ ہی جو
نو پیدا ہو زاید انگلی تو زیادتِ طبعی کی مثال ہی (کیونکہ جیسے پانچ اُنگلیون مین سے ہر ایک کو انگلی کہا جاتا
ہی ایسے ہی اس چھٹی اُنگلی کو بھی) اور اسکا ضرر یہ ہی کہ ہاتھ کو تنگ منہ کے برتنون کے اندر جانے اور
تیز حرکتون اور بہتی چیز کے روکنے سے روکتی ہی اور ہاتھ کی ہئیت کو بگاڑ دیتی ہی اور کیڑا اور ناخنہ
پانی وغیرہ ۱۲
یہ دونون زیادت غیر طبعی کی مثالین ہین ایک تو اُس زیادتی کی مثال ہی جو بدن سے جدا ہو جیسے
کیڑا ہی یہ بدن مین پیدا ہوتا ہی مثل آنتون کے کیڑے کے اور اسکا ذکر عنقریب آتا ہی (جب آنتون مین
کیڑے پیدا ہو جاتے ہین تو اُس سے خفقان ہو جاتا ہی کیونکہ انسے خبیث ابخرے دل کی طرف
بفتحتین ۱۲
اُٹھتے ہین جس سے دل مین اختلاج پیدا ہو جاتا ہی اور یہ کیڑے قوت اور اصل گرمی کو بھی گھٹا دیتے
ہین کیونکہ اعضا کی غذا انکی غذا مین صرف ہو جاتی ہی اور جسکے پیٹ مین کیڑے ہوتے ہین وہ لاغر
ہو جاتا ہی اور رنگت زرد پڑ جاتی ہی) اور ناخنہ اُس غیر طبعی زیادتی کی مثال ہی جو عضو سے متصل ہو اور یہ
ایک زاید پوست ہی جو آنکھ کے پپوٹے مین پیدا ہو جاتا ہے (اور یہ بڑھتا رہتا ہی یہانتک کہ آنکھ کی سیاہی
تک پہونچکر آنکھ کو بینائی سے روک دیتا ہی اور اُسکی وجہ سے آنکھ پوری طرح سے حرکت نہین کر سکتی)
اور ان دونون (کیڑے اور ناخنہ) کا ضرر ظاہر ہی اور اُنگلی کا پیدایشی کم ہونا یہ نقصانِ طبعی کی مثال ہی
اور خوردہ ہو جانیکی وجہ سے اُنگلی کا کم ہو جانا یہ نقصان غیر طبعی کی مثال ہی اور ان دونون کا ضرر بھی مخفی
نہین ہی **مؤلف کہتا ہی** اور وضع کے امراض (وضع دو چیزون کو چاہتی ہی ایک موضع دوسرے

مشارکت) جیسے کسی عضو کا اپنی جگہ سے ہٹ جانا خواہ اُکھڑ کر یا بے اُکھڑے یا عضو کا ایسی جگہ حرکت کرنا
جہان اُسکو حرکت نہ چاہیے جیسے رعشہ یا اُسکا ایسی جگہ ساکن ہوجانا جہان اُسکو حرکت کرنا چاہیے جیسے کہ
جوڑونکا سخت ہوجانا یا کسی عضو کی حرکت کا اپنے پاس کے عضو تک یا اپنے پاس کے عضو سے مشکل یا ممتنع کے ہونا یا یہ کہ قریب
یا بعید کی جانب حرکت کرنا لیکن بدقت و دشواری مین کہتا ہون جالینوس نے کہا ہو کہ وضع چاہتی
ہو موضع اور مشارکت کو یعنی عضو کی وضع سے بحث کرنا ان دو چیزون کو چاہتا ہو کیونکہ ہر عضو کے لیے
دو ہیئتین ہوتی ہین ایک تو وہ جو اُسکو اپنی جگہ مین ہونے سے حاصل ہو اور دوسری وہ نزدیکی اور دوری کی
ہیئت جو اُسکو اور اعضا کے اعتبار سے حاصل ہو پہلی موضع سے نامزد ہو اور دوسری مشارکت کے نام سے
یہان پر ایک شبہہ اور وارد ہوتا ہو اور اُسکی یہ تقریر ہو کہ اگر وضع سے موضع اور مشارکت دونون معنی مراد
لیے جائینگے تو لفظ مشترک کا استعمال دفعۃً واحدۃً دو معنون مین لازم آئیگا حالانکہ یہ جائز نہین ہو اس
اعتراض کا جواب شارح نفیسی نے اسطرح پر دیا ہو کہ وضع سے اسجگہ ایک ایسا مفہوم عام مراد ہو جو موضع
اور مشارکت دونون کو شامل ہو یعنی وضع ایک ہیئت ہو جو عضو کو حاصل ہو عام اس سے کہ یہ ہیئت عضو
کو اپنی جگہ مین ہونے سے حاصل ہو یا دوسرے اعضا کے لحاظ سے اور اس تقدیر پر لفظ مشترک کا استعمال
دو معنون مین لازم نہین آتا بلکہ لفظ کا استعمال معنی مجازی مین ہی) موضع کے متعلق چار مرض ہین ایک
تو عضو کا اپنی جگہ سے بالکل اُکھڑ جانا ہو (یعنی ہڈی کی زیادتی اُس گڑھے سے جس مین جمی اور
جڑی ہوئی تھی بالکل ہٹ جائے) اور دوسرا مرض عضو کا اپنے موضع سے بے اُکھڑے ہوے
سرک جانا ہو اسطرحپر کہ ہڈی کی زیادتی اپنی جگہ سے پورا پور تو نہ نکلے لیکن ہل جائے اور اسکا نام زوال
ہو اور بعض لوگ اسکو وثب بھی کہتے ہین تیسرا مرض یہ ہو کہ اپنی ہی جگہ مین حرکت کرے حالانکہ اُسکو
وہان ٹھہرنا چاہیے جیسے رعشہ مین ہوتا ہو اور چوتھا مرض یہ کہ اپنی جگہ پر لازم ہوجائے حالانکہ اُسکو
حرکت کرنا چاہیے جیسے جوڑون کا متحجر ہونا جیسا کہ مرض نقرس مین ہوتا ہو جو وجع مفاصل کی ایک
قسم ہو اور وجع مفاصل اُس درد کا نام ہو جو جوڑون مین پیدا ہوجاتا ہو اگر پاؤن کے انگوٹھے
یا ٹخنے مین درد ہو تو اُسکا نام نقرس ہو پس مادہ کے متحجر ہوجانے کی تقدیر پر عضو اپنی جگہ سے ہٹا
نہین کرتا بلکہ تحجر اور سخت ہوجانے کی وجہ سے اپنی جگہ پکڑ لیتا ہو اور اس سے اُسکی وضع مین تغیر آجاتا ہی)
اور مشارکت کے متعلق یہ مرض ہو کہ عضو کی حرکت اپنے پاس کے عضو تک ممتنع یا مشکل ہو یا یہ کہ اپنے

پاس کے عضو سے اُسکا ہٹنا ممتنع یا مشکل ہو (نفیسی مین ہو پاس کے عضو کی طرف حرکت کے مشکل
ہونیکی تو یہ مثال ہو مثلاً لقوہ مین پلکون کا مچنا مشکل ہوتا ہو اور پاس کے عضو سے حرکت کے مشکل
ہونیکی یہ مثال ہو کہ شترناق مین پلکون کا اُٹھانا دشوار ہوتا ہو انتہی شترناق چربی کا ایک زاید جسم ہو
جو اوپر کی پلکون پر پیدا ہو جاتا ہو جس سے آنکھین بوجھل ہو جاتی ہین اور نیچے کو لٹکی رہتی ہین اور اُنکے
کھلنے مین دشواری ہوتی ہو صاحب نفیسی نے جو امراض موضع اور امراض مشارکت کی وجہ حصر بیان کی ہو
اُسکا نقل کر دینا فائدہ سے خالی نہین وہ لکھتے ہین کہ امراض موضع چار ہین اس لیے کہ عضو یا تو اپنی
جگہ سے زائل ہوگا یا نہوگا اگر زائل ہو تو دو حال سے خالی نہین یا تو پورا پورا زوال ہوگا یا پورا پورا
زوال نہوگا یہ اور دوسری صورت یعنی عضو کے اپنے موضع سے نہ زائل ہونیکی تین صورتین ہین کیونکہ یا تو
طبعی طور پر اپنے موضع کو لازم ہوگا اور یا غیر طبعی طور پر لازم ہوگا اور یا غیر طبعی طور پر متحرک ہوگا ان تین
صورتون مین سے پہلی صورت تو کوئی مرض نہین ہو اور دو اخیر صورتین مرض ہین) [یعنی اپنی ہی جگہ مین] **مؤلف کہتا ہو**
جو امراض کہ تفرق اتصال کے متعلق ہین اُنکے نام مختلف ہین اور یہ اختلاف اُن مواضع اور محال [جمع محل] کے
اختلاف کی وجہ سے ہو کہ جنمین تفرق واقع ہوا ہو پس جلد مین کا تفرق اتصال خدش سے تعبیر کیا جاتا
ہو (اگر باریک ہو اور پھیلا نہو) اور سحج [لکڑی وغیرہ سے چھیلجانا] سے (اگر پھیلا ہو) اور گوشت مین کا زخم سے (اگر تازہ پیدا ہوا ہو اور
ابھی اُسمین ریم نہین پڑی) پھر اگر پرانا ہو چکا ہو (اور اُسمین ریم بھی پڑ گئی ہو) تو قرحہ [خراشیدن و پوست دور کردن] سے نامزد ہوتا ہو
اور ہڈی اور کری والا تفرق جو عرض مین واقع ہو یا کاسر سے نامزد ہوتا ہو یا فاسخ سے (اگر یہ تفرق دو
یا بڑے کئی جزون تک پہونچ جائے) اور یا مفتت [نسخ جدا کردن] سے (اگر چھوٹے جزون مین ہو) اور جو تفرق لمبان
مین واقع ہو اُسکا نام صادع [تفتیت ریزہ ریزہ کردن] ہو اور پٹھے اور رگون مین کا تفرق جو عرض مین واقع ہو اُسکا نام باتر ہو
اور جو لمبان مین واقع ہو اُسکا نام شق [الصدع شگافتن چیزے را] [البتر قطع کردن] ہو (موجز کے بعض نسخون مین بجائے شق کے صادع واقع
ہوا ہو [الشق بالفتح و تشدید القاف شگافتن] صاحب نفیسی لکھتے ہین کہ یہ دونون نسخے اُس مضمون کے مخالف ہین جو کلیات قانون کی شرح
مین مؤلف نے لکھا ہو کیونکہ اُسمقام پر وہ لکھتے ہین کہ پٹھے کی لنبان مین جو تفرق واقع ہو اگر گنتی مین زیادہ
نہین ہو تو اُسکا نام شق ہو اور اگر گنتی مین زیادہ ہو تو اسکا نام خدش ہو اور جو تفرق رگونکی لنبان
مین واقع ہو اُسکا نام صدع ہو اب اگر یہان وہ نسخہ لیا جائے جسمین لفظ صادع واقع ہو تو لازم
آئیگا کہ پٹھا نام مین رگون کے شریک ہو جائے کیونکہ بنا بر تصریح شرح قانون جو تفرق رگون کی

لبنان مین واقع ہو اُسکا نام صادع ہو اور یہی نام مصنف نے یہان پر اُس تفرق کا رکھا ہو جو پٹھے کی لبنان
مین واقع ہو اور اگر وہ نسخہ لیا جائے جسمین لفظ شق ہو تو لازم آتا ہو کہ رگین پٹھے کے ہمنام
ہو جائین کیونکہ بنا بر تصریح شرح قانون جو تفرق پٹھے کی لبنان مین واقع ہو اُسکا نام شق ہو
اور یہان اُس تفرق کا نام بھی شق رکھا ہو جو رگون کی لبنان مین واقع ہو غرضکہ مصنف کے
[illegible]
دونون کلامون مین تخالف ہو چاہے کوئی نسخہ مراد لیا جائے) اور جو تفرق رگون کے
منھ کو کھولدے اُسکا نام باثق ہو مین کہتا ہون یہ اصطلاحین تو ظاہر ہین لیکن یہ بات
البثق الخرق والبثق یقال بثق السیل موضع کذا ای خرقہ ۱۲
ضرور جاننا چاہیے کہ گو امراض تفرق اتصال کے نامون کا اختلاف اسی وجہ سے ہوتا ہو
کہ جن اعضا مین یہ امراض واقع ہوتے ہین وہ بھی مختلف ہین لیکن اختلاف اعضا اختلاف
اسما کے لیے سبب اکثری ہو کیونکہ اس اختلاف مین علاوہ اختلاف اعضا کے اور چیزون کو بھی
سبب دائمی اور کلی نہین ہے ۱۲
دخل ہو مثلاً خدش پوست کے چھل جانے کو کہتے ہین بشرطیکہ یہ خراش باریک ہو اور
پھیلا ہوا نہو اور سحج بھی پوست کے چھل جانے کو کہتے ہین بشرطیکہ پھیلا ہوا ہو۔ مؤلف سے
اسکے متعلق اسیطرح مروی ہو اور اس معنی کر ان نامون کے اختلاف مین اختلاف اعضا کو
کوئی دخل نہوا بلکہ شکل کے اختلاف سے نام بدل گیا (یہ تو مؤلف کی راے پر ہو) اور ابو سہل
مسیحی کہتے ہین کہ خدش اُس تفرق کو کہتے ہین جو جلد مین واقع ہو بشرطیکہ تازہ ہو اور اگر کہنہ
ہو تو اُسکا نام سحج ہو اس معنی کر اختلاف زمانہ کو دخل ہوا اور قرحہ کا کہنہ ہو جانا اُس زمانے کے
نہ اختلاف شکل کو ۱۲
ساتھ مقدر ہو کہ اُسمین ریم پڑ جائے اور جسوقت تک اُسمین ریم نہ پڑے اُسکا نام علی الاطلاق جراحت
ہو (یہان بھی اختلاف زمانہ کو دخل ہوا) اور کاسر وہ تفرق ہو جو ہڈی مین واقع ہو اور فاسخ جو کری مین
ہو بشرطیکہ یہ تفرق دو یا کئی بڑے جزون تک پہونچ جائے اسلیے کہ جو تفرق ہڈی یا کری مین ہو
مگر چھوٹے جزون کی طرف ہو اُسکا نام مفتت ہو (نفیسی کے حاشیے مین ہو کہ لغت مین کسر کے
ریزہ ریزہ کنندہ ۱۲
معنی توڑنے کے ہین اور اطبا کے اصطلاح مین کسر اس تفرق کا نام ہو جو ہڈی یا کری ہڈی کی
جوڑان مین واقع ہو بشرطیکہ دو یا زیادہ بڑے جزون تک پہونچ جائے جیسا کہ قانون وغیرہ مین
موجود ہو اور صاحب اقسرائی جو یہ لکھتے ہین کہ کاسر وہ تفرق ہو جو ہڈی مین واقع ہو اور فاسخ وہ
تفریق ہو جو کری ہڈی مین واقع ہو بشرطیکہ دو یا دو سے زیادہ بڑے جزون تک پہونچے

انتہی و غدغہ سے خالی نہین کیونکہ فسخ اُس تفرق اتصال کو کہتے ہین جو عضلے کی لنبان مین واقع ہو بشرطیکہ گنتی مین زیادہ ہو تجزا آنجواہر مین ہو کہ عضلے کے بعض اجزا کا بعض سے دور ہو جانا فسق ہو مگر اس تقدیر پر مصنف کا یہ کہنا صحیح نہوگا کہ تفرق عظمی اور غضروفی جو عرض مین واقع ہو وہ کاسر ہو یا فاسخ یا مفتت انتہی کیونکہ اس سے یہی معلوم ہوتا ہو کہ یہ تینون نام اُسی تفرق اتصال کے ہین جو ہڈی یا کری کے عرض مین واقع ہو اور عضلے کے تفرق سے کوئی بحث نہین ہو یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہو کہ یہ امراض تو اُسوقت ہوتے ہین جبکہ تفرق اتصال کا سبب کوئی خارجی چیز ہو اور اگر کوئی داخلی مادہ گوشت پر گر کر تفرق اتصال پیدا کردے تو اُسکا نام ابتدا مین ورم ہوتا ہو اور اگر وہ کہنہ ہو جائے اور ریم پڑ جائے تو اسکا نام خراج ہو اور اگر پک کر پھوٹ جائے تو اُسکا نام قرحہ ہو اور اگر اُس پر چالیس روز گذر جائین اوٹیس اور دردین سکون ہو جائے اور اُسکے منھ پر سختی آجائے اور اندر سفید گوشت پیدا ہو جائے تو اُسکا نام ناسور ہو واللہ اعلم بالصواب) **مؤلف کہتا ہو** دل مین زخم کی برداشت نہین ہو (اور نہ ورم کی) اور دل کے زخم کے ساتھ ساتھ موت ہو **مین کہتا ہون** یہ اسوجہ سے کہ وہ رئیس مطلق ہو اور اسی لیے اُسکا خطاب سلطان بدن ہو شیخ رئیس لکھتے ہین کہ اسی لیے کوئی جانور ایسا نہین ذبح کیا گیا ہو کہ آفتون مین سے جو آفت اُسکے سب عضوون مین پائی جاتی ہو وہ اُسکے دل مین بھی پائی جائے اور یہ بات دل کی شرافت اور مطلق ریاست کی وجہ سے ہو اور اسوجہ سے کہ وہ حیات اور قوتون کا معدن ہی) **مؤلف کہتا ہو** مرکب وہ امراض وہ ہین جو کئی مرضون کے اجتماع سے پیدا ہوتے ہین جیسے کہ مرض سل ہو کہ یہ دو مرضون کے اجتماع سے پیدا ہوتا ہو تپ دق اور پھیپھڑے کا زخم (سل بکسر سین منی دبلا پے کے ہین اور اصطلاح اطبا مین پھیپھڑے کے زخم کو کہتے ہین اور اس مرض کو سل اسواسطے کہتے ہین کہ اسکو دبلا پا لازم ہو **مین کہتا ہون** شیخ نے لکھا ہو کہ امراض مرکبہ سے یہ نہین مراد لیتے کہ چند امراض اکٹھے ہو جائین خواہ یہ اجتماع کسی طریقے سے ہو بلکہ ہم وہ امراض مراد لیتے ہین کہ جسوقت جمع ہون تو اُن کے جمع ہونے سے ایک دوسری حالت پیدا ہو جائے جسکو مرض واحد کہہ سکین (سبب اسکے کہ جو امراض اسکے جز ہین وہ جاتے رہین ورنہ یہان پر کوئی مرض ہی نہین رہیگا اور سبب اسکے کہ

انمین کا کوئی ہو بہو دوسرا ہو جائے کیونکہ یہ محال ہو بلکہ اسطرح پر کہ یہ کل مرض موجود رہین اور
ان سب کے اکٹھا ہونے سے ایک ہیئت وحدانی پیدا ہو جائے جسکو ایک ہی مرض کہتے ہون
اور یہ ہیئت ایسی ہو جسکے جاتے رہنے سے یہ مرض بھی جاتے رہین) شیخ کی یہ مراد ہو کہ ہو سکتا ہو
کہ ایک شخص مین بلکہ ایک ہی عضو مین چند امراض جمع ہو جائین اور اُنپر مرض مرکب کا اطلاق نہو
ایک شخص مین جمع ہونیکی مثال تو یہ ہو کہ ایک شخص مین بخار اور کبڑاپن اور استسقا جمع ہو جائین اور
ایک عضو مین جمع ہو جانیکی مثال یہ ہو کہ آنکھ مین آشوب اور زخم اور نزول ناخنہ جمع ہو جائین
لیکن مرض مرکب اُسیوقت کہینگے جبکہ امراض اسطریقے سے جمع ہون کہ اُنکے اجتماع سے
ایک دوسرا مرض پیدا ہو جائے جو ہر ایک مرض بسیط کے مغائر ہو اور اُسکا سبب بھی علیحدہ ہو اور
علاج بھی علیحدہ ہو شیخ نے مرض مرکب کی مثال ورم کے ساتھ دی ہو جسکی تقریر گذر چکی ہو
(دیکھنے جہان پر مصنف نے مرض کے مفرد و مرکب کی طرف تقسیم کی ہو اُسکی شرح مین شارح
نے لکھا ہو کہ مرض مرکب کی مثال ورم ہو کیونکہ یہ ایک مرض ہو جو تین مرضون سے مرکب ہے سوء مزاج
مادی مرض الترکیب تفرق اتصال اور اسکے متعلق جس تفصیل کی ضرورت ہو ہم اُسی مقام پر ترجمے
مین لکھ چکے ہین اُسی کیطرف رجوع کرنا چاہیے) اور مولف نے مرض مرکب کی مثال مین مرض سل
کو پیش کیا ہو کیونکہ (مؤلف کے نزدیک) سل دو مرضون سے پیدا ہوتی ہو ایک تو تپ دق دوسرے
پھیپھڑے کا زخم تپ دق تو سوء مزاج کے امراض مین سے ہو اور زخم یہ تفرق اتصال کے
امراض مین سے ہو اور علامہ قطب الدین شیرازی شارح کلیات قانون نے لکھا ہو کہ جہانتک
میرا گمان ہو کوئی طبیب اس امر کا قائل نہین ہوا کہ سل اسطرح مرض مرکب ہو اور علامہ کا یہ قول
صحیح ہو کیونکہ اطبا مین مشہور یہی ہو کہ سل پھیپھڑے کے زخم کا نام ہو اور تپ دق اُسکو لازم ہو
(جزو نہین ہو) علامہ قطب الدین شیرازی کا قول نقل کرنے سے ظاہرا شارح کی یہی غرض معلوم
ہوتی ہو کہ خیال مصنف کی تردید اور تزئیف کرے اور یہ بات ثابت کرے کہ مصنف نے اپنے اس
خیال مین جمہور اطبا کی مخالفت کی ہو جسکی وجہ سے اُسکا قول قابل اعتداد اور لایق قبول
نہین ہو سکتا اگر شارح کی واقعی یہی غرض ہو تو مین کہتا ہون کہ مصنف خود صاحب مذہب
ہو اور اس معنی کر اُسپر محض مخالفت کا الزام قائم کرکے اُسکے قول کو بلا دلیل رد کر دینا انصاف سے

بعید ہو کیا آپ نہین دیکھتے کہ حال کے تجربون کے سبب قریب قریب روزانہ اس قسم کی باتین معلوم ہوتی جاتی ہین کہ پچھلے تجربے اُنکی مساعدت اور موافقت نہین کرتے اور کیا اسوجہ سے حال کے تجربون پر یہ حملہ ہو سکتا ہو کہ یہ سب غلط ہین ہرگز نہین اور جب آج کل کے لائق طبیبون کی صحیح تشخیصین جنپر متواتر تجربون نے صحیح شہادت دی ہو قابل رد نہین ہو سکتین تو مصنف ایسے جلیل القدر حکیم اور صاحب مذہب کا قول جو غالباً اُسکے متواتر تجربون کا نتیجہ ہو محض الزام مخالفت رکھکر کیونکر رد ہو سکتا ہی) **مؤلف کہتا ہی** (اصطلاح اطبا مین کئی وجہ سے) اکثر امراض کے نام رکھے جاتے ہین اسلیے کہ واضع لغت نے اُن امراض کے لیے کوئی نام تجویز نہین کیا کیونکہ اہل لغت نے اُن چیزون کے لیے زیادہ تر الفاظ وضع کیے ہین جو کثیر الاستعمال ہین اور جب لغۃً اُنکا کوئی نام نہین پایا گیا تو صاحب صناعت طب نے بلحاظ ضرورت ان امراض کے نام اپنی تجویز سے رکھ لیے تاکہ اُن نامون کی وجہ سے ہر ایک مرض کو اپنے غیر سے امتیاز ہو جائے اور یہ نام رکھتے وقت لغوی اور اصطلاحی معنون کی مناسبت بھی ہاتھ سے نہین جانے دی اور اس معنی کر یہ نام منقول ہونگے نہ مرتجل) یا تو تشبیہ کی جہت سے جیسے داء الاسد اور داء الفیل[جذام، فیل پائی] ہی یا اُن امراض کے محلون کی جہت سے جیسے کہ ذات الجنب اور ذات الریہ ہی[پسلی کا ورم، پھیپھڑے کا ورم] اور یا اُنکے اسباب کی جہت سے جیسے کہ مالیخولیا کو ہمارا یہ کہنا کہ یہ سوداوی مرض ہی یا مرضون کے اعراض کی جہت سے جیسے کہ مرگی ہے (طبی اصطلاح مین عرض اُس چیز کو کہتے ہین جو ہیئت مرضیہ کو تابع یا لازم ہو مثلاً مرگی کے لیے گر پڑنا کہ مرگی کو لازم ہی) **مین کہتا ہون** داء الاسد جذام کو کہتے ہین اس جہت سے کہ جذامی کے چہرے کی فربہی اور آنکھون کی گولائی شیر کی سی ہو جاتی ہو اور بعضے لوگون نے وجہ تسمیہ یہ بیان کی ہے کہ یہ مرض صاحب مرض کو شیر کی طرح سے دبا لیتا ہے لیکن یہ وجہ ٹھیک نہین ہو کیونکہ اس لحاظ سے تو اس بیماری کو اسد یعنی شیر کہنا چاہیے نہ کہ داء الاسد (یعنی اضافت کے ساتھ) اور اسکا یہ جواب ہے کہ مشبہ کو مشبہ بہ کیطرف مضاف کر دیا گیا ہی) اور بعضون نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ یہ مرض شیر کو بہت ہوا کرتا ہی (یعنے داء کو شیر کیطرف) اگر یہ بات ثابت ہو جائے تو یہی وجہ ٹھیک معلوم ہوتی ہے اسوجہ سے کہ ہمارا قول داء الاسد اس بات کو چاہتا ہے کہ یہ مرض شیر کو عارض ہوا کرتا ہو چونکہ اضافت متضمن لام ہے (پس داء الاسد کے معنے ہین

عـه اسکی یہ صورت ہے کہ اسکو محل کیطرف مضاف کرکے مرض کا نام قرار دے لیا جائے جس سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اس مرض کو اسی محل سے تعلق ہے ۱۲ عـه اسکی دو صورتین ہین ایک تو یہ کہ مرض کو سبب کیجانب نسبت کرد یا جائے جیسے مرض سوداوی یعنی بسبب سودا دوسری صورت یہ کہ اسکا نام سبب ہی رکھ دیا جائے جیسے مالیخولیا کہ معنی ہے خلط سودا ۱۲ منہ

الداء العارض للاسد) جیسے داء الثعلب اور داء الحیۃ مین (داء الحیۃ ایک مرض ہے جسکا سبب سوداوی مادے ہوتے ہین یا بلغم مالح اس سے سر کے بال گر جاتے ہین اور اوپر کی چندیا سانپ کے سر کی طرح سے چٹیل میدان ہو جاتی ہے اور داء الثعلب بھی بالخورے کو کہتے ہین مگر یہ بیماری تمام بدن مین ہوتی ہے) اور اس تقدیر پر تشبیہ کے کوئی معنی نہون گے (اور مؤلف نے اس مرض کو جہت تشبیہ مین داخل کیا ہے) پس مؤلف کی مراد وہی پہلا قول ہے (یعنے جذامی اور شیر کی صورت کا آپسمین مشابہ ہونا) اور داء الفیل پنڈلی اور قدم کے موٹاپے کو کہتے ہین جسکا سبب یہ ہے کہ سودا کا بہت زیادہ انصباب ہوتا ہے اور اس مرض کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس مرض والے کا پانون ہاتھی کے پانون سے مشابہ ہو جاتا ہے اور دو مشہور ورمون کا نام ذات الجنب اور ذات الریہ اس واسطے رکھا گیا ہے کہ وہ پسلی اور پھیپھڑے مین پیدا ہوتا ہے اور ذات کے معنی صاحب کے ہین (پس ذات الجنب کے معنی صاحبۃ الجنب کے ہین) اور اضافت کے معنی ہمنے شرح اللباب فی علم الاعراب مین بیان کیے ہین اور مرض سوداوی مالیخولیا ہے اسلیے کہ اُسکے پیدا ہونیکا سبب سودا ہی جیسے کہ نار فارسی کو مرض صفراوی کہتے ہین اسواسطے کہ اسکا سبب صفرا ہے (غیاث اللغات مین ہے کہ نار فارسی دانہا باشد کہ بر جلد بدن پیدا شود پر آب رقیق شدید الحرقۃ) اور صرع کے معنی گرانے کے ہین اور گرانا اس مرض کے عوارض مین سے ہے کیونکہ یہ مرض اس مرض والے کو گرا دیتا ہے اور مناسب یہ ہے کہ عرض سے گرنا مراد لیا جائے یعنی لفظ کو اصطلاحی معنی پر محمول کیا جائے اور لفظ صرع کو ملابس عرض سے مرض کی طرف منتقل کیا جائے دہنمین ہے کہ عرض طبی اصطلاح مین اس ہیئت پر بولا جاتا ہے جو بدن مین قرار پکڑے اور مرض کو لازم ہو جیسے درد سر سے بخار کے لیے اور درد ہے قولنج کے لیے اور یہ درحقیقت تاثیر ہے لیکن اسقاط پر صادق نہین ہے گو وہ بھی تاثیر ہو اور جب عرض سے سقوط مراد لیا گیا تو لفظ صرع کی نقل مرض کی جانب اپنے عرض سے نہو گی بلکہ ایک ایسی حیثیت سے ہو گی جسکے اور عرض کے درمیان مین علاقۂ ملابست ہے اور وہ اسقاط ہے جو مرض کی صفت ہے انتہی اور حاصل کلام یہ ہے کہ لفظ صرع سقوط سے منقول نہین ہے بلکہ اسقاط سے منقول ہے جو کہ عرض نہین ہے لیکن ملابس عرض ہے واللہ اعلم) مؤلف کہتا ہے جتنے امراض ہین یا اصلی ہین یا شرکی جو مرض شرکی ہے اُسکا حال مرض اصلی کے

اختلاف حال کے مطابق مختلف ہوا کرتا ہے اور اصلی کا ضرر زمانے کے اعتبار سے مقدم ہوتا ہے
اور دو عضوون کی شرکت مرض مین کبھی تو اس وجہ سے ہوتی ہے کہ دونون عضو پاس پاس ہوتے ہین
(جیسے گردن اور دماغ) یا اس سبب سے ہوتی ہے کہ ایک عضو دوسرے عضو کی راہ مین پڑتا ہو جس طرح جیسے
کہ حالب (چڈھے کی رگ جس مین ہو کر پیشاب گردے سے مثانے کو آتا ہے) ورم کر آتی ہے
پانون مین زخم ہونے کے وقت اور یا شرکت اس وجہ سے ہوتی ہے کہ ایک ان دونون مین سے
دوسرے کا خادم ہے جیسے کہ پٹھا ہے دماغ کے لیے اور یا اس وجہ سے کہ ایک عضو دوسرے
عضو کے فعل کا مبدأ ہے (جیسے کہ سانس لینے مین پھیپھڑے کے لیے اسکا پردہ ہے کیونکہ یہ پردہ ہی
پھیپھڑے کو پھیلنے اور سمٹنے کے سبب سے حرکت دیتا رہتا ہے کیونکہ پھیپھڑے کے لیے جالینوس
کے مذہب پر فی ذاتہا کوئی حرکت نہین ہے بلکہ اسکی حرکت کا مبدا درحقیقت حجاب ہی ہے) اور یا اس
سبب سے کہ ایک عضو ان دونون مین کا دوسرے کی سیدھ پر ہو (جیسے دماغ اور معدہ) پس دماغ کی
طرف معدے کے بخارات چڑھتے ہین (جس سے دماغ کو ضرر پہونچتا ہے) اور یا اس سبب سے
کہ ان دونون مین سے ایک عضو دوسرے کا مصب ہو (یعنی اُسکے فضلون کی ریزش کا مقام ہو
اس وجہ سے کہ وہ اصل پیدایش کے اعتبار سے ضعیف ہے تو قوی جو کچھ اُسکی طرف دفع کرتا ہے
وہ اُسے قبول کر لیتا ہے) جیسے دل کے لیے بغل اور کلیجے کے لیے چڈھے[بن ران ۱۲] اور دماغ کیلیے
کانون کے پیچھے کا حصہ ہے مین کہتا ہون یا تو مرض کی یہ شان ہوگی کہ اُسکا کسی عضو مین
حاصل ہونا اس بات پر موقوف ہوگا کہ کسی دوسرے عضو مین مرض حاصل ہولے اُسکے بعد اس عضو
مین حاصل ہو یا ایسا نہوگا پہلے مرض کا نام مرض شرکی ہے اور دوسرے کا نام مرض اصلی ہے
اور اس تقدیر پر مرض کے اصلی ہونے مین اس بات کی شرط نہین ہے کہ وہ دوسرے عضو مین
مرض کو پیدا کر دے لیکن اطبا کی اصطلاح مین غالبًا مرض اصلی اُسی مرض کو کہا جاتا ہے جو
دوسرے عضو مین مرض کو پیدا کر دے (اور اس دوسرے مرض کا نام مرض شرکی ہے) اور مرض شرکی
کی حالت مرض اصلی کے اختلاف حال کے موافق مختلف ہوتی رہتی ہے اسلیے کہ مرض اصلی
اصل اور سبب ہے اور مرض شرکی فرع اور مسبب ہے یعنی جبتک مرض اصلی رہتا ہے اُسوقت تک
مرض شرکی بھی رہتا ہے اور جسوقت کہ مرض اصلی جاتا رہتا ہے مرض شرکی بھی جاتا رہتا ہے

(کیونکہ سبب کا نہونا بھی سبب کے نہونے کے لیے ایک سبب ہے) اور مرض اصلی کی خفت سے
مرض شرکی مین بھی خفت آجاتی ہے اور مرض اصلی کے دورے سے مرض شرکی مین بھی دورہ ہوتا ہے
اگر وہ اس قسم کا مرض ہے جسمین دورہ ہوتا ہے جیسے مرگی اور بعضے بخار اور یہی سب مرض شرکی کی
علامتین ہین اور مرض اصلی کا ضرر مرض شرکی کے ضرر پر مقدم ہوتا ہے کیونکہ پہلے اصل کا موجود ہونا
چاہیے تاکہ اُسپر اُسکی فرع کا وجود مرتب ہو سکے اور یہ مرض کے اصلی ہونے کی علامت ہے
اور دو عضوون کی کسی مرض مین شرکت کئی وجہ سے ہوتی ہے منجملہ اُنکے ایک تو یہ کہ اُن دونون
عضوون مین قربت اور ہمسایگی ہو جیسے کہ گردن اور دماغ ہے پس ایک ہمسایہ سے دوسرے
ہمسایہ تک خرابی پہونچتی ہے اور اسی لیے گردن پتلی نہین بنائی گئی کیونکہ گردن کو اُن تمام
آفتون سے اذیت پہونچتی ہے جو دماغ تک پہونچتی ہین اور یہ اسی وجہ سے ہے کہ دونون مین مسافت
کم ہے اور منجملہ اُن وجوہ کے ایک وجہ یہ ہے کہ ایک عضو دوسرے عضو کی راہ مین واقع ہو جیسے کہ
چڈھے کی رگ اور پانون کیونکہ یہ رگ پانون کے راستے مین ہے اور اسی لیے پانون مین زخم
پڑجانیکے وقت چڈھے پھول جاتے ہین اور اسکی وجہ یہ ہے کہ طبیعت اُس زخم کے اصلاح کا
قصد کرتی ہے اور خون اور روح سمیت پانون کیطرف متوجہ ہوتی ہے اور پانون کے راستے
مین یہ رگ واقع ہے اور وہ فی نفسہ ملائم اور مواد کی بہت جلد قبول کر لینے والی ہے اس لیے
پانون کیطرف کا متوجہ مادہ جالب اور اُسکے آس پاس مین ریزش کرتا ہے اور جالب مین رک کر
اُسکو اُبھار دیتا ہے اور ورم کرلاتا ہے اور منجملہ اُن وجوہ کے ایک وجہ یہ ہے کہ ایک عضو دوسرے
عضو کے لیے خادم ہو جیسے کہ پٹھا دماغ کے لیے ہے کیونکہ مخدوم کے مرض سے خادم کا بھی
مرض ہے (کیونکہ مخدوم کا نفع اور نقصان خادم کی طرف بلاشک عائد ہوتا ہے) پس جسوقت
دماغ مین کسی قسم کا نقصان پیدا ہوگا پٹھے مین بھی نقصان پیدا ہو جائیگا اور منجملہ اُن وجوہ کے
ایک یہ وجہ ہے کہ اُن دونون مین سے ایک عضو دوسرے کے فعل کا مبدا ہو جیسے پردہ ہے
پھیپھڑے کے لیے تنفس کے فعل مین کیونکہ پردہ ہی پھیپھڑے کو حرکت دیتا ہے اسواسطے کہ
اُسکے پھیلنے سے پھیپھڑا سمٹ جاتا ہے اور اُسکے سمٹنے سے پھیپھڑا پھیل جاتا ہے (اور یہی قبض و بسط
کی دو حرکتین نفس داخلی اور خارجی کی موجب ہین) پس پردہ اُسکے فعل کا مبدا یعنی علت ہے اسلیے

جسوقت پردہ پر کوئی آفت پہونچے گی پھیپھڑا بھی مئوف ہو جائیگا اور پھیپھڑے کے لیے فی ذاتہا
کوئی حرکت نہین ہے جیسے کہ جالینوس نے کتاب حرکۃ الصدر والریہ مین بیان کیا ہے اور
منجملہ اُن وجوہ کے ایک یہ وجہ ہے کہ ایک عضو دوسرے عضو کی سیدھ مین واقع ہو تو لامحالہ نیچے
عضو کے بخارات اوپر والے عضو تک پہونچینگے تو جو اوپر کا عضو ہے وہ نیچے کے عضو کے بخارات سے
اذیت پائیگا اور بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اوپر کے عضو سے نیچے کے عضو پر نزلہ گرتا ہے
کہ نیچے والے کو اس نزلہ سے نقصان اور اذیت پہونچتی ہے جیسے کہ دماغ اور معدہ ہے پس معدہ
دماغ کے نیچے اُسکی سیدھ مین رکھا ہوا ہے اور دونون مین پٹھون سے وصل ہے پس مسامت
اور پٹھون کی وجہ سے دونون مین شرکت (فی المرض) ہوتی ہے اور معدہ اور دماغ مین عصاب سے
اتصال ہونے پر دو دلیلین ہین اول تو یہ کہ جب کوئی شخص کسی بدبو کو سونگھتا ہے تو اُسکے سونگھنے
سے متلی ہوتی ہے اور اُبکائیان آنے لگتی ہین دوسرے یہ کہ جب کوئی آدمی نہایت ٹھنڈا پانی
پیتا ہے تو اُسکی خنکی دماغ مین محسوس ہوتی ہے اور سر مین درد ہونے لگتا ہے اور منجملہ اُن وجوہ
کے ایک یہ وجہ ہے کہ ایک عضو دوسرے عضو کا مصب ہو (یعنی اُسکے فضلون کی ریزش کا مقام
ہو) جیسے دل کے لیے بغل اور جگر کے لیے جڈھے اور دماغ کے لیے کانون کا پیچھے کا حصہ ہے
کیونکہ جسوقت دل و دماغ و جگر مین کسی مادہ کے گرنے کی وجہ سے کوئی ضرر اور نقصان پہونچتا ہے
اور اعضاے رئیسہ اُس مادہ کو ان مقامات کی طرف دفع کرتے ہین تو یہ مقامات متورم ہو جاتے
ہین اور جسوقت نہین ورم آیا اور علاج مین کسی قسم کی غلطی اور خطا واقع ہو گئی تو مادہ پلٹ کر
اعضاء رئیسہ مذکورہ تک پہونچ جاتا ہے اور ان اعضاء رئیسہ کو سخت مضرت پہونچتی ہے (نفیسی مین
ہو کہ یہ مقامات ملائم اور ڈھیلے ڈھالے اور بے حس پیدا کیے گئے ہین اعضاء رئیسہ جو کچھ اُنکی طرف دفع
کر دیتے ہین یہ اپنے ضعیف ہونے کی وجہ سے اُسکو قبول کر لیتے ہین) **مؤلف کہتا ہے**
اور ہر مرض مین تغیر ہوتا ہے یا یہ کہ اُسکا شدت پکڑنا یا گھٹنا ظاہر ہوگا یا ان دونون مین سے
ایک بات بھی ظاہر نہوگی پس پہلا تو تزاید کا وقت ہے اور دوسرا انحطاط کا اور تیسرا اگر تزاید کے
پہلے ہو تو ابتداے مرض کا وقت ہے اور اگر تزاید کے بعد ہو تو انتہا کا وقت ہے **مین کہتا ہون**
مرض متغیر سے مراد وہ مرض ہے جسکا حدوث بھی تھوڑا تھوڑا ہوا اور زوال بھی تھوڑا تھوڑا ہو کیونکہ

جن امراض مین یہ بات نہو جیسے کہ سر کا چپٹا ہونا ہے یا کسی عضو کا کسی صدمے کیوجہ سے اپنی جگہ سے اُکھڑ جانا اور اسی کے مثل جو امراض ہین اُنکے واسطے یہ چارون وقت نہین ہین اور یہ بھی جاننا چاہیے کہ یہ چارون وقت کبھی تو باعتبار مرض کے اول سے آخر تک اُسکی بار یون مین پیدا ہوتے ہین ان اوقات کو اوقات کلیہ کہا جاتا ہے اور کبھی ہر ایک بار یک کے اوقات اربعہ دیکھے جاتے ہین ۔ اور انکو اوقات جزئیہ کہا جاتا ہے (شیخ نے قانون مین لکھا ہے اکثر امراض کے واسطے چار اوقات مقرر ہین ۔ ابتدا ۔ تزید ۔ انتہا ۔ انحطاط ۔ ان چارون اوقات سے جو زمانہ خارج ہے وہ اوقات صحت مین داخل ہے ہماری مراد وقت ابتدا اور انتہا سے وہ دو طرفین اور کنارے زمانے کے نہین ہین کہ جنمین حال مرض کا کچھ ظاہر ہو بلکہ ہر ایک ابتدا اور انتہا کے واسطے ایک زمانہ محسوس ہے جسکا ایک حکم مخصوص ہے وقت ابتدا کا وہ زمانہ ہے جسمین ظہور مرض کا ہوتا ہے اور اُسکے حالات مین تشابہ اور یکرنگی ہوتی ہے کہ زیادتی مرض کی اُس زمانے مین ظاہر نہین ہوتی اور وقت تزید کا وہ زمانہ ہے جسمین شدت مرض کی وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتی جاتی ہے اور وقت انتہا کا وہ ہے جسمین مرض کے جمیع اجزا حالت واحدہ پر ٹھہر جاتے ہین اور اُسکے امراض یکسان رہتے ہین اور انحطاط کا وہ زمانہ ہے جسمین نقصان مرض کا ظاہر ہوتا ہے اور جسقدر امعان نظر کیجائے کمی مرض ظاہر تر ہوگی انتہٰی مؤلف سے منقول ہے کہ یہ چارون وقت اُس مرض مین نکلتے ہین جسکا حدوث تدریج کے ساتھ ہو اور جن امراض کا حدوث دفعتہً ہوتا ہے جیسے کہ مثلاً تلوار سے گردن کٹ جانا اُنکے لیے یہ اوقات اربعہ نہین ہین صاحب نفیسی اسپر یہ اعتراض کرتے ہین کہ دو حال سے خالی نہین یا تو قطع سیف اُسیوقت باعث ہلاک ہوگا یا نہوگا اگر نہین ہے تو ضروری ہے کہ اُسکے زخم کیوجہ سے ورم پیدا ہو اور اُس زخم مین ریم پیدا ہو اور بشرط سلامتی و عدم موت وہ زخم گھٹنا شروع ہوگا تو اُسکے لیے بھی چار وقت ہوے ۔ ابتدا ۔ انتہا ۔ تزاید ۔ انحطاط ۔ اور اگر قطع سیف اُسی وقت باعث ہلاک ہوگا تو یہ حالت اطبا کے نزدیک مرض نہین اسلیے کہ قطع سیف اعدام اور اہلاک ہے اور مرض موجود چیز ہے (کیونکہ مرض اور صحت مین تقابل تضاد ہے) انتہٰی جواب یہ ہوسکتا ہے کہ تلوار سے زخم کاری لگا کہ دو گھنٹے کے بعد مرگیا تو اس مدت مین وہ مریض ہے اور طبیعت مایوسی مین

مقاومت کے لیے جذب خون نہین کرتی تا کہ ورم ہو فافہم علاوہ برین یہ مثال مین مناقشہ ہے)
مؤلف کہتا ہی حکمت نظریہ کے اجزا مین سے تیسرا جزا اسباب کے بیان مین ہے سبب وہ
چیز ہے جو پہلے سے موجود ہو (یعنی ذات کے اعتبار سے تقدم ہو عام اس سے کہ تقدم زمانی ہو
یا نہو) اور اُسکی وجہ سے بدن انسان کی تین حالتون مین سے کسی حالت کا موجود ہوتا یا کسی
حالت پر بدن انسان کا ثابت رہنا واجب ہو جائے (بشرطیکہ تمام شرائط موجود ہون اور
تمام موانع منتفی ہون) مین کہتا ہون بدن انسان کی حالتون سے صحت اور مرض اور
حالت متوسطہ مراد ہے (ان تینون حالتون کی تحقیق کما حقہ گذر چکی ہے لہذا اعادہ کی ضرورت
نہین ہے) جو سبب کہ ان تین حالتون مین سے کسی حالت کا حدوث واجب کرے اُسکا
نام سبب فاعل اور سبب مغیر ہے اور جس سے بدن انسان کا کسی حالت پر ثابت رہنا واجب
ہو اُسکا نام سبب حافظ اور سبب مدیم ہے شیخ نے قانون مین لکھا ہے لفظ سبب کا کتب طب
مین جب مذکور ہوتا ہے اُس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ جو چیز پہلے موجود ہو اور اُسکے موجود ہونے سے
کسی حالت کا حالات بدن انسان سے موجود ہونا یا کسی حالت پر بدن انسان کا ثابت رہنا
واجب ہو جائے اور مرض کے یہ معنی ہین کہ مرض ایک ہیئت غیر طبعی ہے بدن مین انسان کے
جسکی جہت سے بالذات کوئی آفت کسی فعل مین واجب ہو وجوب اولی کہکے اور یہ بات یا مزاج
غیر طبعی سے پیدا ہوتی ہے یا ترکیب غیر طبعی سے عارض ہوتی ہے اور عرض وہ چیز ہے جو اس
ہیأت غیر طبعی کا تابع ہو اور وہ تابع بھی ہو اُس کا غیر طبعی ہونا خواہ بالکل طبیعت کی ضد کی وجہ سے
ہو جسطرح جیسے قولنج مین درد کا پیدا ہونا جو الم غیر طبعی ہے یا طبیعت کا ضد نہو جیسے رخسارے کا
زیادہ سرخ ہونا ذات الریہ مین امثلہ سبب کی مثال جیسے عفونت مرض کی مثال جیسے حمی
عرض کی مثال جیسے تپ مین پیاس اور درد سر کا ہونا ایضاً مثال سبب کی بھر جانا مادہ کا
اُن اوعیہ اور ظروف مین جو آنکھ تک اُترے ہین مثال مرض اسی مادہ سے طبقۂ عنبیہ مین سدے
کا پڑ جانا اور یہ مرض آلی ترکیبی ہے یعنی مرض مرکب عضو مرکب مین پیدا ہوتا ہے مثال عرض کی
بصارت کا جاتا رہنا ایضاً سبب کی مثال نزلۂ حادہ مرض کی مثال اُسی نزلہ سے ریہ مین قرحہ
پڑ جانا عرض کی مثال اُسی مرض مین دونون رخسارون کا سرخ ہو جانا اور ناخنون کا گول ہو

مقوس ہو جانا آعرض کبھی بذات خود عرض نام رکھا جاتا ہے اور کبھی باعتبار معروض لہ کے یعنی
جسے وہ عارض ہوتا ہے اور اسی عرض کو دلیل بھی کہتے ہین اس اعتبار سے کہ طبیب اُسکی
متابعت کرتا ہے اور اسکے ذریعے سے شناخت مرض کی حاصل کرتا ہے۔ کبھی ایک مرض سبب
دوسرے مرض کا ہوتا ہے جیسے قولنج سبب واسطے غشی اور فالج اور صرع کے ہوتا ہے بلکہ کبھی
عرض سبب واسطے مرض کے ہوتا ہے جیسے درد شدید قولنج مین سبب غشی کا ہوتا ہے یا درد شدید سے
ورم عارض ہوتا ہے اس لیے کہ مقام درد مین انصباب مواد ہوتے ہوتے ورم پیدا ہو جاتا ہے
اور کبھی عرض بذات خود مرض ہو جاتا ہے جیسے درد سر جو تپ مین عارض ہو جاتا ہے پیشتر جب اُسکو
استقرار اور استحکام ہو جاتا ہے تو بعد زوال تپ کے بھی باقی رہکر خود مرض ہو جاتا ہے کبھی ایک ہی
چیز بقیاس اپنی ذات کے اور بنظر ایک چیز کے جو اس سے پیشتر بھی اور بقیاس ایک چیز کے جو
اُسکے بعد ہوئی سبب اور مرض اور عرض ہوتی ہے جیسے حمائے سل کہ عرض ہے بہ نسبت قرحۂ ریہ
کے اور مرض ہے فی نفسہ اور سبب ہے واسطے ضعف معدہ کے مثلاً اور جیسے درد سر جو تپ بلغمی مین
پیدا ہوا اور پھر اس درد کو استحکام ہو جائے کہ وہ عرض ہے بہ نسبت حمی کے اور مرض ہے بذات
اور کبھی سرسام اُسکی جہت سے پیدا ہو جاتا ہے تو یہ سبب سرسام کا ہوتا ہے اسی طرح سے
دوران سبب اور مرض اور عرض کا ہوا کرتا ہے انتہی) مؤلف کہتا ہے ان تینون حالتون
مین سے ہر ایک کے لیے تین سبب ہین کیونکہ سبب یا تو بدنی ہو گا دستقرار کے اعتبار سے
سبب بدنی کی تین قسمین ہین خلطی مزاجی ترکیبی پس جو سبب اُنسے خارج ہو وہی غیر بدنی ہے
مثلاً یا تو از قبیل مصادمات ہو جیسے کہ ضربہ اور سقطہ وغیرہ یا از قبیل ماکولات ہو جیسے غذائین اور
دوائین یا عوارض نفسانیہ مین سے ہو جیسے غضب [غصہ ۱۲] اور فزع [ڈر اور خوف ۱۲] یا اُن امور مین سے ہو جو بدن کو
محیط ہین جیسے آفتاب کی گرمی اور ہوا کی سردی وغیرہ) جیسے سورج کی گرمی ہے (کہ درد سر
پیدا کرتی ہے) اور ہوا کی ٹھنڈک ہے (کہ پٹھون کو لٹکا دیتی ہے پس یہ دونون سبب یعنی حرارت
اور برودت بدن پر خارج سے وارد ہوتے ہین) اور غصہ اور خوف ہے (کہ یہ دونون تپ پیدا کرتے
ہین اور نفس کیجانب سے بدن پر وارد ہوتے ہین کیونکہ غصہ ایک نفسانی کیفیت ہے کہ اُسکے پیدا ہوتے
ہی روح بغرض انتقام بدن سے باہر کی جانب حرکت کرتی ہے اور خوف ایک نفسانی کیفیت ہے

جسکے پیدا ہوتے ہی روح موذی کے ڈر سے بدن کے اندر چھپ جانا چاہتی ہے) اور اس سبب کا
خواہ واقعی ہو یا محض خیالی ۱۲
نام (یعنی جو بدنی نہو) بادی ہے (خواہ کسی حالت کو بواسطہ پیدا کرے جیسے کہ بہت سا کھا جانا کہ
یہ موجب امتلا ہے اور امتلا موجب مرض ہے پس امتلا طعام کثیر اور مرض کے درمیان واسطہ ہے
اور یا کسی حالت کو بلا واسطہ واجب کرے جیسے کہ آفتاب کی گرمی ہے کہ بلا واسطہ درد سر پیدا کرتی
ہے) یا یہ کہ بدنی ہو پس دو حال سے خالی نہین ہے یا تو کسی حالت کو بلا واسطہ واجب کرے جیسے
کہ عفونت کا بخار کو پیدا کرنا پس اسکا نام سبب واصل ہے (اسلیے کہ یہ سبب بدنی حالت کے ساتھ
متصل ہے) اور یا یہ کہ کسی حالت کو بواسطہ واجب کرے جیسے کہ امتلا کا تپ عفنیہ کو واجب کرنا
اور اس سبب کا نام سبب سابق ہے (کیونکہ یہ سبب حالت پر ایک سبب کے ساتھ سابق اور متقدم ہے
اسلیے کہ پہلے یہ سبب ہے اُسکے بعد امتلا اُسکے بعد تپ عفنیہ) **مین کہتا ہون** صحت اور مرض اور
حالت متوسطہ ان تینون مین سے تین سبب ہوتے ہین پہلا سبب بادی دوسرا سبب واصل تیسرا
سبب سابق (سبب سابق اور واصل مین اس بات کی شرکت ہے کہ یہ دونون بدنی ہوتے ہین
اور سبب سابق اور بادی مین اس بات کی شرکت ہے کہ بیشتر ان دونون اور حالات ثلاثہ بدن
انسان کے درمیان ایک واسطہ ہوا کرتا ہے اور سبب بادی اور سبب واصل مین اس بات کی
شرکت ہے کہ ان دونون اور حالات ثلاثہ کے درمیان کبھی واسطہ نہین ہوتا مگر سبب سابق اور
سبب واصل مین یہ فرق ہے کہ سبب سابق کے قریب کوئی حالت نہین ہوتی بلکہ ان دونون
کے درمیان چند اسباب ہوتے ہین جو نزدیک تر اُس حالت کے ہوتے ہین جو سبب سابق
کے وقت ہے اور سبب سابق اور سبب بادی مین یہ فرق ہے کہ اسباب سابقہ بدنی ہوتے
ہین اور اسباب بادیہ غیر بدنی اور یہ بھی ایک فرق ہے کہ اسباب سابقہ اور حالت کے درمیان
واسطہ ہوتا ہے اور اسباب بادیہ مین یہ بات ضروری نہین ہے اور اسباب واصلہ اور اسباب بادیہ
مین یہ فرق ہے کہ اسباب واصلہ بدنی ہوتے ہین اور اسباب بادیہ خارج از بدن اور دوسرا
یہ فرق ہے کہ اسباب واصلہ اور تغیر حال مریض کے درمیان کوئی واسطہ نہین ہوتا اور اسباب بادیہ
اور حالت مریض مین کبھی واسطہ بھی ہو جاتا ہے بلکہ واسطے کا ہونا اور نہونا دونون اسباب بادیہ
کے اعتبار سے ممکن ہین) اور سبب کے ان تین سببون مین منحصر ہونے پر یہ دلیل ہے کہ سبب

یا تو بدنی نہو گا یا بدنی ہو گا۔ اگر نہین ہے تو اسکا نام سبب بادی ہے۔ اور اگر بدنی ہے تو دو حال سے خالی نہین یا تو حالت کو بلا واسطہ واجب کریگا۔ اور یا اُسکے اور حالت کے درمیان کوئی واسطہ ہو گا۔ پہلے کا نام سبب واصل ہے اور دوسرے کا نام سبب سابق اور اس وجہ حصر کے بیان کرنے سے ہر ایک سبب کی تعریف بھی معلوم ہو گئی سبب اول کو بادی اسواسطے کہتے ہین کہ وہ ظاہر ہوتا ہے کہ طبیب اور غیر طبیب دونون اُسکو پہچانتے ہین اور یہ مشتق ہے بَدَا الشیئُ سے یہ اُسوقت بولا جاتا ہے جب کوئی چیز ظاہر ہو جائے (جیسے آفتاب کی گرمی وغیرہ) اور بعض لوگ اسکی وجہ تسمیہ (بلا ہر) یہ بیان کرتے ہین کہ چونکہ اس سے امراض کی ابتدا ہوتی ہے اس سے اسکو بادی کہا گویا کہ مرض اسی سے شروع ہوا یا اس سبب سے بادی کہتے ہین کہ یہ اسباب ہمیشہ بدن سے باہر کے اسباب کیطرف منسوب ہوا کرتے ہین جیسے کہ مثلاً امتلا ہے کہ کثرت غذا سے (یہ سبب خارجی ہے) پیدا ہوتا ہے اور دوسرے سبب کو واصل اسواسطے کہتے ہین کہ یہ سبب بدن کو حالت کے نزدیک کر دیتا ہے (صاحب نفیسی نے واصل کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی ہے کہ یہ سبب حالت سے متصل ہے (یعنی اسکے اور حالت کے درمیان کوئی واسطہ نہین ہے) مترجم کہتا ہے کہ شاید صاحب نفیسی نے اس سبب کے موجودہ اثر پر نظر کی اور اُسکو متصل کہا اور شارح رہ نے اُسکے سبب ہونے کی رعایت کرکے واصل یعنی نزدیک کنندہ کہا ویقال وصل الشئی وصلہ وغیرہ فافہم۔ اور تیسرے سبب کو سابق اسواسطے کہتے ہین کہ وہ حالت پر زمانے کے اعتبار سے مقدم ہوتا ہے اگر کوئی اعتراض کرے کہ سبب بادی بھی کبھی حالت پر زمانے کے اعتبار سے مقدم ہوتا ہے تو وہ بھی سابق ہوا (پھر کیا وجہ ہے کہ سبب سابق ہی کو اس نام کے ساتھ خاص کیا گیا) تو اسکا یہ جواب ہے کہ ہان سابق دونون ہو سکتے ہین لیکن جب ایک سابق کا نام خاص بادی رکھدیا گیا تو باقی کو وہی عام نام (سابق) دیدیا گیا۔ نفیسی مین ہے کہ جب دو قسمین یعنی بادی اور واصل ایک ایک وجہ سے ایک ایک نام کے ساتھ مختص ہو گئین اور تیسری قسم بغیر نام کے باقی رہگئی تو اُسکا وہ نام رکھدیا گیا جو تینون قسمون کو شامل ہے یعنی (سابق) کیونکہ ہر سبب مسبب پر مقدم ہوتا ہے) صحت اور مرض اور حالت متوسطہ کے سبب بادی کی مثال آفتاب کی گرمی اور ہوا کی ٹھنڈک اور غصہ اور خوفناک گھبراہٹ وغیرہ ہے کیونکہ یہ چیزین بعض لوگون مین صحت کی موجب ہوتی ہین اور بعض مین مرض کی اور بعض مین حالت متوسطہ کی

اور ان چارون مثالون مین سے پہلی دو مثالین یعنی حرارت کی گرمی اور ہوا کی خشکی اُس سبب بادی کی مثالین ہین جو نفس سے حاصل نہو اور غصہ اور خوف اُس سبب بادی کی مثالین ہین جو نفس سے حاصل ہو (اور یہ اعتراض نہ وارد ہوگا کہ جو سبب نفس سے حاصل ہو وہ بادی نہین ہو سکتا کیونکہ سبب بادی وہ ہے جو بدنی نہو) اسلیے کہ نفس بدن کے مغایر ہے آور صحت کے سبب واصل کی مثال مزاج اور ترکیب کا معتدل ہونا (کیونکہ اعتدال مزاج اور ترکیب بلا واسطہ صحت کا موجب ہے بدنی بھی ہے) آور مرض کے سبب واصل کی مثال تعفن اخلاط ہے کیونکہ اس سے تپ عفنیہ پیدا ہوتی ہے آور صحت کے سبب سابق کی مثال بُحران جید ہے (غیاث مین ہے بُحران بالضم تغیر عظیم کہ دفعۃً در مرض پیدا شود واز مقاومت طبیعت یا مرض بسوی صحت کشد یا بسوی ہلاک وتشبیہ دادہ اند طبیعت را بسلطان و مرض را بدشمن و بدن را بہ ملک و روز بحران را بروز قتال پس درین روز سلطان کہ طبیعت است دشمن را کہ مرض است اگر از ملک براند بحران جید گویند و اگر دشمن غالب شود نعوذ باللہ منہا و سلطان را بکشد و ملک را فراگیرد بحران ردی گویند انتہی) آور بُحران جید کو سبب سابق اسواسطے کہا کہ اسکے اور صحت کے درمیان اعتدال مزاج و ترکیب واسطہ ہے) اور مرض کے سبب سابق کی مثال امتلا ہے (امتلا در عرف اطبا بسیار پر شدن معدہ از غذا و بدہضمی) کیونکہ امتلا سے عفونت پیدا ہوتی ہے راستون کے بند ہو جانیکی وجہ سے آور راستون کے بند ہو جانے مین یہ خرابی ہے کہ جو فضلے مضر ہین وہ تحلیل نہین ہوتے اور رُک رہتے ہین اور حالت متوسطہ کے سبب سابق اور سبب واصل کی مثالین بھی انھین مثالون سے نکل سکتی ہین (شیخ نے لکھا ہے کہ اسباب سابقہ چند امور بدنی ہین خلط کی وجہ سے پیدا ہون یا مزاج خاص یا ترکیب خاص اُنکا باعث ہو کر کسی حالت اور تغیر کو پیدا کرتے ہین اور اس حالت کے پیدا کرنے مین اسباب سابقہ کی تاثیر بالاسے نجات ہوتی ہے یعنی ضرور ہوتی ہے اور اپنی تاثیر کو یہ اسباب روک نہین سکتے جیسے کہ آگ اپنے احراق کے روکنے پر قادر نہین ہے دوسری یہ بات ہے کہ یہ اسباب اولاً اور بلا واسطہ موثر اس تغیر مین نہین ہوتے بلکہ خلط یا مزاج وغیرہ کے واسطے سے انکی تاثیر ہوتی ہے۔ اسباب واصلہ وہ امور بدنی ہین جو احوال اور تغیرات بدنی مین واسطہ تاثیر اولی اور ایجابی یعنی بے اختیاری کرتے ہین

اسباب بادیہ چند امور بدنی ہین کہ خارج از بدن ہوتے ہین مگر تغیرات بدن مین کبھی بواسطہ اور کبھی بلا واسطہ پیدا کرتے ہین مگر انکی تاثیر بھی غیر اختیاری ہوتی ہے کہ اپنی تاثیر کے روکنے پر قادر نہین ہوتی **مثال اسباب سابقہ کی** مرض مزاجی مین جیسے امتلاء مادہ سبب سابق ہے تپ کے لیے یا مرض ترکیبی مثلاً امتلاء اوعیہ چشم نزول الماء کا سبب سابق ہے **مثال اسباب واصلہ کی** جیسے عفونت اخلاط سبب واصل ہے حمی کے واسطے یا رطوبت سائلہ جو اُتر کر ثقبہ یعنے سوراخ عنبیہ تک آتی ہے سبب واصل ہے سدہ کے لیے اور سدہ سبب عمی اور نابینائی کا ہو جاتا ہے مترجم سدہ کا سبب نابینائی ہونا فقط بیان واقع ہے مثال سبب واصل کی فقط رطوبت سائلہ پر تمام ہوگئی **مثال اسباب بادیہ کی** گرمی آفتاب کی خواہ حرکت شدیدہ یا غم کا پیدا ہونا یا بیداری بیش از حد کا عارض ہونا کسی گرم چیز کا پینا یا کھانا جیسے لہسن کا استعمال کہ یہ ہر ایک شئے سبب خارجی تپ کے پیدا ہو جانیکی ہے **مؤلف کہتا ہے** اور سبب کا فعل یا تو بالذات ہوتا ہے جیسے ٹھنڈے پانی کا جلد کو سرد کرنا یا بالعرض ہوتا ہے جیسے ٹھنڈے پانی کا جلد کو گرم کرنا بدن کی حرارت غریزیہ کو بند کرکے شیخ نے قانون مین لکھا ہے ہر ایک سبب اسباب مذکورہ سے (یا فقط اسباب بادیہ سے) اُسکا سبب ہو کر اثر کرنا کبھی تو بالذات ہوتا ہے یعنی اپنی تاثیر مین وہ سبب محتاج کسی اور شئے کا نہین ہوتا جیسے مرچ سیاہ کہ خود ہی بالذات تسخین پیدا کرتی ہے یا افیون کہ بذات خود تبرید کا اثر پیدا کرتی ہے اور کبھی اثر کرنا بالعرض ہوتا ہے جیسے آب سرد جب گرمی پیدا کرے چنانچہ اکثر حوض وغیرہ کے سرد پانی سے نہانے مین حرارت پیدا ہوتی ہے پس یہ اثر ٹھنڈے پانی مین بوجہ احتقان حرارت باطنی کے پیدا ہوتا ہے اور حقن حرارت کی وجہ یہ ہے کہ آب سرد سے تکثف مسامات بدنی ہوتی ہے اور باہر کو حرارت خارج نہین ہوتی لہذا حرارت اور گرمی پیدا ہو جاتی ہے یا گرم پانی سے برودت پیدا ہونا کہ یہ بھی بالعرض ہے اسلیے کہ تبرید کا اثر آب گرم سے بوجہ تحلیل کے ظاہر ہوتا ہے یا سقمونیا جو حار ہے اور بعد اسہال خلط صفرا کے برودت کرتی ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ خلط حار کے اخراج سے بالعرض برودت پیدا ہوتی ہے ہر ایک سبب خارجی اسباب بادیہ کو ہمیشہ یہ قوت نہین ہے کہ پہونچنے کے ساتھ بدن مین اپنا اثر ذاتی یا عرضی کرنے لگے بلکہ کبھی اثر کرنے مین اُنھین اسباب کو بدن تک

پہونچنے کے ساتھ اور بھی چند امور کی حاجت ہوتی ہے اور وہ شروط مختصر مین امور مین ہین (۱) ایک قوت فاعلہ کی تاثیر کا قوی ہونا (۲) جسپر یہ سبب موثر ہوگا یعنی بدن کا اس تاثیر سے منفعل ہونا کہ اسکے اثر کو قبول کر سکے (۳) ایسے سبب کا بدن سے متصل ہونا اور اُسپر وارد ہونا اور اتنی دیر تک سبب کا اپنے وصف پر اور بدن کا اپنی صفت پر باقی رہنا کہ اثر ہو سکے اکثر چیزین اسباب بادیہ سے جنکی تاثیر ابدان مین نہین ہوتی اُسکی وجہ بیشتر یہی ہے کہ اُن شروط مین سے کوئی شرط مقصود ہوتی ہے لہذا بالکل اثر نہین ہوتا اور کبھی باوجود اجتماع شرائط کے بھی ظہور اثر مین انھین اسباب کی کمی اور بیشی کا اختلاف واقع ہوتا ہے اور بیشتر اسوجہ سے سبب واحد چند ابدان مین مختلف امراض کو پیدا کرتا ہے یا اوقات مختلفہ مین امراض چند پیدا کرتا ہے ۔ کبھی اختلاف تاثیر کسی سبب کے بدن قوی اور بدن ضعیف کی وجہ سے مختلف ہوتے ہین اور کبھی کمی اور بیشی اثر کی بدن شدید الحس اور ضعیف الحس مین مختلف طور پر ہوتی ہے اُنھین اسباب مین بعض اسباب مختلف ہوتے ہین اور بعض اسباب غیر مختلف ہوتے ہین مختلف اُس سبب کو کہتے ہین کہ اگرچہ وہ سبب بدن سے جدا ہو جائے مگر پھر بھی اپنے اثر کو چھوڑ جائے اور غیر مختلف وہ سبب ہے کہ ادھر وہ بدن سے جدا ہوا اُسکا اثر بھی ساتھ ہی مفقود ہو گیا انتہی) **مین کہتا ہون** سبب کا اثر اپنے سبب مین یا تو وہی ہوگا جسکو اُسکی طبیعت چاہتی ہے ایسے اثر کا نام تو فعل ذاتی ہے اور یا اُسکا اثر اُسکی طبیعت کے مقتضا کے موافق نہوگا اس اثر کا نام فعل عرضی ہے ٹھنڈے پانی کا بدن کو سرد کرنا یہ تو فعل ذاتی کی مثال ہے کیونکہ پانی کی طبیعت اس بات کو چاہتی ہے کہ سرد کردے اور ٹھنڈے پانی کا بدن مین گرمی پیدا کردینا یہ فعل عرضی کی مثال ہے کیونکہ گرمی پہونچانا اُسکی طبیعت کا مقتضا نہین ہے بلکہ اُسکا بدن کو گرمی پہونچانا بالعرض ہوتا ہے کیونکہ پانی اپنی سردی کی وجہ سے ظاہر جلد کو سرد کردیتا ہے اور اس ٹھنڈک کی وجہ سے جلد کثیف ہو جاتی ہے اور مسامات بند ہو جاتے ہین اسلیے گرم بخارات جلد کے اندروار حصہ مین گھٹ جاتے اور بند ہو جاتے ہین اور اسوجہ سے اندروار حصہ نہایت گرم ہو جاتا ہے اور کبھی اندر سے باہر کو سخت گرمی پہونچتی ہے دکیونکہ سرد پانی اپنی سردی کی وجہ سے حرارت عزیزی کو اندر کی طرف ڈھکیلتا اور بھگاتا ہے اور حرارت غریزیہ اکٹھی ہو کر قوی ہو جاتی ہے اب جسوقت وہ باہر کی طرف نکلکر قصد کریگی قوت کے ساتھ کریگی اور ظاہر جلد کو

کچھ اعتدال سے زیادہ گرمی پہونچیگی) پس یہ گرمی جو اس وجہ سے حاصل ہوئی ہے کہ سردی نے
مسامات کو روک دیا ہے ٹھنڈے پانی کے افعال عرضیہ مین سے ہے **مؤلف کہتا ہے**
اور ہر سبب یا تو ضروری ہوتا ہے یا ضروری نہین ہوتا اور غیر ضروری سبب کبھی طبیعت کے مضاد
ہوتا ہے اور کبھی طبیعت کے مضاد نہین ہوتا **مین کہتا ہون** سبب یا تو ضروری ہے کہ آدمی
کو کسیطرح اُس سے گریز نہین ہوسکتا جب تک کہ اُسکی حیات باقی ہے جیسے کھانے پینے کی
چیزین وغیرہ اور یا ضروری نہین ہے کہ بغیر اسکے حیات ہوسکتی ہے اور سبب غیر ضروری دو حال
سے خالی نہین یا یہ کہ طبیعت کا مفسد اور مضاد ہوگا جیسے زہر (اور قطع سیف وغیرہ) اور یا مضاد
اور مفسد نہوگا جیسے خاک مین لوٹنا ہے پس یہ سبب کی تین قسمین ہین جنکی طرف مصنف نے اشارہ
کیا ہے اور اُنکے احکام کو بیان کیا ہے اور لفظ کل کا (کُلّ سبب مین) بے موقع واقع ہوا ہے
چنانچہ ظاہر ہے (بعض محشیون نے لکھا ہے کہ شاید بے موقع ہونے کی یہ وجہ ہے کہ بعض اسباب
ضروری ہین اور بعض غیر ضروری پس یہ ضروری اور غیر ضروری کی تردید سبب کلی مین ہے نہ کہ ہر سبب
مین پس یہ کیسے کہہ سکتے ہین کہ اسباب مین سے ہر سبب دو حال سے خالی نہین یا ضروری ہوگا
یا غیر ضروری انتہیٰ اگر لفظ کل کے بے موقع ہونے کی یہی وجہ ہے تو اُسکو بے موقع کہنا صحیح
نہین کیونکہ اسکی یہ توجیہ ہوسکتی ہے کہ یہ کل کلی کے معنی مین ہے اور کل کی اضافت طرف سبب کے
صفت کی اضافت ہے موصوف کیطرف اور اس تقدیر پر مؤلف کے کلام کے یہ معنی ہوے کہ
سبب کلی کے بعض افراد ضروری ہین اور بعض غیر ضروری اور یہ صحیح ہے) **مؤلف کہتا ہے**
اسباب ضروریہ کی چھ جنسین ہین (ایک جنس ہوا جو آدمی کے بدن سے محیط ہے دوسری جنس
کھانے پینے کی چیزین تیسری جنس آدمی کے بدن کا حرکت کرنا اور ٹھہرنا چوتھی جنس حرکات نفسانی
اور غیر بدنی جیسے غم اور سرور وغیرہ پانچوین جنس نوم و یقظہ یعنی خواب اور بیداری چھٹی جنس احتباس
یعنی بدن سے کسی چیز کا نکلنا یا خارج ہونا اور کسی چیز کا پیدا ہونا اور نہ نکلنا) **مین کہتا ہون**
اس انحصار کی دلیل استقرار ہے (یعنی تلاش کرنے سے اسباب ضروریہ کی یہی چھ قسمین معلوم
ہوئین اور ممکن ہے کہ ماورا اسکے کوئی اور قسم بھی ہو جسپر اطلاع نہوئی ہو) **مؤلف کہتا ہے**
اسباب ضروریہ مین سے ایک سبب تو وہ ہوا ہے جو بدن کو گھیرے ہوے ہے اور اسکی ضرورت

روح کی تعدیل کے لیے ہوتی ہے اس طریقے سے کہ اُسکو پھیپھڑا اپنی طرف کھینچے اور روح کے فضلے (یعنی دخانی بخارات) سانس کے پلٹنے سے باہر ہوں میں کہتا ہوں اسبابِ ضروریہ مین سے وہ ہوا ہے جو بدنون کو احاطہ کیے ہوے ہے اور اُسکی طرف محتاج ہونیکی یہ وجہ ہے

(اس قید کی وجہ شارح کے کلام سے آیندہ چلکر معلوم ہوگی ۱۲)

کہ روح جو قلب مین پیدا ہوتی ہے وہ نہایت لطیف اور نہایت گرم مزاج ہے تاکہ اُسکا نفوذ اعضا مین جلد ہو سکے کیونکہ برودت اور غلظت علاوہ ثقل اور گرانی کے نفوذ یا سرعت نفوذ سے مانع ہوتے ہین اور اسمین بھی شک نہین ہے کہ جو شئی لطیف اور گرم ہوتی ہے خصوصًا جسمین حرکت زیادہ ہو اور حرکت مین تیزی بھی ہو وہ جوہر ناری کی طرف بہت جلد مستحیل ہو جایا کرتی ہے کیونکہ ایسی چیز کو آگ کے ساتھ بہت زیادہ مناسبت ہوتی ہے اور اس سے یہ بات لازم آتی ہے کہ اُس شئی مین اشتعال (شعلہ ۱۲) پیدا ہو جائے اور آثار نفسانیہ کے قبول کرنیکی اُسمین استعداد نہ باقی رہے پس یہ بات نہایت ضروری ہوئی کہ ہمارے لیے ایک ایسا سرد جسم ہو جو روح پر وارد ہو کر اُسمین تعدیل پیدا کر دے اور یہ بھی ضرور ہے کہ یہ سرد چیز بہت زیادہ اور بافراط سرد نہو ورنہ روح کی حرارت کو بالکل بجھا دیگی کیونکہ روح اپنی لطافت کی وجہ سے اثر کو بہت جلد قبول کر لیتی ہے اور یہ بھی ضرور ہے کہ یہ سرد چیز لطافت اور خفت مین جوہر روح کے ساتھ مناسبت رکھتی ہو ورنہ روح اُس شئی کی آمیزش سے مکدر ہو جائیگی اور یہ صفات سواے ہوا کے اور کسی عنصر مین نہین پائے جاتے (کیونکہ آگ گرم ہے لہٰذا گرم روح کی اُس سے تعدیل نہین ہو سکتی اور زمین کثیف ہے اُسکی آمیزش روح کو مکدر کر دیگی اور پانی نہایت ٹھنڈا ہے اُسکی مخالفت سے روح کی حرارت بجھ جائیگی) اسلیے ضرورتًا تعدیل روح کے لیے ہوا ہی کی ضرورت ہے رہا یہ کہ قلب کی جانب ہوا کا نفوذ کس طریقے سے ہوتا ہے

(کیونکہ روح کا مقام قلب ہی تجویف ایسر ہے اور وہین ہوا کی ضرورت ہے ۱۲)

پس اُسکی یہ کیفیت ہے کہ سانس کی حرکت سے ہوا پہلے پہل پھیپھڑے مین جاتی ہے اور اُسکے جاتے ہی پھیپھڑے کی قوت اُسکی درستی کی جانب متوجہ ہو جاتی ہے اور اُسکو اُسکے نقصانات اور خرابیون سے پاک و صاف کر دیتی ہے اسکے بعد پھیپھڑا اس صاف شدہ ہوا کو اُن رگون کیجانب دفع کرتا ہے جنکا نام عروق خشنہ ہے اور ان رگون سے شریان وریدی کے مسام کیجانب دفع ہوتی ہے اور وہان سے قلب تک پہونچتی ہے اور جو شریانین کہ دور ہین وہ پھیپھڑے کے

(وہ رگین جنکے باطن مین کھرا پن ہے ۱۲)

راستے سے ہوا کو جذب نہین کرتین بلکہ جلد کے مسامات کے راستے سے کھینچتی ہین کہ یہ مسامات

رگون کے منھ کے قریب ہین) اور یہ جذب ہوا کا کام پہلے پہل دل ہی کو کیون نہ دیا گیا (اور اس
تکلف کی کیون ضرورت ہوئی کہ اول ہوا کو پھیپھڑا جذب کرے اُسکے بعد رگون کی طرف دفع
کرے اور رگین مسامات کی طرف دفع کرین اور مسامات سے قلب جذب کرے) اسکی دو وجہ
(اور اُس سے روح کو ترویح ہو ۱۲)
ہین اول تو یہ کہ قلب کی حرکت تنفس (سانس لینے مین ۱۲) مین پھیپھڑے کی سی حرکت نہین ہے بلکہ دل کی حرکت
پھیپھڑے کی حرکت سے بہت زیادہ تیز ہے چنانچہ کہا گیا ہے کہ ایک معتدل سانس مین دل دس بار
حرکت کرتا ہے پانچ انبساطی حرکتین اور پانچ انقباضی حرکتین لہٰذا ضرورت ہے کہ بلحاظ وقت حاجت
پھیپھڑے مین کچھ نہ کچھ ہوا ہر وقت موجود رہے کیونکہ انسان کو کبھی اس بات کی ضرورت پڑتی ہے
کہ اپنی سانس کو تھوڑی دیر تک روکے جیسے کہ مثلاً اُسکی گذرگاہ مین بدبو پڑ جائے یا دھوان ہو
یا غبار ہو تو وہ سانس کو روک لیتا ہے یا جیسے کہ عورت بچہ ہونیکے وقت اپنی سانس کو روک لیتی
ہے یا جیسے کہ پیچش کے وقت دیر تک سانس روک لیجاتی ہے پس اگر جاذب ہوا بلا واسطہ
قلب ہی ہوتا تو سانس روکنے کی حالت مین دل کی حالت مین اضطراب پیدا ہو جاتا اور دوسری
یہ وجہ ہے کہ اگر پہلے پہل ہوا قلب تک پہونچتی تو قلب کو اُسکی برودت اور کثافت اور کدورت اور
ایکایک اُسکی دھمک سے اذیت پہونچاتی اسلیے پھیپھڑا بحکمت الٰہیہ اُسکی اصلاح کر کے تھوڑا تھوڑا
قلب تک پہونچاتا ہے اگر کوئی اعتراض کرے کہ ہوا تو گرم ہے اُسکی وجہ سے روح مین کیسے برودت
ہو سکتی ہے تو اُسکا یہ جواب ہے کہ جو ہوا بدنون کو گھیرے ہوے ہے وہ روح کے اصلی مزاج
کے اعتبار سے بھی سرد ہے چہ جائیکہ روح کا وہ مزاج جو احتقان کے بعد پیدا ہوا ہے کیونکہ
جسوقت قلب کی بائین تجویف مین روح کا انطباق (پکنا ۱۲) ہوتا ہے تو وہ فضلے جو بخارات اور اجزاء دخانیہ
ہین اُس سے ممتاز اور جدا ہو جاتے ہین اور روح کے احتقان کے وقت روح سے ملجاتے
ہین (اور اسوجہ سے روح مین بہ نسبت مزاج اصلی کے بہت زیادہ حدت اور حرارت پیدا ہو جاتی
ہے) اور جبکہ ہوا اس سے زیادہ سرد ہوئی تو اُسکی تعدیل کر سکتی ہے پس معلوم ہو گیا کہ انسان
کو اس بات کی ضرورت ہے کہ سرد ہوا کے ساتھ اپنی روح کو معتدل کرے اور تعدیل ایسی ہوا سے
تو ممکن نہین ہے جو وہان پہونچکر قائم اور دائم ہو جائے کیونکہ روح کی صحبت مین زیادہ ٹھہرنے
سے اُسمین گرمی پیدا ہو جائیگی اور جو تعدیل کا فائدہ ہے وہ جاتا رہیگا لہٰذا ضروری ہے کہ یہ ہوا

وہان سے نکلے تا کہ نئی ہوا وہان پہونچکر اُسکے قائم مقام بنے اور اگر پہلی ہوا بھی بدستور قائم رہے
تو جگہ تنگ ہوجائیگی اور اُس ہوا کا نکلنا جیسے کہ دوسری ہوا کے واسطے تخلیۂ مکان کے لیے
نافع ہے ایسی ہی ایک دوسری وجہ سے بھی نافع ہے اور وہ یہ ہے کہ روح کے فضلات
نکلتے رہین یعنی وہ دخانی بخار جسکے نکلنے کی ضرورت ہے کیونکہ اگر یہ باقی رہیگا تو روح سے ملکر
اُسکو گرم کردیگا بلکہ جلا دیگا لہذا ضروری ہے کہ متواتر تنفس کے ذریعے سے ہوا اندر داخل ہوتی
رہے اور متواتر سانس کے پھیرنے سے باہر کی جانب خارج ہوتی رہے ۔ اُسکے اندر آنے سے
تو یہ فائدہ ہے کہ روح کی تعدیل ہوگی اور باہر آنیسے یہ فایدہ ہے کہ فضلون (یعنی بخارات
روح) کا تنقیہ ہوگا اور دوسری ہوا کے داخل ہونیکے لیے مکان خالی ہوگا پس معلوم ہوا
کہ ہوا کی ضرورت ہے اسی لیے اسباب ستۂ ضروریہ مین سے ایک سبب ضروری ہوا بھی ہے
(شیخ نے قانون مین لکھا ہے یہ ہوا ہمارے عناصر اربعہ بدنی کی ایک عنصر بھی ہے اور ہماری
ارواح کے لیے بھی عنصر ہے اور باوصف عنصر ہونے کی اس ہوا سے ہماری ارواح کو مدد بھی
پہونچتی رہتی ہے اور اصلاح ارواح کی علت بھی ہے (بلکہ ابدان کو بھی ہوا سے مدد پہونچتی ہے
اور اصلاح بھی کرتی ہے) ہوا کا مصلح ارواح ہونا فقط اسی طرح کا نہین ہے جیسے ایک عنصر
دوسرے کی اصلاح کرتا ہے بلکہ ہوا کی اصلاح بہ نسبت ارواح کے ایسی ہے جیسے کہ فاعل اپنے
منفعل مین اثر کرتا ہے وہ فاعل جو تعدیل کسی شئے مین پیدا کرے اور ہم بیان کر چکے ہین کہ ارواح
سے مراد کیا ہے وہی جوہر جو بخارات اخلاط سے پیدا ہوتا ہے اور ہم یہی کہہ چکے ہین کہ اس فن طب مین
لفظ روح سے ہم اُن معنون کو قصد نہین کرتے جو فلاسفہ کی اصلاح ہے کہ وہ لوگ روح سے
نفس ناطقہ مراد لیتے ہین جو اُنکی راے مین جوہر مجرد ہے (یہ دفع دخل ہے ایسا نہو کوئی خیال
کرے کہ روح یعنی نفس ناطقہ جو غیر جسمانی ہے اُسکی تعدیل ہوا سے جسمانی کیا کریگی ورنہ وہ بھی
جسمانی ہوجائیگی) جو تعدیل ہوا کے ذریعے سے ہماری ارواح مذکورہ تک صادر ہوتی ہے
اُسکے تمام ہونے مین دو فعل پیدا ہوتے ہین ایک ترویح دوسرے تنقیہ ترویح سے یہ فائدہ
ہوتا ہے کہ جسوقت روح کا مزاج گرم ہوجائے اور بافراط اُس روح مین اکثر بوجہ احتقان کے حرارت
پیدا ہو یا گاہ بیگاہ کبھی اور وجہ سے روح گرم ہوجائے اُس گرمی کے اعتدال پر لانیکے واسطے

ہواے مذکور سے مدد پہونچتی ہے اور تعدیل ارواح سے مراد ہماری تعدیل اضافی ہے نہ حقیقی
یہ تعدیل روح کو بذریعہ ہوا کے استنشاق ریہ کی و تب سے ہوتی ہے یعنی پھیپھڑا اُن مسامات منافس
نبض سے جو متصل شرائین کے ہین ہوا کو اندر کھینچتا ہے اور چھوٹی چھوٹی رگون کے منھ جنسے نبض
ہوا کو لیکر وہان تک پہونچاتی ہے - جو ہوا ہمارے بدن کو محیط ہے چونکہ اُسکا مزاج بہ نسبت ہماری
روح کے اصل اور غریزی مزاج کے بارد ہے حالانکہ ہماری روح کا مزاج غریزی معتدل ہے
مائل بحرارت پھر جب ہماری روح مین حرارت بوجہ احتقان کے پیدا ہو اسکی حرارت اور گرمی سے
تو ہواے محیط بدرجہا سرد ہوگی پس جب اُس گرم روح تک ہواے بارد پہونچتی ہے یا اُس
ہوا کا صدمہ خواہ پھیپھڑا دن روح گرم کو لگتا ہے اور بعد پہونچنے ہوا مستنشق کے اور روح مین اختلاط
اور آمیزش بہ گرمجوشی پیدا ہوتی ہے اسکے ذریعے سے دو فائدے حاصل ہوتے ہین ایک یہ کہ ہواے
سرد روح گرم کو اس ضرر سے منع کرتی ہے کہ وہ روح مستحیل طرف ناریت کے نہو جائے کیونکہ
اگر وہ روح گرم بوجہ حرارت احتقانی کے مستحیل طرف ناریت کے ہوتی آخرکار مین روح کو ایسا
سوء مزاج بوجہ افراط حرارت کے عارض ہوتا کہ جو استعداد قبول تاثیر نفسانی کی یعنی قبول حس و حرکت
کی اس روح مین ہے وہ استعداد برطرف ہوجاتی ہے اور اسی استعداد کے ذریعے سے روح
سبب حیات ہے پس وہ بھی نہ رہتی یعنی حس و حرکت کا بھی بطلان ہوجاتا اور حیات بھی جاتی رہتی
دوسرا ضرر یہ ہوتا کہ اگر ہواے بارد روح گرم تک نہ پہونچتی حرارت مفرط نفس جوہر روح بخاری
جو رطب اور سیال ہے بذریعہ تحلل کے فنا کردیتی ہے اور جب ہواے بارد بذریعہ استنشاق
کے پہونچگئی دونون ضرر سے بھی حفاظت ہوگئی اور تعدیل بھی حاصل ہوئی یہان سے معلوم ہوا
کہ ہر نفسے کہ فرو میرود ممد حیات است دوسرے فائدہ تنقیہ کا ہے تنقیہ اسطرح پر حاصل ہوتا
ہے کہ جو ہواے سرد اندر کھنچکر جاتی ہے جب اُلٹی سانس لیکر ہواے اندرونی باہر نکلتی ہے
اُسکے ہمراہ قوت ممیزہ اُس بخارہ دخانی کو بھی باہر نکال کر پھینکدیتی ہے جو بخار بمنزلہ فضلہ روح
کے ہوتا ہے یعنی جس بخارہ دخانی کو فضلہ اور زائد ہونے مین طرف روح کے وہ نسبت ہے جیسے
اور فضول بدنی مثل بول و براز وغیرہ کو طرف بدن کے ہے اور جسطرح ان فضول کے تنقیہ سے
بدن کو تفریح حاصل ہوتی ہے ویسے ہی اُن بخارہ دخانی کے اخراج سے روح کو تفریح پیدا ہوتی ہے

اور یہان سے بخوبی معلوم ہوا کہ چون برمے آید مفرح ذات تعدیل تو اُسوقت حاصل ہوتی ہے
جب ہوا اندر کھنچکر روح پر وارد ہوتی ہے یعنی جسوقت کہ یہ استنشاق ہوا کرتا ہے اور تنقیہ اُسوقت
ہوتا ہے جب اُلٹی سانس ہم لیتے ہین اور اندر کی ہوا کو باہر نکال کر دور کرتے ہین اُس ہوا کو
اندر سے باہر نکال ڈالنے کی ضرورت یہ ہے کہ جو ہوا ہم سانس لیتے وقت اندر کھینچ لیجاتے
ہین اُسکی احتیاج ہمکو تعدیل روح کیواسطے ہے پس لازم ہے کہ ہماری سانس سے کھنچکر وہی
ہوا اندر جائے جو سرد ہو اور اُسکی سردی اُسوقت تک باقی رہنا درکار ہے جب تک وہ روح سے
جا ملتی ہے اور بعد آمیزش روح کے چونکہ روح گرم ہے سرد ہوا کسیقدر گرم بھی کر دیتی ہے جس طرح
ہوا سے سرد روح کی حرارت مفرط کو حد اعتدال پر پہونچاتی ہے اور پھر جب ہوا سے بیرونی
دیر تک ٹھہری چونکہ اُسکی مقدار بہ نسبت مقدار روح کے کم ہے تو لامحالہ اسمین بھی حرارت مفرط
پیدا ہو جاتی ہے اب اس وقت اسکا فائدہ یعنی تعدیل روح بالکل برطرف اور زائل ہو جاتا ہے
تو یہی بہتر ہے کہ یہ ہوا نکال ڈالی جائے اور بالعوض اسکے ٹھنڈی ہوا اور پہونچائی جائے اور
مکرر اسیطرح تنفس لینے اور اُلٹی سانس سے گرم ہوا کے نکال دینے مین تعدیل کا پورا پورا
فائدہ حاصل ہوگا پس اس ہوا کا نکال دینا اور جدید ہوا کا بار بار داخل کرنا دو وجہون سے ضرور
ہوا ایک تو یہ کہ جب ہوا اندر کی نکلیگی خلا پیدا ہوگا لہذا اُسکے قائم مقام کوئی اور شئ چاہیے پس
ہوائے جدید باہر سے جاتی ہے اور اُسکے قائم مقام ہوتی ہے اور دوسری وجہ یہ ہے
کہ جب یہ گرم ہوکر نکلیگی اُسکے ہمراہ فضول دُخانی بھی جو روح مین ہوتے ہین وہ بھی نکلجائینگے
یہی ہوا جو ہمارے بدن کے گرد ہے جب تک معتدل ہے اور صاف بھی ہے کہ اُسمین اور
کوئی چیز ایسی نہ ملے جسکا مزاج روح کے مزاج کے منافی ہو اس زمانہ اعتدال تک اسکا فعل یہ ہے
کہ ہمارے بدن مین صحت پیدا کرتی ہے اور ہماری صحت بدنی کی حفاظت کرتی ہے اور جب
یہی ہوا اس اعتدال سے متغیر ہوکر غیر معتدل اور خراب ہو جاتی ہے اسی ہوا سے امراض بدنی
پیدا ہوتے ہین اور جبتک رہیگی اُسکی خرابی سے جو مرض پیدا ہوا ہے اُسکی بقا بھی معین رہتی
ہے اُسی ہوا کے لیے تین قسم کے تغیرات عارض ہوتے ہین تغیرات طبعی تغیرات غیر طبعی وہ تغیرات
جو مجری طبعی سے خارج بھی ہین اور طبیعت کے خلاف بھی ہین کما سیجئی) مؤلف کہتا ہے

(یہان سے مؤلف یہ بیان کرنا چاہتا ہے کہ ہوا اسباب صحت مین سے کس وقت اور کس حالت مین ہوتی ہے) جب تک ہوا معتدل ہو (یعنی حرارت و برودت مین کیونکہ بحد گرم ہوا روح کی تعدیل نہین کرسکتی اسلیے کہ روح خود گرم ہے اور بحد سرد ہوا بھی روح کی تعدیل نہین کرسکتی کیونکہ وہ اپنی بحد سردی کیوجہ سے روح کی گرمی کو بالکل زائل کردیگی اور بجھا دیگی اسلیے کہ روح اپنی لطافت کی وجہ سے اثر کو بہت جلد قبول کرلیتی ہے) اور صاف ہو (اور اسکے صاف ہونیسے یہ مراد ہے) کہ نیستان (یعنی بنسواڑی) کے بخارات اُسمین نہ ملے ہون (نیستان وہ مقام ہے جہان بانس اُگتے ہین اور یہ مقام نہایت گنجان ہونیکی وجہ سے بخارات اور دخانات کو تحلیل نہین ہونے دیتا بلکہ بخارات دیر تک رکے رہتے ہین اور رُکنے کی وجہ سے بدبودار ہوجاتے ہین نیز باہر کی ہوائین اسمقام کی ہوا کو جنبش نہین دیسکتین اور وہ ہوا وہان کے گھٹے ہوے اور بدبودار بخارات کے پاس دیر تک ٹھہرنے سے بخارات کے اثر کو قبول کرلیتی ہے اور بگڑ جاتی ہے اور باہر کی صاف ہوائین اسمقام کی ہوا کو خرابیون اور رداءتون سے پاک اور صاف بھی نہین کرسکتین نیز وہان تک آفتاب کی شعاعین اور کرنین بھی اچھی طرح نہین پہونچ سکتین کہ اُس ہوا کی کدورت رفع ہوجائے اور مکدرات سے اُسکا تصفیہ ہوسکے غرضکہ وہ مکدر ہی رہتی ہے اور اُسکے تکدر سے روح بھی مکدر ہوجاتی ہے) یا بطائح کے بخارات (بطائح بطیحہ کی جمع ہے اور بطیحہ اُس وسیع مقام کو کہتے ہین جسمین پانی جمع ہوکر رُک رہتا ہے اور اُسمین اور اُسکے گرداگرد درخت ہوتے ہین اور ان بخارات کے ملنے سے ہوا اس قابل نہین رہتی کہ اسباب صحت مین شمار ہوسکے کیونکہ یہ مقام اپنے کشادہ ہونے کی وجہ سے ہمیشہ آفتاب کی گرمی سے گرم رہتا ہے اور غلیظ اور گرم بخارات اسمقام سے بکثرت مرتفع ہوتے رہتے ہین اور وہان کے درخت اُن بخارات کے تحلیل ہونے سے مانع اور مزاحم ہوتے ہین اور اُن بخارات کو پانی پر پھیرتے رہتے ہین اور اس پانی پر ہوا کے گذرنیسے بھی منع کرتے ہین ان وجوہ سے پانی مین گرمی اور رداءت بہت زیادہ ہوجاتی ہے) یا بگڑے ہوے پانی کے بخارات (بگڑے ہوے پانی سے وہ پانی مراد ہے جو دیر تک ایک جگہ ٹھہرے رہنے کی وجہ سے متغیر ہوجائے یعنی جسکا مزا اور رنگ اور بو بالکل بدل جائے اور اس پانی سے ملی ہوئی ہوا اسباب صحت مین سے اسلیے نہین ہے کہ اس خراب پانی کے ردی اور متعفن بخارات

ہوا کے جوہر اصلی کو ملکر خراب کر دیتے ہین) یا مردار کی بدبو (کیونکہ مردار سے سڑی ہوئی بو اُٹھکر ہوا مین
ملتی ہے اور ہوا مین بھی بدبو پیدا ہوتی ہے جس سے دل اور روح کا مزاج فاسد ہو جاتا ہے)
یا اُس مقام کے بخارات جہان گھانس پیدا ہوتی ہے (اسلیے کہ ان مقامات سے ردی اجزے
اُٹھتے ہین اور ہوا مین ملتے ہین اور اُسکو فاسد کرتے ہین خصوصًا جسوقت کہ گھانس) ردی ہو (جیسے
کہ کرنب اور ہالم ہے) یا ایسے درختون کے اجزے جنکا جوہر خبیث ہو جیسے کہ شوحط اور انجیر وغیرہ
ہین (شوحط بالحا ر والطار ایک پہاڑی درخت ہے کیونکہ یہ درخت اپنے ذاتی جوہر اور خاصیت سے
ہوا کو بگاڑتے ہین) یا ہباء (غبار (کہ ہوا کو گدلا اور غلیظ کرتا ہے اور گدلے اور غلیظ مین یہ فرق ہے
کہ غلیظ کے اجزا اسمین ملے ہوے ہوتے ہین اسی لیے اُسمین چھوٹے چھوٹے تارے نظر نہین
آتے اور گدلے کے اجزا ملے ہوے نہین ہوتے پس اسمین چھوٹے چھوٹے تارے جھلکتے ہین)
یا دھوان (دھوئین سے وہ جسم مراد ہے جو اجزاے ارضیہ اور ناریہ سے مرکب ہو کہ یہ ہوا سے
ملکر اُسکو گدلا اور غلیظ کرتا ہے اور ہوا غلظت کی وجہ سے شریان اور وریدی کے شعبون مین نفوذ
نہین کرسکتی اور دل اُسکو جذب نہین کرسکتا بلکہ اپنے سے اُسے دفع کرتا ہے ایسی حالت مین
روح کو اُس سے کوئی ترویح اور آرام نہین حاصل ہوسکتا بلکہ اُسکے گدلے پن کی وجہ سے
اُسمین فساد اور وحشت اور زیادہ پیدا ہوگی اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دھوئین سے وہ کالا جسم مراد ہو
جو کسی چیز کے جلنے کی وجہ سے آگ سے اُٹھا کرتا ہے اسلیے کہ یہ اپنی غلظت اور سیاہی اور بدبو
کی وجہ سے روح کا سخت مفسد ہے) اگر ہوا ان سب خرابیون سے پاک وصاف ہوگی تو صحت
کی حفاظت کریگی (اگر صحت موجود ہو) اور صحت کو پیدا کریگی (اگر صحت جاتی رہی ہو اسلیے کہ ایسی
ہوا روح کی تعدیل کرتی ہے اور اُسکے مزاج کی اصلاح کرتی ہے اور کسی جہت سے روح کو ضرر نہین
پہونچاتی نہ کیفیت کی جہت سے نہ قوام کی جہت سے نہ اپنے جوہر کی جہت سے) **مین کہتا
ہون** مصنف نے اس فصل مین ہوا کے احکام کو بیان کیا ہے یعنی جب کہ ہوا مکدر کرنے والی
چیزون سے پاک صاف ہو اور معتدل ہو یعنی نہ بحید سرد ہو اور نہ بحید گرم اور کوئی ایسی چیز مذکورات
مین سے اُسمین نہ ملی ہو جو اُسکو فاسد کردے تو زائل شدہ صحت کو پیدا کردیگی اور صحت موجودہ کی
حفاظت کریگی اور جن اجزاے ارضیہ کو اوپر کی جانب حرارت چڑھاتی ہے اگر اُنپر اجزاے مائیہ

غالب ہون تو اُن اجزاے ارضیہ کا نام بخار ہے (یہ صحیح نہین ہے بلکہ بخار وہ جسم ہے جو اجزاے مائیہ اور ہوائیہ سے مرکب ہو جنکو حرارت اوپر کی جانب چڑھاتی ہے) اور اگر اجزاے ارضیہ پر ہوائیہ غالب ہو جو ایسی گرم ہو کہ غایت گرمی کی وجہ سے اجزاے ارضیہ کو جلا کر فنا کر دے اسکا نام دخان ہے اور آجام اجمہ کی جمع ہے اور اجمہ وہ جگہ ہے جہان نی کی پیداوار ہو اور بطائح وہ وسیع اور کشادہ مقامات ہین جہان پانی رُک رہے اور آسن وہ پانی جو بگڑ جائے اور مباقل مبقلہ کی جمع ہے یعنی گھانس کے اُگنے کی جگہ اور شوحط اُس درخت کا نام ہے جسکی کمانین بنتی ہین ابو حنیفہ دینوری نے لکھا ہے کہ شوحط ایک درخت ہے جسمین شاخین بکثرت ہوتی ہین اور اُن سبکی جڑ ایک ہی ہوتی ہے اُسکے پتے طرخون کے پتون کی طرح چوڑے اور بڑے بڑے ہوتے ہین اُسمین ایک سبز پھل مثل لانبے انگور کے پیدا ہوتا ہے اور وہ کھایا جاتا ہے مگر اُسکے پھل کا سِرا باریک ہوتا ہے اسمین اور انگور مین یہی پہچان ہے مؤلف کہتا ہے پھر اگر ہوا متغیر ہو جائے (یعنے اگر اُسکے اعتدال اور صفائی مین اشیاء مذکورہ کے ملنے سے تغیر آجائے) تو اُسکا حکم بھی بدل جائیگا (یعنے اگر مرض نہوگا تو پیدا کریگی اور اگر ہوگا تو اُسکی حفاظت کریگی اور ہوا کو بہت سے تغیرات عارض ہوا کرتے ہین) اور وہ تغیرات دو حال سے خالی نہین ہین یا طبعی ہونگے یا غیر طبعی اور جو غیر طبعی ہین یا تو طبیعت کے مضاد اور مفسد ہین (یعنے طبیعت انسانی کے مضاد اور روح و قلب کے مزاج کے مفسد ہین جیسے وبائی تغیرات) [طاعون یا مرض عام ۱۲] یا طبیعت انسانی کے مضاد نہین ہین (جیسے کہ پہاڑون اور دریاؤن وغیرہ کے سبب سے ہوا کو ان مین تغیرات عارض ہوتے ہین مثلاً کسی شہر کے متصل کوئی پہاڑ ہو کہ اُسکی وجہ سے فاصل ہوائین شہر تک نہ آسکین اور اُس پہاڑ سے رُک رہین یا مثلاً شہر کے قریب کوئی دریا ہو تو اُسکے چڑھنے والے بخارات کی وجہ سے ہوائی شہر مین رطوبت پیدا ہو جائیگی) مین کہتا ہون مؤلف نے پہلی فصل مین تو اُس ہوا کا حکم بیان کیا جو متغیر نہوئی ہو اب اُس ہوا کا حکم بیان کرتا ہے جو اشیاے مذکورہ کی مخالطت سے متغیر ہو جائے) پس جسوقت کہ ہوا متغیر ہو کر اپنے اعتدال سے خارج ہو جائے یا مفسدات مذکورہ مین سے کوئی مفسد اُس سے ملجائے تو اُسکا حکم مذکور بھی بدل جائیگا (یعنی بجاے احداث یا حفاظت صحت کے) مرض کو پیدا کریگی یا اُسکی حافظ ہوگی اور

اُسکے تغیرات کی تین قسمین ہین کیونکہ یا تو وہ طبعی ہونگے یا غیر طبعی اور جو غیر طبعی ہین یا طبیعت کے مضاد
اور مخالف ہونگے یا نہونگے اور ان سب قسمون کے احکام علی الترتیب کتاب مین بیان ہوتے
ہین (فانتظرہا) مؤلف کہتا ہے تغیرات طبعیہ فذہ تغیرات ہین جو فصلون کی جہت سے ہون-
مین کہتا ہون یہان سے مؤلف قسم اول (یعنی تغیرات طبعیہ) کے احکام بیان کرنا چاہتا ہے
اور فصلی تغیرات سے وہ تغیرات مراد ہین جو ہوا کو ایک فصل سے دوسری فصل کی طرف منتقل ہونیسے
حاصل ہوتے ہین کیونکہ ہر فصل مین ہوا کے لیے ایک خاص کیفیت ہوتی ہے جو اُسکی باقی کیفیتون پر
غالب ہوتی ہے (نفیسی مین ہے کہ چارون فصلون مین سے ہر فصل کی ہوا ایک ایسی طبیعت
قبول کرلیتی ہے جو اُس فصل کے مقتضاے طبعی کے مناسب حال ہوتی ہے رہا یہ کہ جب کل
تغیرات خواہ فصلی ہون خواہ غیر فصلی ہوا کو عارض ہی ہوتے ہین تو تغیرات فصلی کو تغیرات طبعی کہنا اور
غیر فصلی کو عرضی کہنا اسکی کیا وجہ ہے اسکا یہ جواب ہے کہ فصلی تغیرات ایسے تغیرات ہین کہ ہوا اُنسے
جدا ہو نہین سکتی اور کوئی ہوا ایسی نہین جو اُن تغیرات سے خالی ہو پس اسی لزوم کی وجہ سے باوجود
عارضی ہونیکے ان تغیرات کو طبعی کہا جاتا ہے گویا کہ ہوا کی طبیعت ان تغیرات کو چاہتی ہے جیسے کہ
بعض لوگ اسنان وغیرہ اُن عوارض کو جنسے بدن علیحدہ نہین ہوسکتا طبعی کہتے ہین اور جو عوارض
اس قسم کے ہین کہ ہوا کو صرف فصول کے بعض اوقات یا بعض مقامات مین عارض ہوتے ہین
اور مطلق ہوا کو لازم نہین ہین تو وہ طبعی نہین کہے جاسکتے بلکہ وہ عرضی ہین یہ بھی جاننا چاہیے کہ
ان چارون فصلون مین موسم بہار موسم گرما موسم خزان موسم سرما کو فصل اسلیے کہتے ہین کہ انکی
وجہ سے ایک زمانہ دوسرے زمانہ سے ممتاز ہو جاتا ہے ورنہ فی نفسہ زمانہ ایک ممتد امر ہے
اُسمین کوئی ذاتی امتیاز نہین ہے) اور طبیبون کی اصطلاح کے موافق ان چارون فصلون کی
پہچان کرا دینا چاہیے (ورنہ دیکھنے والون کو بادی النظر مین یہی شبہہ ہوگا کہ شاید طبیب لوگ
بھی ان چارون فصلون کو اُسی طریقے سے مانتے ہین جیسے کہ اہل ہیئت یا منجم لوگ- حالانکہ
دونون کی غرض جدا جدا ہے) لہذا ہم کہتے ہین کہ طبیبون کے نزدیک ربیع کا وہ زمانہ ہے
جسمین نباتات اور درختون کے نشو و نما کی ابتدا ہوتی ہے اور جو معتدل شہر ہین (معتدل کی قید
اسواسطے لگائی گئی ہے کہ غیر معتدل شہرون مین حکم ذیل نہین پایا جاتا کیونکہ جو بلاد گرمی کیطرف مائل ہین

عہ مثلاً موسم گرما کی طبیعت گرمی کو چاہتی ہے ... ہوجاتی ہے ... بزاالقیاس ۱۲ منہ

مثلاً وہ شہر جو دوسری اقلیم مین داخل ہین وہان ربیع کے موسم مین گرمی ہوتی ہے اور گرمی کے سبب سے ٹھنڈی ہوا اور پنکھون کی ضرورت ہوتی ہے اور جو بلاد سردی کی طرف میلان رکھتے ہین مثلاً ساتوین اقلیم کے شہر تو وہان ربیع کے موسم مین سردی ہوتی ہے اور سردی کے سبب سے زیادہ اوڑھنے کی ضرورت ہوتی ہے اور جو شہر اعتدال کی حالت مین ہین) اُنمین فصل ربیع مین نہ تو سردی کے سبب سے زیادہ اوڑھنے کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ گرمی کے سبب سے زیادہ ٹھنڈی ہوا کی حاجت ہوتی ہے اور فصل خریف اسکے مقابل کا زمانہ ہے (یعنے وہ زمانہ جسمین پتون کا جھڑنا شروع ہوتا ہے اور پتے رنگ بدلنے لگتے ہین لیکن فصل ربیع کے ساتھ اس بات مین موافق ہے کہ اس فصل مین بھی نہ زیادہ سردی کیوجہ سے اوڑھنے کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ زیادہ گرمی کے سبب سے زیادہ ٹھنڈی ہوا کی حاجت ہوتی ہے ہمنے اسکی تصریح اسواسطے کردی کہ مبادا مقابلے کے معنی کوئی یہ سمجھ لے کہ خریف مین زیادہ اوڑھنے یا زیادہ ٹھنڈی ہوا کی ضرورت ہوتی ہے حالانکہ ایسا نہین ہے) اور فصل صیف سارا گرمی کا زمانہ ہے اور فصل شتاء سارا سردی کا زمانہ ہے اور ربیع اور خریف مین سے ہر ایک کا زمانہ طبیبون کے نزدیک صیف وشتاء کے زمانہ سے کم ہوا کرتا ہے (کیونکہ اول ربیع جاڑون کے مشابہ ہے اور آخر ربیع گرمیون کے اور اول خریف گرمیون کے مشابہ ہے اور آخر خریف جاڑون کے آب رہا ربیع اور خریف کا درمیانی حصہ سو وہ جلد گذر جاتا ہے پس لامحالہ ربیع وخریف کا زمانہ صیف وشتاء کے زمانے سے کم ہوگا) قریب سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ طبیبون کے نزدیک ربیع کا زمانہ اتنے روز تک رہتا ہے کہ آفتاب اول نقطۂ حمل سے نصف ثور تک پہونچ جائے یا آنکہ تحویل حمل سے کسیقدر پہلے خواہ کسیقدر پیچھے (یعنے ۲۶ روز یا کم وبیش ۱۲ منہ) ربیع کا زمانہ شروع ہوتا ہے اور نصف ثور تک رہتا ہے اور خریف کا زمانہ وہ ہے جو اُسکے مقابل ہو اور ان دونون کے درمیان صیف اور شتاء ہے (اور اہل ہیئت اور منجمون کے نزدیک فصل ربیع شمالی شہرون مین وہ زمانہ ہے جسمین آفتاب اپنی خاص حرکت سے اول برج حمل سے آخر جوزا تک جاتا ہے۔ اور صیف وہ زمانہ ہے جسمین آفتاب اول برج سرطان سے آخر سنبلہ تک جاتا ہے اور خریف وہ زمانہ ہے جسمین آفتاب اول میزان سے آخر قوس تک جاتا ہے اور شتاء وہ زمانہ ہے جسمین

آفتاب اول جدی سے آخر حوت تک جاتا ہے غرض ہر فصل کے لیے تین تین برج اعتبار کیے گئے ہین یہ حال تو اُن شہرونکا ہے جو معدل النہار سے شمالی ہین آور موضع خط استوا مین آٹھ فصلین ہوتی ہین یعنی ہر ہر فصل کے لیے ڈیڑھ ڈیڑھ برج کا اعتبار ہے چنانچہ اسکی مفصل بحث مبحث مزاج مین گذر چکی ہے آور جو بلاد معدل سے جنوبی ہین اُنمین بھی چار ہی فصلین ہوتی ہین مگر بلاد شمالیہ کے برعکس یعنی جو بلاد شمالیہ مین فصل ربیع ہے وہ بلاد جنوبیہ مین فصل خریف ہے علی ہذا القیاس شیخ نے قانون مین لکھا ہے کہ یہ چار فصلین جو منجمین کے حساب سے سال بھر مین شمار کیجاتی ہین اطبا کے اصطلاح مین بٹے دو فصلین اُنکی مبائن ہین کیونکہ منجمین کی اصطلاح مین ابتدائے سال فصل ربیع سے ہوتی ہے اور فلک البروج کے دائرے کے چار ٹکڑے فرض کرکے ہر حصہ کے شروع پر آفتاب کا پہونچنا یہی نئی فصل کے شروع ہونیکا زمانہ ہے آور اطبا کے نزدیک ربیع کا زمانہ جب ہے کہ اکثر بلاد معتدلہ مین نہ اتنی سردی ہو کہ بہت سے اوڑھنے کی حاجت ہو نہ اتنی گرمی ہو کہ پنکھے سے ہوا دینے کی ضرورت ہو گرمی سردی کا تو یہ حال ہو اسکے علاوہ شجار کی پت جھڑ ہو کر کوپل پھوٹنے کا وہی زمانہ ہو آور ربیع کا زمانہ اطبا کے نزدیک اتنے دنون تک رہتا ہے کہ آفتاب اول نقطۂ حمل سے نصف ثور تک پہونچ جائے یا یہ کہ تحویل حمل سے کسیقدر پہلے یا پیچھے ربیع طبی شروع ہوتی ہے اور نصف ثور تک رہتی ہے اور فصل خریف طبی بعضے ملکون مین مثل بخارا وغیرہ کے جب ہوتی ہے کہ آفتاب اُسمقام کے مقابلے مین آئے جہان سے ربیع شروع ہوتی ہے اور اتنے زمانے تک رہتی ہے کہ جس زمانے مین آفتاب منطقۃ البروج کی اُس قوس کو قطع کرے جو قوس ربیع کے مقابل ہے آور یہ بھی ممکن ہے کہ فصل خریف جملہ اوصاف مین فصل ربیع کے ضد مقابل ہو کہ اکثر بلاد مین رات کو اچھی طرح سردی اور دن کو بخوبی گرمی پڑتی ہو جیسے کنوار کے مہینے مین ایسا ہی ہوتا ہے اور درختون کے پتون کا زرد رنگ ہونا اور کمھلانا فصل خریف سے شروع ہو۔ اس بیان سے بخوبی واضح ہوگیا کہ ربیع وخریف کا زمانہ بنسبت امتداد زمانۂ صیف وشتاء کے اطبا کی رائے مین بہت کم ہے جاڑے کی فصل گرمیون کے مقابل یا اُس سے زیادہ خواہ گرمیون سے کم بھی رہتی ہے جیساکہ حبش کا خاصہ ہے۔ اس ساری تقریر سے معلوم ہوا کہ فصل ربیع تو وہ زمانہ ہے

جسمین پھولونکی کلیان اور بے ثمر درختون کے شگوفے نکلتے ہین اور کونپلین پھوٹتی ہین اور پھلدار
درختون مین بور آتا ہے اور خریف وہ زمانہ ہے جسمین درختون کے پتون کا رنگ متغیر ہونے
لگتا ہے اور پتون کی پختگی ختم ہو جاتی ہے لہذا پت جھڑ کی ابتدا ہوتی ہے۔ سوائے ان دونون
زمانون کے جسقدر زمانہ باقی رہا وہ صیف و شتار کا زمانہ ہے) **مؤلف کہتا ہے** اور
ہر فصل اُن امراض کو پیدا کرتی ہے جو اس فصل کے مناسب ہون (یعنی کیفیت مین کیونکہ ہر فصل
سوائے فصل ربیع کے اُس کیفیت کو پیدا کرتی ہے اور اُس قسم کا مادہ پیدا کرتی ہے جو اُس کیفیت کے
مناسب ہو جو مؤلد امراض ہے اور فصل ربیع مین جو امراض پیدا ہوتے ہین اُسکی یہ وجہ نہین ہے
کہ وہ کسی ایسی کیفیت کو پیدا کر دیتی ہے جو مناسب مرض ہو یا یہ کہ مادۂ مرض کو پیدا کر دیتی ہے
بلکہ درحقیقت حدوث امراض کا اس فصل مین یہ سبب ہوتا ہے کہ یہ فصل مادے کو بہاتی ہے
اور حرکت دیتی ہے اور قوتون کی تقویت کرتی ہے اور موجود مادون کو اُنکے مکانون سے دفع کرنے
کے لیے قوتون کو اُٹھا کر کھڑا کر دیتی ہے پس جسوقت اس کام کے لیے قوت اُٹھ کھڑی ہوتی
ہے اور دفع کرنا چاہتی ہے مگر پورے طور پر نہین دفع کر سکتی تو ان موجود مادون کو ضعیف
اور کمزور عضوون کی طرف دفع کر دیتی ہے جیسے کہ کان کے نیچے کا مقام اور بغلین وغیرہ
ہین ورنہ یہ مواد بدن بھر مین بہتے پھرتے پس معلوم ہوا کہ فصل ربیع خود امراض کو نہین پیدا
کرتی بلکہ ایک وجہ سے اس فصل مین امراض پیدا ہو جاتے ہین کیونکہ اس فصل سے زیادہ مناسب
حیوۃ اور کوئی فصل ہی نہین چنانچہ آیندہ چلکر معلوم ہوگا) اور جو امراض ایسے ہین کہ کیفیت مین
اس فصل کے مضاد اور مخالف ہین اُنکو دور کر دیتی ہے (اسلیے کہ ضد ہی سے شفا رہا ہوتی
ہے) چنانچہ دیکھیے کہ گرمی کی فصل صفرے کو ہیجان مین لاتی ہے (یہ اسوجہ سے کہ گرمی
کی طبیعت بھی گرم خشک ہے اور صفرے کی بھی اسی لیے فصل گرما بالطبع صفرا کو پیدا کرتی
ہے اور ہیجان مین لاتی ہے علاوہ اسکے اس فصل مین جو غذائین استعمال کیجاتی ہین وہ
لطیف ہوتی ہین اور صفرے کیطرف مستحیل ہو جانے کی صلاحیت رکھتی ہین پس گرمی کی فصل مین مادہ
اور فاعل یعنی طبیعت دونون جمع ہو جاتے ہین) اور یہ فصل اس قسم کے امراض کو پیدا کرتی ہے
جو صفراوی ہین (یہ اسلیے کہ صفرا اس فصل مین بکثرت پیدا ہوتا ہے) جیسے کہ ایک دن کی باری کا بخار

اور تپ محرقہ ہے (یعنی وہ تپ محرقہ جو صفراوی ہو اور اس قید کے بڑھانے کی یہ ضرورت ہے کہ تپ محرقہ کا اطلاق زیادہ تر بلغمی تپ پر ہوتا ہے حالانکہ یہ اُسکا موقع نہین ہے کیونکہ یہ مقام امراض صفراویہ کے ذکر کرنے کا ہے) اور پیاس ہے (یہ اسلیے کہ صفرے کی ریزش کی وجہ سے معدہ گرم ہوجاتا ہے اسکے علاوہ رطوبتین تحلیل ہوجاتی ہین اور طبیعت بدل ما یتحلل کی محتاج ہوتی ہے نیز گرم ہوا کے وارد ہونے سے قلب گرم ہوجاتا ہے) اور کرب ہے (کرب معدے کی تو یہ وجہ ہوتی ہے کہ صفرے کی ریزش سے معدہ گرم ہوجاتا ہے اور کرب قلبی کی یہ وجہ ہے کہ جو خون دل کی غذا ہے اسمین صفرے کی آمیزش ہوجاتی ہے اور اُسکی آمیزش سے دل مین خونت اور گرمی پیدا ہوجاتی ہے اسی سے کرب ہوتا ہے) اور جاڑون کی فصل زکام اور نزلہ اور کھانسی پیدا کرتی ہے (زکام کے پیدا ہونے کی تو یہ وجہ ہے کہ سر اور بدن کے مسامات سردی کی وجہ سے بند ہوجاتے ہین اور ٹھنڈے مادون کے ٹھنڈے اور غلیظ انجرے اوپر کی طرف کثرت سے چڑھتے ہین اور دماغ تک پہونچکر رطوبت کیطرف مستحیل ہوجاتے ہین اور سردی کے سبب سے نتھنون کی طرف دفع ہوتے ہین اور نزلہ کے پیدا ہونیکی یہ وجہ ہے کہ رطوبتین نیچے وارلپٹ کراتی ہین جسطرح انبیق مین جو عرق قرع سے آتا ہے پھر اسی مین پلٹکر جاتا ہے اور کھانسی کی یہ وجہ ہے کہ نزلہ کے وقت رطوبتین سینہ پر گرتی ہین کیونکہ سینے کے اعضا ہڈی اور پٹھے سے بنے ہین اور مزاج سرد ہونے کی وجہ سے ٹھنڈک اُنھین کمزور کردیتی ہے اور اس قابل کردیتی ہے کہ انپر وہ مواد گرین جو سر سے گرتے ہین) اور اس فصل مین بلغم کی کثرت ہوتی ہے (اسلیے کہ جاڑون مین غلیظ غذائین استعمال کیجاتی ہین اور اسلیے کہ تمام بدن پر برودت کے غالب ہوجانیکی وجہ سے اخلاط مین غلظت اور جمود آجاتا ہے اور اسلیے کہ دن چھوٹا ہونے اور سردی کے زیادہ ہونیسے بدن کو حرکت کم ہوتی ہے اور راتون کے بڑے ہونیسے نیند زیادہ آتی ہے اور قلت حرکت اور کثرت نوم ان دونون سے موادمین احتباس اور غلظت پیدا ہوتی ہے اگر کوئی کہے کہ حرارت غریزی کا بند رہنا اور اُسکی قوت کا جاڑے مین اندر وار ہونا قوت ہضم کا موجب ہے پھر بھلا کیسے ہوسکتا ہے کہ ناقص النضج بلغم اس فصل مین پیدا ہو تو اسکا یہ جواب ہے کہ بدن پر ٹھنڈک کا غالب ہونا اور حرکت کا کم ہونا اور نیند کا زیادہ ہونا اور ٹھنڈک کا اخلاط کو جمانا اور کچا رکھنا اور ملطف حرکتون کا کم ہونا اور کھانے کی کثرت خصوصاً غلیظ غذاؤن سے ۔

عہ روح اندر ہے سے اور خارج کی ٹھنڈک سے حرارت اسی جانب غلبہ کرتی ہے کی طرف جاتی ہے یہی سبب طبیعت آرام پا کر ہضم کیطرف رغبت کرتی ہے اور نیز دستے انکو ایک خاص مناسبت ہے اسی لیے دن مین ظاہر کیطرف خارج ہوتی ہے

یہ سب اسباب ملکر بلغم کے پیدا کرنے کے حق مین صرف ایک سبب پر لامحالہ غالب ہونگے بعض
یعنے حرارت غریزی کے اندر بند رہنے اور نفسی قوت کے زیادہ ہونے پر ۱۲
لوگون نے لکھا ہے کہ بلغم کی پیدائش گرمیون مین اگرچہ زیادہ ہوتی ہے لیکن گرمیون مین ایک اور
سبب عارض ہوتا ہے یعنی صفرے مین جوش آنا کہ بلغم کو صفرے کی طرف مستحیل کردیتا ہے اور جاڑون
مین اگرچہ اُسکی پیدایش کم ہوتی ہے لیکن اپنے حال پر باقی رہنے کی وجہ سے بڑھجاتا ہے) اور بلغمی
امراض کی اس فصل مین کثرت ہوتی ہے (جیسے فالج اور لقوہ اور وجع المفاصل وغیرہ) اور فصل خریف
گٹھیا ۱۲
مین کئی وجہ سے امراض کی کثرت ہوتی ہے اول تو اسوجہ سے کہ (اس موسم کی رات
سرد ہوتی ہے اور دن گرم تو) اس فصل کی ہوا راتون اور صبحون کی ٹھنڈک سے دوپہرون کی
گرمی کی طرف روزانہ متغیر ہوتی رہتی ہے (پس ہوا کی خنکی تو فضلون کی تحلیل سے مانع ہوتی ہے
کیونکہ ٹھنڈک کا کام سمیٹنا اور بند رکھنا ہے جسوقت طبیعت مادے کو تحلیل کرنے کی طرف
متوجہ ہوتی ہے اور حرکت کرتی ہے ٹھنڈک اُسکو روک لیتی ہے اور تحلیل نہین ہونے دیتی
اور دوپہر کی گرمی حرارت غریزی کو اندر بند رہنے سے جو کہ قوت ہضم اور نفوذ غذا اور تحلیل فضلات
کی باعث ہے روکتی ہے اسلیے کہ یہ اُسے باہر وارہ کھینچتی ہے غرض کہ اس گرمی اور سردی کے
تعارض سے طبیعت متحیر ہوجاتی ہے اور تحلیل کرنے اور پکانیسے رُک رہتی ہے اور یہی خرابی مختلف
امراض کو پیدا کرتی ہے علاوہ اسکے ضدون کا بدن پر وارد ہونا ہی بدن کا مفسد ہے خصوصًا
ایسی حالت مین کہ گرمی کے پہلے گذر جانے سے روحون مین تحلیل اور بدن مین تخلخل ہوجانیسے
کہ ہضم کے مضر ہے بدن کمزور ہوچکا ہو اور فصل خریف کی رات کے سرد ہونے اور دوپہر کے
گرم ہونے کا یہ سبب ہے کہ اس فصل کی ہوا بہ نسبت ہوائے ربیع کے زیادہ لطیف اور زیادہ
متخلخل ہوتی ہے اور اسکی یہ وجہ ہے کہ اس فصل سے پہلے گرمیان گذر چکی ہین اور آفتاب کی
گرمی اُسمین اپنا پورا پورا اثر کرچکی ہے اور جو ہوا لطیف ہوتی ہے وہ گرمی اور سردی کو بہت
جلد قبول کرلیتی ہے اسی لیے خریف کی ہوا آفتاب کے افق پر ہونے کی حالت مین اُسکی
گرمی اور اُسکی تابش کو بہت جلد قبول کریگی اور آفتاب کے افق سے نیچے ہونے کی حالت مین
پانی اور زمین کی سردی کو بھی جلد قبول کرلیگی) اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس فصل سے پہلے
گرمی ہوچکی ہے جو بدن مین تخلخل پیدا کرنے والی قوی کی تحلیل کرنے والی صفرا کو ہیجان مین

لانے والی اخلاط کی جلانے والی ہے اور تیسری یہ وجہ ہے کہ اس فصل مین میوے بکثرت ہوتے
ہین (اور اُنکے سبب سے خلطون مین فساد آجاتا ہے کیونکہ اُنمین تری اور مائیت بہت زیادہ ہے
کہ حرارت غریزی اُنکے تحلیل کرنے سے عاجز آجاتی ہے پس اس تری مین حرارت غریبہ اپنا
تصرف کرتی ہے اور اُنمین جوش پیدا کرتی ہے اور انجرے بناکر اُٹھاتی ہے اور کبھی تو اُنمین کوئی
فساد پیدا کر دیتی ہے اور کبھی اُس غریب حرارت کا عمل اس حد تک نہین پہونچتا تو کم از کم اُسکو
متعفن ضرور کر دیتی ہے جیسے کہ شیرون کا حال ہے کہ کبھی تو حرارت غریبہ کی وجہ سے اُنمین
جوش آجاتا ہے اور اُنکی صورت نوعیہ بگڑ جاتی ہے اور کبھی حرارت جوش دینے پر قادر نہونے سے
اُسکو متعفن کر دیتی ہے۔) اور خریف کی فصل مین سودا بہت پیدا ہوتا ہے (کیونکہ اس فصل
کی طبیعت اور سودا کی طبیعت ایک ہے کیونکہ خریف بھی باردیابس ہے اور سودا بھی باردیابس۔
نیز لطیف مادے گرمیون کی گرمی سے تحلیل ہو جاتے ہین اور باقی راکھ ہو جاتے ہین اور فصل
خریف مین اُن اخلاط کا کثیف حصہ بند رہتا ہے اور وہی سرد ہو کر اپنی طبیعت کے اقتضا کے موافق
سودا بنجاتا ہے اور نیز رات اور صبح کی ٹھنڈک ان مادون کو گہراؤ اور باطن کی طرف حرکت دیتی
ہے اور دوپہر کی گرمی اُنکو خارج کی طرف لاتی ہے اور روزانہ یہی قصہ ہوتا رہتا ہے اور اسوجہ سے
اُنمین کثافت اور حدت بڑھجاتی ہے اور سودا بنجاتے ہین اور ہوا کی خشکی اور سمند ناز پر تازیانہ بنتی
ہے) اور اس فصل مین خون کم بنتا ہے اسلیے کہ اس فصل کے اور خون کے مزاج مین تضاد ہے
(کیونکہ اس فصل کا مزاج سرد خشک ہے اور خون کا مزاج گرم تر۔ علاوہ اسکے خون اُسوقت
پیدا ہوتا ہے جب ہضم اور نضج جید ہو اور خریف مین اختلاف ہوا کی وجہ سے ہضم ردی ہوتا ہے)
پس گویا کہ یہ فصل گرمیون کے باقی امراض کی ضامن اور کفیل ہوتی ہے (یعنے جو امراض گرمیون
سے باقی رہگئے ہین اُنکو یہ فصل پورا کر دیتی ہے کیونکہ یہ فصل اپنی ٹھنڈک کی وجہ سے ایسے صفراوی
مواد کو روک رکھتی ہے جنھین گرمی نے پیدا کر دیا تھا اور جنھین گرمی نے جلا کر راکھ کر دیا تھا
اور امراض کے پیدا کرنیکے لیے مہیا کیا تھا مگر گرمی کے زمانے نے اُسکے لیے وفا نہین کی
پس جب یہ مواد بدن مین رُک کر رہگئے اور اُنکے پکانے اور دفع کرنے مین قوت اپنے ضعیف
ہونے کی وجہ سے ناکام رہی تو اُنمین رداءت اور فساد بڑھ گیا تو گرمیون کے بقیہ امراض اُن مادون مین

پیدا ہوگئے) اور فصل ربیع مین اُن خلطون کو حرکت ہوتی ہے جو بدن مین (موسم سرما کی سرد ہوا کی
وجہ سے) رُکے ہوے تھے اور یہ اخلاط کمزور اعضا کی طرف بہ نکلتے ہین (کیونکہ جو انعقاد اور بندش
اور جمود ہوا کی سردی کی وجہ سے پیدا ہو گیا تھا وہ ربیع کی گرم ہوا سے زائل ہو جاتا ہے) پس
اس فصل مین دنبل اور پھوڑے پھنسی اور گلے کے ورم پیدا ہوتے ہین اور اس فصل مین ہر ایسے مادی
مرض کو حرکت ہوتی ہے جسکے مادہ کو موسم سرما مین سکون تھا اور یہ اسوجہ سے نہین کہ اس فصل مین
کسی قسم کی رداءت اور خرابی ہے بلکہ اسکی لطیف گرمی کی وجہ سے (اور گرمی کا اثر ہی یہ ہے کہ جمی ہوئی
چیز کو پگھلائے پس جاڑے مین جمے ہوے اخلاط پگھل پگھل کر کمزور عضو کی طرف دفع ہو جاتے
ہین لیکن موسم گرما کی طرح تحلیل نہین ہوتے) کیونکہ فصل ربیع سب فصلون سے بڑھکر صحیح فصل ہے
(کیونکہ چارون کیفیتون مین معتدل ہے) اور سب فصلون سے زیادہ زندگی کے لیے مناسب ہے
(جیسے کہ حیات کے لیے حرارت لطیفہ اور رطوبت طبعیہ یعنی حرارت غریزی اور رطوبت غریزی کی
بہت زیادہ ضرورت ہے اور انھین دونون چیزون کے سبب سے حیات ہے اسیطرح فصل ربیع بھی
ان دونون چیزون کی طرف بالطبع مائل ہے غرضکہ ربیع اور حیات دونون مین حرارت اور رطوبت
کی جہت سے تناسب ہے اسیلیے یہ فصل حیات کے لیے اور فصلون سے زیادہ انسب ہے) اور
صحت اور تندرستی کے لیے زیادہ مناسب ہے (اپنے اعتدال اور حرارت غریزی اور رطوبت غریزی
کی جہت سے کیونکہ صحت کے لیے اسی کی ضرورت ہے) مین کہتا ہون گرم فصل گرم بیماریون
کو پیدا کرتی ہے اور سرد بیماریون کو دور کرتی ہے اور سرد فصل اسکے برعکس۔ اور اسکی تفصیل یہ ہے
کہ گرمی کی فصل صفرا کو ہیجان مین لاتی ہے اور اُسکو اپنی طبیعت سے پیدا کرتی ہے یہی وجہ ہے
کہ اس فصل مین طبیعت اُن چیزون کو رغبت کرتی ہے جو صفرا کی توڑنے والی ہین کیونکہ طبیعت کی یہی
شان واقع ہوئی ہے کہ جو خلط بدن پر غالب ہوتا ہے اُسکے ضد کی طرف مشتاق ہوتی ہے اور
گرمیون مین صفراوی امراض پیدا ہوتے ہین جیسے باری کا بخار اور تپ محرقہ اور پیاس (پیاس
صادق بھی ہوتی ہے اور کاذب بھی۔ سچی پیاس تو وہ ہے جو اُسوقت پیدا ہو جبکہ صفرا کے
گرنے سے معدہ مین سخونت اور التہاب پیدا ہو اور جھوٹی پیاس وہ ہے جو اُسوقت پیدا ہو جبکہ معدے کی
رطوبتین تحلیل ہو جائین اور معدہ بدل ما یتحلل کا محتاج ہو یا یہ کہ گرم ہوا کے وارد ہونے سے

دل پر گرمی پیدا ہو) آور کرب (اسکی بھی پیاس کی طرح دو قسمین ہین صادق اور کاذب)
آور سرخ بادہ اور آتشک (وغیرہ) اور گرمیون مین خلطون کی تحلیل ہوتی ہے اسلیے کہ ہوا
کے گرم ہونے کی وجہ سے مسامات کھلجاتے ہین آور بیماریان خواہ گرم ہون خواہ سرد اس
موسم مین اُنکی مدت بقاء کم ہوتی ہے کیونکہ دو حال سے خالی نہین یا تو قوت اچھی طرح قوی
ہوگی اور باوجود قوت کے تحلیل کرنے پر ہوا بھی مدد دیگی اگر ایسا ہے تو قوت مادۂ مرض کو
پکا کر جلد دفع کر دیگی آور یا قوت ضعیف ہوگی تو اس حالت مین ہوا کی گرمی اسمین کاہلی اور
سستی پیدا کرکے اُسکو اور ضعیف کر دیگی (پس مرض غالب آجائیگا) اور صاحب مرض ہلاک
ہوجائیگا ہان اگر موسم گرما مین رطوبت ہو تو مرض دیر تک ٹھہریگا کیونکہ کثرت تحلیل سے جو کہ قوت
کو ضعیف کرنیوالی ہے ہضم مین قصور و فتور واقع ہوگا اور اسوجہ سے فضلے بدن مین بکثرت جمع
ہونگے (اور بقاء مرض کے لیے معد و معاون ہونگے) جس گرمی مین رطوبت ہوتی ہے
اُسمین وبا اور چیچک اور پھنسیون کی کثرت ہوتی ہے۔ آور جس موسم گرما مین برودت ہوتی ہے
اُسمین اُن امراض کی کثرت ہوتی ہے جو سمیٹنے اور بند رکھنے کے متعلق ہین کیونکہ گرمی کی ذاتی
حرارت رطوبتون کو بہائیگی اور اُسکی عارضی سردی اُنکو روکیگی جیسے نزلہ۔ زکام۔ کھانسی پھیپھڑے
کا ورم وغیرہ ہے۔ اور موسم سرما مین بلغم اور بلغمی بیماریون کی کثرت ہوتی ہے جیسے سکتہ اور مرگی
وغیرہ۔ کیونکہ اس فصل مین ظاہر بدن پر سردی کے غالب آجانیسے بدن مین مادون کا احتباس
ہوجاتا ہے اور جم رہتے ہین نیز اس موسم مین جو غذائین استعمال کیجاتی ہین وہ بھی غلیظ ہوتی
ہین آور اس موسم مین حرکات کم صادر ہوتے ہین۔ اور خون کا رنگ اس موسم مین (سرخی سے)
سفیدی کی طرف مائل ہوجاتا ہے۔ اور جاڑا ہضم کے جید اور عمدہ ہونکی جہت سے سب فصلون مین
بہتر ہے آور ہضم جید اسلیے ہوتا ہے کہ سردی گرمی کے اصلی جوہر کو بدن کے اندر بند رکھتی ہے
پس ہضم قوی ہوتا ہے اور تحلیل اخلاط زیادہ نہین ہوتی۔ اور ہضم کے جید ہونیسے یہ لازم نہین آتا
کہ اس موسم مین بلغم کثرت سے نہ پیدا ہو کیونکہ زیادہ کھانا اور کثیف و غلیظ غذاؤن کا استعمال اور
حرکتون کا کم ہونا اور خارجی سردی کا خلطون کو جما دینا یہ سب اسباب اُس قبیل سے ہین کہ
بلغم کو بکثرت پیدا کرتے ہین آور فصل خریف مین کئی وجہ سے بیماریان بکثرت پیدا ہوتی ہین آول وجہ تو

یہ ہے کہ اس فصل مین ہوا صبح کی ٹھنڈک سے دوپہر کی گرمی کی طرف منتقل ہوتی رہتی ہے اور ضدون کا
یکے بعد دیگرے وارد ہونا طبیعت کو متحیر کردیتا ہے اسی لیے وہ پکانے اور قوی کرنے سے عاجز
آجاتی ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ فصل گرمیون کے بعد آتی ہے اور گرمی بدن کے مسامات
کو کھولدینے والی اور قوتون کی تحلیل کردینے والی اور صفرا کو ہیجان مین لانے والی اور اخلاط
کو جلادینے والی ہے پس جسوقت اس مصیبت زدہ بدن پر فصل خریف آئیگی تو اُسکے حال کو
اور ابتر کردیگی اور رہا سہا اور ضعیف کردیگی اور تیسری وجہ یہ ہے کہ اس فصل مین میوے بکثرت
ہوتے ہین اور اُنکے کھانے سے تر اور ردی فضلے بدن مین جمع ہوجاتے ہین اور خریف کی
قاصر گرمی اُنکی مائیت مین جوش پیدا کردیتی ہے اور جوش کا آنا عفونت کا موجب ہے اور اس
عفونت سے بہت سے امراض پیدا ہوجاتے ہین اور اس فصل مین خلط سوداء کی
کثرت ہوتی ہے اول تو یہ فصل بالطبع اُسکو پیدا کرتی ہے دوسرے اخلاط کی مائیت موسم گرما کی
حرارت سے تحلیل ہوجاتی ہے اور جو حصہ کثیف باقی رہجاتا ہے وہ اس فصل مین رُک رہتا ہے
اور خریف کی ہوا اُسکو سرد کردیتی ہے تو اُسمین دو صفتین پیدا ہوجاتی ہین برودت اور یبوست اور
سوداء بنجاتا ہے اور اس فصل مین خون کم بنتا ہے کیونکہ خون کے اور اس فصل کے مزاج مین تضاد
ہے اسلیے کہ اس فصل کا مزاج سرد خشک ہے اور خون کا مزاج گرم تر فصل خریف گویا کہ گرمیون

اور ربیع مین زیادہ بنتا ہے کیونکہ دونون کا ایک ہی مزاج ہے ۱۲ منہ

کے باقی امراض کی ضامن اور کفیل ہے کیونکہ یہ فصل اپنی برودت اور یبوست کی وجہ سے اُن
مادون کو روک لیتی ہے جنکو گرمیون نے بیماریون کے لیے مہیا کیا تھا (لیکن گرمیون کا زمانہ
اُنکے لیے وافی نہین ہوا) اور جب یہ مواد رُک رہتے ہین اور قوت اُنکے پکانیسے قاصر رہتی ہے
تو اُنسے وہ امراض اُٹھ کھڑے ہوتے ہین جو گرمیون سے باقی بچ رہے تھے اور فصل ربیع مین
اُن خلطون کو حرکت ہوتی ہے جو جاڑون کی سرد ہوا سے جمع ہوگئے تھے اور یہ حرکت ربیع کی لطیف
گرمی سے ہوتی ہے اور یہ اخلاط ضعیف اعضا کی طرف بہ نکلتے ہین (خواہ اُنمین اصل خلقت کی
جہت سے ضعف ہو یا کسی امر عارض کی جہت سے) پس اُسی قسم کے امراض پیدا ہوجاتے ہین
اور اس فصل مین ورم اور دنبل اور حلق کے ورم اور خناق وغیرہ زیادہ تر پیدا ہوتے ہین اور ان سب
امراض کی تفسیر عنقریب آتی ہے اور امراض کے پیدا ہونے کی یہ وجہ ہے کہ اس فصل کے امراض

دموی ہوتے ہین اور خون کے سیلان سے یہ امراض پیدا ہوتے ہین - اور اس فصل مین ہر اس
مادی مرض کو حرکت ہوتی ہے جسکا مادہ جاڑون مین سکون کی حالت مین ہو اور یہ اسوجہ
سے نہین کہ اس فصل مین کسی قسم کی رداءت ہے بلکہ اسکی لطیف گرمی کی وجہ سے جو اُن اخلاط کو
بہاتی ہے جو جاڑون مین ساکن تھے کیونکہ یہ فصل سب فصلون سے زیادہ اچھی ہے اور زندگی
اور تندرستی کے لیے سب سے زیادہ مناسب ہے کیونکہ اسکا مزاج اور روح اور خون کا مزاج ایک
ہی ہے (شارح نے حاشیہ مین لکھا ہے کہ روح اور خون چونکہ حار رطب ہین اسلیے اعتدال
کے قریب ہین کیونکہ رطوبت کاسر حرارت ہے پس ان دونون کی حرارت بہ نسبت آگ کی
حرارت کے ٹوٹی ہوئی اور بجھی ہوئی ہوگی اسیطرح رطوبت بھی حرارت سے ٹوٹ جائیگی (توڑنے والی)
اور بہ نسبت پانی کی رطوبت کے ٹوٹی ہوئی ہوگی اسی لیے کہا جاتا ہے کہ ان دونون کی
حرارت اور رطوبت دونون اعتدال کی طرف مائل ہین اور جب ایسا ہے تو فصل ربیع کو ان
دونون کے ساتھ اسلیے مناسبت ہوگی کہ ربیع بھی شیخ بوعلی سینا کے نزدیک معتدل ہے اور یہ
توجیہ اُسی کی رائے پر ہے اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ ربیع بھی گرم تر ہے تو یہ متقدمین کا قول ہے اور یہ
دعوی اُنکے قول پر زیادہ واضح اور مستغنی عن البیان ہے) اسلیے اس فصل مین بدن کی رنگت سرخ ہو جاتی ہے
اور بدن مین بالیدگی ہوتی ہے **مؤلف کہتا ہے** اور ہوا کے وہ تغیرات جو نہ طبعی ہوتے ہین اور نہ آدمی
کی طبیعت کے مضاد وہ دو حال سے خالی نہین ہین یا تو آسمانی سببون سے ہوتے ہین یا ارضی
سببون سے **مین کہتا ہون** جب مؤلف پہلی قسم کے احکام بیان کر چکا تو اب دوسری قسم کے احکام
بیان کرنا شروع کیے اور اسکی دو قسمین کین ایک تو وہ جسکا تغیر آسمانی سببون سے ہو اور دوسری وہ کہ
یہ تغیر ارضی اسباب سے ہو (دونون قسمون کے احکام تفصیل کے ساتھ آتے ہین) **مؤلف کہتا ہے** آسمانی
سببون کی مثال تو یہ ہے کہ مثلاً آفتاب کے ساتھ بہت سے دُرّی ستارے مجتمع ہو جائین
(دراری وہ ستارے ہین جو نہایت روشن ہین خواہ خمسہ متحیرہ مین سے ہون یا ثابت تارون
مین سے جیسے شعری یمانیہ ہے جسکا نام کلب الجبار ہے اور شعری شامیہ ہے جسکا نام
غمیصا ہے اور قلب الاسد اور عین الثور وغیرہ اور خمسہ متحیرہ مین سے جیسے مشتری اور زہرہ وغیرہ
ہے - اور آفتاب کے ساتھ انکے مجتمع ہو جانیکے یہ معنی ہین کہ فلک کے ایک درجہ یا ایک دقیقہ مین

ان سب کی مقارنت ہو جائے اسطرح پر کہ جو خط ہماری نظر یا مرکز عالم سے خارج ہو وہ آفتاب
کے مرکز پر گذرے اُسکے بعد مریخ کے مرکز پر اُسکے بعد مشتری کے مرکز پر اُسکے بعد زحل کے مرکز
پر اُسکے بعد کسی ثوابت ستارے کے مرکز پر یعنی یہ سب ایک سیدھ پر واقع ہوں بعض محققین نے لکھا ہے
کہ اس قسم کا مجتمع ہونا گرمی کا باعث نہیں ہو سکتا کیونکہ ایسی حالت میں تو ایک کوکب دوسرے
کوکب کا کاسف ہوگا تو سب کواکب کا اثر سخونت اور حرارت کیونکر باقی رہسکتا ہے پس یہاں پر
چھپا دینے والا اور حاجب نور
اجتماع سے اجتماع غیر حقیقی مراد ہے یعنی سب کواکب کا ایک ہی برج اور ایک ہی درجہ مین اسطرح پر
ہونا کہ ایک کوکب دوسرے کا کاسف نہوا ور ایک دوسرے کی تاثیر کو نہ روکے تاکہ تسخین کا اثر
ظاہر ہو اور اجتماع سے یہ مراد نہین ہے کہ آفتاب اور یہ دُرّی تارے ایک ہی جز اور ایک ہی موضع
مین واقع ہوں کیونکہ یہ ہو نہین سکتا اسلیے کہ آفتاب چوتھے آسمان مین ہے اور کوکب دُرّی
اور افلاک مین) تو یہ اجتماع ہوا مین گرمی پیدا کر دیتا ہے حتی کہ جاڑون مین (یہ زیادتی روشنی اور نور کے
یا تو آٹھوین مین اور یا باقی افلاک سبعہ
سبب سے کیونکہ دُرّی تارون کی روشنی آفتاب کی روشنی کے ساتھ جمع ہو گئی ہے اور سب کی سب
روشنیان گرم ہوتی ہین اسی لیے جب یہ سب مجتمع ہو جاتی ہین تو ہوا مین گرمی پیدا ہو جاتی ہے
پس اگر یہ اجتماع گرمیون مین ہوگا تو گرمی شدت پکڑیگی اور اگر جاڑے مین ہوگا تو حرارت ہوگی
مگر کم اور اگر اجتماع ہمیشہ رہیگا تو تسخین قوی ہو جائیگی اور نہین تو نہین مگر یہ بات یاد رکھنی چاہیے
کہ ہوا اُسی شہر کی گرم ہوگی جس شہر کا سمت الرأس آفتاب اور ان کواکب کی سمت پر ہوگا اور اس
شہر کی بھی جو اُسکے قریب ہو اور جتنی دوری ہوتی جائیگی اُسیقدر گرمی مین بھی کمی ہوتی جائیگی
اسی لیے آپنے دیکھا ہوگا کہ بعض گرمیون مین گرمی زیادہ ہوتی ہے اور بعض مین کم اور بعض
جاڑون مین بہ نسبت اور جاڑون کے خنکی کم ہوتی ہے اسکا منشا وہی اجتماع یا عدم اجتماع ہے۔)
اور جسطرح سے کہ سورج گہن کے وقت یکایک ٹھنڈک ہو جاتی ہے یہانتک کہ گرمیون مین۔
(اسکی یہ وجہ ہے کہ نور اور ضوء مین کمی ہو جاتی ہے لیکن چونکہ چاند کی تیز حرکت کی وجہ سے
سورج گہن کا زمانہ زیادہ دیر تک نہین ٹھہرتا اسوجہ سے ہوا مین قابل شمار ٹھنڈک نہین پیدا ہوتی۔)
مین کہتا ہون یہ دونون قسمون مین پہلی قسم ہے اور دراری دری بضم دال کی جمع ہے
اور کبھی دری کی دال کو کسرہ بھی دیدیتے ہین (دال کا پیش ہماری قرأت کے موافق ہے

قرآن پاک کی سورۂ نور مین ہے اَلزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِن شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ
آور دراری سے وہ بڑے بڑے تارے مراد ہین جو بہت زیادہ روشن ہین جیسے شعری ہے
(یمانیہ اور شامیہ) اور قلب الاسد (اور عین الثور وغیرہ) اور جیسے مشتری اور زہرہ کواکب خمسہ
متحیرہ مین سے کیونکہ جب یہ کواکب آفتاب کے ساتھ جمع ہو جاتے ہین تو ہوا کی گرمی کو بڑھا دیتے
ہین (یا گرمی پیدا کر دیتے ہین) اور باقی مضمون ظاہر ہے **مؤلف کہتا ہے** اور ہوا مین
جو تغیرات (غیر طبعیہ) اسباب ارضیہ کی وجہ سے پیدا ہوتے ہین وہ وہ ہین جو مقامات
کے اختلاف کے سبب سے ہون **مین کہتا ہون** یہ دونون قسمون مین سے دوسری قسم
ہے اور اختلاف مساکن کا تغیر ہوا کے لیے ارضی اسباب مین سے ہونا ظاہر ہے **مولف
کہتا ہے** اور مسکنون کا اختلاف (پانچ طرح پر ہوتا ہے) اول یا تو اُنکے عرض (یعنے دائرہ
معدل النہار سے دوری) کی جہت سے (ہوا کے اعتبار سے فرق) ہوتا ہے دوم یا پہاڑون اور دریاؤن کے قریب ہونیکی
جہت سے سوم یا اُنکی وضع کی جہت سے دوضع سے وہ ہیئت مراد ہے جو ایک موضع کو دوسرے
موضع کی نسبت سے حاصل ہو مثلاً ایک موضع بلندی پر ہو اور ایک نشیب مین) چہارم یا اُنکی مٹی کی جہت
سے (مثلاً بعض مساکن کی زمین سنگلاخ ہو اور بعض کی سنگلاخ نہو پس یہ پانچ سبب ہوئے)
مین کہتا ہون مؤلف نے اختلاف مساکن کے پانچ سبب بیان کیے ہین اور ان
اسباب کی وجہ سے جو ہواؤن مین اختلاف اور تغیر پیدا ہوتا ہے اُنکو علی الترتیب بیان
کیا ہے **مؤلف کہتا ہے** خط استوار جو نہایت اعتدال کی حالت مین ہے اُس سے
دور ہونا عرض ہے خواہ اُسکی کتنی ہی مقدار ہو دوسری اور تیسری اقلیم مین بیحد گرمی ہوتی ہے
اور چھٹی اور ساتوین مین بیحد سردی اسی لیے چوتھی اقلیم اعتدال کے قریب ہے ۔ **مین
کہتا ہون** اختلاف مساکن کا پہلا سبب اُنکے عرض کا کم اور زیادہ ہونا ہے اور ہر شہر کا عرض اُسی
شہر کے دائرۂ نصف النہار کی ایک قوس ہے جو اُسکے سمت الراس اور دائرۂ معدل النہار کے درمیان
واقع ہو (محیط دائرے کے ٹکڑے کو قوس کہتے ہین) اور سمت الراس فلک اعلی کی سطح مین وہ
نقطہ ہوتا ہے جہان پہونچکر وہ خط مستقیم ٹھہرتا ہو جو بیچ سر سے نکلا ہے اور اُسکے مقابل وہ نقطہ
ہوتا ہے جسکا نام سمت القدم ہے اور جو بڑا دائرہ ان دونون نقطون اور قطبین عالم پر ہوکر گذرے

وہ دائرہ نصف النہار ہے پس جس شہر کا عرض میل کلی کی برابر یا کم ہوگا جب کوئی ایسا سبب ارضی اُس شہر کو عارض نہووے جو اُسکی گرمی کو گھٹا دے تو وہ شہر گرمیون مین نہایت گرم ہوگا کیونکہ آفتاب ایک مدت تک اس شہر کی سمت مین ہوگا اور یہان کا دن یہان کی رات سے بڑا ہوگا۔ اور جس شہر کا عرض میل کلی یعنی مدار راس سرطان سے کچھ زیادہ ہوگا اُسمین گرمی کم ہوگی غرضکہ جتنا عرض بڑھتا جائیگا اُسیقدر گرمی گھٹتی جائیگی اور سردی بڑھتی جائیگی کیونکہ گرمی کی زیادتی اور کمی آفتاب کے سمت مین ہونے اور نہونے سے ہے اور جتنا عرض بڑھیگا اُسیقدر آفتاب کی مسامتت سے دوری ہوگی اسیطرح یہ مسامتت دور ہوتی جاتی ہے اور سردی بڑھتی جاتی ہے یہان تک کہ ۶۷ درجے کے بعد اتنی سردی ہے کہ اُسکا تحمل جاندار کی طاقت سے باہر ہے) اور یہ بات پہلے معلوم ہوچکی ہے کہ تمام مقامات سے زیادہ معتدل شیخ بوعلی سینا اور مؤلف کے نزدیک وہ مقام ہے جو دائرہ معدل النہار کے نیچے واقع ہے (یعنی خط استواء) اور دوسری اور تیسری اقلیم بیحد گرم ہین (شارح نفیسی نے دوسری اور تیسری اقلیم مین اکثر کی قید لگائی ہے یعنی انکا اکثر حصہ بیحد گرم ہے اور اس قید کی یہ ضرورت ہے کہ دوسری اقلیم کا شروع حصہ خط استوا سے ملا ہوا ہے اور اقلیم ثالث کا اخیر حصہ چوتھی اقلیم سے ملا ہوا ہے اور خط استوا اور چوتھی اقلیم دونون معتدل یا قریب اعتدال ہین تو جو حصہ انسے ملا ہوگا وہ بھی انھین کے حکم مین ہوگا اور دوسری اقلیم مین بیحد گرمی ہونے کی یہ وجہ ہے کہ آفتاب ہمیشہ انکے سرون کے سمت یا سمت کے قریب مین رہتا ہے اسلیے کہ دوسری اقلیم کے اکثر حصہ کا عرض میل کلی کے قریب قریب ہے اسوجہ سے کہ اُسکے درمیانی حصہ کا عرض قریب قریب ساڑھے چوبیس درجہ ہے اور یہ مقدار میل کلی کی مقدار سے کچھ زاید ہے اور درمیانی حصہ تک پہونچنے سے قبل میل کلی کے قریب یا اُسکے برابر عرض ہوگا غرضکہ زیادہ گرمی رہنے کی یہ وجہ ہے کہ آفتاب ہمیشہ اُنکے سرون کے محاذی رہتا ہے اور یہی تقریر تیسری اقلیم مین بھی جاری ہے کیونکہ اُسکے اکثر حصہ کا عرض بھی میل کلی کے قریب ہے واللہ اعلم) اور چھٹی اور ساتوین اقلیم مین بیحد سردی رہتی ہے (کیونکہ آفتاب اُنکے سرون سے ہمیشہ دور رہتا ہے رہی پانچوین اقلیم تو اُسکا شروع حصہ چوتھی اقلیم کے قریب ہے لہذا اُسکا وہی حکم ہے) اور چوتھی اقلیم اعتدال کے قریب ہے (کیونکہ آفتاب نہ تو اس اقلیم کے مسامت ہے اور نہ ہمیشہ

سمت کے قریب رہتا ہے اور نہ ہمیشہ سمت سے دور رہتا ہے پس ضرورتاً یہ اقلیم اعتدال کے قریب ہوگی نہ تو اُسکی حرارت محرق ہوگی اور نہ اُسکی سردی ایسی ہوگی جس سے خامی رہجائے) اسلیے کہ جو جگہ بجیدہ گرم اور بجیدہ سرد کے درمیان ہوگی وہ لامحالہ اعتدال کے قریب ہوگی (اور اسکی وجہ وہی ہے جو معلوم ہوئی) **مؤلف کہتا ہے** اور دریا کی قربت ہوا کو تر کرتی ہے (کیونکہ دریا سے اُٹھنے والے اجزے ہوا میں بکثرت ملے ہوتے ہیں اور دریا کے پانی سے جتنی چیزیں جدا ہوتی ہیں اُن سب میں بڑھکر تری بخارات میں ہوتی ہے اسلیے کہ اجزے پانی کے لطیف حصے سے اُٹھتے ہیں اور پانی کا غلیظ حصہ نمکین اور ارضی ہونیکی وجہ سے تہ نشین رہتا ہے) اور دریائی شہر کی گرمی اور سردی معتدل ہوتی ہے (دریائی شہر وہ ہے جو دریا کے بیچ میں یا دریا کے کنارے پر ہو) کیونکہ اس شہر کی ہوا (اپنی بجیدہ غلاظت کی وجہ سے جو تر اجزون کے زیادہ ملنے سے حاصل ہوتی ہے) موثر کے اثر کو نہیں مانتی ہے (کیونکہ غلیظ ہے اور غلیظ چیز اپنے میں کسی چیز کو آسانی سے نافذ نہیں ہونے دیتی اسی لیے جاڑون کے موسم میں سردی کم ہوتی ہے اور گرمیون کے موسم میں گرمی کم۔ اور اعتدال کے یہی معنی ہیں) **مین کہتا ہون** اختلاف مساکن کا دوسرا سبب یہ ہے کہ دریاؤن کی مجاورت اور قربت ہو لہذا ہم کہتے ہیں کہ دریائی شہر جو بیچ دریا میں یا دریا کے کنارے پر واقع ہو اُسکی ہوا پر رطوبت غالب ہوتی ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ جو اجزے پانی پر شامل ہیں اُس ہوا میں بکثرت ملے ہوتے ہیں اسی لیے دریائی مقامات میں بارش زیادہ ہوتی ہے اگر کوئی یہ شبہہ کرے کہ اجزے پانی کو دریا سے اُٹھاتے ہیں اور دریا کا پانی کھاری ہوتا ہے اور کھاری پانی خشکی پیدا کرتا ہے (نہ رطوبت پس اُس کے ملنے سے ہوا میں رطوبت کیونکر پیدا ہوگی) تو اس شبہہ کا جواب یہ ہے کہ دریا کے پانی سے جو حصہ جدا ہوتا ہے وہ شیرین ہوتا ہے کیونکہ کھاری حصہ اپنے بھاری ہونیکی وجہ سے اوپر نہیں چڑھتا یہ جو ہمنے بیان کیا یہ حکم تو دریائی شہر کی رطوبت اور یبوست کے متعلق تھا اور اُسکی حرارت اور برودت کے متعلق یہ حکم ہے کہ اُسکی ہوا ان دونون کیفیتون میں معتدل ہے اور اسکے معنی یہ ہیں کہ گرمیون میں تو اسکی ہوا گرم کرنے والے سورج سے زیادہ گرمی نہیں قبول کرتی اور جاڑون میں اسکی ہوا بھی سرد کرنے والے موثر سے زیادہ سردی نہیں قبول کرتی

اسلیے کہ اس شہر کی ہوا غلیظ اور زیادہ رطب ہونے کی وجہ سے مؤثر کے اثر کو نہین مانتی اور اس سے
متاثر ہونے مین نافرمانی ظاہر کرتی ہے **مؤلف کہتا ہے** اور شمالی پہاڑ (یعنی وہ پہاڑ جو شہر
سے شمال کی جانب ہون شہر کی ہوا کو دو وجہون سے) گرم کر دیتے ہین (اول تو) اسلیے کہ پہاڑ شمال
کی ٹھنڈی اور خشک ہوا کو اس شہر مین چلنے سے روکتے ہین (کیونکہ یہ پہاڑ ان ہواؤن کے
سامنے دار قائم ہوتے ہین رہا یہ کہ شمالی ہوائین ٹھنڈی کیون ہوتی ہین اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ
ہوائین پہاڑون کی ٹھنڈی اور برف مین بھیگی ہوئی چوٹیون سے ٹکراتی ہوئی اور ان ٹھنڈے
ٹھنڈے شہرون سے ملتی ہوئی آتی ہین جو آفتاب کا وہان تک گذر نہونے سے ہر وقت یخ
رہتے ہین۔ اور انکی خشکی کا یہ سبب ہے کہ انمین مائی اجزے کم ملے ہوتے ہین کیونکہ وہان وہ حرارت
اور تمازت کم ہے جو اجزاے مائیہ کو لطیف کر کے بخار بنا دیتی ہے نیز وہان سردی شدت سے
ہوتی ہے جو اجزاے مائیہ کو بجاے لطیف کرنے کے اور کثیف کرتی ہے۔ علاوہ اسکے ان ہواؤن
کا گذر بہنے والے پانیون پر کم ہوتا ہے بلکہ یا تو جمے ہوے پانیون پر گذرتی ہین جنمین اسبات
کی صلاحیت ہی نہین ہوتی کہ انسے اجزے جدا ہون اور یا خشکیون اور جنگلون پر گذرتی ہوئی
آتی ہین اسلیے انمین رطوبت نہین ہوتی) اور یہ پہاڑ جنوب کی گرم تر ہواؤن کو (ان کے
اسطرف گذرنے سے) روکتے ہین (کیونکہ جب جنوب سے آنے والی ہوائین انسے ٹکراتی ہین
تو یہ پہاڑ انکو آگے گذرنے سے روکتے ہین تو وہ ہوائین پلٹ کر شہر مین آتی ہین اور ان
ہواؤن کے گرم ہونیکا یہ سبب ہے کہ یہ ہوائین ہمارے شہرون کی طرف نہین پہونچتی ہین یعنی
ایسے شہرون کی طرف نہین گذرتی ہین جو شمال کی جہت مین میل کلی سے متجاوز ہین ہان
جنوب اور شمال کی طرف میل کلی کی انتہا پر سے ہوکر گذرتی ہین اور یہ دونون مقام آفتاب
کی ہمیشہ مسامتت یا سامنت کے قریب ہونیسے بیحد گرم ہین پس لطافت کی وجہ سے سخونت
کو قبول کرلینگی اور ضرور گرم ہونگی عام اس سے کہ ابتداً ان کے چلنے کی یہین سے ہو یا اس
مقام سے ہو جو قطب کے قریب ہو کیونکہ یہ ہوائین گو اصل مین ٹھنڈی ہین لیکن انتہا کے گرم مقامون
پر گذرنے کی وجہ سے گرم ہو جاتی ہین اور ان ہواؤن کے تر ہونے کی یہ وجہ ہے کہ دریا اکثر جنوبی
ہین اور یہ دریا ایسے ہین کہ تر ابخرون سے ہواؤن کو تر کر دیتے ہین اور یہ ابخرے انمین سے

سورج کی گرمی کی قوت سے اُٹھتے رہتے ہین) اور (ان پہاڑون کی ہواؤن کو گرم کردینے
کی دوسری وجہ یہ ہے کہ) یہ پہاڑ (یعنی شمالی پہاڑ) آفتاب کی شعاع کو شہر پر پلٹا دیتے ہین (کیونکہ
آفتاب کا مدار چونکہ جنوبی ہے اسلیے وہ پہاڑ پر چمکتا ہے اور اُسکو گرم کردیتا ہے اور یہ شعاع پہاڑ سے
شہر پر پرتو ڈالتی ہے جسطرح چمکنے والے جسم کی شعاع سامنے والی قابل چیز پر پڑتی ہے اور ظاہر
ہے کہ وہ جسم مستنیر گرم ہوتا ہے تو اُس رستے متجاذر ہوکر جب دوسری چیز پر اُسکا عکس پڑیگا وہ بھی
گرم ہوگی پس شہر مین ایک تو آفتاب کی شعاع بلا واسطہ پہونچتی ہے دوسرے پہاڑ سے منعکس
ہوکر پہونچتی ہے لہذا ضرورتًا اور حتمًا شہر مین ان پہاڑون کی وجہ سے سخت گرم ہوگی) اور جنوبی
(پہاڑ) شمالی پہاڑ کے برعکس ہوتا ہے (جنوبی پہاڑ وہ جو شہر کی جانب جنوب مین واقع ہو اور برعکس
ہونیکے یہ معنی ہین کہ جنوبی اور شمالی ہواؤن کو روکنے اور شہر سے آفتاب کی شعاع کو چھپائے رکھنے
سے شہر کی ہواؤن کو ٹھنڈا رکھتے ہین اور جبکہ اس جنوبی پہاڑ پر شعاع واقع نہین ہوگی تو لامحالہ شہر پر
بھی منعکس ہوکر نہ جائیگی) اور جو پہاڑ شہر سے مغرب کی جانب ہے وہ اُس پہاڑ سے بہتر ہے جو
شہر سے مشرق کی طرف ہو کیونکہ مشرقی پہاڑ آفتاب کے طلوع ہونیسے اُسکے بہت زیادہ بلند
ہوجاتے تک اُسکی شعاع کو شہر سے روکے رہتا ہے اور جس وقت اُسکی شعاع کی تاثیر قوی ہوجاتی
ہے یکایک شہر والون پر ظاہر کردیتا ہے تو اُس شہر والے رات اور صبح کی ٹھنڈک سے قوی
دھوپ کی طرف ایک ہی مرتبہ منتقل ہوجاتے ہین (اور روزانہ ان دونون ضدون کا توارد
شہر والون پر رہتا ہے اگر کوئی یہ شبہہ کرے کہ جو پہاڑ شہر سے مغرب کی جانب ہے تو اور مقامات
سے قبل یہان پر آفتاب کا غروب ہوگا اور غروب آفتاب کیوقت سخت سردی ہوگی تو ان لوگون پر بھی روزانہ
یہ لازم آئیگا کہ دوپہر کی قوی گرمی سے غروب کی قوی سردی کی طرف انتقال ہوتا رہے اور
جب توارد اضداد کا شبہہ دونون مین یکسان وارد ہوا تو یہ کیسے کہ سکتے ہین کہ مغربی پہاڑ مشرقی
پہاڑ سے بہتر ہے تو اسکا یہ جواب ہے کہ آفتاب کے غروب ہونیکے وقت سخت سردی نہین
ہوتی لہذا قوی گرمی سے قوی سردی کیطرف انتقال نہ لازم آئیگا) اور مشرقی پہاڑ مین دوسری
خرابی یہ ہے کہ وہ شہر سے مشرقی ہواؤن کو روکے رہتا ہے اور مشرقی ہوا مغربی ہوا سے
بہتر ہوتی ہے اگرچہ یہ دونون ہوائین (شمالی اور جنوبی ہواؤن کے اعتبار سے) اعتدال کے

قریب ہوتی ہین (ان ہواؤن کے قریب باعتدال ہونیمین شمالی اور جنوبی ہواؤنکا اعتبار اسلیے ہے کہ اگر فی نفسہ
مشرقی اور مغربی ہواؤن کو دیکھا جائے تو یہ دونون اعتدال سے خارج ہین کیونکہ مشرق کا شمالی
حصہ مغرب کے شمالی حصہ کے اعتبار سے بخارات مین بہت کم ہے تو مشرقی ہوامین انجرے کم ملے
ہونگے اور اسلیے وہ خشک اور یبس ہوگی اور مغربی ہوا چونکہ بخارات پر گذرتی ہوئی چلتی ہے
لہذا اُس سے رطوبت حاصل کرلیگی اور نہایت تر ہوگی اور اس معنی کر دونون ہوائین اعتدال سے
خارج ہونگی مگر جب یہ کہدیا گیا کہ انکا اعتدال شمالی اور جنوبی ہوا کے اعتبار سے ہے پس یہ شبہہ
بھی وارد نہوگا) اور مشرقی ہوائین مغربی ہواؤن سے اسلیے بہتر ہین کہ مشرقی ہوائین شروع
دن کو اکثر آفتاب کی حرکت کے ساتھ چلتی ہین (کیونکہ جب آفتاب شرقی ہواؤن کو اپنی گرمی
سے اُٹھاتا ہے اور وہ ہوائین شہر کی طرف چلتی ہین تو آفتاب بھی شہر کی جانب متوجہ ہوتا ہے
پس یہ ہوائین اپنے چلنے کی مدت بھر سورج کے ہمراہ ہی رہتی ہین لہذا آفتاب کی تاثیرات یعنی
لطیف کرنا اور معتدل کرنا اور فضلون کو تحلیل کرنا ان ہواؤن مین زیادہ ہوتے ہین) اور مغربی
ہواؤن کا چلنا اکثر اخیر دن مین ہوتا ہے پس انکی حرکت آفتاب کی حرکت کے مضاد ہوتی ہے
(اسلیے کہ مغربی ہواؤن کو جسوقت آفتاب کی گرمی اُٹھاتی ہے اُسوقت آفتاب اُس شہر سے
پھرا ہوا ہوتا ہے پس آفتاب کی تاثیر مغربی ہواؤن مین ضعیف ہوتی ہے اور اسی سبب سے
مغربی ہوائین ٹھنڈک اور تری کی جانب زیادہ مائل ہوتی ہین (اور مشرقی ہواؤن کے شروع
دن مین اور مغربی ہواؤن کے اخیر دن مین چلنے کی یہ وجہ ہے کہ انجرون اور دخانون کا اُٹھنا
جنسے ہوائین پیدا ہوتی ہین بے قوی حرارت کے ممکن نہین ہے اور یہ جب ہی ہوگا جب آفتاب
اُنکی جہت مین ہوگا (مگر جب مادہ بہت ہوتا ہے اور اسمین انجرے نیکر اوپر چڑھنے کی صلاحیت اور
استعداد زیادہ ہوتی ہے تو ایسے وقت مین تھوڑی سی گرمی بھی کافی ہوتی ہے اسلیے ایسا بھی
ہوسکتا ہے کہ آفتاب تو مشرق مین ہو اور یہ شدید مادہ مغرب مین - اور مشرق سے حرارت کا
اثر مغرب مین پہونچ جائے اور انجرون اور دخانون کا صعود ہو یا یہ کہ آفتاب مثلاً مغرب مین ہو
اور مادہ مشرق مین اور مغرب سے اثر حرارت مشرق مین پہونچ جائے ایسی حالت مین سابق کے
خلاف حکم ہوگا یعنی مشرقی ہوائین اخیر دن مین چلینگی اور مغربی ہوائین شروع دن مین لیکن بہت

کم ہے لہذا اسکا اعتبار نہین کیا جاتا) **مین کہتا ہون** اختلاف مقامات کا تیسرا سبب یہ ہے
کہ مقامات کے قریب پہاڑ ہون اور شہرون کی ہواؤن مین اپنا اثر کرین اس معنی کر کہ ہواؤن
اور آفتاب کی شعاعون کی تاثیرات مین پہاڑون کو دخل ہے آور چونکہ ہواؤن کی تفصیل ضروری
ہے اسلیے ہم کہتے ہین کہ شمالی ہوائین تو وہ ہین جو اُس شخص کی بائین جانب سے چلتی ہین جسکا
رخ مشرق کی طرف ہو اور یہ ہوائین سرد خشک ہین یعنی بدن مین وہی اثر کرتی ہین جیسی قسم کا
اثر سرد خشک چیزون سے ہوتا ہے آور ان ہواؤن کے سرد ہونے کی یہ وجہ ہے کہ اُن
پہاڑون اور اُن شہرون پر گذرتی ہوئی چلتی ہین جو نہایت سرد ہین اور جنپر برف بکثرت گرتی ہو
اور اُنکے خشک ہونیکی یہ وجہ ہے کہ اُنکے ہمراہ بہت سے بخارات نہین ہوتے کیونکہ شمال کیجانب
تحلیل بہت کم ہوتی ہے اور ان ہواؤن کا گذر ایسے شہرون پر نہین ہوتا جنمین بہت سے
دریا ہون بلکہ خشکیون پر اُنکا گذر ہوتا ہے آور جنوبی ہوائین وہ ہین جو شمالی ہواؤن کے سامنے
سے چلتی ہین اور یہ ہوائین گرم تر ہین یعنی انکا اثر بدن مین اُن چیزون کا سا ہوتا ہے جو گرم تر
ہوتی ہین۔ ان ہواؤن کے گرم ہونیکا یہ سبب ہے کہ جنوب کا گوشہ گرم ہے کیونکہ وہان کے
رہنے والون کے سمت الراس سے آفتاب نزدیک ہے (اسوجہ سے کہ آفتاب کا مدار جنوبی ہے)
آور ان ہواؤن کے تر ہونیکی یہ وجہ ہے کہ اکثر دریا ہمسے جنوبی ہین اور باوجود اُنکے جنوبی ہونیکے
آفتاب کا اثر اُنمین قوت کے ساتھ ہوتا ہے آور اُنسے غلیظ اور تر ابخرے اُٹھکر ہواؤن مین ملتے
ہین آور شرقی ہوائین گرمی اور سردی اور تری اور خشکی مین اعتدال کے قریب ہین کیونکہ آفتاب
کا اثر طول مین مختلف نہین ہوتا (اسلیے کہ اگر کوئی معین نقطہ مشرق مین فرض کیا جائے اسیطرح
دوسرا نقطہ مغرب کی جہت مین فرض کیا جائے اسیطرح تیسرا نقطہ ان دونون نقطون کے
بیچ مین ان دونون نقطون کے ملانے والے خط پر فرض کیا جائے تو یہ کل نقطے زمین کی
ایک ہی حد پر واقع ہونگے پس جتنے مواضع اس طول پر واقع ہونگے وہ سب ایک ہی طبیعت
پر ہونگے اور آفتاب کا اثر اُن سب مین برابر ہوگا) لہذا وہ موضع جہان سے یہ ہوائین چلی
ہین آور وہ شہر جنپر انکا گذر ہوا ہے سب ایک ہی طبیعت پر ہونگے آور مغربی ہوائین بھی اسی
دلیل سے قریب باعتدال ہین آور باوجود دونون ہواؤن کے قریب باعتدال ہونے کے

مشرقی ہوائین مغربی ہواؤن سے افضل ہین کیونکہ مشرقی ہوائین شروع دن مین آفتاب کی
حرکت کے ساتھ ساتھ چلتی ہین اور مغربی ہوائین اخیر دن مین آفتاب کی حرکت کے خلاف
چلتی ہین پس جسقدر آفتاب مشرقی ہواؤن کو لطیف کریگا اُسقدر مغربی ہواؤن کو نہ کریگا لہذا
مغربی ہوائین سردی اور تری کی طرف مائل ہونگی اسلیے مشرقی ہوائین شمال کے مشابہ
ہونگی (یبوست مین) اور مغربی ہوائین جنوب کے موافق و مشابہ ہونگی (رطوبت مین)
اور شمال افضل ہے (جنوب سے پس مشرقی ہوائین بھی مغربی ہواؤن سے افضل ہونگی)
اور اس بات کا حکم کرنا کہ مشرقی ہوائین شروع دن مین چلتی ہین اور مغربی ہوائین اخیر دن مین یہ اکثری
حکم ہے (ورنہ اسکے خلاف بھی ہو سکتا ہے چنانچہ ہم بیان کر چکے ہین فتذکر) جب یہ باتین معلوم
ہو چکین تو اب ہم کہتے ہین کہ جب پہاڑ کسی شہر کے شمال مین ہوگا تو اُسکی ہوا کو دو وجہ سے گرم
کر دیگا اول تو اسلیے کہ شمال کی سرد ہوا کو آنے سے روکیگا اور جنوب کی گرم ہوا کو شہر مین گھیر کر
پہونچائیگا اور دوسرے اسلیے کہ آفتاب کی شعاع کو پلٹائیگا یعنی اُسکو شہر پر رد کریگا اور شہر مین گرمی
کو بڑھائیگا اور اگر پہاڑ شہر کے جنوب مین ہوگا تو برعکس شمالی پہاڑ کے ہوا کو سرد کریگا اور اگر شہر کے
مغرب مین پہاڑ ہے تو وہ اُس پہاڑ سے افضل ہے جو شہر کے جانب مشرق مین ہے اور اسکے وہی
دو سبب ہین جنکو مصنف نے بیان کیا ہے۔ (ہم اُن دونون علتون کو ذیل کلام مصنف مین تفصیل
کے ساتھ لکھ آئے ہین پھر احتیاطاً دیکھ لو) **مؤلف کہتا ہے** اور بلند اور اونچے شہرونکی
ہوائین ٹھنڈی اور صحت بخش ہوتی ہین (اور اسکا سبب یہ ہے کہ ہوا کے چار طبقے ہین ایک
طبقہ ہوا کا وہ ہے جو زمین اور پانی سے ملا ہوا ہے اور یہ طبقہ قریب باعتدال ہے کیونکہ اس ہوا
مین مٹی اور پانی کے اجزا ملے ہوتے ہین اور ان اجزا کی برودت ہوا کی حرارت کو توڑ دیتی ہے
اور اعتدال حاصل ہو جاتا ہے اسکے بعد ہوا وہ طبقہ ہے جو ابخرون کی وجہ سے سرد ہے اسلیے کہ سورج
اور تارون کی گرمی زمین اور پانی سے اُن ابخرون کو اٹھاتی ہے جنمین ہوا ملی ہوتی ہے پھر جب یہ چڑھانیوالی
گرمی وہان شعاع آفتاب کی قوت کم ہونیکی وجہ سے اُن ابخرون سے جدا ہوتی ہے تو یہ ابخرے سرد ہو جاتے ہین اور ہوا کو
بھی سرد کر دیتے ہین اسکے بعد ہوا کا وہ طبقہ ہے جو دخان کیوجہ سے گرم ہے اگر کوئی شبہہ کرے کہ دھوئین مین تو اجزاء ارضیہ
زیادہ ہین اور ابخرون مین اجزاے مائیہ زیادہ ہین پھر کیا وجہ ہے کہ دھوان بخارے سے اونچا چڑھجاتا ہے تو اُسکا یہ جواب ہے
اور اجزاے ارضیہ بہ نسبت اجزاے مائیہ کے زیادہ ثقیل ہین ۱۲

کہ دھوئین مین جو اجزاے ارضیہ ہین وہ اپنی یبوست کی وجہ سے چڑھانیوالی گرمی کو اجزاے مائیہ سے زیادہ روکے رہتے ہین کیونکہ اجزاے مائیہ مین رطوبت ہے اور رطوبت مین امساک کی قوت نہین ہوتی اسکے بعد نری ہوا کا وہ طبقہ ہے جو آگ کے متصل ہے پس اس بنا پر اونچا شہر زیادہ سرد ہوگا اسلیے کہ اسکے قریب کی ہوا گو شعاعون کی وجہ سے فی نفسہ گرم ہوگی لیکن ارد گرد کی ٹھنڈی ہواؤن سے یہ مقام گھرا ہوا ہوگا اسلیے سرد ہوگا اور یہ بھی ہے کہ شعاعون کی تاثیر یہان پر کم ہوگی اسلیے کہ شعاعین اور اُنسے عکس روشنی جہان زیادہ جمع رہتی ہے وہان گرمی زیادہ ہوتی ہے اور یہ بات فقط نیچی زمینون مین ہوتی ہے اور اس مقام کے زیادہ صحت بخش ہونے کی یہ وجہ ہے کہ ہوا کی ٹھنڈک کی وجہ سے اندرو ار حرارت عزیزی رُکی رہتی ہے اور اس سبب سے ہضم صحیح ہوتا ہے اور خون صالح او رجید پیدا ہوتا ہے اور قوت مین زیادتی اور عمر مین درازی ہوتی ہے اور جو شہر وضع مین برابر ہو وہ اُس مقام سے زیادہ صحت بخش ہوتا ہے جو وضع مین مختلف ہو (کیونکہ مختلف الوضع شہرون کی ہوائین اونچے نیچے ہونیکے سبب سے سردی گرمی مین مختلف ہوا کرتی ہین) **مین کہتا ہون** اختلاف مساکن کا چوتھا سبب اُنکی وضع خاص ہے پس معلوم کرنا چاہیے کہ جو بلند مقام ہوگا وہ پست مقام کے اعتبار سے سرد اور زیادہ صحت بخش ہوگا اور اُسکے رہنے والے قوی اور بہادر اور دراز عمر ہونگے (چنانچہ پہاڑی لوگون کے دیکھنے سے یہ بات خوب سمجھ مین آسکتی ہے) اور اسکا سبب یہ ہے کہ گرمی آفتاب کی شعاعون کے انعکاس سے ہوا کرتی ہے اور یہ بات علم طبعی مین معلوم ہوچکی ہے کہ جو مقام گڈھے مین ہوتا ہے اُسمین شعاعون کا انعکاس بہ نسبت اونچے مقام کے زیادہ ہوتا ہے اور جو مقام وضع کے اعتبار سے مستوی (یعنی متوسط) ہو وہ اُسمقام سے زیادہ صحت بخش ہوگا جو بلند ہو (شارح علیہ الرحمہ نے مستوی سے متوسط مراد لیکر اُسکو بلند اور اونچے مقام سے صحت بخش کہا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ یہان پر مستوی سے وہ مقام مراد ہے جسمین نشیب و فراز اور بلندی و پستی زیادہ نہو اور مصنف اُسکو اُس مقام سے زیادہ صحت بخش بتانا چاہتا ہے جسمین بلندی و پستی زیادہ ہو ورنہ دونون جگہ لفظ اصح کے کوئی معنی نہین ہوسکتے علاوہ اسکے مستوی سے متوسط مراد لینا بھی ایک بعید ارادہ ہے جسکا ارتکاب بلا ضرورت جائز نہین ہے

چنانچہ شارح نفیسی نے اس تکلف کو ترک کر کے مستوی سے اپنے حقیقی معنی مراد لیے ہین جیسا کہ ہمنے بیان کیا واللہ اعلم) کیونکہ اس مقام کی ہوا ٹھہری ہوئی ہوگی اور ہوائین کم چلینگی (بخلاف بلند مقام کے کہ وہان ہوا کے جھکڑ بڑے زور و شور سے چلینگے) **مؤلف کہتا ہے** اور جس مٹی مین گندھک ہوتی ہے وہ ہوا کو خشک اور گرم کر دیتی ہے (اسلیے کہ گندھک گرم خشک ہے ہوا اُس کیفیت کو حاصل کر لیتی ہے) اور جس زمین سے پانی جوش مار کر اُبھرتا ہے وہان کی مٹی ہوا کو تر کر دیتی ہے (اسلیے کہ اُس سے تر اجزے اُٹھکر ہوا مین بہت ملتے رہتے ہین) اور ہوا کو گندا اور متعفن کر دیتی ہے (کیونکہ جوش مارنیوالا پانی زمین کے مسامات مین دیر تک رہنے سے گندا ہو جاتا ہے پس اسکے آس پاس کی ہوا اُسکے اُٹھے ہوے گندے اجزون سے ملکر گندہ ہو جاتی ہے نیز ایسی زمین کی مٹی نرم اور ملائم ہونے کی وجہ سے قابل گندگی اور ردی ہوتی ہے اسلیے جلد متعفن ہو جاتی ہے خصوصًا اُسوقت جبکہ گندا پانی وہان آکر ٹھہرے اور اسی وجہ سے ہوا کو بھی متعفن کر دیتی ہے) اور پہاڑی مٹی بدنون کو سخت اور مضبوط کر دیتی ہے (اسلیے کہ بدن کو ڈھیلا کر دینے والی تری اسکی ہوا مین کم ہوتی ہے کیونکہ پہاڑی زمین چونکہ سخت ہوتی ہے اسواسطے تر اجزے اُس سے کم اُٹھتے ہین اور ہوا مین اجزون ہی سے تری آتی ہے۔)

مین کہتا ہون اختلاف مساکن کا پانچوان سبب یہ ہے کہ اُنکی زمینین رنگ برنگ کی ہون کیونکہ ہوا اور پانی بلکہ نباتات اور حیوانات کے تغیر مین زمین کی مٹی کو بہت دخل ہوتا ہے پس جس زمین مین گندھک ہوتی ہے اُسکی مٹی ہوا کو خشک اور گرم کر دیتی ہے اور خون کو جلا دیتی ہے اور جس زمین سے پانی جوش مارتا ہے اور اُسکے گڑھون مین مجتمع ہوتا ہے اُسکی مٹی ہوا کو تر اور متعفن کر دیتی ہے اور پہاڑی مٹی بدن کو سخت اور قوی اور مضبوط کرتی ہے (سب کی وجہین ہم لکھ چکے) **مؤلف کہتا ہے** اور ٹھنڈی ہوا بدن کو مضبوط کرتی ہے (کیونکہ بدن کو سمیٹتی ہے اور جواہر اعضا کو کثیف کرتی ہے اور لٹکا دینے والی رطوبتون کو جماتی ہے اور اصلی حرارت کو اندر روکے رہتی ہے جسکی وجہ سے ہضم جید ہوتا ہے اور فضلیہ رطوبت گھلتی ہے) اور بدن کو قوی کرتی ہے (علاوہ اسباب مذکورہ کے اسکا ایک سبب یہ بھی ہے کہ ٹھنڈی ہوا روح اور اصلی حرارت کو تحلیل نہین ہونے دیتی تو لامحالہ اسوجہ سے بدن کے کل کام قوت کے ساتھ

صادر ہوتے ہین) اور اُسکی وجہ سے ہضم جید ہوتا ہے اور بدن کی رنگت نکل آتی ہے (کیونکہ
جب ہضم جید ہوگا تو خون بھی صالح اور جید پیدا ہوگا جو فضلون سے پاک وصاف ہوگا اور
بہت سی لطیف روحین پیدا ہونگی اسلیے رنگ چمکنے لگے گا) اور اُسکی بیماریان یہ ہین۔
نزلہ۔ زکام۔ مرگی۔ فالج۔ رعشہ۔ (زکام نزلہ کی وجہ تو وہی ہے جو بیان ہوچکی ہے۔ اور مرگی
اور فالج وغیرہ کے پیدا ہونے کی یہ وجہ ہے کہ بلغم زیادہ پیدا ہوتا ہے اور دماغ مین بند رہتا ہے
یعنی تحلیل نہین ہونے پاتا کیونکہ ٹھنڈک کے سبب سے مسامات بند ہوتے ہین اور اسکے ساتھ
یہ بھی ہے کہ ٹھنڈک دماغ اور حرام مغز اور پٹھون کو کمزور کردیتی ہے اسلیے کہ اول تو یہ سب اپنی
طبیعت سے ٹھنڈے ہین پس ٹھنڈک انکی ٹھنڈک کو اور بڑھا کر اعتدال سے خارج کردیتی ہے اور
اسوجہ سے یہ اپنے اوپر گرے ہوے فضلیہ بلغم کو دفع کرنے سے عاجز آجاتے ہین) اور گرم ہوا
اعضا کو ڈھلا ڈھلا کردیتی ہے (کیونکہ قوتون کو تحلیل کرتی ہے اور خلطون اور روحون کو پتلا
کردیتی ہے پس اُنکا ابخرے وغیرہ بنکر نکلنا سہل ہوجاتا ہے اور بدن مین تخلخل پیدا ہوتا ہے اور مسامات
چوڑے ہوجاتے ہین اور اعضا ڈھیلے ہوجاتے ہین کیونکہ رطوبتین پتلی ہو ہو کر اور گھل گھل کر
اعضا کی طرف بہ آتی ہین) اور قوتون کو ضعیف اور کمزور کردیتی ہے (کیونکہ روحون کو تحلیل
کردیتی ہے اور یہی قوتون کی حامل ہین نیز ہضم کو ضعیف کردیتی ہے اسلیے خون کم پیدا ہوتا ہے اور روحین
کم ہوجاتی ہین نیز خون کو تحلیل کرتی ہے اور کم کردیتی ہے اور بدن کمزور ہوجاتا ہے نیز خون کو
گرم کردیتی ہے اور اُسکو تلخی اور گندگی کیطرف مائل کردیتی ہے پس ایسے ناقص اور ردی خون
کو اعضا نہین قبول کرتے) اور ہضم کو خراب کردیتی ہے (اسلیے کہ روح کو بہت تحلیل کرتی ہے
اور اصلی گرمی کو باہر والے بدن مین پھیلا دیتی ہے کیونکہ ہوا مین اور اُسمین گرمی کی مناسبت ہے
اور اسمین کسیطرح شبہہ نہین ہے کہ جسوقت حرارت غریزی بدن کے اندر مجتمع ہوگی اور غذا پر کثرت
سے پڑیگی تو اُسکی تاثیر زیادہ قوی ہوگی نیز معدے کو لٹکا دیتی ہے کیونکہ مادون کو اُسکی طرف
بہا لاتی ہے اسوجہ سے معدے مین امساک غذا کی قوت کم رہجاتی ہے) اور حواس کو مکدر کردیتی
ہے (یہ اسوجہ سے کہ حس کرنیوالی قوتون کو تحلیل کردیتی ہے اور اُنکے آلات کو ڈھلا ڈھلا کردیتی
ہے اور دماغ کو رطوبتون کے بہانے کے سبب سے تر رکھتی ہے اور رطوبت سب چیزون سے زیادہ

ذہن کو ضرر پہونچاتی ہے اسی لیے جس شخص کو دست آتے ہین اُسکا ذہن صحیح ہوتا ہے کیونکہ
اسہال سے رطوبتین خارج ہوتی رہتی ہین نیز جگر مین ابخرے بہت سے پیدا ہوجاتے ہین اور
وہ روح سے ملکر حواس کو مکدر کردیتے ہین) اور دماغ کو بوجھل کردیتی ہے (اسلیے کہ مادے ابخرے
ہوکر اُسکی طرف کثرت سے جاتے ہین اور دماغ اپنے ضعف کی وجہ سے اُنھین قبول کرلیا کرتا
ہے) اور اُسکی بیماریان یہ ہین خناق اور بخار اور آشوب چشم (خناق کی یہ وجہ ہے کہ جب سر مین مادے
بکثرت جمع ہوجاتے ہین اور حرارت اُن مادون کو بہاکر حلق کے نرم اور غدودی گوشت پر گراتی
ہے تو وہ اپنے ضعیف اور نرم ہونیکی وجہ سے اُس مادے کو قبول کرلیتا ہے اور بخار کی یہ وجہ
ہے کہ گرم ہوا مین صفرا بہت پیدا ہوتا ہے اور وہ جوش کھاکر گندا اور متعفن ہوجاتا ہے اور آنکھین
دُکھنے کی یہ وجہ ہے کہ آنکھ بہت نرم اور کمزور چیز ہے جب سر سے اُسپر کوئی مادہ گرتا ہے تو وہ
اُسکو بہت جلد قبول کرلیتی ہے) **مین کہتا ہون** مؤلف نے سرد اور گرم ہوا کا ایک عام
حکم بیان کیا ہے اور اُسکے کلام کا مطلب یہ ہے کہ سرد ہوا بدن کو مضبوط اور سخت کردیتی ہے
یعنی اُسکو کثیف اور قوی کردیتی ہے اور ہضم کو جید کردیتی ہے کیونکہ حرارت غریزی کو اندر دار
روک لیتی ہے بقراط نے لکھا ہے کہ جاڑون مین بدن کے اندر بالطبع گرمی رہتی ہے اور ہضم
کے جید ہونے سے رنگ نکھر جاتا ہے اور صاف و پاک خون پیدا ہوتا ہے اور سردی مین وہی
امراض پیدا ہوتے ہین جنکو مولف نے بیان کیا ہے کیونکہ رطوبتین اندر گھٹ جاتی ہین اور
تحلیل نہین ہوئے آتین اسلیے بدن مین کثرت سے بلغم پیدا ہوجاتے ہین اسی وجہ سے
یہ امراض پیدا ہوجاتے ہین اور گرم ہوا سستی اور ڈھیلاپن پیدا کرنی ہے کیونکہ جلد کو گرم کرکے
رطوبتون کو بہاتی ہے اور قوتون کو کمزور کرتی ہے اور ہضم کو خراب کرتی ہے اپنی بیجد
تحلیل سے اور حواس کو مکدر کرتی ہے اور دماغ کو بوجھل کرتی ہے کیونکہ زیادتی تبخیر کی
وجہ سے دماغ کو ایذا پہونچتی ہے نیز گرم ہوا زیادتی تحلیل کی وجہ سے قوتون کو ضعیف کرتی
ہے اور گرمی مین وہ امراض پیدا ہوتے ہین جو مؤلف نے بیان کیے ہین کیونکہ مسامات
کشادہ ہوجاتے ہین اور قوت ضعیف ہوجاتی ہے اور مادے حرارت کیوجہ سے بہ بہ کر خارج
کی طرف آتے ہین خصوصًا جو گرم مادے ہوتے ہین) **مؤلف کہتا ہے** اُن تغیرات

کی مثال جو مجرائے طبعی کے خلاف ہون وبا رہے (پس وباء جوہر ہوا کو متعفن اور فاسد کر دیتی ہے اور یہ ہوا اسی رداءت کی حالت مین سانس کے ذریعہ سے دل پر پہونچتی ہے اور دل اور روح کے مزاج کو فاسد کر دیتی ہے۔ اسیطرح اُسمین کے محصور خلط کو فاسد کر دیتی ہے اور یہ باعث ہلاک ہے) **مین کہتا ہون** جب مؤلف دوسری قسم کے بیان سے فارغ ہو چکا تو اب تیسری قسم کو بیان کرتا ہے اور تیسری قسم وہ تغیرات ہین جو مجرائے طبعی کے خلاف ہون جیسے وبا رہے اور وہ یہ ہے کہ ہوا مین ایسی عفونت پیدا ہو جائے کہ جوہر روح کی اصلاح اور اُسکے ابخرات کا دفعیہ غرضکہ کسی قسم کی اصلاح نہ کرسکے اور وبا ء کے متعلق جسقدر مباحث ہین وہ چوتھے فن کے تیسرے باب مین عنقریب مذکور ہونگے **مؤلف کہتا ہے** چھ ضروری سببون مین کا دوسرا سبب کھانے پینے کی چیزین ہین (ان چیزون کی طرف اسلیے ناچاری ہوتی ہے کہ بدن داخلی اور خارجی سببون سے ہمیشہ تحلیل ہوتا رہتا ہے پھر اگر اسپر تحلیل ہونے والی چیز کا بدل اور اُسکی قائم مقام ہونے والی غذا وارد نہو گی تو بدن اپنے باقی رہنے کی مدت تک کسطرح باقی رہیگا پس اسلیے تو کھانے کی چیزون کی طرف ناچاری ہوتی ہے رہین پینے کی چیزین اُنکی طرف ناچاری کھانے کی چیزون کے پتلا اور رقیق کرنے اور اُسکے نفوذ کروا دینے کے لیے ہوتی ہے اور یہی پینے کی چیز غذا کے کام کو پورا کر دیتی ہے اور اس دوسرے ضروری سبب کو مؤلف نے باقی اسباب پر اسلیے مقدم کیا ہے کہ اورون سے بڑھکر اسکی طرف حاجت پڑتی ہے اور ہوا سے اسلیے مؤخر کیا ہے کہ یہ سبب غلیظ ہوتا ہے اور تحلیل دیر مین ہوتا ہے اور اسکی مستعمل مقدار بدن مین پوری مدت تک ٹھہرتی ہے اور اسکے تناول کی گھڑی گھڑی اور بار بار ضرورت نہین ہوتی بخلاف ہوا کے کہ وہ لطیف ہے اور اُسکی طرف ہر لحظہ ضرورت ہے غرضکہ اسباب کی تقدیم و تاخیر مین مؤلف نے اَلْاَھَمّ فَالْاَھَمّ کا لحاظ رکھا ہے) **مین کہتا ہون** منجملہ چھ ضروری سببون کے کھانے پینے کی چیز ہے کیونکہ تحلیل شدہ چیز کے لیے بدل کی ضرورت ہے اسلیے کہ حرارت غریزیہ اور حرارت غریبہ اور باقی تحلیل کرنے والی چیزون کی وجہ سے بدن کا تحلیل ہونا ایک ضروری چیز ہے اب اگر تحلیل شدہ کا کوئی بدل نہو گا تو بدن بہت جلد فنا ہو جائیگا

اور کھانے کی چیز کے لیے پینے کی چیز کی ضرورت ہے چنانچہ ہم آگے چلکر بیان کرینگے لہذا ثابت ہوا کہ کھانے پینے کی چیزین ضروری اسباب مین سے ہین **مؤلف کہتا ہے** اور کھانے پینے کی چیزین بدن مین مؤثر ہوتی ہین (یعنی جبکہ بدن پر وارد ہوتی ہین اور بدن کی گرمی کے اثر کو قبول کرتی ہین اسلیے کہ مثلاً کوئی دوا بدن کو کسی وقت مین گرم کردے تو قبل اس کام کے وہ بالقوہ گرم کرنیوالی تھی یعنی اُسوقت اُسمین گرم کردینے کی صرف استعداد تھی اور جو چیز کسی کام کے لیے مستعد ہوتی ہے وہ فعل کی طرف اُسی وقت خارج ہوتی ہے جب کہ اپنی اُس حالت مین کسیطرح متغیر ہوجائے ورنہ یعنی بصورت عدم تغیر حالت کوئی وجہ نہین ہوسکتی کہ اُسکا حصول بالفعل اس دوسرے زمانہ مین ہو اور پہلے مین نہو بلکہ پہلے زمانہ مین اُسکا بالفعل ہونا اس دوسرے زمانہ سے زیادہ اولیٰ تھا پس معلوم ہوا کہ اس حصول بالفعل کے لیے حالت کے متغیر ہونے کی ضرورت ہے اور ہر تغیر کے لیے ایک متغیر کردینے والے کی بھی ضرورت ہے اور یہان سواے بدنی حرارت کے کوئی اور مغیر نہین ہے) پس یا تو فقط اپنی کیفیت سے اثر کرتی ہین (یعنی بغیر مادہ اور بغیر ایسی صورت نوعیہ کے جو تاثیر مین اس کیفیت کے مخالف ہو اور کیفیت جسم کی ایک ثابت اور ٹھہری ہوئی ہیئت ہے جو بذاتہا قسمت اور نسبت کو نہ چاہتی ہو جیسے گرمی اور سردی اور تری اور خشکی ہے اور یہان پر کیفیت سے وہ مزاجی کیفیت مراد ہے جو چارون عنصرون سے حاصل ہوتی ہے اور یہ وہی کیفیت ہے جسکی وجہ سے مرکب اپنی خاص صورت نوعیہ کی استعداد پیدا کرلیتا ہے اسلیے کہ مرکبات مین صورتون کا اختلاف اُنکے مزاجون کے اختلاف سے ہوا کرتا ہے اور بسیط اور مرکب کی کیفیت مین یہ فرق ہے کہ بسیط کی کیفیت اُسکی صورت نوعیہ کے تابع ہوا کرتی ہے اسی لیے بسیط کی صورت جاتے رہنے کے بعد اُسکی کیفیت بھی جاتی رہتی ہے اور مرکب کی کیفیت اُسکی صورت کی متبوع ہوتی ہے اسی سبب سے کیفیت کے متغیر ہونے سے مرکب کی صورت جاتی رہتی ہے اور کیفیت کے باقی رہنے سے صورت باقی رہتی ہے اور اس قسم کا فاعل (یعنی جو صرف اپنی کیفیت سے اثر کرے) دوا ہے (صاحب نفیسی نے کہا ہے کہ دوا کا اثر محض کیفیت سے نہین ہوتا بلکہ وہ بواسطہ اپنی کیفیت مزاجیہ غالب کے اپنی صورت نوعیہ سے اثر کرتی ہے اسطرح کہ اُسکی صورت نوعیہ اُس کیفیت پر معاون ہو

اسلیے کہ اگر بمجرد کیفیت اُسکی تاثیر ہو تو لازم آئے کہ ایک قدح پانی کا ٹھنڈک کرنا جو بھر کافور
کی ٹھنڈک کرنے سے زیادہ ہو کیونکہ جسم جسقدر بڑا ہوتا ہے اُسیقدر کیفیت مین زاید ہوتا ہے (حالانکہ
کافور سے ٹھنڈک بدرجہا زیادہ پیدا ہوتی ہے) اُسکے علاوہ کافور مین اجزاے مائیہ کے
ساتھ اجزاے ناریہ اور ہوائیہ بھی ملے ہوے ہین اور پانی مین یہ بات نہین ہے - یہ بھی جاننا چاہیے
کہ دوا دو حال سے خالی نہین یا تو بدن مین اُسکی تاثیر تکرار اور کثرت مقدار دونون سے ہوگی یا یہ
کہ صرف ایک ہی سے اگر دوسری صورت ہے تو یہ دوا معتدل ہے اور اگر پہلی صورت ہے تو
دو حال سے خالی نہین یا تو بدن مین اثر کرنیکے بعد خود بھی بدن سے متاثر اور منفعل ہوگی یا متاثر
نہوگی اگر اثر کو قبول کرلے تو وہ مطلق دوا ہے اور اگر نہ قبول کرے تو وہ زہریلی دوا ہے) اور
یا یہ کہ فقط اپنے مادہ سے اثر کرین (یعنی بغیر صورت نوعیہ اور کیفیت کے) اور ایسا فاعل غذا
ہے (اسطرح پر کہ غذائیہ صورت کو چھوڑدے اور پہلے خلط کی صورت کو اختیار کرے اُسکے بعد
عضو کی صورت کو قبول کرلے اسلیے کہ سب جسم ایک ہی مادے کے ہین فقط استعداد کے
موافق صورتون مین اختلاف رکھتے ہین اور مادہ حقیقت مین فقط قابل ہوتا ہے فاعل یعنی مؤثر
نہین ہوتا لیکن جسوقت یہ عضو کی صورت کو قبول کرلیتا ہے اور جسم کے تحلیل شدہ جز کا بدلہ بنجاتا ہے
یا جسم کی مقدار مین تناسب طبعی کے ساتھ زیادتی کردیتا ہے تو فاعل کے ساتھ نامزد ہوتا ہے
گو کہ درحقیقت یہ انفعال ہی ہے اگر کوئی یہ شبہہ کرے کہ جو چیز اپنے مادہ سے مؤثر ہوتی ہے
وہ اپنی کیفیت سے بھی مؤثر ہوتی ہے دیکھیے غذا اپنے مادہ سے اثر کرتی ہے حالانکہ خون
پیدا کرتی ہے اور خون خود بھی گرم ہے اور گرمی پیدا بھی کرتا ہے پھر یہ کسلیے کہا گیا کہ غذا فقط
اپنے مادہ ہی سے اثر کرتی ہے تو اسکا یہ جواب ہے کہ غذا اگرچہ خون بنکر بدن کو گرم کرتی ہے
لیکن یہ وہ گرم کرنا نہین ہے جسکا دوا مین اعتبار ہے کیونکہ اُسمین یہ بھی شرط ہے کہ نوع باقی ہو
اور کسی دوسری نوع کی طرف مستحیل نہوئی ہو اور غذا مین یہ بات نہین ہے) یا یہ کہ صرف اپنی
صورت نوعیہ سے اثر کرے (یعنی بلا وساطت کیفیت مزاجیہ و بلا توسط مادہ کے) اور
اسکا نام "ذوالخاصیۃ الموافقۃ" ہے (یعنی وہ چیز جسمین ایسی خاصیت ہو جو بدن انسان کے موافق
ہے) جیسے کہ فادزہر ہے - (غیاث اللغات مین ہے پازہر زہر مہرہ در اصل پاد زہر بودہ یعنے

پاک کنندۂ زہر چہ لفظ پاد بمعنی شستن آمدہ بمرور ایام واو حذف شد از جہانگیری و برہان و صاحب رشیدی چنان نوشتہ کہ پازہر مخفف پادزہر است مرکب از پاد بدال مہملہ کہ بمعنی پاسبانی است و بمعنی مرکب پاس دارندۂ زہر و فادزہر معرب آن باشد انتہی پس یہ فادزہر بدن کی تقویت کرتا ہے اور زہر کا مقابلہ کرتا ہے اور اُسکی برائی کو دور کرتا ہے پھر زہر بدن مین کچھ اثر نہین کرتا نفیسی مین ہے کہ بعض لوگ اُن مفردات کو جنکی طبیعت مین زہر کا مقابلہ کرنا ہے فادزہر کے نام سے خاص کرتے ہین اور بنائی ہوئی مرکب چیزون کو تریاق کہتے ہین) یا ذو الخاصیۃ المخالفہ ہے (یعنی اگر اُسکی خاصیت بدن انسان کو ضرر پہونچائے) جیسے زہر ہے (کہ یہ بدن کو ہلاک کردیتا ہے لیکن نہ اپنی کیفیت سے بلکہ صورت نوعیہ سے شیخ نے لکھا ہے کہ زہرون کا اثر بدن انسان مین اس معنی کر نہین ہوتا کہ وہ گرم ہوتے ہین یا تر ہوتے ہین بلکہ زہرون مین ایک مفسد خاصیت ہوتی ہے اور وہی باعث ہلاک ہے اور اسپر یہ دلیل ہے کہ آگ سے زیادہ کوئی چیز گرم نہین ہے اگر آدمی اپنے بدن کو آگ سے داغ دے تو اسکا وہ اثر نہین ہوتا جو سم افاعی کا ہوتا ہے کیونکہ یہ تمام بدن مین اُسی وقت پھیل جاتا ہے بخلاف آگ کے حالانکہ سم افاعی بھی گرم ہے پس اگر اسکی گرمی ہی موجب ہلاک ہوتی تو آگ کو اس اثر کے ساتھ زیادہ مناسبت تھی اس سے معلوم ہوا کہ یہ اُسکی صورت نوعیہ کا کام ہے) یا اپنے مادے اور کیفیت دونون سے اثر کرے اور یہ غذاے دوائی ہے (جیسے کاہو ہے کہ وہ اپنی صورت کو چھوڑ دیتا ہے اور عضو یہ صورت کو اختیار کرلیتا ہے اور اسکے ساتھ بدن کی تبرید بھی کرتا ہے پس پہلے اعتبار سے غذا ہے اور دوسرے اعتبار سے دوا مصنف کہتے ہین کہ یہ مشکل ہے اسلیے کہ کاہو وغیرہ کا انتقا اور صورت عضویہ کے مشابہ ہو جانا جسوقت پورا اور کامل ہو جائیگا تو وہ اُس عضو کے جوہر مین سے بنجائیگا اور یہ امر جبھی ہو سکتا ہے جبکہ اُسکی صورت بالکل جاتی رہے کیونکہ یہ بات محال ہے کہ کاہو کاہو ہونیکی حالت مین عضو انسان کا جزو ہو جائے اور محال ہے کہ بالکل صورت جاتی رہے اور جو کیفیت اُس صورت کی موجب ہے باقی رہے کیونکہ معلول کا وجود باوجود علت کے نہونیکے محال ہے اور یہ بھی ہے کہ جبتک یہ مزاجیہ کیفیتین باقی رہتی ہین اُسوقت تک مادہ پہلی صورت کا قابل رہتا ہے اور نئی صورت کی صلاحیت نہین رکھتا اور یہ امر نئی صورت کے آنیکا مانع ہے اور فاضل علامہ نے اس اشکال کا جواب اسطرح دیا ہے

کہ غذاے دوائی کے کل اجزا عضو کی صورت کو قبول نہین کر لیتے بلکہ اُسمین جو غذائی جزء ہین
صرف وہ اُسکی صورت کو قبول کر لیتے ہین اور دوائی جزء اپنی صورتون پر باقی رہتے ہین اور اپنی
صورتون پر باقی رہنے کی وجہ سے جو کیفیتین اُن اجزاے دوائیہ سے مادہ اور صورت کے
اعتبار سے صادر ہوتی تھی اب بھی صادر ہوتی ہین آور چونکہ اجزاے غذائیہ اور اجزاے
دوائیہ غذاے دوائی مین کچھ اسطرح باہم ملے ہوتے ہین کہ دونون مین کوئی تمیز نہین رہتی
اسی لیے اطبا مجازاً یہ کہدیتے ہین کہ غذاے دوائی اپنی صورت کو بالکل نہین چھوڑتی اسلیے
کہ صورت کا چھوٹنا آنی اور دفعی چیز ہے یعنی اُسکی مفارقت بتدریج نہین ہوتی بلکہ دفعۃً ہوتی
ہے بخلاف حقیقی غذا کے صاحب نفیسی کہتے ہین کہ انعقاد کے پورے ہونے تک دوائی اجزا
کا اپنی صورتون پر باقی رہنا بے انتہا بعید ہے اسلیے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ یا اجزاے دوائیہ
اعضا کے قوام مین داخل ہوجائین اور دوائی اور غذائی اجزا مین کوئی فرق نہ رہے حالانکہ
ایسا نہین ہوسکتا) آور یا اُسکا اثر اپنی کیفیت اور صورت دونون کی جہت سے ہوگا اور یہ وہ
دوا ہے جسمین خاصیت ہوتی ہے (لیکن آتا ہے کہ جو فعل صورت سے ہوتا ہے وہ اور ہوتا ہے
اور جو فعل کیفیت سے ہوتا ہے وہ اور جیسے سقمونیا ہے کہ اپنی صورت سے اسہال کرتا ہے
اور اپنی کیفیت سے گرمی دیتا ہے یا مثلاً کاسنی ہے کہ اپنی صورت سے ٹھنڈک پیدا کرتا
ہے اور سدون کے کھولنے مین بالخاصہ مفید ہے) آور یا یہ کہ اپنے مادہ اور اپنی صورت سے
اثر کرے آور یہ وہ غذا ہے جسمین خاصیت ہوتی ہے (جیسے سیب ہے کہ اپنے مادہ سے بدن
کو غذا دیتا ہے اور اپنی صورت سے مفرح قلب و دماغ ہے) یا یہ کہ اپنے مادہ اور اپنی
کیفیت اور اپنی صورت سے اثر کرے اور یہ وہ دوائی غذا ہے جسمین خاصیت ہوتی ہے (جیسے
شراب ہے کہ اپنے مادہ سے بدن کو غذا دیتی ہے اور اپنی کیفیت سے بدن کو گرم کرتی ہے
اور اپنی صورت سے تفریح بخشتی ہے پس یہ سات قسمین ہوئین کیونکہ جو چیز بدن پر وارد
ہوتی ہے اُسکے لیے ایک مادہ ہوتا ہے اور ایک صورت ہوتی ہے اور ایک کیفیت ہوتی
ہے پس جسوقت وہ بدن مین اثر کریگی تو یا صرف ایک سے کریگی اسکی تین قسمین ہین دوا غذا
ذوالخاصیۃ اور یا دو سے اسکی بھی تین قسمین ہین غذاے دوائی وہ دوا جسمین خاصیت ہو وہ غذا

جسمین خاصیت ہو اور یا تین سے اسکی ایک قسم ہے وہ غذا ے دوائی جسمین خاصیت ہو واللہ اعلم)
مین کہتا ہون بیان مقصود سے پہلے یہ مقدمہ لکھدینا چاہیے کہ جو چیزین کھانے اور پینے
مین آتی ہین اُنکے جسم ہونے مین توکسی طرح شک نہین ہے اور جو جسم ہے وہ مادہ اور صورت
سے مرکب ہوا کرتا ہے اور اُسکے لیے کیفیتین بھی ہوتی ہین کہ بعض تو اُنمین سے اُسکی صورت کو
لازم ہوتی ہین جیسے کہ آگ کے لیے گرمی ہے (کہ اُسکی صورت کو لازم ہے) اور بعضی کیفیتین اُسکے
مادہ کو لازم ہوتی ہین جیسے خشکی ہے آگ کے لیے پس یہ کھانے پینے کی چیزین جو انسان کے
بدن مین اثر کرتی ہین انھین چیزون سے کرتی ہین تو کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ اُنکا اثر صرف ایک
سے ہوتا ہے اور کبھی دو سے اور کبھی ان تینون چیزون (مادہ ۔صورت ۔کیفیت) سے اور مادہ
اور صورت یہ دونون تو جوہر ہین اور یہ کیفیتین عرض ہین اور صورت سے صورت نوعیہ مراد ہے
یعنی وہ صورت جو جسمون کو نوع نوع بنا دیتی ہے جیسے آگ کے لیے ناری صورت اور شراب
کے لیے خمری صورت اور بیش (زہر ہلاہل) کے لیے صورت بیشیہ (بیش بکسر الباء آملی نے کہا ہے
کہ وہ ایک نبات ہے جسکی پتی کاہو کی سی ہوتی ہے چینی بلاد مین اسکی پیداوار ہے کہتے ہین
کہ چینی لوگ اسکو تر اور خشک کھاتے ہین لیکن اُنکو اسکے کھانے سے کوئی ضرر نہین ہوتا۔
جو عورتین اسکے کھانے کی عادی ہوتی ہین اگر کوئی اجنبی اور ناواقف آدمی اُنسے صحبت کرتا
ہے تو فوراً مرجاتا ہے صاحب الجامع سے منقول ہے کہ بیش چین کے جس شہر مین پیدا ہوتا
ہے اُسکا نام ہلاہل ہے اسی لیے اسکا نام زہر ہلاہل ہے شیخ نے لکھا ہے کہ نصف درہم کی
مقدار قاتل ہے اسکے طلا کرنے سے برص کے داغ جاتے رہتے ہین) اور تریاک کیلیے
تریاکی صورت (غیاث مین ہے صاحب مؤید و برہان و مدار بفتح و کسر اول نوشتہ اند و در جہانگیری
بفتح فقط نام معجونے مطلق فادزہر بمعنی افیون و در سراج اللغات نوشتہ کہ تریاک بالکسر بمعنی
پازہر کہ بعرف آنرا زہر مہرہ گویند و مجازاً بمعنی معجونے مقرر کہ دافع زہر باشد اطلاق کنند و
در مصطلحات نوشتہ کہ بمعنی افیون اصطلاح جدید افیونیان ست کہ شہرت گرفتہ انتہی) جب تم
اس مقدمہ کو سمجھ چکے تو ہم کہتے ہین کہ وہ کھانے پینے کی چیز جو بدن مین صرف اپنی کیفیت سے
اثر کرتی ہے وہ دوا مطلق ہے اور اُسکی یہ شان ہے کہ (جب بدن پر وارد ہوتی ہے تو)

اُسکی حرارت عزیزیہ سے متاثر ہوتی ہے پس اُسکے لیے بدن مین گرمی یا سردی یا تری یا خشکی ظاہر ہوتی ہے
اور بدن کو اس کیفیت کے ظہور کیوجہ سے گرم یا سرد یا تر یا خشک کردیتی ہے اور عضو کی مشابہ نہین
ہوتی اُسکی مثال سونٹھ اور کافور ہے اور جو صرف اپنے مادہ سے بدن مین تاثیر کرے وہ غذاے مطلق ہے اور
اُسکی یہ شان ہے کہ بدن کی حرارت جبلیہ سے اثر قبول کرکے اپنی غذائی صورت کو چھوڑ دیتی ہی اور عضو کی صورت کو
قبول کرلیتی ہے اُسکی مثال گوشت روٹی ہے یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے کہ مادہ حقیقت مین فاعل نہین ہوتا
بلکہ وہ قابل ہوتا ہے لیکن جب عضو کی صورت کو قبول کرلیتا ہے اور تحلیل شدہ حصہ کا بدل مہیا کردیتا ہے یا
اُسکے سن نمو مین اُسپر (تناسب طبعی کے ساتھ) زیادتی کردیتا ہے تو اُسکا یہ کام فعل سے نامزد ہوتا ہے گو
درحقیقت یہ انفعال ہی ہو اور جو چیز بدن مین صرف اپنی صورت نوعیہ سے تاثیر کرے اُسکا نام
ذوالخاصیت ہے اور یہ خاصیت یا تو طبیعت کے موافق ہوگی یعنی زندگی کی فاسد کرنے والی
نہوگی جیسے کہ زہر مہرہ مین ایک خاصیت ہے جو طبیعت کے موافق ہے اور یا وہ خاصیت طبیعت
کی مخالف یعنی زندگی کی فاسد کرنے والی ہوگی جیسے کہ زہرون مین ایک خاصیت ہوتی ہے
کہ جاندار اُنسے ہلاک ہوجاتا ہے یا مثلاً محمودہ مین ایک خاصیت ہے جو مفسد حیات ہے اور
اسی کے ذریعہ سے صفرا کا اسہال ہوتا ہے شیخ بوعلی سینا نے لکھا ہے کہ انسان کے بدن مین
جو زہرون کی تاثیر ہوتی ہے وہ اُنکی گرمی یا سردی کی وجہ سے نہین ہے گو بعض زہر گرم بھی ہوتے ہین
جیسے سانپون کا زہر اور فرفیون ہے اور بعض سرد ہون جیسے بچھو کا زہر اور افیون ہے لیکن یہ جو
بدن انسان کو فاسد کرتے ہین تو اپنی خاصیت کی وجہ سے جو فاسد کرنے والی ہے (نہ کہ اپنی کیفیت
یعنی حرارت یا برودت کی وجہ سے) اور اسپر دلیل یہ ہے کہ آگ کی گرمی اور اُسکا اثر سب چیزون
سے زیادہ قوی ہے کیونکہ آگ عنصر بسیط خالص ہے حالانکہ اگر کوئی شخص اپنے کسی عضو کو آگ
کے سامنے کردے یا اپنے بدن کو داغ دے تو اُسکی وہ کیفیت نہین ہوگی جو سانپ کے کاٹنے
کے بعد ہوگی کیونکہ سانپ کا زہر اُسی وقت تمام بدن مین پھیل جائیگا اور آگ کا اثر معاً بدن مین
نہین پھیل جاتا دوسری دلیل یہ ہے کہ گرم چیز کے اثر کے بعد نبض کا چوڑا ہوجانا اور لمس کی بعید
گرمی لازمی ہی اور جسکو سانپ ڈس لیتا ہے اُسکی یہ حالت نہین ہوتی بلکہ اُسکی نبض چھوٹی ہوجاتی
ہے اور اُسکا جرم سرد ہوجاتا ہے اور اُسکی قوت تحلیل ہونے لگتی ہے اور اُسپر غشی کی سی حالت

طاری ہو جاتی ہے پس ان سب باتون سے معلوم ہو گیا کہ زہر کا اثر اُسکی خاصیت سے ہوتا ہے جو مفسد ہے اور حیات اور حرارت اصلیہ کے جوہر کے مخالف ہے یہ کل شیخ کا کلام ہے جو بلفظہ نقل کیا گیا ہے اور اسکی نقل کرنے سے غرض یہ ہے کہ معلوم ہو جائے کہ ذوالخاصیت کی تاثیر اُسکی کیفیت سے نہین ہوتی ہے (بلکہ اُسکی صورت نوعیہ سے) اور جو چیز اپنے مادہ اور کیفیت دونون سے اثر کرے اُسکا نام غذاے دوائی ہے اور اُسکی یہ شان ہے کہ بدن کا جزو بنجاتی ہے اور باوصف اسکے بدن مین اپنی کیفیت سے اثر کرتی ہے پس جزو بدن بنجانے کی وجہ سے تو اسکو غذا کہا جاتا ہے اور اس معنی کر کہ اپنی کیفیت سے اثر کرتی ہے اسکو دوا کہا جاتا ہے اور اسکی مثال کاہو اور جَو کا زلال ہے کہ یہ دونون بدن کا جزو بنجاتے ہین اور باوصف اسکے انسے تبرید بھی ہوتی ہے کیونکہ انسے جو خون پیدا ہوتا ہے وہ نہایت سرد ہے جس سے انسان کی لہب اور سوزش مین تسکین ہوتی ہے اگر کوئی یہ شبہہ کرے کہ کاہو جب خون بنگیا تو اُسنے اپنی صورت کو چھوڑ دیا اور یہ بات محال ہے کہ وہ کیفیت جسکو اُسکی صورت چاہتی ہے صورت کے جاتے رہنے کے بعد بدستور باقی رہے کیونکہ علت کے جاتے رہنے کے بعد معلول بھی جاتا رہتا ہے تو اسکا یہ جواب ہے کہ شیخ نے لکھا ہے کہ (غذاے دوائی کے کل اجزا صورت عضویہ کو نہین قبول کر لیتے بلکہ جو اجزاے غذائیہ ہین وہ جزو بدن ہو جاتے ہین اور) غذاے دوائی کے اجزاے دوائیہ اپنی صورتون پر باقی رہتے ہین لہذا اُن سے وہ کیفیتین صادر ہوسکتی ہین جو اُنسے صادر ہوتی تھین پھر جبکہ یہ خون عضو کا جزو ہو جائے تو ممکن ہے کہ یہ اجزا باقی رہین کیونکہ (ہم ان دوائی جزون کو قوام بدن مین داخل مانتے تو ہین مگر نہ اسطرح جسطرح سے حقیقی غذا قوام بدن مین داخل ہوتی ہے بلکہ) ان اجزا کا التصاق بدن سے اسطرح پر ہوتا ہے جیسے حالت رخاوت مین ہوتا ہے کہ عضو کے التصاق مین ضعیف ہونیکے سبب سے نہین ہے بلکہ مادہ کی ردائت کی وجہ سے (اور پوری التصاق کی صلاحیت نہ رکھنے کے سبب سے) اور یہ بھی جائز ہے کہ یہ اجزا اپنی صورتون کو چھوڑ دین اور اُنکی کیفیتین باقی رہین کیونکہ جو شخص لطیف غذاؤن کے کھانیکا عادی ہو جاتا ہے اُسکے اعضا نرم ہو جاتے ہین اور جو شخص کثیف غذاؤن کا عادی ہو جاتا ہو اُسکے اعضا مضبوط اور سخت ہو جاتے ہین اگر اس

حالت مین کوئی یہ شبہہ کرے کہ علت کے نہونے کے وقت مین معلول کا موجود رہنا محال ہے
تو اسکا جواب کتب حکمت سے معلوم ہو چکا ہے (کہ ممکن ہے کہ بقا کی علت علت حدوث کے
مغائر ہو چنانچہ دیکھیے کہ آگ بجھ جانیکے بعد پانی کی گرمی باقی رہتی ہے) اور جو چیز بدن مین اپنی
کیفیت اور صورت نوعیہ دونون سے اثر کرے اُسکا نام دوا ذو الخاصیت ہے تو کیفیت سے
اثر کرنیکے اعتبار سے تو اُسکو دوا کہتے ہین اور اس معنی کر کہ اپنی صورت نوعیہ سے فاعل ہے
اُسکو ذو الخاصیت کہتے ہین اسکی مثال کاسنی ہے کہ یہ قوی برودت پیدا کرتی ہے اور باوجود
اسکے سدون کے کھولنے مین بالخاصہ مفید ہے سمرقندی نے لکھا ہے کہ یہ جگر کی سرد بیماریون
کو بھی بالخاصہ نفع دیتا ہے اور جو چیز بدن مین اپنے مادے اور اپنی صورت دونون سے
اثر کرے اُسکا نام غذاے ذو خاصیت ہے اور اسکی وجہ تسمیہ کلام سابق سے معلوم
ہو سکتی ہے (یعنی اسکو غذا تو اسلیے کہا جاتا ہے کہ یہ اپنے مادہ سے فاعل ہے اور ذو خاصیت
اسواسطے کہ اپنی صورت سے فاعل ہے) اور اسکی مثال گھی ہے کہ بدن کی غذا بھی بنتا ہے اور
زہرون کا بالخاصہ مقابلہ کرتا ہے اور جو چیز بدن مین اپنے مادہ اور صورت اور کیفیت سب سے
اثر کرے اُسکا نام غذاے دوائی ذو خاصیت ہے اور اسکی وجہ بھی ظاہر ہے (مادہ کے اعتبار
سے اسکو غذا کہتے ہین اور صورت کے اعتبار سے ذو خاصیت اور کیفیت کے اعتبار سے دوا) اور اسکی
مثال سیب ہے کہ بدن کی غذا بھی بنتا ہے اور تفریح قلب کیواسطے اسمین بہت بڑی خاصیت ہے
مؤلف کہتا ہے اور غذا کبھی لطیف ہوتی ہے اور کبھی غلیظ ہوتی ہے اور کبھی درمیانی
(لطیف غذا تو وہ ہے جس سے پتلا خون پیدا ہوتا ہے اور بآسانی قوت مغیرہ کا اثر قبول
کر لینے کی وجہ سے عضوون کے جوہر کی طرف آسانی سے مستحیل ہو جاتی ہے اور اسکا سبب یہ ہے
کہ اسپر ایک لطیف عنصر غالب ہوتا ہے یا دو اور غلیظ غذا وہ ہے جس سے گاڑھا خون پیدا
ہوتا ہے اور دشواری سے قوت مغیرہ کا اثر قبول کرنے کی وجہ سے عضوون کے جوہر کیطرف
بمشکل مستحیل ہوتی ہے اور اسکی یہ وجہ ہے کہ اسپر ایک کثیف عنصر غالب ہوتا ہے یا دو اور درمیانی
غذا وہ ہے جس سے معتدل خون پیدا ہو کیونکہ اسکا لطیف عنصر کثیف عنصر کے مساوی ہوتا ہے)
اور ان تینون غذاؤن مین سے ہر ایک یا تو کیموس کی صالح ہوتی ہے یا فاسد الکیموس ہوتی ہے

(صالح الکیموس تو وہ غذا ہے جس سے ایسا طبعی خون پیدا ہو جسمین اور خلطون کا کچھ میل نہو اور فاسد الکیموس جو اسکے خلاف ہو اور ان دونون مین کوئی واسطہ نہین ہے) اور ان چھ[۱] قسمون مین سے ہر ایک کبھی تو زیادہ غذا بننے والی ہوتی ہے اور کبھی کم غذا بننے والی ہوتی ہے (زیادہ جزو بدن بننے والی تو وہ غذا ہے جسکا اکثر حصہ خون بنجاوے اور کم جزو بننے والی جو اسکے خلاف ہو اور ان دونون مین واسطہ ہے جسپر نہ کثرت کا اطلاق ہو سکتا ہے نہ قلت کا مگر مؤلف نے ظاہر ہونے کی وجہ سے اُسکا ذکر نہین کیا پس یہ سب قسمین ملکر اٹھارہ[۱] ہوئین جنکی تفصیل اسطرح ہے غذا[۱] ے لطیف صالح الکیموس کثیر الغذا ر نیمبرشت[۲] انڈے کی زردی غذا[۲] ے لطیف صالح الکیموس قلیل الغذا ر انار غذا[۳] ے لطیف صالح الکیموس متوسط الغذا ر داؤدخانی گیہون کی روٹی جو کوڑے کرکٹ سے صاف اور پاک کر لیے جائین[اور سفید ۱۲] غذا[۴] ے لطیف فاسد الکیموس کثیر الغذا ر بھیجڑا اور کبوتر کے بچے جنکے پر نکل آئے ہون غذا[۵] ے لطیف فاسد الکیموس قلیل الغذا ر رائی اور پرانا پنیر غذا[۶] ے لطیف فاسد الکیموس متوسط الغذا ر بُری پکی ہوئی روٹی غذا[۷] ے کثیف صالح الکیموس کثیر الغذا ر ہلکے جوش کی انڈے کی زردی غذا[۸] ے کثیف صالح الکیموس قلیل الغذا ر تازہ اور نیا پنیر غذا[۹] ے کثیف صالح الکیموس متوسط الغذا ر بچھڑے کا گوشت غذا[۱۰] ے کثیف ردی الکیموس کثیر الغذا ر گاے اور بیل کا گوشت غذا[۱۱] ے کثیف ردی الکیموس قلیل الغذا ر نمک لگایا ہوا سوکھا گوشت غذا[۱۲] ے کثیف ردی الکیموس متوسط الغذا ر کرم کلہ غذا[۱۳] ے معتدل صالح الکیموس کثیر الغذا ر حُلان کا گوشت غذا[۱۴] ے معتدل صالح الکیموس قلیل الغذا ر شلغم غذا[۱۵] ے معتدل صالح الکیموس معتدل الغذا ر بکری کا گوشت غذا[۱۶] ے معتدل ردی الکیموس قلیل الغذا ر گاجر غذا[۱۷] ے معتدل ردی الکیموس کثیر الغذا ر گوبھی غذا[۱۸] ے معتدل ردی الکیموس معتدل الغذا ر سکھائی ہوئی مچھلی[نمک لگا کر سکھائی جاتی ہے اور بنگالہ وغیرہ مین بڑی رغبت سے کھائی جاتی ہے ۱۲] یہ سب ملکر اٹھارہ قسمین ہوئین فَلْیَحْفَظْ فَاِنَّ عِلْمَ الْمَرْءِ یَنْفَعُہٗ) مین کہتا ہون غذاے غلیظ تو وہ ہے جس سے گاڑھا خون پیدا ہو اسوجہ سے کہ اُسکے مادہ پر کوئی کثیف عنصر غالب ہوتا ہے جیسے کہ گاے کا گوشت ہے اور غذاے لطیف وہ ہے جس سے پتلا خون پیدا ہو اسوجہ سے کہ اُسکے مادہ پر کوئی عنصر لطیف غالب ہوتا ہے جیسے کہ شراب ہے اور غذاے متوسط

وہ ہے جس سے معتدل خون پیدا ہو کہ اُسکے مادہ کے اعتبار سے لطیف اور کثیف دونون عنصر برابر
ہوتے ہین (کوئی کسی پر غالب نہین ہوتا) جیسے نیمبرشت انڈا (یعنی اُسکی زردی) اور ان سب
قسمون مین ہر ایک یا تو صالح الکیموس ہو گی یا ردی الکیموس ہوگی اور کیموس سریانی لفظ ہے جسکے معنی
خلط کے ہین پس غذاے صالح الکیموس تو وہ غذا ہے جس سے وہ خلط پیدا ہو جو بدن کے (جزو
بننے کا) سزاوار ہو جیسے شراب ہے اور ردی الکیموس وہ غذا ہے جس سے ایسا خلط بنے جو بدن کے
لائق نہین ہے جیسے مولی ہے اور ان قسمون سے بھی ہر ایک یا تو زیادہ جزو بدن بننے والی ہے
یا کم زیادہ غذا ہونے والی تو وہ ہے جسکا اکثر حصہ جزو بدن ہونے مین کھپ جائے جیسے
گوشت اور شراب ہے اور دوسری قسم وہ ہے کہ اُسکا تھوڑا حصہ جزو بدن ہو جیسے پنیر ہے اور
ترکاریان ہین مؤلف کہتا ہے پانی اپنی بسیط ہونے کی وجہ سے بدن کی غذا نہین بنتا
(کیونکہ اگر غذا ہو جانے کے لیے بسیط ہی کافی ہوا کرتا تو عناصر اربعہ کی ترکیب مین کیا حاجت
ہوتی اور تالی باطل ہے پس مقدم بھی باطل ہے) اور پانی کی غذا نہ بننے کے یہ معنی ہین کہ صرف
پانی بغیر کسی چیز کے ملے ہوے غذا نہین بنتا یہ معنی نہین ہین کہ پانی کو تغذیہ مین دخل ہی نہین ہے
دیکھیے گوشت کا شوربا بدن کی غذا بنتا ہے اگر یہ نہین کہ صرف گوشت ہی کے اجزا غذا ہون
تو لازم آئے کہ جسقدر تغذیہ اور تقویت شوربے سے حاصل ہوتی ہے اُسیقدر گوشت کے
اجزا سے بے شوربے کے حاصل ہو حالانکہ ایسا نہین ہے) بلکہ پانی کا استعمال اور اغراض کے لیے
ہوتا ہے ایک غرض تو یہ ہے کہ غذا کو پتلا کرے (کیونکہ اعضا کی طرح غذا پر بھی ارضی جوہر
غالب ہوتا ہے تاکہ عضو کے مشابہ ہو اور ان ارضی جوہرون کا بلا رقیق ہوے تمام اعضا مین
پہونچ جانا غیر ممکن ہے اور یہ پتلا ہونا دو طرح پر ہوتا ہے ایک یہ کہ یہ جوہر گھل کر پانی بنجائین
جیسا کہ شکاری جانورون مین ہوتا ہے اور یہ جبھی ممکن ہے جبکہ حرارت انتہا درجہ کی ہو اور ظاہر
ہے کہ انسان کا مزاج اعتدالی حالت پہ ہے اور انتہا درجہ کی حرارت اُسکے مزاج کو اعتدال
سے خارج کر دیتی ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ ان جوہرون مین مائیت ملکر اُنپر غالب
آجائے اور اُنھین پتلا کر دے) اور دوسری غرض یہ ہے کہ غذا کو لپکا دے (اور اُسے اس
قابل کر دے کہ قوت ہاضمہ اُسمین اپنا تصرف کر سکے اور یہ جبھی ہو گا جب وہ رقیق ہو جائے

اسلیے کہ اسوقت مین اثر کا قبول کرنا آسان ہوجاتا ہے) اور تیسری غرض یہ ہے کہ غذا جلنے نپائے (یعنی معدہ مین جسوقت کہ حرارت اُسکی طرف متوجہ ہو جسطرح دیگ مین سوکھی شے بے پانی کے جلجایا کرتی ہے) اور چوتھی غرض یہ ہے کہ غذا کے لیے بدرقہ ہوجائے (یعنی اُسکو رقیق کر کے اسکا راہبر بنجائے) تاکہ غذا کا تنگ تنگ راستون مین گذر ہوسکے (پس جسوقت ان تنگ راستون سے گذر کر اعضا مین نافذ ہوجاتا ہے تو اس پانی مین سے کچھ حصہ پسینہ اور انجرے بنکر نکلجاتا ہے اور کچھ حصہ پھر اُلٹ کر جگر کیطرف پھرجاتا ہے اور پیشاب کے راستے سے دفع ہوجاتا ہے پانچوین غرض یہ ہے کہ فضلون مین ملکر انھین پتلا کردے کہ اُنکا نکلجانا پیشاب اور پسینہ وغیرہ بنکر آسان ہوجائے چھٹی غرض یہ ہے کہ اُسکی برودت کی وجہ سے حرارت کی حدت اور لپک مین سکون ہوجائے ساتوین غرض یہ ہے کہ اعضا کو تر رکھے) **مین کہتا ہون** بدن پانی سے غذا نہین حاصل کرتا کیونکہ پانی بسیط ہے اور کوئی غذا بسیط نہین ہے یہ شکل ثانی ہوئی اور اسکا نتیجہ یہ نکلتا ہے (یعنی جب حداوسط یعنی بسیط گرادی جائے) کہ پانی غذا نہین ہے صغرے (یعنی پانی کا بسیط ہونا) تو ظاہر ہے اور کبریٰ (یعنی غذا کا بسیط نہونا اس) پر یہ دلیل ہے کہ غذا حاصل کرنے والا جسم مرکب ہے اور غذا وہی ہے جو اُسکے مشابہ ہو لہذا اُسکو بھی مرکب ہونا چاہیے تاکہ تحلیل شدہ غذا کے قائم مقام ہوسکے اور ہمارے دعوے کی صحت پر عمدہ دلیل یہ ہے کہ پانی پکانے سے بندھ نہین سکتا اور نہ بھوکے کا پیٹ بھر سکتا ہے اور غذا وہی ہے جو بندھ جائے اور گرسنگی کو دفع کردے صاحب کامل لکھتے ہین کہ پانی مین تھوڑی سی غذائیت ہے اور شاید انھون نے یہ سمجھا ہے کہ یہ پانی جو ہمارے برتنے مین ہے بسیط نہین ہے لیکن یہ ایک بلادلیل بات ہے جسپر اعتماد نہ کرنا چاہیے۔ مؤلف نے جو یہ کہا ہے کہ پانی کا استعمال اغراض ذیل کے لیے ہوتا ہے اس سے اُنکا مقصود یہ ہے کہ ایک اعتراض کا جواب دین۔ اعتراض کی یہ تقریر ہے کہ اگر ایسا ہی ہے کہ پانی بدن کی غذا نہین بنتا تو انسان کیون اُسکو پیتا ہے اور ضروری اسباب مین سے پانی کو کسلیے شمار کیا گیا ہے اور جواب کی یہ تقریر ہے کہ غذا بننے کے سوا پانی کی ضرورت اور اور وجوہ سے ہے کیونکہ کسی خاص جہت سے ایک چیز کی احتیاج کی نفی کرنے سے یہ نہین لازم آتا کہ وہ کسی طرح سے محتاج الیہ نہ ہے

پس اُسکے محتاج الیہ ہونیکی) پہلی وجہ تو یہ ہے کہ غذا کو رقیق کرے تاکہ وہ قوت ہاضمہ کا اثر
قبول کرنے کے قابل ہو جائے کیونکہ غذا پر چونکہ اجزاے ارضیہ غالب ہوتے ہین اسیلیے وہ اپنی
کثافت کی وجہ سے اچھی طرح اثر نہین قبول کرسکتی لہذا اُسکو رقیق القوام ہونا چاہیے اور دوسری
وجہ یہ ہے کہ غذا کو پکائے کیونکہ اگر پانی نہوگا توجسوقت معدہ کی طرف حرارت متوجہ ہوگی
غذا جلجائیگی جیسے بغیر پانی کا گوشت پتیلی مین جلجایا کرتا ہے اور تیسری وجہ یہ ہے کہ غذا کیلیے
بدرقہ بنے اور تنگ راہون مین اُسکو پہونچائے کیونکہ اجزاے ارضیہ کے اُسپر غالب ہونیکی
وجہ سے وہ ایک سخت جسم ہے کہ تنگ راہون مین نہین پہونچ سکتی اگر کوئی یہ شبہہ کرے کہ
بعضے جانور پانی نہین پیتے تو اسکا یہ جواب ہے کہ یا تو وہ پانی اسیلیے نہین پیتے کہ اُنمین انتہا
کی حرارت ہوتی ہے جو اجزاے ارضیہ کو گھلاتی ہے اور یا اسوجہ سے کہ اُنکے مزاج پر رطوبت
غالب ہوتی ہے اور انسان ایسا نہین ہوسکتا کیونکہ اُسکا مزاج معتدل ہے (اور غلبۂ حرارت
اور غلبۂ رطوبت اعتدال کے منافی ہین) **مؤلف کہتا ہے** اور چھ ضروری سببون مین کا
تیسرا سبب بدن کا حرکت وسکون ہے (حرکت مادہ کی قوت سے فعل کیطرف آنیکا نام ہے
اور مادہ کی قوت یا فعل مین ٹھہرے رہنے کا نام سکون ہے اور یہانپر حرکت سے مراد سارے
بدن کا سارے مکان سے یا بدن کے جزون کا مکان کے جزون سے حرکت کرنا ہے اور
سکون سے کل بدن کا سکون کل مکان یا اُسکے اجزا سے اُسکے مکان مین مراد ہے اور
حرکت وسکون کے اسباب ضروریہ مین سے ہونے کی یہ وجہ ہے کہ چونکہ حرارت غریزیہ بدن
کی تمام چیزون مین ہمیشہ اثر کرتی رہتی ہے تو اُسکے فضلون کے تحلیل کرنے کی وجہ سے اُسے
ماندگی اور عاجزی عارض ہوتی رہتی ہے پھر اگر یہ فضلے کچھ دنون جمع رہینگے تو حرارت غریزیہ کو
چھپا لینگے اور بجھا دینگے لہذا ایسی حرارت کی ضرورت پڑی جو فضلون کو تحلیل کرڈالے اور
اصلی حرارت کو بڑھادے اور بھڑکا دے اور اس خارجی حرارت کا ضعف وقوت اور قلت و
کثرت اختیار مین رہے اور ایسی حرارت وہی ہے جو حرکت سے پیدا ہوتی ہے کیونکہ حرکت کی
شان سے گرم کردینا ہے ابن ابی صادق لکھتے ہین کہ لوگون کو حرکت سے استغنا کسی وقت
نہین ہوسکتا اسیلیے کہ انسان بالطبع متحرک [ع۵] پیدا کیا گیا ہے اور خلقی چیز سے وہ آپنے آپ کو

ع۵ کیونکہ انسان حیوان ہے اور حیوان کی تعریف مین حرکت پڑی ہوئی ہے کیونکہ وہ ایک جسم نامی ہے جو حساس اور متحرک بالارادہ ہو ١٢ منہ

باز نہین رکھ سکتا رہا سکون کا محتاج الیہ ہونا سو اُسکی یہ وجہ ہے کہ حرکت کی وجہ سے جو بدن کو ایک مشقت اور ماندگی عارض ہوتی ہے اُس سے اُسکو آرام پہونچے کیونکہ اگر ہمیشہ حرکت ہی رہا کرے تو رطوبت بالکل تحلیل ہو جائے اور حرارت فنا ہو جائے اور خدا تعالیٰ کی عجیب حکمتون مین سے یہ بات ہے کہ ضروری اسباب مین سے ہر ایک سبب کے لیے ایک ایک محرک تقاضا کرنیوالا پیدا کیا گیا ہے مثلاً بھوک ہے کہ وہ کھانے کی مقتضی ہوتی ہے اور پیاس ہے کہ پینے کی مقتضی ہوتی ہے اور نیند ہے کہ سونے کی مقتضی ہوتی ہے اور آدمی کا کھانے پینے رہنے کی چیزون کا بنانے والا ہونا حرکت کا مقتضی ہے اور اگر اسطرح سے محرک نہوتی (کھانا پینا بھوک پیاس سکون حرکت وغیرہ ۱۲) اور اُنسے کسی وقت مین کوتاہی ہو جاتی تو بدن کا حال خراب ہو جاتا اور ہلاک ہو جاتا جیسے علاج مین غفلت ہونے سے مرض غالب آکر ہلاکی کو پہونچا دیتا ہے) **مین کہتا ہون** چھ ضروری سببون مین ایک سبب بدن کا حرکت وسکون ہے حرکت وسکون کا سبب ضروری ہونا دلیل کا محتاج نہین ہے (تاہم متن کی تفصیل مین ہمنے تنبیہاً جو کچھ نقل کیا ہے طالب علم کو اُسکی ضرورت ہے) **مؤلف کہتا ہے** اور حرکت مین قوت اور ضعف اور زیادتی وکمی اور تیزی وسستی کا اختلاف ہوتا ہے (یہ سب حرکت کی کیفیتین ہین انکی وجہ سے حرکت کے فعل مین اختلاف ہوتا ہے صاحب نفیسی لکھتے ہین کہ سریع حرکت تو وہ ہے جسمین سکون کم ملا ہوا اور بطی حرکت وہ ہے جسمین سکون زیادہ ملا ہو پس جس حرکت مین اُسکی ضد یعنی سکون کم ہوگا لامحالہ اُسکی تاثیر اُس حرکت سے زیادہ ہوگی جسمین اُسکی ضد زیادہ ملی ہو لیکن حرکت مین سکون کا ملا ہونا متکلمین کی رائے ہے حکما کے نزدیک ایسا نہین ہے یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے کہ حرکت کی ہر دو قسمون مین ایک ایک واسطہ بھی نکلتا ہے مگر شاید مؤلف نے اُسکو ظاہر سمجھکر ترک کر دیا واللہ اعلم) **مین کہتا ہون** حرکت شدیدہ سے مصنف کی مراد حرکت قویہ ہے اور قوی اور سریع حرکت مین یہ فرق ہے کہ قوی حرکت تو وہ ہے جو اپنے مزاحم کو دفع کر دے اور اُسکے اثر کو قبول نکرے اور سریع حرکت وہ ہے جو کم زمانہ مین اُس مسافت کو قطع کرے جس مسافت کو دوسری حرکت نے زیادہ زمانہ مین قطع کیا ہو۔ **مؤلف کہتا ہے** پس جو حرکت تیز۔ قوی۔ کم۔ ہوتی ہے وہ تحلیل کم کرتی ہے اور گرمی

علم کے پیدا کرنے کا مادہ ... (handwritten margin note)

زیادہ پہونچاتی ہے (یہ حرکت گرمی اسلیے زیادہ پہونچاتی ہے کہ گرمی پہونچانا رگڑ کی قوت سے ہوتا ہے گو زمانہ کم ہو اور یہان ایسا ہی ہے اور تحلیل کم کرنیکا یہ سبب ہے کہ تحلیل اُسوقت ہوتی ہے جب مادہ کو رقیق کیا جائے اور اُس سے اجزے اُٹھین اور یہ بات زمانہ دراز کو چاہتی ہے اور تیز حرکت مین یہ بات کہان) مین کہتا ہون اسپر یہ دلیل ہے کہ چونکہ تحلیل تنگ راستون سے فضلون کے حرکت دینے کو کہتے ہین اسلیے اسمین زیادہ زمانہ کی ضرورت ہے یعنی اتنے زمانہ کی جسمین مادہ کا قوام رقیق ہو اور مسامات کے منھ کھلجائین اور اُس قوام کے الطف اور لطیف اور کثیف حصے بخار بن بن کر اُٹھین غرضکہ یہ زمانہ بہت ہے (اور حرکت مذکورہ مین اسقدر زمانہ نہین ہے) اور گرمی پہونچانے مین زیادہ زمانیکی ضرورت نہین کیونکہ اسکے لیے رگڑ کی ضرورت ہے اور وہ اس حرکت مین قوی ہوتی ہے اور اسکو تھوڑا زمانہ بھی کافی ہے اگر کوئی یہ شبہہ کرے کہ تحلیل مین اثر کرنیوالی بھی وہی گرمی ہے اور تم مان چکے ہو کہ گرمی اس حرکت مین ہے اور بہت ہے لہذا تحلیل بھی زیادہ ہونی چاہیے کیونکہ جسقدر سبب مین قوت ہوگی اُسیقدر تاثر اور انفعال پورا پورا ہوگا اور جتنا سبب ضعیف ہوگا اُتنا ہی انفعال کم ہوگا تو اس شبہہ کا یہ جواب ہے کہ اثر کے حاصل ہونیکے لیے صرف سبب کی قوت کافی نہین ہے بلکہ قبول کرنے والے مین استعداد بھی ہونا چاہیے اور ہم کہہ چکے ہین کہ رطوبت مین یہ استعداد نہین ہے کہ تھوڑے زمانے مین تحلیل ہوسکے (بلکہ اُسکے لیے زمانے کی ضرورت ہے) مؤلف کہتا ہے اور جو حرکت سست زیادہ۔ کمزور ہوتی ہے وہ اُسکے برعکس ہے مین کہتا ہون اس قسم کی حرکت تحلیل زیادہ کرتی ہے اور گرمی کم پہونچاتی ہے کیونکہ حرکت کے سست ہونے کی وجہ سے تسخین کا زمانہ زیادہ ہوجاتا ہے اور مادہ مین تبخیر کی استعداد پیدا ہوجاتی ہے (اسلیے تحلیل زیادہ ہوگی) اور رگڑ ضعیف ہے (اسلیے تسخین کم ہوگی) مؤلف کہتا ہے اور حرکت و سکون کا افراط سے ہونا برودت پیدا کرتا ہے (یعنی حرارت غریزیہ کو کھوکر بدن کو ٹھنڈا کرتا ہے) مین کہتا ہون حرکت کے افراط سے تو اسلیے برودت پیدا ہوتی ہے کہ اُس سے رطوبت اصلیہ تحلیل ہوتی ہے اور اُسکی تحلیل سے حرارت غریزیہ تحلیل ہوتی ہے اور حرارت غریزیہ کے

تحلیل ہونے سے بدن پر برودت غالب آتی ہے اور سکون کی افراط سے برودت اسلیے
ہوتی ہے کہ سکون بدن مین رطوبتون اور فضلون کے گھٹنے کا باعث ہے اور رطوبتین حرارت
عزیزیہ کا گلا گھونٹتی ہین اور اُسپر پردہ ڈالتی ہین لہذا برودت بدن پر غالب آیا ہی چاہے۔
مؤلف کہتا ہے اور سکون ہضم غذا پر زیادہ معین ہوتا ہے (مثلاً جو قوت ہاضمہ معدہ
مین ہے وہ صرف معدہ کے جرم مین ہے پس معدہ مین سے وہ قوت پہلے غذا کے اُس جزو
مین اثر کرتی ہے جو اُسکے جرم سے ملا ہو اُسکے بعد اُس جزو مین جو اُس جزو سے ملا ہوا ایسے ہی
ہوتے ہوتے قوت ہاضمہ کا اثر غذا کے تمام اجزا کو عام ہو جاتا ہے اور غذا کامل طور پر ہضم
ہو جاتی ہے اور حرکت سے معدہ کی غذا ابل جاتی ہے اور غذا کا کوئی خاص جزو اُسکے جرم
سے ملا نہین رہتا بلکہ یکے بعد دیگرے اجزا بدلتے رہتے ہین اور کسی جزو کا پورا پورا تماس جرم
معدہ سے نہین ہوتا اسی لیے اُسکا اثر کم پڑتا ہے لیکن تناول غذا سے قبل جو حرکت ہوتی
ہے وہ ہضم مین قوت بخشتی ہے اسلیے کہ ہضم کرنیوالے اعضا کو یہ حرکت گرم کر دیتی ہے اور حرارت
کو بھڑکاتی ہے اور رطوبتون کی تحلیل کرتی ہے سکون کے معین ہضم ہونے کی ایک وجہ
یہ بھی ہے کہ روح جو قوتون کی حامل ہے وہ چونکہ نہایت لطیف ہے اسلیے حرکت اُسکی
بہت زیادہ تحلیل کر دیتی ہے پس قوتین ضعیف ہو جاتی ہین اور سکون کی حالت مین روح
مجتمع رہتی ہے اور بڑھتی ہے اور اس سے قوتین اپنی پوری طاقت پر پہونچ جاتی ہین واللہ اعلم
اور حرکت انحدار (یعنی غذا کے نیچے اُترنے پر) معین ہوتی ہے (کیونکہ حرکت سے غذا مین اور
فضلون مین جنبش پیدا ہوتی ہے پس وہ اوپر سے نیچے کو اُتر آتے ہین) مین کہتا ہون سکون
تو ہضم پر اسلیے معین ہوتا ہے کہ سکون کی حالت مین حرارت عزیزیہ باطن کی طرف متوجہ ہوتی ہے
اور حرکت کا انحدار فضول پر معین ہونا ظاہر ہے مؤلف کہتا ہے اور چھٹا ضروری سببون
مین کا جو تھا سبب نفسانی حرکت اور سکون ہے (یعنی وہ حرکت و سکون جو نفسانی قوتون
سے صادر ہوتے ہین اسلیے کہ نفس کے لیے نہ تو حرکت ہے نہ سکون اور نفسانی حرکت کی
اسلیے ضرورت پڑتی ہے کہ بدن کے لیے جو چیزین معیشت کی جہت سے ضروری ہین اُنکے
حاصل کرنیکی یہ حرکت باعث ہوتی ہے تمیز جسو قت مین بدنی حرکتین ضروری ہین تو جس چیز پر یہ

حرکتین موقوف ہین وہ بھی ضروری ہوگی آور موقوف علیہ وہ نفسانی حرکتین ہین جو حرکت روح کو مستلزم ہوتی ہین مثلاً شہوت وغضب وغیرہ رہا سکون نفسانی اُسکی یہ ضرورت ہے کہ روح نہایت لطیف اور گرم اور جلد تحلیل ہوجانے والی چیز ہے پس اگر ہمیشہ متحرک رہیگی تو بالکل تحلیل ہوجائیگی لہذا سکون کی ضرورت ہوئی جس سے روح مین توفیر ہو اور مجتمع رہے پھر حرکت سے تحلیل ہوا کرے آور روح کی حرکت کا یہ سبب ہے کہ نفس پر اُن چیزون کا اثر پڑا کرتا ہے جو اُسکے موافق ہو یا قابل نفرت ہو یا آپمین نفرت ومناسبت دونون باتین ہون کیونکہ نفس کو مدرکہ قوت سے کسی خاص کمال کے حاصل ہونیکا ادراک عارض ہوتا ہے یا منافی چیز کا ادراک منافی ہونے کی جہت سے عارض ہوتا ہے اور ادراک انفعال ہے پس اگر وہ چیز جس سے نفس کو انفعال ہوا ہے اُسکے مناسب ہے مثلاً کوئی مفرح چیز ہے تو نفس اُسکی خواہش کرتا ہے اور اُسکے حاصل کرنے کے لیے اُسکی طرف کو حرکت کرتا ہے اور اگر وہ چیز قابل تنفر ہے تو دو حال سے خالی نہین اگر نفس کو اُسکے مقابلے کی تاب لانا ممکن ہو جیسے کوئی غضب مین لانے والی چیز ہے تو نفس اُس سے مقابلہ کرنے کو اُسکی طرف حرکت کرتا ہے اور اگر اُسکا مقابلہ نفس سے ممکن نہین ہے جیسے کوئی ڈرانیوالی چیز ہے تو اُس سے اُسکے خلاف کی جہت مین بھاگتا ہے تاکہ اُس سے چھٹکارا ہو اور اگر وہ چیز ایسی ہے کہ رغبت اور نفرت دونون اُسمین جمع ہین تو ایک مرتبہ اُسکی طرف دوڑے گا اور دوسری مرتبہ اُس سے بھاگیگا) **مین کہتا ہون** حرکت اور سکون نفسانی بھی ضروری اسباب مین سے ہین آنکا اسباب ضروریہ مین سے ہونا بھی دلیل کا محتاج نہین ہے (کیونکہ یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ ملائم اور منافر کی نظر سے نفس کا توجہ کرنا اور اُسکی طرف قصد کرنا یا اُس سے بھاگنا بلا استثنار تمام نفوس مین یکسان پایا جاتا ہے مگر سکون نفسانی البتہ اس دلیل کا محتاج ہے کہ حرکت دائمی روح لطیف کی تحلیل کا موجب ہے لہذا اُسکے مجتمع ہونے کے لیے سکون کی ضرورت ہے) گو حرکت اور سکون نفسانی کیطرف اُس قسم کی ناچاری اور اضطرار نہو جو اسکے سوائے اور ضروری اسباب کی طرف ہے (کیونکہ مقصود تو صرف اسقدر ہے کہ آیا وہ ضروری اسباب مین سے بھی ہے یا نہین رہا یہ کہ یہ ضرورت کس حد تک ہے اور ان اسباب کو

اور اسباب کے ساتھ بحیثیت نوعیت ضرورت کیا نسبت ہے اس سے کوئی بحث نہین ہے)
مؤلف کہتا ہے نفسانی حرکت کو روح کی حرکت لازم ہے (یہ بات ابھی معلوم ہو چکی
ہے کہ حرکات نفسانیہ کا صدور نفسانی قوتون سے ہوتا ہے اسلیے کہ نفس کے لیے نہ حرکت ہے
نہ سکون اور نفسانی قوتین روحون کی صورتین ہین یا کیفیتین اور قوتین خود حرکت نہین کرتین
بلکہ قوتون کی حرکت روحون کی حرکت سے ہوتی ہے پس اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حرکت
نفسانیہ کو روح کی حرکت لازم ہے علی ہذا سکون نفسانی کہ اُسکو روح کا سکون لازم ہے
اور یہان پر روح سے روح حیوانی مراد ہے جو قوت حیوانیہ کی حامل ہے اور چونکہ قوت حیوانیہ
کا مبدأ قلب ہے اسلیے اس روح کو روح قلبی کہا جاتا ہے اور روح سے روح حیوانی اسلیے
مراد لی جاتی ہے کہ نفسانی اعراض کے وقت اسی کو حرکت ہوتی ہے اسی لیے نفسانی حرکتون
کی نسبت قوت حیوانیہ کی ہی طرف کیجاتی ہے گو کہ ان حرکتون کا مبدأ قوت نفسانیہ ہے اور
اس نسبت کی یہ وجہ ہے کہ قوت محرکہ قوت نفسانیہ کے اقسام سے ہے اور اُسکی دو قسمین
ہین فاعل حرکت اور باعث علی الحرکۃ اور اس دوسری قسم کی دو قوتین خادم ہین قوت شہوانیہ
اور قوت غضبیہ اور نفسانی حرکت کو روح کی حرکت اسلیے لازم ہے کہ جو عوارض اور آثار
نفس پر وارد ہوتے ہین تو اُسکو اُس سے یا تو نفرت عارض ہوتی ہے اور یا رغبت اور نفس
دل کو تسکین اور اطمینان دیتا ہے پس جسوقت اُسے نفرت عارض ہوتی ہے تو دل کو
ایک قسم کا انقباض پیدا ہوتا ہے تاکہ اپنی نفرت دہ چیز سے دور رہے اور جب نفس کو رغبت
ہوتی ہے تو دل اُس چیز کیطرف پھیل جاتا ہے تاکہ اُس مناسب و ملائم چیز سے متصل ہو جائے
کیونکہ دوستی کی غایت اور انتہا اپنے محبوب کا وصال ہے اور دل قوت حیوانی اور حرارت
عزیزی کا معدن ہے جب اُسمین نفرت دہ چیز سے انقباض پیدا ہوتا ہے تو قوت حیوانی
اور حرارت عزیزی مین بھی انقباض پیدا ہو جاتا ہے اور جب دل مین رغبت پیدا کرنیوالی چیز سے
کشادگی اور انبساط حاصل ہوتا ہے تو قوت اور حرارت مین بھی انبساط ہوتا ہے اور اس
انقباض اور انبساط مین روح بھی ان قوتون کا ساتھ دیتی ہے کیونکہ روح ہی قوتون کی
حامل ہے لیکن روح جسوقت حرکت کرتی ہے تو خون کو اپنے ساتھ لے لیتی ہے کیونکہ

روح نہایت لطیف ہوتی ہے اور ذرا مین تحلیل ہو جاتی ہے آتی لیے بلا ایسی چیز کے جو اُسکی حرکت سے تحلیل ہو جانے کے بعد اُسکا بدل بن سکے حرکت نہین کرتی اور ایسی چیز لطیف خون ہے جو اپنی لطافت اور رقت اور صفا مین جوہر روح کے مشابہ ہے اور خون بھی حرارت عزیزی کا حامل ہے) آور یہ حرکت یا تو خارج کی طرف دفعتہً ہوگی (ایسا اُسوقت ہوتا ہے جبکہ مناسب اور ملائم چیز قوی ہوتی ہے یا یہ کہ نفرت دہ چیز کے ساتھ مقابلہ کرنے کی نفس کو پوری قوت ہوتی ہے کیونکہ ملائم چیز کی قوت مثلاً بے انتہا خوشی کے وقت مین یہ حرکت قوی اور دفعی ہوتی ہے اور اسیطرح جب مقابلہ کی قوت پوری ہوتی ہے تب بھی یہ حرکت قوی اور دفعی ہوتی ہے) جیسا کہ غصے کے وقت مین ہوتا ہے (یعنی روح کو خارج کی طرف دفعتہً حرکت ہوتی ہے تاکہ منافر کو دفع کرے) یا خارج کی طرف تھوڑی تھوڑی یعنی تدریج کے ساتھ حرکت ہوگی (یہ اُسوقت جبکہ رغبت کی چیز قوی نہو) جیسے کہ خوشی اور لذت کے وقت ہوتا ہے (خوشی سے معمولی خوشی مراد ہے) آور یا یہ حرکت اندر کی جانب دفعتہً ہوتی ہے (یعنی) قوت کے ساتھ بشرطیکہ نفرت دہ چیز قوی ہو اور اندر کی جانب روح کو ایسے حرکت ہوتی ہے کہ مقابلہ کی تاب نہ لاکر روح اُس سے بھاگتی ہے) جیسے کہ سخت خوف کے وقت ہوتا ہے آور یا اندر کی طرف تھوڑی تھوڑی حرکت ہوتی ہے (یہ اُسوقت جبکہ اذیت دینے والی چیز کمزور ہوا اور روح کو اتنی قوت نہو کہ اُسکو دفع کر دے) جیسے کہ غم کے وقت ہوتا ہے (کہ اذیت دینے والی چیز واقع ہو چکی اور اب اسکے بعد کسی اور چیز کے حاصل ہونیکا اندیشہ نہین رہا اور اُس واقع شدہ امر کے مقابلہ کی تاب بھی روح مین نہین ہے) آور یا یہ حرکت اندر اور باہر دونون کی طرف ہوتی ہے (دو موجبون کے سبب سے ایک موجب طلب کی رغبت دیتا ہے تو دوسرا نفرت دلاتا ہے) جیسا کہ خجالت اور شرمندگی کے وقت ہوتا ہے (کیونکہ یہ گویا کہ ڈر اور خوشی سے مرکب ہے پس روح خجل کرنیوالی چیز اور پھر اُسکی کراہیت کی وجہ سے اندر وار دفعتہً چلی جاتی ہے پھر جب عقل اس خجل کرنے والی چیز کو ایک چھوٹی اور حقیر چیز سمجھتی ہے اور نفس اُسکو جرأت دلاتا ہے تو باہر کی طرف معاً حرکت کرتی ہے اور چونکہ یہ حرکت بہت سرعت کے ساتھ ہوتی ہے

اسلیے چہرہ پر انقباض کے آثار زیادہ نہین ظاہر ہوتے کیونکہ انقباض کا زمانہ کم ہے اور محض ڈر کے وقت چونکہ نفس اُسکو جرأت نہین دلاتا اسواسطے روح کی حرکت اندر ہی کی جانب ہوا کرتی ہے) اور اس نفسانی حرکت کو اُس چیز کی گرمی لازم ہے جسکی طرف روح نے حرکت کی ہے اور اُسکی برودت جس سے روح بھاگی ہے (پہلی بات کی تو یہ وجہ ہے کہ اول تو روح خود ہی گرم ہے دوسری طبیعت اُسکو کسی جانب جانے نہین دیتی جسوقت تک کہ اُسکے ساتھ خون نہو اور خون بھی گرم ہے پس جسوقت یہ دونون کسی جگہ جمع ہونگے تو لامحالہ وہ جگہ گرم ہو جائیگی اور دوسری بات کی یہ وجہ ہے کہ جس مقام کو روح نے چھوڑا ہے وہان سے یہ تین چیزین کم ہو گئین. خون[1] روح[2]. حرارت[3] غریزی. تو لامحالہ وہ جگہ سرد ہو گی) اور روح کی بے انتہا حرکت (خواہ اندر کیطرف ہو خواہ باہر کیطرف) قاتل ہے (باہر کیطرف روح کی بے انتہا حرکت تو اسلیے قاتل ہے کہ جب روح کا اکثر حصہ باہر کیطرف کھنچ آیا تو باطن مین روح کا تھوڑا سا حصہ باقی رہجائیگا اور باوجود کم ہونیکے تمام باطن مین اُسکے گھیرنے کے لیے پھیلجائیگا ورنہ خلا ہو گا اور وہ محال ہے اور جسوقت وہ تھوڑا سا حصہ تمام باطن مین پھیل گیا تو اپنی ضعف کی وجہ سے تدبیر باطن کے لیے کافی و وافی نہو گا اور باطن سرد ہو جائیگا اور جو حصہ روح کا باہر ہے وہ اپنی گرم مزاجی اور مسامات کے کھلجانے اور باطن سے مدد نہ پہونچنے کیوجہ سے تحلیل ہو جائیگا لہذا باطن کی طرح ظاہر بھی سرد ہو جائیگا جسکا لازمی نتیجہ غشی اور موت ہے اور اندر کیطرف روح کی بے انتہا حرکت اسلیے قاتل ہے کہ جب روح خون کے ساتھ اندر کی طرف حرکت کرتی ہے تو زیادہ بند رہنے اور مجتمع رہنے سے گھٹ جاتی ہے اور گھٹ کر اُسکی گرمی بجھ جاتی ہے جسکا یہ نتیجہ ہے کہ باطنی حصہ سرد پڑ جائے اور چونکہ روح مع حرارت غریزی کے باطن کی طرف متوجہ ہے اسواسطے ظاہر بھی لامحالہ سرد ہو گا اور ظاہر و باطن کی سردی قاتل ہے) اور سکون نفسانی کا افراط برودت کا موجب ہے (کیونکہ حرکت ہی گرمی پیدا کرتی ہے اور حرکت کے نہونے سے برودت ہوا ہی چاہیے) اور ذہن کو کُند کر دیتا ہے (کیونکہ ذکاوت اور خوش فہمی روح کی لطافت اور حرارت ہی کے سبب سے ہوتی ہے ورنہ بصورت کثافت اور برودت حرکات نفسانیہ کی پوری پوری اطاعت نہین کر سکتی اور لطافت اور حرارت دونون کا منشا صرف حرکت ہے کیونکہ

حرکت سے رطوبتون کی تحلیل ہوتی ہے اور حرارت عزیزی روشن ہوتی ہے اور اس سے روح کی تلطیف اور تسخین ہوتی ہے اور لطیف اور گرم ہونیکے بعد اُسپر یہ امر آسان ہوجاتا ہے کہ معانی اور صور کو اپنے سامنے پیش کراکے اُنسے مقصود حاصل کرسکے اور اُنکی باہمی ترکیب اور تفصیل کرسکے اور سکون سب باتون مین اسکی ضد ہے یہی وجہ ہے کہ گاڑھے خون والا بجد بیوقوف ہوتا ہے اور پتلے خون والا فہیم اور ذکی ہوتا ہے واللہ اعلم بسرہ) **مین کہتا ہون** نفسانی حرکتین وہ کیفیتین ہین جو نفس کو عارض ہوتی ہین اُن انفعالات اور اعراض کے تابع ہوکر جو نفس مین پیدا ہوتے ہین اسوجہ سے کہ نفس کی بعض قوتون مین کبھی تو قابل رغبت چیز کیصورت مرتسم ہوتی ہے تو نفس اُسکو طلب کرتا ہے اور کبھی قابل نفرت چیز کی صورت آتی ہے تو اُس سے بھاگتا ہے اور ان انفعالات کو حرکت کہنا مجازاً ہے اسلیے کہ حرکت تو اُنکے لوازم سے ہے اور اُن انفعالات کو نفس کیطرف اسلیے نسبت کیجاتی ہے کہ یہ نفس کو عارض ہوتے ہین اور اُنکے پیدا ہونے کی یہ وجہ ہے کہ نفس پر جس چیز کا اثر پڑتا ہے تو وہ چیز یا اُسکے ملائم ہوگی اور یا اُسکے منافر ہوگی یا نہین یہ دونون باتین دو جہتون سے پائی جائینگی اگر ملائم ہے مثلاً کوئی خوش کرنیوالی چیز ہے تو نفس اُسکے طلب کرنے کے لیے اُسکی جانب حرکت کرتا ہے اور اگر منافر ہے تو دو حال سے خالی نہین ہے یا تو نفس اُس سے مقابلہ کا قصد کریگا مثلاً کوئی غصہ دلانے والی چیز ہے تو نفس اُسکی طرف حرکت کریگا اور یا نفس اُسکا مقابلہ نچاہیگا تو دوسری جہت مین اُس سے بھاگیگا مثلاً کوئی ڈرانیوالی چیز ہو اور جب چیز مین یہ دونون باتین جمع ہونگی تو نفس اُسکی طرف حرکت بھی کریگا اور بھاگے گا بھی مثلاً کوئی شرمندہ کرنے والی چیز ہے۔ اب یہ دیکھنا چاہیے کہ ملائم اور منافر مین سے ہر ایک یا تو قوی ہوگا لہذا حرکت دفعۃً ہوگی اور یا ضعیف ہوگا لہذا حرکت تدریجاً تھوڑی تھوڑی ہوگی اور جو حرکت نفس کی طرف منسوب ہے اُس سے یہ مراد ہے کہ اُسکی جو قوتین روح مین حاصل ہین وہ بواسطہ روح کے حرکت کرتی ہین اور روح کی حرکت کے وقت جو چیز اُسکی معاون اور مدد ہے وہ بھی حرکت کرتی ہے تاکہ حرکت کرنے سے جو روح تحلیل ہوگئی ہے اُسکا تدارک کردے اور وہ چیز خون ہے یہی وجہ ہے کہ جس شخص کو غصہ آتا ہے اُسکا چہرہ اور آنکھین سرخ ہوجاتی ہین

اور جو شخص متفکر اور مغموم ہوتا ہے اسکا رنگ زرد پڑجاتا ہے جب یہ سب باتین معلوم ہوچکین تو اب
ہم (اصل مقصود کی طرف متوجہ ہوتے ہین اور) کہتے ہین کہ نفسانی حرکت کو روح کی حرکت لازم
ہے اور روح کی حرکت یا تو خارج کی طرف دفعۃً ہوتی ہے جیسے کہ غصے کی حالت مین اور یا
تدریج کے ساتھ تھوڑی تھوڑی ہوتی ہے جیسے کہ معتدل خوشی اور لذت کی حالت مین۔
(ان دونون صورتون مین روح کو خارج ہی کیطرف حرکت ہوتی ہے لیکن فرق اسقدر ہے کہ)
غصے کی حالت مین جو روح کو خارج کی طرف حرکت ہوتی ہے وہ اذیت دہ چیز سے بدلا لینے کی
غرض سے ہوتی ہے اور خوشی اور لذت کے وقت اسلیے ہوتی ہے کہ لذت دینے والی چیز
سے اتصال پیدا کرے اور ہمنے خوشی مین معتدل کی قید اسلیے لگائی کہ جو خوشی افراط سے
اور غیر معمولی ہوتی ہے وہ دفعۃً روح کو خارج کی طرف دفع کردیتی ہے یہی وجہ ہے کہ
جس شخص کو اس قسم کی خوشی لاحق ہوتی ہے وہ مرجاتا ہے اور یا روح کی حرکت بدن کے
اندر دار دفعۃً ہوتی ہے جیسے کہ خوف اور ڈر کے وقت یا تھوڑی تھوڑی ہوتی ہے جیسے
کہ رنج وغم کی حالت مین۔ اور یا روح کی حرکت اندر کی طرف بھی ہوتی ہے اور باہر کیطرف
بھی جیسے کہ خجالت کے وقت۔ حالت خجالت مین اندر دار تو اسلیے حرکت ہوتی ہے کہ آدمی
کو وہ چیز دیکھکر جس سے اُسے خجالت حاصل ہوتی ہے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ مبادا اُس سے
مجھے کوئی صدمہ پہونچے اسلیے مثل مغموم کی طرح اُسکی روح اندر کی طرف چلی جاتی ہے
اسی لیے اُسکی رنگت زرد ہوجاتی ہے اور اسکے بعد خارج کیطرف اسلیے حرکت ہوتی ہے
کہ عقل نفس کو تنبیہ دیتی ہے اور خجالت دہ چیز کو اُسکی نظر مین ایک معمولی اور حقیر چیز ثابت
کرتی ہے پس تنبیہ پاتے ہی روح خارج کی طرف لوٹ آتی ہے اسی لیے مثلاً اُسکے چہرہ پر
سرخی جھلکنے لگتی ہے (یہی وجہ ہے کہ شرمندگی کی حالت مین کوئی رنگت پائدار نہین رہتی
بلکہ ایک رنگ آتا ہے اور ایک جاتا ہے) پس معلوم ہوا کہ عوارض نفسانیہ مین یا تو روح خارج
کی طرف آتی ہے یا اندر کیطرف جاتی ہے اور اس آمد و شد کا یہ لازمی نتیجہ ہے کہ جہان آئی
ہے وہ جگہ گرم ہوجائے اور جہان سے آئی ہے وہ جگہ سرد ہوجائے۔ اور افراط سے روح
کا حرکت کرنا مُہلک ہے کیونکہ اگر اس قسم کی حرکت خارج کیطرف ہوگی تو اندر کا حصہ بدن

روح سے خالی ہو جائیگا اور وہان اسقدر روح نہ باقی رہیگی جو تدبیر باطن کر سکے لہذا باطن بالکل سرد ہو جائیگا اور اسکا نتیجہ موت ہے اور اگر اس قسم کی حرکت اندر کی طرف ہو گی تو بجید گھر جانے سے حرارت غریزی اسقدر گھٹ جائیگی کہ پھیپھڑے کو ہوا سے سانس تک لینا ناممکن ہو جائیگا اور اُسکے گھٹ جانے سے موت آجائیگی اور نفسانی سکون کا زیادہ ہونا ذہن کو کُند کرتا ہے اور برودت پیدا کرتا ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ سکون سے روح اور خون مین کثافت اور غلظت پیدا ہوتی ہے اور اُن دونون پر حرکت دشوار ہو جاتی ہے

مؤلف کہتا ہے اور چھٹے ضروری سببون مین کا پانچوان سبب سونا اور جاگنا ہے

مین کہتا ہون ضروری اسباب مین سے سونا اور جاگنا بھی ہے اور ان دونون کی طرف ناچاری ہونیکی یہ وجہ ہے کہ (جو افعال حیوان سے صادر ہوتے ہین یعنے) احساس اور حرکت (ارادیہ) بغیر جاگنے کے انجام نہین پا سکتے لہذا جاگنا ضروری ٹھہرا لیکن (چونکہ روح ایک نہایت لطیف جوہر ہے کہ ذرا مین تحلیل ہو جاتا ہے اسلیے) اگر فرضاً ہمیشہ جاگنا ہی ہوتا تو روح تحلیل ہو کر جلد فنا ہو جایا کرتی (اسلیے کہ جاگتے مین جسقدر افعال صادر ہوتے ہین وہ سب حرکات ہوتے ہین اور حرکت سے روح کی تحلیل ہوتی ہے) نیز بیداری کی حالت مین نفس احساس اور حرکات ارادیہ مین مشغول رہتا ہے اور اُسکا یہ شغل غذا کے ہضم کامل سے مانع ہوتا ہے (کیونکہ نفس جب کسی شغل مین مصروف ہوتا ہے تو دوسرے کام مین اُسکا تصرف پورا نہین ہوتا ورنہ نفس کی توجہ ایک ہی آن مین دو چیزون کی طرف لازم آئیگی اور اسکو حکما محال کہتے ہین اور ہضم کی تو زندگی کے لیے نہایت ضرورت ہے لہذا نفس کو اس کام کی طرف ایسے وقت مین مصروف ہونا چاہیے کہ حرکات ارادیہ وغیرہ سے فارغ البال ہو اور اگر دونون مین مصروف ہوگا تو کسی کام مین بھی اُسکا تصرف کامل نہو گا) لہذا نیند کی ضرورت ہے (تاکہ اُسوقت روح اور اُسکی قوتین اندر وار مجتمع ہون اور ہضم کامل ہو جائے نیز دائمی بیداری مین دوسری خرابی یہ ہے کہ بیداری کیحالت مین تحلیل شدہ روح کا بدل مہیا نہین ہو سکتا کیونکہ بدل تو اُسوقت مہیا ہو سکتا ہے جب روح پیدا ہو اور روح کا تولد خون صالح محمود سے ہوتا ہے اور

خون صالح عمدہ ہضم سے پیدا ہوتا ہے اور بیداری کیحالت مین ہضم جید نہین ہوتا تو استخلاف بدل
کیونکر ہوگا) آور نیز (نیند کے ضروری ہونیکی ایک وجہ اور بھی ہے پہلے یہ بات سمجھنی چاہیے کہ) نیند
کی دو قسمین ہین ایک تو غیر طبعی جیسے سبات ہے (غیاث اللغات مین ہے کہ سُبات بضم اول نام
مرضیست وآن خواب گران وطویل باشد چنانکہ بدشواری بیدار شود انتہیٰ) اس سے تو کوئی
بحث نہین ہے آور ایک قسم طبعی ہے اور اُسکی یہ وجہ ہوتی ہے کہ جب بخارات دماغ کیطرف
چڑھتے ہین تو اُنکی رطوبت کی وجہ سے دماغ مین معتدل رطوبت پیدا ہو جاتی ہے جسکی وجہ
سے دماغ کے پٹھے ڈھیلے پڑجاتے ہین اور اُنکے راستے بند ہو جاتے ہین اور روح نفسانی
غلیظ ہو جاتی ہے اور اپنی غلظت کی وجہ سے اُن راستون مین نافذ نہین ہو سکتی اسلیے
جسقدر حواس ظاہری اور حرکات ہین سب مین ایک قسم کا سناٹا اور سکون پیدا ہو جاتا ہے
ہان وہ حرکتین بدستور جاری رہتی ہین جو زندگی کے لیے نہایت ضروری ہین مثلاً سانس لینا
اور نمو بدن اور ہضم غذا۔ اور نفس کو اُس تکان سے آرام ملتا ہے جو اُسکو بیداری مین حاصل
تھی پس نیند اس معنی کر بھی ضروریات سے ہے ورنہ نفس کے کامون مین مشقت بیداری
اُٹھاتے اُٹھاتے تشویش پیدا ہو جائیگی یہان تک کہ وہ بدن کی تدبیر سے عاجز آجائیگا
اور اُسکو ہلاک لازم ہے **مؤلف کہتا ہے** سونے کو سکون سے زیادہ مشابہت ہے
(اسلیے کہ روح اور بدن سونے کیحالت مین ساکن رہتے ہین اور سکون کیحالت مین بھی بدن
ساکن ہوتا ہے آور اسلیے کہ سکون مین چونکہ تحلیل کم ہوتی ہے اسواسطے بدن مین رطوبت
زیادہ آجاتی ہے اور یہی حال سونے کا بھی ہے کیونکہ بدن اس حالت مین غذا زیادہ اور
جید لیتا ہے اور تحلیل بھی کم ہوتی ہے آور اسلیے کہ سکون سے وہ تکان رفع ہوتی ہے جو
حرکت سے پیدا ہو علیٰ ہذا نیند سے بھی وہ تکان دفع ہوتی ہے جو بیداری سے پیدا ہوا آور
اسلیے کہ ہضم غذا اور مادون کا پکنا سکون مین زیادہ ہوتا ہے علیٰ ہذا نیند مین بھی آور اسلیے
کہ سکون مین مادے آرام و قرار سے رہتے ہین علیٰ ہذا نیند مین بھی) آور بیداری کو حرکت سے
زیادہ مشابہت ہے (اسلیے کہ حرکت گرمی پیدا کرتی ہے علیٰ ہذا جاگنے کی حالت مین بھی
روح اور حرارت غریزی کے اُبھرنے اور خارج کی طرف حرکت کرنے سے گرمی پیدا ہوتی ہے

اور اسلیے کہ حرکت تحلیل کی وجہ سے خشکی پیدا کرتی ہے علی ہذا بیداری بھی کیونکہ نیند کے اعتبار سے بیداری مین بدن غذا کم لیتا ہے اور یہ خشکی کا باعث ہے اور اسلیے کہ جاگنا روح کے اعتبار سے ایسا ہے جیسے کہ بدن کے لیے مکانی حرکت ہوتی ہے یعنی جیسے یہ حرکت بدن کو ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف لیجاتی ہے ایسے ہی بیداری روح کو اندر سے باہر کیطرف نکالتی ہے باقی تفصیل شرح مین آتی ہے) مین کہتا ہون مؤلف نے جو باتٔ لکھی ہے اُسپر کئی وجہین دلالت کرتی ہین اوّل تو یہ کہ روح نیند کی حالت مین باطن کی طرف حرکت کرتی ہے اور بیداری مین ظاہر کی طرف جیسے کہ بدن کی حرکت کے وقت بھی روح ظاہر کیطرف حرکت کرتی ہے اور سکون کے وقت باطن کی طرف دوسرے یہ کہ سکون کے قریب قریب وہی کام ہین جو نیند کے مثلاً تکان سے آرام ملنا اور غذا اور موادِ امراض کا پکانا وغیرہ اور بیداری مین گو پوری پوری اختیاری حرکت اسطرح نہ حاصل ہو کہ پورا بدن یا جزو بدن حرکت کرے تاہم حرکت دینے والی قوت کو بیداری مین اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ اعضا کو اپنی ہیأت پر رکھے اور بدن کے بوجھ کو سنبھالے رہے اور اُسکے لیے بمنزلہ ستون کے بنی رہے اور یہ سب باتین قوت محرکہ کے کام ہی ہین یہی وجہ ہے کہ انسان اگر بیٹھے بیٹھے سو جائے تو گر جاتا ہے پس بیداری کو حرکت کے ساتھ اس بات مین مشابہت ہے کہ بیداری بھی حرکت کی طرح قوت محرکہ کے فعل کی محتاج ہے تیسرے یہ کہ نیند بدن مین رطوبت پیدا کرتی ہے اس وجہ سے کہ اُسمین رطوبتین کم تحلیل ہوتی ہین اور سکون اس بات مین اُسکے شریک ہے اور حرکت بدن کو خشک کرتی ہے کیونکہ اُسمین تحلیل زیادہ ہوتی ہے اور بیداری بھی بدن کو خشک کرتی ہے کیونکہ بدن جسقدر غذا نیند کی حالت مین حاصل کرتا ہے اُسقدر بیداری مین نہین حاصل کرتا مؤلف کہتا ہے نیند کیحالت مین روح اندر کو دھنس جاتی ہے (اسی سے ظاہری حواس بیکار اور معطل ہو جاتے ہین اور حرکت دینے والی قوتین اپنے اپنے کامون سے معطل ہو جاتی ہین) اور اُسکے اندر دھنس جانے سے بدن کا ظاہری حصہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے اسی لیے بہ نسبت جاگنے کے سونے مین زیادہ اوڑھنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے مین کہتا ہون مؤلف نے جو بات لکھی ہے وہ ایک کھلی ہوئی

بات ہے (محتاج بیان نہین ہے لیکن یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ) جب نیند مین روح اندر کی طرف چلی جاتی ہے تو خون بھی اُسکے ساتھ ساتھ اندر ہی چلا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ اگر سوتے ہوے آدمی کے سوئی چبھوئی جائے تو اُسکے بدن سے اُتنا خون نہین نکلتا جتنا جاگنے والے کے بدن سے سوئی گڑونے کے وقت نکلتا ہے (اور سونے والے کے حواس معطل ہو جانے پر یہ بات شاہد ہے کہ سوئی چبھونے سے اُسکو الم نہین محسوس ہوتا) **مؤلف کہتا ہے** اور سونے کی افراط بجید رطوبت پیدا کرتی ہے (کیونکہ تحلیل کم ہوتی ہے اور جاگنے سے جو مادہ تحلیل ہوتا تھا ہے وہ بند ہو جاتا ہے نیز ہضم کے جید ہونے سے سونے مین اعضا غذا زیادہ پاتے ہین) اور رطوبت سے برودت پیدا ہوتی ہے (اسلیے کہ رطوبت کی افراط اصلی حرارت پر چھا جاتی ہے اور اُسے بجھا دیتی ہے) **مین کہتا ہون** افراط کی نیند وہ ہے جسکی مدت زیادہ ہو اسکا یہ اثر ہے کہ بدن مین بافراط رطوبت پیدا کرکے اُسکو سرد کر دیتی ہے اسلیے کہ جو فضلے جاگنے مین تحلیل ہوتے رہتے ہین وہ سونے مین بدن کے اندر بند رہتے ہین۔ **مؤلف کہتا ہے** جب سونا (بدن مین) خلا کو پاتا ہے تو روح کے تحلیل کر دینے سے بدن مین برودت پیدا کرتا ہے **مین کہتا ہون** کیونکہ جب سونے مین حرارت اندر کی طرف پلٹ آتی ہے اور وہان مجتمع ہو جاتی ہے اور کسی ایسے مادہ کو نہین پاتی جسمین اثر کرے تو روح اور اصلی رطوبت مین اپنا اثر شروع کر دیتی ہے اور انھین تحلیل کرنے لگتی ہے اور اُنکی تحلیل سے حرارت غریزی بھی تحلیل ہو جاتی ہے اور بدن سرد ہو جاتا ہے (لیکن یہ بات جبھی ہوتی ہے جب سونے کے زمانہ کو طول ہوتا ہے کیونکہ یہ ٹھنڈک جبھی ہوگی جب کہ تحلیل روح ہوگی اور تحلیل کی افراط زمانۂ دراز مین ہوتی ہے —) **مؤلف کہتا ہے** اور جب ایسی غذا کو پاتا ہے جو ہضم کی صلاحیت رکھتی ہو تو اُسکو ہضم کر دیتا ہے (یعنی آسانی کے ساتھ اور جلد اور اس قید کو صاحب نفیسی نے اس غرض سے بڑھایا ہے کہ مصنف پر کوئی شخص یہ شبہہ نہ کر سکے کہ غذاے مستعد کو ہضم کر دینا کچھ نیند ہی کے ساتھ مخصوص نہین ہے بلکہ بیداری بھی جب اُس قسم کی غذا پاتی ہے جو ہضم کی صالح ہو تو اُسکو ہضم کر دیتی ہے اور خون بنا دیتی ہے اور جب شارح نے آسانی اور جلدی کی قید

لگادی تو اب یہ شبہہ وارد نہو گا کیونکہ بہ نسبت سونے کے بیداری مین دیر اور دشواری ہو تی ہے تو گویا کہ جلد اور بسہولت ہضم کر دینا نیند کی خصائص مین سے ہے نہ کہ مطلق ہضم۔) اور اُسکو ہضم کر کے بدن مین گرمی پیدا کر دیتا ہے آور اگر ایسے خلط یا غذا کو پاتا ہے جو ہضم کو قبول نکرتا ہو تو اُسے سارے بدن مین پھیلا کر بدن کو ٹھنڈا کر دیتا ہے۔ **مین کہتا ہون** کہا جاتا ہے کہ جو غذا مستعد بہضم ہو اُس سے وہ غذا مراد ہے جو خون کی صورت اختیار کرنے کے لیے تیار ہو (یعنی جو غذا کیلوس بن چکی ہو) آور بعض لوگ کہتے ہین کہ غذاے مستعد سے وہ غذا مراد ہے جو مقدار اور کیفیت کے اعتبار سے کھانے کے مناسب حال ہو آور نا فرمان غذا سے اُس غذا کی مخالف مراد ہے جونسی تفسیر بھی دونون تفسیرون مین سے مراد لیجائے۔ آور مستعد غذا کو نیند اسلیے جلد ہضم کر دیتی ہے کہ سونے کی حالت مین روح اسی غذا کی طرف متوجہ ہوتی ہے کیونکہ روح اندر مجتمع ہوتی ہے اور روح کے متوجہ ہوتے ہی غذا بہضم ہو جاتی ہے اسواسطے کہ حرارت غریزی اُسوقت اُس غذا مین اپنا اثر کرتی ہے (اور یہی حرارت سب قوتون خصوصاً طبعیہ قوتون کے لیے ایک آلہ ہے کیونکہ طبعیہ قوتون کا تصرف غذا کے تغیر کرنے اور اُسکے پکانے اور فضلون کے دفع کرنے مین ہوا کرتا ہے اور یہ باتین بے قوی حرارت کے پوری نہین ہوتین اسکے علاوہ نفس سوتے مین افعال حسیہ اور حرکات ارادیہ سے فارغ ہوتا ہے لہذا اُسکا فعل غذا کے پورا ہضم کرنے مین زیادہ قوی ہوتا ہے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے اسکے علاوہ مؤثر اور متاثر جسوقت دونون ساکن ہوتے ہین تو اثر زیادہ قوی ہوتا ہے اور نیند مین ایسا ہی ہوتا ہے کہ سب قوتین اور غذا اور خلط سونے مین ٹھہرے ہوے ہوتے ہین) آور جب یہ غذا ہضم ہو جاتی ہے تو بدن گرم ہو جاتا ہے کیونکہ وہ غذا خون بنکر سارے بدن مین پھیل جاتی ہے اور یہی بدن کے گرم ہو جانیکا سبب ہے آور یہی وجہ ہے کہ سردی پیدا کرنیوالا خلط اور وہ غذا جو نا فرمان ہو (یعنی خام ہو یا کھانے کی قوت پر زائد ہو) بدن کو سرد کر دیتے ہین پس معلوم ہوا کہ مؤلف کے کلام مین خلط سے سرد خلط مثلاً بلغم مراد ہے کیونکہ اگر مثلاً صفرا ہو گا تو بدن کو پھیل کر سرد نہ کریگا۔ **مؤلف کہتا ہے** اور افراط کی بیخوابی دماغ کو کمزور کر دیتی ہے اور قوت کو

تحلیل کرکے ہضم کو بگاڑ دیتی ہے (قوت کے تحلیل ہو جانے کی یہ وجہ ہے کہ بیداری کی حالت
مین قوت کے افعال یعنی احساس اور حرکات ارادیہ وغیرہ بکثرت صادر ہوتے ہین اور افعال
کی کثرت قوت کو تحلیل کرتی ہے نیز ان افعال کی کثرت سے روحین بھی تحلیل ہو جاتی ہین
جو قوتون کی حامل ہین اور حامل کے تحلیل ہونیسے محمول یعنی قوت بھی ضرور تحلیل ہوگی اور
ضعیف ہوجائیگی اور دماغ کمزور پڑجائیگا کیونکہ دماغ ہی ان افعال کا مبدأ ہے اور جب رطوبتون
کے تحلیل ہوجانے کی وجہ سے دماغ مین خشکی اور ضعف آجائیگا تو ہضم بھی خراب ہوجائیگا
کیونکہ معدہ اور دماغ مین اعصاب ملے ہوے ہین اور معدہ مین دماغ ہی سے قوت پہونچتی ہے
اسلیے اُس مین ضعف اور ضرر آجانیسے ہضم مین بھی فتور آجائیگا) اور مادہ کو تحلیل کرکے بھوک
لگاتی ہے (وہ مادہ جسکی یہ شان ہے کہ بدن کے تغذیہ مین صرف ہو اور بھوک لگائیگی ایک
یہ وجہ بھی ہے کہ ہضم کو کمزور کردیتی ہے اور ہضم کے کمزور ہونے کیوقت عمدہ اور صالح خون
نہین پیدا ہوتا کہ اعضا اپنی ضرورت کو اُس سے پورا کرسکین اسی لیے اور غذا کو طلب کرتے
ہین اور اسی کا نام بھوک ہے) **مین کہتا ہون** مؤلف کا قول (بِتَحْلِیْلِ الْقُوَّۃِ) ضعف
دماغ اور خرابی ہضم دونون کی دلیل ہوسکتا ہے کیونکہ تحلیل کا بیداری مین روح کی زیادتی
حرکت کیوجہ سے زیادہ ہونا ضعف قوت کا سبب ہے اور قوت کے ضعیف ہونے سے دماغ
بھی ضعیف ہوجاتا ہے اور سوء ہضمی بھی ہوجاتی ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ قول صرف
سوء ہضمی کی دلیل ہو اور ضعف دماغ کا حکم جیسے کہ ضعف قوت سے معلوم ہوتا ہے اسیطرح
اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ بیداری مین رطوبات کے زیادہ تحلیل ہونیسے دماغ پر خشکی
دوڑ جاتی ہے ۔ **مؤلف کہتا ہے** اور دن کا سونا بُرا ہوتا ہے (کیونکہ روح ایک
لطیف اور نورانی جوہر ہے کہ غایت نورانیت کی وجہ سے اُسکو آسمانی اجرام یعنی روشن
ستارون کے ساتھ مشابہت ہے اسی لیے جب روشنی کو دیکھتی ہے تو خوش ہوکر اُسکی
طرف بالطبع جھک پڑتی ہے گو آنکھین بند کرلی جائین پس دن مین روشنی کی وجہ سے اندر
بند رہنے سے گھبرا کر باہر کی طرف نکل آتی ہے لہذا دن مین سونے سے وہ منافع حاصل
نہو نگے جو نیند پر مترتب ہوا کرتے ہین اور نہ فضول مادون کی وہ تحلیل ہوگی جو بیداری مین

ہوتی ہے غرضکہ سونا فضول ٹھہریگا لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ دن کا وہی سونا بُرا ہے
جو افراط سے ہو اسیطرح رات کا جاگنا بھی بُرا ہے کیونکہ اس سے دماغ مین خشکی پیدا ہوتی ہے
اور روح نفسانی مین حدت پیدا ہو جاتی ہے جس سے جنون وغیرہ کا خوف ہوتا ہے
شیخ بوعلی سینا نے کتاب تدارک الخطار مین لکھا ہے کہ دن مین گھڑی دو گھڑی سو رہنا بُرا
نہین ہے لیکن یہ حیجبی ہے کہ غذا کے تناول کے بعد ہو ورنہ بُرا ہے ہان اگر کوئی خاص سبب
ہو مثلاً بیحد تکان ہو یا بیحد غصہ ہو یا فکر اور غم ہو تو سو رہنے مین کوئی حرج نہین ہے) دن کا
سونا رنگت کو بگاڑ دیتا ہے (کیونکہ رطوبتین بند رہتی ہین اور تحلیل نہین ہوتین اور خون مین
ملجاتی ہین آور اسلیے کہ سوتے مین خون اور روح اندر ہوتے ہین آور اسلیے کہ بیداری مین
جو خون کی لطیف کرنیوالی پیاپے حرکت ہوتی ہے وہ سونے مین نہین ہوتی اور خون
گاڑھا ہو جاتا ہے اور اُسمین وہ چمک دمک نہین رہتی جو خون کے لطیف اور رقیق ہونیکے
وقت ہوتی ہے) آور تِلّی کو ضرر کرتا ہے (کیونکہ خلطون کو گاڑھا کر دیتا ہے اور تِلّی کی یہ
شان ہے کہ گاڑھے خلطون کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے پس تِلّی مین گاڑھے خلط بکثرت پیدا
ہو کر اُسکو ضرر پہونچائینگے) اور مُنھ مین بدبو پیدا کرتا ہے (کیونکہ ہضم کے ضعیف ہونیسے معدہ مین
غذا بگڑ جاتی ہے اور اُسکے خراب انجرے منھ تک پہونچکر اُسمین بدبو پیدا کر دیتے ہین) اور
تمام نفسانی قوتون کو ڈھلا ڈھلا کر دیتا ہے (کیونکہ فضلے بند رہتے ہین اور دماغ اور پٹھون مین
اُنکی وجہ سے تری اور سہتر خار رہتا ہے) اور ذہن کو کند کر دیتا ہے (کیونکہ بیداری مین جو غلیظ
انجرے اور رطوبتین تحلیل ہوتے رہتے ہین وہ سونے مین بکثرت جمع ہو کر روح کو مکدر اور
غلیظ کر دیتے ہین -) مین کہتا ہون ان سب باتون کا یہ سبب ہے کہ طبیعت متحیر
ہو جاتی ہے اور اُسکے کام مین تشویش پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ طبیعت کا کام یہ ہے کہ
دن کی حرارت سے مدد لیکر فضلون کو دفع کرے اور جب متحیر ہو جاتی ہے تو بدن مین فضلے
گھُٹ جاتے ہین پس جو جو خرابیان مؤلف نے ذکر کی ہین پیدا ہو جاتی ہین مؤلف
کہتا ہے اور جب دن کے سونے کی عادت پڑ جائے تو اُسکو ترک کر دینا جائز نہین ہے
مگر رفتہ رفتہ مین کہتا ہون اسلیے کہ طبیعت کو اُسکی عادت چھوڑا دینے سے ضعف لاحق ہو جاتا ہے

کیونکہ جب طبیعت کسی اپنے کام مین کسی معاون کی معتاد ہوگئی ہے تو جب وہ کام ہوگا اُسی
عادت کے موافق اُسکا قصد کریگی اب اگر وہ معاون کسی وقت بہم نہ پہونچا تو لامحالہ اپنے
کام سے اُکھڑ جائیگی اور ضعف پیدا ہو جائیگا (اور یہان ایسا ہی ہے کہ طبیعت کو اسکی عادت
ہوگئی ہے کہ دن کے سونے کو وہ ہضم غذا اور مواد کے پکانے کے لیے اپنا معاون اور
مددگار سمجھتی ہے اب اگر سونے کو دفعتًا چھوڑ دیا جائیگا تو غذا اور مواد کچے رہجائینگے اور اس سے
بیشمار مضرتین پیدا ہونگی جو خامی غذا کو لازم ہین) مؤلف کہتا ہے اور تململ یعنی بدخوابی
بُری ہے مین کہتا ہون تململ کے یہ معنی ہین کہ نہ نیند کو استقرار ہو نہ بیداری کو (یعنے
کسی حالت پر قرار نہو بلکہ بیقراری کی وجہ سے کبھی آنکھ لگ جائے اور کبھی آنکھ کھلجائے)
کہا جاتا ہے فُلَانٌ یَتَمَلْمَلُ عَلٰی فِرَاشِہٖ یعنی فلان شخص اپنے بچھونے پر تڑپتا ہے یعنی
درد وغیرہ کی وجہ سے اُسکو بچھونے پر قرار نہین ہے گویا کہ اُسکو اُس شخص کی حالت سے
مشابہت ہے جو گرم خاکستر پر تڑپ رہا ہو اور بدخوابی کے بُری ہونیکا یہ سبب ہے کہ نیند تو اصلی
حرارت کو اندر کی طرف متوجہ کرتی ہے اور بیداری اُسکو خارج بدن کی طرف لاتی ہے تو
بدخوابی کی حالت مین طبیعت متحیر ہوگی کیونکہ نیند کیحالت مین تو وہ یہ چاہیگی کہ اندر کی طرف
قصد کرے تاکہ غذا کو ہضم کرے لیکن اسکا قصد کرتے ہی بیداری سے چونک پڑیگی اور بیداری
مین طبیعت اس بات کا قصد کریگی کہ فضلون کو اطراف سے دفع کردے لیکن اسکا ارادہ
کرتے ہی اُسپر نیند مسلط ہو جائیگی اسکے علاوہ بدخوابی سے غذا مین فساد بھی پیدا ہوتا ہے
کیونکہ حرارت کبھی تو اُسکی طرف متوجہ ہوتی اور کبھی اُس سے اعراض کرتی ہے اور اس سے
نفخ شکم اور ریاح اور قراقر پیدا ہوتے ہین واللہ اعلم - مؤلف کہتا ہے اور چھ ضروری
سببون مین کا چھٹا سبب استفراغ غذا اور احتباس غذا ہے (استفراغ بمعنی فراغت خواستن
وباصطلاح اطبا تہی شدن بدن از فضلات و احتباس باز ایستادن و باز داشتن کذا فی غیاث اللغات
صاحب نفیسی نے لکھا ہے کہ استفراغ کیطرف مضطر ہونے کی تو یہ وجہ ہے کہ بغیر غذا کے بدن کا
باقی رہنا محال ہے اور ایسی کوئی غذا نہین پائی جاتی جو پورا پورا جوہر اعضا کے مشابہ ہو جائے
بلکہ ضرور ہے کہ ہر غذا مین سے ہضم کے بعد کچھ نہ کچھ فضلہ بچ رہے اور ظاہر ہے کہ اگر یہ فضلے

بدن مین باقی رہجائینگے اور باہر نہ نکلینگے تو بدن کو خراب کرڈالینگے اور جو نئی غذا بدن مین
پہونچیگی اُسکو بھی فاسد اور متعفن کر دینگے لہذا ضرور ہوا کہ استفراغ کرڈالے جائین اور بدن سے
باہر نکال دیے جائین آور احتباس غذا کی یہ ضرورت ہے کہ بدن ہمیشہ عوارض داخلی و
خارجی کیوجہ تحلیل ہوتا رہتا ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ جو حصہ تحلیل ہو جائے اُسکا بدل مہیا
ہو جائے ورنہ بدن فنا آنیسے پہلے فنا ہو جائیگا اور غذا کا استعمال ہمیشہ اور ہر لحظہ ممکن نہین
لہذا یہ ضرور ہوا کہ نئی غذا پہونچنے تک اعضا کے پاس غذا رُکی رہے اور اگر غذا کا استعمال
ہر لحظہ ممکن بھی ہوتا ہم غذا کے جمع رہنے سے بے نیازی نہین ہوسکتی کیونکہ جس غذا کو
تناول کیا جاتا ہے وہ عضوون کے متشابہ تو ہوتی نہین تو اعضا کی شکل پر اُس غذا کے
آنے اور غذا کے ہضم ہونے تک اُسکا رُکا رہنا لازمی ہوگا پس اعضا کے پاس اس زمانہ
مین مدد دینے والی چیز موجود رہنا چاہیے یہی وجہ ہے کہ رگین بنائی گئی ہین تاکہ اُنمین
اخلاط جمع رہین اور اُنسے تمام اعضا مین نفوذ کرین **مین کہتا ہون** اسباب ضروریہ
مین سے ایک سبب استفراغ اور احتباس ہے آور ان دونون کی طرف ناچار ہونے کی
یہ وجہ ہے کہ بدن کو ایسی غذا کی ضرورت ہے جو ہضم کے پورا ہونے تک اُسمین ٹھہرے اور
ایسی کوئی غذا نہین ہوسکتی جسکا سارا حصہ مستحیل ہو کر غذا پانیوالے اعضا کے متشابہ ہوجائے
بلکہ اُسمین سے کچھ فضلے کا بچ رہنا بھی ضروری ہے جسکو دفع کیا جائے ورنہ بدن پر بھاری
ہو جائیگا اور اُسکے راستون کو روک دیگا اور اُسمین تعفن پیدا کر دیگا اس تقریر سے ثابت
ہو گیا کہ احتباس یعنی غذا کے رُکے رہنے اور استفراغ یعنی فضلون کے نکلجانے کی ضرورت
ہے۔ **مؤلف کہتا ہے** اور معتدل استفراغ اور احتباس مفید اور حافظ صحت ہوتا ہے
مین کہتا ہون معتدل احتباس سے تو وہ احتباس مراد ہے کہ وہ چیز رُکی رہے جسکا
رُکا رہنا واجب ہے (یہ وہ چیز ہے کہ اُسکی طرف بدن کو غذا لینے مین احتیاج پڑا کرتی ہے)
آور استفراغ معتدل وہ ہے کہ وہ چیز دفع ہو جائے جسکا دفع ہوجانا ضروری ہے (اور یہ
وہ چیز ہے جس سے بدن بے نیاز ہوچکا ہے یعنی فضلات بدن آور یہ احتباس اور استفراغ
نگہبان صحت اسلیے ہے کہ جس چیز کا دفع ہونا ضروری ہے اُسکے رُکے رہنے اور جسکا رُکا رہنا

ضروری ہے اُسکے دفع ہو جانے مین بڑی بڑی خرابیان ہین جنکو مصنف نے آیندہ قول مین
تشریح کے ساتھ بیان کیا ہے اور جب غیر معتدل استفراغ اور احتباس صحت کو مضر ہوا تو جو معتدل
ہے اُسکے حافظ صحت ہونے مین بھلا کیا کلام ہو سکتا ہے) **مؤلف کہتا ہے** اور استفراغ
کی زیادتی بدن کو سُکھا دیتی ہے (کیونکہ اخلاط تر اجسام ہین اور رطوبتون کا استفراغ افراط کے
ساتھ لامحالہ جوہر اعضا کو خشک کر دیگا کیونکہ اعضا مین رطوبتین ہی تری پہونچاتی ہین اور
سکھا دینے کے بعد بدن کو سرد بھی کر دیتا ہے اسلیے کہ جس مادہ سے اصلی حرارت غذا لیتی ہے
ایسے مادہ کے نکلجانیسے اصلی حرارت مین ضعف آجائیگا اور ٹھنڈک پیدا ہو جائیگی اور افراط کی
قید اسلیے لگائی ہے کہ اگر بلغم کا استفراغ افراط کے ساتھ نہو تو بدن مین برودت نہین پیدا ہوگی
اور اگر سودا کا استفراغ افراط سے نہو تو خشکی نہ پیدا ہوگی) مگر یہ کہ جسکا استفراغ ہوا ہے وہ سرد
خشک ہو (جیسے سودا ہے بشرطیکہ استفراغ افراط کے ساتھ نہو کیونکہ افراط سے لامحالہ سردی
و خشکی پیدا ہوگی خواہ سودا کا استفراغ ہو یا غیر سودا کا کذا افاد نفیسی) پس اسکا استفراغ گرمی اور
تری بالعرض پیدا کریگا (کیونکہ ایک ضد کے معدوم ہو جانیکے وقت دوسری ضد غالب آجاتی
ہے پس جسوقت سودا کا استفراغ ہوگا تو برودت اور یبوست کا انعدام ہوا اور اسکی ضد ہے
کیونکہ سودا بارد یابس ہے ۱۲
حرارت اور رطوبت پس وہ غالب آجائینگی تو اُنکا غلبہ بالعرض ہوا نہ بالذات) **مین کہتا
ہون** استفراغ کی زیادتی بدن مین یبوست اور برودت بالذات پیدا کرتی ہے اور یہ
اسلیے کہ اس سے رطوبتین تحلیل ہو جاتی ہین اور روحین فنا ہو جاتی ہین اور یہ بھی ممکن ہے
کہ بالعرض حرارت اور رطوبت پیدا کرے اسطرح پر کہ جو خلط استفراغ مین دفع ہوا ہے وہ سرد
خشک ہو کہ اُسکے استفراغ ہونے ہی بدن پر حرارت اور رطوبت غالب آجائیگی کیونکہ جو چیز
ان دونون چیزون میں سکون پیدا کرنیوالی تھی اُسپر اُسکی ضد غالب آگئی ہے جو حرارت اور
رطوبت پیدا کرتی ہے۔ **مؤلف کہتا ہے** اور احتباس کی زیادتی سے سُدے پیدا
ہو جاتے ہین (کیونکہ جب فضلہ رُک جاتا ہے تو اُسمین سے کچھ مجرون مین اَڑ رہتا ہے اور
کسی اور چیز کو نفوذ نہین کرنے دیتا اور یہ بیماری ہے کیونکہ اس سے نفوذ مین خلل واقع ہے)
اور عفونت پیدا ہو جاتی ہے (اسلیے کہ احتباس سے بکثرت رطوبت پیدا ہوتی ہے اور [illegible]

کثرت حرارت عزیزی کو ڈھانپ لیتی ہے اور بند کردیتی ہے تو اُسکا تصرف ضعیف ہوجاتا ہے
اور ایسے وقت مین خارجی گرمی رطوبت پر غالب آکر اُسکو سڑا ڈالتی ہے نیز احتباس کیوقت
مسامات بند ہوجاتے ہین اور ٹھنڈی ہوا دل کی روح تک کم پہونچتی ہے اسوجہ سے اصلی
حرارت گھٹ کر ضعیف ہوجاتی ہے کیونکہ استقرار سے یہ بات معلوم ہوچکی ہے کہ حرارت عزیزی
کا اپنی اصلی قوت پر باقی رہنا اُسیوقت تک ہے جبتک کہ اُسکو اچھی طرح سرد ہوا پہونچتی رہے اور
اُسکی کمی کی حالت مین جیسی قوت ہونی چاہیئے نہین رہتی بلکہ ضعف لاحق ہوجاتا ہے اور ضعف
کی حالت مین حرارت غریبہ غالب آکر رطوبت کو متعفن کردیتی ہے کیونکہ حرارت غریبہ کے
ساتھ مقابلہ کرنے والی حرارت عزیزیہ ہی ہے جبتک اُسمین قوت ہے اور کمزور پر سبھی کو غصہ آتا ہے)
اور خواہش ساقط ہوجاتی ہے (یعنی طبعی خواہش یعنی اعضا کا تقاضا کرنا اور معدہ کی چیز کو اپنی
طرف جذب کرلینا اور اسکے ساقط ہوجانے کی وجہ یہ ہے کہ فضلون کے رُکے رہنے اور فضلون
سے بدن کے بھرے ہونے کے وقت طبیعت کا بڑا اہتمام فضلون کے دفعیہ مین ہوتا ہے نہ کہ
غذا کے کھینچنے مین) اور بدن بوجھل ہوجاتا ہے (کیونکہ بدن مین مادّے بکثرت موجود ہوتے ہین
اور اصلی حرارت کو ڈھانپ لیتے ہین پس قوتین بدن کے سنبھالے رہنے کی متحمل نہین ہوتین
اور اُسے بوجھل کردیتی ہین) مین کہتا ہون سدّون کا تو یہ سبب ہے کہ مجرے بند ہوجاتے
ہین اور بھرے ہوتے ہین اور عفونت کی یہ وجہ ہے کہ سدّے حرارت عزیزی کے تصرف
اور رستون مین اُسکی آمد و شد سے مزاحم ہوتے ہین اور اس مزاحمت کی وجہ سے مادّون کی
اصلاح مین خلل واقع ہوتا ہے اور جب حرارت عزیزی کا کوئی تصرف نہو سکا تو خارجی حرارت
اُنپر غالب آکر تبخیر پیدا کرتی ہے اور سڑا دیتی ہے رہا بدن کا بوجھل کردینا اور بھوک مار دینا
ان دونون کی وجہ ظاہر ہے۔ مؤلف کہتا ہے اور جو اسباب نہ تو ضروری ہین اور نہ
انسانی طبیعت کو مضر ہین اُنکی مثال ریگ مین دفن ہونا اور ریگ مین لوٹنا ہے کہ یہ خارجی
رطوبت کو سکھاتا ہے (یعنی جو خارجی رطوبت اطراف جلد مین بکثرت پھیلی ہوتی ہے وہ اس
عمل سے سوکھ جاتی ہے) اور مرض استسقا اور بدن کے ڈھلڈ ھلے ہوجانیکو نفع کرتا ہے
(کیونکہ جلد مین سے خارجی رطوبت کو چوس لیتا ہے اور اُسکے چُس جانیسے بدن مین کھنچاؤ اور کساؤ

پیدا ہوجاتا ہے) اور ریگ مین دفن ہونا اور لوٹنا یہ عمل درحقیقت ایک قسم کا استفراغ ہے
(لیکن چونکہ اُن طریقوں مین سے نہین ہے جو استفراغ کے لیے معمولات ہین اسلیے اسکو
غیر ضروری سببون مین سے قرار دیا جاتا ہے) اور اسی کی مانند (یعنی ریگ مین دفن ہونے اور
لوٹنے کی مانند) زیتون کا تیل اور تحلیل کرنے والے تیلون کا لگانا بھی ہے (مثلاً کٹ اور
بکائن کا تیل ہے کہ اسکا استعمال تشنج اور وجع مفاصل کو مفید ہے اور اُسکا اثر تحلیل اور تلیین
ہے) اور غیر ضروری اور غیر مضاد اسباب مین سے ٹھنڈے پانی کا چہرے پر چھڑکنا بھی ہے کہ یہ
عمل حرارت عزیزی کو اُبھارتا ہے (اس لیے کہ اس عمل سے چہرے کو اذیت پہونچتی ہے
اور اصلی حرارت ہوشیار اور متنبہ ہوکر باہر نکل آتی ہے اور اس سے مسامات بند ہوجاتے ہین
اور جو حرارت کہ حرارت عزیزی کی تحلیل ہوتی ہے وہ ٹھہر جاتی ہے) اور حرارت عزیزی کو قوت دیتا
ہے (کیونکہ ٹھنڈا پانی اُسمین تعدیل پیدا کردیتا ہے اور اذیت دہ چیز کے دفع کرنے کے لیے
تمام اطراف سے اُسکو جمع کردیتا ہے) اور اُس غشی کو مفید ہے جو حمام وغیرہ کے کرب سے پیدا
ہو (مثلاً جو غشی گرم بخار سے پیدا ہو اُسکو بھی ٹھنڈا پانی چھڑکنا نافع ہے اور اسکی وجہ یہ ہے
کہ ان صورتون مین خارجی گرمی ہیجان کی حالت مین ہوتی ہے اور دل کو گرم کردیتی
ہے اور روح کو تحلیل کردیتی ہے مگر مسامات کھلے رہتے ہین پس جسوقت اُسپر ٹھنڈا پانی
چھڑکا جاتا ہے تو اُسکے اشتعال اور لپک کو سکون ہوجاتا ہے اور روح تحلیل نہین ہونے
پاتی اور پانی کا چھڑکنا ہشیار کرنے مین بڑا چلتا ہوا عمل ہے کیونکہ بشرے پر اُسکی چوٹ
بہت قوت کے ساتھ پڑتی ہے متقدمین کے نزدیک چہرے پر پانی کا چھڑکنا غشی کے
لیے مفید ہے کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ چہرے پر جسوقت ٹھنڈے پانی کا چھینٹا پڑتا ہے تو آدمی ایک
ساتھ اندر کی جانب سانس لیتا ہے جسکو سسکی بولتے ہین اور دفعۃً ہوا کے اندر پہونچنے سے روح
حیوانی کو مدد پہونچتی ہے اور وہ بہت قوی ہوجاتی ہے کیونکہ متقدمین کے نزدیک روح کا تولد ہوا ہی
سے ہے مین کہتا ہون جب مؤلف اسباب کی پہلی قسم کو بیان کرچکا تو اب اُنکی دوسری قسم
کو بیان کرنا شروع کرتا ہے اور وہ وہ سبب ہے جو نہ ضروری ہو اور نہ طبیعت کے مخالف ہو جیسے ریگ
مین دفن ہونا اور اُسمین لوٹنا اور بدن پر تیل کی مالش کرنا اور سرد پانی کا چہرے پر چھڑکنا وغیرہ ہے

ریگ مین دفن ہونا اور لوٹنا تو خارجی رطوبتون کو چوستے ہین اور استسقا، اور ڈھلڈھلے پن کو
نافع ہین کیونکہ آگے چلکر معلوم ہوگا کہ رطوبت خارجی کا دور ہونا ان دونون مرضون کو نفع دیتا ہے
اور واضح رہے کہ ان دونون باتون کا زیادہ اثر بدن کی ظاہر جلد پر ہوتا ہے کیونکہ اثر کرنیوالے
کے ساتھ ظاہر جلد ہی کا اتصال ہوتا ہے اور ریگ مین دفن ہونا تاثیر مین لوٹنے سے زیادہ ہے
کیونکہ فاعل کے ساتھ اسی عمل مین زیادہ ملاقات ہوتی ہے اور لوٹنا ریگ مین بیٹھنے سے زیادہ
مؤثر ہے کیونکہ موثر کے ساتھ لوٹنے مین زیادہ اتصال ہوتا ہے اور ریگ مین بیٹھنا ریگ کے بدن پر
چھڑکنے سے زیادہ مؤثر ہے کیونکہ ملاقات کا زمانہ بیٹھنے مین زیادہ طویل ہوتا ہے رہا تیل کی
مالش کرنا پس اگر گرم تیلون کی مالش کی جائے جیسے خالص زیتون کا تیل یا کٹ وغیرہ کا
تیل ہے تو اس سے تحلیل ہوتی ہے لیکن یہ ضرور ہے کہ تیل کی مالش اُسوقت کیجائے جبکہ
بدن کا مواد سے تنقیہ ہوجائے ورنہ یہ اندیشہ ہے کہ مواد باہر کی طرف کھینچ آئین اور بدن کے
مسامات کو بند کردین اور یہ بھی ضرور ہے کہ تیل کو گرم کرلیا جائے خصوصًا اُسوقت جبکہ مالش
حمام مین کیجائے اور یہ بھی مناسب ہے کہ اسمین تھوڑا پانی ملالیا جائے اُسکے بعد مالش کیجائے
کیونکہ نرا تیل اوپر ہی اوپر تیرتا رہتا ہے اور اپنی لطافت کی وجہ سے اندر جذب نہین ہوتا اور جب
اسمین تھوڑا سا پانی ملجائیگا تو وہ اکھٹا ہوکر اور بندھکر بدن کے اندر جذب ہوجائیگا اور اسلیے
بھی تھوڑا سا پانی ملانے کی ضرورت ہے کہ تیل کا مزاج گرم خشک ہے اور اس قسم کی چیزین بدن کو
کوئی راحت نہین پہونچ سکتی اور جب اسمین پانی ملالیا جائیگا تو اُسکا مزاج معتدل ہوجائیگا اور
بدن مین نرمی آجائیگی اور ریگ مین دفن ہونا اور لوٹنا اور تحلیل کرنیوالے تیلون کی مالش کرنا
یہ سب چیزین درحقیقت استفراغ کی قسمین ہین لیکن چونکہ استفراغ مین وہ طریقے مروج اور
متعارف ہین جنکی ضرورت پڑتی رہتی ہے اسلیے خاک مین دفن ہونا وغیرہ دوسری قسم مین شمار
کیا گیا رہا سرد پانی کا چہرے پر چھڑکنا تو یہ حرارت غریزی کو اُبھارتا ہے اور اُسکو قوی کرتا ہے
اور اُس غشی کو مفید ہے جو حمام کے کرب یا گرم بخارون کی لپیٹ سے پیدا ہو اور اگر گلاب اور سرکہ
ملاکر چھڑکا جائے تو اور زیادہ نافع ہوگا اور پانی کا چھڑکنا تر کرنے سے زیادہ مفید ہے کیونکہ چھینٹے
کی چوٹ سے حرارت غریزی کو تنبہ ہوتا ہے اور وہ باہر کی جانب حرکت کرتی ہے اور خاص منھ ہی

پانی چھڑکنے اور سینہ پر نہ چھڑکنے کی یہ وجہ ہے (حالانکہ سینہ حرارت عزیزی کا معدن ہے اور
دل کے ساتھ زیادہ قریب ہے) کہ چہرہ مین زیادہ حواس کا اجتماع ہے تو پانی کی اذیت کا احساس
چہرہ کو زیادہ ہوگا دوسرے یہ کہ مُنھ اور ناک چہرہ مین ہے اور ان دونون کے ذریعے سے
روح حیوانی کی اصلاح ہوتی ہے (کیونکہ باہر کی سرد ہوا انھین دونون سے جذب کیجاتی ہے)
صاحب بستان الاطباء نے اسی طرح ذکر کیا ہے اور کَرب بفتح راء (بروزن فرس) اور بسکون راء
(بروزن فلس) بمعنی اندوہ وقلق وغم ہے **مؤلف کہتا ہے** اور جو اسباب مقتضائے طبیعت کے
مخالف ہین اُنکی مثال پانی مین ڈوبنا اور تلوار کا زخم اور آگ کا جلانا اور زہرون کا کھانا ہے
مین کہتا ہون یہ اسباب کی تیسری قسم ہے یہ قسم مرض یا حالت متوسطہ کی باعث ہوتی ہے
کیونکہ ہم فرض کر چکے ہین کہ وہ مجرے طبیعی کے خلاف ہے **مؤلف کہتا ہے** اب ہمکو چاہیے
کہ جزئی اسباب کو شمار کرین (ان اسباب جزئیہ کی تفصیل سے غرض یہ ہے کہ پڑھنے والے کو
آسانی ہوجائے ورنہ یہ تو معلوم ہے کہ یہ اسباب جزئیہ اسباب کلیہ کی اُنھیں تینون قسمون مین
منحصر ہین جنکے ذکر سے ابھی فراغت ہوئی ہے یعنی اسباب ضروریہ اور اسباب غیر ضروریہ وغیر ضارہ
اور اسباب غیر ضروریہ اور ضارہ لیکن اسباب جزئیہ کا ان اسباب سے نکالنا مبتدی کا کام نہ تھا
اسلیے مصنف نے اس کام کو اپنے ذمہ لیکر اُنکی گنتی گنانی شروع کر دی اور عوارض مزاجیہ کو
عوارض ترکیبی اور تفرقی پر اسلیے مقدم کیا کہ جسکو یہ عوارض لاحق ہوتے ہین یعنی اعضائے
مفردہ وہ اُن اعضاء پر مقدم ہین جنکو عوارض ترکیبی اور تفرقی عارض ہوتے ہین کیونکہ مفرد مرکب پر
مقدم ہوتا ہے اور حرارت کو برودت پر اسلیے مقدم کیا کہ بہ نسبت برودت کے حرارت کو
صحت کے ساتھ زیادہ مناسبت ہے کیونکہ حرارت عزیزی اور رطوبت عزیزی کے اعتدال
سے صحت حاصل ہوتی ہے نیز ان دونون فاعلی کیفیتون یعنی حرارت وبرودت مین حرارت
زیادہ قوی ہے) **مُسَخِّنات** یعنی گرم کرنے والی چیزین منجملہ انکے وہ حرکت ہے جو اعتدال
کے ساتھ ہو یعنی نہ بہت کم ہو اور نہ بہت زیادہ (کیونکہ بہت کم اور بہت ضعیف حرکت سے
معتدبہ گرمی نہین پیدا ہوتی اور جو حرکت بہت زیادہ اور بہت قوی ہوتی ہے وہ چونکہ تجدید تحلیل
کرتی ہے اسلیے اُسکا اثر بجائے حرارت کے برودت ہے) ہان معتدل حرکت گرمی بخشتی ہے

یعنی اُس چھپی ہوئی گرمی کو ظاہر کردیتی ہے جو بدن مین بالقوۃ موجود تھی یا یہ کہ گرم مادہ کو رقیق
بعضے لوگون کا یہ مذہب ہے کہ بدن مین حرارت چھپی ہوئی ہے ۱۲
اور لطیف کردیتی ہے اور وہ لطیف ہوتے ہی بھڑک اُٹھتا ہے اور اہل تحقیق کے نزدیک حرکت
بعضے لوگ استحالہ کے قائل ہین ۱۲
کا اثر ہی یہ ہے کہ گرمی پیدا کرے غرضکہ حرکت گرمی پیدا کرتی ہے مگر وہی جو معتدل ہو اور یہان
حرکت سے وہ حرکت بدنیہ مراد ہے جو سارے بدن کے لیے ہو یا کسی سارے عضو کے لیے
کیونکہ جو حرکتین اس حرکت بدنیہ کے سوا ہین اُن سب کے لیے خاص خاص نام علیحدہ ہے
مثلاً وہ حرکت بدنی جو پورے عضو کے لیے نہو بلکہ اُس کے اجزا کے لیے ہو اسطرحپر کہ اُسکے
بعض جزو بعض جزون سے قریب ہوجائین اور سمٹ کر ملجائین اسکو تکاثف کہتے ہین یا
اسطرحپر کہ بعض جزو بعض جزون سے دور ہوجائین اور اسکو تخلخل کہتے ہین اور جیسے کہ
حرکت بدنیہ سے یہ حرکتین خارج کی گئی ہین اسیطرح وہ بھی جو روحی حرکتین ہین مثلاً غصہ
وغیرہ کیونکہ حرکت کا نام سنکر ذہن کا انتقال اُسی حرکت بدنیہ کیطرف ہوتا ہے جو یہان مراد لیگئی ہے
یعنی پورے بدن کی یا پورے عضو کی حرکت اور اُسکے ماسوا ہے جو بدنی اور روحی حرکتین ہین وہ
متبادر نہین ہین نفیسی مین ہے کہ یہ سمجھ مین نہین آتا کہ یہ معتدل حرکت مرض حار کے اسباب مین
سے کس طرح شمار کیجا سکتی ہے مگر شاید مصنف کی مراد اس حرکت سے وہ حرکت ہے جو زیادتی
بلکہ یہ تو اسباب صحت مین سے ہے ۱۲
کی طرف مائل ہو اسوقت البتہ یہ مرض کا سبب ہوسکتی ہے واللہ اعلم) اور منجملہ اُنکے گرم کرنیوالی
چیزون کا استعمال کرنا ہے خواہ غذاءً خواہ دواءً اور دوائی کی صورت مین خواہ داخلاً خواہ خارجاً
(گرمی پیدا کرنے والی غذا سے غذائے دوائی مراد ہے تغذائے دوائی کا استعمال مسخن ہے
یعنی یہ غذا بدن کی حرارت کو اور بڑھا دیتی ہے کیونکہ اُسمین دوائی گرم اجزا ہوتے ہین اور
اس معنی کو بھی مسخن ہے کہ بدن کی حرارت کو اپنی حالت پر رکھتی ہے کیونکہ اُسمین غذائی اجزا بھی
ہوتے ہین جو خون صالح کو پیدا کرتے ہین اور دواؤن کا داخلی استعمال اپنی گرم کیفیت سے
گرمی بخشتا ہے اس حالت مین کہ اُسکی صورت نوعیہ باقی رہے اور دواؤن کا خارجی استعمال
بھی گرمی پیدا کرتا ہے کہ وہ خون کو عضو کی جانب جاذب کرکے لاتی ہین اور خود اُنمین گرمی
پیدا کرنیوالی کیفیت بھی موجود ہوتی ہے لیکن اُسوقت جبکہ اس استعمال مین افراط سے
کام نہ لیا جائے (کیونکہ اگر نقصان مین افراط ہوگی تو اسکا اثر معتدبہ نہ حاصل ہوگا اور اگر زیادتی

مین افراط ہوگی تو بجاے گرمی کے اسکا اثر برودت ہوگا کیونکہ زیادتی محلل ہوگی) اور غذاے معتدل بھی منجملۂ مسخنات ہے (یہان پر غذا سے غذاے مطلق مراد ہے یعنی وہ غذا جو چارون کیفیتون مین سے کسی کیفیت کے ساتھ متصف نہو ورنہ غذاے دوائی ہو جائیگی اور غذاے مطلق اُسکو نہ کہہ سکینگے علیٰ ہذا اعتدال سے بھی مقدار مین معتدل ہونا مراد ہے نہ کہ کیفیات مین کیونکہ غذاے مطلق وہی ہے جو اپنے مادہ سے اثر کرے نہ اپنی کیفیت سے اور نہ اپنی صورت نوعیہ سے غرضکہ غذاے مطلق مین کوئی کیفیت مراد نہین ہے اور غذاے مطلق معتدل المقدار سے سخونت اسلیے پیدا ہوتی ہے کہ اُس سے وہ خون صالح پختہ پیدا ہوتا ہے جو معتدل المقدار ہوتا ہے اور اسکے مسخن ہونے کے یہ معنے نہین ہین کہ بدن کی گرمی سے زیادہ گرمی پیدا کردیتی ہے کیونکہ یہ غذا اگرچہ مکرر استعمال کیجائے تاہم حرارت زائد نہین پیدا کرتی بلکہ اسکے مسخن ہونیکے یہ معنے ہین کہ جو حرارت بدن کی ہے اُسکو بحالہ باقی رکھتی ہے اور کم نہین ہونے دیتی اور جو غذاے مطلق مقدار مین زیادہ ہوگی وہ حرارت کو بجھا کر برودت پیدا کردیگی اور اگر مقدار مین کم ہوگی وہ بھی خون کم پیدا کریگی اسلیے اُسکا اثر بھی برودت ہوگا واللہ اعلم) اور عفونت بھی سخونت پیدا کرتی ہے (کیونکہ عفونت اُسوقت پیدا ہوتی ہے جب رطوبت پر حرارت ناری غالب آجائے اور یہ حرارت حرارت غریبہ کو حرکت دے اور اس وجہ سے اس رطوبت مین ایسا فساد آجاتا ہے کہ باوجود اپنی نوع کے باقی رہنے کی بھی صلاحیت نہین قبول کرتی اور یہ رطوبت گرم اور متعفن ہوکر متبخر ہو جاتی ہے یعنی اُس سے گرم اجزے اُٹھ اُٹھ کر تمام اعضا کو گرم کردیتے ہین اور اشتعال بعید پیدا ہو جاتا ہے۔ اس تقریر سے یہ بات نکلی کہ جسطرح عفونت حرارت غریبہ سے پیدا ہوتی ہے اُسیطرح حرارت غریبہ کو پیدا بھی کرتی ہے) اور ظاہر جلد کے متکاثف ہو جانیسے بھی گرمی پیدا ہوتی ہے (جب ظاہر جلد مین کسی وجہ سے تکاثف پیدا ہو جاتا ہے تو مسامات بند ہو جاتے ہین اور اجزے اندر ہی اندر گھٹ کر گرمی پیدا کرتے ہین کیونکہ بخارات فی نفسہ گرم ہوتے ہین) **مین کہتا ہون** جو حرکت افراط کے ساتھ نہو وہ وہ حرکت ہے جو شدت اور کثرت کی طرف کچھ کچھ مائل ہو با افراط نہو۔ یہ شیخ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے اور حرکت مین افراط نہونے کی قید اسواسطے

لگائی گئی کہ افراط کے ساتھ جو حرکت ہوتی ہے وہ برودت پیدا کرتی ہے چنانچہ آگے آئیگا اور مسخنات کے غذا اور دوا داخلاً وخارجاً بلا افراط استعمال کرنیسے گرمی کا پیدا ہونا ظاہر ہے (احتیاطاً متن کے ترجمہ مین ہم اسکی وجہ لکھ آئے ہین جی چاہے تو پھر دیکھ لو) اور گرمی پیدا کرنیوالی غذا اور گرمی پیدا کرنے والی دوا مین یہ فرق ہے کہ مسخن غذا گرمی کرتی ہے مگر اسکی صورت نوعیہ جاتی رہتی ہے اور مسخن دوا کی صورت نوعیہ باقی رہتی ہے (پچھلے مباحث مین اسکی تفصیل بھی بخوبی کردی گئی ہے بشرطیکہ تمھین یاد ہو) اور اسکا مسخن ہونا عام ہے اس سے کہ بالفعل گرمی پیدا کرے جیسے گرم تیل یا بالقوۃ جیسے مرچ اور سونٹھ وغیرہ اور اس استعمال مین بھی بلا افراط کی قید اسیواسطے لگائی ہے کہ افراط کے ساتھ استعمال کرنے سے برودت پیدا ہوتی ہے چنانچہ اسکا بیان آویگا اور غذاے معتدل سے وہ غذا مراد ہے جو مقدار مین معتدل ہو یہ شیخ کا بیان ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ جو غذا مقدار مین معتدل ہوتی ہے وہ خون پیدا کرتی ہے اور خون ہی حرارت کا مادہ ہے اور جو غذا مقدار مین معتدل نہین ہوتی یعنی یا تو مقدار مین بہت ہی کم ہوتی ہے یا مقدار مین بہت زیادہ ہوتی ہے اُسکا اثر یہ ہے کہ برودت پیدا کرے کم مقدار غذا کا برودت پیدا کرنا تو اسیلیے ہے کہ اُس سے خون کم پیدا ہوگا (اور حرارت کا منشأ خون ہی ہوتا ہے) اور زیادہ مقدار کا برودت پیدا کرنا اسیلیے ہے کہ وہ حرارت غریزی کو بجھا دیتی ہے رہی عفونت وہ اسیلیے گرمی پیدا کرتی ہے کہ جب کوئی خلط سڑجاتا ہے تو اُس سے گرم گرم ابخرے اُٹھتے ہین اور تمام بدن کو گرم کردیتے ہین اور تکاثف سے مؤلف کی مراد مسامات کا رُک جانا ہے خواہ یہ اثر کسی ایسی چیز کا ہو جو بالفعل سرد ہے جیسے کہ برف اور یخ ہے یا قابض ہو جیسے کہ پھٹکری کا پانی ہے اگر کوئی اُس سے نہانے یا کوئی ایسی چیز ہو جو خود بھی خشک ہو اور اُسکا اثر بھی خشکی ہو مثلاً کیچڑ کی چھینٹین بدن پر پڑکر خشک ہوجائین کیونکہ ان چیزون سے اخلاط کے اُٹھنے والے ابخرے اندر ہی اندر گھٹ کر بدن کو گرم کردیتے ہین **مؤلف کہتا ہے** مبرّدات یعنی ٹھنڈک پیدا کرنے والی چیزین منجملہ اُنکے ایک تو ہر گرمی پیدا کرنے والی چیز جسوقت اُسکا استعمال بافراط ہوتو سردی کا اثر ہوگا (مثلاً حرکت جب بافراط ہوگی تو برودت پیدا کریگی عام اس سے کہ سارے

ع بجھادیتی ہے الخ
اگر اطبا کی یہ مراد نہین ہوتی کہ حرارت غریزی فنا ہوجاتی ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ
اسکا اثر نہین ہوتا ہے پس یہان بوجہ گرانی کے ضعف ہوجاتا ہے رطوبات کے غلبہ
سے حرارت دبجاتی ہے ۱۲

بدن کی حرکت ہو یا کسی خاص عضو کی حرکت ہو اور عام اس سے کہ نفسانی حرکت ہو جیسے غصہ
اور خوشی وغیرہ یا نفسانی حرکت نہو جیسے بیداری کی حرکت ہے غرضکہ کوئی حرکت ہو جسوقت تک
موجود رہے حرارت پیدا کرتی ہے مگر دیکھنا یہ ہے کہ اُسکا آل کیا ہے پس سمجھنا چاہیئے کہ ہر حرکت
رطوبت عزیزی کو خشک کرتی ہے اور یہ رطوبت ہی حرارت عزیزی کی غذا ہے جتنی رطوبت
خشک ہوتی جائیگی اُتنا ہی حرارت عزیزی تحلیل ہوتی جائیگی جسکا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ بدن پر
برودت غالب آجائیگی یا مثلاً وہ غذاے دوائی ہے جو مسخن ہو یہ بھی جسوقت افراط کے
ساتھ استعمال کیجائیگی برودت پیدا کریگی کیونکہ اُسکی کثرت سے تحلیل زیادہ ہوگی یا مثلاً کوئی
مسخن دوا ہے جب خارج سے استعمال کی جائے کہ اس سے مسامات کھلجاتے ہین اور حرارت
بدن باہر کیطرف کھنچکر متفرق ہوجاتی ہے اور آسانی کے ساتھ حرارت کی تحلیل ہوجاتی ہے
اور برودت پیدا ہوجاتی ہے اسکی مثال بعینہ ایسی سمجھنی چاہیے کہ آتشدان کی کھڑکیان کھولدی
جائین کہ اُنکے کھلتے ہی گرمی باہر کی طرف کھنچ آئیگی اور آگ خاموش ہوجائیگی یا مثلاً غذاے
مطلق ہے جسوقت اُسکی مقدار کم ہو کہ برودت پیدا کرتی ہے کیونکہ اُس سے خون کم پیدا ہوتا ہے
یا اُسکی مقدار زیادہ ہو کہ یہ بھی برودت پیدا کرتی ہے کیونکہ حرارت عزیزی کو بجھا دیتی ہے یا
مثلاً افراط تکاثف ہے کہ اس صورت مین بند ابخرون سے حرارت گھُٹ جاتی ہے اور برودت
پیدا ہوجاتی ہے صاحب نفیسی لکھتے ہین کہ یہ تو سب کچھ صحیح ہے مگر یہ سمجھ مین نہین آتا کہ جب گرم
دوائین داخلاً با فراط استعمال کی جائین یا مثلاً عفونت کی افراط ہو تو وہ کیون برودت پیدا کرینگی
انتہی مگر اس کلام [اکلاً و شرباً] سے سخت تعجب ہوتا ہے کیونکہ یہ تو ظاہر بات ہے کہ جسوقت حرارت خارجیہ
افراط سے ہوگی تو رطوبت عزیزی تحلیل ہوگی اور رطوبت عزیزی کی تحلیل سے حرارت عزیزی
کا ضعف اور نقصان لازم آتا ہے اور جب حرارت عزیزی ضعیف ہوگی تو لامحالہ بدن پر
برودت غالب ہوگی اور حرارت خارجی عام ہے اس بات سے کہ اُسکو بڑھانے والی کوئی
مسخن دوا ہو یا کوئی مسخن غذا اور عام اس سے کہ اُس کا استعمال داخلی ہو یا خارجی باینہمہ
شارح نفیسی کا اسکی وجہ دریافت کرنا عجیب بے محل ہے اور اس سے زیادہ عجیب بات یہ ہے
کہ خود انہین حضرت نے اس سے قبل یہ بیان کیا ہے کہ غذاے دوائی مسخن جب افراط سے

استعمال کی جائیگی تو برودت پیدا کریگی اور یہ تو ظاہر ہے کہ اُسکی تسخین نہین ہے مگر اُسکی دوائیت کی وجہ سے پھر یہ کس لیے کہا کہ مسخن دوا اکلاً و شرباً برودت نہین پیدا کرتی بلکہ یہ کہنا صریح تناقض ہے کذا قیل لکن ابھی تک اسکی کوئی وجہ سمجھ مین نہین آئی کہ عفونت کی افراط سے برودت کیون پیدا ہوتی ہے بلکہ غور کرنیسے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ عفونت کی جسقدر افراط ہوگی اُسیقدر ابخرے زیادہ اُٹھینگے اور اُسیقدر حرارت بڑھیگی هٰذا وَلَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا) اور کچا پن بھی برودت پیدا کرتا ہے (کچے پن کے یہ معنی ہین کہ خلط ایسی حالت پر باقی رہے کہ عضو کی شکل کیطرف نہ بدل سکے اور نہ اسقدر متغیر ہو جائے کہ اسکی صلاحیت بھی جاتی رہے پس یہی کچا پن برودت پیدا کرتا ہے کیونکہ اسکا جوہر بارد ہے) اور برودت پیدا کرنیوالی چیزون کا استعمال بھی برودت پیدا کرتا ہے غذاءً یا دواءً داخلاً یا خارجاً (اسلیے کہ جو غذا یا دوا بارد جب بدن پر اکلاً یا شرباً وارد ہوتی ہے اور اُنکی برودت قوت سے فعل کی جانب خارج ہوتی ہے تو اسکا وہی اثر ہوتا ہے جو فعلی ٹھنڈک پانی یا برف یا یخ کی اثر کرتی ہے یعنی اپنی ضد کا مقابلہ وغیرہ دوا بارد مین اس بات کا ہونا تو ظاہر ہے باقی رہی غذا دوائی بارد تو گو کہ یہ خون کی طرف مستحیل ہو جاتی ہے لیکن جو خون اُس سے پیدا ہوتا ہے وہ بدن انسان کی کیفیت سے برودت مین زیادہ قوی ہوتا ہے کیونکہ اُسکے دوائی اور سرد اجزا اپنے صور نوعیہ پر بجا لہا باقی رہتے ہین اور یہی حال اُس دوا کا بھی ہے جو بدن مین خارج سے ملے مثل افیون وغیرہ کے کہ اسکا اثر بھی برودت ہی ہے مین کہتا ہون اول بات کی مثال تو وہ حرکت ہے جو افراط سے ہو خواہ سارے بدن کی حرکت ہو خواہ کسی عضو کے ساتھ خاص ہو اور خواہ نفسانی حرکت ہو جیسے خوشی اور غصہ وغیرہ اور خواہ نفسانی حرکت نہو جیسے کہ بیداری کی حرکت کہ یہ سب حرکتین افراط کے بعد برودت پیدا کرتی ہین کیونکہ حرارت عزیزی کو بہت زیادہ تحلیل کرتی ہین تو بدن پر برودت غالب آجاتی ہے اور افراط کی حرکت فی الحال برودت کا سبب نہین ہوتی اسلیے کہ جسوقت تک حرکت رہتی ہے گرمی بھی رہتی ہے لیکن چونکہ حرکت کا کام یہ ہے کہ رطوبت کو خشک کرے لہذا نقصان حرارت کا موجب ہوتی ہے پس افراط کی حرکت فی الحال تو گرمی پیدا کرتی ہے اور اُسکا مآل کار برودت ہے

اور اُسکی مثال وہ غذا بھی ہے جو کمی یا زیادتی کی جانب مفرط ہو چنانچہ اسکی تحقیق گذر چکی ہے
اور دوسری بات جو مؤلف نے کہی ہے اُس سے یہ غرض ہے کہ خلط کی خامی بھی بدن مین
برودت پیدا کرتی ہے کیونکہ اُسکا جوہر بارد ہے رہی تیسری بات (یعنی سرد چیزون کا داخلاً و
خارجاً استعمال کرنا) اسکا مبرد ہونا ظاہر ہے اور محتاج بیان نہین ہے **مؤلف کہتا ہے** -
مرطبات یعنی وہ چیزین جو بدن مین رطوبت پیدا کرتی ہین منجملہ اُنکے ایک تو تر چیزون کا
استعمال ہے غذائً یا دوائً داخلاً یا خارجاً (مرطب غذا مرطوب خون پیدا کرتی ہے اور یہ خون
بدن مین رطوبت پیدا کرتا ہے اور مرطب دوائین خواہ اکلاً و شرباً استعمال کی جائین خواہ خارجاً
بدن کی رطوبت کو بڑھا دیتی ہین) اور حمام (جسکا پانی نیم گرم ہو) بھی رطوبت پیدا کرتا ہے یعنی
اعضا کو تری اور نمی بخشتا ہے کیونکہ اسمین فعلی رطوبت ہوتی ہے اور اسی سبب سے اعضا پہلے سے
زیادہ نرم اور ملائم ہو جاتے ہین) اور تن آسانی (یعنی اس سے بھی بدن مین رطوبت پیدا
ہوتی ہے کیونکہ رطوبت کی تحلیل حرکت سے ہوتی ہے اور آرام کے ساتھ پڑے رہنے مین
رطوبتین جمع ہونگی) اور غذا کی کثرت (اس سے بھی رطوبت بڑھتی ہے کیونکہ اس سے بدن
مین تر ابخرے پیدا ہوتے ہین اور اسلیے کہ غذا کی کثرت حرارت کو سُست اور ضعیف کر دیتی ہے
اور اُسپر چھائی رہتی ہے پس بدن مین تر خون پیدا ہو جاتا ہے جس سے بدن غذا لیتا ہے
اور اسلیے کہ دو حال سے خالی نہین یا تو کثرتِ غذا کے ساتھ بدن مین قوی حرارت ہوگی
یا ضعیف اگر قوی ہے تو تر خون بکثرت پیدا ہوگا اور اس سے رطوبت بڑھیگی اور اگر ضعیف
ہوگی تو بہت سا بلغم پیدا ہوگا اور بلغم تر ہے اور بعضے کہتے ہین کہ اسکا سبب یہ ہے کہ اصلی
حرارت کو چھپا لیتی ہے اور ٹھنڈا کر دیتی ہے اور جو چیز اپنی مناسب مقدار سے زیادہ سرد ہوگی
وہ بدن کو بھی اُس مقدار سے زیادہ سرد کر دیگی) اور تحلیل کرنے والی چیزون سے پرہیز کرنا
(اس سے بھی رطوبت ہوتی ہے کیونکہ جو سبب مانع رطوبت ہے وہ زائل ہو گیا) اور خشکی
پیدا کرنے والی چیزون کا استفراغ (کہ اس سے بھی رطوبت ہوتی ہے کیونکہ یہان بھی مانع
رطوبت زائل ہو گیا) **مین کہتا ہون** حمام سے مؤلف کی مراد وہ حمام ہے جو معتدل حالت
مین ہو (یعنی جسکا پانی شیرین نیم گرم ہو اور باقی امور ظاہر اور مستغنی عن البیان ہین) **مؤلف**

کہتا ہے۔ **مجففات** یعنی خشکی پیدا کرنے والی چیزیں ایک تو وہ چیز جو افراط سے بدن
کو تحلیل کرے خواہ داخلاً (جیسے گرم اور قوی التحلیل دوائیں کھانا پینا) خواہ خارجاً (جیسے
گرم ہوا کا بدن کو لگنا) اور عضو کو غذا کا نہ پہونچنا (یہ بھی خشکی پیدا کرتا ہے کیونکہ اُسکو بدل مایتحلل
نہیں پہونچسکتا اور تحلیل کرنے والے دائمی اسباب اُسکو خشک کرتے رہتے ہیں اور یہ بات
اسطرح پیدا ہوتی ہے کہ عضو کی جڑ کو خوب کھینچکر باندھ دیا جائے تو اُسکی طرف غذا پہونچنے کا
راستہ رُک جاتا ہے یا افراط سے عضو سرد ہو جائے تو اُس عضو کی قوت جاذبہ کمزور پڑ جاتی ہے
یعنی غذا کو اپنی طرف نہیں کھینچ سکتی اور حرارت جاذبہ کے کمزور ہو جانیسے عضو کی قوت ہاضمہ
بھی ضعیف ہو جاتی ہے اور اُس برودت سے جو قبض اور تکثیف پیدا ہو جاتی ہے اُس سے
غذا کے مجاری اور راستے بھی بند ہو جاتے ہیں) اور سکھانیوالی چیزوں کا استعمال (مثلاً وہ
دوائی غذائیں جو خود بھی خشک ہوں اور اُنکا اثر بھی خشکی ہو کہ اُنسے جو خلط بنتا ہے وہ اپنی
خشکی کی وجہ سے بدن کو خشک کرتا ہے دوسرے اُنہیں دوائی قوت ہوتی ہے جو مجفف
ہے تیسرے چونکہ یہ خشک ہوتی ہے اور انکا جوہر غلیظ ہوتا ہے اسلیے اچھی طرح ہضم بھی
نہیں ہوتیں لہذا تغذیہ کم ہوتا ہے اور خشک کرنیوالی دوائیں جنکا استعمال داخلی ہو وہ تو وہ
ہیں جو کھانے پینے میں آویں اور جنکا استعمال خارجی ہو وہ وہ ہیں جو لیپ کے کام میں آتی
ہیں) **میں کہتا ہوں** یہ سب ظاہر ہے اور مستغنی عن البیان (مزید اطمینان ہو جانیکی
غرض سے ہمنے متن کی تفصیل میں اچھی طرح تفصیل بھی کر دی ہے) **مؤلف کہتا ہے**
یہ اسباب مذکورہ مفرد مزاجوں کے مرضوں کے سبب ہیں (یعنی جو مزاج مفرد ہیں یعنے
مزاج حار مزاج بارد مزاج رطب مزاج یابس انہیں جو امراض پیدا ہوتے ہیں اُنکا سبب
یہی مذکورہ اسباب واقع ہوتے ہیں) اور ان اسباب کے ترکیب دینے سے مرکب مزاجوں کے
اسباب امراض معلوم ہو سکتے ہیں (امراض کے لیے اُنکے سببیت کی تین شرطیں ہیں اول
سبب فاعلی کی مقدار کا کافی ہونا دوسری دیر تک بدن سے ملنا تیسری بدن میں مرض کے
قبول کرنے کی استعداد ہونا) **میں کہتا ہوں** اسوقت تک تو اُن چار مزاجوں کے اسباب
امراض کے متعلق کلام تھا جو مفرد ہیں یعنی حار اور بارد اور رطب اور یابس رہے اُن چار مزاجوں کے

اسباب امراض جو مرکب ہین یعنی حارہ رطب حارہ یابس بارد رطب بارد یابس تو اُنکی معرفت یون ہوسکتی ہے کہ مفرد مزاجون کے اسباب کی باہم ترکیب دیجائے مثلاً جو مرض حار رطب ہوگا اُسکا سبب وہ امر ہوگا جو سبب حرارت اور سبب رطوبت دونون سے مرکب ہو جیسے کہ حرکت ہے ساتھ کثرت غذا کے (کہ حرکت سبب حرارت ہے اور کثرت غذا سبب رطوبت) اور باقی کو اسی پر قیاس کریجیے **مؤلف کہتا ہے** جو اسباب شکل کو بگاڑ دیتے ہین کبھی تو اصل خلقت سے ہوتے ہین (مصنف نے گذشتہ مباحث مین مرض الترکیب کے انواع مین سے شکل کے امراض کو اُن امراض پر مقدم کیا ہے جو امراض شکل کے مغائر ہین اسی لحاظ سے اور امراض کے اسباب پر امراض شکل کے اسباب کو بھی مقدم کرتا ہے تاکہ انواع اور اسباب کی ترتیب ایک طریقے پر ہوجائے اور پڑھنے والے کو آسانی ہو واضح ہو کہ امراض شکل کے اسباب تین قسمون مین منحصر ہین ایک تو وہ جو ولادت سے قبل ہو دوسری وہ جو عین پیدائش کے وقت ہو تیسری وہ جو ولادت کے بعد ہو ان سب کا بیان تفصیل کے ساتھ آتا ہے) قوت مصورہ مین کسی قسم کا خلل ہونے کی وجہ سے (یعنی اصل خلقت مین جو فساد شکل ہوتا ہے وہ قوت مصورہ کے خلل سے ہوتا ہے اسطرح کہ یہ قوت کمزور ہو اور اسمین اتنی طاقت نہو کہ اعضا کو ایسی صورتون پر لائے جن صورتون کے لائق وہ اعضا ہین) یا مادہ کی نافرمانی کی وجہ سے (یعنی مادہ قوت کے تصرف کو اپنے مین اثر کرنے سے منع کرے اور یہ بات یا تو اسوجہ سے ہوتی ہے کہ مادہ کی مقدار انتہا سے زاید ہو پس ایسی حالت مین وہ مادہ اُس قوت کے تصرف کرنے اور مناسب شکل پر لانے سے مزاحم ہوگا اور اسکی مثال چھ انگلیان ہین یا یہ کہ اُسکی مقدار بہت ہی کم ہو کہ ایسی حالت مین قوت مصورہ اپنا کام نہ کرسکیگی اور اسکی مثال چار انگلیان ہین اور یا یہ نافرمانی کیفیت مادہ کی جہت سے ہو اسطرح کہ مادہ انتہا سے زیادہ گاڑھا ہو پس نہ تو اچھی طرح بڑھ سکیگا اور نہ مستقیم اور مناسب شکل اُسمین چھپ سکیگی یا انتہا سے زیادہ پتلا ہو تو درست شکل کو روک نہ سکیگا یا یہ کہ قوت مغیرۂ اولی منی کے ہر ہر جزو کو خاص خاص عضو کے لیے مہیا نکرے یعنی ضعیف ہو تو اس حالت مین مادہ کا ہر جزو پورا عضو بننے کا مستعد نہوگا اور جب ایسا ہے تو قوت مصورہ اپنا کام کیسے کرسکیگی اور اعضا کی صورت مناسب کیسے بن سکیگی

کیونکہ فاعل کا کام قابل کی قابلیت پر منحصر ہے جیسی اسمین قابلیت ہوگی ویسا ہی فاعل کا اثر
بھی ہوگا) یا یہ کہ رحم سے بچّے کے جدا ہوتے وقت جدا ہونیکی ہیئت بگڑ جائے (اسطرح سے
کہ لڑکا اوندھا یا پائل پیدا ہو کیونکہ بچے کے رحم سے نکلنے کی طبعی صورت یہ ہے کہ پہلے بچے
کا سر نکلے اس حالت مین کہ اُسکا مُنھ آسمان کی طرف ہو اور اُسکے دونون ہاتھ اُسکی دونون
رانون پر پھیلے ہوے ہون کیونکہ پیٹ کے بچے کی خلقت جب پوری ہو جاتی ہے تو جو کچھ
آنول کے ذریعے سے اُسکو خون اور ہوا پہونچتی ہے وہ ناکافی ہوتی ہے اسلیئے وہ نکلنے کے
لیے حرکت کرتا ہے پس طبعی ولادت مین سر کے بھل اُلٹ پڑتا ہے تاکہ جدا ہونے مین
آسانی ہو اور اوپر کے دھڑ کا بوجھ اور سر کا بڑا ہونا اس اُلٹنے پر معین ہوتا ہے اور اسکا سبب
یہ ہے کہ لڑکے کی ہیئت رحم مین اسطرح پر ہوتی ہے کہ اُکڑو بیٹھا ہوتا ہے اور اپنی دونون
ہتھیلیون پر دونون آنکھین رکھے ہوتا ہے اور دونون ہتھیلیان اُسکے دونون زانوؤون پر
ہوتی ہین اور اُسکی ناک دونون زانوؤون کے بیچ مین ہوتی ہے اور اُسکے دونون ہاتھ
اور دونون پائون اُسکی پسلیون اور سینے اور پیٹ سے ملے ہوتے ہین اور اُسکا منھ اُسکی
مان کی پیٹھ کیطرف ہوتا ہے اور اگر اسکی یہ طبعی ہیئت کسی وجہ سے بگڑ جائے تو اُسکے بعضے
عضوون کی شکل خراب ہو جاتی ہے مثلاً اُسکے سُرین بیچ کھا جائین یا زانو مڑ جائے یا شانہ
سرک جائے اور اکثر اوقات رحم مین پھنس جاتا ہے اور گھُٹ کر مر جاتا ہے) یا دائی کے
جنانے کی برائی سے عضو کی شکل بگڑ جائے (یعنی جدا ہونے کے وقت اسطرح پر کہ جیسے
اُسکو پکڑنا چاہیے اُسطرح نہ پکڑے اور اس سے بچے کے بعض عضو کی شکل بگڑ جاتی ہے
کیونکہ بچے کے اعضا نرم اور ملائم ہوتے ہین اور ذرا مین مڑ جاتے ہین اور ذرا سی واردات سے
اُنکی شکل بدل جاتی ہے) یا یہ کہ کپڑے سے باندھنے کے وقت شکل خراب ہو جائے (اس
طرح پر کہ اُسوقت جس عضو کو کپڑے سے کس کر باندھنا چاہیے اُسطرح نہ باندھے یا جسطرح سے
بعض عضو کو پھیلانا چاہیے اُسطرح پر نہ پھیلائے تو اُس سے بعضے عضو مڑک جاتے ہین اور
بعضے اندر کو دب جاتے ہین اور سیدھے سے ٹیڑھے اور ٹیڑھے سے سیدھے ہو جاتے
ہین) یا یہ کہ ولادت سے قبل بچا باہر کی جانب حرکت کرنے مین عجلت کرے (یعنی قبل اسکے

کہ اُسکے اعضا اچھی طرح سے سختی پکڑ لین وہ حرکت کی طرف مبادرت کرے تو اس سے
اُسکا کوئی عضو مڑک جاتا ہے یا اُسکی شکل بگڑ جاتی ہے) یا یہ کہ کسی خارجی آفت سے کوئی
صدمہ پہونچے (یعنی کوئی ضرب پہونچے یا یہ کہ گر پڑے اور ہڈی ٹوٹ جائے یا پٹھا کٹ جائے
یا جوڑ اُکھڑ جائے) یا کسی مرض کی وجہ سے شکل خراب ہو جائے جیسے جذام ہے (کہ اس مرض مین
ناک پھول جاتی ہے اور چہرے کی ہیئت بگڑ جاتی ہے اور آنکھون مین گولائی آجاتی ہے
اور بدن مین بہت سی زیادتیان نکل آتی ہین) اور باقی امراض ترکیبی کے اسباب کو کلام جزئی
مین ذکر کرنا مناسب ہے (یعنی امراض مجاری اور امراض تجاویف اور امراض سطوح اعضا اور کل
امراض عدد اور کل امراض مقدار اور کل امراض وضع ان سب کے اسباب کو کلام جزئی مین بیان
کرنا چاہیے اگر کوئی یہ شبہہ کرے کہ اگلے دونون فنون مین ان امراض کا بیان کیا گیا ہے
حالانکہ وہ دونون فن کلی ہین کہ اُنکے تحت مین مختلف جزئیات ہین تو اسکا یہ جواب ہے
کہ وہ دونون فن بہ نسبت فن اول کے جزئی ہین گو فی نفسہ جزئی نہون نفیسی ہین ہے کہ
اسوقت تک اسکی وجہ نہین معلوم ہوئی کہ باقی امراض ترکیبی کے اسباب کو تو اس فن مین
نہ بیان کیا جائے اور اُنمین سے صرف شکل کے امراض کے سبب اس فن مین بیان کیے
جائین یعنی اس ترجیح کی کوئی وجہ سمجھ مین نہین آتی کیونکہ بیان اسباب مین مرض دون مرض
مین تفرقہ کرنے کی کوئی وجہ نہین ہوسکتی انتہے البعض محشیون نے اس قول پر لکھا ہے
کہ باقی امراض ترکیبی کے اسباب کی بحثین بکثرت ہین کہ اس مختصر فن مین اُنکی گنجائش نہین
نکلتی اسلیے اُنکو اور فنون مین ذکر کیا گیا اگر کوئی یہ شبہہ کرے کہ جب اختصار ہی مطلوب
تھا تو شکل کے اسباب امراض کو اس فن مین کیون ذکر کیا گیا تو اسکا یہ جواب ہے کہ اگر ایسا
ہوتا کہ کسی مرض کا سبب یہان نہ بیان کیا جاتا تو یہ بھی ذرا نامناسب تھا۔ اگر کوئی یہ کہے
کہ اچھا ہمنے مانا کہ کچھ نہ کچھ یہان بھی بیان کرنا تھا لیکن خاص امراض شکل کے اسباب کو
مثلاً امراض مجاری پر کیون ترجیح دی اسمین کیا حرج تھا کہ بجاے امراض شکل کے امراض
مجاری کے اسباب کا ذکر کیا جاتا تو اسکا یہ جواب دیا جائیگا کہ وجہ ترجیح یہ ہے کہ اول اول
مصنف نے شکل کے ہی امراض کو ذکر کیا تھا اسلیے مناسب یہی تھا کہ اُنھین کے اسباب کو

سب اسباب پر مقدم کیا جائے انتہی واللہ اعلم میں کہتا ہون جب مؤلف مزاجی امراض کے اسباب بیان کرچکا تو اب ترکیبی امراض کے اسباب بیان کرتا ہے اور ترکیبی امراض مین سے صرف شکل کے مفسدات کو بیان کیا ہے اور بقیہ امراض ترکیبی کے اسباب کو کلام جزئی کے حوالہ کیا ہے لہذا ہم اُسکے قول کی تفسیر اسطرح کرتے ہین کہ امراض شکل کے چند اسباب ہین ایک تو وہ اسباب جو ولادت سے قبل واقع ہون یعنی وہ اسباب جو اصل خلقت سے واقع ہون اور ان اسباب کا وقوع یا تو قوت کی جہت سے ہوتا ہے یا مادہ کی جہت سے اور مادہ سے مراد منی ہے جو اسباب قوت کی جہت سے ہوتے ہین وہ تو وہ ہین جو قوت مصورہ کے مختل ہو جانیسے نامزد ہین یعنی قوت مصورہ مین اتنی مقدرت نہو جو عمدہ اور مناسب شکل بنا سکے اور مادہ کی جہت سے ان اسباب کا واقع ہونا یہ مادہ کی نافرمانی سے نامزد ہے اور مادہ کی نافرمانی یا تو مقدار کی جہت سے ہوتی ہے یا کیفیت کی جہت سے مقدار کی جہت سے نافرمانی ہونے کے یہ معنی ہین کہ مادہ کی مقدار بہت زیادہ ہو کہ اس وجہ سے قوت مصورہ اپنا پورا پورا کام نہین کرسکتی یا یہ کہ مقدار کم ہو تو جو شکل ضروری ہے اُسکے لیے وہ مقدار ناکافی ٹھہرتی ہے اور کیفیت کی جہت سے نافرمانی ہونے کے یہ معنی ہین کہ مادہ بہت زیادہ گاڑھا ہو کہ اسوجہ سے ضروری شکل اُسپر نہین چھپ سکتی یا یہ کہ بہت زیادہ پتلا ہو جسکی وجہ سے ضروری شکل رُک نہین سکتی اور اسباب کی دوسری قسم وہ اسباب ہین جو بچے کے رحم سے جدا ہوتے وقت واقع ہوتے ہین مثلاً جدا ہونے کی ہئیت بگڑ جائے یا مثلاً دائی کی گرفت خراب ہو اول تو اسلیے کہ بچہ ان کے پیدا ہونے کی طبعی ہئیت یہ ہے کہ اپنے سر کے بھل نکلے کہ اُسکا منھ آسمان کی طرف ہو اور دونون ہاتھ اُسکے دونون زانوؤن پر بچھے ہون کیونکہ جب بچے کی خلقت مکمل ہو جاتی ہے اور بچے کے اعضا مضبوط ہو جاتے ہین تو جو خون اور ہوا اُسکو آنول کے ذریعے سے پہونچتی ہے اُسکے لیے ناکافی ہوتی ہے اسلیے طبیعت یہ چاہتی ہے کہ اُسکو باہر نکالے پس اُسکے سر کو اُلٹ دیتی ہے اس غرض سے کہ حاملہ سے اُسکو جدا کر دے کیونکہ اُسکا اوپر کا دھڑ بہ نسبت نیچے کے دھڑ کے بوجھل ہے اسلیے کہ بالائے ناف کا حصہ زیر ناف کے حصے سے بڑا ہے اور قوت مدبرہ الٓہیہ

اُسکو بغرض طلب سلامتی اُلٹ دیتی ہے اور اس ہیئت کی دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ رحم مین
اُسکا منھ تو ماں کی پیٹھ کیطرف ہے اور اُسکے دونون ہاتھ رانون پر رکھے ہوے ہین پس
جسوقت قوت مدبرہ اُسکو اُلٹ دیگی تو بچہ اُسی ہیئت پر پیدا ہوگا جسکا ہمنے ذکر کیا لیکن یہ جبھی
ہے جبکہ قوت مدبرہ کو ضعف وغیرہ کوئی مانع لاحق نہو اور جسوقت اُلٹ دینے پر اُسکو قوت
نہوگی تو بچہ غیر طبعی ہیئت پر پیدا ہوگا مثلاً پیدا ہوتے وقت رحم کے عرض مین واقع ہو جائیگا
یا یہ کہ اُسکا ایک پیر نکلیگا اور باقی پھنس رہیگا اور اُسوقت بشرط زیست اُسکے کسی عضو کی شکل
بگڑی رہیگی اور بشرط زیست کی قید اسلیے لگائی گئی کہ جو بچا غیر طبعی ہیئت پر پیدا ہوتا ہے
زندہ نہین رہتا اور دوسری بات اسلیے کہ دائی کی ناقص گرفت بچے کی بعضے اعضا کی
شکل کو بگاڑ دیتی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اسکو ان اسباب مین شامل کیا جائے جو ولادت
کے بعد واقع ہوتے ہین اور یہ بات کوئی ایسی بات نہین ہے جسمین زیادہ غور اور دقت یا نزاع
سے کام لیا جائے اور اسباب کی تیسری قسم وہ اسباب ہین جو ولادت کے بعد واقع ہوتے ہین
اُسکی مثال جیسے کپڑے سے باندھنے مین کوئی خرابی ہو جائے یا مثلاً بچہ رحم سے نکلنے مین عجلت
کرے یعنی قبل اسکے کہ اُسکے اعضا مین کچھ سختی آئے اور پیدایش کا زمانہ آئے وہ باہر نکلنا چاہے
کیونکہ اعضا کی سختی سے قبل باہر کو حرکت کرنے مین اعضا کی شکل بگڑ جاتی ہے یا مثلاً پیدایش کے بعد
کچھ خارجی اسباب واقع ہو جائین مثلاً اُسکو کوئی ضرب پہونچے یا گر پڑے یا مثلاً کچھ خارجی
امراض مین مبتلا ہو جائے جیسے جذام اور لقوہ وغیرہ ہے کہ یہ سب عضو کی شکل کو بگاڑ
دیتے ہین **مؤلف کہتا ہے** جزر نظری کے اجزا مین چوتھا جز علامات (امراض) کے
بیان مین ہے (علامت وہ ہے جس سے بدن کی حالت پر استدلال کیا جائے خواہ
بواسطہ خواہ بلا واسطہ اول کی مثال وہ علامات جو لرزے پر دلالت کرتی ہین اُنکی دلالت
اس امر پر ہو کہ بخار کا مادہ رگون سے باہر متعفن ہو گیا ہے اور بلا واسطہ کی مثال وہ علامت ہے
جو نفس حالت پر دلالت کرے) اور علامت کبھی تو گذری ہوئی حالت پر دلالت کرتی
ہے (مثلاً بدن کی نمی اور نبض کا موجی ہونا اور اُسکا کمزور ہونا یہ باتین اس بات پر دلالت
کیا کرتی ہین کہ پہلے پسینہ آچکا ہے اور گذری ہوئی حالت پر دلالت کرنیوالی علامت مذکرہ

کہلاتی ہے گویا کہ گذری ہوئی بات کو یاد دلاتی ہے) پس اس سے فقط طبیعت نفع حاصل
کرتا ہے اسلیے کہ طبیب کی فضیلت پر بسا اوقات اس پہچان لینے سے استدلال کیا جاتا ہے
(یعنی جب طبیب گذشتہ حالت کو بدن یا نبض کو دیکھکر بتا دیتا ہے تو لوگ یہ خیال کرتے ہین
کہ اللہ اکبر کیسا لائق اور ہوشیار طبیب ہے کہ بغیر بتائے ساری باتین بتا دین اور اس خیال سے
اُس طبیب پر وثوق اور اعتماد کیا جاتا ہے اور اُسکے ساتھ نیک گمان رکھنے سے مریض کا
دل علاج کرانے مین اُسکی بتائی ہوئی چیز پر مائل رہیگا لیکن اس علامت سے مریض کو
کوئی بھی نفع نہین کیونکہ جو تدبیر گذرے ہوے امر سے متعلق ہوتی اُسکا وقت جا چکا غرضکہ
مریض کو اس علامت سے کوئی نفع نہین اگر کوئی یہ شبہہ کرے کہ گذرے ہوے امور مین
سے وہ امور بھی تو ہین جنکے مطابق حالت موجودہ مین مریض کی تدبیر بدل جایا کرتی ہے
اسلیے کہ جب ہم اس بات کو جان لین کہ گذرا ہوا بحران کامل ہو چکا تھا تو ہم استفراغ کو
چھوڑ دینگے اور اگر ہمین یہ معلوم ہو گا کہ بحران ناقص ہوا تو ہمکو اسکی فکر ہو گی کہ باقی مادہ کو
بھی نکالین پس مریض کو اس سے فائدہ پہونچا تو اسکا یہ جواب ہے کہ مریض کو گذرے ہوے
امر کی بابت اس سے کوئی نفع نہین ہوا اور حالت موجودہ کی تدبیر مین وہ جو کچھ نفع حاصل کرنا
چاہتا ہے تو یہ اس معنے کر نہین ہے کہ یہ موجودہ حالت گذشتہ امر پر دلالت کرتی ہے
بلکہ اس اعتبار سے کہ امر موجود پر دلالت کرتی ہے یعنی اس بات پر کہ بدن مین مادہ باقی ہے
یا نہین ہے) اور کبھی علامت کی دلالت کسی موجودہ حالت پر ہوتی ہے (جیسے پنڈے کی
گرمی بخار کے ہونے پر دلالت کرتی ہے اور ایسے دلالت کرنے والے امر کو دال کہتے
ہین اور یہ اسواسطے کہ جب ہر ایک گذرے اور آیندہ امر پر دلالت کرنے والا ایک ایک
خاص نام سے نامزد ہو گیا تو ایسے امر کے لیے جو حاضر پر دلالت کرے اس عام نام کے
سوائے کوئی نام ہی نہ بچا اسلیے اسکا یہی نام رکھدیا گیا) اور اس سے فقط مریض ہی منتفع ہوتا
ہے کیونکہ کبھی اس سے مرض کی حقیقت پر وقوف حاصل ہوتا ہے اور مریض جسطرح ہوتی جاتی ہے
اُسکی تدبیر مین کوشش کرتا ہے لیکن اس حالت مین صرف مریض ہی کا منتفع ہونا اُس
وقت ہے جبکہ یہ علامت ایسی کھلی ہوئی ہو کہ اُسکو مریض جان سکے اور اگر وہ علامت

ایسی پوشیدہ ہے کہ بجز طبیب کے کوئی اُسکو نہین سمجھ سکتا اور مریض اُسکو نہین بتا سکتا تو ہر وقت
طبیب اُسکو سمجھ کر مریض پر ظاہر کردیگا تو طبیب کو اُس سے بڑا نفع ہوگا کیونکہ طبیب جس گذرے ہوے
امر کو بتاتا ہے تو اُس سے جبھی نفع حاصل کرتا ہے جسوقت مریض کو وہ امر یاد ہوتا ہے اور اس
بابت وہ مریض طبیب کی تصدیق کرتا ہے اور جبکہ طبیب کسی آنے والے امر کو بتاتا ہے تو
اُس سے اُسکو اُسوقت نفع حاصل ہوتا ہے جبکہ آیندہ چلکر مریض اُس مرض مین مبتلا ہوتا ہے
اور جسوقت کہ موجودہ حالت سے خبر دیتا ہے تو اُسکا نفع اُسکو اُسی وقت حاصل ہوتا ہے
لیکن چونکہ یہ بتلا دینا کہ اسوقت تم فلان مرض مین مبتلا ہو اُسکے تبحر اور کمال پر ایسا دلالت
نہین کرتا جیسا کہ اُسکا یہ کہنا کہ تم آیندہ چلکر فلان مرض مین مبتلا ہونے والے ہو اور نہ
مریض اس موجودہ حالت کے سمجھ لینے سے زیادہ نفع حاصل کرتا ہے اسلیے اس مین
طبیب کے انتفاع کا چندان لحاظ نہین کیا گیا اور یہ کہدیا گیا کہ اس سے صرف مریض ہی
منتفع ہوتا ہے جیسے کہ گذشتہ حالت پر دلالت کرنے والی علامت سے کبھی مریض بھی منتفع
ہوتا ہے جیسے کہ مثلاً بحران کی مذکورہ حالت مین لیکن چونکہ بہ نسبت طبیب کے مریض کو اسمین
نفع کم ہے اسلیے یہ کہدیا گیا کہ اُس سے صرف طبیب ہی منتفع ہوتا ہے) اور کبھی علامت کی
دلالت آنے والی حالت پر ہوتی ہے (جیسے کہ نیچے کے ہونٹھ کا پھڑکنا کہ یہ اس امر پر دلالت
کرتا ہے کہ ایسے شخص کو قے ہونے والی ہے اور اسکا نام تقدمة المعرفہ اور سابق العلم ہے) پس
یہ علامت مریض اور طبیب دونون کو ساتھ ہی نفع دیتی ہے (طبیب کو تو اسلیے کہ اس
بات سے اُسکے کمال پر استدلال کیا جاتا ہے اور مریض کو اسلیے کہ وہ اُسکی تدبیر مین
پہلے ہی سے کوشش شروع کردیتا ہے جسطرح سے کہ جب طبیب کو یہ بات معلوم ہوجاتی
ہے کہ طبیعت مادہ کو قے سے دفع کرنا چاہتی ہے تو وہ ایسے وقت مین مادہ کو اور کسی
جہت کی طرف دفع نہین کرتا ورنہ طبیعت متحیر ہوجائے اور مرض کے ضرر سے زیادہ
ضرر پیدا ہوتا ہے بلکہ ایسی حالت مین طبیعت کی معاونت کرنی چاہیے یا یہ کہ اُسکو
اپنے حال پر چھوڑ دینا چاہیے تاکہ وہ حسب مصلحت اُسکو دفع کردے واللہ اعلم) مین
کہتا ہون علامت وہ ہے جس سے صحت یا مرض یا درمیانی حالت پر استدلال کیا جائے

اور اسکی وہ تین قسمین ہین جنکو مؤلف نے بیان کیا کیونکہ زمانے بھی تین ہین ماضی حال مستقبل جو علامت گذشتہ حالت کو بتائے اُسکا نام مذکر ہے اُسکی مثال جیسے کہ بدن کی نمی اور نبض کے پست اور ضعیف ہونیسے اس امر پر استدلال کیا جائے کہ اسکو اس سے قبل پسینہ آچکا ہے اور ہمنے نمی کے ساتھ ضعف نبض کی شرط اسیلیے لگائی کہ مجرد بدن کی نمی کبھی آیندہ پسینے پر دلالت کرتی ہے اور جب اُسکے ساتھ نبض کی پستی اور ضعف بھی شامل ہو تو یہ البتہ گذشتہ پسینے پر دلالت کریگا کیونکہ تحلیل مواد اور قوت کے صرف سے نبض ضعیف ہوہی جاتی ہے اور اُس سے یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ پہلے ایسی حالت ہوچکی ہے جو تحلل کا منشا ہے اور اس علامت کے ساتھ صرف طبیب ہی منتفع ہوتا ہے کیونکہ اس سے اُسکے اپنے کام مین ہوشیار ہونے پر استدلال کیا جاتا ہے اور اُسکے مشورہ پر وثوق کیا جاتا ہے رہا یہ کہ مریض کو اُس سے کوئی نفع نہین ہوتا اسکی یہ وجہ ہے کہ گذشتہ حالت گذرچکی اب اُسکے ساتھ کیا تدبیر متعلق ہوسکتی ہے اگر کوئی یہ شبہہ کرے کہ بعضے گذشتہ اسباب ایسے بھی ہوتے ہین جنمین موجودہ حالت کی تدبیر کی وجہ سے تغیر پیدا ہوتا ہے مثلاً جب ہمکو یہ معلوم ہوجائے کہ گذشتہ بحران کامل طور پر ہوگیا تو ہم اسوقت استفراغ کو روک دینگے اور اگر ہمکو یہ معلوم ہوجائے کہ بحران ناقص ہوا تو ہم استفراغ بقیہ کی کوشش کرینگے اور اسکی اور بھی بہت سی مثالین ہین تو اسکا یہ جواب ہے کہ ہماری مراد یہ ہے کہ مریض اس سے گذشتہ حالت مین کوئی نفع نہین حاصل کرسکتا اور اسوقت کی حالت مین اُس سے کسی قسم کی تدبیر کرنا یہ دوسری بات ہے (یعنی اگر موجودہ مادہ کے استفراغ مین کوئی کوشش کریگا تو اُسکو بحران سے کسی قسم کا علاقہ نہوگا بلکہ صرف موجودہ مادہ سے اور یہ بات ہی دوسری ہے) اور جو علامت کسی موجودہ حالت پر دلالت کرتی ہے اُسکو دال کہتے ہین اسلیے کہ جب ماضی پر دلالت کرنے والی علامت اور مستقبل پر دلالت کرنے والی علامت مین سے ہر ایک کا ایک ایک خاص نام رکھدیا گیا تو اس قسم کو ایک عام نام سے نامزد کردیا گیا (اور گو یہ نام عام ہے لیکن اس سے بھی وہی امتیاز حاصل ہے جو خاص نام سے حاصل ہوتی) اسکی مثال ہے نبض وغیرہ سے موجودہ حالت پر

استدلال کرنا اور اس علامت سے صرف مریض ہی نفع حاصل کرتا ہے کیونکہ وہ اپنے
مرض کو معلوم کرکے اُسکے دفع کرنے کی تدبیرین بہم پہونچاتا ہے رہا یہ کہ طبیب کو اس سے
کوئی نفع کیون نہین سو اسکی یہ وجہ ہے کہ نبض کی سرعت دیکھکر یہ بتادینا کہ تمکو بخار ہے اس سے
طبیب کی کوئی فضیلت نہین سمجھی جاتی لیکن یہ حکم اُسی وقت ہے جبکہ وہ حالت جسپر علامت
دلالت کررہی ہے غیر طبیب پر ظاہر ہو مثلاً بخار مین ملمس کا گرم ہونا او غیر ذلک آور اگر
وہ حالت بالکل مخفی ہو تو جسوقت طبیب اُسکو ظاہر کردیگا اور مریض اُسکی تصدیق بھی کریگا
تو اس سے طبیب کو بہت بڑا نفع حاصل ہوگا آور جو علامت آیندہ حالت پر دلالت کرتی
ہے اُسکا نام تقدمۃ المعرفہ اور سابق العلم ہے آور جب طبیب اُس حالت کو ظاہر کردے تو
اُسکا نام تقدمۃ الانذار ہے آور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اگر طبیب کسی بُری بات کو ظاہر کرے
خوف دلانا ۱۲
تو اُسکو انذار کہتے ہین اور اگر اچھی بات کو ظاہر کرے تو اُسکا نام بشارت رکھا جاتا ہے آور
اسکی مثال ہے نیچے کے ہونٹھ کا پھڑکنا کہ یہ آیندہ قَے پر دلالت کرتا ہے اور یہ اسلیے
کہ علم تشریح مین یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ منھ کی سطح باطن معدہ کی سطح سے متصل ہے
اور یہ جسم فی نفسہ سخت ہے اور سخت جسم کا قاعدہ ہے کہ جب اُسکے ایک کنارے کو
حرکت ہوتی ہے تو اُسکا دوسرا کنارہ بھی ہلجاتا ہے پس جسوقت معدہ کی تجویف پر اذیت دہ
مواد گرتے ہین تو طبیعت اُنکے دفع کرنے کی کوشش کرتی ہے اور جسوقت ایسا قصد
کرتی ہے تو باطن معدہ کی سطح حرکت کرتی ہے اور اُسکی حرکت سے مُنھ کی سطح کو بھی حرکت
ہوتی ہے اور اس علامت سے مریض اور طبیب دونون منتفع ہوتے ہین مریض تو اسلیے
کہ اُسیوقت سے ضروری تدبیر پر اُسکو واقفیت ہوجاتی ہے مثلاً جب ہم یہ بات یقینی
جان لین کہ طبیعت قَے کرنے کی طرف متوجہ ہے تو ہمکو یہ چاہیے کہ ہم مادہ کو کسی اور طرف
دفع نکرین ورنہ طبیعت متحیر ہوجائیگی (اور سخت نقصان ہوگا) اور ایسے ہی جب ہم یہ بات
جان لین کہ باری دن کے آخر ہونے پر ہوگی تو مریض کو ہم صبح کچھ غذا کرا دینگے آور طبیب
کو اس سے یہ نفع ہوتا ہے کہ جب اُسکے خبر دینے کے موافق مریض کی وہ حالت ہوجاتی ہے
تو اس سے طبیب کا اعتبار بہت بڑھ جاتا ہے اور سمجھ لیا جاتا ہے کہ وہ ایک نہایت لائق اور ہوشیار

طبیب ہے **مؤلف کہتا ہے** بعض علامتین تو مزاجون پر دلالت کرتی ہین (یعنے یہ بتاتی ہین کہ مزاج معتدل ہے یا نہین ہے) اور بعض علامتین ترکیب پر دلالت کرتی ہین (یعنی یہ بتاتی ہین کہ ترکیب برابر ہے یا نہین ہے) **مین کہتا ہون** اسکی وجہ یہ ہے کہ صحت جبھی پوری ہوتی ہے جبکہ مزاج معتدل حالت پر ہو اور ترکیب منتظم اور برابر ہو (اور مقابل صحت یعنی مرض جبھی پیدا ہوتا ہے جبکہ مزاج مین سوء یا ترکیب مین کوئی خرابی پیدا ہو جائے) پس جسوقت یہ دونون چیزین مختل ہو جائین یا دونون مین سے کسی ایک مین خلل آجائے صحت جاتی رہیگی پس علامتین یا تو مزاج پر دلالت کرینگی یا ترکیب پر (لہذا صحت کی حفاظت اور مرض کے دفع کرنے کے لیے صحت اور مرض کی علامتون کو پہچان لینا چاہیے) **مؤلف کہتا ہے** اور مزاج کی علامتون کی دس جنسین ہین (مزاج کی علامتون کو ترکیب کی علامتون پر اسلیے مقدم کیا کہ مزاج کی علامتین مفرد اعضا کیلیے ہین اور ترکیب کی علامتین اعضاے مرکب کیلیے اور مفرد مرکب پر مقدم ہوتا ہے) **مین کہتا ہون** ان علامتون کے دس ہی جنس پر ہونے مین استقرار پر اعتماد کیا جاتا ہے (یعنی یہ حصر استقرائی ہے) **مؤلف کہتا ہے** ایک تو اُنمین سے لمس ہے (اسکی تقدیم اور جنسون پر اسوجہ سے ہے کہ یہ ظاہر ہے) پس جو لمس اُس شخص کے لمس کے برابر ہو جو اپنے مزاج مین معتدل اور صحیح ہے تو ایسا لمس معتدل ہوتا ہے (مثلاً زید صحیح المزاج ہے اب ہم عمرو کی حالت کا اندازہ کرنا چاہتے ہین تو اُسکے لمس کو ہم زید کے لمس سے مقابلہ کرینگے اگر اُسکا لمس زید کا سا لمس ہوگا تب تو وہ معتدل ہے ورنہ نہین ہے اور اسکے دو طریقے ہین ایک تو یہ کہ چھونے والا معتدل المزاج شخص کے لمس سے واقف ہو گو چھونے والا خود معتدل المزاج نہو تو جس بدن کا لمس معتدل المزاج کے لمس کے برابر ہوگا تو جان لیا جائیگا کہ یہ بھی اعتدال مین اُس معتدل کے مثل ہے اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ چھونے والا خود معتدل المزاج ہو تو جس بدن کا اثر چھونے والے پر نہ پڑیگا یعنے چھونے والے کو اُس لمس مین نہ گرمی محسوس ہوگی نہ سردی نہ سختی نہ نرمی تو معلوم ہو جائیگا کہ یہ لمس معتدل ہے کیونکہ کوئی چیز اپنے مثل سے اثر قبول نہین کیا کرتی اور اگر چھونے والے پر کسی قسم کا اثر پڑا

تو معلوم ہو جائیگا کہ یہ بدن معتدل ہین ہے مثلاً نبض مین گرمی محسوس ہوئی تو یہ بدن
اُسی کیفیت مین اعتدال سے خارج ہوگا جسکا اثر چھونے والے پر پڑا ہے یعنی حرارت
مین علی ہذا اگر سردی محسوس ہوئی تو یہ بدن برودت کی طرف مائل ہوگا اور اعتدال سے
خارج ہوگا اور اگر ملمس مین کچھ سختی ہوئی تو یہ بدن یابس ہوگا اور اگر نرمی ہوئی تو مرطوب
ہوگا واضح ہو کہ سختی اور نرمی کا یبوست اور رطوبت پر دلالت کرنا اس شرط سے مشروط ہے
کہ ملموس یعنی جس جسم کو چھوا گیا ہے حرارت اور برودت مین معتدل ہو کیونکہ ممکن ہے کہ
جسم فی نفسہ یابس ہو اور حرارت مزاج کی وجہ سے اُسمین نرمی ہو کیونکہ طبعی حرارت کی
شان ہی یہ ہے کہ نرمی پیدا کرے اور اسیطرح ممکن ہے کہ جسم فی نفسہ مرطوب ہو اور
برودت مزاج کی وجہ سے اُسمین سختی ہو کیونکہ برودت کی شان ہی یہ ہے کہ جمادے
اور سختی پیدا کرے (دیکھیے برف مزاج کے اعتبار سے رطب ہے حالانکہ دیکھنے مین سخت ہے)
اور جو ملمس اس معتدل ملمس کے مخالف ہو تو وہ اعتدال سے اُسی جہت مین خارج ہوگا
جسمین وہ اُس سے منفعل ہوا ہے (یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ جب ملموس بھی معتدل
وقت اور معتدل شہر اور معتدل ہوا مین ہو اور جسکے اعتبار سے اُسکی حالت کا مقایسہ
کیا جاتا ہے وہ بھی معتدل شہر اور معتدل ہوا مین ہو تب تو ان دونون مین مقایسہ
ہو سکتا ہے ورنہ نہین مثلاً ملموس کسی غیر معتدل شہر مین ہو اور ملمس معتدل کسی معتدل شہر مین تو مقایسہ
صحیح نہین ہے) **مین کہتا ہون** واضح ہو کہ مزاج پر ملمس سے استدلال کرنے کی دو
شرطین ہین ایک تو یہ کہ چھونے والا معتدل المزاج ہو کیونکہ مثلاً گرم چیز گرم چیز سے اثر نہین
قبول کرتی اور دوسری شرط یہ ہے کہ ہوا کی حالت معتدل ہو کیونکہ قوی ہوا بدن مین اپنی سی
کیفیت پیدا کر دیتی ہے یعنی گرم ہوا بدن کو گرم کر دیتی ہو گو وہ فی نفسہ سرد ہو اور ٹھنڈی ہوا بدن
کو سرد کر دیتی ہے گو وہ فی نفسہ گرم ہو یہ بھی جاننا چاہیے کہ خصوصاً ملمس سے مزاج کی رطوبت
اور یبوست دریافت کرنے کے لیے یہ شرط ہے کہ ملموس حرارت اور برودت مین معتدل ہو
ورنہ جائز ہے کہ جسم فی نفسہ یابس ہو لیکن گرمی نے اُسکو نرم کر دیا ہو یا یہ کہ فی نفسہ رطب ہو اور
برودت نے اُسکو سخت کر دیا ہو جیسے برف مین جب یہ بات معلوم ہو چکی تو ہم اب اصل

مدعا کی طرف رجوع کرتے ہین کہ جب کوئی معتدل المزاج چھونے والا کسی جسم کو چھوئے
تو دو حال سے خالی نہین یا یہ کہ اُس سے منفعل نہو گا یعنی نہ اُسکو گرم پائیگا نہ سرد تو جسم معتدل
ہوگا کیونکہ کوئی شئ اپنی مثل سے منفعل نہین ہوتی اور اپنے مخالف سے اثر قبول کرلیتی ہے اور یا یہ کہ اُس سے
منفعل ہوگا تو جس جسم کو چھوا ہے وہ اُس جہت مین اعتدال سے خارج ہوگا جسمین وہ معتدل اُس سے منفعل ہوا
ہے یعنی اگر وہ معتدل اُسکو گرم پائیگا تو وہ اعتدال سے خارج ہے اور حرارت کی طرف مائل ہے اور اگر اسکو
سرد پائیگا تو وہ اعتدال سے خارج اور برودت کی طرف مائل ہے یہ استدلال کا طریقہ تو اُن دو کیفیتون
مین سے ہے جو فعلی ہین اور جو انفعالی کیفیتین ہین یعنی رطوبت اور یبوست اُسکے دریافت کرنیکا یہ طریقہ ہے
کہ سختی اور نرمی سے منفعل ہونے کا اعتبار کیا جائے یعنی اگر چھونے والا لمس مین سختی اور نرمی کچھ
نپائے تو ملموس معتدل المزاج ہے اور اگر سخت پائے تو یابس ہے اور اگر نرم پائے تو رطب ہے
اور بعض لوگ ایسا گمان کرتے ہین کہ اس قیاس کرنے سے یہ مراد ہے کہ اگر اس ملموس کو
دوسرے ملموس سے قیاس کیا جائے اور یہ اسطرح کہ چھونے والا معتدل المزاج شخص کے ملمس سے واقف
ہو پس جس ملمس کو معتدل ملمس کے برابر پائے تو معلوم ہو جائیگا کہ یہ بھی معتدل ہے
اور جس ملمس کو کیفیت مین اُسکے مخالف پائے تو معلوم ہوگا کہ یہ اعتدال سے خارج ہے
یعنی اُس کیفیت کی طرف مائل ہے جس سے انفعال ہوا ہے لیکن یہ طریقہ اُسیوقت
ٹھیک ہے جب چھونے والے کے ذہن مین معتدل ملمس کی کیفیت باقی ہو ورنہ یہ طریقہ
نہ چلیگا مؤلف کہتا ہے علامات مزاج کی دوسری جنس گوشت اور روازا اور چربی ہے
یعنی انکی کثرت رطوبت مزاج کی علامت ہے (گوشت کا زیادہ ہونا تو رطوبت مزاج کی
علامت اسلیے ہے کہ گوشت کا مادی سبب گاڑھا خون ہے اور خون سب خلطون سے
بڑھکر تر ہے اور روازا اور چربی اسلیے کہ انکا مادی سبب خون کی مائیت ہے اور یہ خالص خون
سے بڑھکر رطب اور تر ہے) اور انکا زیادہ نہونا خشکی کی علامت ہے اور گوشت کی کثرت
رطوبت اور حرارت کی علامت ہے (رطوبت کی علامت ہونا تو معلوم ہو چکا اور حرارت کی
علامت ہونا اسلیے ہے کہ اسکا فاعلی سبب حرارت ہے کیونکہ حرارت ہی خون کی مائیت
تحلیل کرکے اور اُسکو ابخرے بنا کر خون کو سخت کرتی اور باندھتی ہے یہی وجہ ہے کہ جو بدن

اور وہی گوشت ہے ۱۲

گرم تر ہوتے ہین اُنمین گوشت زیادہ ہوتا ہے اور باردیابس بدنون مین گوشت کم ہوتا ہے)
اور رواز اور چربی کی کثرت رطوبت اور برودت کی علامتین ہین (تری کی وجہ تو معلوم ہو چکی
اور ٹھنڈک کا یہ سبب ہے کہ ان دونون کا فاعلی سبب برودت ہے کیونکہ برودت ہی
خون کی مائیت کو جما دیتی ہے یہی وجہ ہے کہ رواز اور چربی سرد تر بدنون مین زیادہ ہوتی
ہے اور گرم خشک بدنون مین کم) مین کہتا ہون گوشت کا مادی سبب گاڑھا خون ہے
اور اُسکا فاعلی سبب یعنی جو چیز اُسکو باندھ دیتی ہے وہ حرارت ہے پہلی بات کی تو یہ دلیل ہے
کہ گوشت کی جوہریت مین سختی ہے اور دوسری بات کی یہ دلیل ہے کہ گرم بدنون مین گوشت
زیادہ ہوتا ہے اور سرد بدنون مین کم۔ اور رواز یعنی وہ چکنائی جو گوشت پر ہوتی ہے اور چربی
یعنی جو گوشت سے علیحدہ ہوتی ہے جیسے کہ چربی کی وہ چادر جو معدہ اور آنتون پر لپٹی ہوتی
ہے تو ان دونون چیزون کا مادی سبب خون کی مائیت اور خون کی اوپر کی چکنائی ہے
مگر اتنا فرق ہے کہ چربی کا مادہ بہ نسبت مادۂ رواز کے زیادہ رقیق ہے اور انکا فاعلی سبب
یعنی جو چیز اُنکو باندھتی ہے وہ برودت ہے اسی لیے سرد بدنون مین رواز اور چربی زیادہ
ہوتی ہے اور گرم بدنون مین کم۔ اور آنتون مین چربی زیادہ ہوتی ہے (اسلیے کہ انمین
جمانے والی برودت زیادہ ہے) اور جگر پر کم (کیونکہ اُسمین گھلا دینے والی گرمی زیادہ ہے)
اور جو باریک باریک انتڑیان ہین اُنپر بھی چربی کم ہوتی ہے کیونکہ وہ جگر سے قریب ہین اگر
کوئی یہ شبہہ کرے کہ بدن کے سب اعضا سے دل سخت گرم ہے باایںہمہ دل پر چربی بہت
زیادہ ہے تو اسکا یہ جواب ہے کہ ہان چربی کی زیادتی وہان اسلیے کہ چربی کا مادہ وہان زائد
ہے کیونکہ طبیعت وہان مقدار کثیر بھیجتی رہتی ہے تاکہ حرارت کے زیادہ ہونے سے
اُسپر خشکی نہ دوڑ جائے کیونکہ وہیت اسکی رطوبت کو مدد پہونچاتی ہے (لیکن تمھارا اعتراض
وارد نہین ہوتا کہ دل نے زیادہ گرم ہوکر کیونکر چربی جمع کی اور کیسے جمائی اسلیے کہ دل نے
نہین جمائی بلکہ) دل مین چربی کو باندھنے والی وہ جھلی ہے جو اُسپر خارج سے لپٹی ہوئی ہے
کیونکہ وہ سرد ہے اور اپنے جوہر مین عصبی ہے (اسلیے اُسپر کثرت سے چربی جم جاتی ہے)
اور اسکے خزانہ کی جمع ہوئی جتنی چربی کو دل کی گرمی پگھلا دیتی ہے طبیعت اُس سے زیادہ وہان

اور جمع کر دیتی ہے کیونکہ طبیعت کو دل کی حفاظت کا بہت زیادہ خیال ہے ہماری اس تحقیق کے بعد متن مین جو کچھ مذکور ہے سب صاف ظاہر ہو گیا۔ **مؤلف کہتا ہے** اور تیسری جنس بال ہین پس بالون کی زیادتی اور موٹا ہونا اور گھونگر اور سیاہی یہ گرمی اور خشکی کی علامتیں ہین **مین کہتا ہون** یہ بات جاننی چاہیے کہ بدن کی حرارت اخلاط بدن مین سے بخاری اور دخانی جسم کو چھانٹتی ہے تو وہ بدن کے مسامات کو پاتا ہے پس اگر وہ مسامات معتدل ہین یعنی نہ تو زیادہ کھلے ہوے ہین کہ یہ جسم اول سے تحلیل ہو جائے (یعنے یہ جسم مین بخاریت اور دخانیت دونون ہون ۱۲) اور نہ زیادہ تنگ ہین کہ اُنکے اندر جا نہ سکے تو اُن معتدل مسامات مین چپک جاتا ہے اور جو کچھ کہ اُسمین ہوائی اور مائی جزو ہوتے ہین وہ تحلیل ہو جاتے ہین اور جو دخانی جزو ہوتے ہین وہ جم جاتے ہین اسکے بعد اُسکو ہمیشہ پے در پے دخانون سے مدد پہونچتی رہتی ہے اور جو سخت ہو جاتا ہے وہ بقدر مسام باہر نکل آتا ہے (یعنی اگر مسام پتلا ہے تو نکلنے والا بال بھی مہین ہوتا ہے اور اگر مسام چوڑا ہے تو بال بھی موٹا ہوتا ہے) اور اُسکا نام بال ہے (نفیسی مین ہے کہ بدن کی گرمی سے جو دخانی بخار خلطون سے اُٹھتا ہے اور بدن کے مسامات کو تنگی اور کشادگی مین معتدل پاتا ہے تو اُسمین چپک جاتا ہے اور لپٹ رہتا ہے اور اُسمین جو اجزاے مائیہ ہوتے ہین وہ تحلیل ہو جاتے ہین کیونکہ دخانی بخار کی ترکیب اجزاے مائیہ اور اجزاے ہوائیہ اور اجزاے ارضیہ اور اجزاے ناریہ سب سے ہوتی ہے کیونکہ بخار کی ترکیب تو اجزاے مائیہ اور اجزاے ہوائیہ سے ہوتی ہے اور دخان کی ترکیب اجزاے ارضیہ اور اُن اجزاے ناریہ سے ہوتی ہے جو اجزاے ارضیہ کو اوپر کی جانب اُٹھاتے ہین لہذا بخار دخانی یعنی جسمین دونون باتین ہون اجزاے مائیہ اور اجزاے ہوائیہ اور اجزاے ارضیہ اور اجزاے ناریہ سے مرکب ہوگا اور اسمین صرف اسقدر اجزاے مائیہ باقی رہجاتے ہین جس سے اُسکے جزون کا لگاؤ ہوتا ہے اور بخار دخانی کے تھوڑے سے اجزاے مائیہ کی تحلیل ہو جانے کے بعد اُسکے باقی اجزا اپنی اور بدن کی گرمی سے مسام کی ہیئت اور کشادگی کی مقدار پر منعقد ہو جاتے ہین اور یہ بندھا ہوا بخار ہمیشہ پیاپے اجزون اور خارج کی طرف اپنی تدافع سے مدد لیتا رہتا ہے اور اسی سے بال بنتے ہین اور بالون کی خلقت

اُسی وقت پوری ہوتی ہے جبکہ خون زیادہ ہو یا گاڑھا ہو بشرطیکہ خون مین رطوبت اور مائیت کم ہو اور مزاج گرم ہو اور نہ تری اور خشکی مین معتدل ہو اور مسامات کشادگی اور تنگی مین معتدل ہون خون کی کثرت کی شرط تو اسلیے ہے کہ جب خون زیادہ ہوگا تو دخان زیادہ ہونگے یہی وجہ ہے کہ خون کم ہونے کی حالت مین بال کم اُگتے ہین اور معاون کے نہ پہونچنے سے بال گر پڑتے ہین جیسا کہ ضعیف اور نفیسہ لوگون مین ہوتا ہے اور خون کا گاڑھا ہونا اسلیے مطلوب ہے کہ جو دخان اُس سے اُٹھیگا اُسکے بعض کا بعض سے ملنا ممکن ہوگا اور اگر خون مین مائیت زیادہ ہوگی تو اُس سے جو دخان اُٹھیگا اُسمین بھی مائیت زیادہ ہوگی کہ اُسکے بعض بعض سے نہ ملینگے اور اُسکی دخانیت بھی کثرت بخارات کی وجہ سے تحلیل ہو جائیگی اسی سبب سے لڑکون مین بال کم ہونے ہین کہ اُنکا خون گاڑھا نہین ہوتا اور مزاج کی حرارت درکار ہونے کا یہ سبب ہے کہ دخانون کی بنانیوالی درحقیقت گرمی ہی تو ہے یہی وجہ ہے کہ سرد مزاج والون مین بال کم ہوتے ہین اور رطوبت اور یبوست کا اعتدال اسلیے شرط ہے کہ رطوبت والی چیز کی یہ شان ہے کہ بخار نکلجانیکے بعد اُسکے مسامات بند ہوجاتے ہین جیسے نشاستہ ہے جب پانی مین پکایا جائے اور اُبالا جائے کہ جب بخار کسی مقام کو توڑ کر باہر نکل جاتا ہے تو بخار کے نکلجانیکے بعد نشاستہ اپنے پہلے اتصال کی طرف عود کرآتا ہے اور جب ایسا ہے تو وہ بخار جو مسام کے منطبق ہونیکے بعد نکلا ہے وہ اُس بخار سے متصل نہوگا جو پہلے نکلے اور جو چیز یابس ہے اُسکے کھلے ہوئے سوراخ کھلے کے کھلے رہتے ہین اسلیے بخار متفرق ہوجاتا ہے اور مجتمع نہین رہتا اور مسام کے معتدل ہونے کی یہ ضرورت ہے کہ اگر مسام کشادہ ہونگے تو دخانی بخار ضرور تحلیل ہو جائینگے اور اُسکے بعض اجزا بعض سے نہ چپکینگے اور اگر مسامات تنگ ہونگے تو اُسمین بخار نافذ نہو گا اور بال نہ بنینگے) جب یہ بات معلوم ہو چکی تو ہم کہتے ہین کہ بالون کا زیادہ ہونا اور موٹا ہونا حرارت اور یبوست پر دلالت کرتا ہے کیونکہ یہ دونون باتین یہ بتاتی ہین کہ دخانیت زیادہ ہے جو بغیر فاعل یعنی حرارت اور مادی یعنی اجزاے ارضیہ یابسہ کے نہین حاصل ہوسکتی اگر کوئی یہ شبہہ کرے کہ ہم یہ بات نہین مانتے کہ بالون کا موٹا ہونا اس امر پر دلالت کرتا ہے

کہ دخانیت زیادہ ہے کیا یہ نہین ہوسکتا کہ مسامات کے کشادہ ہونیسے بال موٹے ہوگئے
ہون تو اسکا یہ جواب ہے کہ یہ نہین ہوسکتا کہ صرف مسامات کے کشادہ ہونے سے بال
موٹے ہوتے ہین بلکہ اگر ایسا ہو کہ مسامات کشادہ ہون اور مادہ زیادہ نہو تو مادہ کے
تحلیل ہو جانیسے بال ہی نہ بنینگے چہ جائیکہ بال موٹے ہون اس سے یہ بات نکلتی ہے
کہ مادہ کی کثرت ہی سے بال موٹے ہوتے ہین اور بالون کا گھونگر حرارت اور یبوست
کی دلیل ہے کیونکہ حرارت کی کثرت چاہتی ہے کہ خشکی بشدت ہو اسکا یہ اثر ہے کہ اجزا
تہ بہ تہ ہو جاوین یہی وجہ ہے کہ خشک درخت جنکو پانی نہین پہونچتا گرہ دار ہو جاتے
ہین اور لپیٹ جاتے ہین واضح ہو کہ جس گھونگر سے حرارت اور یبوست پر استدلال کیا جاتا ہے
وہ وہ ہے جو کسی خارجی وجہ سے نہو جیسے ہوا کی حرارت اور خشکی سے حبشیون کے بال
گھونگروالے ہوتے ہین اس سے مزاج کی حرارت و یبوست پر دلالت نہو گی اور یہ ظاہر
ہے اسی وجہ سے مؤلف نے اُسکے بیان کی ضرورت نہ سمجھی اور بالون
کی سیاہی حرارت اور یبوست پر اسلیے دلالت کرتی ہے کہ ابھی معلوم ہو چکا ہے کہ بالون
کی پیدایش بندھے ہوے دخان سے ہے اور دخان سیاہ ہے پس جو حرارت اُسکو پیدا
کرتی ہے ضرور ہے کہ قوی ہو تاکہ بلغم کو اور اُس خون کو جسمین مائیت ہے دور کرے
اور ایسی حالت مین لامحالہ حرارت اور یبوست غالب ہو گی اور ہمارا یہی مقصود ہے اور
ہمارے بیان سے یہ بات بھی نکل سکتی ہے کہ برودت اور رطوبت بالون کے کم ہونے
اور مہین ہونے اور سیدھا ہونے اور علاوہ سیاہی کے دوسری رنگت پیدا ہو جانے کو
چاہتی ہے (سیاہی کے علاوہ دوسرا رنگ خالص سرخی یا سرخی زردی مائل یا سفیدی
ہے) بالون کی کمی اور انکا مہین ہونا برودت اور رطوبت کی علامت اسلیے ہے کہ جب
دخان اُٹھانیوالی حرارت غالب ہوتی ہے اور اسیطرح پر اجزاے ارضیہ بالبہ غالب ہوتے
ہین تو بال گھنے ہوے اور موٹے ہوتے ہین کیونکہ فاعل بھی قوی ہے اور مادہ بھی زیادہ
ہے پس جسوقت بال کم اور مہین ہونگے تو لامحالہ حرارت بھی کم ہو گی اور اجزاے ارضیہ
بھی کم ہونگے اور بالون کا سیدھا ہونا اسلیے برودت اور رطوبت کی علامت ہے کہ انکا

سیدھا ہوتا تری اور مائیت کی کثرت سے ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ جو درخت بہت تر زمینون مین
اُگتے ہین سیدھے ہوتے ہین اور سرخی کی یہ وجہ ہے کہ جب دخان اُٹھانیوالی حرارت ضعیف
ہوتی ہے اُسوقت سرخی پیدا ہوتی ہے کیونکہ اگر حرارت قوی ہوتی تو احتراق کی شدت سے
دخان ضرور کالا ہوجاتا اور اُسوقت پیدا ہوتی ہے جبکہ دخان بننے والے خون مین مائیت
زیادہ ہو تو جو دخان اُس سے اُٹھیگا اُسمین بخار زیادہ ہوگا اب جسوقت دخان کے کل بخار
کو حرارت تحلیل نکرسکیگی تو وہ کثیف ہوکر اور جمکر رنگت مین سفید ہوجائیگا جیسے برف کی حالت
ہے اور دخان کی رنگت سیاہ ہے اور سیاہی اور سفیدی کی ترکیب سے سرخی پیدا ہوتی ہے
یا یہ سرخی اُسوقت پیدا ہوتی ہے جبکہ بلغم غالب ہو اور اُسکا رنگ دخان مین باقی رہتا ہے
پس اس بقیہ رنگ اور بخار کے رنگ سے حمرت مرکب ہوتی ہے غرضکہ سرخی برودت
اور رطوبت سے پیدا ہوتی ہے ایسے ہی زرد رنگ کی سرخی بھی ہے رہی بالون کی سفیدی
یہ بھی برودت اور رطوبت کی علامت ہے کیونکہ رطوبت اور برودت کی افراط کیوقت ابخرے
دخانیت پر غالب آجاتے ہین کیونکہ حرارت اُنکے تحلیل کرنے سے کمزور ہوتی ہے اور یہ
ابخرے ٹھنڈک کی وجہ سے ظاہر بدن کے پاس جم جاتے ہین اور سفید ہوجاتے ہین
جیسے سرکہ مین سفیدی آجاتی ہے واللہ اعلم۔) **مؤلف کہتا ہے** اور دسون جنسون
مین سے چوتھی جنس بدن کی رنگت ہے پس سفیدی تو برودت کی علامت ہے (کیونکہ
برودت سے خون کم پیدا ہوتا ہے اسوجہ سے کہ خون کامل نضج اور پختگی سے پیدا ہوتا ہے
اور کامل پختگی حرارت سے ہوتی ہے اور صفرا بھی کم پیدا ہوتا ہے کیونکہ صفرا خون سے
زیادہ گرم ہے اور سودا بھی کم پیدا ہوتا ہے کیونکہ طبعی سودا طبعی خون کی تلچھٹ ہے اور
جب خون کم پیدا ہوگا اُسکی تلچھٹ بھی کم پیدا ہوگی رہا غیرطبعی سوداء تو وہ اتنی زائد حرارت کا
محتاج ہے جو احتراق پیدا کردے اور برودت سے احتراق ہوتا نہین کیونکہ احتراق غلبۂ حرارت سے
ہوتا ہے غرضکہ برودت سے یہ سب خلط مذکور کم پیدا ہوتے ہین اور جو کچھ پیدا ہوتے ہین
وہ بہت گاڑھے ہوتے ہین اور باہر وار حرکت نہین کرتے کیونکہ حرکت تو حرارت سے
ہوتی ہے اور یہان حرارت ہے نہین پس جلد کی جو اصلی رنگت ہے یعنی سفیدی وہ ظاہر

ہو جاتی ہے) اور غلبۂ بلغم کی علامت ہے (کیونکہ بلغم کی رنگت سفید ہے پس جبوقت غالب
ہوگا اُسکا رنگ جلد سے پھوٹ نکلتا ہے اور برودت کی سفیدی اور بلغم کی سفیدی مین یہ فرق
ہے کہ بلغم کی سفیدی کے ساتھ ڈھلڈھلاپن اور جلد کی نمی اور نرمی ہوتی ہے اور لمس مین
ٹھنڈک کا ظہور زیادہ ہوتا ہے) اور سرخی حرارت کی علامت ہے (کیونکہ حرارت خون کو
پتلا اور لطیف کر دیتی ہے گو تھوڑا ہو اور ظاہر کی جانب حرکت دیتی ہے اور برودت اُسے
گہرائی مین بٹھالتی ہے) اور دمویت غالب ہونے کی علامت ہے (کیونکہ جلد سفید
ہوتی ہے اور اُسمین سرخی کا جھلکنا بہ بغیر اسکے نہین ہو سکتا کہ کوئی رنگت پیدا کرنے والی چیز ہو
اور ایسی چیز بدن مین سوا ے خون کے کوئی بھی نہین اور اگر خون کم ہوتا ہے تو اُس سے
سرخی ظاہر مین نہین پیدا ہوتی مگر اُسوقت جبکہ اعتدال سے زائد حرارت کے ساتھ ہو) اور
ان دونون (یعنی سرخی اور سفیدی) کی ترکیب (یعنی سرخی اور سفیدی کا ملا ہونا) اعتدال
کی علامت ہے (کیونکہ یہ ترکیب اس خون کے اعتدال پر دلالت کرتی ہے جو پختگی مین
معتدل ہونے سے حاصل ہوتا ہے نیز اسپر دلالت کرتا ہے کہ خون کے رنگ کے ساتھ جلد کا
طبیعی رنگ جمع ہے) اور گندمی رنگ اور زردی حرارت اور غلبۂ صفرا کی علامت ہے (حرارت
کی تو اسلیے کہ حرارت جوش پیدا کرتی ہے اور مواد کو صفرا بناتی ہے اور غلبۂ صفرا کی اسلیے
کہ جب صفرا غالب ہوتا ہے تو اُسکا رنگ جلد مین پھوٹ نکلتا ہے) اور خون کی کمی کی بھی
علامت ہے جسطرح کہ نقیہ لوگون مین ہوتا ہے (کیونکہ جب رنگ دینے والا کم ہوتا ہے تو اُس سے زردی پیدا
ہو جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ جب شراب مین پانی ملا دیا جائے تو وہ شراب زرد ہو جاتی ہے اور جو زردی خون کی
کمی سے ہوتی ہے اُسمین اور اُس زردی مین جو غلبۂ صفرا سے ہوتی ہے یہ فرق ہے کہ غلبۂ صفرا کی زردی مین چمک
ہوتی ہے اور اُسکے ساتھ حرارت کے آثار نمایان ہوتے ہین بخلاف اُس زردی کے جو خون کی کمی سے پیدا ہو) اور
سانولی رنگت زیادہ برودت اور بحید سوداء کی علامت ہے (برودت کے زیادہ ہونیسے خون بھی کم ہوتا ہے
کیونکہ خون کی زیادتی فقط حرارت سے ہوتی ہے اور جتنا خون ہوتا ہے وہ بھی جما ہوا اور
جب خون جم جاتا ہے تو اُس سے وہ کمی اور بھی بڑھ جاتی ہے اور جمود اور کثافت کے سبب سے
جو چمک پیدا کرنیوالے ہوتے ہین سودے کیطرف مستحیل ہو جاتا ہے اسی لیے رنگ سانولا

اور سیاہی کی طرف متغیر ہو جاتا ہے اور سودا ر سے وہ سودا ر مراد ہے جسمین احتراق نہوا
ہو کیونکہ سودا ر محترق کے ساتھ جلد مین چمک بھی ہوتی ہے اور سانولی رنگت مین چمک نہین
ہوتی) مین کہتا ہون واضح ہو کہ کھال ایک عضو عصبی اور سفید چیز ہے یہی وجہ ہے
کہ جسقدر گرم پانی سے اُسکے دھونے مین مبالغہ کیا جائیگا اُسی قدر اُسکی سفیدی نکلتی
آئیگی اور سفیدی کے علاوہ اُسکی اور جتنی رنگتین ہین وہ عارضی ہین اصلی نہین ہین جب یہ
بات معلوم ہوگئی تو اب ہم کہتے ہین کہ بدن کا سفید رنگ ہونا اُسکے ظاہر مین خون نہونیکی
دلیل ہر اور اسکی بھی دلیل ہر کہ اسمین صفرا نہین ہر یا ہر تو کم ہر کیونکہ اگر اُسمین خون زیادہ ہوتا تو اُسمین
سرخی پھوٹ نکلتی اور اگر صفرا زیادہ ہوتا تو اُسمین زردی آجاتی آور ایسی صورت مین دو حال
سے خالی نہین یا تو اُسمین بلغم کی کثرت ہوگی یا کثرت نہوگی اگر کثرت ہو تو یہ سفیدی برودت
اور غلبۂ بلغم کی وجہ سے ہے برودت کی وجہ تو یہی ہے کہ جلد پر پٹھا غالب ہے اور وہ عصبی چیز ہے
اور معلوم ہے کہ پٹھے کی سفیدی اُسکی برودت ہی کی وجہ سے ہے آور غلبۂ بلغم کی یہ وجہ ہے
کہ بلغم کی رنگت سفید ہے آور اگر بلغم کی کثرت نہو تو سمجھ لینا چاہیے کہ یہ سفیدی صرف برودت
ہی سے ہے پس معلوم ہوگیا کہ جلد کی سفیدی یا تو برودت اور غلبۂ بلغم دونون کی وجہ سے ہے
اور یا صرف برودت ہی کی وجہ سے آور ان دونون سفیدیون مین فرق یہ ہے کہ بلغم کی سفیدی
مین ڈھلڈھلا پن اور ملس کی نرمی اور تری ہوتی ہے اور برودت کا اثر زیادہ ظاہر ہوتا ہی بخلاف اُس سفیدی
کے جو برودت ہی سے ہو کہ اُسکے ساتھ یہ سب باتین نہین ہوتین اُور بدن کا سُرخ رنگ ہونا یہ حرارت
اور خون کے غالب ہونیکی دلیل ہر کیونکہ جلد تو اصل مین سفید ہر اور بدن مین اُسکی سرخ کرنیوالی چیز
سوائے خون کے اور کوئی نہین ہے لیکن خون اُسیوقت سرخی پیدا کرتا ہی جبکہ اندر بیٹھا نہووے کہ
حرارت مین فتور نہوگا ورنہ معلوم ہوگا کہ برودت غالب ہے اور حرارت ضعیف ہے اور برودت اپنے
غلبے سے خون کو گہرائی مین ڈالتی ہر اور سفیدی اور سرخی کا میل یعنی ان دونون کا درمیانی طور پر باہم
ملنا حرارت اور برودت کے اعتدال کی دلیل ہر اور اس امر کی دلیل ہی کہ نہ بلغم خون پر غالب ہے اور نہ
خون بلغم پر اور گندمی رنگ حرارت کی دلیل ہے کیونکہ جلد سفید چیز ہے پس اس مین سیاہی ملنے کے
واسطے ضرور ایسی حرارت کی ضرورت ہے جسنے جلن پیدا کرکے سیاہی دوڑائی اور سفیدی اُس سے

ملا گندمی رنگ ہو گیا اسمین اسکی بھی شرط ہے کہ اُسکے ساتھ تھوڑا سا صاف خون بھی ہو ورنہ
رنگ مین بھدمیلا پن آجائیگا اور بدن کی رنگت کا زرد ہونا حرارت اور غلبۂ صفرا کی علامت ہے
اور یہ ہمارے پچھلے بیان سے ظاہر ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ رنگت کی زردی بسبب
کمی خون کے ہوتی ہے گو صفرا نہ پایا جائے جیسے نقیہ لوگون مین ہوتا ہے کیونکہ خون ہی
سرخی پیدا کرتا ہے اور جب کم ہوتا ہے تو زردی پیدا کر دیتا ہے جیسے شراب مین بہت سا
پانی ملا دینے کے بعد زردی آجاتی ہے اور اُس زردی مین جو غلبۂ صفرا کی وجہ سے ہو اور
اُس زردی مین جو خون کی کمی سے ہو یہ فرق ہے کہ اول کے ساتھ ساتھ حرارت کا ظہور
بھی ہوتا ہے اور رنگ مین بھدمیلا پن بھی ہوتا ہے ۔ اور بدن کا بھدمیلا رنگ زیادہ برودت
اور یبوست سے سوداء کی نشانی ہے کیونکہ اُسکا مکدر ہونا اور اُسمین چمک کا نہونا اسوجہ سے
کہ خون جما ہوا ہے اور خون جمکر سوداء ہو جاتا ہے اور برودت لامحالہ غالب ہوتی ہے
کیونکہ برودت ہی خون کو جما دیتی ہے واللہ اعلم ۔ مؤلف کہتا ہے اور دسون جنسون
مین کی پانچوین جنس خلقتِ اعضا کی کیفیت ہے پس سینہ اور رگون کی کشادگی اور
اُنکا باہر نکلا ہونا اور نبض اور اطراف کا چوڑا ہونا اور جوڑون کا ظاہر ہونا یہ سب حرارت کی
علامتین ہین اور اُنکی ضدین (یعنی سینہ اور رگون اور نبض کی تنگی اور رگون کا چھپا ہونا
اور نبض کا چھوٹا رہنا وغیرہ) برودت کی علامتین ہین (سینے کی کشادگی حرارت کی
علامت اسلیے ہے کہ حرارت تمام کامون مین طبیعت کے لیے ذریعہ اور آلہ ہے پس
جسوقت حرارت قوی ہوگی تو طبیعت اپنے افعال مین جیسا کہ چاہیے کامیابی حاصل
کریگی یعنے اعضا کو بڑھائیگی اور تجویفون کو کشادہ کریگی خصوصًا سینے کو کیونکہ وہ دل کے
ساتھ نزدیک ہے اور اسلیے کہ جب حرارت کی قوت جاذبہ قوی ہوگی تو اعضا کی طرف بونہی
پوری غذا کو کھینچ لائیگی تو اعضا مین لامحالہ بڑائی اور کشادگی پیدا ہوگی اور اسلیے کہ مزاج کی
حرارت کے وقت روحین زیادہ ہوا کرتی ہین اور چاہتی ہین کہ اُنکو کشادہ مکان ملے تاکہ
گھُٹ نہ جائین اسی لیے طبیعت سینے کو کشادہ کر دیتی ہے اور روحین اپنی کثرت کے
ساتھ گرم بھی ہین اور چاہتی ہین کہ ترویح کے لیے اُن تک بہت سی ہوا پہونچتی رہے اور

ترویح راحت پہونچانا ۱۲

بہت سی ہوا بھی کشادہ مکان کو چاہتی ہے یہی سبب رگون کی کشادگی کا بھی ہے اور
نبض کے عظیم ہونے کی یہ وجہ ہے کہ حرارت کا غلبہ اس بات کو چاہتا ہے کہ شریان کی
تجویف وسیع ہو اور جب شریان کی تجویف وسیع ہوگی تو روح بقدر وسعت اُسمین داخل
تجویف یعنی رگ کے اندر کا خالی پیٹ جیسے نے کا خالی ہوتا ہے
ہوگی اور شریان کا عرض وعمق پھیل جائیگا اسوجہ سے نبض چوڑی ہوگی اور غلبہ حرارت اس
بات کو بھی چاہتا ہے کہ سرد ہوا کے جذب کرنے کی بہت زیادہ حاجت ہو پس جسوقت حاجت
بھی زیادہ ہے اور قوت بھی قوی تو نبض مین طول اور شہوق پیدا ہوگا تاکہ حاجت کے موافق
سرد ہوا کو جذب کرسکے اور طول اور شہوق اور عرض کے جمع ہونے سے نبض عظیم ہوگی وہو المقصود
اور اطراف کے عظیم ہونے کا یہ سبب ہے کہ حرارت مواد کو متفرق کرتی اور پھیلاتی ہے پس مواد
اطراف کے قریب زیادہ جمع ہوجاتے ہین اور جوڑون کے ظاہر ہونے کا یہ سبب ہے کہ حرارت
مواد کو منتشر کرکے مفاصل یعنی جوڑون کیطرف بہالیجاتی ہے اور جوڑ ہی محل حرکت ہین اور
حرکت مواد کے جذب کرنے مین حرارت کو مدد دیتی ہے پس جوڑون کے پاس مواد بکثرت
مجتمع ہوجاتے ہین اور ظاہر ہے کہ جب مواد جوڑون کے پاس بکثرت جمع ہونگے جوڑ بڑھ جاینگے
اور ظاہر ہوجائینگے اسی لیے کہا جاتا ہے کہ جوڑون کا ظاہر ہونا حرارت کی علامت ہے
اور ان سب باتون کی ضدین برودت کی علامت اسلیے ہین کہ برودت بجھادینے والی
اور سست کردینے والی اور طبیعت کو اپنے افعال کے پورا کرنے سے روکنے والی ہے
واللہ اعلم) مین کہتا ہون سینے کا چوڑا ہونا حرارت کی وجہ سے ہے کیونکہ گرم مزاج
مین روحین بہت اور گرم ہوتی ہین اسلیے اپنے واسطے کشادہ مکان کو چاہتی ہین تاکہ گھٹ
نہ جائین اور اسواسطے بھی کشادہ مکان کو چاہتی ہین کہ ترویح کے لیے اُن تک بہت سی
سرد ہوا پہونچتی رہے تاکہ جل نہ جائین اور رگون کی کشادگی بھی حرارت ہی کی وجہ سے ہے
اور سبب اسکا بھی وہی ہے جو کشادگی سینہ کا ہے اسی طرح رگون کا ظاہر ہونا بھی اور نبض
کا عظیم ہونا بھی حرارت سے ہے کیونکہ تجویف کی کشادگی اسوجہ سے ہے کہ بہت سی ہوا
کی بہت زیادہ ضرورت ہوتی ہے اور یہ نہین ہے مگر اسلیے کہ حرارت قوی ہے اور اطراف
کا عظیم ہونا یعنی اپنی مقدار مین پورا ہونا اور بدن کے جوڑون کا ظاہر ہونا یہ بھی حرارت سے ہی

کیونکہ جسم کیطرف کو پھیلانا اور اُنکی مقدار کا پورا کرنا یہ سب حرارت ہی سے ہے کیونکہ حرارت ہی
طبیعت کے اُن افعال کی جو متعلق نشو و نما ہین آلہ اور ذریعہ ہے آور ان سب باتون مین
مادہ کے زیادہ ہونے کی بھی ضرورت ہے لیکن مؤلف نے اسکا تعرض اسیلیے نہین کیا کہ
ایک ظاہر بات تھی اور ان سب باتون کی ضدین برودت کی علامتین ہین اور یہ بات ہمارے
بیان کے سمجھ لینے کے بعد بالکل کھلجاتی ہے **مؤلف کہتا ہے** اور دسون جنسون مین
کی چھٹی جنس اثر قبول کر لینے کی کیفیت ہے پس جس کیفیت سے جلد انفعال ہو وہی کیفیت
بدن پر غالب ہوگی (کیونکہ ہر ایک جسم پر چارون کیفیتون مین سے کوئی نہ کوئی کیفیت غالب
ہوا کرتی ہے اور وہ جسم اپنے اندر اسی کیفیت کے شدید ہونے کی استعداد اور صلاحیت رکھتا
ہے جیسے لکڑی گندھک سے جلد شعلہ پکڑ لیتی ہے اور اسکا سبب یہ ہے کہ جس مادہ پر کوئی
کیفیت غالب ہوتی ہے تو وہی کیفیت اُس مادہ کو ایسی صورت کے قبول کر لینے کا صالح
بنا دیتی ہے جسکی موجب وہ کیفیت ہوتی ہے مثلاً حرارت پانی کو ایسی صورت کے قبول کر لینے
کے قابل بنا دیتی ہے جسکی موجب حرارت ہوتی ہے اور اُس سے اُس صورت کی فعلی استعداد
کو دور کر دیتی ہے جسکا موجب برودت ہے آور جب ایسا ہے تو جس بدن پر کوئی کیفیت

پس ثابت ہوا کہ جس جسم پر کوئی کیفیت غالب ہوتی ہے تو وہ اُس کیفیت کے شدید ہونیکا صالح ہوتا ہے ۱۲ منہ

غالب ہوگی تو جو صورت اس کیفیت کو چاہتی ہے اسکی طرف اس بدن کے مستحیل ہونے کی صلاحیت
زیادہ ہوگی اور وہ کیفیت اُس بدن مین جلد حاصل ہوگی بخلاف اُس کیفیت کے جو اس کیفیت
کی مضاد اور مخالف ہے کہ اُسکا حصول بدن مین دشواری سے ہوگا اس مدعا کے ثابت کرنیکے
لیے ہم یون بھی کہہ سکتے ہین کہ جب کسی عنصر پر کوئی کیفیت غالب ہوتی ہے تو اس غلبہ کے
وقت اُس کیفیت کے قبول یا حفاظت کی استعداد اس عنصر سے جاتی رہتی ہے جو کیفیت
غالبہ کے مخالف اور مضاد ہے اور اس استعداد کا جاتے رہنا اُس کیفیت کے قبول یا حفاظت
کی پوری پوری استعداد پیدا کر دینے کی علت ہے جو اُسپر غالب ہے کیونکہ یہ بات ثابت ہو چکی
ہے کہ عدم شئی کی علت کا موجود نہونا اُس شے کے وجود کی علت ہے پس مضاد کیفیت کی
پوری پوری استعداد کیفیت غالبہ کے استعداد نہونے کی علت ہے اور جسوقت مضاد کیفیت
کی استعداد جاتی رہے تو کیفیت غالبہ کی استعداد تام اسمین پیدا ہو جائیگی پس خارجی گرم چیز کی

حرارت داخلی گرم کی حرارت کو قوی کرتی ہے نہ یہ کہ خارجی گرم داخلی گرم کو قوی کرتا ہے
کیونکہ یہ دونون مراتب حرارت مین باہم متضاد ہین اور اس سے استدلال کا طریقہ یہ ہے
کہ ایک ہی بدن پر ایک مرتبہ گرمی کو اور ایک مرتبہ سردی کو پیش کیا جائے کہ یہ دونون اعتدال
سے خارج ہونے مین برابر ہون تو جس کیفیت سے بہت یا بسرعت کے ساتھ انفعال ہو یعنی
جس کیفیت کا جلد اثر پڑے وہی کیفیت اُس بدن پر غالب ہوگی اور یہی حالت تخلخل اور تکاثف
کی بھی ہے شیخ بوعلی سینا نے اس مقام پر ایک شبہہ وارد کیا ہے وہ کہتے ہین کہ اس معنی کر
تو یہ واجب ہے کہ کیفیت مناسبہ اور مشابہہ سے اثر قبول کرنا اولی ہو حالانکہ ہم یہ بات یقینی
طور پر جانتے ہین کہ ہر شے اپنی ضد ہی سے منفعل ہوتی ہے نہ کہ شبیہ سے مؤلف نے اس کا
جواب اسطرح دیا ہے کہ جو کیفیت بدن پر خارج سے وارد ہوئی ہے اگر اعتدال سے خارج
ہونے مین بدن کی کیفیت کے برابر ہے تو اُسمین کوئی شبہہ نہین ہے کہ بدن اُس خارجی
کیفیت سے بہت زیادہ منفعل ہوگا بلکہ اگر خارجی کیفیت بدنی کیفیت سے کم ہوگی تو بدن کا
انفعال اُس کیفیت سے جلد بھی ہوگا اور اسپر تجربہ شاہد ہے دیکھیے جب گرم مزاج بدن پر تھوڑی
سی بھی خارجی حرارت پہونچتی ہے تو وہ مشتعل ہو جاتا ہے اور اُسکی حرارت اور زور پکڑ لیتی ہے
اور جسوقت اُسپر برودت پہونچے تو گو زائد بھی ہو تاہم وہ اُس سے منفعل نہین ہوتا واللہ اعلم)
مین کہتا ہون جس جسم کے مزاج پر کوئی کیفیت غالب ہوگی تو اُسمین یہ قابلیت ہے کہ
اسی قسم کی خارجی کیفیت وارد ہونیکے بعد اُسکی اندرونی کیفیت مین اشتداد ہو سکے کیونکہ جو خارجی
کیفیت اُسپر وارد ہوئی ہے وہ اُس کیفیت کی قوی کرنے والی ہے جو بدن کی تمام کیفیتون مین
اُس بدن پر غالب اور قوی ہے پس جو کیفیت بدن مین ضعیف ہو کر پائی گئی ہے یعنی جو
اُس غالب کیفیت کی ضد ہو اُسپر وہ خارجی کیفیت لامحالہ غالب آجائیگی اور جو جسم
اُس کیفیت کے شدید ہو جانیکا مستعد اور صالح ہے وہ جلد اُسکا اثر بھی قبول کریگا اسی لیے
گندھک بہ نسبت لکڑی کے آگ سے جلد بھڑک اُٹھتی ہے اور مخمور آدمی بہ نسبت ہوشیار شخص
کے خوشی کی کیفیت کو جلد قبول کرتا ہے اور یہ ایک ظاہر بات ہے پس اس سے یہ نتیجہ برآمد
ہوا کہ جس جسم کے مزاج پر کوئی کیفیت غالب ہوگی وہ اُسی کیفیت سے جلد اثر قبول کریگا

پس اثر کا جلد قبول کر لینا یہ اُس کیفیت کے غالب ہونے کی علامت ہے اور اس سب تمہید سے یہ نکلا کہ جو جسم جلد گرم ہو جائے وہ اُس جسم سے زیادہ گرم ہو گا جو اُس سے دیر میں گرم ہوا اور جو جلد سرد ہو جائے وہ اُس سے زیادہ سرد ہو گا جو دیر میں سرد ہو اگر کوئی یہ شبہہ کہے کہ کوئی چیز اپنی مثل اور مشابہ سے اثر نہین قبول کرتی ہے بلکہ اپنی ضد سے منفعل ہوتی ہے تو اُسکے جواب مین ہم یون کہینگے کہ جو چیز کیفیت کی مقدار مین اُس جسم کے برابر ہو اُس سے وہ جسم اثر نہین قبول کرتا کیونکہ گرم چیز زیادہ گرم سے منفعل ہوتی ہے لیکن اس صورت کو یہ نہین کہ سکتے کہ ایک چیز اپنی مثل سے منفعل ہوئی کیونکہ جو چیز کم گرم ہے وہ اُسکے اعتبار سے بارد ہے جو زیادہ گرم ہے تو کم گرم اس حیثیت سے منفعل ہوئی ہے کہ سرد ہے نہ اس حیثیت سے کہ گرم ہے غرضکہ کوئی چیز اپنے اُس شبیہ اور مثل سے منفعل نہوتی جو طبیعت اور مقدار کیفیت مین اُسکے برابر ہے مثلاً دونون معتدل ہون یا یہ کہ حرارت یا برودت مین دونون اعتدالی کیفیت سے برابر خارج ہون۔ **مؤلف کہتا ہے** اور دسون جنسون مین کی ساتوین جنس افعال طبعیہ ہین (یعنی وہ افعال جو طبیعت سے صادر ہوتے ہین خواہ طبعیہ ہون خواہ نفسانیہ خواہ حیوانیہ) پس جو افعال کامل ہون (یعنے درست اور صحیح ہون) وہ اعتدال (مزاج اور استوار ترکیب) کی علامت ہین (یعنی افعال کی درستی بسبب صحت کے ہے اور صحت بسبب اعتدال مزاج کے ہو مؤلف نے اعتدال مزاج کا ذکر کیا اور استوار ترکیب کو چھوڑ دیا اسلیے کہ مقصود مزاج مین کلام اور بحث کرنا ہے) اور ناقص یعنی ضعیف اور باطل افعال برودت کی علامت ہین (کیونکہ برودت سارے کامون کی مزاحم ہوتی ہے پس اگر برودت کم ہے تو افعال مین ضعف آجائیگا اور اگر زیادہ ہے تو افعال منتفی ہو جائینگے اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ افعال کے نقصان اور بطلان کی دلالت برودت پر دائمی نہین ہے بلکہ اکثری ہے کیونکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ افعال کا نقصان اور بطلان حرارت کی وجہ سے ہوتا ہے جبکہ حرارت اُس حد تک پہونچ جائے کہ قوت کو ضعیف کر دے کیونکہ ہر سوء مزاج خلقی ہو یا غیر خلقی قوت کو ضعیف کر دیتا ہے اور قوت کے ضعیف ہو جانے سے سب کام مختل ہو جاتے ہین لیکن اُس

نقصان

نقصان اور بطلان مین جو کہ حرارت سے ہوا اور اُس نقصان اور بطلان مین جو برودت سے
ہو یہ فرق ہے کہ جو حرارت سے ہوتا ہے تو اُسپر قوت کا ضعیف ہو جانا مقدم ہوتا ہے بغیر اسکے
کہ کسی کام مین کوئی بین فتور پیدا ہوا اور بے اسکے کہ بدن مین مقتضاے طبعی کے خلاف کوئی
تغیر پیدا ہو کیونکہ جب حرارت افراط سے ہوتی ہے اُسوقت افعال کے پورا ہونے سے مانع
آتی ہے یا قوتون کو بحد ضعیف کر دیتی ہے اور جو نقصان اور بطلان برودت سے ہو
اُسمین ضعف قویٰ کا مقدم ہونا لازم نہین ہے بلکہ برودت کم ہو یا زیادہ افعال کے پورا ہونیسے
مانع ہوتی ہے) اور افعال کی پریشانی حرارت کی علامت ہے (یعنی کبھی افعال کا جید
صادر ہونا اور کبھی مائوف یہ حرارت کی دلیل ہے کیونکہ تشویش ایک غیر منتظم حرکت ہے اور
حرکت کا منشا حرارت ہے) اور افعال کی سُستی اور کاہلی برودت کی علامت ہے (کیونکہ
سُستی از قبیل سکون ہے اور جو چیز سکون کے قبیل سے ہے وہ برودت کو لازم ہے)
اور افعال کی چستی اور چالاکی حرارت کی علامت ہے (کیونکہ جو چیز از قبیل حرکت ہے وہ حرارت
کو لازم ہے) مین کہتا ہون افعال طبعیہ یعنے وہ افعال جو قویٰ طبعیہ سے سرزد ہون
(ہم تفصیل متن مین لکھ آئے ہین کہ افعال طبعیہ سے وہ افعال مراد ہین جو طبیعت سے
صادر ہون یعنی مقتضاے طبعی پر جاری ہون عام اس سے کہ وہ قواے طبعیہ سے صادر
ہون یا قواے حیوانیہ سے یا قواے نفسانیہ سے کیونکہ کل افعال مزاج کی حالتون پر دلالت
کرتے ہین اور افعال طبعیہ کی یہ تعریف کرنا کہ قواے طبعیہ سے صادر ہون نطاق بیان کو
تنگ کر دیتا ہے) جب یہ افعال کامل اور درست ہونگے تو مزاج کے اعتدال پر دلالت
کرینگے کیونکہ اُن کی درستی پوری پوری صحت پر دلالت کرتی ہے اسلیے اگر کوئی مرض
ہوتا تو افعال مین ضرر اور نقصان پیدا ہو جاتا اور صحت کا کامل ہونا مزاج کے اعتدال پر
دلالت کرتا ہے اور جسوقت افعال ناقص یعنی ضعیف یا باطل یعنی منتفی ہونگے تو وہ برودت
پر دلالت کرینگے کیونکہ برودت اُن قوتون کو جو صدور افعال کے مبادی ہین سُست اور
ضعیف کر دیتی ہے اور برودت پر انکی دلالت دائمی نہین ہے بلکہ اکثری ہے اسلیے کہ
کبھی نقصان اور بطلان حرارت کی وجہ سے ہوتا ہے یعنی جب حرارت قوتون کو ضعیف

کردے کیونکہ مزاج کی ہر خرابی سے قوت مین ضعف پیدا ہوتا ہے اور اُس نقصان اور بطلان مین جو حرارت سے ہو اور اُسمین جو برودت سے ہو یہ فرق ہے کہ جو نقصان اور بطلان حرارت سے ہوتا ہے اُسکی پہلے قوتین کمزور اور بیکار ہو جاتی ہین اور یہ بات اُس نقصان اور بطلان کو لازم نہین ہے جو برودت سے ہو اور جب افعال طبعیہ مین تشویش ہو یعنی غیر منتظم صادر ہون تو یہ بات بجید حرارت پر دلالت کریگی اور جسوقت افعال مین سستی ہو گی تو یہ برودت کی دلیل ہو گی اور جب چالاکی ہو گی حرارت کی دلیل ہو گی یہی وجہ ہے کہ محرور المزاج شخص جلد جلد بڑھتا ہے اور بال بھی جلد جمتے ہین اور دانت بھی جلد نکلتے ہین برخلاف اُس شخص کے جسکے مزاج مین برودت ہو کہ اُسکا نمو وغیرہ دیر مین ہو گا۔ **مؤلف کہتا ہے** دسون جنسون مین کی آٹھوین[ع] جنس سونا اور جاگنا ہے پس زیادہ سونا برودت اور رطوبت کی علامت ہے (کیونکہ اس سے پٹھے لٹک پڑتے ہین اور اُنکے بعض جزو بعضون پر منطبق ہو جاتے ہین اور اس سے روح کے باہر آنے کے راستے رُک جاتے ہین اور روح باہر کی طرف نہین آسکتی اور اس سے روح کا قوام بھی غلیظ ہو جاتا ہے جسکی وجہ سے پٹھون کے سوراخون مین اچھی طرح نفوذ نہین کر سکتی اور روح مین بلادت پیدا ہو جاتی ہے اور ظاہر کی طرف حرکت کرنا روح پر دشوار اور عسیر ہو جاتا ہے اور زیادہ جاگنا گرمی اور خشکی کی علامت ہے (کیونکہ زیادہ جاگنے سے روح مین اشتعال اور ناریت اور خفت آجاتی ہے اور ظاہر کی طرف اُسکی حرکت بہت تیز ہو جاتی ہے) اور متوسط طور پر سونا اور جاگنا اعتدال مزاج کی دلیل ہے **مین کہتا ہون** سونے کی زیادتی مزاج کی برودت اور رطوبت سے ہوتی ہے کیونکہ اس سے جوہر روح کثیف ہو جاتا ہے اور اُسکی حرکت خارج کی طرف دشوار ہو جاتی ہے اور جاگنے کی زیادتی گرمی اور خشکی کے غلبہ سے ہوتی ہے کیونکہ زیادہ جاگنے سے روح مین اشتعال اور ناریت آجاتی ہے اور وہ باہر کی طرف حرکت کرنے پر مائل ہو جاتی ہے اور جب ایسا ہے تو خواب اور بیداری کا اعتدال مزاج کے اعتدال سے ہو گا۔ **مؤلف کہتا ہے** دسون جنسون مین کی نوین جنس وہ فضلے ہین جو بدن سے دفع ہوتے

[ع] موجز کے بعض نسخون مین سونے اور جاگنے کو نوین جنس شمار کیا ہے اور فضلون کے دفع ہونیکو آٹھوین جنس قرار دیا ہے یعنی اس ترتیب کے خلاف جسکو صاحب اقسرائی نے اختیار کیا ہے ۱۲ منہ

رہتے ہین (یعنی پیشاب پائخانہ پسینہ) پس جنمین تیز بو ہو اور رنگ خوب پختہ ہو وہ حرارت
مزاج پر دلالت کرینگے (بو کی تیزی تو اسلیے کہ طبیعت فضلون مین اپنا کوئی فائدہ اور غرض
نہ سمجھکر اُنسے اعراض کرلیتی ہے اور حرارت غریزی اُنمین اپنا کوئی تصرف نہین کرتی اور ایسی
حالت مین اُنپر خارجی حرارت غالب آجاتی ہے اور اُنھین سڑا دیتی ہے اور جسوقت خارجی
حرارت قوی ہوتی ہے اور اسکا غلبہ اُنپر بہت زیادہ ہوتا ہے تو سڑاہند اور تیز سڑی ہوئی بو
کا ظہور اُنسے زیادہ ہوتا ہے کیونکہ حرارت اُنکے لطیف اجزا کو ابخرے بنا کر اڑا دیتی ہے اور
وہ محسوس ہوتے ہین یعنی قوت شامہ اُنکی حس کرتی ہے یہی وجہ ہے کہ اکثر جسم ایسے نظر
آتے ہین جنسے بظاہر بو نہین پھوٹتی لیکن جسوقت اُنکو آگ پر ڈالا جائے یا ہاتھ سے ملکر
اُنمین گرمی پیدا کیجائے تو وہ بو دینے لگتے ہین اور رنگت کے قوی ہونے سے سرخی
اور زردی مراد ہے اسلیے کہ یہ رنگ خون اور صفرے کے غلبہ اور عفونت پر دلالت کیا کرتا ہے)
اور ان باتون کی ضدین (یعنی بو کا نہونا یا کم ہونا یا رنگ کا نہونا یا کم ہونا) یہ برودت کی
علامت ہین (کیونکہ برودت اُسے جما دیتی ہے اور غلیظ اور کثیف کر دیتی ہے اور اُس سے
بسبب کثافت کے ابخرے نہین اُٹھ سکتے اور اسمین خون اور صفرا کم ہوتا ہے اور عفونت
نہین پیدا ہوتی ہے) **مین کہتا ہون** فضلون سے مؤلف نے پسینہ پائخانہ پیشاب
مراد لیا ہے پس اگر ان فضلون مین تیز بو اور قوی رنگت ہوگی تو وہ حرارت کی علامت ہے
تیز بو حرارت پر دو وجہ سے دلالت کرتی ہے اول تو اسوجہ سے کہ حرارت کا کام یہ ہے
کہ مختلف چیزون کو متفرق کرے اور ہمشکل چیزون کو جمع کرے پس وہ فضلون کی طرف قصد
کرکے پہلے پہل اُنکے لطیف حصون کو بخار بنا کر اُڑا دیتی ہے اور قوت شامہ اُنھین کو حس کرتی
ہے اور برودت کا یہ کام ہے کہ اُنکو جما کر کثیف کر دیتی ہے اور بخار بنکر اوپر نہین چڑھنے دیتی
اور دوسرے اسوجہ سے کہ تجربہ سے بھی ایسا ہی معلوم ہوا ہے (کہ اس بو کا منشا حرارت
ہی ہوتی ہے) کیونکہ ہم بعض اوقات جب کسی جسم کی بو معلوم کرنا چاہتے ہین (اور کسی قسم
کی بو اُسمین محسوس نہین ہوتی) تو ہم اُسکو آگ پر رکھدیتے ہین یا یہ کہ اُسکو اپنے ہاتھون
سے رگڑتے ہین یہانتک کہ (گرمی پاکر) اُسکی بو ظاہر ہوجاتی ہے۔ اور رنگت کی تیزی حرارت پر

اسلیے دلالت کرتی ہے کہ قوت کے ساتھ رنگ دینے والے وہ خلط ہین جنمین حدت اور
تیزی ہے جیسے زرد اور سرخ اور یہ اخلاط گرمی سے خالی نہین ہین اور اس حکم مین اُس رنگ
کی قید لگانی ضروری ہے جو علامت حرارت ہو کیونکہ سفید چمکدار رنگ مثلاً حرارت پر بالکل
دلالت نہین کرتا اور بو کے کم ہونے اور رنگت کے پھیکے ہونے کی دلالت برودت کے اوپر
اس تقریر کے بعد ظاہر ہے۔ **مؤلف کہتا ہے** اور دسوین جنس (علامتون کی)
نفسانی انفعالات ہین پس ان انفعالون کی قوت اور تیزی اور زیادتی بسبب حرارت
کی علامتین ہین (یعنی اسکی کہ سارے بدن مین حرارت ہے یا اسکی کہ جس عضو کے متعلق
یہ انفعال ہین اُسمین حرارت ہے یعنی دل لیکن دل کی حرارت تمام بدن کی حرارت کو
مستلزم ہے کیونکہ دل کے مزاج کی تمام بدن مین سرایت ہوتی ہے اور یہ حکم فقط بعضے انفعالون
(یعنے قوت وسرعت وغیرہ کا)
مین درست ہوگا جیسے غصہ ہے کیونکہ خون جو معتدل القوام گرم مزاج ہو اُسکی زیادتی غصہ کو
مہیا کرتی ہے اسلیے کہ یہ خون اشتعال اور خارج کی طرف حرکت کرنے مین بہت سریع ہوتا ہے
اور جسقدر حرارت قوی ہوتی ہے اُسیقدر غصہ بھی زیادہ ہوتا ہے اور ہیجان مین سرعت
رکھتا ہے اور بہت زیادہ واقع ہوتا ہے بخلاف ڈر کے کہ اُسکی قوت اور سرعت اور
کثرت برودت کی وجہ سے ہوتی ہے کیونکہ اس خوف کا مہیا کرنے والا پتلا خون مزاج کا
سرد ہوتا ہے اسوجہ سے کہ یہ خون خارج کیطرف حرکت کرنے مین سست ہوتا ہے اور بھڑکتا
بھی کم ہے) اور نفسانی انفعالون کا کند ہونا برودت کی علامت ہے (کیونکہ کند ہونا
سکون کی قسم سے ہے اور سکون برودت سے ہوتا ہے) اور نفسانی انفعالون کا برقرار
رہنا خشکی کی علامت ہے (کیونکہ خشکی کا اثر یہ ہے کہ خشک مزاج جسم مین جو شکل ٹھپہ بیٹھا
اُسکو دیر تک قائم رکھتا ہے۔ جیسے مٹی پر نقش باقی رہتا ہے) اور سرعت سے اُنکا زائل
ہوجانا رطوبت کی علامت ہے (کیونکہ رطوبت اشکال کی حفاظت نہین کرسکتی بلکہ آسانی
چھوڑدیتی ہے جیسے پانی پر صورت مٹ جاتی ہے) اور بزدلی برودت اور ضعف قلب کی
علامت ہے (کیونکہ حرارت اور دل کے قوی ہونے کی حالت مین مکروہات مین پھنس جانیکے
بعد چھٹکارے کی نیک امید ہوتی ہے اور کسی قسم کا خوف پاس نہین پھٹکنے پاتا) اور لاُابالی پن

اور طیش اور جرأت اور حدت اور باتون کی کثرت اور جلدی اور پیاپی ہونا یہ سب حرارت کی علامتین ہین (لاأبالی پن وہ عادت ہے کہ جس انسان مین ہو اسکو تعریف و خوبی کی کچھ قدر نہین ہوتی اور نام نیک کو ہیچ سمجھتا ہے مثلاً ظلم اختیار کرے اور بدکارون کی صحبت مین بیٹھے اور طیش وہ حالت ہے جس سے آدمی حرکت کی طرف مبادرت کرنے مین جلدی کرتا ہے کذا فی الحاشیۃ اور ظاہر یہ کہ طیش سرعت کے ساتھ پراگندہ حرکت ہے اور جرأت یعنی شجاعت وہ حالت ہے جس سے آدمی مکروہات مہلکہ سے بچنے کو آسان جانتا ہے اور برائی مین پڑنے کو بعید سمجھتا ہے گویا مکروہات بہادر آدمیون کے نزدیک موجود ہی نہین ہوتین یا یہ کہ ہوتی ہین مگر اُنمین پھنسنے کو بعید سمجھتے ہین اور حدت سے غصے کی قوت مراد ہے واضح ہو کہ لاأبالی پن حرارت کی دلیل اس سبب سے ہے کہ یہ اثر کے نہ قبول کرنے کو کہتے ہین اور یہ متاثر نہونا دل کی اُس قوت کے تابع ہے جو حرارت کے لیے لازم ہے اور طیش یعنے سُبکی اسلیے دلیل حرارت ہے کہ طیش ایک تیز حرکت ہے جسکا منشا حرارت کا غلبہ اور روح کی حدت ہے اور جرأت اسلیے کہ یہ دل کی اُس قوت کی تابع ہے جو حرارت کو لازم ہے اسیطرح حدت بھی رہی کلام کی کثرت اور تیزی اور پیاپی ہونا یہ باتین حرارت پر اسیلیے دلالت کرتی ہین کہ کلام طیش کی طرح ایک فعل ہے اور جتنے افعال ہین وہ حرارت سے ہوتے ہین) اور حیا کا زیادہ ہونا اور بہت باوقار ہونا یہ برودت کی دلیل ہے (حیا تو بیحیائی کی ضد ہے اور وقار طیش کی ضد ہے جسکو لفظ تحمل سے تعبیر کرنا زیادہ مناسب ہے اور ان دونون کی برودت پر دلالت کرنے کی یہ وجہ ہے کہ یہ دونون از قبیل سکون ہین اور سکون برودت سے ہوتا ہے) **مین کہتا ہون** مؤلف نے جو کچھ ذکر کیا ہے ظاہر اور غنی عن البیان ہے لہذا اُسکی تفصیل کی طرف توجہ نہین کی گئی لیکن تفصیل متن مین جو کچھ ہم لکھ آئے ہین اُسکو احتیاطاً دیکھ لینا مناسب ہے) **مؤلف کہتا ہے** مرکب مزاجون کی علامتین (یعنی حار یابس حار رطب بارد یابس بارد رطب مزاجون کی علامتین) مفرد مزاجون کی علامتون کو ترکیب دینے سے معلوم ہو سکتی ہین۔ (مثلاً جبوقت انفعالون کی قوت اور سرعت اور کثرت کے ساتھ ثبات بھی ہو تو یہ حرارت اور یبس دونون پر دلالت کریگا یا ان باتون کے ساتھ

بجائے ثابت رہنے کے سرعت زوال ہو تو حرارت اور رطوبت پر دلالت کرے گا و علی ہذا القیاس اگر کوئی یہ شبہہ کرے کہ بعض مذکور علامتین مرکب مزاج پر دلالت کرتی ہین مثلاً بالون کی کثرت اور سیاہی وغیرہ بقول مصنف حرارت اور یبس کی علامت ہے پھر بھلا یہ کیسے کہہ سکتے ہین کہ مرکب مزاجون کی علامتین مفرد مزاجون کی علامتون کے ترکیب دینے سے نکلتی ہین تو اسکا یہ جواب ہے کہ یہ حکم اکثری ہے کلی اور دائمی نہین ہے واللہ اعلم) مین کہتا ہون جو دسن علامتین مؤلف بیان کر چکا ہے وہ تو مفرد مزاجون یعنی حار اور بارد اور رطب اور یابس کی علامتین تھین رہین مرکب مزاجون یعنی حار رطب و حار یابس و بارد رطب و بارد و یابس کی علامتین وہ مفرد مزاجون کی علامتون کو مرکب کرنیسے نکل آتی ہین اور ترکیب دیکر اُنکو سمجھ لینا سہل اور آسان ہے **مؤلف کہتا ہے** پس جو دسن علامتین ذکر ہو چکی ہین وہی پیدائشی مزاجون کی علامتین ہین **مین کہتا ہون** مؤلف جو علامتین ذکر کر چکا ہے وہ اصلی مزاجون کی علامتین ہین یعنی جو پیدائش کے وقت اصل خلقت مین واقع ہوتی ہین **مؤلف کہتا ہے** اور عارض مزاجون کی دو علامتین ہین (عارض مزاجون سے وہ مزاج مراد ہین جو پہلے مزاج کے خلاف پیدا ہو جائین مثلاً ایک شخص پہلے بہت با وقار اور باحیا تھا اور اب سبک اور بیحیا بنگیا تو سمجھ لیا جائیگا کہ پہلے اسکا مزاج بارد تھا اب اُسکو حرارت عارض ہو گئی اور حار مزاج بنگیا) ایک تو یہ کہ جو دس علامتین ذکر ہو چکی ہین وہ اُنمین عارضی طور پر آجائین دوسرے یہ کہ یہ نو پیدا مزاج اُسکے افعال مین ضرر پیدا کر دے (یعنی ان دونون علامتون کے پائے جانیسے معلوم ہو جائیگا کہ یہ مزاج خلقی اور اصلی نہین ہے بلکہ عارضی ہے) **مین کہتا ہون** عارض مزاجون یعنی اُن مزاجون کی جو اب حاصل ہوے ہین اور پہلے نہ تھے دو نشانیان ہین پہلی نشانی تو یہ ہے کہ گذشتہ علامتین اُنکو عارض ہو جائین (یعنی جو علامت اُسمین اسوقت پائی جاتی ہے پیدائشی نہو) مثلاً نیند کا زیادہ آنے لگنا یہ اسکی دلیل سمجھی جائیگی کہ اس مزاج کو برودت اور رطوبت عارض ہو گئی ہے اور دوسری نشانی یہ ہے کہ یہ نیا مزاج جو اُسکو عارض ہوا ہے اُسکو تکلیف اور ایذا دے کیونکہ خارجی اور غریب

حرارت مضر ہوا کرتی ہے بخلاف اصلی حرارت کے اور باقی عوارض کو بھی اسیطرح سمجھنا چاہیے۔ مؤلف کہتا ہے پس اگر عارضی مزاج مادی ہو تو صفراویت پر یہ چیزین دلالت کرتی ہین وخز اور نخس اور ثقل مواد کا کم ہونا (یعنی اگر عارضی مزاج مادی ہے اور اُسمین یہ باتین بھی پائی جاتی ہین تو یہ مزاج مادی صفراوی ہے وخز وہ حالت ہے جسمین ایسا محسوس ہوتا ہے کہ بدن مین سوئیان چُبھ رہی ہین اور نخس وہ حالت ہے جسمین یہ محسوس ہوتا ہے کہ بدن مین کانٹے اور پھانسین چبھ رہی ہین اور ان دونون باتون کا سبب یہ ہے کہ صفراوی تیز اجزے اپنی حرارت اور لطافت کے سبب سے ظاہر جلد کی طرف حرکت کرتے ہین اور جلد پر کاٹتے ہین اور ثقل کی کمی کا یہ سبب ہے کہ گو سارے مواد ثقیل ہوتے ہین اور غیر نافع ہونے کی وجہ سے قوتون پر گران اور بوجھل ہو جاتے ہین لیکن چونکہ صفراوی مواد لطیف ہوتے ہین اسلیے اُنمین بوجھ کم ہوتا ہے) **مین کہتا ہون** مزاج عارضی مادی کی چند خاص علامتین ہین جنکو مؤلف بیان کرنا چاہتا ہے اور مادی چار ہین جنمین سے پہلے صفرا کی علامتین بیان کی ہین پس منجملہ اُنکے ایک علامت تو وخز ہے اور وخز ایک حالت ہے جسمین سوئیان سی چبھتی محسوس ہوتی ہین اور اُسکی وجہ سے بدن مین کپکپاہٹ اور پھریری پیدا ہو جاتی ہے اور ایک علامت نخس ہے یہ حالت بھی وخز کے قریب قریب ہے لیکن اسمین ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بدن مین کوئی انگلی یا لکڑی چھیدتا ہے اور یہ دونون حالتین مزاج کی صفراویت پر اسلیے دلالت کرتی ہین کہ گرم اور تیز بخار سے پیدا ہوتی ہین جو بخار صفرا ہے اور ایک علامت گرانی اور ثقل کی کمی ہے یہ علامت صفرا پر اسلیے دلالت کرتی ہے کہ صفرا مین ثقل تو مادہ ہونے کی حیثیت سے ہے اور اس معنی کر کہ یہ خلط بہ نسبت اور اخلاط کے خفیف اور خشک ہے اسمین ثقل کم ہوتا ہے اور ماسوا ان علامتون کے صفراوی مزاج کی اور علامتین بھی ہین جنکو مؤلف نے نہین ذکر کیا اور وہ رنگت کا اور آنکھون کا زرد ہونا اور مُنھ کی تلخی اور زبان کی کھرکھراہٹ اور خشکی اور نتھنون کی خشکی اور ٹھنڈی ہوا سے دلچسپی اور پیاس کی شدت اور نبض کی سرعت

اور کھانے کی اشتہا کا کم ہونا آور متلی اور زرد اور سبز رنگ کی قَے اور پائخانہ مین جلن وغیرہ
مؤلف کہتا ہے اور دمویت پر یہ چیزین دلالت کرتی ہین بدن بھاری ہونا اور بدن
کی سرخی اور تمام جلد کی کھنچاوٹ اور بدن کا پھول جانا (زیادہ بوجھ تو اسلیے کہ خون زیادہ
غلیظ ہوتا ہے اور اسوقت بدن مین اُسکی مقدار زیادہ ہے آور اسلیے کہ خون اصلی قوتون اور اصلی
حرارت کو ڈھانپ لیتا ہے اس وجہ سے قوتین بدن کو نہین اُٹھا سکتین اور وہ بوجھل
ہو جاتا ہے آور اسلیے کہ روحون اور پٹھون کو تر رکھتا ہے اسلیے روحون اور پٹھون پر بدن کا
اُٹھانا اور اُسے حرکت دینا دشوار ہو جاتا ہے آور سرخی اسلیے کہ خون کی مقدار بدن مین
زیادہ ہے اور اُسکی رنگت سرخ ہے پس یہی سرخی تمام بدن خصوصاً زبان مین جھلکنے لگتی
ہے کیونکہ زبان اپنے جوہر مین بہت سخیف واقع ہوئی ہے اور اُسمین رگین زیادہ ہین اور
اُسکی ساخت مین تخلخل (یعنے شبک ۱۲) ہے آور کھنچاوٹ اور تشنج (کھنچاؤ ۱۲) اسلیے کہ خون مقدار مین زیادہ ہونے اور
بسبب غلیان (جوش مارنا ۱۲) کے متخلخل (ایک جز سے دوسرے جز کا جدا ہونا ۱۲) ہو جانے سے رگون مین اچھی طرح نہین پھیل سکتا پس وہ رگون
کو کھینچتا ہے اور رگون کے کھنچنے سے تمام جلد اور سارے اعضا کھنچنے لگتے ہین اور بدن کا پھولنا
اسلیے کہ خون اپنی حرارت کی وجہ سے خارج کی طرف حرکت کرتا ہے پس جلد پھول اُٹھتی
ہے اور بڑھ جاتی ہے) **مین کہتا ہون** مؤلف نے مزاج عارضی دموی کی چند علامتین
ذکر کی ہین ایک علامت تو یہ ہے کہ صفرا کے اعتبار سے بدن مین ثقل زیادہ ہو اسکی وجہ
یہ ہے کہ خون جہان خول ہے سب کو بھر دیتا ہے اور ان جگہون کی چیزون سے مزاحمت
کرتا ہے اور حرارت غریزی کو دبا دیتا ہے جس سے قوت بدن کے اُٹھانے سے عاجز
آجاتی ہے اور زیادہ گرانی محسوس ہونے لگتی ہے آور ایک علامت بدن کی سرخی ہے
کیونکہ خون سُرخ ہے اور زیادہ تر سرخی زبان مین محسوس ہوتی ہے اسلیے کہ اُسکا جوہر
سخیف ہے اور اُسکے بنیہ مین تخلخل ہے اور اُسمین رگین بکثرت ہین اور ایک علامت بدن کا
کھنچنا ہے اسلیے کہ جب اعضا کی رگون مین خون بھر جاتا ہے تو اعضا کھنچنے لگتے ہین اور
کبھی یہ کھنچاوٹ ریاح سے بھی ہوتی ہے لیکن اُسمین ثقل نہین ہوتا بخلاف اُس کھنچاوٹ کے
جو دموی ہے آور ایک علامت بدن کا پھول جانا ہے اور یہ اس وجہ سے ہوتا ہے

کہ غلیظ دموی الجزے کثرت سے رگون مین بھر جاتے ہین آور دموی مزاج کی اور بھی علامتین
ہین جیسے منھ کے مزے کا شیرین ہونا انگڑائی اور جمائی بہت آنا آور حواس کا مکدر ہوجانا اور
جہان کی کھال نرم ہے کہ جلد کھل جاوے وہان سے خون جاری ہونا جیسے نتھنے اور
مقعد اور مسوڑے وغیرہ مؤلف کہتا ہے اور مزاج عارض مادی کی بلغمیت پر یہ باتین
دلالت کرتی ہین جلد کی سفیدی پیاس کی کمی تھوک کی کثرت زیادہ اونگھنا زیادہ ثقل
سفیدی سے وہ سفیدی مراد ہے جو کہ اصلی اعضا کی سفیدی سے زاید ہو کیونکہ بلغم کی سفیدی
انکی سفیدی سے ملجاتی ہے اور پیاس کے کم ہونے کی یہ وجہ ہے کہ برودت اور رطوبت کا
غلبہ ہوتا ہے آور تھوک زیادہ آنے کی یہ وجہ ہے کہ بدن سے منھ کی جانب کثرت سے رطوبتین
پہونچتی ہین اور دماغ سے بھی منھ کی طرف کثرت سے رطوبتین کھنچتی ہین آور یہ وجہ بھی ہے
کہ منھ مین جو کچھ لعاب پیدا ہوتا ہے اسکو معدہ اپنی طرف نہین کھینچتا کیونکہ معدہ کو اس سے
غنا اور بے نیازی ہوتی ہے آور زیادہ اونگھنے کی بھی یہی وجہ ہے آور دموی مزاج سے
اس مزاج مین گرانی زیادہ ہوتی ہے کیونکہ پٹھون مین کثرت رطوبت کی وجہ سے ڈھیلا پن
پیدا ہوجاتا ہے پس انپر اعضا کا اٹھانا دوبھر ہوجاتا ہے مین کہتا ہون مؤلف نے
بلغمی مزاج کی گئی علامتین بیان کین ایک تو رنگت کی سفیدی کیونکہ بلغم سفید ہے اور بدن
کی رنگت اسی خلط کی تابع ہوتی ہے جو اسپر غالب ہو اور ایک پیاس کی کمی کیونکہ بلغم بارد
رطب ہے اگر کوئی یہ شبہہ کرے کہ نمکین بلغم کو اس سے مستثنیٰ کرنا چاہیے کیونکہ یہ پیاس لاتا
ہے تو اسکا یہ جواب ہے کہ یہان اُس حکم مین کلام ہے جسکو بلغم بحیثیت بلغمیت چاہے اور نمکین
بلغم جو پیاس لاتا ہے وہ بحیثیت بلغمیت نہین بلکہ اسوجہ سے کہ اسمین صفرا ملا ہوتا ہے آور ایک
علامت تھوک کا زیادہ آنا ہے کیونکہ بلغم کی برودت اور رطوبت کی وجہ سے بدن مین مایت
زیادہ ہوجاتی ہے جسمین لس ہوتا ہے (اور وہ چڑھکر منھ تک پہونچتی ہے) آور ایک علامت زیادہ
اونگھنا ہے کیونکہ بلغم لسدار ہونے کی وجہ سے روح نفسانی کے راستون کو روک دیتا ہے
اور روح نفسانی کو باہر نہین نکلنے دیتا تو وہ اندر ہی رہتی ہے اور اسوجہ سے نیند آنے لگتی
ہے آور ایک علامت یہ ہے کہ اُس گرانی سے جو دموی اور سوداوی مزاج مین ہوتی ہے

اس مزاج مین گرانی زیادہ ہوتی ہے کیونکہ بلغم زیادہ ہونے کی وجہ سے آلات حرکت کو
ضعیف کردیتا ہے کہ اُنپر اعضا کا اُٹھانا اور حرکت دینا دشوار اور دوبھر ہوجاتا ہے **مؤلف**
کہتا ہے اور اُسکی سوداویت پر یہ باتین دلالت کرتی ہین بدن کی خشکی اور بیداری اور
کم گرانی (خشکی بدن کی یہ وجہ ہے کہ سودا خشک ہے اور اُسمین کثافت پیدا کردینے والی
برودت اور اجزاے ارضیہ زیادہ ہین اور صفرا بھی ہرچند کہ یابس ہے لیکن اُسمین ارضیت
کم ہے اور اُسمین ایسی حرارت ہے کہ جو رطوبت کو بہا دیتی ہے اسی لیے جو خشکی سودا کے
غلبہ سے ہوتی ہے وہ اُس خشکی سے زاید ہوتی ہے جو غلبۂ صفرا سے ہو اور بیداری کی
یہ وجہ ہے کہ سودا کا غلبہ دماغ کو خشک کردیتا ہے اور یہ بات معلوم ہوچکی ہے کہ نیند
دماغ کی رطوبت سے آتی ہے اور یہ وجہ بھی ہے کہ جب دماغ کی طرف سوداوی اور روح
کو متوحش کرنے والے ابخرے چڑھتے ہین تو روح گھبراکر باہر کی طرف دوڑتی ہے اور ثقل
کی کمی کی یہ وجہ ہے کہ اول تو اُسکی مقدار ہی کم ہوتی ہے دوسرے ارضیت کی کثرت سے
اُسمین خشکی ہوتی ہے) **مین کہتا ہون** مؤلف نے سوداوی مزاج کی چند علامتین ذکر
کین ایک تو بدن کی خشکی کیونکہ خلط سودا یابس ہے اور بدن مین صفرا سے یہ خشکی نہین آتی
حالانکہ صفرا بھی یابس ہے اسلیے کہ صفرا مین خشکی کم ہوتی ہے اور اُسکی حرارت رطوبتون کو
بہا دیتی ہے اور ایک علامت بیداری ہے کیونکہ نیند کا منشا رطوبت ہوتی ہے اور ایک
علامت تھوڑی گرانی یعنی بلغم کی گرانی کے اعتبار سے وجہ یہ کہ بدن مین بلغم کی مقدار زیادہ
ہوتی ہے اور سودا کی کم **مؤلف کہتا ہے** اور خوابون کا دیکھنا بھی کبھی مادہ کی قسم پر
دلالت کیا کرتا ہے (یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ مطلقاً خواب نوع مادہ پر نہین دلالت کیا کرتا

یعنے اس بات پر کہ مادہ کس نوع سے ہے صفرا ہے یا سودا یا خون ہے یا بلغم ۱۲ منہ

بلکہ اگر خواب کے ساتھ اور نشانیان بھی ہون جو اُسمین تاکید پیدا کردین اُسوقت البتہ
خواب نوع مادہ پر دلالت کرسکتا ہے لہذا ہم بنظر بصیرت اسکے متعلق کچھ تفصیل نقل کرتے
ہین جسکے بعد اس دلالت مین کوئی شبہہ نہ باقی رہیگا پس واضح ہو کہ نفس ناطقہ ایک
نورانی چیز ہے جسکی ذاتی خواہش یہ ہے کہ عقول مجردہ اور ملائکہ کے ساتھ اتصال پیدا کرے
لیکن چونکہ بدن مادی کے ساتھ اُسکو تدبیر اور تصرف کا تعلق ہے اسلیے اس ارادے مین

اُسکو تھوڑی سی ناکامی رہتی ہے تاہم جو کامل اور مرتاض نفوس قدسیہ ہین اُنکو تدبیر بدن کا
شغل مجردات کے اتصال سے ذرا مزاحم نہین ہوتا اور اُنہین تمام ماضی و مستقبل امور جنکا
تعلق مجردات سے ہے برابر چھپتے رہتے ہین اور کوئی مانع اُنکو اس عظیم الشان کام سے
نہین روک سکتا اور وہ بعضے نفوس جو تدبیر بدن مین مشغول اور غرق ہین اُنکو اس کام سے
فراغت نہین حاصل ہوتی کہ مبادی سے اتصال پیدا کرین لیکن جسوقت کبھی اس تدبیر سے
اُنکو تھوڑی سی فراغت حاصل ہوتی ہے تو وہ مبادی سے ملجاتے ہین اور جو امور کلیہ اُنکے
جیسے کہ نیند کی حالت ہے ۱۲ منہ
لائق ہین اور جو مبادی مین موجود ہین اُنہین چھپ جایا کرتے ہین کیونکہ یہ تو کھلی ہوئی بات ہے
مثلاً وہ امور جو اس سے یا اسکے خاندان اور اہل بیت سے متعلق ہین ۱۲ منہ
کہ مبادی مین جتنی چیزین موجود اور ثبت ہین وہ سب تو ان نفوس مین چھپ نہین سکتین تو پھر
انسان اپنی ہمت کو اُنہین معقولات کے دریافت کرنے مین صرف کیا کرتا ہے جو اُسکے
مناسب حال ہین غرضکہ ان نفوس کے لائق کچھ امور کلیہ اس نفس مین چھپ جاتے ہین اور نفس سے
اُن امور کلیہ کو قوت متخیلہ لے لیتی ہے جسکا یہ کام ہے کہ معانی کی ترکیب اور تفصیل کیا کرے
اور لیکر اُن امور کلیہ کو ایسی صورت جزئیہ پہناتی ہے جو اُنکے مناسب ہو اسکے بعد
یہ صورت جزئیہ حس مشترک مین چھپتی ہے اور حس مشترک اُسکو خیال کے سپرد کر دیتی ہے
کہ وہ اُسکی حفاظت کرتا ہے اور بیداری مین اُسکو یاد دلاتا ہے اب اگر یہ صورت جزئیہ جسکو قوت
متخیلہ نے اُن امور کلیہ پر پہنایا ہے امور کلیہ کے ساتھ نہایت مناسب ہے یعنی اسقدر کہ اس
صورت اور اُن امور کلیہ مین سوائے کلیت اور جزئیت کے اور کسی قسم کا فرق نہین ہوتا تو
یہ خواب اپنے غایت وضوح کی وجہ سے تعبیر کا بھی محتاج نہین ہوتا اور کبھی ایسا ہوتا ہے
کہ مناسبت تو ہوتی ہے لیکن کم تو اسوقت اُسکا مضمون تعبیر کے بعد کھلتا ہے پس جو خواب
اس اتصال کی وجہ سے نظر آتا ہے وہ تو سچا خواب ہوتا ہے اور کبھی اُسکا منشا یہ اتصال
یعنے خواب کا ۱۲ منہ — یعنے مبادی کے ساتھ نفس کا اتصال ۱۲ منہ
نہین ہوتا بلکہ جاگتے مین کسی چیز کے خیال مین مرتکز ہو جانے سے خواب نظر آئی دیتا ہے
اسطرح پر کہ سوتے مین وہ خیالی صورت حس مشترک مین مرتسم ہو جاتی ہے اور
حس مشترک کو وہ چیز مشاہد نظر آتی ہے یا ایسا ہوتا ہے کہ کسی پیاری یا ڈرونی چیز کے
جاگتے مین خیال کرنے سے دشمنی یا دوستی کے معنی قوت حافظہ مین نقش ہو جاتے ہین

کہ قوت متخیلہ اُس معنی کو اُسکے مناسب صورت پہنا کر سونے مین حس مشترک پر پیش کردیتی ہے اور اس طریقہ سے جو خواب دکھائی دیتے ہین وہ جھوٹے ہوتے ہین اور کبھی مزاج روح کے بگڑ جانے سے خواب نظر آیا کرتا ہے اور اسوجہ سے قوتون کے کام بگڑ جایا کرتے ہین اور یہ تغیر کبھی تو سادہ مزاج کی خرابی سے ہوتا ہے اور کبھی مادی مزاج کی خرابی سے پس اگر یہ سادہ مزاج گرم ہوتا ہے تو روح بھڑک اُٹھتی ہے تو قوت متخیلہ اُس حرارت کو اُن گرم چیزون کی صورت پہنا دیتی ہے جنکو قوت متخیلہ نے بیداری مین دیکھا ہے پس خواب مین کبھی تو معلوم ہوتا ہے کہ آگ لگی ہوئی ہے کبھی شعلے بھڑکتے ہوے نظر آتے ہین کبھی آفتاب اور بجلیان نظر آتی ہین اور اگر یہ سادہ مزاج بارد ہے تو قوت متخیلہ اس برودت کو اُن ٹھنڈی چیزون کی صورت پہناتی ہے اور برف اور مینہ اور جمی ہوئی چیزین اور ٹھنڈی ہوائین دکھائی دینے لگتی ہین اور علی ہذا القیاس غرضکہ مطلق خواب نوع مادہ پر دلالت نہین کیا کرتا اور اس سب کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ خواب کی تین قسمین ہین سچے خواب جھوٹے خواب اور وہ خواب جو مزاج روح کے بگڑ جانے سے نظر آئین پہلی دو قسمین تو حالت مرض کے ساتھ مختص نہین ہین رہی تیسری قسم سو وہ کبھی تو سادے مزاج کی خرابی سے ہوتی ہے اور کبھی مزاج مادی کی خرابی سے پس جو خواب مزاج مادی کی خرابی سے نظر آئے وہ نوع مادہ پر دلالت کیا کرتا ہے بخلاف اور سب قسمون کے واللہ اعلم بحقیقۃ الامر) پس زرد خیالون اور آگ اور شعلون کا دیکھنا خلط صفرا پر دلالت کیا کرتا ہے (اسلیے کہ صفرا کی حرارت سے روح بھڑک اُٹھتی ہے اور اسلیے کہ صفرا کے رنگدار اجزے اُٹھ اُٹھ کر روح سے ملتے ہین اور سوتے مین اُسی کے مناسب چیزین نظر آتی ہین) اور سرخ چیزون کا دیکھنا خون پر دلالت کرتا ہے (اسلیے کہ خون کے غلبے کے وقت روح اُسی کے رنگ سے رنگ جاتی ہے) اور پانی اور بادل کی گرج اور اولون کا دکھائی دینا بلغم پر دلالت کرتا ہے اور کالی چیزون اور ڈراؤنی چیزون اور دھوؤن کا دکھائی دینا سودا پر دلالت کرتا ہے (اسلیے کہ روح سودا کی سیاہی سے متکیف ہوجاتی ہے اور سوداوی کالے اجزون سے

(بین السطور: اسوجہ سے کہ خواب مین جو دیکھا ہے وہ آگے معلوم ہوتا ہے ۱۲)

(بین السطور: کیونکہ روح ہی قوتون کی حامل ہین ۱۲)

(بین السطور: کیونکہ مینھ کے ساتھ گرج بھی ہوتی ہے ۱۲ منہ)

(حاشیہ) علہ یعنی نہ تو یہ خواب اتصال کی وجہ سے آتا ہے اور نہ اسوجہ سے کہ جاگتے مین کوئی معنی خیال یا حافظہ مین مرتسم ہو جاتے ہین بلکہ یہ خواب کی تیسری صورت ہے ۱۲ منہ

متوحش ہوتی ہے **مین کہتا ہون** اسکی وجہ یہ ہے کہ روح دماغی تو قوتون کی سواری ہے اور روح کے لیے ایک خاص مزاج ہے جسوقت یہ مزاج متغیر ہوجاتا ہے تو قوتون کے کامون مین بھی اسی قسم کا تغیر آجاتا ہے پس جسوقت بدن پر خلط صفرا غالب ہوتا ہے تو روح کی جانب گرم صفراوی ابخرے چڑھتے ہین اور سوتے مین زرد چیزین دکھائی دیتی ہین ایسی ہی باقی خلطون کی بھی حالت ہے اور خواب کے نوع مادہ پر دلالت کرنے مین دو باتون کی شرط ہے اول تو یہ کہ جو کچھ خواب مین نظر آیا ہے اُسکی یہ وجہ نہو کہ ایک بات کی مزاولت سے خیال مین وہ بات جم جائے (اور خواب مین وہی معمولی صورت نظر آجائے) مثلاً بھٹی والا خواب مین آگ دیکھے کیونکہ یہ دیکھنا صفرا پر نہ دلالت کریگا اور دوسری شرط یہ ہے کہ نفس پر مناسبت اور اتصال کی وجہ سے مبادی عالیہ نے کسی امر کا فیضان نہ کیا ہو جیسے سچے خوابون مین ہوتا ہے کیونکہ یہ بھی مواد کے غلبے پر نہین دلالت کرتا۔ **مؤلف کہتا ہے** اور کبھی نوع مادہ پر یہ چیزین بھی دلالت کرتی ہین عمر۔ شہر۔ فصل۔ کھانے پینے کی تدبیرین **مین کہتا ہون یعنے** غالب مادہ کی نوعیت پر کبھی یہ چیزین بھی دلالت کرتی ہین کیونکہ جوان آدمی پر گرم شہر مین موسم گرما مین گرم غذاؤن (گوشت شراب وغیرہ) کے کھانے پینے سے گرم خلط غالب آجاتا ہے اسی طرح بوڑھے آدمی پر سرد شہر مین موسم سرما مین ٹھنڈی غذاؤن کے کھانے پینے سے خلط بارد غالب آجاتا ہے واللہ اعلم۔ **مؤلف کہتا ہے** اور امراض ترکیب کی جو علامتین ہین اُنکی دو قسمین ہین ایک تو جوہری (علامات جوہریہ سے بعض لوگون نے وہ علامتین مراد کی ہین جو مرکب اعضا کے جواہر پر دلالت کرین اور ترکیب اور امراض ترکیب کا اعتبار انھین کے اعتبار سے کیا جاتا ہے اور بعض لوگون نے وہ علامتین مراد لی ہین جو حالتون کی ذات پر دلالت کرین اور شارح علیہ الرحمہ نے آگے چلکر جو معنی مراد لیے ہین وہ ظاہر اور مناسب ہین اور اُنکا ذکر عنقریب آتا ہے) جیسے کہ حقیقت وصورت اور مقدار اور عدد اور وضع سے استدلال کیا جاتا ہے (یعنی مرض پر جسوقت کہ یہ چیزین اپنی سزاوار حالت پر نہون اور صحت پر جسوقت سزاوار حالت پر ہون یعنی اُس حالت پر جسپر کہ اُنکو ہونا چاہیے)

آور دوسری قسم علامات عرضیہ ہین (یعنی وہ علامتین جو سوائے افعال کے مرکب اعضا کے اور لوازم سے ماخوذ ہین) جیسے کہ جمال اعضا سے (اُنکے مرض اور صحت پر) استدلال کیا جاتا ہے (جمال کا اطلاق دو معنون پر آتا ہے ایک تو وہ جسکو سب جانتے ہین یعنی رنگ کی صفائی اور جلد کی ملائمت وغیرہ کیونکہ یہ چیزین اُس قبیل سے نہین ہین جنسے زیادہ تر ترکیب اعضا کی حالتون پر استدلال کیا جائے کیونکہ اس جمال کا ظہور اُنھین اعضا مین ہو سکتا ہے جو حسّی ہین رہے غیر حسّی اعضا اُن تک اسکی رسائی نہین ہوسکتی اور جمال کے دوسرے معنی حقیقی جمال کے ہین اور وہ یہ کہ اعضا مین سے ہر عضو کو جس مزاج اور جس ہیئت فاضلہ پر ہونا چاہیے وہ اُسی ہیئت فاضلہ پر ہو اور اس حقیقی جمال کو وہ متعارف جمال لازم ہے جو جمال کی پہلی قسم لکھی گئی کیونکہ یہ حقیقی جمال اُسوقت ہوتا ہے جبکہ مزاج معتدل ہو اور صحت کامل ہو اور کل قوتین اپنی پوری پوری قوت پر ہون اور باطنی اعضا جسطرح ان صورتون مین افضل حالت اور افضل ہیئت پر ہوجاتے ہین اسی طرح ظاہری اعضا بھی پس ظاہر مین کوئی قبح نہین باقی رہتا اور جمال متعارف حاصل ہو جاتا ہے غرضکہ یہ حقیقی جمال مزاج کے معتدل ہونے اور ترکیب اعضا کے برابر ہونے کی دلیل ہے اور اس جمال کا نقصان جسکا نام قبح حقیقی ہونا چاہیے مزاج کی خرابی اور ترکیب کے ردی ہونیکی علامت ہے اور ظاہر ہے کہ جمال اعضاے مرکبہ کو عارض اور لازم ہے آور اس جمال کے معلوم کرنے کی کسوٹی یہ ہے کہ اعضا کے افعال پر نظر کیجائے اگر ہر عضو سے اپنا اپنا پورے پورے طور پر یعنی جسطرح سے ہونا چاہیے صادر ہو تو سمجھ لینا چاہیے کہ عضو مین جمال طبعی حقیقی موجود ہے ورنہ قبح حقیقی) آور علامتون کی تیسری قسم تمامی ہے (یعنی افعال کا تام ہونا آور افعال کو تمامی اسلیے کہتے ہین کہ وہ اعضاے مرکبہ کی غایت اور نہایت ہوتے ہین اور شئ اپنی غایت ہی سے پوری ہوتی ہے پس گویا کہ افعال کو اعضاے مرکبہ کے تام ہونے کے ساتھ نسبت ہے) جیسے کہ افعال سے استدلال کرنا آفعال اگر سلامتی سے صادر ہون تو صحت کامل ہے آور اگر ناقص ہون (مثلاً آنکھ چیزون کو دور سے اچھی طرح نہ دیکھ سکے) یا یہ کہ باطل ہو جائین

خواہ طبعی ہون خواہ نفسانی خواہ حیوانی ۱۲

(مثلاً آنکھ سے کچھ نظر ہی نہ آئے) تو یہ افعال ناقصہ اور باطلہ برودت پر یا ترکیب کے ردی ہونے پر دلالت کرینگے (کیونکہ یہ تو معلوم ہو چکا کہ افعال اُسی وقت صحیح صادر ہونگے جبکہ صحت کامل ہو اور صحت اُسی وقت کامل ہو گی جبکہ ترکیب اور مزاج سزاوار حالت پر ہون پس جسوقت افعال کی صحت جاتی رہے یعنی ناقص یا باطل ہو جائین تو یہ حالت مرض پر دلالت کریگی اور مرض دو ہی طرح پیدا ہوتا ہے یا تو مزاج کی خرابی سے یا ترکیب کے ردی ہو جانے سے اگر کوئی یہ شبہہ کرے کہ سوء مزاج حار بھی ہوتا ہے اور بارد بھی پھر کیا وجہ کہ مؤلف نے برودت ہی کی تخصیص کی تو اسکا یہ جواب ہے کہ جب مزاج پر برودت غالب ہوتی ہے تو جو باتین از قبیل سکون ہین وہ پیدا ہو جاتی ہین اور ظاہر ہے کہ بطلان افعال اور نقصان افعال یہ از قبیل سکون ہے اسی لیے مؤلف نے کہا کہ بطلان اور نقصان علامت غلبۂ برودت ہے) اور اگر افعال مین تشویش پیدا ہو جائے تو یہ دلیل حرارت ہے یا دلیل ردأت ترکیب ہے جیسے بینائی ہے جب کہ چیزون کو اپنی حالت پر نہ دیکھے جیسے آنکھ کا ڈھیڑا ہو جانا) **مین کہتا ہون** علامات جوہریہ سے وہ علامتین مراد ہین جو جوہر اعضا سے ماخوذ ہون نہ تو اعضا کے عوارض سے اور نہ اُنکے افعال سے اسکی مثال جیسے کہ اعضا کی خلقت سے استدلال کرنا کہ جسوقت اُنکی خلقت اپنی سزاوار حالت پر ہو گی تو سمجھ لیا جائیگا کہ اعضا صحیح اور تندرست ہین اور اگر اُس سزاوار حالت پر نہون تو معلوم ہو جائیگا کہ صحیح نہین ہین بلکہ مریض ہین اور علامات عرضیہ سے وہ علامتین مراد ہین جو اعضا کے عوارض سے ماخوذ ہون لیکن وہ عوارض جو افعال کے سوا ہین جیسے کہ جمال سے استدلال کرنا کہ اعضا کا جمیل ہونا صحت کی دلیل ہے اور قبیح ہونا صحت نہونے کی دلیل ہے اور جمیل ہونیسے یہ مراد ہے کہ اعضا اپنے تناسب اور ہئیت اور تمام باتون مین کامل صورت پر ہون اور بقراط اس ہیئت کو فاضل ہیئت کہا کرتا ہے اور اسی کو جمال طبعی کہتے ہین اور وہ جمال جو جمہور عوام مین معروف ہے جسکو انسان وحیوان کے بیچنے والے سنوار و سنگار کے بناتے ہین جمال طبعی کہتے ہین اور جس جمال کو سلوک جمال کہتے ہین جیسے جانورون کے تو اسکا کوئی اعتبار نہین ہے (غیاث اللغات مین ہے نخاس بفتح نون و تشدید خاے معجمہ و سین مہملہ بازاریکہ دران

غلامان واسپان ودیگر حیوانات فروختہ شوند ونخاس بآئینی مجازست چہ بحقیقت سوق النخاسین
باشد زیراکہ نخّاس صیغۂ نسبت است بمعنی بردہ فروش وبہائم فروش ماخوذ از نخس کہ بمعنے
سرانگشتان بکسی فشردن ست چون معمول بہائم فروشان است کہ برائے دریافت فربہی
ولاغری ودریافت دیگر عیوب در جسم حیوانات جابجا سرانگشتان میخلانند ومی افشرند لہذا نخاس
گفتند) اور علامات تامہ سے وہ علامتین مراد ہین جو اعضا کے افعال سے ماخوذ ہون
کیونکہ جب افعال تام اور کامل ہوتے ہین تو صحت پر دلالت کرتے ہین اور اگر ناقص یا
باطل ہوتے ہین تو برودت پر یا ترکیب کی خرابی پر دلالت کرتے ہین اور اگر افعال مین تشویش
ہوگی تو حرارت پر دلالت کرینگے نقصان کی مثال بینائی کی کمی بطلان کی مثال بینائی کا
جاتے رہنا اور تشویش کی مثال خیالات کا آنکھ کے سامنے دکھینا اور سیدھی چیز کو ٹیڑھا اور
ٹیڑھی چیز کو سیدھا دکھینا اور نقصان اور بطلان کی دلالت برودت پر کلی اور دائمی نہین ہے
بلکہ اکثری ہے کیونکہ یہ دونون باتین کبھی حرارت سے بھی ہوتی ہین اور مؤلف نے یہان
سوء مزاج کو بیان کیا حالانکہ وہ امراض ترکیب مین کلام کر رہا ہے سو اسکی یہ وجہ ہے کہ افعال
دونون چیزون کی علامتین ہوتے ہین (یعنی جسطرح کہ افعال ترکیب کے استوا اور ردارت پر
دلالت کرتے ہین اسیطرح مزاج کے اعتدال اور عدم اعتدال پر بھی دلالت کرتے ہین ۔)
مؤلف کہتا ہے بعضی علامتین تو وہ ہین جو نفس حالت کو بتاتی ہین (یعنی صحت یا
مرض یا حالت متوسطہ کو) جیسے ورم کی علامتین ہین (مثل بوجھ اور کھنچاوٹ اور عضو کا حجم
زیادہ ہوجانے کے کہ یہ باتین ورم پر دلالت کرتی ہین بشرطیکہ حس اسکو دریافت بھی کر سکے
اور ظاہر ہے کہ ورم نفس مرض ہے) اور بعضی علامتین وہ ہین جو حالات کے سببون پر
دلالت کرتی ہین مثل اُن علامتون کے جو ورم کے دموی ہونے پر دلالت کرتی ہین
(جیسے درد کی شدت سے کیونکہ خون اپنی مقدار اور کیفیت دونون کے ساتھ تکلیف
دیتا ہے اور اندر کی طرف خون کا میلان اسلیے ہوتا ہے کہ وہ گاڑھا ہوتا ہے اور نیچے کی
طرف خون کا میلان کرنا اور ورم کے مقام مین باقی رہنا خون کی رطوبت اور غلاظت کے
سبب سے اور علیحدہ کردینے کے بعد پھر اپنی جگہ دشواری سے لوٹتا ہے اور جیسے کہ بہ نسبت

صفرا کے سوزش کی کمی اور گہری سرخی کہ یہ سب باتین اس امر پر دلالت کرتی ہین کہ یہ ورم دموی ہے) اور بعضی علامتین حالت کے مقام پر دلالت کرتی ہین جیسے کہ مرض ذات الجنب مین نبض کا افراط سے منشاری ہونا اس بات پر دلالت کیا کرتا ہے کہ یہ ورم حجابی ہے (عضلی نہین ہے واضح ہو کہ نبض کے منشاری ہونے کے یہ معنی ہین کہ نبض مین سرعت اور تواتر اور سختی ہو اور اُبھرنے بیٹھنے آگے بڑھنے پیچھے ہٹنے مین اختلاف ہو اور اسکی تحقیق آگے چلکر عنقریب آتی ہے اور ذات الجنب اطراف سینہ کے گرم اور مولم ورم کو کہتے ہین کبھی تو یہ ورم سینے کے عضلون مین ہوتا ہے اور اسکو ورم عضلی کہتے ہین اور کبھی اُس پردہ مین ہوتا ہے جو دل اور معدہ کے درمیان پھیلا ہوا ہے جسکا نام حجاب مؤرب اور حجاب مستبطن صدر اور حجاب مستبطن الاضلاع ہے اور اس ورم کو ورم حجابی کہتے ہین اور نبض کی منشاریت اسی ورم پر دلالت کرتی ہے اگر کوئی یہ شبہہ کرے کہ جب نرم عضو مین مثل دماغ اور پھیپھڑے کے ورم ہو تو ہر ورم کے لیے منشاری نبض لازم ہوتی ہے تو اسوقت مین بھی ممکن ہے کہ ورم حجاب مین نہو بلکہ سینے کے عضلون مین ہو تو اسکا یہ جواب ہے کہ نبض کا افراط سے منشاری ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ سخت عضو مین ورم ہے اور وہ سخت عضو یہان جھلی یعنے حجاب ہے اور نبض کے متعلق جو کچھ تفصیل ہے اُسکو اپنے موقع پر ذکر کیا جائیگا) اور بعضی علامتین حالت کے وقت کو بتایا کرتی ہین جیسے وہ علامتین کہ حالت کی انتہا پر دلالت کرین (مثلاً ذات الجنب مین خوب اچھی طرح پکا ہوا خون تھوکنا کہ یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ مرض کے مادہ نے طبیعت کے اثر کو قبول کر لیا اور طبیعت مین اتنی قوت پیدا ہو گئی کہ اُسنے مادہ کو پکا ڈالا اب اسکے بعد مرض مین زیادتی نہو گی بلکہ یوماً فیوماً اُسمین کمی ہی ہو گی کیونکہ مرض کا مادہ مغلوب ہو چکا) اور بعضی علامتین اُن حالتون کو بتاتی ہین جو حالت کے لیے لازم ہین جیسے وہ علامتین جو بُحران پر دلالت کرتی ہین (جیسے بُحران کے دن قلق اور بیداری اور خفقان اور درد سر کا ہونا اسپر دلالت کرتا ہے کہ آج یوم البحران ہے اور بُحران اُس مادی مرض کو لازم ہے جسکے مادہ کو طبیعت دفعۃً دور کرنا چاہتی ہے کیونکہ مرض کے ساتھ طبیعت کا مقاتلہ کرنا مرض کے لوازم مین سے ایک لازم ہے) اور بعضی علامتین ان لازم حالتون کی

اور طبیعت مادہ مرض سے مقاتلہ کرنیکے لیے تیار ہے ۱۲ منہ

خصوصیت پر دلالت کرتی ہین جیسے وہ علامتین جو یہ بتاتی ہین کہ یہ بُحران اسہالی ہے (جیسے
بحران کے دن قراقر اور ریاح کا پیدا ہونا اور پیٹ مین مڑوڑا ہونا اور پسلیون کا کھنچاؤ ہے
کہ یہ باتین اس پہ دلالت کرتی ہین کہ مرض کا مادہ انتڑیون مین ہے اور طبیعت اُسکے دفع کرنیکے
لیے تیار ہے کیونکہ طبیعت کا یہ دستور ہے کہ مادہ کو اقرب طریقہ سے دفع کرے لہذا اسہال
ضرور واقع ہوگا غرضکہ مذکورہ علامتین اس بات کو بتائینگی کہ آج بحران ہوگا اور خاص طریقہ
سے یعنی بذریعۂ اسہال ہوگا) **مین کہتا ہون** علامتون کی یہ چھ قسمین ہوئین پہلی قسم تو
وہ علامت ہے جو نفس حالت یعنی صحت یا مرض یا حالت متوسطہ کو بتائے جیسے ورمون کی
علامتین ہوتی ہین کیونکہ جو علامت ورم ہے وہ نفسِ مرض پر دلالت کرتی ہے اسوجہ سے کہ
ورم مرض ہے اور چوتھے فن کے تیسرے باب مین ان علامتون کا ذکر آئیگا اور دوسری قسم وہ
علامت ہے جو حالت کے سبب کو بتائے جیسے وہ علامتین جو کہ ورم کے دموی ہونے پر
دلالت کرتی ہین جیسے مقامِ ورم کا سُرخ رنگ ہونا کہ یہ اس بات کو بتاتا ہے کہ اس ورم کا سبب
خون ہے اور تیسری قسم وہ علامت ہے جو حالت کے مکان کو بتائے جیسے مرض ذات الجنب
مین نبض کا منشاری ہونا اس بات کو بتاتا ہے کہ پردے مین ورم ہے کیونکہ نبض منشاری
جبھی ہوتی ہے جبکہ کسی نہایت سخت جسم مین ورم ہوا اور وہ جسم یہان پردہ ہی ہے اور اسکی
تحقیق عنقریب آتی ہے اور چوتھی قسم وہ علامت ہے جو حالت کے وقت کو بتائے جیسے
وہ علامتین کہ مرض کی انتہا پہ دلالت کرتی ہین مثلاً مرض کی حالت مین یہ دیکھا جائے کہ
اُسکے آثار کسی حالت پر ٹھہر گئے اب نہ بڑھتے ہین نہ گھٹتے ہین حالانکہ اس سے قبل اُسکے
آثار بڑھ رہے تھے تو یہ ٹھہر جانا مرض کی نہایت پہ دلالت کریگا اور پانچوین قسم وہ علامت ہے
جو حالت کے اُن احوال پر دلالت کرے جو حالت کے لیے لازم ہین جیسے بحران کی علامتین
یعنی مریض کا اضطراب اور کرب اور بے طاقتی اور بدحواسی کہ یہ باتین بتاتی ہین کہ آج بحران کا
دن ہے اور بحران مرض کو لازم ہوتا ہے کیونکہ طبیعت کا مرض سے مقابلہ کرنا مرض کے
لوازم مین کا ایک لازم ہے اور چھٹی قسم وہ علامت ہے جو حالت کی بعض لازم حالتون کی
خصوصیت کو بتائے جیسے وہ علامتین جو یہ بتائین کہ بُحران اسہالی ہے مثلاً بحران کے دن

پیٹ کا درد اور آنتون کا بلا احتباس فضلہ اینٹھنا اور پیٹ کی گرانی اور پسلیونکا نیچے کی جانب کھنچنا اور قراقر اور نفخ شکم کہ یہ سب علامتین بتاتی ہین کہ بحران بذریعہ اسہال واقع ہوگا **مؤلف کہتا ہے** اور چونکہ نبض اور قارورہ اور پائخانہ کلی علامتین ہین جو بدن کی حالتون (یعنی صحت و مرض و حالت متوسطہ) پر دلالت کرتی ہین لہذا ہم ان تینون علامتون مین کلام کرنا چاہتے ہین (لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ نبض کی دلالت دل کی حالتون پر زیادہ قوی ہوتی ہے کیونکہ دل تمام رگون کا منبع اور سب کی اصل ہے اور ہواے سرد کی طرف دل کی شدت حاجت اور ضعف حاجت اور اُسکی قوت کے قوی اور ضعیف ہونے مین تمام شرائین دل کی تابع ہین آور قارورہ زیادہ تر جگر کی حالت پر زیادہ دلالت کرتا ہے کیونکہ جگر کا کام یہ ہے کہ غذا کو کیموس بنا دے اور کیموس کی خوبی اور خرابی اُن فضلون ہی سے معلوم ہوتی ہے جو کلیجہ سے پیشاب کے ساتھ دفع ہوتے ہین آور پائخانہ معدہ اور آنتون کی حالت پر زیادہ دلالت کرتا ہے ویسی ہی دلیل سے جو قارورہ کی دلالت مین ذکر ہوئی) **مین کہتا ہون** مؤلف نے اپنے اس قول مین شیخ بوعلی سینا کی تقلید کی ہے اور اُسکے قول فیہا مین جو ضمیر ہے اُسکا مرجع نبض اور قارورہ اور پائخانہ ہے۔ **مؤلف کہتا ہے** نبض مین (کلام کیا جاتا ہے) **مین کہتا ہون** (مؤلف کا قول (فی النبض) حذف شدہ مبتدا کی خبر ہے یعنی یہ کلام نبض مین ہے آور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اُسکا یہ قول مبتدا کے متعلق ہو اور خبر حذف کردی گئی ہو یعنی نبض کے مباحث مین کلام وہ ہے جو آگے آتا ہے **مؤلف کہتا ہے** نبض۔ رگہاے جہندہ کی انقباضی اور انبساطی حرکت وضعیہ ہے اور اس حرکت سے غرض یہ ہے کہ روح مین ہوا سے تعدیل پیدا ہووے۔ (دخانی) فضلے دفع ہوتے رہین بحر الجواہر مین ہے کہ نبض لغت مین رگ کی حرکت کو کہتے ہین آور اصطلاح اطبا مین نبض کی وہ تعریف ہے جو مؤلف نے ذکر کی واضح ہو کہ نبض کے متعلق جسقدر تفصیل ہے آگے چلکر مؤلف اور شارح کے بیان سے ظاہر ہوگی مگر چونکہ اُس کلام کے غیر منتظم ہونے سے طالب علم کو نبض کے احکام سمجھنے مین گونہ دشواری ہوگی لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بنظر بصیرت ہم ضروری باتون مین سے کچھ بیان بر نقل کردین

چونکہ آجکل یہی لفظ زیادہ متعارف ہے اسلیے ہمنے بول کے معنی بجائے پیشاب کے

تاکہ اُسکے دیکھ لینے کے بعد شارح اور مؤلف کے بیانات بخوبی ذہن مین آسکین اور احکام
نبض کے مشہور اشکالات بھی اُسکے دیکھلینے کے بعد حل ہوسکین معلوم کرنا چاہیے کہ نبض اُن
اعضا کی حرکت کا نام ہے جنمین روح بھری ہوئی ہے اور وہ اوعیہ روح کہلاتے ہین
آور یہ حرکت دو مختلف حرکتون انقباض اور انبساط سے مرکب ہوتی ہے آنبساطی حرکت
تو وہ ہے کہ نبض اوپر کو اُبھرے اور نباض کی اُنگلی کو صدمہ پہونچائے آور انقباضی حرکت
وہ ہے کہ اندر کی طرف سمٹے آن دونون حرکتون کا فائدہ بذریعۂ نسیم کے روح کی تدبیر
تعدیل ہے کہ انقباضی حرکت سے نسیم یعنی ہوا اندر کو پہونچتی ہے اور انبساطی حرکت سے جو
گرم ہوا اندر بھری ہوئی ہے دفع ہوتی ہے نبض مین دو طرح سے بحث ہوسکتی ہے کلی
اور جزئی ۔ جزئی بحث تو ہر ہر مرض کے اعتبار سے اور کلی بحث عام حیثیت سے ہم اسمقام
پر نبض کے قواعد کلیہ بیان کرتے ہین اور احکام جزئیہ امراض جزئیہ کے ذیل مین بیان
کیے جائینگے پس جاننا چاہیے کہ نبض کی ہر حرکت دو حرکت اور دو سکون سے مرکب ہے
اسلیے کہ ہر ایک نبض مین دو حرکتین ہوتی ہین انقباضی اور انبساطی آور ہر دو مختلف حرکتون
کے درمیان ایک سکون ضرور ہوتا ہے اسلیے کہ دو مختلف حرکتون کا یکجا ہونا محال ہے
آور محال ہونیکی وجہ یہ ہے کہ جب پہلی حرکت اپنی مسافت کی نہایت اور کنارے پر
پہونچ جائے اور دوسری حرکت شروع ہو تو بغیر اُن دونون مین سکون کے حائل ہوے
پہلی حرکت کا انقطاع اور دوسری حرکت کی ابتدا نہین ہوسکتی اور اس مسئلہ کی دلیل علم طبعی
مین بیان ہوئی ہے اور یہان پر اس مسئلہ کو مان لینا چاہیے پس جسوقت یہ بات
مان لی گئی تو بغیر اسکے چارہ نہین ہے کہ نبض کی ہر حرکت کے لیے تا اینکہ دوسری حرکت
لاحق ہو چار جزو درکار ہونگے دو حرکت اور دو سکون بایں تفصیل پہلی حرکت انبساطی
اُسکے بعد ایک سکون یعنی اس حرکت اور انقباضی حرکت کے درمیان پھر حرکت انقباضی
اُسکے بعد وہ سکون جو بعد انقباض اور قبل انبساط کے ہوتا ہے ۔ اکثر طبیبون کے
نزدیک انقباضی حرکت بالکل محسوس نہین ہوتی اور بعض مدعی ہین کہ محسوس ہوتی ہے
قوی نبض مین تو بوجہ قوت کے محسوس ہوتی ہے آور عظیم مین بحث بلندی اور ارتفاع کے

اور صلب مین بجہت شدت مقاومت کے اور بطی مین بسبب طول زمانہ حرکت کے جالینوس
کہتا ہے مین زمانہ دراز تک حرکت انقباضی سے غافل رہا اُسکے بعد مین نے اس حرکت
کے محسوس کرنے کا عزم اور عہد کیا یہانتک کہ مجھے کسیقدر اُس سے آگہی ہوئی تھوڑے
زمانے کے بعد بہت استواری اور مضبوطی سے مین نے اُسکو پہچانا اُسکے بعد مجھپر علم نبض
کے دروازے کھل گئے اور جو شخص میری طرح متعہد ہو وہ بھی میری طرح نبض کو دریافت
کرسکیگا یہ بھی جاننا چاہیے کہ ہاتھ مین سے (پہونچا) ساعد کی رگ جو نبض کے واسطے مقرر کیگئی
ہے اُسکے تین فائدے ہین اول تو اس رگ کا ہاتھ مین لینا آسان ہوتا ہے اور
اُسکو ہر شخص بلا انکار دکھا سکتا ہے اور اسمین اُسے کوئی شرم نہین ہوتی دوسرے اسکی شریان
(جسے کہ پردہ والی عورتین بھی اسمین عار نہین سمجھتین ۱۲)
دل کے مقابل اور قریب واقع ہے جو نبض کا مبدا ہے مناسب ہے کہ نباض اور
نبض دکھانیوالے کا ہاتھ ایک ہی پہلو پر ہون یعنی اگر انگوٹھا اوپر ہو تو خنصر زمین کیطرف
(یعنی ہاتھ کی چھوٹی انگلی ۱۲ منہ)
ہو یا برعکس ف نبض دیکھنے کے لیے چند شرطین ہین جنکا لحاظ طبیب کو رکھنا چاہیے
(یہ شرطین دوسری کتاب سے لکھی گئی ہین شیخ نے کل شرطون کو نہین ذکر کیا ۱۲ منہ)
شرط اول طبیب کو معتدل المزاج صحیح الطبع ہونا چاہیے تاکہ اُسکی تجویز قابل اعتبار ہو دوسری
شرط طبیب کی انگلیان لطیف ہون تاکہ نبض کی حرکت بخوبی معلوم ہوسکے تیسری
شرط طبیب کو چاہیے کہ انگلیون کے سرون سے نبض دیکھے اسواسطے کہ پورون مین
بہ نسبت تمام جسم کے قوت حساسہ زیادہ ہوتی ہے چوتھی شرط نبض کو چار انگلیون سے
دیکھے یعنی کلمہ کی انگلی بیچ کی انگلی اور اُسکے بعد کی دونون چھوٹی بڑی انگلیان اور
سب سے چھوٹی انگلی کو مریض کے انگوٹھے کی طرف رکھے اور کلمہ کی انگلی کو مریض کے
پہونچے کیطرف کیونکہ انگوٹھے کیطرف شریان زیادہ محسوس ہے بخلاف اُسکے جو پہونچے
کی طرف ہے اسلیے ایسی انگلی کو جسمین حس کی قوت زیادہ ہے پہونچے کی طرف ہونا چاہیے
پانچوین شرط طبیب کو چاہیے کہ نبض کو عرصہ تک دیکھے حتی کہ تیس ۳۰ یا پینتیس ۳۵ نبضے حاصل
ہوجائین کیونکہ اتنے عرصہ مین تغیرات کی حالت بخوبی معلوم ہوسکتی ہے اور نبض
دیکھنے کی ادنی مدت بارہ ۱۲ نبضہ ہین چھٹی شرط نبض دیکھتے وقت آنکھون کو بند کرلینا
چاہیے تاکہ ظاہری خیالات اُسکے دل سے دور ہون اور دل مریض کیطرف متوجہ ہو

ساتوین شرط جسکی نبض دیکھی جائے وہ غم اور سرور اور ریاضت اور تمام انفعالات سے خالی ہو
اور اسقدر شکم سیر نہو کہ پیٹ مین گرانی ہو اور زیادہ بھوکھا بھی نہو اور کسی معہود عادت کا اُسوقت
تارک بھی نہو اور نہ کسی ایسے امر کو اُسوقت اختیار کیے ہو جو خلاف عادت ہو اور حمام اور خواب مفرط سے فارغ
نہوا ہو غرضکہ جتنے حالات تغیر پیدا کر دینے والے ہین اُنمین سے اُسوقت کوئی نہو کہ ایسی حالت
مین نبض قابل اعتبار نہین ہوتی آٹھوین شرط یہ بھی لحاظ رکھنا چاہیے کہ جس مقام پر مریض
موجود ہے وہان شور و غوغا اور قوی صدمے نہون جو طبیعت مین تشویش پیدا کرتے
ہین اور مریض اور طبیب دونون خاموش رہین نوین شرط یہ بھی چاہیے کہ ملاقات مریض کے
بعد تھوڑا سا توقف کرنا چاہیے یعنی اول مزاج پرسی وغیرہ مین مصروف ہو بعدہ نبض دیکھے
کیونکہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ مریض کو طبیب کی ملاقات سے بیحد خوشی یا شرم یا خوف لاحق ہوتا ہے
اور ایسی صورت مین تغیر حال کی وجہ سے نبض قابل اعتبار نہین ہوتی دسوین شرط داہنے
ہاتھ کی نبض داہنے ہاتھ سے دیکھے اور بائین ہاتھ کی بائین ہاتھ سے گیارھوین شرط نبض مین
اول قوت اور ضعف کو دریافت کرنا چاہیے اگر نبض قوی معلوم ہو تو اُنگلیون سے دبا کر دیکھنا
چاہیے اور اگر ضعیف معلوم ہو تو اُنگلیون کو سبک رکھا جائے تاکہ اُسکی حرکت موقوف نہو جائے
اُسکے بعد ہم یہ کہتے ہین کہ جن اجناس کے ذریعہ سے اطبا نبض کا حال پہچانتے ہین اُنکی
دس قسمین ہین اگرچہ مناسب بحال طبیب یہ ہے کہ اُنکو نو قسمون مین منحصر کرے پہلی جنس
مقدار زمانہ انبساط سے لیجاتی ہے دوسری جنس ماخوذ ہے کیفیت قرع اصابع سے یعنی
نبض کے انگلیون مین لگنے سے تیسری جنس معتبر ہے ہر حرکت کے زمانہ سے چوتھی جنس معتبر ہے
بہ نسبت قوام آلہ کے یعنی وہ شریان جسکی حرکت نبض مین معتبر ہے اُسکے قوام کی سختی اور نرمی
وغیرہ پانچوین جنس لیجاتی ہے باعتبار خالی اور پُر ہونے شریان کے چھٹی جنس ماخوذ ہے
باعتبار حرارت اور برودت ملمس شریان کے ساتوین جنس معتبر ہے باعتبار زمانہ سکون کے
آٹھوین جنس ماخوذ ہے باعتبار ہموار اور اختلاف نبض کے نوین جنس ماخوذ ہے باعتبار
انتظام نبض کے اختلاف مین اور ترک اس انتظام کے دسوین جنس معتبر ہے باعتبار وزن کے
مقدار کہتے ہین طول عرض عمق کو اور اُن تینون کو اقطار ثلثہ کہتے ہین ہر قطر کے تین حال ہین

زیادتی کمی اعتدال نبض اگر طول مین معتدل نبض سے بڑھجائے تو اُسکو طویل کہتے ہین اسکی
دلالت زیادتی حرارت پر ہوتی ہے اور اگر عرض مین بڑھ جائے تو اُسکو عریض کہتے ہین
اسکی دلالت کثرت رطوبت پر ہوتی ہے اور اگر عمق مین بڑھ جائے اُسکو مشرف کہتے ہین
اسکی دلالت بھی زیادتی حرارت پر ہوتی ہے اور اگر طول مین گھٹ جائے تو اسکو قصیر کہتے ہین
اسکی دلالت برودت پر ہوتی ہے اور اگر عرض مین گھٹ جائے تو اُسکو ضیق کہتے ہین
اسکی دلالت رطوبت کی کمی پر ہوتی ہے اور اگر عمق مین گھٹ جائے تو اُسکو منخفض کہتے
ہین اسکی دلالت کمی حرارت پر ہوتی ہے اور جب قطر مین معتدل ہو اسکو معتدل اُسی قطر مین
کہتے ہین اسکی دلالت اعتدال حال پر ہوتی ہے اور ان نو قسمون کو بسیط کہتے ہین اور انکی
ترکیب سے ستائیس قسمین نکلتی ہین جیسا کہ آیندہ چل کر جدول سے معلوم ہوگا یہ بھی جاننا
چاہیے کہ نبض طویل عریض مشرف کو عظیم اور قصیر ضیق منخفض کو صغیر اور عریض مشرف کو غلیظ
اور ضیق منخفض کو دقیق کہتے ہین اور قرع حرکت کے معنی ٹھوکنے کے ہین یعنی انگلیون مین
نبض کا لگنا اسکی تین قسمین ہین قوی ضعیف متوسط قوی تو وہ ہے کہ انگلیون مین زور سے
آکر لگے گویا کہ انگلیون کے گوشت مین گھسی جاتی ہے اور اگر زور سے دبا دین تو حرکت
نبض کی باطل نہو پہلے دب جائے پھر اُبھر کر انگلیون کو اُٹھا دے اسکی دلالت غلبۂ
قوت حیوانی پر ہوتی ہے اور ضعیف برخلاف اسکے اُسکی دلالت ضعف قوت حیوانی پر
ہوتی ہے اور متوسط وہ ہے کہ نہ قوی ہو نہ ضعیف اسکی دلالت اعتدال حال قوت پر
ہوتی ہے اور جس زمانہ مین نبض مسافت کو قطع کرتی ہے وہ زمانۂ حرکت ہے اسکی تین
قسمین ہین سریع بطی متوسط سریع وہ ہے کہ معتدل نبض کے اعتبار سے اُسکا زمانہ قطع مسافت
کم ہو یعنی جلد جلد حرکت واقع ہو یہ نبض اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ کثرت حرارت کی
وجہ سے ہوائے سرد کی زیادہ حاجت ہے اور بطی وہ نبض ہے جسکا زمانہ قطع
مسافت معتدل کے زمانہ سے زیادہ ہو یعنی دیر مین حرکت کرے اسکی دلالت اس بات پر
ہوتی ہے کہ قلت حرارت کی وجہ سے ہوائے سرد کی حاجت کم ہے اور متوسط وہ جو نہ سریع
ہو نہ بطی اور سکون وہ زمانہ ہے جسمین حرکت معلوم نہو اور اُسکی تین قسمین ہین متواتر متفاوت

متوسط متواتر وہ ہے کہ زمانہ سکون کا معتدل سے کم ہو یعنی ٹھہراؤ بہت کم ہو اسکی دلالت ضعف قوت حیوانی پر ہوتی ہے خواہ بسبب حرارت کے خواہ بسبب برودت کے آور متفاوت وہ ہے کہ زمانہ سکون کا معتدل سے بہت زیادہ ہو اسکی دلالت کبھی غلبۂ قوت حیوانی پر ہوتی ہے اور کبھی سقوط قوت پر آور متوسط وہ ہے کہ زمانہ سکون کا معتدل کے برابر ہو اسکی دلالت قوت کے اعتدال پر ہوتی ہے آور قوام کہتے ہین نرمی اور سختی جرم کو اسکی تین قسمین ہین صلب لین متوسط نبض صلب وہ ہے کہ اگر رگ کو دبائین تو مشکل سے دبے اسکی دلالت خشکی پر ہوتی ہے آور لین وہ ہے کہ آسانی سے دب جائے اسکی دلالت غلبۂ رطوبت پر ہوتی ہے آور متوسط وہ ہے کہ معتدل کی طرح دبے۔ آور جو چھونے سے نبض کی جگہ گرم یا سرد معلوم ہو اسکو ملمس کہتے ہین ملمس کا گرم ہونا گرمی پر دلالت کرتا ہے آور سرد ہونا سردی پر اور متوسط ہونا اعتدال پر آور رگ کے اندر جو خون اور روح ہے اسکی مقدار کو مقدار مافی العرق کہتے ہین ممتلی خالی متوسط ممتلی بھری ہوئی نبض کو کہتے ہین اسکی دلالت زیادتی خون اور روح پر ہوتی ہے آور خالی برعکس اسکے یعنی اسکی دلالت قلت خون وروح پر ہوتی ہے آور متوسط کی دلالت اعتدال پر اور استوا احوال کے یکسان ہونیکو کہتے ہین وہ دو قسم ہے مستوی آور مختلف نبض مستوی وہ ہے کہ ہر نبض یا ہر جزو نبض کا احوال مذکورہ بالا مین یکسان پایا جائے اسکی دلالت خیریت مزاج پر ہوتی ہے اور نبض مختلف وہ ہے کہ احوال یکسان نہو اسکی دلالت خرابی مزاج پر ہوتی ہے واضح ہو کہ استوا اور اختلاف پانچ احوال مین ظاہر تر ہوتے ہین اول مقدار نبض دوم قرع سوم زمانہ حرکت چہارم زمانۂ سکون پنجم قوام رگ باقی اور احوال مین استوا اور اختلاف کا معلوم کرنا دشوار ہے آور انتظام اور غیر انتظام کے اختلاف کی دو قسمین ہین مختلف منتظم مختلف غیر منتظم یعنی اختلاف احوال کا نبض مین جسطرح پر کہ ہو اگر ایک وضع پر پایا جاوے تو اسکو نبض منتظم کہتے ہین اسکی دلالت فی الجملہ خیریت مزاج پر ہوتی ہے یعنی اسپر دلالت ہوتی ہے کہ مزاج مین ردائت کم ہے آور اگر ایک وضع پر نہ پایا جائے تو اسکو نبض غیر منتظم کہتے ہین اسکی دلالت مزاج کے نہایت ردی ہونے پر ہوتی ہے آور وزن کے معنی لغۃً قیاس کرنا ایک

چیز کو ساتھ دوسری چیز کے تو وہ نسبت کہ درمیان دونون چیزون کے ہے حاصل ہے
اور وزن نبض یہ ہے کہ ایک حرکت کے زمانہ کو دوسری حرکت کے زمانہ یا ایک سکون کے
زمانہ کو دوسرے سکون کے زمانہ یا حرکت کے زمانہ کو سکون کے زمانہ سے الگل اور اندازہ
کرین اسکی دو قسمین ہین جید الوزن اور غیر جید الوزن جید الوزن وہ ہے کہ ایک زمانہ کی
نسبت دوسرے زمانہ کے ساتھ مجراے طبعی پر پائی جائے یعنی ہر سن کے موافق اسکی
دلالت حال طبیعت کی بہتری پر ہوتی ہے اور غیر جید الوزن برخلاف اسکے اسکی تین قسمین
ہین ایک مجاوز الوزن وہ یہ کہ ایک سن کی نبض اُس سن کی نبض کے مانند ہو جائے جو
اُسکے متصل ہے جیسے لڑکے کی نبض جوان کی سی نبض ہو جائے دوسری مباین الوزن
وہ یہ کہ ایک سن کی نبض دوسرے سن کی سی نبض ہو جائے جو اُس سے بعید ہے مثلاً
لڑکے کی نبض بُڈھے کی سی نبض ہو جائے تیسری خارج الوزن وہ یہ ہے کہ کسی سن
کی سی نبض کا وزن نہ باقی رہے جیسے نبض مین کانپنے کی حرکت پائی جائے یہ اقسام
نبض کے جو مذکور ہوے مفرد ہین اور نبض مرکب کے بہت سے اقسام ہین یہان آٹھ
قسمین بیان کی جاتی ہین منشاری موجی دودی نملی ذنب الفار مطرقی ذوالفترہ
واقع فی الوسط پس جاننا چاہیے کہ منشار آرے کو کہتے ہین اور نبض منشاری وہ ہے
کہ سریع و متواتر و سخت و مختلف الاجزا ہو بلندی و پستی و تقدم و تاخر و سختی و نرمی مین یعنی
نبض مین نہایت سرعت و تواتر ہو مگر آپسمین نبض کے اجزا مختلف ہون بعضے بلند بعضے
پست اور بعضے اجزا متحرک ہون قبل وقت کے یا بعد وقت کے اور بعضے سخت معلوم
ہون اور بعضے بہت سخت اور موج لہر کو کہتے ہین نبض موجی نبض منشاری کے سب
اجزا مین مشابہ ہوتی ہے مگر یہ کہ جرم نبض کا سخت نہین ہوتا نرم ہوتا ہے یہ نبض زیادتی
رطوبت پر دلالت کرتی ہے اور دود اُس کیڑے کو کہتے ہین جو غلاظت مین ہوتا ہے
نبض دودی کی صورت بھی اسی کیڑے کی سی ہوتی ہے ضعف حرکت اور ملائمت مین
یہ نبض سب باتون مین نبض موجی کے مشابہ ہوتی ہے مگر یہ صغیر ہوتی ہے اور قوت کے نہایت
ضعیف ہو جانے پر دلالت کرتی ہے اور نمل چیونٹی کو کہتے ہین نبض نملی کی چال چیونٹی

کی سی ہوتی ہے یہ نبض صغیر اور متواتر ہوتی ہے اسکی دلالت سقوط قوت پر ہوتی ہے اور
ذنب دم کو کہتے ہین اور فار چوہے کو نبض ذنب الفار کی شکل چوہے کی دم کی سی ہوتی
ہے ایک طرف سے موٹی دوسری طرف سے پتلی یہ نبض مختلف الاجزار ہے عظم اور صغر مین
دلالت کرتی ہے ضعف قوت پر اور مطرقہ کہتے ہین ہتھوڑے کو نبض مطرقی کی حرکت
ہتھوڑے کی سی حرکت ہوتی ہے اسطرح پر کہ ایک مرتبہ آکر زور سے اُنگلیون مین لگتی ہے
پھر ذرا ہٹکر آہستہ سے آکر لگتی ہے برابر اسیطرح دو قرعے ایک قوی دوسرا ضعیف چلے جاتے
ہین یہ نبض تین حال مین ہوتی ہے ایک یہ کہ قوت قوی ہو اور ترویح کیطرف شدید
حاجت ہو اور نبض مین صلابت یعنی سختی ہو اس صورت مین حاجت شدید چاہتی ہے کہ
انبساط بخوبی حاصل ہو اور قوت مقتضی ہے قوت حرکت کو لیکن بسبب صلابت کے انبساط
پورا نہین ہوتا تو قوت ایک مرتبہ نبض کو اُبھارے اور جب بخوبی انبساط حاصل نہو تو بسبب
شدت حاجت کے پھر ذرا اُبھار دیتی ہے تاکہ پہلے انبساط کا نقصان پورا ہوجائے دوسرے
یہ کہ قوت ضعیف ہو کہ ایک مرتبہ انبساط نبض کے لیے وفا نکرے استراحت کے لیے تھوڑا
سکون کرکے دوبارہ حرکت انبساطی کو پورا کرے تیسرے یہ کہ کوئی واقعہ دفعۃً سامنے
آجائے جیسے خوف کی چیز اور قوت کو انبساط تام سے باز رکھے اور ذو الفترہ اُس نبض کو
کہتے ہین جو حرکت کرتے کرتے ٹھہر جائے اسکی دلالت ضعف قوت پر ہوتی ہے کہ
واسطے استراحت کے بجاے حرکت کے سکون کرلے اور خوف کی حالت مین بھی یہی نبض
ہوجاتی ہے اس نبض کے دو درجے ہین اول جب زمانہ مین حرکت کی امید ہو کہ وہ
ضرور ساتھ وجود کے آویگی نہ آوے اور اگر آوے تو محسوس نہو اسکی مثال یہ ہے کہ
زمانہ سکون جو بعد حرکت انبساط یا انقباض کے ہوتا ہے زیادہ ہو اور جب زمانہ سکون
کا زیادہ ہوگا تو جو حرکت واقع ہوگی وہ بوجہ زیادتی سکون کے محسوس نہوگی کیونکہ زمانہ حرکت
کا گذر گیا دوسری مثال یہ ہے کہ بعد سکون انقباض کے رگ طرف انبساط کے مائل ہوتی ہے
اور وہ ہنوز محسوس ہونیکے درجہ کو نہ پہونچے مگر وہ اپنے مرکز کی طرف عود کرے اور حرکت
باطل ہو کر سکون ظاہر ہو قرشی کے نزدیک ذو الفترت کے یہی معنی ہین دوسرے بعد شروع ہونے حرکت

اور قبل تمام ہونے حرکت کے سکون واقع ہو مثلاً نبض بعد شروع ہونے انبساط کے اور
قبل تمام ہونے انبساط کے ساکن ہوا اور پھر حرکت کر کے انبساط کو تمام کرے یا بعد شروع
انقباض کے قبل تمام ہونے اُس حرکت کے سکون واقع ہوا اور پھر حرکت کر کے انقباض
کو پورا کرے پس ضرور ہے کہ درمیان سکونین مذکورین کے زمانہ حرکت کا تھا جسمین سکون
واقع ہوا پس نبض مذکور دو حرکتون سے مرکب معلوم ہوتی ہے یعنی ایک حرکت منقطع الوسط
اور چار سکون سے نبض مرکب ہے واضح ہو کہ حرکت عام ہے اور اُس سے حرکت کا ہونا مراد
ہے اور معنی ذو الفترہ کے ٹھہرنے کے ہین چونکہ یہ نبض چلتے چلتے دفعۃً بقدر دو سکون کے
ٹھہر جاتی ہے اسواسطے اسکو ذو الفترہ کہتے ہین اور سبب اس نبض کا ضعیف ہونا قوت کا
ہے بوجہ ماندگی اور واسطے طلب استراحت کے اور یہ بعد چند نبض کے حرکت کرنے مین
محتاج اور عاجز ہو جاتی ہے اور اگر حرکت بھی کرتی ہے تو بوجہ ضعف کے محسوس نہین ہوتی
پس معلوم کرنا چاہیے کہ مقدار سکون اور حرکت اس نبض کی باعتبار قوت کے ہے مثلاً اگر
ضعف کم ہے تو بعد چند قرعات کے سکون واقع ہوگا اور اگر زیادہ ہے تو چار پانچ یا زیادہ
قرعات کے بعد سکون واقع ہوگا واللہ اعلم مقصود کے شروع کرنے سے قبل ہمنے اسقدر
تفصیل صرف اسلیے نقل کر دی ہے کہ اب اسکے بعد جو مباحث کتاب مین مذکور ہونگے
طالب علم کو اُنسے محض اجنبیت نہوگی اور وہ اس تفصیل کو مرکوز خاطر کر لینے کے بعد نبض کے
مسائل مشکلہ کو کچھ کچھ سمجھ لیگا اور اصل یہ ہے کہ مباحث نبض کے سمجھنے کے لیے بہت زیادہ
محنت کی ضرورت ہے طبی کتابون مین جسقدر دشواری اسکے مباحث سمجھنے مین پیش آتی
ہے وہ کسی اور بحث مین ہرگز نہین ہے اس تفصیل وغیرہ سے بھی اسکو محض اصطلاحات مقررہ
پر عبور ہو جائیگا) مین کہتا ہون حرکت چار مقولون مین واقع ہوا کرتی ہے اور وہ چارون
مقولے یہ ہین این وضع کم کیف جو حرکت مقولۂ این مین واقع ہوتی ہے اُسکے تو یہ معنی
ہین کہ متحرک کے مکانات بدل جائین عام اس سے کہ حرکت کرنے والا اپنے مکان سے
باہر ہو یا نہو باہر ہونے کی صورت تو یہ ہے کہ مثلاً زید ایک گھر سے دوسرے گھر مین چلا جائے
اور باہر نہونے کی یہ صورت ہے کہ پانی کے کوزے کو حرکت دیجائے اور ایک جگہ سے اُٹھا کر دوسری جگہ

رکھدیا جائے (اس صورت مین کوزے کی طرح پانی کی حرکت بھی اینی ہی ہو گی گویا پانی اُسی کوزہ مین ہے جہان پہلے تھا اسیلیے کہ اس حرکت سے جو ہوا کا سطح پانی کو اُسوقت گھیرے ہو تھا اب وہ سطح گھیرے ہوئے نہین ہے بلکہ بجائے اُسکے اب دوسرا سطح اُسپر محیط ہے) اور مقولہ وضع مین حرکت کے واقع ہونے کے یہ معنی ہین کہ حرکت کرنے والی چیز کے اجزا کو جو نسبت کسی خارج یا داخل کیطرف تھی وہ اب نہ باقی رہے بلکہ بدلجائے بلا اسکے کہ اُسکے مکانات بدلین جیسے کسی گول جسم کی حرکت اپنے مرکز پر ہوتی ہے یا یہ کہ کوئی جاندار بیٹھے سے اٹھکر اہوا اور مقولہ کیف مین حرکت ہونے کے یہ معنی ہین کہ جسم ایک کیفیت کو چھوڑکر دوسری کیفیت اختیار کرلے مثلاً سرد پانی گرم کردیا جائے اور مقولہ کم مین حرکت ہونے کے یہ معنی ہین کہ جسم اپنی مقدار مین حرکت کرے (اور یہ دو نوع پر ہے ایک باعتبار زیادتی حجم کے دوسرے باعتبار نقص حجم کے واضح ہو کہ حجم کی زیادتی دو حال سے خالی نہین ہے ایک تو یہ کہ بوجہ زیادتی وزن کے واقع ہو مانند فربہی نمو کے دوسرے یہ کہ بلا زیادتی وزن واقع ہو جیسے روئی اور اسفنج کا پھول جانا اور اسکو تخلخل غیر حقیقی کہتے ہین اور جو بہ نسبت لاحق ہونے کسی کیفیت کے ہو اُسکو تخلخل حقیقی کہتے ہین جیسے برف کا گھل جانا کہ برف بغیر حرارت پہونچے نہین پگھلتی اور جو بوجہ نقصان حجم کے ہو اُسکی دو قسمین ہین اول یہ کہ شے کے بعض اجزا فنا ہوجائین جیسے ذبول اور ہزال دوسری یہ کہ باوجودیکہ تمام اجزا بدستور باقی رہین مگر حجم مین نقصان پیدا ہوجائے اسکی بھی دو قسمین ہین اول تو یہ کہ اجزا کے لبتہ اور متماسک ہوجانیسے حاصل ہو جیسے پانی کو کسی ظرف مین رکھین اور وہ لبتہ ہوجائے یا ہوا کہ قسر قاسر سے پھیلجائے مثلاً شیشہ کے منھ کو اپنے منھ سے لگاکر زور سے چوسا جائے اور فوراً شیشے کے منھ کو انگلی سے دباکر پانی مین اُلٹا چھوڑدیا جائے تو اُسکے اندر بلا تکلف پانی جانا شروع ہوجائیگا اور یہ بات بجز نقصان حجم ہوا کے نہین پیدا ہوتی دوسرے یہ کہ اس جسم غریب کے خارج ہونے سے حاصل ہو جو تخلخل کا منشا ہے مانند روئی اور ابر مردہ کے اسواسطے کہ یہ ہوا کے نکلجانے سے ناقص الحجم ہوجاتے ہین غرضکہ نقصان حجم جس طور پر ہوا طبا اسکو لفظ تکاثف سے یاد کرتے ہین اور اسکی دو قسمین ہین تکاثف حقیقی اور غیر حقیقی حقیقی کیواسطے

اس حرکت کو حرکت وضعی شرط ہو

اور یہ پانی کے لیے مکان مجازی ہے اور کوزہ کا سطح ہوا کے

ع یعنی جو تبدیلے گرم پانی تدریجاً گرم ہو وہ دونون اور سنجا دن میں کوئی فرق نہ ہوگا اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ حرکت کیفی بعض کیفیتون مین نہین پیدا ہوتی بلکہ بعض کیفیتون مین پیدا ہوتی ہے جیسے کیفیات جن میں اشتداد وضعف ہو مثل کیفیات ابوجرارت وبرودت ورطوبت ویبوست کے اور بعض ان چیزون مین جیسے تعلق نہین رکھتی مانند سیاہی اور سفیدی کہ وہ شدت اور ضعف کو نہین قبول کرتی اسمین حرکت کیفی واقع نہین ہوتی ۱۲ منہ

تماسک اجزا شرط ہے اور غیر حقیقی کے واسطے جسم غریب کا خارج ہونا لازم ہے اس تحقیق کو
یاد رکھنا چاہیے بہت کام کی بات ہے) اور یہ تو ظاہر ہے کہ نبض کی حرکت کیفی نہین ہے
گو یہ بات ممکن ہے کہ شریان کو کیفیت مین حرکت ہو (کیونکہ منجملہ استدلالات کے آلہ کا لمس
بھی ایک استدلال ہے اور وہ کبھی حرارت سے برودت کی طرف منتقل ہوتا ہے اور کبھی بالعکس
جیسا کہ ثابت ہوا ہے) کیونکہ اسکو نبض کہا نہین جاتا (یعنی بلکہ یہ کہنے سے کہ نبض کی حرکت
کیفیت مین نہین ہوتی یہ غرض ہے کہ نبض یعنی انبساط و انقباض حرکت فی الکیف سے ہے
نہین اور اُسکو نبض کہتے نہین اور یہ اطبا کے یہان متفق علیہ مسئلہ ہے) اور نہ نبض کو مقدار مین
حرکت ہوتی ہے اگرچہ بعض لوگ اسطرف گئے ہین کیونکہ اگر یہ بات تسلیم بھی کرلیجائے کہ نبض
کے انبساط اور انقباض کے وقت تخلخل اور تکاثف ہوتا ہے تاہم نبض کی حرکت سے طبیب
کی یہ غرض متعلق نہین ہوتی (جو لوگ اسکے قائل ہین کہ مقدار مین نبض حرکت کرتی ہے وہ
اسکی یہ دلیل پیش کرتے ہین کہ انبساط کے وقت نبض مین تخلخل ہو جاتا ہے اور انقباض کے
وقت تکاثف اور تخلخل اور تکاثف حرکت کمی ہے تو شارح اور مصنف نے اسکا جواب اسطرح
دیا کہ نبض کے لیے انبساط اور انقباض بمنزلہ اسکے ہے کہ کسی شخص کے لیے قیام و قعود
ہو پس جسطرح قیام و قعود کے وقت آدمی مین تخلخل اور تکاثف نہین ہوتا اسیطرح نبض مین بھی
انبساط اور انقباض کے وقت تخلخل اور تکاثف نہین ہوتا اور اگر بالفرض تسلیم بھی کرلیا
جائے کہ تخلخل اور تکاثف ہوتا ہے تو ہم کہینگے کہ طبیب کی غرض اُس تخلخل اور تکاثف سے
متعلق نہین ہوتی جو انبساط اور انقباض سے حاصل ہو بلکہ اُنکی غرض صرف انبساط
اور انقباض سے ہے) پس یہ دو صورتین باقی رہین کہ نبض کی حرکت مکانی ہے یا وضعی
مؤلف نے اسی کو اختیار کیا ہے کہ اُسکی حرکت وضعی ہے مکانی نہین ہے اور اس
دعوے کی دلیل مؤلف سے اسطرح منقول ہے کہ جو متحرک حرکت مکانی کرتا ہے اسکو
لازم ہے کہ حرکت کرتے وقت اپنے مکان سے نکلے اور شریان جب سمٹتی یا پھیلتی ہے
تو وہ اپنے مکان سے باہر نہین جاتی ہے بلکہ شریان کا مکان اُسکے پھیلنے کیوقت
پھیلجاتا ہے اور سمٹنے کیوقت سمٹ جاتا ہے اسلیے کہ مکان وہی ایک جسم کے اندر کی

شرح کلیات قانون مین ۱۲

سطح ہے جو گھرے ہوئے جسم کے ظاہری سطح کو ملی ہوئی ہو۔ (بعض حاذق طبیبون نے اسپر ایک قوی شبہہ وارد کیا ہے جو درحقیقت قابل قدر ہے وہ فرماتے ہین کہ نبض کے انقباض یعنی سمٹ جانے کے وقت اُسکا مکان یعنی باطنی سطح چھوٹا ہو جاتا ہے اور وہ بڑا سطح جو پہلے اُسکا مکان تھا باطل اور معدوم ہو جاتا ہے اور انقباض کے لیے بیشمار مرتبے ہین اسی طرح انبساط کے بھی پس حرکت انبساطی اور حرکت انقباضی کے وقت سطحین برابر ہر آن مین بدلتی اور متغیر ہوتی رہنگي اور ہر لحظہ یہ بات صادق آئیگی کہ نبض کا مکان باطل ہو گیا اور وہ اُس سے نکلکر دوسرے مکان مین آگئی غرضکہ اگر تھوڑی سی دقت نظر سے کام لیا جائے تو یہ بات ذہن مین آسکتی ہے کہ شریان ہر لحظہ اپنے مکان کو چھوڑتی ہے انتہی کلامہ الشریف) پس ثابت ہو گیا کہ نبض کی حرکت اینی نہین ہے اور یہ بات متعین ہو گئی کہ اُسکی حرکت وضعی ہے علاوہ اسکے جبکہ شریان سمٹنے کے بعد پھیلتی ہے یا پھیلنے کے بعد سمٹتی ہے تو اسمین یہ تغیر پیدا ہوتا ہے کہ اُسکے اجزا مین نزدیک اور دور ہونے کی نسبت بدلتی رہتی ہے اور وضع سے یہان یہی مراد ہے غرضکہ نبض کی حرکت وضعی ہی ہے اور معترض کے لیے اسکی گنجایش ہے کہ وہ یہ یون اعتراض کرے کہ ہم نہین مانتے کہ حرکت اینیہ کی وہ تعریف ہے جو تمنے بیان کی (کہ حرکت اینیہ یہ ہے کہ متحرک ایک مکان سے دوسرے مکان کی جانب حرکت کرے) ورنہ لازم آئیگا کہ جاری پانی مین جو پتھر ٹھہرا ہوا ہے (اور پانی اُسپر سے برابر گذر رہا ہے) وہ متحرک ہو (کیونکہ اُسکا مکان ہر لحظہ بدل رہا ہے حالانکہ ہم صریحًا دیکھتے ہین کہ وہ ساکن ہے) اور لازم آتا ہے کہ جو پانی کوزے مین ہے وہ ساکن ہو (گو کہ کوزے کو مشرق سے مغرب تک لیجایا جائے کیونکہ اُسپر صادق آتا ہے کہ اُسکا مکان نہین بدلا حالانکہ ہم صریحًا جانتے ہین کہ پانی متحرک ہے) اور اسیطرح معترض یہ بھی کہ سکتا ہے کہ حرکت وضعیہ کی جو تعریف تم نے کی ہے کہ اجزا کی نسبتین بدلجائین اسکو بھی ہم نہین مانتے اسواسطے کہ حرکت وضعیہ مین ہیئت مکان کا نہ بدلنا بھی معتبر ہے (اور نبض مین این مین بھی تبدل و تغیر ہوتا ہے پس اُسکی حرکت صرف اجزا کی نسبتون کے بدلنے سے وضعی نہین ہوسکتی جیساکہ مؤلف نے

ع مکان سے کیا مراد ہے حقیقی یا مجازی اگر حقیقی مراد ہے تو یہ تسلیم ہے زمین بدلا لیکن تبدل مکان کا قابل ہے وہ مکان سے سطح باطن مراد لیتا ہے اور اگر مکان مجازی مراد ہے تو مکان کا نہ بدلنا جزئی مین ہے ۱۲ ادیب کرد

سمجھا ہے واضح ہو کہ یہ دونون شبہے فاضل علامہ سے منقول ہین پہلے شبہہ کی تقریر صاحب
نفیسی نے اسطرح کی ہے کہ مؤلف جو یہ کہتا ہے کہ ہر حرکت مکانی مین یہ ضرور ہے کہ متحرک
اپنے مکان سے خارج ہو اہپر یہ اعتراض ہے کہ حرکت مکانی یعنی حرکت اینی مین متحرک کے
اَیُون بدلتے ہین یعنی متحرک کی وہ ہیأتین بدلتی ہین جو اُسکو مکان عہ حقیقی یا مجازی مین
رہنے سے حاصل ہوتی ہین اس معنی کر کہ متحرک ہر آن مین دوسرے این مین ہوتا ہے
نہین کہ ہر آن دوسرے مکان مین ہوتا ہے کیونکہ جسوقت حکیم یہ کہیگا کہ فلان مقولہ مین
حرکت ہے تو اُس سے اُسکی یہ مراد ہو گی کہ جسم مقولہ کی ایک صنف سے دوسری صنف
کی طرف متغیر ہوتا ہے یعنی تدریجًا غرضکہ حرکت اینیہ مین متحرک کی ہیأتین بدلتی ہین اور
مکانات کا بدلنا ضرور نہین ہے دیکھیے کہ کوزے کی حرکت سے پانی متحرک کہلاتا ہے
حالانکہ پانی کا مکان نہین بدلتا بلکہ صرف این بدلتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے
کہ مکان بھی متغیر ہوتا ہے جیسے چلنے والے کی حرکت ہے کہ اسمین این اور مکان دونون
بدلتے ہین انتہیٰ کلامہ مگر یہ کلام دیکھکر سخت تعجب ہوتا ہے کیونکہ این وہ ہیأت ہے
جو متحرک کو مکان مین ہونے سے حاصل ہو تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہیئت تو بدلے
اور مکان بدستور رہے باقی رہی پانی کی حرکت جو کوزے کی حرکت سے ہوتی ہے تو
یہ حرکت بواسطۂ حرکت کوزے کے حرکت اینی عرضی ہے بالاصالۃ اینی نہین ہے
پس پانی کے ایون اور ہیأتین بالذات نہین بدلین کیونکہ اُسکا مکان جو سطح باطن ہے
وہ نہین بدلا ہان اگر کوزے کے اندر پانی کو ہلایا جائے تو یہ حرکت اینی بالذات
ہو گی اور اُسوقت این اور مکان دونون بدلجائینگے بعض محشیون نے ایسا ہی کہا ہے
اور حق بات یہ ہے کہ نبض کی حرکت اینی ہے کیونکہ یہ حرکت مرکب ہے دو حرکتون یعنی
انقباض اور انبساط سے اور انقباض مین یہ ہوتا ہے کہ اجزا رگ کنارے سے وسط
کی طرف حرکت کرتے ہین اور انبساط مین یہ ہوتا ہے کہ یہ اجزا وسط کیطرف حرکت
کرتے ہین اور متقدمین نے اس حرکت کو اُس قوم کی حرکت سے تشبیہ دی ہے جو
حلقہ باندھے بیٹھے ہون اور ایک بار پیچھے کیطرف ہٹ کر اپنے حلقہ کو وسیع کردین اور

دوبارہ سامنے کی طرف حرکت کرکے پھراپنے دائرہ کو تنگ کردین اور آئین کوئی شبہہ
نہین ہوسکتا کہ انقباض اور انبساط کا مجموعہ حرکت اینی ہے کیونکہ درمیانی فضاء
کبھی وسیع اور کشادہ ہوجاتی ہے اور کبھی تنگ اور اس سے تمام رگ کے این اور
ہیأتین بدلتی رہتی ہین بلکہ ہم کہتے ہین کہ گو متحرک کا اپنے مکان سے خارج ہونا حرکت
اینی کو لازم نہی تاہم وہ اس حرکت کے لیے خاصۂ مفارقہ تو ہے ہی (خاصہ مفارقہ
وہ عارض ہے جو اُسکی ذات سے خارج ہو جسمین وہ پایا جاتا ہے اور اُسکے ساتھ
مختص ہو یعنی اُسکے سوا کسی اور ذات مین نہ پایا جائے مگر اُسکو لازم نہو یعنے
بعض وقت پایا جائے اور بعض وقت جدا ہوجائے) اور یہ بات یہان پائی جاتی ہے
لہذا نبض کی حرکت اینی ہوگی (صاحب نفیسی لکھتے ہین کہ جمہور کے نزدیک نبض کی حرکت
مکانی ہے اسلیے کہ اُنھون نے نبض کی تعریف جہان کی ہے اُسکو حرکت مکانیہ ہی
کہا ہے اور اسپر یہ دلیل لاتے ہین کہ اینی حرکت وہ ہے کہ اُس سے متحرک کے این
اسطرح بدلین کہ وہ ہر آن مین دوسرے این مین ہو اور نبض کی حرکت مین یہی بات موجود
ہے کیونکہ نبض کی انبساط اور انقباض کے وقت اُسکے این بدلتے رہتے ہین کیونکہ ابھی
معلوم ہوچکا ہے کہ انقباض مین نبض کے اجزا کنارے سے بجانب وسط حرکت کرتے ہین
اور انبساط مین بیچ سے کنارے کی جانب پس جو فضا درمیانی ہے وہ انبساط کے وقت
کشادہ ہوجاتی ہے اور انقباض کے وقت سمٹ جاتی ہے پس گویا کہ بڑا مکان سمٹنے کے
وقت باطل اور معدوم ہوجاتا ہے اور چھوٹا مکان پھیلنے کیوقت باطل ہوجاتا ہے اس سے
یہ ظاہر ہوگیا کہ نبض کی مکانی ہیأتین ہر آن اور ہر لحظہ بدلتی ہین یہ مذہب جمہور ہے مگر اسپر
یہ شبہہ ہے کہ یہ تبدل رگ نبض کے اجزا مین واقع ہوتا ہے نہ کہ مجموع نبض مین پس یہ
کیسے کہہ سکتے ہین کہ نبض کے این بدلتے ہین علاوہ اسکے اگر حرکت اینیہ قرار دینے مین
اجزا کے ہیأت مکانیہ کا بدلنا ضروری ہو تو لازم آتا ہے کہ سوائے آسمان کی حرکت کے
اور کسی کی حرکت وضعیہ نہو اسلیے کہ وہ مکان مین نہین ہے پس اُسکی حرکت مکانیہ نہوگی
لیکن جو متحرک مکان مین ہو اور اُس مکان سے دوسرے مکان کی طرف حرکت کرکے

پورے طور سے خارج نہو بلکہ صرف اُسکے این یعنی ہیأتین بدل جائین جیسے چکّی کی حرکت
تو لازم آئے کہ اُسکی یہ حرکت اینی ہو جائے کیونکہ بقول تمھارے حرکت اینی مین اجزا کی
ہیأتون کا بدلنا کافی ٹھہرا حالانکہ جمہور اسکے بھی قائل ہین کہ چکّی کی حرکت اینی نہین ہے
بلکہ وضعی ہے انتہیٰ بعض حاذق اطبا نے نفیسی کے پہلے شبہہ کا اسطرح جواب دیا ہے کہ
دو حال سے خالی نہین یا تو انبساط اور انقباض کے وقت پوری شریان نیچے سے اوپر
کی جانب حرکت کریگی جیسے چڑھنے اُترنے والا پتھر تب تو مجموع رگ کی ہیأتون کے بدلنے
مین کسی قسم کا شبہہ ہو ہی نہین سکتا اور یا یہ ہوگا کہ پوری شریان حرکت نہ کریگی بلکہ اُسکے
اوپر کے اور داہنے بائین اجزا حرکت کرینگے اور نیچے کے اجزا حرکت نہ کرینگے تب بھی مجموعہ
کے این بدلجائینگے کیونکہ اجزا کے اینون کا بدلنا اس امر کو مستلزم ہے کہ مجموعہ کے این بھی
بدل جائین جیسے وہ شخص کہ کھڑا ہو کر پھر بیٹھ جائے انتہیٰ کلامہ الشریف اور بعضے اطبا کہتے ہین
کہ نبض کی حرکت کم مین ہوتی ہے کیونکہ پھیلنے کے وقت شریان مین تخلخل ہو جاتا ہے اور
سمٹنے کیوقت تکاثف ہو جاتا ہے اور اس حرکت کو اینون کا اختلاف اور بدلنا لازم ہوتا
ہے پس بقول فاضل علامہ نبض مین دو حرکتین ہونگی ایک حرکت مکانی اور دوسری حرکت کمی
لیکن طبیب حرکت مکانی ہی کا اعتبار کرتا ہے نہ کہ حرکت کمی کا اور شیخ بو علی سینا نے کہا ہے
کہ نبض کی تعریف مین ہمنے حرکت مکانی کی قید اسلیے نہین لگائی کہ حرکت مکانی سے معًا
یہ بات ذہن مین آتی ہے کہ مکانون کا تبدل اور تغیر ہو حالانکہ نبض مین ایسا نہین ہوتا
آور پھیلنے اور سمٹنے کو اسلیے ذکر کیا کہ ان دونون سے پہلے رگ کے اینون کا بدلنا آتا ہے (یہ کلام مخدوش ہے فتفکر یا سلف ۱۲)
واللہ اعلم) جب یہ بیان ذہن نشین ہو گیا تو اب یہ سمجھنا چاہیے کہ نبض کی تعریف مین جو لفظ
حرکت ہے وہ نبض وغیرہ سب کی حرکت کو شامل ہے (تو گویا کہ یہ لفظ بمنزلہ جنس کے ہے)
آور حرکت مین جو وضعیہ کی قید مؤلف نے لگائی ہے وہ حرکت کیفی اور کمی سے احتراز
ہے اسلیے کہ ان دونون مین سے کسی حرکت کو بزعم مؤلف نبض نہین کہا جاتا اور مؤلف
کا یہ قول کہ نبض شریانون کی حرکت کو کہتے ہین یہ اور اعضا کی حرکت کو نکال دیتا ہے
حتی کہ قلب کی حرکت کو بھی اسلیے کہ دل (اور پھیپھڑے اور دماغ وغیرہ) کی حرکت نبض نہین ہے

کیونکہ جسکو اطبا نبض کہتے ہین وہ طول اور قصر وغیرہ سے متصف ہوتی ہے اور دل (وغیرہ) کی حرکت ان اوصاف سے متصف نہین ہوتی (اگرچہ سینہ اور پھیپھڑے اور دماغ کی حرکت مین پھیلنا اور سمٹنا پایا جاتا ہے لیکن اس حرکت کو نبض نہین کہا جاتا بلکہ پھیپھڑے اور سینہ کی حرکت کو تنفس اور دماغ کی حرکت کو استنشاق کہتے ہین اور دل کی حرکت گو جمہور کے نزدیک نبض ہے لیکن اطبا کی اصطلاح مین جب نبض بولتے ہین تو اُس سے شریانین ہی کی حرکت مراد ہوتی ہے نہ کہ دل کی) اور مؤلف نے قبض اور بسط کی جو قید لگائی ہے وہ کوئی احترازی قید نہین ہے بلکہ اس حرکت کی ماہیت کو متعین کرنا مقصود ہے کیونکہ یہ حرکت انقباض اور انبساط دونون سے مرکب ہے اسی لیے صرف انقباض یا صرف انبساط کو نبض نہین کہہ سکتے اگر کوئی یہ شبہہ کرے کہ حرکت نبض کو مرکب نہ کہنا چاہیے کیونکہ مرکب کے لیے اُسکے سب اجزا کا ایک ہی وقت مین جمع ہونا شرط ہے اور انقباض اور انبساط دونون ایک وقت مین جمع نہین ہو سکتے غرضکہ یہ ہو ہی نہین سکتا کہ نبض کی حرکت ان دونون حرکتون سے مرکب ہو تو اس شبہہ کا یہ جواب دینا چاہیے کہ ترکیب کی دو قسمین ہین ایک خارجی دوسری ذہنی اور تمام اجزا کا ایک وقت مین جمع ہونا ترکیب خارجی مین شرط ہے نہ کہ ترکیب ذہنی مین اور نبض کی ترکیب ذہنی ہے نہ کہ خارجی (غرضکہ اگر اجزا کے مجتمع ہونے سے تمھاری یہ غرض ہے کہ مطلقاً ترکیب مین اجتماع اجزا شرط ہے تو غیر مسلّم ہے اور اگر یہ غرض ہے کہ ترکیب خارجی مین یہ شرط ہے تو مسلّم ہے لیکن نبض کی ترکیب ذہنی ہے) اور مؤلف کا یہ قول کہ اس حرکت سے روح کی تعدیل ہوتی ہے اور دخانی فضلے دفع ہوتے رہتے ہین یہ کسی چیز سے احتراز نہین ہے بلکہ نبض کی غایت کا بیان کرنا مقصود ہے یعنی نبض کی دو غایتین ہین ایک[1] تو مزاج روح کی تعدیل (کیونکہ روح کا مزاج گرم ہے اور اس حرکت سے اُس تک ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا پہونچکر اُسکے مزاج کو معتدل کرتی ہے مبادا گرمی بڑھکر اُسکو جلا دے) دوسری[2] فضلون کا دفع کرنا اور ان دونون باتون کا بیان بہت تحقیق کے ساتھ گذر چکا ہے (ذیل مین یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ بعض اطبا کے نزدیک نبض کی حرکت انقباضی اور انبساطی نہین ہے بلکہ تو تیری ہے یعنی چڑھاؤ اتار کے ساتھ ہے کیونکہ اُسکی حرکت

انبساطی اور انقباضی معلوم نہین ہوتی اسلیے کہ اگر نبض کی حرکت مین انبساط اور انقباض
ہوتا تو ضروری بات ہے کہ انبساط کیوقت عرض مین زیادہ اور انقباض کے وقت عرض
مین کم معلوم ہوتی حالانکہ ایسا نہین ہے ورنہ نبض کے اجزا بوجہ انبساط کے انگلیون سے
ملتے اور بصورت انقباض علحدہ ہوتے اور اس دلیل کا جواب اسطرح دیا گیا ہے کہ ایک
چیز کا معلوم نہونا اس امر کو مستلزم نہین ہے کہ درحقیقت وہ چیز ہو بھی نہین پس انبساط اور
انقباض کے معلوم نہونیسے یہ بات نہ سمجھ لینی چاہیے کہ نبض مین انقباض اور انبساط درحقیقت
نہین ہے اسلیے کہ جب تفاوت درمیان قبض اور بسط کے باوجود قلت تفاوت کے
محسوس نہین ہوتا تو زیادتی اور کمی کیونکر معلوم ہوسکتی ہے غرضکہ نبض کی حرکت انبساطی
اور انقباضی ہے اور جمہور اطبا اور مؤلف کا یہی مذہب ہے یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے
کہ اسمین اختلاف ہے کہ نبض کا محرک کون ہے جالینوس کے نزدیک قوت حیوانی
اُسکی محرک ہے اور بعض کے نزدیک قوت طبعی محرک ہے اور بعض کے نزدیک روح کی
قوت دافعہ اور جاذبہ محرک ہے اور بعض کے نزدیک دل محرک ہے اور بظاہر یہی صحیح معلوم
ہوتا ہے کیونکہ تمام شرائین دل ہی سے اُگے ہین پس دل بمنزلہ جڑ کے ہے اور تمام رگین
بمنزلہ شاخون کے اور درخت کی جڑ ہلانے سے اُسکی تمام شاخین ملنے لگتی ہین اور بعض اطبا
نے روح اور اُس خون کو محرک قرار دیا ہے جو تمام رگون مین پھیلا ہوا ہے اور علامۂ قرشی
کے نزدیک قوت ارادیہ محرک ہے یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ اسمین اختلاف ہے کہ نبض
کی انبساطی اور انقباضی حرکت طبعی ہے یا قسری بعض اطبا کے نزدیک تو یہ دونون
حرکتین قسری ہین اسلیے کہ جسوقت قلب روح اور خون کے لیے پھیلتا ہے تو شرائین
بوجہ خالی ہوجانے کے سمٹ جاتی ہین اور جب فضلۂ دخانیہ کے دفع کرنیکے لیے سمٹ جاتا
ہے تو روح اور خون دونون شرائین مین درآتے ہین اور شرائین پھیل جاتی ہین اور بعض
کے نزدیک نبض کی یہ دونون حرکتین طبعی ہین کیونکہ قوت طبعیہ ہوا کے جذب کرنے اور
دخان کے دفع کرنے کے لیے ان دونون حرکتون کی محتاج ہے اگر کوئی یہ شبہہ کرے
کہ ایک ہی طبقہ مین دو متضاد حرکتون کا ہونا منع ہے تو اسکا یہ جواب ہے کہ یہ اُسوقت ہے

جب ایک ہی حالت مین ایک ہی غرض کے لیے ایسا ہوا اور یہان ایسا نہین ہے کیونکہ ایک حرکت ہوا کے جذب کے لیے ہے اور دوسری دخان کے دفع کرنے کے لیے - اور بعض کے نزدیک حرکت انبساطی طبعی ہے اور حرکت انقباضی قسری یعنی مقدار شریان کو جو غایت انبساط کی حالت حاصل ہے وہ طبعی ہے اور قلب کے انبساط کے وقت روح شرائین سے دل کی طرف کھنچ آتی ہے اور شرائین بالقسر سمٹ جاتی ہین (بضرورت خلا ۱۲) اور وقت انقباض قلب کے روح قلب سے طرف شرائین کے جاتی ہے اور شرائین مین بالطبع انبساط ظاہر ہوتا ہے اور بعض کے نزدیک اسکے برعکس ہے یعنی شرائین کو دفع روح کے بعد جو انبساط پیدا ہوتا اور قلب مین انقباض پیدا کرتا ہے قسری ہے اور انبساط قلب کے وقت جو شرائین مین انقباض پیدا ہوتا ہے وہ طبعی ہے واللہ اعلم **مؤلف کہتا ہے** نبض کی دلیلون کی دس جنسین ہین مین **کہتا ہون** نبض کی دلیلون سے یہ مراد ہے کہ نبض اُنکے واسطے سے بدن کی حالت کو ظاہر کرے یہ دلیلین دس ہین اور اس انحصار کا مدار فقط استقرا ہی پر ہے -

مؤلف کہتا ہے اُن دسون جنسون مین سے ایک جنس تو مقدار ہے اور مقدار کی نو قسمین ہین (کیونکہ جسم کے قطر تین ہین طول[۱] عرض[۲] عمق[۳] یعنی لمبائی چوڑائی بلندی طول شریان سے تو وہ لمبائی مراد ہے جو کلائی کی لمبائی مین محسوس ہو اور عرض سے وہ چوڑائی مراد ہے جو کلائی کی چوڑائی مین محسوس ہو اور عمق سے وہ بلندی مراد ہے جو شریان کی مسافت انبساط مین محسوس ہو اور ان اقسام سہ گانہ کے تین درجے ہین ایک زاید دوسرا ناقص تیسرا معتدل پس اگر تین کو تین مین ضرب دیا جائے تو نو قسمین حاصل ہونگی) طویل[۱] قصیر[۲] معتدل[۳] عریض[۴] ضیق[۵] معتدل[۶] مشرف[۷] منخفض[۸] معتدل[۹] (طویل[۱] وہ نبض ہے جسکے اجزا طول مین معتدل سے زیادہ معلوم ہون (اسکو شاہق بھی کہتے ہین ۱۲ منہ) اور یہ زیادتی حرارت اور ترویح کے جانب زیادہ محتاج ہونے کی دلیل ہوتی ہے قصیر[۲] طویل کی ضد ہے یعنی وہ جسکے اجزا طول مین درجۂ اعتدال سے کم ہون اور اسکا سبب بالذات تو حرارت بدنی کا کم ہونا اور برودت کا زیادہ ہونا اور عصیان آلہ اور ضعف قوت ہے اور سبب بالعرض فربہی مفرط ہے شحم سے معتدل[۳] جو درمیان طویل اور قصیر کے ہو یہ نبض اعتدال حرارت و برودت کی دلیل ہے

عریض وہ چوڑی نبض جسکا قطر عرض مین اعتدال سے زیادہ ہو یعنی نبض کے اجزا عرض مین مقیس علیہ سے زیادہ محسوس ہون اور یہ کثرت رطوبت کی دلیل ہے ضیق عریض کی ضد ہے یعنی وہ نبض جسکے اجزاے مقیس علیہ سے کم ہون یہ رطوبت کی قلت کی دلیل ہے معتدل جو عریض اور ضیق کے درمیان ہو یہ رطوبت و یبوست کے اعتدال کی دلیل ہے مشرف یا شاہق وہ نبض ہے جسکے اجزا بلندی مین اعتدال سے زیادہ معلوم ہون یہ زیادتی حرارت کی دلیل ہے منخفض مشرف کی ضد ہے یعنی جسکے اجزا بلندی مین معتدل سے کم معلوم ہون یہ قلت حرارت اور غلبہ برودت کی دلیل ہے معتدل جو ان دونون کے درمیان ہوا ور مقیس علیہ کے برابر ہو یہ حالت کے اعتدال پر دلیل ہے واضح ہو کہ نبض کے اجناس مذکورہ اضافی امور ہین کہ انکا پہچاننا بدون مقیس علیہ کی طرف اضافت کیے غیر ممکن ہے اسیواسطے اطبا نے اسکی شناخت کے دو طریقے مقرر کیے ہین پہلا طریقہ جسکو جالینوس نے وضع کیا ہے اور شیخ بوعلی سینا نے بھی اسکو پسند کیا ہے چار نوع پر ہے اول یہ کہ مقیس علیہ کی نبض معتدل ہو اسطرح پر کہ اُسکا مزاج فرض کر لیا جائے اور ہر شخص کی نبض کو اُس نبض مفروضہ کے ساتھ قیاس کیا جائے تاکہ اُس اعتدال سے بعید اور قریب ہونے کی مقدار معلوم ہو دوسرے یہ کہ مقیس علیہ کی نبض معتدل نوعی ہو تیسرے یہ کہ معتدل صنفی ہو اور ان دونون طریقون مین لازم ہے کہ نبض کو معتدل فی النوع اور فی الصنف مقرر کرین تاکہ قیاس کرنے سے احوال مرض بخوبی معلوم ہو سکین چوتھے طبیب کو چاہیے کہ نبض مریض کی قیاس کر لیوے کہ حالت صحت مین اس انداز ے پر ہوگی پس بیماری کی حالت مین یہ طبیب بھی اس طبیب کی طرح فرق پیدا کر لیگا جسنے صحت کی حالت مین اُس بیمار کی نبض دیکھی ہوگی اور دوسرا طریقہ جسکو بعض قدما مثل صاحب کامل اور ابن ابی صادق نے اختیار کیا ہے یعنی اپنی انگلیون کی مقدار اپنے ذہن مین فرض کر لیوے اور اُس قیاس فرضی پر زیادتی اور کمی اور اعتدال کا حکم کرے مثلاً یہ فرض کرلے کہ نبض طویل وہ ہے جسکی حرکت چار اُنگلیون سے تجاوز کر جائے اور قصیر وہ ہے جو طول مین چار انگلیون سے کم محسوس ہو اور معتدل وہ ہے جو طویل اور قصیر کے درمیان ہو وعلی ہذا القیاس مگر اس طریقہ کو بعض محققین نے رد کیا ہے

امام رازی ۱۲

وہ کہتے ہین کہ ذہنی انگلیون کی مقدار قابل اعتبار نہین ہے اسواسطے کہ ممکن ہے کہ ایک
شخص کی انگلیان موٹی ہون اور دوسرے شخص کی پتلی اور یہ دونون شخص ایک مریض کی
نبض دیکھین تو لامحالہ ایک شخص کو مریض کی نبض طویل اور دوسرے کو قصیر معلوم ہوگی جیسے
لڑکے کی نبض ہے کہ گو وہ طویل ہو مگر جوان کو قصیر معلوم ہوگی انتہی آملی نے قانون کی شرح
مین اس رد کا یہ جواب دیا ہے کہ انگلیون سے اُس شخص کی انگلیان مراد ہین جو اپنی انگلیون
کے ثخن اور مقدار مین معتدل حالت پر ہو انتہی لیکن یہ تعیین محض تخمینی ہے اسلیے قابل سماعت
نہین ہے اور صاحب مفرح القلوب نے (محمد ارزانی ۱۲) اسکا یہ جواب دیا ہے کہ انگلیون سے طبیب کی
انگلیان مراد نہین ہین بلکہ اُس شخص کی انگلیان مراد ہین جسکی نبض دیکھی جائے پس نبض
دیکھنے والے کو چاہیے کہ مریض کی انگلیون کی مقدار پہچان کر اُسکی چار انگلیون کا اندازہ
اپنی انگلیون پر کرے اور طول وغیرہ کا حکم اُسی کے اعتبار سے کرے پس اس تقدیر پر
نبض طویل وہ ہوگی جو مریض کی چار انگلیون سے زائد ہو وعلی ہذا القیاس انتہی مگر اسمین
یہ شبہہ ہے کہ بعضے امراض مین مریض کی انگلیان معمول سے زیادہ موٹی ہو جاتی ہین اور اس
صورت مین اُنکی مقدار کا معلوم کرنا مشکل ہوگا اور لامحالہ اسکی ضرورت ہوگی کہ اس مریض کی اُن
انگلیون کا اعتبار کیا جائے جو کسی خاص مقدار پر حالت صحت مین تھین غرضکہ یہ عمل
دشواری سے خالی نہین ہے اور بظاہر یہی صحیح معلوم ہوتا ہے کہ نبض دیکھنے والے کی
انگلیون کا اعتبار کیا جائے اور اسمین وہی شبہہ ہے جو مذکور ہوا) پھر جب یہ نو قسمین ترکیب
دیجائینگی تو اس سے ستائیس ۲۷ قسمین حاصل ہونگی (اسطرح پر کہ نبض طویل یا عریض ہوگی
یا ضیق ہوگی یا ان دونون کے درمیان ہوگی تو طویل کی تین قسمین ہوئین ۱ طویل عریض
۲ طویل ضیق ۳ طویل متوسط اور ان تینون تقدیرون پر یا مشرف ہوگی یا منخفض ہوگی یا ان
دونون کے درمیان تو چھ قسمین اسنے برآمد ہوکر نبض طویل کا مجموعہ نو قسمین ہوتی ہین
۱ طویل عریض مشرف ۲ طویل عریض منخفض ۳ طویل عریض متوسط ۴ طویل ضیق مشرف ۵ طویل
ضیق منخفض ۶ طویل ضیق متوسط ۷ طویل جو متوسط ہو عرض اور ضیق مین ۸ طویل جو عرض اور (یعنے اشراف و انخفاض مین ۱۲)
ضیق مین متوسط ہو اور منخفض ہو ۹ طویل جو ان دونون مین بھی متوسط ہو اور اشراف و انخفاض

مین بھی اسیطرح نبض قصیر کی بھی نو قسمین ہین قصیر عریض مشرف قصیر عریض منخفض قصیر عریض جو اشراف و انخفاض مین متوسط ہو قصیر ضیق مشرف قصیر ضیق منخفض قصیر ضیق جو اشراف و انخفاق مین متوسط ہو قصیر جو عرض و ضیق مین متوسط ہوا ور مشرف ہو قصیر جو عرض و ضیق مین متوسط ہوا ور منخفض ہو قصیر جو عرض و ضیق مین بھی متوسط ہوا ور اشراف و انخفاض مین بھی آور جو نبض طول و قصر مین معتدل ہو اُسکی بھی نو قسمین ہین معتدل عریض مشرف معتدل عریض منخفض معتدل عریض جو اشراف و انخفاض مین متوسط ہو معتدل ضیق مشرف معتدل ضیق منخفض معتدل ضیق جو اشراف و انخفاض مین متوسط ہو معتدل جو عرض و ضیق مین متوسط ہوا ور مشرف ہو معتدل جو ان دونون مین متوسط ہوا ور منخفض ہو معتدل جو ان دونون مین بھی متوسط ہوا ور اشراف و انخفاض مین بھی غرضکہ یہ سب ملکر ستائیس قسمین ہوتی ہین) لیکن جو نبض تینون قطرون (طول و عرض و عمق) مین زاید ہو (یعنے طویل و عریض مشرف ہو) اُسکو عظیم کہتے ہین آور جو نبض ان تینون قطرون مین کم ہو (یعنی قصیر ضیق منخفض ہو) اُسکو صغیر کہتے ہین (اور جو نبض عرض اور اشراف مین زاید ہو عام اس سے کہ قصیر ہو یا طول اور قصر مین معتدل ہو اُسکا نام غلیظ ہے اور جو ان دونون مین ناقص ہو عام اس سے کہ طویل ہو یا طول و قصر مین معتدل ہو اُسکا نام دقیق ہے آور ان دونون بلکہ ان سب نامون کی وجہ مناسبت ظاہر ہے) مین کہتا ہون مقادیر انبساط نبض جس سے نبض کا اندازہ کیا جاتا ہے نو قسمون مین اسیلیے منحصر ہے کہ جسم کے تین ہی قطر ہوتے ہین طول عرض عمق آور نبض ان تینون قطرون مین یا زاید ہوتی ہے یا ناقص یا معتدل اور تین کو تین مین ضرب دینے سے نو حاصل ہوتے ہین اور رگ کے طول سے وہ امتداد مراد ہے جو کلائی کی لمبائی مین معلوم ہوتا ہے یعنی بازو سے انگلیون کی طرف چلا گیا ہے آور عرض سے وہ امتداد مراد ہے جو نبض دیکھنے والے کی انگلیون کی پورون سے شروع ہو کر اُسکی مقابل جہت کی طرف چلا گیا ہو آور عمق سے وہ امتداد مراد ہے جو ان دونون قطرون کو کاٹتا ہے اور نبض دیکھنے والے کی انگلیون سے شروع ہو کر نبض کے اندر تک چلا گیا ہے اور ان اقسام کے معنی قیاس کر نیسے خوب واضح ہوتے ہین اور طبیبون

کے یہان انکے پہچاننے کے دو طریقے مقرر ہین ایک تو یہ کہ قیاس کرنے مین نبض دیکھنے
والے کی انگلیون کا اعتبار کیا جائے صاحب کامل الصناعہ اور ابن ابی صادق کا یہی
مذہب ہے اور اسکے معنی یہ ہین کہ نبض طویل وہ نبض ہے جسکا پھیلاؤ چار انگلیون کی حد
سے متجاوز ہو جائے اور نبض قصیر وہ نبض ہے جسکا پھیلاؤ چار انگلیون سے کم ہو
اور نبض معتدل وہ ہے جو ان دونون نبضون کے درمیان ہو اور چوڑی نبض وہ ہے
جو انگلیون کی چوڑان سے متجاوز ہو جائے اور نبض ضیق وہ ہے جو انگلیون کی چوڑان
سے کم ہو اور معتدل وہ ہے جو ان دونون کے درمیان ہو اور مشرف وہ ہے جو
انگلیون کی طرف اوپر کو حرکت کرے (یعنی اچھل کر اوپر کو ابھرے) اور منخفض وہ
جو اپنے مرکز کے قریب رہے (اوپر کو نہ اچھلے) اور معتدل جو ان دونون کے درمیان ہو
لیکن یہ طریقہ ضعیف ہے اسواسطے کہ نبض دیکھنے والون کی انگلیان یکسان نہین ہوتین
بلکہ کسی کی انگلیان موٹی ہوتی ہین کسی کی پتلی اور ایسا اکثر ہوتا ہے کہ ایک ہی نبض ایک
شخص کی انگلیون کے اعتبار سے طویل معلوم ہوتی ہے اور دوسرے شخص کی انگلیون
کے اعتبار سے قصیر علی ہذا لملموس کی رگ بھی (بڑے چھوٹے ہونے مین مختلف ہوتی ہے)
مثلاً لڑکے کی نبض کو جب جوان آدمی کی انگلیون سے دیکھا جائے تو وہ چھوٹی ہوگی حالانکہ
لڑکے کے بدن کے اعتبار سے ممکن ہے کہ وہ عظیم ہو غرضکہ اس طریقے سے ان اقسام کا
انضباط نہین ہو سکتا اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اس مقایسہ مین ایک نبض کو دوسری نبض کے
اعتبار سے دیکھا جائے اسطرح پر کہ پہلی نبض معتدل حقیقی کی ہو اسکی یہ صورت ہے کہ اس
قسم کے مزاج کو موجود فرض کر کے اسکے لیے اسی مزاج کے قابل نبض سمجھ لی جائے اور
اسپر اس شخص کی نبض کو قیاس کیا جائے جسکی حالت کا دریافت کرنا مقصود ہے پس اس
تقدیر پر طویل نبض کی یہ تعریف ہوگی کہ جسکے اجزا طول مین معتدل حقیقی سے زیادہ معلوم
ہون وعلی ہذا القیاس اور یہ طریقہ بھی ضعیف اور سست ہے کیونکہ بالفرض اگر ایسے مزاج
کی نبض کا اندازہ بھی ہو جائے تاہم اس طریقہ کا مقایسہ کچھ مفید نہین پڑ سکتا کیونکہ اس سے
یہ بات نہین معلوم ہو سکتی کہ اس مریض کی صحت کی حالت مین نبض کیسی تھی کیونکہ مثلاً اگر مرض کی

حالت مین یہ بات ثابت ہوئی کہ مریض کی حرارت معتدل کی حرارت سے زیادہ ہے
تو بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ حرارت اُسی قدر ہوتی ہے جسقدر صحت کی حالت مین
تھی اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ یہ حرارت اُس حرارت سے زاید ہوتی ہو اور کبھی کم ہوتی ہو اور ایسی اشتباہی
حالت مین طبیب یہ بات نہین تعین کرسکتا کہ اس حرارت کو اسی مقدار پر محفوظ رکھنا چاہیے
یا یہ کہ اسپر کچھ بڑھانا چاہیے یا اسکو گھٹانا چاہیے آور یہی شبہہ پہلے طریقہ پر بھی وارد کیا
جاسکتا ہے آور ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ مقیس علیہ اُس نبض کو قرار دیا جائے جسکو
اُس شخص کی عمدہ حالت چاہے جسکی حالت کا دریافت کرنا مقصود ہے اور اسکا یہ طریقہ
ہے کہ اس بات کو پہلے دریافت کرلیا جائے کہ اس شخص کی نبض حالت صحت مین یہ تھی
اور پھر حالت مرض کی نبض کو قیاس کرلیا جائے پس اس تقدیر پر نبض طویل وہ ہوگی جسکا
امتداد اسی شخص کی صحت کی نبض سے زیادہ ہو اسی طرح اور اقسام کو بھی سمجھ لیا جائے یہی
طریقہ ٹھیک اور نافع معلوم ہوتا ہے (اور جالینوس سے بھی یہی طریقہ منقول ہے آور شیخ
بوعلی بن سینا نے بھی اسی کو پسند کیا ہے) اور اسوقت مین یہ قسمین صحیح اور تندرست آدمی کی
نبض مین نہین نکل سکتین مخفی نرہے کہ یہ نو مذکور قسمین جو باعتبار مقدار کے حاصل ہوتی ہین
بسیط ہین اور اگر ان کو باہم ترکیب دیا جائے تو ستائیس قسمین پیدا ہوتی ہین اور ترکیب جو
انسے ہوتی ہے وہ دو حال سے خالی نہین ہے یا ثنائی ہوگی یا ثلاثی (ثنائی وہ جسکے
دو جزء ہون اور ثلاثی وہ جسکے تین جزء ہون وعلی ہذا) کیونکہ رباعی یا خماسی ترکیب تو بن نہین سکتی
کیونکہ ان نو قسمون مین سے چار قسمین جمع ہو ہی نہین سکتین مگر اسطرح پر کہ دو قسمین ایک قطر
مین نکلین لیکن ایک ہی قطر مین دو قسمون کا پیدا ہونا محال ہے کیونکہ یہ ہو ہی نہین سکتا
کہ جس قسم مین زیادت اور نقصان ہے اُنھین کے ساتھ اعتدال بھی جمع ہو اسی طرح کسی
قسم مین زیادتی اور نقصان نہین جمع ہو سکتے آور ثنائی اور ثلاثی دونون ترکیبون مین سے
ہر ایک کے اقسام ستائیس ہوتے ہین (یعنی ستائیس قسمین ترکیب ثنائی کی اور ستائیس قسمین
ثلاثی کی) ترکیب ثنائی کے اقسام حاصل کرنیکا یہ طریقہ ہے کہ قطر طول مین جو تین احتمال
ہین اُنکو پھر اُن تین کے ساتھ ترکیب دیجائے جو قطر عرض مین ہین اس سے نو قسمین پیدا ہونگی

پھر ان نو قسمون کو اُن تین احتمالون سے ترکیب دیجائے جو قطر عمق مین ہین اس سے بھی نو قسمین حاصل ہونگی پھر اُن تین احتمالون کو لیا جائے جو قطر عرض مین ہین اور اُن تین احتمالون کے ساتھ ترکیب دیجائے جو قطر عمق مین ہین (متن کی تفصیل مین جو اقسام علیحدہ علیحدہ ہمنے بیان کر دیے ہین اُنکو مع اصل بسائط کے غور سے دیکھا جائے اُسکے سمجھ لینے سے اس بیان کے سمجھنے مین آسانی ہو جائیگی) اور اس جدول ذیل سے ترکیب ثنائی کی ستائیس قسمین سمجھ لینے مین آسانی ہوتی ہے

طویل عریض	[illegible]	طویل معتدل	[illegible]	جسیم جسیم	[illegible]	معتدل عریض	معتدل ضیق	معتدل معتدل
[illegible] مشرف	طویل منخفض	[illegible] معتدل	قصیر مشرف	قصیر منخفض	قصیر معتدل	معتدل مشرف	معتدل منخفض	معتدل معتدل
عریض مشرف	عریض منخفض	[illegible]	[illegible]	ضیق منخفض	ضیق معتدل	معتدل مشرف	معتدل منخفض	معتدل معتدل

اور ترکیب ثلاثی کا یہ ضابطہ ہے کہ دو مقدارون کو تمام اقسام مین بدستور ملحوظ رکھا جائے اور تیسری مقدار کو تین قسمون کی طرف متغیر کیا جائے مثلاً قطر طولی مین سے طویل کو لے لیا جائے اور قطر عرضی مین سے عریض کو اور ان دونون کے ملا لینے سے طویل عریض کا مجموعہ حاصل ہوگا اب اس حاصل کو تین قسمون کی طرف منقسم کیا جائے اور یون کہا جائے کہ طویل عریض یا مشرف ہوگی یا منخفض یا معتدل اور اسی پر بقیہ اقسام کو بھی قیاس کرلیا جائے غرضکہ ان سب سے ستائیس قسمین پیدا ہونگی جو جدول ذیل سے بخوبی سمجھ مین آتی ہین

طویل عریض مشرف	طویل عریض منخفض	طویل عریض معتدل	طویل ضیق مشرف	طویل ضیق منخفض	طویل ضیق معتدل	طویل معتدل مشرف	طویل معتدل منخفض	طویل معتدل معتدل
قصیر عریض مشرف	قصیر عریض منخفض	قصیر عریض معتدل	قصیر ضیق مشرف	قصیر ضیق منخفض	قصیر ضیق معتدل	قصیر معتدل مشرف	قصیر معتدل منخفض	قصیر معتدل معتدل
معتدل عریض مشرف	معتدل عریض منخفض	معتدل عریض معتدل	معتدل ضیق مشرف	معتدل ضیق منخفض	معتدل ضیق معتدل	معتدل معتدل مشرف	معتدل معتدل منخفض	معتدل معتدل معتدل

واضح ہو کہ بعض مرکبات کے لیے خاص خاص نام متعین ہین پس ترکیب ثلاثی کی دو قسمون کے نام عظیم اور صغیر ہین عظیم تو وہ نبض ہے جو طول اور عرض اور اشراف مین زاید ہو اور صغیر وہ نبض ہے جو ان تینون قطرون مین کم ہو اور ترکیب ثنائی کی دو قسمون کے نام غلیظ

اور دقیق مین غلیظ تو وہ نبض ہے جو عریض اور مشرف ہو اور رقیق وہ نبض ہے جو دقیق اور
منخفض ہو **مؤلف کہتا ہے** اور دسوین جنسون مین کی دوسری جنس حرکت کے گھٹانیکی
کیفیت ہے اور یہ یا قوی ہے یا ضعیف یا درمیانی (مؤلف کے قول مین لفظ قرع مصدر
ہے کہ اپنے فاعل یعنی حرکت کیطرف مضاف ہے اور اسکا مفعول یعنی انگلیان محذوف ہے)
مین کہتا ہون شیخ نے لکھا ہے کہ قوی نبض وہ ہوتی ہے جو پھیلنے کی حرکت مین
انگلیان رکھنے کی مزاحمت کرے اور ضعیف جو اسکے مقابل ہو (یعنی مزاحمت نکرے)
اور معتدل جو ان دونون کے درمیان ہو اور اس سے زیادہ توضیح ابن ابی صادق کے
کلام مین ہے وہ لکھتے ہین کہ قوی نبض وہ ہے کہ انگلیون کی پورون کو اپنے اوپر سے
قوت کے ساتھ ہٹا دے اور اگر اسکو دبایا جائے اور پورون کو اسمین گڑو یا جائے
تو اسکی حرکت باطل نہو بلکہ اسکو اچھی طرح دیر تک دبایا یا نہ جائے کیونکہ وہ انگلیون کے
گوشت مین دھنستی ہوئی محسوس ہوتی ہے اور زور کے ساتھ انگلیون کو اپنے اوپر سے
ہٹا دیتی ہے اور دبانے مین جسقدر کوشش کی جائیگی یہی معلوم ہوگا کہ دبانے سے زیادہ
وہ انگلیون کو ہٹائے دیتی ہے اور ضعیف نبض وہ ہے کہ انگلیون کی پورون کو صدمہ
نہ پہونچائے اور اگر اسکو دبایا جائے تو انگلیون کے گوشت مین نہ دھنسے بلکہ انگلیان
رکھنے کی مزاحم ہی نہو حتی کہ یہ خیال پیدا ہو کہ یہ تو قطعاً حرکت ہی نہین کرتی چہ جائیکہ اسکی
حرکت کی مقدار معلوم ہوسکے گو درحقیقت وہ بڑی ہو جیسے کہ ان لوگون کی نبض ہوتی
ہے جنکو نسیان کا مرض ہوتا ہے کہ باوجود بڑی ہونے کے سست ہوتی ہے
اور اسی سستی اور ضعف کیوجہ سے دبانے کے وقت اسکی بڑائی نہین معلوم ہوتی بلکہ
اسی لحاظ سے طبیب کو چاہیے کہ اس نبض کو بہت نرمی کے ساتھ دبائے اور جو نبض چھوٹی
اور ضعیف ہو اسکو اس طریقہ سے دیکھنا چاہیے جیسے مصافحہ کرتے ہین اور اس کو
حسب معمول دبا کر نہ دیکھا جائے ورنہ وہ معلوم نہوگی اور اس تقسیم مین معتدل نبض وہ ہوگی
جو انگلی کو دفع تو کرے مگر نرمی کے ساتھ۔ (صاحب نفیسی نے لکھا ہے کہ بڑے اور قوی
ہونے مین کچھ تلازمہ نہین ہے بلکہ ممکن ہے کہ بڑی نبض قوی نہو اور ممکن ہے کہ قوی نبض

بڑی نہو کیونکہ اکثر اوقات آلہ شدت کے ساتھ نرم ہوتا ہے اور ذرا سے محرک سے پورا
پھیلجاتا ہے اور قوی کے لیے قوی محرک کی ضرورت ہے غرضکہ بڑائی کبھی نرمی آلہ سے
ہوتی ہے اور قوت کبھی اسیلیے ہوتی ہے کہ آلہ اپنی سختی کی وجہ سے پھیل نہ سکے پس جو لوگ
ان دونون مین ملازمہ یا عینیت کے قائل ہین وہ غلطی پر ہین) قوی نبض کو یون سمجھنا
چاہیے جیسے قادر انداز تیر کو قوت کے ساتھ چلّے سے چھوڑے اور وہ نشانہ کو قوت کے
ساتھ صدمہ پہونچائے اور ضعیف نبض کی مثال اُس تیر کی سی ہے جو نشانہ پر نرمی اور ہلکے سے
لگے اسیلیے کہ اُسکا چھوڑنے والا خود ضعیف ہو ابن ابی صادق کا کلام یہان تک
ختم ہوگیا مین کہتا ہون اس جنس مین بھی پہلی جنس کی طرح مقایسہ کی ضرورت ہے
اور اس مقایسہ مین بھی یہی حق ہے کہ اُسکی صحت کی نبض پر اس نبض کو قیاس کیا جائے
مؤلف کہتا ہے دسون جنسون مین سے تیسری جنس حرکت کے زمانہ کے اعتبار
سے ماخوذ ہے اور وہ سریع ہے یا بطی یا ان دونون کے درمیان (واضح ہو کہ ہر حرکت کے
لیے ایک زمانہ ہوتا ہے کیونکہ متحرک کا کسی مسافت مین سے تھوڑے حصہ کو قطع کرنا اُس
ساری مسافت کے قطع کرنے سے پیشتر ہوتا ہے اور جب ایسا ہے تو ہم ایک مسافت
کو فرض کرتے ہین اب اگر متحرک اُس مسافت کو اُس زمانہ سے کم مین قطع کریگا جس زمانہ
مین معتدل نے اُسکو قطع کیا ہے تب تو وہ متحرک بطی ہے اور اگر اُس سے جلد قطع کریگا تو
وہ سریع ہے اور اگر اُسیقدر زمانہ مین قطع کریگا تو وہ متوسط ہے اور یہ ضرور نہین کہ سرعت
اور بطؤ اور توسط مین انبساط اور انقباض دونون کا زمانہ برابر ہو کیونکہ جو نبض انبساطی
حرکت مین تیز ہوتی ہے وہ انقباضی حرکت مین کبھی تیز اور کبھی سست ہوتی ہے اور کبھی
ان دونون کے درمیان ہوتی ہے اسیطرح وہ نبض بھی جو انبساطی حرکت مین سست
یا متوسط ہو اور اس بنا پر ترکیب دینے سے اس جنس کے نو اقسام نکلتے ہین) مین
کہتا ہون سریع نبض تو وہ ہے جو حرکت کو تھوڑی مدت مین پورا کرلے اور بطی
وہ ہے جو اُسی حرکت کو زیادہ مدت مین ختم کرے اور معتدل وہ جو ان دونون کے
درمیان ہو (صاحب نفیسی نے اس تقسیم مین سریع اور بطی کو معتدل کے لحاظ سے دیکھا ہے

کیونکہ ہر حرکت کے لیے ایک زمانہ ہوتا ہے ۱۲ غ

مقیس علیہ ۱۲

اور شارح نے معتدل کو سریع اور بطی کے لحاظ سے مقصود دونون کا ایک ہے صرف تعبیر کا فرق ہے واللہ اعلم) اور اس جنس مین بھی مقایسہ کی ضرورت ہے اور یہان بھی یہی حق ہے کہ حالت مرض کی نبض کو حالت صحت کی نبض سے ملا کر دیکھا جائے **مؤلف کہتا ہے** دسون جنسون مین سے چوتھی جنس آلہ (شریان) کا قوام ہے وہ یا تو قوام کا سخت ہوگا یا نرم یا ان دونون کے درمیان (کیونکہ نبض کی رگ یا تو گڑونے مین گڑونے والے کی نافرمانی کریگی یعنی پورون کو اپنے مین گڑنے نہ دیگی (یعنے آلہ) اور یا آسانی سے اسکی اطاعت کرلیگی اور یا ان دونون حالتون کے درمیان ہوگی اول صلب ہے دوسری لین تیسری متوسط واضح رہے کہ بعض باتون سے سخت اور قوی مین اشتباہ ہو جاتا ہے مثلاً یہ کہ یہ دونون نبضین انگلیون مین قوت کے ساتھ نفوذ کرتی ہین اور دونون پورون مین اسقدر رکی دھنستی ہین کہ معلوم ہوتا ہے کہ پورین چور چور ہوئی جاتی ہین مگر ان دونون مین فرق یہ ہے کہ قوی رگ مین جب انگلی گڑوئی جاتی ہے تو رگ اس گڑونے کو پہلے پہل قبول کرلیتی ہے مگر پھر قوت سے اسکو اپنے اوپر سے ہٹا دیتی ہے اور صلابت اسکے برخلاف ہے کیونکہ صلابت مین گڑونے کے وقت رگ گڑونے کو سرے سے قبول ہی نہین کرتی اور نہ پورون کو قوت سے ہٹاتی ہے پس قوت کا اعتبار تو اس حیثیت سے ہوتا ہے کہ وہ گڑونے والے کا مقابلہ کرتی ہے اور صلابت کا اعتبار اس حیثیت سے کہ وہ گڑونے والے کے اثر کو قبول نہین کرتی) **مین کہتا ہون** سخت نبض وہ ہے جو گڑونے اور دابنے سے اندر کو مشکل سے دبے اور نرم وہ ہے جو آسانی سے دب جائے اور متوسط وہ جو نہ بہت سخت ہو نہ بہت نرم اور آلہ سے مراد نبض کی رگ ہے اس جنس مین بھی مقایسہ کی ضرورت ہے اور یہان بھی وہی صحت کی نبض مقیس علیہ ہے **مؤلف کہتا ہے** دسون جنسون مین سے پانچوین جنس سکون کا زمانہ ہے (جاننا چاہیے کہ سکون کی دو قسمین ہین ایک تو سکون حقیقی اور اسکی تعریف یہ ہے کہ یہان حرکت نام کو نہو اور ظاہر ہے کہ نبض کی دو حرکتین ہین انبساط اور انقباض اور یہ دونون حرکتین متضاد ہین اور علم طبعی مین یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ ہر دو متضاد حرکتون مین سکون حائل ہوتا ہے تو لامحالہ

یہاں دو حقیقی سکون ہونگے ایک تو وہ سکون جو انبساط کے بعد اور انقباض کے پہلے ہو اور اسکا نام سکون فی المحیط اور سکون خارجی ہے کیونکہ یہ سکون مرکز سے دور ہے اور دوسرا وہ سکون جو انقباض کے بعد اور انبساط سے پہلے ہو اسکا نام سکون فی المرکز اور سکون داخلی ہے اور سکون کی دوسری قسم سکون حسّی غیر حقیقی ہے یعنی وہ سکون جسمین حرکت محسوس نہو خواہ درحقیقت حرکت ہو یا نہو پس نبض مین سکون حسی کا وہ زمانہ ہے جو دو انبساطون کے درمیان ہوتا ہے کیونکہ اس زمانہ مین رگ کی حرکت محسوس نہین ہوا کرتی اور ظاہر ہے کہ درحقیقت یہان انقباضی حرکت ہوتی ہے پس یہ زمانہ چار امور پر مشتمل ہوتا ہے ایک تو سکون محیطی پر یعنی وہ سکون حقیقی جو انبساط کے بعد اور انقباض سے پہلے ہوتا ہے اور دوسرے انقباضی حرکت پر کیونکہ جب اُسکا احساس ہی نہین ہوتا تو وہ سکون ہی کے حکم مین ہے اور تیسرے سکون مرکزی پر یعنی وہ سکون حقیقی جو انقباض کے بعد اور انبساط سے پہلے ہو اور چوتھے انبساطی حرکت کے شروع پر کیونکہ وہ بھی محسوس نہین ہوتا بلکہ محسوس جز انبساط کا آخری حصہ ہے یہ تو اُن اطبا کی راے پر ہے جو نبض کی انقباضی حرکت کو محسوس و مدرک نہین مانتے اور اگر جالینوس کا مذہب لیا جائے یعنی انقباض کو بھی مدرک مانا جائے تو سکون محیطی تو سکون حقیقی ہے کہ انبساط کے بعد اور انقباض کے قبل ہو اور سکون مرکزی سکون غیر حقیقی ہے اور وہ تین سکونون پر شامل ہے ایک تو آخر انقباض دوسرا اول انبساط کہ یہ دونون محسوس نہین ہوتے اور تیسرا وہ سکون جو انقباض اور انبساط کے درمیان ہو یعنی وہ سکون حقیقی جو انقباض کے بعد اور انبساط سے پہلے ہو کیونکہ ہر دو متضاد حرکتون مین ایک سکون ہوتا ہے۔ واضح ہو کہ جو لوگ اس بات کے قایل ہین کہ نبض کی انقباضی حرکت محسوس نہین ہوتی وہ اپنے اس مدعا پر یہ دلیل پیش کرتے ہین کہ حس لمس مین ملموسات کی ملاقات شرط ہے اور ظاہر ہے کہ انقباضی حرکت کے وقت شریان پورون سے بھاگتی ہے تو وہ بجاے ملاقات کے انقباض کیوقت مفارقت اختیار کرتی ہے اور اس تقدیر پر جب وہ خود ہی محسوس نہین تو اُسکی حرکت کسطرح محسوس ہوسکتی ہے اس دلیل پر شارح نے آگے چلکر یہ شبہہ وارد کیا ہے کہ محسوس کے بھاگنے سے کچھ یہ لازم نہین کہ وہ حس کرنیوالے

ملاقات نہ کرے بلکہ اُن دونوں کی ملاقات اسطرح ہوتی ہے کہ جس کرنیوالی انگلیاں
جیسے کہ انبساط کے وقت اوپر کو اُٹھ جاتی ہیں اسیطرح انقباض کے وقت نبض کے ساتھ
نیچے کو جھک جاتی ہیں اور اس طریقے سے دونوں میں ملاقات ہوجاتی ہے اور اس
ملاقات کا احساس بھی ہوجاتا ہے انتہی مگر یہ دعوے چونکہ بالکل نظری ہے اسیلیے بلا دلیل
کے مخالف کے ذہن نشین نہیں ہو سکتا اور صرف اتنا کہدینے سے مخالف کیسے سمجھ سکتا
ہے کہ انگلیوں میں نبض کے جذب مقناطیسی سے بلندی اور پستی قسری ہوتی رہتی ہے
غرضکہ اس طریقے سے انگلیوں کا جھک کر نبض سے ملنا ہی اول تو نظری ہے اور پھر
اس ملاقات کا احساس ہوجانا یہ اُس سے زیادہ نظری ہے لہذا اسپر دلیل پیش کرنی چاہیے
وددونہ خبط العشوا ء وخرط القتاد) اور وہ سکون کا زمانہ یا متواتر ہے یا متفاوت یا
متوسط (اسلیے کہ جس زمانہ میں رگ کی حرکت نہیں محسوس ہوتی وہ یا تو معتدل کے زمانےسے
کم ہوگا یہ تو متواتر ہے اور یا طولانی ہوگا اور یہ متفاوت ہے اور یا برابر ہوگا اور یہ متوسط ہے
جاننا چاہیے کہ شیخ نے قانون میں متفاوت کو متواتر کی ضد بتایا ہے اور اسکی وجہ یہ ہے
کہ متواتر تو اُس نبض کو کہتے ہیں جسکو زمانہ کی طرف ایک خاص نسبت ہو اور متفاوت بھی
وہ نبض ہے جسکو زمانہ کے ساتھ خاص نسبت ہو اور نبض حرکت ہے اور دو حرکتوں میں
آپسمیں تضاد کی نسبت ہے جیسے کہ صاعدہ اور ہابطہ دونوں میں تضاد ہے یہ بھی یاد رکھنا
چاہیے کہ متواتر کو متدارک بھی کہتے ہیں کیونکہ اس نبض میں نبضے آپسمیں جلد جلد ملتے ہیں
اور متکاثف بھی کہتے ہیں کیونکہ اسمیں ایک نبضہ دوسرے سے ملا ہوتا ہے اور کچھ ایسا
زیادہ زمانہ دو نبضوں میں حائل نہیں ہوتا اور نبض متفاوت کو متراخی اور متخلخل بھی کہتے
ہیں کیونکہ اس نبض میں نبضے ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں اور دو نبضوں میں زیادہ
زمانہ حائل ہوتا ہے یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ نبض متواتر اور نبض سریع میں یہ فرق ہے کہ
نبض متواتر تو وہ ہوتی ہے جسمیں سکون کا زمانہ کم ہو اور نبض سریع وہ ہے جس میں
انبساطی حرکت کا زمانہ کم ہو غرضکہ متواتر زمانۂ سکون سے ماخوذ ہے اور سریع زمانۂ
حرکت سے اور یہی نسبت بطی اور متفاوت میں بھی ہے کذا افادہ الفاضل الآملی رحمہ اللہ تعالی)

مین کہتا ہون مؤلف کی مراد سکون کے زمانے سے وہ زمانہ ہے جسمین شریان کی حرکت محسوس نہو یعنی نبض کے دو انبساطون کے درمیان کا زمانہ پس متواتر تو وہ نبض ہے جسکے سکون کا زمانہ مقیس علیہ یعنی حالت صحت کی نبض کے زمانہ سکون سے کم ہو اور یہی حق ہے (یعنی حالت صحت کی نبض کو مقیس علیہ قرار دینا حق ہے جیسا کہ بارہا گذر چکا) اور متفاوت وہ نبض ہے جسکے سکون کا زمانہ مقیس علیہ کے زمانہ سکون سے زاید ہو اور متوسط وہ نبض ہے جو ان دونون کے درمیان ہو۔ مؤلف کہتا ہے اور دسون جنسون مین کی چھٹی جنس آلہ کا لمس ہے اور وہ گرم ہو یا سرد یا دونون کے درمیان (یہان بھی آلہ سے شریان ہی مراد ہے) مین کہتا ہون گرم تو وہ ہے جو صحت کی نبض سے زیادہ گرم ہو اور سرد وہ ہے جو اس سے زیادہ سرد ہو اور متوسط وہ ہے جو اسکے برابر ہو (غرضکہ یہان بھی وہی معمولی مقایسہ معتبر ہے) مؤلف نے رطوبت اور یبوست کو اسلیے نہین ذکر کیا کہ یہ دونون انفعالی کیفیتین ہین (اور ان دونون کا قوت حاسہ پر کوئی اثر نہین پڑتا اسی واسطے) ان دونون مین سے کوئی کیفیت درحقیقت محسوس نہین ہوتی ایسا ہی کہا گیا ہے (اور رطوبت و یبوست کے لوازم یعنی سختی اور نرمی کو مؤلف نے باقی اعضا مین تو بیان کیا ہے مگر یہان نہین بیان کیا شاید اسکی یہ وجہ ہو کہ سختی اور نرمی اسجگہ قوام آلہ کی جنس مین داخل ہین) محمد بن زکریا نے لکھا ہے کہ لمس سے استدلال کرنا کچھ نبض ہی کے ساتھ خاص نہین ہے بلکہ سارے بدن کو شامل ہے انتہی اگر محمد بن زکریا کا منشا اس قول سے قوم کے کلام پر اعتراض کرنا ہے تو بالکل پوچ اور بے اصل ہے کیونکہ اگر یہ استدلال سارے بدن کو عام بھی ہوتا ہم اسمین اور لمس کے دلیل نبض ہونے مین کسی قسم کی منافات نہین ہے اور اگر انکا یہ منشا ہے کہ ایک واقعی بات کو ظاہر کیا جائے تو اسکے حق ہونے مین کوئی شبہہ نہین ہے امام فخرالدین رازی نے لکھا ہے کہ شریان کو بہ نسبت باقی اعضا کے حرارت کے ساتھ خصوصیت زیادہ ہے کیونکہ شریان روح (اور اس خون) کا ظرف ہے (جو ساکن رگون کے خون سے زیادہ گرم ہے اور روح بھی گرم ہے) اور اسلیے کہ شرائین

دل کے متصل ہین (کیونکہ شرائین دل ہی سے اُگی ہین) اور دل حرارت (غریزی اور روح) کا سرچشمہ
ہے (لہذا شریان کا لمس سارے عضوون کے لمس سے بڑھکر گرم ہوگا لیکن شریان کے
لمس کے سب اعضا کے لمس سے سرد ہونے مین کلام ہے حالانکہ یہان اسکے ثابت
کرنے کی بھی ضرورت ہے) اور امام رازی کا یہ کلام نہایت اچھا اور جید ہے (یہ بھی یاد رکھنا
چاہیے کہ لمس شریان کی کیفیت دریافت کرنے کی یہ صورت ہے کہ پہلے پہل سوائے مقام
شریان کے کلائی کے کسی مقام پر ہاتھ رکھکر اُس جگہ کی کیفیت کو حالت صحت یا معتدل کے
اعتبار سے دیکھا جائے اس سے یہ بات معلوم ہو جائیگی کہ شریان کو اس کیفیت پر ہونا چاہیے
اب موضع شریان پر ہاتھ رکھکر دیکھا جائے اور اس محسوس کیفیت کو اُس کیفیت سے ملایا
جائے جسپر اسکو درحقیقت ہونا چاہیے تھا اگر یہ محسوس کیفیت بہ نسبت اُس کیفیت کے گرم
زیادہ معلوم ہو جیسے تپ دق مین تو حرارت کا حکم کیا جائے علیٰ ہذا بارد اور متوسط بھی غرضکہ
اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ گرم وہی ہے جسکی گرمی بہ نسبت معتدل کے شریان یا صحت
کے زیادہ ہو اور سرد وہ ہے جو حرارت مین اُس سے کم ہو اور متوسط وہ جو برابر ہو) مؤلف
کہتا ہے اور دسون جنسون مین سے ساتوین جنس اُس رطوبت کی مقدار ہے جو
شریان مین ہے اور وہ یا تو بھری ہوئی ہے (یہ تو اُسوقت جبکہ شریان مین مقدار طبعی معتاد
سے زیادہ رطوبت ہو) یا خالی (یہ اُسوقت جبکہ اُسکی مقدار بہ نسبت طبعی مقدار کے کم ہو)
یا درمیانی (یہ اُسوقت جبکہ رطوبت کی مقدار اُسیقدر ہو جسقدر کہ ہونی چاہیے یہ بھی سمجھنا چاہیے
کہ شریان کا رطوبت سے بھرا ہونا اس بات کو مستلزم نہین ہے کہ نبض لین یعنی نرم بھی ہو
کیونکہ نرمی اُسوقت پیدا ہوتی ہے جبکہ شریان کے جرم مین رطوبت گھسجائے اور امتلا کی کیفیت
ایسا ہونا کچھ ضرور نہین ہے کیونکہ کبھی بھری ہوئی رطوبت کا قوام ایسا ہوتا ہے کہ شریان کے
جرم مین بمشکل نفوذ کرتا ہے) مین کہتا ہون ممتلی وہ نبض ہوتی ہے جسکے اندر مقیس علیہ
(صحت کی نبض) سے زیادہ رطوبت محسوس ہو اور خالی وہ جسمین مقیس علیہ سے کم رطوبت
محسوس ہو اور متوسط وہ جو ان دونون کے درمیان ہو مؤلف کہتا ہے اور آٹھوین جنس
احوال مین مستوی اور مختلف ہونا ہے اور وہ یا مستوی ہے یا مختلف (یہ استوا پانچ چیزون مین معتبر ہوتا ہے

عظم وصغر قوت وضعف سرعت وبطو تواتر وتفاوت صلابت ولین - تا اینکہ کبھی نبض
واحد ایسی ہوتی ہے کہ آخر انبساط اسکا سریع تر ہوتا ہے بلحاظ پھیلنے حرارت کے یا ضعیف تر
ہوتا ہے بجہت ضعف کے اگر کوئی چاہے کہ اس قسم مین زیادہ بسط کرے اور استوار
اور اختلاف کا اعتبار تشابہ نبضات یا اجزاے نبض واحد یا جزء واحد کا بہ نسبت تمام اقسام
مذکورہ بالا کے کرے ممکن ہے لیکن مآل کار اس سب تفصیل کا انھین پانچ قسمون مین ہوگا
اور سب اقسام انھین پانچ قسمون کیطرف رجوع کرینگی نبض مستوی علی الاطلاق وہی ہے
جو ان پانچون قسمون مین مستوی ہو اور اگر ان پانچ مین سے کسی ایک قسم مین مستوی ہو تو
اُسکو مستوی علی الاطلاق نہ کہینگے بلکہ جس قسم مین استوا ہوگا اُسی قسم مین اسکو مستوی کہینگے
مثلاً مستوی قوت مین یا مستوی سرعت مین اسیطرح مختلف نبض وہ ہے جو مستوی نہو اسکا
مختلف ہونا بھی یا علی الاطلاق ہے یعنی جمیع اقسام اور اعتبارات مین غیر مستوی ہو یا کسی
خاص قسم مین کذا قال الشیخ فی القانون) مین کہتا ہون احوال سے چند امور مراد ہین
منجملہ اُنکے عظم وصغر اور قوت وضعف اور سرعت وبطوٴ اور تواتر وتفاوت اور صلابت و
لین ہے اور یہی پانچ حالتین اس قسم کی ہین کہ انکے اعتبار سے استوا اور اختلاف کا واقع
ہونا بہ نسبت اور امور کے زیادہ ظاہر ہے پس بہتر یہی ہے کہ انھین پانچ پر اختصار کیا جائے
لہٰذا ہم کہتے ہین کہ ان پانچ حالتون مین استوا اور اختلاف سے متصف ہونے والی تین چیزون
مین سے ایک چیز ہوتی ہے اول چیز تو نبضون کا مجموعہ ہے یعنی تین نبضے مثلاً یا تو ان
پانچون احوال مین متشابہ یعنی متساوی ہونگے یا متخالف ہونگے یا یہ ہوگا کہ بعض احوال
مین متشابہ ہونگے اور بعض مین متخالف اگر پانچون مین متشابہ ہون تو مجموعۂ نبض مستوی
علی الاطلاق ہے اور اگر پانچون مین متخالف ہون تو مختلف علی الاطلاق ہے اور اگر
تیسری بات ہو مثلاً عظم یا صغر مین متشابہ ہو اور قوت یا ضعف مین متخالف ہو تو اُسمین مستوی
کہلائیگی جسمین متشابہ ہے اور اُسمین مختلف کہلائیگی جسمین متخالف ہے پس مثال مذکور مین
اس نبض کو کہینگے کہ عظم یا صغر مین مستوی ہے اور قوت یا ضعف مین مختلف ہے اور اُن
تینون چیزون مین دوسری چیز ایک نبضہ کے اجزا ہین یعنی ایک نبضہ کے اجزا جو چار ہون

انگلیون کے نیچے واقع ہوتے ہین یا یہ کہ پانچون حالتون مین تشابہ ہونگے تب تو مستوی
ہین اوریا پانچون حالتون مین تخالف ہونگے تو مختلف ہین یا یہ کہ بعض مین تشابہ ہونگے اور بعض مین مختلف تو وہ
پہلے بعض مین مستوی ہین اور دوسرے بعض مین مختلف اور تیسری چیز نبضۂ واحدہ کے
ایک جز کے اجزا ہین یعنی جو جز ایک انگلی کے نیچے واقع ہوا ہے اُسکا پہلا اور درمیانی اور
آخر جزریا یہ کہ یہ اجزا ریا پانچون حالتون مین تشابہ ہونگے یا سب مین تخالف یا بعض مین تشابہ
اور بعض مین تخالف اول مستوی علی الاطلاق ہین دوسرے مختلف علی الاطلاق ہین تیسرے
مستوی بعض مین اور مختلف بعض مین مؤلف کہتا ہے دسون جنسون مین سے
نوین جنس اختلاف نبض کا انتظام اور عدم انتظام ہے اور وہ یا تو مختلف منتظم ہے یا مختلف
غیر منتظم ہے (مختلف منتظم تو وہ نبض ہے جسکا اختلاف محفوظ طرز اور نظام کے ساتھ ہو
اور اس نظام مین خلل نہ پڑے اور اسی اختلاف کا ہر قرع مین دورہ ہوا کرے یعنی جتنی سانس
دیتی ہو یا خالی پڑتی ہو تال دینے مین اُسیقدر سانس دینا ہر قرع مین پایا جائے یا جس قدر
کوئی قرع انبساط کا تیسری چوتھی یا پانچوین مین حساب سے الگ پڑتا ہو اور جلد ہوتا ہو اُسی حساب سے
دوسرے دورے مین الگ پڑے یا جلد یا دیر مین واقع ہو اور اُسکی دو صورتین ہین ایک
منتظم علی الاطلاق یعنی جو اختلاف اسمین پیدا ہوا ہے تکرار قرعات مین وہی اختلاف باقی رہے
اور ایک منتظم دوری کہ اسمین دو یا تین قسم کے اختلاف ہون مگر ہر اختلاف کا دورہ اپنے حساب
پر پورا اُترے اور ان مختلف اقسام کے اختلافات سے ملکر ایک دورہ پیدا ہو کہ پھر پھر کردہی
آئے اور مختلف غیر منتظم وہ نبض ہے کہ اختلاف واحد یا چند اختلاف اُسمین محفوظ نہون اگر
اس نوین جنس مین اچھی طرح غور کیا جائے تو آٹھوین جنس کی طرح ٹھہریگی اور غیر مستوی
کے تحت مین داخل ہوگی شیخ نے لکھا ہے کہ طبیب کو یہ بات معلوم کرلینی ضرور ہے کہ نبض
مین طبیعت موسیقاری موجود ہے جیسے صناعت موسیقی ترکیب نغمات یعنی سرون کی ترکیب
مناسب نسبت سے اسمین بیچ حدت اور ثقل کے اور بحساب ادوار ایقاع یعنی دو تالون کے
اُس زمانہ کی مقدار کے ساتھ جو ہر تال کے ٹھیکہ مین واقع ہوتا ہے تمام ہوتی ہے اسی طرح
نبض کا بھی حال ہے کہ نسبت زمانون کی سرعت اور تواتر مین ایقاعی نسبت ہے اور

نسبت احوال اسی نبض کی قوت اور ضعف مین اور مقدار نسبت مین مثل نسبت تالیفی کے ہے
اور جسطرح کہ زمانہ ایقاع اور سُرون کی مقدار کبھی متفق اور یکسان خوش آیند ہوتی ہے
اور کبھی غیر متفق اسیطرح اختلافات جو درمیان احوال نبض کے واقع ہوتے ہین کبھی منتظم
ہوتے ہین اور کبھی غیر منتظم علی ہذا احوال نبض کی نسبت قوت اور ضعف اور مقدار مین کبھی
متفق ہوتی ہے اور کبھی غیر متفق اور یہ اختلاف جنس اعتبار نظام سے خارج ہے (مین
کہتا ہون منتظم تو وہ نبض ہے جسکے اختلاف کا محفوظ طرز ہو کہ اُسی پر وہ دورہ کرتی
رہے اور غیر منتظم وہ جسمین یہ بات نہو اور یہ ظاہر ہے **مؤلف کہتا ہے** یہ نوین جنس
مختلف نبض کے تحت مین داخل ہے لہذا (بجاے دس جنسون کے) نو جنسین ہونی
جو آٹھوین جنس کی ایک نوع ہے ۱۲
چاہیین **مین کہتا ہون** نبض منتظم اور غیر منتظم یہ دونون مختلف ہین اسواسطے کہ تمکو ابھی
معلوم ہوچکا ہے کہ انتظام سے اختلاف کا انتظام مراد ہے لہذا اس جنس کو اجناس عالیہ
(مستقلہ) مین سے نہ شمار کرنا چاہیے اور اس تقدیر پر اجناس عالیہ صرف نو ہونگی نہ کہ
دس محمد بن زکریا اور شیخ ابو علی بن سینا نے ایسا ہی لکھا ہے اور یہی ٹھیک ہے (ابن ابصادق
لکھتے ہین کہ یہ سب کچھ سہی مگر اس جنس کو مستقل جنس جالینوس نے اسلیے بنایا ہے کہ
اسکے شعبے اور صورتین بکثرت نکلتی ہین) **مؤلف کہتا ہے** اور دسوین جنس وزن ہے
(یعنی دسوین جنس وہ ہے جو نبض کے وزن سے ماخوذ ہو) اور نبض کا وزن دو حرکت انبساط
اور دو سکون کے چار زمانون کی مقدار پر قیاس کیا جاتا ہے اور اگرچہ انسان کی حس
وزن کو ضبط نہین کرسکتی تاہم نسبت ازمنہ انبساط کی مقادیر پہ قیاس ہوسکتا ہے حاصل یہ کہ
جو زمانہ کہ جسمین حرکت ہوتی ہے تا وقتیکہ سکون رہے محسوس ہوسکتا ہے اور جو لوگ زمانہ
حرکت کو زمانہ حرکت سے اور زمانہ سکون کو زمانہ سکون سے قیاس کرتے ہین وہ ایک
قسم کو دوسری قسم مین داخل کرتے ہین اور یہ ادخال اگرچہ جائز ہو لیکن کچھ ٹھیک نہین ہے
شیخ نے لکھا ہے کہ نبض کا وزن وہی ہے جسمین نسبت موسیقاری واقع ہو یہ یاد رکھنا چاہیے
کہ جالینوس کی یہ راے ہے کہ جو صورتین مناسبات وزن سے محسوس ہوتی ہین اور
بخوبی ظاہر ہوتی ہین وہ پانچ صورتون مفصلۂ ذیل مین سے کوئی نہ کوئی صورت ہوتی ہے

یا بہ نسبت مجموع کل اور خمسہ کے اور یہ نسبت سہ چند کی ہے اسلیے کہ یہ نسبت ڈیوڑھے کے
دونے سے مؤلف ہے اور اسی نسبت کو اصطلاح موسیقی مین مجموعہ نسبت کل اور خمسہ کا کہتے
ہین اور کل یعنی ضعف ہے اور خمسہ یعنی ڈیڑھ ہے یا نسبت وزن کی بالکل ہے اور وہی ضعف
ہے یعنی ضعف کا تفاوت اصل سے مثل کل اصل کے ہے جیسے چار کا تفاوت دو سے
دو عدد کا ہے جو مساوی کل اصل یعنی دو کے ہے یا نسبت وزن کی بالخمسہ یعنی ڈیوڑھے
کے ہے اور مراد نسبت بالخمسہ سے وہ زیادتی ہے جو اصل پر بقدر نصف کے زیادہ ہو جیسے
تین کو دو سے ایک کی زیادتی ہے اور ایک نصف ہے دو کا یا نسبت وزن کی بالاربعہ ہو
اور اس سے مراد وہ زیادتی ہے جو بقدر ثلث اصل کے ہو جیسے چار کو تین پر ایک کی زیادتی
ہے اور ایک ثلث ہے تین کا یا نسبت وزن کی بالکل دو مرتبہ کرکے ہو اور وہ زیادتی ربع
اصل کی ہے جیسے پانچ کو چار پر ایک کی زیادتی ہے اور یہ نسبت سوائی کی کہلاتی ہے
یہ پانچون نسبتین کمی بیشی کی محسوس ہوتی ہین اسکے بعد محسوس نہین ہین شیخ کا قول ہے
کہ مین ان نسبتون کا ضبط کرنا اور پہچاننا محض بذریعہ حس کے دشوار جانتا ہون جو شخص
فن موسیقی مین مشاق ہو اور ایقاعات اور تناسب نغمات کو کسب صناعی کے ذریعہ
سے پہچانتا ہو اور فن موسیقی کی شناخت اسکو اسقدر ہو کہ مصنوعی شی کو اپنے معلومات
سے قیاس کر سکے یہ شخص اگر اپنی فکر کو خرچ کرے اور احوال نفس مین تامل کرے تو
ممکن ہے کہ یہ پانچون نسبتین اسکو محسوس ہو سکین واضح ہو کہ جالینوس کا قول جو اوپر
گذرا کہ یہ پانچون نسبتین محسوس مناسبات وزن سے ہین اور اسمین یہ شرط نہین ہے کہ
فن موسیقی کی معرفت ہو شاید بنظر معرفت وجدانی کے ہے بہت سے آدمی ایسے دیکھے
کہ انکی خلقت موزون ہوتی ہے کہ وہ وزن شعر اور تال اور سُر کو اپنے سلیقے سے پہچان
لیتے ہین اور اکثر ایسے دیکھے کہ باوجود مہارت قواعد فن عروض اور قوافی اور ممارست
فن موسیقی کے نہ ایک شعر کو موزون کر سکتے ہین اور نہ غیر موزون کے سکتہ اور زحاف کو
شناخت کر سکتے ہین اور نہ بادی سُر انکو بُرا معلوم ہوتا اور نہ بے تالا گانیوالا انکو دریافت
ہو سکتا ہے ایسے لوگون کی بابت جو دشواری شیخ نے لکھی ہے البتہ درست ہے بلکہ بعد کمال

مہارت موسیقی کے بھی اُنکے اعتبار سے نبض کی اُن نسبتون کا دریافت کرنا محال عادی ہے
بہرحال ان پانچون نسبتون کی تفصیل مع تمثیلات کے یہ ہے کہ ارباب فن موسیقی اُس
بُعد کو جو دوسرے بُعد کی نسبت دو چند ہو منسوب بالکل کہتے ہین اور یہ دوسری صورت ہے
جسکو جالینوس نے لکھا ہے کہ بہ نسبت کل کے ہو اسکی مثال یہ ہے کہ ایک سُر کا ارتفاع
تین ہے اور دوسرے کا چھ پس دوسرا بہ نسبت پہلے کے نسبت بالکل کی رکھتا ہے اور
جو نغمہ بہ نسبت دوسرے نغمہ کے ڈیوڑھا ہو اور وہ بُعد کسی دوسرے بُعد پر بقدر نصف کے
زاید ہو تو ان دونون مین نسبت بالخمسہ ہے اسکی یہ مثال ہے کہ ایک نغمہ دو ہے اور دوسرا
تین پس تین دو سے ایک عدد زاید ہے جو نصف ہے دو کا اور یہ بقول جالینوس کے
تیسری نسبت ہے جسکو اُسنے نسبت بالخمسہ کہا ہے اور جو نغمہ کسی نغمہ پر بقدر ثلث کے
زاید ہو جیسے چار اوپر تین کے اسکو نسبت بالاربعہ کہتے ہین اور یہ چوتھی نسبت ہے جو
قول جالینوس مین اسی عنوان سے مذکور ہوئی ہے اور جو نغمہ کسی نغمہ پر بقدر ربع کے
زاید ہو جیسے پانچ اوپر چار کے اسکو بھی نسبت بالاربعہ کہتے ہین اور یہ پانچوین نسبت ہے
جو قول جالینوس مین مذکور ہوئی اور جو نغمہ کہ اُسمین دو نسبتین یعنی نسبت بالکل اور نسبت
بالخمسہ مجتمع ہون خواہ کسی قسم کی تالیف ہو اسکو اصطلاح موسیقی مین نسبت ثلاثہ اضعاف
کی کہتے ہین اسلیے کہ نسبت کل سے دونا مراد ہے اور نسبت بالخمسہ سے ڈیوڑھا مراد ہے
اور جسوقت یہ دونون جمع کیجائین تو گویا ڈیوڑھے کا دونا مراد ہوگا اور ڈیوڑھے کا دونا ضرور
سہ چند ہوتا ہے پس مجموعہ ان دونون نسبتون کا سہ چند اصل کے مساوی ہوگا اسکی مثال
دو اور چھ پس دو اور چھ کی نسبت مؤلف ہے نسبت چھ سے طرف تین کی اور نسبت تین سے
طرف دو کی اور تعبیر مین ہم اُسکو اسطرح کہینگے کہ چھ دو کے ڈیوڑھے کا دونا ہے یعنے
تین گُنا پھر چونکہ نسبت چھ کی تین کیطرف نسبت بالکل یعنی نسبت ضعف کی ہے اور نسبت
تین کی دو کی طرف نسبت بالخمس یعنے ڈیوڑھے کی ہے پس چھ کو طرف دو کے تین گُنی
یعنے ثلاثہ اضعاف کی نسبت ہے اور یہی وہ نسبت ہے جو ڈیوڑھے کے دونے
مین ہوتی ہے اور یہ پہلی نسبت ہے جو جالینوس کے قول مین پہلے مذکور ہے

جسکو اُسنے مجموعہ نسبت کل اور خمسہ کا تجویز کرکے نسبت سہ چند نام رکھا ہے پس تأمل قول
جالینوس کا یہ ٹھہرا کہ قدر محسوس مناسبت وزن سے یا نسبت سہ چند کی ہے یا دو چند کی
بعد اُسکے ڈیوڑھے کی اُسکے بعد وہ نسبت جسمین ایک ثلث کی زیادتی ہو اُسکے بعد سوائی
واللہ اعلم کذا فی ترجمۃ الشیخ ابی علی بن سینا) اور نبض یا تو وزن کے اعتبار سے جید
اور عمدہ ہو گی یا وزن کی جیدنہو گی بلکہ خراب اور ردی ہو گی اور ردی الوزن کی تین قسمین
ہین اوّل مجاوز الوزن (یہ وہ نبض ہے جسکا وزن اُس سن کا سا ہو جسکے قریب
صاحب نبض پہونچا ہو) جیسے کہ لڑکے کی نبض کا وزن جوانون کی نبض کا سا وزن ہو
دوسری قسم مباین الوزن جیسے لڑکون کی نبض کا وزن بوڑھون کی نبض کا سا وزن ہو
تیسری قسم خارج الوزن کہ جسکا وزن کسی سن کے وزن کے مشابہ نہو (نبض کا وزن سے
بکثرت خارج ہو جانا تغیر عظیم پر دلالت کرتا ہے اور نبض کے وزن سے خارج
ہونے کی یہ مثال ہے کہ مثلاً اسمین رعشہ پیدا ہو جائے اور خارج عن الوزن ہو جانیکے
یہ معنی نہین ہین کہ نبض کا کوئی وزن ہی نہو کیونکہ جالینوس نے نبض کبیر مین اسکی تصریح کردی
ہے کہ ہر نبض کا کوئی نہ کوئی وزن ضرور ہوتا ہے پس خارج عن الوزن ہونے کے یہ معنی
ہین کہ انسان کے لیے جو طبعی اوزان ہوتے ہین اُن سب سے خارج ہو یعنی اسکا وزن
کسی سن کے وزن سے مشابہ نہو چنانچہ آگے چلکر شارح نے اسکی تحقیق کی ہے **مین کہتا
ہون** مؤلف نے جو جید اور ردی کے بعد حسن اور سیئ کا لفظ بڑھایا ہے وہ جید اور ردی کی
تفسیر ہے اور چونکہ وزن نبض کی تحقیق کرنا لابدی ہے لہذا ہم کہتے ہین کہ ہر نبضہ کے لیے
دوسرے نبضہ کے شروع ہونے تک دو حرکتون اور دو سکونون کی ضرورت ہے (یعنی
ہر نبضہ مین دو حرکتین اور دو سکون ہوا کرتے ہین) کیونکہ ہر نبضہ انقباض اور انبساط سے مرکب
ہوتا ہے اور انقباض و انبساط یہ دونون متضاد حرکتین ہین اور (علم طبعی مین ثابت ہو چکا
ہے کہ) دو متضاد حرکتون مین سکون کے متخلل ہونے کی ضرورت ہے اور جب ایسا ہے
تو ہر نبضہ کے لیے دوسرے نبضہ تک دو حرکتین اور دو سکون ہوتے ہین دونون حرکتون مین سے
پہلی حرکت انبساطی ہے اور دوسری انقباضی اور دونون سکونون مین سے پہلا سکون وہ ہے

جو انبساط اور انقباض کے درمیان ہے یعنی آخر انبساط اور اول انقباض کے درمیان متخلل ہے اور اسکا نام سکون خارجی ہے اور دوسرا سکون وہ ہے جو انقباض اور انبساط یعنے آخر انقباض اور اول انبساط کے درمیان حائل ہے اور اسکا نام سکون داخلی ہے اور حرکت انقباضی کے محسوس ہونے مین اطبا کا اختلاف ہے بہت سے اطبا اُسکے محسوس ہونے کے قائل نہین ہین اور اُسکے غیر محسوس ہونے پر یہ دلیل لاتے ہین کہ حس لمس ہین ملاقات ملموس کی شرط ہے کیونکہ حس لمس اُنھین چیزون کا ادراک کرتی ہے جو اُسکے پاس ہون اور اُس سے ملی ہون اور جو چیزین اُس سے علٰحدہ ہون اُنکو نہین دریافت کرسکتی ورنہ لازم آئے کہ جتنی چیزین اُس سے دور ہین وہ سب کو دریافت کرلے (حالانکہ مشاہدہ اسکو باطل کرتا ہے) لیکن حرکت انقباض کو یہ لازم ہے کہ شریان اُنگلیون سے جدا ہو جائے پس نفس شریان ہی محسوس نہوگی چہ جائیکہ اسکی حرکت اور اسکا یہ جواب ہے کہ محسوس کے بھاگنے سے یہ لازم نہین آتا کہ وہ حرکت کرنے والے سے ملاقات نہ کرے بلکہ اُن دونون مین کبھی یون بھی ملاقات ہوجاتی ہے کہ حس کرنے والا خود اُسکی طرف حرکت کرے (اور یہان ایسا ہی ہے) کیونکہ اُنگلیون کے پورے شریان کے عود کرنے کے بعد اوپر کو اُٹھ آتے ہین بعد اسکے کہ وہ نیچے کو جھک گئے تھے اور اس ملاقات سے احساس ہو جاتا ہے اور یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے (اگر کھلی ہوئی بات ہوتی تو ایک بڑے محقق گروہ پر مخفی نہ رہتی بلکہ درحقیقت نہایت خفی بات ہے ہان اس جواب کا سُقم البتہ کھلا ہوا ہے جسکو ہم گذشتہ بحث مین ظاہر کرچکے ہین فلیُلاحظ من شاء ثم*) جالینوس نے لکھا ہے کہ مین ایک زمانہ تک انقباض کے سمجھنے مین قاصر رہا اسکے بعد التزاماً نبض کو غور سے دیکھنا شروع کیا حتّٰی کہ اُسکو کچھ کچھ سمجھنے لگا اسکے بعد خوب مضبوطی کے ساتھ مین نے اُسکو سمجھ لیا جس سے مجھپر نبض کے دروازے کھل گئے اور جو شخص میری طرح سے تعہد اور التزام کریگا وہ بھی میری طرح اُسکو سمجھ لیگا۔ جالینوس کے اس قول سے معلوم ہوا کہ انقباض کے محسوس ہونے مین کوئی شُبہ نہین ہے اور اُسکا محسوس ہونا ہی حق ہے اسکے بعد یہ سمجھنا چاہیے کہ ہر چار چیزون یعنی دو حرکتون اور دو سکونون کے لیے زمانہ کی بھی ضرورت ہے اور بعض زمانون کو بعض کے ساتھ کوئی نسبت بھی ہوتی ہے کیونکہ

دو زمانون مین سے ایک زمانہ کبھی تو دوسرے کی برابر ہوتا ہے اور کبھی آدھا اور کبھی تہائی اور کبھی ڈیوڑھا اور یہ اُسوقت ظاہر ہوتا ہے جب اُسمین اُسی نسبت کو سمجھا جائے جو ایک عدد کو دوسرے عدد کے ساتھ ہوتی ہے۔ دیکھیے کہ چار۔ چار کے برابر ہے اور تین چھ کا آدھا ہے اور دو۔ تین کی دو تہائیان ہین اور چھ۔ چار کا ڈیوڑھا ہے علی ہذا اور اعداد بھی۔ اور نبض کا وزن (جسکی ہم اس فصل مین بحث کرنا چاہتے ہین) اُس نسبت سے عبارت ہے جسکے ہونیکو مذکور زمانون مین سے دو زمانون کے درمیان نبض چاہتی ہے (یعنی وزن اُس نسبت کو کہتے ہین جو دو زمانون کے درمیان ہو اور دو زمانون مین اُس نسبت کے ہونیکو نبض چاہتی ہے) اور اس نسبت کو وزن اسلیے کہا جاتا ہے کہ وزن کے یہ معنی ہین کہ دو چیزون کی نسبت معلوم کرنے کے لیے ایک چیز کو دوسری چیز پر قیاس کیا جائے اور یہان ایسا ہی ہے واضح ہو کہ اس نسبت کے دو زمانون مین اطبا کا اختلاف ہے کیونکہ کوئی تو یہ اعتبار کرتا ہے کہ ایک حرکت کے زمانے کو دوسرے حرکت کے زمانے کی طرف نسبت کیجائے اور کوئی ایک سکون کے زمانے کو دوسرے سکون کے زمانے کی طرف نسبت کرتا ہے اور کوئی حرکت اور سکون دونون کے زمانے کو دوسرے حرکت اور سکون کے زمانہ کی طرف نسبت کرتا ہے (نفیسی مین ہے کہ ایک چیز کا دوسری چیز پر قیاس کرنا وزن ہے تاکہ ان دونون کی نسبت نکل آئے اور اطبا کے نزدیک انبساط اور انقباض مین سے کسی ایک کے زمانے کو دوسرے کے زمانے پر قیاس کرنے کو یا دو سکونون مین سے ایک کے زمانہ کو دوسرے کے زمانہ پر قیاس کرنیکو یا حرکت کے زمانہ کو سکون کے زمانہ پر قیاس کرنے کو وزن کہتے ہین کیونکہ حرکت اور سکون مین سے ہر ایک کے لیے ایک زمانہ ہوتا ہے اور دونون زمانون مین سے ہر زمانہ کے لیے ایک مقدار ہوتی ہے اور ہر مقدار کو دوسری مقدار کے ساتھ کوئی نسبت ہوتی ہے اور اس مقایسہ کی دس صورتین ہین اوؔل تو انبساط کے زمانے کو انبساط کے زمانہ پر قیاس کرنا دوسرؔا انبساط کے زمانہ کو انقباض کے زمانے پر قیاس کرنا تیسرؔا انبساط کے زمانہ کو سکون خارجی کے زمانہ پر قیاس کرنا چوتھا انبساط کے زمانہ کو سکون داخلی کے زمانہ پر قیاس کرنا پانچوان انقباض کے زمانہ کو انقباض کے زمانہ پر قیاس کرنا چھٹا انقباض کے زمانے کو سکون خارجی کے زمانہ پر قیاس

کرنا ساتوان انقباض کے زمانہ کو سکون داخلی کے زمانہ پر قیاس کرنا آٹھوان سکون خارجی کے زمانہ کو سکون خارجی کے زمانہ پر قیاس کرنا نوان سکون داخلی کے زمانہ کو سکون داخلی کے زمانہ پر قیاس کرنا دسوان سکون خارجی کے زمانہ کو سکون داخلی کے زمانہ پر قیاس کرنا لکن شیخ کے نزدیک تیسری اور چوتھی اور چھٹی اور ساتوین صورت کو وزن کہتے ہین اور یہ اُس تقدیر پر کہ حرکت انبساط اور سکون خارجی اور حرکت انقباض اور سکون داخلی یہ چارون محسوس اور مدرک ہون آور یا اُس مقائسہ کو وزن کہتے ہین جو انبساط کے زمانہ اور اُس زمانہ کے درمیان ہو جو اسکے اور دوسرے انبساط کے درمیان ہو یعنی وہ زمانہ جسمین حرکت محسوس نہو اور یہ زمانہ چار امور پر مشتمل ہوتا ہے ایک سکون خارجی آور حرکت انقباض آور سکون داخلی آور اول انبساط اور یہ اُس تقدیر پر کہ یہ چارون چیزین محسوس اور مدرک نہون ہین چھ صورتین یعنی پہلی اور دوسری اور پانچوین اور آٹھوین نوین دسوین تو یہ استوا اور اختلاف نبض مین داخل ہین کیونکہ ایک حرکت کا دوسری حرکت پر قیاس کرنا یہ تو اُن دونون کے استوا اور اختلاف کا سرعت اور بطوء مین اعتبار کرنا ہے اور ایک سکون کا دوسرے سکون پر قیاس کرنا یہ اُن دونون کے استوا اور اختلاف کا تواتر اور تفاوت مین اعتبار کرنا ہے) آور ظاہرا یہ مذہب اُسیوقت نکل سکتے ہین جبکہ نبض کی حرکت انقباضی کو محسوس مانا جائے اور شیخ نے محسوس حرکت کے زمانہ کا اعتبار اُس زمانہ سے کیا ہے جسمین حرکت محسوس نہو پس اگر حرکت انقباض کو محسوس کہا جائے تب تو یہ مقایسہ اسطرح ہوگا کہ انقباض اور انبساط دونون کے زمانہ کا ہر اُس سکون سے قیاس کیا جائے جو اُس حرکت کے بعد آئے آور جسوقت یہ کہا جائے کہ حرکت انقباض محسوس نہین ہے تو صرف زمانہ انبساط کا مقایسہ اُس زمانہ سے کیا جائے جو دو انبساطی حرکتون مین متخلل ہو جب یہ تمہید معلوم ہوچکی تو اب ہم کہتے ہین کہ حالت صحت مین ہر سن کے لیے ایک نبض خاص ہوتی ہے اور اس نبض کا ایک مقرر وزن ہوتا ہے اور وہ وہی وزن ہوتا ہے جو اُسکے لیے اُس سن مین ہونا سزاوار ہے پس اگر نبض کا یہی وزن ہو تب تو وہ نبض جید الوزن ہو اور اگر وہ وزن جاتا رہا ہو تو ردی الوزن ہے اور ردی الوزن کی تین قسمین ہین اول مجاوز الوزن اور وہ یہ ہے کہ ایک سن کا وزن اُس سن کے

وزن کے مشابہ ہو جائے جو اُسکے قریب ہو مثلاً یہ کہ لڑکے کی نبض کا وزن جوان کی نبض کا
سا وزن ہو جائے یا یہ کہ جوانون کی نبض کا وزن بچون کی نبض کا سا وزن ہو جائے یا بوڑھون
کی نبض کا سا وزن ہو جائے اور اس صنف کو متغیر الوزن بھی کہتے ہین اور دوسری قسم
مبائن الوزن ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک سن کا وزن اُس سن کے وزن کے مشابہ ہو جائے
جو اُسکے قریب اور اُس سے ملا ہوا نہو بلکہ دور ہو جیسے لڑکے کی نبض کا وزن بوڑھون کی نبض کا
سا وزن ہو جائے یا یہ کہ بڈھے کی نبض کا وزن بچون کی نبض کا سا وزن ہو جائے اور
تیسری قسم خارج عن الوزن ہے اور وہ یہ کہ کسی سن کے وزن کے مشابہ نہو مثلاً لڑکے
کی نبض کا وزن کسی سن سے نہ ملے اور یہ صنف نہایت بدتر ہے کیونکہ یہ اسپر دلالت کرتی
ہے کہ مزاج مین بہت بڑا انقلاب واقع ہو گیا ہے جسنے نبض کو وزن سے نکالدیا اگر کوئی
یہ شبہہ کرے کہ جو نبض وزن سے خارج ہو جائے وہ ردی الوزن کے اقسام مین کسطرح شمار
ہو سکتی ہے کیونکہ ردی الوزن صرف اُن نبضون کو شامل ہے جنمین وزن تو ہو مگر وزن مین کسی
قسم کی خرابی آجائے تو اسکا یہ جواب ہے کہ خارج عن الوزن بھی وہی نبض ہے جسکا وزن ردی
ہو نہ کہ وہ جسکا کوئی وزن ہی نہو جیسے ردی العین (جسکی آنکھ خراب ہو جائے) کو کہا جاتا ہے
کہ اُسکی آنکھ ہی نہین ہے ابن ابی صادق نے شرح مسائل مین یہی ذکر کیا ہے نفیسی مین
ہے کہ جسوقت چارون زمانون کی نسبتین سنون اور شہرون اور فصلون اور انواع تدابیر
کے لحاظ سے مجرائے طبعی پر ہون تو وہ نبض جید الوزن کہلائیگی کیونکہ لڑکے کی نبض مین انبساطی
حرکت انقباضی حرکت سے زیادہ تیز ہوتی ہے اسلیے کہ اُسکو بہ نسبت دخانی بخارون کے
دفع کرنے کے ٹھنڈی ہوا کے جذب کرنے کی زیادہ احتیاج ہے اور سکون خارجی کا زمانہ
دراز ہوتا ہے کیونکہ جو حرکت کے زمانہ سے کم ہوتا ہے وہ سکون کے زمانہ مین بڑھ جاتا ہے
اور جو حرکت کے زمانے مین بڑھ جاتا ہے وہ سکون کے زمانے مین گھٹ جاتا ہے
کیونکہ مسافت ایک ہی ہے غرضکہ ان دونون حرکتون مین سے ہر ایک کے زمانے کو
دونون سکونون مین سے ہر ایک کے زمانے کی طرف ایک نسبت ہے اب اگر یہ نسبتین محفوظ
ہین تو نبض جید الوزن ہے ورنہ ردی الوزن اور ردائت کی تین صورتین ہین) **مؤلف**

کہتا ہے اب ہم نبض کے اسباب مین کلام کرنا چاہتے ہین (واضح ہو کہ نبض کا سبب
یا تو اُسکے وجود کا مقوّم اور اُسکا حافظ ہوگا یا نہین اگر ہے تو سبب ماسک ہے جیسے فاعلی سبب
یعنی وہ قوت حیوانی جو شریان کو حرکت دیتی ہے اور جیسے کہ قابلی سبب یعنی شریان اور
جیسے کہ غائی سبب یعنی ترویح اور اگر مقوّم اور حافظ نہین ہے تو دو حال سے خالی نہین
یا یہ کہ اُس سے مفارق ہوگا یا نہوگا اگر مفارق ہے تو وہ سبب متغیّر ہے جیسے کہ سن اور
سونے جاگنے کے اوقات اور اگر مفارق نہین ہے تو وہ سبب لازم ہے جیسے کہ ذکورت
اور انوثت وغیرہ شیخ نے قانون مین اسیطرح لکھا ہے نفیسی مین ہے کہ مؤلف نے جو لفظ
اسباب نبض کا کہا ہے اس سے اسکی مراد اُس حرکت کے اسباب ہین جسکے ساتھ شریان سخت
یا نرم سرد یا گرم بھری یا خالی ہوتی ہے یا یہ کہ جو قوت اُسکے ساتھ ہے قوی یا ضعیف ہوتی ہے
یا وہ سکون کا زمانہ جو اُسکے ساتھ ہے طویل یا قصیر ہوتا ہے یا یہ کہ جو استوا یا اختلاف اُسکے
ساتھ ہے منتظم ہے یا غیر منتظم یا یہ کہ جو وزن اُسکے ساتھ ہے جیّد ہے یا ردی) نبض کیطرف
اسلیے احتیاج ہے کہ حار غریزی کو آرام پہونچے (کیونکہ شیخ کے کلام سے ابھی معلوم ہوا کہ
نبض کی علت غائی یہی ہے کہ حار غریزی کو آرام پہونچے اور ترویح کی طرف حاجت کا زیادہ
یا کم ہونا یہ حرارت کی حدت اور ضعف اور اعتدال کے اعتبار سے ہے اگر حرارت مین
اشتعال اور حدت ہے تو ترویح کی طرف حاجت بھی زیادہ ہوگی اور اسوقت زیادہ
ہوا کی ضرورت ہوگی اور اگر حرارت ناقص ہے تو تھوڑی ہوا کو چاہیگی اور اگر معتدل ہے
تو ترویح کی جانب بھی اعتدال کے ساتھ احتیاج ہوگی) پس اگر زیادتی حرارت کیوجہ سے
ترویح کی جانب زیادہ حاجت ہو اور باوجود زیادہ حاجت کے آلہ بھی (یعنی شریان) اپنی
نرمی کی وجہ سے فرمانبردار ہو (یعنی قوت کے فعل کو آسانی قبول کرلے اور اسکے قبول
کرنے سے نافرمانی نہ کرے) اور قوت (حیوانی جو شریان کی محرک ہے) موافق ہو (یعنے
رگ کو کمال انبساط تک پھیلانے پر پوری قادر ہو) تو نبض عظیم ہوگی (کیونکہ عظیم نبض انھین
تینون باتون کے جمع ہوجانے سے ہوتی ہے) اور اگر (ترویح کی طرف) نبض عظیم کی
حاجت سے بھی زیادہ حاجت ہو تو یہ نبض سریع ہوگی (یعنی عظیم ہونے کے ساتھ تاکہ عظم اور

سرعت دونون سے ضرورت کے مطابق پوری ترویج حاصل ہوجائے) اور اگر احتیاج کی
افراط ہو (یہانتک کہ جو ہوا سریع اور عظیم نبض نے کھینچی ہے وہ اُسکی ترویج کے لیے ناکافی
ٹھہرے) تو (یہ نبض عظیم اور سریع ہونے کے ساتھ) متواتر ہوگی (تاکہ ان سب سے مل کر
ترویج کی حاجت پوری ہوجائے) واضح ہو کہ جسوقت تک قوت مین اتنی قدرت ہوتی ہے
کہ اپنے مقصود کو نبض عظیم سے حاصل کرلے اُسوقت تک سرعت کی طرف میلان نہین کرتی
اور جسوقت تک مقصود کا حاصل کرلینا عظیم اور سریع سے ممکن ہوتا ہے اُسوقت تک تواتر کی
طرف مائل نہین ہوتی اور اسکی مثال یون سمجھنی چاہیے کہ جب کوئی شخص کسی ضروری کام کیلیے
جاتا ہے تو وہ پہلے اپنے قدم کو بڑھاتا ہے تاکہ ہر ایک قدم مین مسافت کے بہت سے
جز طی ہوجائین اور اگر اس سے زیادہ اہتمام مقصود ہوتا ہے تو قدمون کو تیز کردیتا ہے اور اگر
اس سے بھی زیادہ اہتمام ہوتا ہے تو قدمون کو متواتر کردیتا ہے یہ بھی جاننا چاہیے کہ
جسطرح اعتدال سے خارج ہونے کے وقت پہلے نبض عظیم ہوتی ہے پھر سریع پھر متواتر
یونہی اعتدال کی طرف رجوع کرنے اور ترویج کی حاجت کم ہوجانیکے وقت پہلے تواتر
زائل ہوجاتا ہے پھر سرعت جاتی ہے پھر عظم اطبا کے تجربے اور استقرار سے اسیطرح ثابت
ہوا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ روح نفسانی کے کم ہوجانے کے بعد نبض عظیم ہوجاتی
ہے کیونکہ روح نفسانی کی کمی کی وجہ سے اسکی زیادہ حاجت ہوجاتی ہے کہ روح حیوانی
زیادہ پیدا ہو کہ اُس سے روح نفسانی پیدا ہو اور اسوجہ سے نبض عظیم ہوجاتی ہے کذا قیل)
اور اگر شریان اپنی سختی کی وجہ سے (قوت کی) نافرمان ہوگی تو نبض صغر کے ساتھ سریع
ہوگی (تاکہ فوت شدہ عظم کا اپنی سرعت سے تدارک کردے پس دوبار کی دو سریع حرکتین
ایک بار کی نبض عظیم کی حرکت کے قائم مقام ہوجائینگی) اور اگر حاجت سرعت سے روانہ
ہوگی) تو نبض (سرعت کے ساتھ) متواتر ہوگی اور اگر قوت (نبض مین عظم پیدا کرنے سے)
ضعیف ہوگی تو نبض سریع ہوگی (یعنی بلا تواتر اور یہ اُسوقت جبکہ صرف سرعت سے
ترویج کی ضرورت پوری ہوجائے اور اگر اس سے زیادہ حاجت ہوگی تو سرعت کے
ساتھ تواتر بھی ہوگا) اور اگر قوت بہت ضعیف ہوگی (یہانتک کہ سرعت پر بھی اسکو قدرت

نہو گی) تو نبض متواتر ہو گی (تاکہ جو کچھ ترویح عظم اور سرعت سے فوت ہو گئی ہے اُسکا تدارک
تواتر سے ہو جائے پس حرکت کے مرتبے بہت سے ہونگے اور سریع کی دو حرکتین عظیم کی
ایک حرکت کے قائم مقام ہونگی) اور اس تواتر کے ساتھ نبض مین صغر بھی ہو گا (اسلیے کہ انبساط
کے پورا کرنے سے قوت ضعیف ہے) اور یہ صغر اُس صغر سے زیادہ ہو گا جو نبض کی سختی کیوقت
ہوتا ہے (کیونکہ درحقیقت نبض مین عظم پیدا کرنے والی چیز قوت کا قوی ہونا ہے رہا شریان کا نرم
ہونا تو اُس سے جو عظم پیدا ہوتا ہو اُسکی یہ وجہ ہے کہ اسوقت کوئی مانع نہین ہوتا اور فاعل مقتضی کا کسی چیز کو واجب
کرنا یہ اس سے زیادہ قوی ہوتا ہو کہ مانع کا نہونا اُسکو واجب کرے اور اسوقت مین ضعف قوت کا صغر کیلیے
موجب ہونا صلابت کے موجب ہونیسے زیادہ قوی ہو گا کیونکہ قوت کا ضعیف ہونا رگ کے چھوٹے ہونیکو مقتضی
اور فاعل ہے جیسے قوت کا قوی ہونا رگ کے بڑے ہونیکو مقتضی ہو اور رگ کا نرم ہونا یہ اُسکے چھوٹے ہونیسے
مانع ہو لہذا اُسکی سختی اُسکے صغر کے لیے عدم مانع ہے اور مقتضی کا کسی چیز کو واجب کرنا یہ عدم مانع کے
اُس کو واجب کرنے سے زیادہ قوی ہو گا لہذا جو صغر ضعف قوت کے وقت مین ہو گا وہ
اُس صغر سے زاید ہو گا جو اُسکی سختی کے وقت ہو) اور اگر قوت زیادہ ضعیف ہو گی تو ترویح کی احتیاج
باقی رہجائیگی کیونکہ حیات کی موجودگی مین حاجت کا بالکل جاتے رہنا محال ہے اور احتیاج کا
باقی رہجانا ہلاکت کا باعث ہے مگر اُسوقت جبکہ حاجت اسقدر کم ہو کہ نبض کے صغر اور بطؤ اور
تفاوت ہی سے رفع ہو جائے نفیسی مین ہے کہ یہان تک جو کچھ عظم وغیرہ کے اسباب بیان
ہوے وہ جمہور کی رائے پر ہین اور اُنکے اصول پر متفرع ہین اور مؤلف کی رائے یہ ہے
کہ شریان کا انبساط دل کے انقباض کے وقت ہوتا ہے اور شریان کا انقباض دل کے
انبساط کے وقت اور یہ کہ شریان کی انبساطی حرکت طبعی ہے اور انقباضی حرکت قسری اور روح
کا دل کی تجویف مین لوٹ آنا یہ شریان کو انقباض پر مجبور کرتا ہے پس جسوقت دل کی تجویف
کی طرف روح لوٹ آتی ہے اور دل مین انبساط پیدا ہو جاتا ہے تو اُسکو یہ لازم ہے کہ شریان مین
انقباض ہو جائے کیونکہ اگر شریان باوجود روح نکل جانے کے اپنی طبعی مقدار پر بدستور باقی
رہے اور اُسمین انقباض نہو تو شریان مین خلا لازم آجائیگا اور خلا محال ہے اور شریان کا
جو انبساط ہے وہ قاسر کے زائل ہو جانے اور شریان کے اپنی طبعی مقدار پر لوٹ آنیسے ہوتا ہے

پس جسوقت روح دل سے شریان مین آجاتی ہے اور دل مین انقباض پیدا ہوجاتا ہے تو
شریان پھیل جاتی ہے یعنی اپنی طبعی مقدار پر لوٹ آتی ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ اُسکی انبساطی
حرکت طبعی ہوتی ہے اگر کوئی یہان پر یہ شبہہ کرے کہ جب دل مین انقباض ہوگیا اور شریان
مین روح آگئی اور شریان پھیلکر اپنی مقدار طبعی پر پہونچ گئی تو روح شریان کی تمام تجویف کو گھیر لیگی
اور یہ نہوسکیگا کہ شریان نئی ہوا کو جذب کرے کیونکہ مکان بھرا ہوا ہے تو اسکا یہ جواب دینا چاہیے
کہ دل کے انقباض کے وقت جو روح شریان کی طرف جاتی ہے وہ اُس مقدار سے کم ہوتی
ہے جو شریان کی تجویف کو بھر سکے کیونکہ دل کی تحلیل کرنے والی حرارت کی وجہ سے یہ روح
تحلیل ہوگئی ہے پس شریان اتنی ہوا کو جذب کریگی جو اُسکی تجویف کو بھردے تاکہ خلا لازم نہ آئے
پس عظم کا سبب ایک امر قسری ہے جو اُسکے انبساط کو مقدار طبعی پر بڑھا دیتا ہے اور وہ روح
کا شدّت سے گرم ہونا ہے کیونکہ شدّت حرارت کو جوہر روح اور خون کا تخلخل ہوجانا لازم ہے
اور ان دونون کے تخلخل سے یہ لازم آتا ہے کہ روح اور خون کا حجم اسقدر بڑھجائے کہ شریان
کی طبعی تجویف اُسکی متحمل نہو سکے لہٰذا اضطراری طور پر یہ لازم آتا ہے کہ شریان اپنی طبعی مقدار
سے زیادہ پھیل جائے کیونکہ روح اور خون کا جرم اُسکو ناچار بڑھا دیگا لہٰذا ثابت ہوا کہ نبض کا
عظم بالقسر ہوتا ہے نہ بالطبع وہوالمقصود یہ جو کچھ بیان ہوا مصنف کی رائے پر تھا اور یہان
اسیقدر بیان کافی ہے ورنہ بیفائدہ طول ہوگا اور کتاب کی حیثیت اُسکا تحمل نہ کرسکیگی)
مین کہتا ہون نبض کی اسلیے ضرورت ہے کہ حار غریزی کو آرام پہونچے یعنی نبض کی علت
غائی یہی آرام پہونچانا ہے اور یہ احتیاج حرارت کی قوت اشتعال اور ضعف اور اعتدال
کے اعتبار سے گھٹتی بڑھتی رہتی ہے کیونکہ جب حرارت زیادہ مشتعل ہوتی ہے تو زیادہ ہوا کی
ضرورت پڑتی ہے اور جب حرارت کم ہوتی ہے تو تھوڑی ہوا کی ضرورت ہوتی ہے اور جب
حرارت اعتدال سے ہوتی ہے تو معتدل ہوا کی حاجت ہوتی ہے پس جسوقت حرارت زیادہ
ہوگی اور آلہ یعنی رگ نبض اپنی نرمی کی وجہ سے فرمانبردار ہوگی اور نبض کی حرکت دینے والی
قوت قوی ہوگی تو نبض بڑی ہوگی کیونکہ جب فاعل یعنی مؤثر قوی ہوتا ہے یعنی اچھی طرح
پھیلا دینے پر اُسمین قدرت ہوتی ہے اور اُسکے اثر کا قبول کرنے والا نافرمان بھی نہین ہوتا

اور اُس فعل کا باعث کامل ہوتا ہے تو وہ فعل لامحالہ عظیم ہوتا ہے پس اگر حرارت اُسیقدر ہو جسقدر کی ضرورت عظم کے لیے ہے تب تو خیر ورنہ یعنی اگر حرارت اس مقدار سے زائد ہو تو باوجود عظم کے یہ نبض سریع بھی ہو گی پس اگر یہ زیادہ حرارت اس زیادتی پر ہو کہ عظم اور سرعت سے اُسکی ضرورت پوری ہو سکے تب تو خیر ورنہ یعنی اگر اس سے بھی زاید ہو تو نبض باوجود عظیم اور سریع ہونیکے متواتر بھی ہو گی اور اس کلام کے معنی یہ ہین کہ عظم سرعت سے پیشتر ہوتا ہے اور سرعت تواتر سے پہلے ہوتی ہے اور اسکی مثال اُس شخص سے دیگئی ہے جو کسی ضروری کام کے لیے جا رہا ہو کہ وہ پہلے پہل لمبی لمبی ڈگین بھرتا ہے اُسکے بعد تیزی کرتا ہے اُسکے بعد اپنی چال کو متواتر کر دیتا ہے بعض مین اطبا، کا یہی قاعدہ ہے اور اسکی تصحیح استقرار سے ہوتی ہے یہ جو کچھ بیان ہوا یہ تو اُسوقت ہے جب یہ تینون باتین یعنی حرارت کے زاید ہونے سے حاجت کا زیادہ ہونا اور شریان کی فرمانبرداری اور قوت کی موافقت مجتمع ہون لیکن اگر شریان اپنی سختی کی وجہ سے قوت کی نافرمان ہو اور باقی دونون باتین بدستور ہون تو نبض سریع اور صغیر ہو گی سرعت کی تو یہ وجہ ہے کہ جو قابل کی سختی کیوجہ سے عظم سے فوت ہو گیا ہے سریع ہو کر اُسکا تدارک کرے اور چھوٹے ہونے کی یہ وجہ ہے کہ سخت رگ اچھی طرح نہین پھیل سکتی اور اگر حرارت اسقدر ہو گی کہ سرعت سے اُسکی ضرورت نہ پوری ہو سکے تو نبض متواتر ہو گی بموجب قاعدۂ گذشتہ اور اگر قوت ضعیف ہو اور دونون باتین بحالہ ہون تو نہ تو نبض بڑی ہو گی اور نہ سریع بلکہ متواتر ہو گی اور اُسکا صغر اُس صغر سے زاید ہو گا جو سختی کی وجہ سے ہو متواتر ہونے کی تو یہ وجہ ہو گی کہ جو عظم اور سرعت سے فوت ہو گیا ہے اُسکو تواتر سے پالے تو اُسکے بہت سے مرتبے ایک بار کی عظیم یا دو بار کی سریع کے قائم مقام ہو جائینگے اور اُسکی مثال اُس شخص کی سی ہے جو بہت سے بوجھ کو اُٹھانا چاہتا ہو لیکن اُٹھا نہ سکتا ہو تو اُسکو کئی حصون پر منقسم کرتا ہے اور ایک ایک حصہ کو جلد جلد اُٹھانے کی کوشش کرتا ہے اور اُسکے چھوٹے ہونے کی وجہ سابق سے ظاہر ہو رہا ہے کہ اُسکا صغر اُس صغر سے کیون زاید ہوتا ہے جو سختی کی وجہ سے ہو تو اسکی یہ وجہ ہے کہ عظم کے دو سبب ہوتے ہین ایک تو قوت کا اس فعل پر قوی ہونا دوسرے شریان کا نرم ہونا لیکن ان دونون مین قوت کا قوی ہونا بہ نسبت نرمی شریان کے زیادہ موجب عظم ہے کیونکہ فاعل کا فعل کو

واجب کر دینا یہ تو تاثیر ہے اور قابل کا اُس فعل کے لیے صالح اور مستعد ہونا یہ شرط ہے
اور شرط کو بھلا فاعل سے کیا نسبت ہے لہذا قوت کا ضعیف ہونا یہ بہ نسبت شریان کے سخت
ہو جانے کے نبض کے صغیر ہو جانے پر زیادہ معاون ہوگا دیکھنے جو تفصیل متن کے ذیل مین
اس مضمون کی کی ہے اگر اُسکو غور اور فکر سے دیکھا جائے تو وہ بہ نسبت کلام شارح کے
زیادہ مفید اور نافع ثابت ہوگی فلیطالع ثانیاً) **مؤلف کہتا ہے** اور کبھی نبض غذائی
مادہ کے نیچے دبکر چھوٹی ہو جاتی ہے (اسلیے کہ زیادہ مقدار کی غذا جب معدہ پر وارد ہوتی ہے
تو قوت پر بھاری ہو جاتی ہے اور اصلی گرمی کو دبا دیتی ہے اسی لیے قوت نبض کو اچھی طرح پھیلا
نہین سکتی اور گرمی کے بجھ جانے کی وجہ سے اس قوت مین ترویح کی طرف بھی احتیاج کم
ہو جاتی ہے) یا خلطیہ مادہ کے نیچے دبکر چھوٹی ہو جاتی ہے جیسے کہ شروع کی باریون مین
ہوتا ہے (کیونکہ سڑا ہوا خلطی مادہ شروع کی باریون مین سڑنے کے مقام مین مجتمع رہتا ہے
اور جب اُسمین عفونت روشن ہو جاتی ہے تو اُسمین پتلا پن اور لطافت بڑھ جاتی ہے اور
اُسکا بہت سا حصہ تبخیر سے تحلیل ہو جاتا ہے پس اُسوقت طبیعت آمادہ ہو کر اُٹھ کھڑی ہوتی
ہے اور قویٰ کو قوی کر دیتی ہے کیونکہ قوت پر سے مادہ کا بوجھ جاتا رہتا ہے پس نبض عظم
کی طرف مائل ہو جاتی ہے) گو قوت اصل مین قوی ہو (یعنی اگرچہ اُسمین دراصل اتنی قوت
ہو کہ نبض مین عظم پیدا کر دے لیکن خلطی اور غذائی مادہ کے نیچے دب جانیسے اپنا فعل نہین
کر سکتی کیونکہ فعل کے پورا ہونے کے لیے جیسے فاعل کا قوی ہونا شرط ہے اسی طرح
کسی مانع کا نہونا بھی شرط ہے اسی لیے مادہ جتنا چھٹتا جائیگا اُتنا ہی نبض عظم کی طرف مائل
ہوتی چلی جائیگی اور یہ بھی ہے کہ اصلی حرارت اور قوت ان دونون حالتون مین اندر کیجانب
حرکت کرتی ہے اور ہضم اور نضج سے مشتغل ہو جاتی ہے پس اسی سبب سے نبض صغر اور ضعف
کی طرف مائل ہو جاتی ہے - ہکذا فی النفیسی) **مین کہتا ہون** قوت خواہ غذائی مادہ کے
نیچے دب جائے اسطرح کہ غذائی مادہ معمول سے زیادہ ہو یا خلطی مادے کے نیچے دب جائے
جیسے بخار کی شروع کی باریون مین ہوتا ہے کیونکہ اخیر کی باریون مین قوت کو اُس سے
چھٹکارا ہو جاتا ہے یہ نبض کے چھوٹے ہو جانے کا اسلیے موجب ہے کہ مادے کا بوجھ

طبیعت کو نبض کے اچھی طرح پھیلانے سے بٹھا دیتا ہے بس نبض چھوٹی ہو جاتی ہے
گو حرکت دینے والی قوت دراصل قوی ہی کیون نہو کیونکہ اثر کرنے والی چیز مین اگرچہ
فی نفسہ کوئی خلل نہو لیکن کبھی فعل کے پورا ہونے مین کوئی مانع فراہم ہوجایا کرتا ہے
اور وہ فعل پورا نہین ہو سکتا آور جو صغر غذا کے نیچے قوت کے دب جانے سے ہوتا ہے
اُسمین اور اُس صغر مین جو کسی خلط کے نیچے دب جانے سے ہوتا ہے یہ فرق ہے کہ پہلا
صغر غذا کے ہضم ہوتے ہی جاتا رہتا ہے آگر کوئی یہ شبہہ کرے کہ غذا کی گرانی نبض کے چھوٹا
ہوجانے کی سبب اُسوقت ہوتی ہے جب کہ غذا معدہ پر وارد ہوتی ہے اور بعد ہضم اور انحدار
اور خون بنجانے کے اسکا موجب نہین ہوتی کیونکہ فضلون کے چھٹ جانے اور ہر فضلہ کے
اپنے مقام انحدار تک پہونچ جانے کے بعد گرانی جاتی رہتی ہے لہذا مؤلف کو (بجاے کلام
کے مطلق چھوڑ دینے کے) یہ کہنا واجب تھا کہ یہ حکم اُسوقت ہے جب غذا معدہ مین ہو تو
اسکا یہ جواب ہے کہ اول تو یہ سوال ہی ضعیف ہے (کیونکہ مؤلف نے یہ کہا ہے کہ جب قوت پر
غذائی مادہ کا دباؤ پڑیگا نبض چھوٹی ہوجائیگی آور جب دباؤ جاتا رہیگا نبض کا صغر بھی جاتا رہیگا
اور اس قول مین اور تمھاری تجویز مین کسی قسم کی منافات نہین ہے اگر یہ دباؤ غذا کے معدہ
مین ہونے کے وقت ہوتا ہے تو مؤلف کے کلام سے اسکے خلاف کب نکلتا ہے غرضکہ
مؤلف کا کلام مطلق درحقیقت اسی مقید پر محمول ہے شارح علیہ الرحمہ نے اسپر ایک حاشیہ لکھا
ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ جب امتلاے معدہ کے سواے کسی دوسری حالت مین دباؤ
جاتا رہیگا تو نبض کا صغر بھی جاتا رہیگا اور جب دباؤ پایا جائیگا تو صغر بھی پایا جائیگا جیسا کہ
سائل نے کہا ہے اور اس حکم مین اور اس قول مین کہ "نبض دب جانے سے چھوٹی ہوجاتی
ہے" کسی قسم کی منافات نہین ہے اور جب منافات نہین ہے تو سوال بھی متوجہ نہین ہے
اور اگر باوجود اسکے بھی متوجہ ہے تو اُسکا وہ جواب ہے جو ہمنے ذکر کیا ہے آسکے بعد شارح
علیہ الرحمہ لکھتے ہین کہ اس طوالت کا اسلیے التزام کیا گیا کہ سوال کی یہ توجیہ ہوسکتی ہے کہ
زیادہ واضح اور مبتدیون کی تعلیم کے مناسب یہ تھا کہ مصنف غذا کے معدہ مین ہونے کی
قید بڑھا دیتا انتہی کلامہ الشریف) آور یہ سوال باوجود ضعیف ہونیکے اُسوقت وارد ہوسکتا ہے

کہ جو حکم مؤلف نے بیان کیا ہے وہ کلی ہو حالانکہ یہ حکم کلی نہیں ہے کیونکہ فعل مضارع پر جو لفظ
قد آتا ہے اُسکے معنے تقلیل کے ہوتے ہین (اور مؤلف نے قَدْ یَصْغَرُ النَّبْضُ لِلْانْضِغَاطِ
کہا ہے جسکے یہ معنے ہوے کہ دب جانے کی وجہ سے نبض کبھی چھوٹی ہو جاتی ہے نہ یہ کہ
ہمیشہ ایسا ہوتا ہے اور وہ کبھی چھوٹے ہونیکا وقت وہی ہے جسوقت وہ معدہ مین ہوتی ہے
لہذا تمھارا اعتراض وارد نہوگا) علاوہ ان سب باتون کے (ہم یہ کہتے ہین کہ) یہ بھی جائز ہے
کہ گرانی اُسوقت تک رہے جبتک کہ وہ جگر تک پہونچتی ہے بلکہ اُسوقت تک جبکہ وہ اعضا
مین پہونچ جاتی ہے لیکن جو صغر کہ اُسکے معدہ مین ہونے کی حالت مین ہوتا ہے وہ زیادہ
ظاہر ہوتا ہے کیونکہ غذا کے جگر تک پہونچ جانے کے بعد گو فضلے کم ہو جاتے ہین لیکن جو خون
اُس غذا سے جگر مین بنتا ہے وہ جگر کی قوت کی حیثیت سے زیادہ ہوتا ہے اور پھر قوت عضو
کی حیثیت سے لہذا ان دونون صورتون مین بھی قوت پر دباؤ پڑتا ہے اور وہ نبض کے
زیادہ پھیلانے سے بیٹھ رہتی ہے **مؤلف کہتا ہے** اور نبض کی نرمی رطوبت کی علامت ہے
مین کہتا ہون رطوبت سے یہان رگون کی رطوبت مراد ہے جو بدن پر رطوبت کے
غالب آجانیسے حاصل ہو اور بدن پر جو رطوبت غالب ہوئی ہے اُسکا سبب یا تو کوئی رطوبت
پیدا کرنے والی غذا ہو شلاً شراب وغیرہ یا کوئی ایسا مادہ ہو جو بدن کو ڈھلڈھلا کر دے
جیسے مرض استسقاء ہے یا کوئی اور امر خارجی ہو جیسے ایسے پانی سے حمام کرنا جو اعتدال
کے ساتھ شیرین ہو (اور اعتدال کے ساتھ گرم ہو) اور رگون کی رطوبت نبض کی نرمی کا سبب
اسلیے ہوتی ہے کہ رطوبت سے یہ استعداد پیدا ہو جاتی ہے کہ آسانی سے دب سکے
مؤلف کہتا ہے اور نبض کی سختی خشکی کی علامت ہے (کیونکہ خشکی نرم کرنے والے
سبب یعنی رطوبت کو دور کر دیتی ہے اور دشواری سے دبنے اور کھنچنے کے قبول کرنے کی
موجب ہوتی ہے) اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بحرانون مین جب مادہ دفع ہوتا ہے اور اسوجہ
سے اعضا مین کھنچاوٹ اور تشنج پیدا ہوتا ہے تو نبض مین سختی آجاتی ہے (یہ سختی خشکی کیوجہ
سے نہین ہوتی اور یہان سے یہ بات نکلتی ہے کہ بدن کی خشکی کو تو نبض کی سختی لازم ہے
لیکن نبض کی سختی کو بدن کی خشکی لازم نہین ہے ممکن ہے کہ اُسکی کوئی اور وجہ ہو)

مین کہتا ہون نبض کی خشکی کا سبب رگ کا خشک ہو جانا ہے جو خشک کرنیوالی
چیزون کے استعمال سے پیدا ہو کیونکہ خشک چیز مشکل سے دبا کرتی ہے اور نبض کی سختی
کا اسکے علاوہ ایک سبب اور بھی ہے اور وہ یہ کہ رگ کا جرم کھنچ جائے کیونکہ کھنچی ہوئی چیز
مشکل سے دبا کرتی ہے کیونکہ دبنا اور دھنسنا زیادہ کھنچاوٹ کا محتاج ہوتا ہے تاکہ نشیب
کے پائے جانے سے لانبا ہو جائے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ جتنے خط دو نقطون مین ملے
ہوتے ہین اُن سب سے چھوٹا خط مستقیم ہوتا ہے (مطلب یہ ہے کہ کسی چیز کے دبنے کو نشیب
مین چلا جانا لازم ہے اور نشیب مین چلے جانے کو یہ لازم ہے کہ جو خط مستقیم ہے وہ قوس
کی سی صورت اختیار کرلے یعنی مستقیم سے منحنی ہو جائے غرضکہ دبانے سے ایک خط منحنی
پیدا ہوگا اور خط منحنی خط مستقیم سے بڑا ہوتا ہے کیونکہ علم ہندسہ مین یہ بات ثابت ہو چکی ہے
کہ دو نقطون مین کے ملے ہوے تمام خطوط مین چھوٹا خط مستقیم ہوتا ہے) اور رگ کا تشنج
کبھی بحران کی وجہ سے ہوتا ہے کیونکہ طبیعت جب کسی جہت سے مادہ کو دفع کرنا چاہتی
ہے جیسے قے اور دست اور نکسیر وغیرہ تو اعضا بھی حتی الامکان اُسی جہت کو کھنچنے لگتے
ہین اور نبض کی رگ بھی کھنچنے لگتی ہے اگر کوئی یہ شبہہ کرے کہ ہم یہ نہین مانتے کہ مطلق بحران
نبض کی خشکی کا موجب ہوتا ہے کیونکہ بعضا بحران پسینہ سے ہوتا ہے اور اس بحران مین
باتفاق اطبا نبض موجی ہوتی ہے نہ کہ خشک لہذا مصنف کو چاہیے تھا کہ بحران مین اسکی
قید لگاتا کہ جو پسینہ سے نہو تو اسکا یہ جواب ہے کہ جب حکم مذکور کی دلیل مین استداد کی قید
لگادی گئی تو اب تمہارا شبہہ نہ وارد ہوگا کیونکہ دو حال سے خالی نہین یا تو بحران عرقی
مین استداد پایا جائیگا یا نہ پایا جائیگا اگر نہ پایا جائے تو یہ بحران اُس قرینۂ معلومہ کیوجہ
سے جو دلیل مین مراد ہے مراد نہوگا اور اگر استداد پایا جائے تو ہم اس بحران سے سختی
نہ پیدا ہونے کو تسلیم نہین کرتے اور اس تقدیر پہ اتفاق اطبا رحیز منع مین ہے یعنے
قابل سماعت نہین ہے **مؤلف کہتا ہے** اور اُسکا اختلاف (یعنی نبض کا مختلف
ہونا باوجود قوت کے بدستور ہونے کے) یا تو مادہ کی ثقل کی علامت ہے (خواہ مادہ
غذائی ہو یا خلطی کیونکہ طبیعت ثقل کے وقت ہضم اور نضج کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے اور

نبض کی جیسی خدمت کرنی چاہیے نہین کرسکتی لہٰذا ترویج کی طرف زیادہ حاجت پڑتی ہے
پھر نبض کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور اُسکے فعل مین کوشش کرنے لگتی ہے پھر ہضم اور نضج کی
طرف دوبارہ متوجہ ہوتی ہے اور یونہین ایک سے دوسرے کی طرف منتقل ہوتی رہتی ہے
اور اس تردد سے نبض مین اختلاف پیدا ہوجاتا ہے یہانتک کہ طبیعت مادۂ غذائیہ یا خلطیہ
پر غالب آکر اُسکو دفع کردیتی ہے آور یہ وجہ بھی ہے کہ مادہ غذائیہ اور خلطیہ اعضا پر بار گران
ہوتا ہے اور اعضاے متحرکہ کا بوجھل ہونا قوت محرکہ کو اس بات سے مانع آتا ہے کہ اُنکو
مستوی حرکت دیسکے۔ اگرچہ قوت محرکہ فی نفسہ قوی ہو پس طبیعت ترویح کی طرف حرکت
کرنے کی کوشش کرتی ہے مگر اُسکے فرمانبردار نہونیسے اُسپر گرانی اور تکان غالب آجاتی
ہے لہٰذا آرام کی غرض سے توقف کرتی ہے یہانتک کہ ترویح کی طرف بہت زیادہ حاجت
ہو اور زیادہ حاجت ہوتے ہی بعد توقف کے اُسطرف متوجہ ہوتی ہے اور اسی سے اختلاف
پیدا ہوجاتا ہے) یا ضعف کی شدت کی علامت ہے (یعنی اسکی علامت ہے کہ قوت محرکہ
بہت زیادہ ضعیف ہے پس زیادہ ضعف کی وجہ سے طبیعت مستوی حرکت نہین دیسکتی
کیونکہ ترویح کے لیے حرکت کرنے کی کوشش کرتی ہے مگر قوت کو ضعیف پاکر پھر ٹھہر جاتی
ہے اور ٹھہر کر پھر تحریک کی کوشش کرتی ہے اور یہی منشاء اختلاف نبض پڑتا ہے) اور اُسکی
افراط (یعنی ثقل مادہ اور ضعف قوت کی زیادتی) نبض کے نظام اور اُسکے وزن کی جودت
اور حسن کو باطل اور زائل کردیتی ہے (کیونکہ ان دونون یعنی نظام اور حسن وزن مین ایک قسم
کا استوا ہوا کرتا ہے اور جب اختلاف کا سبب شدت پکڑجاتا ہے تو اختلاف بھی شدت
پکڑجاتا ہے یہانتک کہ نظام اور وزن مین بھی اختلاف واقع ہوجاتا ہے) **مین کہتا ہون**
دو چیزین اختلاف نبض کا سبب ہوتی ہین ایک تو مادہ کا بوجھ خواہ مادہ غذائی ہو یا خلطی
غذائی تو اسوجہ سے کہ طبیعت اُسکے ہضم کی طرف متوجہ ہوجاتی ہے اور نبض کے کام سے
الگ ہوجاتی ہے لیکن جب ترویح کی طرف زیادہ حاجت دیکھتی ہے تو پھر نبض کیطرف متوجہ ہوجاتی ہے
اور اُسکا کام بہت زیادہ کرنے لگتی ہے اور اُس سے نبض مین اختلاف پیدا ہوجاتا ہے
اور خلطی اسوجہ سے کہ طبیعت اس خلط کے پکانے اور پکاکر دفع کرنیکی طرف متوجہ ہوجاتی ہے

اور نبض کے کام سے غافل ہو جاتی ہے اور غذائی مادہ کی طرح پھر نبض کی طرف متوجہ ہوتی
ہے اور اختلاف پیدا ہو جاتا ہے اور دوسری چیز جو اُسکے اختلاف کا سبب ہوتی ہے وہ
قوت کا شدت سے ضعیف ہو جانا ہے کیونکہ قوت کا ضعف طبیعت کو سیدھے کام سے
روک دیتا ہے کیونکہ طبیعت کا کام قوت کے ضعیف ہونیسے کم ہو جاتا ہے پھر اس کمی کو
پورا کرنے کے لیے کوشش کرتی ہے تو کبھی اُسکا فعل ضعیف ہوتا ہے اور کبھی قوی اور اختلاف
کے یہی معنی ہین اور اختلاف کا سبب جب زیادہ ہو جاتا ہے تو نبض کے نظام اور اُسکی خوبی
وزن کو باطل کر دیتا ہے اور تامل کرنے سے اسکی وجہ مضمون مذکور سے خود سمجھ مین آسکتی ہے
(وہی سمجھ مین آئیگی جو ہم متن کی تفصیل مین لکھ آئے ہین) **مؤلف کہتا ہے** اور یہان نبض
کی چند قسمین ہین جنکے نام علحدہ علحدہ مقرر ہین اور اُنکی طرف اشارہ کرنا (یعنی اُنکو بیان کرنا)
ضروری ہے منجملہ اُنکے ہم نبض عظیم اور صغیر کو بیان کر چکے ہین **مین کہتا ہون** مؤلف نے
اُن قسمون مین سے جنکے نام علحدہ علحدہ مقرر ہین دس قسمین بیان کی ہین عظیم صغیر
یہ دونون تو گذر چکین **منشاری - موجی - دودی - نملی - ذنب الفار - مطرقی**
ذو الفترہ - واقع فی الوسط - اور ان آٹھون قسمون کا ذکر ترتیب کے ساتھ آگے
آتا ہے **مؤلف کہتا ہے** نبض منشاری وہ نبض ہوتی ہے جو سریع اور متواتر اور سخت
ہو اور اُبھرنے اور بیٹھنے اور آگے پیچھے ہونے اور سختی اور نرمی مین مختلف الاجزا ہو -
(اور ابھرنے اور بیٹھنے مین اختلاف کی یہ صورت ہے کہ نبض کے بعض اجزا بعض کے اعتبار
سے بلند اور انبساط مین زیادہ ہون اور آگے پیچھے ہونیکا یہ اختلاف ہے کہ نبض کے بعض
جزو وقت حرکت سے پہلے یا وقت حرکت کے بعد حرکت کرین اور کسی جز کا قبل وقت یا بعد
وقت حرکت کرنا اسوجہ سے ہوتا ہے کہ جو جزء اپنی حرکت مین متقدم ہے اُسکا سکون اُس
جزء سے کم ہو جو اپنی حرکت مین متاخر ہے لہذا متقدم جز کا سکون متاخر کے اعتبار سے متواتر
ہوگا اسوجہ سے اُسنے حرکت کے وقت سے پہلے حرکت کی یا یہ کہ متاخر جز کا زمانہ سکون
طویل ہوگا اسوجہ سے حرکت کے وقت وہ حرکت نہ کر سکا اگر کوئی یہ شبہہ کرے کہ نبض
منشاری سخت ہوتی ہے جیسے کہ مؤلف نے بیان کیا اور جب ایسا ہے تو سختی اور نرمی مین

اُسکے مختلف الاجزا ہونے کے کیا معنی ہین تو اسکا جواب صاحب نفیسی نے اسطرح دیا ہے
کہ نرمی سے حقیقی نرمی مراد نہین ہے بلکہ اعتباری اور اضافی نرمی مراد ہے اور ظاہر ہے
کہ اضافی نرمی سختی پر بھی صادق آسکتی ہے کیونکہ سخت چیز نہایت سخت کے اعتبار سے
نرم ہے جیسے پختہ اینٹ کی سختی بہ نسبت لوہے کی سختی کے قریب قریب نرمی ہی ہے
پس منشاری کی سختی اور نرمی مین مختلف ہونے کے یہ معنی ہین کہ اُسکے بعض اجزا سخت
اور بعض نہایت سخت ہون) **مین کہتا ہون** سرعت اور تواتر اور سختی کے معنی تو معلوم
ہو چکے ہین رہا بلندی اور پستی کا اختلاف سو اُسکے یہ معنی ہین کہ رگ کے بعض اجزا
اُبھرے ہوے ہون اور بعضے پست اور اسی وجہ سے اس قسم کی نبض کو منشاری کہا جاتا
ہے کیونکہ اس بلندی اور پستی کی وجہ سے اس نبض کی شکل آرے کے دندانون کی سی ہو جاتی
ہے صاحب بستان الاطبار (کتاب کا نام ہے) نے لکھا ہے کہ عرب (آرے کو) منشار نون کے ساتھ نہین
کہتے بلکہ مئشار ہمزے کے ساتھ بولتے ہین کہا جاتا ہے أَشَرْتُ الخَشَبَةَ بِالمِئْشَارِ
(یعنی مین نے لکڑی کو آرے سے کاٹ دیا انتہی مگر صاحب بستان الاطبار کی یہ تحقیق
تمام لغت کی متداول کتابون کے خلاف ہے علی العموم سب یہی لکھتے ہین کہ منشار نون
کے ساتھ آرے کو کہتے ہین واللہ اعلم یہ بھی واضح رہے کہ اقسرائی کے بعض نسخون مین بجاے
اشرت الخشبۃ کے افشرت الخشبۃ (بالفاء) پایا جاتا ہے مگر صحیح نہین ہے) یہ تحقیق صاحب
بستان الاطبار کی ہے لیکن یہ لفظ مشہور نون ہی کے ساتھ ہے (جیسا کہ ہمنے کتب
لغت سے نقل کیا) اور آگے پیچھے ہونے مین اختلاف کے یہ معنی ہین کہ رگ کا کوئی
جزو وقت سے پہلے یا پیچھے حرکت کرے اور سختی اور نرمی مین اختلاف کے یہ معنی ہین کہ
بعض اجزاے نبض بعض کے اعتبار سے زیادہ سخت ہو جائین اور سبب اختلاف دوام
واقع ہوتے ہین پہلا تو یہ کہ جو خلط نبض کے جرم مین گرا ہے اسمین اختلاف ہو (یعنے عفونت اور خامی اور پختگی مین الخ) (اسکی تفصیل
یون سمجھنی چاہیے کہ شریان ظرف روح ہے اور روح مین تعفن نہین پیدا ہوا البتہ ہان کسی
وجہ سے سخونت زیادہ پیدا ہو جاتی ہے جسکی وجہ سے بخار آجاتا ہے لیکن شریان یعنی
ظرف روح مین خون یا صفرا یا سودا یا بلغم گرا کرتا ہے گو بلغم صفرا اور سودا کے اعتبار سے

کم ہو اور یہ اخلاط متعفن ہو جاتے ہین اور عفونت اور نضج مین مختلف ہوتے ہین پس انمین سے جو خلط متعفن ہوتا ہے وہ نرمی پیدا کرتا ہے کیونکہ حرارت غریبہ اُسمین اپنا اثر کرتی ہے اور جو خلط متعفن نہین ہوتا وہ سختی پیدا کرتا ہے کیونکہ حرارت غریبہ اسمین اپنا اثر نہین کرتی اور جو خلط نضیج یعنے پختہ ہوتا ہے وہ نرمی پیدا کرتا ہے کیونکہ اصلی حرارت اسمین اپنا اثر کرتی ہے اور جو خام ہوتا ہے وہ سختی پیدا کرتا ہے اس وجہ سے کہ برودت کا اُسمین عمل ہے) اور دوسرا سبب اختلاف عصبی اعضا کا ورم ہے جو رگ کے بعض اجزا مین سختی پیدا کر دے اور جب اجزا مین سختی اور نرمی کا اختلاف ہوگا تو بلندی اور پستی مین بھی اختلاف ہوگا (واضح ہو کہ شیخ نے اختلاف کا سبب تین امر قرار دیے ہین اول تو وہی جو شارح نے بیان کیا اور دوسرا امر رگ کے اجزا کا سختی اور نرمی مین حسی طور پر مختلف ہونا پس جونسا جزء سخت ہوگا اُسکا انبساط کم اور دیر مین ہوگا اور نبض چھوٹی ہوگی اور جو جزء نرم ہوگا اُسکا انبساط جلد ہوگا اور نبض بڑی ہوگی اور تیسرا امر عصبی اعضا کا ورم مؤلف سے منقول ہے کہ جب نبض کی منشاریت کا سبب رگ کے اجزا کا سختی اور نرمی مین مختلف ہونا ٹھہرا تو منشاریت کا قریب سبب یہی ہوگا اور پہلا امر یعنی خلط مصبوب کا عفونت اور پختگی مین مختلف ہونا یہ سبب بعید ہوگا کیونکہ خلط کا مختلف ہونا اجزاے نبض کے اختلاف کا سبب ہے اور اختلاف اجزاے نبض منشاریت کا سبب ہے کیونکہ جب خلط مین عفونت اور نضج کے اعتبار سے اختلاف ہوگا تو رگ کے بعض اجزا سخت ہو جائینگے اور بعض نرم اور جب رگ کے اجزا سختی اور نرمی مین مختلف ہونگے تو حرکت کے قبول کرنے مین رگ کی حالت مین اختلاف ہوگا اور یہی اختلاف منشاریت ہے پس معلوم ہوا کہ خلط کا اختلاف منشاریت کے لیے سبب بعید ہے اور اجزاے نبض کا اختلاف منشاریت کے لیے سبب قریب ہے انتہی مگر شارح علیہ الرحمہ نے بجاے تین سبب مستقل قرار دینے کے صرف دو ہی سبب قرار دیے اسکی وجہ خود شارح نے بیان کر دی کہ عصبی اعضا کا ورم رگ کے اجزا مین سختی اور نرمی کا اختلاف پیدا کرتا ہے پس اصل سبب وہی ورم ہے فتدبر) اور یہ سبب اُن لوگون مین پایا جاتا ہے جنکو ذات الجنب ہوتا ہے (ذات الجنب بفتح جیم وسکون نون ورمی می باشد در حجاب

و آن پردہ ایست میان قلب و معدہ و این ورم دیرمین بود و گاہی در بیمار علامتش با وجود درد پہلو تپ و ضیق النفس بود) کیونکہ شریانون کو دو جھلیان گھیرے ہوئے ہین ایک خارجی دوسری داخلی (غشاء خارجی غلیظ اور نمایان ہے بخلاف غشاء داخلی کے کہ وہ نہایت دقیق اور خفی ہے) اور جھلی کی ترکیب دو ریشون سے ہے کہ ایک پٹھے سے دوسرا رباط سے بنا ہوا ہے پس جسوقت ورم عضو عصبی مین پیدا ہوتا ہے تو تمام وہ اعصاب جو موضع ورم کے پٹھون سے ملے ہوے ہین عضو مین زیادہ ورم ہو جانے کی وجہ سے کھنچ جاتے ہین اور جو پٹھے ان پٹھون سے متصل نہین ہین وہ نہین کھنچتے اور اسی وجہ سے جو شرائین کے بعض اجزاء محسوس ہین کھنچتے لگتے ہین اور بعض نہین کھنچتے (یہ وہی ہین جو اس متورم عضو کے پٹھون سے متصل نہین ہین) پس شریان سے جو جزء کھنچتا ہے وہ سخت ہو جاتا ہے اور جو نہین کھنچتا وہ نرم رہتا ہے (اس سے معلوم ہوا کہ رگ کے اجزاء مین جو سختی اور نرمی کا اختلاف ہوتا ہے اُسکا منشا یہی ورم ہے -) **مؤلف کہتا ہے** نبض موجی نبض منشاری کے مشابہ ہوتی ہے (یعنی جسطرح منشاری نبض کے اجزاء اُبھرنے اور ڈوبنے اور آگے پیچھے ہونے مین مختلف ہوتے ہین اسی طرح موجی نبض کے اجزاء کا بھی یہ حال ہے اس طرح سے کہ چھنگلیا کے پاس جو رگ کا کنارا ہے اُسکو حرکت مین نہایت تقدم ہوتا ہے اور بہت اُبھار ہوتا ہے اور اُسکے پاس کے جزء کو اُسکے اعتبار سے ان دونون باتون مین کمی ہوتی ہے اور یہی حال اُسکے پاس کے جزء کا ہوتا ہے) مگر (دونون مین یہ فرق ہے کہ) موجی نبض (منشاری نبض کے اعتبار سے) نرم ہوتی ہے (یہی وجہ ہے کہ اسکے اجزا مین اتصال نہین ہوتا کیونکہ نرمی کی وجہ سے انفصال کو بآسانی قبول کر لیتے ہین بر خلاف جسم یابس کے کہ اُسکا ایک جزء دوسرے جزء کی حرکت سے متحرک ہوتا ہے) مین کہتا ہون موجی وہ نبض ہے جو تیز اور متواتر اور نرم ہو اور اُبھرنے اور ڈوبنے اور آگے پیچھے ہونے مین اُسکے اجزاء مختلف ہون اور اس کو موجی اسلیے کہا جاتا ہے کہ چونکہ اس نبض مین رگ کے اجزا کبھی بلند ہوتے ہین کبھی پست اور نرمی کی وجہ سے کبھی داہنے کبھی بائین جاتے ہین اس سبب سے یہ حرکت دریا کی موج کے مشابہ ہوتی ہے جب دریا مین کوئی ڈھیلا یا پتھر پھینکا جائے کیونکہ اُسکے گرتے ہی پانی مین دائرے پیدا ہوتے ہوے دکھائی دیتے ہین کہ ایک دائرہ دوسرے دائرہ کے اندر

بنتا ہوا اور چھوٹا دائرہ بڑے دائرہ سے ملتا ہوا چلا جاتا ہے اور ان دائرون کی بلندی اور پستی
اور لمبائی اور چوڑائی اور کمی بیشی مین اختلاف ہوتا ہے اور کوئی دائرہ تیز حرکت کرتا ہوا
اور کوئی سست نظر آتا ہے اور موجی نبض کا سبب یہ ہے کہ قوت اسقدر ضعیف ہو جائے
کہ ایک بار شریان کو نہ پھیلا سکے بلکہ کئی دفع مین تھوڑا تھوڑا اُسکو پھیلائے اور کبھی اسکا
سبب یہ ہوتا ہے کہ شریان افراط کے ساتھ نرم ہو کیونکہ مرطوب شریان کے اجزا حرکت
مین متصل نہین ہوتے بلکہ اُنکی ہئیت اور حرکت مین اختلاف ہوتا ہے بخلاف خشک جسم کے
کہ اُسکا اخیر جزء پہلے جزء کے حرکت دینے سے حرکت کرتا ہے (اور اُسکے اجزا حرکت مین متصل
ہوتے ہین اور ایک جزء کے دوسرے جزء سے متصل ہونے کے یہی معنی ہین کہ اسکی حرکت
سے اُسکی حرکت ہوتی ہو اور جو جسم رطب ہوتا ہے اُسکے اجزا مین انفصال ہوتا ہے یعنی
ایک جزء دوسرے جزء کی حرکت سے حرکت نہین کرتا غرضکہ موجی اور منشاری نبض مین
نرمی اور سختی ہی کا فرق ہے) **مؤلف کہتا ہے** اور دودی نبض (بلندی اور پستی اور آگے
پیچھے ہونے مین) موجی نبض کے مشابہ ہوتی ہے مگر (صرف اسقدر فرق ہے کہ) دودی
نبض (بہ نسبت موجی کے) صغیر (یعنی چھوٹی) ہوتی ہے **مین کہتا ہون** دودی
نبض موجی نبض کے ہم شبہ ہوتی ہے مگر فرق یہ ہے کہ یہ صغیر ہوتی ہے اور موجی نبض
صغیر نہین ہوتی اور دودی کا سبب موجی کے اعتبار سے ضعف کا زیادہ ہونا ہے (کیونکہ
اس نبض مین شریان بکثرت رطب نہین ہے اگر بیحد رطب ہوتی تو ممکن تھا کہ قوت اُسکو ایک ہی
بار انتظام کے ساتھ حرکت دینے مین عاجز ہوتی اور اس عجز کی وجہ سے اختلاف پیدا ہو جاتا لیکن
ایسا ہے نہین کہ اسمین افراط کے ساتھ رطوبت ہو لہذا اختلاف کا سبب سوائے اسکے
اور کوئی نہین کہ اُسمین ضعف زیادہ ہے اور اسی شدت ضعف کی وجہ سے یہ نبض بطی الحرکۃ
ہوتی ہے کیونکہ حرکت مین قوت ہی سے سرعت آتی ہے اور اسی لیے اس نبض مین تواتر بھی
ہوتا ہے کیونکہ جب قوت ضعیف ہوتی ہے اور ترویح کی حاجت زیادہ تو نبض متواتر ہو جایا
کرتی ہے تاکہ جبر نقصان ہو جائے اور موجی نبض شدت سے متواتر نہین ہوا کرتی پس
جسوقت قوت ضعیف ہوتی ہے اور پوری تحریک سے عاجز۔ تو موجی نبض دودی بنجاتی ہے

اور جب قوت پھر عود کر آتی ہے تو دودی نبض موجی ہوجاتی ہے اور جسقدر ضعف بڑھتا جائیگا اُسیقدر تواتر بڑھتا جائیگا تاکہ عظیم اور سریع ہونے سے جو نقصان رہگیا ہے اُسکو اِس تواتر سے پورا کرلے۔) اور اس نبض کا نام دودی اسلیے کہتے ہین کہ (کیڑے کو عربی مین دودہ کہتے ہین اور) یہ نبض حرکت مین اُس کیڑے کے مشابہ ہوتی ہے جسکے بہت سے پانوٗن ہون **مؤلف کہتا ہے** اور نبض نملی (بیان کیے ہوے اختلافات مین) نبض دودی کے مشابہ ہوتی ہے مگر (فرق یہ ہے کہ بہ نسبت دودی کے) صغیر اور زیادہ متواتر اور زیادہ ضعیف ہوتی ہے **مین کہتا ہون** نبض نملی اُسوقت ہوتی ہے جبکہ دودی سے زیادہ ضعف ہو اسی لیے دودی کے اعتبار سے چھوٹی اور زیادہ متواتر اور ضعیف ہوتی ہے اور اسکو نملی اسلیے کہا جاتا ہے کہ یہ اپنی چال مین چیونٹی کے مشابہ ہوتی ہے واضح ہو کہ مؤلف نے یہ جو کچھ تعریفین لکھی ہین وہ حقیقی تعریفین نہین ہین بلکہ رسمی ہین اور اُنکے بیان کرنے سے صرف اسقدر مقصود ہے کہ قسمون مین باہم کچھ تمیز حاصل ہوجائے اور جسکو زیادہ تحقیق کی خواہش ہو اور چاہے کہ ان سب قسمون مین واقعی اور حقیقی فرق معلوم ہوجائے تو بڑی بڑی کتابون کا مطالعہ کرے **مؤلف کہتا ہے** نبض ذنب الفار (یہ مثل چوہے کے دم کے ہوتی ہے مختلف الاجزا رگندگی اور لاغری مین یعنی ایک طرف سے موٹی ہوتی ہے دوسری طرف سے پتلی) ایک مقدار سے شروع ہوکر بڑی مقدار یا چھوٹی مقدار کو جاتی ہے پھر اپنی پہلی مقدار کی طرف لوٹ آتی ہے اور کبھی (پہلی مقدار تک نہین پہونچتی بلکہ) درمیان سے ٹوٹ جاتی ہے یہ نبض خراب ہوتی ہے شیخ الرئیس نے لکھا ہے کہ نبض ذنب الفار وہ نبض ہے جسمین رفتہ رفتہ اختلاف ہوتا ہے کبھی نقصان سے زیادتی کی طرف بتدریج بڑھتی جاتی ہے اور کبھی زیادتی سے نقصان کی طرف آہستہ آہستہ گھٹتی ہے اور یہ اختلاف کبھی نبضات کثیرہ مین ہوتا ہے اور کبھی نبضۂ واحدہ کے اجزاے کثیرہ مین اور کبھی نبضۂ واحدہ کے جزو واحد مین مگر خاص اختلاف ذنب الفار کا جنس عظم سے متعلق ہے اور کبھی باعتبار سرعت اور بطو اور قوت وضعف مین بھی ہوتا ہے اور اس نبض کی تین قسمین ہین قسم اول عظم سے شروع ہوکر بتدریج صغر کو پہونچتی ہے

اور جب حد صغر کو پہونچتی ہے تو اسکی حرکت بالکل نہین محسوس ہوتی اسکو ذنب منقطعے
کہتے ہین یہ قسم ردی ہے اور ضعف اور عجز قوت پر دلالت کرتی ہے قسم دوسری جب مرتبے
شروع ہوتی ہے بتدریج مرتبۂ ضد کو پہونچتی ہے اور اسی حالت پر قائم رہتی ہے اسس کو
ذنب ثابت کہتے ہین قسم تیسری جب مرتبے سے شروع ہوتی ہے بتدریج اُسی مرتبہ کو پہونچتی
ہے مثلاً اول صغر یا عظم محسوس ہوا اور پھر بتدریج عظم یا صغر کی طرف مائل ہوا اسکو ذنب
راجع اور ذنب عائد کہتے ہین یہ تیسری قسم تین نوع پر ہے اوّل اگر عظم سے شروع ہوکر
صغر کو پہونچے اور پھر اسیطرح عظم کی طرف عود کرے تو اُسکو ذنب متراجع تام الرجوع
کہتے ہین یہ دلالت کرتی ہے قوت مساوی ہونے پر قوت محرکۂ حرکت اولی کے دوسری عظم
سے شروع ہوکر درجۂ صغر کو پہونچے اور پھر عظم کی طرف عود کرے مگر اُس درجۂ عظم کو نہ پہونچے
اسکو ذنب متراجع ناقص الرجوع کہتے ہین یہ دلالت کرتی ہے ضعف قوت پر قوت
محرکۂ اولی سے کے تیسری عظم سے شروع ہوکر صغر کو پہونچے اور پھر عظم کی طرف عود کرے مگر
مرتبۂ اول سے زیادتی کے ساتھ اسکو ذنب متراجع زائد الرجوع کہتے ہین یہ دلالت کرتی
ہے اوپر قوی ہونے قوت محرکۂ اولی کے یہ بھی معلوم کرنا چاہیے کہ شیخ نے جو یہ لکھا ہے
کہ نبض ذنب الفار کا اختلاف کبھی نبضات کثیرہ مین ہوتا ہے اور کبھی نبضۂ واحد الخ اسکی
یہ تفصیل ہے کہ نبض ذنب الفار مین تین نوع پر اختلاف پیدا ہوتا ہے اوّل باعتبار نبضات
کے مثلاً نبضۂ اول قوی یا سریع یا عظیم معلوم ہوا اور پھر ہر نبضۂ مابعد کا بتدریج طرف ضعف
یا صغر یا بطوء کے مائل ہوا اور یہ نوع ظاہر ہوتی ہے دوسری باعتبار ایک نبض کے ہو بنظر
اجزاء کثیرہ کے مثلاً اول انگلی کے نیچے حرکت زیادہ محسوس ہوا اور دوسری انگلی کے نیچے
اُس سے کم اور تیسری انگلی کے نیچے دوسری سے کم چوتھی انگلی کے نیچے تیسری انگلی سے
کم معلوم ہو اسیطرح کمی تصور کرنی چاہیے تیسری باعتبار ایک نبض کے ایک جزء کے ہو
مثلاً ابتدائی انبساط زیادہ ہو یا کم یا بتدریج ناقص ہو یا زیادہ مین کہتا ہون نبض
ذنب الفار وہ نبض ہے جسمین رفتہ رفتہ بتدریج اختلاف ہو یعنی نقصان سے زیادتی
کی طرف بتدریج بڑھے اور زیادتی سے نقصان کی طرف بتدریج گھٹے پہلی یعنی جو نقصان

سے زیادتی کی طرف بڑھے وہ توچوہے کی دم سے اُسوقت مشابہ ہوگی جب اُسکا مبدأ نبض کا
باریک کنارا قرار دیا جائے اور دوسری یعنی جو زیادتی سے شروع ہو اور نقصان کی طرف تدریج
گھٹے وہ چوہے کی دم سے اُسوقت مشابہ ہوگی جب اُسکا مبدأ دوسرا کنارا قرار دیا جائے
اور نبض ذنب الفار کا خاص اختلاف وہ ہے جو عظم اور صغر سے متعلق ہو اور یہی نبض چوہے کی
دم کے مشابہ ہوتی ہے کیونکہ چوہے کی دم کہین سے موٹی کہین سے پتلی ہوتی ہے اور غلظ اور
دقت یہ دونون عظم اور صغر کے مشابہ ہین نہ کہ سرعت اور بطوٗ اور نہ قوت وضعف اسی لیے
مؤلف نے صرف اسی اختلاف کا ذکر کیا ہے (اور سرعت وبطو اور قوت وضعف کے اختلاف
کو نہین بیان کیا) اور درجہ بدرجہ اختلاف کی یہ مثال ہے کہ جو نبضہ مثلاً پہلی انگلی کے نیچے
ہے وہ عظم کی ایک معین حد پر ہو اور جو نبضہ دوسری انگلی کے نیچے ہے وہ اُس سے کچھ کم ہو
اور جو نبضہ تیسری انگلی کے نیچے ہے وہ اُس نبضہ سے کم ہو جو دوسری انگلی کے نیچے ہے
اور جو نبضہ چوتھی انگلی کے نیچے ہے وہ اُس نبضہ سے کم ہو جو تیسری انگلی کے نیچے ہے یا اسکے
برعکس ہو (اسطرح کہ جو نبضہ چوتھی انگلی کے نیچے ہے اُسکو مبدأ قرار دیا جائے اور یہان
نقصان سے زیادتی کی طرف تدریج ہوگی جیسے کہ پہلی مثال زیادتی سے نقصان کیطرف
تدریج کی ہے) اور اسی اختلاف پر اُس اختلاف کو بھی قیاس کر لینا چاہیے جو سرعت اور بطوٗ
یا قوت اور ضعف مین ہو اسکے بعد یہ دیکھنا چاہیے کہ آیا یہ نبض پھر اپنی اصلی حالت کیطرف
لوٹ آتی ہے یا نہین اگر لوٹ آتی ہے تو اسکو ذنب مراجع کہتے ہین اور اگر نہین لوٹتی تو
اگر ایسے مقام پر ختم ہوتی ہے جہان حرکت محسوس نہین ہوتی اسکا نام ذنب منقطع ہے
ورنہ اُسکا نام ذنب ثابت ہے پس معلوم ہوا کہ یہ جو عام طور پر طب کی کتابون مین لکھا ہوا
ہے کہ نبض ذنب الفار مین پہلی حالت کی طرف لوٹ آنا معتبر ہے یہ ٹھیک نہین ہے۔ یہ بھی
یاد رکھنا چاہیے کہ نقصان سے زیادتی کی طرف آنیکا سبب تو طبیعت کی محنت اور
کوشش ہے اور لوٹ آنیکا سبب آرام لینا ہے اور بعضی لوٹنے والی نبض ایسی بھی ہوتی
ہے جو پہلی مقدار تک نہین لوٹتی بلکہ بیچ ہی مین کٹ جاتی ہے یہ دو حال سے خالی نہین
یا یہ کہ اس حالت مین کٹیگی جبکہ اُسنے زیادتی سے شروع کر کے نقصان کا قصد کیا ہے

یہ نبض خراب ہوتی ہے کیونکہ ضعف پر دلالت کرتی ہے یا یہ کہ اُس حالت مین کٹ جائیگی
جملہ نقصان سے زیادتی کی طرف قصد کیا ہے اور یہ نبض خراب نہین ہوتی کیونکہ یہ ضعف پر
نہین دلالت کرتی۔ مؤلف کی مراد وہی پہلی نبض ہے نہ کہ دوسری۔ مؤلف کہتا ہے
مطرقی وہ نبض ہے کہ انگلی پر قرع کرے اور یہ قرع اُسے کفایت نہ کرے پھر دوسرے سے
اُسے پورا کرے (یعنی پہلا قرع حاجت کو پورا نہ کر سکے تو دوسرے قرع سے اُسکو پورا
کر دے) مین کہتا ہون نبض مطرقی وہ نبض ہے کہ ایک بار انگلیون پر آکر زور سے
لگے پھر اپنے مرکز کی طرف کچھ لوٹ جائے اور انتہاے مرکز پر پہونچنے سے پہلے پھر پلٹ پڑے
اور انبساطی حرکت کو پورا کرے مطرقی اسکا نام اسلیے رکھا گیا کہ (مطرقہ عربی مین ہتھوڑے اور گھن
کو کہتے ہین اور) اس نبض کی حرکت کو ہتھوڑے کی حرکت سے مشابہت ہے جسوقت اُسکو
نہائی پر ڈھیلے ہاتھ سے چھوڑا جائے (نہائی جسکی عربی سندان بالکسر ہے لوہارون اور
سُنارون کے اُس آلہ کا نام ہے جسپر وہ لوہا اور سونا وغیرہ رکھکر گھن سے کوٹتے ہین۔)
کہ ہتھوڑا چوٹ لگا کر اور دوبارہ ہتھوڑا اوپر اُٹھکر نہائی پر پھر ہلکے سے گرتا ہے اور اس گرنے
مین لوہار یا سنار کے ارادے کو کچھ دخل نہین ہوتا (اسیطرح تمنے بارہا دیکھا ہوگا کہ جب تم کسی
درخت کی ٹہنی کو قوت کے ساتھ اپنی طرف کھینچکر پھر چھوڑ دیتے ہو تو وہ اپنی جگہ پہونچنے سے
پہلے پھر تمھاری طرف قصد کرتی ہے اور پھر اپنی اصلی جگہ جاکر تمھاری طرف آتی ہے
اور اسیطرح ہلتی رہتی ہے جبتک کہ اپنی پہلی جگہ ٹھہر نہ جائے لیکن ہر پلٹنے مین اُسکی
حرکت پیشتر سے کمزور ہوتی چلی جاتی ہے یہی حال گھن کا بھی ہے کہ اکثر اوقات
تین تین چار چار چوٹین لگاتا ہے مگر ہر چوٹ اُسکی پہلی چوٹ سے کمزور ہوتی ہے)
جالینوس نے کہا ہے کہ مین نے اس نبض کو دو مرتبہ عود کرتے ہوے پایا ہے (اور یہ کہ
ہر قرع پہلے قرعے سے کمزور ہوتا ہے یہ نبض ذو القرعتین سے بھی نامزد ہوتی ہے شیخ
نے بھی اسکو اسی نام سے یاد کیا ہے اور وجہ تسمیہ ظاہر ہے اور مصنف نے ذو القرعتین کا
اطلاق ایک ایسے معنی پر کیا ہے جو عام ہے اس سے کہ دو حرکتون مین سے ہر ایک حرکت
دوسری حرکت کے برابر ہو یا پہلی حرکت دوسری سے اعظم ہو یا بالعکس اور ان تینون صورتون مین

یا تو پہلی حرکت سریع ہوگی یا بطی یا برابر۔ اطبا کا اسمین اختلاف ہے کہ یہ ایک نبضہ ہے یا دو نبضے ہین شیخ نے اسی کو اختیار کیا ہے کہ ایک نبضہ ہے (چنانچہ شیخ نے قانون مین لکھا ہے کہ ذو القرعتین کی تعریف مین اطبا کا اختلاف ہے ایک گروہ اسکو نبضۂ واحدہ قرار دیتا ہے کہ متقدم و متاخرین مختلف ہے اور بعض اطبا کہتے ہین کہ یہ دو نبضے ملحق ہوگئے ہین اور اصل یہ ہے کہ ان دونون کے درمیان اتنا زمانہ نہین ہے جسمین اسقدر گنجایش ہو کہ انقباض کے بعد انبساط پیدا ہو اور یہ کچھ ضرور نہین ہے کہ جب دو قرعے محسوس ہون تو نبضے بھی دو ہون ورنہ نبض منقطع الانبساط مین بھی جسے عائد کہتے ہین دو نبضے قرار دیے جائین ۔ واذ لیس فلیس۔ بالضرور دو نبضے وہی کہلاتے ہین کہ نبض کی حرکت شروع ہو اور انبساط پیدا ہو پھر بدن کے عمق کی طرف انقباضی حرکت کرے پھر دوبارہ انبساط پیدا ہو انتہیٰ کلامہ) امام رازی فرماتے ہین کہ یہ اختلاف لفظی ہے کیونکہ اگر نبض مین انبساط کامل اور انقباض کامل کی قید لگائی جائے تب تو مطرقی ایک ہی نبضہ ہوگی ورنہ دو انتہیٰ امام رازی کا یہ کلام نہایت درست ہے اور مطرقی نبض کا سبب تین سببون مین سے کوئی سبب ہوتا ہے ایک تو یہ کہ قوت قوی ہو اور ترویح کی حاجت زیادہ ہو اور آلہ یعنی شریان سخت ہو اور جس وقت شریان مین سختی ہوگی تو وہ قوت کی فرمانبرداری نہ کریگی اور اچھی طرح پھیل نہ سکیگی بلکہ نہایت پر پہونچنے سے پیشتر ہی حرکت انبساط منقطع ہو جائیگی اور چونکہ ترویح کی حاجت زیادہ ہے اسلیے وہ قوت کو پھر طرف لائیگی تو انبساط کی حرکت کو پورا کرے لہذا وہ شریان کو مکرر اس فعل پر مجبور کریگی کہ اپنے انبساط کو پورا کردے (اور جب یہ ثابت ہوا کہ اس نبض کا دوسرا قرعہ اسلیے ہوتا ہے کہ شدت حاجت انبساط کے پورا ہونے کو چاہتی ہے تو اس سے یہ نکلا کہ دونون قرعون کی دونون حرکتون کے درمیان سکون مرکزی نہین ہوتا بلکہ حرکت انبساط کی مسافت مین سکون ہوتا ہے کیونکہ سکون مرکزی حرکت انقباض کے بعد ہوتا ہے اور اسکی دونون حرکتین انبساطی ہی ہین پس جس شخص کے نزدیک دو نبضون مین سکون مرکزی کا ہونا ضروری ہے اُسکے نزدیک یہ نبض دو نبضے نہین ہو سکتے اور جسکے نزدیک اسکی ضرورت نہین کہ دونون کے درمیان سکون مرکزی ہو بلکہ سکون کا ہونا چاہیے عام اس سے کہ مرکزی ہو یا سکون

فی المسافت. تو اُسکے نزدیک یہ نبض دو نبضے ہون گے کذا فی النفیسی) اور نبض مطرقی کا دوسرا سبب
یہ ہے کہ قوت مین اسقدر سکت نہو کہ شریان کو ایکبار اچھی طرح پھیلا سکے لہٰذا بنظر آرام نقطۂ مرکزی
اور محیطی کے درمیان تھوڑی دیر ٹھہر کر حرکت کریگی اور اسکے ساتھ نبض ضعیف اور بطی ہو گی
تیسرا سبب یہ ہے کہ اچھی طرح پھیلانے سے یکایک کوئی قوی مانع روک دے جیسے افراط
کی گھبراہٹ اور ڈر کہ یہ اُسکو انبساط کے پورا کر دینے سے روک دیگا اور قوت اُس کے
دور ہونے کے بعد بقیۂ حرکت کو پورا کر دیگی مؤلف کہتا ہے ذوالفترہ وہ نبض ہے کہ
جسوقت حرکت کی امید ہو سکون واقع ہو جائے (شیخ نے لکھا ہے کہ نبض کا اختلاف یا
بہت سے نبضات مین ہوگا یا ایک ہی نبضہ کے ایک جزو مین یا ایک نبضہ کے بہت سے
اجزا مین یعنی جہان جہان اُنگلیان رکھی جائین ہر انگلی کے نیچے اختلاف ہو یا جزء واحد مین
یا ایک انگلی کے نیچے اور بہت سے نبضات کا اختلاف کبھی تدریجًا یعنی رفتہ رفتہ کمی بیشی مین
یکسان ہوتا جائے مثلاً ایک نبض کسی قسم کی شروع ہو بعد اسکے اُسی قسم مین زیادتی نبضات
ہوتی جائے یا نقصان ہوتا جائے اور اس زیادت اور نقصان کا یہان تک استمرار ہو کہ نہایت
درجہ زیادتی یا نہایت درجہ نقصان تک باختلاف مناسب آہستہ آہستہ پہونچ جائے اور
بعد پہونچنے آخر درجہ کے جہان سے بڑھنا یا گھٹنا شروع ہوا ہے پھر وہین سے شروع ہو یا آخر
درجہ زیادتی اور نقصان سے پلٹنا بھی رفتہ رفتہ بطرز مناسب ہو اور پھر اُسی مقام پر پہونچے
جہان سے ابتدا زیادتی یا نقصان کی ہوئی تھی یا دوبارہ مقام ابتدا پر پہونچکر انتہائے زیادتی
اور نقصان کی طرف پہلے طرز کے مخالف طرز جداگانہ شروع کرے اور بیشتر انتہا تک پہونچتی
ہے اور کبھی مقام انتہا پر پہونچنے سے پہلے منقطع ہو جاتی ہے یعنی اُس سلسلہ کو بیچ ہی
مین چھوڑ دیتی ہے اور بیشتر اُس غایت سے تجاوز کر جاتی ہے اور جب بیچ مین سلسلہ منقطع
ہوتا ہے تو کبھی درمیان مین فترہ واقع ہوتا ہے یعنی سکون ہو جاتا ہے یا کوئی قسم نبضہ مغائر
اس سلسلہ کے واقع ہو جاتی ہے اور کبھی انقطاع کا اختلاف اسطرح پر ہوتا ہے کہ بیچ مین سلسلہ
اختلاف کے نبض کی قسم ذوالفترہ واقع ہو جاتی ہے اور نبض ذوالفترہ اُسکو کہتے ہین کہ جسوقت
حرکت کی امید ہو سکون ہو جائے اور واقع فی الوسط اُس نبض مختلف کو کہتے ہین کہ جسوقت

امید سکون ہو اسمین حرکت کرنے لگے نبض کا اختلاف ایک نبضہ کے بہت سے اجزا مین یا تو
اجزائے نبض کی وضع مین ہوتا ہے یا اجزا کی حرکت مین وضع اجزا کا اختلاف اسطرح ہوتا ہے
کہ شریان کے اجزا کی نسبت جہات ستہ مین مختلف ہو اور چونکہ ہر جسم کی چھ جہتین ہین اسلیے
چھ طرح کے اختلاف پیدا ہو سکتے ہین حرکت اجزا کا اختلاف یا تو سرعت و بطوٗ مین ہوگا
یعنی جتنے زمانہ مین نبض کا ایک جزو ایک حرکت انبساطی کرے دوسرا جزو اُتنے زمانہ مین
دو یا تین حرکتین کرے خواہ یہ اختلاف تقدم و تاخر مین ہو یعنی ایک جزو قبل وقت اپنی خاص
حرکت کے متحرک ہو خواہ بعد وقت اپنی حرکت کے مگر بہ نسبت دوسرے جزو کے سریع اور
بطی نہو یا یہ کہ اختلاف قوت و ضعف مین ہو یا اجزا کے عظم اور صغر مین اختلاف ہو اور ان چارون
اختلافون کی ہر ایک قسم یا ترتیب مستوی پر جاری ہو یا یہ کہ ترتیب مین بھی زیادتی اور نقصان
کا اختلاف ہو اور ترتیب کا اختلاف یا دو جزو مین دو انگلیون کے نیچے محسوس ہو یا تین یا
چار انگلیون کے نیچے پیدا ہو اور ان صورتون مین یہ قاعدہ تبدیل ترتیب ترکیب بھی
ہو سکتی ہے اختلاف نبض جزو واحد مین منقطع اور عائد اور متصل ہوتا ہے منقطع وہ اختلاف ہے
کہ جزو واحد مین انفصال نظام کا خفیف فترہ سے واقع ہو اور جو فرد واحد بوجہ فترہ کے
اتصال سے جدا ہو جاتا ہے اُسکی طرفین مین کبھی اختلاف سرعت اور بطوٗ اور تشابہ کا ہوتا ہے
اور عائد سے یہ مراد ہے کہ جزو واحد نبض عظیم کا صغیر ہو جائے پھر بطرف عظیم ہونے کے
بہ نرمی عود کرے اسی عائد کی ایک قسم نبض متداخل بھی ہے اور متداخل وہ نبض ہے کہ اختلاف
کی وجہ سے اُسکا ایک نبضہ مثل دو نبضہ کے معلوم ہو یا دو نبضے تداخل کی وجہ سے مثل ایک
نبضہ کے معلوم ہون اور اسی طرح پر مختلف کا حال بھی اس قسم مین لحاظ کیا جاتا ہے متصل
وہ نبض ہے جسکا اختلاف درجہ بدرجہ ایسے اتصال پر ہو جسکا فصل جہت تغیر مین از قسم سرعت
و بطوٗ غیر محسوس ہو یا اُسکا انفصال جہت اتصال مین سرعت و بطوٗ یا اعتدال سے غیر محسوس
ہو یا اُسکا اختلاف سرعت و بطوٗ کے اعتدال مین یا عظم اور صغر مین خواہ دونون قسم کے
اعتدال مین بہ نسبت اُس جہت کے جدھر انتقال بتدریج کیا جاتی ہے غیر محسوس ہو اور
یہ نبض کبھی نہج متشابہ مستمر رہتی ہے اور کبھی حسب اتفاق باوجود اتصال کے اسکے بعض اجزا مین

اختلاف شدید ہوتا ہے اور بعض مین کمتر (انتہےٰ) **مین کہتا ہون** ذوالفترہ وہ نبض ہے
جسمین خلاف امید سکون ہو جائے یعنی جسوقت حرکت کی امید ہو اُسوقت ساکن ہو جائے
جیسے کہ حرکت انبساط کی مسافت مین مثلاً ٹھہر جائے یا یہ کہ سکون داخلی کے پورا ہونیکے
بعد کسی ایسے مانع کیوجہ سے جو دوسرے انبساط سے روک دے ٹھہر جائے اور اس صورت
مین سکون داخلی کے بعد معًا یہ دوسرا سکون ہوگا یا یہ کہ سکون خارجی کے بعد محیط مین آکر
ٹھہر جائے یہان بھی سکون کے بعد معًا دوسرا سکون ہوگا۔ اور اس نبض کا سبب یا تو یہ
ہوتا ہے کہ قوت اپنی تکان کو اس استراحت سے رفع کرنا چاہتی ہے یا یہ ہوتا ہے کہ کوئی
ناگہانی مانع ایسا پیش آجائے جسکی طرف نفس اور طبیعت یکایک متوجہ ہو جائین مثلاً افراط کا
ڈر ہے **مؤلف کہتا ہے** واقع فی الوسط وہ نبض ہے جسمین امید تو سکون کی ہو اور حرکت
کرنے لگے **مین کہتا ہون** واقع فی الوسط وہ نبض ہے جسمین اُسوقت حرکت واقع ہو
جسوقت سکون کی امید ہو جیسے کہ دو حرکتون کے درمیان (کیونکہ دو حرکتون کے درمیان
سکون ہوا کرتا ہے پس دو حرکتون مین حرکت کا واقع ہونا خلاف امید ہوگا) اسی لیے اسکو
واقع فی الوسط کہا جاتا ہے کیونکہ حرکت دو حرکتون کے درمیان واقع ہوئی ہے اور اس نبض
مین اور نبض مطرقی مین یہ فرق ہے کہ واقع فی الوسط مین جو دوسرا قرعہ ہوتا ہے وہ پہلے انبساط
کے بعد واقع ہوتا ہے لیکن انقباض کے پورا ہونے سے پہلے اور مطرقی کا جو دوسرا قرعہ ہے
وہ اُس انبساط کا جزو ہے جسکے اول مین پہلا قرعہ ہے اور واقع فی الوسط کا سبب یہ ہے
کہ ترویح کی اسقدر زیادہ حاجت ہوتی ہے جو طبیعت کو پھر مجبور کرتی ہے کہ غیر وقت حرکت
مین حرکت کرے (یہان تک نبض مرکب کی دسون قسمین پوری ہوچکین اور وہ مباحث بھی
جو متعلق نبض مطلق تھے نہایت تفصیل اور خوبی کے ساتھ پورے ہوگئے ہرچند کہ اسقدر
تفصیل ان مختصر کتابون کی شایان شان نہ تھی تاہم چونکہ ہمارا مقصود افہام و تفہیم طلبہ و
مبتدیان ہے ہمنے اختصار کا لحاظ نکرکے اس مقصود کو بحمد اللہ مطولات کی طرح پورا کر دیا ہے
وللہ الحمد) **مؤلف کہتا ہے** اب قارورہ کے متعلق جو مباحث ہین وہ بیان کیے جاتے
ہین۔ شیخ نے لکھا ہے کہ بول کے ذریعہ سے کسی حالت پر اُسوقت تک استدلال نکیا جائے

جبتک کہ چند شروط کی رعایت نہ کرلی جائے اوؔل یہ ضرور ہے کہ بول اول صبح کا دیکھا جائے
یعنی جو شخص سوکر بوقت صبح اُٹھا ہو اُسکا پہلا بول معتبر ہے دوؔسرے دیر تک باوجود خطرہ کے
بول رات کو روکا ہو تیسرؔے صاحب بول نے کھانا اُسیوقت نہ کھایا ہو اور پانی اُسیوقت
نہ پیا ہو چوؔتھے ایسے ماکول ومشروب کا استعمال نہ کیا ہو جس سے قارورہ رنگین ہوجاتا ہے
جیسے زعفران اور املتاس کہ یہ دونون بول کو طرف زردی اور سرخی کے مائل کردیتے
ہین یا ہری ترکاریان کہ انسے قارورہ مین سبزی پیدا ہوتی ہے یا شراب مسکر جو قارورہ کو
اپنے رنگ کی طرف متغیر کردیتی ہے پاؔنچوین یہ کہ اُسکے بدن پر کوئی رنگین چیز نہ لگی ہو جیسے
مھندی کہ مھندی لگانے والے اور خضاب کرنے والے کے قارورہ کا رنگ بعض اوقات
رنگین اور سرخ ہوجاتا ہے چھٹؔے ایسی چیز کا استعمال نہ کیا ہو جو بلغم اور صفرا کا ادرار کرے
ساؔتوین ایسے حرکات اور اعمال نہ کرچکا ہو اور نہ ایسے حالات مین مبتلا ہو جو مجراے طبعی سے
خارج ہون کہ بعض اوقات قارورہ کی رنگت کو متغیر کردیتے ہین جیسے فاقہ یا بیداری یا
تعب یا گرسنگی یا غضب کہ یہ سب چیزین قارورہ کو زرد یا سُرخ کردیتی ہین اور جماع کہ یہ بھی
بول کو سیاہی کی طرف مائل کردیتا ہے اور قئے اور استفراغ کہ یہ دونون بھی اصلی رنگ اور
قوام بول کو متغیر کردیتے ہین آؔٹھوین دیر تک رکھا رہنا بول کا بھی اُسمین تغیر پیدا کردیتا ہے
اسیواسطے کہا ہے کہ چھ گھڑی رکھکر بول کو نہ دیکھین اسلیے کہ اُسکے دلائل ضعیف ہوجاتے
ہین اور رنگ اُسکا متغیر ہوجاتا ہے اور ثفل اُسکا پگھل جاتا ہے یا کثیف ہوجاتا ہے شیخ
کہتا ہے کہ میرے نزدیک قارورہ کو ایک گھڑی کے بعد بھی نہ دیکھنا چاہیے اور مناسب
یہ ہے کہ کل قارورہ کو ایک وسیع شیشے مین لین[عہ] اور اُسمین سے کچھ گرانہ دین اور بول کا
حال بعد بول کرنیکے فوراً معتبر نہین ہوتا بلکہ تھوڑی دیر اُسکو ایسی جگہ رکھکر دیکھا جائے جہان
ہوا اور دھوپ نہ پہونچے اسواسطے کہ دھوپ سے قوام بول مین جوش پیدا ہوجاتا ہے
اور ہواے سرد سے رقت بول مین انجماد آجاتا ہے یہ حفاظت بول کی اس غرض سے
ہے کہ رسوب مین بخوبی تمیز ہوجاسکے اور استدلال تمام ہو یہ بھی واضح ہو کہ ہر ایک بول کا
حال ایسا نہین ہے کہ فوراً بعد بول کرنے کے اُسمین رسوب پیدا ہوجائے سواے اُن بول کے

عہ اگر گرد وغیرہ کی کچھ خلش ہو تو مناسب ہے کہ بجاے شیشے کے چینی کے سفید پیالے مین قارورہ لیا جائے اور اُسکی لنبائی چوڑائی حفاظت کیجائے ۱۲ منہ عہ ورنہ اچھی طرح تشخیص مرض نہوسکیگی ۱۲ منہ

جسمین بخوبی نضج ہوگیا ہو اور جس شیشی کو ایک مرتبہ پیشاب کرکے دھویا نہو اُسمین دوبارہ پیشاب
نہ دیکھنا چاہیے۔ لڑکون کے پیشاب مین دلائل اور علامات کم ہوتے ہین خصوصًا چھوٹے
لڑکے اسلیے کہ طبیعت اُنکی نرم ہوتی ہے اور رنگ پیدا کرنے والا مادہ اُنکے بدن مین ساکن
اور رطوبتون مین ڈوبا ہوا ہوتا ہے اور اُنکی طبیعت مین ضعف بجید ہوتا ہے اور بوجہ کثرت
نوم کے نضج کے دلائل باطل ہوجاتے ہین۔ ظرف جسمین بول رکھکر طبیب دیکھے جسم شفاف
سے بنا ہوا اور اُسکا جوہر پاکیزہ ہو جیسے صاف شیشہ یا بلور۔ یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ قارورہ
کی شیشی دیکھنے والے کے جسقدر نزدیک ہوگی غلظ بول کا بڑھتا جائیگا اور جتنی دور ہوگی
بول کی صفائی زیادہ ہوتی جائیگی جسوقت امتحانًا کوئی قارورہ مین کچھ ملا کر لائے تو اسی
قاعدے سے ہر قسم کے میل اور آمیزش مین فرق کیا جاتا ہے۔ قارورہ جب شیشی مین
بھرین تو سردی اور دھوپ اور ہوا سے اُسکی حفاظت کرنی چاہیے اور روشنی مین دیکھنا
چاہیے مگر آفتاب کی شعاع اُسپر نہ پڑے بلکہ جو مکان شعاع آفتاب سے روشن ہو اُسمین
دیکھنا چاہیے اور اگر اسکی ضرورت پڑے کہ شب کو چراغ کی روشنی مین قارورہ کو دیکھا جائے
تو اُسکی یہ صورت ہے کہ اپنے اور چراغ کے درمیان شیشی کو رکھین اِن شرائط کے پورا ہونیکے
بعد جو اعراض بول دریافت ہون اُنکے موافق حکم کرنا چاہیے یہ بھی معلوم ہو کہ دلالت
اوّلی بول کی جگر اور مجاری بول اور عروق کے احوال پر ہوتی ہے اور اس دلالت کے
واسطے سے اور امراض پر دلالت ہوتی ہے۔ نہایت صحیح احوال جنپر بول دلالت کرے
وہی ہین جو جگر کے متعلق ہون خصوصًا محدب جگر کے۔ جن دلائل کا اعتبار بول
مین کیا جاتا ہے سات جنسون مین منحصر ہین جنس[۱] لون جنس[۲] قوام جنس[۳] صفائی و
کدورت جنس[۴] رسوب یعنی تہ نشین چیزین جنس[۵] مقدار یعنی قلت وکثرت جنس[۶] رائحہ
جنس[۷] زبد یعنے جھاگ۔ بعض لوگ ان اجناس مین جنس لمس اور جنس طعم کو بھی
داخل کرتے ہین اور ہمنے بذات خود ان دونون کو چھوڑ دیا کہ اس طریقۂ استدلال مین
طبیعت نفرت اور کراہت کرتی ہے۔ جنس لون سے ہماری مراد وہ رنگتین ہین جنکو حس بصر
دریافت کرتی ہے یعنی سواد و بیاض وغیرہ اور جنس قوام سے اُسکی غلظت اور رقت مراد ہے

اور جنس کدورت و صفا سے یہ غرض ہے کہ آیا نفوذ بصر کا اسمین بآسانی ہوتا ہے یا بدشواری
اور اس جنس اور جنس قوام مین یہ فرق ہے کہ قوام کبھی غلیظ ہوتا ہے اور رنگ صاف ہوتا ہے
جیسے انڈے کی سفیدی یا سریشم ماہی جو پگھلایا ہوا ہو اور جیسے روغن زیتون اور کبھی بول کے
قوام مین باوجود رقت کے کدورت ہوتی ہے جیسے کدورت آلودہ پانی کے انڈے کی سفیدی سے اسمین رقت
زیادہ ہوتی ہے اور قارورہ کی کدورت کا سبب اجزاے غریبہ کی آمیزش ہوتی ہے جنکا
رنگ بول کے رنگ کے مخالف ہو خواہ سیاہی مائل اجزا ہون خواہ کسی اور رنگ کے مگر
غیر محسوس ہون اور بوجہ چھوٹے ہونے کے اُنکی تمیز نہو سکے مگر قارورہ کے شفاف ہونیسے
منع کرین اور ان اجزا اور رسوب مین یہ فرق ہوتا ہے کہ حس کبھی رسوب کی تمیز کرلیتی ہے اور
لون مین اور ان اجزا مین یہ فرق ہے کہ لون جوہر رطوبت مین پھیلا ہوا اور اُس سے بہت
ملا ہوا ہوتا ہے انتہی کلام الشیخ) **مین کہتا ہون** (مؤلف نے فقط لفظ (فی البول)
کہا ہے جسکے معنی یہ ہوے (بیچ قارورہ کے) اور ظاہر ہے کہ صرف اسقدر سے کوئی
مطلب نہین نکلسکتا جبتک کہ یون نہ کہا جائے (القول فی البول) پس مؤلف کے اس
قول کو اسی پر محمول کرنا چاہیے اور فی البول کو مبتدا محذوف کی خبر قرار دینا چاہیے) اور شروع
باب نبض مین اس قسم کی تقریر معلوم بھی ہو چکی ہے (کیونکہ مؤلف نے وہان بھی فقط (فی النبض)
ہی کہا ہے تو جو تقریر وہان کی گئی ہے وہی یہان بھی کرنی چاہیے) واضح ہو کہ پانی کی
پہلی آمیزش کھانے کے ساتھ معدہ مین ہوتی ہے تاکہ غذا کو رقیق کرکے اُسکو کیلوس بنادے
اسکے بعد کھانے کے ساتھ ساتھ ماساریقا اور عروق شعریہ (ماساریقا وہ رگین ہین جو جگر کے
مقعر کی جہت مین ہین اور عروق شعریہ وہ بال کی طرح باریک رگین ہین جو جگر کے محدب
مین ہین) کے ذریعہ سے جگر مین پہونچتا ہے اور جگر سے ہو کر بذریعہ اُس رگ کے جو جگر
سے دونون گردون تک گئی ہے گردونمین پہونچتا ہے اور گردون سے مثانہ مین اور جو
تھوڑا سا باقی رہتا ہے وہ خون کے ساتھ ساتھ تمام رگون مین چکر لگاتا ہے اور انجام کار
لوٹ کر پھر وہ بھی مثانہ ہی مین آتا ہے اسی وجہ سے مہندی لگانے والے کا پیشاب سُرخ
ہوتا ہے اور اسی لیے جسکو پسینہ زیادہ آتا ہے اُسکو پیشاب کم آتا ہے اور جسکو پسینہ کم آتا ہے

اُسکو پیشاب زیادہ آتا ہے اور جب کل پانی مثانہ مین اکٹھا ہو جاتا ہے تو مثانہ سے عورت
اور مرد کے عضو مخصوص کے سوراخون سے باہر کی طرف نکلجاتا ہے اور ہماری اس تقریر سے
دو باتین نکلتی ہین اول تو یہ کہ پیشاب مین دو چیزین ہوتی ہین ایک تو پیشاب کی وہ مائیت
کہ اُسکا اکثر حصہ جگر مین چھنٹ کر ممتاز ہو گیا ہے اور وہ ہضم ثانی کا فضلہ ہے اور دوسری چیز
وہ ثُفل جو تھوڑے سے پانی کے ساتھ ساتھ رگون مین رہتا ہے اور وہ تیسرے ہضم کا فضلہ
ہے اور اسی ثُفل کا نام رسوب ہے (ہضم ثانی اور ثالث کے معنے پچھلے بیانات مین ہم اچھی
طرح بیان کر چکے ہین) اور دوسری بات یہ نکلتی ہے کہ پیشاب کی ذاتی دلالت غذا کے
آلات پر ہوتی ہے اور صحیح دلالت جگر اور مثانہ کی حالت پر ہوتی ہے جگر پر تو اسلیے کہ اُسکا
اکثر حصہ جگر سے چھنتا ہے اور مثانہ پر اسلیے کہ مثانہ مین زیادہ دیر تک ٹھہرتا ہے **مؤلف
کہتا ہے** قارورہ کے دلائل کی سات جنسین ہین **مین کہتا ہون** ان ساتون مین
دلائل کا انحصار استقرائی ہے **مؤلف کہتا ہے** ایک جنس تو رنگ ہے اور اسکے پانچ
طبقے ہین (زرد۔ سُرخ۔ سیاہ۔ سبز۔ سفید اور نیلے رنگ کو سبز رنگ مین شامل کیا جاتا ہے
یہ تو جمہور کی راے ہے اور ابو سہل مسیحی کے نزدیک اخلاط اربعہ کی طرح اُسکے چار طبقے
ہین یعنی زرد۔ سرخ۔ سفید۔ سیاہ۔ اور سبز رنگ درحقیقت مرکب رنگ ہے سیاہ اور زرد سے ۱۲) اول تو زرد رنگ ہے
(اس رنگ کو اورون پر دو وجہ سے مقدم کیا ہے ایک تو یہ وجہ ہے کہ اسی زرد رنگ مین
سے وہ رنگ بھی ہے جو علامت صحت ہے یعنی اترجی رنگ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اکثر
اوقات پیشاب کی رنگت زرد ہی ہوتی ہے اول وجہ کا بیان تو آگے چلکر آئیگا دوسری وجہ کا
بیان یہ ہے کہ صفرا خون سے اسلیے ملا کرتا ہے کہ خون کو پتلا کر کے تنگ اور باریک رگون
مین اُسکا نفوذ کرادے اور مائیت بھی خون سے اسی لیے ملی رہتی ہے اور جب مائیت اُس سے
جدا ہوتی ہے اور اُلٹی پھر آتی ہے تو صفرا بھی اُسکے ساتھ ساتھ پھر آتا ہے گویا کہ یہ دونون
لازم و ملزوم ہین یہی وجہ ہے کہ پیشاب کی رنگت غالبًا زرد ہوتی ہے اور یہ بات بھی ہے
کہ پیشاب مین کچھ نہ کچھ صفرا کا ملا ہونا اس معنی کر بھی ضروری ہے کہ دافعہ قوت کی دفع پر
تحریک اور معاونت کرے) اسی زرد رنگ مین سے ایک رنگ تبنی ہوتا ہے (بھن گھاس بھوس

کو کہتے ہین یعنی بعضا پیشاب رنگ مین اُس پانی کے مشابہ ہوتا ہے جسمین ایک عرصہ تک پختہ گھانس بھیگی رہے یہانتک کہ اُسکا اثر پانی مین چھینٹ آئے اسی وجہ سے اس پیشاب کو تبنی کہا جاتا ہے اسکی رنگت سفید زردی مائل ہوتی ہے) آور یہ رنگت برودت سے ہوتی ہے (کیونکہ یہ رنگ یا تو اسوجہ سے ہوتا ہے کہ صفرا فی نفسہ کم ہے یا اسوجہ سے کہ صفرا بہ نسبت مائیت کے کم ہے جو رنگ صفرا کی ذاتی کمی سے ہوتا ہے وہ تو مزاج کی برودت کی علامت ہے یعنی مزاج صفرا کو نہ پیدا کریگا کیونکہ صفرا کا سبب فاعلی معتدل حرارت ہوتی ہے آور جو برودت اُس صفرا کی وجہ سے ہو جو مائیت کے اعتبار سے قلیل ہے یعنے یہ قلت اضافی جس برودت کا منشا رہو تو وہ یا تو بہت پانی پینے کے سبب سے ہوتا ہے اسکا حکم تو خارجی رنگنے والے کا سا حکم ہے جسکا کوئی شمار نہین اور یا اس سبب سے کہ پیشاب کے راستون کی طرف بہت سا پتلا بلغم گرا ہے اور یہ بھی ٹھنڈک کی علامت ہوا کرتی ہے اور یا اس سبب سے ہو کہ صفرا کسی اور طرف متوجہ ہوگیا ہے اسلیے پیشاب مین کمی کے ساتھ پایا گیا ہے اور ایسی ٹھنڈک پر دلالت نہین ہوتی اسلیے کہ یہ رنگ کبھی ایسے وقت پر گرم بیماریون مین ہوا کرتا ہے جب صفرا پیشاب کے رستون سے پھر کر دماغ یا اور کسی عضو کی طرف متوجہ ہوتا ہے) آور اسی زرد رنگ مین سے ایک رنگ اترجی ہوتا ہے (کہ وہ ترنج کے چھلکے کے ہمرنگ ہوتا ہے اس رنگ مین تبنی رنگ کے اعتبار سے زردی اور مائیت زیادہ ہوتی ہے) یہ رنگ اعتدال (مزاج) کی علامت ہے (کیونکہ اگر یہان افراط سے گرمی ہوتی تو زردی بہت زیادہ ہوتی آور اگر ٹھنڈک افراط سے ہوتی تو یا زردی ہوتی ہی نہین اور اگر ہوتی تو کم حالانکہ اسمین کوئی بات نہین ہے) آور ایک رنگ اشقر ہے (یعنی وہ زردی جسمین تھوڑی سی سرخی کی جھلک بھی ہو) آور ایک رنگ نارنجی ہے (یہ وہ زردی ہے جسمین بہ نسبت اشقر کے سرخی زیادہ ہو) آور ایک رنگ ناری ہے (یہ وہ زردی ہے کہ زعفران کے رنگ سے مشابہ ہو اور اسی نارنجی سے بڑھکر سرخی کی طرف میلان ہوتا ہے اور اسمین ایک چمک آگ کی چمک کی طرح ہوتی ہے اسیوجہ سے اسکو ناری کہا جاتا ہے) آور ایک رنگ خالص سُرخ ہے (یہ اطبا کے نزدیک وہ زردی ہے جو زعفران کی پتی کے

ہم رنگ ہو آمین ناری کے اعتبار سے سرخی زیادہ ہوتی ہے) اور یہ سب آمین (سوائے
اترجی کے) اپنے درجون کے موافق گرمی پر دلالت کرتی ہین نفیسی مین ہے
جس قسم مین جسقدر زردی زیادہ ہوگی اُسیقدر اُسکی دلالت حرارت کی زیادتی پر ہوگی انتھےٰ
اس سے یہ نکلتا ہے کہ اشقر نارنجی کے اعتبار سے زیادہ احر ہو اور نارنجی ناری کے اعتبار
سے اور ناری احمر ناصع کے اعتبار سے کیونکہ اشقر مین نارنجی کے اعتبار سے زردی
زیادہ ہوتی ہے اور نارنجی مین ناری کے اعتبار سے اور ناری مین احمر ناصع کے اعتبار
سے کیونکہ احمر ناصع زردی کا آخر مرتبہ ہے حالانکہ ایسا کہنا قریب قریب تمام اطبا کے
مذاہب کے خلاف ہے کیونکہ اطبا باتفاق اسکے قائل ہین کہ احمر ناصع کی حرارت ناری کے
اعتبار سے زاید ہوتی ہے اور ناری کی نارنجی کے اعتبار سے اور نارنجی کی اشقر کے
اعتبار سے یہی شیخ اور مؤلف اور صاحب کامل وغیرہ کا مذہب ہے اور ابن ابی صادق نے
لکھا ہے کہ ناری مین احمر ناصع کے اعتبار سے حرارت زیادہ ہوتی ہے کیونکہ سرخی کی دلالت تو
اسپر ہوتی ہے کہ خون کی آمیزش ہے اور زردی کی اسپر کہ صفرا کی آمیزش ہے اور صفرا
خون سے زیادہ حار ہے لہذا ناری جسمین صفرا زیادہ ہے احمر ناصع کے اعتبار سے جسمین
خون زیادہ ہے احر ہوگا اور شیخ کے متبع اس استدلال کا اسطرح جواب دیتے ہین کہ احمر
ناصع مین جو سرخی ہوتی ہے وہ خون کی آمیزش سے نہین ہوتی بلکہ شدت صفرا کی وجہ
سے ہوتی ہے کیونکہ احمر ناصع کی سرخی مین جھلک اور چمک ہوتی ہے اور خون کی سرخی
مین چمک نہین ہوتی بلکہ بجد میلاپن ہوتا ہے واللہ اعلم نفیسی مین ہے کہ اشقر حرارت پر اسلیے
دلالت کرتا ہے کہ یہ رنگ زردی کی شدت سے ہوتا ہے کہ سرخی کی طرف مائل ہوگئی ہے
اور یہ یا تو اس سبب سے کہ جو صفرا بذریعۂ بول کے دفع ہوا ہے اُسکی زردی اتنی بڑھی ہے
کہ حد ناریت تک پہونچ گئی ہے اسکے بعد اتفاق سے اُسمین تھوڑا سا رقیق بلغم ملگیا ہے
جسنے اُسکی ناریت کو توڑ کر شقرت کی طرف مائل کردیا ہے اور یا اسوجہ سے کہ جو صفرا اس
پیشاب کے ساتھ دفع ہوا ہے وہ اُس مقدار سے زاید ہے جو موجب اترجیت ہے اور
اشقر کی ان دونون صورتون کی دلالت حرارت پر ظاہر ہے کیونکہ زیادتی صفرا مولد حرارت ہے

اور نارنجی کے اقسام بھی حرارت پر اسیطرح دلالت کرتے ہین جسطرح اشقر کے اقسام اور نارنجی کا رنگ اُسکے رنگ سے بڑھکر سرخی کی طرف مائل ہوتا ہے لہذا اُسکی حرارت بھی نسبت اُسکے قوی ہوتی ہے اسی طرح ناری کی بھی دو قسمین ہین اور اُنکی دلالت بھی اسی طرح ہے جسطرح اشقر اور نارنجی کے اقسام کی لیکن زعفرانی رنگ پیس وہ بدون صفرا کی کثرت یا بے صفرے کے رنگ کے احراق یا تکاثف کی شدت پکڑے پیدا نہین ہو سکتا اسلیے کہ جبتک صفرا اپنے طبعی رنگ سے متغیر نہوگا تو ضرور خالص سُرخ رہیگا اور جب اُسمین مائیت ملجائیگی تو اُسمین خالص سرخی نہ رہیگی بلکہ کچھ پھیکا پن آجائیگا اور یہ سب رنگ خون کے رنگ سے بالکل علیحدہ ہین کیونکہ ان سب سرخیون مین چمک ہوتی ہے جو اُس خون مین نہین ہوتی جسکی سرخی پانی ملاکر توڑ دی گئی ہو۔) مین کہتا ہون ساتون جنسون سے پہلی جنس لون یعنی رنگ کو اسلیے بیان کیا کہ جمہور کے نزدیک اسی رنگت سے استدلال کیا جاتا ہے اور اس جنس کی پانچ اصلین ہین ایک تو زرد اور زرد کو اور اصلون پر اسلیے مقدم کیا کہ پیشاب کا طبعی رنگ زرد ہی ہوتا ہے اور یہ وجہ بھی ہے کہ اکثر پیشاب کی رنگت زرد ہی ہوا کرتی ہو کیونکہ خلط صفرا اور اخلاط کے اعتبار سے لطیف اور رقیق زیادہ ہے اور پانی کے ساتھ ساتھ باریک باریک راستون مین پہونچ جاتا ہے اس معنی کر اُسکی آمیزش پانی کے ساتھ زیادہ ہوتی ہے اور پیشاب زرد ہوتا ہے مؤلف رحمہ اللہ نے زرد پیشاب کے کئی طبقے بیان کیے ہین منجملہ اُنکے ایک تبنی رنگ ہے یہ وہ پیشاب ہے جسمین تھوڑی سی زردی ہو جو سفیدی کا پہلو لیے ہوے ہو جیسے گھانس پھونس کا پانی ہوتا ہے اور اسی مشابہت سے اسکا نام تبنی رکھا گیا ہے اس قسم کا پیشاب برودت مزاج کی دلیل ہے کیونکہ یہ رنگ یا تو مائیت کی کثرت سے ہوتا ہے یا صفرا کی کمی کی وجہ سے اور یہ دونون باتین برودت کی دلیلین ہین اور یہ حکم کلی نہین ہے بلکہ اکثری ہے کیونکہ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ تبنی رنگ بوجہ سے ہو کہ صفرا کسی اور طرف متوجہ ہو گیا ہے مگر ایسا کم ہوتا ہے اور منجملہ اُنکے ایک اترجی رنگ ہے یہ وہ رنگ ہے جسکی زردی ترنج کے چھلکے کے ہمرنگ ہو اور یہ رنگ اُسوقت ہوتا ہے جبکہ تبنی کے اعتبار سے زائد صفرا کی آمیزش ہو یہ رنگ اعتدال مزاج کی دلیل ہوتا ہے

شیخ نے لکھا ہے کہ تندرستی کا پیشاب جو نضج پر دلالت کرے وہ یہی اترجی پیشاب ہے
داکثر متاخرین کی یہی رائے ہے جو شیخ کی رائے ہے مگر متقدمین مثل جالینوس وغیرہ کے
یہ کہتے ہین کہ جو رنگ تندرستی پر دلالت کرے وہ وہ رنگ ہوتا ہے جو محض زرد اور خالص سرخ
کے درمیان ہو کیونکہ خون کا طبعی رنگ سُرخ ہے اور یہی خلط اور اخلاط کے اعتبار سے
بدن پر غالب ہوتا ہے مگر جالینوس کے مذہب پر دو خدشے وارد کیے گئے ہین اول تو
یہ کہ پانی گردون مین پہونچتے ہی خون کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے اب جو چیز اسکے ساتھ رہتی
ہے وہ یہی صفرا ہے پھر یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ اُسکا طبعی رنگ وہ ہے جو خالص سرخی
کے قریب قریب ہو اور دوسرا خدشہ یہ ہے کہ محض زرد تو ناری رنگ ہے اور خالص سرخ
زعفرانی جیسا کہ شراح قانون وغیرہ نے لکھا ہے اور ناری اور احمر ناصع یعنی زعفرانی مین
کوئی واسطہ نہین ہے ورنہ اُسکا بھی کوئی نام ہوتا اور زردی کے صرف چھ ہی طبقے نہوتے
مگر ممکن ہے کہ جالینوس کی یہ غرض ہو کہ تندرستی کا رنگ وہ یہی ناری رنگ ہوتا ہے
جو زعفرانی کے قریب قریب ہو اور یہ جو بعض شراح نے لکھا ہے کہ افضل الاطبا جالینوس
کے نزدیک تندرستی کا رنگ یعنی جو اعتدال مزاج پر دلالت کرے وہ رنگ ہے جو نارنجی
اور ناری کے درمیان ہو انتہیٰ ٹھیک نہین ہے اس سے زیادہ غلط وہ ہے جو صاحب
مفرح القلوب نے ذخیرہ سے نقل کیا ہے کہ مزاج معتدل پر جو رنگ دلالت کرتا ہے وہ
تبنی رنگ ہے انتہیٰ کیونکہ اسکا متاخرین و متقدمین مین سے کوئی قائل ہی نہین ہوا ہے)
اور منجملہ اُنکے ایک رنگ اشقر ہے یہ وہ رنگ ہے جسکی زردی سرخی کی طرف مائل ہوتی
ہے اور یہ رنگ حرارت کی دلیل اسلیے ہے کہ صفرا کا شدت سے زرد ہونا دیہان تک کہ
سرخی جھلکنے لگے) یہ حرارت ہی کی وجہ سے ہوتا ہے اور منجملہ اُنکے ایک رنگ ناری
ہوتا ہے اور یہ وہ رنگ ہے جسکی زردی آگ کے ہمرنگ ہوتی ہے یعنی اُسمین آگ کی
سی چمک اور شعاعین ہوتی ہین اسی لیے اسکو ناری کہا جاتا ہے اور اسی کو اصفر مشبع
بھی کہا جاتا ہے (یعنی جو پیٹ بھر کے زرد ہو) شیخ نے لکھا ہے کہ اسکا رنگ زعفرانی
رنگ کے مشابہ ہوتا ہے اور اشقر سے زائد حرارت پر دلالت کرتا ہے اور منجملہ اُن کے

ایک رنگ احمر ناصع یعنی خالص سرخ ہوتا ہے اور اسکو زعفرانی بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ زعفران
کی پتّی (جسکو زعفران کہتے ہین) کے ہمرنگ ہوتا ہے بخلاف ناری رنگ کے کہ وہ زعفران
کے رنگ سے مشابہ ہوتا ہے (یعنی وہ رنگ جو زعفران کو پانی مین گھولنے سے حاصل
ہو) اور یہ رنگ گو درحقیقت زردہی کے طبقات سے ہے مگر اسکی زردی پر بہ نسبت ناری
کے سرخی زیادہ غالب ہوتی ہے اور اسکے خالص ہونے سے یہی مراد ہے کیونکہ جب اُسکی
زردی مغلوب ہوگئی تو گویا معدوم ہوگئی (گویا سے یہ غرض ہے کہ فی الواقع اُسمین زردی
موجود ہے کیونکہ کسی چیز کے مغلوب ہوجانیسے اُسکا عدم لازم نہین آتا) اور شیخ اور صاحب کامل
اور مؤلف رحمہم اللہ کے نزدیک یہ رنگ بہ نسبت ناری کے زائد حرارت پر دلالت کرتا ہے لیکن
ابن ابی صادق کے نزدیک ناری کی دلالت زائد حرارت پر زائد ہوتی ہے اور اُنھون
نے اسپر یہ دلیل پیش کی ہے کہ سرخی سے یہ نکلتا ہے کہ اسمین خون کی آمیزش ہے اور زردی
سے یہ نکلتا ہے کہ صفرا کی آمیزش ہے اور خون کے اعتبار سے صفرا زیادہ اگرم ہے اور اس
دلیل کا جواب یہ ہے کہ زعفرانی کی سرخی خون کی آمیزش سے نہین ہوتی (جیسا کہ مستدل
نے خیال کیا ہے) کیونکہ اس سرخی مین چمک اور شعاع ہوتی ہے اور خون کی سرخی مین
جھلک اور چمک نہین ہوا کرتی بلکہ اُسکی سرخی قانی ہوتی ہے یعنی اُسمین کدورت اور بھدا پن
ہوتا ہے بلکہ زعفرانی کی سرخی کی یہ وجہ ہے کہ صفرا کی زردی شدت پکڑ گئی
ہے **مؤلف کہتا ہے** اور رنگ کے اصول درطبقون مین سے دوسرا رنگ سرخ
ہے منجملہ اسکے ایک تو اصہب ہوتا ہے (یہ وہ رنگ ہے جسمین اشقر کے اعتبار سے سُرخی
زاید ہو نفیسی مین ہے کہ اصہب وہ رنگ ہے جسمین شقرت ہو جو سرخی کیطرف مائل ہو انتہی
اور یہ ابھی معلوم ہوچکا ہے کہ شقرت وہ زردی ہے جو کچھ سُرخی لیے ہو اور جب شقرت مین
تھوڑی سرخی اور ملی گئی اور اُس مجموعہ کو اصہب کہا گیا تو یہ بات نکلی کہ صہوبت شقرت اور تھوڑی
سی سرخی سے مرکب رنگ کا نام ہے سدیدی مین ہے کہ اصہب سرخی کا پہلا مرتبہ ہے جو ابھی
مرتبۂ کمال کو نہ پہونچا ہو اور شارح علیہ الرحمۃ کے نزدیک اصہب وہ رنگ ہے جسمین ضعیف سرخی
سفیدی لیے ہوے ہو جیسا کہ آگے آتا ہے) اور ایک رنگ وردی ہوتا ہے (یہ رنگ سرخی مین

اصہب کے اعتبار سے زاید ہوتا ہے آور اسکو وردی اسلیے کہتے ہین کہ ورد کے معنی گل سرخ کے ہین اور یہ رنگ اُسکے مشابہ ہوتا ہے) آور ایک رنگ احمر قانی ہوتا ہے (قانی کے معنی نہایت سرخ کے ہین اور یہ لفظ ترکی ہے مگر عربی مین اسقدر مستعمل ہوگیا ہے کہ لوگ اسکو عربی ہی سمجھنے لگے) آور ایک رنگ اقتم ہوتا ہے (قتام کے معنی گرد کے ہین اور یہ وہ سرخ رنگ ہے جسمین تیرگی کے ساتھ سیاہی ہو جیسے باز کی پیٹھ پر سیاہی ہوتی ہے) آور یہ سب رنگ اکثر اوقات (اکثر کی قید اسلیے لگائی گئی کہ اسکے آگے مصنف کہتا ہے کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ برودت کے ساتھ پیشاب مین سرخی ہو) خون اور گرمی کے غلبے کی علامات ہوتے ہین (جسقدر سرخی زیادہ ہوگی اُسیقدر گرمی اور خون زیادہ ہوگا پس اصہب مین چونکہ سرخی کم ہوتی ہے اسلیے کہا جائیگا کہ اُسمین خون کا غلبہ بھی کم ہے آور وردی مین چونکہ بہ نسبت اصہب کے سرخی زیادہ ہوتی ہے اسواسطے اُسمین غلبہ خون کا اصہب سے زیادہ ہوگا اور اقتم مین اُس سے بھی زیادہ غلبہ ہوگا کیونکہ اُسمین سرخی سب سے زائد ہے نفیسی مین ہے کہ مؤلف کے کلام مین اکثر اوقات کی قید اسواسطے لگائی گئی کہ خون کے سُرخ ہونے کا سبب یا تو کوئی خارجی امر ہوگا مثلاً مہندی کا خضاب یہ تو ہماری بحث سے خارج ہے آور یا کوئی داخلی امر ہوگا اور وہ یا تو خون کا غلبہ ہے اور ایسا اکثر ہوتا ہے کیونکہ خون بدن مین زیادہ ہوتا ہے اور یا بلغم کی عفونت سے ہے کیونکہ بلغم کے متعفن ہوجانیکے بعد دو حرارتین پائی جاتی ہین ایک تو وہ حرارت جسنے تعفن پیدا کیا ہے دوسری وہ حرارت جو بلغم مین عفونت کی وجہ سے پیدا ہوگئی ہے آور یہ دونون حرارتین بلغم مین تھوڑی سی زردی پیدا کردیتی ہین کیونکہ حرارت کا کام ہی یہ ہے کہ لطافت اور نورانیت پیدا کردے جیسے کہ برودت کثافت اور ظلمت پیدا کردیتی ہے اور ظاہر ہے کہ زردی بھی لطافت کا ایک مرتبہ ہے اور جب یہ زردی کسی کثیف مادہ مین ہوتی ہے تو وہ مادہ سرخ نظر آیا کرتا ہے کیونکہ مادۂ متکاثفہ کا یہ کام ہے کہ اجزاے لطیفہ نورانیہ کو جمع کرکے نکال دیتا ہے اور اُسکے نکلجانیکے بعد وہ اجزا باقی رہجاتے ہین جو نکلے ہوے اجزا کے اعتبار سے کثیف ہوتے ہین اور سرخی پیدا کردیتے ہین لیکن یہ سمجھ لینا چاہیے کہ بلغم کی عفونت سے سرخی کا پیدا ہونا شاذ و نادر ہی ہوا کرتا ہے کیونکہ بلغم بالطبع ایک سفید خلط ہے اس

یعنی کہ سُرخ رنگ، اُسکی طبیعت سے بہت بعید ہو آور یا پیشاب کی سرخی کا سبب یہ ہوتا ہے کہ صفرا مجتمع ہوجائے اور جلجائے کیونکہ مادۂ صفرا جب متکاثف ہوگا سرخ نظر آئیگا جیسا کہ بلغم مین معلوم ہوا آور یا جلے ہوے خون کا سودا پیشاب کی سرخی کا سبب ہوتا ہے یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ خون سے جو سرخی حاصل ہوتی ہے وہ تو خالص ہوتی ہے اور بلغم کے اعتبار سے اُسوقت مین پیشاب کا قوام کم غلیظ ہوتا ہے لیکن صفرا کے اعتبار سے زیادہ غلیظ ہوتا ہے آور جو سُرخی بلغم کی عفونت سے پیدا ہوتی ہے وہ مائل بسفیدی ہوتی ہے اور پیشاب کا قوام اُسوقت مین غلیظ ہوتا ہے آور جو سُرخی صفرا کے تکاثف اور اجتماع سے پیدا ہوتی ہے اسمین چمک ہوتی ہے اور پیشاب کا قوام اُسوقت رقیق ہوتا ہے آور جو سرخی سوداء سے پیدا ہوئی ہے وہ سیاہی مائل ہوتی ہے اور قوام غلیظ ہوتا ہے اگر کوئی یہ دریافت کرے کہ سوداء سے سُرخی کیونکر پیدا ہوگی تو یہ کہنا چاہیے کہ یہ سوداء اصل مین خون تھا اور خون کی سرخی اسمین ابھی تک باقی ہے الحاصل پیشاب کی سرخی کے کئی سبب ہوتے ہین کبھی خون کبھی بلغم کی عفونت کبھی صفرا کا تکاثف کبھی سوداء دموی یہی وجہ ہے کہ مؤلف نے علی مراتبہا کا لفظ یہان نہین لکھا جیسا کہ جنس زرد مین کہا تھا کیونکہ ان اقسام مین حرارت پر دلالت کرنیکے اعتبار سے کوئی ترتیب نہین ہے کیونکہ ترتیب کا اعتبار اُسوقت کیا جاتا ہے جبکہ سبب ایک ہو جیسے زرد کے اقسام مین آور یہان اُسکے اسباب مختلف ہین) آور کبھی باوجود برودت کے (یعنی باوجود مرض بارد کے) قارورہ مین سرخی ہوتی ہے جیسے کہ فالج مین ہوتا ہے (بدن کی کسی ایک جانب کے سر سے پیر تک طول مین یکایک بیکار ہوجانے کو فالج کہتے ہین بعض اطباء کے نزدیک سر محفوظ رہتا ہے اور بعض اطباء کے نزدیک اُسمین بھی استرخاء آجاتا ہے واللہ اعلم) آور جیسے سوء القنیہ مین [یعنے اُسمین استرخاء نہین ہوتا ۱۲] ہوتا ہے (بشرطیکہ اُسکے ساتھ تپ نہو ورنہ مرض بارد کی مثال مین اُسکو نہین لاسکینگے) کیونکہ ان دونون مرضون مین خون مائیت سے اچھی طرح جدا نہین ہوتا ہے (فالج مین تو اسلیے کہ فالج جسوقت دہنی جانب گرتا ہے تو جگر کو سرد کردیتا ہے اور اُسکی قوتون کو ضعیف کردیتا ہے پس نہ وہ خون کو مائیت سے جدا کرسکتی ہین اور نہ نری مائیت کو بذریعۂ پیشاب کے دفع کرسکتی ہین آور جسوقت بائین جانب گرتا ہے تو اُس جانب کی رگون کو ضعیف کردیتا ہے کہ وہ اپنی

غذا یعنی خون کو برودت کے غلبہ کی وجہ سے اپنی طرف جذب نہین کر سکتین اسوجہ سے خون اور مائیت دونون ملے کے ملے رہجاتے ہین اور جدائی اور تمیز نہین ہوتی اور مرض سوء القنیہ مین خون اور پانی اسیلیے جدا نہین ہو سکتے کہ یہ مرض نہین ہوتا مگر ضعف جگر کے ساتھ اور جب جگر ضعیف ہے تو اسکی قوتین کمزوری کی وجہ سے دونون کو جدا نہین کر سکتین) اور یا یہ ہوتا ہے کہ اعضاے بول کے قریب کوئی درد ہو جیسے کہ مرض قولنج مین ہوتا ہے (یعنی اس سرد قولنج مین جو غلیظ آنتون مین بلغمی مادون کے چپک جانے سے حادث ہو کیونکہ طبیعت ارواح اور حرارت غریزی کو اپنے ساتھ لیکر مقام درد کی جانب مقابلہ کے لیے متوجہ ہوتی ہے اور اسوجہ سے اُس مقام پر ایسی گرمی پیدا ہو جاتی ہے جس سے اخلاط گھل جاتے ہین اور گھلجاتے ہین اور پگھلنے کی قابلیت اور استعداد انھین اخلاط مین ہوتی ہے جو لطیف و الطف ہین جیسے صفرا اور خون پس جب یہ گھلا ہوا خلط مائیت مین ملکر اپنی کثرت سے مجتمع ہو جاتا ہے تو رنگ کو سرخ کر دیتا ہے کیونکہ ہم دوبار لکھ چکے ہین کہ تراکم اور اجتماع لطیف اجزا کو جو کہ زردی پیدا کرنے والے تھے نکال دیتا ہے اور اُنکے نکلجانے کے بعد وہ کثیف اجزا رہجاتے ہین جنسے سرخی پیدا ہوتی ہے) مین کہتا ہون رنگ کے اصول مین سے دوسری اصل سرخ ہے اور یہ رنگ خون اور حرارت کے غلبہ سے پیدا ہوتا ہے مؤلف نے اس کے کئی طبقے بیان کیے ہین منجملہ اُنکے ایک تو اصہب ہے اور یہ وہ رنگ ہے جسمین ضعیف سرخی سفیدی مائل ہو اور جس خون سے یہ رنگ پیدا ہوتا ہے وہ قوام مین رقیق ہوتا ہے اور دوسرا رنگ وردی ہے یہ وہ رنگ ہے جسمین بنسبت اصہب کی سرخی کے زائد سرخی ہو اور جس خون سے یہ رنگ پیدا ہوتا ہے وہ قوام مین غلیظ ہوتا ہے اور تیسرا رنگ اقتم ہے اور یہ وہ رنگ ہے جسکی سرخی مین تیرگی ہو جس خون سے یہ رنگ پیدا ہوتا ہے اُسکو زیادہ گاڑھا ہونا چاہیے اور ان سب قسمون کی دلالت حرارت کے اوپر اکثری ہے کیونکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ باوجود برودت کے قارورہ مین سرخی ہوتی ہے جیسے کہ فالج اور سوء القنیہ مین اور جیسے کہ اُسوقت جبکہ بارد مادہ کے قریب درد ہو جیسے اُس قولنج مین جو مادۂ بلغمی سے پیدا ہو فالج اور سوء القنیہ کے بارد ہونے کی یہ وجہ ہے کہ یہ دونون مرض سرد مواد سے

پیدا ہوتے ہین اور با وجود بارد ہونیکے ان دونون ہین قارورہ کے سرخ ہونیکی یہ وجہ ہے
کہ ان دونون مین جگر ضعیف ہو جاتا ہے اسلیے اچھی طرح مائیت کو خون سے جدا نہین
کر سکتا یہ تو اُسوقت ہے جبکہ فالج دائین جانب گرا ہو اور اگر بائین جانب ہو تو یہ وجہ
ہے کہ برودت جب رگون پر غالب آجاتی ہے تو رگین ضعیف ہو جاتی ہین اور خون کو
جذب نہین کر سکتین اسلیے خون مائیت سے جدا نہین ہو سکتا اور قولنج مین قارورہ کے
سرخ ہونے کی یہ وجہ ہوتی ہے کہ درد کی وجہ سے ارواح بغرض مقابلہ مضطرب اور
بیچین ہو جاتی ہین اور اُنکی بیچینی سے بدن گرم ہو جاتا ہے اور بدن کی گرمی مواد کو
گھلا گھلا کر قارورہ مین ملا دیتی ہے اب اگر یہ ملا ہوا خلط خون ہے تب تو پیشاب سُرخ
ہو جائیگا اور مثال مین یہی مراد بھی ہے اور اگر کوئی دوسرا خلط ہے تو پیشاب سُرخ نہوگا
اور بحث سے خارج ہوگا واللہ اعلم۔ **مؤلف کہتا ہے** اور ناری کی دلالت حرارت
پر سُرخ رنگ سے زیادہ ہوتی ہے کیونکہ ناری کی پیدائش صفرا سے ہے اور سُرخ کی
پیدائش خون سے اور صفرا خون سے زیادہ گرم ہوتا ہے **مین کہتا ہون** ناری رنگ
جو زردی کے طبقون مین کا ایک طبقہ ہے وہ سرخی کے تمام طبقون سے زیادہ گرمی پر
دلالت کرتا ہے کیونکہ ناری مین صفرا کی آمیزش ہوتی ہے اور سرخی مین خون کی آمیزش
ہوتی ہے اور صفرا مین بہ نسبت خون کے زیادہ گرمی ہوتی ہے اسوجہ سے کہ خون
مین مائیت زیادہ ہوتی ہے جو خون کی گرمی کو توڑ دیتی ہے اور یہ وجہ بھی ہے کہ خلط
صفرا پر آگ کی طبیعت غالب ہوتی ہے اور خون پر ہوائی طبیعت غالب ہوتی ہے
اور آگ کی گرمی ہوا کی گرمی سے زاید ہے اُس پیدائش کے اعتبار سے جسکو خدائے تعالیٰ
کی حکمت چاہتی ہے۔ **مؤلف کہتا ہے** اور رنگ کے اصول مین کی تیسری اصل
سبز رنگ ہے اسکے چار طبقے ہین ایک تو پستئی دوسرا نیلا مؤلف نے ان دونون کو فُستقی
اور نیلنجی کے لفظ سے تعبیر کیا ہے فُستقی تو فُستُق کی طرف منسوب ہے جسکو ہماری زبان
مین پستہ کہتے ہین اور نیلنجی نیلجونی کی تحریف ہے اور نیلجونی نیلگونی کا معرب ہے مؤلف نے
منہیہ مین لکھا ہے کہ نیلے رنگ کو عرف عام مین کبھی سبز کہا جاتا ہے اسلیے اسکو خضر کے

اقسام اور طبقون مین شمار کیا گیا انتہی ریاض الادویہ مین ہے کہ نیل ایک نبات ہے جسکے
عصارہ کو نیل اور پتی کو وسمہ کہا جاتا ہے انتہی پستئی رنگ سبز ہوتا ہے مگر اُسمین تھوڑی
زردی اور سیاہی بھی ملی ہوئی ہے آور نیلا وہ رنگ ہے جو پانی مین گھُلے ہوے نیل کے
رنگ کے مشابہ ہوتا ہے یعنی سیاہ مائل بسفیدی و زُرقت یعنی کنجئی پن جیسے بلی کی یا فرنگیون
کی آنکھ ہوتی ہے) آور یہ دونون رنگ جماد دینے والی برودت کی علامت ہین (کیونکہ
ٹھنڈک کا کام یہ ہے کہ کثافت اور اجتماع پیدا کردے اور اُن شفاف اجزا کو جسم سے
نکالدے جو سفیدی کے موجب ہون سدیدی مین ہے کہ یہ بات قابل تسلیم نہین ہے
کہ پستئی رنگ برودت کی علامت ہے کیونکہ پستئی رنگ وہ زردی ہے جسمین تھوڑی سی
سیاہی ہو اور سیاہی گو کبھی برودت کی علامت ہوتی ہے لیکن اس شرط سے کہ اُسمین
بھدیلاپن ہو نہ وہ سیاہی جسمین غالب زردی ہو کیونکہ اُسکی دلالت حرارت پر ہوتی ہے
آور حق بات یہ ہے کہ پستئی رنگ احتراق پر دلالت کرتا ہے جیسے کراتی اگر کوئی یہ شبہہ
کرے کہ سبزی کی دلالت بہ نسبت حرارت کے برودت پر زیادہ ہوتی ہے جیسے زبان
کی رگون کی سبزی اسپر دلالت کیا کرتی ہے کہ عنقریب اس شخص کو مرگی ہونے والی
ہے تو اسکا یہ جواب ہے کہ یہ صحیح ہے لیکن اس سبزی مین یہ قید ہے کہ اسمین کمودت یعنی
بھدیلاپن ہو جیسے نیلا رنگ ہوتا ہے رہی وہ سبزی جسمین زردی ہو جیسے پستئی تو
اسکی دلالت حرارت ہی پر ہوتی ہے کیونکہ اسکو صفرا کے ساتھ نسبت ہے انتہی
اور اسی کے قریب قریب مؤلف نے کلیات قانون کی شرح مین لکھا ہے وہ
لکھتے ہین کہ میرے نزدیک پستئی رنگ کی دلالت صفراء کے احتراق پر ہوتی ہے
کیونکہ جو سیاہی دلیل برودت ہوتی ہے اُسمین کمودت ہوتی ہے نہ کہ غالب زردی
رہا نیلا رنگ پس اسمین زردی نہین ملی ہوتی بلکہ اُسمین پانی کی سی سفیدی ہوتی ہے
اسی لیے یہ رنگ احتراق صفرا پر نہین دلالت کرتا بلکہ اُن اخلاط کے جمود پر دلالت
کرتا ہے جو پیشاب کی مائیت سے مل گئے ہین یا اسپر دلالت کرتا ہے کہ سودا مائیت
مین ملا ہوا ہے انتہی کلام المولف رحمہ اللہ فی شرح الکلیات) اور بچون کے

قارورہ مین ان دونون رنگون کے پائے جانے سے فالج یا تشنج کا خوف ہوتا ہے
(کیونکہ بچون کے پٹھے کمزور ہوتے ہین اور کمزوری کی وجہ سے انمین فضلون کے انصباب
کی قابلیت اور استعداد زیادہ ہوتی ہے اور بلغمی رطوبتین انکے بدنون مین بہت ہوتی ہین
اب اگر فرضًا یہ رطوبتین جم گئین اور شدت سے گاڑھی ہوگئین اور پٹھون پر گر پڑین تب تو تشنج
پیدا ہوجاتا ہے اور اگر ایسا ہوا کہ انمین جمود تو ہوا مگر کم اور شدت سے گاڑھی نہوئین بلکہ انمین
رقت رہی اور اسوجہ سے پٹھون نے انکو پی لیا تو فالج عارض ہوجاتا ہے) اور سبز رنگ کا
تیسرا طبقہ زنگاری ہے اور چوتھا کراثی (کراث گندنے کو کہتے ہین یعنی گندنے کے ہمرنگ
ہو یہ بھی یاد رکھو کہ گندنا دو قسم کا ہوتا ہے ایک بستانی اور دوسرا بری) اور انمین اور زنگاری
مین یہ فرق ہے کہ زنگاری رنگ سفیدی مائل ہوتا ہے کیونکہ زنگاری مین بہ نسبت کراثی
کے احتراق زیادہ ہوتا ہے اور جب خلط جلجاتا ہے اور اسکی رطوبتین فنا ہوجاتی ہین تو وہ سفیدی
مائل ہوجاتا ہے جیسے راکھ اور کراثی مین بہ نسبت نیلگون کے سیاہی زائد ہوتی ہے بعض
لوگون نے آسمانی رنگ کو بھی سبز رنگ کی اصل مین شمار کیا ہے لیکن چونکہ اسکا اور نیلے
رنگ کا سبب ایک ہی ہوتا ہے اسلیے مؤلف نے اسکا ذکر نہین کیا) یہ دونون رنگ
اس بات پر دلالت کیا کرتے ہین کہ جلانے والی حرارت افراط سے ہے (اخلاط کی
بحث مین اسکی خوب تفصیل کردی گئی ہے لہذا اعادہ تکرار بیفائدہ سے خالی نہین ہے)
مین کہتا ہون رنگ کے اصول مین سے تیسری اصل سبز رنگ ہے مؤلف رحمہ نے
اس رنگ کے چار طبقے بیان کیے ہین ایک توپستئی رنگ ہے اور یہ وہ سبز رنگ ہے
جسمین تھوڑی زردی ہو اسکی دلالت جما دینے والی برودت پر ہوتی ہے کیونکہ یہ رنگ
اسوقت پیدا ہوتا ہے جبکہ زردی اور سیاہی دونون اسمین ملین اور سیاہی اکثر اوقات
برودت ہی سے ہوتی ہے اور دوسرا طبقہ نیلا رنگ ہے یعنی وہ رنگ جسمین پستئی کے اعتبار
سے سبزی زیادہ ہو اور کبودی یعنی کنجئی پن ہو اسکی رنگت اس نیل کی سی ہوتی ہے جو پانی
مین گھلایا جائے یہ بھی جما دینے والی برودت کی علامت ہے لکن پستئی کے اعتبار سے
اسمین برودت زیادہ قوی ہوتی ہے اور بچون مین پستئی اور نیلے رنگ کے ہونیسے فالج یا تشنج کا

اندیشہ ہوتا ہے کیونکہ بچون کے بدنون مین رطوبت زیادہ ہوتی ہے اور یہ ابھی معلوم ہوا کہ یہ دونون قسمین جماد ینے والی برودت پر دلالت کیا کرتی ہین پس جسوقت یہ برودت اُس رطوبت کو پا جاتی ہے تو اُسکو جما دیتی ہے اور بچون کی تونین کمزوری کی وجہ سے اُنکو دفع نہین کر سکتین لہذا اُنکے پٹھون کو تکلیف ہوتی ہے اب اگر جمی ہوئی رطوبتون نے روح کو اُنمین نفوذ کرنے سے منع کر دیا ہے تو یہی فالج ہے اور اگر رطوبتون نے اعصاب کو بھر دیا ہے اور پٹھے عرض مین بڑھ گئے ہین اور طول مین گھٹ گئے ہین تو یہی تشنج ہے اور تیسرا طبقہ زنگاری ہے اور چوتھا کراثی اور یہ دونون رنگ اسپر دلالت کرتے ہین کہ جلا دینے والی حرارت افراط سے موجود ہے اور ان دونون مین فرق یہ ہے کہ زنگاری رنگ سفیدی مائل ہوتا ہے کیونکہ اُسمین شدت کے ساتھ حرارت ہوتی ہے اور اسکی وجہ ہم اخلاط کی فصل مین ذکر کر چکے ہین۔ **مؤلف کہتا ہے** رنگ کے اصول مین سے چوتھی اصل سیاہ رنگ ہے اور یہ سیاہی کبھی تو اسپر دلالت کرتی ہے کہ افراط کے ساتھ احتراق ہے مگر یہ اُسوقت جبکہ اُسکے ساتھ زردی بھی ہو (کیونکہ حرارت تحلخل اور اجزا کی تفریق کر دیتی ہے اسوجہ سے متعدد سطحین پیدا ہو جاتی ہین اور ایک سطح سے دوسری سطح پر ضوء کا عکس پڑتا ہے اور ضوؤن کے زیادہ ہونے سے سفیدی اور زردی کم زیادہ پیدا ہو جاتی ہے) یا یہ کہ اس سے پہلے ایسا پیشاب ہو چکا ہو جسکی بو نہایت تیز ہو (کیونکہ پہلے پہل حرارت عفونت اسکے بعد احتراق کا موجب ہوتی ہے اور جب عفونت آ جاتی ہے تو متعفن مین سے سڑے ہوے اجزے جدا ہو کر قوت شامہ مین پہونچتے ہین اور جب احتراق پورا ہو چکتا ہے اور رطوبتین فنا ہو چکتی ہین تو بو زائل ہو جاتی ہے) یا سیاہی اسپر دلالت کرتی ہے کہ اخلاط جم گئے ہین مگر یہ اُسوقت جبکہ اس سیاہی مین کمودت (بعد میلان بیرونقی) ہو (جب بدن مین کوئی ایسا بارد مادہ ہوتا ہے جو اُن اخلاط کو جما دے جو کہ پیشاب کی مائیت مین ملے ہوے ہین تو اجزے سطح مین کثرت سے مجتمع ہو جاتے ہین اور جسم مین کثافت آ جاتی ہے اور سیاہ ہو جاتا ہے جیسے آپنے دیکھا ہوگا کہ سردی کھایا ہوا پھل سیاہ ہو جاتا ہے) اور اُسوقت جبکہ اس پیشاب مین بو نہو (کیونکہ حرارت ہی بو کو پیدا کرتی ہے

اور وہی اسکو منتشر کرتی ہے اور قوت شامہ تک پہونچاتی ہے اور سرد جسم مین سے اجزے
نہین جدا ہوتے تاکہ اُس سے بو پیدا ہو۔) اور یا سیاہی کی دلالت اس بات پر ہوتی
ہے کہ سوداوی مادے نے حرکت کی ہے (اور پیشاب کی راہ سے نکلا ہے) جیسا کہ
بحران مین ہوتا ہے (یعنی سوداوی امراض کے بحرانون مین جیسے سوداوی بخار اور تلی
کے امراض ہین مگر یہ رنگ مادۂ سوداوی کی حرکت پر اُسوقت دلالت کریگا جبکہ خاص بحران
کے دن سیاہ پیشاب ہو) یا یہ سیاہی اسپر دلالت کیا کرتی ہے کہ کوئی رنگنے والی چیز
استعمال کی گئی ہے جیسے کہ کالی شراب ہے (شیخ نے لکھا ہے کہ جو پیشاب رنگنے والی چیز
سے سیاہ ہو جائے اُسمین کوئی خطرہ نہین ہے انتہیٰ مؤلف نے شرح کلیات مین لکھا ہے
کہ شیخ کی مراد اس قول سے یہ نہین ہے کہ اسمین کسی قسم کا خطرہ ہی نہین کیونکہ یہ ظاہر ہے
کہ کالی شراب کا اُسی حالت اور اُسی رنگ سے پیشاب کی راہ سے خارج ہونا جگر کی
قوت کے ساقط ہو جانے پر دلیل ہے اور یہ ایک ظاہر خطرہ ہے بلکہ شیخ کی یہ مراد ہے
کہ بہ نسبت احتراقی اور جمودی پیشاب کے اسمین خطرہ نہین ہے انتہیٰ شیخ نے سیاہ پیشاب
کی تحقیق چونکہ ذرا بسط کے ساتھ کی ہے اور اُسپر آگاہ ہونے کی ضرورت بھی ہے اسلیے
ہم بعینہ کلام شیخ کے ترجمہ کو ذیل مین نقل کرتے ہین وہ لکھتا ہے کہ چوتھا طبقہ سیاہ رنگ کا
ہے ایک قسم سیاہ پیشاب کی وہ ہے جسکی سیاہی زعفرانی رنگ کے بعد ہوتی ہے جیسے
یرقان مین ہوتا ہے اور اس رنگ کی دلالت صفرا کی کثافت اور احتراق بلکہ اُس خلط
سوداوی پر ہوتی ہے جو خلط صفراوی سے پیدا ہو اور یرقان پر بھی اسکی دلالت ہوتی
ہے ایک سیاہ پیشاب وہ ہوتا ہے جسکی سیاہی اقتم سے شروع ہوتی ہے اسکی دلالت
سودائے دموی پر ہوتی ہے اور ایک سیاہی سبزی اور نیلگون سے شروع ہوتی ہے
اسکی دلالت سودائے خالص پر ہوتی ہے بہرکیف سیاہ پیشاب یا تو شدت احتراق پر
دلالت کرتا ہے یا شدت برودت پر یا فنائے حرارت غریزی اور اُسکے پس پا ہونے پر
یا بحران پر جو واسطے فضول سوداوی کے دفع کرنے کے طبیعت سے واقع ہو احتراق
سے جو پیشاب سیاہ ہو اُسپر اسطرح استدلال کیا جاتا ہے کہ اُس بدن مین احتراق شدید موجود ہو

کلام شیخ

اور اس سے پہلے زرد اور سرخ پیشاب ہو چکا ہو اور ثفل پراگندہ ہو اور ہر جگہ پر برابر کم ہو اور
مجتمع اور یکجا نہو اور سیاہی مین کثرت نہو بلکہ مائل بزعفرانیت اور زردی اور قتمیت ہو - اگر
مائل بزردی ہو تو اکثر یرقان پر دلالت کریگا اور جو پیشاب برودت کی وجہ سے سیاہ ہو
اُسپر اسطرح استدلال کیا جاتا ہے کہ اس پیشاب سے پیشتر سبز یا تیرہ پیشاب ہو چکا ہو اور
ثفل تھوڑا اور یکجا ہو جیسے سوکھا ہوا ہے اور خلط سودا اس پیشاب مین خالص ہوتا ہے
اور کبھی ان دونون مزاجون کے پیشاب مین اسطرح فرق کیا جاتا ہے کہ اگر سیاہ پیشاب
مین بو بشدت ہو حرارت پر دلالت کریگا اور اگر کسی قسم کی بو نہو یا ہو مگر کم تو برودت پر دلالت
کریگا کیونکہ جب طبیعت کا زور گھٹ جاتا ہے اور تصرف کامل نہین کرسکتی تو پیشاب مین
مطلق بو نہین ہوتی اور سقوط قوت اصلی سے پیشاب کی سیاہی پر یون استدلال کیا کرتے
ہین کہ پیشاب کے بعد ہر وقت قوت گھٹتی جاتی ہے اور قوتون کی تحلیل بڑھتی جاتی ہے
دفع طبیعت اور بحران کے ذریعے سے اگر پیشاب سیاہ ہو وہ اسطرح ہے جیسے آخر مین
حماے ربع کے خواہ بوقت تحلیل یا نے امراض طحال اور وجع پشت اور رحم کے عام اس سے
کہ حمیات سوداوی نہاری ہون یا لیلی یا بوقت انحلال آفات جو رحم مین احتباس حیض سے
عارض ہون خواہ اُن چیزون کے احتباس سے جنکے جاری ہونے کی عادت مقعد
سے ہو خصوصًا ایسے اوقات مین اگر طبیعت یا صناعت طب اور ادرار پر اعانت کرے کہ
اُسوقت دفع بحرانی بخوبی ہوتا ہے اسیطرح دفع بحرانی سیاہ پیشاب سے اُن عورتون کو ہوتا ہے
جنکا حیض بند ہو گیا ہو اور طبیعت فضلۂ خون کو قبول نہ کرے اور قبول نکرنے کی شناخت
یہ ہے کہ سیاہ پیشاب سے پیشتر پیشاب مائی بلا نضج خارج ہو اور اس بحران کے بعد جو اوقات
مذکورۂ بالا مین لکھا گیا مرض مین خفت پیدا ہو جاتی ہے اور یہ پیشاب مقدار مین بہت
زیادہ ہوتا ہے اور اگر یہ باتین نہون تو سیاہ پیشاب ضرور علامت ردی ہے خصوصًا امراض
حادہ مین علی الخصوص اگر مقدار مین کم ہو - کیونکہ اسکی قلت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رطوبت
کو احتراق نے فنا کردیا ہے - جسقدر سیاہ پیشاب غلیظ ہوتا ہے اُسیقدر برا ہوتا ہے اور
جتنا رقیق ہو اُتنی ہی روائت کم ہوتی ہے کبھی پیشاب سیاہ یا احمر قانی اُسوقت ہوتا ہے

جبکہ سُرخ یا سیاہ شراب پی جاے اور طبیعت اُسمین مطلق تصرف نہ کرے کہ شراب بعینہ
براہ بول خارج ہوتی ہے لیکن اسمین کچھ خطرہ نہین ہے۔ اکثر سیاہ پیشاب امراض حادہ مین
بھی بحرانِ صالح کی دلیل ہوتا ہے۔ جیسے کسی مریض کا سیاہ پیشاب رقیق ہو اور اُسمین
مختلف اطراف کا تعلق پایا جائے تو یہ پیشاب اکثر درد سر اور بیداری اور گونگے پن اور
اختلاط عقل پر دلالت کرتا ہے خصوصاً اگر تھوڑا تھوڑا نکلے اور دیر مین پوری طرح سے
فراغت ہو اور بو اسکی تیز ہو اور اگر حمیات مین ایسا پیشاب خارج ہوا ہو تو اُسوقت اس
پیشاب کی دلالت درد سر اور اختلاط عقل پر زیادہ ہوگی اور اگر باوجود تپ کے بیداری اور
گونگاپن اور اختلاط عقل اور درد سر موجود ہو تو رُعاف آیندہ کی دلیل ہے۔ یہ بھی ممکن ہے
کہ سیاہ پیشاب سنگ گردہ کے سبب سے ہو۔ حکیم روفس نے کہا ہے کہ سیاہ پیشاب
امراض گردہ اور مثانہ مین بہتر ہے اور نیز اُن امراض مین جنکا ہیجان اور سوزش
اخلاط غلیظہ سے ہو اور سیاہ پیشاب امراض حادہ مین مہلک ہے مین کہتا ہون کہ سیاہ
پیشاب امراض گردہ اور مثانہ مین بھی ردی ہے اگر ان امراض کے ہمراہ احتراق شدید بھی
پایا جائے اُسوقت اور سب علامات مین تامل کرنا چاہیے۔ سیاہ پیشاب سن مشایخ کے
لائق اور مناسب نہین ہے اُن قواعد کی بنا پر جو اوپر معلوم ہو چکے اور اُسکا واقع ہونا بدون
سبب عظیم کے مشایخ مین اور اسی طرح عورتون مین ممکن نہین ہے۔ سیاہ پیشاب تعب
اور مشقت کے بعد تشنج یابس پر دلیل ہوتا ہے۔ بالجملہ سیاہ پیشاب ابتداے حمیات مین
قاتل ہے اور انتہاے حمیات مین بھی اگر اُسکے ہمراہ مرض مین خفت نہ ظاہر ہو مہلک ہے
اور بحران جید پر دلیل نہین ہے انتہیٰ) مین کہتا ہون رنگ کے اصول مین سے چوتھی
اصل سیاہ رنگ ہے مؤلف نے اسکے کئی سبب بیان کیے ہین ایک تو احتراق کا افراط سے
ہونا اور اسکی یہ صورت ہے کہ بدن مین حادّ اور تیز صفرا موجود ہو اور اُن اخلاط کو جلا دے
جو پیشاب کی مائیت مین ملے ہون اور جو چیز گرمی سے جل جاتی ہے اُسکے سیاہ ہوجانے کا
یہ سبب ہوتا ہے کہ اس جلے ہوے مین جو کچھ رطوبت باقی رہجاتی ہے اور جو اُسکو متفرق
ہوجانے اور بکھر جانے سے روکے رہتی ہے وہ اُسکے ظاہری سطح کی طرف متوجہ ہوجاتی ہے

اور ضو اُسمین نفوذ نہین کرسکتی اس سے وہ چیز سیاہ ہو جاتی ہے کیونکہ کثافت سیاہی کا سبب ہوتی ہے جیسے کہ کوئلہ سیاہ ہو جاتا ہے اور احتراق کے افراط سے جو سیاہی آتی ہے اُس کی علامت دو باتون مین سے ایک بات ہوتی ہے اول تو یہ کہ اُسمین زردی ہو اور کچھ زعفرانیت ہو دوسری علامت یہ ہے کہ اس سے پیشتر نہایت بدبودار یا سُرخ پیشاب ہو چکا ہو اور یہ ظاہر ہے کہ اِس قسم کی سیاہی کے ساتھ عضو کے سوراخ مین جلن اور بدن مین سوزش اور لپک ہوتی ہے اور سیاہی کا دوسرا سبب جم جانا ہے اسکی یہ صورت ہے کہ بدن مین کوئی بارد مادہ ہو جو ان اخلاط کو جماوے جو پیشاب مین ملے ہوے ہون اور اس سے پیشاب مین سیاہی اسلیے آجاتی ہے کہ سطح مین ملے اوپر اجزے گھٹ کر جسم کو کثیف کردیتے ہین اور کثافت سے سیاہی آجاتی ہے یہی وجہ ہے کہ جس پھل کو ٹھر پہونچ جاتی ہے وہ سیاہ ہو جاتا ہے اور جو سیاہی برودت سے آتی ہے اُسکی علامت دو باتون مین سے ایک بات ہوتی ہے اول تو یہ کہ اس سیاہی کے ساتھ بعد میلا پن ہو دوسری علامت یہ ہے کہ اس سے پیشتر سبز رنگ کا پیشاب آچکا ہو اسمین بو بالکل نہو یا ہو مگر ایسی جو برودت کی دلیل ہو جیسے کھٹی کھٹی بو اور تیسرا سبب سوداوی مادہ کا حرکت کرنا ہے اسکی یہ صورت ہے کہ مادہ سوداوی کو طبیعت بطریق تنقیہ یا بطریق بحران حرکت دے اور پیشاب کے راستے سے اُسکو نکال دے جیسے سوداوی بخارون اور تلی کے امراض مین ہوتا ہے اور اسکی علامت یہ ہے کہ بحران کے دن ایسا ہو اور اسکے بعد مرض مین تخفیف محسوس ہو اور دوسری علامت یہ ہے کہ اس سے پیشتر اس قسم کی علامتین ہو چکی ہون جو مادہ کے پختہ ہو جانے پر دلالت کرین کیونکہ قبل مادہ کے پختہ ہونیکے بحران کا واقع ہونا علی الخصوص پیشاب کے ساتھ بالکل محال ہے اور چوتھا سبب یہ ہے کہ کوئی ایسی چیز کھالیجائے جو رنگ پیدا کردینے والی ہو جیسے سیاہ شراب کا پینا بشرطیکہ طبیعت اُسمین اپنا کوئی تصرف نکرے اور بعینہ پیشاب کے ہمراہ نکلجائے اور طبیعت کا اُسمین تصرف نکرنا یا تو اسوجہ سے ہوتا ہے کہ جگر کی قوت جاتی رہی ہے اگر ایسا ہے تو یہ علامت ردی ہے اور یا اسکی یہ وجہ ہے کہ مقدار کفایت پر زیادہ ہے اسمین کسی قسم کا خطرہ نہین ہے کیونکہ اسکی دلالت اس بات پر ہے کہ طبیعت اُسکے دفع کردینے پر اچھی طرح قوی اور قادر ہے (یہ شیخ کے اُسی کلام کی تحقیق ہے جسکو ہم بیان کر آئے ہین اُسکے کلام پر اعتراض کرنا مقصود نہین ہے جیسا کہ بعضے ناواقف خیال کرتے ہین)

مؤلف کہتا ہے اور پانچواں رنگ سفید ہے اسکی ایک قسم تو سفید حقیقی ہے
(یہ وہ سفید ہے جسکی رنگت بینائی کو متفرق کرے) جیسے دودھ کی رنگت ہوتی ہے
اور یہ رنگ بلغم کے غلبہ پر دلالت کرتا ہے (جو پیشاب مین ملکر اپنا سا رنگ پیدا کر دے
اور یہ بات اُسوقت ہوتی ہے جبکہ قوام گاڑھا ہو کیونکہ جسطرح اسکے ملنے کے بعد
پیشاب کا رنگ سفید ہو جاتا ہے اسیطرح پیشاب کا قوام بھی گاڑھا ہو جاتا ہے)
اور برودت کے غلبہ پر دلالت کرتا ہے (کیونکہ یہ بلغم بارد ہی ہوتا ہے اور یہ ممکن نہین
کہ یہ حقیقی بیاض ایسی عارضی گرمی کے ساتھ ہو جو بلغم پر غالب آکر اُسے گھلا دے
کیونکہ اگر یہ حرارت بلغم کو پگھلائیگی تو ضرور ہے کہ قارورہ کے رنگ کو بھی حقیقی بیاض
سے متغیر کر دے) یا پیشاب کی سفیدی چربی اور رواز کے پگھلنے پر دلالت کرتی ہے
(یعنی کوئی قوی حرارت ان دونون کو گھلادے اور اِسمین اور بلغمی مین یہ فرق ہوتا ہے
کہ یہ قارورہ مین جمجاتی ہے اور اسکے ساتھ ایسی علامتین ہوتی ہین جنکی دلالت حرارت
کے غلبہ پر ہوتی ہے بخلاف بلغمی کے اور چربی اور روازہ والے پیشاب مین یہ فرق ہے
کہ چربی والا پیشاب رواز والے کے اعتبار سے جمجانے مین جلدی کرتا ہے کیونکہ
چربی رواز سے سخت اور مائیت مین کم ہوتی ہے) اور یا سفیدی اصلی اعضا کے پگھلنے
پر دلالت کرتی ہے (کیونکہ اعضاے اصلیہ کل نہایت سفید ہین) جس طرح پر اخیر دق
مین ہوا کرتا ہے (جب دق مین حرارت اور سب رطوبتون کو فنا کر چکتی ہے تو اُس
رطوبت کی طرف متوجہ ہوتی ہے جس سے اصلی اعضا کی بندش اور گرفت ہے ۔
اس مرض کی ابتدا اور انتہا بالکل اسطرح پر ہوتی ہے جسطرح چراغ مین تیل بھر کر رکھدیا
جائے کہ اصلی گرمی اُس تیل کو جلاتی رہتی ہے جبتک وہ باقی رہے جب تیل
ہو چکتا ہے تو اُس تلچھٹ کی طرف متوجہ ہوتی ہے جو چراغ کے اندر بچی کھچی
رہگئی ہے جب وہ بھی ہو چکتی ہے تو بتی کو جلاکر خاک سیاہ کر دیتی ہے اور یہ انتہائی زمانہ ہے
اعاذنا اللہ منھ) اور اُسکی ایک قسم شف (شفاف) ہے (اور اسکی دو نوعین ہین ایک تو
وہ جسکا کوئی رنگ ہی نہو جیسے ہوا اور آگ وغیرہ کہ یہ نظر کو اپنے ماورا سے بالکل نہین روکتی

لیکن خود نہین نظر آتی اسکے اوپر ابیض کا اطلاق نہین ہوتا نہ حقیقۃً نہ مجازاً (دوسری نوع وہ ہے جسمین کچھ یونہین سا رنگ ہو لیکن کمی کی وجہ سے نظر نہ آئے جیسے صاف پانی اور کانچ اور بلور وغیرہ) اسپر مجازاً ابیض کا اطلاق کیا جاتا ہے (کیونکہ اسمین گو رنگ ہے مگر اسقدر کم ہے کہ محسوس نہین ہوتا) اور اس ابیض کی دلالت یا تو اسپر ہوتی ہے کہ طبیعت نے پانی مین کسی قسم کا تصرف نہین کیا ہے (کیونکہ اگر یہ طبیعت اسمین اپنا تصرف کرتی تو ضرور ہضم حاصل ہوتا اور اُسکے فضلے پانی کے ساتھ دفع ہوتے اور اسمین رنگ اور قوام پیدا ہوتا اور اس شفافی پر نرہتا جسپر اسوقت ہے) اور یہ رنگ ردی ہے اور نضج سے مایوس کرنے والا ہے (اور ٹھنڈک پر دلالت کرنے والا ہے) اور یا یہ سفید رنگ سُدّون پر دلالت کیا کرتا ہے جو مائیت کی رنگ دینے والی چیز کے نفوذ کو مانع ہوتے ہین (کیونکہ رنگدینے والی چیز کا قوام مائیت کے قوام سے گاڑھا ہوتا ہے اسلیے وہ اُن مجرون مین جنمین سدّے رُکے ہوے ہین نفوذ نہین کرسکتی) اور یہ بھی ہے کہ جسقدر سدّے قوی ہونگے اُسیقدر رنگ مین صفائی اور شفافی اور رقت زیادہ ہوگی شیخ نے قانون مین لکھا ہے بول سفید سے دو معنی سمجھے جاتے ہین ایک یہ کہ صاف اور شفاف ہو اسلیے کہ عوام الناس شفاف کو بھی ابیض ہی کہا کرتے ہین جیسے صاف شیشہ یا صاف بلور کہ اُسکو سفید کہتے ہین دوسرے حقیقت مین سفید جسکا رنگ مفرق بصر ہو جیسے دودھ اور کاغذ اور یہ ابیض شفاف نہین ہوتا کہ اسمین بصر نفوذ کرے اسلیے کہ شفاف حقیقت مین جمیع اقسام الوان کے معدوم ہونے کو کہتے ہین اگر بول سفید بمعنی شفاف ہو برودت زائد پر دلالت کریگا اور اس بات پر کہ نضج اخلاط سے یاس ہے اور اگر بول شفاف غلیظ ہو بلغم پر دلالت کریگا بول ابیض حقیقی بغیر غلظ کے نہین ہوتا اسکے بعض اقسام کی سفیدی مثل مخاط کے ہوتی ہے اور یہ کثرت بلغم خام پر دلالت کرتی ہے اور بعض اقسام کی سفیدی شل دسم کے ہوتی ہے یعنی اُس چکنائی کے مشابہ جو انسان کے بدن مین ہے [آب مینج] اور یہ رنگ چربی کے گھلنے پر دلالت کرتا ہے اور بعض اقسام کی سفیدی فقاعی یعنی برنگ بوزہ ہوتی ہے مگر رقیق القوام یہ بول قروح ریناک اور آفات مجاری بول پر دلالت کرتا ہے اور بعض اقسام کی سفیدی برنگ منی ہوتی ہے اور بیشتر بحران اورام بلغمیہ اور ترہل احشا

[چاولون کا بنتا ہے اور نشہ لاتا ہے ۱۲]

اور اُن امراض پر جو بلغم زجاجی سے پیدا ہوتے ہین دلالت کرتا ہے اور جسوقت بول مشابہ منی
کے بسبیل بحران اور بوجہ اورام بلغمیہ کے نہو بلکہ ابتداءً پیدا ہو منذر بہ سکتہ یا فالج ہوتا ہے بول
رصاصی رنگ کا جسمین رسوب نہو بہت بُرا ہے اور صاف تبنی امراض حادہ مین مہلک ہے
اور سفیدی پیشاب کی امراض حادہ مین کسی قسم کی ہو بعد رنگین بول کے اس بات پر دلالت
کرتی ہے کہ خلط صفراوی کا میلان عضو متورم یا اسہال کی طرف ہوا ہے اور اکثر یہ میلان
بطرف سر کے ہوتا ہے اسیطرح جسوقت بول حمیات مین رقیق نکلتا ہو اور دفعۃً سفید
ہوجائے اختلاط عقل پر دلالت کرتا ہے جو عنقریب ہونے والا ہے جسوقت پیشاب
حالت صحت مین سفید ہوتا ہو عدم نضج پر دلیل ہوگا اور چربی کے رنگ کا پیشاب جو روغن
زیتون کے مشابہ ہو حمیات حادہ مین موت کی خبر دیتا ہے یا دق کی یہ بھی جاننا ضرور
ہے کہ کبھی پیشاب سفید ہوتا ہے اور مزاج گرم صفراوی ہوتا ہے یا بول سرخ ہوتا ہے
اور مزاج بارد بلغمی ہوتا ہے اسواسطے کہ جسوقت صفرا مجری بول سے نکلجاتا ہے اور
بول سے مختلط نہین ہوتا تو بول سفید رنگ باقی رہجاتا ہے پس ضرور بول سفید کی کیفیت مین
تامل کرنا چاہیے پس اگر اسکی رطوبت چمکتی ہو اور ثفل بہت اور گاڑھا ہو اور قوام بول کا مائل
بطرف غلاظت کے ہو سمجھ لینا چاہیے کہ یہ بیاض برودت اور بلغم سے پیدا ہوئی ہے اور
اگر رنگ چمکتا ہوا نہو اور نہ ثفل مین کثرت ہو اور مشابہ صیقل کی ہوئی چیز کے ہو مجتمع الاجزاء
اور نہ سفیدی مائل بہ تیرگی ہو جاننا چاہیے کہ یہ سفیدی بوجہ پوشیدہ ہونے خلط صفراوی
کے کسی دوسرے مقام پر ہے یعنی صفرا بول سے الگ ہوکر بدن کے کسی مقام مین پوشیدہ
ہو رہا ہے اگر بول مرض حاد مین سفید ہو اور اس مقام پر دلائل سلامت کے موجود ہون
جنکے ذریعہ سے خوف سرسام وغیرہ کا نہو سکے جاننا چاہیے کہ مادۂ حادہ کسی اور مجرے کیطرف
مائل ہوا ہے اور امعا مین ایسے وقت سحج یعنی خراش پیدا ہوگا امراض باردہ مین سرخ
بول ہونے کا سبب چند امور مین منحصر ہے یا بجہت شدت درد کے جس سے تحلیل صفرا کی
ہوئی ہے جیسے قولنج باردہ مین ہوتا ہے یا کوئی سدہ بلغمی جو اس مجرا مین پڑجاتا ہے جو
درمیان مرارہ اور امعا کے واقع ہے پس انصباب صفرا کا امعا کی طرف طبعی اور عادی

نہین ہوتا بلکہ باضطرار ہمراہی بول اور اُسکے ساتھ نکلنے پر آمادہ ہوتا ہے جیسا کہ قولنج بارد مین
کبھی ایسا بھی اتفاق ہوتا ہے یا بجہت جگر کے اور اسکی قوت کم ہونیسے کہ درمیان مائیت
اور خون کے تمیز کر سکے بول سرخ ہوتا ہے جیسے استسقاے بارد مین اور اُن امراض مین جو
اکثر ضعف جگر سے پیدا ہوتے ہین مگر یہ بول غسالہ گوشت تازہ کے مشابہ ہوتا ہے
یا بسبب اُس احتقان کے جو سدہ سے پیدا ہوتا ہے پس بلغم کے رنگ کو رگون کے اندر
عفونت لاحقہ کی وجہ سے بدل دیتا ہے شناخت اسکی یہ ہے کہ اس بول کی مائیت اور
ثقل بموجب اوصاف مذکورہ بالا کے ہوتی ہے اسکے بعد اُسکا رنگ ضعیف ہوجاتا ہے
اور چمک نہین رہتی آورہ صفراوی بول کا رنگ اکثر چمکتا ہوا ہوتا ہے اور اکثر ایسی صورت مین
پہلے بول سفید ہوتا ہے اُسکے بعد سیاہ اور بدبودار ہوجاتا ہے جیسے یرقان مین کھانا کھانے
کے بعد بول سفید ہوتا ہے اور ایسا ہی رہتا ہے یہان تک کہ ہضم شروع ہو اُسکے بعد
رنگ آنا شروع ہوجاتا ہے اسی لیے جنکو بیداری کی بیماری ہوتی ہے اُنکا بول سفید
ہوتا ہے اور اس رنگ کی اعانت حار غریزی کی تحلیل کرتی ہے لیکن اُسمین چمک
نہین ہوتی بلکہ مائل بہ کدورت ہوتا ہے بجہت نضج نہونیکے اور سرخ رنگ کا بول امراض
حادہ مین بول مائی سے افضل ہے اور بعض بنظر اپنے قوام کے بھی مائی سے بہتر ہے
اور سرخ برنگ خون بخوفی مین بنسبت احمر صفراوی کے زیادہ ہے اور احمر صفراوی بھی اسقدر
خوفناک نہین ہے اگر صفرا ساکن ہو اور مخوف ہے اگر صفرا متحرک ہو تو بول احمر امراض گردہ مین
ردی ہے اسلیے کہ وہ اکثر ورم گرم پر دلالت کرتا ہے اور سر کے درد مین اختلاط عقل سے
خبر دیتا ہے جسوقت امراض حادہ مین بول سرخ برآمد ہونا شروع ہوا اور اُسیطرح باقی رہے
اور اُسمین رسوب نہو خوف ہلاک ہوگا اور ورم گردہ پر دلالت کریگا اور اگر باوجود سرخی کے
کدورت ہو اور اُسیطرح باقی رہے ورم جگر اور ضعف حرارت غریزی پر دلالت کریگا بول کے
الوان مین چند لوان مرکب ہین ازانجملہ بول غسالی ہے جو تازہ گوشت کے دھوون کے
مشابہ ہو اور اُس خون کے مشابہ جسمین پانی ملا دیا جائے اور کبھی بوجہ ضعف جگر کے ہوتا ہے
اور کبھی بوجہ کثرت خون کے مگر اکثر ضعف جگر ہی سے ہوتا ہے اور اس ضعف جگر پر ضعف قو

اور انحلال اسی قوت کا دلالت کرتا ہے پھر اگر قوت قوی ہو بیشک یہ بول کثرت خون سے
ہوگا اور خون مین زیادتی اُس مقدار سے بڑھجائیگی جتنی مقدار تک قوت ممیزہ تمیز کامل
مائیت سے کر سکے اور منجملہ الوان مرکب کے زیتی ہے اور یہ وہ وردی ہے جسمین دہنیت یعنی
چکنائی کی آمیزش ہو اور یہ رنگ مشابہ روغن زیتون کے ہوتا ہے اور کسی قدر شفاف
چمکتا ہوا ہوتا ہے جس مین چکنائی کی چمک ہوتی ہے اور قوام اسکا شفاف مائل
بغلاظت ہوتا ہے اور اکثر احوال مین یہ بول شر پر دلالت کرتا ہے اور بہتری اور نضج اور صلاح
حال پر دلالت نہین کرتا اور کبھی بندرت استفراغ مواد دموی پر جسمین وسوست ہو بسبیل بحران
دلالت کرتا ہے یہ بات اُسوقت ہوتی ہے جب اُس بول کے بعد راحت پیدا ہو اور مہلک
اس قسم مین وہ بول ہے جسمین دسومت کے ساتھ بدبو ہو خصوصًا جب تھوڑا تھوڑا ہو اور جب
اس بول مین کوئی چیز مشابہ غسالۂ گوشت تازہ کے ملتی ہو نہایت ردی ہے اور یہ بول اکثر استسقائ
اور سل اور قولنج ردی مین ہوتا ہے اور اکثر بول سیاہ کے بعد بول زیتی ہوتا ہے جسوقت بول
سیاہ مقدم ہو اُسوقت یہ بول صلاح کی علامت ہوتا ہے اور بیشتر بول زیتی چوتھے دن مرض کے
اسپر دلالت کرتا ہے کہ مریض ساتوین دن مرجائیگا بشرطیکہ وہ مرض امراض حادہ مین سے ہو
بالجملہ بول زیتی کی تین قسمین ہین تمام مقدار اسکی چکنی ہو نیچے کے اجزا چکنے ہون یا اوپر کی
سطح چکنی ہو **ایضًا** یا بول زیتی رنگ مین مثل روغن زیتون کے ہو جیسے مرض سل مین خصوصًا
ابتدائے سل مین یا فقط قوام مین زیتی ہو یا دونون مین جیسے امراض گردہ مین یا کمال
شدت اور آخر درجہ سل مین ہو اور منجملہ الوان مرکب کے ایک رنگ ارغوانی ہے کہ وہ ردی اور
قتال ہے اسلیے کہ دلالت کرتا ہے کہ مرۂ سودا اور مرۂ صفرا کا احتراق ہوگیا ہے کبھی سرخ
رنگ ایسا ہوتا ہے کہ اُسمین سیاہی کی آمیزش ہوتی ہے اس بول کی دلالت حمیات
مرکبہ پر اور اُن حمیات پر جو اخلاط غلیظہ سے پیدا ہون ہوتی ہے - پھر اگر سیاہی مین صفائی
آتی جائے اسطرح پر کہ سیاہی بول کی اوپر چڑھتی جائے اور نیچے سے صاف ہوتا جائے
ذات الجنب پر دلالت کریگا انتہیٰ کلامہ) **مین کہتا ہون** رنگ کی اصلون مین سے
پانچوین اصل سفید رنگ ہے مؤلف نے اسکی دو قسمین لکھی ہین ایک تو وہ رنگ جس سے بینائی

متفرق ہو جیسے دودھ اور کاغذ کا رنگ ہوتا ہے (کہ غایت تیزی کی وجہ سے اُسپر نظر اچھی طرح نہین جمتی) اور یہ رنگ شفاف نہین ہوتا اور نہ اُسمین نظر نفوذ کر سکتی ہے یعنی یہ رنگ کاغذ کے پیچھے کی چیز کو دیکھنے سے روک دیتا ہے اس رنگ پر سفید کا اطلاق حقیقی ہے اور جب پیشاب مین یہ رنگ ہوتا ہے تو پیشاب گاڑھا بھی ضرور ہوتا ہے اور یہ یا تو بلغم اور برودت کے غلبہ پر دلالت کرتا ہے بلغم پر تو اسواسطے کہ بلغم مین خامی اور چپکاہٹ اور گاڑھاپن ہوتا ہے کہ پیشاب مین ملکر یہ رنگ پیدا کر دیتا ہے اور برودت پر اسلیے کہ اس بلغم سے برودت جدا نہین ہو سکتی اور یا اسپر دلالت کرتا ہے کہ کوئی چیز گھل کر اسمین ملگئی ہے اور پگھلنے والی چیز یا تو چربی اور رواز ہے اسکی تو یہ علامت ہے کہ بول مین سفیدی کے ساتھ دسومت یعنی چکنائی بھی شامل ہو اور اسکا سبب قوی حرارت ہے جو بدن کی چکنائیون کو گھلا ڈالتی ہے اور یہ گھلنے والی چیز (یعنی چربی اور رواز) قارورہ کی تہ مین جم جاتی ہے اور یا پگھلنے والی چیز اصلی اعضا ہون گے کیونکہ یہ شدت سے سفید ہین اور ایسا دق کے آخر مین ہوتا ہے اسکی علامت بدن کی بیحد لاغری ہے جسکا لازمی نتیجہ ہلاکت ہے محمد بن زکریا نے لکھا ہے کہ اس پیشاب کے ساتھ سخت بدبو ہوتی ہے اور اسکا سبب حرارت کی افراط ہے اور سفید کی دوسری قسم شفاف ہے جاننا چاہیے کہ شفاف کی دو قسمین ہین پہلی قسم تو وہ ہے جسمین کسی قسم کی رنگت نہو جیسے ہوا اور فلکی اجرام ہین اس قسم کا شفاف اپنے پرے کی چیزون سے نظر کو بالکل نہین روکا کرتا (بلکہ نظر اُسکو پھاڑتی ہوئی باہر نکلجاتی ہے) اور شفاف کی دوسری قسم وہ ہے جسمین کچھ یونہی سا رنگ ہو جیسے صاف پانی یہ قسم بھی نظر کو زیادہ نہین روکتی (بلکہ پار ہونے دیتی ہے) پہلی قسم کو تو سفید کہا ہی نہین جاتا کیونکہ اسمین تو تمام رنگتون کا عدم ہے ہان اسکی دوسری قسم کو سفید کہا جاتا ہے لیکن مجازاً کیونکہ اسکے لیے فی نفسہ کوئی رنگت ہے یہی وجہ ہے کہ یہ قسم نظر آتی ہے بخلاف ہوا کے کہ یہ نظر ہی نہین آتی (اسی طرح فلکی اجرام بھی نظر نہین آتے اگر کوئی کہے کہ آسمان نظر آتا ہے تو اسکا یہ جواب ہے کہ جو رنگت نظر آتی ہے یہ آسمان کی اصلی رنگت نہین ہے بلکہ عارضی ہے جیسا کہ علم ریاضی سے معلوم ہوتا ہے) اور شفاف کی دوسری قسم سے شعاع منعکس ہوتی ہے اور ہوا سے نہین منعکس ہوتی اور مجازی

یہ لفظ دہلی کے اطراف مین بولا جاتا ہے اسکے معنے ہین اسطرف ۱۲

یہ وجہ ہے کہ جب اس قسم کا شفاف جم جائے یا چھوٹے چھوٹے اجزا کی طرف متفرق کردیا جائے کہ اس وجہ سے اُسکی سطحین تلے اوپر بہت سی ہو جائین تو سفید نظر آئیگا تکاثف کی یہ صورت ہے کہ مثلاً پانی جم جائے اور اجزا کے متفرق ہو جانے کی یہ صورت ہے کہ مثلاً پانی مین جھاگ پیدا ہو جائین یا مثلاً کانچ کو گھسا جائے۔ اور لوگون کا ایسا گمان ہے کہ پانی اور کانچ مین درحقیقت سفیدی موجود ہے کہ اُسکو تکاثف اور تفرق ظاہر کر دیتا ہے اور پیشاب مین اس قسم کی سفیدی کا ہونا یا تو اس بات پر دلالت کیا کرتا ہے کہ طبیعت نے پانی مین کسی قسم کا تصرف نہین کیا کیونکہ پانی بھی اسیطرح کا سفید ہے اور یہ رنگ ردی ہے اور اخلاط کے نضج سے ناامید کرنے والا ہے کیونکہ اسکی دلالت اس امر پر ہوتی ہے کہ جگر کی حالت نہایت خراب ہے اور برودت کے غالب آجانے سے اُسکی قوتِ ہضم بالکل باطل ہوگئی ہے کیونکہ اگر ہضم کی قوت ہوتی تو ہضم کبدی کے فضلون مین سے کوئی نہ کوئی فضلہ اسمین ضرور ملا ہوتا اور اُسکے ملنے سے اسمین کوئی نہ کوئی رنگت ضرور پیدا ہوتی اور یہ جو ہمنے کہا کہ جگر کی قوت ہضم برودت کے غالب آجانے سے باطل ہوئی ہے اسکی یہ وجہ ہے کہ اگر یہ بطلان گرمی کی وجہ سے ہوتا تو یہ گرمی قارورہ کو زرد بنا دیتی حالانکہ ہمنے اُسکو سفید فرض کیا ہے یہ خلاف فرض ہے۔ (میرا جہانتک خیال ہے یہ وجہ ٹھیک نہین ہے کیونکہ قارورہ مین جو زردی پیدا ہوتی ہے اُسکا منشاء یہ ہوتا ہے کہ اسمین صفرا ملجاتا ہے گو صفرا فی نفسہ گرم سہی رہی محض حرارت وہ قارورہ مین بلا اختلاط صفرا زردی نہین پیدا کرسکتی اور یہ فرض کرلیا گیا ہے کہ اس قارورہ مین جگر سے کوئی خلط یا کوئی فضلہ نہین ملا پھر محض خارجی حرارت سے قارورہ زرد کسطرح ہوسکتا ہے) اور جب برودت کی وجہ سے ہضم باطل ہوگیا تو اخلاط کے نضج سے بھی پوری ناامیدی اور مایوسی ہوگئی اور یا اس قسم کی سفیدی اس بات پر دلالت کیا کرتی ہے کہ مجرائے بول مین کوئی سدہ رُک گیا ہے جسنے مائیت مین کسی رنگنے والی چیز کے نفوذ کرنے سے منع کردیا ہے اس وجہ سے پیشاب بالکل پانی کی رنگت کا خارج ہوا ہے اور یہ ظاہر ہے۔ **مؤلف کہتا ہے** دلیلون مین کی دوسری جنس پیشاب کا قوام ہے پس رقیق قوام (رقیق ایک

بہتا ہوا جسم ہوتا ہے جسکا پھٹ جانا آسان ہو اور جب حرکت دے کر اُسے متموج کردین تو اُسکے لہرائے ہوے اجزا چھوٹے ہو جائین اور اُن اجزا کی حرکت سریع اور تیز ہو) نضج نہونے کی علامت ہے (خواہ صحت مین ہو خواہ مرض مین کیونکہ جب مائیت جگر اور رگون مین خلطون کے ساتھ طبخ پاتی ہے تو بالضرور اس طبخ سے اُسمین ایک طرح کا قوام پیدا ہوجاتا ہے کیونکہ اُسکے رقیق اجزا اُسمین چھنٹ جاتے ہین اور اس لیے کہ پختہ اخلاط مین سے اُسمین کوئی خلط نہین ملتا اب اگر محض رقیق ہوگا تو ضرور خام ہوگا) خصوصًا بچون مین (کہ پتلا پیشاب بچون مین نضج نہونے پر زیادہ دلالت کرتا ہے) اور رقیق پیشاب بچون مین نہایت ردی ہوتا ہے کیونکہ انکا طبعی پیشاب غلیظ اور گاڑھا ہوتا ہے (کیونکہ فضلیہ خام رطوبتین انکے بدنون مین بہت ہوا کرتی ہین کیونکہ یہ کثرت سے کھاتے رہتے ہین اور کھانے مین بے ترتیبی کرتے رہتے ہین اور کھانا کھانے پر حرکتین بہت کرتے رہتے ہین پس یہ فضلیہ رطوبتین پیشاب کے ساتھ دفع ہوتی ہین اور پیشاب گاڑھا ہوجاتا ہے اور دوسری وجہ یہ بھی ہو کہ بچون کے بدن اپنے بڑھنے کی خاطر رطوبتونکو اپنی طرف کھینچا کرتے ہین اسلیے مائی رطوبتین انکے پیشاب مین کم ہوا کرتی ہین اور مائیت کے کم ملنے سے پیشاب گاڑھا ہوتا ہے اور جب اُنکا پیشاب رقیق ہوگا تو یہ اپنی طبعی حالت سے بہت دور جا پڑینگے اور یہ بات بغیر اسکے نہین ہوتی کہ کوئی قوی سبب طبیعت پر ایسا غالب آگیا ہے جسنے طبیعت کے مقتضی پر بھی تسلط کرلیا ہے اور اُسکی ضد کو پیدا کردیا ہے اور مریض کی طبیعت کی مضاد حالت کا پیدا ہوجانا یہ اُسکی مناسب حالت کے پیدا ہونے سے بڑھکر ردی ہوتا ہے) اور یا یہ رقیق پیشاب سدون کی علامت ہوتا ہے (مجاری بول اور رگون مین غلیظ اجزا رُک رہتے ہین اور رقیق مائی جزء اُنسے گذر کر جاتے ہین اور سدون کے مقام کے نزدیک گرانی اور کھنچاوٹ کا ہونا سدے ہونے پر دلالت کرتا ہے کیونکہ وہان بہت سا مادہ جسکی شان سے ان مجرون مین نفوذ کرنا ہے بند ہوجاتا ہے) یا بہت سا پانی پینے کی علامت ہے (پس پیشاب کے جو اجزا پیشاب کے قوام کو گاڑھا کرنے والے اور تعدیل پیدا کرنے والے ہوتے ہین اُنپر مائیت غالب آجاتی ہے اسوجہ سے یہ اجزا قوام کے گاڑھا کرنے اور معتدل کرنے سے عاجز آجاتے ہین اور اس امر پر پیشاب کی کثرت اور پہلے پانی کا بہت پینا دلالت کرتا ہے)

اور غلیظ القوام پیشاب (غلیظ وہ بہتا جسم ہے جسکا پھٹنا متعذر ہوتا ہے اور اسکی لہرین حرکت دینے کے وقت بڑی بڑی اور حرکت مین سُست ہوا کرتی ہین) یا تو اسمین گاڑھاپن نضج کے نہونے سے ہوتا ہے (کیونکہ پیشاب کا قوام صرف اسوجہ سے گاڑھا ہوا کرتا ہے کہ نہایت گاڑھے فضلون مین مائیت ملجاتی ہے اور یہ بات فقط نضج کے نہونے کے وقت ہوا کرتی ہے کیونکہ جب نضج کامل ہوگا قوام بھی معتدل ہوگا اور یہ نہین ہوسکتا کہ گاڑھاپن رقیق فضلون کے سبب سے ہو کیونکہ جب یہ فضلے خود ہی رقیق ہین تو مائیت کے ملجانے کے بعد انکا کیا حال ہوگا) یا نہایت غلیظ خلط کے پکجانیکی علامت ہے (کیونکہ جب نہایت غلیظ خلط پکجائیگا تو اُسکا غلظ کم ہوجائیگا کیونکہ نضج اُسکو اعتدال کے قریب کردیگا یہ نہین کہ اسکو بالکل معتدل حقیقی بنادے) اور ان دونون مین (یعنی اُس غلیظ مین جو نضج کے نہونیکی علامت ہے اور اُس غلیظ مین جو گاڑھے خلط کے نضج کی علامت ہے) افراط غلظ کے اعتبار سے فرق کیا جاتا ہے جو اُس گاڑھے پر مقدم ہوتا ہے جو نضج کی وجہ سے گاڑھا ہوجائے (مطلب یہ ہے کہ اس گاڑھے مین اگلا پیشاب افراط سے گاڑھا ہوتا ہے پھر اسکے بعد اُسکی غلظت گھٹ جاتی ہے اور نضج کے ہوجانے سے وہ گاڑھا رہجاتا ہے اور جو پیشاب نضج کے نہونے سے گاڑھا ہوتا ہے اُس سے پیشتر جو پیشاب ہوتا ہے وہ افراط سے گاڑھا نہین ہوتا) اور پیشاب کے قوام کا معتدل ہونا یہ نضج کی علامت ہے (کیونکہ مادہ کا پختہ ہوجانا اس سے عبارۃ ہے کہ مادہ استفراغ اور دفع کا مستعد ہوجائے اور یہ استعداد قوام کے اعتدال ہی سے حاصل ہوتی ہے اسلیے کہ گاڑھا ہونا اور پتلا ہونا یہ دونون دفع کے آسان ہونے کے مانع ہوتے ہین گاڑھا تو اسلیے کہ وہ اثر کو مشکل سے قبول کرتا ہے اور اس سے مجرے تنگ ہوجاتے ہین اور رقت کے مانع ہونے کا یہ سبب ہے کہ رقیق چیز کا یہ کام ہے کہ اُس عضو کے خولون مین چلی جاتی ہے جنمین رُکی ہوئی ہے اور عضو اُسکو پی لیا کرتا ہے لہذا اُسکا نکلنا اور دفع ہونا دشوار ہوجاتا ہے اور جو قوام مین معتدل ہے اُسمین ان دونون باتون مین سے کوئی بات نہین ہوتی لہذا اُسکا استفراغ آسانی کے ساتھ ہوگا شیخ نے قانون مین لکھا ہے کہ قوام بول کا غلیظ ہوتا ہے یا رقیق یا معتدل بہت رقیق عدم نضج پر بہر حال مین

دلالت کرتا ہے مرض کے اوقات اربعہ مین سے کوئی وقت کیون نہو اور اسی طرح بول
رقیق عروق کے سدون پر خواہ ضعف گردہ خواہ ضعف مجاری بول پر دلالت کیا کرتا ہے
اگر ضعف قوت جاذبہ مین ہے تو سواے مقدار رقیق کے غلیظ کا جذب نہین ہوتا اور اگر قوت
دافعہ مین ضعف ہے تو فقط رقیق کو جو دفع پر مطیع ہو خارج کریگی ایضًا بول رقیق بکثرت پانی
پینے پر دلالت کرتا ہے اور ایسے مزاج پر جسمین برودت شدید ہو اور اُسکے ساتھ یبوست ہو
اور امراض حادہ مین بول رقیق ضعف قوت ہاضمہ پر دلالت کرتا ہے اور عدم نضج اکثر تمام قوتون
کے ضعف پر دلالت کرتا ہے کہ آب مشروب مین کسی طرح کا تصرف طبیعت نہین کرتی ہے
بلکہ جیسا پانی پیا جاتا ہے ویسا ہی مجاری بول سے پھسلکر نکل آتا ہے ایسا بول رقیق بچون
مین نہایت ردی ہے بہ نسبت جوانون کے اسلیے کہ لڑکون کا بول طبعی بہ نسبت جوانون
کے غلیظ تر ہوتا ہے کہ اُنکے مزاج مین رطوبت غالب ہوتی ہے اور اُنکے بدن رطوبت کو
زیادہ جذب کرتے ہین اسواسطے کہ اُنکے بدنون مین نمو زیادہ ہوتا ہے پس زیادہ مادہ کی اُنکو
حاجت ہے جسوقت انکا بول حمیات حادہ مین بہت رقیق ہو جائے لڑکے اپنے حال
طبعی سے بہت زیادہ بعید ہونگے اور اس کیفیت کا لڑکون مین ہمیشہ رہنا ہلاکت پر دلالت
کیا کرتا ہے مگر یہ کہ اسکے ہمراہ علامات صالحہ اور قوت موجود ہو اسوقت بول رقیق لڑکون مین
ایک خراج پر جو آیندہ ہونے والا ہے دلالت کریگا خصوصًا ناحیہ جگر کے نیچے۔ اسی طرح اگر
ایسا بول صحیح اور تندرست آدمی کو ہمیشہ ہوا کرے اور اُسکی کیفیت اُنمین نہ بدلے تو ایک ورم
پر دلالت کریگا اُس مقام پر جہان اُنکو درد محسوس ہوتا ہو۔ اور اکثر ایسے لوگ رقت بول
کے استمرار کے ساتھ گردہ یا تھیگاہ کا درد احساس کیا کرتے ہین پس معلوم ہوگا کہ گردہ اور
تھیگاہ کا وہ مقام ورم کے لیے مستعد ہے اور اگر درد یا گرانی کسی خاص مقام مین نہو بلکہ
تمام بدن مین ہو بثورا اور جدری اور ایسے اورام پر جو تمام بدن کو شامل ہین دلالت کریگا۔
پھوڑے پھنسی ۱۲ چیچک ۱۲
بحران کے وقت بول کی رقت بلاتدریج اور آہستگی کے یعنی دفعۃً نکس مرض کی خبر دیتی ہے
بول کا بعد سے غلیظ ہونا اکثر حالات مین عدم نضج پر دلالت کیا کرتا ہے اور کمتر حالات مین
اُن اخلاط کے نضج پر دلالت کرتا ہے جنکا قوام غلیظ ہو۔ اور حمیات خلطی کے منتہے خواہ

اور ام خلطی کے شگافتہ ہونے کے وقت ایسا بول ہوتا ہے امراض حادہ مین ایسے بول کا
ہونا اکثر برائی پر دلالت کرتا ہے اور ہمیشہ ایسے بول کا ہونا شر پر زیادہ دلالت کرتا ہے اسلیے
کہ بول غلیظ پھر کسیقدر ہضم پر دلالت کیا کرتا ہے اور وہ ہضم ایسا ہے کہ بول کے قوام کو کسی قدر
درست کرتا ہے پس اس معنی کر کہ اس بول کو ہضم پر اور قوت دافعہ کے دفع مین مستقل ہونے پر
دلالت کرتا ہے امید فلاح ہوسکتی ہے اور باین نظر کہ غلظ قوام سے فساد مادہ اور کثرت مادہ
اور نضج سے مانع ہونے پر دلالت ہوتی ہے شر پر دلالت کرتا ہے اور ان دونون باتون
یعنی صلاح اور شر پر اس طرح پر استدلال کیا جاتا ہے کہ اگر بول کے بعد راحت پیدا ہو تو بول
کا غلیظ ہونا بوجہ ہضم کے ہے اور اگر ضعف زیادہ ہو جاوے تو غلاظت بول کی بجہت فساد
اور کثرت مادہ کے ہوگی اسلم بول غلیظ حمیات مین وہی ہے جو بکثرت یکبارگی دفع ہو اور
اگر تھوڑا تھوڑا دفع ہو دلیل کثرت اخلاط اور ضعف قوت پر ہوتا ہے انفع بول غلیظ کی وہ
قسم ہے جسکے بعد بول معتدل ہمراہ راحت مریض کے خارج ہو۔ اگر بول رقیق امراض حادہ
مین غلیظ ہو جائے اور مریض کو اُسکے بعد راحت نہ حاصل ہو تو اخلاط یا اعضا کے پگھلنے پر
دلالت کریگا۔ صحیح آدمی کی جسوقت یہ کیفیت ہو کہ بول غلیظ ہمیشہ جاری رہے اور کسی قسم کا درد
اطراف سر مین یا ہڈی وغیرہ کا ٹوٹنا محسوس ہو تو اسکو تپ پر دلالت ہوگی اور بیشتر یہ بات
صحیح آدمی مین زیادہ دفع ہونے فضول سے بطریق بحران کے یا بجہت پیرجانے زخمون
کے اطراف مجاری بول مین پیدا ہوتی ہے۔ رقت اور غلظت دونون جو بحد افراط ہون
عدم نضج پر باسواسطے دلالت کیا کرتے ہین کہ نضج کو اعتدال قوام مانع ہوتا ہے۔ غلیظ کا نضج یہ ہے
کہ مائل بجانب رقت ہو جائے اور رقیق کا نضج یہ ہے کہ پختہ ہو کر اندر کے غلیظ ہو جائے
انتہے کلامہ) **مین کہتا ہون** قوام کے اعتبار سے پیشاب یا گاڑھا ہوتا ہے یا
پتلا یا درمیانی کیونکہ پانی کے قوام پر یا تو اُسمین کوئی قوام زائد محسوس نہوگا یعنی جو پانی کا
قوام ہوتا ہے وہی اسکا بھی ہوگا یہ تو پتلا ہے اور یا اُسپر اُسمین کوئی قوام زائد محسوس ہوگا تو
یا اُسکا قوام اس حد تک پہونچ جائیگا کہ اُسکا بہنا مشکل ہو جائیگا یا ایسا نہوگا اگر اُسکا بہنا
مشکل ہو جائے تو غلیظ یعنی گاڑھا ہے اور اگر مشکل نہو جائے تو وہ معتدل ہے۔

پتلا پیشاب چند امور مفصلۂ ذیل مین سے کسی امر پر دلالت کیا کرتا ہے ایک تو اخلاط کے نضج
نہونے پر عام اس سے کہ ایسا صحت کی حالت مین ہو یا بیماری مین کیونکہ اخلاط کے
پختہ ہو جانے کو یہ بات لازم ہے کہ مائیت مین پختہ مواد کے ملجانیسے کوئی زائد قوام پیدا ہو
اور جب یہ فرض کر لیا گیا کہ اسکے قوام اور مائیت کے قوام مین کسی قسم کا فرق محسوس نہین ہوتا
تو معلوم ہو گیا کہ نضج بھی نہین ہوا اور بول رقیق جب بحران کے وقت دفعۃً واقع ہو تو مرض کے
عود کرنیکا اندیشہ ہو گا کیونکہ یہ مادون کی نافرمانی کی دلیل ہے اور نضج نہونے پر رقت بول
کی دلالت بچون مین بہ نسبت جوانون کے زیادہ ہوتی ہے کیونکہ بچون کے بدنون پر رطوبت
کا غلبہ زیادہ ہوتا ہے پس مواد مین کسی مادہ کا انکے بول مین نہ ملنا نہایت سرکشی اور نافرمانی
مواد کی دلیل ہے اور بچون مین اس قسم کے بول کا ہونا اورون کے اعتبار سے زیادہ
ردی ہے کیونکہ بچون کا پیشاب بالطبع گاڑھا ہوتا ہے اور یہ دو وجہ سے ایک تو یہ کہ اُنکے
بدنون مین رطوبتین زاید ہوتی ہین جیسا کہ ابھی بیان ہوا دوسرے یہ کہ انکے بدن رطوبتون
کو زائد جذب کرتے ہین کیونکہ نمو کے لیے انکے بدنون کو زیادہ مادہ کی ضرورت ہے اور جب
انکے بدن رطوبات کو زیادہ جذب کرتے ہین تو لا محالہ انکا پیشاب بھی زیادہ گاڑھا ہو گا
کیونکہ انکے پیشاب مین بہ نسبت رطوبتون کے مائیت بہت کم ہے اس سے معلوم ہوا کہ بچون
کا طبعی پیشاب گاڑھا ہوتا ہے اور جب ایسا ہے تو بول کا رقیق ہونا انمین نہایت ردی
ہو گا کیونکہ رقت اس امر کی دلیل ہو گی کہ وہ اپنی طبعی حالت سے دور جا پڑے ہین رقت
بول جن جن امور پر دلالت کرتی ہے اُنمین سے دوسرا امر اُس مجرے مین سدہ کا واقع
ہو جانا ہے جسکی یہ شان ہے کہ اُسمین وہ چیزین نفوذ کرین جو پیشاب کو غلیظ کرتی ہین کیونکہ
جسوقت وہان سدہ ہو گا تو پیشاب پانی کی طرح خارج ہو گا اور سدہ جسقدر قوی ہو گا
اُسیقدر پیشاب رقیق ہو گا اور سدہ کی جگہ گرانی اور تمدد یعنی کھنچاوٹ سی معلوم ہوتی ہے
جو اُس مقام مین ہوتی ہے اور اُن امور مین سے تیسرا امر زیادہ پانی پینا ہے کیونکہ
جب بہت سے پانی مین کوئی چیز ملیگی تو پانی کے اعتبار سے وہ چیز کم ہو گی اور جب
پانی زیادہ ہو گا رقت ہو گی اسکے علاوہ طبیعت مین اتنی قدرت نہین ہوتی کہ زیادہ

پانی کو اتنی مدت تک بدن مین ٹھہرائے رکھے کہ کوئی معتد بہ چیز اسمین ملکر اُسکو گاڑھا بنائے بلکہ وہ اس سے پہلے ہی بدن سے اُسکو نکال دیتی ہے اور یہ تیسرا امر زیادہ پیشاب اُنے اور زیادہ پانی پینے سے معلوم ہوتا ہے اور گاڑھا پیشاب ان دونون باتون مین کسی ایک بات پر دلالت کیا کرتا ہے ایک تو نضج کے نہونے پر کیونکہ غلظت فضلون کے ملجانے سے حاصل ہوا کرتی ہے اور یہ فضلے دو حال سے خالی نہین ہوتے یا رقیق ہوتے ہین یا غلیظ رقیق فضلے تو پیشاب مین ملکر اُسکو گاڑھا نہین سکتے کیونکہ جب رقیق فضلے اکیلے گاڑھے پیشاب کے غلظ کو نہین پہونچ سکتے تو پانی کے ساتھ ملکر اُس حد غلظ تک کیونکر پہونچسکتے ہین لہذا متعین ہوا کہ پیشاب مین ملنے والے فضلے نہایت غلیظ ہوتے ہین اور جب نہایت گاڑھے ہین تو غالب یہی ہے کہ وہ خام ہین یعنی اُنکا نضج نہین ہوا اسلیے کہ نضج کو قوام کا معتدل ہونا لازم ہے اور دوسری بات جسپر بول غلیظ دلالت کرتا ہے وہ کسی بہت زیادہ غلیظ خلط کا پکجانا ہے اور ایسا کم ہوتا ہے اکثر اوقات وہی پہلی بات ہوتی ہے یعنی غلظت بول اسی لیے اکثر ہوتی ہے کہ مواد کا نضج نہین ہوتا اور غلیظ خلط مین بہت زیادہ غلظ کی اسلیے قید لگائی گئی کہ جو غلیظ خلط نہایت غلیظ نہو گا اُسکے نضج کے بعد پیشاب کا قوام معتدل ہو جائیگا اور اُس غلظ مین جو نضج کے نہونے سے ہو اور اُس غلظ مین جو کسی نہایت غلیظ خلط کے پک جانے سے ہو یہ فرق ہے کہ اس سے پہلے پیشاب مین غور کیا جائے اگر وہ بہت گاڑھا ہو تو سمجھ لینا چاہیے کہ اُس سے کم غلظ یہ نضج کی وجہ سے ہے اور اگر اس سے پہلا پیشاب اس سے زیادہ گاڑھا ہو تو سمجھ لینا چاہیے کہ یہ غلظ نضج کے نہونے سے ہے اور دوسری قسم مین فراغ پیشاب کے بعد ایک نوع کا ہلکاپن اور راحت بھی محسوس ہوتی ہے بخلاف پہلی قسم کے (تو گویا کہ ایک وجہ فرق کی یہ بھی ہے) اور جب پیشاب کا قوام معتدل ہوتا ہے وہ نضج پر دلالت کیا کرتا ہے کیونکہ نضج اسلیے ہوتا ہے کہ دفع ہونے کی استعداد ہو اور دفع ہونے پر مستعد وہی معتدل پیشاب ہوتا ہے کیونکہ جو نہایت غلیظ ہے وہ طبیعت سے سرکشی کریگا اور راستے بچائیگا اور جو نہایت رقیق ہے اُسکو عضو پی لیگا اور وہ اُسکے گوشون مین گھسجائیگا اور عضو سے اُسکا جدا ہونا مشکل ہوگا

لہذا معلوم ہوا کہ نضج کو قوام کا معتدل ہونا لازم ہے اور یہی ہمارا مقصود ہے **مولف کہتا ہے**
اور دلیلوں کی ساتوں جنسوں مین کی تیسری جنس صفائی اور کدورت ہے صاف پیشاب نضج
اور اخلاط کے ساکن ہونے کی علامت ہے (کیونکہ نضج کو خلطوں کا سکون لازم ہے)
اور مکدر پیشاب نضج کے نہونے اور اخلاط کے متحرک ہونے کی علامت ہے کیونکہ نضج کو قوام
کا برابر ہونا تابع ہوتا ہے (اور کدورت قوام کی اختلاف ہی سے حاصل ہوتی ہے)
اور کبھی پیشاب کی کدورت قوت کے ساقط ہو جانے یا کسی اندرونی ورم کی علامت ہوتی
ہے اور وہ مکدر پیشاب جسمین ثوران ہو (یعنی جسکے اجزا متفرق ہوں گویا کہ وہ ہلایا ہوا پانی ہی)
درد سر کی خبر دیتا ہے خواہ وہ درد اسوقت ہو یا آئندہ چلکر۔ اور گاڑھے اور مکدر پیشاب مین یہ
فرق ہے کہ گاڑھے کا قوام برابر ہوتا ہے (اور مکدر کا قوام برابر نہین ہوتا) اور کبھی غلیظ صاف
بشرطیکہ مکدر نہو ۱۲
یعنی غیر مکدر ہوتا ہے جیسے انڈے کی سفیدی ہے (شیخ نے لکھا ہے بول غلیظ جیسا ہم اوپر
لکھ چکے ہین کبھی صاف اور شفاف ہوتا ہے اور کبھی اسمین کدورت ہوتی ہے غلیظ شفاف
اور رقیق مین یہ فرق ہے کہ غلیظ شفاف جسوقت حرکت دیکر ہلایا جاتا ہے تو اسمین جو لہرین
پیدا ہوتی ہین وہ بڑی بڑی ہوتی ہین اور انکی حرکت بطی ہوتی ہے۔ جب بول غلیظ شفاف
مین کف بہت پھولا ہوا اور دیر مین بیٹھے تو سمجھ لینا چاہیے کہ اس بول کو اس بلغم نے پیدا
کیا ہے جسمین ہضم جید ہوا ہو یا صفرائے محی نے اگر اسکا رنگ مائل بزردی ہو۔ اور اگر
بول مین کوئی رنگ نہو تو بلغم زجاجی کے تحلیل نہونے پر دلالت کریگا اور یہ بات اکثر
مرگی والے کے پیشاب مین پیدا ہوتی ہے جب بول رقیق مین رنگ بکثرت ہو جاننا چاہیے
کہ اسکا رنگ بوجہ نضج کے نہین ہے اسلیے کہ اگر اسمین نضج ہوتا تو قوام مین بھی کسی قدر ظاہر
ہوتا یعنی فعل نضج کا پہلے قوام کو درست کرتا لیکن یہ رنگ مثلاً بول مین مرۂ صفرا کے
ملجانے سے ہے اسواسطے کہ اول فعل انضاج کا یہی ہے کہ قوام درست ہو اسکے بعد
رنگ بدلے۔ اسی لیے اگر بول رقیق زرد رنگ تمام مدت مرض مین خارج ہوتا رہے
شر اور فساد پر دلالت کریگا اور فتور قوت ہاضمہ پر۔ جسوقت بول رقیق ایسا نظر آئے
کہ اسکے اجزا مین سرخی اور زردی کا اختلاف ہو یقین کرنا چاہیے کہ صاحب بول کو سیطر حکا

تعب عارض ہوا ہے جس سے حرارت مین التہاب پیدا ہو گیا ہے۔ اور اگر بول رقیق مین
کچھ اشیا مثل سبوس کے نظر آئین اور مثانہ مین کوئی مرض نہو تو یہ کیفیت بوجہ احتراق بلغم
کے ہو گی۔ بول غلیظ امراض حادہ مین بہر حال کثرت اخلاط پر دلالت کرتا ہے اور اکثر
ذوبان یعنی پگھلنے پر بھی دلالت کرتا ہے اور ذوبانی بول وہ ہے کہ اگر تھوڑی دیر تک
رہنے دین منجمد اور غلیظ ہو جائے۔ خلاصہ یہ ہے کہ بول کی کدورت بوجہ اجزاے ارضیہ
کے جسمین ریح بھی شامل ہو کر اجزاے مائی سے مختلط ہو پیدا ہوتی ہے۔ جسوقت یہ تینون
چیزین مجتمع ہو جاتی ہین کدورت حاصل ہو جاتی ہے اور جب ان تینون مین سے ایک
دوسرے سے جدا ہو جائے صفائی حاصل ہو جاتی ہے۔ بعد اسکے یہ بھی ضرور ہے کہ
بول کی تین حالتون مین نظر کیجائے پہلی حالت تو یہ ہے کہ خروج کے وقت بول
رقیق ہو اور اسکے بعد غلیظ ہو جائے ایسی بول کی اسپر دلالت ہوتی ہے کہ طبیعت کوشش
کر رہی ہے اور انضاج مین مصروف ہے لیکن مادہ نے ابھی ہر طرح کی اطاعت نہین
کی کسیقدر اثر کو قبول کیا ہے اور کبھی ایسا بول ذوبان اعضا پر دلالت کرتا ہے
جسوقت اسکے علامات موجود ہون دوسری حالت یہ ہے کہ بول خروج کے وقت
غلیظ ہو اور اسکے بعد صاف ہو جائے اور شئے غلیظ بذریعہ رسوب اور تہ نشین ہو نیکے
متمیز ہو جائے یہ بول دلالت کرتا ہے کہ طبیعت نے مادہ کو مقہور اور مغلوب کر دیا ہے
اور خوب نضج دیا ہے اور جسقدر اسکی صفائی بڑھتی جائے اور رسوب زیادہ ہون اور جلد
پیدا ہون اُسیقدر نضج پر زیادہ تر دلیل ہو گا۔ تیسری حالت پہلی اور دوسری حالت کے
متوسط ہے یعنی بوقت خروج اسکا قوام نہ غلیظ ہو نہ رقیق اگر یہ حالت ہمیشہ رہے
اور طبیعت مین قوت بحال خود ثابت ہو گمان ہو گا کہ نضج تام کو پہونچ جائیگا اور اگر
قوت بحال خود ثابت نہو خوف ہو گا کہ نضج سے پہلے مریض ہلاک ہو جائے اور اگر
ایسا بول حالت متوسطہ پر زمانہ دراز تک رہے اور کسی طرح کی علامت خوف دہندہ
از قسم ضعف قوت وغیرہ پیدا نہو تو منذر بصداع ہو گا اسلیے کہ یہ بول ثوران مادہ اور ریاح
بخاری پر دلالت کریگا۔ جو بول پہلے رقیق ہو کر غلیظ ہو جائے جیسے حالت اول مین بیان

ہوا اور یہی کیفیت اسکی مستمر رہے بہتر ہے بہ نسبت اُس بول کے جو غلظ قوام پر اکثر اوقات خارج ہوا کرے اور اسکی غلاظت مین کمی بیشی نہو۔ اکثر اوقات بول غلیظ اور مکدر ہوجاتا ہے بوجہ سقوط قوت کے نہ بوجہ دفع طبیعت کے۔ جو بول مائی خارج ہوا اور مائیت پر باقی رہے عدم نضج کی دلیل ہے۔ بہت عمدہ بول غلیظ وہ ہے جسکا نکلنا آسانی ہو اور اُسکے اجزا نکلنے کے ساتھ ہی جدا ہو کر بیٹھ جائین یہی بول فالج کو دور کرتا ہے اور نیز امراض بلغمی کو۔ جو بول کہ غلیظ دفع ہوا اور اسکے بعد اُسمین رقت بتدریج شروع ہوا اور کثرت سے برآمد ہوا کرے یہ علامت محمود ہے۔ اور اکثر اوقات بول غلیظ کدر کثیر کا بعد بول غلیظ کم کے خارج ہونا دلیل خیریت کی ہوتا ہے اور یہ بات اُسوقت ہوتی ہے جسوقت بول غلیظ کدر جو تھوڑا تھوڑا آتا تھا دفعتہً بکثرت برآمد ہوا اور بسہولت دفع ہو۔ جو مادہ باعث بول غلیظ قلیل کا تھا اگر وہ منفجر اور شگافتہ ہوجائے تو اس بول سے اکثر اوقات مرض دفع ہوجاتا ہے وہ مرض خواہ حمیات حادہ مین سے ہو یا اور امراض امتلائی مین سے یا محض امتلا ہو کہ ابھی اُس سے مرض نہین پیدا ہوا ہے اور یہ قسم بول کی نادر الوقوع ہے۔ جو بول لون طبیعی پر ہو یعنی اترجی جسوقت اسمین غلظ کی افراط ہوجائے تو گاہ بیگاہ بخوبی پریشان کرنے مواد کثیرہ پر دلالت کریگا اور اس دلالت کی صحت اُسوقت ہوجائیگی جب یہ بول بآسانی دفع ہو۔ اور کبھی ایسا بول تلف مریض پر دلالت کرتا ہے اسلیے کہ اسکی دلالت کثرت اخلاط اور ضعف قوت پر ہوتی ہے اور اسکی شناخت یہ ہے کہ بدشواری خارج ہو اور مقدار مین کم ہو۔ بول غلیظ کی قسم جید جس سے بحران امراض طحال اور حمیات مختلطہ کا ہوتا ہے اسمین استوا ے اجزا کی توقع نہین ہے اسلیے کہ طبیعت دفع مین عمل کرتی ہے اور بعجلت مستوی اور غیر مستوی کو دفع کردیتی ہے۔ بول مشوش یعنی جسکے اجزا بوجہ کثرت جوش کے پراگندہ ہون بالجملہ کثرت اخلاط پر دلالت کرتا ہے اور باینہمہ یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ طبیعت بطرف نضج دینے اخلاط کے مشغول ہے۔ وہ بول غلیظ جسکا ثفل زرنیخی ہو ریگ گردہ پر دلالت کرتا ہے جس بول غلیظ سے انفجار اورام پر دلالت ہو اُسپر اُس چیز کے ذریعے سے استدلال ہوتا ہے جو اُسمین ملکر برآمد ہو۔ اور اُس چیز سے ہوتا ہے جو اس بول سے پہلی پیدا ہوئی ہو۔ ملی ہوئی چیز سے

شق شدن ۱۲

استدلال جیسے مدہ کہ اُسپر بد بو دلالت کرتی ہے یا چھیچھڑے جو بول مین مثل سفید یا سُرخ تترون کے یا مثل بھوسے وغیرہ کے دفع ہوتے ہین کہ جنسے ورم کے ٹوٹنے پر بعد بول کے استدلال ہوسکتا ہے اور بول سے پہلے جس علامت سے استدلال ہوسکتا ہے وہ یہ ہے کہ مثلاً قبل از بول ورم یا قرحۂ مثانہ یا گردہ یا اطراف صدر یا جگر کی کوئی علامت موجود ہو یہ دلیل ہوگی کہ ورم شگافتہ ہوگیا ہے۔ پھر اگر اس بول سے پہلے بول غسالی یعنی شبیہ غسالۂ گوشت تازہ کے برآمد ہوا ہو مرض محدب کبد مین ہوگا۔ یا براز غسالی پہلے ہوا ہو ورم یا قرحۂ مقعر کبد مین ہوگا اور اگر اس بول سے پہلے ضیق النفس اور خشک کھانسی اور وجع ناقص اعضاے سینہ مین پیدا ہو ورم ذات الجنب شگافتہ ہوکر از راہ شریان عظیم کے مادہ مرض کا دفع ہوا ہے اور اگر اس بول مین مدہ نضج یافتہ برآمد ہو بہتر ہوگا۔ اکثر صحیح آدمی آرام طلب جسنے ریاضت ترک کی ہو ایسا بول جو مشابہ مدہ اور صدید کے ہو دفع کرتا ہے کہ اس ذریعہ سے اپنے بدن کا تنقیہ پورا کرلیتا ہے اور جو ترہل اور سستی اسکے بدن مین بوجہ ترک ریاضت کے پیدا ہوتی ہے اس بول کے بعد دفع ہوجاتی ہے۔ ایضاً جسوقت جگر مین خواہ اُن اعضا مین جو متصل جگر کے ہین سدے پڑجائین تو اکثر بول غلیظ ان سدون کے کھلجانے کے تابع ہوتا ہے اور مادہ اُن سدون کا براہ بول دفع ہوتا ہے۔ اور یہ غلاظت مثل غلظت ریم کے نہین ہوتی اور جو غلظت بول کی بوجہ شگافتہ ہونے ورم کے ہوتی ہے وہ مثل ریم کے ہوتی ہے۔ اگر بول غلیظ مائل بسیاہی ہو اور اُسکے ساتھ درد بھی بائین طرف مین ہو معلوم ہوگا کہ طحال مین مرض ہے علی ہذا القیاس اگر درد ناف کے اوپر یا بالاے شکم ہو مرض معدے مین ہے۔ اور اکثر یہ بات امراض سدہ جگر اور مجاری بول سے پیدا ہوتی ہے بول مکدر اکثر سقوط قوت پر دلالت کرتا ہے اور جسوقت قوت ساقط ہو برودت غالب آجاتی ہے اسوقت بول مثل اوسلے کے نکلتا ہے۔ بول مکدر جسکا رنگ شبیہ شراب ردی اور خراب کے ہو یا چنے کے پانی کا سا رنگ ہو زنان حاملہ کا ہوتا ہے یا اُن لوگون کا جنکے احشا مین اورام گرم مزمن ہون وہ بول جو مشابہ بول خچر کے ہو یا مشابہ بول دواب کے ہو اور اُسکی صورت یہ ہو کہ گویا پھولا ہوا متخلخل ہے بجہت شدت جوش کھانے کے ایسا بول

فساد اخلاط بدن پر دلالت کرتا ہے اور اکثر اسکی دلالت خام ہوتی ہے کہ اسمین کسیقدر حرارت نے
اثر کرکے ریح غلیظ کو برانگیختہ کر دیا ہے ۔ اسی طرح یہ بول اوپر صداع کے جو آیندہ آنے والا
ہے یا صداع موجود پر دلالت کرتا ہے اور کبھی ایسا بول اگر ہمیشہ رہے تو لیتر غس پر دلالت کرتا
ہے جس بول کا رنگ کسی عضو بدن کا ہمرنگ ہو ایسے بول کا ہمیشہ آنا اسکی دلیل ہے کہ مرض
اسی عضو مین ہے بعض اطبا نے کہا ہے کہ اگر نیچے بول کے کوئی چیز مشابہ ابر یا دخان کے
ہو مرض مین طول ہوگا اور اگر تمام مرض مین بول اسی کیفیت کا ہو موت کی خبر دیتا ہے ۔ خام اور
مدہ جو بول مین نکلتا ہے اسمین تفرقہ از روے بدبو کے کیا جاتا ہے کہ وہ مدہ مین ہوتی ہے ۔
جو بول مختلف الاجزا ہو جسقدر بڑے اجزا اُسمین زیادہ ہون دلالت کریگا کہ فعل طبیعت کا پورا
ہے اور طبیعت نضج پر قادر ہے اور مسامات خوب کھلے ہوے ہین جس بول مین ڈورے
سے نظر آئین اور بعض اُنکا بعض سے ملا ہو جاننا چاہیے کہ یہ بول بعد جماع کے خارج ہوا ہے
انتہے) مین کہتا ہون پیشاب یا مکدر ہوتا ہے یا صاف ۔ کدورت اُسوقت پیدا ہوتی ہے
جبکہ اجزاے ارضی اجزاے مائی سے ملجائین لیکن اس ملجانے سے ہر طرح کا ملجانا مراد نہین
ہے کیونکہ اگر وہ دونون باہم اس طرح ملجائین کہ ایک کو دوسرے سے کسی قسم کا امتیاز نہ باقی
رہے تو اسکو کدورت نہ کہینگے بلکہ اسکا نام غلظت ہوگا لہذا کدورت مین اسکی بھی شرط ہوئی کہ
ایک جزو دوسرے سے ممتاز نظر آئے لیکن یہ امتیاز بھی عام نہین ہے اسلیے اگر وہ دونون
پورے طور پر جدا ہو جائین کہ اجزاے ارضی اچھی طرح تہ نشین نظر آئین اور اجزاے مائی
اچھی طرح اوپر تر آئین تو اُسکو بھی کدورت نہ کہینگے بلکہ ایسا ہونا چاہیے کہ اجزاے ارضی اجزاے
مائی ہی مین مثبت ہون اور انھین مین منتشر ہون اور یہ اُسی وقت ہوگا جبکہ ریح اُنکو تمام
اجزاے مائی مین گھلا ملا کے منتشر کر دے کیونکہ اجزاے ارضی کی طبیعت مین یہ بات ہے
کہ وہ لامحالہ اجزاے مائی سے جدا ہو کر تہ نشین ہو جایا کرتے ہین (لہذا جسوقت تک ریح اُنکو
منتشر نہ کرے گی اُسوقت تک وہ اجزاے مائی سے نہین ملسکتے) اور کدورت مین اسکی بھی قید
ہے کہ اجزاے ارضیہ اور اجزاے مائیہ کا مجموعہ لطافت اور غلظت مین مختلف الاجزا نظر آئے یعنی
جو اجزاے ارضیہ اُسمین ہین وہ غلیظ محسوس ہون اور اجزاے مائیہ لطیف اور رقیق محسوس ہون

لیکن یہ اختلاف اجزا بھی عام نہین ہے کیونکہ جو پیشاب رقت اور غلظت مین مختلف ہے اگر اُسکی یہ شان ہو کہ تمام پیشاب مین نظر پورے طور سے یکسان نفوذ کر سکے تو وہ پیشاب مکدر نہ کہلائیگا بلکہ مکدر اُسوقت کہلائیگا جبکہ اُسکے اجزاے ارضیہ تیرہ اور غبار آلود یا یہ کہ کسی اور رنگ سے رنگے ہوے ہون تاکہ یہ رنگ نظر کو پار نکلجانے سے روکدے آور مکدر پیشاب کبھی رقیق ہوتا ہے اور اکثر غلیظ ہوتا ہے آور ہر بول یا یہ کہ متشابہ الاجزا ہوگا (یعنی جسکے اجزا یکسان ہون اور رقت اور غلظت مین مختلف نہون) یا متشابہ الاجزا نہوگا آول تو مکدر ہونا محال ہے (کیونکہ تکدر مین اجزا کا رقت اور غلظت مین مختلف ہونا شرط ہے) آور جو متشابہ الاجزا نہین ہے وہ دو حال سے خالی نہین ہے یا یہ کہ اُسکے بعض اجزا نظر کو نفوذ کرنے سے روکینگے یا یہ کہ نہ روکینگے اگر روکین تو وہ مکدر ہے (پس مکدر وہ پیشاب ہے جسکے اجزا یکسان نہون اور نظر کو نفوذ کرنے سے روک دین) آور دوسری قسم کا مکدر ہونا محال ہے اور یہین سے مکدر اور صافی کے معنی معلوم ہوگئے (مکدر کی تعریف تو وہی ہوئی جو ہمنے ذکر کی اور صاف کی تعریف یہ ہے کہ جسکے اجزا یکسان ہون اور نظر کو نفوذ کرنے سے نہ روکین بلکہ نفوذ ہونے دین) اور صفائی نضج اور سکون اخلاط کی علامت ہوتی ہے اور کدورت نضج نہونے اور اخلاط کے جوش مارنے کی علامت ہوتی ہے (صفائی تو نضج اور سکون اخلاط کی علامت اسلیے ہے کہ) نضج سے مقصود اصلی یہ ہے کہ مادہ دفع ہونے کے لیے مستعد ہوجائے اور اسکے لیے قوام کا برابر ہونا لازم ہے کیونکہ نہایت غلیظ اور نہایت رقیق ان دونون مین سے ہر ایک دفع ہونے سے سرکشی اور نافرمانی ظاہر کیا کرتا ہے۔ جو نہایت غلیظ ہے وہ تو اسواسطے کہ اُسکا جاری ہونا مشکل ہوتا ہے اور اُس سے راستے رُک جاتے ہین آور جو نہایت رقیق ہے وہ اسلیے کہ جو چیز رقیق ہوتی ہے وہ اُس عضو کے رخنون اور ریشون مین گھس جاتی ہے جسمین وہ بند ہے لہذا طبیعت کو اُسکے دفع کرنے مین سخت دقت درپیش ہوتی ہے (اور جس چیز کا قوام یکسان ہوتا ہے اسمین نہ تو یہ خرابی ہوتی ہے کہ عضو کے رخنون مین گھس بیٹھے اور نہ یہ خرابی ہوتی ہے کہ راستون کو روکدے آور پیشاب مین کبھی تو قوت کے ساقط ہونیسے کدورت آجاتی ہے اور کبھی کبھی اندرونی

ورم کی وجہ سے قوت کے ساقط ہونے سے جو کدورت آتی ہے اُسکی دو وجہین ہین پہلی وجہ تو یہ ہے کہ جب قوت ساقط ہو جاتی ہے تو رطوبتون کے روکنے سے عاجز ہو جاتی ہے پس رطوبات خود بخود خارج ہونے لگتی ہین اور اس حالت مین زیادہ تر خارج ہونیوالی وہ رطوبت ہوتی ہے جو خاکی گاڑھی ہو کیونکہ وہی زیادہ ثقیل ہوتی ہے اور اسی ارضیت اور غلظت کی وجہ سے پیشاب مین تکدر آجاتا ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جب قوت ساقط ہو جاتی ہے تو بدن پر برودت غالب آجاتی ہے (کیونکہ سقوط قوت حرارت غریزی کے بجھ جانے سے ہوتا ہے اور جب حرارت غریزی بجھ جائیگی لامحالہ بدن پر برودت غالب آئیگی) اسوجہ سے جو اجزا پیشاب مین ملے ہوے ہوتے ہین وہ جم جاتے ہین اور ان جمے ہوے اجزا کی وجہ سے پیشاب مکدر ہو جاتا ہے جیسے خارجی سردی پیشاب کو مکدر کر دیتی ہے کیونکہ نکلنے کے بعد سردی پہونچنے سے پیشاب گدلا ہو جاتا ہے اور اسکی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ان اجزا کا لطیف حصہ بخار بنکر اُڑ جاتا ہے اور جو باقی رہتا ہے وہ سردی کھاکر جم جاتا ہے اور مکدر ہو جاتا ہے کیونکہ اُسمین اُس طریقہ سے مختلف اجزا محسوس ہونے لگتے ہین جیسے ہم مکدر کی تعریف مین لکھ آئے ہین اور جو کدورت کسی اندرونی ورم کی وجہ سے پیدا ہو جاتی ہے اُسکی وجہ ظاہر ہے کیونکہ جب ورم شگافتہ ہو جاتا ہے تو اُس سے جو پیپ خارج ہوتی ہے وہ پیشاب مین ملکر اُسکو مکدر کر دیتی ہے اور یہ ورم عام ہے کہ مثانہ مین ہو یا گردہ مین یا جگر مین۔ (شارح نے دعوی تو یہ پیش کیا کہ کبھی کدورت بول ورم اندرونی کی علامت ہوتی ہے اور دلیل جو بیان کی اُس سے یہ ثابت ہوا کہ یہ کدورت ورم اندرونی کے شگافتہ ہو جانے کی علامت ہوتی ہے حالانکہ مؤلف کی یہ غرض نہین ہے کہ ورم کے شگافتہ ہونے سے فقط کدورت آتی ہے بلکہ ورم سے آتی ہے لہذا ایسی دلیل پیش کرنی چاہیے جس سے یہ دعوی ثابت ہو اور اُسکی دلیل وہ ہے جو بعض شراح سے منقول ہے وہ کہتے ہین کہ جب احشا مین (احشا سے جگر اور تلی اور معدہ وغیرہ مراد ہوا کرتا ہے) ورم ہوتا ہے تو اُس سے ہضم فاسد ہو جاتا ہے اور فساد ہضم کیوجہ سے بدن مین بہت سے غلیظ فضلے جمع ہو جاتے ہین اور جب پھٹ کر اسمین ملکر آتے ہین

توانکی چمک بالکل جاتی رہتی ہے اور تیرہ ہو جاتے ہین پس جب وہ پیشاب مین ملینگے پیشاب
کو مکدر کر دینگے واللہ اعلم) اور جو پیشاب مکدر منثور ہوتا ہے (یہ وہ پیشاب ہے جسکے اوپر بہت سے
متفرق اجزاے مائیہ ہوتے ہین جیسے شیرۂ انگور کے جوش کھانے کے وقت یا اُسکو متھنے
کیطرح ہلانے سے اُسکے اوپر جمع ہو جاتے ہین) یہ پیشاب دردسر کی خبر دیتا ہے جو اُسوقت موجود
ہے یا ہونیوالا ہے اور اسکا سبب یہ ہے کہ ایسی حالت مین ضرور ہے کہ بہت سے بخارات
دماغ کو چڑھکر دردسر پیدا کرین ابقراط نے فصول (نام کتاب) مین لکھا ہے کہ جو شخص چوپایون
کاسا پیشاب کرے یعنی گدلا پراگندہ وجھاگدار تو معلوم کرلینا چاہیے کہ وہ اُسوقت دردسر مین
مبتلا ہے یا عنقریب مبتلا ہونے والا ہے اور غلیظ پیشاب مین اور مکدر پیشاب مین فرق
ازراہ قوام ہے یعنی قوام کے ٹھیک ہموار برابر ہونے یا نہونے سے فرق کیا جاتا ہے کیونکہ
غلیظ پیشاب کا قوام برابر ہوتا ہے بخلاف مکدر کے۔ اور غلیظ کبھی غیر مکدر ہوتا ہے جیسے کہ
انڈے کی سفیدی ہے کہ باوجود غلظت کے شفاف ہے غلیظ تو اسوجہ سے ہے کہ اُسکے
اجزا آسانی جدا نہین ہو سکتے یہی وجہ ہے کہ جب اُسکو ہلایا جائے تو اُسمین بڑی بڑی
لہرین پیدا ہوتی ہین اور شفاف اسلیے ہے کہ نظر کو نہین روکتا۔ **مؤلف کہتا ہے**
اور دلیلون کی چوتھی جنس بو ہے پس جو پیشاب انتہا کا بدبودار ہو (یعنی عفونت مین
حد عادت سے گذر گیا ہو) وہ سڑاہند کے افراط کی علامت ہے (اور سڑاہند کی افراط
اس سبب سے ہے کہ بدن کی رطوبتون پر حرارت ناری غالب آگئی ہے کیونکہ جب حرارت
ناری رطوبتون مین اثر کرتی ہے اور اُنمین جوش شدید پیدا کرتی ہے اور اُنھین خارجی
حرارت سے حرکت دیتی ہے اور اُسمین اس قسم کا فساد پیدا کر دیتی ہے جسکے بعد وہ
اصلاح پذیر نہین ہو سکتین تو عفونت پیدا ہو جایا کرتی ہے اور اس عفونت کے بعد
تپ لازمی ہے اور اسوقت مین ان سڑی ہوئی بدبودار رطوبتون مین سے کچھ پیشاب
مین ملجاتی ہین تو اُسے سڑیندھا کر دیتی ہین اور اُس سے اسوقت سڑے ہوے اجزے
جدا ہو کر سونگھنے والی ہوا سے ملتے ہین اور قوت شامہ کو محسوس ہوتے ہین اور جسقدر
پیشاب مین سڑاہند اور بدبو زیادہ ہوگی اُسیقدر معلوم کیا جائیگا کہ بدن مین عفونت

زیادہ ہے) یا اسکی علامت ہے کہ پیشاب کے مجرون مین سڑے ہوے زخم ہین (جنکی
پیپ پیشاب مین ملگئی ہے اور اسکو سڑا دیا ہے) اگر پیشاب کے ساتھ نضج ہو (کیونکہ نضج حرارت
غریزی سے ہوتا ہے اور حرارت غریزی فساد اور عفونت نہین پیدا کیا کرتی پس اگر پیشاب
باوجود سخت عفونت کے نضیج یعنی پختہ ہوگا تو اس امر پر دلالت کریگا کہ غریب گرمی نے
بدن کی رطوبتون مین اپنا تصرف نہین کیا ورنہ نضیج نہوتا لہذا ضرور ہے کہ یہ عفونت اسوجہ
سے ہو کہ بعض اعضا مین سڑے ہوے قرحے ہین اور یہ ہو نہین سکتا کہ یہ قرحے سوائے
اعضاے بول کے اور اعضا مین ہون ورنہ پیشاب نضیج نہوتا کیونکہ نضج تو اسوقت تک ہو ہی
نہین سکتا جبتک کہ جگر اور تمام وہ اعضا جو جگر سے پہلے ہین صحیح نہون لہذا بجز اسکے اور
کیا سمجھا جا سکتا ہے کہ اعضاے بول ہی مین قرحے ہین خصوصًا مثانہ مین کیونکہ مثانہ مین
دیر تک پیشاب ٹھہرتا ہے اسلیے اُسکے ساتھ بہت سی پیپ ملجاتی ہے اور اُسکی بو کو بگاڑ
دیتی ہے) اور پیشاب مین بو کا نہونا یقینًا جمود اور خامی کی علامت ہے (کیونکہ اگر خلطون
مین کسی قسم کی حرارت ہوتی تو ضرور وہ پیشاب مین اپنا اثر کرتی اور اسمین کسی قسم کی عفونت
پیدا کر دیتی اور اُس سے انجرے اُٹھاتی جو ہوا مین ملکر قوت شامہ کو آگاہ کرتے) اور
بسا اوقات پیشاب مین بو کا نہونا قوت کے ساقط ہو جانے پر دلالت کرتا ہے (اور
اس امر پر کہ مرض کے مقابلہ اور سڑے ہوے مادہ کے دفع کرنے سے طبیعت اعراض
کرتی ہے نفیسی مین ہے کہ پیشاب مین بو کا نہونا مطلقًا قوت کے ساقط ہونے پر دلالت
نہین کیا کرتا بلکہ اسکے ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ پہلے نہایت بدبودار پیشاب آچکے ہون اور
اسکے بعد یکایک بو جاتی رہی ہو اور اس پیشاب کے بعد کسی قسم کی راحت نہ حاصل ہوئی
ہو پس ایسی صورت مین بو کا نہونا اس امر پر دلالت کریگا کہ سڑا ہوا مادہ بدن مین باقی ہے
اور طبیعت پیشاب کے ساتھ اُسکے دفع کرنے سے عاجز آگئی ہے اور اسی لیے مصنف نے
اکثر اوقات کا لفظ کہا ہے انتہی) اور بو کا اعتدالی حالت پر ہونا نضج کی علامت ہے
(کیونکہ جیسا کہ ابھی گذرا نضیج اصلی حرارت سے ہوا کرتا ہے اور اصلی حرارت اُسکو عفونت سے
روکے رہتی ہے اسلیے کہ سڑا دینا اور بگاڑ دینا حرارت غریبہ کا فعل ہے اگر کوئی یہ شبہہ کرے

کہ اس بنا پر تو لازم آتا ہے کہ نضج کے ساتھ کسی قسم کی بدبو نہو تو اسکا یہ جواب ہے کہ جب
طبیعت کو پیشاب مین کسی قسم کے فائدے کی طمع اور خواہش نہین رہی تو وہ حرارت
عزیزیہ کو لیکر اس سے علٰحدہ ہو گئی اور حرارت عزیزیہ کے علٰحدہ ہوتے ہی اسمین حرارت
غریبہ نے اپنا تصرف کر کے اسکو سڑا دیا) مین کہتا ہون پیشاب کی بو کے اعتبار
سے تین قسمین ہین یا تو بہت بدبودار ہوگا یا اسمین بالکل بو نہوگی یا معتدل حالت مین ہوگا
بدبودار پیشاب دو باتون مین کسی ایک بات پر دلالت کیا کرتا ہے ایک تو خلطون کا افراط
سے متعفن ہونا کیونکہ جب ان سڑے ہوئے خلطون مین کوئی حصہ جدا ہو کر پیشاب مین ملجاتا ہے
تو اسکو نہایت بدبودار کر دیتا ہے اور اگر اس سڑاہند مین دوام اور ہمیشگی ہوگی تو اس قسم
کے امراض پر دلالت کریگا جو عفونت سے پیدا ہوا کرتے ہین جیسے کہ متعفن بخار ہوتے ہین
اور دوسری بات (جسپر پیشاب کی بدبو دلالت کرتی ہے) پیشاب کے آلات مین زخمون
اور خارش کا ہونا یعنی جس مادہ کی وجہ سے زخم و خارش ہوئی ہے وہ پک جانے سے
متعفن ہوا تو پیشاب سڑبندھا ہو گیا۔ اور نضج کی قید اسلیے لگائی گئی کہ اگر مادہ نضیج یعنی پختہ
نہوگا تو پیشاب مین کسی قسم کی بو نہوگی اور اکثر اسکا وقوع مثانہ مین ہوتا ہے کیونکہ مثانہ
ہی مین پیشاب دیر تک ٹھہرتا ہے لہذا مثانہ کے زخمون کی تاثیر پیشاب کی بو لگاڑنے مین
زیادہ ہوگی اب رہا یہ کہ قرحہ و خارش سے بدبو ہے یا کہ متعفن مادہ سے ہے یہ کیونکر پہچانین
تو ان دونون باتون مین کئی وجہ سے فرق کیا جاتا ہے پہلی وجہ تو یہ ہے کہ جو عفونت
اعضاے بول کے زخمون سے ہوتی ہے اسکے ساتھ زخمی عضو مین درد بھی محسوس ہوتا
یعنی قرحہ و خارش ۱۲
ہے اور جو بدبو کہ اخلاط کی عفونت سے ہوتی ہے اسمین یہ بات نہین ہوتی اور دوسری وجہ
یہ ہے کہ زخمون کے پیشاب مین پیپ اور چھیچھڑے وغیرہ بھی ہوتے ہین بخلاف اُس
پیشاب کے جو خلطون کی عفونت سے سڑ گیا ہو تیسری وجہ یہ ہے کہ جو بدبو عفونت اخلاط سے
ہوتی ہے وہ مریض کی قوت اور ضعف کے اعتبار سے کم و بیش ہوتی ہے یعنی طاقت ور
مریض مین زیادتی ہوگی اور جب وہ کمزور ہو جاوے تو کم ہو جاویگی (کیونکہ مواد عفن مین
کمی ہوگی) بخلاف اُس بدبو کے جو زخمون سے ہو کہ اسمین کمی زیادتی کا اختلاف نہین ہوتا اور

جس پیشاب مین بو نہو وہ خلطون کے جم جانے اور اُنکی خامی کی خبر دیتا ہے کیونکہ جمود اور خامی کے وقت تبخیر پیدا کرنے والی حرارت نہین ہوتی تاکہ یہ بخارات اُس ہوا سے ملین جو ناک مین اُس بو کو پہونچاتی ہے یہی وجہ ہے کہ بعض وقت بو دریافت کرنے کے لیے کسی طرح رگڑکر یا ملکر گرمی پہونچائی جاتی ہے تاکہ اُس شے کی بو معلوم ہو جائے اور کبھی بو کا نہونا قوت کے ساقط ہو جانے پر دلالت کیا کرتا ہے اور یہ اُسوقت جبکہ قوت پیشاب مین ایسی چیز کے ملانے سے عاجز آجائے جس سے پیشاب متعفن ہو پس اگر نہایت بدبودار پیشاب کے آنے کے بعد یکایک پیشاب کی بو جاتی رہے تو یہ اسپر دلیل ہوگی کہ طبیعت نے مرض کے مقابلہ سے مُنھ موڑ لیا اسکے بعد موت کا انتظار کرنا چاہیے اور معتدل یعنی معمولی بو کا پیشاب دلیل نضج ہوتا ہے اور ایسا پیشاب صحت اور تندرستی کے وقت ہوتا ہے اور مرض مین بھی اُسوقت ہوتا ہے جب مرض مغلوب ہو جائے تب اسکی دلالت خیریت اور سلامتی پر ہوتی ہے (شیخ نے لکھا ہے اطبا کہتے ہین کہ کبھی کسی مریض کا بول ایسا نہین دیکھا گیا جسکی بو صحیح آدمی کے بول کی طرح ہو۔ ہم کہتے ہین اگر بول مین کسی قدر بو یقیناً نہو تو برودت مزاج اور افراط خامی پر دلالت کرتا ہے اور اکثر امراض حادہ مین موت پر دلیل ہوتا ہے اور اگر بول مین بوے بد ہو اور اسکے ساتھ دلائل نضج کے بھی موجود ہون تو سبب اس بول کا خارش اور زخم آلات بول کو خیال کرنا چاہیے اور اسپر اُن خاص علامتون سے استدلال کرنا چاہیے جنکا بیان آیندہ کیا جائیگا۔ اور اگر نضج نہو تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خارش اور زخم وغیرہ موجود ہون اور یہ بھی جائز ہے کہ بجہت عفونت کے پیدا ہوا ہے اگر ایسا بول حمیات حادہ مین ہو اور سبب آفت اعضاے بول نہو ردارت کی دلیل ہے۔ اگر بول مین بوے ترش آئے تو دلالت کریگا کہ عفونت اخلاط باردہ مین ہے مثل بلغم اور سوداء کے اور اُن پر حرارت غریبہ مستولی اور غالب ہوگئی ہے لیکن اگر مرض حاد ہو تو بوے ترش بول کی موت کی دلیل ہے اسلیے کہ یہ بو اسوقت حرارت غریزی کی موت پر دلالت کرتی ہے اور اس بات پر کہ باوجود حرارت غریبہ کے طبیعت پر برودت غالب آگئی ہے۔ بوے بول جو مائل بحلاوت ہو غلبۂ خون پر دلالت کرتی ہے۔ اور جس بول مین بوے بد زیادہ ہو غلبۂ صفراء پر دلیل ہے اور بوے بد

ہ یعنی اسکا تعفن ایسا ہو کہ اسکے سبب سے اس مین خوشبو باقی نرہے ۱۲

مائل بہ ترشی غلبۂ سودا پر - بدبودار پیشاب اگر صحیح آدمیون کو ہمیشہ آیا کرے تو اُن حمیات پر دلالت کریگا جو عفونت سے پیدا ہوتے ہین یا اُس عفونت کے کم ہونے اور نکلجانے پر دلالت کریگا جو اُنکے بدن مین محتبس ہو - عفونت کے نکلجانے کی یہ شناخت ہے کہ اسکے بعد خفت پیدا ہو - جسوقت امراض حادہ مین بدبودار بول آتے آتے یکایک بو جاتی رہے اور بعد زوال بو کے مریض کو راحت اور خفت نہ حاصل ہو تو یہ بول قوتون کے سقوط کی علامت ہوگا) **مؤلف کہتا ہے** دلیلون کی پانچوین جنس جھاگ ہے پس اسکی زیادتی اور بڑا ہونا (یعنی بڑے بڑے بُلبُلے ہونا) اور دیر مین پھٹنا مادہ کے غلیظ لزج (لزج کہتے ہین چپکتی ہوئی چیز کو) ہونے پر دلالت کرتا ہے (اور اُسکی غلظت یہانتک پہونچ گئی ہے کہ اُسنے ہوا کو چھالیا ہے پس ہوا پر اُسکا پھاڑنا اور اُسکے باہر نکل کر آنا دشوار ہوگیا ہے) اسی لیے اس قسم کا جھاگ اور پھین گردے کی بیماریون مین ردی ہوتا ہے کہ طول مرض کا خوف دلاتا ہے **مین کہتا ہون** (مطلقاً جھاگون کے پیدا ہونے کا سبب تو کسی لطیف جسم کا ملجانا ہوتا ہے جسکی یہ شان ہوتی ہے کہ چھوٹے چھوٹے اجزا پر تقسیم ہوکر کسی چیز کے اوپر آجاتا ہے اس طریقے پر کہ کوئی جزان اجزا مین سے ایک دوسرے سے جدا نہین ہوسکتا اور جدا نہو سکنا اُسوقت ہوتا ہے جبکہ اس سارے جسم لطیف کو رطوبت ہر چہار طرف سے اسطرح گھیر لے کہ جسم اُسکو نہ پھاڑ سکے اور) پیشاب مین خاص طور پر جو جھاگ اور پھین پیدا ہوتا ہے اسکا منشا وہ چپکتی ہوئی رطوبتین ہوتی ہین جنمین وہ ہوا ملجاتی ہے جو پیشاب کے ساتھ ساتھ خارج ہوا کرتی ہے اور اُس ہوا پر اُن رطوبتون کو پھاڑ کر باہر نکلنے مین بہت دشواری واقع ہوتی ہے اسلیے پیشاب پر جھاگ اور بُلبُلے جمع ہوجاتے ہین اور جسقدر یہ رطوبتین زائد ہونگی اور مدد دینے والی ہوائین بکثرت ہونگی اُسیقدر پیشاب مین جھاگ زیادہ ہونگے - جھاگون کا زیادہ ہونا اور بڑے بڑے ہونا اور دیر مین پھٹنا ایسے مادہ کی کثرت پر دلالت کرتا ہے جو گاڑھا اور چپکتا ہوا ہو اور ریاح کے غلبہ پر بھی دلالت کرتا ہے - اور پیشاب کا اس طریقے سے جھاگدار ہونا گردون کے امراض مین نہایت ردی ہوتا ہے اور ان امراض کے طول کی خبر دیتا ہے کیونکہ گردے کی حرارت کم ہوتی ہے

عـه لزج وہ چیز ہے جس مین چپکنا اور کھنچنا دونون صفتین ہون...

جب اُسپر مادے اور وہ ریاح غالب آتے ہین جو جھاگ پیدا کرتے ہین تو اُسپر اُنکا کاٹنا
اور تحلیل کرنا دشوار ہو جاتا ہے اور گردہ کا جرم بھی غلیظ ہوتا ہے اور دوائین اُس تک اُسوقت
پہونچ سکتی ہین جب کہ وہ ضعیف ہو جائے اور اُسکی قوت سُست پڑ جائے اور اسی سبب
مرض مین طول ہوتا ہے (یعنی گردہ کا جرم غلیظ ہوتا ہے اسلیے فضلون کا اس جرم سے
تحلیل ہونا دشوار ہوتا ہے خصوصًا جبکہ یہ فضلے غلیظ اور لزج ہون کہ اسوقت انکی تحلیل
نہایت ہی دشوار ہوتی ہے اور اسلیے کہ دوا کا گردہ تک پہونچنا اُسوقت ہوتا ہے جبکہ اُسکی
قوت ضعیف ہو جائے کیونکہ گردہ دوا کے مدخل سے دور واقع ہوا ہے اور جب ایسا ہے
تو دوا اپنا پورا اثر نہ کر سکیگی اور مادۂ غلیظ لزج دفع نہوگا اور اس سبب سے مرض مین لامحالہ
طول ہوگا اور بعضون نے کہا ہے کہ گردہ کا مزاج خشک ہے[1] پس اُسمین گاڑھی اور لسدار رطوبت
کا پیدا ہونا اسوجہ سے ہوگا کہ وہ اپنے طبعی مزاج سے دور جا پڑا ہے اور اس سے اسکا
اندیشہ ہے کہ اُسمین ضعف عظیم پیدا ہو جائے اور ضعف کے بڑھ جانے سے طول مرض کا
خوف ہے اور اسکی یہ وجہ بھی بیان کر سکتے ہین کہ جب گاڑھا اور لسدار مادہ گردہ مین پیدا
ہو جاتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ گردہ پتھریون کا گھر ہے تو اس مادہ کا گاڑھا پن اور لس
گردہ کی گرمی سے دن پر دن بڑھتا رہیگا اور ایسی حالت مین اُسکا تحلیل ہو جانا دشوار
ہوگا) بقراط نے فصول مین لکھا ہے کہ جس شخص کے پیشاب پر جھاگون کے بُلبُلے ہوتے
ہین تو اُسکی دلالت اس امر پر ہوتی ہے کہ اسکے گردون مین بیماری ہے اور اس بیماری کے
دیر تک ٹھہرنے کا اندیشہ ہے انتہیٰ مین کہتا ہون کہ اس قسم کے پیشاب کا اس بات پر
دلالت کرنا کہ گردون مین بیماری ہے اسکی تو یہ وجہ ہے کہ گردون کے اوپر جتنے اندرونی
اعضا ہین اُنکی رطوبتین جگر کی حرارت سے تحلیل ہوتی رہتی ہین لہذا ان رطوبتون کے
جھاگ پیشاب مین نہین پیدا ہو سکتے علاوہ اسکے مسافت کے دور ہونے سے یہ جھاگ
بٹ جائینگے بشرطیکہ پائے بھی جائین اور جو اعضا گردون کے بعد ہین وہ اپنی برودت
کی وجہ سے اس قابل نہین کہ ریاح پیدا کرین لہذا انمین بھی جھاگ نہ پیدا ہونگے کیونکہ
جھاگون کا پیدا ہونا ریاح پر موقوف ہے رہا اس قسم کے پیشاب کا طول مرض پر دلالت کرنا

[1] ریاض الادویہ مین ہے کہ گردون کی طبیعت گرم و خشک ہے در جۂ اول مین انتہیٰ ۱۲ منہ عفی عنہ

اسکی وجہ ہم ابھی ذکر کر چکے ہین فتذکر (شیخ نے لکھا ہے زبد یعنی جھاگ کی دلالت کبھی بذریعہ
رنگ کے ہوتی ہے جیسے سیاہ یا اشقر جھاگ یرقان پر دلالت کرتا ہے اور کبھی اُسکی
دلالت چھوٹے اور بڑے ہونے کی جہت سے ہوتی ہے بڑے بڑے جھاگون کا
ہونا مادہ کے لسدار ہونے پر دلالت کرتا ہے اور کبھی دلالت قلت اور کثرت کی جہت سے
ہوتی ہے۔ جھاگ کی کثرت مادہ کی لزوجت اور ریح کثیر پر دلالت کرتی ہے اور کبھی
جھاگ کے بدیر بیٹھنے یا جلد بیٹھ جانے سے دلالت ہوتی ہے۔ جھاگ کا دیر مین بیٹھنا
لزوجت پر دلالت کرتا ہے۔ بڑے بڑے ٹکڑے جھاگ کے جو بہت دیر تک باقی رہین امراض
گردہ مین طول مرض پر دلالت کرتے ہین اسلیے کہ انکی دلالت ریاح اور لزوجت پر ہوتی ہے
حاصل یہ ہے کہ خلط لزج امراض گردہ مین ردی ہے کہ اخلاط ردی اور برودت پر دلالت
کرتا ہے انتہی کلامہ بقدر الضرورۃ مؤلف کہتا ہے اور دلیلون مین کی چھٹی جنس
رسوب یعنی تلچھٹ ہے جس تلچھٹ مین اتنی باتین پائی جائین املس یعنی چکنی سطح کی ہو
(اجزاے جسم کی وضع کے ظاہر مین برابر ہونے کو ملاست کہتے ہین علی جیلانی نے شرح
قانون مین ایسا ہی لکھا ہے اور بحر الجواہر مین ہے کہ املس وہ جسم ہے جسکی سطح برابر ہو اور
اُسمین کھر کھراپن نہو) سفید ہو قوام مین یکسان ہو (یعنی ایسا نہو کہ اُسکے بعض اجزا رقیق ہون
اور بعض غلیظ کیونکہ یہ اختلاف اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اسکے اجزا فعل طبیعت کے
قبول کرنے مین نہایت مختلف ہین) مجتمع ہو (یعنی پیشاب کی تہ مین) تو ایسی تلچھٹ کمال
نضج پر دلالت کریگی (اور اسکا نام رسوب محمود ہے یاد رکھنا چاہیے کہ رسوب طبعی وہ ہے
جو اُن اخلاط کے فضلے ہون جو بعد نضج کے دفع ہوتے ہین اب اگر وہ کامل النضج ہے
تب تو محمود ہے ورنہ غیر محمود اور مؤلف نے اُسکی تین قسمین بیان کی ہین جو نضج پر دلالت
کرے نہ کہ اُسکی جو کمال نضج پر دلالت کرے کیونکہ اسکی صرف ایک ہی قسم ہے یعنی راسب
اور اُسکی تین قسمین نہین ہین اور جس رسوب کی تین قسمین ہین یعنی راسب اور متعلق اور غمام
وہ بھی محمود ہے لیکن لا علی الاطلاق اور جسکی صرف ایک قسم ہے وہ محمود علی الاطلاق ہے
واللہ اعلم) رسوب محمود (لا علی الاطلاق یعنی لا علی الکمال) مین سے جو رسوب راسب یعنی

تہ نشین ہوتی ہے وہ عمدہ ہے اسکے بعد متعلق یعنی وہ رسوب جو قارورہ کے بیچ مین نظر
آئے اسکے بعد غمام (بمعنی ابر) یعنی وہ رسوب جو قارورہ کے اوپری سطح پر نظر آئے (پس
رسوب محمود کی تین قسمین ہین راسب متعلق غمام) اور رسوب ردی کے اتنے رنگ ہوتے
ہین سرخ زردی مائل۔ سیاہ۔ بھورا۔ نخالی (یعنی بھوسی کی سی رنگت) خراطی (خراطہ کیطرف منسوب
ہے بحرالجواہر مین ہے کہ خراطہ اُس رطوبت کو کہتے ہین جو اعضا کے جرم سے جدا ہوتی ہے
اور بندھ[عہ] جانے کی حد تک پہونچ جاتی ہے) صفائحی (صفائح صفحہ کی جمع ہے چوڑے
چوڑے پتھرون اور تختون کو اور ہر چیز کے اُن ٹکڑون کو جو کاغذ کی طرح چوڑے ہون صفائح
کہتے ہین) ان سب مین سے ردی رسوب وہ ہے جو راسب ہو اسکے بعد متعلق اسکے بعد غمام
مگر یہ کہ اسکا تعلق (یعنی قارورہ کے بیچ مین ہونا یا بلند ہو کر اوپر آجانا) ریح کے سبب سے ہو
(پس اسوقت مین غمام سب قسمون سے زیادہ ردی ہوگا اسکے بعد متعلق) اور رسوب کا
نہونا یا تو نضج کے نہونے کی وجہ سے ہوتا ہے یا سدون کی وجہ سے یا مادہ کے کم ہونے
کی وجہ سے یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ رسوب تندرست اور دبلے شخصون مین خصوصًا ریاضت
کرنے والون مین کم ہوتے ہین اور بیمارون مین اور اُن فربہ آدمیون مین جو ریاضت
چھوڑکر آرام طلب ہو جاتے ہین رسوب زیادہ ہوتے ہین کیونکہ تندرست آدمی کبھی ایسے
مادہ سے خالی ہوتا ہے جو نضج ہو کر پیشاب کے ساتھ دفع ہو اور پیپ والی تلچھٹ (اور بلغم
خام جو پیشاب کے ساتھ خارج ہوتا ہے سفیدی اور غلظت مین باہم شریک ہوتے ہین لیکن
اسکو) بلغم خام سے بدبو اور ورم کے مقدم ہونے اور آسانی سے مجتمع ہونے اور جدا ہو جانے
کے اعتبار سے مخالفت ہوتی ہے (یعنی یہ دونون سفیدی اور غلظت مین یکسان ہوتے
ہین اور ان اوصاف مین باہم تمیز ہو جاتی ہے یعنی یہ اوصاف پیپ والی تلچھٹ مین ہوتے
ہین اور بلغم خام مین نہین ہوتے) مین کہتا ہون رسوب کے معنی لغوی (تہ نشین ہونا) یعنے
بہنے والی چیزون کے گاڑھے اجزا کا اُنکی تہ مین بیٹھ جانا اور طبیبون کی اصطلاح مین رسوب
ہر اُس جوہر (اور جرم) کو کہتے ہین جو پیشاب کی مائیت سے زیادہ غلیظ ہو اور اُسی پیشاب
مین متمیز طور پر (حستاً) نظر آئے (لہٰذا اُن اجزاے ارضیہ کو رسوب نہ کہا جائیگا جو گدلے پانیمین

عہ بند ہو جانے سے انتہاے انعقاد مراد ہے ۱۲ منہ

نظر آتے ہین مفرح القلوب مین ہے کہ رسوب سے وہ جوہر اور جرم مراد ہے جو پیشاب کا
جزو ہو انتہی لیکن یہ ٹھیک نہین ہے کیونکہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ کوئی پیشاب رسوب سے
خالی نہو کیونکہ کل بغیر جز کے نہین پایا جایا کرتا اور یہ جو کہا ہے کہ اسکا قوام مائیت کے اعتبار
سے غلیظ ہو اس قول مین ریح اور جھاگ وغیرہ سے احتراز منظور ہے اور یہ جو کہا ہے کہ مائیت
سے حساً ممتاز ہو اسمین اُن چیزون سے احتراز ہے جو پیشاب ہین ملکر پیشاب مین رنگ پیدا
کر دیتے ہین اور ایسے ہوتے ہین کہ حس کو انہین تمیز کرنے کی قوت نہین ہوتی) عام اس سے
کہ پیشاب کی تہ مین ہو یا بیچ مین یا اوپر - جو تہ مین ہو اُسکو رسوب راسب کہا جاتا ہے اور
جو بیچ مین ہو اُسکو متعلق کہا جاتا ہے اور جو اوپر ہو اُسکو غمام کہا جاتا ہے (اگر کوئی شخص
یہ کہے کہ رسوب اور ترسب کے معنے تہ نشین ہونے کے ہین پھر کیا وجہ ہے کہ متعلق
اور غمام کو بھی رسوب کہا جاتا ہے تو اسکا یہ جواب ہے گو یہ دونون تہ نشین نہین ہین
لیکن انکی شان سے تہ نشین ہونا ہے لیکن چونکہ ایک مانع درپیش ہو گیا ہے اسوجہ سے
کیونکہ انکا قوام مائیت سے غلیظ ہے ۱۲
یہ تہ نشین نہوسکے یہی وجہ ہے کہ پہلی قسم مین رسوب کے بعد راسب کی قید بھی بڑھا دیگئی
تاکہ سمجھنے والا سمجھ لے کہ رسوب مین فقط تہ نشین ہونے کی قابلیت ہونا چاہیے اب اگر
باوجود قابلیت کے تہ نشین ہو بھی جائے تو راسب بالفعل ہے ورنہ متعلق یا غمام چنانچہ
ابن ابی صادق نے لکھا ہے کہ غمام اور متعلق کو اسلیے رسوب کہا جاتا ہے کہ انکی شان سے رسوب ہے
شرح مسائل مین ۱۲
یعنی تہ نشین ہونا ہے لیکن اوپر یا بیچ مین اُسوقت آجاتے ہین جبکہ تہ نشین ہونے سے
کوئی مانع منع کرے لہذا چونکہ ان دونون مین تہ نشین ہونے کی قابلیت ہے اسلیے
ان کو رسوب کہا جاتا ہے اب یا تو رسوب نضج پر دلالت کریگا یا نہ دلالت کریگا اگر دلالت
کرے تو اسکا نام رسوب محمود ہے ورنہ رسوب ردی رسوب محمود مین چند اوصاف ہوتے
ہین اول تو سفیدی کیونکہ نضج قوت ہاضمہ سے ہوا کرتا ہے اور قوت ہاضمہ کا کام یہ ہے
کہ جس چیز کو پکائے اُسکو اعضا کے مشابہ کر دے اور اعضا کی اصلی رنگت سفید ہے پس
رنگت مین مشابہ ہونا نضج کے تابع ہوتا ہے اور یہ دو اخیر ہضمون کے فضلون مین صحیح ہے
لیکن ہضم کبدی (یعنی جو ہضم جگر مین ہوتا ہے) پس اُسکے فضلے سرخ ہوتے ہین لیکن

مثانہ اور اُسکے ماسوا جو مجاری بول ہین وہ سرخی کو متغیر کر دیتے ہین لہذا رسوب مین سرخی
محسوس نہین ہوا کرتی (جاننا چاہیے کہ کیلوس جگر مین پھر پکا کرتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ بلغم کے
رہنے کی کوئی خاص جگہ متعین نہین ہے لہذا جو بلغم صالح ہوتا ہے وہ خون کے ساتھ ساتھ
رگون مین پھرتا ہے اور جو کچھ بلغم کی تلچھٹ ہوتی ہے اور جو نضج نہین ہوتی وہ خون کی مائیت
کے ساتھ پیشاب کے مجرون مین پہونچ جاتی ہے اور اُسکی تلچھٹ کا رنگ سفید ہوتا ہے
کیلوس کا رنگ بھی سفید ہی ہوتا ہے پس جب بقیہ مین طبیعت اپنا فعل نہین کرتی وہ اپنی اصلی
رنگت یعنی سفیدی پر باقی رہتا ہے اور یہی جگر کے ہضم کا فضلہ ہے جب یہ بات معلوم ہوگئی
تو اب شارح کا یہ کہنا کہ ہضم کبدی کا فضلہ سرخ ہوتا ہے لیکن مثانہ وغیرہ اُسکے رنگ کو
متغیر کر دیتا ہے اسلیے رسوب مین اُسکی سرخی ظاہر نہین ہوتی انتہیٰ یعلی الاطلاق تامل کے
قابل ہے - یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ جو مائیت تنگ راستون مین خون کے ساتھ جاتی ہے
اور پھر لوٹ کر جگر مین آتی ہے اور جگر سے گردون اور مثانہ کی طرف مندفع ہوتی ہے اگر
ہمین رسوب ہون تو اُنکی سفیدی شاید اسلیے ہوتی ہے کہ رگون کا رنگ اُنمین آجاتا ہے
بعضے شروح قانون مین ایسا ہی لکھا ہے) اور دوسری صفت ملاست یعنی چکنا پن ہے
کیونکہ چکنا پن اس امر کی دلیل ہوتا ہے کہ اُسکے سب اجزا نے نضج کو قبول کر لیا ہے اور
تیسری صفت برابر ہونا ہے اور برابر ہونے کے یہ معنی ہین کہ اُسکے اجزا متشابہ اور یکسان
ہون یعنی بعض رقیق اور بعض غلیظ نہون (یعنی اُنکی غلظت یکسان ہو ایسا نہو کہ بعض مین
غلظت کم ہو اور بعض مین زیادہ) کیونکہ اجزا کا اسطریقے سے یکسان ہونا اس بات کی دلیل
ہے کہ قوت کا عمل جو کمال نضج کا باعث ہوتا ہے برابر ہے اور چوتھی صفت سب اجزا کا مجتمع
ہونا ہے کیونکہ اُنکا متفرق ہونا اُن ریاح کی وجہ سے ہوا کرتا ہے جو بعض کو بعض سے
متصل نہین ہونے دیتین اسلیے کہ اگر ریاح نہون تو سب کے سب قارورہ کی تہ مین
بیٹھ جائینگے کیونکہ ہر جزو (اپنی غلظت اور ارضیت کی وجہ سے) نیچے کی طرف میل کریگا
جیسے آپ نے مٹی کو پانی مین ڈال کر دیکھا ہوگا (لہذا ثابت ہوگا کہ انکا متفرق ہو جانا
اور بعض اجزا کا بعض سے نہ ملنا ضرور ریاح ہی کی وجہ سے ہوتا ہے) اور پیشاب مین ریاح

اُسیوقت مل جاتے ہین جبکہ خامی ہوتی ہے آب یہ جاننا چاہیے کہ رسوب محمود کی تین قسمین
ہین ان سب مین افضل اور عمدہ وہ رسوب ہوتا ہے جو قارورہ کی تہ مین بیٹھا ہوا ہو اُسکے بعد
وہ رسوب جو قارورہ کے بیچ مین متعلق ہو اُسکے بعد وہ رسوب جو بادل کی طرح قارورہ کے
اوپر چھا جائے (غرضکہ رسوب جسقدر نیچا ہوگا اُسیقدر عمدہ ہوگا) اور اسکی دو وجہین ہین اول
تو یہ کہ اعضا پر اجزاے ارضیہ غالب ہوتے ہین تاکہ اُنکو سخت اور قوی رکھین اور جو فضلے پیشاب
کے ساتھ دفع ہوتے ہین وہ اُسیوقت نضیج یعنی پختہ ہونگے جبکہ اجزاے ارضیہ کے غالب
آجانے مین اعضا کے مشابہ ہوجائین اور اجزاے ارضیہ کی شان یہ ہے کہ وہ نیچے کیطرف
مائل ہوا کرتے ہین پس جسقدر نیچے ہونگے اُسیقدر نضج کے قریب ہونگے اور دوسری وجہ
یہ ہے کہ اکثر اوقات اوپر چڑھ جانے کا سبب ریح ہوتی ہے اور جسقدر ریح زیادہ ہوگی اسیقدر
وہ اوپر چڑھینگے اور ریح کا زیادہ ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ قوت اُسکے دفع کرنے سے عاجز
ہے اور رسوب ردی مذموم مین یہ اوصاف نہین ہوتے رسوب مذموم کی بھی تین قسمین
ہین ان سب مین افضل غمام ہے پھر متعلق پھر راسب مگر یہ اُسوقت جبکہ بول کے اوپر اسکا آنا
کسی حرارت کی وجہ سے ہو جسنے اُسکو اوپر چڑھا دیا ہو کیونکہ جیسے حرارت کا کام اوپر چڑھانا ہوتا ہے
اسی طرح لطیف کرنا بھی اُسکا کام ہے لیکن اگر اوپر آجانے کا سبب یہ ہو کہ جن اجزاے
ارضیہ کا کام نیچے کی طرف مائل ہونا ہے انمین غالب ریح نے ملکر اُنکو اوپر چڑھا دیا ہے
تو اسوقت راسب متعلق سے افضل ہوگا اور متعلق غمام سے کیونکہ جو تہ نشین ہوگا اُسمین ریح کم
ہوگی (یہ تو سب معلوم ہوگیا اب) رسوب مذموم کے اُن اقسام مین تمیز کرنا باقی رہگیا جنکو
مؤلف نے ذکر کیا ہے لہذا ہم کہتے ہین کہ جو فضلے رسوب ردی یعنی مذموم مین دفع ہوتے
ہین یا تو اعضا سے ہونگے یا رطوبتون سے کیونکہ ان دونون کے سوا بدن مین کوئی اور جسم
ایسا نہین ہے جس سے رسوب حاصل ہو آب جو رسوب اعضا سے حاصل ہوا ہے وہ یا تو
اعضاے اصلیہ سے ہوگا تو اسکا نام خراطی ہے اور یا اعضاے اصلیہ سے نہوگا تو دو حال سے
خالی نہین یا تو اُسمین کسی قسم کی چکنائی ہوگی اسکا نام تو دسمی ہے (دسومت کی طرف منسوب
ہے جسکے معنی دہنیت اور چکنائی کے ہین) یا اُسمین کسی قسم کی چکنائی نہوگی تو اسکا نام لحمی ہے

آور خراطی یا ظاہر عضو سے ہوگا یا باطن عضو سے اگر ظاہر عضو سے ہے تو اسکا نام قشوری ہے (قشر چھلکے کو کہتے ہین) اور اگر باطن عضو سے ہے تو یا تو یہ جدا شدہ بڑے بڑے ٹکڑے ہونگے کہ چوڑے چوڑے اور رنگ مین سفید اور سرخ ہون تو اس رسوب کا نام صفائحی ہے جو ٹکڑے سفید ہین وہ تو مثانہ سے ہین اور جو سرخ ہین وہ گردے یا جگر سے اور اگر بڑے بڑے چوڑے چوڑے ٹکڑے نہون تو اس رسوب کا نام کرسنّی ہے اگر یہ ٹکڑے سُرخ ہون اور اگر سُرخ نہون تو اُسکا نام نخالی ہے آور جو رسوب رطوبتون سے حاصل ہوتا ہے وہ سیاہ بھی ہوتا ہے اور سُرخ زردی مائل بھی اور تیرہ یعنی بھورا بھی اور خلط کے مباحث مین ان رنگتون کی تفصیل اچھی طرح گذر چکی ہے یہ کل بیان تو اُسوقت ہے جبکہ پیشاب مین رسوب ہو (اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ پیشاب مین رسوب نہین ہوتا) رسوب کے نہونے کے کئی سبب ہین اوّل تو نضج کا نہونا دوسرا سدہ کا ہونا تیسرا مادہ کا قلیل ہونا کیونکہ یہ سب باتین ہو نیکے وقت مائیت مین فضلے کم ملتے ہین لہذا قابل اعتبار رسوب نہین حاصل ہوتا آور تندرست آدمیون کے پیشاب مین رسوب کم ہوتا ہے کیونکہ اُنکی رگون مین وہ خلط نہین ہوتا جسکا دفعیہ پیشاب کے ساتھ ضروری ہے اور اگر رسوب ہوتا ہے تو وہ غذاے غیر منہضم کا فضلہ ہے آور دبلے آدمیون کے بھی رسوب کم ہوتا ہے کیونکہ اُنکے بدن مین فضلے کم ہوتے ہین خصوصًا جسوقت لاغر آدمی محنتی ہو کیونکہ محنت اور ریاضت کی وجہ سے رہے سہے فضلے بھی دفع ہو جاتے ہین آور بیمار مین رسوب زیادہ ہوتا ہے اور اُس فربہ آدمی مین بھی جو ریاضت کو چھوڑ کر آرام کا عادی ہو گیا ہو آور ہماری تقریر سے اسکی وجہ ظاہر ہوگئی (مریض کے رسوب زیادہ ہونے کی تو یہ وجہ ہے کہ اُسکے ہضم مین فتور ہے اور مواد مرض موجود تو اُسکی رگون مین وہ خلط جسکا دفعیہ بذریعۂ پیشاب کے واجب ہے زائد ہوتا ہے آور فربہ آدمی کے رسوب زیادہ ہونیکی یہ وجہ ہے کہ ریاضت کے ترک کر دینے سے اُسکے بدن مین فضلے بہت جمع ہو جاتے ہین اور پیشاب کے ساتھ خارج ہوتے رہتے ہین) آور رسوب کے اقسام مین سے ایک رسوب مدی بھی ہے یہ وہ رسوب ہے جسکا ثفل پیپ ہو اور اسی کی ایک قسم رسوب مخاطی ہے اور یہ وہ ہے جسکا ثفل گاڑھا اور غیر پختہ خلط ہو اور یہ رسوب زیادہ تر عرق النسا اور گنٹھیا والون کے

علہ کرسنہ ایک قسم کے حبوب ہین معروف ہے اور رنگ مین سرخی ہے اور ذائقہ تلخی ہے ۱۲

پیشاب مین ہوتا ہے (عرق النسا بکسر عین مہملہ وفتح نون وسین مہملہ والف مقصورہ اُس رگ کو
کہتے ہین جو سرین سے ایڑی تک آئی ہے اور اُس درد کو بھی کہتے ہین جو اس رگ مین
پیدا ہوتا ہے ہندی مین اسکا نام رانگھن ہے حدود الامراض اور صراح اور بحر الجواہر مین ایسا
ہی ہے اور یہ جو زبان زد عوام ہو گیا ہے کہ عین مہملہ کو فتح دیتے ہین اور نسا کے نون کو کسرہ
دیکر الف ممدودہ بڑھا دیتے ہین یعنی عَرق النِساء کہتے ہین یہ بالکل غلط ہے) اور رسوب مدی
اور رسوب مخاطی دونون مین رنگت اور صورت کے اعتبار سے کوئی فرق نہین ہوتا اگر
فرق ہے تو یہ کہ رسوب مدی بدبودار ہوتا ہے اور اس سے پیشتر ورم بھی ہوتا ہے
اور اسکے ثفل کا جمع ہونا اور متفرق ہو جانا آسان ہوتا ہے بخلاف رسوب مخاطی کے
کہ اُسمین یہ باتین نہین ہوتین ۔ (شیخ نے جو تفصیل رسوب کے بیان مین کی ہے ایک
نظر اُسکو بھی دیکھ لینا ضروری ہے وہ لکھتے ہین کہ پہلے ہم یہ بات کہتے ہین کہ اطبا رسوب
اور ثفل کا استعمال عرف لغت کے خلاف کرتے ہین اسلیے کہ اطبا استعمال لفظ رسوب
اور ثفل کا خاص اُس چیز پر نہین کرتے جو بیٹھ جائے اور تہ نشین ہو بلکہ جس چیز کا قوام غلیظ
ہو اور مائیت سے متمیز ہو جائے عام اس سے کہ بیچ مین ٹھہرے یا اوپر آجائے اُسکو رسوب
اور ثفل کہتے ہین اسکے بعد ہم کہتے ہین کہ رسوب کے ذریعہ سے کئی طور پر استدلال ہوتا
ہے جوہر رسوب اور اسکی مقدار اور وضع اور کیفیت اور ٹھہرنے کی جگہ اور خروج کے زمانہ
اور اجزاے بول مین اُسکی آمیزش کی کیفیت سے جوہر رسوب سے تو اسطرح دلالت
ہوتی ہے کہ رسوب طبعی ہو اور محمود یعنی بہتر ہضم اور نضج طبعی پر دلالت کرے یہ رسوب ہی
ہے جو سفید رنگ تہ نشین اتصال اجزا اور اجزا یکسان اور برابر رکھتا ہو اور یہ بھی ضرور ہے
کہ ہر ایک جزو کی شکل مستدیر یعنی گول اور املس یعنی چکنی اور برابر اور لطیف مشابہ رسوب
گلاب کے ہو۔ بنسبت دلالت کرنے رسوب کی نضج مادہ پر تمام بدن مین مثل نسبت اُس
مدہ کے ہے جو سفید اور چکنا متشابہ القوام ہو نضج ورم پر لیکن مدہ کثیف ہوتا ہے اور رسوب
لطیف ۔ رسوب اور ثفل دلیل جید ہے اگرچہ رنگ اور استواے قوام نہو۔ استواے قوام
قدماے اطبا کے نزدیک نضج پر زیادہ دلالت کرتا ہے بنسبت بیاض کے اسلیے کہ مستوی القوام

جو اسقدر سفید نہو بلکہ احمر قانی ہو عمدہ ہے اُس سفید سے جسمین خشونت اور ناہمواری ہو۔ اکثر رسوب برنگ بول ہوتا ہے اور بہت عمدہ رسوب کہ ابیض نہو سب سے پہلے رسوب احمر ہے اسکے بعد رسوب زرد اسکے بعد رسوب زنجی اور بد اور مذموم رسوب کی ابتدا بعد سمی سے ہوتی ہے اور لوگ جو کہتے ہین اُسکی طرف التفات نہ کرنا چاہیے اسلیے کہ بیاض کبھی عدم نضج سے ہوتا ہے اور استوا رید ون نضج کے نہین ہوتا۔ اور بعض قسم کی سفیدی بوجہ زیادتی آمیزش ریح کے رسوب مین ہوتی ہے۔ رسوب ردی جو قابل مذمت ہو اُسکا متفرق اور پراگندہ ہونا بہتر ہے استوا اور یکجا ہونے سے رسوب جید جسمین ہم گفتگو کررہے ہین کبھی مدہ رقیق اور خام رقیق سے مشتبہ ہوتا ہے لیکن مدہ مین اور رسوب مین بدبو کا فرق ہے یعنی مدہ مین بو سے بدآتی ہے اور خام مین اور رسوب مین استواے اجزا کا فرق ہے یعنی خام کے اجزا مستوی اور یکجا ہوتے ہین اور رسوب لطافت اور خفت مین ان دونون کے مخالف ہوتا ہے۔ اور یہ رسوب جسکا ذکر ہو رہا ہے خاص امراض مین اسکا پیدا ہونا مطلوب ہے۔ حالت صحت مین اسکی خواہش نہین ہے اسلیے کہ طبیعت اپنے اور غیر دن کے درمیان احتباس مواد ردی کو بخوبی پہچانتا ہے اور اسمین شک نہین کرتا۔ اگر مواد مین نضج نہو تو فساد پر دلالت کریگا۔ اور صحیح کو ہمیشہ یہ ضرور نہین ہے کہ جو خلط اسکے بدن سے خارج ہوتا ہے پچانا کرے بلکہ مناسب یہ ہے کہ اگر صحیح مین پیدا ہو تو ایسے فضلاون پر دلالت کریگا جو غذاے غیر منہضم سے جدا ہوتے ہین اسکے بعد ایک ایسی چیز زیادہ ہو کر بول مین تہ نشین ہوتی ہے خواہ نضج یافتہ ہو یا نہو۔ لاغر اندام کے بول مین بحالت صحت ثفل رسوب کم ہوتا ہے خصوصًا وہ لوگ جنکو ریاضتون کی ملازمت ہے اور اہل پیشہ ایسے ہین جنکو اپنی حرفت اور صناعت مین تعب زیادہ ہوتا ہے وہ بھی اسی حکم مین ہین۔ یہ رسوب بکثرت اُن فربہ آدمیون کے پیشاب مین ہوتا ہے جو آسودہ حال اور بیفکر و اندیشہ ہون۔ اسیطرح واجب نہین ہے کہ لاغر آدمیون کے پیشاب مین بحالت مرض امید رسوب کی اُسقدر کیجائے جسقدر مریض فربہ اندام کے بول مین ہوسکتی ہے اسلیے کہ لاغر اندام کے امراض اکثر دفع ہوجاتے ہین اور کسیقدر رسوب

اُنکے بول مین پیدا نہین ہوتا اور اکثر اگر ہوتا بھی ہے تو تہ نشین نہین ہوتا بلکہ تھوڑا سا رسوب اُنکے بول مین یا تو طفح
بالائی بول پر ہوتا ہے یا معلق بیچ مین رہتا ہے - یہ کچھ ضرور نہین ہے کہ ادھر ہر روز بول خارج ہوا اُدھر فوراً رسوب
پیدا ہو جائے البتہ جس بول کا نضج بخوبی ہو چکا ہو اُسمین رسوب کا فوراً پیدا ہو جانا ضرور ہے بلکہ واسطے
امتیاز اور معرفت رسوب کے واجب ہے کہ بعد خروج بول کے تھوڑی دیر صبر کرین اور پھر ملاحظہ کرین - رسوب
غیر طبعی کی کئی قسمین ہین - خراطی - نخالی - کرسنی - وشیتی - شبیہ زرنیخ سرخ - زرد گہرا - لحمی - دہمی
مدی - مخاطی - شبیہ پارہا ے خمیر جو پانی مین تر کیے گئے ہون - دموی - حلقی - اُسی مین
سے شعری - رملی - حصوی ہے - اور اُسی مین سے رمادی - خراطی - قشوری ہے - اور
اُسی مین سے صفائحی ہے یہ وہ رسوب ہے جسکے اجزا بڑے بڑے سفید اور سرخ ہون -
یہ قسم اکثر دلالت کرتی ہے کہ اعضاے قریبۂ مجاری بول سے جدا ہوئی ہے - اور قشر ابیض
دلالت کرتا ہے کہ مثانہ سے بجہت قرحۂ مثانہ یا خارش مثانہ یا بوجہ تاکل اور سڑ جانے
مثانہ کے برآمد ہوتا ہے اور قشور احمر لحمی دلالت کرتے ہین کہ گردہ سے آتے ہین اور
کبھی صفائحی مین ایسے ٹکڑے برآمد ہوتے ہین جنکا رنگ تیرہ گون اور سیاہ اور مشابہ
فلس ماہی کے ہوتا ہے یہ نہایت ردی ہے - جتنے اصناف رسوب غیر طبعی کے آگے
مذکور ہوتے ہین سب سے زیادہ اسکی ردأت اور صفحات اعضاے صلب کے چھلنے پر دلالت
کرتی ہے پہلی دو قسمین یعنی خراطی اور نخالی اکثر مضر نہین ہوتین بلکہ مثانہ کو پاک کرتی
ہین - بعض اطبا نے حکایت کی ہے کہ ایک شخص نے ذرایح جو ایک زہریلا جانور
ہے کھا لیا اُسکے پیشاب مین سفید چھلکے برآمد ہوے انڈے کے اُس چھلکے کے
مشابہ جو سخت پوست کے نیچے ہوتا ہے یہ چھلکے جسوقت پانی مین گھولے جاتے
تھے گھلجاتے تھے اور سرخ رنگ دیتے تھے اور اس پیشاب کے ذریعہ سے وہ شخص اچھا
ہو گیا اور اُسکے بعد مدت تک زندہ رہا - خراطی کی ایک قسم وہ ہے جو عرض مین ان
دونون قسمون سے کم ہے اور قوام مین غلیظ زیادہ ہے - اگر سرخ رنگ ہو اسکا نام کرسنی
ہے کیونکہ اسکا رنگ مٹر کا سا ہوتا ہے - اور اگر سرخ نہو تو اسکو نخالی کہتے ہین - کرسنی
رنگ مین کبھی جگر کے اجزا محترق ہو کر آتے ہین اور کبھی جگر کا خون سوختہ اسمین ہوتا ہے

اور کبھی گردہ سے ہوتا ہے لیکن گردہ سے جو آتا ہے اُسمین اتصال لحمی زیادہ ہوتا ہے اور جو خون جگر سے آتا ہے وہ مشابہ اس رسوب کے زیادہ ہوتا ہے جو لحمی ہو اور تفتیت اور پارہ پارہ ہونے کی قابلیت اسمین زیادہ ہوتی ہے اور اگر زردی مائل زیادہ ہو گردہ سے ہوگا اسواسطے کہ جگر سے جو آتا ہے اُسمین کسیقدر سیاہی سرخی کے ساتھ ہوتی ہے آور کبھی اس رسوب کے ساتھ وہ بھی رسوب ہوتا ہے جسکے اجزا جگر سے آتے ہین نخالی یعنی جسکی شکل مثل بھوسی کے ہوتی ہے کبھی جرب مثانہ یعنی خارش سے ہوتا ہے اور کبھی اعضا کے گھلنے سے۔ آور ان دونون مین فرق یہ ہے کہ اگر بیخ عضو تناسل مین خارش اور بول مین بوے بد ہو تو وہ رسوب جرب مثانہ اور قروح مثانہ سے ہوگا خصوصًا اگر اس بول سے پہلے بول مدّی ہو چکا ہو علی الخصوص اگر تمام دلائل نضج کے موجود ہون اسوقت مثانہ کے اوپر کی رگون کا صحیح المزاج ہونا یقینی ہے اور اُنمین کسیطرح کا تغیر یا سوء مزاج واقع نہین ہے بلکہ مرض نفس مثانہ مین ہے لیکن اگر رسوب نخالی کے ساتھ التہاب اور ضعف قوت اور سلامت اعضاے بول پائی جائے اور اسکا رنگ مائل بہ تیرگی ہو یہ رسوب ذوبان اعضا سے ہوگا آور سویقی یعنی وشیشی جسکی صورت مثل ستّو کے ہو اکثر اسکا رنگ خون کے احتراق سے ہوتا ہے اور وہ مائل بسرخی ہوتا ہے اور اکثر ذوبان اعضا سے پیدا ہوتا ہے یا اُنمین خراش کی وجہ سے اگر مائل بسفیدی ہو اور کبھی جرب مثانہ سے بھی ہوتا ہے آناظر کتاب دشیشی کی ان دونون قسمون مین جو ذوبان اعضا اور جرب مثانہ سے پیدا ہوتی ہین بخوبی فرق کر سکتا ہے اگر اُن علامات کو یاد کرے جو ابھی خراطی مین مذکور ہو چکی ہین۔ اگر وشیشی مائل بسیاہی ہو پس وہ خون کے احتراق سے ہوتا ہے۔ خصوصًا خون طحال کے احتراق سے۔ جمیع اقسام رسوب صفائحی کے جو بسبب امراض مثانہ اور گردہ اور مجاری بول کے پیدا ہون امراض حادہ مین ردی اور مہلک ہوتے ہین۔ صفائحی کے اقسام مین قسم لحمی کا حال اوپر بیان ہو چکا اور یہ بھی بیان کیا گیا کہ یہ اکثر رسوب گردہ سے ہوتا ہے اور کسی وقت گردہ سے نہین ہوتا۔ پھر گردہ سے اُسوقت ہوتا ہے جب لحم کی لحمیت صحیح ہو اور بول مین نضج بھی ہو

گلنا گھلنا ۱۲

اور ذوبان اعضاے بدن مین نہو اور اگر ہمراہ اس رسوب کے حمی بھی ہو اور بول مین نضج نہو پس یہ رسوب ذوبان اعضاے بدن سے ہوگا۔ بول نضج یافتہ صحت اور وہ پر دلیل ہوتا ہے اسواسطے کہ امراض گردہ نضج بول کے مانع نہین ہوتے اسلیے کہ نضج کا مقام گردہ سے اوپر ہے رسوب دسمی چربی اور سمین اور گوشت کے پگھلنے پر دلالت کرتا ہے کامل دلالت اُس وسمی کو ہے جو مشابہ مارالذہب محلول کے ہو یعنی زردی مین۔ اور کبھی استدلال موضع ذوبان سے بوجہ قلت اور کثرت اور آمیزش اور خالص ہونے کے کیا جاتا ہے۔ اسلیے کہ اگر رسوب کی مقدار کثیر اور متمیز ہو جاننا چاہیے کہ جانب گردہ سے شحم گردہ کے ذوبان سے ہے اور اگر مقدار کم ہو اور آمیزش زیادہ ہو مکان بعید سے پیدا ہوا ہے۔ اگر بول مین کوئی ٹکڑا مثل دانۂ انار کے نظر آئے یہ ٹکڑا شحم گردہ سے ہوگا۔ رسوب مدی دلالت کرتا ہے قرحہ کے شگافتہ ہونے پر خصوصًا وہ قرحہ جو بالتخصیص اعضاے بول مین ہو اگر اس بول مین ثقل محمود راسب ہوا ہو۔ مخاطی خلط غلیظ خام پر دلالت کرتا ہے جو بکثرت بدن مین ہو یا آلات بول سے دفع ہوئی ہو یا بحران عرق النسا اور وجع مفاصل کا ہو۔ بحران پر بذریعۂ خفت کے استدلال کیا جاتا ہے جو بعد بول کے پیدا ہوئی ہو۔ کبھی یہ رسوب لطیف اور رقیق ہوتا ہے پس گمان کیا جاتا ہے کہ یہ رسوب محمود ہے اسی لیے واجب ہے کہ امراض حادہ مین ہیأت رسوب محمود کو دیکھکر فریفتہ نہو اگر رسوب محمود وقت نضج مین برآمد نہوا ہو اور نہ دلیل نضج کی موجود ہو۔ اور کبھی یہ رسوب رقیق اور لطیف شدت برودت مزاج پر دلالت کرتا ہے۔

رسوب مدی اور خام مین یہ فرق ہے کہ مدی مین بدبو ہوتی ہے اور پہلی دلیل ورم کی موجود ہوتی ہے اور اُسکے اجزا کا اجتماع اور افتراق آسان ہوتا ہے۔ اسی مدی مین سے ایک قسم وہ ہوتی ہے جسکی آمیزش مائیت سے زیادہ ہوتی ہے اور کسی قسم کی آمیزش کم ہوتی ہے اور اجزا متمیز زیادہ ہوتے ہین۔ اور خام مین کدورت اور غلظت ہوتی ہے اور اسکے اجزا آسانی سے مجتمع اور متفرق نہین ہوتے۔ جس بول کا رسوب مخاطی اور بکثرت ہو اگر یہ بول بکثرت آخر نقرس اور وجع مفاصل مین برآمد ہو خیریت پر دلیل ہوگا۔ رسوب شعری یعنی بشکل بالون کے بجہت بستہ ہونے رطوبت غلیظۂ لزجہ کے جو مستطیل ہے پیدا ہوتا ہے کہ حرارت لنے

اپنا اثر کرکے اُسکو اس شکل پر کردیا ہے۔ اکثر یہ رسوب سفید ہوتا ہے اور کبھی سُرخ اسکا انعقاد گردہ مین ہوتا ہے۔ کہتے ہین کبھی طول مین چند بالشت کا برآمد ہوتا ہے۔ رسوب مشابہ خمیر کے ٹکڑون کے جو بھیگے ہوئے ہون ضعف معدہ اور امعاء اور دونون جگہ کے ضعف ہضم پر دلالت کرتا ہے۔ بیشتر اسکا سبب دودھ یا دہی کا کھانا ہوتا ہے۔ رسوب رملی ہمیشہ حصاۃ یعنی پتھری پر دلالت کرتا ہے بستہ ہوچکی ہو یا ہوتی ہو یا بستہ ہوکر گھل رہی ہو لیکن سرخ رملی گردہ کی پتھری پر دلالت کرتا ہے۔ اور اگر سُرخ نہو مثانہ کی پتھری پر دلالت کریگا۔ رسوب رمادی اکثر اُسکی دلالت بلغم یا مدہ پر ہوتی ہے کہ اس مدہ کو بجہت دیر تک ٹھہرنے کے تغیر لون اور اجزا کا پارہ پارہ ہوجانا عارض ہوا ہے۔ اور کبھی بجہت احتراق کے جو مدہ کو عارض ہو یہ رسوب پیدا ہوتا ہے۔ رسوب علقی یعنی جو بشکل خون بستہ کے ہو اگر اسکے اجزا مین آمیزش زیادہ ہو ضعف جگر پر دلالت کریگا اور جو اس سے کم ہو مجاری بول کے زخم اور اُنکے تفرق اتصال پر۔ اور اگر اجزا اس رسوب کے متمیز ہون اکثر مثانہ اور عضو تناسل سے برآمد ہوگا اور بہت تفصیل سے ہم اس رسوب کا حال امراض جزئیہ کی بحث مین ذکر کرینگے۔ جس وقت بول مین رسوب بشکل سرخ لوتھڑے کے پیدا ہو اور مریض بعارضۂ طحال مبتلا ہو بعد اس رسوب کے مرض طحال دفع ہوجائیگا۔ یہ بھی جاننا ضرور ہے کہ امراض مثانہ مین بطرف بول کے خون کثیر نہین نکلتا اسواسطے کہ مثانہ کی رگین ملی ہوئی اور اُسکے جرم مین دھنسی ہوئی اور تنگ اور تھوڑی ہین۔ مقدار رسوب کے ذریعہ سے دلالت رسوب کی پس بنظر قلت اور کثرت کے اسطرح پر ہے کہ رسوب کا زیادہ ہونا سبب فاعلی کی کثرت پر اور کم ہونا سبب فاعلی کی قلت پر دلالت کرتا ہے اور مقدار مین چھوٹا اور بڑا ہونا اسکی دلالت اسطرح کی ہے جیسا کہ نراطی مین مذکور ہوا۔ اور کیفیت رسوب کے لحاظ سے رسوب کی دلالت پس لون کی جہت سے تو یہ ہے کہ سیاہ رسوب دلیل ردی ہے اُن سب اقسام پر جنکا ہمنے ذکر کیا۔ رنگ کے اعتبار سے اسلم رسوب وہ ہے جو سیاہ ہو اور مائیت سیاہ نہو۔ سرخ رسوب دمویت پر دلالت کرتا ہے اور تخمہ پر۔ اور زرد شدت حرارت اور مرض کی خیانت پر۔ اور سفید رسوب امین سے محمود وہ ہے جسکو ہم اوپر لکھ چکے ہین۔ اور غیر محمود یعنی مذموم مخاطی۔ مدی غددی یعنی بشکل سریش

اور رغوی یعنی جو بشکل کف ہو یہ سب نضج بول کے مخالف ہین - سبز رسوب بھی وہی ہوتا ہی
جو رفتہ رفتہ سیاہ ہو جاتا ہے پس سیاہ رسوب کے حکم مین داخل ہے اور بو سے رسوب سے
استدلال کرنے کا طریقہ اوپر بیان ہو چکا - وضع رسوب سے اسکے چکنے اور دور دور سے ہونیکے
ذریعے سے استدلال ہوتا ہے چکنا اور برابر ہونا اجزاے رسوب محمود کا بہتر ہے اور برخلاف اسکے
رسوب کا برا ہے اور پرا گندہ ہونا ریاح اور ضعف ہضم پر دلالت کرتا ہے مکان رسوب سے بطور
استدلال ہوتا ہے کہ اگر رسوب بول کے اوپر ہو اُسکو غمام کہتے ہین اور اگر بیچ مین ٹھہرا ہو اسکو معلق
کہتے ہین اور اسمین بہ نسبت غمام کے نضج زیادہ ہوتا ہے یہ معلق رسوب وہی بہتر ہوتا ہے جسکا
ریشہ اور پرزہ نیچے کی طرف مائل ہو - راسب وہ رسوب ہے جو تہ نشین ہو اور اسمین نضج کامل ہوتا ہے
یہ باتین رسوب محمود کی ہین - اور رسوب مذموم جتنا سبک ہو بہتر ہے جیسے رسوب اسود کہ
جتنی سیاہی کم ہو اُتنا ہی اچھا ہے - یہ بات حمیات حادہ مین ہوتی ہے - اسیطرح اگر خلط
بلغمی ہو یا سوداوی پس راسب سے غمام بہتر ہے اسلیے کہ غمام دلالت کرتا ہے خلط کے
لطیف ہو جانے پر مگر یہ کہ سبب رسوب کے اوپر آجانے کا کثرت ریاح ہو اگر کثرت ریاح
نہو تو غمام بہتر ہے اسکے بعد معلق اور سب سے بدتر راسب ہے - سبب رسوب کے اوپر
چڑھنے کا چڑھانے والی حرارت یا ریح ہوتی ہے - جو رسوب متمیز ہو حالت غلاظت بول
مین اوپر چڑھتا ہے خصوصًا اگر رسوب سبک ہو اور بول رقیق مین نیچے بیٹھ جاتا ہے اگر
رسوب ثقیل ہو - جسوقت رسوب طافی یا معلق اول مرض مین ظاہر ہو اور بدستور ہمیشہ ایسا ہی
رہے دلالت کریگا کہ بحران بذریعۂ خراج کے ہوگا مگر خفیف اور نا تواں لوگون کا مرض
فقط رسوب محمود سے جو طافی یا معلق ہو دفع ہو جاتا ہے جیسا ہمنے اوپر ذکر کیا - رسوب طافی یا
معلق جو چکنا ہو اگر مشابہ نسج عنکبوت کے ہو یا متفرق ہو یا اسکا اجتماع مثل اجتماع زلابیہ کے
ہو ردی ہے اور زلابیہ ایک قسم کی روٹی ہے خواہ مٹھائی جیسے جلیبی وغیرہ پھولی ہوتی ہے
سوراخ دار - اور اکثر ظہور ثفل طافی غیر جید کا ہوتا ہے کہ وہ محل خوف ہے لیکن یہ بات
ابتداے نضج مین ہوتی ہے اسکے بعد رفتہ رفتہ جودت اور خوبی بڑھتی جاتی ہے پھر معلق
ہوتا جاتا ہے اسکے بعد راسب ہوتا ہے یہ بات رسوب کی دلالت بدی ہونے پر نہین

کرتی ہے لیکن اگر اسکے بعد رسوب ردی پیدا ہونے لگین پس جو خوف ابتدائے مرض مین
پیدا ہوا ہے اسکا ظہور واجب ہے اور زمانہ کے لحاظ سے رسوب کا استدلال اسطرح پر
کیا جاتا ہے کہ اگر بول ہونے کے ساتھ ہی رسوب فوراً پیدا ہوجائے علامت جید ہے
نضج مادہ کی اور اگر رسوب کے پیدا ہونے مین دیر ہو یا نہ پیدا ہو دلیل عدم نضج پر ہوگی اور
جتنی تاخیر رسوب کے پیدا ہونے مین کمی بیشی ہوگی نضج مین بھی اسیقدر تاخیر سمجھنا چاہیے
ہیأت آمیزش رسوب کی اجزاے بول مین جیسا ہمنے بول دم اور بول دسم یعنی چرب مین
ذکر کیا ہے وہی سمجھنا چاہیے انتہی کلام الشیخ رحہ) **مؤلف کہتا ہے** اور ساتوین جنس
پیشاب کی مقدار ہے پس پیشاب کا (مقدار طبعی سے) زاید ہونا بہت پانی پینے یا اعضا
کے پگھلنے یا فضلون کے استفراغ کی علامت ہے جیسا کہ بحران مین ہوتا ہے (یہ
فضلون کے استفراغ کے متعلق ہے یعنی فضلون کے استفراغ کی علامت ہے) اگر
یہ زیادتی قوت کے ساتھ ہو اور اُسکے بعد آرام اور راحت ملے اور جو پیشاب ردی ہو (یعنی
رنگ کی جہت سے جیسے سیاہ یا قوام کی جہت سے جیسے گاڑھا) تو اُسمین سے زیادہ سالم
وہ ہے جو بہت سا آوے (یعنی یکبارگی بہت سا آدے نہ تھوڑا تھوڑا کرکے) اور پیشاب
کا تھوڑا آنا (یعنی طبعی مقدار کے اعتبار سے) افراط کی تحلیل پر دلالت کرتا ہے یا رطوبت کے
فنا ہوجانے پر یا سدون پر یا دستون کے آنے پر اور پیشاب کا کم ہونا تحلیل کی کمی کے
ساتھ مرض استسقا کا خوف دلاتی ہے مین کہتا ہون پیشاب یا تو مقدار طبعی سے
کم ہوگا یا زیادہ یا برابر اور اُسکے زیادہ ہونے کے بہت سے اسباب ہوتے ہین منجملہ اُنکے
ایک تو پانی کا زیادہ پینا ہے خواہ تنہا یا کسی اور پینے والی چیز مین ملاکر اور اسی کے معنی
مین ہے تر میوون کا زیادہ کھانا (جیسے تربوز وغیرہ کہ انکی مائیت بہت زیادہ ہوتی ہے)
اور منجملہ اُنکے رطوبتون کا پگھل پگھل کر پیشاب کے ساتھ نکلنا ہے (جیسا کہ محرقہ تپون مین ہوا کرتا
ہے کہ انمین رطوبتین مثانہ مین اتر آتی ہین اور وہان سے پیشاب کے ساتھ خارج ہوتی
ہین تجرا لکواہیر مین ہے کہ تپ محرقہ وہی تپ صفراوی ہے مگر فرق یہ ہے کہ تپ محرقہ کا
مادہ رگون کے اندر دل اور جگہ کے قریب متعفن ہوجاتا ہے اور جب تپ لازم کی ہر قسم کا نام

شدت حرارت اور زیادتی پیاس کی وجہ سے اور دل اور جگر کے قرب سے تپ محرقہ
رکھا گیا تو اُسکی دوسری قسم یعنی جسمین اُن رگون مین عفونت ہوتی ہے جو دل اور جگر سے
بعید ہین اُسکا نام عام رکھا گیا یعنی غب لازم) اور منجملہ اُنکے طبیعت کا بدن کے مادون
کو دفع کرنا ہے جیسے ادراری بحران مین ہوتا ہے (یعنی جو امراض مادیہ ہین جسوقت اُنکا
بحران بذریعہ ادرار کے ہوتا ہے تو وہی مواد جو بدن مین مجتمع ہین اس پیشاب مین دفع
ہوتے ہین یا یہ کہ طبیعت اُن مواد کو خود نہ دفع کرے بلکہ مدر چیزون کا استعمال کیا جائے) اور اسمین (یعنی فضلون
کے استفراغ مین) اور اعضا کے پگھلنے مین یہ فرق ہے کہ فضلون کا استفراغ قوت کے ساتھ ہوتا ہے اور اسکے بعد
راحت ملتی ہے بخلاف ذوبان اعضا یعنی پگھلنے کے (استفراغ کی قوت کے ساتھ ہونیکی یہ وجہ ہے کہ بہت سے
فضلون کا تنگ راستون سے دفع ہونا بغیر اسکے کہ طبیعت اُنکو قوت کے ساتھ دفع کرے نہین
ہوسکتا کیونکہ اول تو فضلے زیادہ دوسرے راستے تنگ ہین اور خفت کی یہ وجہ ہے
کہ ان فضلون کا بدن مین ہونا ضرور ہے کہ گرانی اور سستی اور کھنچاؤ اور بھوک کی کمی بدن
مین پیدا کرے اور جب یہ فضلے دفع ہو جاتے ہین تو یہ عوارض بھی دفع ہو جاتے ہین
اور اُنکے زائل ہونے سے بدن مین ہلکاپن اور راحت محسوس ہوتی ہے بخلاف ذوبانی
کے کہ اسمین قوت ضعیف ہوتی ہے اور اسکے بعد کوئی راحت بدن کو نہین ملتی) نیز ذوبانی
مین قوی حرارت اور تیز بو ہوتی ہے اور بحران کے دن نہین ہوتا بخلاف بحرانی کے
اور بول ردی (یعنی جسمین رنگ یا قوام کی جہت سے ردأت ہو) جیسے سیاہ اور گاڑھا
پیشاب اسمین سے اسلم وہ پیشاب ہوتا ہے جو زیادہ ہو یعنی یکایک بہت سا دفع ہو نہ یہ کہ
رُک رُک کر تھوڑا تھوڑا نکلے کیونکہ اُسکا یکایک دفع ہونا طبیعت کے قوی ہونے کی
دلیل ہے اور ٹکڑا ٹکڑا ہو کر آنا نہایت ردی ہے کیونکہ یہ نہایت ضعف پر دلالت کرتا ہے
اور مقدار طبعی سے پیشاب کے کم ہونے کے بھی کئی سبب ہوتے ہین ایک تو بدن
کے متخلخل ہو جانے اور مسامات کے کھلجانے سے یا بہت سی حرکت کی وجہ سے
رطوبتون کا افراط سے تحلیل ہوجاتا ہے کیونکہ رطوبتون کا افراط سے تحلیل ہو جانا مائیت کو کم
کر دیتا ہے اور اسوجہ سے پیشاب کم آتا ہے (نفیسی مین ہے کہ پیشاب کا کم آنا رطوبتون کے

افراط سے تحلیل ہوجانے پر دلالت کیا کرتا ہے جیسا افراط کی تکان کے وقت یا فراجی گرمی
کے وقت ہوتا ہے اور ان دونوں مین فرق یہ ہے کہ پہلی قسم سے بیشتر تکان ہوا کرتی ہے اور
اسکے ساتھ پیشاب تیز جلتا ہوا ہوتا ہے اور اکثر اوقات یہ پیشاب پتلا ہوتا ہے اور دوسری
قسم مین پیشاب ناری ہوتا ہے اور بوجھ کم ہوتا ہے اور بدن خفیف ہوجاتا ہے) اور قلت بول
کے اسباب مین سے ایک سبب بدن کی رطوبتون کا فنا ہوجانا ہے زیادتی حرارت کی وجہ
سے (جیساکہ پانی کم پینے کے وقت ہوا کرتا ہے اور سبب کے مقدم ہونے سے پہچان لیا
جاتا ہے اور پیشاب کے شدت سے رنگین ہونے سے بھی پہچان لیا جاتا ہے کیونکہ رنگ
بگڑنے والی چیز جب کم ہوتی ہے تو اُسمین رنگ دینے والی چیز کی تاثیر زیادہ ہوا کرتی ہے
اور یہ سبب پہلے سبب کے مغائر ہے (یعنی تحلیل رطوبت اور فنا رطوبت مین فرق ہے)
کیونکہ تحلیل مین تو رطوبتین موجود ہوکر زائل ہوتی ہین اور دوسری قسم یعنی فنا مین شروع
ہی سے اُنکا انتفاء ہوتا ہے اور قلت بول کے اسباب مین سے ایک سبب پیشاب کے
مجرون مین سدون کا ہونا ہے جو مثانہ کی جہت تک پہونچے ہوے ہون کیونکہ اسوقت
بہت کم اور پتلا پیشاب تو خارج ہوگا اور گاڑھا اور زیادہ پیشاب رُکا رہیگا اور ایک سبب
اسہال ہے کیونکہ یہ مائیت کو دوسری جہت کو متوجہ کردیتا ہے (ایسا ہی حکم پسینے کا بھی ہے
کیونکہ جب پسینا زیادہ آتا ہے تو بھی پیشاب کم ہوجاتا ہے اور اسکی شناخت مادہ کے غیر
جہت کیطرف متوجہ ہونے اور پیشاب کے پتلے ہونے اور کم رنگین ہونے اور بوجھ کم ہونے سے
ہوا کرتی ہے) اور پیشاب کا بہت کم ہونا کم تحلیل کے ساتھ استسقاء کا خوف دلاتا ہے کیونکہ
اسکی دلالت اسپر ہوتی ہے کہ براجخ وغیرہ مین تفرق اتصال ہوگیا ہے (براجخ برجخ کی
جمع ہے اور یہ وہ رگ ہے جو گردہ سے مثانہ کو آئی ہے اسی سے مائیت دفع ہوتی ہے)
کیونکہ اسمین تفرق اتصال ہوجانا اس امر کو مستلزم ہے کہ مائیت بجاے مثانہ کے تجویف بطن
مین اُتر آئے اور اس سے یکایک استسقاء زقی پیدا ہوجاتا ہے (اور جسطرح اُسکی دلالت
تفرق اتصال پر ہوتی ہے اور اُس سے استسقاء زقی پیدا ہوتا ہے اسی طرح اسکی دلالت
اسپر بھی ہوتی ہے کہ جگر کی قوت دافعہ فضلون کے دفع کرنے سے عاجز ہے لہذا مائیت

خارج نہین ہوسکتی اور استسقا بھی پیدا ہوجاتا ہے (استسقا اور اُسکے اقسام کا ہم اس سے پہلے بیان کرچکے ہین اُسکو یاد رکھنا چاہیے آور واضح ہو کہ بس بول کا حال مختلف ہو کبھی بہت سا آوے اور کبھی تھوڑا اور کبھی بند ہوجائے تو یہ اسکی دلیل ہے کہ طبیعت اسقدر مجاہدہ اور کوشش مین مصروف ہے جس سے طبیعت کو تعب اور تکان حاصل ہوتا ہے آور یہ کیفیت ردی ہوتی ہے امراض حادہ مین اگر پیشاب زیادہ آئے اور اُسکے بعد مریض کو راحت نہ پہونچے تو دق یا تشنج التہابی کے پیدا ہونے پر دلیل ہے اور یہی حال حمیات حادہ مین زیادہ پسینہ کا ہے۔ اگر حمیات حادہ مین پیشاب بلا ارادہ قطرہ قطرہ ٹپکے تو آفت دماغی پر دلیل ہوتا ہے جو عقب اور عضل دماغ تک پہونچ چلی ہے پھر اگر ایسے پیشاب کے وقت تپ مین سکون ہو اور دلائل سلامت موجود ہون تو رعاف یعنی نکسیر کی خبر دیگا ورنہ اختلاط عقل اور فساد پر دلیل ہوگا۔ صحیح آدمی کا پیشاب اگر رقیق اور کم ہوجائے اور اسیطرح ہمیشہ آیا کرے اور گرانی اور درد تھیگاہ مین محسوس ہو اطراف گردہ کے سخت ورم پر دلالت کریگا مرض قولنج مین اگر بول بکثرت برآمد ہو صحت کی بشیتر بشارت دیتا ہے خصوصًا اگر سفید ہو اور بآسانی برآمد ہوجانا چاہیے کہ قارورہ کے متعلق جسقدر احکام ہین اُنمین سے بعض ضروری احکام ان درسی کتابون مین جو مختصرات ہین نہین پائے جاتے مثلاً مرد اور عورت کے پیشاب کا فرق اور عمر کے اعتبار سے پیشاب کی حالت جانورون کے پیشاب کی حالت وغیرہ کہ انمین امتیاز کرلینا طبیب کے لیے نہایت ضروری ہے اور یہ باتین مؤلف وغیرہ نے نہین بیان کین اسلیے بنظر ضرورت شیخ کے کلام سے ہم نقل کیے دیتے ہین وہ لکھتا ہے (ہم کا امتحان کے وقت دھوکا نہ کھائے) آٹھوین فصل بول صحیح المزاج نضیج اور واجب الغسل کے بیان مین یہ بول وہی ہے جسکا قوام معتدل ہو اور رنگ لطیف مائل با ترجی رنگونے کرا ہمین بموجب بیان بالا کے سفیدی اور بسکی اور ملاست اور استوار اور استدارت شکل … بو اسکی معتدل نہ تند اور بدبودار اور نہ ایسا کہ کسی قسم کی بو نہو۔ ایسا بول جبوقت کسی ایسے مریض مین دفعتہ برآمد ہو جسکی حدت زیادہ ہے جدائی مرض اور حصول صحت پر اُسکے دوسرے دن دلیل ہے نوین فصل بول انسان کے بیان مین لڑکون کا پیشاب رنگ مین دودھ کے رنگ کی طرف مائل ہوتا ہے کہ انکی غذا یہی ہے اور مزاج مین اُنکے رطوبت زیادہ ہے

اور مائل بسفیدی ہوتا ہے۔ اور صبیان کا بول غلیظ و ثخین زیادہ بول شبان یعنی جوانون سے ہوتا ہے اور پراگندگی اجزا اسمین زیادہ ہوتی ہے جیسا ہم اوپر ذکر کرچکے ہین۔ جوانون کا پیشاب مائل بطرف ناریت اور اعتدال قوام کے ہوتا ہے۔ بول کہول کا مائل بطرف بیاض اور رقت کے ہوتا ہے اور اکثر غلیظ ہوتا ہے بقدر اندازہ اُس فضول کے جنکا استفراغ انکے بدن سے بکثرت ہوتا ہے۔ بول مشائخ مین بیاض اور رقت بہ نسبت کہول کے زیادہ ہوتی ہے کبھی شاذ و نادر انکا بول غلیظ بھی ہوجاتا ہے جب غلاظت انکے بول مین زیادہ ہو سنگریزے کی پیدائش کا خوف ہوتا ہے دسوین فصل مردون اور عورتون کے پیشاب کے بیان مین عورتون کا بول ہر حال مین غلیظ شدید البیاض اور رونق مین کم بول مردون سے ہوتا ہے اور یہ بات فضلون کی زیادتی سے ہوتی ہے جو انمین پیدا ہوتے ہین اور اس سبب سے کہ ضعف اُنکے ہضم مین زیادہ ہوتا ہے اور مسامات اُنکے وسیع ہوتے ہین اور اس سبب سے کہ انکے آلات بول کی طرف انکے ارحام سے بہت سے رطوبات متحلل ہوکر آتے ہین۔ مرد کا پیشاب اگر ہلایا جائے تو اوپر کیطرف مائل بہ کدورت ہوجاتا ہے اور اکثر مرد کے بول مین کدورت ہوتی ہے اور عورتون کا بول ہلانیسے مکدر نہین ہوتا اسلیے کہ اسکے اجزا مین تمیز نہین ہوتی اور اکثر عورت کے بول کے اوپر ایک شئ گول جھاگ کی طرح ہوتی ہے۔ اور اگر کسیقدر کدورت عورتون کے پیشاب مین آتی ہے تو بہت کم ہوتی ہے۔ مرد کے پیشاب مین جماع کے بعد لکیرین ڈورون کے شکل کی ایسی ہوتی ہین جیسے ایک ڈورا دوسرے مین بُنا ہوا ہے۔ حاملہ عورتون کا بول صاف ہوتا ہے اور اُسکے اوپر ابر تنک دھوئین کی طرح ہوتا ہے اور بیشتر انکا بول مثل نخود آب کے ہوتا ہے یا مثل جوش آب پارچہ گوسفند وغیرہ کے زرد رنگ جسمین رقت ہو اور اُسکے اوپر ابر سا ہوتا ہے اور کیسا ہی ہو بول کے درمیان مین ایک شئ مثل روئی کے گالے کے ہوتی ہے اور اکثر ایک چیز مثل دانہ کے بروقت ہلانے کے چڑھتی اور اترتی ہے اور اگر کبودی زیادہ ظاہر ہو پس وہ اول حمل ہے اور اگر سرخی ظاہر ہو تو آخر حمل ہے خصوصًا جسوقت بروقت ہلانے کے مکدر ہوجائے۔ اور نفاس والی عورتون کا پیشاب اکثر احوال مین سیاہ مثل روشنائی

اور سیاہ دیگ کے ہوتا ہے۔ **فصل گیارھوین بول حیوانات کے بیان مین** طبیب
کو بول حیوانات کی شناخت بھی اکثر مفید ہوتی ہے۔ جب کوئی شخص براہ امتحان اور دھوکا دینے
کے انسان کے بول کی جگہ حیوان کا بول دکھائے پھر اسوقت طبیب کو دشواری ہوتی ہے
کہتے ہین کہ بول گدھے کا قارورہ مین مثل کھلی ہوئی چکنائی کے ہوتا ہے کدورت لیے ہوے
غلاظت جو خارج سے بہم پہونچتی ہے۔ اور خچر کا بول بھی چکنائی مین مثل بول خر کے ہوتا
ہے مگر اُس سے صاف زیادہ ہوتا ہے۔ اور ایسا نظر آتا ہے کہ نصف قارورہ اوپر کا صاف
ہے اور نصف نیچے کا کدورت ناک۔ اور بول غنم یعنی گوسفند کا سفید ہوتا ہے اور زردی مین
آدمی کے بول کے قریب ہوتا ہے مگر اسمین قوام درست نہین ہوتا اور ثفل اُسکا مثل تیل کے
ہوتا ہے یا مثل تیل کے ثفل کے ہوتا ہے اور جسقدر غذا اسکی اچھی ہو بول مین صفائی زیادہ
ہوتی ہے اور بول ہرن کا مشابہ بول گوسفند کے ہوتا ہے مگر قوام اور ثفل نہین ہوتا۔ اور
کسیقدر بول غنم سے صفائی مین زیادہ ہوتا ہے۔ گھوڑے کا پیشاب آدمی کے بول کے
قریب ہوتا ہے۔ **بارھوین فصل ایسی تر چیزون کے بیان مین جو مشابہ بول
کے ہوتی ہین** سکنجبین اور کل تر چیزین مثل ماء العسل اور انجیر اور آب زعفران وغیرہ کے
ان سب کا یہ قاعدہ ہے کہ جسقدر قریب سے دیکھین صاف معلوم ہونگی اور بول اسکے
برخلاف جسقدر قریب سے دیکھین غلیظ معلوم ہوگا۔ ماء العسل کا کف زرد ہوتا ہے اور آب انجیر
کا ثفل کنارے بیٹھ جاتا ہے اور بیچ مین نہین ہوتا اور نہ درستی اور ہمواری پیدا ہوتی ہے
اور نہ اُس مین حرکت ہوتی ہے پس اسقدر بیان احوال بول کا شاید کافی ہو۔ ہمارے
اس تتمہ سے جو نقصان اسکے بیان احکام مین باقی رہگیا تھا بحمدہ تعالی وہ پورا ہوگیا۔
امید ہے کہ اس پوری تفصیل کے سمجھ لینے کے بعد ناظر کتاب کو اور کسی کتاب کے دیکھنے کی
ضرورت نہوگی۔ ہرچند کہ ان احکام کا یاد کرلینا اور سمجھ لینا محض اس بات کے لیے مفید ہوتا
ہے کہ اطبا کی اصطلاحات پر عبور ہوجائے اور صرف اسقدر دیکھ لینے سے آدمی طبیب
نہین ہوسکتا تاہم جسکو اسقدر باتین منضبط ہونگی وہ ادنی توجہ اور صحبت حاذق طبیب سے
کام نکال سکیگا) **مؤلف کہتا ہے** (ب) براز (یعنی پائخانہ کے احکام) مین (کلام کیا جاتا ہے

قاموس مین ہے البراز ککتاب الغائط یعنی براز بکسر با یعنی کتاب کے وزن پر عربی مین
پائخانہ کو کہتے ہین صراح مین ہے براز ومبارزۃ از میان صف بیرون شدن بحرب ۔
براز ایضاً کنایۃ عن ثقل الغذاء وھو الغائط یعنی اصل مین براز اور مبارزت کے معنی
ہین صف چیر کر لڑائی کے لیے نکلنا اور کنایہ کے طور پر غذا کے ثقل یعنی پائخانہ کو بھی براز
کہتے ہین غیاث اللغات مین ہے براز بکسر اول فضلہ وغائط یعنی سرگین آدمی وغیرہ
وبمعنی بیرون آمدن وبفتح خطاست یعنی براز بکسر با آدمی اور غیر آدمی کے فضلۂ غذا اور
پائخانہ کو کہتے ہین اور باہر آنے کے معنی مین بھی آیا ہے اور بفتح با پڑھنا غلطی ہے ان تصریحات
سے واضح ہوگیا کہ صاحب نفیسی کا یہ لکھنا کہ براز بفتح با اصل مین جنگل کو کہتے ہین اور کنایہ کے
طور پر اُس فضلہ کو بھی کہتے ہین جو مقعد سے خارج ہوتا ہے انتہی ٹھیک نہین ہے سدیدی
مین ہے ھو فضلۃ ذات قوام غیر ذی حیوۃ وھو یدل علی احوال الھضم بلونہ ومقدارہ
وقوامہ وھیأتہ ووقتہ ومن رائحتہ وعدد مراتہ انتہی براز وہ فضلہ ذی قوام ہے جسمین
کوئی جز حیات کا نہین ہے یہ فضلہ ہضم کی حالت پر اتنی باتون سے دلالت کیا کرتا ہے
رنگ ۔ مقدار ۔ قوام ۔ ہیئت ۔ وقت ۔ بو ۔ عدد خروج) پائخانہ کے رنگ سے استدلال
کیا جاتا ہے پس طبعی پائخانہ وہ ہوتا ہے جسمین ہلکی سی ناریت ہو پھر اگر (پائخانہ کی ناریت)
بڑھ جائے (اسطرح کہ خالص سرخ ہو جائے) تو حرارت کی علامت ہے (کہ وہ حرارت صفرے
کو جلا دیتی ہے پس اُسکی زردی بڑھجاتی ہے) اور اسکی علامت ہے کہ صفرا غالب ہے
اور اگر ناریت گھٹ جائے تو خامی اور برودت کی دلیل ہے (پس صفرا کا پیدا ہونا اسوقت
مین کم ہوگا اور رنگ کم ہوگا) اور پائخانہ کی سفیدی بلغم کے غلبہ کی علامت ہے (کہ بلغم کی
سفیدی صفرا کی زردی پر غالب آجاتی ہے) یا اسکی علامت ہے کہ پتے کی نالی مین سدہ
پڑگیا ہے اور ایسے وقت مین قولنج اور یرقان کا خوف ہوتا ہے اور پائخانہ مدی اور قیحی
(ان دونون مین فرق بیان ہوچکا ہے اور وہ یہ ہے کہ خلط کی صورت قیح مین باقی
رہتی ہے اور مدہ مین نہین باقی رہتی) پھوڑے کے پھوٹنے کی علامت ہے (آنتون
کی طرف) اور اکثر اوقات اُن لوگون کو جب بیٹھے رہنے کے عادی اور آرام طلب ہوجاتے ہین

ایسا پائخانہ ہوتا ہے جو پیپ کے مشابہ ہوتا ہے (سفیدی اور غلاظت مین) اور اس پائخانہ
کا ہونا اُنھین نفع دیتا ہے اور اُنکی سُستی جو بہت آرام طلبی سے پیدا ہوئی ہے جاتی رہتی
ہے (کیونکہ آرام پانے سے فضلے جمع ہو جاتے ہین اور یہ فضلے جب مجتمع ہو جاتے ہین تو بدن
کو ڈھیلا کر دیتے ہین اور جب پائخانہ کے ساتھ نکلجاتے ہین تو یہ ڈھیلا پن جاتا رہتا ہے
اور یہ ایک عمدہ تنقیہ ہو جاتا ہے) اور سیاہ پائخانہ مثل سیاہ بینیا بسکے ہے اور سبز اگر احتراق
سے نہو جیسے زنجاری اور کراثی ہوتا ہے تو جمود کے افراط کی علامت ہے **مین کہتا**
(زنگاری ۱۲ — کراث گندنا ۱۲ — جم جانا ۱۲)
ہون پائخانہ کے ذریعہ سے بدنی حالتون پر استدلال کرنے کے کئی طریقے ہین ایک تو
اُسکا رنگ۔ طبعی پائخانہ کا رنگ یہ ہے کہ ناری ہو جسمین ہلکی ناریت ہو یعنی زردی مگر وہ جو
تیز نہو کیونکہ جو خلط پائخانہ پر گرکے اُسکو رنگتا ہے وہ خلط صفراء ہے اور صفرا کا رنگ زرد
ہے اور ظاہر ہے کہ اختلاط اور میل سے اُسکی زردی ضرور کٹیگی اور جس زردی کی زردی کٹجائے
وہ یہی ناری ہے جسمین ہلکی ناریت ہو اور صفرا کے ٹپکنے کی حکمت ہم پہلے بیانات مین تفصیل
کے ساتھ لکھ آئے ہین اب اگر پائخانہ کی زردی بڑھ جائے یہانتک کہ خالص سرخ ہو جائے
تو اُسکی علت حرارت اور صفرا کا غلبہ ہے کیونکہ رنگنے والا صفرا یا تو بہت زیادہ ہوگا یا جلجائیگا
کہ جسمین سخت حرارت ہوگی اور جلجانے کی علامت یہ ہے کہ پائخانہ مین سوزش اور جلن ہو
اور اگر پائخانہ کا زرد رنگ ناریت سے گھٹ جائے یہانتک کہ سفیدی مائل ہو جائے
تو یہ فضلہ کی خامی اور غلبۂ برودت کی علامت ہوگا کیونکہ صفرا کے نہ گرنے کی وجہ یا تو
صفرا کی کمی ہوتی ہے اور اسکو برودت لازم ہے یا یہ وجہ ہوتی ہے کہ قبل از وقت پائخانہ
ہوا اسطرحپر کہ اُسپر وہ زمانہ پورا نہ گزرے جو صفرا کی واجب مقدار کو پورا لے سکے اور اسکو
فضلہ کی خامی لازم ہے اور جسوقت پائخانہ کی رنگت سفید ہو جائے تو اس سفیدی کی
ان دونون وجہون مین سے کوئی وجہ ہوتی ہے اول وجہ تو یہ ہے کہ اُسکے ساتھ
ایسا خلط ملجائے جو صفرا پر غالب آکر اُسکو زردی سے سفید کر دے دوسری وجہ یہ ہے کہ
اُسپر صفرا نہ گرے پس پائخانہ اپنی کیلوسی سفیدی پر باقی رہجاتا ہے اور ایسا اُسوقت ہوتا
ہے جبکہ صفرا کی نالی مین کوئی سدہ رُکا ہوا ہو یا تو وہ راستہ بند ہو جائے جو جگر سے پتے تک ہے

اور یا وہ جو پتے سے آنتون تک ہے (اسکی تحقیق گذر چکی ہے یاد کرلو) اور جسوقت کوئی سدہ پڑجائے تو قولنج اور یرقان کا انتظار کرنا چاہیے لیکن یرقان کا ہونا اُسوقت لازمی ہوتا ہے جبکہ جگر سے پتے تک کا مجرا بند ہوجائے بخلاف دوسرے مجرے کے بند ہوجانے کے کیونکہ کبھی صفرا معدہ کی طرف دفع ہوکر قی کے ذریعہ سے خارج ہوجاتا ہے اور دونون سدون مین یہ فرق ہے کہ جو سدہ جگر سے پتے تک کے مجرے مین ہوتا ہے اسمین پائخانہ تدریج کے ساتھ آہستہ آہستہ پتے کے خالی ہونے تک سفیدی مائل ہوتا ہے بخلاف اُس سدہ کے جو دوسرے مجرے مین ہو کہ اسمین یکایک اُسکا رنگ سفید ہوجاتا ہے اور مدی اور قیحی پائخانہ کو گو سفید رنگ کے پائخانہ مین شامل کرسکتے ہین لیکن چونکہ ان دونون کا خاص سبب ہوتا ہے اسلیے انکا علٰحدہ ذکر کرنا ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ مؤلف نے انکو علٰحدہ ذکر کیا اور ان کا سبب پھوڑے کا پھوٹ جانا اور جو کچھ اسمین پیپ اور مواد وغیرہ ہے اُسکا آنتون کی طرف بہ آنا ہے اور بسا اوقات تندرست آرام طلب تارک ریاضت کو اس قسم کا پائخانہ ہوتا ہے جو پیپ کے مشابہ ہوتا ہے اور ایسا پائخانہ اُسکے لیے ایک عمدہ تنقیہ ہوتا ہے جس سے اُسکے بدن کی سستی اور ڈھیلاپن دفع ہوجاتا ہے جو ریاضت کے چھوڑ دینے (اور فضلون کے جمع ہوجانے) سے اُسکو عارض ہوجاتا ہے اور شیخ نے اسیطرح پیشاب کے بیان مین بھی لکھا ہے۔ اور سیاہ پائخانہ اور سیاہ پیشاب ایک ہی حکم مین ہین یعنی جسطرح سیاہ پیشاب کبھی زیادتی احتراق کبھی جمود کبھی مادہ سوداوی کی حرکت اور کبھی کسی رنگین چیز کے کھالینے سے ہوتا ہے اسیطرح سیاہ پائخانہ بھی انھین وجہون مین سے کسی وجہ سے ہوتا ہے اور سبز پائخانہ کی علت اگر سخت احتراق نہو تو افراط کے جمود پر دلالت کریگا جو نہایت سخت برودت کے سبب سے واقع ہو اور جو سبزی احتراق کی وجہ سے ہو وہ جمود پر دلالت نہ کریگی جیسے زنجاری اور کراثی مین چنانچہ اسکا ذکر (خوب تفصیل کے ساتھ) پیشاب مین گذر چکا مؤلف کہتا ہے اور پائخانہ اپنی مقدار سے بھی دلالت کیا کرتا ہے پس پائخانہ کا کم ہونا غذائی فضلون کے کم ہونے کی علامت ہے یا فضلون کے رُک رہنے کی علامت ہے اور اسوقت مین قولنج کا خوف ہوتا ہے اور کبھی کمی قوت دافعہ کی کمزوری سے ہوتی ہے

اور پائخانہ کا زیادہ ہونا ان باتون کی ضدون کی علامت ہے۔ مین کہتا ہون پائخانہ کی دلالت کا دوسرا طریقہ اُسکی مقدار ہے اور اُسکی کمی اور زیادتی اُس مقدار کے اعتبار سے دیکھی جاتی ہے جسکو کھائی ہوئی غذا چاہے پس زیادہ پائخانہ تو وہ ہے جو اُس مقدار سے زیادہ ہو اور کم وہ ہے جو اس مقدار سے کم ہو اور معتدل مقدار وہ جو اسکے برابر ہو اور غذاؤن کے اختلاف سے اس قلت وکثرت مین اختلاف ہوا کرتا ہے کیونکہ بعضی غذائین تو ایسی ہوتی ہین جو بہ نسبت نکلنے کے بدن کا جزو زیادہ ہوتی ہین جیسے اخروٹ اور بادام ہے اور بعضے اسکے برعکس ہین جیسے شلجم ہے اور بعضی ایسی ہین کہ جسقدر بدن کو لگتی ہین اُسیقدر فضلہ ہوکر باہر نکلتی ہین جیسے بکری کا گوشت ہے (حاصل کلام یہ ہے کہ بعضی غذائین تو کثیر الغذاء ہوتی ہین یعنی جنکا اکثر حصہ خون بنکر جزو بدن ہو جاتا ہے جیسے نیمبرشت زردی پس اس غذا کا فضلہ کم ہوگا اور بعضی غذائین قلیل الغذاء ہوتی ہین جیسے رائی وغیرہ اور اس غذا کا فضلہ زیادہ ہوگا اور بعضی غذائین متوسط الغذاء ہوتی ہین جیسے صاف گیہون کی روٹی پس پائخانہ کے کم ہونے کے یہ معنی ہین کہ جس مناسب مقدار پر اس غذا کے تناول پر اُسکو ہونا چاہیے اُس سے کم ہو اور زیادتی کے یہ معنی ہین کہ اس غذا کے تناول کے بعد اسکو جس مقدار پر ہونا چاہیے تھا اُس سے زائد ہو) جب یہ معلوم ہوچکا تو یہ سمجھنا چاہیے کہ مؤلف نے مقدار مین معتدل پائخانہ کا ذکر نہین کیا کیونکہ آیندہ چلکر جو اُسنے افضل پائخانہ کا ذکر کیا ہے اُس سے معتدل فی المقدار کا حال معلوم ہوسکتا ہے۔
یہانپر کم اور زیادہ کو مؤلف نے ذکر کیا ہے اور کمی کے لیے کئی سبب بیان کیے ہین پہلا سبب تو غذائی فضلون کا کم ہونا ہے (یعنی اگر غذائی فضلے کم ہونگے تو پائخانہ کم ہوگا) لیکن یہ صحیح نہین ہے کیونکہ اگر مؤلف نے فضول غذائیہ سے غذا کا فضلہ مراد لیا ہے تو وہ عین براز ہے (یعنی غذا کا فضلہ تو وہی پائخانہ ہے نہ کہ دوسری چیز) اور اس تقدیر پر مؤلف کے کلام کے یہ معنی ہونگے کہ پائخانہ کا کم ہونا پائخانہ کے ہونے کے سبب سے ہوتا ہے اور یہ ایک مہمل بات ہے کیونکہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ شئی اپنے نفس کی علت ہو اور اگر مؤلف کی مراد فضول غذائیہ سے وہ فضلے ہین جو پائخانہ مین ملتے ہین

(اس طرح کہ فضول غذائیہ کے معنی فضول برازیہ کے ہون) یعنی غذا کے لفظ کو براز پر بولا جائے اس علاقہ سے کہ براز غذا کو لازم ہے (اور براز غذا کا نتیجہ ہے جیسے طالب علم کو مولوی اور انگور کو شراب کہا جائے) یا اس علاقہ سے کہ براز اصل مین غذا ہی تھا (جیسے سرکہ کو شراب کہا جائے) تو اس صورت مین جو معنی قلت کے ہم بیان کر آئے ہین (یعنے پائخانہ کا اُس مناسب مقدار سے کم ہونا جس مقدار پر اس غذا کا فضلہ ہونا چاہیے تھا) اُن فضلون کی قلت سے نہین لازم آتے جو پائخانہ مین ملے ہوے ہین اور اگر مؤلف کی یہ مراد ہے کہ جو غذا استعمال اور تناول مین آئی ہے وہ ایسی ہو کہ اُسکا فضلہ کم ہو اور کثیر الغذائیۃ ہو (یعنے اس قسم کی غذا کا تناول یہ پائخانہ کے کم ہونے کی علت ہوتا ہے اسلیے کہ اس غذا کی طبیعت براز کے کم ہونے کو چاہتی ہے اور براز کا کم ہونا اسکی علامت ہوتا ہے کہ اس قسم کی غذا کا استعمال کیا گیا ہے) تو اس تقدیر پر بھی قلت بمعنی مذکور لازم نہین آتی (یعنی اُسکا مقدار مناسب سے کم ہونا) یہانتک شارح کا شبہہ ختم ہو چکا اور شارح نے شبہہ کر کے چھوڑ دیا اور اسکا کوئی جواب نہین دیا حالانکہ اسکا جواب ظاہر ہے اور اُسکی تقریر یہ ہے کہ ہم پہلی شق کو اختیار کرتے ہین یعنی فضول غذائیہ سے غذا کا فضلہ مراد ہے لیکن ہم نہین مانتے کہ غذا کا فضلہ اور پائخانہ ایک ہی چیز ہے بلکہ غذا کا فضلہ جسوقت تک کہ متمیز اور متغیر ہو کر اور اعضاے باطنی سے جدا ہو کر باہر نہ آئے اور اپنی اصلی حالت کو ترک نہ کرے اور آنتون سے جدا نہو اُسوقت تک اُسکو اصطلاحاً براز نہین کہتے کیونکہ ہم پہلے لغت کی کتابون سے نقل کر چکے ہین کہ براز مین خروج اور ظہور بھی معتبر ہے اور جسوقت تک اُسپر یہ تغیرات نہ واقع ہون اُسکو فضلۂ غذائیہ کہا جاتا ہے اور اس تقدیر پر جو خرابی شارح نے بیان کی ہے لازم نہین آتی واللہ اعلم) اور پائخانہ کی کمی کا دوسرا سبب اُسکے کچھ حصہ کا اعور یا قولون یا لفائف مین کسی سدہ کی وجہ سے رُک رہنا ہے اور یہ قولنج کا مقدمہ ہے (یاد رکھنا چاہیے کہ آنتین چھ ہین ۱ اثنا عشری ۲ صائم ۳ لفائف ۴ اعور ۵ قولون ۶ مستقیم۔ پہلی تین آنتین یعنے اثنا عشری اور صائم۔ اور لفائف باریک ہین اور اعور اور قولون اور مستقیم یہ تینون آنتین موٹی ہین اور قولنج قولون سے ماخوذ ہے جو موٹی آنتون مین سے ایک آنت ہے اور

عـہ اثنا عشری نام روده ایست تحت معده و آنرا اثنا عشری از آن گویند کہ طول او دوازده انگشت می باشد از انگشتان صاحبش و دوم صائم نام روده دوم از جہلہ شش و دوم لفائف نام روده سوم لفائف پیچیده گی کردن نام روده بلفائف شده آعور نام روده چہارم از شش روده اسپ کلان آغاز دمل و مدخل یکسان یک ۱۸ ست ۱۲ عنایت

اُس سے ماخوذ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ یہ درد اکثر اسی آنت مین پیدا ہوتا ہے آور قولنج کے لام کو بفتح اور کسرہ دونون کے ساتھ پڑھا جاتا ہے اور حدود الامراض اور مؤید اور مدار وغیرہا مین صرف بکسرۂ لام ضبط کیا ہے اور برہان مین ہے کہ قولنج معرب کورنج ہے کہ درد شکم کو کہتے ہین)

آور مؤلف کا قول اولاحتباسها اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ فضول غذائیہ سے اُسکی مراد پائخانہ ہی ہے (اسلیے کہ آنتون مین پائخانہ ہی کا احتباس ہوتا ہے پس جسوقت یہ ضمیر فضول غذائیہ کی طرف راجع ہوئی تو متعین ہوگیا کہ فضول غذائیہ سے براز ہی مراد ہے اور اس تقدیر پر وہی خرابی لازم آگئی جسکو شارح نے ابھی شبہہ مین ذکر کیا ہے لیکن ہمارے جواب کے بعد وہ شبہہ نہین وارد ہوتا) اور پائخانہ کی کمی کا تیسرا سبب قوت دافعہ کا اُس چیز کے اعتبار سے ضعیف ہونا ہے جسکو وہ دفع کرتی ہے کیونکہ جب قوت دافعہ کمزور ہو جاتی ہے تو پائخانہ کو اچھی طرح نہین دفع کرسکتی اور کچھ حصہ اندر ہی باقی رہجاتا ہے پس فضلہ کم خارج ہوتا ہے آور پائخانہ کے زیادہ ہونے کے اسباب ان مذکور باتون کے اضداد ہین یعنی غذائی فضلون کا زیادہ ہونا اور احتباس کا نہونا اور قوت دافعہ کی پوری قوت آور پائخانہ کا زیادہ ہونا فضول غذائیہ کے زیادہ ہونے سے اُسوقت صحیح ہوسکتا ہے جبکہ فضول غذائیہ سے وہ فضلے مراد ہون جو پائخانہ مین ملے ہوتے ہین لیکن یہ کہنا کہ اگر احتباس نہوگا تو پائخانہ زیادہ ہوگا یہ ٹھیک نہین ہے کیونکہ احتباس کے نہونے سے پائخانہ کی مقدار مین اعتدال ہوگا نہ کہ زیادتی رہی قوت دافعہ (یعنی اسکی قوت سے پائخانہ کا زیادہ ہونا) پس اگر اس سے یہ مراد ہے کہ قوت دافعہ مین اتنی قوت ہو کہ فضلون کو بھی پائخانہ کے ساتھ باہر نکالدے تب تو یہ حکم صحیح ہے اور اگر قوت سے یہ مراد ہے کہ اُسکو تمام پائخانہ دفع کردینے کی قوت ہو تو ہم نہین تسلیم کرتے (کہ اُسکی قوت سے پائخانہ کی مقدار زیادہ ہوگی) کیونکہ یہ قوت تو اعتدال مقدار کا سبب ہے (نہ کہ زیادتی مقدار کا) **مؤلف کہتا ہے** اور پائخانہ اپنے قوام (گاڑھا اور پتلا ہونے) سے بھی (بدن کی حالتون پر) دلالت کیا کرتا ہے پس اُسکے قوام کا پتلا ہونا (پتلے ہونیکے یہ معنی ہین کہ نہ تو سوکھ کر پتھر ہو جائے اور نہ اسقدر بہتا ہوا ہو کہ پانی کا سا قوام ہو بلکہ اُسکا ثخن ایسا ہو جیسا معتدل القوام شہد کا ثخن ہوتا ہے) یا تو ہضم کے ضعف کی علامت ہے

عہ وارد ہو کر [illegible]
مثل ان کتابون مین باعتبار
اس کے کہ ہوے [illegible]
بالضعف [illegible]
اور ہمارے ملک مین معتدل
[illegible] اسکو دیکھنا
چاہیے [illegible] ۱۲

یا ماساریقا مین سدے ہونے کی علامت ہے (کہ رقیق کیلوس کو کلیجہ کی طرف جانے سے مانع
ہوتے ہین) یا اسکی علامت ہے کہ ماساریقا کی قوت جاذبہ کمزور ہے (کہ رقیق کیلوس کو نہین جذب
کرسکتین) یا نزلہ کی علامت ہے (کہ سر سے معدہ کی طرف گر کر معدہ کو اذیت دے اور اُسے
اس بات پر مجبور کرے کہ اپنے مین کی غذا کو ہضم ہونے سے پہلے ہی دفع کر دے پس اس صورت
مین پتلا کیلوس اور سر سے گری ہوئی رطوبتین پائخانہ کے ساتھ دفع ہوتی ہین) یا اسکی وجہ سے
کیلوس خراب ہوجاتا ہے اور اسکا صالح نہین رہتا کہ بدن کی غذا بن سکے اسلیے جگر پتلے کیلوس
کو اپنی طرف نہین کھینچتا اور وہ پائخانہ کے ساتھ دفع ہوجاتا ہے) یا ایسی غذا کے کھانے کی
علامت ہے جو پھسلا دینے والی ہو (یعنی قبل اسکے کہ ماساریقا پتلے کیلوس کو اچھی طرح جذب
کرین وہ معدہ اور آنتون کی غذا کو پھسلا دے) اور لسدار پائخانہ کا ہونا لسدار غذا کے کھانیکی
علامت ہے (یعنی اسکی علامت ہے کہ زیادہ لسدار غذا کھائی گئی ہے کیونکہ اگر ایسی غذا کم
ہوگی تو وہ پائخانہ کو تر نہ کریگی) اور یہ رطوبت جو غذا سے پیدا ہوتی ہے اُسکو بدن کی زیادہ حرارت
باندھ دیتی ہے اور فرط حرارت سے ہضم نہین ہوتی اور لسدار ہو جاتی ہے) یا لس دار خلط
کی علامت ہے (جو پائخانہ کے ساتھ ملجاتا ہے) یا (اعضاے اصلیہ کے) پگھلنے کی علامت
ہے جسوقت کہ اسکے ساتھ بدبو ہو (کیونکہ اعضاے اصلیہ کو پگھلانے والی حرارت غریبہ ہوتی
ہے اور حرارت غریبہ کا کام ہی یہ ہے کہ پگھلی ہوئی چیز کو متعفن کر دے) اور قوت کا سقوط ہو
(کیونکہ غریب حرارت اعضاے اصلیہ کو اُسیوقت پگھلاتی ہے جبکہ قوی اور غالب ہو اور یہ جبھی
ہوتا ہے جبکہ حرارت غریزی کمزور ہو جائے اور حرارت غریزی کے ضعف کو قوت کا ساقط
ہونا لازم ہے) اور کف دار پائخانہ ریاح کی علامت ہے (جو حرکت کرتے ہین اور جو رطوبتین
پائخانہ مین ہین اُنکے ساتھ ملجاتے ہین پس یہ جھاگ درحقیقت وہ ریاح ہی ہین جیسا کہ
اسکا ذکر عن قریب گذر چکا ہے) یا جوش کی علامت ہے (کیونکہ گرمی ریاح اور رطوبتون
کو ساتھ ہی حرکت دیتی ہے اور ان دونون کو آپسمین ملجانے پر برانگیختہ کرتی ہے) اور خشک
پائخانہ اسکی علامت ہے کہ زیادہ ریاضت اور تکان یا افراط حرارت کی وجہ سے رطوبت زیادہ
تحلیل ہوگئی ہے (زیادہ ریاضت سے رطوبتون کی تحلیل اسلیے ہوتی ہے کہ اُسکی وجہ سے

بخارات زیادہ اُٹھتے ہین اور پسینہ زیادہ آتا ہے اور اس سے اعضا کی رطوبتین تحلیل ہوتی ہین پس پائخانہ کی رطوبتون کو اعضا جذب کر لیتے ہین کیونکہ خلا ہو نہین سکتا اور حرارت کی زیادتی بھی رطوبتون کو فنا کر دیتی ہے) خصوصًا جبکہ گردون مین یا کلیجہ مین بے انتہا حرارت ہو (کیونکہ جب ان دونون مین حرارت ہوتی ہے تو ثُفل کی رطوبتون کو تیزی سے فنا کر ڈالتے ہین اسلیے کہ آنتون کے ساتھ ان دونون کو نہایت قربت ہے اسکے علاوہ جب یہ دونون عضو گرم ہوتے ہین تو پتلے کیلوس کو اپنی طرف پورے طور پر جذب کر لیتے ہین) یا پائخانہ کی خشکی کم پانی پینے سے ہوتی ہے (کیونکہ جب پانی کم پیا جائیگا تو پائخانہ کو تر رکھنے والی رطوبتین کم ہو نگی) یا اس سے خشکی ہوتی ہے کہ جو غذائین کھائی گئی ہین وہ خشک ہون کیونکہ خشک غذائین چونکہ رقیق کرنے والی رطوبت سے خالی ہوتی ہین اسلیے معدے اور آنتون کی رطوبت کو چوس لیا کرتی ہین) یا زیادہ پیشاب آنے سے اُسمین خشکی آجاتی ہے کیونکہ رطوبتین پائخانہ کے راستے کو چھوڑ کر دوسری طرف متوجہ ہو جایا کرتی ہین اسلیے پائخانہ خشک رہجاتا ہے) مین کہتا ہون تیسرا طریقہ پائخانہ کا قوام ہے پائخانہ کا قوام یا طبعی ہوگا یعنی معتدل جیسا کہ آگے چلکہ افضل پائخانہ کے بیان مین اسکا ذکر آئیگا اور یا اُسکے اعتبار سے پتلا ہوگا یا اُسکے اعتبار سے غلیظ ہوگا ۔ رقیق سے تر مراد ہے عام اس سے کہ لس دار ہو یا نہو اور عام اس سے کہ کف دار ہو یا نہو اور غلیظ سے خشک مراد ہے خواہ سوکھ کر کھنگر ہو جائے یا اسقدر نہ سوکھے جب یہ اصطلاحین معلوم ہو چکین تو اب ہم کہتے ہین کہ پائخانہ کی رطوبت (یعنی رقت) کی کئی وجہین ہوتی ہین اول تو ہضم کا ضعیف ہونا کیونکہ جب معدہ کے ہضم مین خرابی آجاتی ہے تو جگر غذا کے اُن تر اور لطیف اجزا کو نہین جذب کر سکتا جنکا کام یہ ہے کہ وہ جگر کو جائین لہذا یہ رطوبتین آنتون مین چلی جاتی ہین مگر چونکہ اُن چیزون کو آنتین نہین ہضم کر تین جنکے ہضم سے معدہ بھی عاجز ہو تو پائخانہ کے ساتھ دفع ہو جاتی ہین اور یہی وجہ پائخانہ کے تر اور رقیق ہو جانے کی ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ ماساریقا مین سدہ پڑجائے کیونکہ جب ماساریقا مین سدہ پڑجاتا ہے تو یہ رطوبتین اُنمین نفوذ نہین کر سکتین پس پائخانہ کے ساتھ ملکر اُسکو رقیق کر دیتی ہین تیسری وجہ یہ ہے کہ ماساریقا کی قوت جاذبہ کمزور ہوجائے

کیونکہ قوت جاذبہ کے کمزور ہونے سے ماساریقا رطوبتون کو نہین چوس سکتین آور چوتھا سبب
نزلہ ہے کیونکہ جب سر سے معدے مین نزلہ گرتا ہے تو معدہ کو اس امر پر مجبور کرتا ہے کہ کیلوس کو
قبل اسکے کہ وہ ہضم ہو اور قبل اسکے کہ جگر اُسکے لطیف اجزا کو جذب کرے نکالدے آسکے علاوہ
جو مواد دماغ سے معدہ کی طرف گرتے ہین وہ اس قابل نہین ہوتے کہ اُنسے بدن کا تغذیہ
ہوسکے پس وہ پائخانہ مین ملکر اُسکو رقیق کردیتے ہین آور تر پائخانہ کے لسدار ہونیکی کبھی تو یہ وجہ
ہوتی ہے کہ جس غذا کا یہ فضلہ ہے وہ لسدار تھی یا یہ کہ کوئی لسدار خلط اُسمین ملکر اُسکو لسدار بنادیتا
ہے آور یہ دونون باتین کھلی ہوئی ہین آور کبھی یہ وجہ ہوتی ہے کہ اعضاے اصلیہ کے گھلنے سے
اُسمین لس پیدا ہوجاتا ہے اور اعضاے اصلیہ کے گھلنے کی اسلیے قید لگائی گئی کہ گوشت اور
چربی اور روازکے گھلنے اور اُسمین ملنے سے لس نہین پیدا ہوتا کیونکہ گھلی ہوئی چیز خود ہی اسکے
قوام مین لزوجت اور لس نہین ہوتا (چہ جائیکہ کسی چیز مین ملکر اُسکو لسدار کردے) بلکہ ایسی
حالت مین پائخانہ مین چکناہٹ پیپ کی سی ہوجاتی ہے (اور لس مین اور چکناہٹ مین
بہت فرق ہے) آور جو لس اعضاے اصلیہ کے پگھلنے سے آتا ہے اُسکی یہ نشانی ہے کہ اُسمین
سخت بدبو ہوتی ہے اور بدن مین ایسا پائخانہ ہونے سے سکت نہین رہتی آور رقیق یعنی تر
پائخانہ مین جھاگ ہونے کی علت کبھی تو ریاح ہوتے ہین اور کبھی یہ وجہ ہوتی ہے کہ حرارت
کی شدت کی وجہ سے پائخانہ مین جوش پیدا ہوجاتا ہے جیسے شیرہ مین گرمی پاکر جھاگ
پیدا ہوجاتے ہین آگر جھاگ ریاح کی وجہ سے ہون تو اُسکی یہ علامت ہے کہ پیٹ مین قراقر
اور نفخ ہو آور اگر جوش کی وجہ سے ہون تو اُسکی یہ نشانی ہے کہ حرارت کا غلبہ ہو اور کرب (بے چینی ۱۲)
اور پیاس غالب ہو آور پائخانے کے سوکھ جانے کے کئی سبب ہوتے ہین ایک تو نہایت
ریاضت کی وجہ سے رطوبتون کا تحلیل ہوجانا جیسے کہ نہایت سخت حرکت کے وقت ہوتا ہے
جس سے بدن سے پسینا بہ نکلے کیونکہ جب بدن سے پسینہ بنکر رطوبتین جدا ہوجاتی ہین
تو بدن انکے بدلے پائخانہ کی رطوبتون کو جذب کرلیتا ہے اور حمام مین دیر تک رہنے کا
بھی یہی حکم ہے (کیونکہ گرم حمام مین جب دیر تک قیام رہیگا تو بے انتہا پسینہ بدن سے
نکلجائیگا اور رطوبتین خشک ہوجائینگی اور بدن اسکے بدلے پائخانہ کی رطوبتون کو جذب

کر لیتا ہے اور پائخانہ خشک ہو جاتا ہے) اور ایک وجہ یہ ہے کہ کل بدن کے مزاج یا اُسکے
بعض اعضا کے مزاج مین خصوصاً اگر دو دن یا جگر مین حرارت بے انتہا بڑھ جائے کہ یہ حرارت
تمام رطوبتون کو چوس کر پائخانہ کو کھنگر بنا دیتی ہے اور ایک وجہ یہ ہے کہ پانی کم پینے مین
کم آئے اور ایک وجہ یہ ہے کہ جو غذائین کھانے مین آئی ہین وہ خشک ہون کیونکہ خشک
غذا معدہ کی رطوبت کو چوس کر پائخانہ کو سکھا دیتی ہے اور پتھر بنا دیتی ہے اور ایک وجہ یہ ہے
کہ پیشاب زیادہ آئے کیونکہ رطوبتین دوسری طرف کو متوجہ ہو جاتی ہین اور پائخانہ سوکھ
جاتا ہے۔ **مؤلف کہتا ہے** اور پائخانون مین کا افضل وہ پائخانہ ہوتا ہے جو آسانی
سے دفع ہو اور یکسان ہو اور ہلکا ناری ہو اور قوام اور مقدار مین معتدل ہو اور کھانے کے زمانہ
کے بعد معتدل وقت سے آگے پیچھے نہ ہو اور بو معتدل ہو نہ اُسکے ہونے کے وقت بق بق
کی آواز ہو نہ پیٹ مین قراقر ہو اور نہ اُسمین جھاگ ہون۔ **مین کہتا ہون** آسانی سے
دفع ہونے کے یہ معنی ہین کہ ایک ساتھ آئے بیچ مین ٹوٹ ٹوٹ کر اور تھوڑا تھوڑا نہ آوے
اور مقعد کے کنارون مین اُس سے جلن نہو کیونکہ رُک رُک کر آنا قوت دافعہ کے کمزور
ہونے کی دلیل ہے اور سوزش کا پیدا کرنا اسکی دلیل ہے کہ اُسمین تیز صفرا ملا ہوا ہے اور
تشابہ اور یکسان ہونے سے یہ مراد ہے کہ اُسکے تمام اجزا یکسان ہون یعنی ایسا نہو کہ بعض
اجزا مین تری ہو اور بعض مین خشکی کیونکہ تمام اجزا کا یکسان ہونا ہضم معدہ کی خوبی کی دلیل ہے
اور ناری کے معنی اور اُسکا سبب اخلاط کی فصل مین معلوم ہو چکے ہین اور قوام کے معتدل
ہونے سے یہ مراد ہے کہ نہ تو بالکل خشک مینگنیون کی طرح ہو اور نہ پتلا بہتا ہوا ہو کیونکہ
قوام کا معتدل ہونا اس بات کو بتاتا ہے کہ یہان ایسے اسباب نہین پائے جاتے
جو امر طبعی کو تغیر کر دیتے ہین جیسے خشکی اور تری پیدا کرنے والی چیزین اور مقدار مین معتدل
ہونے سے یہ مراد ہے کہ جو غذا کھائی گئی ہے مقدار مین اُسکے قریب قریب ہو کیونکہ اُسمین
سے جو حصہ بدن کی غذا کے لیے کم ہو جاتا ہے اسکا تدارک اُسکے پکنے سے ہو جاتا ہے
کیونکہ قاعدہ ہے کہ پکی ہوئی چیز کی مقدار بڑھ جایا کرتی ہے اور وقت کے معتدل
ہونے سے یہ مراد ہے کہ اُس وقت کے گذر جانے پر دفع ہو جائے جتنی دیر مین اُس غذا

کے ہضم ہو جانے کی توقع کی جاتی ہو کھانے کی سب سے اچھی حالت مین اور بو کے معتدل ہونے سے یہ مراد ہے کہ نہ تو اُسمین زیادہ بد بو ہو اور نہ یہ کہ اُسمین بالکل بو ہی نہو کیونکہ بد بو کا زیادہ ہونا تو اخلاط غذائیہ کے متعفن ہو جانے کی دلیل ہے اور بد بو کا بالکل نہونا یہ اس امر کی دلیل ہو کہ برودت غالب ہے اور فصل پائخانہ مین جو اسکی قید لگائی گئی ہے کہ گوزون کی آواز اور قراقر اور جھاگ نہون اسکی یہ وجہ ہے کہ آوازین اور جھاگ ریاح پر دلالت کیا کرتے ہین مؤلف کہتا ہے اور نہایت سڑی ہوئی بد بو اور نہایت برا رنگ یہ دونون باتین موت پر دلالت کیا کرتی ہین یہان پر طب کا جزء نظری (اور جو مباحث اُسکے متعلق تھے) پورا ہو گیا مین کہتا ہون یہ بات ظاہر ہے (کہ یہ دونون چیزین موت پر دلالت کیا کرتی ہین) کیونکہ بد بو اور برا رنگ یہ دونون اس بات پر دلالت کیا کرتے ہین کہ بدن مین ردی اور خراب خلط کثرت سے موجود ہین اور ظاہر یہ ہے کہ طبیعت اُنکے مقابلے سے عاجز آگئی ہے اسیلیے کہ وہ بدستور اپنی حالت پر باقی ہین یہانتک کہ بد بو اور اس رنگ کی حد تک پہونچ گئے (اور اگر طبیعت اُنکا مقابلہ کرتی تو یہ نوبت کاہیکو ہوتی تفصیل مین ہے کہ بد بو تو موت پر اسیلیے دلالت کرتی ہے کہ یہ اصلی حرارت کے فنا ہو جانے اور سڑا دینے والی خارجی گرمی کے غالب آجانے پر دلالت کرتی ہے اور رنگ کا برا ہونا اس سبب سے موت پر دلالت کرتا ہے کہ ایسے رنگ کی نہایت غیر طبعی حالت پر دلالت ہوتی ہے اور یہ امر جبھی ہوتا ہے جبکہ اس حالت کا سبب بھی اسی مرتبہ کا غیر طبعی ہو اور وہ یہ کہ قوت ساقط ہو جائے اور حرارت غریزی فنا ہو جائے اور ایسی ہی اس رنگ کی دلالت اس امر پر بھی ہوتی ہے کہ بدن مین ردی مادہ کثرت کے ساتھ موجود ہے اور ظاہر ہے کہ قوت کا ضعیف ہونا اور مادۂ ردیہ کا کثرت سے ہونا ہلاکت کے درجہ پر پہونچانیوالی چیزین ہین انتہٰی مترجم کہتا ہے کہ یہانتک براز کے متعلق جسقدر تفصیل شارح اور مؤلف نے کی تھی پوری ہو گئی لیکن اسکے بعض ایسے احکام جن کا علم بھی ضروری ہے باقی رہگئے اسیلیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ اس بحث کے متعلق شیخ نے تفصیل کی ہے اُسکو بھی بلفظہ نقل کر دیا جائے یہ تفصیل اگرچہ جگہ سے اگر مذکورہ تفصیل سے مل بھی جائے تاہم لطف سے خالی نہین وہ لکھتے ہین کہ براز کی مقدار سے کبھی اسطرح استدلال کرتے ہین کہ جو چیز کھائی گئی ہے

ط۵ یعنی کھانے کا جو طریقہ بتایا گیا کہ آہستہ آہستہ قریب چبا کر وقت تنگ ہو نہ بہت ... طریقہ سے کھانے پر جتنی دیر مین ہضم ہو جانا غالباً متوقع ہو ۱۲ ع۶ عفونت یعنی حرارت غریبہ کی پیدا ہوئی ہے ۱۲ ع۷ یعنی ریاح کی کثرت ۱۲ ع

اُسکی مقدار سے جتنا فضلہ براز کا دفع ہونا مناسب ہے اُس سے کم ہے یا زیادہ یا برابر۔ یہ بات بخوبی معلوم ہے کہ زیادتی براز کی بجہت کثرت حجم اخلاط کے ہوتی ہے اور قلت براز کی بوجہ قلت اخلاط کے یا بجہت احتباس مقدار کثیر براز کے اعور یا قولنج یا لفائف مین یعنے اُن باریک امعاء مین جو باب تشریح مین مذکور ہوچکی ہین اور یہ احتباس مقدمۂ قولنج ہے کہ ضعف قوت دافعہ پر دلالت کرتا ہے آور کبھی براز کے قوام سے استدلال کیا جاتا ہے رطوبت قوام کی یا سدون پر دلالت کرتی ہے یا سوءہضم پر۔ اور کبھی ضعف جداول پر آور جداول وہ رگین ہین جو موٹی انتڑیون مین لپٹ کر اُنکی رطوبت کو جذب کرتی ہین آور ضعف کیوقت جداول رطوبتون کو نہین چوستین۔ کبھی نزلات سر سے ٹپکتے ہین اس سے براز مین رطوبت پیدا ہوتی ہے کبھی ایسی چیز کے کھانے سے جو براز مین تری پیدا کرے۔ براز کی لزوجت کبھی اعضاے اصل کے پگھلنے پر دلالت کرتی ہے اگر بوے بد ہو اور کبھی کثرت اخلاط ردی پر جنین لزوجت ہو دلیل ہوتی ہے اور اُسوقت مین زیادہ بوے بد نہین ہوتی آور کبھی لزج غذاؤن کے کھانے سے (جنکی مقدار قلیل ہو اور مزاج مین حرارت قوی ہو کہ اس جہت سے ہضم جید نہوسکے) یہی لزوجت پیدا ہوتی ہے۔ جو براز بشکل زبد ہو جوش اور شدت حرارت پر دلالت کرتا ہے یا ریاح کثیر کی آمیزش پر۔ خشک براز لقب اور تحلل پر دلیل ہوتا ہے یا کثرت ادرار بول پر یا ایک حرارت ناری پر جو مزاج مین پیدا ہو یا خشک غذاؤن کے کھانے پر یا زیادہ دیر تک امعاء مین ٹھہرے رہنے پر جیسا اپنے مقام پر اسکا بیان کتاب چہارم مین آئیگا۔ اگر براز خشک اور سخت کے ساتھ رطوبت بھی ہو دلالت کریگا کہ اسکی خشکی بجہت طول زمانہ احتباس کے ہے ایسے رطوبات مین جو مانع خروج براز نہین ہین اور صفرا جسکی لذع سے براز بہت جلد دفع ہوتا ہے نہین ہے۔ اگر طول احتباس بھی نہو اور نہ علامات رطوبت کے امعاء مین پائے جائین پھر سبب ایسے خشک براز کسی فضلہ کا گرنا ہے جو صدیدی ہو اور لذع اُسمین زیادہ ہو جانب کبد سے جو امعاء متصل ہین اور اسکے خروج مین مہلت اور دیر نہوگی بجہت لذع اس فضلہ کے مگر اتنی دیر جسمین خشک براز رطوبت سے ملجائے۔ کبھی براز کے رنگ سے استدلال کیا جاتا ہے۔ لون طبعی براز کا

ناری ہے جسکی ناریت خفیف ہو اگر اس رنگ مین شدت ہو تو کثرت مرار پر دلالت کریگا اور
اگر ناریت مین نقصان ہو نیم خامی اور عدم نضج پر دلالت ہو گی اور اگر سفید ہو بیشتر سفیدی
بجہت سدہ کے ہوتی ہے جو مجرے مرار مین پڑجائے اسوقت یرقان پر دلالت کرتا ہے
اور اگر سفیدی کے ہمراہ قیح ہو کہ اسمین بو مدہ کی آوے یہ بیاض پھوڑے کے شگافتہ ہو جانے
پر دلالت کریگی۔ اکثر اوقات صحیح آدمی آسودہ حال جو تارک ریاضت ہو صدیدی براز دفع
کرتا ہے اسکے ذریعہ سے اسکے بدن کا اچھی طرح تنقیہ اور استفراغ ہو جاتا ہے اور اسکے
بدن کا ترہل اور سستی جو بجہت ترک ریاضت کے ہے زائل ہو جاتی ہے جیسا کہ ہم بحث بول
مین بیان کر آئے ہین یہ بھی جاننا ضرور ہے کہ بافراط ناری ہونا براز کا اکثر اوقات منتہاے
مرض مین نضج پر دلالت کرتا ہے اور اکثر زبون حالی پر۔ سیاہ براز کی دلالت مثل سیاہ بول کے
ہے کہ احتراق شدید یا نضج مرض سوداوی یا کسی سیاہ رنگ کی چیز کے استعمال پر یا ایسی شراب
کے پینے پر جو استفراغ سودے کا کرے دلالت کرتا ہے اور پہلی دلالت اسکی جو احتراق
شدید پر ہے ردی ہے اور جو براز سوداے خالص سے پیدا ہو فقط اُسکے رنگ سے استدلال
کافی نہین ہے بلکہ اُسکی ترشی اور عفونت اور اجزاے ارضیہ کا جوش کھانا بھی دیکھا جاتا ہے
اور یہ اوصاف ردی ہین خواہ براز مین ہون خواہ قَے مین۔ اس براز کے خواص مین سے
یہ بات ہے کہ اسمین چمک ہوتی ہے خلاصہ یہ کہ محض خلط سوداوی کا نکلنا اکثر اوقات قاتل
ہوتا ہے یعنی ہلاکت پر دلیل ہوتا ہے۔ سیاہ کیموس کا نکلنا اکثر نافع ہوتا ہے اسلیے کہ نکلنا
سوداے اصلی کا غایت احتراق بدن اور فناے رطوبات پر دلالت کرتا ہے۔ سبز رنگ کا
براز حرارت عزیزی کے فنا ہو جانے پر دلالت کرتا ہے اور اسیطرح رنگ تیرہ بھی کبھی ہیأت
براز سے استدلال کیا جاتا ہے اسطرح پر کہ بستہ اور سمٹا ہوا ہے یا پھولا ہوا۔ پھولا ہوا مثل
گوبر کے ریاح پر دلالت کرتا ہے کبھی رقت براز سے استدلال کیا جاتا ہے پس براز اگر
جلد اور رقت عادت سے بیشتر خارج ہو دلیل ردی ہے۔ کثرت مرار یا ضعف قوت ماسکہ پر
دلالت کرتا ہے اور اگر دیر مین خارج ہو ضعف قوت ہاضمہ اور برودت امعا اور کثرت رطوبت
پر دلالت کرتا ہے۔ آواز کا پیدا ہونا ریاح نافخہ پر دلالت کرتا ہے۔ بُرے بُرے اور طرح طرح کے

رنگ براز کے ردی ہین اُنکا ذکر ابواب جزئیہ مین کیا جائیگا - افضل براز کی وہی قسم ہے کہ
بستہ ہو اور اُسکے اجزا ہمرنگ ہون اور مائیت کا یبوست کے ساتھ زیادہ اختلاط ہو ثخن اور
قوام اُسکا مثل شہد کے ہو اور بآسانی دفع ہو لذع اور خراش نہ پیدا کرے اور رنگ اُسکا مائل
بزردی اور بدبو مطلق نہو اور نہ ایسا کہ کسی قسم کی بو بھی نہو اور اُسکے نکلنے کے وقت آواز ایسی جیسے
برتن سے پانی گرتے وقت ہوتی ہے پیدا ہو اور نہ اُسکے ساتھ قراقر ہو نہ جھاگ ہون اور
وقت عادت پر برآمد ہو مقدار اُسکی ماکول سے نسبت معتدل رکھے یہ بھی جاننا ضرور ہے کہ
استوا سے براز ہر طرح کا اچھا نہین اور نہ ہر طرح کی ملاست اچھی ہے اسلیئے کہ یہ دونون کبھی
بسبب نضج کامل کے پیدا ہوتے ہین جس سے براز کا ہمرنگ اور متشابہ ہو جاتا ہے اور کبھی بوجہ
احتراق اور ذوبان کے یہ دونون پیدا ہوتے ہین اُسوقت بدترین علامات سے شمار ہوتے
ہین یہ بھی جاننا ضرور ہے کہ براز معتدل القوام جو مائل برقت ہو وہی محمود ہوتا ہے جسکے خروج
کے ہمراہ قراقر اور ریاح نہون اور نہ رُک رُک کر تھوڑا تھوڑا نکلے ورنہ جائز ہے کہ اسکا نکلنا
رقیق ہو کر بسبب آمیزش صدید کے جو طبیعت پر گران تھا ہوگا اور وہی صدید اسکو امعا مین بستگی
سے منع کرتا تھا - کبھی اور طرح کی بھی علامتین عروق وغیرہ مین ظاہر ہوتی ہین مگر انمین بحث
کرنا مباحث جزوی سے مناسبت رکھتا ہے اسیطرح بحث امراض جزوی مین مزید احکام بول و
براز وغیرہ کی شرح کیجاویگی انتہٰی کلام الشیخ الرئیس فی الکلیات مؤلف کہتا ہے
دوسرا جملہ طب کے علمی جزو کے قاعدون مین ساتھ قول کلی کے (یعنی ساتھ کلیہ
قاعدون کے اور اسکے متعلق جو تفصیل ہونی چاہیئے اُسکو ہم مقدمہ مین بہت تشریح کے
ساتھ بیان کرچکے ہین مناسب ہے کہ وہین دیکھ لیا جائے) اور اس علمی جزو کی دو قسمین ہین ایک
تو حفظ صحت کا علم دوسری علاج کا علم (نفیسی مین ہے کہ اس جزو کے ان دونون قسمون پر
منقسم ہوجانیکی یہ وجہ ہے کہ یا تو یہ تندرست بدنون کی تدبیرون کا علم ہے اور یہی صحت کی
حفاظت کا علم ہے اور یا بیمار بدنون کی تدبیرون کا علم ہے اور یہی علاج کا علم ہے - اور
حفظان صحت کا علم تین قسمون پر منقسم ہوتا ہے کیونکہ ہر صحت اس سے خالی نہین کہ یا تو
انتہا درجہ کی ہوگی یا انتہا درجہ کی نہوگی اور جو صحت انتہا درجہ کی [illegible]

سے کسی طرف کو مائل ہونا شروع کرتی ہوگی نہین پس جس قسم مین اُس صحت کی تدبیرین سیکھی
جائین جو انتہا درجہ کی نہین ہے اُسکا نام علم تدبیر الابدان الضعیفہ ہے (یعنی ضعیف بدنون کی
تدبیرون کا علم جیسے بوڑھون اور ضعیف آدمیون کے بدنون کی تدبیرین) اور جس قسم مین اُس صحت کی
تدبیرین سیکھی جائین جو انتہائی درجہ پر پہونچ جائے اور اُس درجہ سے کچھ ہٹنا شروع کرے اُسکا نام
علم التقدم بالحفظ ہے (یعنی اُن باتون کا جان لینا جو آیندہ چلکر کام دین یعنی اُسوقت جب صحت
کے زائل ہوجانیکے بعد پھر اُسکے اعادہ کی کوشش کیجائے غرضکہ جس قسم مین حفظ ما تقدم کی تدبیرین
مذکور ہون اُسکا وہ نام ہے جو مذکور ہوا) اور جس قسم مین اُس صحت کے متعلق تدبیرین معلوم ہون جو
انتہائی درجہ پر پہونچ گئی ہے اور اُس درجہ سے ابھی اسکو زوال نہین ہوا اُسکا نام علم حفظ الصحۃ
ہے (یعنی اُن تدبیرون کا جاننا جس سے یہ صحت بنی رہے) اگر کوئی یہ دریافت کرے کہ بدن انسان
کی تین حالتین ہوتی ہین صحت ۔ مرض ۔ حالت متوسطہ ۔ اس معنی کر مناسب یہ تھا کہ طب کے
جزو عملی کی تین قسمین ہوتین کیونکہ ان تینون قسمون مین سے ہر قسم کیلیے خاص خاص تدبیر ہوتی ہے
تو اسکا یہ جواب دینا چاہیے کہ حالت متوسطہ یا تو اسوجہ سے حاصل ہوئی ہو کہ صحت اور مرض دونون
مجتمع ہوگئے ہین تو اُسکی صحت کی تدبیر کا علم حفظ صحت کے علم مین داخل ہوگا اور اُسکے مرض کی تدبیر کا علم
علاج کے علم مین داخل ہوگا اور اگر یہ حالت ان دونون کے نہایت درجہ منتفی ہونے سے حاصل ہوئی
ہے تو اسکی تدبیر کا علم حفظ صحت کے علم مین داخل ہوگا اور یہ ضعیف بدنون کی تدبیر کا علم ہے یہی وجہ
ہے کہ اطبا عملی جزو کی دو قسمون پر تقسیم کرتے ہین نہ تین قسمون پر انتہی) اور مناسب یہ ہے کہ
ہم حفظ صحت سے شروع کرین دکئی وجہ سے اول وجہ تو یہ ہے کہ اس علم کا ذاتی مقصود اور اصلی
غرض یہ ہے کہ صحت موجودہ کی حفاظت کیجائے اور اسکے ماسوا جو ہے وہ اسی کے پائے جانیکے
لیے ہو لہذا جو قسمین اسکے ماسوا ہین وہ بواسطہ مقصود ٹھہرینگے اور جو مقصود بالذات ہے اُسکو مقصود بالعرض
پر تقدم ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جو چیز مقصود ہے یعنی صحت وہ صحیح لوگون مین اسوقت
موجود ہے اور بیمارون مین مفقود ہے اور موجود کی تدبیر مفقود کی تدبیر سے مقدم ہونا چاہیے
تیسری وجہ یہ ہے کہ صحت کا پایا جانا اکثری ہے کیونکہ آدمی کی خلقت اسی پر ہے چوتھی وجہ یہ ہے کہ
موجودہ صحت کی حفاظت بہ نسبت گم شدہ صحت کے واپس لانیکے آسان ہے اور سہل چیز کی تدبیر کا

مقدم کرنا مناسب ہے واللہ اعلم۔) مین کہتا ہون طب کے عملی جزو کو صرف دو ہی قسمون مین اسیلیے منحصر کیا گیا کہ علم طب کی غرض یا تو یہ ہے کہ موجودہ صحت کی نگاہداشت کی جائے یا یہ ہے کہ گم شدہ صحت کو واپس بلایا جائے (اسمین یہ شبہہ ہوتا ہے کہ معدوم کا اعادہ باطل بلکہ بدیہی البطلان ہے۔ اور اکثر ذکی طالبعلم اسمقام پر اس شبہہ کو پیش بھی کیا کرتے ہین میری نزدیک بھی اگر گمشدہ صحت کے اعادہ سے اطبا کی یہ غرض ہے کہ وہ صحت بعینہا لوٹائی جائے تب تو بیشک اسکا بطلان بدیہی ہے ہرگز کوئی معدوم بعینہٖ نہین لوٹ سکتا اور اگر یہ غرض ہے کہ ان تدابیر کے عمل در آمد سے وہ صحت پیدا ہوسکتی ہے جو صحت منفقودہ کے قریب ہو یعنی اُسکے ساتھ اسقدر مماثل ہو کہ ناظر کو اسپر اُسی صحت کا گمان ہو تب کچھ مضائقہ نہین لیکن اسکو اعادہ نہین کہ سکتے کیونکہ وہ مماثل صحت اول ہی مرتبہ مین حادث ہوئی ہے پہلے موجود نہ تھی ہان وہ صحت موجود تھی جسکے مماثل یہ صحت ہے لہذا اگر لفظ اعادہ اور استرداد سے بھی مجازاً اور توسعاً ایجادہ مراد لیا جائے تو ہوسکتا ہے غرضکہ خلاصۂ کلام یہ ہوا کہ اس قسم مین وہ تدابیر مذکور ہوتی ہین کہ اگر کما حقہ اُنکی مراعات کیجائے تو ایسی صحت پیدا ہوسکتی ہے جسکو یہ کہ سکین کہ پہلی صحت لَوٹ آئی واللہ اعلم بحقیقۃ الحال) موجودہ صحت کی حفاظت تو پہلی قسم ہے اور صحت معدومہ کا لوٹانا یہ دوسری قسم ہے (پس طب کی دو ہی قسمین ہوئین نہ کم نہ بیش) اور ان دونون قسمون مین آسان اور سہل پہلی قسم ہے اور اُسکا سہل ہونا ظاہر ہے اور پہلی قسم کو مؤلف نے دوسری قسم پر اسواسطے مقدم کیا کہ اُسکا پایا جانا اکثری ہے کیونکہ تمام لوگون کی خلقت اسی پر ہوئی ہے اور بیماری ایک عارضی اور طاری چیز ہے لہذا جس قسم مین اصلی چیز کا بیان ہو وہ مقدم ہونے کی زیادہ مستحق ہے اور وہ پہلی قسم ہے اسی لیے مقدم کی گئی مؤلف کہتا ہے طبیب اسکا التزام نہین کرسکتا کہ جوانی اور قوت کو بدستور باقی رکھے اور نہ اُسپر یہ لازم ہے کہ ہر شخص کو زندگی کی مدت دراز تک پہونچادے (یعنی ایکسو بیس برس تک) پھر بھلا موت سے مانع آنا تو بڑی بات ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ بدن نہین بنتا مگر رطوبت سے (مرد اور عورت کی منی اور عورت کا خون حیض) اور یہ رطوبت ایک حرارت کی مقارن رہتی ہے جو اُسے پکاتی ہے اور غذا دیتی ہے اور اُسکے فضلون کو دفع کرتی ہے اور جب ایسا ہے تو حرارت

لامحالہ رطوبت میں اپنے اثر سے رفتہ رفتہ تحلیل کرتی ہے اور جب ایک ہی اثر کرنے والا ایک اثر
قبول کرنے والے میں ہمیشہ اثر کیے جاتا ہے تو اُسکی تاثیر ہر وقت بڑھتی جاتی ہے اور جب تحلیل
زیادہ ہو جاتی ہے تو حرارت مادہ (رطوبت) کے فنا ہو جانے سے ضعیف ہو جاتی ہے اور ہضم ضعیف
ہو جاتا ہے اور اُس بدل کا بدن پر وارد ہو جانا کم ہو جاتا ہے کہ اگر وہ نہو تو بدن اپنے بقا کی مدت
تک بھی نہ باقی رہے چہ جائیکہ اپنے کمال تک پہونچے اور ہمیشہ ایسا ہی ہوتا رہتا ہے یہانتک
کہ رطوبت فنا ہو جاتی ہے (اور اُسکے فنا سے) حرارت بجھ جاتی ہے اور اصلی حرارت کا اسطرح فنا
ہو جانا یہی طبعی موت ہے جسکی ایک معین مقدار ہر شخص کے لیے اُسکی قوت اور مزاج کے اعتبار سے
مقدر اور مقرر ہے پس طبیب کے فعل کا اصلی مقصود یہ ہے کہ ہر شخص کو اُسکو انتہائی مدت تک پہونچا دے
بشرطیکہ اُسے کسی خارجی خراب کر دینے والے سے سابقہ نہ پڑے اور یہ مقصود ہے کہ ہر سن کی صحت
کی حفاظت اُس طریق سے کرے جو اُس سن کے لیے سزاوار ہے اور یہ بات اُسوقت ہوتی ہے
جبکہ اصلی رطوبت کو عفونت سے بچایا جائے اور اسقدر تحلیل ہونے سے اُسکو بچایا جائے جو طبعی مقدار
سے زائد ہو اور اس بات کا مدار کار یہ ہے کہ مذکورہ ستہ ضروریہ کا استعمال اعتدال کے ساتھ ہو میں
کہتا ہوں جب مؤلف نے پہلی قسم کو بیان کرنا چاہا تو اس سے پہلے اسکا ارادہ کیا کہ اُسکی غایت
اور غرض کو بیان کر دے اور وہ غایت یہ ہے کہ صحت کی حتی الامکان نگہداشت کی جائے اور
اسکی تحقیق کے لیے ایک مقدمہ کی تمہید کی ضرورت ہے اور وہ مقدمہ یہ ہے کہ موت کا آنا اور
جوانی کا جانا اور قوت کا ضعیف ہونا ایک ضروری امر ہے اور اسپر دلیل یہ ہے کہ بدن ایک ایسے
جوہر سے بنتا ہے جو تر اور بہنے والا ہے یعنی مرد اور عورت کی منی اور اس جوہر کی مقارن اصلی
حرارت ہوتی ہے جو اسپر غالب ہے یعنی اُسکے پکانے اور غذا پہونچانے اور اُسکے فضلوں کے
دفع کرنے پر قادر ہے کیونکہ اگر اُس سے مغلوب ہو تو لازم آئے کہ اُس سے گھٹ کر فنا ہو جائے
اور اگر حرارت کی شان رطوبت کو پکانا اور غذا پہونچانا اور فضلوں کا دفع کرنا نہو تو یہ رطوبت صورت
اور شکل کو قبول نہ کرے اور حکیم جالینوس نے اس حرارت کی تنور کی گرمی سے تشبیہ دی ہے
کیونکہ جسطرح تنور کی گرمی پہلے پہل روٹی میں شکل پیدا کرتی ہے اُسکے بعد اُسکو پکاتی ہے
[illegible] اُن چیزوں کو دور کر دیتی ہے جنکا دور ہونا ضروری ہوتا ہے اسیطرح

یہ حرارت عزیزی بھی منی مین پہلاپہل ایک پوست پیدا کرتی ہے اسکے بعد اُسکو مقدار پر پھیلاتی ہے
جو انسان کے اطراف کے لیے موزون ہوتی ہے یہانتک کہ بعد قابل اور مستعد ہو جانیکے قوت
مصورہ اسمین اپنا کام شروع کرتی ہے اور جب ایسا ہے تو یہ حرارت اس جوہر کو رفتہ رفتہ تحلیل کرتی
ہے کیونکہ یہ جوہر رطب اور قابل تحلل ہے اور جیسے یہ حرارت اس رطوبت کو تحلیل کرتی رہتی ہے
اسیطرح اور باتون سے بھی اُسکی تحلیل ہوتی ہے اور وہ اس جوہر کو چارون طرف سے ہوا کا گھیرے
رہنا ہے کیونکہ ہوائے محیط بہ نسبت اس جوہر کے اُن کواکب کی شعاعون سے گرم ہے جو اسمین گرمی
پیدا کرتے ہین اُسکے علاوہ بدنی اور نفسانی حرکتین بھی اس تحلیل پر مدد دیتی ہین پس معلوم ہوا کہ بدن
ہمیشہ تحلیل ہوتا رہتا ہے اور جب ایک ہی موثر ایک ہی اثر قبول کرنے والے مین ہمیشہ اثر کرتا رہتا ہے
تو اسکی تاثیر ہر وقت بڑھتی چلی جاتی ہے کیونکہ پہلے زمانہ مین مؤثر نے متاثر مین ایک اثر کیا تھا تو
اس اثر کے سبب سے متاثر مین دوسری بار اثر قبول کر لینے کی صلاحیت زیادہ پیدا ہوئی اور متاثر کی
ذات مین کمی ہوئی اور جسقدر زمانہ بڑھتا گیا تو تاثیر کی شدت بڑھتی گئی کیونکہ ہر بار متاثر مین کمی
ہوئی اور قبول اثر کی صلاحیت بڑھتی گئی اور جب ایسا ہے تو اس جوہر رطب کی تحلیل زیادہ ہوتی
رہیگی اور جب اُسکا کوئی جز فنا ہوگا تو جو حرارت اصلی اُسکے ساتھ قائم تھی وہ بھی فنا ہوگی کیونکہ رطوبت
ہی پر حرارت باقی رہتی ہے اور اس سے ہضم کی قوت ضعیف ہوجائیگی اسواسطے کہ ہضم مین اُسیوقت
تک قوت رہتی ہے جبتک کہ حرارت عزیزیہ غالب رہے کیونکہ یہی حرارت ہر قوت کا آلہ اور ذریعہ ہے اور
جب ہضم مین ضعف آتا ہے تو اعضا کا تغذیہ بھی کم ہوجاتا ہے اور تغذیہ کی شان یہ ہے کہ اگر وہ نہو تو
بدن اپنے بنکر تیار ہونے کے زمانہ تک باقی نہ رہ سکے چہ جائیکہ تیاری کے بعد باقی رہنے کے زمانہ کو
پورا کر سکے اور جب یہ ثابت ہوا کہ قوت کا ضعیف ہونا اور تغذیہ کا کم ہوجانا ایک ضروری امر ہے
تو جوانی کا زوال بھی ضروری ٹھہرا اور موت کا آنا بھی یقینی اور لابدی ہوا کیونکہ یہ تحلل ایک دو دن کا تو ہے
نہین بلکہ ہمیشہ ہے لہذا اس جوہر کا فنا ہونا ضروری ہے کیونکہ وہ ایک محدود اور متناہی چیز ہے غرضکہ
اس حرارت پر ایک وہ زمانہ ضرور آتا ہے جسمین یہ بالکل جاتی رہے اور یہی موت طبعی ہے اگر کوئی
یہ شبہہ کرے کہ فنا تو اُسوقت ہونی چاہیے جبکہ اُسکا عوض اور بدل نہ پہونچے کیونکہ جب یہ بات
جائز بلکہ واقع ٹھہری کہ تحلیل شدہ حصہ سے اُسکا بدل و عوض زائد ہوتا ہے جیسے کہ سن نمو مین تم خود

کہتے ہو کہ اسی سے بدن بڑھتا جاتا ہے حتی کہ پورا جسم ہو جاتا ہے تو جیسے زائد بدل آتا ہے اسی طرح یہ
کیون نہین ہو سکتا کہ بدل کسی وقت تحلیل شدہ حصہ سے کم نہوا ور جب بدل برابر پہونچتا رہیگا تو یہ جوہر
کبھی کم نہین ہو سکتا اور اس صورت مین بدے مین پہونچنے والی غذا اپنی ہضم اور اصلاح کے لیے ویسے
ہی حرارت جیسے اسکو حاجت ہے اُس جوہر اصلیہ (عزیزیہ) کے فیض عنایت سے حاصل کرتی رہیگی (تو
رطوبت کا کوئی جزو فنا نہوگا کہ عزیزیہ کا جزو فنا ہو) تو موت طبعی کبھی نہین آسکتی اسکے جواب مین مین
کہتا ہون کہ شیخ نے اسکا جواب یہ لکھا ہے کہ ایسا ہونا غیر ممکن ہے کیونکہ جتنی جسمانی قوتین ہین اُن
سب کے افعال متناہی ہین اور ایک حد پر ضرور ٹھہر جاتے ہین جیسا کہ علم طبعی مین بیان ہوا ہے
اور حکمت کے مسئلون مین یہ مسئلہ نہایت مشکل خیال کیا جاتا ہے اور اسکی تحقیق کے لیے نہایت
دقیق دقیق مقدمون کی ضرورت پڑتی ہے جنکا ذکر کرنا طبی کتابون کا منصب[عہ] نہین ہے لہذا مناسب
یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس مقصود کے ثابت کرنے کے لیے ایک دوسرا طریقہ اختیار کیا جائے جسکو ہمنے
بعض محققین متاخرین کے کلام مین پایا ہے اور وہ طریقہ یہ ہے کہ آنے والی غذا (یعنی بدل) گو ممکن
ہے کہ مقدار مین تحلیل شدہ جوہر کے برابر ہو بلکہ زائد لیکن یہ نہین ہو سکتا کہ کیفیت مین بھی اُسکے برابر ہو لہذا
اُسکے نقصان کا تدارک اور جبر کسیطرح اس بدل سے نہین ہو سکتا (اور اسکی تفصیل یہ ہے کہ یہ رطوبت
اصلیہ (یعنی جوہر عزیزی کا مرکب جسکی تحلیل کی بابت گفتگو درپیش ہے) اول تو ظروف غذا مین پہنچی
ہے اور پہلے پہل ان ظروف مین خمیر پایا ہے اُسکے بعد ظروف منی مین اُسکے بعد رحم مین (اُسکے
بعد بچے کے بدن مین) اور بدل نے خمیر نہین پایا اور نہین پکا مگر (بچے کے) ظروف غذا مین لیس
اسمین پورا اور کامل تنقیح اور امتزاج نہین ہوا جو تحلیل شدہ جوہر مین ہوا ہے بلکہ اسکی قوت جوہر کی
قوت سے بہت کم ہے اور اسکی مثال بعینہ ایسی ہے جیسے کوئی شخص چراغ مین زیتون کے تیل کے
ساتھ پانی ملا دے پس جبتک کہ پہلی کیفیت یعنی اصلی کیفیت ممتزج مین اُس کیفیت پر غالب رہیگی
جو دوسری ہے یعنی حاصل کردہ شدہ ہے اُسوقت تک حرارت عزیزیہ مین اشتعال رہیگا اور تحلیل شدہ سے
زیادہ بدل دیتی رہیگی اور ممتزج بڑھتا رہیگا اور جب یہ اصلی کیفیت عارضی کیفیت سے ٹوٹ جائیگی تو حرارت
عزیزیہ اپنے کام سے ٹھہر جائیگی اور اُسپر قادر نہوگی کہ تحلیل شدہ حصے سے زائد دیسکے پھر جسوقت عارضی کیفیت
غالب آجائیگی تو ممتزج گر جائیگا اور حرارت یہانتک گھٹ جائیگی کہ اُسمین کوئی اثر نہ باقی رہیگا جو پہلی

عہ قولہ منصب [illegible]

کیفیت کا صالح ہو پس یقیناً موت آجائیگی - غرضکہ اس سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ رطوبت غریزیہ
اصلیہ اول خلقت سے کیفیت میں گھٹنی شروع ہوتی ہے اور جس موت طبعی کا آنا ضروری ہے اُسکی مدت
ہر شخص کے لیے اُسکے مزاج اور قوت کے اعتبار سے مقدار و متعین ہے - اور کبھی موت کے اسباب
اس سبب کے علاوہ ہوتے ہیں خارجی تو جیسے جل جانا قتل ہو جانا اور داخلی جیسے مختلف بیماریاں ہیں
بلا اسکے کہ رطوبت اصلی گھٹے اور اسکو موت اخترامی کہتے ہیں (اخترام کے معنی فارسی میں کاٹ دینا
منتہی الارب میں ہے اِخْتَرَمَتْہُ الْمَنِیَّۃُ الْقَوْمَ یعنی موت نے قوم کو جڑ سے کاٹ دیا انتہی) لیکن
یہاں اس موت میں گفتگو نہیں ہے (بلکہ موت طبعی میں گفتگو ہے) جب یہ سب باتیں معلوم ہوچکیں
تو اب ہم کہتے ہیں کہ طبیب اس بات کا التزام نہیں کرسکتا کہ تندرستی کو بدستور باقی رکھے اور موت کو
روک دے کیونکہ ایسا ہو نہیں سکتا اور نہ اس بات کا التزام کرسکتا ہے کہ جوانی اور قوت کو باقی
رکھے کیونکہ جوانی ضرور زائل ہونے والی اور قوت ضعیف ہونے والی چیز ہے جیسا کہ معلوم ہوچکا اور
نہ اس بات کا التزام کرسکتا ہے کہ ہر بدن کو معمولی عمروں کے اعتبار سے عمر کی انتہا تک پہنچا دے
یعنی ایک سو بیس برس تک جیسا کہ اطباء اور عوام میں مشہور ہے اگرچہ اسپر ہنوز کوئی دلیل نہیں قائم ہوئی
اور یہ بھی پیشتر معلوم ہوچکا ہے کیونکہ ایسا ہو نہیں سکتا کیونکہ جو تحلیل باعث موت ہے وہ ہر شخص کے
مزاج اور قوت کی اختلاف استعداد کے موافق مختلف ہوتی رہتی ہے پس تحلیل شدہ کی مقدار اشخاص
میں مختلف ہوگی اور جب طبیب حفظان صحت کی بابت امور مذکورہ میں سے کسی امر کا التزام نہیں
کرسکتا تو اُسکے علم کی غایت یہ ہے کہ ہر انسان کو اُسکی اجل مقدر کی انتہا تک اُسوقت پہنچا دے
جبکہ موت اخترامی درمیان میں اتفاقاً نہ واقع ہو جائے اور یہ غایت ہے کہ ہر عمر یعنی بچپن اور جوانی وغیرہ
کی صحت کی اُس طریقہ سے حفاظت کرے جو اُس سن کے لائق ہے اور علم حفظان صحت کی یہ غایت
دو وجہ سے حاصل ہوتی ہے ایک تو یہ کہ رطوبت غریزیہ کو متعفن ہونے سے محفوظ رکھے کیونکہ متعفن
ہو جانے سے اُسمیں فساد پیدا ہو جاتا ہے اور تعفن کے بعد وہ اسکی صالح نہیں رہتی کہ زندگی کو بڑھا سکے
اور رطوبت میں جو تعفن پیدا کرنے والی چیز ہے وہ حرارت غریبہ ہے جو غذا وغیرہ سے پیدا ہوتی ہے
اور اُس سے محفوظ رکھنے کے یہ معنی ہیں کہ اس قسم کی تدبیریں کرے جو اُسکو یعنی حرارت غریبہ کو پیدا ہی
نہونے دیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اُسکو اُس تحلیل سے بچایا جائے جو طبعی مجرے پر زاید ہو جیسے

خارجی تحلیل کرنے والی چیزیں ہیں غذائیں اور ہوائیں اور افعال نفسانی وغیرہ اور مصنف کا قول فَضْلاً عَنْ أَنْ يَمْنَعَ الْمَوْتَ اسکے معنی ہیں چہ جائیکہ موت سے باز رکھے یعنی جب جوانی اور قوت اور منتہائے عمر تک پہونچانے پر طبیب قادر نہیں ہے تو موت سے کیونکر روک سکتا ہے جیسے کہا جاتا ہے فُلَانٌ لَا يَمْلِكُ الدِّرْهَمَ فَضْلاً عَنِ الدِّينَارِ یعنی فلاں شخص درہم ہی کا مالک نہیں چہ جائیکہ دینار۔ اور رطوبت کو تحلیل اور تعفن سے بچانے کا مدار کار اسباب ستہ ضروریہ کی تعدیل ہے جنکو ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں اور ہر چیز کا ملاک وہ ہے جبپر اس چیز کا دوران ہو کہا جاتا ہے کہ دل جسم کا ملاک ہے یعنی مدار کار ہے واللہ اعلم۔ شیخ نے لکھا ہے علم طب کا قسمت اولی دو جزکی طرف منقسم ہوتا ہے جز نظری اور جز عملی اور دونوں قسمیں علمی و نظری ہیں یعنی قوت نظری اور فکر منطقی دونوں سے متعلق ہے لیکن مخصوص باسم نظری وہی قسم ہے جسمیں علم آرا یعنی علم قیاسات کا افادہ ہوتا ہے اور فقط احکام کلیہ بیان ہوتے ہیں اور علم کسی عمل کا آسمین نہیں بیان ہوتا جیسے کہ علم طب کا وہ جز جسمین مزاج اور اخلاط اور قویٰ اور اقسام امراض اور اعراض اور اسباب کا بیان کیا جاتا ہے اور مخصوص باسم عملی وہ جز ہے جسمین علم کیفیت عمل اور تدبیر کا افادہ ہوتا ہے جیسے وہ جز جسمین یہ بیان ہو کہ حفظ صحت بدن خاص کی خاص حالت پر کیونکر ہونی چاہیے اور معالجہ ایک بدن کا جسمین ایک مرض ہے کسطرح کیا جائے۔ یہ گمان کبھی نہ کرنا چاہیے کہ جز عملی سے یہی مراد ہے کہ آسمین مباشرت عمل درکار ہو بلکہ جز عملی سے وہ قسم مراد ہے جسمین علم مباشرت عمل کی تعلیم کیجاتی ہے۔ اور یہ بات اوائل کتاب میں بخوبی معلوم ہو چکی ہے۔ جاننا چاہیے کہ جز عملی طب کی دو قسمیں ہیں ایک قسم میں علم تدبیر ابدان صحیحہ کا ذکر ہے کہ انکی حفظ صحت کیونکر کیجائے اور کس تدبیر سے صحت بحال خود باقی رہتی ہے اور اسکا نام علم حفظ صحت ہے دوسری قسم میں علم تدبیر بدن مریض کا ذکر ہے کہ بدن مریض کسطرح اپنی حالت صحت اصلی پر لایا جاتا ہے اور اسکا نام علم علاج ہے۔ اب ہم اس قسم علمی کو شروع کرتے ہیں اور پہلے اس فن میں مختصر بیان قواعد حفظ صحت کا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہر گاہ مبدء اول ہمارے ابدان کے تکون اور پیدایش کی دو چیزیں ہیں ایک منی مرد کی اور اسکی نسبت صحیح رائے یہ ہے کہ وہ ہمارے ابدان کے لیے سبب فاعلی کے قائم مقام ہے اور دوسری شئے منی عورت کی ہے اور خون حیض اور اسکی نسبت صحیح رائے یہ ہے کہ جزو مادی کے قائم مقام ہے

یہ دونون جوہر اس بات مین شریک ہین کہ انمین کا ہر ایک جوہر سیال اور رطب ہے اگرچہ بعد اس خاصیت کے اور امور مین مختلف ہین اور مائیت اور ارضیت خون حیض اور عورت کی منی مین زیادہ ہے اور ناریت اور ہوائیت مرد کی منی مین غالب ہے باین لحاظ واجب ہوا کہ پہلا انعقاد ان دونون چیزونکا رطوبت کے ساتھ ہو اگرچہ ارضیت اور ناریت بھی مادۂ تکون مین موجود تھین اور ارضیت مین جو صلابت تھی اور ناریت مین جو قوت انضاج تھی ان دونون نے ایک دوسرے کی اعانت کر کے نطفہ مین سختی اور بستگی پیدا کردی مگر یہ سختی اور بستگی اس درجہ تک نہین پہونچتی ہے جیسے سخت اجسام مثل پتھر اور شیشہ وغیرہ منعقد ہوتے ہین کہ آہن سے کوئی شئے فعل و انفعال حرکت یومی اور لیلی سے متحلل نہین ہوتی یا ایسی چیز متحلل ہوتی ہے جو محسوس نہین ہوتی پس یہ چیزین آفات عارضہ سے جو بوجہ تحلل دائمی اور طول زمانہ کے عارض ہوتا ہے حفاظت اور امان مین رہتی ہین اور نطفہ بستہ کا حال ایسا نہین ہے اسی جہت سے ہمارے ابدان دو قسم کی آفات مین مبتلا رہتے ہین ۔ اور ہر ایک قسم کے واسطے ایک سبب داخلی اور ایک سبب خارجی ہوتا ہے ۔ پہلی آفت تحلیل اس رطوبت مستوی کی ہے جس سے ہماری خلقت ہوئی ہے اور یہ تحلیل بتدریج اور رفتہ رفتہ ہوتی ہے دوسری آفت تعفن اس رطوبت کا ہے اور اسمین فساد کا عارض ہونا اور اسمین تغیر کا پیدا ہونا اسطرح پر ہے کہ صلاحیت امداد حیات کی جاتی رہے ۔ اور یہ تغیر مخالف تغیر اول کے ہے اگرچہ انجام اسکا بھی خشکی کی طرف ہوتا ہے اسطرح پر کہ پہلے رطوبت فاسد ہو جاتی ہے اور اسکی ہیئت مخالف اس ہیئت کے ہو جاتی ہے جو صلاحیت ہمارے بدن ہونے کی نہ رکھے پھر آخر کار بجہت تعفن کے متحلل ہوتی ہے اسلیے کہ عفونت کا قاعدہ ہے کہ پہلے رطوبت کو فاسد کرتی ہے اسکے بعد متحلل کرتی ہے ۔ اور ایک شئے خشک خاکستری کو بعد تحلل کے چھوڑ دیتی ہے ۔ یہ دونون آفتین ان آفات سے خارج ہین جو اور اسباب سے لاحق ہوتے ہین جیسے برودت مانند کہ اس رطوبت کا انجماد کرے یا اور اقسام زہر کے یا انواع تفرق اتصال جو مہلک ہین خواہ اور تمام اعراض ۔ یہ دونون قسمین آفات کی جو ابھی مذکور ہوئین ہماری اس بحث کلی سے مخصوص ہین اور لائق اسی کے ہین کہ ہم ان دونون کا اعتبار حفظ صحت مین کرین اور ہر ایک قسم کا وقوع اسباب خارجی اور باطنی دونون سے ہوتا ہے ۔ اسباب خارجی جیسے ہوا جو تحلیل اور تعفن پیدا کرتی ہے ۔ اسباب باطنی جیسے حرارت غریزی جو ہمارے بدن مین ہے اور ہمارے

رطوبات کی تحلیل کرتی ہے اور حرارت غریبی جو ہمارے بدن مین غذاؤن وغیرہ کے استعمال سے پیدا ہوتی ہے کہ وہ حرارت ہماری رطوبات کو متعفن کر دیتی ہے ۔ یہ سب اسباب اس رطوبت کے خشک کرنے کیوجہ سے ہمارے بدن کی تجفیف پر معین ہین بلکہ اول استکمال ہمارا اور ہماری رسائی اور قدرت افعال کے کرنے پر بہت سی خشکی عارض ہونیسے ہوتی ہے بعد اسکے خشکی مستمر رہتی ہے تا اینکہ تمام ہو جاتی ہے اور فناے رطوبت اصلی یکسر ہو جاتی ہے جس سے تعبیر بلفظ موت کرتے ہین اور یہ جفاف اور خشکی جو ہمکو عارض ہوا کرتی ہے ایک امر ضروری ہمارے واسطے ایسا ہے کہ اسکے ہونے مین کوئی چارہ نہین ہے اسلیے کہ ہم اول خلقت مین نہایت رطوبت پر ہوتے ہین اور ہماری حرارت ضرور اس رطوبت پر غالب ہوتی ہے اگر غالب نہوتی تو اس رطوبت مین بند ہو کے حرارت گھٹ جاتی اور جب کہ ہماری حرارت اس رطوبت پر ہمیشہ غالب ہے کچھ نہ کچھ اپنا فعل ہمیشہ ضرور کرتی رہتی ہے یعنی اس رطوبت مین ہمیشہ کسی قدر خشکی پیدا کرتی ہے ۔ آثار اول جو اس حرارت کی تجفیف کا ظاہر ہوتا ہے یہی ہے کہ ہم کیفیت اعتدال کو سن معتدل مین پہونچین ۔ اور جب ہمارے بدن حد معتدل کو جو بنظر خشک ہونے رطوبت کے حاصل ہوتا ہے پہونچین اور حرارت بحال خود باقی ہو اور دوبارہ تجفیف بقدر تجفیف اول کے نہوتی ہو بلکہ اس سے قوی تر ہوتی ہے اسلیے کہ مادہ کم ہے اور حرارت زیادہ پس مادہ زیادہ قابلیت خشک ہونے کی رکھیگا اور رفتہ رفتہ یہ تجفیف مرتبۂ اعتدال سے بالضرور بڑھ جائیگی ۔ اور ہمیشہ خشکی بڑھتی جائیگی یہانتک کہ رطوبت فنا ہو جائے پس حرارت غریزی بالعرض اپنے آپ کو بجھا دیتی ہے اور فنا کرنے کا سبب عارضی ہوتی ہے اسلیے کہ بالاصالت اپنے مادہ کو یعنی رطوبت غریزی کو فنا کرتی ہے ۔ جیسے چراغ کہ اپنے آپ کو خود ہی بجھا دیتا ہے جب اپنے مادے یعنی رطوبت دہنی کو فنا کر دے اور جسقدر تجفیف بڑھتی جاتی ہے حرارت مین نقصان پیدا ہوتا جاتا ہے پس ہمیشہ عجز حرارت کا مستمر رہتا ہے تا اینکہ بدرجۂ غایت پہونچتا ہے اور عجز بدل جانے رطوبت کا طرف بدل ما یتحلل کے بڑھتا جاتا ہے یعنی بجہت نقصان حرارت کے ہمیشہ جو غذا منتحلل ہو کر جزو بدن ہوتی ہے اسمین کمی ہوتی جاتی ہے جب ہم سن نمو سے تجاوز کرتے ہین باین لحاظ تجفیف کی زیادتی دو وجہون سے ہوتی ہے ایک تو مادۂ اصلی یعنی رطوبت غریزی مین لاحق ہونا نقصان کا جسکی جہت سے بدل ما یتحلل کا گھٹتا جاتا ہے دوسرے رطوبت غریزی مین فی نفسہ بجہت تحلیل حرارت کے کمی ہوتی جاتی ہے اس سبب سے ضعف حرارت زیادہ ہوتا جاتا ہے کہ یبوست کا جوہر اعضا پر غلبہ ہوتا جاتا ہے اور کمی رطوبت غریزی مین

جو بمنزلہ مادہ یا روغن چراغ کے پیدا ہوتی جاتی ہے اسلیے کہ چراغ کے واسطے بھی دو رطوبتین ہین پانی
اور روغن کے باقی رہنے تک چراغ روشن باقی رہتا ہے اور پانی کی جہت سے بجھ جاتا ہے جیسے
گیس وغیرہ کی روشنی مین دیکھا جاتا ہے (اسمقام پر پانی سے وہ رطوبت مراد نہین ہے جسکی جہت سے
اجزا روئی وغیرہ کے جس سے فتیلۂ چراغ بنایا جاتا ہے متصل ہوتے ہین اور جسکے فنا ہو جانے سے
فتیلہ خاکستر ہو جاتا ہے جیسا کہ حمیات کی بحث دق مین اسکی تفصیل آئیگی اسکو شیخ نے اسمقام پر تیسری
رطوبت فرض کیا ہے بلکہ یہان پانی سے وہ پانی مراد ہے جو گلاس وغیرہ مین بھرا ہوتا ہے اور تیل
اُسکے اوپر رہتا ہے جیسے آملی وغیرہ نے بھی اسکی تصریح کی ہے) اسی طرح حرارت غریزی کا قیام
بسبب رطوبت غریزی کے ہوتا ہے اور اختقان اس حرارت کا بجہت حرارت غریبہ کم ہوتا ہے
اور رطوبت غریبی کا بڑھجانا بجہت ضعف ہضم وغیرہ کے ایسا خیال کیا جاتا ہے جیسے رطوبت مائی
چراغ کی بڑھجائے پس اگر فتیلہ پانی سے تر ہو جو بے کیفیتی اور برائی اشتعال چراغ مین پیدا ہوتی ہے
کہ کبھی روشنی دیتا ہے اور کبھی قریب بجھنے کے ہو جاتا ہے اور حرارت ناری اس رطوبت مائی کو
مختلف صورتون سے جدا کرتی ہے۔ ایسا ہی حال ہمارے جسم کا اور ہماری حرارت غریزیہ کا
بہ نسبت رطوبت غریبہ کم ہوتا ہے کہ اسوقت بجہت عروض سوء ہضم اور تخمہ وغیرہ کے چراغ حیات
قریب بجھنے کے پہونچتا ہے تا اینکہ طبیعت تصرف کامل کرکے نقد اس رطوبت کا کسی قسم کے استفراغ
سے کردے آخرکار جب یہ تخفیف تمام ہوتی ہے اور رطوبت اصلی فنا ہو جاتی ہے اُسوقت موت طبعی
واقع ہوتی ہے اور جب تک ہمارا بدن باقی رہتا ہے اُسکے بقا کا سبب یہ نہین ہے کہ بدن کی رطوبت
طبعی جو ابتدائے خلقت سے ہے اور اوّلی ہے اُسنے مقابلہ حرارت عالم کا ہوا اور آفتاب سے اور
حرارت اپنے بدن کا جو اُسکی طبیعت مین ہے کیا ہے اور مقابلہ اُس چیز کا جو اپنے حرکات مین اس
مقاومت شدیدہ کو پیدا کرتا ہے بھی کیا ہے اسلیے کہ طبیعت اس مقابلہ مین بہت ضعیف تھی لیکن
استبدال بدل ما یتحلل اس رطوبت کا جو بذریعۂ غذا وغیرہ کے ہوتا رہتا ہے اسنے اس رطوبت کو واسطے
مقابلہ ہر قسم کے تحلیل کے برپا اور قائم کیا ہے۔ پھر ہمنے بیان کیا ہے کہ غذا مین قوت تصرف کرتی
ہے اور اُسکا استعمال ایک حد معین تک کرتی ہے نہ ہمیشہ اور صناعت حفظ صحت کی ایسی نہین ہے کہ
موت کی ضامن ہو یا بدن کو آفات خارجیہ سے بچاتی رہے اور نہ ایسی ہے کہ ہر ایک بدن کو عمر طبعی تک

جو مناسب نوع انسان کے علی الاطلاق ہے پہونچاوے بلکہ یہ صناعت فقط دو چیزون کی
ضامن ہے۔ رطوبت مین عفونت نہ آنے دے اور رطوبت کی حمایت ایسی کرے کہ اسمین تحلل جلد
نہ آنے پائے ہان رطوبت کی قوت مین یہ بات ہے کہ اس مدت تک باقی رہے جسکو بحسب اپنے
مزاج اولی کے یہ رطوبت مقتضی ہے اور یہ خواہش رطوبت کے باقی رہنے مین اس مدت تک تدبیر
صائب پوری ہوسکتی ہے وہ تدبیر یہ ہے کہ استبدال بدل ما تحلیل کا بقدر امکان ہوا کرے اور جتنے
اسباب بعجلت تجفیف اور خشکی پیدا کرنے والے ہین اُنکا غلبہ نہونے پاوے نہ یہ کہ اسباب تجفیف کے
مطلق پیدا ہونے پائین اور ایسی تدبیر کیجائے جو تولید عفونت سے بچا کر ضمانت اور حراست بدن کی
غلبۂ حرارت غریبہ سے خارجًا اور داخلًا کرے اسواسطے کہ تمام بدن قوت رطوبت اصلی اور حرارت اصلی
مین برابر نہین ہین بلکہ اسباب مین ابدان مختلف ہین پس ہر ایک بدن کے واسطے ایک حد معین ہے
کہ اسی حد تک مقاومت اور مقابلہ اس خشکی اور جفاف کا کرسکتا ہے جو خشکی بنظر مقتضاے مزاج
اور حرارت عزیزی اور رطوبت عزیزی اس بدن کی واجب ہے اور اس حد سے بڑھکر مقابلہ نہین کرسکتا
لیکن کبھی اس حد سے بیشتر اور اس زمانہ سے پہلے بسبب وقوع ایسے اسباب کے جو معین
تجفیف پر ہون یا بوجہ دیگر مہلک ہون بعض ابدان کو تاب مقاومت کی ساقط ہوجاتی ہے
یعنی وہ حد معین وقت معین طبعی سے پہلے آجاتی ہے اور بہت سے آدمی کہتے ہین کہ اجل طبعی یہی
ہے گو قبل از وقت طبعی بجہت فناے حرارت عزیزی کے پیدا ہو جائے اسباب خارجی سے اور
اجل عرضی اور غیر طبعی دوسری قسم کی ہے۔ پس صناعت طب صحت کی حفاظت کی وہی ہے جو
بدن انسان کو بہ تندرستی اُس حد تک اور اُس سن تک جو معین ہے اور جسکا نام اجل طبعی ہے
پہونچادے اور جو چیزین مناسب اس جسم کی صحت کے ہین اُنکی محافظت کرے اس محافظت کی
ضامن اور مدبر دو قوتین ہین کہ طبیعت اُنکی خادم تصور کیجاتی ہے ایک طبیعت ہے اور یہ قوت
غاذیہ ہے کہ بدن مین بدل ما تحلیل اور اس جوہر سے جو مائل ارضیت اور مائیت کی طرف ہے بنا بنا
کر چھوڑتی جاتی ہے دوسری قوت حیوانی ہے اور یہ قوت نابضہ ہے یعنی شرائین کی حرکت
دینے والی واسطے ترویح قلب کے تا کہ چھوڑے بدل ما تحلیل کو روح سے جسکا جوہر ہوائی اور
ناری ہے اور چونکہ غذا تشبیہ مغتذی کے بالفعل نہین ہوتی اسواسطے ایک قوت مغیرہ پیدا کی گئی

کہ غذا کو بالفعل مشابہ متغذی یعنی اُس عضو کے بنادے جسکی یہ غذا بنیگی بلکہ اس غذا کو غذاے بالفعل بنادے اور درحقیقت اس فعل کے تمام ہونیکے لیے بہت سے آلات اور مجاری پیدا کیے گئے ہین کہ اُنکے ذریعہ سے جذب اور امساک اور ہضم تمام ہوتا ہے پس ہم کہتے ہین کہ منتہاے کار صناعت حفظ صحت درستی اور تعدیل اُن اسباب عامہ لازمہ کی ہے جنکا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ اور اکثر توجہ اس صناعت کی سات چیزون کی تعدیل مین ہوتی ہے اول اصلاح مزاج دوسرے اختیار ماکول و مشروب تیسرے تنقیۂ فضول چوتھے حفظ ترکیب پانچوین اصلاح ہوا چھٹے اصلاح ملبوس ساتوین تعدیل حرکات بدنی ونفسانی۔ آٹھین ساتون کے بعض اقسام مین نوم و یقظہ بھی داخل ہے۔ یہ بات اوپر معلوم ہو چکی ہے کہ ہر اعتدال کی ایک حد خاص مقرر نہین ہے اور نہ واسطے ہر صحت کے ایک حد معین ہے اور نہ یہ بات ہے کہ ہر مزاج اس بات مین داخل ہے کہ اُسکے واسطے صحت کسی طرح کی یا اعتدال کسی قسم کا علی الاطلاق ثابت کیا جائے بلکہ ایک امر درمیانی دو امرون کے پایا جاتا ہے یعنی بعض امزجہ پر یہ بات صادق آتی ہے کہ اُسپر غالباً صحت یا اعتدال کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ اور بعض مزاج اس حکم کے تحت مین داخل نہین ہین پس یا تو وہ لائق صدق نقیض اس قضیۂ مطلقہ عامہ موجبہ کلیہ کے ہے یعنی وہ مزاج ہمیشہ غیر صحیح اور غیر معتدل رہتا ہے پس سالبۂ جزئیہ دائمہ کا مصداق ہے جسکو موجبہ معدولۃ المحمول لازم ہے اسلیے کہ موضوع امر وجودی ہے یا کبھی اس مزاج پر صحت و اعتدال کی کوئی قسم صادق آتی ہے اور کبھی مرض سے متصف ہوتا ہے انتہی) مؤلف کہتا ہے اور ضروری سببون کو ہم بیان کر چکے ہین اور فصل ہوا اُن کو بیان کر چکے ہین (لہذا ہواؤن کی تدابیر کے بیان کرنے کی ضرورت نہ رہی بلکہ اُن چھ اسباب مین سے جو ہوا کے نکلنے مین بعد پانچ سبب باقی رہے اُنکے متعلق جو تدبیرین ہین اُنکا بیان کرنا چاہیے آب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اسباب ضروریہ کے ذکر کر دینے کے بعد اُنکے تدابیر کے ذکر کرنے کی کیا ضرورت رہی کیونکہ اُنکا ذکر کرنا بعینہ اُنکی تدابیر کا ذکر کرنا ہے اور اگر فرق ہے تو کیا ہے تو اُسکا جواب اسطرح دینا چاہیے کہ اسباب ضروریہ کا ذکر کرنا تو محض نظر اور علم ہے جو کیفیت عمل سے بالکل تعلق نہین ہے کیونکہ اُنکے ذکر کرنے کے یہ معنی ہین کہ اُنکے خاصیات مین نظر کیجائے اور اُنکی تدبیرون کا ذکر کرنا ایسا علم ہے جو کیفیت عمل سے متعلق ہے کیونکہ تدبیرون کے ذکر کرنے کے یہ معنی ہین کہ اُنکے اختیار اور تعدیل اور درستی مین غور کیا جائے مین کہتا ہون جب مؤلف نے یہ بیان کیا کہ صحت کی حفاظت

اسباب ستہ ضروریہ کی درستی سے ہوتی ہے اسلیے اب اُن احکام کو بیان کرتا ہے جو اُنکی تدبیر سے
متعلق ہین (لیکن مؤلف نے چھ سببون مین سے پانچ سببون کی تدبیرون کو بیان کیا ہے اور تدبیر
ہوا کے متعلق جو احکام ہین اُنمین صرف گذشتہ احکام کے بیان پر اکتفا کی ہے (کیونکہ اگر اُسکی درستی
کی تدبیر بیان ذکر کرتا تب بھی فصل ہوا کا حکم معلوم ہو جاتا او تنا پہلے بھی معلوم ہو چکا ہے اسلیے
دوبارہ اُسکے اعادہ کی کونسی ایسی ضرورت ہے) **مؤلف کہتا ہے۔ کھانے والی چیزون**
کی تدبیر (باقی چار سببون کی تدبیرون پر اسکی تدبیر کو اسلیے مقدم کیا کہ باقی اسباب کے اعتبار سے
اسکی طرف احتیاج زیادہ ہے کیونکہ یہ بدن کا جز ہے اور اس سے اعضا کو غذا پہونچتی ہے) جب ہم
کسی صحت کو اپنے حال پر حفاظت کرنے کا ارادہ کرین (تو ہمکو چاہیے کہ اُس بدن پر (جسکی صحت کا
ہمنے ارادہ کیا ہے) ایسی غذا کو وارد کرین جو کیفیت مین مماثل اور مشابہ ہو (کیونکہ یہ غذا اپنی مشابہت
کی وجہ سے چونکہ اُسکے مناسب ہوگی اسلیے نہ تو اُسکی منافی اور مدافع ہوگی اور نہ اُسکی مزاحمت
کریگی بلکہ اُسکی حفاظت کریگی نفیسی مین ہے کہ صحت بدن اعتدال مزاج اور استواے ترکیب کے
تابع ہے اور بنا بر بیانات سابقہ کسی مزاج کا اعتدال حقیقی ممکن نہین لہذا صحت اعتدال طبی کے
تابع ہوئی اور اعتدال طبی یا تو اعتدال حقیقی سے ایک کیفیت مین خارج ہے یا دو مین پس اس سے
یہ نکلا کہ ہر صحیح بدن کے لیے یہ بات ضروری ہے کہ اُسکا مزاج اعتدال حقیقی سے مائل ہو اب
جب اسکا ارادہ کیا جائے کہ اُسکی صحت کی حفاظت کیجائے جو اُسکے لائق ہے تو ایک ایسی غذا
اُسپر وارد کرین جو کیفیت مین اُسکے مشابہ ہو تو مؤلف نے کلیات قانون کی شرح مین لکھا ہے کہ
یہ بات حالانکہ بہت مشہور ہے مگر بالکل غلط ہے کیونکہ اعتدال حقیقی کا پایا جانا تو محال ہے لہذا ہر
مزاج خواہ صحیح ہو خواہ مریض ضرور ہے کہ اس اعتدال سے باہر ہو اور جب اس اعتدال سے باہر ہوگا
تو اُسپر کوئی نہ کوئی کیفیت ضرور غالب ہوگی پس اگر اُسپر ایسی غذا کو وارد کیا جائیگا جو اُسکے مثل ہو تو
ضروری بات ہے کہ یہ غذا اُس کیفیت کو قوی کرے جو اُسمین غالب ہے کیونکہ ہمنے علم حکمت مین یہ بات
ثابت کر دی ہے کہ جس جسم مین کوئی کیفیت ہوتی ہے اگر اُس جسم کی مقدار بڑھجاتی ہے تو وہ کیفیت
بھی قوی اور شدید ہو جایا کرتی ہے اور ظاہر ہے کہ کیفیت کے بڑھجانے سے مزاج کبھی اُسحالت
صحت پر نہین رہسکتا جسپر کہ وہ تھا بلکہ اُسکی ایک ایسی حالت ہوجاتی ہے جو بہت زیادہ اعتدال سے

خارج ہوتی ہے انتہیٰ صاحب نفیسی نے اس شبہہ کا اسطرح پر جواب دیا ہے کہ مؤلف نے جو یہ کہا کہ ہر جسم
کے لیے ایک کیفیت ہوتی ہے اور جسم کی مقدار بڑھجانیسے وہ کیفیت بھی قوی ہوجایا کرتی ہے اگر مؤلف
کی غرض اس سے یہ ہے کہ جسم کے بڑھنے سے اُس کیفیت کا غلبہ اور سورت بڑھجاتی ہے تو اسکو
ہم نہین مانتے کیونکہ ہم صریحاً دیکھتے ہین کہ اگر تھوڑے سے نیمگرم پانی مین اُسی درجہ کا نیمگرم پانی کئی گنا
ملادیا جائے تو اُسکے غلبہ کو شدت نہین ہوتی اور نہ اُسکی گرمی بڑھتی ہے اور وہ نیمگرم ہی رہتا ہے اور
یہ ایک ایسی کھلی ہوئی بات ہے جسکا انکار ہو ہی نہین سکتا ہان اتنا ضرور ہے کہ نیمگرم ہونے کی
کیفیت مقدار کے مطابق بڑھجاتی ہے کیونکہ اُسکے محل کی مقدار زیادہ ہوجاتی ہے جیسے بڑے
کالے جسم کی سیاہی چھوٹے جسم کی سیاہی سے مقدار کے مطابق بہت زیادہ ہوا کرتی ہے نہ کہ
سیاہی کی شدت کیفیت کے مطابق بلکہ اس حیثیت سے اُن دونون مین کوئی فرق نہین ہوسکتا
انتہیٰ) اگر ہم اسکا ارادہ کرین کہ اسکو اس حالت سے افضل حالت کی طرف منتقل کرین تو ہمکو چاہیے
کہ اُسپر ایسی غذاے (دوائی) کو وارد کرین جو کیفیت مین اُسکی ضد اور مخالف ہو یعنی مثلاً اسوقت
کوئی بدن ایسی صحت کے ساتھ متصف ہے جسنے اپنے کمال سے میلان کرنا شروع کیا ہے اسطرح پر کہ
پہلے اُسکا مزاج معتدل طبعی تھا اب اس سے مائل ہوکر مزاج عرضی ہوگیا ہے تو ہم جسوقت اُسمین
لائق اور کامل صحت پیدا کرنا چاہین تو ہمکو چاہیے کہ اُسپر اُسکی ضد یعنی ایسی غذاے دوائی وارد
کرین جو کیفیت مین اس عرضی مزاج کی ضد ہو کیونکہ ایک ضد دوسری ضد کی مزاحم اور مانع ہوا کرتی
ہے اور اسکو اُسکے محل سے ہٹانا چاہتی ہے کہ خود اُس محل مین آکر ٹھہرے واضح ہو کہ اس مقام پر
ایک شبہہ وارد کیا جاتا ہے جسکی تقریر یہ ہے کہ محرور المزاج اگر ایسی تدبیر نہ کریگا جس سے برودت پیدا
ہو اور بارد مزاج شخص اگر ایسی تدبیر نہ کریگا جو اُسمین گرمی پیدا کرے تو کوئی بھی ان دونون مین
سے اپنے اعتدال پر باقی نہ رہیگا اور اس شبہہ کا جواب یہ ہے کہ محرور المزاج اُس شخص کو کہتے
ہین جسکا مزاج اپنے اُس اعتدال صحی سے جسکے وہ لائق ہے حرارت کی طرف منحرف اور مائل ہوجائے
اور مبرود المزاج وہ شخص ہے جسکا مزاج اپنے اعتدال لائق سے برودت کی طرف منحرف ہوجائے
اور جو مزاج صحی ایسا ہو کہ حرارت یا برودت کا غالب رہنا ہی اُسکو لائق ہو تو وہ معتدل ہے مثلاً
شیر ہے کہ اسکا صحیح مزاج یعنی جو اُسکے لائق ہو وہی ہے جسمین حرارت غالب ہو اور خرگوش کہ اسکا صحیح مزاج

یہی ہے کہ اُسپر برودت غالب ہو اور یہ نہین کہ سکتے کہ شیر محرور ہے یا ارنب یعنی خرگوش مبرود ہے آور جو
مزاج صحی اس قسم کا ہو کہ حرارت یا برودت کا غالب ہونا ہی اُسکی تندرستی ہے اُسکی صحت کی حفاظت
اُس غذا سے ہوگی جو کیفیت بلکہ درجۂ کیفیت مین اُسکے مشابہ اور مماثل ہو آور جو محرور ایسا ہے کہ اُسکا
مزاج اعتدال لائق سے منحرف ہو کر حرارت کی طرف مائل ہو گیا ہو اُسکی صحت کی حفاظت دو تدبیرون
سے مرکب ہوتی ہے آیک تو حفظ صحت ۔ دوسری حفظ ما تقدم ۔ اگر یہان کوئی یہ شبہہ کرے کہ غذاے
دوائی جب خون ہو جاتی ہے تو اپنی پہلی صورت نوعیہ کو بالکل چھوڑ دیتی ہے کیونکہ محال ہے کہ کاہو
کاہو ہونے کی حالت مین اور لہسن لہسن ہونے کی حالت مین خون بنجائے آور یہ بھی محال ہے
کہ صورت نوعیہ بالکل جاتی رہے اور وہ کیفیت بدستور باقی رہے جسکو یہ صورت واجب کر دیتی ہے
کیونکہ علت کے نہ رہنے کی حالت مین معلول کا باقی رہنا محال ہے آور جب ایسا ہے تو یہ غذا محرور
یا مبرود کی صحت اُس صحت کی طرف کیسے منتقل کر سکتی ہے جو اُس سے افضل ہو تو اسکا یہ جواب ہے کہ
غذاے دوائی مین غذائی جز بھی ہوتے ہین اور دوائی بھی ۔ جو غذائی ہین وہ تو اپنی صورت نوعیہ کو
بالکل چھوڑ کر خون بنجاتے ہین آور دوائی جز اپنی صورتون پر باقی رہتے ہین اور چونکہ یہ اپنی صورتون
پر باقی رہتے ہین اسی لیے اُنسے وہ کیفیتین صادر ہوا کرتی ہین جو انمین اس سے قبل موجود تھین غرضکہ
کاہو سے جو خون بنتا ہے اُسمین کاہو کے وہ اجزا موجود ہین جنھون نے اپنی صورتون کو نہین چھوڑا
اور اُنکی کیفیتین ابھی تک بدستور باقی ہین اور بدن مین جس کیفیت کی تاثیر ہوتی ہے وہ انھین اجزاء
دوائیہ کی کیفیت ہے نہ کہ اُن اجزاء غذائیہ کی جنھون نے اپنی نوعی صورتون کو قطعاً چھوڑ دیا ہی)
مین کہتا ہون تمام اطبا کا دو قاعدون پر اتفاق ہے آیک قاعدہ تو یہ ہے کہ صحت کی حفاظت
مثل سے ہوتی ہے آور دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ مرض کا علاج بالضد ہوتا ہے ۔ اور متقدمین نے صحت
کی مثال سیدھی چیز سے دی ہے اور ظاہر ہے کہ سیدھی چیز کا سیدھاپن اُسی وقت باقی رہ سکتا ہے
جبکہ وہ کسی طرف کو موڑی اور جھکائی نہ جائے اور بیماری کی مثال ٹیڑھی چیز سے دی ہے اور ظاہر ہے
کہ اُسکا ٹیڑھاپن اُسیوقت دور ہو سکتا ہے جبکہ ٹیڑھی جہت کے مقابل کی طرف اُسکو موڑا جائے ۔
آبن ابی صادق نے لکھا ہے کہ کوئی چیز اپنی مشابہ چیز کو نہین ہلایا اور لڑکھڑایا کرتی ہے بلکہ اپنی ضد کو
لڑکھڑاتی ہے اور اسکو اپنی جگہ سے ہٹاتی ہے تاکہ بجاے اُسکے خود وہان قیام کرے ۔ آور شاید کہ یہ

دونون قاعدے بجائے خود بالکل بدیہی ہین دلیل کے محتاج نہین ہین باایںہمہ ان دونون قاعدون پرایک ایک شبہہ ہے - پہلے قاعدہ پر تو یہ کہ گرم مزاج شخص کی صحت گرم چیز سے اور سرد مزاج شخص کی صحت سرد چیز سے کسیطرح محفوظ نہین ہوسکتی بلکہ بخلاف اسکے گرم مزاج گرم چیز سے جلجائیگا اور سرد مزاج سرد چیز سے جم جائیگا - اور دوسرے قاعدہ پر یہ شبہہ ہے کہ بعض بیماریان ایسی ہین جنکا علاج بالمثل ہوتا ہے جیسے بلغمی بخار کہ اسکا علاج گرم چیزون سے ہوتا ہے اور بلغمی قولنج کہ اس کا علاج اُن دواؤن سے ہوتا ہے جو محترات ہون اور صفراوی بخار کہ اسکا علاج محمودہ سے ہوتا ہے (محمودہ بالفتح سقمونیا کہ دوائیست گرم تلخ و مسہل برائے صفرا و بلغم - وسقمونیا بالضم عصارۂ درختیست مائل بسبزی و زردی تلخ مزہ از کشف و مؤید و منتخب و مزیل و سروری و صاحب بحر الجواہر نوشتہ کہ بالفتح است کما فی المغرب وتہذیب الاسمار ۱۲ غ) اور قی کہ اسکا علاج قی سے ہوتا ہے اور دست کہ انکا علاج دستون سے ہوتا ہے پہلے شبہہ کا جواب یہ ہے کہ غذا سے یہان وہ غذا مراد ہے جسکو بدن متغیر کرکے اپنے مشابہ بنا چکا ہو تاکہ تحلیل شدہ حصہ کا اُسکو بدل بنائے (یعنی غذا سے غذائے بالفعل مراد ہے) نہ کہ وہ غذا جو اس تہیہ مین ہو کہ بدن کی غذا بنے (لیکن ابھی بنی نہو) کیونکہ اس غذا کو مجازاً (آئیندہ حالت کے لحاظ سے) غذا کہا جاتا ہے (اور حقیقۃً غذا وہی ہے جو بدن کے کام مین آچکی) اور وہ گرم چیز جسکو گرم مزاج شخص کھائے جب وہ غذا بالفعل ہوجاتی ہے تو وہ اُس عضو کی مثل اور مشابہ نہین ہوتی جسکی وہ غذا بنی ہے کیونکہ وہ بہ نسبت اس عضو کے بہت زیادہ گرم ہوجاتی ہے اسلیے کہ اول تو وہ خود گرم ہے دوسرے گرم بدن کی قوت اُسکو اور گرم کردیتی ہے اور اس سے اُسکی گرمی بدن کی گرمی سے بہت زیادہ ہوتی ہے اور جب گرم مزاج والا کسی ٹھنڈی چیز کو کھاتا ہے اور وہ غذا بالفعل بنجاتی ہے تو وہ البتہ گرم مزاج کے مثل ہوتی ہے کیونکہ گرم بدن کی قوت اُسکو گرم کردیتی ہے اور اُسکی برودت کو توڑ دیتی ہے (غرضکہ محرور المزاج کے لیے گرم چیز کو مثل سمجھنا اور بارد المزاج کے لیے سرد چیز کو مثل سمجھنا غلطی ہے بلکہ محرور کے لیے سرد چیز مثل ہے اور مبرود کے لیے گرم چیز یہی وجہ ہے کہ گرم مزاج کی صحت سرد چیزون سے محفوظ رہتی ہے اور سرد مزاج کی صحت گرم چیز سے) اسی لیے حنین نے کہا ہے کہ غذا پر بدن غالب رہتا ہے اور وہ بدن کو متغیر نہین کیا کرتی بلکہ خود ہی بدن سے مستحیل ہوجاتی ہے اور اسی پر مبرود کو بھی قیاس کرلینا چاہیے (پس پہلے قاعدہ کا شبہہ مرتفع ہوگیا)

اور دوسرے شبہہ کا یہ جواب ہے کہ بلغمی بخار مین گرم چیز سے نفس بخار کو نہین دور کیا جاتا بلکہ بخار کے سبب یعنے بلغم کو دور کیا جاتا ہے (اور بلغم بارد ہے) اور ظاہر ہے کہ علاج بالضد ہے اور بلغم کے دور ہوجانیکے بعد بخار بھی جاتا رہتا ہے (کیونکہ انتفار سبب انتفار مسبب کی علت ہے) علی ہذا صفراوی بخار مین بھی محموده سے بخار کے سبب یعنی صفرا کو دور کیا جاتا ہے (تاکہ انتفار سبب سے انتفا مسبب ہو) علی ہذا قے اور دست کہ یہ دونون بھی اُس مادہ کو نکالتے ہین جو علت مرض ہوتا ہے۔ اور مؤلف نے اس مقام پر اُن چیزون کے بیان پر اکتفا کیا ہے جنسے صحت محفوظ رہتی ہے اور پہلے قاعدہ کے بیان مین تفصیل کو اختیار کیا کیونکہ شبہۂ مذکورہ کا جواب اُسکے نزدیک اُسوقت حاضر نہ تھا۔ اور مؤلف نے جس تفصیل کو اس مقام پر اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ جب صحت کاملہ تامہ کی حفاظت کا اپنی حالت پر رکھنے کا قصد ہو تو ہمکو چاہیے کہ اُس بدن پر ایسی چیز کو وارد کرین جو کیفیت مین اُسکے مشابہ ہو اور اگر اسکا ارادہ کیا جائے کہ اس حالت سے اچھی حالت کی طرف اُسکو منتقل کرین اور یہ اُسوقت جبکہ صحت کامل نہو جیسے محرور المزاج اور مبرود المزاج کی صحت ہے تو ہمکو چاہیے کہ اُسپر ایسی چیز کو وارد کرین جو کیفیت مین اُسکی ضد ہو اور اسکے معنی یہ ہین کہ معتدل مزاج کی صحت کی حفاظت مثل سے ہوتی ہے اور خارج عن الاعتدال کی صحت کی حفاظت ضد سے ہوتی ہے اور یہانپر جو حق بات تھی اُسکو ہم بیان کر چکے۔ مؤلف کہتا ہے چاہیے کہ غذاؤن مین سے روٹی پر اقتصار کیا جائے جو ردی چیزون کے میل سے پاک وصاف ہو جیسے شلغم ہے (کہ یہ ایک ردی چیز ہے) اور سال بھر کے مینڈھے کے گوشت پر اور بچھڑے کے گوشت پر اور بکری کے بچون کے گوشت پر اور مرغی کے گوشت پر اور چکور اور تیتر کے گوشت پر اور مناسب مٹھاس پر اقتصار کرنا چاہیے اور میوون مین سے انجیر اور انگور اور تر کھجور پر اقتصار کرنا چاہیے اُن شہرون مین جہان اُنکے کھانیکی عادت ہو۔ مین کہتا ہون مؤلف نے روٹی اور گوشت اور مٹھائی اور میوہ کے احکام یہان بیان کیے ہین اور میوے وہ ہین جنکے کھانے پر اکثر شہرون مین مواظبت اور ہمیشگی کیجاتی ہے اور روٹی سے گیہون کی روٹی مراد ہے کیونکہ تمام غلون مین یہ غلہ انسانی طبیعت کے مشابہ اور موافق ہے اور انسان کی عمدہ غذا ہے کیونکہ اسکی حرارت انسان کی حرارت کے مشابہ ہوتی ہے اور کثرت استعمال سے اس غلہ مین اور انسان کی طبیعت مین بہت زیادہ مناسبت ہوگئی ہے اور

شلغم گرم خشک اول درجہ مین یا دوسرے درجہ مین - بہ بوجہ غلیظ ہونے کے دیر مین ہضم ہوتا ہے نفاخ ہے اسکو گوشت کے ساتھ پکانا بہتر ہے

عمدہ گیہون وہ ہے جو سخت اور بھرا ہوا اور زردی مائل ہو اور ایسی زمین مین پیدا ہوا ہو جو تمام ناپاکیون
سے پاک ہو اور خود بھی ردی چیزون کے میل سے صاف ہو جنکی طبیعت متغیر ہو جاتی ہے جیسے
کہ شیلم ہے اور یہ دو قسم پر ہے ایک تو غلہ ہے گیہون کی طرح لانبا اور سرخ اور اُسکا نام زوان
ہے اور فارسی مین اُسکو جو دار کہتے ہین یہ ردی نہین ہوتا گو قابل تعریف وہی گیہون ہے جو اس سے
بھی صاف پاک ہو کیونکہ اس سے روٹی سیاہ ہو جاتی ہے اور دوسری قسم گول گول دانے
سیاہی مائل ہین کہ گیہون مین ملکر اُنکو خراب کر دیتے ہین اور اُنکی روٹی سے نشہ ہوتا ہے اور
مزے مین کھٹا پن ہوتا ہے ترکی مین اُسکو ملیو یا ملمور کہتے ہین آور روٹی کو ان دانون سے پاک
کرنے کی نہایت ضرورت ہے ۔ رہا گوشت یہ حیوانیت کی وجہ سے انسانی طبیعت کے بہت قریب ہوتا
ہے اور بدن کو اعتدال سے خارج نہین ہونے دیتا اور طبیعت اُسکی طرف جھکتی ہے اور اُسکے ہضم
کیطرف متوجہ ہوتی ہے اور بہ نسبت اور چیزون کے اُس سے زیادہ نفع حاصل کرتی ہے یہی وجہ ہے کہ
گوشت مین تبخیر کم ہوتی ہے اور جو جانور گوشت کھاتا ہے وہ زیادہ جوانمرد اور زیادہ دبدبے والا
ہوتا ہے اور اپنے مقابل کو دبا لیتا ہے اور چرائی والے جانور کا گوشت بہ نسبت تھان پر بندھے
کھانے والے جانور کے عمدہ اور ہلکا ہوتا ہے اور گوشت کے متعلق بقیہ بحث عنقریب آتی ہے ۔
رہی مٹھاس یہ ایک مرغوب اور پسندیدہ کھانا ہے کئی وجہ سے اول تو اسلیے کہ انسانی مزاج پر
(چارون کیفیتون مین سے) حرارت اور رطوبت غالب ہوتی ہے (اور یہی دونون کیفیتین غریزی
اور اصلی ہوتی ہین) اور اس کھانے پر بھی حرارت اور رطوبت ہی غالب ہوتی ہے (اس معنی کر
مزاج انسانی کے ساتھ اسکو نہایت مناسبت ہے) دوسری اسلیے کہ انسان روزہ کے بعد سوا ے
میٹھی چیز کے اور کسی چیز کی رغبت نہین کرتا اور تیسری اسلیے کہ اگر کسی آدمی کو مختلف قسم کے کھانے
کھلائے جائین اور اُن سب کے بعد میٹھی چیز کھلائی جائے اور اسکے بعد اُس سے قے کرائی
جائے تو قے کے ساتھ سب سے آخر مین میٹھی چیز باہر ہوتی ہے حالانکہ اُسکا استعمال سب کھانون
کے بعد کیا گیا ہے اور اسکی کوئی اور وجہ نہین ہو سکتی بجز اسکے کہ طبیعت کو اُس سے بیحد رغبت ہے
اور طبیعت بے اختیار اُسکو اپنی طرف کھینچتی ہے (اسپر یہ شبہہ کیا گیا ہے کہ چونکہ میٹھی چیز وزنی
ہوتی ہے اسلیے کھاتے ہی معدہ کی تہ مین بیٹھ جاتی ہے تو اُسکا آخر مین نکلنا اس وجہ سے

نہین ہے کہ طبیعت کو اُسکے ساتھ محبت ہے بلکہ اسکی وجہ نشین ہو جاتا ہے آور یہ اسلیے بھی قرین قیاس ہے کہ طبیعت کو شعور نہین ہوتا اور محبت کرنے کے لیے شعور کی ضرورت ہے گو محبت کے بعد عقل وشعور جاتا رہتا ہے) یہ بھی واضح ہو کہ میٹھی چیز باوجود ان سب باتون کے بعض لوگون کی طبیعت کے خلاف ہوتی ہے اسی واسطے مصنف نے مٹھاس کے بعد مناسب کی بھی قید لگادی تیس شکر کی بنی ہوئی مٹھاس گو اکثر لوگون کی طبیعت کے مناسب اور موافق ہوتی ہے لیکن بعض طبیعتون کے ناموافق ہوتی ہے لہذا جس شخص کو مٹھائی نقصان کرے وہ اُسکو ہرگز نہ کھائے (لطیفہ مؤلف) حلو ملائم کہا ہے جسکے یہ معنی ہین کہ یہ مٹھاس مناسب مزاج اور موافق ہو بعض ظریف طالب علم حلو ملائم کے معنی اپنے موافق نرم حلوا بیان کرتے ہین یعنی جو حلوا نرم ہو وہ طبیعت کو بہت مرغوب ہوتا ہے لیکن افسوس ہے کہ شب برات کا سخت حلوا دانتون کو بھی تکلیف دیتا اور ہضم بھی مشکل سے ہوتا ہے) اور میوؤن مین سے مؤلف نے انجیر اور انگور اور کھجور کو ذکر کیا ہے اور ان سب کا بیان مفصل طور پر خود مؤلف کے کلام مین عنقریب آتا ہے آور مؤلف نے میوؤن کے کھانے مین عادت کی قید لگائی ہے جسکی وجہ وہ ہے جو عنقریب آتی ہے کہ انسان جس چیز کا عادی نہین ہوتا تو اُسکا استعمال بہت کم موافق پڑتا ہے (اور اکثر ناموافق ہوتا ہے) **مؤلف کہتا ہے** اور جتنی دوائی غذائین ہین اُنکی طرف التفات نکیا جاوے سوائے ایسی صورت کے کہ مزاج کی اصلاح یا کھانے کی اصلاح مقصود ہو **مین کہتا ہون** دوائی غذاؤن کی تفسیر معلوم ہو چکی ہے اور جو شخص اپنی تندرستی کی حفاظت چاہتا ہے اُسکو چاہیے کہ اُنکی طرف التفات نکرے کیونکہ حقیقی غذاؤن کے اعتبار سے یہ دوائی غذائین بدن کی زیادہ مخالف ہوتی ہین اس دلیل سے کہ یہ بدن کو متغیر کرتی ہین پس بدن کی طرف اُنکا تحیل ہونا بہت مشکل ہے اور جب طبیعت اس استحالہ کا قصد کرتی ہے تو بہت زیادہ تھک جاتی ہے اور اسکا نتیجہ یہ ہے کہ بدن کے لیے اُنکا غذا بننا بہت کمی کے ساتھ ہو اور یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ جس چیزمین دوائیت زیادہ ہوتی ہے اسمین غذائیت کم ہوتی ہے کیونکہ وہ جوہر بدن کے بہت زیادہ مخالف ہوتی ہے۔ نیز جو دوائی غذا ہے وہ یا گرم ہے تب تو خون کو جلا دیتی ہے اور مولد صفرا ہوتی ہے آور یا سرد ہے تو وہ بلغم پیدا کرتی ہے اور بدن کو بوجھل کرتی ہے کیونکہ اس سے جو خون بنتا ہے وہ خام ہوتا ہے کہ اعضا اُسکا استعمال نہین کرتے پس اعضا پر لامحالہ دو بھر ہو جائیگی اگر کوئی یہ شبہہ

کرے کہ بعض دوائی غذاؤن کی طرف نفس کو رغبت ہوتی ہے اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بہ نسبت حقیقی غذاؤن کے دوائی غذائین بدن انسان کے زیادہ موافق ہوتی ہین کیونکہ نفس کو رغبت اور لذت اُسی چیز سے ہوتی ہے جو اُسکے موافق ہوتی ہے پس ضروری بات ہے کہ بدن دوائی غذاؤن سے زیادہ انتفاع حاصل کرے تو اُسکا یہ جواب دیا جائیگا کہ اگر تمھاری یہ مراد ہے کہ صحیح اور تندرست بدن کی ذاتی خواہش یہ ہے کہ اُسکو دوائی غذا حاصل ہو تو ہم اسکو نہین مانتے اور اگر یہ مراد ہے کہ بدن اسکی خواہش کرتا ہے (عام اس سے کہ صحیح بدن ہو یا غیر صحیح) تو مسلم ہے لیکن اس سے یہ لازم نہین آتا کہ بدن اس سے انتفاع حاصل کرنا چاہتا ہے بلکہ ممکن ہے کہ یہ خواہش اسوجہ سے ہو کہ بدن مین جو اس قسم کے مواد جمع ہوگئے ہین جنکا دفعیہ ضروری ہے اُن مواد کی کیفیت اس غذا کی کیفیت سے مخالف ہے (تو ضرور ایسی غذا سے وہ مواد ٹوٹ جائینگے پس بدن یہ چاہتا ہے کہ اس غذا کے ذریعہ سے اُن مواد کو دفع کردے اور اس صورت مین بالذات بدن کی خواہش دفع مواد سے متعلق ہے اور بالعرض اس غذا سے) جیسے کہ وخم مین اس غذا کی طرف خواہش ہوتی ہے (وخم بالفتح اور وخام بالکسر کے معنی طعام کے ناگوار ہونے کے ہین بولتے ہین طَعَامٌ وَخِیْمٌ یعنے ناگوار کھانا اور وخم کو وبا کے معنی مین بھی استعمال کیا جاتا ہے اسواسطے کہ اکثر امراض کھانے کے ناگوار ہونے ہی سے پیدا ہوتے ہین اور یہان وخم سے مرض خاص مراد ہے جسمین طبیعت کا میلان کویلے اور مٹی وغیرہ کیطرف ہوتا ہے) پس معلوم ہوگیا کہ جو شخص اپنی صحت کی حفاظت چاہے اُسکو چاہیے کہ دوائی غذاؤن کی طرف توجہ نکرے بلکہ خالص غذاؤن پر مداومت کرے یہ تو اُسوقت جب غذائیت کا قصد ہو اور اگر اُسکی طرف مزاج یا کھانے کی تعدیل کے لیے ضرورت پڑے تو دوائی غذاؤن کے استعمال مین کوئی مضایقہ نہین اور درحقیقت اس استثنا کی کوئی ضرورت نہین ہے مؤلف کہتا ہے اور غذا بے بھوک نہ کھائی جائے اور نہ روکی جائے شدت کی بھوک مین کہتا ہون دو قسم کی بھوک ہوتی ہے سچی اور جھوٹی اور ان دونون مین فرق یہ ہے کہ جس بھوک کیوقت معدہ ہلکا ہو اور ڈکارین نہ آتی ہون جو اسکی خبر دیا کرتی ہین کہ معدہ مین کھانا موجود ہے اور پیٹ مین نفخ اور قراقر نہو اور کھانا کھائے ہوئے ایک عرصہ گذر چکا ہو تو یہ بھوک سچی ہے اور جسمین یہ بات نہو وہ جھوٹی ہے پس اگر بھوک جھوٹی ہو تو غذا کا استعمال جائز نہین ہے کیونکہ اسمین ایک کھانا دوسرے کھانے پر داخل ہو جائیگا

اُسکو ہم عنقریب بیان کرینگے بلکہ ایسی حالت مین یہ ضرور ہے کہ معدہ مین جو کچھ غذا ہو اُسکو قے یا دست کے
ذریعہ کے نکالدیا جائے اور ان دونون ترکیبون مین قے کی صورت جلد ہوسکتی ہے اور بہ نسبت دستون
کے افضل بھی ہے اور اسکی ترکیب یہ ہے کہ گرم پانی کے ساتھ ایسی چیز ملا کر پی جائے جو قاطع اور ملطف
ہو جیسے سکنجبین ہے اور لیمو کی شراب ہے اسکے بعد دیر تک سویا جائے تاکہ قوت آرام پاکر اندر کی جانب متوجہ
ہو اور معدہ اور اعضا مین جو کچھ غذا رہگئی ہے اُسکو ہضم کر دے آور جھوٹی بھوک کی مثال جیسے اُس شخص
کی بھوک جسکو نشہ ہو اور تخمہ والے کی بھوک ۔ نشہ والے کی بھوک تو اسلیے جھوٹی ہوتی ہے کہ شراب اپنی
تلخی کی وجہ سے فم معدہ کو گدگداتی ہے اور اُسکو سمیٹتی ہے اور اپنی خوشبو سے اُسکو قوت پہونچاتی ہے
آور متخوم یعنی تخمہ رسیدہ کی بھوک اسلیے جھوٹی ہوتی ہے کہ جو کھانا اُسکے معدہ مین ہوتا ہے وہ اپنی ترشی
کی وجہ سے فم معدہ کو سمیٹتا اور گدگداتا ہے آور یہ وجہ بھی ہے کہ معدہ جب بدن کے لیے غذا کو حاصل
نہین کرتا تو اُسکا دغدغہ اور اشتیاق غذا باقی رہتا ہے ۔ آور اگر بھوک سچی ہو تو غذا کا تناول ضروری
بات ہے اور جسوقت بھوک ہیجان کی حالت مین ہو تو اُسکو روکنا نہ چاہیے کیونکہ معدہ جسوقت خالی
ہوتا ہے تو بدن کی رطوبتون کو جذب کرنے لگتا ہے اور زیادہ تر اُسکی طرف صفرا اور مائی رطوبتین کھنچا
کرتی ہین اسلیے کہ یہ دونون لطیف ہین اور کھنچ جانے کی زیادہ قابل ہین اور جب ایسی حالت مین
کہ معدہ مین بھوک کی آگ بھڑکی ہوئی ہو اُسکی طرف صفرا اور مائی رطوبتین کھنچتی ہین تو تیزاب بنجاتی ہین
اور پیپ کی طرح زرد ہو جاتی ہین اور اُسمین جو کچھ فساد اور خرابی ہے وہ ظاہر ہے **مؤلف کہتا**
ہے اور چاہیے کہ گرمیوان مین وہ غذا کھائی جائے جو بالفعل سرد اور جاڑون مین وہ غذا جو بالفعل گرم ہو
مین کہتا ہون اول بات کی تو یہ وجہ ہے کہ گرمیون مین بدن کا ظاہر حصہ گرم ہوتا ہے اب
اگر ایسا کھانا کھایا جائیگا جو بالفعل گرم ہو تو وہ اندر بھی آگ پھونک دیگا اور اس گرمی سے بدن کو
سخت ضرر اور نقصان پہونچیگا اور ہضم بگڑ جائیگا اور دوسری بات کی یہ وجہ ہے کہ جاڑون مین
بدن کا ظاہر حصہ سرد رہتا ہے اب اگر ایسا کھانا کھایا جائیگا جو بالفعل سرد ہوگا تو سردی بدن کے
ظاہر اور باطن دونون پر غالب آجائیگی اور اس سے حرارت غریزیہ بجھ جائیگی اور ضعیف ہوکر ہضم کو
بگاڑ دیگی آور گرمیون مین کھانے کا افضل وقت دن کا وہ حصہ ہے جو سرد ہو اور جاڑون مین وہ
حصہ جو گرم ہو **مؤلف کہتا ہے** اور ایک کھانے پر دوسری غذا کھانا چاہیے کہ پہلا ہضم ہونے پر ہی

میں کہتا ہوں اسکی وجہ یہ ہے کہ (ان دونوں غذاؤں میں سے) اگر معدہ دوسری غذا سے مشغول
نہوگا تو یہ دوسری غذا بگڑ کر پہلی غذا کو بھی بگاڑ دیگی اور اگر دوسری غذا سے مشغول ہوگا تو دو صورتیں ہیں
یا صرف اسی غذا سے مشغول ہوگا (نہ کہ پہلی غذا سے) تو پہلی غذا بگڑ کر دوسری غذا کو بھی بگاڑ دیگی یا یہ کہ
دوسری غذا سے مشغول ہوگا ایسی حالت میں کہ پہلی غذا سے بھی مشغول ہے تو اُسکا اثر دونوں میں کمزور
پڑیگا تو دونوں غذائیں بگڑ جائینگی اور اگر دونوں غذاؤں کو ایک ساتھ استعمال کیا جائیگا تو یہ خرابی لازم
نہ آئیگی کیونکہ اس تقدیر پر دونوں کا استحالہ ایک ساتھ ایک ہی نوعیت سے ہوگا لہذا وہ طبیعت پر سہل اور
آسان ہوگا اور جسوقت ایک غذا کو دوسری غذا پر مقدم کیا جائیگا تو ہر ایک کا استحالہ دوسری غذا کے
استحالہ کے مغائر ہوگا کیونکہ جو غذا کچھ ہضم ہو چکی ہے اُسکا استحالہ اُس غذا کا سا استحالہ نہیں ہو سکتا جسکا ہضم
ابھی شروع نہیں ہوا اور اسمیں کوئی شک نہیں ہے کہ دو کاموں کا طبیعت پر جمع ہو جانا بہ نسبت ایک
کام کے دشوار ہوتا ہے اسی لیے جب کھانے پر کھانا کھایا جاتا ہے تو اکثر اوقات اس سے تخمہ ہو جاتا ہے
مؤلف کہتا ہے اور کھانا کھانے میں دیر کرنا (یعنی بہت ٹھہر ٹھہر کے کھانا) بھی ردی ہے کیونکہ
اس سے ہضم مختلف ہو جاتے ہیں لیکن اسکی ردارت بہ نسبت ادخال طعام کے کم ہے **میں کہتا ہوں**
کھانے کے زمانہ کو طول دینا بھی بُرا ہے لیکن غذا پر غذا کھانے کی برائی سے اسکی بُرائی کم ہوتی ہے
اور اسکی ردارت اور بُرائی کی وجہ اُس وجہ سے معلوم ہو سکتی ہے جسکو ہم ابھی ادخال میں بیان کر آئے
ہیں کیونکہ اخیر نوالہ کا استحالہ پہلے نوالے کے استحالہ کے موافق نہوگا اور ہضموں کے اختلاف سے مؤلف
کی یہی مراد ہے اور ادخال کی ردارت سے اسکی ردارت کے کم ہونے کی وجہ ظاہر ہے (اور وہ یہ ہے کہ
ہضموں کا اختلاف یہاں بھی ہے اور ادخال میں بھی لیکن یہاں پر لقموں میں اختلاف ہضم ہے جنکی مقدار
کم ہے اور ادخال میں دو کھانوں میں اختلاف ہضم ہے جنکی مقدار زیادہ ہے پس یہی فرق ردارت میں
بھی ہونا چاہیے) **مؤلف کہتا ہے** اور کئی رنگ کے کھانوں سے طبیعت حیرت میں پڑ جاتی ہے -
میں کہتا ہوں مختلف طرح کے کھانوں کا جمع کرنا مثلاً یہ کہ بعض کھانا ثقیل ہو جیسے گائے کا گوشت
اور بعض لطیف ہو جیسے مرغی کا گوشت اور بعض دیر ہضم ہو جیسے آش انگور اور بعض سریع الہضم ہو جیسے مرقون
کے کھانے کا شوربا (جو مصالحہ اور گھی سے خالی ہو) اور بعض گرم ہو جیسے شہد اور بعض سرد ہو جیسے دہی
طبیعت کو پریشان کر دیتا ہے اور اُسکے فعل کو بانٹ دیتا ہے اور بدن کو ضرر پہونچاتا ہے اور قوت کو

تشویش مین ڈالدیتا ہے کیونکہ مؤثر کا فعل متاثر کے اختلاف سے متاثر یعنی اثر قبول کرنے والے مین بھی اختلاف پیدا ہوتا ہے اور کھانے کے مختلف ہونے سے مختلف اخلاط بدن مین پیدا ہوتے ہین اور ظاہر ہے جو اسمین خرابی ہے مؤلف کہتا ہے اور مزے دار غذا (بدمزہ غذا سے) اچھی ہوتی ہے بشرطیکہ بہت سی نہ کھائی جائے مین کہتا ہون مزیدار غذا اسلیے اچھی ہوتی ہے کہ معدہ اُسکو ہر طرف سے گھیر لیتا ہے اور ہضم خوب ہوتا ہے اور زیادہ نہ کھانے کی شرط اسلیے لگائی کہ قاعدہ ہے جب آدمی کو مزیدار اور لطیف اور موافقِ طبیعت کھانا ملتا ہے تو بہت سا کھا لیتا ہے کیونکہ مزے کی چیز بالطبع مرغوب ہوا کرتی ہے اور اسی مرغوبیت کی وجہ سے بھوک مین وہ زیادہ کھالی جاتی ہے پس طبیعت اُسکے پکانے اور ہضم کرنے سے اُکتا جاتی ہے اور وہ کچی کی کچی ہی باقی رہجاتی ہے اور بسا اوقات اس سے تخمہ ہوجاتا ہے نیز جگر اُسکو بہت جلد اپنی طرف کھینچ لیتا ہے کیونکہ جگر کو بھی وہ مرغوب ہوتی ہے مثلاً شیرین ہو تو وہ غذا کی راہون مین اُسی طرح غیر منہضم چلی جاتی ہے اور اس سے سدے پیدا ہوجاتے ہین اور بدن کے لیے اس صورت مین جو خرابی ہے ظاہر ہے مؤلف کہتا ہے اور ہمیشہ پھیکا بے مزہ کھانا کھانے سے بھوک جاتی رہتی ہے اور کسل اور سستی پیدا ہوجاتی ہے (کیونکہ اس سے ایسی رطوبت بہت پیدا ہوتی ہے جسکا کام ارخا یعنی ڈھیلا کردینا اور لٹکا دینا ہے تو اس سے فم معدہ لٹک پڑتا ہے اور بھوک اُسوقت پیدا ہوتی ہے جبکہ اُسمین تکاثف ہو یعنی اُسکے سب اجزا سمٹے ہوے ہون یہ وجہ تو بھوک جاتے رہنے کی ہے اور کسل کی وجہ یہ ہے کہ اس رطوبت سے اعضا مین بھی استرخا اور ڈھیلا پن آجاتا ہے اور ایسے وقت مین خواہ مخواہ بدن کسلمند ہوجاتا ہے) اور ہمیشہ کھٹی چیزین کھانے سے بڑھاپا جلد آتا ہے (اسلیے کہ اس صورت مین خون کم پیدا ہوتا ہے کیونکہ کھٹی چیز کا مادہ لطیف جوہر ہوتا ہے اور اُسکا فاعل برودت ہوتی ہے پس اسکو مادہ اور فاعل دونون کی حیثیت سے خون کے ساتھ تضاد اور مخالفت ہے تیز ترش چیز خشک مزاج ہوتی ہے اور خون تر ہوتا ہے لہذا کھٹے کھانے کے استعمال سے انسان کے مزاج مین ضعف پیدا ہوتا ہے کیونکہ اس سے حار غریزی کا تغذیہ کم ہوتا ہے اسوجہ سے کہ خون کم پیدا ہوتا ہے اور قوتین سست اور نرم ہو جاتی ہین اور اعضا مین خشکی پیدا ہوتی ہے (کیونکہ اُسکا مزاج خشک ہے اور اُس سے خون نہین پیدا ہوتا جس سے اعضا مین تری آئے) اور پٹھون کو ضرر پہونچتا ہے (اُسکے خراش اور ٹھنڈک پیدا

کرنے سے) اور میٹھی چیز کا ہمیشہ کھانا معدہ کو لٹکا دیتا ہے (اسلیے کہ مٹھاس اپنی معتدل حرارت سے
رطوبت کو بہا دیتی ہے اور تحلیل نہین کرتی اور جماؤ کو کھو دیتی ہے اور موجز کے بعض نسخون مین بجاے
یُرخِی المِعدَۃَ کے یُرخِی الشَّھوَۃَ ہے اور اسکی یہ وجہ ہے کہ مٹھاس اور سودا کی ترشی مین
تضاد ہے اور سودا کی ترشی ہی معدہ کو بھوک پر متنبہ کرتی ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ معدہ کے کھنچاؤ
اور سمٹن کو دور کرتی ہے اور اسی سمٹنے سے بھوک پیدا ہوتی ہے) اور بدن کو گرم رکھتا ہے (کیونکہ
میٹھی چیز سے خون اور صفرا بکثرت پیدا ہوتے ہین اور یہ دونون گرم ہین) اور نمکین چیز کا ہمیشہ کھانا
بدن کی رطوبتون کو خشک کر دیتا ہے (اور جلا دیتا ہے اور تحلیل کرتا ہے) اور بدن کو لاغر کر دیتا
ہے (کیونکہ اس سے خون نہین پیدا ہوتا جو بدن کو فربہ کرے) لہٰذا چاہیے کہ کھٹی چیز کی مضرت میٹھی
چیز سے اور میٹھی چیز کی مضرت کھٹی چیز سے دور کیجائے (کیونکہ شیرین اور ترش دونون باہم متضاد ہین
اور انکے اثرون مین بھی تضاد ہے۔ ترش کے اکثر نقصانات تو یہ ہین برودت پیدا کرنا رطوبتون
کو تحلیل کرنا۔ خراش پیدا کرنا خون کم کرنا۔ اور شیرین اسکے خلاف اثر پیدا کریگا کیونکہ وہ گرم کریگا
مگر نہایت لطیف اور لذیذ گرمی جیسے معتدل اور ہلکے گرم پانی کی لذت اُس شخص کو معلوم ہوتی ہے
جسکو سردی نے ستایا ہو اور تلیین کریگا اور خون زیادہ پیدا کریگا۔ اور شیرین کے نقصانات یہ ہین
صفرا بنجانا اور بھوک کو کھو دینا اور گرمی پیدا کرنا اور ترش کا اثر اسکے برعکس ہوتا ہے کیونکہ یہ صفرے
کو توڑتا ہے اور بھوک کو بڑھاتا ہے اور برودت پیدا کرتا ہے لہٰذا ایک کی مضرت دوسرے سے
دفع کرنی چاہیے یعنی دونون چیزون کا استعمال رہے ایک ہی پر مواظبت اور ہمیشگی نہ کی جائے)
اور پھیکے کھانے کی مضرت (یعنی ڈھیلا کرنا اور رطوبت پیدا کرنا) نمکین یا چرپرے کھانے سے
دفع کرنی چاہیے (کیونکہ یہ دونون کھانے رطوبتون کو چھانٹتے ہین) اور ان دونون کھانون
(یعنی نمکین اور چرپرے) کی مضرت پھیکے کھانے سے (یعنی ان دونون کی مضرت کو یعنی رطوبتون
کے خشک کرنے کو پھیکے کھانے سے دفع کرنا چاہیے) مین کہتا ہون ان احکام کی وجہ اور
لِم کھانون کے فاعل اور مادہ کے سمجھ لینے کے بعد بآسانی سمجھ مین آسکتی ہے اور فن دوم کے
شروع مین اسکے متعلق کافی بحث آتی ہے۔ اور مؤلف نے جو وھُمَا بہ کہا ہے اسکے معنی یہ
ہین کہ نمکین اور چرپرے یعنی تیز کھانے کی مضرت کو پھیکے کھانے سے دفع کرنا چاہیے۔

مؤلف کہتا ہے اور چاہیے کہ کھانے سے ایسے وقت مین ہاتھ کھینچے کہ نفس کو اسکی خواہش باقی ہو مین کہتا ہون اسکی یہ وجہ ہے کہ بقیہ اشتہا تھوڑی دیر مین جاتی رہتی ہے اور طبیعت پر کھانے کا بار بھی نہین ہوتا دحاصل یہ کہ جبتک معدہ غذا سے بھر نہین لیتا غذا کا متقاضی رہتا ہے پس جسوقت معدہ اچھی طرح غذا سے نہ بھریگا اور غذا مین اپنا تصرف شروع کردیگا تو اس غذا کے پکنے سے جو غذا مین تخلخل پیدا ہوگا اس سے اسکا حجم بڑھ جائیگا اور اسوقت مین معدہ اس سے بھر جائیگا اور وہ بقیہ خواہش جو بھوک کی تھی جاتی رہیگی اور اگر غذا اسقدر استعمال کیجائیگی کہ کوئی مقام معدہ کا غذا سے خالی نہ رہیگا تو اسوقت غذا کے تخلخل سے معدہ کا حجم بڑھیگا اور کھنچنے لگیگا اور غذا اس بڑھاؤ سے معدہ کو اذیت پہونچائیگی اور دکھائیگی اور اسکا نتیجہ لازمی ضعف ہضم ہے کیونکہ جب کسی دور کے عضو مین درد ہوتا ہے تو وہ موجب ضعف ہضم کا ہوتا ہے چہ جائیکہ خود معدہ ہی مین درد ہو اور اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ معدہ کو بڑھانے اور دکھانے سے غذا ہضم ہونے سے پہلے ہی مندفع ہو جائے اور اسوقت مین اعضا بھوکے رہجائینگے کما لا یخفی) مؤلف کہتا ہے اور ہمیشہ پرہیز کرنا (اسطرح کہ غذا کے لطیف کرنے مین مبالغہ کرنا جیسے جوان مرغیان کھانا اور یخنی پینا یا اس سے بھی زیادہ لطیف کرنا کہ مرغ کے کلے پائے کھانا اور مرغ کی یخنی پینا) خواہ کسی گوشت کی ہو ۱۲ بدن کو ضعیف کرتا ہے اور دبلا کرتا ہے (اسلیے کہ تندرستون کی قوت غذاؤن کی تدبیرون بہت زیادہ ہوا کرتی ہے اور انکو غذا کے چھوڑنے پر صبر نہین ہوا کرتا جیسے مریضون کو صبر ہوتا ہے اور نہ انکی قوت تلطیف مین مبالغہ کرنے کی متحمل ہوتی ہے جسطرح پر کہ مریض متحمل ہوا کرتے ہین پھر جتنا انکے بدنون مین سے تحلیل ہو جائیگا وہ پرہیز کرنے کے وقت مین انپر جو بدلہ پہونچیگا اس سے کہین بڑھکر ہوگا اور اسی سبب سے بدن دبلا ہو جائیگا) بلکہ صحت مین پرہیز کرنا ایسا ہے جیسا مرض مین بدپرہیزی کرنا (کیونکہ اگر مرض مین پرہیز نہ کیا جائیگا تو اس سے بدن مین مادے بکثرت جمع ہونگے اور طبیعت مرض اٹھانے سے چونکہ ضعیف ہوگئی ہے اسلیے اسکا تصرف ان مادون مین ضعیف ہوگا پس اس سے یہ خرابی لازم آئیگی کہ یہ مادے مادۂ مرض کی طرف مستحیل ہو جائینگے اور طبیعت پر انکا بار ہونے سے قوتون مین ضعف آجائیگا) مین کہتا ہون پرہیز کرنے سے دبلا پن اور ضعف تو اسلیے ہوتا ہے کہ پرہیز مین بدن کو غذا نہین پہونچتی

اور اس سے بدن خواہ مخواہ دبلا ہوگا رہا یہ کہ صحت مین پرہیز کرنا ایسا ہے جیسا مرض مین بدپرہیزی کرنا اس سے مؤلف کی یہ مراد ہے کہ دونون باتین بدن کو مضر ہین اور اخلاط مین ہیجان پیدا کرتی ہین۔ تندرستی کا پرہیز تو اسلیے کہ اُس سے معدہ پر مواد گرتے ہین اور وہ اُسمین پہونچکر پیپ کیطرح زہریلے ہو جاتے ہین اور مرض کی بدپرہیزی اسلیے کہ مرض کی حالت مین بدن پاک اور صاف اچھی طرح نہین ہوتا اسلیے کہ اُسمین جو غذا پہونچتی ہے وہ شر اور فساد ہی کو بڑھاتی ہے اور تخلیط سے مؤلف کی مراد بدپرہیزی ہے واللہ اعلم۔ مؤلف کہتا ہے اور کھانے کی باریون اور دفعات مین اور غذا کی قلت وکثرت اور لطافت اور غلظت وغیرہ مین عادت کی رعایت کرنا ضروری بات ہے مین کہتا ہون رعایت عادت کی خواہ وَجبات مین ہو یعنی کھانے کی دفعات مین۔ بحر الجواہر مین ہے وَجبہ بالفتح یکبار خوردن در شبا روزی و الوجبات دفعات الاکل انتہی یعنی رات دن مین ایکبار کھانے کو وجبہ کہتے ہین اور وجبات اُسکی جمع ہے یعنی کھانے کی متعدد دفعین یا غیر وجبات یعنی غذاؤن کی قسمون مین یعنی دو قسمون یا چند انواع مین جمع کرنا یہ ضروری اور واجب ہے کیونکہ انسان جب کسی چیز کا عادی ہو جاتا ہے تو طبیعت کو اُس سے الفت ہو جاتی ہے اور جب وہ اپنے مالوف کو پاتی ہے تو اُسپر جھک پڑتی ہے اور اپنا کام اچھی طرح انجام دیتی ہے اسی لیے بقراط نے لکھا ہے کہ عادت دوسری طبیعت ہے (علاوہ اسکے اگر دفعات اکل مین کسی قسم کا تغیر کیا جائیگا تو دو حال سے خالی نہین ہے یا تو جتنی مقدار غذا کی رات دن مین ہوا کرتی تھی اُس سے کم ہوگی یا زیادہ اور ان دونون صورتون مین فساد ہضم لازم آئیگا کیونکہ مثلاً جس شخص کی یہ عادت تھی کہ دن مین دو بار کھاتا تھا اگر ایک مرتبہ کھانے لگے تو یا ایک ہی مرتبہ مین اُسقدر کھالیگا جتنی دو مرتبہ مین کھاتا تھا یا اُتنی نہ کھائیگا پہلی شق مین غذا سے ستعمل لامحالہ بہت زیادہ ہوگی اور غذا کی بیجا زیادتی فساد ہضم کا موجب ہوتی ہے اور دوسری شق مین لازم آئیگا کہ غذا معدہ مین جلجائے اور فاسد ہو جائے اور ضروری مقدار سے کم ہونے کی وجہ سے بھی مضر پڑیگی) مؤلف کہتا ہے جس شخص کو ردی غذاؤن کے ہضم کر لینے کی عادت ہو تو اُسکو اسپر چھوڑنا نہ چاہیے کیونکہ یہ ردی غذائین کچھ عرصہ کے بعد مختلف بیماریان پیدا کرینگی لہذا اُنکو رفتہ رفتہ ترک کرنا چاہیے (اسپر دھوکا اسلیے نہ کھائے کہ ممکن ہے کہ کسی مخفی وجہ سے وہ ہضم ہو جاتی ہون اور یہ وجہ اس قسم کی ہو کہ کچھ زمانہ کے بعد نہ رہے اب اگر حسب عادت ایسی صورت مین بھی اُنکا استعمال

ہوگا تو یقیناً نقصان ہوگا اور ایسا بھی ہوا کرتا ہے کہ بعضی چیزون کا ضرر مکرر استعمال کے بعد ظاہر ہوتا ہے
غرضکہ اُنکا ترک ہی بہتر ہے) مین کہتا ہون اسکی وجہ یہ ہے کہ بدن مین ردی غذاؤن کے ردی اثنا
باقی رہجاتے ہین جو پہلے پہل معلوم نہین ہوا کرتے اور ایک زمانہ گذرنے پر اُنکا نقصان اور ضرر ظاہر
ہوتا ہے اور رفتہ رفتہ ترک کرنے کی ضرورت اسوجہ سے ہے کہ (اول تو طبیعت ان غذاؤن کی عادی
ہوگئی ہے اور عادت کا ترک یک بیک نہین ہوسکتا دوسرے) ایک ضد سے دوسری ضد کی طرف
یکایک حرکت اور نقل کرنا بہت بُرا ہے (اور سخت مضرت رسان ہے) مؤلف کہتا ہے صفراوی
مزاج (یعنی جسپر صفرا غالب ہو اور اپنی صحت کی عمدہ حالت پر نہ رہا ہو) اسکی غذا ایسی ہونی چاہیے
جو برودت اور رطوبت پیدا کرے (تاکہ اس سے ایسا خلط پیدا ہو جو اپنی کیفیت مین کیفیت صفرا
کی ضد ہو) اور دموی مزاج (کی غذا) ایسی ہونی چاہیے جو برودت پیدا کرے اور خون کو جوش
سے روکے (جیسے سماقیہ وغیرہ) اور بلغمی مزاج کی غذا ایسی ہونی چاہیے کہ گرمی پیدا کرے اور بلغم کو
لطیف کرے اور سوداوی مزاج کی غذا ایسی ہونی چاہیے جو رطوبت اور گرمی پیدا کرے (یہ اُسوقت
جبکہ مزاج پر سودائے طبعی غالب ہو اور اگر غیر طبعی یعنی جلا ہوا سودا غالب ہو تو ایسا شخص صحت سے
خارج ہے اور اسکی تدبیر فقط بہت سی تبرید سے ہوسکتی ہے اور دوائی غذاؤن سے اسکی تدبیر نہین ہوسکتی
بلکہ محض اور خالص دوا سے اسکی تدبیر ہوگی) مین کہتا ہون ہم حفظ صحت کے متعلق جو کچھ
بیان کرچکے ہین اُس سے ان احکام کی وجہ معلوم ہوسکتی ہے مؤلف کہتا ہے اہل تجربہ نے
کچھ غذاؤن کے جمع کرنے کو منع کیا ہے کہ اس نہی کے سبب کو ہم بہت سی غذاؤن مین قیاس سے
نہین ثابت کرسکتے (پس قیاس پر تجربہ کو ترجیح دینا چاہیے اور اُن غذاؤن کو جمع نہ کرنا چاہیے)
چنانچہ اُنھون نے کہا ہے کہ تازہ مچھلی اور دودھ کو ایک ساتھ نہ کھانا چاہیے کہ یہ دونون ملکر بُرے
امراض پیدا کرتے ہین جیسے جذام اور فالج ہے (اسلیے کہ یہ دونون چیزین غلیظ ہین اور فساد کی
طرف جلد مستحیل ہوجاتی ہین لہذا ان دونون سے وہ مادے پیدا ہونگے جو ردی ہین اور مرض مذکور
کے موجب ہین اب اگر یہ دونون دخانیت اور سودا کی طرف مستحیل ہوجائینگے تو جذام پیدا ہوگا اور اگر
بلغم کی طرف مستحیل ہونگے تو فالج) اور نہ دودھ کو ترشی کے ساتھ جمع کرنا چاہیے (اسلیے کہ ترشی
دودھ کو معدہ مین جما دیتی ہے اور جب دودھ معدہ مین جم جاتا ہے تو زہر ہوجاتا ہے اور اکثر اوقات

عـه [illegible] وغیرہ و ماننداینها [illegible]

قولنج پیدا کرتا ہے) یہانتک کہ مضیرہ اور اجاصیہ مین جمع کرنے کو بھی منع کیا ہے (مضیرہ کھٹے دودھ
سے بنتا ہے اور اجاصیہ آلو بخارا سے اور آلو بخارا مین ترشی ہوتی ہے) اور نہ ستوؤن کو دودھ چانول پر
کھانا چاہیے (اسلیے کہ ستو اور دودھ چانول دونون ملکر نفخ پیدا کرتے ہین اور اُس سے قولنج ہوتا ہے
اور بعض کہتے ہین کہ اسنے قولنج اسلیے پیدا ہوتا ہے کہ ستو اور چانول کی خشکی کو دودھ کی برودت اور
جبنیت مدد دیتی ہے اور اس سے قولنج ہوتا ہے) اور نہ انگور کو ہریسہ پر کھانا چاہیے (اسلیے کہ انگور مین
معدہ کی تر کرنے والی رطوبت ہوتی ہے اور ہریسہ مین بلغمیت اور لس ہوتا ہے اور یہ بلغمیت انگور کی رطوبت
کی وجہ سے اور بڑھجاتی ہے اور بلغمی امراض پیدا ہوتے ہین) اور نہ انار کو ہریسہ پر کھانا چاہیے (ہریسہ
نوعی از آش ست کہ از گندم کوفتہ و گوشت و روغن و نمک و مصالح راست کنند) اور اس نہی کا سبب یہ ہے
کہ انار تو قابض اور نفاخ ہوتا ہے اور ہریسہ غلیظ اور لزج ہوتا ہے اور جو چیز غلیظ اور لزج ہوتی ہے
اُس سے بلغم پیدا ہوتا ہے اور نفاخ ہوتی ہے چہ جائیکہ اور کسی نفاخ چیز سے مل جائے اسوقت اور
نفخ ہوگا اور ہضم مین خلل آجائیگا اور اسکے بعد ردی مادے پیدا ہوکر مختلف امراض پیدا ہونگے) اور نہ
سرکہ اور چانول مین جمع کیجائے دنفیسی مین ہے کہ جتنی دلیلین یہان تک بیان کی گئین مدعا سے عم
ہین اور مدعا پر منطبق نہین ہوتین لہذا مناسب یہی ہے کہ دلیل کو ترک کیا جائے اور تجربہ پر کفایت کیجائے
واضح ہو کہ تربوزہ اور چانولون کو بھی نہین جمع کرنا چاہیے کیونکہ چانول نفاخ اور کثیر الرطوبۃ ہوتے
ہین اور تربوز مین بھی رطوبت بکثرت ہوتی ہے پس جنلوگون کا معدہ ضعیف ہے اُنکو اس سے سخت نقصان
ہوگا یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے کہ گوشت جب پکایا جائے تو اُسکا بخار ضرور نکل جاوے کیونکہ اگر
پتیلی کا منہ بند کردیا جاتا ہے اور گوشت کے بخارات نہین نکلنے پاتے تو اُسکے کھانے سے امراض
پیدا ہوتے ہین اسی لیے زیر بریانی کے کھانے کو منع کیا گیا ہے) مین کہتا ہون مؤلف نے یہ
جو کچھ بیان کیا ہے اطبا کا تجربہ ہے اور اسکو ہم دلیل سے نہین ثابت کرسکتے بعض متاخرین نے
اسپر یہ شبہہ کیا ہے کہ یہ دونون غذائین (جنکے جمع کرنے سے یہ لوگ منع کرتے ہین) یا تو متشابہ ہونگے
یا ایک غذا دوسری غذا کی ضد اور مخالف فی الکیفیت ہوگی اگر دونون متشابہ ہون تو (ان دونون
کے جمع کرنے مین کیا اندیشہ ہوسکتا ہے کیونکہ) ان دونون کا استعمال کرنا ایسا ہوگا جیسے کہ ایک ہی
غذا مین سے زیادہ مقدار تناول کرلیجائے اور ظاہر ہے کہ یہ منع نہین ہے اور اگر یہ دونون غذائین

باہم متضاد ہون (تب بھی جمع کرنے مین کوئی مضایقہ نہین اسلیئے کہ) ایک غذا دوسری غذا کی تعدیل کردیگی اور اس شبہہ کا جواب اسطرح دینا چاہیے کہ ہم اسکو نہین تسلیم کرتے کہ یہ دونون غذائین انہین دوصورتون مین منحصر ہون یعنی صورت تشابہ اور صورت تضاد۔ اور اگر ان دونون غذاؤن کو مثلاً تشابہ فرض کرلیا جائے تو ہم کہتے ہین کہ ممکن ہے کہ ان دونون کے جمع کرنے مین ایک خاصیت ہو جو اسوقت نہ پائی جائے جبکہ ایک ہی غذا مین سے زیادہ تناول کیجائے کیونکہ دو متشابہون کے احکام مختلف ہو سکتے ہین اور اگر ان دونون غذاؤن مین تضاد لیا جائے تو ہم کہتے ہین کہ ہم یہ بات نہین مانتے کہ ایک ضد دوسری ضد کی مضرت کو دفع کردیگی ممکن ہے کہ ہر غذا مین اس قسم کی مضرت ہو جو دوسری غذا سے نہ دفع ہوسکے مثلاً کسی شخص کے بدن مین آگ کا چرکہ لگ جائے اور وہ چاہے کہ آگ کی مضرت کو برف سے دور کرے (یعنی اسی مقام پر برف ملنے لگے) تو بجائے اسکے کہ اس سے آگ کی مضرت دفع ہو دونون چیزون سے اسکو مضرت ہی پہونچیگی اور تکلیف ہوگی اور مضیرہ کے معنی ہین دوغیرہ (تدبیر ماکول کے متعلق شیخ نے جو تفصیل کی ہے بنظر توضیح اسکو ذیل مین نقل کیا جاتا ہے کہ اسمین اکثر باتین نئی اور قابل تحفظ اور عمدہ ہین وہ لکھتا ہے جو شخص اپنی حفظ صحت کا طالب ہو اسکو واجب ہے کہ اس بات مین کوشش کرے کہ اسکی غذا کوئی شئی غذا سے دوائی سے نہو جیسے ترکاری اور فواکہ وغیرہ اسلیئے کہ ایسی غذائین جو لطیف ہین خون کو جلا دیتی ہین اور جو غلیظ ہین بلغم پیدا کرکے بدن مین گرانی بڑھاتی ہین بلکہ واجب ہے کہ اپنی غذا گوشت مقرر کرے خصوصاً بکری یا گوسالہ کا گوشت اور گیہون کی روٹی جو اور چیزونکی آمیزش سے پاک ہون اور ایسے کھیت کے ہون جسمین کوئی آفت ارضی اور سماوی نہ پہونچی ہو۔ میٹھی چیز مزاج کے مناسب ہے اور شراب جو خوشبودار اور پاکیزہ ہو اور اسکے سوائے اور کوئی چیز کھانے اور پینے مین استعمال کرنی چاہیے مگر بہ سبیل علاج یا تقدم بالحفظ کے۔ فواکہ مین جو چیز غذا کے بہت مشابہ ہے انجیر اور انگور جو خوب پختہ ہوگیا ہو اور چھوارا اُن مقامات مین جہان پر لوگ اسکے عادی ہون۔ اگر ان چیزونکے کھانے سے بدن مین فضلے پیدا ہون تو اُنکا استفراغ بہت جلد کرنا چاہیے۔ کھانے کا عام قاعدہ یہی ہے کہ جب خوب بھوک معلوم ہو اُسوقت کھانا چاہیے اور بھوک کو ٹالنا نہ چاہیے اور بھوک کی تکلیف اُٹھانا بشرطیکہ سچی بھوک ہو اچھا نہین ہے اور مست اور بیہوش لوگون اور تخمہ والون کی ایسی بھوک نہو اسلیئے کہ بھوک پر صبر کرنا معدہ مین اخلاط ردی اور صدید پیدا کرتا ہے یہ بھی جاننا چاہیے کہ تیار بدن کیلیے

شکم سیر ہونے سے بدتر کوئی چیز نہین ہے ایسا آدمی شکم سیر اگر ہمیشہ رہے آخر کار بوقت قحط سالی اُسکو
جوع الکلب ہو جاتی ہے اور دبلے آدمی کا بھوکا رہنا بھی اسیطرح برا ہے۔ مگر اسکی برائی زیادہ ہے۔
ہمنے ایک جماعت کثیر ایسی دیکھی ہے کہ قحط سالی مین اُنپر کھانے کی تکلیف ہوئی پھر جب قحط برطرف
ہوا اور کھانا بفراغت اُنھین میسر ہوا تو بدن اُنکے اخلاط سے بھر گئے اور مر گئے علاوہ ازین پرخوری اور بشدت
امتلاے معدہ ہر وقت مین قاتل ہے کھانے سے ہو یا شراب سے بہت سے آدمیون کو دیکھا ہے کہ بوجہ
امتلاے معدہ خناق مین مبتلا ہوے اور مر گئے۔ اگر براہ خطا کوئی غذاے دوائی کثرت سے مستعمل ہو تو
اُسکے ہضم اور پختہ کرنے کی تدبیر کرنی چاہیے اور جب سوءمزاج کے واقع ہونے کا خوف ہو اُسکا دفعیہ
باستعمال ضد اُس چیز کے پیچھے استعمال غذاے مذکور کے کرنا چاہیے تاکہ غذاے دوائی کا ہضم ہو جائے
مثلاً غذاے دوائی اگر سرد ہو جیسے ککڑی اور کدو اُسکی تعدیل گرم چیز سے جیسے لہسن اور گندنا وغیرہ سے
کرنی چاہیے اور اگر غذاے دوائی گرم ہو سرد چیز سے اُسکی تعدیل کرنی چاہیے جیسے ککڑی اور البقلۃ الحمقاء یعنی خرفہ
سے۔ اگر غذاے دوائی ایسی ہو کہ اُسکے استعمال سے سدے پڑنے کا خوف ہو اُسکے بعد ایسی چیز استعمال
کرنی چاہیے جو تفتیح سدے کی کرکے اسکا اخراج کر دے اور بعد اخراج سدے کے کچھ دیر بھوکا رہنا
چاہیے کہ اُس زمانہ مین کچھ نہ کھائے۔ جو شخص اپنی صحت کا آرزومند یقیناً ہو چاہیے کہ بے اشتہاے
صادق کے کچھ نہ کھائے یعنی اُسوقت تک جبتک کہ اُسکا معدہ اور اوپر کی آنتین غذاے اول سے
خالی نہو جائین اسلیے کہ نہایت مضر بحال بدن یہی ہے کہ ایک غذا پر دوسری غذا داخل کرین کہ ابھی
پہلی غذا پختہ اور ہضم نہو چکی ہو اسیطرح کوئی چیز تخمہ سے زیادہ مضر نہین ہے خصوصاً جو تخمہ غذاے ردی
سے پیدا ہوا سلیے کہ تخمہ جو غذاے غلیظ سے پیدا ہوتا ہے وجع مفاصل اور درد گردہ اور ربوا اور نقرس اور
خرابی طحال اور جگر کی اور امراض سوداوی پیدا کرتا ہے۔ اور اگر تخمہ غذاے لطیف سے پیدا ہو تو حمیات حادہ
خبیثہ اور اورام گرم ردی پیدا ہوتے ہین کبھی بنظر ضرورت کے ایک طعام پر دوسرے طعام خواہ ایسی
چیز جو طعام کے ساتھ ہو داخل کرنے کی حاجت ہوتی ہے۔ جیسے کوئی شخص تیز غذا خواہ دشوار کا استعمال
کرے اُسکے پیچھے اتنے زمانہ کے بعد کہ ابھی پہلی غذا کا ہضم کامل نہوا ہو غذاے مرطب بیزہ پھیکی
کھا لیتا ہے اس تدبیر سے پہلی غذا کا کیموس درست ہو جاتا ہے ایسے شخص کو یہی تدبیر کافی ہوتی ہے اور اُسکو
ریاضت کی کچھ حاجت نہین ہوتی بخلاف اسکے حال اُس شخص کا ہے جو بعد غذاے سریع اور تیز کے

غذاے غلیظ کا استعمال کرے۔ خفیف حرکت کرنا کھانے کے بعد غذا کو معدہ میں ٹھہرا دیتا ہے
خصوصًا جس شخص کا ارادہ یہ ہو کہ کھانے کے بعد سو رہے۔ جو اعراض نفسانی یا حرکت بدنی کہ اُنسے
گرانباری پیدا ہو ہضم غذا کو منع کرتے ہین۔ واجب ہے کہ جاڑون مین ایسی غذا نہ کھائی جائے جسمین
غذائیت کم ہو بلکہ وہی غذا اُس فصل مین کھانی چاہیے جسمین غذائیت زیادہ ہو وہ غذا جو بے ہونی
چاہیے اور ایسی غذا کہ بدن مین خوب چسپیدہ ہو۔ اور گرمیون مین غذا اسکے برخلاف ہونی چاہیے
اسکے بعد واجب ہے کہ دونون قسم کی غذا سے بالکل نہ بھر دے کہ اُس سے زیادہ کی جگہ باقی نہ رہے بلکہ
کھانے سے اُسوقت ہاتھ کھینچنا چاہیے کہ ابھی تھوڑی سی بھوک باقی ہو۔ تھوڑی سی بھوک بعد کھانے
کے باقی رہنا مقتضاے جوع سے ہے۔ ایک گھنٹہ کے بعد جاتی رہتی ہے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ
غذا مین عادت کا لحاظ رہے اسواسطے کہ بدتر خورش یہ ہے کہ جس سے معدہ بھاری ہو جائے اور
بدتر شراب وہ ہے جسکی مقدار اعتدال سے بڑھکر معدہ مین طغیان پیدا کرے۔ اگر ایک دن کھانے پینے
مین زیادتی ہو دوسرے دن بھوکا رہنا چاہیے اور ایسے مکان مین سونا چاہیے جہان سردی گرمی
نہو۔ اگر نیند نہ آئے آہستہ آہستہ ٹہلے اور ٹہلتے ٹہلتے بیچ مین ٹھہر نہ جائے اور نہ استراحت کرے۔ اور تھوڑی
سی شراب خالص پیے۔ روفس حکیم کا قول ہے کہ مین ایسے چلنے اور ٹہلنے کو پسند کرتا ہون خصوصًا
بعد اُس غذا کے جو صبح کو کھائی جائے کہ ایسی غذا حرکت اچھی طرح سے مقام عشا نامی رگ کو ہضم غذا پر
آمادہ کرتی ہے۔ واجب ہے کہ کھانے کے بعد تھوڑی دیر داہنی کروٹ لیکر اُسکے بعد بائین کروٹ لیٹ
کر سوئے اسکے بعد داہنی کروٹ لے یہ بھی جاننا چاہیے کہ چادر اوڑھ لینا اور تکیہ سرہانے رکھکر زمین سے
بلند سونا ہضم پر معین ہے۔ حاصل یہ ہے کہ وضع اعضا کی نیچے کی طرف جھکی ہوئی ہو یعنی سرہانا اونچا
اور پائنتی نیچی ہو۔ مقدار کھانے کی بحسب عادت اور قوت کے مختلف ہے صحیح القوت کی غذا
کی مقدار یہ ہے کہ بعد کھانے کے اُسکے جسم مین گرانی نہ پیدا ہو اور نہ شراسیف مین تمدد عارض
ہو نہ پیٹ مین نفخ اور قراقر ہون اور نہ پیٹ بالکل پُر ہو جائے اور نہ بعد کھانے کے متلی عارض
ہو اور نہ شہوت کلبی اور نہ سقوط اشتہا اور نہ کندی ذہن اور نہ بیداری اور نہ کھانے کی بو ڈکار
مین بعد تھوڑی دیر کے اور جس غذا کا مزہ بعد زمانہ دراز کے ڈکار مین پایا جائے وہ غذا بہت بری
ہے کبھی طعام کے معتدل ہونے پر اسطرح بھی دلالت ہوتی ہے کہ بعد کھانے کے نبض عظیم اور

نفس صغیر نہو جائے اسلیے کہ اکثر بجہت مزاحمت معدہ کے واسطے حجاب کے نفس مین تنگی ہوتی ہے
پس متواتر ہوجاتا ہے اسی جہت سے قلب کو حاجت ہوا کی زیادہ ہوتی ہے پس نبض عظیم ہوجاتی ہے
لیکن اگر قوت ضعیف ہو اُسوقت نبض کا عظیم ہونا کچھ ضرور نہین ہے جس شخص کو بعد کھانے کے کسی
طرح کی گرمی معلوم ہوجا ہیے کہ دفعتہً کھانا نہ کھائے بلکہ تھوڑا تھوڑا کھائے تاکہ بجہت امتلا کے لرزہ
کی کیفیت نہ پیدا ہوجائے اور اُسکے پیچھے گرمی قوی تپ کے مانند عارض نہو جبوقت کھانے مین
گرمی ہضم کی پیدا ہو۔ اور جو شخص قدر ضروری غذا کے ہضم سے عاجز ہو چند اوقات مین تھوڑی تھوڑی
غذا اُسکو کھانی چاہیے۔ سوداوی مزاج کا آدمی غذاے مرطب کا محتاج زیادہ ہوتا ہے اور زیادہ
گرم غذا اُسکو استعمال کرنی چاہیے اور صفراوی مزاج کی غذا سرد تر ہونی چاہیے۔ اور جس شخص کے بدن
مین خون گرم پیدا ہوتا ہو اُسکو ایسی غذا چاہیے جسمین تھوڑی سی سردی ہو اور غذائیت اُسمین کم ہو
اور جس شخص کے بدن مین خون بلغمی پیدا ہوتا ہو اُسکو ایسی غذا چاہیے جسمین گرمی اور تلطیف ہو اور
غذائیت کم ہو۔ ہر ایک غذا کے واسطے ایک ترتیب خاص ہے کہ اُسکی مراعات حافظ صحت کو
واجب ہے کہ رقیق سریع الہضم غذا کو بعد سخت اور قوی غذا کے نہ کھائین اسلیے کہ سریع الہضم قوی غذا سے
پیشتر ہضم ہوکر اسپر تیرتی رہیگی اور اُسکو راہ نفوذ کی نہ ملیگی پس متعفن ہوکر خود بھی فاسد ہوجائیگی اور جو چیز
اُس سے ملی ہوئی ہے اُسکو بھی فاسد کردیگی البتہ ایک خاص طور پر ایسی غذا کا استعمال بعد بطی الہضم
غذا کے ہوسکتا ہے جو ہم آگے لکھتے ہین ایضاً ایسا کھانا چکنا سریع الہضم کھانا چاہیے جسکے پیچھے
بہت جلد قوی اور سخت کھانا کھایا جائے اس لیے کہ بوجہ اُسکی دہنیت کے یہ تو ہضم ہوکر
امعا تک اُتر آئیگا اور سخت اور بطی الہضم کھانا قبل ہضم جید کے بوجہ دہنیت کے اُسکے ساتھ اُتر آئیگا
اور باعث فساد کا ہوگا۔ مچھلی وغیرہ بعد ریاضت کے جس سے تعب اور تکان پیدا ہو نہ کھانی چاہیے
کہ خود فاسد ہوجاتی ہے اور اخلاط کو فاسد کردیتی ہے۔ بعض لوگ ایسے ہین کہ اُنکو قابض چیز کا
استعمال قبل طعام کے جائز ہے جیسے وہ شخص کہ اُسکے معدہ مین رخاوت یعنی ڈھیلاپن ہو ایسا کہ
اُسکے معدے سے طعام بہت جلد اُتر آتا ہو اور بقدر زمانۂ ہضم کے نہ ٹھہرتا ہو۔ یہ بھی واجب ہے کہ ہمیشہ
معدہ کے حال اور اُسکے مزاج مین اچھی طرح سے تامل کیا جائے بعض آدمی ایسے ہوتے ہین کہ اُنکے
معدے مین غذاے لطیف سریع الہضم فاسد ہوجاتی ہے اور قوی غذا بطی الہضم اچھی طرح سے ہضم ہوجاتی ہے

یہ وہی شخص ہے جسکا معدہ آتشی مزاج ہے یعنی گرم ہے اور بعض آدمیون کا حال اسکے برعکس ہوتا ہے
یعنی بطی الہضم غذا اُسکے معدے مین فاسد ہو جاتی ہے اور سریع الہضم بخوبی ہضم ہو جاتی ہے - ہر ایک
کی تدبیر موافق اُسکی عادت کے کرنی چاہیے شہرون کو بھی بہ نسبت غذا کے خصوصیت ہے - ہر قسم
کے پیشہ اور مزاج کو جو خصوصیت اقسام غذا سے ہے اگرچہ وہ خارج از قیاس ہے لیکن اسکو یاد رکھنا
چاہیے اور تجربہ کا حکم قیاس پر غالب جاننا چاہیے - اکثر ایسی غذا جو کسی شخص کی عادت ہوتی ہے
اُسمین ایک قسم کا ضرر ہوتا ہے بہ نسبت اُس غذا کے جو عمدہ ہو اور اُسکی عادت نہو - ہر ایک مزاج صحیح
کے واسطے ایک غذا مناسب ہے جو اُسکے مشابہ ہے اگر تبدیل دونون کی منظور ہو یہ بات بالضد حاصل
ہوتی ہے بعض آدمیون کو بعض قسم کی اچھی غذائین مضر ہوتی ہین جو شخص بُری غذا کھا کر ہضم کرلے
چاہیے کہ اپنی قوت معدی پر نازان نہو - کہ عنقریب بعد تھوڑے زمانے کے اسکے بدن مین ایسی
ردی اخلاط پیدا ہونگے جنسے مہلک قاتل بیماریان عارض ہونگی - اکثر وہ شخص جنکے بدن مین
اخلاط ردی ہون اچھی غذاؤنکے کھانیکا جواز ہوتا ہے خصوصاً اگر بسبب ضعف کے متحمل اسہال کا نہو اور
جس شخص کا بدن ڈھیلا ہو اور تحلل بآسانی ہوتا ہو واجب ہے کہ اُسکو غذائے تر سریع الہضم دیجائے
علاوہ اسکے جن بدنون مین تخلخل ہوتا ہے اُنکو تحمل غلیظ اور مختلف غذاؤن کا زیادہ ہوتا ہے اور
اندرونی اسباب بدن سے اُنکو ضرر کمتر پہونچتا ہے اور اسباب خارجی سے ضرر اُنکو زیادہ پہونچتا
ہے اور جس شخص کے بدن مین گوشت زایدہ ہو اور تن آوری اور آسودہ حالی مین ہو چاہیے کہ فصد
کی عادت ڈالے اور اگر مزاج اُسکا مائل بہ برودت ہو جوارشات اور اطریفلات گرم کا اکثر استعمال
کرتا رہے اور اُن چیزون کا استعمال رکھے جنکا خاصہ یہ ہے کہ معدہ اور امعا اور اُن جداول کو جو ان
دونون کے قریب ہین تنقیہ کرتی ہین - بدترین امر یہ ہے کہ مختلف غذاؤن کو ساتھ ہی کھائے
اُسکے بعد یہ اور زیادہ بُرا ہے کہ کھانا کھانے کی مدت طولانی ہو اسلیے کہ جو شخص دیر تک کھانا کھایا
کرتا ہے تو اُسکی وہ غذا جو پہلے کھائی ہے قریب ہضم کے جب ہوتی ہے اُسوقت پچھلی غذا اُس سے
جا کر ملتی ہے اس سے یہ خرابی پیدا ہوتی ہے کہ ہضم مین اجزا غذا کے یکسان باقی نہین رہتے -
ایک بات یہ بھی ضروری اور جاننے کے قابل ہے کہ غذا وہی بہت اچھی ہے جو زیادہ لذیذ ہو اسلیے
کہ معدہ اُسکو زیادہ قبول کرتا ہے اور قوت اُسکو بخوبی جذب کرتی ہے بشرطیکہ وہ غذائے لذیذ جوہر

مین اچھی ہو اور کل اعضاے رئیسہ صحیح و سالم ہون یہ شرط کامل ہے کہ اگر مزاج اعضاے رئیسہ کے مناسب اس غذا کے صحیح نہون یا وہ غذا اعضاے رئیسہ کے مزاجون کے مخالف ہو اور جگر مخالف معدہ کے ہو زائد مخالفت طبعی سے اسکی طرف التفات نہ کیا جائے ۔ منجملہ مضرات طعام لذیذ کے یہ مضرت ہے کہ اسکو بکثرت کھا سکتے ہین ۔ پیٹ بھر کے کھانیکی مناسب ترکیب یہ ہے کہ ایک دن ایک ہی مرتبہ دوسرے دن دو مرتبہ صبح و شام کھائے اور اسمین رعایت کی بہت ضرورت ہے پس جس شخص کو دو مرتبہ کھانے کی عادت ہو اگر ایک وقت کھائیگا ضعیف ہو جائیگا اور قوت مین سستی آجائیگی بلکہ واجب ہے کہ اگر ضعف ہضم اسکو عارض ہو کھانا بموجب عادت کے دو ہی مرتبہ کھائے مگر کم کم ۔ اور جس شخص کی عادت ایک وقت کھانے کی ہو جیسے روزہ دار اور وہ دو وقت کھانا اختیار کرے ضعف اور کسل اور استرخا اسکو عارض ہوگا اور دو وقت کا کھانے والا پھر اگر دن کے کھانے پر اکتفا کرے ضعیف ہو جائیگا اور اگر رات پر اکتفا کرے گا کھانا بخوبی ہضم نہوگا اور کھٹی ڈکار اور خبث نفس اور متلی اور تلخی دہن اور نرمی شکم پیدا ہوگی اسلیے کہ وہ اپنے معدہ پر ایسی چیز وارد کرتا ہے جسکا معدہ خوگر نہین ہے اور وہ چیز عارض ہوگی جسکی برائی ظاہر ہے ۔ خلاصہ یہ کہ اسکی غذا ہضم نہوگی بجہت اُن دلائل اور عوارض کے جو آگے مذکور ہوتے ہین ۔ منجملہ اُن عوارض کے اُس شخص کو جبن اور بیتابی اور درد فم معدہ کا اور لذع عارض ہونگے اور ایسا معلوم ہو گا کہ اسکی آنتین اور اوجھ لٹکتی ہوئی ہین اور ان اعضا مین بجاے خود انقباض اور سمٹنا پیدا ہوتا ہے ۔ بول و براز مین اس شخص کے سوزش رہیگی کبھی بر دا طراف بوجہ انصباب صفرا کے طرف معدہ کے عارض ہوتا ہے ۔ یہ کیفیت اُن ابدان کی ہے جو صفراوی مزاج ہین اور اکثر یہ کیفیت بوجہ صفراوی مزاج ہونے معدے کے پیدا ہوتی ہے نہ اینکہ تمام بدن پر صفرا غالب ہو نیز مین ایسے شخص کی فساد ہو جاتا ہے اور اکثر اوقات کسل رہتا ہے ۔ جن لوگون کے معدہ مین صفرا بکثرت مجتمع ہو جاتا ہے اُنکو تھوڑی تھوڑی غذا چند مرتبہ کھانے کی حاجت ہوتی ہے اور ایسی غذا اُنکو درکار ہے جسمین قوت تغذیہ کی بسرعت ہو اور قبل نہانے خواہ حمام کرنے کے اُنکو غذا درکار ہے سواے انکے ۔ اور جو لوگ ہین اُنکو واجب ہے کہ ریاضت اور حمام کے بعد کھانا کھائین اور استحمام سے غذا کو مقدم نہ کرین ۔ جس شخص کو ریاضت سے پہلے کھانے کی حاجت ہو چاہیے کہ تنہا تھوڑی سی روٹی کھائے جسکا

هضم قبل شروع ریاضت کے ہونے لگے - اور جسطرح حرکت قبل طعام کے ضرور ہے کہ ضعیف نہ
کرنی چاہیے اسیطرح بعد طعام کے واجب ہے کہ حرکت نرم کی جائے - اور جس شخص کو اشتہاے
فاسد ہو خواہ اُسکی خواہش تیز کھانے کی طرف ہو اور میٹھے اور چرب کھانے کو سونگھ کر چھوڑ دے اور
نہ کھائے اُسکی اصلاح اشتہا کے واسطے اس سے بہتر اور کوئی بات نہین ہے کہ مچھلی کھا کر سکنجبین اور مولی
وغیرہ سے قے کرے - ضرور ہے کہ کوئی شخص بعد نکلنے حمام کے فوراً مسکہ وغیرہ نہ کھائے بلکہ صبر کرے
اور تھوڑی دیر سوئے - ایسے آدمیون کے واسطے مناسب ہے کہ دن رات مین ایک مرتبہ کھائین -
مناسب نہین ہے کہ بعد کھانے کے سوئے حالانکہ غذا ابھی معدے کے اوپر ہی ٹھہری ہوئی ہو اور
معدے سے اُتری نہو - اسیطرح ضرور ہے کہ بعد طعام کے سخت حرکت سے پرہیز کرین - اسلیے کہ
ایسی حرکت سے نفوذ غذا کا قبل ہضم کے ہو جاتا ہے یا غذا معدے سے بغیر ہضم کے پھسل جاتی ہے
یا بوجہ ہلنے معدے کے اُسکا مزاج فاسد ہو جاتا ہے - کھانا کھانے کے بعد بمقدار بہت سا پانی
نہ پینا چاہیے کہ درمیان جرم معدہ اور غذا کے جدائی پیدا کرے اور غذا کی حرارت کو بجھا دے بلکہ پانی
پینے مین اتنا انتظار کرنا چاہیے کہ غذا معدے سے اتر جائے اُسکی شناخت اسطرح پر ہوتی ہے کہ پیٹ کے
اوپر کے اعضا سبک ہو جاتے ہین اور اگر پیاس کی وجہ سے بیتابی ہو چاہیے کہ چوس چوس کر
تھوڑا تھوڑا سا سرد پانی پیے اور جتنا سرد زیادہ ہوگا اُسکی پیاس بجھانے مین کافی ہوگا اتنی قلیل
مقدار سے قوت معدے کی مجتمع اور خوشحال ہو جاتی ہے - خلاصہ یہ ہے کہ اگر کھانا کھانے کے بعد
پانی پیے نہ درمیان اس مدت کے جسمین کھانا کھاتا ہے بلکہ بعد فارغ ہونے کے اُسوقت اسقدر
پانی پینا چاہیے جو طعام کے واسطے نافع ہے - پیاس پر صبر کرنا اور نیند پر بعد کھانا کھانے کے
اُن لوگون کو مفید ہے جنکا مزاج سرد تر ہے اور جنکا مزاج گرم ہے اُنکو مضر ہے - اسی طرح بھوک پر
صبر کرنا بہ نسبت دونون کے - گرم مزاج والون کو بھوک پر صبر کرنے سے یہ ضرر پیدا ہوتا ہے کہ صفرا
اُنکے معدہ پر گرتا ہے پھر جب کچھ کھاتے ہین معدہ مین فاسد ہو جاتا ہے اُنکو خواب اور بیداری مین
وہی کیفیت عارض ہو جاتی ہے جو اوپر بیان ہوئی اس شخص کے حال مین جسکے معدے مین
غذا فاسد ہو جاتی ہے ایضاً اشتہاے طعام بھی اُنکی فاسد ہو جاتی ہے اُسوقت ایسی چیز کا پینا
واجب ہے جو اُس خرابی سے بچائے اور طبیعت مین نرمی پیدا کرے اور خود بھی سبک ہو جیسے آلو بخارا

یا تھوڑی سی شیر خشت جب اشتہای طعام بحال خود عود کرے اور پوری ہو جائے اُسوقت اُنکو کھانا مناسب ہے
علاوہ اسکے جنکے مزاج مین رطوبت ہے تحلل اُنکے بدن مین بہت جلد ہوتا ہے اور اُنکو بھوک پر صبر
بہ نسبت خشک مزاج والون کے کم ہوتا ہے ہان اگر رطوبت زاید رطوبت اصلی سے اُنکے اعضا مین بھری
ہو اور وہ رطوبت اچھی ہو اور اُنکے بدن کے موافق ہو اُس رطوبت کو طبیعت اُنکے بدن کی غذا کے تمام
بالفعل کردے اسوقت البتہ مرطوب مزاج بھوک پر صبر کرسکتا ہے۔ شراب کا پینا کھانے پر نہایت مضر
ہے اسلیے کہ شراب سریع الہضم ہے اور بہت جلد نفوذ کرتی ہے یہ خود ہضم ہو جائیگی اور کھانا ہضم نہوگا اس
جہت سے سدّے پڑ جائینگے اور عفونت پیدا ہوگی ۔ حلاوت کی جہت سے بہت جلد سدّے پیدا
ہوتے ہین اسلیے کہ طبیعت شیرینی کو قبل ہضم کے جذب کرلیتی ہے اور سدّے پڑنے سے اکثر امراض
پیدا ہو جاتے ہین منجملہ اُنکے استسقا ہے ۔ ہوا اور پانی کا غلیظ ہونا خصوصاً گرمیون مین طعام کو
فاسد کردیتا ہے ایسے وقت کھانے کے اوپر پانی ملی ہوئی شراب پینا کچھ مضر نہین ہے خواہ گرم پانی
جسمین عود اور مصطگی ملی ہوئی ہو پینا چاہیے جس شخص کے احشا گرم اور قوی ہون جسوقت طعام غلیظ کھاتا
ہے اکثر کھانے کے بعد ریاح پیدا ہوتے ہین جو معدہ مین اور گرد معدے کے تمدد پیدا کرتے ہین اور یہ
مرض مراق اسی قسم سے ہے کہ غذا مین دخانیت کی جہت سے ریاح پیدا ہون ۔ جسکا معدہ خالی ہو
اگر کوئی شئ لطیف کھائے فوراً معدہ اُسکو قبول کرلیگا پھر اگر اسکے بعد کوئی غذا غلیظ کھائے معدہ اُس سے
متنفر ہو ویگا اور ہضم نہ کریگا پس فاسد ہو جائیگی ہان اگر لطیف و کثیف کے درمیان کسیقدر مہلت نہو
بہتر یہ ہے کہ ایسے وقت خلو معدہ مین غذاے غلیظ کو مقدم کرے اور تھوڑی تھوڑی کھائے پس
معدہ اُسوقت غذاے لطیف سے نفرت نہ کریگا ۔ اگر کوئی شخص کھانے مین افراط کرے اور جو غذا
معدے مین بہو نچتی ہے اُسے کوئی قوی حرکت ہلائے یا بوجہ استعمال مشروب کے اُسمین تشویش پیدا
ہو جائے چاہیے کہ فوراً قے کرے اگر قے نہو سکے یا نہ کرے تو گرم پانی تھوڑا تھوڑا پیے اُسکی جہت سے
امتلا برطرف ہو جائیگا اور غذا منحدر ہوگی اور آنکھ جھپکنے لگیگی چاہیے کہ لیٹ کر سو رہے جتنی دیر تک
چاہے اگر اس تدبیر سے بھی آرام نہو یا میسر نہو تامل کرے اگر طبیعت کو ایسا پائے کہ اس کیفیت کو دفع
کردیگی اسی پر قناعت کرے ورنہ طبیعت کی اعانت ایسی چیز سے کرے جو بآسانی روانی شکم پیدا کرے
گرم مزاج اطریفل مسہل یا گلقند اور صعتر مربی یعنی پرودہ اور سرد مزاج مثل معجون کمونی اور معجون تھرا

اور معجون تمری کا استعمال کرے پینے کی چیزون سے اگر بدن مین امتلا پیدا ہو بہتر ہے بہ نسبت اسکے کہ کھانے کی چیزون سے ہو۔ بہتر یہ ہے کہ زیادہ کھانے کے بعد تھوڑا سا ایلوا بقدر تین چنے کے یا نصف درم ایلوا اور نصف درم علک الانباط یعنی گوند پستے کے درخت کا ایک دانگ بورا ارمنی کا استعمال کرے اور اس سے بھی سبک تر یہ دوا ہے کہ دو یا تین چنے کے برابر علک البطم اور کبھی اسکے برابر بورہ ارمنی بھی شریک کرتے ہین۔ سب سے بہتر یہ ہے کہ تھوڑی سی افتیمون ہمراہ تھوڑی سی شراب کے استعمال کرین اگر انمین سے کوئی چیز میسر نہو تو دیر تک سویا کرے اور ایکدن غذا کو ترک کرے پھر جب طبیعت سبک ہو جائے گرم پانی سے خواہ حمام مین نہائے اور سینک کرے اور لطیف غذا کا استعمال کرے اگر باوجود ان تدبیرون کے بھی ہضم نہو اور ثقل و تمدد اور کسل باقی رہے جاننا چاہیے کہ فضول غذاؤن کے رگون مین بھرے ہوے ہین اسلیے کہ جو غذا کثیر بافراط ہو اگرچہ معدے مین ہضم ہو جاتی ہے مگر رگون مین کمتر ہضم ہوتی ہے بلکہ رگون مین خام باقی رہکر تمدد پیدا کرتی ہے اور اکثر رگون کو شگافتہ کر دیتی ہے اور کسل اور انگڑائی اور جمائی پیدا کرتی ہے چاہیے کہ علاج انکا ایسی چیز سے کرین جو رگون سے بذریعہ اسہال کے اس فضول کو دفع کرے پھر اگر غذا مین اسقدر افراط نہو کہ یہ اعراض پیدا ہون بلکہ فقط ایک قسم کا اعیا یعنی ماندگی پیدا ہو جائے چاہیے کہ ایک مدت تک اپنے حال پر ٹھہرا رہے اور کسی قسم کی حرکت بذریعہ علاج کے نکرے بلکہ طبیعت پر چھوڑ دے بعد اسکے اس قسم خاص ماندگی کا علاج کرے جس طریق سے ہم آگے بیان کرینگے جس شخص کا سن زیادہ ہو جائے اسکا معدہ اتنی غذا نہ قبول کریگا جو بوقت جوانی کے قبول کرتا تھا بلکہ فضول اسکی غذا مین زیادہ پیدا ہونگے پس چاہیے کہ بمقدار عادت ایام شباب کے نہ کھائے بلکہ اُس سے کم۔ جو شخص خوگرفتہ تدبیر غلیظ یعنی زیادہ کھانے کا ہو جسوقت تدبیر لطیف کرے اور کم کھائے جتنی غذا کم کی تھی اُتنی ہوا منافذ بدن مین داخل ہوگی۔ پھر جب یہ شخص دوبارہ تدبیر غلیظ کریگا سدے اُسکے بدن مین پیدا ہونگے۔ گرم غذاؤن کی مضرت کا تدارک سکنجبین سے ہوتا ہے خصوصًا اگر سکنجبین بزوری ہو اسلیے کہ اقسام سکنجبین مین یہ قسم بہت مفید ہے اگر شکر سے بنائی جائے اور اگر شہد سے بنے سکنجبین سادہ کافی ہے۔ سرد غذاؤن کی مضرت دفع کرنے کے لیے بعد غذا کے ماء العسل یا شراب العسل اور معجون کمونی کا استعمال کرتے ہین۔ غلیظ غذا کے بعد حار مزاج اسی سکنجبین بزوری کا استعمال کرے جسکے بزور قوی ہون۔ اور سرد مزاج معجون فلافلی اور فودنجی کا استعمال کرے۔ لطیف غذا سے خلط [illegible]

زیادہ ہوتی ہے اور قوت کی اعانت اور سختی اعضا کی کم اعانت ہوتی ہے ۔ اور غذاے غلیظ اسکی ضد
ہے جس شخص کو اعضاے بدن کے سخت کرنے کی حاجت ہو اور اُسکی جہت سے ایسی غذاؤن کا محتاج
ہو جنکا کیموس قوی ہوتا ہے چاہیے کہ خوب بھوک کا انتظار کرے اور بعد ایسی بھوک کے اُن غذاؤن مین سے
بہت زیادہ نہ کھائے کہ خوب ہضم ہو جائین ۔ ریاضت کرنے والے آدمی اور جنکو تعب زیادہ ہوتا ہے
غذاے غلیظ کے زیادہ متحمل ہوتے ہین اور ایسی غذاؤن کے ہضم پر اُنکی نیند قوی اور گہری نیند معین ہوتی
ہے لیکن چونکہ انکے بدن سے پسینہ بکثرت نکلتا ہے اور تحلل اُنکے بدن مین زیادہ ہوتا ہے اُنکے جگر غذاے
غیر منہضم کو خوب جذب کرتے ہین جبتک کہ بخوبی ہضم نہوے پس وہ لوگ امراض مہلک پر آمادہ ہوتے
ہین آخر خواہ اول عمر مین خصوصًا چونکہ وہ بجہت اپنے ہضم کامل کے جو نوم طویل سے پیدا ہوتا ہے اُسپر
فریفتہ ہوتے ہین اور وہ نیند باطل ہو جاتی ہے اگر آخر کار مین بیداری متواتر ہو خصوصًا جسوقت وہ سن
شیخوخت کو پہونچتے ہین فواکہ رطب تعب اور مشقت والے آدمیون خواہ ریاضت والون کو یا جو لوگ زرد
رنگ صفراوی مزاج ہون ایسے ہی لوگون کو مفید ہین ۔ اور اُنکو قبل طعام کھانا چاہیے جیسے خوبانی
اور توت اور خربزہ اور آڑو اور آلو بخارا ۔ اور اگر انکے سواے اور بارد رطب چیزون سے تدبیر کرین بہتر ہے
اسلیے کہ یہ سب چیزین خون مین مائیت پیدا کرتی ہین اسکی جہت سے خون کو بدن مین جوش پیدا ہوتا
ہے جیسا کہ آب فواکہ خارج مین جوش کھا جاتا ہے اور اگر ایسی تدبیر سے بالفعل کسیقدر فائدہ بھی مرتب
ہوتا ہے لیکن خون کو آمادہ عفونت کرتی ہے اسیطرح جو چیز خون کو خلط خام سے بھر دے جیسے کھیرا
اور ککڑی اسی جہت سے جو لوگ ایسی غذائین بکثرت کھاتے ہین حمیات مین مبتلا ہوتے ہین اگرچہ
ابتدا مین اُنسے برودت حاصل ہوتی ہے یہ بھی جاننا چاہیے کہ خلط مائی مین کبھی یہ بات عارض ہوتی
ہے کہ اُسکا صدید پنچتا ہے اور یہ اُسوقت ہوتا ہے کہ مائیت متحلل نہو اور رگون مین اُسی طرح باقی رہے
یہ لوگ اگر استعمال ریاضت کا قبل اجتماع اس مائیت کے رگون مین کرین بلکہ جسوقت استعمال فواکہ کا
کرین ریاضت بھی کر لیا کرین تو تحلل ان مائیات کا ہو جائیگا یہ بھی جاننا چاہیے کہ اگر خون مین بلغم
خام یا مائی موجود ہو بدن سے وہ خون نہ مل سکیگا اور اُس خون سے بدن کی غذا کم بنیگی ۔ جو شخص
فواکہ کھاتا ہے اُسکو سزاوار یہ ہے کہ بعد کھانے کے تھوڑی دیر مشی کرے اور بعد چلنے کے پھر کھائے
تاکہ غذا معدے سے پھسلکر اُتر جائے ۔ جو غذائین مائیت پیدا کرین یا خلط غلیظ یا لزوجت یا خلط صفراوی

تو انسے حمیات پیدا ہوتے ہین اسلیے کہ مائیت پیدا کرنے والی غذا سے خون مین عفونت پیدا ہوتی ہے
اور یا لزوجت اور خلط غلیظ سے مجاری اور گذرگاہ اندرونی مین سدے پڑتے ہین اور صفرا پیدا کرنیوالی
غذا سے بدن مین گرمی پیدا ہوتی ہے اور خون مین حدت - جن ترکاریون سے صفرا پیدا ہو اکثر اُن کا
استعمال جاڑون مین مفید ہے جیسے پھیکی ترکاری گرمیون مین فائدہ کرتی ہے اگر کوئی شخص ایسی حالت
مین گرفتار ہو کہ بدون استعمال غذاے ردی کے چارہ نہو چاہیے کہ ایسی غذا کو چند مرتبہ کھالے اور متواتر
ایک ہی طرح کا نہ کھائے اور ایک غذا کے ساتھ دوسری غذا جو اُسکے مزاج کے مخالف ہو ملالے پس اگر
ایسی میٹھی غذا کھائے تو اُسکے اوپر کھٹا سرکہ یا آب انار ترش یا سکنجبین سادہ یا سفرجلی وغیرہ پی لے اور استفراغ
کی عادت ڈالے اور جس شخص کو اذیت ترش کھانے کی ہو اُسکے اوپر شہد یا شراب کہنہ کا استعمال کرے
اور یہ استعمال قبل النضج اور ہضم کے جائز ہے چکنی غذا کے ہضم کا تدارک کھٹی چیز سے کرنا چاہیے جیسے
شاہ بلوط اور حب الآس اور خرنوب شامی اور بیر جو کچلا ہوا ہو اور زعرور یعنی پودینہ دشتی اور کڑوی چیز سے بھی
اُسکی اذیت دفع ہوتی ہے جیسے ترمس تلخ اور نمکین اور تیز چیز سے بھی اُسکی اذیت زائل ہوتی ہے جیسے
نانخوہش اور لہسن اور پیاز اور اُن چیزون کی مضرت چکنی چیز سے دفع ہوتی ہے - جس شخص کے بدن مین
اخلاط ردی ہون اور رقیق بھی ہون اُسکی غذا اچھی زیادہ کرنی چاہیے اور جس شخص کے بدن مین تحلل آسانی
ہوتا ہو اُسکو غذاے تر سریع الہضم دینی چاہیے جالینوس کہتا ہے کہ غذاے تر سے ہر ایک کیفیت آسانی
جدا ہو سکتی ہے گویا ایسی غذا بیمزہ ہے نہ میٹھی نہ کھٹی نہ کڑوی نہ سیٹھی نہ نمکین نہ تیز نہ قابض جس شخص کا بدن
ڈھیلا ہو اُسکو غذاے غلیظ کا تحمل بہ نسبت اُس شخص کے جسکا بدن سمٹا ہوا اور کھنچا ہوا ہو زیادہ ہوتا ہے
خشک غذا کا زیادہ استعمال کرنا قوت کو ساقط اور رنگ کو فاسد کر دیتا ہے اور طبیعت مین خشکی پیدا کرتا ہے
اور چکنی غذا سے کسل اور سستی پیدا ہوتی ہے - اور کھٹی غذا سے پیری بہت جلد عارض ہوتی ہے -
اسیطرح تیز غذا جیسے مرچ وغیرہ اور نمکین غذا معدے کو مضر ہے اور آنکھ کو بھی چکنی غذا جو ترکیب مناسب
اگر اُسکے بعد غذاے ردی کھائی جائے فاسد ہو جائیگی - جس غذا مین لزوجت ہو دیر مین ہضم ہوتی ہے
اسی لیے کھیرا مع چھلکون کے بہت جلد ہضم ہوتا ہے بہ نسبت چھلے ہوے کے اور روٹی اُس آٹے
کی جسمین بھوسی ملی ہوئی ہو جلد ہضم ہوتی ہے بہ نسبت اُس روٹی کے جو چھنے ہوے آٹے کی ہو جس
شخص کو تعب اور مشقت عارض ہوتی ہے جسوقت تدبیر لطیف کرکے غذاے غلیظ کا استعمال کرے

جیسے چانول دودھ کیساتھ بعد سخت بھوک کے اسکے خون مین حدت اور جوش پیدا ہوگا اور محتاج دفع فضول
بذریعۂ فصد کے زیادہ ہوگا اگرچہ بہت قریب زمانہ فصد سابق کو گذرا ہو یہی حکم اس شخص کا ہے جسکو غضب
عارض ہوا اور غذاے غلیظ کا تناول کرے یہ بھی جاننا ضرور ہے کہ میٹھی غذا کو طبیعت قبل نضج اور ہضم کے جذب
کرلیتی ہے پس خون کو فاسد کردیتی ہے۔ کبھی غذاؤن کو بنظر ترکیب اور صنعت کے مختلف احکام اور خواص عارض
ہوتے ہین۔ ہندوستان کے اہل تجربہ نے یہ کہا ہے کہ دودھ کے ہمراہ کھٹائی کھانا نہ چاہیے اور نہ مچھلی
دودھ کے ہمراہ کھانی چاہیے کہ ان دونون سے امراض مزمنہ مثل جذام کے پیدا ہوتے ہین یہ بھی انکا قول
ہے کہ دہی مولی کیساتھ نہ کھانا چاہیے اور نہ دہی پرندے کے گوشت کے ساتھ کھانا چاہیے اور نہ ستو چانول
کے ساتھ۔ اور کھانے مین وہ تیل اور چکنائی نہ ڈالین جو تانبے کے برتن مین رکھی ہوئی ہو۔ اور جو کباب
بید انجیر کی لکڑیون کے کوئلون سے بھونا گیا ہو وہ بھی نہ کھانا چاہیے۔ مختلف قسم کے کھانے دو طرح سے
مضر ہوتے ہین اول تو انکے ہضم مین اختلاف ہوتا ہے اور منہضم اور غیر منہضم کا اختلاط پیدا ہوتا ہے دوسرے
ممکن ہے کہ مختلف طور کی غذاؤن کے کھانے مین بہ نسبت طعام واحد کے کوئی دوسرا کھانا زیادہ کھایا
جائے۔ قدیم زمانہ کے لوگ مختلف غذاؤن کے کھانے سے گریز کرتے تھے اور صرف گوشت پر دن کو
اور روٹی پر بوقت شب قناعت کرتے تھے۔ افضل وقت غذا کا فصل گرمی مین وہ وقت ہے جو سب سے
زیادہ ٹھنڈا ہو۔ بھوک کا ٹالنا اکثر معدے مین رطوبات صدیدی بھر دیتا ہے جس سے بدحالی پیدا ہوتی
ہے یہ بھی جاننا ضرور ہے کہ کباب اگر ہضم ہو جائے بہت زیادہ غذائیت اسمین ہوتی ہے مگر دیر مین
ہضم ہوتا ہے اور امعاء مین باقی رہتا ہے شوربا بھی غذاے جید ہے اگر اسمین پیاز ملی ہوئی ہو ریاح کو
توڑ دیتا ہے اور اگر پیاز نہ ملی ہو تو ریاح کو برانگیختہ کرتا ہے۔ بعض آدمی ایسا خیال کرتے ہین کہ عنب
یعنی انگور کو بھنے ہوے کلہ پر کھانا بہتر ہے اور یہ گمان صحیح نہین ہے بلکہ ردی ہے۔ اسی طرح اور فواکہ
بلکہ واجب ہے کہ دانہ انار بالفعل کلہ کے اوپر استعمال کرین یہ بھی جاننا ضرور ہے کہ تیہو خشک مزاج ہے اور
طبیعت مین خشکی پیدا کرتا ہے اور چوزون مین رطوبت ہوتی ہے اسی جہت سے طبیعت کو نرم کرتے ہین
بہتر مرغ بھنا ہوا وہ ہے جو بکری یا بچہ گاؤ کے پیٹ مین بھونا جائے تاکہ اسکی رطوبت محفوظ رہے۔
یہ بھی جاننا ضرور ہے کہ چوزون کا شوربا اخلاط کی تعدیل زیادہ کرتا ہے بہ نسبت شوربا ے مرغ کے
لیکن مرغ کے شوربے مین غذائیت زیادہ ہوتی ہے۔ بچۂ نر مرد اور پاکیزہ ہے اس جہت سے کہ بخار اسکا ساکن ہوتا ہے

اور حمل یعنی برّہ گرم اور پاکیزہ ہے اسلیے کہ اُسکے بدبو کی چیز نکل جاتی ہے اور زیر باج گرم مزاج کو بے
زعفران کے دینا چاہیے اور سرد مزاج کو زعفران ڈالکر دینا مناسب ہے اور حلوے اگرچہ شکر سے بنائے
گئے ہون اُنکا استعمال بُرا ہے اسلیے کہ سدّے پیدا کرتے ہین اور اُنپر پیاس زیادہ معلوم ہوتی ہے -
یہ بھی جاننا ضرور ہے کہ روٹی اگر ہضم نہو بشرطیکہ زیادہ ہو اُسکی مضرت زیادہ ہے اور گوشت اگر ہضم نہو
اُسکی مضرت کم ہے انتہی) مؤلف کہتا ہے - پینے کی چیزون کی تدبیر (تجربہ کار لوگ) کہ گئے
ہین کہ کنوئین کے پانی کو نہر کے پانی کے ساتھ نہ جمع کرنا چاہیے جبتک کہ ان دونون مین کا ایک
معدہ سے نیچے نہ اُترلے (اسلیے کہ کنوئین کا پانی غلیظ اور بھاری ہوتا ہے اور نہر کا پانی لطیف اور
ہلکا ہوتا ہے اور جب یہ دونون مجتمع ہو جاوینگے تو نہر کا پانی کنوئین کے پانی کو لطیف ہونے سے بیشتر
نکالدیگا تو ان دونون سے بدرقہ مختلف ہو جائیگا کیونکہ نہر کا پانی لطافت کی وجہ سے غذا کو اعضا مین
بہت جلد نفوذ کرادیگا اور کنوئین کا پانی غلظت کی وجہ سے اعضا مین غذا کے نفوذ کرانے مین دیر
کریگا اور اس سے طبیعت متحیر ہو جائیگی اور اسکی ردارت ظاہر ہے مؤلف سے منقول ہے کہ ہمنے اسکا
بارہا تجربہ کیا ہے اور ہمیشہ اس اجتماع سے نفخ اور قراقر کی شکایت ہوئی) سب پانیون مین عمدہ اور افضل
نہرون کا پانی ہوتا ہے خصوصًا اُن نہرون کا پانی جو پاک صاف مٹی پر بہتی ہون کہ ایسی پاک صاف
مٹی پر بہنے سے اُنکا پانی ردی آمیزشون سے پاک اور خالص ہو جاتا ہے یا پتھر پر بہتی ہون کہ اُنکا پانی
عفونت کے قبول کرنے سے دور ہوگا اور خصوصًا اُن نہرون کا پانی جو اُترّ یا پورب کی طرف بہتی ہون
اور خصوصًا اُنکا پانی جو نیچے کی طرف گرتی ہون اور خصوصًا اُنکا پانی جنکے پھوٹنے کی جگہ دور ہو آب اگر
نہر کا پانی ان سب باتون کے ساتھ ہلکا بھی ہو اور پینے والے کو شیرین معلوم ہو اور اگر شراب مین
یہ پانی ملاوین تو بہت قلیل پانی سے شراب کا قوام رقیق ممزوج ہو جائے تو سمجھ لینا چاہیے کہ یہ پانی
اعلیٰ درجہ کا ہے خصوصًا جبکہ گہری دھار سے کثرت کے ساتھ اور تیز بہتا ہو - اور دریاے نیل کے
پانی مین ان خوبیون مین سے بہت سی خوبیان مجتمع ہین - اور چشمے کا پانی غلظت سے خالی نہین
ہوتا اور چشمہ کے پانی سے زیادہ ردی کاریز کا پانی ہوتا ہے اور ردارت مین اس سے بڑھکر کنوئین کا
پانی اور سب سے بڑھکر ردی نزّ کا پانی ہوتا ہے (نزّ بفتح نون وتشدید زاے معجمہ اُس گڑھے کو کہتے ہین
جو مرطوب زمین مین کھودا جاتا ہو اور اُس مرطوب زمین کے ہر چہار طرف سے پانی ٹپک ٹپک کا اُسمین جمع

ہوتا ہے) مین کہتا ہون تجربہ کار طبیبون نے لکھا ہے کہ کنوئین اور نہر کے پانی کو جمع نہ کیا جائے
جبتک کہ دونون مین ایک معدہ کے نیچے نہ اُترے جیسے کہ مذکور غذائون کے جمع کرنے کو منع کیا ہے
اور اس حکم کو بھی دلیل سے ثابت کرنا مشکل ہے۔ سب پانیون مین عمدہ اور افضل نہر کا پانی ہے کیونکہ
وہ زمین کے مسامات سے پھوٹتی ہے اور نہر کے جاری ہونے سے جو کچھ پانی مین ردی اوصاف ہوتے
ہین مثل غلظت وغیرہ کے سب دور ہو جاتے ہین لیکن اُسکی فضیلت بلا چند شروط ذیل کے کامل
نہین ہوتی پہلی شرط تو یہ ہے کہ یہ نہر ایسی زمین پر بہتی ہو جو شہر کی نجاستون اور کوڑے کرکٹ اور شورہ
اور کھانون (معدن) سے پاک صاف ہو لہذا اُسکا پانی ردی آمیزشون سے پاک ہوگا یا یہ نہر پتھر پر بہتی ہو اگر
ایسا ہوگا تو پانی عفونت سے دور ہوگا کیونکہ جب مٹی پانی سے رل جاتی ہے تو اُس مین
عفونت کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے اور دوسری شرط یہ ہے کہ یہ نہر جنوب سے شمال کی طرف
یا مغرب سے مشرق کی طرف بہتی ہو کیونکہ شمالی اور مشرقی ہوائین جو پانی کے جوہر کو
درست کر دیتی ہین اسپر سامنے سے ہو کر گذرینگی (کیونکہ شمالی ہوائین سرد خشک ہین جب پانی شمال
کی طرف بہیگا تو پانی کی حرکت کے خلاف اُسکے اوپر ہو کر گذرینگی اور اُسکو سرد کرینگی اور عفونت کے
قبول کرنے سے اُنکو دور کرینگی اور مشرقی ہوائین حرارت اور برودت مین معتدل اور خشکی کی طرف
مائل ہوتی ہین لہذا یہ بھی پانی کی اصلاح کرتی ہین) تیسری شرط یہ ہے کہ نیچے کی طرف گرتی ہو کیونکہ
اسوقت اُسکی حرکت تیز ہوگی اور حرکت کی تیزی جوہر مار کو زیادہ لطیف کر دیتی ہے اور چوتھی شرط یہ
ہے کہ اُسکا چشمہ دور ہو کیونکہ مسافت کے دور ہونے کی وجہ سے اُسکے پانی کی حرکت زیادہ ہوگی
اور اس سے اُسکی لطافت بڑھیگی اور پانچوین شرط یہ ہے کہ وزن مین ہلکا ہو کیونکہ یہ پانی اجزاء ارضیہ
سے خالی ہوگا (یا یہ کہ اُسمین اجزاء ارضیہ کم ہونگے) اور وزن کا طریقہ یہ ہے کہ دونون پانی ایک ہی
پیمانہ سے لیے جائین پس جسوقت دونون پانی پیمانہ کے اعتبار سے برابر ہونگے اور اُنمین سے
ایک تول مین کم ہوگا وہی ہلکا ہوگا اور بعضون نے کہا ہے کہ روئی کے دو ٹکڑے برابر برابر لیکر
ہر ایک پانی مین بھگوئے جائین اور اُنکو خوب اچھی طرح خشک کر لیا جائے جس پانی کی روئی وزن
مین ہلکی ہو وہی پانی ہلکا ہے (اور صاحب نفیسی نے اسکی یہ صورت لکھی ہے کہ تھوڑی سی روئی لیکر
اُسکو تولا جائے اور تولنے کے بعد اُسکو پانی مین بھگو لیا جائے اور خوب اچھی طرح خشک کر کے

اُسکو پھر تولا جائے اگر اُسکا وزن ترکرکے خشک ہو جانے کے بعد پہلی تلی ہوئی روئی سے زیادہ ہو تب تو
پانی ثقیل ہے ورنہ نہین کیونکہ یہ روئی اسی واسطے وزنی ہو گئی ہے کہ پانی اپنے اجزاے ارضیہ کو اُسمین
چھوڑ گیا ہے اور وزن کی زیادتی سے ثقل کے مراتب معلوم ہوا کرتے ہین اسطرح پر کہ روئی کے دو ٹکڑے
مساوی الوزن لیے جائین اور دو مختلف پانیون مین اُن دونون کو بھگو کر خشک کرلیا جائے اور تولا جائے
جس روئی کا وزن زیادہ ہوگا اُسی کا پانی دوسرے پانی کے اعتبار سے ثقیل ہوگا جیسا کہ شارح نے بیان
کیا ہے) اور چھٹی شرط یہ ہے کہ پینے والے کو شربت کا دھوکا ہو کیونکہ جب پانی رقیق اور لطیف ہوتا ہے
تو منھ کی رطوبت کو بھی لطیف اور رقیق کردیتا ہے اور زبان کے جوہر مین اُسکو نفوذ کردیتا ہے اور اس رطوبت
کا مزہ شیرینی کی طرف مائل ہے اس وجہ سے قوت ذائقہ اُس پانی مین شیرینی کا مزا پاتی ہے اور یہ شیرینی کا
اول درجہ ہے اسی لیے اسکے پینے والے کو اسکا دھوکا ہوتا ہے کہ پانی مین مٹھاس ملی ہوئی ہے (نفیسی
مین ہے کہ مؤلف نے اس تخیل اور گمان کی یہ وجہ لکھی ہے کہ یہ پانی اپنی لطافت کی وجہ سے منھ کی
رطوبت کو رقیق کرکے زبان مین اُسکو نافذ کردیتا ہے لہذا پانی کو اس اثر کرنے مین مٹھاس کے ساتھ
مشابہت ہوتی ہے کیونکہ میٹھی چیز اپنی معتدل حرارت سے زبان کی رطوبتون کو بہا دیتی ہے اور
نرم کردیتی ہے اور نرم کرکے زبان کے اندر اُنکو نفوذ کردیتی ہے اور جب عمدہ اور افضل پانی کا بھی
یہی فعل ہوا اسلیے پینے والے کو مٹھاس کا گمان ہوتا ہے انتہی کلام المؤلف مگر اسمین شبہہ ہے کیونکہ
اس سے یہ لازم آتا ہے کہ شہد کے چکھنے کے وقت جو مٹھاس محسوس ہوتی ہے وہ شہد کا مزا نہو بلکہ منھ
کی رطوبت کا مزا ہو جسکو شہد نے پتلا کرکے زبان کے جرم مین نفوذ کرادیا ہے حالانکہ ایسا نہین ہے
کیونکہ اگر ایسا ہو تو لازم آئے کہ تمام میٹھی چیزون کی ایک ہی طرح کی مٹھاس ہو حالانکہ ہر مٹھائی کا علحدہ
علحدہ مزا ہوتا ہے اور زبان اُسکا ادراک کرتی ہے لہذا مناسب یہ ہے کہ تشبیہ چھوڑ دی جائے اور
یون کہا جائے کہ یہ پانی اپنی رقت اور لطافت کی وجہ سے منھ کی رطوبت کو پتلا کردیتا ہے اور گرمے
بہا دیتا ہے اور زبان کے جرم مین اُسکا نفوذ کرادیتا ہے حالانکہ اس پانی مین خود کوئی مزہ نہین ہے۔
اور اس رطوبت کا مزہ بلغم طبعی کے مانند عذوبت کی طرف مائل ہے جو حلاوت اور مٹھاس کا پہلا درجہ ہے
(یعنی اُسمین ہلکی شیرینی ہوتی ہے) لہذا پینے والے کو اسکا گمان ہوتا ہے کہ اس پانی مین کچھ شیرینی
ملی ہوئی ہے) اور ساتوین شرط یہ ہے کہ اُس پانی مین سے شراب تحلل نکرے مگر تھوڑے سے پانی کو

یعنی جو پانی ایسا ہو کہ تھوڑا سا شراب کے ساتھ ملکر اُسکو خالص ہونے سے نکالدے وہ اُس پانی سے افضل ہے جو بہت سا ملکر شراب کو خالص اور صرف ہونے سے نکالے کیونکہ پہلا پانی اپنے لطیف ہونے کیوجہ سے شراب کے ساتھ اچھی طرح ملجاتا ہے اور جب پانی مین غلظت ہوتی ہے وہ اُسکے برابر نہین مل سکتا (مؤلف نے اپنے قول ولا یحتمل الشراب منہ الا قلیلا مین لفظ شراب کو یحتمل کا فاعل قرار دیکر اسکی یون تفسیر کی ہے کہ اس صفت کے پانی کا نفوذ زبان مین لطافت کے سبب سے شراب سے زیادہ ہوا کرتا ہے اسلیے حاسہ کو اسکا ادراک زیادہ ہوتا ہے اور ایسا حال غلیظ پانی کا نہین ہوتا اسلیے کہ شراب اُس سے پہلے پہونچ جاتی ہے اور اُسوقت تک خالص سمجھی جاتی ہے جبتک کہ اُسپر اچھی طرح پانی غالب نہو جائے اور اسیطرح یہ بھی ہے کہ جب پانی غلیظ ہوتا ہے تو اُسمین سے شراب کے ساتھ اعضا کی طرف تھوڑا سا حصہ پہونچتا ہے اور اُسوقت مین جو کچھ حصہ شراب کا اعضا مین پہونچیگا وہ خالص ہوگا یہانتک کہ پانی کا بہت سا حصہ شراب مین نہ ملا دیا جائے برخلاف اسکے کہ پانی لطیف ہو کہ وہ شراب کے ساتھ ساتھ برابر اعضا مین پہونچتا ہے اور حکیم ابو سہل مسیحی نے لفظ شراب کو یحتمل کا مفعول اور لفظ ما کو یحتمل کا فاعل قرار دیکر مؤلف کے کلام کی یون تفسیر کی ہے کہ جب اس پانی مین شراب ملائی جائے تو وہ نہین متحمل ہوتا مگر شراب کی تھوڑی مقدار کو کیونکہ جب اسکا جوہر لطیف ہے اور بساطت کے قریب ہے اسلیے اگر تھوڑی سی شراب بھی اسمین ملجائیگی تو اپنا اثر کر جائیگی اور شراب کا مزا صاف طور پر اسمین آجائیگا بخلاف غلیظ پانی کے کہ اسمین اگر شراب کی کم مقدار ملیگی تو اُسمین اثر بھی نہ کریگی چہ جائیکہ صاف طور پر اُسکا مزا پانی مین آجائے ہان اگر زیادہ مقدار ملائی جائیگی تب البتہ اُسکا محسوس طور پر اثر ہوگا تو گویا مصنف کے کلام کے یہ معنی ہوے وَلَا یَحْتَمِلُ (نہین متحمل ہوتا) هٰذَا الْمَاءُ الشَّرَابَ اِلَّا قَلِیْلًا مِنَ الشَّرَابِ وَلَا یَحْتَاجُ فِی تَغْیِیْرِہٖ اِلٰی مَزْجِ الْکَثِیْرِ مِنَ الشَّرَابِ بِہٖ) (یہ پانی مگر شراب کی تھوڑی سی مقدار کو اور اُسکے متغیر کرنے مین اُسکے ساتھ زیادہ شراب ملانیکی ضرورت نہین ہے)

آٹھوین شرط یہ ہے کہ زیادہ ہو کیونکہ بہت سا پانی فساد پیدا کرنے والی چیز سے اثر نہین قبول کیا کرتا بخلاف تھوڑے کے کہ وہ ملنے والی چیز اُسکو اپنی طبیعت کی طرف متغیر کر دیتی ہے اور نوین شرط یہ ہے کہ اُسکی روانی تیزی کے ساتھ ہو کیونکہ حرکت کا قوی ہونا اُسکی لطافت کو اور بڑھا دیتا ہے۔ دریاے نیل کے پانی مین ان خوبیون مین سے اکثر خوبیان پائی جاتی ہین کیونکہ اُسکا چشمہ یعنی سفید پہاڑ بہت دور ہے اس پہاڑ کو جبل القمر کہتے ہین یہ خط استوا کے اسطرف ہے اسکے سبب سے

دس نہرین پھوٹتی ہین انمین سے پانچ پانچ نہرین وہان کے بڑے بڑے دو بحیرہ مین گرتی مین اور
ہر بحیرہ مین سے چار چار نہرین نکلتی ہین اور یہ آٹھون پہلی اقلیم کے ایک بڑے بحیرہ مین جمع ہوتی ہین اور
اس سے بڑی نہر نکلتی ہے جسکا نام نیل ہے اور اسی نیل مین ایک دوسری نہر گرتی ہے جو اس چشمہ سے
نکلتی ہے جسکا مرکز خط استوا ہے اور دریاے نیل کا پانی جو کسی سال کے خاص ایام مین بڑھجاتا ہے
اُسکی وجہ یہ ہے کہ بلاد حبش جو اُسکے قریب ہین وہان اُن ایام مین پانی بہت زیادہ برستا ہے اور
نیل مین جیسے یہ خوبی ہے کہ اُسکا چشمہ دور ہے اسیطرح وہ بہت زیادہ مقدار سے ہے اور اُسکی روانی
نہایت عمدہ ہے کیونکہ وہ ایک سنگستانی زمین پر بہتا ہے جسمین کوئی جوہر غریب نہین ملتا اور جنوب سے
شمال کی طرف بہتا ہے۔ اور چشمہ کا پانی غلظت سے خالی نہین ہوتا کیونکہ اُس تک دھوپ اور ہوا نہین
نہین پہونچتین جو اسکو لطیف کردین اور چشمہ کے پانی سے زیادہ خراب کاریز کا پانی ہوتا ہے کیونکہ چشمہ
کے پانی کا پھوٹنا اُسکی قوت اور کثرت کی دلیل ہے یہان تک کہ اُسنے خود زمین کو پھاڑ ڈالا (اور کاریز
ایک مصنوعی زمین ہے جو چشمہ کا مقابلہ نہین کرسکتی) اور کنوئین کا پانی کاریز کے پانی سے بھی زیادہ ردی
ہے کیونکہ کاریز کا پانی جاری تو ہوتا ہے گو وہ صناعت سے جاری ہوا ہے (اور کنوئین کا پانی جاری
نہین ہے) اور نزّ کا پانی کنوئین کے پانی سے بھی زیادہ ردی ہے اور نزّ زمین کے اُس حصے کو کہتے
ہین جو زمین سے پانی کو اپنی طرف کھینچکر جمع کرتا ہے اور اُسکے گوشون مین جمع ہوکر سڑجاتا ہے اور اُسمین
حشرات الارض یعنی سانپ بچھو کیڑے کثرت سے ہوتے ہین اور سب سے زیادہ اس پانی کے ردی ہونے
کی یہ وجہ ہے کہ کنوئین کا پانی گو ٹھہرا ہوا ہے لیکن کھنچتا رہتا ہے اور اس سے اُسمین جدت پیدا ہوتی رہتی
ہے اور حرکت رہتی ہے اور اُسکا ٹھہرنا نزّ کے پانی کا سا ٹھہرنا نہین ہے واللہ اعلم **مؤلف کہتا ہے**
پانی کو اُسوقت پینا چاہیے جبکہ غذا ہضم ہونی شروع ہوجائے اور لیکن (پانی کا استعمال) اسکے
بعد (یعنی غذا کے بعد ہضم شروع ہونے سے پہلے) غذا کو پکنے نہین دیتا اور کھانے کے درمیان پانی
پینا نہایت برا ہے۔ اسی کے ساتھ بعضے آدمی ایسے بھی ہوتے ہین جو غذا کے بعد اور درمیان مین پانی
پینے سے فائدہ اُٹھاتے ہین اور یہ وہ لوگ ہین جنکے معدے گرم ہوتے ہین۔ اور بعضے لوگ ایسے ہوتے ہین
جنکو کھانے کی خواہش (معدہ کی گرمی کی وجہ سے) کم ہوتی ہے اور جسوقت یہ پانی پی لیتے ہین تو غذا کی خواہش
زیادہ ہوجاتی ہے اور اسکا سبب یہ ہے کہ یہ پانی اُنکے معدے کی حرارت کی تعدیل کردیتا ہے (اور جمع

کردیتا ہے اور معدہ کے جرم کو مضبوط کردیتا ہے) اور نہار منھ پینا اور حرکت خصوصًا مباشرت کے بعد اور
قوی جُلّاب کے بعد اور نہانیکے بعد اور تر میوون پر خصوصًا تربوز اور خربزہ پر پینا نہایت ہی بُرا ہے پینے کی
چیز خواہ پانی ہو خواہ شراب ۔ (نہار منھ پانی پینا اسلیے ردی ہوتا ہے کہ وہ اسوقت ٹھنڈے کا ٹھنڈا ہی
اعضاے رئیسہ مین جذب ہوجاتاہے کیونکہ نہار منھ کوئی غذا تو ہوتی نہین جو اُسکو نفوذ ہونے سے روک دے
کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جب پانی غذا کے بعد پیا جاتا ہے تو غذا سے ملجاتا ہے اور یہ غذا خالص پانی کو اسی
حالت پر جذب ہوجانے سے روک لیتی ہے اور نہار منھ جب کوئی غذا نہین ہے تو وہ یونہین جذب ہوجائیگا
اور یونہین جذب ہوجانے مین اسکا اندیشہ ہے کہ کہین حرارت غریزیہ کو نہ بجھا دے اور پھر لیکا یک قلب تک
پہونچکر ہلاک نہ کرڈالے اور جگر تک پہونچکر استسقاء نہ پیدا کردے اور نزخرے اور آنتون اور پٹھون کو مضر
نہ پڑے اور پانی جسقدر سرد ہوگا اُسیقدر زیادہ ردی ہوگا اور حرکت کے بعد پانی پینا اسلیے ردی ہوتا ہے
کہ اعضا مین اسوقت سوزش اور التہاب ہوتاہے اسلیے پانی ٹھنڈے کا ٹھنڈا ہی جلدی سے اُنکی طرف
کھنچ جاتا ہے اور حرارت غریزیہ بجھ جاتی ہے اور مباشرت یعنی صحبت کرنے کے بعد پانی پینا اسلیے ردی ہے
کہ مباشرت اعضا کو گرم بھی کردیتی ہے اور منی کو بھی نکالدیتی ہے اس معنی کر تمام اعضا رطوبتون کو بہت زیادہ
جذب کرلیتے ہین اور ایسا بھی ہے کہ جماع سے حرارت غریزیہ تحلیل ہوکر ضعیف ہوجاتی ہے اور ایسے وقت
مین ٹھنڈے پانی کے پہونچتے ہی حرارت غریزیہ گل ہوجاتی ہے اور جُلّاب کے بعد پانی پینا اسلیے مضر ہے
کہ چونکہ جُلّاب مین رطوبتون کا اچھی طرح تنقیہ اور استفراغ ہوجاتا ہے اور حرارت غریزیہ تحلیل ہوجاتی ہے اسلیے
تمام اعضا رطوبتون کے جذب کرنے کے نہایت مشتاق ہوتے ہین جب ایسی حالت مین ٹھنڈا پانی پہونچیگا
تو وہ ویسا کا ویسا ہی اعضا مین جذب ہوجائیگا اور حمام کے بعد پانی پینے مین وہی مضرت ہے جو حرکت
کے بعد پانی پینے مین مذکور ہوئی اور تر میوون پر اسلیے پانی نہ پینا چاہیے کہ میوون کی رطوبت پانی کی
رطوبت کے ساتھ جمع ہوکر معدہ مین فاسد ہوجاتی ہے اور تربوز اور خربزہ مین رطوبت بہت زیادہ ہوتی ہے
اور جلد بگڑ جاتی ہے ۔ اور نہار منھ شراب کا پینا اسلیے مضر ہے کہ جب شراب معدہ مین پہونچتی ہے ایسی حالت مین
کہ معدہ خالی ہو تو اس سے ردی گرم ابخرے دماغ کی طرف اُٹھکر جاتے ہین اور دماغ چونکہ نرم ہے اور ابخرون
کی راہ مین واقع ہے اسلیے وہ اُن ابخرون کو قبول کرلیتا ہے اور اس سے دماغ مین تشنج اور انقباض پیدا
ہوجاتا ہے اور اُسکے تشنج سے پٹھون مین بھی تشنج ہوجاتا ہے کیونکہ پٹھے دماغ سے متصل ہین اور دوسری وجہ

اُسکے مضر ہونے کی یہ ہے کہ شراب اعضا مین جذب ہو کر اُنکو زخمی کر دیتی ہے یہان تک کہ پٹھون کو ضرر پہونچا کر تشنج پیدا کرتی ہے اور دماغ کو ضرر پہونچا کر ذہن کو مختل کر دیتی ہے اور جگر کو ضرر پہونچا کر ذوسنطاریا پیدا کرتی ہے (بحر الجواہر مین ہے کہ ایلاقی نے لکھا ہے کہ جو اسہال آنتون کے زخم کی وجہ سے ہو اُسکا نام ذوسنطاریا ہے اور ذوسنطاریا کبدی وہ اسہال ہے جو ضعف جگر سے پیدا ہو اور ذوسنطاریا دموی وہ ہے جو آنتون مین کسی رگ کے کھلجانے سے پیدا ہو مولانا نفیس نے لکھا ہے کہ ذوسنطاریا لغت یونانی کا ایک لفظ ہے جسکے معنی ہین آنتون کا زخم اور تمام علما اور اطبا صرف اسیقدر کو ذوسنطاریا کہتے ہین لیکن بعض لوگ مطلق خون کے اسہال کو ذوسنطاریا کہتے ہین مگر جو اسہال سحج سے ہو اُسکو ذوسنطاریا نہین کہتے۔ شارح علیہ الرحمۃ کے کلام مین بھی اس لفظ کی تحقیق آئیگی) اور اگر شراب کا استعمال بعد غذا کے ہو تو یہ خرابیان نہین پیدا ہوتین کیونکہ غذا اُسمین ملکر اُسکی حدت اور تیزی کو توڑ دیتی ہین اور زیادتی تبخیر سے اور جلد نفوذ ہو جانے سے مانع ہوتی ہے اور حرکت کے بعد شراب کا پینا اسلیے مضر ہے کہ معدہ مین حرکت کے بعد بخید حرارت ہوتی ہے اور شراب پہونچکر معدہ مین اور حرارت بڑھا دیتی ہے اسی طرح دماغ مین بھی بعد حرکت کے افراط کے ساتھ حرارت ہوتی ہے اور شراب پہونچکر اور حرارت بڑھا دیتی ہے۔ رہے پٹھے پس انکی گرمی سارے عضوون سے بڑھ کر ہوتی ہے کیونکہ حرکت فقط انھین کے ساتھ ہوتی ہے اور جسوقت دماغ اور پٹھے مشتعل ہونگے تو ان دونون کا ضرر شراب کے شدید گرم الجزون کی وجہ سے بہت زیادہ ہو جائیگا اور اعضا مین بھی سوزش ہوتی ہے پس شراب کثرت سے اُنکو ضرر پہونچائیگی اور مباشرت کے بعد شراب پینا اسلیے مضر ہے کہ مباشرت کی حرکت کا تعلق پٹھون سے ہوتا ہے اور پٹھے اس حرکت کی وجہ سے گرم ہو جاتے ہین اور اُنکی گرمی سے دماغ بھی گرم ہو جاتا ہے پس دماغ اور پٹھے دونون مباشرت سے ضعیف ہو جاتے ہین کیونکہ ہر سوء مزاج ضعف پیدا کرتا ہے اسکے علاوہ منی کا زیادہ مادہ دماغ سے آتا ہے اور جب منی خارج ہوگی تو دماغ لامحالہ ضعیف ہوگا اور دماغ کے ضعف سے پٹھے بھی ضعیف ہو جائینگے اور ایسی حالت مین شراب گرمی پیدا کر کے اُنکو رہا سہا اور ضعیف کر دیگی اسیطرح تمام اعضا مین بھی مباشرت سے گرمی پیدا ہوتی ہے کیونکہ مباشرت کے وقت مین تمام اعضا کو تھوڑی بہت حرکت ہوتی ہے اور جب ایسی حالت مین شراب پہونچیگی تو اور گرمی بڑھا کر مختلف آفتین پیدا کر دیگی اور مسہل کے بعد شراب پینا اسلیے مضر ہے کہ اول تو شراب خود ہی سریع النفوذ ہوتی ہے دوسرے مسہل کے بعد اعضا

اپنے خالی اور فارغ ہونے کی وجہ سے رطوبتون کے بیحد شائق ہوتے ہین پس شراب کو قوت کے ساتھ اُسی وقت جذب کر لینگے اور شراب ایسی حالت مین اعضا مین جذب ہوگی کہ ہنوز اُسکی قوت نہین ٹوٹی اور اس سے اعضا مین سخت گرمی پیدا ہو جائیگی اور اعضا کو مورد آفات بنا دیگی آور حمام کے بعد شراب کے مضر ہونیکا یہ سبب ہے کہ بدن مین تحلیل کثرت سے ہوتی ہے اسلیے شراب قوت کے ساتھ اُنمین جذب ہو جائیگی تاکہ بدل مایتحلل بنجائے اور یہ ایسا وقت ہوگا کہ بدن سے شعلے نکل رہے ہونگے اور شراب کے پہونچنے سے اور گرمی بڑھ جائیگی اور ضرر ہوگا آور ترمیوون پر شراب پینا اسلیے مضر ہے کہ ترمیوے بہت ردی غذا اور کثیر الرطوبت اور جلد فاسد ہو جانیوالی چیز ہے اور شراب اُن کو اعضا مین نفوذ کرا دیتی ہے پس فاسد رطوبتین بغیر ہضم ہوے بدن مین حرارت کے ساتھ بڑھجائینگی اور اس سے عفونت پیدا ہوگی خصوصًا خربزہ کہ یہ بہت جلد بگڑجاتا ہے) آور اگر پیاس کی شدت کی وجہ سے بغیر پانی پیے ہوے کوئی چارہ کار نظر نہ آئے تو ایسے کوزے سے جسکا دہانہ تنگ ہو تھوڑا تھوڑا چوس لے (کیونکہ ہر زیادہ چیز طبیعت کی دشمن ہوتی ہے اور اس قسم کے کوزے سے تھوڑا سا چوس لینے کی یہ علت ہے کہ تھوڑا ہونیکے سبب سے منھ اور نرخرے اور معدے پر گذرنے کا زمانہ طویل ہوگا اور طول زمانہ کی وجہ سے بدن کی حرارت اسکو گرم کر دیگی اور اعضا کو اُسکی برودت کوئی ضرر نہ پہونچا سکیگی بخلاف اسکے کہ چوسا نہ جائے بلکہ ایک ساتھ بہت سا پی لیا جائے کہ اسکی ٹھنڈک سے اعضا کو صدمہ پہونچیگا کیونکہ بدن کی حرارت اُسکے جلد گرم کر دینے پر قوی نہوگی لیکن جو پینے کی چیزین ہوتی ہین اور جنسے مزاج کا معتدل کرنا یا سدون کو کھولنا یا طبیعت کا ملائم کرنا مقصود ہوتا ہے اُنکا استعمال کرنا کھانے کے قبل واجب ہے تاکہ اعضا کی طرف جلدی سے پہونچ جائین اور کھانے مین ملکر اُنکی قوت ٹوٹنے نہ پائے آور جن پینے کی دوائی چیزون سے فم معدہ کی تقویت یا معدہ سے سر کی طرف بخار اُٹھکر جانے سے روکنا مقصود ہوتا ہے تو کھانے کے بعد اُنکا استعمال کرنا واجب ہے تاکہ جلدی سے فم معدہ سے نیچے نہ اُتر جائین) آور اکثر اوقات پیاس لسدار بلغم سے ہوتی ہے (کہ معدہ مین چپکا ہوا اور اُسکے پردہ مین جمع ہوتا ہے اور یہ بلغم محض معدہ کی حرارت سے نہ گُھلتا ہے نہ جدا ہوتا ہے بلکہ اس حرارت سے اُسمین اور غلظت اور لس بڑھجاتا ہے کیونکہ حرارت اُسکے رقیق حصہ کو تحلیل کر دیتی ہے پھر طبیعت کو پانی کا اشتیاق ہوتا ہے تاکہ اُسمین یہ بلغم بھیگ کر چھوٹ جائے اور پانی کے دو ایک بار پینے سے یہ بلغم نہین گھلتا اسلیے کہ پانی چونکہ رقیق ہوتا ہے اسلیے قبل اسکے کہ بلغم کو چھوڑائے اعضا مین جلد نفوذ کر جاتا ہے کیونکہ پانی مین بلغم کے گھلکر آنے کو اتنی پوری مدت ضرور ہے جس مدت تک وہ بلغم پانی مین

بھیگ جائے لہذا طبیعت پھر پانی کا تقاضا کرتی ہے اور اسیطرح تقاضا کرتی رہتی ہے یہانتک کہ وہ بھیگ کر چھوٹ جائے) اور یا یہ پیاس بلغم شور سے ہوتی ہے (جو معدہ مین ہوتا ہے اور خراش کرتا ہے اور گرمی پیدا کرتا ہے پس طبیعت پانی کی مشتاق ہوتی ہے کہ وہ اس بلغم کو دھوڈالے اور معدہ کی سطح پر پانی کے بہنے اور جاری ہونے سے اس بلغم کو اپنے مکان سے دور کردے اور یہ بلغم ایک دو بار کے پانی پینے سے نہ ڈھل جاتا ہے نہ اپنی جگہ سے چھوٹتا ہے کیونکہ یہ اپنی حدت اور لطافت کے سبب سے معدہ کے جرم مین بیرجاتا ہے لہذا اُسکے چھوٹنے اور دور ہونے تک برابر پیاس رہتی ہے) اور جسقدر اس پیاس کی رعایت کیجائیگی اُتنی ہی پانی پینے سے بڑھتی جائیگی (کیونکہ پانی اس بلغم کی غلظت کو بڑھاتا جائیگا تو پہلے تو صرف اسیقدر تھا کہ اپنی شوریت اور لسداری سے پیاس لگاتا تھا اب اتنا اور ہوگا کہ اپنی غلظت سے بھی پیاس لگائیگا) اور اگر پیاس کو روکا جائیگا (یعنی پانی نہ پیا جائیگا کہ یہ معدہ کی حرارت کو ضعیف کرتا ہے اور اُسے ٹھنڈا کرتا ہے اور نضج سے مانع آتا ہے) تو طبیعت اُس مادہ کو پکا ڈالیگی اور گھلا ڈالیگی جو پیاس لگاتا ہے اور اس سے اسکو تسکین ہوجائیگی اور اس قسم کی پیاس اسیلئے اکثر اوقات گرم چیزون سے ٹھہر جاتی ہے (جیسے کہ شہد وغیرہ ہے کیونکہ یہ گرم چیزین اس مادہ کو گھلا دیتی ہین اور اسکی تقطیع اور تلطیف کرتی ہین اور اُسے دور کردیتی ہین) مین کہتا ہون جبتک کہ غذا ہضم ہونی نہ شروع ہوجائے اُسوقت تک پانی ہرگز نہ پینا چاہیے کیونکہ پانی کی طرف احتیاج کا یہی وقت ہے اسیلئے کہ پہلے ثابت ہوچکا ہے کہ اُسکے پینے کا فائدہ یہ ہے کہ غذا کو رقیق کرے تاکہ کھانا ہضم ہونیکے لیے مستعد ہوجائے اور تنگ راہون مین گذرسکے اور معًا غذا کے ختم ہوتے ہی یعنی قبل اسکے کہ ہضم کے آثار ظاہر ہون اور معدہ اُسمین اپنا عمل شروع کرے پانی پینا ردی اور بُرا ہے کیونکہ یہ پانی اپنی برودت کی وجہ سے معدہ کی اُس حرارت کو (اپنے فعل سے) روک دیتا ہے جو کہ ہضم پر معین ہوتی ہے اور کھانے کے درمیان پانی پینا بعد کو پینے سے بھی زیادہ بُرا ہے کیونکہ اسمین علاوہ خرابی مذکور کے ایک خرابی اور ہے وہ یہ کہ درمیان مین پانی پینے سے غذا کے اجزا باہم جمع ہوکر معدہ کی تہ مین نہین ٹہیرسکتے اور ہضم غذا معدہ کی تہ مین ہی زیادہ ہوتا ہے - اور بعض اپنے دوستون سے مین نے یہ سنا کہ جس شخص کے معدہ مین نہایت حرارت ہو وہ اگر درمیان مین پانی پیے تو ریگ گردہ کے پیدا ہونے سے امن رہتی ہے - اور بعض لوگ ایسے بھی ہین جنکو درمیان مین پانی پینے سے نفع ہوتا ہے اور یہ وہ لوگ ہین جنکے معدہ مین شدید حرارت ہو کیونکہ معدہ کی حرارت پانی کی برودت کے ساتھ معتدل ہوجاتی ہے اور بھوک کھل جاتی ہے اور ہضم اچھا ہوتا ہے اور معدہ کی حرارت کی وجہ سے جسکی اشتہا کم ہوگئی ہو وہ اگر کھانے کے درمیان مین پانی پی لیا کرے تو معدہ کے

اعتدال کی وجہ سے اُسکی بھوک کھلجائے اور نہار منہ اور حرکت کے بعد خصوصًا مباشرت اور قوی جلاب اور حمام سے نکلنے
اور ترمیوون پر خاص کر خربزون پر پانی وغیرہ پینا بہت بُرا ہے کیونکہ یہ حرارت غریزی کو بجھا دیتا ہے اور بدن کو
لاغر کر دیتا ہے - اور ترمیوون خصوصًا خربزون کے بعد پانی پی لینے سے فضلی رطوبتین معدہ مین جمع ہو جاتی ہین
جنمین اس پی ہوئی چیز سے اور مائیت اور رطوبت بڑھجاتی ہے اور پیاس کی دو قسمین ہین ایک تو سچی پیاس اور یہ
وہ پیاس ہے جسمین غذا کو پانی کی طرف رقیق ہونے اور بدرقہ بننے کے لیے ضرورت ہوتی ہے اور دوسری جھوٹی
پیاس اور یہ وہ پیاس ہے جو نمکدار یا شور بلغم کی وجہ سے ہو اور اسکی علامت یہ ہے کہ پانی پینے سے تسکین نہو اس
قسم کی پیاس کو اگر روک لیا جائیگا تو طبیعت پیاس لانیوالے مادہ کو گھلا ڈالیگی اور پکا دیگی اور پیاس مین بھی
تسکین ہو جائیگی اور یہ پیاس اکثر اوقات شہد وغیرہ گرم چیزون کے استعمال سے جاتی رہتی ہے کیونکہ یہ گرم چیزین
اس بلغم کو دفع کر دیتی ہین - مؤلف کہتا ہے اور عمدہ شراب وہ ہوتی ہے جسکا مزا اچھا ہو (یعنی جس سے ذائقہ
کو لذت حاصل ہو کیونکہ اسوقت طبیعت اسطرف متوجہ ہوگی اور اسمین پورا پورا تصرف کریگی) اور خوشبودار ہو اور
اُسکا رنگ صاف ہو (کیونکہ رنگت کی صفائی اسکی دلیل ہے کہ اس شراب مین اس قسم کے ارضی اجزا نہین ہین جو کدورت
پیدا کرین اور سدے پیدا کرین کیونکہ کدورت اُسیوقت پیدا ہوتی ہے جبکہ ارضی اجزا مائی اجزا کے ساتھ ملجائین اور اُس
چیز کا قوام یکسان نہ باقی رہے اور قوام کا یکسان نہونا نضج کے ناتمام ہونے کی دلیل ہے کیونکہ جب نضج کامل ہوتا ہے
تو قوام لامحالہ یکسان ہوتا ہے) اور اُسکا قوام معتدل ہو (کیونکہ اگر پانی ایسا رقیق قوام ہوگا تو اُسکی طبیعت پر
برودت اور رطوبت غالب ہوگی اور اُسی شخص کو موافق ہوگی جو محرور المزاج ہو اور اُسمین غذائیت بہت کم ہوگی اور اگر
اُسکا قوام غلیظ ہوگا تو اُس سے سدون کا ڈر ہوگا اور قوام کا اعتدال نضج کے کامل ہونے کی دلیل ہے) مین کہتا
ہون اس صفت کی شراب اسلیے عمدہ ہوتی ہے کہ مزے کے اچھے ہونے سے منہ مین خوشبو پیدا کر دیتی ہے اور خوشبودار
ہونے سے قلب کو فرحت بخشتی ہے اور دماغ کو قوی کرتی ہے اور رنگ کے صاف ہونے سے نفس کو خوش کرتی
ہے اور قوام کے معتدل ہونے سے معدہ پر گران نہین ہوتی اور انہین سب خوبیون کی وجہ سے طبیعت اُسکی طرف
متوجہ ہوتی ہے اور اُسمین عمدہ عمل کرتی ہے لہذا یہ شراب بدن کو غذا زیادہ پہونچائیگی اور دیر مین نشہ لائیگی اور خمار
کم ہوگا - مؤلف کہتا ہے اور میل سے خالی عمدہ شراب کی عمدہ پہچان یہ ہے کہ اگر اُسکی تھوڑی سی مقدار مدت
دراز تک رہنے دی جائے تو بگڑے نہین اور مدت کی درازی ہی سے اُسکی جودت اور عمدگی پہچانی جاتی ہے -
مین کہتا ہون اسکی یہ وجہ ہے کہ جس شراب کا نضج کامل ہو جاتا ہے اور اُسکے اجزا کا امتزاج باہم بہت زیادہ

ہوتا ہی اور فساد پیدا کرنے والے اجزاؤن سے خالی ہوتی ہی وہ دیر تک رکھنے سے نہین بگڑا کرتی (اور جسمین کچھ میل ہوتا ہے اور
خارجی خام مائیت اُسمین ملی ہوتی ہے وہ ہوائی اور کوئی گرمی سے جلد بگڑ جاتی ہے اور بو دینے لگتی ہے) اور اس شراب مین
جو مدت دراز تک رکھی جائے تھوڑی مقدار کی قید اسلیے لگائی گئی کہ زیادہ شراب ممکن ہے کہ زیادتی کی وجہ سے خارجی ہوا کے
اثر کو نہ قبول کرے تو اُسمین یہ نہین کہہ سکتے کہ اسکا خراب نہونا اسوجہ سے ہے کہ یہ عمدہ اور جید شراب ہے (اور یہ بھی ہو کہ اثر قبول
کرنے والا جسقدر کم ہوتا ہو اُسی قدر اُسمین مؤثر کا اثر زیادہ ہوتا ہے) مؤلف کہتا ہے اور پتلی شراب زیادہ لطیف ہوتی ہے
(کیونکہ اُسمین ارضی اجزا کم ہوتے ہین) اور جلد نشہ لاتی ہے (کیونکہ نشہ فقط اس سبب سے ہوا کرتا ہے کہ جب شراب معدہ مین جا کر
گرم ہوتی ہو تو اُس سے نہایت گرم اور لطیف اجزے اُٹھکر دماغ کیطرف جاتے ہین کیونکہ اسکا قوام رقیق ہوتا ہے اور اُسمین ہوائیت کا غلبہ
ہوتا ہے اور یہ اجزے دماغ مین پہونچکر روح کے مزاحم ہوتے ہین جو دماغ مین ہے کیونکہ جب یہ اجزے دماغ مین پہونچینگے تو لامحالہ
انکے لیے مکان کی ضرورت ہوگی اور مہمان کی خاطر کرنا ضروری ہی اسلیے روح اپنا مکان اُنکی خاطر خالی کرکے دوسری جگہ
چلی جاتی ہے اور اسکے بعد یہ بخارات اپنی لطافت کی وجہ سے جلد تحلیل ہو جاتے ہین اور روح بضرورت خلا پھر اپنی جگہ عود
کر آتی ہے اور اسیطرح نئے نئے بخارات اُٹھ اُٹھکر روح کی مزاحمت کرتے رہتے ہین اور روح کو اپنے کامون مین سخت تشویش
اور تردد واقع ہوتا ہی اور اسی تشویش کا نام نشہ ہے - اور شراب جسقدر زیادہ رقیق ہوگی اُسیقدر اُسمین مائی اور ہوائی اجزا تبخیر کی قابلیت
رکھنے والے زیادہ ہونگے اسی لیے جلد نشہ لائیگی) اور اسیطرح پتلی شراب کا نشہ تحلیل بھی جلد ہوگا (کیونکہ اُسکے اجزے نہایت
لطیف ہونگے اور جسقدر لطافت زیادہ ہوتی ہے اُسیقدر تحلیل زیادہ ہوتی ہے) اور گاڑھی شراب نشہ لانے مین سست ہوتی ہے
(کیونکہ اُسپر ارضیت زیادہ غالب ہوتی ہے اسلیے اس سے اجزے جلد نہین اُٹھتے اور جو اُٹھتے ہین وہ غلیظ ہوتے ہین) اور اسکا نشہ تحلیل
بھی دیر مین ہوتا ہے اور اسکا خمار ردی ہوتا ہے (اسلیے کہ شراب کے ہضم ہونے اور نہ ہضم ہونے سے فضلے کے باقی رہنے کو خمار
کہتے ہین اور شراب جب ہضم نہین ہوتی ہے تو اُسکی غلاظت زیادہ ہو جاتی ہے اور ہضم نہونیکے وقت جو اجزے جدا ہوتے ہین
وہ زیادہ غلیظ ہوتے ہین تو ان بغیر ہضم ہوے فضلون کا تحلیل ہونا دشوار ہوگا اور اسی طرح اُن بخارات کا تحلیل ہونا بھی
دشوار ہوگا جو ان فضلون سے جدا ہوتے ہین) اور گاڑھی شراب فربہی لاتی ہے (اسوجہ سے کہ اُسمین مائیت کم ہوتی ہے
اسلیے اس سے بہت سا گاڑھا خون بنتا ہے) خصوصًا جب گاڑھی شراب میٹھی ہو (کیونکہ اس سے خون پیدا ہوتا ہے دوسرے
اُسکی طرف طبیعت خوب متوجہ ہوتی ہے اور اعضا اُسکو خوب جذب کرتے ہین) اور اسکے سدے ڈالنے سے (خصوصًا جگر کی
رگون مین) بچتے رہنا چاہیے (کیونکہ اعضا اس سے محبت رکھنے کی وجہ سے اسکے ہضم ہونے سے قبل اسکو اپنی طرف کھینچ لیتے ہین اور یہ چونکہ گاڑھی
ہوتی ہی اور اسمین ارضیت زیادہ ہوتی ہی اور بحیثیت شراب ہونیکے اعضا اسکو جذب بھی جلد کر لیتے ہین اور جگر کی رگین تنگ تنگ

ہین اسوجہ سے اُنمین سدے ڈالدیتی ہے) مین کہتا ہون پتلی شراب الطف اسلیے ہوتی ہے کہ اپنی رقت
کی وجہ سے جلد ہضم ہو جاتی ہے اور جو غذا اس سے بنتی ہے وہ جوہر مین لطیف ہوتی ہے اور اس رقیق شراب
مین یہ بات ہوتی ہے کہ جلد نشہ لاتی ہے اور اسکا نشہ جلد تحلیل ہوتا ہے کیونکہ رقت کی وجہ سے بخاریت اور
تحلیل ہو جانے کو جلد قبول کر لیتی ہے اور گاڑھی شراب کا حکم اسکے خلاف ہوتا ہے۔ اور گاڑھی شراب بدن کو
فربہ کرتی ہے کیونکہ اس سے گاڑھا خون بہت پیدا ہوتا ہے جس سے بہت سا گوشت بنتا ہے اور جو گاڑھی شراب
میٹھی ہوتی ہے وہ بہ نسبت اور مزون کے بدن کو زیادہ فربہ کرتی ہے کیونکہ میٹھی چیز طبیعت کو مرغوب ہوتی ہے اور طبیعت
اُسکی طرف بہت زیادہ متوجہ ہوتی اور جگر اُسمین اپنا فعل خوب کرتا ہے اور اسکے سدے ڈالنے سے پرہیز کرنا نہایت
ضروری ہے کیونکہ گاڑھی چیز اپنے گاڑھے ہونے کی وجہ سے سدے پیدا کرتی ہے اور جگر میٹھی چیز کو قبل اسکے ہضم ہونے
کے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور اس سے سدے پیدا ہوتے ہین۔ مؤلف کہتا ہے اور جوان اور گرم مزاج والے
کے لیے سفید شراب جسمین پانی ملا ہو پسندیدہ ہوتی ہے مگر وہ جسمین پینے سے کچھ پہلے پانی ملایا گیا ہو اور پانی شراب سے
زیادہ ہو (شیخ نے اس مدت کی تعیین دو ساعتون سے کی ہے یعنی پینے سے دو ساعت قبل اُسمین پانی ملایا گیا ہو
اور مصنف نے اُسکی تعیین چھ ساعت سے کی ہے اور اس آمیزش کا سبب یہ ہے کہ پانی کی ٹھنڈک شراب کی تعدیل کرے
اور شراب اور پانی ملکر ایک ہو جائے اور اس سے یہ نفع ہوتا ہے کہ شراب بدن کے عمق اور اطراف مین خوب اچھی
طرح جذب ہو جاتی ہے اور اسکے سفید ہونے کی قید اسلیے ہے کہ شراب کی سب قسمون کے اعتبار سے اُسمین حرارت
کم ہوتی ہے اور پانی ملانے کی قید اسلیے ہے کہ اُسکی حرارت کم ہو جاتی ہے اور چونکہ پانی ملانے سے رقیق ہو جاتی ہے
اسلیے ہمیشہ اعضا سے نہین ملاقی رہتی اسلیے کم گرمی پہونچاتی ہے اور پانی کے زیادہ ہونے کی قید اسلیے ہے
کہ شراب ٹھنڈک اور رطوبت کی طرف مائل ہو جائے کیونکہ پانی کی طبیعت اسپر غالب آجائیگی اور اسمین گرمی پہونچانے
اور خشکی پیدا کرنے کی قوت جاتی رہیگی اور اس معنی کر یہ شراب جسمین پانی زیادہ ملا ہوگا ٹھنڈک اور برودت پیدا کریگی
اور اس وجہ سے جوان اور محرور المزاج لوگون کے مزاج کی تعدیل کریگی) اور بڈھون کے لیے (چونکہ انکے
مزاجون پہ برودت غالب ہوتی ہے) زرد شراب اچھی ہے (جو ساری قسمون سے زیادہ گرم ہوتی ہے) جو (قوت
اور حرارت کے اعتبار سے) قوی ہو اور اسمین پانی کم ملا ہو (زرد رنگ قوی کی قید تو اسلیے ہے کہ بوڑھون مین
کثرت سے غلیظ بلغمی فضلے ہوا کرتے ہین یہ شراب اپنی قوت حرارت سے اُنکو پکا ڈالتی ہے اور اُنکی ضعیف حرارت
غریزی کو قوت دیتی ہے اور پانی ملانے کی قید اسلیے ہے کہ پانی کی وجہ سے اُنکے خشک اعضا کی ترطیب کرے

اور پانی کم ہونے کی قید اسلیے ہے کہ انمین رطوبت غریبہ بہت ہوتی ہے) اور اگر بوڑھون کا یہ ارادہ ہو کہ تغذیہ زیادہ ہو اور فربہی پیدا ہو تو انکو سرخ رنگ کی شراب پینا چاہیے (کیونکہ یہ زیادہ گاڑھی ہوتی ہے اور اسمین خشکی بہت کم ہوتی ہے لہذا اس سے خون بہت سا اور گاڑھا پیدا ہوتا ہے) اور چھوڑ دو بوڑھے کو اور اُسقدر شراب کو جسقدر کا وہ متحمل ہو سکے (یعنی بوڑھے کو اُسقدر شراب پینے دو جتنی وہ پی سکے اور ہضم کر سکے کیونکہ فضلون کے پکانے اور اصلی حرارت کی تقویت اور سدون کے کھولنے اور غریب رطوبتون کے بہانے اور اصلی اعضا کو تری پہونچانے کے لیے بوڑھون کو شراب کی بہت زیادہ ضرورت ہے لیکن چونکہ بوڑھے کا دماغ اور اُسکے پٹھے ضعیف اور کمزور ہوتے ہین اور کثرت شراب کے متحمل نہین ہو سکتے اسلیے مؤلف نے اُس مقدار کی قید لگائی جسکا وہ متحمل ہو سکے) اور بچون کو شراب سے کنارے رکھو (کیونکہ انمین حرارت زیادہ ہوتی ہے اور بدن کمزور ہوتے ہین اسلیے متحمل نہین ہو سکتے کہ دو دو حرارتین جمع ہون اسیطرح انکی رطوبت بھی شراب کی رطوبت سے بڑھجائیگی اسلیے کہ انکا دماغ اور انکے پٹھے رطوبتون سے کمزور ہوا کرتے ہین اور شراب اُنکے ضعف کو اور بڑھادیتی ہے اور دماغ کے افعال مین تشویش پیدا کردیتی ہے اور اسلیے کہ انکے اعضا اور جوڑ تر ہوتے ہین اور شراب کی ترطیب سے بے پروا۔ اور نہ انکے بدن مین صفرا بہت ہوتا ہے تاکہ بذریعہ شراب کے اُسکا ادرار کیا جائے لہذا شراب کی مضرت انمین بہت ہوتی ہے اور منفعت مطلوب حاصل نہین ہوتی ۔) اور جوانون کے لیے شراب کی تعدیل کرو (اسلیے کہ اگرچہ انکے دماغ اور پٹھے قوت کے سبب سے کثرت شراب کے متحمل ہو سکتے ہین لیکن چونکہ انمین خشکی زیادہ نہین ہوتی اسلیے انکو شراب کی ضرورت نہین ہے علاوہ اسکے انمین بلغمی غلیظ رطوبتین زیادہ نہین ہوتین اور اُنکی اصلی حرارت قوی ہوتی ہے) مین کہتا ہون جوان اور گرم مزاج آدمی کو سفید رنگ کی شراب استعمال کرنا چاہیے جسمین پانی زیادہ ملا ہو کیونکہ سفید شراب شراب کی ساری قسمون کے اعتبار سے حرارت مین کم ہوتی ہے اور یہ بات گذر چکی ہے کہ جوان اور گرم مزاجون کو ایسی غذا استعمال کرنا چاہیے جو سرد ہو اور یہ جو مؤلف نے لکھا ہے کہ پانی ملانے کے بعد کچھ دیر تک اُسکو رکھنا چاہیے اُسکے بعد پینا چاہیے اسکی یہ وجہ ہے کہ جتنی دیر تک اُسمین پانی ملا رہیگا اُسکی حرارت کو زیادہ توڑیگا ۔ اور بوڑھے آدمی کے مناسب زرد رنگ کی شراب ہے جسمین پانی کم ملا ہو کیونکہ بوڑھے کا مزاج سرد ہوتا ہے اور غریب رطوبتون کی وجہ سے اُسمین تری ہوتی ہے اور زرد رنگ کی شراب جسمین پانی کم ملا ہو وہ شراب کی ساری قسمون سے زیادہ گرم ہوتی ہے اور اگر بوڑھا یہ چاہے کہ بدن خوب تیار ہو اور بدن کو اچھی طرح غذا پہونچے تو اُسکے لیے سرخ شراب مناسب ہے کیونکہ گو سرخ رنگ شراب کی حرارت بہ نسبت زرد رنگ کے کم ہوتی ہے لیکن سرخ مین غذائیت زیادہ ہوتی ہے ۔

کیونکہ اُسکا اکثر حصہ خون بنجاتا ہے۔ اور بوڑھے کو اجازت ہے کہ جتنی شراب کا متحمل ہوسکے پی لے کیونکہ اسکو جوانون کے
اعتبار سے قوت حاصل کرنے کی زیادہ صرورت ہے اور بچے کو شراب پینا ہرگز جائز نہین ہے کیونکہ اُسکے مزاج مین
گرمی ہوتی ہے شیخ نے لکھا ہے کہ بچون کا شراب پینا ایسا ہے جیسا کہ کسی کمزور جلتی ہوئی لکڑی کو اور آگ دینا۔ اور
جوان پر یہ بات واجب ہے کہ شراب اعتدال کے ساتھ پیے کیونکہ وہ بچے اور بوڑھے کے درمیان ہوتا ہے تو اُسکو کم شراب
بھی مضر ہوگی کیونکہ بوڑھے کی طرح وہ بھی قوت کا محتاج ہوتا ہے اور زیادہ شراب بھی مضر ہوگی کیونکہ
زیادہ مقدار سے اُسکو بسبب گرمی پہونچیگی بچے کی طرح سے (لہذا متوسط مقدار پر کفایت کرے) مولف کہتا ہے اور
شراب کا استعمال اُسیوقت کرنا چاہیے جبکہ غذا قعر معدہ سے نیچے اُتر جائے (یعنی معدہ سے اترنا شروع کرنے کے وقت
اور یہی ہضم کے پورا ہوجانے کے بعد کا زمانہ ہے اس لیے کہ اسوقت شراب غذا کو اعضا کی طرف نفوذ کرا دیگی
اور اُسکا بدرقہ بنجائیگی اور لقیہ ہضمون کو سہل کردیگی) اور کھانے کے درمیان اور متصل کھانے کے بعد مضر ہے کیونکہ
ایسی حالت مین کچی ہی غذا کو اعضا مین نفوذ کرا دیگی (اور اس سے سدہ پڑجائیگا اسلیے کہ شراب اپنے پتلے ہونے
اور بدرقہ ہونے کے ساتھ نفوذ کرادینے کی بہت بڑی قوت رکھتی ہے اور اعضا بھی چونکہ اس سے محبت رکھتے ہین
اسلیے اُسکو بہت زور کے ساتھ اپنی طرف کھینچ لیتے ہین اور اس سے ملی ہوئی غذا ہضم سے پہلے اُسکے ساتھ ہوکر
نفوذ کرجاتی ہے) اور یہ بات بھی جاننا چاہیے کہ جو شخص شراب کا خوگر ہوتا ہے کبھی اُسکو اس مقدار سے جو ہضم پر
معین ہو نفع پہونچتا ہے (یعنی شراب کی حرارت اور رطوبت سے۔ اور ہضم پر اعانت کرنے والی مقدار تھوڑی ہوا
کرتی ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ جس شخص کو شراب کی عادت ہوتی ہے اُسکو بغیر شراب پیے کھانا ہضم نہین ہوتا)
اور اُس مقدار سے اُسکو نفع نہین پہونچتا جو غذا کے نفوذ کرادینے پر قوت رکھتی ہو (یعنی زیادہ شراب) اور جبتک
سرور بڑھتا جائے اور رنگ نکھرتا آئے اور بدن کی جلد نرم پڑتی جائے اور جلد اُبھرتی جائے اور خوشی کے حرکات
صادر ہوتے رہین اور ذہن مین سلامت رہے تو شراب کے افراط مین کوئی اندیشہ نہین ہے اگر تاسرور کا بڑھنا
تو اُسکا یہ سبب ہے کہ سرور اُسیوقت پورا ہوا کرتا ہے جبکہ روح باہر کی طرف تھوڑا تھوڑا حرکت کرے اور یہ بات جبھی
ہوتی ہے جب روح کثرت سے ہو اور پتلی ہو اور صاف ہو اور اُسکا مزاج معتدل ہو اسلیے کہ جب روح تھوڑی ہوتی
ہے تو باہر کی طرف پھیلنے کو وفا نہین کرتی اسکے علاوہ روح دل مین ایک مناسب مقدار پر رہتی ہے پس
کمی کی حالت مین ۱۲
طبیعت اُسکی بابت بخل کرتی ہے اور اُسکو دل ہی مین روکے رہتی ہے اور پھیلنے نہین دیتی اور اگر غلیظ ہوتی ہے
تو باہر کی طرف اسکی حرکت سہل نہین ہوتی کیونکہ اسکی غلظت کے سبب سے مسامات اُسکی گنجائش نہین رکھتے نیز

بوجھل اور حرکت مین سست ہوتی ہے اور اگر مکدر ہوتی ہے یعنی میلی تو بھی غلظت اور اجزاے ارضیہ کے سبب سے
اُسکی حرکت دشواری سے ہوتی ہے اور ان اجزاے ارضیہ مین ظلمت اور تاریکی ایسی ہوتی ہے جس سے نفس کو وحشت
ہوتی ہے جیسے سوداوی مزاج لوگون مین ہوتا ہے پس روح اندر کی جانب حرکت کرتی ہے - اور اگر روح ٹھنڈے
مزاج کی ہوتی ہے تو بھی اُسکی حرکت باہر کی طرف سہل نہین ہوتی اسلیے کہ ٹھنڈک کا کام جما دینا اور حرکت سے روکنا
ہوتا ہے - اور اگر روح مین افراط سے حرارت ہوتی ہے تو اُسکی حرکت باہر کیطرف تھوڑی تھوڑی نہین ہوتی بلکہ یکبارگی
ہوتی ہے اور اس قسم کی روح والا کثرت اشتعال اور تیزی حرکت کی وجہ سے ہر وقت غیظ وغضب پر آمادہ رہتا
ہے اور شراب جبوقت اعتدال کے ساتھ پی جاتی ہے تو روح کو انھین صفتون کے ساتھ متصف کر دیتی ہے اسلیے
کہ شراب روح کی طرف بہت مستحیل ہوتی ہے اور جب ایسا ہے تو روح کی مقدار کو بڑھائیگی اور اپنی حرارت سے اُسکو
لطیف کریگی اور تنقیہ و تصفیہ کرکے اُسکے میل کچیل کو پاک کریگی اور اپنی معتدل حرارت سے اُسکو گرم کریگی اگر روح
ٹھنڈی ہو اور اپنی ساتھ والی مائیت سے اُسکی حرارت کو توڑیگی اگرچہ گرم ہو یہی وجہ ہے کہ شراب کے پینے والے
ذرا سی خوشی کی بات سے بہت زیادہ خوش ہوجایا کرتے ہین کیونکہ اُنھین خوشی کی نہایت استعداد ہوتی ہے - اور
اگر شراب افراط سے پی جاتی ہے تو روح مین شدت سے رطوبت آجاتی ہے اور باہر کی طرف حرکت کرنے سے
بوجھل ہوجاتی ہے اور استرخا کی کثرت سے اعضا کے مسامات بند ہوجاتے ہین پس روح مین نفوذ کے لیے
اُنمین گنجایش نہین رہتی اور ایسے وقت مین خوشی دور ہوجاتی ہے اور رنگ نکھرنے کا یہ سبب ہے کہ رنگ اُسیوقت
نکھرتا ہے جبکہ خون کثرت سے ہو اور رقیق اور صاف ہو اور حرارت مین معتدل ہو اور اس سے اسی صفت کی روح
بنے اور خون اور روح دونون ظاہر جلد کی طرف حرکت کرین پس ان دونون کی ظاہر کی طرف حرکت کرنے سے
یہ ہوتا ہے کہ رنگت چمکنے لگتی ہے اور اُسمین سرخی اور تازگی آجاتی ہے اور جب شراب اعتدال کے ساتھ پی جاتی
ہے تو اُس سے انھین صفتون کا خون اور روح پیدا ہوتی ہے اور جب شراب کے پینے مین افراط کیجاتی ہے تو رطوبت
بہت بڑھجاتی ہے اور یہ رطوبت اصلی حرارت پر چھا جاتی ہے تو خون اور روح مین اس سبب سے باہر کی طرف حرکت
کرنے مین سستی آجاتی ہے - اور خوشی کی حرکتون کا یہ سبب ہے کہ یہ فقط اصلی حرارت کے اُٹھنے اور اعتدال کے ساتھ
پٹھون کو حرارت دینے اور قوت دینے سے ہوا کرتی ہین اور افراط کے وقت اصلی حرارت دب جاتی ہے اور بجھ
جاتی ہے اور پٹھے لٹک پڑتے ہین اور ذہن کے سلیم ہونے کا یہ سبب ہے کہ ذہن کی سلامتی جبھی ہوتی ہے جب روح
کی حرکت مین تشویش اور کثرت بخارات کی وجہ سے اُسمین اضطراب نہو اور دماغ اور وہ روح جو دماغ مین ہے

تر انجزون سے تر ہنو) اور جب شراب کے استعمال سے اونگھ غالب ہوجائے اور تیلی زور پکڑے اور دماغ بوجھل ہوجائے
اور ذہن مین تشویش پیدا ہوا اور حرکت مین استرخا آجائے تو شراب کا ترک کرنا واجب ہے (اسلیے کہ شراب
افراط کی حد تک پہونچ چکی ہے۔ اونگھ کے غالب آنیکا یہ سبب ہے کہ جو رطوبت تر انجزون کی کثرت سے پیدا ہوتی
ہے اور دماغ اُس سے بھرجاتا ہے تو اونگھ غلبہ کرتی ہے اور تیلی کا یہ سبب ہے کہ یہ جبھی ہوتی ہے جبکہ معدہ شراب سے
بھرجاتا ہے اور وہ اوپر کو منھ کی طرف چڑھنے لگتی ہے۔ اور بدن اور دماغ کے بوجھل ہونیکا یہ سبب ہے کہ یہ
جبھی ہوتا ہے جبکہ رطوبتون کی کثرت سے امتلا پیدا ہوجاتا ہے۔ اور ذہن کے پراگندہ ہونیکا یہ سبب ہے کہ یہ
بات اُسی وقت ہوتی ہے جبکہ دماغ انجزون سے بھرجائے۔ اور حرکت مین ڈھیلا پن اور استرخا ہوجانیکا یہ سبب ہے
کہ یہ بات جبھی ہوتی ہے جبکہ رطوبت کی کثرت سے پٹھے بھیگ جائین اور نرم پڑ جائین) اور اسوقت مین قے
کرنا واجب ہے (اسلیے کہ یہ افراط معدہ کے مزاج کو فاسد کردیگی اور چونکہ اسکی طبیعت گرم ہے اسلیے جگر پر زیادہ
گذرنے سے جگر مین گرمی پھیلادیگی اور غیر منہضم انجزون کے دماغ مین زیادہ نفوذ کرنے سے دماغ کے مزاج کو
بگاڑدیگی اور پٹھون کے امراض پیدا کریگی اور سکتہ پیدا کریگی کیونکہ دماغ ان انجزون سے اسقدر بھرجاتا ہے کہ
اُسکے دماغ کے بطن اور روح کے مجرے بند ہوجاتے ہین اور ناگہانی موت کی نوبت ہوتی ہے کیونکہ دل
کے بطن شراب کے زیادہ نافذ ہونے سے بھرجاتے ہین اور اسکی خوشبو اور قلب کے ساتھ مناسب ہونا اس زیادہ
نفوذ ہونے کی علت ہے لہٰذا اسوقت مین سب تدبیرون سے یہی تدبیر افضل ہے کہ قے کیجائے) اور تھوڑی سی
شراب پیکر قے کرنا ردی ہے اسلیے کہ یہ قے بدن سے اُسکی نفع دینے والی چیز کو چھین لیگی (اور بدن اُسکی بابت
بخل کریگا یعنی اُس کیلوس جید کو روکنے کا قصد کریگا جو شراب سے بنا ہے) اور چھوٹے چھوٹے پیالون مین
شراب پینا بڑے پیالون مین شراب پینے سے بہتر ہے (کیونکہ تھوڑی چیز مین معدہ کا اثر قوی ہوتا ہے اور وہ
پورے طور پر ہضم ہوجاتی ہے فاسد نہین ہونے پاتی) اور پی دیر پینے سے یہ افضل ہے کہ دیر دیر مین پی جائے
تاکہ پہلی شراب دوسری شراب کے وارد ہونے سے قبل ہضم ہولے اور شراب کے جلسے کو عمدہ منظر سے
آراستہ کرنا چاہیے اُس جلسے مین انواع انواع کے پھول ہون اور معشوق ہون اور لذیذ اور خوشبودار خوشبوئین
ہون اور راگ گانا ہو جو طبیعت کو فرحت دے اور اس جلسے مین اُن سب باتون کو اُٹھادینا چاہیے جس سے
رنج ہو اور نفس کو انقباض اور تنگی ہو جیسے کہ مثلاً مکان مین یا بدن مین کوڑا کرکٹ اور میل کچیل ہو اور بغل مین
غسل نہ کرنے سے بو اور گندگی ہو اور میلے کپڑے ہون اور رنگ مین تیرگی ہو اور ایسا ہونا چاہیے کہ ہاتھ پانون

بوجھل اور حرکت مین سست ہوتی ہے اور اگر مکدر ہوتی ہے یعنی میلی تو بھی غلظت اور اجزاے ارضیہ کے سبب سے
اُسکی حرکت دشواری سے ہوتی ہے اور ان اجزاے ارضیہ مین ظلمت اور تاریکی ایسی ہوتی ہے جس سے نفس کو وحشت
ہوتی ہے جیسے سوداوی مزاج لوگون مین ہوتا ہے پس روح اندر کی جانب حرکت کرتی ہے - اور اگر روح ٹھنڈے
مزاج کی ہوتی ہے تو بھی اُسکی حرکت باہر کی طرف سہل نہین ہوتی اسلیے کہ ٹھنڈک کا کام جما دینا اور حرکت سے روکنا
ہوتا ہے - اور اگر روح مین افراط سے حرارت ہوتی ہے تو اُسکی حرکت باہر کیطرف تھوڑی نہین ہوتی بلکہ یکبارگی
ہوتی ہے اور اس قسم کی روح والا کثرت اشتعال اور تیزی حرکت کی وجہ سے ہر وقت غیظ و غضب پر آمادہ رہتا
ہے اور شراب جبوقت اعتدال کے ساتھ پی جاتی ہے تو روح کو انھین صفتون کے ساتھ متصف کر دیتی ہے اسلیے
کہ شراب روح کی طرف بہت مستحیل ہوتی ہے اور جب ایسا ہے تو روح کی مقدار کو بڑھائیگی اور اپنی حرارت سے اُسکو
لطیف کریگی اور تنقیہ اور تصفیہ کرکے اُسکے میل کچیل کو پاک کریگی اور اپنی معتدل حرارت سے اُسکو گرم کریگی اگر روح
ٹھنڈی ہو اور اپنی ساتھ والی مائیت سے اُسکی حرارت کو توڑیگی اگرچہ گرم ہو یہی وجہ ہے کہ شراب کے پینے والے
ذرا سی خوشی کی بات سے بہت زیادہ خوش ہوجایا کرتے ہین کیونکہ اُنھین خوشی کی نہایت استعداد ہوتی ہے - اور
اگر شراب افراط سے پی جاتی ہے تو روح مین شدت سے رطوبت آجاتی ہے اور باہر کی طرف حرکت کرنے سے
بوجھل ہوجاتی ہے اور ابخار کی کثرت سے اعضا کے مسامات بند ہوجاتے ہین پس روح مین نفوذ کے لیے
اُنمین گنجایش نہین رہتی اور ایسے وقت مین خوشی دور ہوجاتی ہے اور رنگ نکھرنے کا یہ سبب ہے کہ رنگ اُسیوقت
نکھرتا ہے جبکہ خون کثرت سے ہو اور رقیق اور صاف ہو اور حرارت مین معتدل ہو اور اس سے اسی صفت کی روح
بنے اور خون اور روح دونون ظاہر جلد کی طرف حرکت کرین پس ان دونون کی ظاہر کی طرف حرکت کرنے سے
یہ ہوتا ہے کہ رنگت چمکنے لگتی ہے اور اُسمین سرخی اور تازگی آجاتی ہے اور جب شراب اعتدال کے ساتھ پی جاتی
ہے تو اُس سے انھین صفتون کا خون اور روح پیدا ہوتی ہے اور جب شراب کے پینے مین افراط کیجاتی ہے تو رطوبت
بہت بڑھجاتی ہے اور یہ رطوبت اصلی حرارت پر چھا جاتی ہے تو خون اور روح مین اس سبب سے باہر کی طرف حرکت
کرنے مین سستی آجاتی ہے - اور خوشی کی حرکتون کا یہ سبب ہے کہ یہ فقط اصلی حرارت کے اُٹھنے اور اعتدال کے ساتھ
پٹھون کو حرارت دینے اور قوت دینے سے ہوا کرتی ہین اور افراط کے وقت اصلی حرارت دب جاتی ہے اور بُجھ
جاتی ہے اور پٹھے لٹک پڑتے ہین اور ذہن کے سلیم ہونے کا یہ سبب ہے کہ ذہن کی سلامتی جبھی ہوتی ہے جب روح
کی حرکت مین تشویش اور کثرت بخارات کی وجہ سے اُسمین اضطراب نہو اور دماغ اور وہ روح جو دماغ مین ہے

ترا بخرون سے تر نہو) اور جب شراب کے استعمال سے اونگھ غالب ہو جائے اور سستی زور پکڑے اور دماغ بوجھل ہو جائے
اور ذہن مین تشویش پیدا ہو اور حرکت مین استرخا آجائے تو شراب کا ترک کرنا واجب ہے (اسلیے کہ شراب
افراط کی حد تک پہونچ چکی ہے۔ اونگھ کے غالب آنیکا یہ سبب ہے کہ جو رطوبت ترا بخرون کی کثرت سے پیدا ہوتی
ہے اور دماغ اُس سے بھر جاتا ہے تو اونگھ غلبہ کرتی ہے اور سستی کا یہ سبب ہے کہ یہ بھی ہوتی ہے جبکہ معدہ شراب سے
بھر جاتا ہے اور وہ اوپر کو منھ کی طرف چڑھنے لگتی ہے۔ اور بدن اور دماغ کے بوجھل ہونیکا یہ سبب ہے کہ یہ
بھی ہوتا ہے جبکہ رطوبتون کی کثرت سے امتلا پیدا ہو جاتا ہے۔ اور ذہن کے پراگندہ ہونیکا یہ سبب ہے کہ یہ
بات اُسی وقت ہوتی ہے جبکہ دماغ ابخرون سے بھر جائے۔ اور حرکت مین ڈھیلا پن اور استرخا ہو جانیکا یہ سبب ہے
کہ یہ بات جبھی ہوتی ہے جبکہ رطوبت کی کثرت سے پٹھے بھیگ جائین اور نرم پڑ جائین) اور اسوقت مین قے
کرنا واجب ہے (اسلیے کہ یہ افراط معدہ کے مزاج کو فاسد کر دیگی اور چونکہ اسکی طبیعت گرم ہے اسلیے جگر پر زیادہ
گذرنے سے جگر مین گرمی پھیلا دیگی اور غیر منہضم ابخرون کے دماغ مین زیادہ نفوذ کرنے سے دماغ کے مزاج کو
بگاڑ دیگی اور پٹھون کے امراض پیدا کریگی اور سکتہ پیدا کریگی کیونکہ دماغ ان ابخرون سے اسقدر بھر جاتا ہے کہ
اُسکے دماغ کے بطن اور روح کے مجرے بند ہو جاتے ہین اور ناگہانی موت کی مورث ہوتی ہے کیونکہ دل
کے بطن شراب کے زیادہ نافذ ہونے سے بھر جاتے ہین اور اسکی خوشبو اور قلب کے ساتھ مناسب ہونا اس زیادہ
نفوذ ہونے کی علت ہے لہذا اسوقت مین سب تدبیرون سے یہی تدبیر افضل ہے کہ قے کیجائے) اور تھوڑی سی
شراب پیکر قے کرنا ردی ہے اسلیے کہ یہ قے بدن سے اُسکی نفع دینے والی چیز کو چھین لیگی (اور بدن اُسکی بابت
بخل کریگا یعنی اُس کیلوس جید کو روکنے کا قصد کریگا جو شراب سے بنا ہے) اور چھوٹے چھوٹے پیالون مین
شراب پینا بڑے پیالون مین شراب پینے سے بہتر ہے (کیونکہ تھوڑی چیز مین معدہ کا اثر قوی ہوتا ہے اور وہ
پورے طور پر ہضم ہو جاتی ہے فاسد نہین ہونے پاتی) اور پے در پے پینے سے یہ افضل ہے کہ دیر دیر مین پی جائے
تاکہ پہلی شراب دوسری شراب کے وارد ہونے سے قبل ہضم ہو لے اور شراب کے جلسے کو عمدہ منظر سے
آراستہ کرنا چاہیے اُس جلسے مین انواع انواع کے پھول ہون اور معشوق ہون اور لذیذ اور خوشبودار خوشبوئین
ہون اور راگ گانا ہو جو طبیعت کو فرحت دے اور اس جلسے مین اُن سب باتون کو اُٹھا دینا چاہیے جس سے
رنج ہو اور نفس کو انقباض اور تنگی ہو جیسے کہ مثلاً مکان مین یا بدن مین کوڑا کرکٹ اور میل کچیل ہو اور بغل مین
غسل نہ کرنے سے بو اور گندگی ہو اور میلے کپڑے ہون اور رنگ مین تیرگی ہو اور ایسا ہونا چاہیے کہ ہاتھ پانون

اور بدن اچھی طرح دھو لیا جائے اور چمکدار کپڑے پہن لیے جائیں اور داڑھی اور سر میں کنگھی کر لی جائے اور ناخن ترشوا لیے جائیں اور یہ چاہیے کہ جس جلسہ میں دور شراب ہو وہ بلند ہو کشادہ ہو بہتے ہوئے پانی کے قریب ہو ظریف احباب کے ساتھ ہو اور ان سب باتوں کی وجہ یہ ہے کہ شراب نفس کی سب قوتوں کو حرکت دیتی ہے اور نفس کی شہوتوں کو برانگیختہ کرتی ہے پس جسوقت شہوانی قوتوں میں سے کوئی قوت اپنے مطلوب کو نہیں پاتی تو اُسکو اذیت ہوتی ہے اسلیے نفس اپنے انقباض اور اپنے مطلوب کے نہ ملنے سے شراب کی طرف توجہ نہیں کرتا (یعنی پوری طرح سے) اور پورا ضروری تصرف اُس میں نہیں کرتا اور اس سے شراب کا نفع کم ہو جاتا ہے اور اکثر اوقات نفس کے تصرف نکرنے سے شراب فاسد ہو جاتی ہے اور صالح اخلاط کو فاسد کر دیتی ہے اور اسکا یہ نتیجہ ہوگا کہ شراب اپنے نفع سے بڑھکر ضرر کریگی۔ اور شراب کی بعض منفعتیں نفس سے تعلق رکھتی ہیں اور بعضی بدن سے۔ جو منفعتیں کہ نفس سے تعلق رکھتی ہیں اُن منفعتوں میں شراب کے برابر کوئی چیز نہیں ہے (بڑے بڑے طبیب اسکے قائل ہو چکے ہیں کہ ہم ایسی کوئی چیز نہیں تیار کر سکتے جو نفسانی منفعتوں میں شراب کی مدمقابل ہو سکے) اور یہ مثل سرور کے ہے (سرور کے موجب ہونیکا سبب بیان ہو چکا) اور مثل کشادگی نفس کے ہے (کشادگی نفس ایک ایسی حالت ہے جسکا صاحب ہمیشہ خوش رہتا ہے بغیر اسکے کہ خوفناک امور پر اقدام کر سکے اور اس کشادگی کا سبب روح کی مقدار کا بڑھجانا ہے اور قلب کی حرارت اور شراب کی گرمی دینے اور اُس مادہ کا زیادہ ہو جانا ہے جس سے روح بنتی ہے اور مادۂ روح کا لطیف ہو جانا اور اُسکے اعتدال قوام سے روح کی نورانیت کا چمک جانا ہے) اور مثل نفس کی تقویت کے (اسطرح پر کہ اسکا صاحب خوفناک امور پر بہت پیش قدمی کرنے والا ہوتا ہے اور اسکا سبب روح کی قوت اور روح اور حرارت غریزیہ کا اشتعال ہے) اور مثل فراخ ہو جانے نفس کی امیدوں اور تمناؤں کے اور اُسکو بہادر بنانیکے اور بخل اور غم دور کرنے کے (کیونکہ ان امور کی ضدیں فقط دل کے کمزور ہو جانے اور ٹھنڈے پڑ جانے سے پیدا ہوتی ہیں اور شراب دل کی تقویت کرتی ہے اور اُسے گرم رکھتی ہے اسلیے نفس کی امیدیں فراخ ہو جاتی ہیں کیونکہ امیدیں اُسی وقت بڑھتی ہیں جبکہ آئی ہوئی چیز کے جاتے رہنے کا خوف جاتا رہے اور بہادری اسلیے پیدا ہوتی ہے کہ بہادری جبھی ہوتی ہے جبکہ مکروہ چیز کا خوف جاتا رہے۔ اور شراب سخاوت کی بھی موجب ہوتی ہے کیونکہ سخاوت جبھی ہوتی ہے جبکہ محتاجی کا خوف نہ رہے اور خوشی کے پیدا کرنے کا سبب معلوم ہو چکا) اور مثل دور کر دینے فکر فاسد کے (کیونکہ فکر فاسد خلط سودا سے پیدا ہوتی ہے) اور شراب مالیخولیا کے لیے سب سے بڑھکر نفع کرتی ہے کیونکہ شراب مفرح ہوتی ہے اسلیے کہ روح کا تصفیہ کرتی ہے اور سودا سے وحشت پیدا ہوتی ہے اسلیے کہ روح کو مکدر کرتا ہے اور تفریح اور

وحشت دلانا یہ دونون آپس مین متضاد ہین لہذا شراب مالیخولیا کے لیے سب چیز سے بڑھکر نافع ہوگی اور گمان کو
اور خلق کو اچھا کردیتی ہے (اسلیے کہ بدگمانی اور بدخلقی سودا سے پیدا ہوتی ہے اور شراب سودا کی ضد ہے) اور
جسکا دماغ قوی ہو اُسکے ذہن کو قوت دیتی ہے کیونکہ ایسے شخص کا دماغ شراب کے اجزاء سے اثر نہین قبول
کرتا (یعنی اُن اجزاء سے جو اُسکی طرف چڑھتے ہین اور نشہ پیدا کرتے ہین بلکہ اُن اجزاء کے دور کردینے پر اور
اپنے مین نفوذ کرنے سے روکنے پر اور اگر نفوذ کرجائین تو اُنکے تحلیل کرڈالنے پر قوت رکھتا ہے لہذا ایسے دماغ مین
ایسی چیز مجتمع نہوگی جو روح کو پراگندہ کردے تاکہ یہ اجزاء اُسپر قوی ہوکر بہت سے ہوجائین اور دماغ کی قوت اُنکے مقابلہ
سے عاجز آجائے) بلکہ قوی دماغ فقط شراب کی لطیف اور مناسب حرارت سے منفعل ہوتا ہے اور یہ حرارت اُسکے
ذہن کو ایسا صاف کردیتی ہے کہ اُسکے سوا اور کسی سے ایسی صفائی نہین ہوسکتی - اسلیے کہ شراب روح کو اور خون کو
گرم کرتی ہے اور یہ دونون دماغ کی طرف نفوذ کرتے ہین اور اُسے ایک ایسی مناسب گرمی سے گرم کرتے ہین
کہ جس سے دماغ اور روح کا مزاج خراب نہین ہونے پاتا بلکہ اُسمین لطافت اور حرکت کی سرعت اور معانی اور صورتون
سے انفعال کو جلد قبول کرلینا بڑھ جاتا ہے کیونکہ یہی شراب ایسی غلیظ رطوبتون کو تحلیل کرڈالتی ہے جو کہ حرکت کی
تیزی اور جلدی سے صورتون اور معانی کے قبول کرنے کی مانع ہوتی ہین اور یہ بات تصفیۂ ذہن کی موجب ہوتی
ہے اسلیے کہ ذہن کی صفائی کا اطلاق نفس کی استعداد پر ہوتا ہے جس سے بلا تشویش اور اضطراب کے جو کہ مقدمات
سے مطلوب حاصل ہونے کی مزاحم ہو مطلوب حاصل ہوجائے) اسی لیے جس شخص کا دماغ قوی ہوتا ہے جلدی سے
مدہوش نہین ہوتا اور جلدی اور دیر مین نشہ آنے ہی سے دماغ کی قوت اور ضعف کا حال معلوم ہوتا ہے (کیونکہ جو دماغ
ضعیف ہوتا ہے وہ شراب کے اجزاء کو بہت زیادہ قبول کرلیتا ہے پس اُن اجزاء کی حرارت اور مکانی مزاحمت
سے روح مضطرب ہوجاتی ہے اور اُسکی حرکتین پراگندہ ہوجاتی ہین اور ان اجزاء کے ملجانے سے دماغ مین جو
غلظت اور کدورت پیدا ہوتی ہے وہ اُس لطافت سے زیادہ ہوتی ہے جو شراب کی حرارت سے پیدا ہوتی ہے
اسکے علاوہ ضعیف دماغ اپنی غذا کے ہضم کرنے سے عاجز ہوتا ہے اور اسوجہ سے اُسمین فضلیہ رطوبتین بکثرت جمع ہوجاتی
ہین اور شراب کی حرارت اُنکو حرکت دیتی ہے اور تبخیر پیدا کردیتی ہے پس روح کے غلیظ کرنے اور مزاحم ہونے مین یہ
اجزاء شراب کے اجزاء کو اور مدد دیتے ہین اسوجہ سے روح کی حرکتون مین تشویش اور اضطراب بہت بڑھ جاتا ہے)
اور شراب کی جو منفعتین بدن کے ساتھ تعلق رکھتی ہین وہ گو کہ شراب کے سوا اور مرکبات اور معجونون سے بھی حاصل
ہوسکتی ہین لیکن دشواری کے ساتھ (کیونکہ بعضی مفرد دوائین میسر نہین ہوتین) اور بدن کی منفعتین مثل رنگ نکھارنے

اور اسکو سرخ کرنے اور صاف کرنے اور چمکانے کے ہین (کیونکہ شراب سے لطیف خون اور لطیف روح پیدا ہوتی ہو)
اور مثل قوی کرنے حرارت غریزیہ اور اپنی لطیف حرارت سے اُسکے اُٹھانیکے اور مثل رطوبتون کے پکانے کے (اپنی
تسخین اور تلطیف سے) اور مثل رطوبتون کے پھیلا دینے کے (اپنی ترقیق اور ترطیب سے) اور مثل مجرون کے کھولنے
کے (اپنی رقت اور نفوذ کی قوت کے سبب سے) اور مجرون کے سدے دور کرنے کے اور مسامات کھولنے کے اور
ہضم کے قوی کرنے کے (اپنی حرارت سے) اور روح کی تکثیر سے (کیونکہ اسکی لطافت کے سبب سے اس سے لطیف
روحی الجزے کثرت سے پیدا ہوتے ہین) اور روح کی تلطیف کے (یعنی غلیظ اور مکدر الجزون سے بسبب اپنی لطیف
حرارت کے) اور روح اور خون کے نورانی کرنے کے اور صاف کرنے خون کے (اسکے فضلون کو تحلیل کرکے)
اور بلغم کے پکانے کے اور اسکی تلطیف کے اور صفرے کے ادرار کے (اسلیے کہ شراب اپنی حرارت سے اور
مائیت کی کثرت سے ادرار کرنے مین قوت رکھتی ہے مگر جبکہ مرہ صفرا ہو کہ وہ آپ ہی اُسکی مطاوعت نہین کرتا
کیونکہ وہ خود لطیف ہے) اور اسکی ترطیب کے (اپنی مائیت کی کثرت سے) اور سودا کے مزاج کی تعدیل کے
(اپنی حرارت اور رطوبت سے) اور اُسکے شر کو دور کرنے کے (کیونکہ اُسکے اور شراب کے آثار مین تضاد ہے) اور
اُسکے اخراج کے (اسلیے کہ یہ اُسے پتلا اور تر کر دیتی ہے اور نکلجانے اور پھیلجانے پر اُسکو مستعد کر دیتی ہے) اور شراب
کا نفع نفسانی قوتون سے بڑھکر طبعی اور حیوانی قوتون کے ساتھ تعلق رکھتا ہے (طبعیہ قوتون کے ساتھ
تعلق رکھنے کی تو یہ وجہ ہے کہ شراب ہضم کو اور معدہ کو اپنی لطیف حرارت سے قوی کرتی ہے اور غذا کو اعضا مین نفوذ
کرا دیتی ہے اور صفرا کا ادرار کرتی ہے اور بلغم کی تقطیع اور تفتیح کرتی ہے اور سودا کو پھیلاتی ہے اور اُس سے ضد رکھتی ہے
اور بدن کو فربہ کرتی ہے اور رنگ کو نکھارتی ہے اور مجرون کو کھولتی ہے اور حیوانی قوتون کے ساتھ تعلق رکھنے کی یہ
وجہ ہے کہ قلب کی تقویت کرتی ہے اور اصلی حرارت کو برانگیختہ کرتی ہے اور روح کو بڑھاتی ہے اور اُسے لطیف اور
روشن کرتی ہے رہین نفسانی قوتین تو شراب کا یہ رنگ ہے کہ گو وہ ذہن کو صاف کرتی ہے اور روح کو لطیف کرتی ہے
لیکن دماغ کی طرف الجزے بہت جاتے ہین اور دماغ اصل مین اور جوہر مین ایک ہلکا اور ملائم عضو ہے اور اُسکے
ساتھ جھلیون اور ہڈیون سے مضبوط کیا ہوا ہے پھر یہ الجزے آپ ہین سے بآسانی نہین تحلیل ہو سکتے اسی سبب سے جبکہ
الجزے بہت ہوتے ہین تو دماغ کی قوتون کو ضعیف کر ڈالتے ہین اور اُسکے افعال کے ازالہ کا موجب ہوتے ہین
اور اسکی حرارت کی وجہ سے جو تلطیف ہوتی ہے اُس سے بڑھکر روح کے قوام مین کدورت اور غلظت اور روح کے
قلق اور تشویش اور اُسکی مکانی مزاحمت کا یہ الجزے سبب پڑتے ہین) اور شراب کا ہمیشہ پینا ذہن کو بلید اور

معطل کر دیتا ہے (اسلیے کہ شرابی ابخرے دماغ کی طرف کثرت سے نفوذ کرتے ہین اور یہ ابخرے اپنی تری اور تسخین کی افراط سے دماغ کو لنگا دیتے ہین اور اُسکی روحون کو غلیظ اور مکدر کر دیتے ہین) اور پٹھون کو لنگا دیتی ہے (کیونکہ دماغ کے تر ہونے سے پٹھے بھی تر ہو جاتے ہین اسی سے لٹک پڑتے ہین اور اسلیے کہ پٹھون کی ٹھنڈک کے سبب سے شراب نضج کے کامل کرنے سے عاجز آجاتی ہے اور شراب انمین فاسد ہو جاتی ہے اور بگڑ جاتی ہے اور فضلیہ رطوبت کیطرف مستحیل ہو جاتی ہے) اور رعشہ پیدا کرتی ہے (پٹھون کی کمزوری اور لٹک پڑنے سے) اور تشنج پیدا کرتی ہے (اسلیے کہ جو شراب پٹھون کی طرف نفوذ کرتی ہے اگر وہ تیز اور لگتی ہوئی ہوتی ہے تو لذعی تشنج پیدا ہو جاتا ہے اور اگر مائی اور ٹھنڈی ہوتی ہے تو استرخاء پیدا ہو جاتا ہے اور اگر غلیظ ہوتی ہے تو امتلائی تشنج پیدا ہوتا ہے) اور اکثر اوقات نشہ والا سکتے سے مرجاتا ہے (اسلیے کہ دماغ مین ابخرے اسقدر کثرت سے جمع ہو جاتے ہین کہ دماغ کے بطون کو بھر دیتے ہین اور روحون کے مجرون کو بند کر دیتے ہین اور ہو سکتا ہے کہ سکتے سے قلبی سکتہ مراد لیا جائے کیونکہ شراب قلبی دواؤن مین سے ہے اور اسکا نفوذ قلب مین اسقدر ہوتا ہے کہ دل اُسکے دفع کرنے پر قوت نہین رکھتا پس روح گھٹ جاتی ہے اور آدمی یکایک مرجاتا ہے) اور تری (یعنی خالص بے پانی ملی ہوئی) شراب خون کی جلا دینے والی ہے (اسلیے کہ اس سے دماغ کی طرف اُٹھ کر جانے والے ابخرے بہت زیادہ اور بہت گرم ہوتے ہین پس وہ دماغ کو گرم کر دیتے ہین اور سخت ایذا دینے والا دردسر اس سے پیدا ہوتا ہے اور کبھی کبھی اس سے سرسام ہو جاتا ہے) اور جگر کے مزاج کو بگاڑ دیتی ہے (کیونکہ کثرت سے اُسپر آتی جاتی ہے اور اس بار بار کے آنے جانے سے اُسمین بعید گرمی پیدا ہو جاتی ہے) اور مسطار (بحر الجواہر مین ہے کہ مُسطار بالضم یا بالکسر وہ شراب ہے جسپر چھ مہینے نہ گذرے ہون اور یہ لفظ مست کار یا مشت فشار کا معرب ہے صاحب مجمل نے لکھا ہے کہ مسطار کھٹی شراب کو کہتے ہین صحاح مین ہے کہ یہ ایک قسم کی شراب ہے جسمین کچھ ترشی ہو برہان مین ہے شرابے کہ از انگور پیشتر بس رسانیدہ باشند) اس سے ذوسنطاریا کا خوف ہوتا ہے (یعنے اسہال کبدی کا اندیشہ ہوتا ہے اس لفظ کی تحقیق گذر چکی ہے اور شرح مین بھی اسکی کچھ تحقیق آتی ہے فانتظر هنیۃ) اسکے نفخ اور اسہال کے سبب سے (نفخ کا تو یہ سبب ہے کہ اس شراب مین فضلیہ رطوبتین کثرت سے ہوتی ہین کیونکہ شراب کا یہ قاعدہ ہے کہ اسپر جتنا زمانہ گذرتا جاتا ہے اُسی قدر اُسکی رطوبتین تحلیل ہوتی جاتی ہین اور جب اس شراب پر زیادہ زمانہ نہ گذرا تو اُسکی رطوبتین بدستور باقی رہینگی اور فضلیہ رطوبتین حرارت پر چھا جائینگی لہذا اُسکی حرارت کمزور ہوگی اور یہ قاعدہ ہے کہ جب ضعیف حرارت بہت سی رطوبتون مین اثر کرتی ہے تو نفخ پیدا کرتی ہے اور اسہال سے مراد طبیعت کی تلیین ہے تاکہ جو کچھ رگو نمین ہے اُسکو نکال دیا جائے اور اسکا سبب یہ ہے کہ یہ شراب اپنی غلظت کے سبب سے

اساریقا مین نفوذ نہین کر سکتی اسلیے اُسکا زیادہ حصہ آنتون مین باقی رہجاتا ہے اور اُنکے جرم کو تر کر دیتی اور انہین
لٹکا دیتی ہے اور پائخانہ کو پتلا کرتی اور پھسلاتی ہے اور نفخ چونکہ آنتون کو کھینچتا ہے اسیلیے اسہال پر معاون ہوتا ہے
اور جو کچھ آنتون مین ہے اُسکے دفع کرنے مین مدد دیتا ہے۔ رہا اس سے مرض ذوسنطاریا کا پیدا ہونا سو اسکی یہ
وجہ ہے کہ جگر مین غذا کے کم نفوذ کرانے اور آنتون کی راہ سے نکلجانے سے جگر کو ضعیف کر دیتی ہے اور جگر مین ریاح
پیدا کر کے اسمین کھنچاوٹ پیدا کرتی ہے اور جگر مین کبھی کبھی اسی وجہ سے تفرق اتصال پیدا ہوجاتا ہے اور جب جگر ضعیف
ہوجاتا ہے تو غذا کو بھی نہین جذب کر سکتا اور یہ سب باتین ایسی ہین جنسے ذوسنطاریا پیدا ہوتا ہے) اور متواتر مدہوشی
دماغ کی قوتون کو سُست کر دیتی ہے (کیونکہ نشہ اُسی وقت ہوتا ہے جبکہ دماغ کی طرف کثرت سے ابخرے چڑھتے ہین
اور اسمین شک نہین کہ یہ ابخرے اپنی کثرت سے دماغ مین استرخا پیدا کر دیتے ہین اور دماغ کی روحون کو مکدر کر دیتے
ہین) اور پٹھون کو سُست کر دیتا ہے (کیونکہ دماغ اور پٹھون مین اتصال ہے اسیلیے دماغ کے استرخا اور تر ہونیسے
پٹھون مین بھی استرخا اور تری آجاتی ہے اور اس سے سستی پیدا ہوتی ہے) اگر دماغ کی قوتون کو راحت دینے کیلیے
مہینہ مین دو بار شراب کا استعمال کیا جائے تو مضائقہ نہین ہے (راحت پہونچنے کی یہ وجہ ہے کہ دماغی قوتین مدتِ نشہ
مین اپنے اپنے کام چھوڑ دیتی ہین) اور ٹھنڈا موسم اور ٹھنڈا شہر شراب کی کثرت اور قوت کے متحمل ہوسکتے ہین (اسلیے
کہ شراب خون زیادہ پیدا کرتی ہے اور اُسے پتلا اور گرم کرتی ہے اور اُسے تمام بدن مین پھیلاتی ہے اور روح کو
کثرت سے پیدا کرتی ہے اور اُسے گرم کرتی ہے اور اُسے خون کے ساتھ ساتھ باہر کی طرف حرکت دیتی ہے اور
اعضا کو گرم کر دیتی ہے جس سے خارجی سردی کا مقابلہ کرتی ہے اور خارجی ٹھنڈک بھی گرمی کی افراط مین اُسکا مقابلہ
کرتی ہے بخلاف خارجی گرمی کے کہ اسوقت اُسکی حرارت اور بڑھ جاتی ہے اور ایسا ہوتا ہے کہ لکڑی مین آگ پر آگ
لگا دی جائے) اور نُقل کو جتنا کم کیا جائے بہتر ہے (کیونکہ تنقل جس کسی چیز سے ہو شراب سے بڑھکر غلیظ ہے پس
شراب ہضم سے پہلے اُسے نفوذ کرا دیگی) لیکن گرم مزاج والا (اپنے مزاج کی گرمی کے سبب سے) کبھی کبھی اور کھٹے میٹھے
انار اور سیب اور امرود اور زعرور (ایک قسم کا بیر ہے) اور لیمو اور ترنج کی ٹکیون اور انکے شربتون کے تنقل سے نفع
حاصل کیا کرتا ہے بلکہ کبھی (افراط کی حرارت کے وقت) قرص کافور کے تنقل کی حاجت پڑا کرتی ہے جیسا کہ دق والے
لوگون سے کیا جاتا ہے (کیونکہ یہ چیزین شراب اور مزاج کی حرارت کی تعدیل کرتی ہین اور دماغ کی طرف ابخرون
کے چڑھنے کو مانع ہوتی ہین) اور نفس کافور سے قرص کافور بہتر ہے اسیلیے کہ اسمین اور دوائین مثل صندل
اور طباشیر کے پڑا کرتی ہین اور اسیلیے کہ قرص معدہ مین دیر تک رہتا ہے اور کافور جلد نفوذ کر جاتا ہے

پس اسکی تاثیر کافور سے بڑھ کر ہوگی ریاض الادویہ مین ہے قرص کافوری را سود مند آید صفت آن مغز تخم خیار مغز تخم بادرنگ مغز تخم کدو مغز تخم بہی از ہر یک پنجدرم گل سرخ طباشیر آب سبوس از ہر یک سہ درم صمغ عربی صندل سفید نشاستہ از ہر یک دو درم ریوند یک درم کافور نیم درم ہمہ را بکوبند و بلعاب سبوس سرشتہ قرصہا سازند واز یکدرم تا یک مثقال در شیرہ خرفہ حلکردہ میل فرمایند) اور ٹھنڈے مزاج والا سیب کی جوارش اور بہی کی جوارش اور گلقند کے نقل سے نفع حاصل کرتا ہے (کیونکہ یہ چیزین معدہ کی تقویت کرتی ہین اور اعتدال کے ساتھ اسکو گرم رکھتی ہین اسلیے کہ شراب کبھی معدہ مین تیز سرکہ کی طرف مستحیل ہو جاتی ہے پھر معدہ کو اذیت دیتی ہے اور اکثر اوقات تشنج اور فواق پیدا کر دیتی ہے) اور نفع حاصل کرتا ہے چھوارے اور پستہ کے ساتھ اور جن لوگون کا مزاج مرطوب ہوتا ہے وہ اُن چیز سے نفع حاصل کرتے ہین جو داڑھون سے چبائی جائے (اس سے وہ چیزین مراد ہین جو دانتون سے توڑکر نقل کیجاتی ہین بعضے کہتے ہین کہ اس سے بھُنے ہوے چنے مراد ہین) اور نفع حاصل کرتے ہین زیتون الماء کے ساتھ (یعنی کچے زیتون کے ساتھ جو نمک اور پانی مین بھیگا ہوا ہو) اور نمکین پستہ اور بادام کے ساتھ اور جو چیزین دیر مین نشہ ہونے دیتی ہین اُنکو بادام کے ساتھ نقل کرنا (یہ سب چیزین مرطوب مزاج والون کو مفید پڑتی ہین۔ اسلیے کہ بادام شراب کے ابخرون کو دماغ کی طرف چڑھنے سے روکتے ہین کیونکہ یہ اپنی دہنیت اور لزوجت سے انھین گاڑھا کر دیتے ہین اور دیر تک معدہ مین ٹھہرتے ہین دوسرے پیشاب کا ادرار کرتے ہین پس جو شراب کہ پہلے پیجاتی ہے اُسے پہلے اور اُس سے پہلی کو پہلے پیشاب کے راستے نکال دیتے ہین لہذا شراب معدے مین اتنی دیر تک ٹھہرنے نہین پاتی کہ اُس سے ابخرے دماغ کو اٹھین) خصوصاً اگر تلخ بادام (مقشر) قبل استعمال شراب کے پچاس دانے نقل کر لیے جائین تو نشہ کو روک دینگے اسی طرح نمکین کرم کلہ کے بیجون کا نقل کرنا (کیونکہ یہ ابخرون کو خشک کرتے ہین)، اسی طرح کرم کلہ اور رومی کرم کلہ کا قبل شراب کے استعمال کرنا (کہ اس سے ابخرے غلیظ ہو جاتے ہین) اسی طرح سے مدر چیزون کا استعمال کرنا نشہ کو منع کرتا ہے (کیونکہ یہ چیزین شراب کو پیشاب کے راستے اُس سے پہلے نکال دیتی ہین کہ اُسکا بخار دماغ تک پہونچے) اور شوربے مین چپڑی ہوئی روٹیون کے بھیگے ہوے ٹکڑے کو نشہ کو دیر مین آنے دیتے ہین (کیونکہ اپنی دہنیت کی وجہ سے ابخرون کو غلیظ کر دیتے ہین) لیکن زیادہ پینے سے مانع ہوتے ہین (کیونکہ بہت کھانا بہت پینے کا مانع ہوا کرتا ہے اسلیے کہ معدہ اور آنتین اسوقت مین دفع کی مشتاق ہوتی ہین نہ جذب کی اسکے علاوہ یہ ٹکڑے نفوذ دیر مین ہوتے ہین اور معدہ مین اپنی چکنائی کے سبب دیر تک باقی رہتے ہین اور متلی بھی بہت لاتے ہین کیونکہ اپنی چکنائی کے سبب سے فم معدہ کیطرف چڑھ آتے ہین اور نکلجانے کے مشتاق ہوتے ہین) اور جلد نشہ لانے والی چیزین مثلاً جوز (یعنی جوز بوا جسے ہندی مین جائے پھل

کہتے ہین) کا نقل ہے اور اسکا شراب مین بھگونا ہے اسیطرح عود ہندی (جسکو ہندی مین اگر کہتے ہین یعنی اگر کا نقل
یا شراب مین بھگونا بھی جلد نشہ لاتا ہے کیونکہ اس سے بخارات جلد چڑھتے ہین) اور کھانے دانے اور بھنگ کی پتی اور
زعفران دکا نقل اور بھگونا ہے واضح ہو کہ قنب ایک گھانس ہے آدمی کے قد بھر یا زیادہ طول مین اسپر چھلکے ہوتے
ہین جس سے عمدہ رسیان اور کاغذ سمرقند مین بنایا جاتا ہے اسکے بیجون کا نام شہدانج ہے اسکی پتی بہت جلد نشہ
لاتی ہے خصوصًا قنب ہندی کہ یہ اسکی ایک قسم ہے جو باغون مین بوئی جاتی ہے اور مقدار ایک درہم یا دو درہم
خوب نشہ لاتی ہے اور کئی طرح استعمال کی جاتی ہے بعضے لوگ اسکی پتی کو نہایت درجہ پکاتے ہین اور ہاتھون سے
اسقدر ملتے ہین کہ گل جاتی ہے اور اسکی ٹکیان بناتے ہین اور بعضے لوگ اسکو سکھاتے اور بھونتے ہین اور مہین
پیس کوٹ کر اسکی پھنکی بناتے ہین اور دیر تک اسے چباتے رہتے ہین ہمیشہ اسکا استعمال کرنا مورث جنون ہے)
اور یہ سب چیزین تنہا نشہ لاتی ہین (چہ جائیکہ شراب کے ساتھ انکا نقل کیا جائے) لیکن بھنگ (اور یہ تین قسم پر
ہے ایک تو وہ جسکے بیج کالے ہوتے ہین اور دوسری وہ جسکے بیج سرخ ہوتے ہین اور یہ دونون قسمین ردی ہین
اعمال طب مین ان دونون کی کوئی منفعت نہین ہے اور تیسری قسم وہ جسکے بیج سفید ہوتے ہین اور یہی قسم
استعمال مین آتی ہے اور روح کو غلیظ کرنے کے سبب سے نیند لاتی ہے اور خشکی اور ٹھنڈک مین مزاج روح کے
منافی اور نامناسب ہونے سے اسکے مزاج کو فاسد کرکے خدر اور سستی پیدا کرتی ہے) اور لفاح (یہ یبروح کا پھل ہے)
اور شوکران (یہ ایک قسم کی گھانس ہوتی ہے جسکی شاخین رازیانے کی شاخون کے مشابہ اور پتی کھیرے کی پتی کے
مشابہ ہوتی ہے اور پھول اسکے سفید ہوتے ہین اور بیج اسکے انیسون کے مشابہ ہوتے ہین اور عمدہ شوکران وہ ہے
جو مقام تفت مین پیدا ہوتی ہے جو یزد کا ایک گاؤن ہے) اور افیون (مصنف کہتے ہین کہ یہ کالی خشخاش کا شیرہ
نہین ہے جیسا کہ لوگون کا گمان ہے بلکہ یہ خشخاش کی ایک قسم کا گوند ہے اور اسکے نکالنے کا طریقہ یہ ہے کہ خشخاش
کے پاس اسکی شاخون کو کوچ دیتے ہین اور اس سے یہ گوند نکل آتا ہے انتہی پس شارح نے جو آگے چلکر اسکو خشخاش
کا شیرہ قرار دیا ہے یہ انکی غلط فہمی ہے) پس یہ افراط سے نشہ لاتی ہین اور فقط انکا استعمال اس شخص کے لیے
کیا جاتا ہے جو یہ چاہے کہ اسکا علاج ایسی چیز سے ہو جو نشہ سے اسکو ہوشیار نہ رکھے (بسبب شدت تکلیف مثل
کلنے اور چیرنے اور داغ لگانے وغیرہ کے) اور جو چیزین شراب کی بو کو کھوتی ہین انمین سے سوکھا دھنیا اور
راسن ہے (راسن ایک گھانس ہوتی ہے جو اکثر جگہ جناح کے نام سے نامزد ہے کیونکہ اسکی پتی پرندہ کے پرون کے
مشابہ ہوتی ہے جبکہ وہ اڑنے کے لیے پر کھولتے ہین) اور دارچینی چین کی (یہ ایک قسم کی دارچینی ہے جسکا جسم زیادہ

گندہ ہوتا ہے اور تج سے زیادہ اسمین تخلخل ہوتا ہے یہ چیزین چبائی جاتی ہین اور انکا پانی نگل لیا جاتا ہے اور شراب
کی بو پر انکی بو غالب آجاتی ہے) شراب مین ملانے کے لیے سب چیزون سے عمدہ پانی ہے - (کہ یہ اپنی رقت اور
لطافت اور نفوذ کی سرعت کی وجہ سے شراب کی گرمی اور خشکی کو توڑ ڈالتا ہے) اور کبھی گاؤزبان کے پانی مین ملائی
جاتی ہے اسکے ساتھ شراب بہت سرور لاتی ہے (کیونکہ عرق گاؤزبان دل کے قوی مفرحات مین سے ہے) اور کبھی
گلاب مین ملائی جاتی ہے اس سے معدہ کی تقویت ہوتی ہے اور دل کی بڑی تقویت ہوتی ہے (کیونکہ گلاب مین
قبض کے ساتھ عطریت بھی ہوتی ہے) اور کبھی مرغ کے شوربے یا مطلقاً گوشت کے شوربے مین ملائی جاتی ہے
اُس شخص کے لیے جسے غش آگیا ہو یا روحون کی تحلیل کی وجہ سے ضعیف ہوگیا ہو اور ڈرتا ہو کہ صرف شوربا پینے کے
وقت جبتک شوربا اعضا مین پہونچے پہونچے وہ مدت حیات کو نہ پورا کر سکے (لہذا اُسکو چاہیے کہ صرف شوربا نہ پیے
بلکہ اُسمین شراب ملا لے تاکہ شوربا ہر جگہ پہونچ جائے اور اعضا مین سے جو کچھ تحلیل ہوگیا ہے اُسکا بدل بنجائے اسلیے
کہ شوربا گو کہ لطیف اور رقیق القوام ہوتا ہے لیکن اُسمین نفوذ کی قوت نہین ہوتی جس سے اعضا تک جلد پہونچ جائے
لہذا اُسمین شراب ملانا ضرور ہوا کیونکہ شراب مین نفوذ کی قوت ہوتی ہے اور اعضا بھی اُس سے محبت رکھتے ہین
اور اُسکو جلد اپنی طرف بزور کھینچ لیتے ہین پھر اُسکے ساتھ ساتھ شوربا بھی اعضا مین جلد پہونچ جائیگا اور تحلیل شدہ
جزو کا بدل ہوجائیگا اور شراب مین ایک عطریت بھی ہوتی ہے جس سے وہ روحون اور قوتون کو تقویت پہونچاتی
ہے) مین کہتا ہون مؤلف نے جو احکام شراب کے متعلق بیان کیے ہین وہ کچھ زیادہ تشریح اور توضیح کے
محتاج نہین ہین لہذا ہم اُسکی شرح مین اُسیقدر پر اکتفا کرنا مناسب سمجھتے ہین جتنے کی زیادہ ضرورت ہے کیونکہ اول
تو ہمنے اپنی شرح مین صرف متن کے الفاظ کے حل کردینے کا التزام کیا ہے دوسرے ہماری پاک شریعت نے
اس بحث کے جھگڑے ہی سے ہمکو چھوڑا دیا ہے لہذا ہم کہتے ہین کہ مؤلف نے جو یہ کہا ہے کہ شراب کا استعمال
اُسوقت کرنا چاہیے جبکہ غذا معدے سے اُتر جائے اس سے اُسکی یہ مراد ہے کہ ہضم معدی کے پورا ہوجانے پر
اُسکا استعمال کرنا چاہیے اور یہ وہ وقت ہے جبکہ غذا جگر کی طرف متوجہ ہوتی ہے - شراح نے اسکی یہی تفسیر کی ہے
لیکن اسمین یہ شبہہ ہے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ شراب ناہضم ہونے سے پہلے ہی غذا کے ساتھ ساتھ جگر کی طرف متوجہ ہوجائے
بلکہ ایسا ہونا چاہیے کہ انحدار سے تھوڑی دیر پہلے شراب کو پینا چاہیے تاکہ معدہ مین شراب ہضم ہوکر غذا کے ساتھ ساتھ
جگر مین پہونچ جائے اور یہ جو مؤلف نے کہا ہے کہ شراب کا نفع زیادہ تر طبعی اور حیوانی قوتون کے ساتھ متعلق ہے
سو اسکی یہ وجہ ہے کہ نفسانی قوتون کا مسکن دماغ ہے اور شراب کے اجزا جب کثرت سے اُٹھتے ہین تو اس سے

دماغ کو ضرر پہونچتا ہے اور دماغ کا جرم نرم اور ضعیف ہے ان ابخرہ کا اس سے تحلیل ہونا دشواری کے ساتھ ہوتا ہے اور گو شراب سے معدہ مین بھی رطوبتین بکثرت جمع ہو جاتی ہین لیکن وہ سخت ہے اور حس کرنے والا عضو ہے[عـه] اور اسمین طبعی منفذ بہت سے ہین جب کبھی معدہ ضرر شراب کو دریافت کرتا ہے تو اُسکو اُنھین منفذون کے راستے نکال دیتا ہے یا تو آنتون سے یعنی بذریعۂ اسہال اور یا مری سے یعنی بذریعۂ قی اور جگر کا جرم بھی سخت ہے اور شراب اُسکی سخت سخت باریک باریک رگون مین نفوذ ہو جاتی ہے رہا دل اور باقی اعضا رتو انمین شراب اُسوقت نفوذ ہوتی ہے جبکہ جگر پر گذر چکتی ہے اور ہضم ہو چکتی ہے اور اُسکی قوت ٹوٹ چکتی ہے غرضکہ معلوم ہوا کہ شراب کا زیادہ ضرر دماغ ہی کو پہونچتا ہے اور یہی سبب ہے کہ ذہن کو کند کر دیتی ہے اور رعشہ اور تشنج اور سکتہ پیدا کر دیتی ہے آور دل کو ایک خاص ضرر پہونچاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ شراب ایک قلبی دوا ہے اسلیے قلب اُسکو بہت زیادہ جذب کر لیتا ہے اور اسی اشتیاق کی وجہ سے بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ قلب مین اسقدر شراب پہونچ جاتی ہے کہ اُسکو دفع نہین کر سکتا اور اسکا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ اچانک موت آجاتی ہے آور یہ جو مؤلف نے کہا ہے کہ مسطار سے مرض ذوسنطاریا کے پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے تو سمجھنا چاہیے کہ مسطار اُس شراب کو کہتے ہین جسپر ہنوز چھ مہینے نہ گذرے ہون آور ذوسنطاریا خون کے قیام کو کہتے ہین اور مسطار کے استعمال سے ذوسنطاریا کا اسلیے اندیشہ ہوتا ہے کہ مسطار نفخ پیدا کرتی ہے اور مسہل ہے کیونکہ (قلت مدت کی وجہ سے) ہنوز اُسکے فضول ابخرے تحلیل نہین ہوے پس طبیعت اُن ابخرون کے دفع کرنے کی طرف متوجہ ہوتی ہے آور اس سے خون کا اسہال ہو جاتا ہے کیونکہ یہ شراب خون کو پتلا کر دیتی ہے آور جس شراب پر چھ مہینے گذر جائین لیکن برس روز سے زیادہ ابھی نہ گذرا ہو تو اسکو درمیانی شراب کہا جاتا ہے آور جس شراب پر چار برس گذر جائین تو اُسکو قدیم یعنی پرانی شراب کہا جاتا ہے آور جو درمیانی اور پرانی کے درمیان ہو اُسکو عتیق کہتے ہین آور یہ جو مؤلف نے کہا ہے کہ سرد فصل اور سرد شہر شراب کی کثرت اور قوت کے متحمل ہوتے ہین سو اسکی یہ وجہ ہے کہ شراب کا یہ کام ہے کہ بدن کو گرم کرے اور خون کو پتلا کرے پس اسوجہ سے خارجی سردی کے مقابلہ پر طبیعت قوی ہو جاتی ہے کیونکہ خون سردی مین جم جاتا ہے اور شراب اُسکے جمود کو دور کر دیتی ہے آور نقل کا ترک کرنا اسلیے بہتر ہے کہ شراب کے اعتبار سے ہر نقل غلیظ ہوتا ہے پس شراب اُسکو بغیر ہضم ہوے اعضا مین پہونچا دیتی ہے اور اس سے سدے پیدا ہو جاتے ہین آور جن میوون کا مؤلف نے (نقل کے ذیل مین) ذکر کیا ہے (یعنی بہی اور انار ترش اور سیب اور امرود اور بیر) ان سب کے احکام اور انکے مزاجون کا ذکر عنقریب آتا ہے آور لیمو مشہور چیز ہے اسکا حماض یعنی ترشہ سرد خشک ہے اور اسکی منفعتین بھی قریب قریب ترنج کے حماض کی سی ہین آور قرص کافور کا نسخہ بھی عنقریب آتا ہے آور فقاعہ

[عـه] اور دماغ مین علی التحقیق حس نہین ہے ۱۲ منہ سطر دوم

ہر وہ چیز ہے جو دانتون کے اطراف سے کھائی جائے یعنی توڑ کر جیسے شہدانج اور بُھنے ہوسے چنے اور جو خشک چیزین
ہون آور زیتون الماء سے وہ خام اور سبز زیتون مراد ہے جو نمک اور پانی مین بھگویا جائے یہ سرد ہوتا ہے اور قابض
منہاج مین اسیطرح مذکور ہے سمرقندی نے لکھا ہے کہ یہ قابض نہین ہے بلکہ دست آور ہے آور قنبیط کے متعلق جالینوس نے
لکھا ہے کہ قنبیط گوبھی کو کہتے ہین آور بعضون نے یہ لکھا ہے کہ اس لفظ کی اصل قن نبط ہے یعنی وہ قن جسکو قوم
نبط نے بویا ہے قن سے مراد تو گوبھی ہے اور نبط سے وہ قوم مراد ہے جو عراق عرب اور عراق عجم کے درمیانی سنگستانون
مین اترتی ہے اور وہان رہتی ہے آور گوبھی پہلے درجہ مین گرم ہے اور دوسرے درجہ مین خشک ہے اور اسیطرح کرم کلہ
بھی ہے آور جوز الطیب جوز بوالعنی جاسے پھل کو کہتے ہین اسکا ذکر بھی عنقریب آتا ہے آور بھنگ کی پتی تیسرے
درجہ کے اول مین گرم خشک ہے اسکے استعمال سے نسیان اور وحشت اور عزلت پسندی اور ڈر اور سُستی پیدا ہوتی
ہے اور خون کو جلا دیتی ہے اور شہوت کو مار دیتی ہے اور جوع کلب پیدا کر دیتی ہے اور رنگ کو مٹیالا کر دیتی ہے
اور تمام حواس مین پراگندگی پیدا کر دیتی ہے آور بھنگ تین قسم پر ہے سیاہ اور سرخ اور سفید جو سیاہ ہوتی ہے اُسکا
شگوفہ سرخ ہوتا ہے اور سُرخ کا زرد اور سفید کا سفید سرد خشک اور مخدر ہے آور افاح یبروح کی پتی کو کہتے ہین
اور یبروح آدمی کی صورت سے مشابہ ہوتی ہے اور اسی لیے اسکو یبروح کہتے ہین کیونکہ یبروح ایک بت کا نام ہے
یہ بھی سرد خشک اور مخدر ہے آور شوکران ایک گھانس ہے جسکی پتی یبروح کی سی ہوتی ہے کچھ چھوٹی اور اُسکی جڑ
باریک ہوتی ہے اور اُسمین کوئی پھل نہین آتا دیسقوریدس حکیم نے لکھا ہے کہ اسکی شاخین رازیانے کی ایسی
ہوتی ہین اسکا شگوفہ سفید ہوتا ہے اور بیج ہمشکل انیسون ہوتے ہین سرد خشک ہے نیند لاتی ہے آور افیون
سیاہ مصری خشخاش کا شیرہ ہے سرد خشک ہے مقدار شربت مسور کی مقدار اور دو دانق پر اسکو ہرگز نہ بڑھانا چاہیے آور
رامن شامی سونٹھ کو کہتے ہین اسکی دو قسمین ہین ایک بستانی ایک بری اسکی پتی ایک بالشت سے ایک ہاتھ تک
ہوتی ہے زمین پر پھیلتی ہے گرم خشک ہے شیخ نے پانی اور شراب کے استعمال اور تدبیر کے متعلق لکھا ہے کہ مزاج معتدل
کے واسطے نہایت مناسب وہ پانی ہے جو شدت برودت مین معتدل ہو یا بذریعہ برف کے کسی برتن مین کر کے
سرد کیا گیا ہو جیسے صراحی مین پانی بھر کر برف مین جھلتے ہین آلغرض جرم برف کا استعمال بہر حال بُرا ہے خصوصاً اگر
برف خراب ہو اور یہی حال ہے اگر برف اچھی ہو اسلیے کہ پگھلی ہوئی برف جید سے پٹھون اور اعضائے نفس کو ضرر پہونچتا ہے
اور باقی تمام احشا کو بھی اُسکا ضرر پہونچتا ہے اور سوائے اُس شخص کے جسکا مزاج دموی ہو اور کوئی اُسکا متحمل نہین ہوسکتا
اور اگر یہ پانی فی الحال مضر نہوگا تو آگے چلکر جب سن زیادہ ہوگا اُسوقت مضر ہوگا۔ اصحاب تجربہ کا قول ہے کہ کنوئین

اور نہر کا پانی ساتھ ہی نہ پینا چاہیے جبتک ایک ہضم نہولے - پانی کی عمدہ قسم کا اختیار کرنا ہم اوپر بیان کر چکے ہین
اسی طرح بگڑے ہوے پانی کو درست کرنا بھی مذکور ہو چکا ہے - پانی مین سرکہ کا ملانا اُسکی اصلاح کرتا ہے یہ بھی
جاننا ضرور ہے کہ نہار منھ پانی پینا خواہ بعد ریاضت کے خواہ بعد حمام کے خصوصًا جسوقت پیٹ خالی ہو بہت بُرا ہے
اسی طرح جھوٹی پیاس جو رات کو مست اور مخمور لوگون کو ہو آئے اسمین پانی پینا یا جسوقت طبیعت ہضم غذا مین
مشغول ہو اور اس سے قبل بقدر سیراب ہونے کے پانی پی لیا گیا ہو پانی پینا سخت مضر ہے اور نہایت بُرا - ہان
اگر پیاس شدت کی ہو تو سرد ہوا مین ٹہلے یا سرد پانی سے کلی کرے اگر اس تدبیر سے کچھ تسکین نہو تو ایسے برتن سے
منھ لگا کر پانی پی لے جسکا دہانہ تنگ ہو - مخمور آدمی کو یہ تدبیر کبھی نافع ہوتی ہے اور بیشتر اگر نہار منھ اسطرح پر پانی پیے
مضر نہین ہوتا - جو شخص نہار منھ پانی پینے پر بے صبر ہو اور ضبط نہ کر سکے خصوصًا بعد ریاضت کے تو چاہیے کہ
بجاے پانی کے تھوڑی شراب مین گرم پانی ملا کر پی لے - جسے جھوٹی پیاس لگتی ہو اُسکو یہ بات جاننی چاہیے کہ
سو رہنا اور پیاس پر صبر کرنا اُسکی پیاس مین تسکین پیدا کرتا ہے اسلیے کہ طبیعت ایسی حالت مین اُس مادہ کو تحلیل
کر دیتی ہے جس سے جھوٹی پیاس پیدا ہوئی ہے خصوصًا اگر پیاس کو ضبط کر کے سو رہے - اور جسوقت طبیعت غذا
کو ہضم کر رہی ہو اور پیاس معلوم ہونے پر پانی پی لیا جائیگا تو پھر پیاس معلوم ہوگی کیونکہ جو خلط پیاس کا موجب
ہے وہ برقرار ہے - ہر شخص پر خصوصًا جھوٹی پیاس والے پر واجب ہے کہ پانی زیادہ نہ پیے بلکہ تھوڑا تھوڑا چوس چوس کر
پیے - بہت سرد پانی پینا بُرا ہے اگر بغیر سرد پانی پیے کوئی چارہ نہو تو کھانے کے بعد بقدر کافی آب سرد پینا چاہیے
نیم گرم پانی پینے سے متلی پیدا ہوتی ہے اور بہت گرم پانی اگر زیادہ پیا جائے تو معدہ کو ڈھیلا کرتا ہے - اور اگر
کبھی کبھی پیا جائے تو معدہ کو دھو ڈالتا ہے اور طبیعت کو نرم کرتا ہے - شراب اگر سفید اور رقیق ہو تو گرم مزاج
والون کو موافق ہے اور درد سر نہین پیدا کرتی بلکہ بیشتر بوجہ ترطیب کے جو درد سر التہاب معدہ سے پیدا ہو اُسمین
تخفیف کر دیتی ہے - اور جس شراب مین کلچہ اور روٹی بھگوئی گئی ہو قائم مقام سفید اور رقیق کے ہے خصوصًا
اگر پینے سے دو گھنٹہ پیشتر بھگوئین - شراب غلیظ شیرین جو شخص بدن کی فربہی چاہے اُسکو مناسب ہے لیکن اُسکے
سدے پڑنے سے پر خطر رہے - پُرانی سُرخ شراب سرد اور بلغمی مزاج کے موافق ہے - ہر قسم کے کھانے پر شراب
پینا بُرا ہے جسکا سبب ہم اوپر بیان کر چکے ہین پس بدون ہضم طعام اور اُسکے منحدر ہونے کے نہ پینی چاہیے -
جو طعام ردی الکیموس ہو اُسپر شراب پینی بروقت کھانے یا بعد ہضم کے بھی بُری ہے اسلیے کہ کیموس ردی کو اطراف
بدن تک ردی کر دیتی ہے - اسیطرح فواکہ پر خصوصًا خربزہ پر شراب پینا بہت بُرا ہے - چھوٹی پیالیون سے

ابتدا کرنا بہتر ہے بہ نسبت بڑے پیالون کے لیکن اگر کھانے کے اوپر دو تین پیالے پیے تو خوگر کو مضر نہین ہے۔ اسی طرح
بعد فصد کے صحیح آدمی کو مضر نہین ہے۔ محرورین کو فائدہ شراب کا بجہت ادرار کے اور مرطوبین کو بوجہ انضاج رطوبت کے
ہوتا ہے اور جسقدر عطریت اور خوشبو زیادہ ہو اور مزہ پاکیزہ ہو بہتر ہے۔ شراب بہت اچھی چیز ہے کہ غذا کو تمام بدن مین
نافذ کر دیتی ہے اور بلغم کو قطع کرتی ہے اور جلا دیتی ہے اور صفرا کا بول وغیرہ کی طرف سے اخراج کرتی ہے۔ خلط سوداوی
مین ازلاق پیدا کر کے بآسانی نکال دیتی ہے اور اسکی مضرت کو بجہت ضد مزاج کے چونکہ گرم تر ہے توڑ ڈالتی ہے اور جو چیز
بدن کے اندر بستہ ہو جسمین گرمی بہت نہو اور وہ شئی غریب ہو اسکو بدن سے نکال دیتی ہے اور ایسی شئی کے اقسام ہم اپنے
مقام پر بیان کرینگے جس شخص کے دماغ مین قوت ہوتی ہے وہ بہت جلد بدمست اور مدہوش نہین ہوتا اور اسکا دماغ ان
ردی بخارات کو جو شراب سے چڑھتے ہین قبول نہین کرتا اور سوائے اس حرارت مناسب کے جو دماغ پر چڑھتی ہے اور
کوئی اثر دماغ کو شراب سے نہین ہوتا پس اسوقت اسکا ذہن ایسا صاف ہو جاتا ہے کہ اور وقتون مین ایسا صاف
نہین ہوتا اور جسکے دماغ مین ضعف ہو اسکا حال اس شخص کے برخلاف ہے۔ اور جس شخص کے سینہ مین کسی طرح کی
سستی یا ناتوانی ہو کہ جاڑون مین اسکی سانس مین تنگی پیدا ہوتی ہو وہ کثرت سے میخواری نہین کر سکتا جس شخص کا
ارادہ استکثار شراب کا ہو کھانا پیٹ بھر کر نہ کھائے اور اپنے کھانے مین اس چیز کو اختیار کرے جس سے ادرار پیدا ہو۔
اگر بوجہ طعام و شراب کے امتلا پیدا ہو چاہیے کہ قی کر ڈالے اور لازم ہے کہ ماء العسل پیکر قی کرے اور منھ کو سرکہ اور شہد سے
اور چہرہ کو سرد پانی سے دھو ڈالے جبکو شراب سے سخونت بدن کی اذیت پہونچتی ہو اپنی غذا حصرمیہ وغیرہ اختیار
کرے اور انار ترش اور چوکے ستے تنقل کرے۔ جبکو شراب کی اذیت جانب سر مین پہونچتی ہو کم کر دے اور پانی ملا کر
خواہ روٹی بھگو کر اسکا استعمال کرے اور اسکے اوپر تنقل بھی کرے۔ اور اگر بوجہ حرارت معدہ اذیت ہوتی ہو حب الآس
ترش کیا ہوا استعمال کرے اور کسیقدر کافور چوسے یا وہ چیز جسمین قبض اور ترشی ہو۔ اور اگر بوجہ برودت شراب کے اذیت ہو۔
ناگر موتھا اور لونگ اور پوست ترنج کا تنقل کرے یہ بھی جاننا ضرور ہے کہ شراب کہنہ اس دوا کے حکم مین ہے جو قلیل الغذا
ہو اور نئی شراب جگر کو مضر ہے بوجہ نفخ کے اسہال کبدی پیدا کرتی ہے یہ بھی جاننا ضرور ہے کہ بہترین شراب وہی ہے جو
معتدل ہو کہنگی اور تازگی مین اور صاف ہو اور سفید مائل بحمرت اور خوشبو اور مزے مین معتدل نہ ترش نہ شیرین۔ عمدہ
شراب جسکا نام معتدل ہے وہ ہے کہ تین حصہ شیرۂ انگور اور ایک حصہ پانی لیکر ملائین اور جوش دین تا اینکہ چوتھا حصہ اسکا
کم ہو جائے جس شخص کو بعد شراب پینے کے کسی طرح کا لذع پیدا ہوتا ہو چاہیے کہ شراب کے بعد انار اور آب سرد جوسنے
کے طور پر استعمال کرے اور شراب فستقین دوسرے دن کی صبح کو اور حمام کا استعمال کرے بعد اسکے کہ کچھ تھوڑا سا کھا لیا ہو

یہ بھی جاننا ضرور ہے کہ پانی ملی ہوئی شراب معدہ کو ڈھیلا کرتی ہے اور سکر یعنی مدہوشی بہت جلد پیدا کرتی ہے اسلیے کہ مائیت
کی وجہ سے اسکا نفوذ بہت جلد ہوتا ہے جس شخص کی طبیعت مین تشنگی ہو نہار منہ شراب پینے سے پرہیز کرے اور قبل
اسکے کہ پانی کا اثر پورا پورا کل اعضا مین پہونچ جائے مرطوبین کو شراب کے استعمال سے پرہیز چاہیے یا پیچھے حرکت
مفرطہ کے اسلیے کہ ان پچھلی دو صورتون مین دماغ اور پٹھون کو اذیت پہونچتی ہے اور تشنج اور اختلاط عقل مین پیدا کرتی
ہے۔ حالت مرض مین بھی شراب سے اجتناب چاہیے اور فصل گرما مین بھی۔ متواتر بیہوش رہنا بہت بُرا ہے
اسواسطے کہ جگر اور دماغ کے مزاج کو فاسد کرتا ہے اور پٹھون کو ضعیف کرتا ہے اور امراض عصب اور سکتہ اور مرگ
مفاجات پیدا کرتا ہے شراب کثیر اکثر صفراے ردی کی طرف بعض معدون مین مستحیل ہو جاتی ہے اور بعض معدون
مین تیز سرکہ اور ترش ہو جاتی ہے اور ضرر ان دونون کا بہت بُرا ہے بعضون کی یہ تجویز ہے کہ مستی شراب کی اگر
مہینے مین ایک یا دو مرتبہ پیدا ہو نفع کریگی اس جہت سے کہ قواے نفسانی کو سبک کرتی ہے اور راحت دیتی ہے اور
ادرار بول اور تحلیل فضول کرتی ہے۔ یہ بھی معلوم رہے کہ غالب ضرر شراب کا دماغ کو پہونچتا ہے ضعیف الدماغ کو چاہیے
کہ سواے مقدار تحلیل کے کہ اُسمین پانی بھی ملا ہو اور کسی قسم کی شراب نہ پیے۔ اور جو شخص شراب زیادہ پی گیا ہو اُسکے
واسطے تدبیر صایب یہ ہے کہ فوراً قی کر ڈالے اگر آسانی سے ہو جائے تو بہتر ہے ورنہ بہت سا پانی تنہا یا شہد ملا کر پیے
اور قی کے بعد بطور آبزن کے استحمام کرے اور بہت سے تیل کی مالش بدن مین ملکر سو رہے۔ لڑکون کے حق مین
شراب کی یہ کیفیت ہے کہ جیسے تھوڑی سی لکڑی پر آگ پر آگ رکھین۔ بڈھون کو اگر تحمل ہو شراب پلانی چاہیے جوانون
کو شراب کی تعدیل موافق ہے مگر اُنکو مناسب یہ ہے کہ پرانی شراب مین آب انار یا آب سرد ملا کر پیین۔ سرد مقامات کے
اہل شہر متحمل شراب کے ہو سکتے ہین اور گرم مقام کے آدمی متحمل نہین ہو سکتے جس شخص کو منظور ہو کہ بہت سی شراب پیے
چاہیے کہ بہت کھانا اور شیرینی مطلق نہ کھائے بلکہ تھوڑا سا چکنا شوربا پی لے اور تھوڑی سی روٹی ٹکڑے ٹکڑے کر کے
چکنی ملا کر کھائے یا گوشت مرغن اور حرکت و سکون مین اعتدال برتے اور زیادہ لعب اور مشقت نکرے اور بادام
اور مسور کو نمکین کر کے تنقل کرے اور کامخ کبیر کا استعمال کرے اور اگر کرنبیہ اور زیتون الماء وغیرہ کا استعمال کرے
نفع کریگی اور پینے پر اعانت کریگی۔ اسیطرح جو چیز بخارات کو سبک کر دے مثل تخم کرنب نبطی اور زیرہ اور سداب
خشک اور فودنج اور اجوائن کے۔ جو غذائین کہ اُنمین لزوجت اور چسپیدگی ہے اکثر بخار شراب کو غلیظ کر دیتی
ہین جیسے چکنی مٹھائی جسمین لزوجت ہو اسلیے کہ یہ غذائین مستی کو منع کرتی ہین اگرچہ شراب کثیر کو قبول نہین کرتین
اسواسطے کہ دیر مین نافذ ہوتی ہین اور مستی کا جلد آنا یا بجہت ضعف دماغ کے ہوتا ہے یا بوجہ کثرت اخلاط دماغی کے

یا بسبب قوی ہونے شراب کے یا بجہت قلت غذا کے یا اسمین سوء تدبیری کرنے سے یا جس چیز کا استعمال متصل غذا کے ہو ضعف دماغ کی وجہ سے بسرعت مستی کا پیدا ہونا اسکا علاج مثل علاج نزلۂ کہنہ کے ہے اُن لطوخات سے جو باب نزلہ مین مذکور ہین۔ اور ایسا شخص اگر شراب پیے اُسی قسم کی تھوڑی سی پیے جو دیر مین مستی پیدا کرتی ہو اور چاہیے کہ آب کرنب سفید ایک حصہ اور آب رمان ترش ایک حصہ اور سرکہ نصف حصہ ملا کر جوش دے اور بقدر ایک اوقیہ کے قبل شراب کے پیے۔ ایضاً نمک سداب زیرۂ سیاہ سے گولی بنا کر خشک کر کے رکھے اور ایک گولی کے بعد دوسری گولی کھائے۔ ایضاً تخم کرنب زیرہ بادام تلخ مقشر فوتنج افسنتین ملح نفطی نانخواہ سداب یا بس اسمین سے دو درم ہمراہ آب سرد کے وہ شخص ہے جسکو خوف حرارت کے ضرر کا نہو مگر نہار منہ پیے۔ اور چاشت کے وقت بیہوش آدمی پانی اور سرکہ تین مرتبہ متواتر پیے یا دہی کا توڑ خواہ ترش دہی پیے اور کافور سونگھے اور سر پر اپنے سرد چیزین لگائے جو رادع ہون جیسے روغن گل اور سرکہ وغیرہ۔ علاج شرابخوارون کا ہم امراض جزئیہ مین ذکر کرینگے۔ جسکا ارادہ ہو کہ بسرعت بیہوش ہو جائے اور کچھ ضرر نہ پہونچے۔ شراب مین اشنہ اور عود ہندی بھگو کر پیے اور جسکا ارادہ ہو کہ بنظر کسی احتیاج کے شدید مدہوشی پیدا کرے مثلاً کسی عضو مین درد شدید ہو رہا ہو اور اسکا تحمل نہو سکے تو چاہیے کہ شراب مین شیلم یعنی ہمنا داخل کرے یا شاہترہ اور افیون اور اجوائن ہموزن نصف نصف درم لیکر اور جوزبوا اور مسک اور عود خام ایک ایک قیراط شراب مین ڈال کر بقدر حاجت پیے یا بھنگ سیاہ اور پوست بیروح پانی مین ڈال کر جوش دے اور سڑا کر شراب مین ملائے انتہی) **مولف کہتا ہے۔ بدنی حرکت اور سکون کی تدبیر** ۔ بے غذا کے بدن کا باقی رہنا محال ہے اور ایسی کوئی غذا نہین ہے کہ سب کی سب عضو کا جزو بنجائے بلکہ ضرور ہے کہ ہر ہضم کے وقت اُسمین سے کچھ اثر اور کچھ مقدار باقی رہجائے (یعنی علاوہ اُن فضلون کے جنکو طبیعت پیشاب اور پائخانہ وغیرہ کے راستے دفع کیا کرتی ہے) اور جب بدن مین غذا کے کچھ اجزا چھوٹتے رہتے ہین اور زمانہ کے امتداد سے بڑھتے جاتے ہین تو بدن مین اُنکی اتنی مقدار مجتمع ہو جاتی ہے جو اپنی کیفیت سے مضرت کرتی ہے اسطرح پر کہ بذاتہ بدن کو گرم کر دیتی ہے یا اپنی عفونت سے اور یا بدن کو ٹھنڈا کر دیتی ہے اپنی ذات سے یا حرارت غریزی کے بجھا دینے سے یا اپنی مقدار سے اسطرح پر کہ مجرون مین بھر کر سدے ڈالدے اور بدن کو بوجھل کر دے اور اسکے بعد احتباس کے امراض پیدا کرتی ہے اور اگر یہ مقدار (ان مفاسد کے خوف سے) نکالڈالی جائے (یعنی بذریعہ اسہال تو بدن کو دواؤن سے اذیت پہونچیگی (جو اُنکے نکالنے مین استعمال کیجاتی ہین) کیونکہ وہ اکثر زہریلی ہوتی ہین اور اسلیے کہ جسوقت بدن سے اس مقدار کے نکالدینے کا بذریعہ ان دواؤن کے ارادہ کیا جائے تو) اس سے خالی نہین کہ یہ دوائین اس خلط کو بھی ضرور نکالینگی جو صالح اور نافع ہو گا غرضکہ یہ فضلے (یعنی بقیۂ غذا) بہرحال مضر ہین خواہ (بدن مین اپنے حال پر)

چھوڑ دیے جائین خواہ (بذریعہ دواؤن کے) نکالدیے جائین آور انکی پیدایش کے روکنے کا قوی سبب حرکت ہے
(یعنی انکے تھوڑا تھوڑا کرکے جمع ہونے کو جو چیز روکتی ہے اُسمین سے حرکت ہی بہت بڑا سبب ہے) اسیلیے کہ حرکت اعضا
کو گرم کردیتی ہے اور اُنکے فضلون کو بہا دیتی ہے (اسیلیے کہ انھین پگھلا کر اور تپلا کرکے پسینے اور بخار کے ذریعہ سے
تحلیل کرڈالتی ہے) لہذا یہ فضلے باوجود طول زمانہ کے بدن مین جمع نہین ہوسکتے اور یہی حرکت بدن کو سُبکی اور
فرحت کا عادی بنادیتی ہے (یعنی بدن کو ہلکا کردیتی ہے) اور اُسکو غذا کے قابل بنادیتی ہے اور جوڑون کو
مضبوط کردیتی ہے اور اوتار اور رباطات اور پٹھون کو قوی کردیتی ہے اور تمام مادی بیماریون اور اکثر مزاجی بیماریون
سے نجینت کردیتی ہے جبکہ معتدل حرکت اپنے وقت مین استعمال کیجائے اور باقی تدبیر بھی ٹھیک ہو **مین کہتا**
ہون مؤلف یہان سے ریاضت کے احکام بیان کرنا چاہتا ہے اور اس سے پہلے وجہ حاجت کو بیان کیا ہے
(یعنی اس بات کو کہ کسلیے ریاضت کی ضرورت ہے) آور اسکی تقریر چند مقدمات کی تمہید سے کی ہے پہلا مقدمہ تو یہ ہے
کہ بغیر غذا کے بدن کا باقی رہنا محال ہے کیونکہ بداہتہً اس قسم کے اسباب بدن کو ہر وقت درپیش رہتے ہین جو اُسکو
تحلیل کرتے رہتے ہین اور بدن گھٹتا رہتا ہے جیسے کہ ہم ضرورت موت کی فصل مین اسکو اچھی طرح لکھ آئے ہین اور
دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ کوئی غذا دنیا مین ایسی نہین ہے جو سب کی سب عضو کا جز بنجائے بلکہ ضرور ہے کہ ہر ہضم کے
وقت غذا کا ایسا اثر اور مقدار باقی رہجائے جسکے دفع کرنے کے لیے صرف طبیعت کافی نہو سکے آور اس اخیر قید
کے لگانے کی ضرورت ہے گو کہ مؤلف نے اُسکو کسی وجہ سے نہین بیان کیا آور یہ جو ہمنے کہا کہ اُسکے دفع کرنے
کے لیے صرف طبیعت کافی نہین ہوتی اسکی یہ وجہ ہے کہ طبیعت یا تو اُسکی کمی کی وجہ سے اُسکا چندان اہتمام
نہین کرتی یا کسی اور کام مین مشغول ہوتی ہے یا یہ کہ اُسکو دفع نہین کرسکتی اسیلیے کہ وہ مقدار یا تو اپنی رقت یا
غلظت کی وجہ سے دفع ہو نہین سکتی آور تیسرا مقدمہ یہ ہے کہ یہ فضلے جب اپنی حالت پر چھوڑ دیے جاتے ہین
تو زمانہ گذرنے پر بہت سے ہوجاتے ہین اور اُنکی اتنی مقدار بدن مین جمع ہوجاتی ہے کہ اپنی کیفیت یا اپنی
مقدار سے بدن کو مضرت پہونچاتی ہے کیفیت سے مضرت پہونچانے کی تو یہ صورت ہے کہ بدن کو گرم کردے
یا تو خود ہی یعنی بلاواسطہ جیسے کہ مثلاً صفرا ہو یا خون ہو اور یا اپنی عفونت کی وجہ سے بدن کو گرم کردے کیونکہ
ہر متعفن مادہ بدن کو گرم کردیا کرتا ہے آیا یہ کہ بدن کو سرد کردے یا تو خود ہی یعنی بلاواسطہ جیسے کہ مثلاً بلغم ہو
یا سودا ہو اور یا حرارت غریزیہ کے بجھا دینے سے رہا مقدار کے اعتبار سے مضرت پہونچانا اسکی یہ صورت ہے کہ بدن کو
اپنے زیادہ ہونے کی وجہ سے اذیت دے اسطرح کہ سدے پیدا کردے اور بدن کو بوجھل کردے اور

حتباس سے امراض کو پیدا کرے جیسے ورم ہے بھوک کا کم ہوجانا ہے بدن کا بھاری ہونا ہے تھک جانا ہے اور ہی کے
مانند اور امراض - اور چوتھا مقدمہ یہ ہے کہ یہ باقی فضلے اگر بذریعہ ادویہ کے نکال لیے جائین گے تو بدن کو ان دواؤن سے
اذیت ہوگی کیونکہ اکثر دواؤن مین سمیت ہوتی ہے جس سے قوتین کمزور ہوجاتی ہین اور طبیعت ضعیف ہوجاتی ہے اسکے
علاوہ دوائین اُس خلط کو بھی ضرور نکالدینگی جو صالح اور نافع ہے یعنی اصلی رطوبت اور روح اور اسکا نتیجہ یہ ہے کہ اعضاے
رئیسہ اور قوتین ضعیف ہوجائین اور چونکہ دوا بدن کو مضر ہوتی ہے اسی لیے بقراط نے کہا ہے کہ دوا مواد کو خارج بھی کرتی
اور بدن کو ضرر بھی دیتی ہے پس ان چارون مقدمون سے یہ نکلا کہ یہ بقیہ فضلے مضر ہین خواہ بدن مین رہین یا نکالے جائین
اور ریاضت ان فضلون کے جمع ہونے کے لیے سب مانعون سے بڑھکر مانع ہے بشرطیکہ کے اسکے ساتھ اور سب تدبیرین
بھی درستی کے ساتھ برتی جائین کیونکہ مثلاً حمام کرنا اگرچہ فضلون کو بدن مین جمع نہین ہونے دیتا لیکن ریاضت اس سے
بڑھکر مانع ہے کیونکہ حمام بدن کے اندرونی حصہ کو سرد کرتا ہے اور ظاہری حصہ کو گرم اور حرکت ظاہر اور باطن دونون کو
گرم کردیتی ہے دوسرے ریاضت سکون کی عادت کو دور کردیتی ہے جس سے یہ سب فضلے پیدا ہوتے ہین اور حمام مین
یہ بات نہین ہے اور ریاضت کا ان فضلون کو دفع کرنا ظاہر ہے کیونکہ ریاضت اعضا کو گرم کردیتی ہے اور اُسکے فضلون کو
اپنی گرمی سے بہا دیتی ہے اور بدن کو ہلکا اور سبک کردیتی ہے اور اُسکو غذا کے قابل بنا دیتی ہے جو تحلیل شدہ کا بدل بنے
اور جوڑون کو مضبوط کردیتی ہے اور اوتار اور رباطات اور پٹھون کو قوی کردیتی ہے اور تمام مادی امراض اور اکثر مزاجی امراض
سے بےخوف کردیتی ہے اور مؤلف نے مزاجی امراض مین اکثر کی قید لگائی اور یہ نہ کہا کہ تمام مزاجی امراض سے بےخوف کردیتی ہے
یہ اسلیے کہ بعضے مزاجی امراض اس قسم کے ہین جنکو ریاضت ناموافق ہے جیسے گرم خشک سوء مزاج سادہ (یعنی غیر مادی)
اور عمدہ ریاضت وہ ہے جو اپنے وقت پر اعتدال کے ساتھ کیجائے - مؤلف کہتا ہے اور ریاضت کا وقت یہ ہے کہ
غذا کے معدہ سے نیچے اُترنے اور پورے ہضم کے بعد کی جائے مین کہتا ہون غذا کے اُتر آنے اور کامل ہضم کے بعد
ریاضت کا وقت ہے اور اسکی علامت یہ ہے کہ پیشاب کی رنگت اور قوام خوب پختہ ہوجائے اور طبیعت دوسری غذا کیطرف
مشتاق ہو اور یہ اسلیے کہ ہضم سے پہلے ورزش اور ریاضت کرنے مین کھانا بغیر ہضم ہوے بدن مین نافذ ہوجاتا ہے
اور اس سے سدے پیدا ہوجاتے ہین اور ہضم طعام کے مابعد سے یہ مراد ہے کہ بھوک غالب نہو ئی ہو کیونکہ بحیثیت بھوک
مین ریاضت کرنا سخت مضر ہے کہ یہ ریاضت بدن کو خشک کرتی ہے اور لاغر کرتی ہے مؤلف کہتا ہے اور معتدل
ریاضت وہ ہے جسمین ظاہر جلد سُرخ پڑجائے اور جلد پھول جائے اور پسینا نکلنا شروع ہوجائے اور جس ریاضت
مین پسینا کثرت سے بہے وہ افراط کی ریاضت ہے مین کہتا ہون جلد کا سُرخ ہوجانا ریاضت کے معتدل ہونے پر

اسلیے دلالت کرتا ہے کہ اگر ریاضت افراط سے ہوتی ہے تو رنگ زرد ہو جاتا ہے تحلیل کی زیادتی سے جیسے نقیہ لوگون
مین ہوتا ہے آور جلد کا پھیلنا اور پھولنا ریاضت کے اعتدال پر اسلیے دلالت کرتا ہے کیونکہ جلد اُسوقت پھولتی ہے جبکہ
خون اور روح باہر کیطرف حرکت کرتے ہین اور یہ جبھی ہوتا ہے جبکہ ریاضت اور حرکت اعتدال سے ہو کیونکہ حرکت کی
زیادتی زیادتی تحلیل کی موجب ہوتی ہے اور اس سے (بجاے بدن کے پھولنے کے) بدن اور دُبلا ہو جاتا ہے آور
پسینے کا شروع ہونا اعتدالِ ریاضت پر اسلیے دلالت کرتا ہے کہ جلد سے رطوبت اُسیوقت رسنا شروع ہوتی ہے جبکہ حرکت
معتدل ہو اور بدن کے اندر سے بہت سے پانی کا نکلنا بغیر زیادہ گرمی کے نہین ہوتا جو بغیر بجد حرکت کے نہین پیدا ہوسکتی
مؤلف کہتا ہے جس عضو کی ریاضت زیادہ ہوگی وہ عضو قوی اور توانا ہو جائیگا (یعنی مادون کی تلطیف اور فضلون
کی تحلیل اور مسامات کی کشادگی اور مجرون کی تفتیح اور حرارت کے برانگیختہ کرنے اور روح اور اصلی حرارت کے اُسکی طرف
کھینچنے سے اور یہی وجوہ ہین جنسے اُسکی قوت قوی ہو جاتی ہے) آور خاصکر (اس عضو کو) اسی قسم کی ریاضت پر (جسکی
اُسنے عادت ڈالی ہے قوت آجاتی ہے اسلیے کہ پٹھے اور رباطات اُسی نوع کی حرکت کرنے کے عادی ہو گئے ہین)
بلکہ ہر قوت کا یہی حال ہے (یعنی ریاضت کی کثرت سے ہر قوت قوی ہوتی ہے) مثلاً جو شخص کثرت سے یاد کرتا ہے
تو اُسکی قوت حافظہ قوی ہو جاتی ہے اسیطرح جو شخص کثرت سے فکر اور غور کرتا ہے (اُسکی قوت مفکرہ قوی ہو جاتی ہے)
آور اسیطرح جو شخص کثرت سے تخیل کرتا ہے (اُسکی قوت متخیلہ قوی ہو جاتی ہے) **مین کہتا ہون** مؤلف کا یہ قول
(اپنے وضوح اور ظاہر ہونے کی وجہ سے) شرح اور تفصیل کا محتاج نہین ہے **مؤلف کہتا ہے** ہر عضو کے لیے
ایک خاص ریاضت ہوا کرتی ہے پس سینے کی ریاضت تو پڑھنا ہے (اسلیے کہ سینے کے عضلے قرأت کے وقت
حرکت کرتے ہین اور سانس رُکتی ہے اور اس سبب سے اسمین گرمی پیدا ہوتی ہے جو اُسکے فضلون کو تحلیل کر دیتی ہے
اور گھلا ڈالتی ہے) اور پڑھنے مین آہستہ آہستہ شروع کرے اُسکے بعد چلا کر (تاکہ سانس کے آلے قوی فعل سے یکبارگی
متاذی نہون آور یہ انتقال تدریجاً ایک ضد سے دوسری ضد کی طرف ہو نہ یکایک) آور قوت سامعہ کی ریاضت
اچھے اچھے راگ گانے کا سُننا ہے (اسلیے کہ ہر قوت اپنے مناسب ہی سے قوت پاتی ہے اور لذیذ نغمے قوت سامعہ کے
مناسب ہوتے ہین آسکے علاوہ کان پر کے سوراخ پر بچھے ہوے پٹھون پر یہ نغمے قرع کرتے ہین اور اس سے اُسکے
فضلے تحلیل ہوتے ہین اور روح لطیف ہوتی ہے) آور قوت بینائی کی ریاضت باریک خط کا پڑھنا ہے (اسلیے کہ
باریک چیزون کے دیکھنے کے وقت جلیدیہ کی حرکت شدید ہو جاتی ہے اور اس سبب سے اسمین کی غلیظ روح رقیق
اور لطیف ہو جاتی ہے لیکن ایسا کبھی کبھی ہونا چاہیے (اسلیے کہ ہمیشہ ایسا کرنے سے روح رقیق ہوتے ہوتے تحلیل

ہو جاتی ہے خصوصاً اُسوقت جبکہ مقدار مین کم ہو) اور اچھی چیزون کا دیکھنا (بھی بینائی کی ریاضت ہے اسلیے کہ یہ چیزین قوت بینائی کے مناسب ہوتی ہین) اور معتدل گھوڑے پر اعتدال کے ساتھ سوار ہونا تمام بدن کی ریاضت ہے

یعنی جو نباہن چھشان مین معتدل ہو نہ زیادہ اونچا ہو نہ زیادہ نیچا ۱۲ منہ

کیونکہ اسمین بہ نسبت گرمی پیدا کرنے والی چیز کے فضلون کی زیادہ تحلیل ہوتی ہے (کیونکہ تسخین تو قوی حرکت سے ہوتی ہے اور یہ بدن کی نرم حرکت ہے) اور نقیہ لوگون کو گھوڑے کی سواری نافع ہوتی ہے کیونکہ اس سے اُنکی باقی کیفیت مرض بھی دور ہو جاتی ہے (اور انکی قوت برانگیختہ ہوتی ہے اور حرارت مین انتعاش پیدا ہوتا ہے بغیر اسکے کہ اُنمین کسی قسم کا ضعف پیدا ہو کیونکہ ابھی چونکہ یہ مرض جھیل کر اُٹھے ہین اسلیے انکے قویٰ مین اتنی طاقت نہین کہ اپنے بدنون کو حرکت دیکر ریاضت کرین) اور اسیطرح ہلکے ہلکے جھولے پر جھولنا (یہ ضعیف ریاضت ہے اور نقیہ لوگون کو مفید پڑتی ہے) اور گھوڑے کا سرپٹ دوڑانا بہت تحلیل کرتا ہے اور بدن کو گرم کرتا ہے (کیونکہ قوی ریاضت ہے) اور کرکٹ کھیلنا بھی بدن کی ریاضت ہے اور نفس کی بھی ریاضت ہے کیونکہ اپنے مدمقابل پر غالب آنے سے نفس کو خوشی ہوتی ہے اور مغلوب ہونے سے غصہ آتا ہے (اور روح کی اس حرکت اور تلطیف سے نفس قوی ہوتا ہے اور اسکی تیزی بڑھ جاتی ہے) اسیطرح گھوڑ دوڑ بھی (کہ نفس اور بدن کی ریاضت ہے) اور کشتیون پر سوار ہونا اخلاط مین ہیجان لاتا ہے (اور اسی وجہ سے) پرانے امراض مثل جذام و استسقا کو جڑ سے کھو دیتا ہے (اسلیے کہ ان امراض کے مادے غلیظ ہوتے ہین اور اعضا مین چپکے ہوتے ہین نہ اپنی جگہ سے ہلتے ہین نہ اُکھڑتے ہین مگر اسیطرح کے اُکھیڑنے والے سے۔ عام ہے اس سے کہ یہ سوار ہونا لب دریا ہو یا عین منجدھار مین کشتی مین سوار ہونے سے اخلاط مین تو اسلیے ہیجان ہوتا ہے کہ کشتی مین سوار ہونے کو یہ بات لازم ہے کہ سوار کی نسبت تمام عالم سے مختلف ہو جائے پس وہ اپنے ٹھہرے رہنے سے اس بات کا توہم کرتا ہے کہ سارا عالم چل رہا ہے اور نفس اس سے ڈرتا ہے اور ہول اور دہشت عارض ہوتی ہے اور اس سبب سے خلطون مین حرکت ہوتی ہے اور ہیجان پیدا ہوتا ہے اور مزمن امراض کے جڑ سے کھو دینے کا یہ سبب ہے کہ نفس پر خوشی اور ڈر سے اختلاف پیدا ہوتا ہے (اور اس امر کی تکرار ہوتی ہے اور اسوجہ سے کبھی تو مواد باہر کی طرف حرکت کرتے ہین اور کبھی اندر کی طرف اور اس سے اسمین مندفع ہو جانے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے اور دریا کے کنارے کے نزدیک سوار ہونے سے مادہ اُکھڑتا نہین ہے کیونکہ دو حرکتین مختلف ہوتی ہین اسلیے کہ خوشی یہان ڈر پر غالب ہوتی ہے) اور کشتیون پر سوار ہونا معدہ اور ہضم کو قوی کرتا ہے (کیونکہ اس حرکت سے معدہ مین گرمی پیدا ہوتی ہے اور ریاح تحلیل ہوتے ہین اور اُسکے فضلے دفع ہوتے ہین) اور جب کشتی پر سوار ہونے سے متلی اور قے دور کرے (اسوجہ سے کہ جب اخلاط مین حرکت

ہوتی ہے تو وہ حرکت کی وجہ سے لطیف ہو جاتے ہین اور بلند ہونے لگتے ہین اور اونچے کی طرف میلان کرتے ہین خصوصًا جس وقت کہ صفرا غالب ہوتا ہے اور معدہ پر گرتا ہے اور اس سبب سے کہ اخلاط اُسی طرف کو حرکت کرتے ہین جدھر سے نفس کو ڈرانے والی چیز کا ادراک ہوا ہے اور یہ ادراک آنکھ ہی سے ہوتا ہے تو اس وجہ سے اخلاط کی حرکت اوپر کی جانب ہوگی اور قَے اور متلی کو ہیجان ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ کشتی پر سوار ہونے کے وقت جو اخلاط مین ہیجان ہوتا ہے یہ حرکت کی وجہ سے نہین ہوتا ورنہ لازم آئے کہ سب حرکتون مین ایسا ہی ہوا کرے) تو یہ ہیجان فضلون کے نکالدینے کی وجہ سے مفید پڑیگا لہذا چاہیے کہ اسکے روک دینے کا قصد نکیا جائے (کیونکہ اس سے ردی فضلے دفع ہو جاتے ہین خصوصًا ایسے وقت جبکہ ہیجان اور حرکت کے سبب سے اُنمین اور شر اور فساد پیدا ہو گیا ہے) اور منجملہ ریاضتون کے ایک ریاضت بدن کی مالش بھی ہے (کیونکہ یہ بھی فضلون کی تحلیل کرتی ہے اور رطوبتون کو پتلا کرتی ہے اور لطیف حرارت کو ہیجان مین لاتی ہے اور وترون اور عضلون کو سخت کرتی ہے) اور مالش کے لیے اور بھی خاص منفعتین ہین مثلًا یہ کہ جب کسی عضو مین لسدار مادہ گاڑھا چپک جاتا ہے تو اُسکو بجز مالش کے اور کوئی چیز اچھی طرح نہین نکالتی اور ایک منفعت یہ بھی ہے کہ جب کوئی عضو اپنی طبعی مقدار سے چھوٹا ہو اور اُسکا بڑھانا مقصود ہو تو اُسکی مالش کرنی چاہیے اسلیے کہ بڑھانا اُسی وقت حاصل ہوتا ہے جبکہ اُسمین غذا نفوذ کرائی جائے اور یہ نفوذ کرانا اُسوقت ہوتا ہے جبکہ اُسکی حرارت مین ہیجان پیدا کیا جائے اسلیے کہ تغذیہ کے افعال فقط حرارت سے اور مجرون کے کشادہ کرنے ہی سے پورے ہوتے ہین اور یہ بات مالش ہی سے حاصل ہوتی ہے رہی حرکت سو وہ اگر تمام بدن کو شامل ہو تو اُس سے عضو مخصوص کی غرض صادر نہوگی اور اگر خاص اُس عضو کو حرکت ہوگی تو وہ غرض کے پورا کر دینے پر قوی نہوگی گو کچھ مدد دے نیز حرکت خاصہ مین یہ بھی ضرور ہے کہ اُس عضو کے ساتھ جسکا کہ بڑھانا مقصود ہے اُسکے پاس کے عضو کو بھی حرکت دیجائے اور مالش کی ایک منفعت یہ بھی ہے کہ کبھی بعضے اعضا پر جما دینے والی برودت یا ریحی مادہ غالب آجاتا ہے اور اُسے سوائے مالش کے اور کوئی چیز ایسی طرح نہین دور کرسکتی اور ایک منفعت یہ بھی ہے کہ کبھی کسی مقام سے مثل اونچے مقام کے نیچے کی طرف مادہ کے جذب کرنے کی احتیاج لاحق ہوتی ہے اور یہ بات بدون مالش کے نہین حاصل ہوتی مین کہتا ہون ریاضت دو قسم پر ہے عام اور خاص عام تو وہ ہے جسکا نفع تمام بدن کو شامل ہو اور خاص وہ ہے جسکا نفع کسی عضو کے ساتھ مخصوص ہو مؤلف نے ان دونون قسمون مین سے کئی صنفین بیان کی ہین ایک صنف تو سینہ کی ریاضت ہے اور وہ پڑھنا ہے لیکن یہ صرف سینے کی ریاضت نہین ہے بلکہ سینہ کی اور تمام اعضائے تنفس کی ریاضت ہے جیسے کہ حنجرہ اور زبان ہے کیونکہ بولنے کا آلہ

ہوا ان دونون سے ٹکراتی ہے اور جیسے کہ حلق کا کوا ہے کہ آواز نکلنے کیوقت وہ کھنچتا ہے اور جیسے کہ گردن ہے کہ آواز نکلنے کے وقت وہ بھی کھنچتی ہے آور اس پڑھنے کی ریاضت مین افضل یہ ہے کہ پہلے آہستہ شروع کرے اور پھر درجہ بدرجہ جہر کی طرف بڑھائے کیونکہ قوی فعل یکایک مضر پڑتا ہے اور تھکا دیتا ہے آور دوسری صنف قوت سامعہ کی ریاضت ہے اور وہ لذیذ نغمون کا سننا ہے جو تیز اور بھاری ہون یا دونون سے ملے ہوے ہون اور درجہ بدرجہ ہونا انکا بھی ضروری ہے اور تیسری ریاضت قوت باصرہ کی ہے اور وہ باریک خط کا دیکھنا ہے اور اچھی چیزون کی طرف دیکھنا ہے اور دور کی چیزون کو دیکھنا ہے خصوصًا روشن چیزون کو اور اعتدال کے ساتھ رو کر آنسو گرانا آور چوتھی صنف گھوڑے کی سواری ہے یہ تمام بدن کے لیے ریاضت ہے اور اس ریاضت مین باعتبار گرمی پہونچنے کے تحلیل زیادہ ہوتی ہے اسی لیے اسمین سانس پھول جاتی ہے اور اخلاط مین ہیجان نہین پیدا ہوتا اور یہ ان لوگون کو زیادہ مفید ہے جو مرض جسے کہ اُٹھے ہون اور نقیہ ہون کیونکہ یہ انکے بقیہ مرض کو تحلیل کردیتی ہے اسلیے کہ یہ اُن چیزون کو نکالدیتی ہے جہان دوا کا گذر نہین ہے آور پانچوین صنف جھولون اور گہوارون مین جھولنا ہے بیٹھکر یا کھڑے ہوکر یا چت لیٹ کر مگر جسوقت آہستہ آہستہ ہو اور یہ بھی معتدل گھوڑے کی سواری کی طرح تمام بدن کی ریاضت ہے آور مؤلف کے کلام مین جو ہمقام پر لفظ ترجّح ہے اُسکے معنے میل یعنی جھکنے اور لچکنے کے ہین آور اراجیح ارجوحہ کی جمع ہے اور ارجوحہ وہ چیز ہے جسپر بچے سوار ہوکر پینگین بڑھاتے ہین اور اپنا کھیل سمجھتے ہین کہا جاتا ہے تَرَجَّحَتِ الْاُرْجُوحَۃُ بِالْغُلَامِ اسکے معنے یہ ہین کہ جھک گیا جھولا لڑکے کو لیکر۔ آور چھٹی صنف گھوڑے کا سرپٹ دوڑانا ہے یہ بھی تمام بدن کی ریاضت ہے لیکن بڑی سخت ریاضت ہے تحلیل بھی زیادہ کرتی ہے اور گرمی بھی زیادہ پہونچاتی ہے اسی لیے اسمین سانس بہت زیادہ پھولتی ہے آور ساتوین صنف چوگان بازی ہے خواہ گیند چھوٹی ہو خواہ بڑی اور یہ بدن اور نفس دونون کی ریاضت ہے اسکا بدن کی ریاضت ہونا تو ظاہر ہے اور نفس کی ریاضت ہونے کی یہ وجہ ہے کہ اسمین کبھی تو مقابل پر غالب آنے اور جیتنے سے نفس خوش ہوتا ہے اور کبھی ہارنے سے غصہ آتا ہے آور نفس کے فعل کو ریاضت کہنا مجازًا ہے کیونکہ ریاضت تو خاص بدنی حرکت کو کہا جاتا ہے یعنی اطبا کی اصطلاح مین۔ آور آٹھوین صنف گھوڑدوڑ ہے اور یہ بھی چوگان بازی کی طرح بدن اور نفس دونون کی ریاضت ہے آور نوین صنف کشتی پر سوار ہونا ہے اور یہ کل بدن کی ریاضت ہے اور اس سے اخلاط مین حرکت اور ہیجان پیدا ہوتا ہے کیونکہ نفس کشتی کی سواری کی حالت مین جو چیزون کو دیکھتا ہے تو اُس سے اُسکو دہشت ہوتی ہے اور اس دہشت کی وجہ سے اخلاط اوپر کی جانب حرکت کرتے ہین کیونکہ جب اخلاط مین حرکت ہوتی ہے تو اس حرکت کیوجہ سے اُنمین رقت اور لطافت آجاتی ہے لہذا وہ اوپر کو چڑھتے ہین خاصکر جسوقت کہ صفراوی ہون اور غلیظ مواد بھی اوپر

چڑھنے مین رقیق مواد کا ساتھ دیتے ہین اسی لیے کشتیون اور جہازون مین متلی اور قے ہونے لگتی ہے اور جو مزمن اور پرانے امراض ہوتے ہین جیسے جذام اور استسقاء اور سکتہ اور برودت معدہ اور نفخ معدہ یہ سب کشتی مین سوار ہونے سے جڑسے جاتے رہتے ہین کیونکہ نفس پر خوف اور خوشی کا مکرر اختلاف ہوتا رہتا ہے جس سے کبھی تو مادے اوپر کی جانب حرکت کرتے ہین کبھی نیچے کی جانب اور اس آمد و شد کی وجہ سے اُنہین دفع ہو جانے کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے بعد اس بات کے کہ اپنی غلظت اور اعضا مین چپک جانے کی وجہ سے اُنکا دفع ہونا اور اُکھڑنا سخت دشوار تھا اور کشتیون پر سوار ہونا معدے اور ہضم کو قوی کرتا ہے کیونکہ جو فضلے ضعف معدہ اور فساد ہضم کے باعث ہوتے ہین وہ اس سے دفع ہو جاتے ہین جسوقت کشتی مین متلی اور قے شروع ہو تو اُسکو روکنے کا قصد نکرنا چاہیے کیونکہ فضلون کے خارج ہونیسے بدن کو نفع ہوتا ہے (تو اُسکو روکنا گویا ایک نفع کا کھونا ہے جسکا نتیجہ مضرت کا ہونا ہے) ہان جسوقت اس سے ضعف ہو جائے اُسوقت البتہ اُسکو اُن چیزون سے روکدینا ضروری ہے جنکو ہم قے اور متلی کے علاج مین ذکر کرینگے۔ مؤلف کہتا ہے بعضی مالش کھرکھری ہوتی ہے یعنی کھرکھرے ہاتھون سے (یا ہاتھون مین کھرکھرا کپڑا لپیٹ کر جیسے کھیسا وغیرہ) اس مالش سے رنگ بدن کا سرخ ہو جاتا ہے اور بدن تیار ہو جاتا ہے جبتک کہ افراط سے مالش نہو جو تحلیل مین قوی ہو اور بعضی مالش سخت ہوتی ہے (جو خوب دبانے سے ہو) یہ مالش ضعیف عضوون کو قوی اور مضبوط کر دیتی ہے اور بعضی مالش ملائم ہوتی ہے اس سے اعضا مین استرخاء اور ڈھیلا پن پیدا ہوتا ہے اور بعضی مالش بہت زیادہ ہوتی ہے (یعنی جو دیر تک ہو) اس سے بدن دبلا ہو جاتا ہے اور بعضی مالش (زمانہ کے اعتبار سے) معتدل ہوتی ہے یہ مالش بدن کو تیار کرتی ہے مین کہتا ہون منجملہ ریاضتون کے ایک ریاضت مالش بھی ہے اور اسکی طرف خاص طور پر محتاج ہونے کی یہ وجہ ہے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بعضا مادہ جسمین غلظت اور لیس ہوتا ہے اعضا مین چپک جاتا ہے اور اُسکو بجز مالش کے جو اُسکو رقیق اور پتلا کر کے عضو سے چھوڑا دے اور کوئی چیز نہین نکال سکتی اور مالش کئی قسم پر ہے ایک تو کھرکھری یہ وہ مالش ہے جو کھرکھرے ہاتھون یا کھرکھرے کپڑے سے ہو اس سے بدن سرخ ہو جاتا ہے اور عضو مین تیاری آجاتی ہے اسلیے کہ اس سے خون باہر کی طرف کھنچ آتا ہے مگر نہ اُسوقت جبکہ اُسمین افراط سے کام لیا جائے کیونکہ اس صورت مین زیادت تحلیل کی وجہ سے بدن دبلا ہو جاتا ہے اور ایک مالش چکنی ہوتی ہے یہ کھرکھرے کی ضد ہے اس سے بھی سرخی اور تیاری آتی ہے لیکن کھرکھری مالش سے کم اور یہ کچھ زیادہ بھی تحلیل نہین کرتی اور یہ چونکہ نرم اور ملائم مالش کے حکم مین ہے اسلیے مؤلف نے اسکو ذکر نہین کیا اور ایک مالش سخت ہوتی ہے اور یہ وہ مالش ہے جسمین بدن دابا زیادہ جائے اس سے وہ عضو سخت ہو جاتا ہے جسکی مالش کیجائے

اور ضعیف عضو قوی ہوجاتا ہے کیونکہ اس مالش مین چونکہ عضو اچھی طرح دب جاتا ہے اور اُسکے متفرق اجزا مجتمع ہوجاتے ہین اور وہ فضلے دفع ہوجاتے ہین جنسے عضو مین نرمی اور لٹک پیدا ہوتی ہے اسیلئے اسمین اچھی طرح سے قوت اور سختی آجاتی ہے اور ایک مالش نرم ہوتی ہے یہ مالش وہ ہے جو سخت مالش کے خلاف ہو اس سے عضو لٹک پڑتا ہے کیونکہ رطوبتین اُسکی طرف بہ آتی ہین اور اس سے کچھ ایسی تحلیل نہین ہوتی اور ایک مالش بہت زیادہ ہوتی ہے اس سے عضو دُبلا ہوجاتا ہے کیونکہ اسمین تحلیل بہت زیادہ ہوتی ہے اور ایک مالش معتدل ہوتی ہے اور اس سے عضو مین تیاری آتی ہے کیونکہ غذا کو اُسکی طرف کھینچ لاتی ہے ۔ **مؤلف کہتا ہے** اور ریاضت سے پہلے مالش کرنی چاہیے تاکہ عضو مین ریاضت کی استعداد پیدا ہو اور ریاضت کے بعد بھی مالش کرنی چاہیے تاکہ زائل شدہ قوت پھر لوٹ آوے اور جن جن مادون کو عضلون مین اور جلد کے قریب ریاضت نے تحلیل کرنے سے چھوڑ دیا ہے یہ اُسکو تحلیل کردے اور چاہیے کہ (یہ دوسری مالش) بہت ہاتھون سے ہو (اس سے یہ غرض نہین ہے کہ ہاتھون کے پڑنے کی گنتی زیادہ ہو بلکہ یہ مقصود ہے کہ ہاتھ کا پھرنا بدن پر مختلف وضعون اور مختلف جہتون سے ہو) تاکہ بدن پر ہاتھون کے پڑنے کے موقعے مختلف ہون مین **کہتا ہون** چاہیے کہ ریاضت دو مالشون کے درمیان ہو پہلی مالش تو اسیلیے ہو کہ بدن ریاضت کے لیے تیار ہوجائے اسی لیے اس مالش کو مالشِ استعداد کہتے ہین اور اس مالش کا فائدہ یہ ہے کہ اگر [illegible] مالش کے ریاضت شروع کردیجائیگی تو فضلے ایسی حالت مین حرکت کرنے لگینگے کہ سب مجرے بند ہین پس گھٹ جائینگے اور جلد کے قریب جمع ہوجائینگے اور اسمین صریح نقصان ہے نیز یکایک سخت حرکت کے واقع ہونے سے رگ کے پھٹ جانے اور عضلے کے اُکھڑ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے نیز سکون سے حرکت کی طرف بلا کسی واسطہ کے منتقل ہونے سے طبیعت کو سخت ایذا پہونچتی ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کرچکے ہین اور یہ مالش اس طریقے سے ہونی چاہیے کہ پہلے نرمی کے ساتھ شروع کیجائے اُسکے بعد تھوڑی تھوڑی بڑھائی جائے اور اگر اس مالش مین تیل لگانے کا ارادہ ہو تو اخیر مین لگائے (یعنی جسوقت مالش قوی ہاتھون سے شروع کرے) اور دوسری مالش قوت کے پھیرنے اور بقیہ ریاضت کے تحلیل کرنے کے لیے ہوتی ہے اور اسکو دلک استرداد اور دلک مسکن بھی کہتے ہین ؛ دلک کے معنی مالش کے ہین اور استرداد کے معنی پھیرنے اور لوٹانے کے ہین پس دلک استرداد کے معنی یہ سمجھے وہ مالش جو قوت کے لوٹانے کے لیے ہو اور دلک مسکن کے معنی وہ مالش جو تسکین دے کیونکہ بقیہ مادہ کی تحلیل سے طبیعت کو سکون ہوجاتا ہے) اور اسکا فائدہ یہ ہے کہ لطیف حرارت کو برانگیختہ کرکے قوت کو لوٹائے اور بقیہ مادہ کی تحلیل کرے کیونکہ اُس سے طبیعت کو تکان ہوتی ہے اور اسکی ترکیب یہ ہے کہ اول اول اسکو قوت کے ساتھ شروع کیا جائے اسکے بعد رفتہ رفتہ نرم کی جائے اور اگر اس مالش مین

تیل ملانے کا ارادہ کیا جائے تو اُسکا حق ابتدا رمالش کے وقت ہے بعض اطبا رنے کہا ہے کہ اس مالش مین تیل کا استعمال ہرگز نہ چاہیے کیونکہ یہ مالش تو اسلیے ہوتی ہے کہ بقیہ کی تحلیل کرے اور ضرور ہے کہ اسمین مسامات کو کھولا جائے اور تیل مسامات کو بند کردیتا ہے اور اسکا جواب یہ ہے کہ ہم یہ بات نہین مانتے کہ تیل مطلقًا مسامات کو بند کرتا ہے ممکن ہے کہ تیل گرم ہو جو مسامات کو کھولے اور فضلون کو تحلیل کرے اور چاہیے کہ مالش بہت سے ہاتھون سے ہو تاکہ ریاضت کرنیوالے کے بدن کے تمام عضلون مین مالش کا اثر پہونچ جائے اور چاہیے کہ اس مالش کے وقت سردی سے حفاظت کرے ۔

شیخ نے ریاضت کے متعلق خوب تفصیل کی ہے کہ طبیعت بغیر اُسکے نقل کیے نہین مانتی وہ لکھتے ہین (ریاضت وہ حرکت ارادی ہے جو تنفس عظیم اور متواتر کی طرف شخص انسانی کو مضطر کرتی ہے اور جس شخص کو توفیق استعمال ریاضت کی بر وجہ اعتدال اپنے وقت خاص مین ہو اس شخص کو ہر ایک علاج سے بے پروائی حاصل ہوتی ہے یعنی جس علاج کی خواہش امراض مادی اور امراض مزاجی کو جو تابع امراض مادی کے ہوتے ہین (اور اُنسے پیدا ہوتے ہین) ہوتی ہے اور معالجہ سے اسوقت استغنا حاصل ہوتی ہے جبکہ تمام تدبیرین اُس شخص کی موافق اور صائب ہون بیان اس دعوی کا یہ ہے کہ ہم لوگ جیسا کہ اوپر معلوم ہوچکا ہے تا بقائے حیات غذا کی طرف باضطرار محتاج ہین اور ہماری حفظ صحت غذا ہی سے حاصل ہوسکتی ہے جو ہمارے مناسب اور اپنی مقدار اور کیفیت مین معتدل ہو اور کسی غذا مین یہ صفت بالقوہ نہین ہے کہ تمام و کمال ہمارے جسم کی غذا بالفعل بنجائے بلکہ ہر ایک غذا سے ہر ہضم مین ایک فضلہ باقی رہجاتا ہے اور طبیعت اُس فضلہ کے استفراغ مین کوشش کرتی ہے مگر تنہا طبیعت کے ذریعہ سے پورا استفراغ ہر فضلہ کا نہین ہوسکتا بلکہ لا محالہ ہر ہضم کے فضلے سے کسیقدر باقی رہجاتا ہے خواہ فضلے کا جرم خواہ اُسکا اثر پھر جسوقت متواتر اور مکرر باقی رہتا ہے تھوڑی تھوڑی بقایا سے فضلہ کی ایک معتدبہ مقدار یکجا ہوجاتی ہے اور اُسکے اجتماع سے مواد فضلیہ حاصل ہوتے ہین جنسے بدن کو چند وجوہ ضرر پہونچتا ہے ایک وجہ تو یہ ہے کہ اگر ان مواد مین عفونت آجائے امراض عفونت پیدا کرینگے اور اگر ان مواد کی کوئی کیفیت کیفیات اربعہ مین سے بڑھجائے امراض سوء مزاج پیدا کرینگے اور اگر انکی مقدار بہت ہوجائے امراض امتلائی از قسم امراض اوعیہ و مجاری پیدا کرینگے اور اگر یہ مواد کسی عضو پر گرین ورم پیدا کرینگے اور ان مواد کے بخارات جوہر روح کے مزاج کو فاسد کردیتے ہین پس لا محالہ ان مواد کے استفراغ کی طرف باضطرار حاجت ہوتی ہے اور ان کا استفراغ اکثر اوقات اسطرح کیا جاتا ہے کہ استعمال ادویۂ مسہلہ کا کیا جائے اور بیشک ایسی دوائین قوت غریزی کو کمزور کردیتی ہین بلکہ اگر یہ دوائین سمی بھی نہون تب بھی انکا استعمال طبیعت پر گرانی اور تحلیل اور تعب سے خالی نہین ہے ۔ چنانچہ بقراط نے لکھا ہے کہ دوائے مسہل جسطرح تنقیہ مواد کا کرتی ہے اسی طرح اذیت بھی دیتی ہے اور باوجود اسکے جسطرح مواد فاسد کا

استفراغ ہوتا ہے اسی طرح خلط فاضل یعنی اچھا خلط اور رطوبت عزیزی اور وہ روح جو جوہر حیات ہے اُس سے بھی ایک مقدار صالح نکلجاتی ہے اور یہ سب باتین اعضاء رئیسہ اور خادمہ کو ضعیف کر دیتی ہین پس یہ امور اور اُن کے سوائے اور بھی مضرتین امتلا کی ہین جو بحال خود متروک ہو جاتی ہین جسوقت بذریعۂ ریاضت کے استفراغ ہو جائے پس ریاضت بڑا کامل سبب مانع ہے واسطے مبادی امتلا کے جس وقت کہ اور سب تدبیرین ہمراہ ریاضت کے بنہج صواب واقع ہون۔ اور باانیہمہ ریاضت سے حرارت عزیزی کا انتعاش یعنی ہوشیاری پیدا ہوتی ہے اور بدن کو بذریعہ ریاضت کے سبکی پیدا ہوتی ہے اسلیے کہ ریاضت لطیف حرارت کے برانگیختہ کرنے کے جسقدر فضلہ ہر روز باقی رہجاتا ہے اُسکی تحلیل کر دیتی ہے اور حرکت کی اعانت سے فضلہ کا پھسلکر نکلنا اور اپنے مخرج کی طرف متوجہ ہونا حاصل ہوتا ہے اسی جہت سے باوجود گذرنے مدتہاے دراز کے فضلۂ معتدبہ جمع نہین ہونے پاتے اور باانیہمہ جسطرح کہ ریاضت حرارت عزیزی کو بڑھاتی ہے اور مفاصل اور اوتار کو سخت کرتی ہے اس سختی کی وجہ سے ہر ایک جوڑ اپنے افعال پر قادر ہو کر انفعال سے محفوظ رہتا ہے اسیطرح اعضا کو ریاضت کی وجہ سے فضلہ کم ہونے سے غذا پر آمادہ کرتی ہے پس قوت جاذبہ کی بھی تحریک پیدا ہوتی ہے اور بستگی اعضا کی دفع ہو جاتی ہے اور سب اعضا نرم ہو جاتے ہین اور رطوبتین رقیق ہو جاتی ہین اور مسامات کھلجاتے ہین۔ اکثر یہ بات ہے کہ تارک ریاضت دق مین مبتلا ہو جاتا ہے اسلیے کہ اعضا کی قوتین ضعیف ہو جاتی ہین بجہت ترک کرنے اس حرکت کے جو روح عزیزی کو کہ آلۂ حیات ہے بطرف اعضا کے کھینچنے والی ہے اور ریاضت کی کئی قسمین ہین ایک قسم وہ ہے جسکی ضرورت بوجہ کسی عمل یا صنعت کے ہوتی ہے جس پیشہ کو انسان کرتا ہے دوسری قسم ریاضت کی اسواسطے کیجاتی ہے کہ اُسمین مقصود محض ریاضت ہوتی ہے کسی عمل کا اتمام اس سے مقصود نہین ہوتا اور اس ریاضت سے خاص منافع ریاضت کے پیدا ہوتے ہین اور اس دوسری قسم کی جدا جدا چند قسمین ہین اسی ریاضت مین سے ایک قسم وہ ہے جو کم ہوتی ہے اور ایک قسم وہ ہے جو زیادہ ہوتی ہے اور ایک قسم شدید ہوتی ہے اور دوسری ضعیف ہوتی ہے اور ایک سریع ہوتی ہے دوسری بطی تیسری مرکب شدت اور سرعت سے ہوتی ہے ایک قسم متراخی یعنی باہستگی اور بضعف ہوتی ہے اور ہر ایک ایسی دو قسمون مین جو متضاد ہین ایک قسم معتدل درمیانی موجود ہے اقسام ریاضت کے یہ ہین مصارعت یعنی ایک دوسرے سے نزاع کرنا اور مباطشت یعنی باہم پکڑ لڑنا اور سینہ سے سینہ پر ٹکر مارنا خواہ سینے پر ایک دوسرے کے گھونسا مارنا اور گھوڑ دوڑانا اور دوڑنا اور جلد چلنا اور تیر لگانا یا کبادہ کشی کرنا اور ناوک کا تیر پھینکنا اور کسی چیز مین سوراخ کر کے بذریعۂ ریسمان وغیرہ کے لٹکنا اور ایک پانون پر چلنا جسے لنگڑی کہتے ہین اور شمشیر زنی اور نیزہ بازی کرنا اور گھوڑے پر چڑھنا

اور بے لاگ ہوکر ہاتھ پر ہاتھ مارنا اُسکی صورت یہ ہے کہ آدمی اطراف قدم پر کھڑا ہوکر دونون ہاتھ آگے پیچھے بڑھا کر جلد جلد
ہاتھ پر ہاتھ مارے اور یہ قسم ریاضت کی نہایت شریف ہے منجملہ ریاضت کے یہ بھی ہے کہ جھولا جھولے اور پینگ بڑھائے
اور گہوارے مین کھڑے ہونا یا بیٹھنا یا لیٹنا اور زواریق اور سمیریات جو دو نون چھوٹی قسم کی کشتیان ہین اُنپر سوار ہونا
اور اس سے قوی تر ریاضت اونٹ اور گھوڑے اور عماری دار اونٹ پر سوار ہونا اور گوسالہ پر سوار ہونا منجملہ قوی ریاضت کے
میدانی ریاضت ہے اُسکی صورت یہ ہے کہ آدمی ایک مسافت معین کسی میدان مین دوڑنے کی مقرر کرلے پہلے وہان سے
کسیقدر دوڑے اور حد معین تک پہونچکر پچھلے پانون پھر آوے اور ہر مرتبہ مسافت مین بہ نسبت سابق کے کم کرتا جائے
یہان تک کہ اخیر مرتبہ وسط مسافت مین ٹھہر جائے اور منجملہ ریاضت کے یہ ہے کہ تلوار یا نیزہ لیسے کھیلتا ہوا اپنا سایہ اپنے
شخص مقابل کے مقام تک پہونچائے اور ہتھیلی بجانا اور پانون کا پیٹنا اور اوپر سے نیچے کو پھسلنا اور گیند کھیلنا بڑے
یا چھوٹے گیند سے اور لکڑی کی تلوار سے کھیلنا اور پتھر وزنی اوپر اُبھارنا اور گھوڑے کو ٹھوکر لگا کر اُڑانا یا دوڑتے ہوے
گھوڑے کو روک لینا بحالت سواری کے اور کشتی لڑنا اور مباطشت یعنی حملہ کرنے کی چند قسمین ہین ایک یہ ہے کہ دو
آدمیون مین سے ہر ایک شخص دوسرے کو دونون ہاتھون کے بیچ مین کمر کی جگہ پر پکڑے اور دونون اپنے نکلجانے
اور چھوڑلینے کے واسطے زور کرین اور ہر ایک دوسرے کو نہ چھوڑے اور ہلنے نہ دے دوسری یہ ہے کہ داہنے ہاتھ سے داہنا
اور بائین ہاتھ سے بایان اپنے مقابل کو پکڑے اور منھ ایک کا دوسرے کے سامنے ہو اور اونچا اُٹھا کر پٹک دے کہ وہ بیٹھ
کر پڑے اُسکے بعد جست کرنے کی کوشش کرے خصوصًا جسوقت مرد مقابلہ ایک مرتبہ جھکا ہوا ہو اور دوبارہ دراز اور سیدھا
ہو اور ازین قبیل سینہ سے سینہ لڑا کر ایک دوسرے کو پیچھے ہٹانا اور ازین قبیل ہر ایک کی گردن مین ہاتھ ڈال کر نیچے کو جھکانا
ازین قبیل اپنے مقابل کے پانون کو لپیٹنا جسے لنگی مارنا کہتے ہین اور اپنے دونون پانون سے دوسرے شخص کے دونون
پانون کو انگوٹھے کی طرف سے ہٹانا اور دور کرنا ازین قبیل ریاضت کی اور اوضاع ہین جو کشتی گیر لوگ استعمال کرتے
ہین اور منجملہ ریاضت شریفہ کے یہ ہے کہ دو آدمی اپنی جگہ کو بدل کر دوسری جگہ چلے جائین اور پے در پے پیچھے کی طرف
کودتے ہوے ہٹین کہ ہر ایک دو مرتبہ کے ہٹنے مین ایک جست وخیز آگے کی جانب کے درمیان مین پڑے اور طرفہ
والے اور اس جست وخیز مین انتظام ہو یا نہو اور منجملہ ریاضات کے دو لکڑون کی ریاضت ہے اُسکی کیفیت یہ ہے کہ آدمی ایک جگہ پر
ٹھہرے اور اپنے داہنے بائین دو تکلے زمین مین گاڑے کہ اُنکے درمیان مین قلاچ مارنے کی جگہ ہو لپس داہنی طرف سے کود کر بائین
تکلے کو چھوئے اور بائین طرف سے داہنی طرف کود کر داہنے تکلے کو چھوئے اور چالاکی اسقدر کرے کہ اُس سے جلد کودنا ممکن نہو سخت
ریاضتین جلد استعمال کیجاتی ہین بیچ بیچ مین وقفہ دیکر یا سست ریاضتین اُنکے بیچ مین واسطے آرام دہی کے کیجاتی ہین واجب ہے کہ ریاضت کے

استعمال مین طرح طرح کی صورتین پیدا کی جائیں اور خاص ایک قسم کی ریاضت پر اکتفا کرنا درست نہین ہے ہر عضو کے
لیے ایک خاص ریاضت معین ہے۔ ہاتھ اور پانوٴن کی ریاضت ہر شخص بخوبی جان سکتا ہے سینے اور اعضاے نفس
کی ریاضت کبھی گران بار اور بھاری چیز کے اُٹھانے اور ہٹانے سے ہوتی ہے اور کبھی تیز چیزون کے ذریعہ سے اور کبھی
مختلف اوصاف کی چیزین ملا کر ہوتی ہے اور انہین ریاضت مُنھ اور لُہات یعنی کوّے اور زبان اور گردن کی ہوتی ہے اور
ایسی ریاضت رنگ مین خوبی پیدا کرتی ہے اور سینہ کو پاک کرتی ہے اگر سانس مین تنگی پیدا ہو پھونکنے کی ریاضت کرنی چاہیے
کہ انہین کسیقدر تمام بدن کی بھی ریاضت ہوتی ہے اور مجاری نفس مین وسعت پیدا ہوتی ہے دیر تک آواز بڑھانے مین
گونہ خطرہ ہے اور ہمیشہ آواز کا شدید کرنا ہوا کے زیادہ جذب کا باعث ہے اور انہین بھی خطرہ ہے دیر تک آواز نکالنا یا
سُر بھرنا زیادہ ہوا کے نکلنے کا باعث ہے اور انہین بھی خطرہ ہے۔ واجب ہے کہ نرم قرأت سے آواز کی ریاضت شروع
کی جائے پھر تدریج آواز بلند کی جائے پھر جب خوب آواز بلند ہو چکے اور دیر تک بلند رہا کرے زمانہ اس ریاضت کا
باعتدال تجویز کرین اُسوقت اس ریاضت سے فائدۂ عظیم اور نفع بین حاصل ہوگا اگر دیر تک زمانہ اس ریاضت کا
مقرر ہوگا معتدل اور صحیح آدمیون کے لیے انہین اندیشہ ہے۔ ہر ایک آدمی کو موافق اُسکے مزاج کے ایک ریاضت
ہوتی ہے جو ریاضتین نرم مثل گہوارے وغیرہ کے ہین وہ اُن لوگون کو موافق ہین جنھین حمیات نے ضعیف کر دیا ہو
اور حرکت سے عاجز آگیا ہو جو لوگ بوجہ نقاہت کے چلنے پھرنے سے عاجز ہون یا جنکو خربق کے پینے سے
ضعف پیدا ہوا ہو اور مثل اُن لوگون کے اور اسی طرح جن لوگون کے حجاب مین کوئی مرض ہو اس ریاضت
مین اگر نرمی کیجائے نیند پیدا کرتی ہے اور رباح کو تحلیل کرتی ہے اور بقایا امراض سر کو نافع ہے جیسے غفلت اور
نسیان اور اکثر خواہشون مین حرکت پیدا کرتی ہے اور طبیعت کو اُسکے افعال پر آگاہ کرتی ہے اور جگا دیتی ہے اگر
تخت پر بٹھا کر گہوارہ جنبانی کی جائے یہ طریقہ اُس شخص کے مناسب ہے جو شطر الغب اور حمیات مرکب خواہ حمیات
بلغمی میں مبتلا ہو یا جسے مرض جبن لاحق ہو ایضاً ارباب اوجاع نقرس یعنی درد نقرس والون اور گردہ کے مریضون
کو ان سب کے واسطے اس گہوارہ جنبانی سے یہ فائدہ مترتب ہوتا ہے کہ جو مادہ دفع ہونے پر آمادہ ہو اُسکی آمادگی
بڑھاتی ہے اور نرم مادہ مین نرمی زیادہ پیدا ہوتی ہے اور قوی مین زیادہ تر قوت پیدا ہوتی ہے اور گوسالہ کی سواری
سے کبھی کبھی یہ فائدے مترتب ہوتے ہین لیکن انہین برانگیختہ ہونا مواد کا بہ نسبت گہوارہ جنبانی کے زیادہ ہے کبھی
گوسالہ پر بطرح سوار کرتے ہین کہ سوار کا منھ اُسکی دم کی طرف ہوتا ہے اس ترکیب سے اُس شخص کو فائدہ پہونچتا
ہے جسکی بصارت مین ضعف ہو یا ظلمت بصر مین گرفتار ہو اور فائدہ اُسکا بہت ہے۔ کشتی اور جانورون کی سواری

جذام اور استسقاء اور سکتہ اور برودت معدہ اور نفخ شکم کو نافع ہے اگر ناؤ کو کنارے کنارے لیجائیں اور گرداب میں لیجائیں
تو ان امراض کے دفع کرنے میں زیادہ مفید ہے اسواسطے کہ ایسے مقام پر ناؤ کے جانے سے کبھی نفس کو خوشی کبھی رنج
پیدا ہوتا ہے اور اگر ناؤ کی سواری سے متلی پیدا ہو کر رک جائے اور قے نہو امراض معدہ کو نافع ہے اعضاے غذا کی
ریاضت تابع ریاضت بدن کے ہے۔ بصارت کی ریاضت باریک چیز دیکھنے سے ہوتی ہے اور روشن چیزیں رفتہ رفتہ
دیکھنے سے بصارت بڑھتی ہے۔ سماعت خفیف آوازون کے سننے سے مرتاض ہوتی ہے اور شاذ و نادر بڑی بڑی آوازون
کے سننے سے بھی سماعت کو فائدہ پہونچتا ہے ہر عضو کی ریاضت خاص کو ہم بیان حفظ صحت ہر عضو مین ذکر کرینگے
جسو قت مین ہر عضو کے امراض جزئیہ کو لکھینگے۔ لازم ہے کہ ریاضت کرنے والا اپنے بدن کے اعضاے ضعیف تک
ریاضت کی گرمی پہونچنے نہ دے مگر بسبیل تبعیت مثلاً جسے مرض دوالی ہو اُسپر واجب ہے کہ جو ریاضت وہ شخص کرے
اسمین وہ ٹانگ پانوُن کے ہلانے کی ضرورت نہو بلکہ پانوُن کی حرکت اسکی ریاضت مین کم ہو اور ادھر کے اعضا مثل
گردن اور سر اور ہاتھ وغیرہ کی ریاضت سے جو گرمی تمام جسم مین پیدا ہو وہی گرمی پانوُن تک پہونچے بہتر ہے۔ ضعیف
بدن کی ریاضت ضعیف ہونی چاہیے اور قوی کی قوی یہ بھی جاننا چاہیے کہ ہر ایک عضو کے واسطے بجاے خود ایک
ریاضت خاص ہے جیسے آنکھ کو باریک چیز دیکھنے مین اور حلق کو آواز بلند کرنے مین بشرطیکہ یہ دونون باتین بتدریج واقع
ہون اور دانت اور کان کے واسطے مخصوص ریاضتین ہین جنکا ذکر ہر ایک باب خاص مین بروقت ذکر امراض ہر عضو
کے کیا جائیگا۔ ریاضت کے شروع کرنیکا یہ وقت ہے کہ بدن فضول سے پاک ہو اور احشا اور عروق کے گرد کیموسات
خام اور ردی ایسے موجود نہون جنھین ریاضت تمام بدن مین منتشر کر دے رات کی غذا کا ہضم معدہ اور جگر اور رگون
مین ہو چکا ہو اور صبح کی غذا کا وقت آ چکا ہو تینون ہضمون کے حاصل ہونے پر نضج بول کا قوام اور لون مین دلالت
کرتا ہے اسلیے کہ یہ نضج اول وقت انہضام مین ہوتا ہے اور جب غذا کو ہضم ہوے زیادہ زمانہ گذر جاتا ہے اور قوت
غریزی ایک مدت تک غذا کے تصرف سے خالی رہتی ہے بول مین ناریت پیدا ہو جاتی ہے اور زردی کی حد سے
رنگت بول کی بڑھجاتی ہے یعنی تبنی رنگ جو طبعی ہے باقی نہین رہتا ہے اسوقت ریاضت بھی مضر ہے اسلیے کہ
قوت مین ضعف پیدا کرتی ہے اسیواسطے کہتے ہین کہ مقتضاے حال ریاضت شدید کی خواہش کرے مناسب یہی
ہے کہ اُسوقت معدہ بالکل خالی نہو بلکہ اُسمین تھوڑی سی غذا موجود ہو۔ جاڑون مین غلیظ اور گرمیون مین لطیف
پھر اگر کوئی شکم سیر ہو کر ریاضت کرے یہ بات بہتر ہے اس سے کہ بھوکا ریاضت کرے۔ اور گرم یا تر کیفیت کی ریاضت
بہتر ہے اس سے کہ بدن سرد یا خشک ہو۔ بہترین اوقات ریاضت کے وہی ہین جب بدن حالت اعتدال پر ہو گرمی

اور سردی مین ۔ اکثر گرم یا خشک مزاج کو ریاضت مبتلاے امراض کردیتی ہے جب یہ شخص ترک ریاضت کرتا ہے صحت پاتا ہے ۔ جو شخص ریاضت کرے اُسپر واجب ہے کہ پہلے فضلے کو امعا اور مثانہ سے بطریق بول و براز کے دفع کرے اُسکے بعد ریاضت مین مصروف ہو اور بدن کی مالش پہلے واسطے آمادگی اور استعداد کے اسقدر کرے کہ حرارت غریزی مین انتعاش یعنی ہوشیاری پیدا ہوجائے اور مسامات کھلجائین ۔ مالش بدن کی سخت چیز سے کرنی چاہیے اُسکے بعد دہن شیرین ملکر آہستہ آہستہ مالش کرین اسقدر کہ اُس عضو مین تھوڑی سی تنگی پیدا ہو نہ اینکہ زیادہ گھٹ جائے اور مالش بہت سے ہاتھون کی جنکے اوضاع مختلف طور پر بدن سے ملاتے ہون کرانی چاہیے تاکہ جمیع پارہ ہاے عضل کو مالش کا اثر پہونچے بعد اُسکے ریاضت شروع کرے فصل ربیع مین عمدہ وقت ریاضت کے لیے قریب دوپہر کے معتدل مقامات مین ہے ۔ اور فصل خریف مین جسوقت سردی اور گرمی کا اعتدال ہو اُسوقت ریاضت کرنی چاہیے ۔ گرمیون مین دوپہر سے پیشتر اور جاڑون مین قاعدے کے موافق تو یہ تھا کہ ریاضت مین تاخیر شام تک کیجاتی لیکن اور چیزین اس تاخیر کو منع کرتی ہین اسلیے واجب ہے کہ مکان مین ٹیٹی پردے چھوڑکر اور انگیٹھی وغیرہ مین آگ روشن کرکے ہوا معتدل کیجائے اُسکے بعد استعمال ریاضت کا ایسے وقت جو ہضم غذا اور دفع فضول وغیرہ بھی اُسوقت ہوچکا ہو کیا جائے ۔ مقدار مین ریاضت کے تین باتون کی رعایت واجب ہے پہلے بدن کا رنگ جبتک خوب رہے اور سرخی بڑھتی جائے اُسوقت تک ریاضت کا وقت باقی ہے دوسرے جبتک حرکات سبک رہین وہان تک وقت ریاضت کا باقی ہے تیسرے اعضاے کے پھولنے مین جبتک زیادتی ہو اُسوقت تک ریاضت کا وقت باقی ہے لیکن جب ان حالات مین کمی آجائے اور پسینہ بہنے لگے اُسوقت ریاضت کا قطع کرنا واجب ہے ۔ ریاضت کو قطع کرکے ایسا تیل لگانا چاہیے جسکی جہت سے پسینہ نکلے خصوصاً اگر سانس روک کر ریاضت کی ہو ۔ جب کوئی شخص ایک دن پوری ریاضت اپنے شروط پر کرلیتا ہے اُسکے دوسرے دن اُس شخص کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُس ریاضت کے بعد کسقدر ہضم کرنے کی طاقت بہم پہونچتی ہے پس چاہیے کہ دوسرے دن اپنی غذاے معمولی اور ریاضت سابقہ مین کچھ تغیر اور تبدل نکرے بلکہ ریاضت اور غذا بمقدار روز اول کے دوسرے دن باقی رکھے یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ جو مالش سخت ہوتی ہے اُس سے استواری پیدا ہوتی ہے اور نرم مالش سے بدن ڈھیلا ہوجاتا ہے ۔ بکثرت مالش کرنے سے بدن لاغر ہوجاتا ہے ۔ معتدل مالش تینون کیفیتون مین بدن مین فربہی اور توانائی پیدا کرتی ہے ۔ ترکیب عقلی سے اس مقام پر اقسام مالش کے نو ہوتے ہین پس نو قسم کے آثار بھی پیدا ہونگے ۔ الغرض مالش کبھی بخشونت یعنی کھرے کپڑے سے کی جاتی ہے جو خون کو ظاہر بدن مین بہت جلد کھینچ لاتی ہے اور چکنی مالش ہتھیلی خواہ نرم کپڑے سے خون کو

ظاہر بدن تک نہین نکالتی ہے اور جس عضو کی مالش کی گئی ہے اُسکو بند[ع۵] کر دیتی ہے۔ مالش سے غرض یہ ہے کہ جو بدن متخلخل اور ڈھیلے ہین اُنمین تکثیف اور بستگی پیدا ہو جائے اور نرم بدن مین سختی اور کثیف بدن مین تخلخل اور سخت بدن مین نرمی۔ اور جو مالش بغرض استرداد کیجاتی ہے وہ ریاضت سے پہلے ہوتی ہے اُس مالش کو نرمی سے شروع کرتے ہین پھر جب ریاضت کرنے کا وقت قریب آتا ہے مالش مین شدت کیجاتی ہے اور ایک مالش بغرض استرداد ہوتی ہے اور اسکا وقت بعد ریاضت کے ہے اور اسکو مسکن بھی کہتے ہین اس مالش سے غرض یہ ہے کہ جو فضول عضلون مین محتبس ہو رہے ہین اور بذریعہ ریاضت کے اُنکا استفراغ نہین ہوا ہے وہ تحلیل ہو جائین اور اس ریاضت کے بعد مالش سے جب یہ حالت بہم پہونچے کہ بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جائین پس ماندگی نہین پیدا ہوتی ہے۔ واجب ہے کہ یہ مالش ہلکی اور نازک اور معتدل ہو بہتر یہی ہے کہ تیل کی مالش کرین اور اس مالش کو درشتی اور سختی اور خشونت پر ختم نہ کرین یعنی جسوقت تک اعضا مین نرمی پیدا نہو یا جبتک نرمی اعضا کی بوجہ اس مالش کے زائل ہو کر مائل بسختی اور درشتی نہو جائے اُسوقت تک اس مالش کو استعمال کرنا چاہیے ورنہ اعضا مین سختی پیدا ہو جائیگی۔ لڑکون مین یہ مالش نشو و نما سے مانع ہوتی ہے اور بالغین مین اُسکی مضرت کمتر ہے اگر براہ خطا یہ مالش مائل بصلابت ہو بہتر ہے بہ نسبت اسکے کہ براہ خطا مائل بہ نرمی ہو اسلیے کہ تحلیل شدید کی تلافی بہ آسانی ہو سکتی ہے بہ نسبت اُس فساد کے جسکی آمادگی بدن کو بذریعہ نرم مالش کے ہوتی ہے۔ علاوہ یہ ہے کہ سخت مالش اگر بافراط ہو اعضاے صبیان مین نشو و نما کی مانع ہوتی ہے عنقریب اسکا بیان اور بقیہ شرائط بعد بیان وقت دلک کے کیا جائیگا ابھی تو ہم دلک استرداد کے بیان سے فارغ ہوتے ہین۔ دلک استرداد حقیقت مین گویا آخری جزو ریاضت کا ہے لہذا واجب ہے کہ اسکی ابتدا روغن سے بقوت کیجائے بعد اسکے اعضا ملتے ملتے تھکائے جائین اور حالت سختی مین ختم نہ کیا جائے اور متعدد ہاتھون سے یہ مالش کرائی جائے۔ جسکے بدن کی مالش ہو رہی ہے وہ اپنے اعضا کو بعد مالش کے تانے اور دراز کرے تاکہ فضلے اُس سے نکلجائین اور اسکے بعد ایک قماط یعنی نہالچہ لیکر اطراف اعضا پر پھیرا جائے اور زیر وقت پھیرنے کے جہان تک ممکن ہو سانس کو روکے رہے خصوصاً عضل بطن کو ڈھیلا کرکے اور عضل صدر کو کھینچکر اور تان کر اگر یہ بات آسان ہو اور آخر مین عضل بطن کو بھی کھینچ لے تاکہ احشا تک مالش کا اثر پہونچ جائے اور جبتک سانس روکے رہے اور عضل بطن تانے رہے بیٹھے اور چت لیٹے اور دونون پانؤن اپنے مالش کرنے والے کے پانؤن پر رکھے جو لوگ مشاق ہین تمام زمانہ ریاضت مین سانس روکے رہتے ہین۔ اور بیشتر وہ لوگ استرداد کا استعمال اثناے ریاضت مین کرتے ہین پس ریاضت کو قطع کرکے بعد دلک استرداد کے پھر ریاضت شروع کرتے ہین اور اگر ریاضت کا بڑھانا اُنھین منظور ہوتا ہے۔ بکثرت مالش کی

ع۵ بند کرنے سے مسامات کا بند ہونا مراد ہے ۱۲ منہ

حاجت اُس شخص کو نہین ہے دلک استرداد مین جسے اپنے بدن مین کوئی حالت زبون اور خراب نہ پائی جائے اور نہ اُسکا
ارادہ بعد دلک کے ریاضت کرنے کا ہو بلکہ اگر کسی طرح کی ماندگی پائے بہ نرمی تیل کی مالش اُسطور پر کرائے جسطرح ہم
آگے بیان کرینگے اور اگر کسی طرح کا یبس بدن مین پایا جائے اعضا کی مالش مین زیادہ اہتمام کیا جائے تاکہ تمام عضا
مین یہ بات پیدا ہو جائے کبھی مالش اور دبانا بشدت بروقت نوم کے مفید ہوتا ہے بدن مین خشکی پیدا کر کے رطوبت کو
مفاصل کی طرف روان ہو کر آنے سے منع کرتا ہے شیخ نے دوسرے مقام پر لکھا ہے کہ جو ریاضت کے بعد ماندگی عارض
ہوتی ہے اُسکی تین قسمین ہین قروحی تمددی ورمی اور چوتھی جو اسپر بڑھائی جاتی ہے اُسکا نام قشفی یبسی تقشفی ہے اعیاے
قروحی اُس ماندگی کو کہتے ہین جو ظاہر جلد مین محسوس ہو مشابہ اسکے کہ قروح کو کسی نے چوس لیا ہے یا جلد کے اندر
محسوس ہو اور اُسکے غار کے منہ اندر کی طرف ہون اور کبھی چھونے سے بھی محسوس ہوتے ہین اور صاحب اس ماندگی
کا بروقت حرکت کے اسکا احساس کرتا ہے اور کبھی اسطرح محسوس ہوتی ہے جیسے کانٹے چبھتے ہین اور یہ لوگ حرکات
کو ناپسند کرتے ہین تا اینکہ انگڑائی بھی انکو ناگوار ہوتی ہے اور اگر انگڑائی لیتے ہین تو بہت ضعیف جسوقت اس ماندگی
مین شدت ہوتی ہے بدن مین پھریری سی پیدا ہوتی ہے اگر اس سے بھی زیادہ ماندگی پیدا ہو لرزہ آجاتا ہے اور تپ
چڑھ آتی ہے سبب اس ماندگی کا کثرت ایسے فضلون کی ہے جو رقیق اور گرم ہون یا گھلنا گوشت اور چربی کا بجہت
شدت حرکت کے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ایسے اخلاط ردی اس ماندگی کے سبب ہوتے ہین کہ اگر رگون مین وہ اخلاط
منتشر ہوتے ہین تو اچھے خون کو انکی آفت خراب کرتی ہے پھر چونکہ بوجہ ریاضت کے یہ اخلاط تنہا بطرف جلد کے
نکل آتے ہین اُنکی اذیت بھی جلد تک آجاتی ہے کمتر اذیت انکی یہی ہے کہ اس قسم کی ماندگی پیدا کرین پھر اگر تھوڑی سی
حرکت مین پیدا ہو پھریری پیدا کرینگے اور اگر اس سے زیادہ حرکت کرین لرزہ پیدا ہوگا۔ کبھی ان اخلاط مین سے
تیز خلط بطرف جلد کے دفع ہو جاتی ہے اور خام رگون مین باقی رہجاتی ہے اور کبھی خام گوشت مین باقی رہتی ہے
اعیاے تمددی مین صاحب ماندگی کو ایسا محسوس ہوتا ہے گویا بدن اُسکا پاش پاش ہو گیا تا اینکہ انگڑائی تک
بھی اُسکو ناگوار ہوتی ہے خصوصاً اگر یہ ماندگی بوجہ تعب کے ہو اور بجہت اُن فضلون کے جو عضل مین محتبس ہین پیدا ہو
لیکن یہ فضول بہت ردی نہین ہوتے اُنکا جوہر اچھا ہوتا ہے اور انمین لذع نہین ہوتی اور کبھی یہ قسم ماندگی کی بجہت
ریاح کے پیدا ہوتی ہے ان دونون قسم کی ماندگی مین فرق بنظر خفت اور ثقل کے کیا جاتا ہے اکثر یہ ماندگی کچی نیند
سے بھی پیدا ہوتی ہے اور اگر بعد پوری نیند کے یہ ماندگی پیدا ہو اُس شخص کے بدن مین اور قسم کا اختلاف ہوگا اور وہ
ماندگی بدترین اقسام ہے اور اُسکا مادہ باریک ہڈیون مین متصل عضل کے ہے بشکل مستقیم اُنمین ہوتا ہے اعیاے ورمی

اس طرح پر پیدا ہوتی ہے کہ بدن مین گرمی عادت سے زیادہ پیدا ہو سبب اسکا یہ ہے کہ بدن مین حجم مین انتفاخ اور نوم
مین تغیر پیدا ہوا ور چھونے اور حرکت کرنے سے ازیت پہونچے اور ان اعیاکے ساتھ تمدد بھی محسوس ہوتا ہے
اعیاے قشفی اُس حالت کو کہتے ہین کہ آدمی اپنے بدن کو ایسا پائے کہ اُسکی خشکی بڑھ گئی ہے یہ ماندگی یا بجہت افراط
ریاضت کے (بشرطیکہ کیموس جید ہوا ور ریاضت استردادی یا خشونت بعد ریاضت اول کے کرے) پیدا ہوتی ہے
اور کبھی بجہت خشکی ہوا کے یا کم کرنے غذا اور روزہ رکھنے کے پیدا ہوتی ہے - اور دو چیزین سبب حدوث ماندگی کی
ہین اُسکی دلیل یہ ہے کہ ماندگی یا بجہت ریاضت کے پیدا ہوا ور وہ ماندگی اسلم اور بے خوف ہے اسکے علاج کا ایک طریقہ
خاص ہے یا ماندگی خود بخود پیدا ہوا ور یہ کسی مرض کا مقدمہ ہو اسکے علاج کا بھی طریقہ جداگانہ ہے - کبھی اسباب
ماندگی کے مرکب بھی ہو جاتے ہین بحسب ترکیب مواد کے یا بالذات ترکیب ہوتی ہے یا بوجہ ریاضت کے -
مفرد اقسام ماندگی کی تدبیر جسوقت پہچان لیجائے پھر مرکب اقسام کی شناخت اس قاعدے پر جو ہم آگے بیان
کرتے ہین ہوسکتی ہے اور وہ تدبیر یہ ہے کہ زیادہ توجہ سب سے پہلے اُسطرف کرنا چاہیے جسکا اہتمام زیادہ ہے باوجودیکہ
تدبیر اُسکی کمتر ہے - اس مقام پر اہم تدبیرین باتون کی غرض سے ہوتی ہے یا بوجہ قوت کے یا بجہت شرافت عضو موؤف
یا بسبب جوہر مادی کے جسوقت کسی ایک شخص مین اُنمین سے دو یا مین جمع ہون تاین لیس وہ اہم ہو گر یہ ایک قسم دوسرے شخص مین دونون قسمون
سے زیادہ قوی ہو بہ نسبت پہلے شخص کے لیکن دوسرا بجاے پہلے کے قرار دیا جائیگا جسمین دو سبب تھے اور اسکا ایک سبب بمنزلہ دو سبب کے قرار
دیا جائیگا مثال اسکی اعیاے ورمی قوی بھی ہے اور اشرف بھی مگر جوہر مادہ اعیاے قروحی کا اگر زیادہ تر بعید
اعتدال سے ہوا ور بہت مخالف مجراے طبعی کے برابری کریگا دونون سبب اعیاے ورمی کے شرف اور قوت مین
پس اسکی تدبیر اعیاے ورمی پر مقدم کیجائیگی - اور اگر جوہر مادہ اعیاے قروحی کا زیادہ تر بعید اعتدال سے نہو تو تدبیر اعیاے
ورمی کی اعیاے قروحی پر مقدم کیجائیگی انتہی کلامہ بقدر الحاجۃ **مؤلف کہتا ہے** سونے جاگنے کی تدبیر
(معتدل نیند سے قوت طبعی کو اپنے افعال پر قدرت بڑھتی ہے اور قوت نفسانی کو راحت پہونچتی ہے اور جوہر
روح مین کثرت ہوتی ہے یہان تک کہ نیند سے اکثر سستی اعضا پیدا ہوکر تحلل روح مین ایک مانع پیدا
ہوتا ہے چونکہ روح بھی کیون نہو - نیند کے اسی فائدہ کی جہت سے ہر ایک قسم کا ہضم جو اوپر مذکور ہو چکا ہے اچھی
طرح ہو جاتا ہے اور ہر ایک قسم کے تحلل کا ضعف جاتا رہتا ہے خواہ یہ ضعف بسبب ماندگی کے ہو یا بسبب جماع
اور غصہ کے ہو - اعتدال اخلاط کے وقت نوم معتدل مقدار اور کیفیت مین رطوبت اور حرارت پیدا کرتی ہے
اور بوڑھون کے واسطے بہت نافع ہے اسواسطے کہ انکی موجودہ رطوبت کی حفاظت کرتی ہے اور زائل شدہ کو

پھیر لاتی ہے اسی واسطے افضل الاطبا رجالینوس نے لکھا ہے کہ وہ شب کو قبل سونے کے تھوڑا سا کاہو خوشبو کر کے
کھالیتا ہے۔ کاہو کا استعمال تو نیند لانے کے لیے اور اُسکا خوشبو کرنا اس فائدے کے لیے کہ اُسکی تبرید کا تدارک
کرے۔ جالینوس کہتا ہے کہ مین آجتک سونے پر حریص ہون یعنی باوجودیکہ اب مین بوڑھا ہوچکا پھربھی سونا مجھکو مفید
ہے اور جو ترطیب بذریعہ نوم کے پیدا ہوتی ہے وہ مجھکو نافع ہے۔ یہ تدبیر اُس شخص کے لیے بہت مناسب ہے جسکو نیند
نہ آتی ہو اور اگر سونے سے پیشتر حمام کر لے بعد ازان کہ اُس غذا کا ہضم کامل ہوجائے جو اُسنے اس سے قبل کھائی
ہے اور بہت سا گرم پانی سر پر ڈالے تو یہ بھی واسطے نیند لانے کے اچھا معین ہے۔ صحیح اور تندرست آدمیون کو
نیند کی بخوبی مراعات کرنی چاہیے اور اُنکو چاہیے کہ باعتدال اور وقت مناسب مین سوئین اور سونے مین افراط
نہ کرین۔ اور بیداری کی مضرتون سے اپنے دماغ اور تمامی قوتون کو بچائین) افضل نیند وہی ہے جو خوب گہری
ہو (گہری نیند کے یہ معنی ہین کہ اگر ایسے سونے والے کو جگایا جائے تو آسانی سے چونک نہ پڑے کیونکہ اچھی گہری
نیند کے نہونے کی یہ وجہ ہوتی ہے کہ روح خوب اچھی طرح یعنی پورے طور سے باطن مین مجتمع نہین ہوتی اور اسکا
نتیجہ یہ ہے کہ ایسی نیند سے وہ منفعتین اچھی طرح نہین حاصل ہوتین جو نیند سے مقصود ہوتی ہین) اور متصل ہو (یعنے
بیچ مین آنکھ نہ کھلے کیونکہ اگر نیند کے ساتھ بیداری اور بیچینی بھی ہوگی تو طبیعت متحیر ہوجائیگی اسلیے کہ سوتے مین
جب روح باطن مین مجتمع ہوگی تو طبیعت ہضم کے کام مین مصروف ہوگی اور بیداری مین روح باہر کو حرکت کریگی
اور اس سے طبیعت ہضم کے کام کو چھوڑ دیگی اور اس سے ہضم فاسد ہوگا) اور مقدار مین معتدل ہو (یعنی کمی بیشی مین
معتدل ہو اسلیے کہ تھوڑی نیند مین روح اور حرارت غریزیہ کا تحلل زیادہ ہوتا ہے اور اس سے ہضم مین ضعف آجاتا ہے
اور خون اور روح کی تولید کم ہوجاتی ہے اور زیادہ نیند سے برودت پیدا ہوتی ہے کیونکہ وہ رطوبتین کثرت سے
جمع ہوجاتی ہین جو بیداری کی حالت مین تحلیل ہوتی رہتی ہین) اور غذا کے ہضم اور انحدار کے شروع ہوجانے
[یعنے فم معدہ سے قعر معدہ کی جانب غذا کا اترنا ۱۲]
کے بعد حادث ہو اور ایسے وقت ہو کہ جو چیزین مثلاً نفخ اور قراقر وغیرہ توابع ہضم ہین وہ ٹھہر جائین (کیونکہ جو نیند
ایسی نہو وہ ردی ہے کیونکہ جو نیند معدہ کے خالی ہونے پر ہوگی وہ روح اور حرارت غریزیہ کو تحلیل کر کے قوت کو
ساقط کر دیگی اور جو نیند بھرے پیٹ پر ہوگی یعنی اس سے پہلے کہ غذا معدہ کے اوپر سے نیچے کو اُتر آئے تو جو وقت
غذا مین پکنے سے تحلل پیدا ہوگا اور اُسکا حجم بڑھیگا تو اُس سے فم معدہ کھنچنے لگیگا اور سخت اذیت پائیگا کیونکہ
فم معدہ نہایت ذکی الحس واقع ہوا ہے اور اس سے نیند گہری نہوگی بلکہ بیچینی اور بیقراری اور کروٹین بدلنے
[یعنے اسمین حس زیادہ ہے ۱۲]
کے ساتھ ہوگی پس وہ مقصود حاصل نہوگا جو نیند سے مطلوب ہے اور ایسے سونے سے چین اور آرام نہ ملیگا اور جو نیند نفخ شکم

کے ساتھ ہوگی وہ معدہ کے پھولنے سے غذا پر محیط ہونے سے روکیگی اور ہضم ضعیف ہو جائیگا اور ابخرے کثرت سے
دماغ کو چڑھینگے اور نیند سے مانع ہونگے اسلیے کہ ایسی حالت مین ردی اور بُرے بُرے خیالات کا ہجوم ہوگا
اور معدہ کو کھنچنے سے الم ہوگا) **مین کہتا ہون** نیند مین گہرے ہونے کی اسلیے شرط ہے کہ نیند اور بیداری
کے درمیان بےچینی اور بیقراری کا ہونا ردی ہے جیسا کہ اس سے قبل معلوم ہوچکا ہے اور متصل ہونے کی شرط اسلیے
ہے کہ نیند کے اثنا مین چونک اُٹھنے سے طبیعت متحیر ہوجاتی ہے اور اعتدال مقدار کی شرط اسلیے ہے کہ زیادہ سونا
اور زیادہ جاگنا دونون مضر ہین جیسا کہ گذرا اور غذا کے ہضم ہوجانے اور انحدار ہوجانے اور نفخ کے سکون کے
بعد سونے کی شرط اسلیے ہے کہ سونے کی حالت مین حرارت غریزی باطن کی جانب (غذا کے ہضم کرنے کے
لیے) متوجہ ہوجاتی ہے پس جسوقت غذا کو غیر منہضم پائیگی تو اُسکو ویسے کا ویسا ہی یعنی کچا ہی ان مین ہضم کردیگی اور
اس سے سدّے پیدا ہوجائینگے واللہ اعلم۔ **مؤلف کہتا ہے** جو شخص (غذا کے منحدر ہونے سے پہلے) اُسکے ہضم پر سونے
سے مدد لینا چاہے تو اُسکو چاہیے کہ پہلے داہنی کروٹ پر تھوڑی دیر سوئے تاکہ غذا قعر معدہ مین اُتر جائے کیونکہ قعر معدہ
داہنی کروٹ کی طرف جھکا ہوا ہے اور اُسمین یہ مصلحت ہے کہ غذا کو جگر آسانی سے جذب کرسکے اور قعر معدہ ہی مین ہضم قوی
ہوتا ہے اور جب قعر معدہ مین غذا پہونچ چکے تو بائین کروٹ لے لے اور اُسی کروٹ دیر تک پڑا رہے تاکہ جگر معدہ پر حاوی
ہوجاوے (اور معدہ کے لیے بمنزلہ اوڑھنے کے ہوجائے) اور معدہ کو گرمی پہونچائے (اسلیے کہ جگر مین بہت زیادہ حرارت
ہے) پس جب ہضم کامل ہوجائے تو پھر داہنی کروٹ پر آجائے تاکہ یہ جگر کی طرف منحدر ہونے پر اعانت کرے (کیونکہ نیچے کی
طرف اُسکو بالطبع میلان ہے) **مین کہتا ہون** مؤلف نے سونے کی جو ہیات بیان کی ہے یہ ہضم غذا پر نہایت
معین ہے کیونکہ اول اول کچھ دیر تک داہنی کروٹ لیٹے رہنا اس سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ غذا قعر معدہ مین اُتر آتی ہے
اسلیے کہ قعر معدہ مین ہضم خوب ہوتا ہے اور قعر معدہ مین ہضم کے خوب ہونے کی یہ وجہ ہے کہ غذا چونکہ ثقیل اور بوجھل ہوتی
ہے اسوجہ سے جلد نیچے اُتر آتی ہے خصوصاً وہ غذا جو نہایت غلیظ ہو (معدہ ایک گول جسم ہے جسکی ترکیب گوشت اور پٹھون
اور اوردہ اور شرائین سے ہے اور اُسکے دو طبقے ہین ایک داخلی اور ایک خارجی داخلی طبقہ عصبی ہے کیونکہ اس طبقے کی
ملاقات غلیظ اور کثیف غذاؤن سے رہتی ہے لہذا اُسکا سخت ہی ہونا ضرور تھا اور رہا خارجی طبقہ پس اُسکا قعر زیادہ تر لحمی
ہے تاکہ گرم رہے اور غذاؤن کو اچھی طرح ہضم کرے کیونکہ ہضم حرارت ہی سے ہوتا ہے نفیسی مین ہے کہ معدہ کا قعر اسلیے
زیادہ ہاضم قرار دیا گیا ہے کہ غذا طبعی طور پر نیچے ہی کی طرف جھکا کرتی ہے پس اگر ہضم اُسکے اوپر کے حصے مین زیادہ قوی
ہوتا تو عبث اور بیکار ہوتا) اور یہ جو مؤلف نے کہا ہے کہ ابتدا مین داہنی کروٹ تھوڑی دیر لیٹے اسکی یہ وجہ ہے کہ کہین پس

کروٹ پر دیر تک پڑے رہنے سے غیر منہضم غذا اپنے طبعی میل کے سبب سے کلیجہ مین نہ اُتر جائے اور کہین ایسا نہو کہ مدت ہضم طولانی ہوجائے کیونکہ بائین کروٹ پر لیٹنے سے ہضم بہت جلد ہوجاتا ہے اور داہنی طرف دیر مین) آور یہ جو ہمنے کہا کہ داہنی کروٹ پر سونے سے غذا معدہ کے قعر مین اُتر جاتی ہے یہ اسلیے کہ معدہ کا قعر داہنی جانب کو جھکا ہوا ہے تاکہ جگر معدہ کی غذا کو بآسانی اپنی جانب کھینچ سکے کیونکہ جگر داہنی جانب پیدا کیا گیا ہو اور اصلی یہ وجہ ہے کہ داہنی جانب بہ نسبت بائین جانب کے قوی ہوتی ہے لہذا جگر کے وہ افعال جنسے غذاے بدن کا قوام ہوتا ہے وہ بھی قوی ہوں آور اس کروٹ پر سونے مین کمی کا اسلیے لحاظ کیا گیا ہے کہ اس کروٹ پر زیادہ لیٹنا اس امر کا موجب ہے کہ غذا قبل ہضم ہونے کے منحدر ہوجائے آور اسکے بعد بائین جانب پر پلٹ جانے کا یہ فائدہ ہے کہ جگر معدہ پر مشتمل ہوجائے اور معدہ کو گرم کردے آور اس کروٹ پر دیر تک پڑے رہنے کا اسلیے اعتبار کیا گیا ہے کہ معدہ کا ہضم (یعنی کیموس) پورا ہوجائے آور پھر داہنی جانب پلٹ جانے کا اسلیے اعتبار کیا کہ ہضم معدی کے پورا ہوجانے کے بعد غذا معدہ سے جگر مین منحدر ہوجائے واللہ اعلم وعلمہ اتم **مؤلف کہتا ہے** نیند اگر بیداری سے زیادہ پسینا نکالتی ہے تو اس طریقہ سے کہ طبیعت کو مادہ پر غلبہ ہوتا ہے اور جاگنے مین اگر سونے سے زیادہ پسینا آوے تو یہ بہا دینے کے طریقہ سے ہے **مین کہتا ہون** طبیعت جس مادہ کو پسینے کی راہ سے تحلیل کرنا چاہتی ہے وہ دو حال سے خالی نہین ہوتا یا تو ظاہر جلد سے دور ہوتا ہے یعنی بدن کے اندر گھسا ہوتا ہے یا ظاہر جلد کے نزدیک ہوتا ہے یعنی بدن کی ظاہری سطح کی طرف مائل ہوتا ہے پہلی صورت مین سونے کے وقت بہ نسبت بیداری کے زیادہ پسینا آتا ہے اس جہت سے کہ طبیعت مادہ پر غالب آتی ہے کیونکہ سونے کی حالت مین چونکہ حرارت باطن مین مجتمع ہوتی ہے اسلیے طبیعت کا فعل قوت کے ساتھ ہوتا ہے آور دوسری صورت مین یعنی جبکہ مادہ ظاہر جلد سے ملا ہوا ہو تو بیداری مین پسینا زیادہ آتا ہے اور بہ نسبت سونے کے مادہ کی تحلیل زیادہ ہوتی ہے اسلیے کہ حرکت کی گرمی سے مادہ رقیق ہوکر خارج کی طرف دفع ہوجاتا ہے اور جو کچھ جلد کے قریب ہے سب باہر کو بہ جاتا ہے **مؤلف کہتا ہے** جس شخص کو سوتے مین پسینا بہت آوے اور اسکا کوئی سبب ظاہر نہو تو (سمجھ لینا چاہیے کہ) اسکا بدن غذا سے یا کسی خلط سے بھرا ہوا ہے **مین کہتا ہون** جس تندرست شخص کو پسینا کثرت سے آئے اور بظاہر بہت سا اوڑھنا یا ہوا کی گرمی یا مسامات کی کشادگی وغیرہ ان اسباب مین کوئی سبب بھی نہو تو اُسکا بدن یا تو اسقدر غذا سے بھرا ہوا ہے جسکا تحمل نہین کرسکتا اور یا کسی بہت سے خلط سے کیونکہ یہ پسینا بلا کثرت مادہ رطب کے ہو ہی نہین سکتا (یعنی اس پسینے کا سبب سوا اسکے اور کوئی نہین ہوسکتا کہ اُسکے بدن مین رطب مادہ بکثرت موجود ہے) اور رطب مادہ کی کثرت بہت سی غذا کھا لینے سے

ہوتی ہے اور بہت سی غذا یا تو ابھی کھائی گئی ہے یا اُسکو کھائے دیر ہوئی اگر ابھی کھائی ہے تو یہ متن کی پہلی صورت
ہے اور اگر کھائے ہوئے دیر ہوئی تو دوسری صورت (کیونکہ وہ غذا جسکو کھائے ہوے دیر ہوئی وہی خلط ہے
(اقسرائی) نفیسی مین ہے کہ یہ بات سونے ہی کے ساتھ اسلیے مخصوص ہے کہ طبیعت فضلون پر سوتے مین بہت غالب
آتی ہے کما قرّیہ امو بھی قابل یاد رکھنے کے ہے کہ پیٹ کے بھل لیٹکر سونا ہضم پر بخوبی اعانت کرتا ہے کیونکہ بوجہ ثقل کے
حار غریزی اندر مختقن ہوتا ہے اور بند ہو جاتا ہے پس حرارت غریزی مین کثرت پیدا ہوتی ہے - اور چت لیٹ کر سونا بہت
بُرا ہے کہ اکثر امراض ردیہ مثل سکتہ اور فالج اور کابوس وغیرہ عارض ہونے کا سامان ہے اسلیے کہ یہ ہیئت فضول مادون
کو پیٹھ کی طرف مائل کردیتی ہے پس جو مجاری فضول آگے کی جانب ہین وہ بند ہو جاتے ہین جیسے نتھنے اور تالو
وغیرہ چت لیٹکر سونا ضعیف بیمارون کی عادت ہو جاتی ہے اسلیے کہ اُنکے فضلون کے نکلنے مین ضعف پیدا
ہوتا ہے اور اعضا بھی اُنکے ضعیف ہوتے ہین اس ضعف کی وجہ سے داہنی یا بائین کروٹ پر لیٹنا انپر شاق ہوتا
ہے بلکہ پیٹھ پر زور دیکر بہت جلد چت لیٹ جاتے ہین اسلیے کہ پیٹھ مین بہ نسبت پہلو کے قوت زیادہ ہے اور یہی وجہ
ہے کہ وہ اکثر منھ کھول کر سوتے ہین کہ جس عضل کے ذریعہ سے فک اعلی اور فک اسفل کو جمع کرتے ہین اُسمین ضعف
پیدا ہو جاتا ہے **مؤلف کہتا ہے استفراغ اور احتباس کی تدبیر** حافظ صحت کو پائخانہ کے متعلق اہتمام
رکھنا واجب اور ضروری ہے پس اگر پائخانہ محتبس ہو جائے (یعنی قبض ہو جائے) تو اُسکی تلیین کرنی چاہیے (تاکہ
قولنج نہو جائے) اور اس قسم کا شوربا استعمال کرنا چاہیے (شوربا ثُفل کو نرم اور پتلا کرتا ہے اور آنتون کو لنکاتا ہے)
جو چکنا ہو (یعنی اُسمین روغنیت زیادہ ہو کہ اسمین بہ نسبت کم روغن کے ازلاق یعنی مادہ کا پھسلانا زائد ہوتا ہے)
اور اُسمین چقندر اور پالک کا ساگ زیادہ ہو (چقندر مین کچلونی رطوبت تیز ہوتی ہے کہ جلا کرتی ہے اور پیٹ کو چلنے پر
ہیجان دیتی ہے اور آنتون مین خلش پیدا کرتی ہے اور جب چقندر پکائے جاتے ہین تو اُنمین سے یہ رطوبت پانی
مین نکل آتی ہے اور پالک مین بھی جلا دینے والی اور دھو ڈالنے والی قوت زیادہ ہوتی ہے اور پیٹ کو نرم کرتی
ہے) اور لیمونیہ کا استعمال کرٹھ کے بیجون کے ساتھ کرنا چاہیے (لیمون کا پانی جلا کرتا ہے اور غلیظ چکنے ہوے
یہ رفع قبض کی دوسری تدبیر ہے ۱۲ منہ
بلغم کی تقطیع کرتا ہے اور اُسکی تلطیف کرتا ہے اور رقیق صفرا کا قوام ٹھیک کر دیتا ہے اور اسکو دستون کے راستے
نکلجانے پر مدد دیتا ہے اور کرٹھ کے بیج پیٹ کو ملائم کرتے ہین اور غلیظ کیموسون کو دستون کی راہ نکال
دیتے ہین) اور انجیر کرٹھ کے بیجون کے ساتھ بہت اچھا ملین ہے (اس طرح پر کہ کرٹھ کے بیجون کا لُب دس حصے
انجیرون کے ساتھ لیا جائے اور اچھا ملین اسلیے ہے کہ انجیر جلا کرتا ہے اور غلیظ خلطون کی تقطیع کرتا ہے اور معدے

اور آنتون مین کے گاڑھے بلغمون کا تنقیہ کرتا ہے اور پیٹ کو ملائم رکھتا ہے اسکے علاوہ وہ ایک عمدہ اور صالح غذا ہے بدن
کو اُس سے بہت تغذیہ ہوتا ہے خصوصًا بوڑھے آدمیون کے واسطے (اسلیے کہ یہ لوگ اسکے بہت محتاج ہوتے ہین
کہ بلغمی غذا یا فضلے منقطع ہو کر معدہ اور آنتون سے نکل جائین کیونکہ انکے قوی ضعیف ہوتے ہین اسوجہ سے اُنمین ایسے
فضلے کثرت سے جمع ہو جاتے ہین جنکے تحلیل کرنے سے اُنکی قوتین عاجز ہوتی ہین) اور مسہلہ شیافون اور لینہ حقنون کا استعمال
کرنا چاہیے (اگر شوربے وغیرہ سے غرض مذکور حاصل نہو) اور تیل (خصوصًا روغن زیتون شیرین) سے حقنہ کرنا بوڑھون کو نفع
دیتا ہے یعنی تلیین ہوتی ہے (جس سے غریب فضلے آنتون سے نکل جاتے ہین) اور آنتون کی ترطیب اور گرمی ہوتی
ہے (کیونکہ انکے تمام اعضا رطوبت اور گرمی کے محتاج ہین اسلیے کہ بوڑھون کے اعضا پر خشکی اور سردی غالب ہو گئی ہے
کیونکہ اُنکو پیدا ہوئے زمانہ دراز ہو چکا ہے) اور جب پاخانہ افراط سے نرم ہو جائے تو اُسکو سماقیہ اور حصرمیہ اور زرشکیہ اور
حماضیہ اور تفاحیہ وغیرہ سے روکنا چاہیے (تاکہ تغذیہ کی ضروری چیز کے نکل جانے سے بدن ضعیف نہ پڑ جائے اور
یہ سب دوائین قابض ہین یہ اُسکو بستہ کر دینگی) اور چاہیے کہ اس حالت مین چکنائی اور چقندر کا استعمال کم ہو (یعنی ان
دونون چیزون کا صرف اسقدر استعمال رہے کہ یہ قابضات حد سے زیادہ احتباس نہ پیدا کر دین اور اُنکی تعدیل ہو جائے
اور اگر بہت پتلا ہو جائے تو اُسوقت مین چکنائی وغیرہ کا استعمال قطعًا موقوف کر دینا چاہیے) **مین کہتا ہون**
مؤلف کا یہ کلام شرح (اور تفصیل) کا محتاج نہین ہے (اور جو کچھ اشکال تھا وہ ہماری تفصیل سے جاتا رہا) **مؤلف**
کہتا ہے چونکہ صحت (اور تندرستی) مین جو استفراغ معتاد (اور مقرر) ہین منجملہ اُنکے ایک حمام کرنا اور دوسرا جماع کرنا بھی
ہے لہذا اب ہم ان دونون مین کلام کرنا چاہتے ہین **مین کہتا ہون** حمام اور جماع یہ دونون منجملہ اقسام استفراغ
کے ہین لہذا ان دونون مین بحث کرنے سے پہلے ان دونون کی تحقیق کرنی چاہیے چنانچہ **مؤلف کہتا**
ہے۔ کلام متعلق حمام۔ سب حمامون مین افضل وہ حمام ہے جو پرانا بنا ہوا ہو میٹھے پانی کا ہو لمبا چوڑا ہو
گرمی مین معتدل ہو **مین کہتا ہون** پرانا ہونے کی قید تو اسلیے لگائی گئی ہے کہ نئے بنے ہوئے حمامون مین
جو چونہ قلعی کی بھبک اور دیوارون سے اُٹھنے والے اجزون کی قوت اور پانی کی نالیون سے اُٹھنے والے بخارات
سے گرمی زیادہ ہوتی ہے وہ پرانے حمامون مین نہین ہوتی کیونکہ یہ ہوائین اور بخارات روح اور بدن دونون کو
نقصان پہونچاتی ہین اور پانی میٹھا ہونے کی شرط اسلیے ہے کہ جو پانی میٹھا نہین ہوتا بلکہ نمکین اور نحاسی اور شبی
(نحاس بضم نون تانبا اور شب بکسر اول و تشدید با پھٹکری) اور نحاسی اور شبی وہ پانی جسمین تانبے اور پھٹکری کا اثر ہو)
وغیرہ (مثلاً کبریتی اور نطرونی کبریت گندھک کو کہتے ہین اور نطرون بورہ ارمنی کو) ہوتا ہے وہ اُس شخص کے لیے

منفرد ہوتا ہے جسکا ارادہ حفاظت صحت کا ہو دیہ قید اسلیے لگائی کہ جن لوگون کو مرض استسقا رہو یا اور کوئی مرض بارد ہو
انکو نمکین پانی مفید ہو پس جاننا چاہیے کہ حمزہ پانی شیرین پانی کے حکم مین ہے کیونکہ اسمین اجسام غریبہ کا عمل نہین ہوتا
اور لمبا چوڑا ہونے سے صحن کا کشادہ ہونا مراد ہے اور یہ قید اسلیے لگائی گئی ہے کہ حمام کے اندر ہوا زیادہ ہو کیونکہ تھوڑی
ہوا سے سینہ کی کشادگی نہین ہوتی اور دم کی آمد و رفت مین دشواری ہوتی ہے یعنی دم گھٹتا ہے اور بخارات اسمین جمع
ہو جاتے ہین اور لوگون کی سانسین وہان رکی رہتی ہین اور گرمی کے اعتدال کی قید اسلیے لگائی گئی ہے کہ جس
حمام مین گرمی زیادہ ہوتی ہے وہ اپنی تحلیل سے بدن کو خشک کر دیتا ہے اور جو پانی سرد زیادہ ہوتا ہے اس سے
فضلون کی تحلیل نہین ہوتی حالانکہ حمام کرنے سے تحلیل ہی مقصود ہوتی ہے اور مناسب یہ ہے کہ جس شخص کے مزاج
کے موافق جسقدر گرمی ہو اسیقدر حمام کو گرم رکھنا چاہیے اور بعض طبیبون نے حمام کے متعلق علاوہ مذکورات کے کچھ
قیدین اور بڑھائی ہین مثلاً حمام کی صفائی اور روشنی اور اپنے ساتھی اور خادم کا خوبصورت ہونا اور جن لکڑیون سے
پانی گرم کیا جائے انکا عمدہ ہونا اور یہ قیدین واقعی ہونی چاہئین کیونکہ ہر قید کو حمام کی فضیلت مین دخل ہے در شیخ
نے کلیات قانون مین لکھا ہے کہ جو لوگ ریاضت کے عادی ہین انکو ایسے حمام کی حاجت نہین ہے جس سے
فضلون کی تحلیل ہو کیونکہ انکا بدن فضلون سے پاک ہے۔ حمام کی حاجت اسلیے ہوتی ہے کہ بدن کو حرارت لطیفہ
کا فائدہ حاصل ہو اور بدن کو معتدل ترطیب پہونچے اسی جہت سے واجب ہے کہ ریاضت کرنے والا آدمی بہت دیر تک
حمام مین نہ ٹھہرے بلکہ آب زن کا اتنا استعمال کرے کہ اسکی جلد سرخ ہو کر پھول جائے اور جب تحلل شروع ہو یعنی جلد سمٹنے
لگے حمام سے باہر آجائے۔ ہوا مین تری اسطرح پر پیدا ہوتی ہے کہ آب شیرین انکے گرد گرایا جاوے چاہیے کہ یہ
لوگ جھٹ پٹ نہا کر حمام سے باہر نکل آئین۔ ریاضت یافتہ کو چاہیے کہ بہت جلد حمام مین داخل ہو تا آنکہ استراحت
بروجہ تام اسکو حاصل ہو جائے۔ حمام کے نہانے والے کو چاہیے کہ درجہ بدرجہ حمام کے مکانات مین داخل ہو اور
آخر کا درجہ جو بہت گرم ہوتا ہے اسمین اسقدر ٹھہرے جبتک کرب اور اذیت پیدا نہو تا کہ بوجہ تحلل کے راحت
حاصل ہو اور بدن کو قبول غذا کی آمادگی ہو انتہی بقدر الحاجۃ) **مؤلف کہتا ہے** حمام کا پہلا درجہ برودت اور
رطوبت پیدا کرتا ہے اور دوسرا درجہ گرمی اور رطوبت پیدا کرتا ہے اور تیسرا درجہ گرم خشک کرنے والا ہوتا ہے۔
مین کہتا ہون بہترین حمام وہی ہے جسمین تین درجے ہون جنمین گرمی متفاوت ہو (پہلے درجہ مین کم دوسرے
درجہ مین اس سے زیادہ تیسرے درجہ مین سب سے زیادہ) اور یہ تینون درجہ علاوہ اس درجہ کے ہون جہان کپڑے
اتارے جاتے ہین کیونکہ جامہ خانہ حمام سے باہر ہوتا ہے (مطلب یہ کہ داخل حمام مین تین درجے ہون) حمام کا

تیسرا درجہ وہ ہوتا ہے جسمین آگ جلائی جاتی ہے (یعنی پانی گرم کیا جاتا ہے اور جسمین پانی کے حوض ہوتے ہین) اور پہلا درجہ آگ سے بہ نسبت سب درجون کے دور ہوتا ہے (اور جامہ خانہ سے قریب ہوتا ہے کیونکہ کپڑے اُتار کر پہلے اُسی درجے مین آتے ہین) اور دوسرا درجہ ان دونون کے درمیان ہوتا ہے پس اول درجہ تو برودت اور رطوبت پیدا کرتا ہے کیونکہ یہ درجہ آگ سے دور اور بیرونی ہوا کے نزدیک ہوتا ہے لہٰذا اس درجہ مین زیادہ تر تاثیر صرف پانی کی ہوگی اسی لیے یہ درجہ برودت اور رطوبت پیدا کریگا کیونکہ اسمین جو کچھ تھوڑی بہت عارضی گرمی ہے وہ جلد زائل ہو جائیگی اور خالص پانی کا اثر باقی رہیگا یعنی تبرید اور ترطیب اور حمام کا دوسرا درجہ گرمی پہونچاتا ہے اور رطوبت بخشتا ہے گرمی تو اپنی گرم ہوا کی وجہ سے پیدا کریگا کیونکہ اسکی ہوا بہ نسبت پہلے درجہ کی ہوا کے زیادہ گرم ہوتی ہے (اس وجہ سے کہ آگ کے ساتھ اسکو پہلے درجہ کے اعتبار سے زیادہ اتصال ہے) اور رطوبت اپنے مائیت کی وجہ سے پیدا کریگا اور تیسرا درجہ گرمی اور خشکی پیدا کرتا ہے کیونکہ اسکی گرم ہوا نہایت محلل ہوتی ہے اور ہوا کے زیادہ گرم ہو جانے کی وجہ سے پانی کا کوئی اثر نہین باقی رہتا کہ اُس سے کسی قسم کی قابل اعتبار ترطیب ہو **مؤلف کہتا ہے** اور گرم درجہ مین یکایک داخل بھی نہونا چاہیے چہ جائیکہ حمام سے یکایک باہر آجانا **مین کہتا ہون** حمام کے گرم درجہ مین داخل ہونا اور اُس سے باہر آنا دونون درجہ بدرجہ ہونے چاہییں (نہ یکایک جائے نہ یکایک آئے) لیکن بہ نسبت داخل ہونے کے نکلنے مین تدریج زیادہ ضروری ہے داخل ہونا تو درجہ بدرجہ اسلیے ہونا چاہیے کہ ایک ضد سے دوسری ضد کی طرف (دفعۃً) نقل کرنا بدن مین بہت زیادہ اثر کرتا ہے (اور یہان بھی ایسا ہی ہے کیونکہ انتہا کی ٹھنڈی ہوا سے کہ وہ خارجی ہوا ہے غایت درجہ کی گرم ہوا کی طرف کہ وہ تیسرے درجہ کی ہوا ہے نقل ہوگا اور اس سے بجائے منفعت کے ضرر ہوجائیگا) اور حمام کے تیسرے درجہ سے باہر آنے مین تدریج کا خیال زیادہ ضروری اسلیے ہے کہ جو شخص حمام سے باہر آتا ہے اُسکی قوت ضعیف ہوتی ہے اور اُسکے خلط پتلے ہوتے ہین اور سیال ہو جاتے ہین (اب جب وہ باہر آئیگا تو اُسکے مسامات یکایک بند ہو جائینگے) اور ٹھنڈک کی وجہ سے مسامات کے بند ہو جانے اور خلطون کے جلد کے نیچے جمع ہو جانے مین مرض بخار پیدا ہو جائینگے برخلاف اُس شخص کے جو حمام مین داخل ہوتا ہے (کہ اُسمین ان باتون مین سے کوئی بات نہین ہوتی لہٰذا حمام سے نکلنے والے کو یکایک نکلنے مین بہ نسبت حمام مین جانیوالے کے زیادہ لحاظ چاہیے) **مؤلف کہتا ہے** اور دیر تک گرم درجہ مین ٹھہرے رہنا غشی اور کرب اور خفقان اور خشکی پیدا کرتا ہے **مین کہتا ہون** اسکا یہ سبب ہے کہ گرم ہوا کا سونگھنا دل اور روح کو[عـه] نہایت گرم کر دیتا ہے اور دل اور روح کی گرمی سے یہ عوارض پیدا ہوتے ہین نفیسی مین ہے کہ یہ عوارض دیر تک گرم درجہ مین ٹھہرے رہنے سے اسلیے پیدا ہوتے ہین کہ استنشاق کی ہوئی ہوا سے دل گرم ہو جاتا ہے

[عـه] اور دماغ ۱۲

عـه [illegible] ۱۲

اور روحون مین سوزش ہونے لگتی ہے اور خلاطِ ہیجان مین آتے ہین اور حرکت کر کے معدہ کی طرف گرتے ہین اور اس سے متلی اور خفقان اور غشی پیدا ہوتی ہے کیونکہ معدہ دل سے مشارکت رکھتا ہے اور اسلیے کہ روحین اور قوتین زیادتی تحلیل سے تحلل ہو جاتی ہین اور اسلیے کہ روح اور اصلی حرارت ظاہر کی طرف کھنچ آتی ہے اور اس سے پہلے خفقان پیدا ہوتا ہے پھر غشی انتہی کلامہ) **مؤلف کہتا ہے** اور خشک مزاج والے کو چاہیے کہ ہوا سے بڑھکر پانی کا استعمال کرے اور کبھی (ترطیب کے بڑھانے اور تسخین کے گھٹانے کے لیے) اُسکو درجہ مین پانی چھڑکنے کی ضرورت ہوتی ہے اور حمام کی زمین پر پانی چھڑکنے کی تاکہ ابخرے بہت اُٹھین جیساکہ دق والون کے واسطے کیا جاتا ہے اور ترمزاج والے کو چاہیے کہ پانی سے بڑھ کر ہوا کا استعمال کرے اور کبھی (زیادہ خشکی پیدا کرنے کے لیے) اسکو پانی مین استعمال کرنے سے قبل زیادہ پسینا نکلنے کی ضرورت ہوتی ہے جیسا استسقا والون کے واسطے کیا جاتا ہے۔ **مین کہتا ہون** ہوا سے زیادہ پانی کا استعمال کرنے سے یہ مراد ہے کہ نہانے والا اپنے بدن پر پانی زیادہ ڈالے اور حمام مین بہت کم ٹھہرے اور اسکا نام حمام مرطب ہے (یعنی رطوبت پیدا کرنے والا حمام) اور یہ حمام تحلیل کم کرتا ہے اور بدن مین رطوبت کو بڑھاتا ہے کیونکہ پانی جیسا بھی ہو رطوبت پیدا کرتا ہے اور رطوبت کا پیدا ہونا اُس شخص کے لیے مفید ہے جسکے مزاج مین خشکی ہو اور بدن لاغر ہو اور جسکو سل اور دق ہو اور کبھی یہ لوگ اسکی طرف ناچار ہوتے ہین کہ حمام کی زمین پر پانی چھڑکوائین اور یہ اس لیے کہ بخارات زیادہ اُٹھین اور پانی سے زیادہ ہوا کے استعمال کرنے سے یہ مراد ہے کہ حمام مین بدن پر پانی کم ڈالا جائے اور حمام مین قیام زیادہ ہو اور یہ حمام یابس کہلاتا ہے اور یہ حمام فضلون کو بہت زیادہ تحلیل کرتا ہے لیکن اس سے ترطیب کم ہوتی ہے اور یہ حمام اُن لوگون کے لیے مفید ہے جو مرطوب مزاج ہون یا فربہ ہون یا اُنکے اعضا مین سستی اور نرمی ہو یا استسقا ہو یا بدن سُوج جائے یا کبھی سرد اور نخچتہ مادہ کی وجہ سے زکام ہو گیا ہو اور کبھی ان لوگون کو اسکی ضرورت ہوتی ہے کہ قبل از حمام بدن سے خوب پسینا بہے اور اس مین چونکہ بہت زیادہ تحلیل ہوتی ہے اُس سے اُنکے بدن فضلون سے خشک ہو جاتے ہین اور یہ اُسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ پانی کے استعمال سے قبل حمام مین دیر تک قیام کیا جائے **مؤلف کہتا ہے** اور جبتک جلد بڑھے جائے (مائی رطوبتون کے خشک ہونے کی وجہ سے) تو دسمجھ لینا چاہیے) کہ ابھی ترطیب کرنے والے حمام مین ٹھہرنے اور فضلون کی تحلیل مین افراط نہین ہوئی اور جسوقت بدن دبلا ہونا شروع ہو (بسبب کثرت تحلیل کے) اور کرب بڑھنا شروع ہو (اس وجہ سے کہ گرم ہوا کا استنشاق قلب کو گرم کر دے) تو بلاشک افراط ہو گئی (اور اس حالت مین حمام سے نکل آنا واجب ہے تاکہ افراط تحلیل سے ضعف نہ بڑھ جائے اور مادون کی تحریک اور اُنکے گرم ہو جانے اور

اُنکے قوام کے پتلا پڑ جانے سے عفونت نہ پیدا ہو جائے) اور حمام سے فارغ ہو کر خوب اوڑھنا چاہیے خصوصاً جاڑون کے موسم مین کیونکہ بدن حمام کی گرم ہوا سے ٹھنڈی ہوا کی طرف نقل کرتا ہے (اور مسامات کھل جاتے ہین اگر ایسی حالت مین کوئی گرم چیز بدن سے نہ لپیٹی جائیگی تو یہ خارجی ٹھنڈا ہوا بدن کے اندر نفوذ کر جائیگی اور اس سے سخت مضرت ہوگی) اور اسلیے کہ بدن نے جسقدر حمام کا پانی پیا ہے اُسکی عارضی حرارت (اس ٹھنڈی ہوا کی وجہ سے) جاتی رہیگی اور وہ پیا ہوا پانی ٹھنڈا پڑ جائیگا اور بدن کو ٹھنڈا کر دیگا لہذا بدن کو گرم کپڑون سے لپیٹ لینا واجب ہے تاکہ اُسپر پانی اور ٹھنڈی ہوا کی تبریدین مجتمع نہو جائین) **مین کہتا ہون** مؤلف کا یہ کلام شرح کا محتاج نہین ہے ہان یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جو شخص حمام سے باہر آئے اُسکو فوراً غذا نہ کھانی چاہیے کیونکہ اندر کی حرارت غریزی اسوقت ضعیف ہے اور خارجی غریب حرارت اُسپر غالب پس ایسی حالت مین غذا کے فاسد ہو جانے کا خوف ہے اور بہتر بات یہ ہے کہ بعد الفراغ تھوڑی دیر آرام کر لے تاکہ حرارت غریزی باطن کی طرف چلی جائے اور سب قوتین مجتمع ہو جائین۔ **مؤلف کہتا ہے** اور جسکے ورم ہو یا تفرق اتصال (زخم) ہو یا ایسی مادی تپ ہو جسکا مادہ ہنوز پکا نہین ہے وہ حمام مین نہ جائے **مین کہتا ہون** جسکے ورم ہو اُسکو حمام مناسب نہین ہے کیونکہ حمام مادون کو پتلا کر کے بہاتا ہے اور اس سے ورم اور بڑھیگا اور متورم عضو کا ضعیف ہونا اسپر مدد دیگا کیونکہ طبیعت (کا قاعدہ ہی یہ ہے کہ) مادہ کو ضعیف عضو کی طرف بہا دیتی ہے (نزلہ بر ضعیف میریزد مشہور مقولہ ہے) اور یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ اُسی وقت تک ہے جبتک کہ ورم کا مادہ پکا نہو (اور پک جانے کے بعد حمام مضر نہین ہے کیونکہ اسوقت مین حمام سے اُس مادہ کی تحلیل ہوگی) اور جس شخص کے کوئی زخم ہو اُسکو بھی حمام مضر ہے کیونکہ حمام زخم کے اطراف مین استرخا پیدا کر کے مواد کو اُسکی طرف کھینچ لائیگا اور اس وجہ سے زخم کے بھرنے اور خشک ہونے مین دیر ہوگی اور جسکو مادی تپ ہو اور تپ کا مادہ پکا نہو اُسکو بھی حمام کرنا مناسب نہین ہے کیونکہ حمام کی گرمی تپ کی گرمی سے ملکر مادہ کی عفونت کو اور بڑھا دیگی اور اُس مادہ کی تحلیل ہو گی نہین کہ حمام نافع ثابت ہو کیونکہ یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ مادہ ابھی پکا ہی نہین اور تپ مین ہمنے عفنیہ کی قید اسلیے لگائی کہ تپ غیر عفنیہ کو جیسے کہ روزکی باری کا بخار یا دق ہے حمام مضر نہین بلکہ مناسب ہے اور مادہ مین نہ پکنے کی قید اسلیے لگائی کہ اگر مادہ پک چکا ہوگا تو حمام اُسکی تحلیل کر دیگا (اور اس حالت مین حمام نامناسب نہوگا) یہ بھی جاننا چاہیے کہ تپ زدہ کے لیے حمام کا تجویز کرنا اُس روز کے لیے ہوگا جو اُسکی باری کا دن نہو (بلکہ یوم الراحۃ ہو) اور اگر روز روز بخار آتا ہو تو کم از کم اتنا تو ہونا چاہیے کہ باری کے وقت سے بچے (یعنی عین باری کے وقت نہ نہائے بلکہ اُس سے پہلے یا پیچھے نہائے جاننا چاہیے

کہ سدیدی مین ہے کہ حمّی عفنیہ سے مادی تپ مراد ہے کیونکہ مادی تپ اکثر تعفن کے ساتھ ہوتی ہے پس تپ سوء قنیہ عفنیہ نہیں ہے لیکن اسکے مریض کو حمام مین جانا سخت مضر ہے بحر الجواہر مین ہے کہ حمّی تپ کو کہتے ہین اور وہ ایک غریب حرارت ہے جو اول اول دل مین مشتعل ہوتی ہے اور دل سے خون اور روح شرائین کے ذریعہ سے تمام بدن کو گھیر لیتی ہے اور حمی عفنیہ وہ تپ ہے جسمین اول اول اخلاط مین عفونت پیدا ہوکر گرمی پیدا ہو جاتی ہے اور اخلاط سے یہ گرمی روح اور جرم قلب کو پہونچتی ہے اور اُس سے تمام اعضا مین سرایت کر جاتی ہے اور بحر الجواہر مین ہے کہ حمی یومیہ وہ تپ ہے جسمین اول اول روح حیوانی اور طبعی اور نفسانی حرارت غریبہ سے گرم ہو جاتی ہے اور روح سے قلب کو پہونچتی ہے اور وہان اُسکو اشتعال ہو جاتا ہے اور دل سے بذریعہ شرائین کے تمام اعضا اور تمام اخلاط مین پہونچ جاتی ہے علامہ فرماتے ہین کہ حمّی یومیہ کو حمّی یومیہ اکثر اور غالب کے اعتبار سے کہتے ہین ورنہ بسا اوقات یہ تپ سات سات روز تک رہتی ہے) **مؤلف کہتا ہے** اور کبھی حمام کا استعمال غذا کے بعد کیا جاتا ہے اور اس سے بدن مین فربہی آتی ہے لیکن سدون کا اندیشہ ہوتا ہے لہذا اسکا تدارک بذریعہ سکنجبین سادج اور بزوری کے کرنا چاہیے جیسا جسکا مزاج ہو **مین کہتا ہون** کبھی ایسا ہوتا ہے کہ غذا کے بعد حمام کیا جاتا ہے قبل اسکے کہ ہضم معدی پورا ہو اور قبل اسکے کہ فضلہ برازیہ کیلوس سے جدا ہو اور یہ حمام بدن کو فربہ کرتا ہے لیکن اس سے سدون کا اندیشہ ہے اس سے فربہی تو اسلیے آتی ہے کہ حمام جہان پسینا لاتا ہے اُسکے ساتھ مسامات کی طرف اُس مادہ کے عوض جو پسینے کے ذریعہ سے نکل گیا ہے دوسرا مادہ جذب کرتا ہے کیونکہ خلا ممتنع ہے یہان تک کہ جذب کا سلسلہ معدہ تک پہونچ جاتا ہے اور معدہ کی غذا کچی کی کچی ہی اعضا کی طرف کھنچ آتی ہے اور کچی غذا سے بلغم پیدا ہوتا ہے اور اُس سے فربہی آتی ہے اور سدے اسلیے پیدا ہو جاتے ہین کہ خام مادہ سدے پیدا کر دیتا ہے اور یہ کھلی ہوئی بات ہے اور جب حمام کا استعمال غذا کے بعد ہو تو سدون کا تدارک ایسی چیزون سے کرنا چاہیے جو مادہ کی تقطیع اور تلطیف کرین جیسے سکنجبین سادہ کہ بعض مزاجون کو یہی مفید ہوتی ہے یعنی اُن لوگون کو جنکا مزاج گرم ہو) اور بعض مزاجون کو وہ سکنجبین بزوری مفید ہوتی ہے جسمین سرد تخم پڑے ہون جیسے تخم کاسنی (اور تخم خیارین وغیرہ) اور بعض مزاجون کو وہ سکنجبین بزوری مفید ہوتی ہے جسمین گرم تخم پڑے ہون جیسے تخم کرفس (اور تخم رازیانج وغیرہ) سدیدی مین ہے کہ جب طب کی کتابون مین سکنجبین بزوری لفظ بلا قید نظر آئے تو اس سے وہی سکنجبین بزوری مراد لینی چاہیے جسمین بزور حارہ یعنی گرم تخم پڑے ہون کیونکہ اطبا کا یہی قاعدہ ہے کہ جب اُنکو سکنجبین بزوری باردہ یا معتدل لکھنا ہوتا ہے تو اُسکی قید لگا دیتے ہین بحر الجواہر مین ہے سکنجبین بالکسر اُس شربت کو کہتے ہین جو سرکہ اور شہد سے بنائی جائے اور کبھی شکر اور سرکہ سے بنائی جاتی ہے اور سکنجبین بزوری وہ ہے جسکے سرکہ مین تخم ڈالے جائین انتہی کلامہ) اور

شیخ ابوعلی بن سینا سکنجبین مین تخم ڈالنے کے مخالف ہین چنانچہ اُنکا اس بابت ایک رسالہ ہے جو اُسکی تحقیق چاہے
اُس رسالہ کو دیکھ لے **مؤلف کہتا ہے** اور کبھی حمام کے بعد غذا کا استعمال کیا جاتا ہے (یعنی قبل اسکے کہ بدن
سرد ہو اور قبل اسکے کہ حمام کی گرم ہوا کا اثر بدن سے زائل ہو) پس یہ حمام اعتدال کے ساتھ بدن مین فربہی پیدا
کرتا ہے (اسوجہ سے کہ حرارت جو اس حمام سے پیدا ہوتی ہے اُسمین جذب کی قوت خوب نہین ہوتی اسلیے اسوقت
مین ہضم سے قبل غذا اعضا کی طرف نہین کھنچتی لہذا اسکی ترطیب اور فربہی پیدا کرنا بنسبت پہلے حمام کے کم ہوتا ہے،
مگر اس حمام مین سدون سے امن ہوتی ہے (کیونکہ اسوقت مین غذا کی کشش ہضم کے بعد اور قوام کے رقیق ہوجانے
کے بعد ہوتی ہے) اور ہضم کے بعد بھی حمام کے استعمال کا یہی حال ہے (یعنی پہلا ہضم کے بعد جسکو ہضم معدی کہتے ہین
پس یہ حمام بھی اعتدال کے ساتھ فربہی پیدا کرتا ہے اور اسمین بھی سدون سے امن ہوتی ہے فربہی تو اسلیے کہ غذا کثرت
سے اعضا کی طرف کھنچ جاتی ہے اور فربہی مین اعتدال ہونے کی یہ وجہ ہے کہ کمال ہضم اور کمال پختگی کو رطوبت کی
کمی لازم ہے اور سدون سے امن ہونے کا یہ سبب ہے کہ جو غذا اسوقت مین اعضا کی طرف کھنچتی ہے وہ زیادہ رقیق
اور زیادہ لطیف ہوتی ہے تفیسی مین ہے کہ اسپر یون اعتراض کیا گیا ہے کہ ہضم معدی کے بعد حمام مین داخل ہونے سے
فربہی زائد ہونی چاہیے بہ نسبت اسکے کہ ہضم معدی کے قبل حمام مین داخل ہو کیونکہ غذا مین ہضم سے پہلے بہت سے فضلے
ہوتے ہین اور فضلون کا زیادہ ہونا بدن کی غذا ہی بننے سے مانع ہوتا ہے چہ جائیکہ فربہی پیدا کرے بخلاف اُس
غذا کے جو ہضم ہو چکی ہے کیونکہ برازی فضلے اُسکو چھوڑ چکے اور باقی فضلون کا جگر سے جدا ہوجانا آسان ہے اسلیے
کہ جگر کا فعل پختہ اور قابل مادہ مین جگر کے اُس فعل سے زیادہ قوی ہوتا ہے جو غیر قابل اور خام مادہ مین واقع ہو اور
یہ مادہ بھی قابل ہے کیونکہ اُس سے برازی فضلے جدا ہو چکے اب جو فضلے مائی اور بولی اُسمین باقی ہین اُنکا صالح
خلطون سے جدا ہونا آسان ہے پس تغذیہ پورا پورا ہوگا اور فربہی اُسوقت مین زاید حاصل ہوگی اور اس اعتراض کا
جواب مصنف نے یون دیا ہے کہ غذا کے پکنے کی مدت مین بدن سے بہت کچھ تحلیل ہوجاتا ہے پس بدن کو جو
تغذیہ پختہ غذا کے نفوذ کے بعد ہوگا وہ کم ہوگا اُس تغذیہ سے جو خام غذا کے نفوذ کے بعد حاصل ہوگا کیونکہ دوسری
صورت مین تحلیل کم ہے اور یہ اسواسطے کہ نفوذ غذا کا زمانہ کم ہے اور فضلے جسوقت کہ تیز نہین ہوتے اور نضج سے
انتہا کا تصور نہین رکھتے وہ فربہی کے مانع نہین ہوا کرتے اور اسکا بیان یون کرنا چاہیے کہ مثلاً ایک شخص نے کچھ
کھانا کھایا اور اُسکی ہضم ہونے تک کچھ دیر مثلاً ایک گھڑی صبر کیا اور دوسرے شخص نے گھڑی بھر لیے کھانا کھایا
اور دونون شخص ساتھ ساتھ حمام مین داخل ہوے اور حمام کی حرارت اور خلا کا اضطرار جو اعضا مین غذا کے نفوذ ہونیکا

باعث ہے دونون شخصون مین برابر شترک ہے پس غذا ان دونون کے اعضا کی طرف کھنچے گی اور چاہیے کہ یہ کھنچنا مثلاً
دو گھڑی مین ہو اور اس معنی کر پہلے شخص مین غذا کے کھانے سے اعضا مین لفوذ کرنے کے وقت تک تین گھڑیان ہونگی
اور دوسری شخص مین دو اور اسمین شبہہ نہین کہ پہلے شخص مین تحلیل زیادہ ہو گی اور جو غذا اُسکے اعضا مین پہونچیگی وہ کم
ہو گی اور دوسرے شخص مین غذا زیادہ پہونچیگی اور تحلیل کم ہو گی لہذا دوسرے شخص کی فربہی پہلے شخص کی فربہی سے زایدہ ہو گی
اور یہ کھلی ہوئی بات ہے) **مین کہتا ہون** مؤلف نے جو کچھ لکھا ہے وہ ظاہر ہے صرف اسقدر سمجھ لینا چاہیے کہ حمام
کے بعد غذا کھانے سے یہ مراد ہے کہ جو حرارت غریبہ بدن مین حمام کی گرم ہوا سے پیدا ہوئی ہے اُسکے زائل ہو جانے کے
بعد غذا ہونی چاہیے اور ہضم کے بعد حمام کرنے سے یہ غرض ہے کہ ہضم معدی کے پورا ہو جانے کے بعد حمام ہونا چاہیے
(یعنی ہضم سے پہلا ہضم یعنی ہضم معدی مراد ہے) **مؤلف کہتا ہے** کبھی حمام کا استعمال معدہ کے خالی ہونے پر
کیا جاتا ہے اور اس سے بدن دبلا ہوتا ہے اور خشکی پیدا ہوتی ہے اور جو شخص کم ریاضت کرتا ہو اُسکو چاہیے کہ ایسے
حمام کی کثرت کرے جو خوب پسینا بہائے (اس طرح پر کہ ہوا کا استعمال زیادہ کرے اور گرم درجہ مین دیر تک بیٹھے
اسلیے کہ اُسکا بدن فضلون سے پاک نہین ہوتا لہذا فضلیہ رطوبتون کے تحلیل کے لیے اُسکو ایسے حمام کی ضرورت ہے
جو پسینے مین اُن رطوبتون کو نکال بہائے) اور جو شخص خوب ریاضت کرتا ہو اُسکو ایسا حمام مضر ہے کیونکہ اُسکا بدن
فضلون سے پاک ہے پس اگر ایسا حمام کریگا تو اصلی رطوبتون کی تحلیل ہونے لگے گی) **مین کہتا ہون** خلا
معدہ پر حمام کرنے سے تو بدن اسلیے دبلا ہوتا ہے کہ کوئی بدل تو پہونچتا نہین اور تحلیل ہوتی ہے اور جو شخص قلیل الریاضت
ہو اُسکو پسینا بہانے والے حمام کی کثرت اسلیے ضروری ہے کہ ریاضت کی کمی سے جو فضلون کی تحلیل مین قصور
رہگیا ہے اُسکا تدارک اس حمام سے ہو جائے (اور پسینہ کی راہ باقی رطوبتین اور خلطے بہ جائین) **مؤلف کہتا ہے**
اور ٹھنڈے پانی سے نہانا بدن کو قوی کرتا ہے اور اعضا مین نشاط پیدا کرتا ہے (یعنی اعضا مین حرکت کرنے کی
رغبت پیدا ہو جاتی ہے اور سستی اور بھاری پن دور ہو جاتا ہے اور اسکی وجہ سے جو بندش تھی وہ زائل ہو جاتی
ہے) اور تمام قوتون کو یکجا کر دیتا ہے اور انکو قوی کر دیتا ہے **مین کہتا ہون** ان سب باتون کی وجہ یہ
ہے کہ ٹھنڈا پانی بدن کے ظاہری اعضا کو سخت اور اکٹھا کر دیتا ہے اور انکو ٹھنڈک پہونچا کر مضبوط کر دیتا ہے
اور انکی لٹک اور سستی کو کھو دیتا ہے اور بدن کے قوی کرنے سے یہی مراد ہے اور اسکا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ظاہری
اعضا پر (ٹھنڈا ہو جانے کی وجہ سے) حرارت عزیزی کا اثر نہ پہونچے لہذا حرارت عزیزی کی تاثیر باطن مین زائد
ہو گی اور حرارت عزیزی کا فعل باطن مین قوت کے ساتھ ہو گا اور بدن کے خوش کرنے اور قوتون کے جمع کرنے

اور قوی کرنے سے مؤلف کی یہی مراد ہے **مؤلف کہتا ہے** اور دوپہری کے وقت اسکا استعمال کیا جاسکتا ہے
گرمی کی فصل مین اُس شخص کو جسکا مزاج گرم ہو جو معتدل گوشت کا آدمی ہو (نہ زیادہ فربہ نہ زیادہ لاغر) جوان ہو اور
لڑکے اور بوڑھے کو اس سے روکا جائے اور اُس شخص کو بھی جسکو دست آرہے ہون یا تخمہ ہو یا نزلہ ہو **مین کہتا ہون**
اس جگہ مؤلف نے ٹھنڈے پانی سے نہانے کی آٹھ شرطین بیان کی ہین جنمین سے پہلی شرط تو یہ ہے کہ دوپہر کے وقت
نہانا چاہیے کیونکہ یہ گرمی کا وقت ہوتا ہے اسوجہ سے حرارت غریزی زیادہ ٹھنڈک سے مغلوب نہین ہوتی اور دوسری شرط
یہ ہے کہ گرمیون کا موسم ہو کیونکہ یہ بھی گرمی کا زمانہ ہے (اسلیے حرارت غریزی ٹھنڈے پانی سے مغلوب نہو گی) اور تیسری شرط
یہ ہے کہ نہانے والے کا مزاج گرم ہو اور اُسکی وجہ بھی وہی ہے جو ابھی مذکور ہوئی اور چوتھی شرط یہ ہے کہ نہانے والے کے
بدن مین گوشت معتدل طور پر ہو کیونکہ جو شخص نہایت لاغر ہے اُسکے باطن مین برودت بہت جلد اپنا اثر کریگی اور موٹا
آدمی باردالمزاج قلیل الدم ہوتا ہے اسلیے اُسکے بدن مین وہ چیز نہو گی جو پانی کی ٹھنڈک کا مقابلہ کرسکے اور پانچوین
شرط یہ ہے کہ نہانے والا جوان ہو اور یہ بھی ظاہر ہے کیونکہ لڑکے کی حرارت تو رطوبتون کے نیچے چھپی ہوئی ہوتی
ہے اسلیے پانی کی ٹھنڈک کا مقابلہ نہ کرسکے گی اور بوڑھے آدمیون مین بجھنے کے قریب ہوتی ہے اور ٹھنڈک اُسکو
ضعیف بنا دے گی (اور جوان آدمی کی حرارت تیز ہوتی ہے وہ پانی کی ٹھنڈک کا خوب مقابلہ کرسکتی ہے) اور
چھٹی شرط یہ ہے کہ نہانے والے کو دست نہ آرہے ہون اور یہ دو وجہ سے اول وجہ تو یہ ہے کہ ٹھنڈا پانی مادون کو اندر
کی طرف نچوڑتا ہے اور اس سے اسہال زیادہ ہوگا دوسری وجہ یہ ہے کہ دستون سے ضعف ہوا کرتا ہے اور جب ٹھنڈے
پانی سے حرارت غریزی مغلوب ہو گی تو اور ضعف زیادہ ہوگا اور ساتوین شرط یہ ہے کہ نہانے والے کو تخمہ نہو (بحرالجواہر
مین ہے تخمہ یہ ہے کہ معدہ مین کھانا بگڑکر غیر صالح کیفیت کی طرف مستحیل ہو جائے) اور اسکی بھی دو وجہین ہین ایک تو
یہ ہے کہ پانی کی ٹھنڈک کی وجہ سے حرارت باطن کی جانب متوجہ ہو جایا کرتی ہے اور اس سے یہ ہوگا کہ تخمہ پیدا
کرنے والا مادہ تمام بدن مین پھیل جائیگا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ تخمہ سے یہ ہوا کرتا ہے کہ فاسد بخارات معدہ سے
سر کی طرف چڑھتے ہین اور ٹھنڈا پانی اُنکو تحلیل ہونے سے روکیگا پس وہ اجزے دماغ مین گھٹ کر سر مین درد پیدا
کر دینگے اور آٹھوین شرط یہ ہے کہ نہانے والے کو نزلہ کا مرض نہو کیونکہ پانی کی ٹھنڈک مادۂ نزلہ کو تحلیل ہونے سے
روکیگی بلکہ نزلے کو اور بڑھائیگی اسلیے کہ مادون کو بدن کے اندر پہونچاتا ہے **مؤلف کہتا ہے** اور اُن حمامون
مین نہانا جنمین گندھک کا اثر ہوتا ہے فضلون کی تحلیل کرتا ہے اور فالج اور رعشہ اور تشنج کو نافع ہوتا ہے اور خارش
اور پھنسیون کو دور کرتا ہے اور عرق النسا اور گٹھیا اور کولے کے درد کو مفید پڑتا ہے (اسلیے کہ یہ پانی اپنی لطافت

کی وجہ سے بدن کے اندر پیرجاتا ہے اور تلیین اور فضلون کی تحلیل کرتا ہے **مین کہتا ہون** یہ بیان شرح اور تفصیل کا محتاج نہین ہے موجز کے بعض نسخون مین بجاے لفظ حمامات کے لفظ حُمّات واقع ہوا ہے یہ لفظ حُمّہ بتشدید المیم کی جمع ہے اور حُمّہ (دُاس) گرم چشمے کو کہتے ہین (جس سے بیمار لوگ شفا پاتے ہین اور آہن گندھک اور نمک وغیرہ کا اثر ہوتا ہے) حدیث شریف مین وارد ہے کہ عالم کی مثال حمہ کی سی ہے یعنی لوگ اُسکے علم سے اسی طرح (اپنے باطنی امراض سے) شفا پاتے ہین جیسے مریض لوگ (اپنے جسمانی امراض سے) بذریعہ حمہ کے شفا پاتے ہین صحاح مین اسی طرح مذکور ہے

مؤلف کہتا ہے۔ کلام متعلق جماع بہتر ہم بستری وہی ہے جو ہضم کے بعد واقع ہو اور اُسوقت جبکہ حرارت اور برودت اور رطوبت اور یبوست اور خلا اور امتلا مین بدن معتدل ہو پس اگر خطا واقع ہو جائے (یعنی ان اوقات مین سے کسی وقت اُسکا استعمال کیا جائے) تو ہم بستری کا ضرر پیٹ بھرے ہونے اور حرارت اور رطوبت کے وقت بہ نسبت پیٹ خالی ہونے اور برودت اور خشکی کے کم ہوتا ہے (کیونکہ خلا اور یبوست کے وقت ہم بستری کرنے سے قوت ساقط ہوتی ہے اور برودت کے وقت حرارت غریزی بجھ جاتی ہے اور قوت کا ساقط ہو جانا اور حرارت غریزی کا بجھ جانا بہ نسبت اس بات کے زیادہ مضر ہے کہ خام غذا اعضا مین نفوذ کر جائے اور سدے یا بخار وغیرہ پیدا ہو جائے کما لا یخفی) **مین کہتا ہون** بہتر ہم بستری کے لیے سات شرطین ہین پہلی شرط تو یہ ہے کہ کھانا ہضم ہونے کے بعد ہم بستری کی جائے (ہضم سے پہلا ہضم یعنی ہضم کیلوسی مراد ہے لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہضم کے بعد جو ہم بستری ہو اس سے قبل ہونا چاہیے کہ کھانا سب کا سب معدہ سے دفع ہو جائے اور معدہ بالکل خالی رہجائے کیونکہ اسوقت معدہ اسکے لیے تیار ہوگا کہ فضلے اُسپر گرنے لگین اور ایسی حالت مین ہم بستری کرنے سے وہی خرابیان لازم آئینگی جو آگے چلکر خلاء معدہ کے وقت ہم بستری کرنے مین بیان ہونگی) کیونکہ ہضم سے قبل ہم بستری کرنے مین پٹھون مین لنگ اور جوڑون کا درد اور اعضاے شکم مین سدے اور قولنج اور بہتر خاء اور درد ما اور رعشہ وغیرہ امراض پیدا ہوتے ہین (اور اگر ہضم سے پہلے ہم بستری کی ایسی ہی ضرورت پیش آجائے تو اسکا انتظار کر لینا چاہیے کہ غذا قعر معدہ مین پہنچ جائے کہ اس حالت مین بہ نسبت اُس حالت کے اندیشہ کم ہے جبکہ غذا معدہ کے اوپر ہی ہو) صاحب المختار سے اسی طرح منقول ہے اور دوسری شرط یہ ہے کہ بدن پر حرارت غالب نہو کیونکہ بدن کی حرارت کے وقت جو ہم بستری واقع ہوتی ہے اُس سے تحلیل رطوبت اور تپ اور خفقان اور ذبول پیدا ہوتا ہے (ہم بستری پہلے پہل بدنی اور نفسانی حرکتون کے لیے حرارت غریبہ کو ہیجان مین لاتی ہے اور جب بدن گرم ہوگا تو اُس سے حرارت اور بڑھیگی) اور تیسری شرط یہ ہے کہ بدن پر برودت غالب نہو کیونکہ برودت غالب ہونے کے وقت جب ہم بستری واقع ہوتی ہے تو اُس سے قوت ساقط

ہوتی ہے اور حرارت عزیزی خیرباد کہتی ہے[۴] اور چوتھی شرط یہ ہے کہ بدن پر رطوبت غالب نہو اور اُسکی دلیل بھی وہی ہے
جو برودت کی ہے (تفسیر یہ ہے ہم بستری رطوبتون کو پتلا کرکے بہا دیتی ہے اور پٹھون کو ضعیف کر دیتی ہے پس اگر
بدن مین رطوبت زیادہ ہوگی تو وہ بہکر پٹھون پر گریگی اور اس سے مختلف امراض پیدا ہونگے دوسرے حرکت کی گرمی
اور رطوبت کی کثرت سے دماغ کی طرف ابخرے کثرت سے چڑھینگے اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ رطوبت کے حدت پکڑنے
سے مختلف بخار پیدا ہو جاتے ہین غرضکہ رطوبت کے وقت ہم بستری کرنے مین کئی خرابیان پیدا ہوتی ہین) اور پانچوین[۵]
شرط یہ ہے کہ بدن پر یبوست یعنی خشکی نہ غالب ہو اور اسکی بھی وہی دلیل ہے جو حرارت کی ہے (تفسیر یہ ہے چونکہ ہم بستری
مین بدنی اور نفسانی حرکتین زیادہ ہوتی ہین اور رطوبتین کثرت سے چھٹتی ہین اسلیے اُس سے خشکی پیدا ہوتی ہے اور
اگر ایسی حالت مین واقع ہوگی کہ بدن پر خشکی غالب ہے تو اس سے خشکی اور بڑھیگی اور وہ امراض پیدا ہونگے جو خشکی کو
لازم ہین) چھٹی[۶] شرط یہ ہے کہ معدہ کے خالی ہونے کے وقت نہو کیونکہ ایسی ہم بستری قوت کو باطل کرتی ہے اور غشی پیدا
کرتی ہے اور اس سے دق کا بھی خوف ہے ساتوین[۷] شرط یہ ہے کہ پیٹ بھرے پر نہو کیونکہ اس سے وہی امراض پیدا ہوتے
ہین جنکو صاحب المختار نے ذکر کیا ہے (یعنی پٹھون کا استرخا اور گٹھیا اور سدے اور قولنج اور استسقا اور تنفس اور رعشہ وغیرہ)
اور خالی پیٹ پر ہم بستری کرنے مین بہ نسبت پیٹ بھرے ہونے کے زیادہ مضرت ہے (کیونکہ مدقوق ہوجانا اور قوت کا ساقط
ہوجانا بہ نسبت سدے پڑجانے کے زیادہ اندیشہ ناک ہے) اور غلبۂ برودت کے وقت ہم بستری کرنے مین بہ نسبت غلبۂ
حرارت کے زیادہ مضرت ہے اور غلبۂ یبوست کے وقت ہم بستری کرنے مین بہ نسبت رطوبت کے زیادہ مضرت ہے کیونکہ
حرارت عزیزیہ اور قوت کا جاتے رہنا بہ نسبت اور خرابیون کے زیادہ مضر اور زیادہ اندیشہ ناک ہوتا ہے **مؤلف کہتا**
ہے اور مناسب یہ ہے کہ ہم بستری اُسوقت کی جائے جبکہ خوب خواہش اور پورا پورا انتشار ہو کہ بے تکلف اور بے کسی حسین
کے خیال کیے ہوئے اور بے دیکھے استادگی پیدا ہو (کیونکہ جس طرح اُس خون کی ریح زیادہ ہونے سے استادگی ہوتی
ہے جس سے نطفہ کی تولید ہوتی ہے اسی طرح وہمی اُمور سے بھی حاصل ہوتی ہے اسلیے کہ وہمی تصور بسا اوقات بدنی
حادثون کے باعث ہوجایا کرتے ہین) بلکہ فقط اُسی نطفہ کی کثرت اور خواہش کی شدت نے ہیجان دیا ہو (اسلیے
کہ جب ہم بستری کے اعضا مین زیادہ ہوجاتا ہے تو اُنسے جدا ہونے کی خواہش کرتا ہے اور اُنہین کے مادون کو
حرکت دیتا ہے اور لذع کرتا ہے اور تمدد پیدا کرتا ہے اور یہی سچی خواہش کا سبب ہے اور اسوقت ہم بستری کرکے نطفہ
کو نکال ڈالنا نہایت ضروری ہے اسلیے کہ اگر اسوقت ہم بستری نہ کی جائیگی اور نطفہ اپنے وعا مین کثرت سے جمع ہوگا
تو حرارت عزیزیہ کو گھونٹ کر بجھا دیگا اور حرارت بالکل ٹھنڈی ہوجائیگی اور اسکے ٹھنڈا ہو جانے سے بدن ٹھنڈا ہو جائیگا

اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ زہریلی طبیعت کی طرف مستحیل ہو جاتا ہے اگر ایسا ہوا تو اُس سے بُرے زہریلے اجزے
دل اور دماغ کی طرف اُٹھکر جائینگے کہ اُنسے غشی اور مرگی اور اور امراض پیدا ہو جائینگے اور یہ کہ ہم بستری کے بعد ہلکاپن اور
بدن کی کشادگی پیدا ہو اور نیند آ جائے دکیونکہ نطفہ کے ثقل سے قوتین اور حرارت غریزیہ دبی ہوئی تھی جسکی وجہ سے قوتین
بدن کے اُٹھانے کو ایک بڑا بوجھ سمجھتی تھین اب جبکہ نطفہ کے نکل جانے سے قوتون کا دبنا جاتا رہا تو لامحالہ قوتون
مین ایک قسم کی قوت آ جائیگی اور خفت اور ہلکاپن محسوس ہوگا اور نیند آ جانیکا بھی یہی منشا ہے کہ طبیعت کو اس ثقل اور
اذیت کے دفع ہو جانے سے آرام ملتا ہے نفیسی مین ہے پس اگر کوئی بلا اس شرط کے ہم بستری کریگا تو اُس سے
بہت سی مضرتین ہونگی ایک تو یہی کہ نطفہ بدن سے نکلگیا اور نطفہ کا مادہ وہ پختہ خون ہوتا ہے جسنے تیسرے ہضم کو
پورا کر لیا ہے اور چوتھے ہضم نے اُسمین اپنا عمل شروع کر دیا ہے پس اس سبب سے یہ استفراغ یعنی نطفہ کا نکل جانا اس قدر
ضعف پیدا کریگا کہ یہ ضعف کسی اور استفراغ سے نہین حاصل ہو سکتا اسلیے کہ خون وغیرہ خلطون سے غرض یہ ہے
کہ اعضا کے پاس جمع رہین اور اُنمین سے ہر پہلا بعد والے سے پہلے حاجت کے موافق غذا کو کھینچتا رہے اور ایسی
چیز کا زیادہ ہونا مناسب ہے لیکن جس خون کا نضج پورا ہو چکا ہے اور جوہر اعضا کی طرف بدل جانا قریب ہو چکا ہے تو
اس سے یہ غرض نہین ہوتی کہ جمع رہے بلکہ اس سے اعضا کی مشابہت کی طرف مستحیل ہو جانا مقصود ہوتا ہے اور
اس خون کی مقدار قریب قریب اُسی قدر ہوتی ہے جتنی مقدار اعضا سے تحلیل ہو گئی ہے اور اسکا زیادہ ہونا کبھی اس
استحالہ سے مانع ہوا کرتا ہے کیونکہ جیسے فاعل کے ضعیف ہونے سے فعل ضعیف ہوتا ہے اسی طرح جب مادہ قوی
یا زیادہ ہوتا ہے تب بھی فاعل کا فعل ضعیف ہوتا ہے پس جسوقت یہ خون زائد ہوگا تو طبیعت عضو جو کہ فاعل ہے اس امر پر
قادر نہوگی کہ اُسکو جوہر عضو کی طرف مستحیل کر سکے کیونکہ مادہ کی زیادتی اس فعل سے روکیگی اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ کامل النضج
خون اعضا کے پاس اُسی قدر رہتا ہے جتنی مقدار اعضا سے تحلیل ہوئی ہے تو جسوقت اس خون مین سے ہم بستری مین
مثلاً دس درہم کی مقدار خارج ہوگی تو اُس کی نسبت اُس مقدار کے اعتبار سے زائد ہوگی جو بدن مین باقی
رہا کیونکہ جو خون نکلا ہے وہ کبھی تو مقدار باقی کے اعتبار سے زائد ہوتا ہے اور کبھی برابر اور کبھی کم اور جو خون کہ
کامل النضج نہین ہے وہ جسوقت خارج ہوگا تو گو زیادہ نکلے لیکن جو مقدار بدن مین باقی رہی ہے اُسکے اعتبار سے
تاہم کم ہوگا کیونکہ ایسا خون جو تام النضج نہین ہے وہ اعضا مین کثرت کے ساتھ موجود ہے لہذا نکلے ہوے خون
کی نسبت باقی ماندہ کے اعتبار سے لامحالہ کم ہی ہوگی اسی لیے جو ضعف نطفہ کے نکلنے کے بعد عارض ہوگا وہ
اُس خون کے نکلنے سے بہت زیادہ ہوگا جو تام النضج نہین ہے ہاں اگر ایسا ہو کہ جو خون تام النضج نہین ہے اگر وہ مقدار

باقی نے زاید نکل جائے تب اُسکا ضعف اور نطفہ کا ضعف البتہ برابر ہوسکتا ہے لیکن ایسا ہوتا نہیں اور اگر ہوتا ہے تو شاذ و نادر
اس دلیل کے علاوہ ایک دلیل یہ بھی ہے کہ جو رطوبت بدن میں موجود ہے اُسکے ساتھ تھوڑا بہت روح کا تعلق ہے اور
اگر یہ رطوبت صالح اور فاضل ہے تو روح کا تعلق بھی اُسکے ساتھ زاید ہے کیونکہ طبیعت کو اُسکی طرف توجہ ہوتی ہے
اور وہ اُسمین تصور کرتی رہتی ہے اور جسوقت یہ رطوبت موجودہ افضل اور نفیس میں سب رطوبتوں سے بڑھکر ہو تو طبیعت کا
فعل بھی اُسمین زاید ہوگا خصوصاً جسوقت کہ کمال کے قریب ہو تو اس سے بہت زیادہ روح متعلق ہوتی ہے یہی
وجہ ہے کہ خون کا استفراغ یعنی بدن سے نکل جانا بہ نسبت اور خلطوں کے استفراغ کے ضعف کا زیادہ موجب ہوتا ہے
اور نطفہ کا استفراغ خون کے استفراغ سے کئی درجہ بڑھکر ضعف پیدا کرتا ہے غرضکہ نطفہ کا بدن سے نکل جانا بدن کے
لیے بہت بڑی مضرت ہے دوسری مضرت یہ ہے کہ نطفہ کے استفراغ کو بدنی اور نفسانی حرکتین لازم ہین جنسے
صالح رطوبتین اور روحین اور قوتین تحلیل ہوتی ہین تیسری مضرت یہ ہے کہ لذت کی وجہ سے نطفہ کے ساتھ روح کا
استفراغ بہت زیادہ ہوتا ہے اسلیے کہ لذت کو یہ بات لازم ہے کہ روح خارج کی طرف حرکت کرے اور اس حرکت کرنے
کو یہ لازم ہے کہ روح کا بہت سا حصہ تحلیل ہو جائے خصوصاً جسوقت کہ لذت بہت زیادہ ہو جیسے اُس ہم بستری
مین لذت ہوتی ہے جسمین بلا تکلف انتشار ہوتا ہے اسکے علاوہ انتشار اُسی وقت پورا پورا ہوتا ہے جبکہ بہت سی روحین
عضو تناسل کے پٹھون کی طرف کو حرکت کرین اور ان حرکت کرنے والی روحون کے لیے یہ ضرور ہے کہ اس تعب
پیدا کرنے والی اور تحلیل کرنے والی حرکت کی وجہ سے اُنکا بہت سا حصہ تحلیل ہو جائے **مین کہتا ہون** نطفہ گو کہ
فضلہ ہے لیکن ایسا ردی فضلہ نہین ہے کہ بدن کو اُس سے پاک کرنے پر طبیعت عادی ہو مثل پیشاب پاخانہ اور رینٹھ
اور تھوک کے بلکہ وہ ایک شریف جوہر ہے کہ طبیعت نسل کی حفاظت کی غرض سے اُسکے نکالنے کا ارادہ کیا کرتی ہے
ہان جسوقت بدن مین ضرورت سے زاید جمع ہو جاتی ہے اُسوقت البتہ بدن کو ضرر پہونچاتی ہے پس طبیعت بدن سے
اُسکو دفع کر دیتی ہے یہی وجہ ہے کہ خواب مین اس قسم کی صورتین نظر آیا کرتی ہین جنکے نظر آنے سے نہانے کی حاجت
ہوتی ہے غرض کہ نطفہ کے غالب ہونے اور زاید ہو جانے کا وقت یہی ہم بستری کا وقت ہے (یعنی اسی وقت
جماع کرنا چاہیے) اور نطفہ کے غالب آنے کی پہچان یہ ہے کہ جماع کی طرف پوری پوری رغبت ہو اور بلا تکلف اور بے سوچے
اور بلا کسی اچھی صورت کے دیکھے استادگی ہو اور یہ کہ صحبت کے بعد طبیعت ہلکی ہو جائے اور نیند آنے لگے کیونکہ طبیعت کو
نطفہ کے بوجھ سے خلاص حاصل ہو گیا ہے **مؤلف کہتا ہے** اور جب ہم بستری اعتدال سے ہوتی ہے تو اُس سے
بدن کی اصلی حرارت مین ایک قسم کا جوش پیدا ہوتا ہے اور بدن مین غذا حاصل کرنے کی استعداد پیدا ہوتی ہے اور خوشی

حاصل ہوتی ہے اور غصہ فرو ہوجاتا ہے اور بُرے بُرے افکار دور ہوجاتے ہین اور سوداوی وسوسے جاتے رہتے ہین
اور سوداوی بلغمی بہت سی بیماریون کو اُس سے نفع ہوتا ہے اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ہم بستری نکرنے والا بہت سے
امراض مین مبتلا ہوجاتا ہے جیسے سر کا گھومنا اور بینائی کا کم ہوجانا اور بدن کی گرانی اور فوطون کا سوجھ جانا اور حالب
(یہ ایک رگ ہے جسکا بیان کئی جگہ گذر چکا ہے) کا ورم اور جس وقت ایسا شخص ہم بستری کرے اُسکو ان سب بیماریون سے
بہت جلد صحت اور آرام ہوجاتا ہے **مین کہتا ہون** معتدل ہم بستری وہ ہوتی ہے جو ہم بستری کرنے والے کے مزاج کے
اعتبار سے نہ کم ہو نہ زیادہ اور ہمبستری معتدل سے وہ فائدے حاصل ہوتے ہین جنکا مؤلف نے ذکر کیا ہے کیونکہ اس سے فضلے دفع ہوتے
ہین اور بڑھنے والے بخرون کو روکتی ہے یہی وجہ ہے کہ جو شخص ہمبستری کو ترک کردیتا ہے وہ اُن امراض مین مبتلا ہوجاتا ہے جنکو مؤلف
نے ذکر کیا ہے اور مؤلف نے یہ نہین کہا کہ تمام سوداوی اور بلغمی بیماریون کو نفع دیتی ہے کیونکہ بعضی بیماریون کو ہمبستری مضر ہوتی ہے جیسے
گٹھیا اور رعشہ وغیرہ ہے اور ہمبستری ایک بدنی حرکت ہے جسکو لذت کے ساتھ نفسانیہ حرکت لازم ہے اور اس حرکت کو نطفہ کے نکلنے سے
رطوبتون کا استفراغ اور ایستادہ کرنیوالی ریح کا استفراغ اور روح کا استفراغ لازم ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ ہمبستری کے منافع اور نقصانات
بعضے تو حرکت بدنیہ کے متعلق ہین اور بعضے نفسانی حرکت کے اور بعضے رطوبتون کے استفراغ کے اور بعضے ریح کے
استفراغ کے اور بعضے روح کے استفراغ کے پس جو ہم بستری اعتدال کے ساتھ ہوتی ہے وہ حرارت غریزیہ کو
اُٹھاتی اور بھڑکاتی ہے کیونکہ اُس سے روح کے فضلون کی تحلیل ہوتی ہے اور ایسے فضلون کا استفراغ ہوتا ہے جو
حرارت غریزی پر گران ہوتے ہین اور بدن کو غذا لینے کی استعداد بخشتی ہے کیونکہ ہم بستری جب معتدل ہوتی ہے تو
جو نطفہ اُس سے نکلتا ہے وہ فضلہ ہوتا ہے اور اعضا مین فضلہ کا رہنا غذا لینے سے روکتا ہے اور جب فضلون کا
استفراغ ہوجاتا ہے تو طبیعت تحلیل شدہ حصہ کے عوض کی طرف قوی حرکت کرتی ہے اور صالح غذا کو جذب
کرلیتی ہے ایسی حالت مین کہ قوتین اور حرارت غریزیہ نطفہ کے استفراغ سے بھڑکی ہوئی ہین اسی وجہ سے غذا مین اُنکا
تصرف پورا پورا ہوتا ہے اور فرحت پیدا ہوتی ہے کیونکہ روح کے فضلون کی تحلیل ہوگئی ہے اور روح مین انتعاش اور
نوریت پیدا ہوگئی ہے اور روح کا قوام معتدل ہوگیا ہے اور غصے کو فرو کرتی ہے کیونکہ استفراغ ریح کے وقت وہ دخانیت
جاتی رہتی ہے جس سے روح بنتی ہے اور اس لیے کہ اُن فضلون کا استفراغ ہوجاتا ہے جو روح کے گرم کرنے والے
مکدر کرنے والے دخانی اجزے بنجاتے ہین اور اسلیے کہ ایسی ہم بستری کو شدت کی لذت لازم ہوتی ہے اور لذت
غصہ کے ساتھ جمع نہین ہوتی بلکہ اُسے توڑ ڈالتی ہے اور بری فکرون اور سوداوی وسوسون کو دور کرتی ہے اسلیے
کہ یہ ہم بستری لذت کے سبب سے روح کو انبساط بخشتی ہے اور اُسکو باہر کی جانب حرکت دیتی ہے اور فکر اُسی وقت ہوتی ہے

جبکہ روح کو انقباض ہو اور اندر گھٹی ہوئی ہو اور دخانی فاسد ابخرے جو نطفہ سے پیدا ہوتے ہین اُنھین دل اور دماغ
کے اطراف سے دور کر کے سوداوی وسوسے کھو دیتی ہے اور بہت سے سوداوی امراض کو فائدہ کرتی ہے اور یہ وہ امراض
ہین جو دخانی جلے ہوے ابخرون سے پیدا ہوتے ہین اور امراض بلغمیہ کو بھی نفع کرتی ہے اسلیے کہ ہمبستری کا کام یہ ہے کہ
حرارت اور طبعیہ قوتون کو فضلون کے استفراغ کے سبب سے برانگیختہ کرے پھر بلغم کو پکا کر نکال دیتی ہے اور اکثر اوقات
ہم بستری کا تارک بیماریون مین مبتلا ہو جاتا ہے مثل دوران سر اور ظلمت بصر کے اسوجہ سے کہ نطفہ فاسد ہو جاتا ہے اور
اُس سے ردی ابخرے دماغ کی طرف چڑھتے ہین اور ورم خصیہ یا حالب کی یہ وجہ ہوتی ہے کہ جب نطفہ سے اوعیہ بھر جاتے
ہین تو اُسمین سے کچھ خصیون مین رُک رہتا ہے یا حالب کی طرف دفع ہوتا ہے اور ورم اور تمدید اوعیہ نطفہ مین پیدا
کرتی ہے) **مؤلف کہتا ہے** اور ہم بستری مین افراط کرنا قوت کو ساقط کر دیتا ہے (غذا کے اخیر جوہر کے استفراغ
سے) اور پٹھون کو مضر پڑتا ہے (کیونکہ ہم بستری پٹھون کو تعب مین ڈالتی ہے اور دماغ کو ضعیف کرتی ہے اور نفسانی
روح کا استفراغ کثرت سے کرتی ہے) پھر (پٹھون کو ضرر پہونچانے کی وجہ سے) رعشہ اور فالج اور تشنج مین مبتلا کر دیتی
ہے اور بینائی کو نہایت ضعیف کر دیتی ہے (اس لیے کہ نطفہ کا مادہ دماغ سے بہت نکلتا ہے لہذا اُسمین بہت ضعف
ہو جاتا ہے اور دونون آنکھون مین ضعف بہت ہو جاتا ہے کیونکہ آنکھین نہایت تر اور نرم واقع ہوئی ہین پس جو مقدار
ان دونون سے نکلتی ہے وہ زیادہ ہوتی ہے) اور لونڈون سے اغلام کرنے مین نطفہ کم گرتا ہے (کیونکہ انثیین کی قوت
دافعہ کے لیے رحم کی قوت جاذبہ معین ہوا کرتی ہے اور وہ یہان نہین ہے) لہذا اس سے جو ضعف اور ضرر ہوتا ہے
وہ (بہ نسبت عورتون کی ہم بستری کے) کم ہوتا ہے مگر یہ ہم بستری تعب پہونچانے والی حرکتون کی طرف زیادہ احتیاج
پیدا کرتی ہے (تا کہ انزال نطفہ کا ہو) اسلیے کہ یہ غیر طبعی استفراغ ہے (اور متعبہ حرکت کی زیادتی کثرت تحلیل کی باعث
ہوتی ہے لہذا اس سے ضعف زیادہ ہوگا) اور بچنا چاہیے بڑھیون کی ہم بستری سے (کیونکہ اُسکے ساتھ ہم بستری کرنے
مین لذت کم ملتی ہے اور اُسکے مقام مین کشادگی اور ٹھنڈک کے علاوہ تر فضلے بہت جمع ہوتے ہین) اور نہایت
کمسن لڑکی کی ہمبستری سے بھی بچنا چاہیے (کیونکہ اول تو نفس کو اُس طرف رغبت نہین ہوتی دوسرے وہ ہم بستری
کے وقت تڑپتی ہے تو اس سے سارا مزا کرکرا ہو جاتا ہے) اور حیض کی حالت مین بھی ہم بستری نہ کرنا چاہیے (کیونکہ
اُسکے مقام کی گندگی کی وجہ سے نفس کو اُسکی ہم بستری سے نفرت ہوتی ہے) اور اُس عورت کی ہم بستری سے بھی
احتراز چاہیے جسکے ساتھ ایک عرصے سے ہم بستری نہ کی گئی ہو (کیونکہ اُسکے مقام مین فاسد اور متعفن فضلے کثرت سے
جمع ہوتے ہین) اور بیمار عورت کی ہمبستری سے بھی (اسکا باعث بھی وہی نفس کی نفرت اور کم توجہی ہے خصوصاً جبوقت

بیماری کے ساتھ بدبو اور گندگی بھی ہو) اور بدشکل عورت کی ہم بستری سے بھی (کیونکہ یہان بھی وہی نفس کی نفرت موجود ہے) اور کنواری عورت کی ہم بستری سے بھی (اسلیے کہ خون بہنے سے نفرت ہوتی ہے دوسرے اُسکی بیقراری سے بھی لطف کم ہوجاتا ہے) اور یہ سب ہم بستریان خواہش کو بالخاصہ ضعیف کر دیتی ہین (اسلیے کہ انکی ہم بستری متلذذ نہین ہوتی پس طبیعت نطفہ پیدا کرنے کا اہتمام نہین کرتی اور جو کچھ نطفہ پیدا ہوتا ہے وہ کم اور غیر پختہ ہوتا ہے اور اسی سبب سے خواہش ضعیف ہوجاتی ہے) اور اپنے محبوب کے ساتھ ہم بستری کرنا سرور بخشتا ہے اور ضعف کم پیدا کرتا ہے باوجود اسکے کہ نطفہ کثرت سے گرتا ہے (ضعف کم ہونے کی یہ وجہ ہے کہ سرور کو یہ امر لازم ہے کہ قوتون کی تقویت ہو اور اصلی حرارت برانگیختہ ہو اور نطفہ کی کثرت لذت کی کثرت کی وجہ سے ہوتی ہے) اور ہم بستری کی سب سے بُری ہیئت یہ ہے کہ عورت مرد کے اوپر ہو اور مرد چت لیٹا ہو اسلیے کہ اسمین نطفہ دشواری سے نکلتا ہے (اسلیے کہ اسوقت نطفہ کو اوپر کی جانب حرکت کرنا پڑتی ہے) اور بسا اوقات عضو مین کچھ نطفہ رُک رہتا ہے اور متعفن ہوجاتا ہے (اور اس سے سوراخ مین زخم پڑجاتا ہے خصوصًا جسوقت کہ نطفہ شدت سے حاد اور تیز ہو) بلکہ اکثر اوقات عورت کے مقام سے رطوبتین بہکر مرد کے بدن مین چلی جاتی ہین (اسوجہ سے کہ مرد کے بدن کا مجرا اُسوقت کشادہ نیز اور سیدھا ہے اور اس سے عفونت اور زیادہ ہوتی ہے) اور ہم بستری کی ہیئاتون مین افضل ہیئت یہ ہے کہ مرد عورت پر چڑھے (اسطرح پر کہ عورت کے پیٹ پر لیٹے اور بیٹھے کے درمیان ہو اسلیے کہ اس ہیئت پر ہونے سے نطفہ باسانی نکلتا ہے کیونکہ مرد کا بدن سیدھا اور اُسکے ساتھ نیچے کو مائل ہوتا ہے) ایسے حال مین کہ عورت کی دونون رانین اُٹھائے ہوے ہو (تاکہ قعر رحم کا نیچے کو اُتر آئے اور گردن اُسکی بلند ہو اس لیے کہ یہ ہیئت رحم سے نطفہ کے نکلجانے کو زیادہ مانع ہوتی ہے) پوری ملاعبت یعنی مساس کے بعد (تاکہ عورت کا نطفہ متحرک ہو اور پگھلے اسلیے کہ عورت کا نطفہ ٹھنڈا اور حرکت مین سُست ہوتا ہے پس جبکہ ہم بستری سے پہلے مساس کے سبب سے پگھل جاتا ہے اور حرکت کرتا ہے تو اُسکا انزال جلد ہوجاتا ہے اور عورت اور مرد دونون کا انزال قریب ہوتا ہے کیونکہ مرد کا نطفہ اپنی حرارت کے سبب سے جلد انزال ہوتا ہے) اور چھاتیان ملنے کے بعد (تاکہ اُسکی خواہش مین ہیجان ہو اور اسکے نطفہ کو حرکت ہو اسلیے کہ رحم کے ساتھ چھاتیون کو شدت کے ساتھ مشارکت ہے) اور حالب یعنی ران کی جڑ کے سہلانے (اور پیڑو کو سہلانے) کے بعد اندام نہانی کو آلہ تناسل سے رگڑنے کے بعد (اُسکے اوپر کی جانب سے اسلیے کہ یہ مقام پٹھون سے بھرا ہوا ہے پس اسکا حس بہت زیادہ قوی ہوتا ہے اور سہلانے کی لذت یہان زیادہ محسوس ہوتی ہے) جبکہ عورت کی آنکھون کی رنگت بدلنے لگے (یعنی شدت لذت کی وجہ سے

سرخی مائل ہو جائین کیونکہ اسوقت یعنی زیادتی لذت کے وقت روح کی حرکت ظاہر کی طرف ہوتی ہے اور اُسکے ہمراہ خون ہوتا ہے اور آنکھ کا رنگ صاف ہونے سے اُسکا اثر آنکھ مین ظاہر ہوتا ہے اور کبھی آنکھ کی شکل متغیر ہو جاتی ہے اور آنکھ کی سیاہی اوپر کو چڑھ جاتی ہے اسلیے کہ نفس متغیر ہو جاتا ہے اور آنکھ کو بہ نسبت اور حواس کے نفس کے ساتھ سفارت کا علاقہ زیادہ حاصل ہے اور اس علاقہ کی وجہ سے ایک کے تغیر سے دوسرے مین تغیر کا اثر ہوتا ہے اور یہ بھی ہے کہ آنکھ کو آلات تناسل خصوصًا رحم کے ساتھ قوی علاقہ ہوتا ہے اسی لیے آنکھ کا اختلافِ احوال بقراط کے نزدیک اختلافِ احوال رحم پر دلالت کیا کرتا ہے) اور عورت کی سانس پھول جائے (کیونکہ روح کی حرکت اور حرارت کے اشتعال سے دل اور آلات تنفس مین گرمی پیدا ہو جاتی ہے) اور مرد سے لپٹنے کی خواہش کرے (اسلیے کہ اسوقت رحم کو مرد کی مقاربت کی طرف شدت کی حرکت ہوتی ہے تاکہ نطفہ کو جذب کر لے اسی لیے اکثر عورتین اپنے پانؤن مرد کے دونون چوتڑون کے درمیان ڈال کر اپنی طرف کھینچتی ہین تاکہ وہ رحم سے متصل ہو جائے) تو اسوقت داخل کرے آلۂ تناسل کو اور ٹپکائے نطفہ کو تاکہ دونون نطفے انزال مین موافق پڑین (اس طرح پر کہ مرد کا انزال عورت کے انزال کے ساتھ یا اُسکے قریب ہو اسلیے کہ مرد کا نطفہ گرم مزاج اور تیز ہوتا ہے ادنیٰ خواہش سے یہ نکلتا ہے اور جلد خارج ہو جاتا ہے اور عورت کا نطفہ اسکے برخلاف ہوتا ہے اسلیے کہ اسمین مائیت زیادہ ہوتی ہے اور حرارت نہایت کم ہوتی ہے پس اگر مذکورہ ترکیبون سے ہم بستری کے قبل اُسکو حرکت نہ دیجائیگی تو عورت کا انزال مرد کے انزال کے قریب نہوگا بلکہ اس سے پیچھے رہجائیگا) اور یہی ہم بستری حاملہ کر دینے والی ہے اور منجملہ اُن چیزون کے جو ہم بستری پر معین ہوتی ہین مجامعت کا دیکھنا اور جانورون کی جفتی دیکھنا اور اُن کتابون کا پڑھنا جنمین باہ کی حالتین اور شکلین اور ہم بستری کرنے والے قوی لوگون کی حکایتین مذکور ہون اور عورتون کی پتلی آوازون کا سننا ہے (اسکی وجہ یہ ہے کہ اکثر وہمی امور طبیعت کے افعال کے لیے بہت بڑے موثر ہوتے ہین خصوصًا ہم بستری کے باب مین اسلیے کہ اسکا مبنیٰ محبت اور خواہش نفسانی پر ہوتا ہی اور یہ خود وہمی چیزین ہین) اور پیڑو کے بالون کا مونڈنا خواہش کو برانگیختہ کرتا ہے (اسلیے کہ یہ فعل نفس کو یاد دلواتا ہے اور حرارت کو برانگیختہ کرتا ہے اور خون اور روح کو آلۂ تناسل کی طرف کھینچتا ہے) اور ایک مدت تک ہم بستری کو ترک کر دینا نفس کو بھلا دینے والا ہے (پس اسوقت مین نطفہ کے پیدا کرنے کا اہتمام طبیعت کو باقی نہین رہتا ہے جس طرح سے کہ دودھ پلانے والی عورت کا دودھ چھوڑا دینا ہے کہ طبیعت کو اُسکے بعد دودھ پیدا کرنے کا اہتمام نہین باقی رہتا) اور جلق لگانا غم کا باعث ہوتا ہے (کیونکہ اس سے لذت کم ملتی ہے اس سبب سے نفس کو انقباض ہوتا ہے اور رنجیدہ ہو جاتا ہے) اور استادگی کو ضعیف کرتا ہے (اسلیے کہ بے پوری استادگی کے طبیعت کو نطفہ کے دفع کرنے کی عادت ہو جاتی ہے اور اسکی وجہ

یہ ہوتی ہے کہ ہاتھ سے نطفہ نکالنے مین عضو تناسل کو عورت کے مقام مین داخل کرنا نہین پڑتا ہے تاکہ پوری استادگی کی ضرورت ہو اسی سبب سے استادگی چھوٹ جاتی ہے) اور ضعف آجاتا ہے خواہش مین (لذت کم پانے کی وجہ سے پھر طبیعت نطفہ کی تولید کا اہتمام نہین کرتی اور یہ بھی ہو کہ کسی قوت جاذبہ کے نہونے سے نطفہ نکالنے مین نطفہ کم نکلتا ہے پس اُسکی پیدایش کم ہوجاتی ہے اور خواہش ضعیف ہوجاتی ہے اور بعضے کہتے ہین کہ جب ہاتھ سے نطفہ نکالدینے مین طبیعت کوئی فائدہ نہین دیکھتی تو اُسکو نطفہ پیدا کرنے کا کچھ اہتمام بھی نہین رہتا اور اسی حکم مین یہ بھی ہے کہ ماسواے اندام نہانی کے عورت کے کسی اور مقام مین مباشرت کی جائے (مثلاً اُسکی ران مین نطفہ نکالنا) **مین کہتا ہون** یہ سب باتین ظاہر ہین اور شرح اور تفصیل سے بے پرواہین اور (مؤلف کے قول وَالنَّظَرُ اِلٰی تَسَافُدِ الْحَیْوَانَاتِ مین جو لفظ) تسافد (ہے اُسکے معنے) مجامعت (اور جفتی) کے ہین اور موے زہار کا مونڈنا خواہش مین اسلیے ہیجان پیدا کرتا ہے کہ حرارت غریزیہ کو انثیین کی جانب متوجہ کرتا ہے اور مدت تک ہم بستری نہ کرنے سے نفس مین (تولید نطفہ سے) نسیان اسلیے پیدا ہوتا ہے کہ اس سے اُنثیین کی قوت ضعیف ہوجاتی ہے اور جتنے نطفہ کے اعضا ہین وہ سب ضعیف ہوجاتے ہین اسلیے کہ (ہم بستری نکرنے سے) نطفہ اُنپر بوجھ ہوجاتا ہے لہذا تولید نطفہ کی موقوف ہوجاتی ہے اور طبیعت اپنی غذا کے پس انداز سے نطفہ کے لیے کچھ نہین چھوڑتی اور اعضاے تناسل ایسے ہوجاتے ہین جیسے کوئی زائد (اور بیکار) عضو ہو اور جلق لگانا موجب غم اور باعث ضعف خواہش اور ضعف استادگی اسلیے ہے کہ نفس جب اپنی غرض کو اچھی طرح نہین حاصل کرسکتا تو اس سے اُسکو اذیت اور تکلیف ہوتی ہے اور نفس کے اذیت پانے سے سب قوتین ضعیف اور بیکار ہوجاتی ہین۔ **مؤلف کہتا ہے فصلون کی تدبیر**۔ (حافظ صحت کو) چاہیے کہ فصل ربیع سے فصد اور قے والے استفراغ کے ساتھ ملاقات کرے (اسکا سبب یہ ہے کہ سابق مین بیان ہوچکا ہے کہ فصل ربیع اپنی لطیف گرمی کی وجہ سے اُن مادون کو حرکت دیتی ہے جنکو جاڑے نے اپنی قوی ٹھنڈک سے جما دیا ہے اور جب مادون مین گرمی پیدا ہوگی اور وہ بہینگے تو لامحالہ اُنکا حجم بڑھیگا اور کثرت سے اُنکے آثار ظاہر ہونگے اور جو امراض اُن مادون کے مناسب ہونگے پیدا ہونگے لہذا اگر خون غالب ہو تو فصد کے ساتھ مبادرت کرنی چاہیے اور اس فصل مین قے کا بھی زیادہ استعمال کیا جائے اسلیے کہ معدہ اور اطراف معدہ مین جاڑون کے موسم مین بلغم کثرت کے ساتھ جمع ہوجاتا ہے اور یہی وجہ ہے اول تو جاڑون مین غلیظ غذائین استعمال کی جاتی ہین اور غلیظ غذاؤن سے صفرا اور خون پیدا ہو نہین سکتا کیونکہ صفرا اور خون دونون لطیف خلط ہین لہذا بلغم اور سودا ہی اُنسے پیدا ہونا چاہیے تھا لیکن چونکہ یہ فصل رطب ہے اسلیے اُسکی رطوبت سودا کے تولد سے مانع ہوتی ہے اور بلغم کی تولید پر معاونت کرتی ہے

اسی لیے بلغم بکثرت جمع ہو جاتا ہے دوسرے بدن پر برودت کے غالب رہنے سے مادے جم جاتے ہین اور اسمین بھی
سوداء کا تولد اسی لیے نہین ہوتا کہ رطوبت مزاج سوداء کے منافی ہے تیسرے ٹھنڈے مادے سر سے معدے کی طرف
کثرت سے گرا کرتے ہین لہذا اگر قے کے ساتھ اس بلغم کو نہ نکالا جائے گا تو فصل ربیع کی حرارت سے انمین حرکت پیدا
ہوگی اور معدہ وغیرہ کو ضرر پہونچیگا اور قے کو اس اخراج کے لیے اسلیے پسند کیا گیا کہ تنقیہ معدہ کا قے کے ذریعہ سے
بہت آسان ہوتا ہے دوسرے اسکا مکرر کرنا بھی ممکن ہوتا ہے اگر تنقیہ اچھی طرح نہوا ہو) اور اس قسم کی ادویہ کا استعمال
کرنا چاہیے جو مادے کو بجھا دین اور (مادے کو حرکت اور جوش مارنے سے تسکین دین (جیسے رُبّ انار وغیرہ) اور کل
گرمی پیدا کرنے والی چیزون سے پرہیز کرنا چاہیے (تاکہ یہ گرم چیزین مواد کو حرکت دیکر فصل کی طبیعت کی مدد نہ کرین
اور مواد کو گرم نہ کر دین) مثلاً افراط کی حرکت ہے (کہ اس سے فصل ربیع مین بچنا چاہیے کیونکہ افراط کی حرکت اپنی
تسخین سے مواد کو بہا دیتی ہے اور حرکت مین لاتی ہے لیکن معتدل حرکت پس وہ مادون کو تحلیل کرتی ہے اور نافع
ہوتی ہے) اور جیسے حمام ہے اور قوی شراب ہے (کہ ان دونون سے بھی بچنا چاہیے) اور کم کی جائے غذا (کیونکہ اخلاط
اس فصل مین اپنے تخلخل کے سبب سے مقدار مین زیادہ ہو جاتے ہین لہذا مناسب یہ ہے کہ غذا سے امداد کم ہو تاکہ رگین
اور وعاء کھنچنے نہ لگین اور پھٹ نہ جائین اور مادے مواضع خناق پر نہ گرین کہ خناق پیدا ہو جائے) اور زیادہ کیجائے
(پانی مین ملی ہوئی شراب (کہ یہ شراب اپنی رقت کی وجہ سے اعضا سے ہمیشہ ملی نہین رہتی لہذا گرمی کم پہونچائیگی۔
اور یہ بات بھی ہے کہ یہ شراب پانی کو اعضا کی طرف پہونچاتی ہے اور پانی بارد و رطب ہوتا ہے پس ہوا کی گرمی کی
تعدیل کرتا ہے اسکے علاوہ اسپر پانی کی طبیعت غالب آجاتی ہے اور اسکی خشکی اور گرمی کو زائل کر دیتی ہے اور یہ بات
بھی ہے کہ یہ شراب صفرے کا ادرار کرتی ہے) اور پہنے جائین (شروع فصل ربیع مین) کپڑے سنجاب کے (غیاث اللغات
مین ہے سنجاب بکسر سین و جیم عربی و باے موحدہ ایک جانور کا نام ہے جسکے پوست سے پوستین بناتے ہین اور اسکی رنگت
خاکی ہوتی ہے اور اُسکے پوست کو بھی سنجاب کہتے ہین اور بعض لوگون نے لکھا ہے کہ سنجاب ایک جانور ہے چوہے سے
بڑا ہوتا ہے اور اسکی دم چھوٹی سی ہوتی ہے اور اُسپر کثرت سے بال ہوتے ہین انتہی اور سنجاب کے کپڑے شروع ربیع
مین اسلیے پہنے کہ اُنمین گرمی کم ہوتی ہے کیونکہ اس جانور کے مزاج پر رطوبت غالب ہوتی ہے اور حرارت کم
ہوتی ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ جانور تر میوے کھاتا ہے) اور ہلکی رزائیان اوڑھے مین کہتا ہون چونکہ
حفظ صحت کا ایک قانون یہ بھی تھا کہ فصلون کی تدبیر کی جائے اسلیے مؤلف نے اب اسکا بیان شروع کیا فصل
ربیع کیلیے فصد لینا اسلیے مناسب ہے کہ یہ فصل خون کو پھیلا دیتی ہے اور اسمین ایک جوش پیدا کر دیتی ہے یہان تک کہ

رگون مین اُسکے سمانے کی سمائی نہین رہتی پس اگر بذریعۂ فصد اُسکی کمی نہ کیجائیگی تو کسی عضو کی طرف دفع ہوکر دموی
بیماری پیدا کردیگا آور قی اس فصل کی اسیلیے مناسب ہے کہ مادے اوپر کی طرف مائل ہوتے ہین اور فصل کی رطوبت
کی وجہ سے اعضا قی کرنے کے لیے تیار ہوتے ہین آور حرارت کی بجھا دینے والی اور مادون کی تسکین دینے والی چیزون
کا استعمال اس فصل کے اسیلیے مناسب ہے کہ فصل کی گرمی بدن کی گرمی مین ہیجان پیدا کردیتی ہے اسیلیے کہ جو مادے جاڑون مین سکون کی
حالت مین ہوتے ہین (اور جم جاتے ہین) اُنکو یہ فصل حرکت دیتی ہے (اور بہا دیتی ہے) لہذا حرارت کا بجھانا اور مادون کی تسکین واجب اور
لازم ہے اور اسی سے گرم چیزون سے بچنے اور غذا کی تقلیل کی وجہ بھی معلوم ہوسکتی ہے (اور اسکی تقریر مؤلف کے کلام کے ذیل مین ہم
بیان کرآئے ہین اُسکو دیکھ لینا چاہیے) آور باقی باتین ظاہر ہین (جنکی تفصیل کی کچھ ایسی ضرورت نہین ہے بلکہ وہ بلا بیان کیے ہوے
ذہن نشین ہوسکتی ہین وَالعَاقِلُ تَکْفِیهِ الاِشَارَۃُ) **مؤلف کہتا ہے** آور گرمیون کی فصل مین آرام اور آسایش لازم ہے (تاکہ حرکت
کی حرارت سے گرمی اور تحلیل اور نہ بڑھ جائے) آور سایہ (مین بیٹھنا) لازم کرنا چاہیے (تاکہ دھوپ کی گرمی فصل کی مددگار
نہ ہوجائے اور گرمی زیادہ نہ بڑھ جائے) آور ٹھنڈی غذائین استعمال کی جائین تاکہ اخلاط کے جوش
مین سکون ہو) جو صفرا کا قلع قمع کرین (اسیلیے کہ اس فصل مین صفرا غالب ہوتا ہے) آور لطیف ہون (کیونکہ اس
موسم مین ہضم ضعیف ہوتا ہے اور غلیظ غذائین دیر مین ہضم ہوتی ہین) جیسے رمانیہ (یعنی جس غذا مین انار پڑا ہو) آور ترک
کی جائین کل وہ چیزین جو گرمی پیدا کرتی ہین اور خشکی پھیلاتی ہین آور غذا کم کردیجائے (ضعف ہضم کے سبب سے
اور اسیلیے کہ حاجت تغذیہ کی کم ہوتی ہے گو تحلیل اس فصل مین بہت ہوا کرتی ہے اور یہ اسیلیے کہ اخلاط کا حجم جوش
کھانے کی وجہ سے زیادہ ہوجاتا ہے) آور ترمیوون کی کثرت کیجائے جیسے آلو بخارا اور کھیرا اور تربوز ہے (تاکہ حرارت
کی تسکین ہو) آور پہنی جائے اس فصل مین پرانی کتان **مین کہتا ہون** ان سب باتون کا سبب بدنون کی
گرمی اور حرارت کا ہیجان کی طرف مائل ہوتا ہے آور پالول کی فصل مین اس قسم کا بیان گذرچکا ہے جس سے یہ سب
باتین سمجھ مین آسکتی ہین آور مؤلف کے قول مین جو لفظ ھَدْءٌ ہے (وہ بالفتح یا بالضمتین یعنی ھُدُوٌّ) بمعنی سکون اور
آرام ہے اور کتان سرد ہے اسکے پہننے سے بدن کی گرمی کی تعدیل ہوتی ہے (اور بدن سے چپکتی بھی نہین)
آور پرانی کتان زیادہ سرد ہوتی ہے **مؤلف کہتا ہے** اور فصل خریف (یعنی پت جھڑ) مین وہ سب چیزین
چھوڑ دیجائین جو خشکی پیدا کرتی ہین (کیونکہ فصل خریف بھی یابس ہے ان چیزون کے استعمال سے یبوست اور بڑھیگی
اگر کوئی یہ شبہہ کرے کہ خشکی پیدا کرنے والی چیزون کا گرمیون مین چھوڑ دینا اولی ہے کیونکہ موسم گرما بہ نسبت خریف کے
زیادہ یابس ہے تو اسکا یہ جواب ہے کہ فصل گرما کی قوت حرارت بدن کی رطوبتون کو بہا دیتی ہے پھر اُسکی خشکی اسکا

تدارک کردیتی ہے) اور ہم بستری کی کثرت نہ کی جائے (کیونکہ اس سے خشکی اور قوتون کی تحلیل اور بدن مین ضعف پیدا ہوتا ہے) اور ٹھنڈے پانی سے نہانا موقوف کیا جائے (کیونکہ اس سے نزلہ پیدا ہوتا ہے اور یہ فصل خریف مین اختلاف ہوا کی وجہ سے زیادہ ردی ہوتا ہے) اور ٹھنڈا پانی نہ پیا جائے (اسلیے کہ اختلاف ہوا کی وجہ سے اعضاے سینہ خود ہی مضرور اور مئوف ہوتے ہین اور ٹھنڈا پانی اُنکی مضرت کو اور بڑھا دیتا ہے) اور سر کو (رات کے وقت اور

ضرر رسیدہ کو ۔ آفت رسیدہ ۱۲

فجر کے وقت) نہ کھولا جائے (تاکہ ہوا کی ٹھنڈک سے نزلہ نہ پیدا ہوجائے) اور تر میوے زیادہ نہ کھائے (کیونکہ یہ کثرت مائیت اور اختلاف ہوا اور فساد ہضم کی وجہ سے بخار پیدا کرتے ہین) اور اس فصل مین قی کرنا تپ کو کھینچتا ہے (یعنی تپ پیدا کرتا ہے کیونکہ قی ان مواد کو ہیجان مین لاتی ہے جو رگون کے اندر ہے اور فصل کے یابس ہونے سے جو ان مادون مین سوداویت اور غلظت پیدا ہوگئی ہے اسوجہ سے اُنمین سے کچھ بھی نہین نکلتا پس جسوقت یہ مادے متحرک ہوتے ہین اور وہ حاد ہین تو حدت اور فساد انکا اور بڑھ جاتا ہے اور یہ اپنے ملنے سے اور جیّد خلطون کو بھی فاسد کردیتے ہین اور پھر قوتین اس فصل مین ضعیف ہوتی ہین پس یہ سب امور جمع ہوکر تپ پیدا کردیتے ہین) اور صبح کی سردیوان اور دوپہر کی گرمیون سے بچنا چاہیے (یعنی صبح کو کچھ اوڑھ لیا جائے اور دوپہر کو کچھ نہ اوڑھا جائے تاکہ دو ضدین یعنی دوپہر کی گرمی اور فجر کی ٹھنڈک ایک ہی بدن پر وارد نہون) **مین کہتا ہون** خشکی پیدا کرنے والی چیزون اور ہم بستری کی کثرت سے اسلیے پرہیز کرنا چاہیے کہ یہ فصل یابس ہے اور یہ دونون چیزین خشکی پیدا کرتی ہین اور ٹھنڈے پانی سے نہانے اور ٹھنڈا پانی پینے اور سر کھولنے سے اسلیے پرہیز کرنا چاہیے کہ فصل خریف بارد ہوتی ہے اور یہ افعال برودت کو اور بڑھا دیتے ہین اور زیادہ تر میوون سے اسلیے پرہیز کرنا چاہیے کہ چونکہ تحلیل کرنے والی فصل (گرما) گذر چکی ہے اس سے بدن کی فضائین خالی ہوگئی ہین اسوجہ سے تر میوون کا استعمال بہت سی رطوبتین پیدا کردیگا اور خریف کی گرمی ایسی قوی نہین ہے کہ ان رطوبتون کی تحلیل کردے لہذا یہ رطوبتین متعفن ہوجائینگی اور تعفن امراض پیدا کرینگی) اور اس فصل مین قی کرنے سے تپ اسلیے پیدا ہوتی ہے کہ یہ فصل سب فصلون سے زیادہ ردی ہے اور جتنے امراض موسم گرما سے بچ رہے ہین اُن سب کی ضامن اور متکفل ہے اور قی اُن مادون کو حرکت دیگی جو اس فصل سے قصور حرارت کی وجہ سے متعفن ہوگئے ہین اور مادی بخار پیدا ہوجائینگے اور صبح کی سردی اور دوپہر کی گرمی سے پرہیز کرنے کی وجہ ہواؤن کے بیان احکام مین گذر چکی ہے (مَنْ شَاءَ الْاِطِّلَاعَ فَلْيَرْجِعْ اِلَيْهَا)

مؤلف کہتا ہے جاڑے کا استقبال اوڑھنے اور قاقم اور لومڑی کی کھال پہننے سے کرنا چاہیے لیکن جو آن[illegible] اور دلق پس یہ دونون افراط سے گرمی پیدا کرتے ہین ان [illegible] ہو سکتے ہین کہ وہ لوگ جو [illegible]

ہون (جو اصل ایک پرندہ ہے مصر مین بہت ہوتا ہے اور اسکی دو قسمین ہین ایک سفید دوسری سیاہ - سیاہ قسم نہایت بدبودار ہے کہ اُسکا استعمال نہین ہوسکتا آور سفید قسم جید اور خوشبودار ہے قلانسی کہتے ہین کہ اُسکا پہننا جوانون اور گرم مزاج والون اور اُن لوگون کو جنپر صفرا غالب ہو بہت اچھا ہے عہ غیاث اللغات مین ہے حواصل بفتح اول وکسر صاد مہملہ ایک سفید جانور ہے کہ اکثر پانی کے کنارہ بیٹھتا ہے چونکہ اسکا پوٹہ بہت بڑا ہوتا ہے اسلیئے احد لفظ جمع کو بولدیا گیا کیونکہ درحقیقت حواصل حوصلہ کی جمع ہے آور دلق کی بابت غیاث اللغات مین ہے کہ دلق بفتحتین معرب دلہ جنگلی بلی کو کہتے ہین اُسکی کھال کا پوستین بناتے ہین انتہی قلانسی کہتے ہین کہ یہ جانور گرمی مین سمور سے کم ہوتا ہے اور بوجھ مین سنگین ہوتا ہے اور معتدل گرمی پیدا کرتا ہے اسلیئے کہ یہ جانور اپنی طبیعت مین حار رطب ہے آور مؤلف کا یہ حکم کرنا کہ ان دونون کے وہی لوگ متحمل ہوسکتے ہین جو بارد المزاج اور رطب المزاج ہون شاید مصری اور شامی شہرون کی نسبت ہے کیونکہ شاید ایسا ہو کہ مصری اور شامی حواصل اور دلق زیادہ گرم ہوتے ہون کذا فی النفیسی) آور لازم کی جائین قوی اور گاڑھی غذائین مثل ہریسہ کے (اسلیئے کہ جاڑون مین ہضم زیادہ قوی ہوتا ہے اور ہوا کی ٹھنڈک خلطون کے جم جانے اور تکاثف کی موجب ہوتی ہے لیس خلطون کا حجم گھٹ جاتا ہے اور رگون کے بھرنے کے لیے اخلاط کفایت نہین کرتے اور اس سے زیادہ غذا کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ تکاثف کی وجہ سے جو گھٹ گیا ہے اُسکا عوض ہوجائے اور لطیف غذا کا خون انفعال کو بہت قبول کرتا ہے اور ٹھنڈک کی وجہ سے بنسبت غلیظ غذا کے خون کے جلد جم جاتا ہے) اور گوشت مختلف قسم کے زیادہ کھائے جائین (تاکہ خون بہت ہو اور تکاثف اور جمود سے جو کچھ گھٹ گیا ہے اُسکا بدلہ مہیا کرے) اور ملطف چیزون کا استعمال ہونا چاہیئے مثل رائی اور گرم مصالحہ کے (اسلیئے کہ غلیظ غذاؤن کے استعمال سے گاڑھا خون پیدا ہوتا ہے اور ٹھنڈک اُسکی غلاظت اور کثافت کو اور بڑھا دیتی ہے لہذا ملطف چیزون کا استعمال بھی ساتھ ساتھ ہونا چاہیئے تاکہ سُدے نہ پڑجائین) آور قوی (خالص) شراب کا استعمال کرنا چاہیئے (اسلیئے کہ یہ اصلی حرارت کو برانگیختہ کرتی ہے اور خلطون کی تقطیع کرتی ہے اور بدن کو گرم رکھنے سے ہوا کی ٹھنڈک کا مقابلہ کرتی ہے اور خون کو بہت پیدا کرتی ہے) آور قے جاڑون کی فصل مین ضعف لاتی ہے (اسلیئے کہ اخلاط جاڑون مین غلیظ اور جمے ہوئے اور تہ نشین ہونے کی طرف مائل ہوتے ہین اور قے اُنکو اسطرف سے نکالتی ہے اُس طرف جدھر وہ مائل نہین ہوتے اس وجہ سے سخت حرکات متعبہ کی ضرورت پڑتی ہے) آور قوی اور سخت حرکتین اس فصل مین مفید پڑتی ہین (اسلیئے کہ ایسی حرکتین بدن کو گرم رکھتی ہین اور اخلاط کو لطیف کرتی ہین اور بہاتی ہین لیس ٹھنڈک کا تدارک اُنسے کیا جاتا ہے) مین کہتا ہون اوڑھنے کی زیادتی اور پوستین وغیرہ پہننے کی وجہ یہی ہے کہ یہ فصل سرد ہوتی ہے اور غیب فلک کو عہ

عہ [illegible]

عہ [illegible]

کہتے ہین جو مشہور پوستین ہے اور حواصل حوصلہ کی جمع ہے اور وہ ایک بہت بڑا پرند ہے جیسے اونٹ اُسکے نیچے کے
جبڑے کے نیچے ایک تھیلا سا لٹکتا ہوتا ہے جسمین وہ مچھلیان پکڑ پکڑ کے جمع کرتا ہے اسکا پوستین بنایا جاتا ہے اور غلیظ غذائین
جیسے ہریسہ اور گوشت وغیرہ اسلیے کھانی چاہیین کہ ہضم اس موسم مین اقوی ہوتا ہے اور غذا کی طرف حاجت زیادہ
ہوتی ہے اور ملطف چیزون کا استعمال اسلیے کرنا چاہیے کہ غلیظ غذاؤن سے سدے نہ پڑنے پائین اور قوی یعنی خالص
شراب اسلیے پینی چاہیے کہ وہ اپنی گرمی سے ہوا کی ٹھنڈک کا مقابلہ کرسکے اور قی سے اسلیے بچنا چاہیے کہ اس موسم مین سب
خلط تہ نشین ہوتے ہین (اور قی سے اوپر کو اُبھرینگے اور سخت حرکت واقع ہوگی) اور قوی حرکتین اسلیے کرنی چاہیین اور
اسلیے نافع ہوتی ہین کہ گرمی پیدا کرتی ہین اور اسلیے کہ گرمی افراط کی ٹھنڈک کا مقابلہ کرتی ہے اور ہوا کی ٹھنڈک سے
جو فضلے جم گئے ہین وہ ان حرکتون سے پگھلکر تحلیل ہوجاتے ہین **مؤلف کہتا ہے**

دوسرا جز طب عملی کے دونون جزون مین سے قول کلی کے ساتھ مرضون کے معالجہ مین

دوسرا جز

علاج تین چیزون سے پورا ہوتا ہے (صاحب نفیسی نے اسکی تفسیر اسطرح کی ہے ای بکل واحد منہا یعنی ان تینون مین کے ہر ایک
سے اور اس تفسیر کی یہ ضرورت پیش آئی کہ مؤلف کے قول سے یہ شبہہ ہوتا تھا کہ ہر علاج مین ان تینون چیزون
کے مجموعہ کی ضرورت ہوتی ہے حالانکہ ایسا نہین ہے) تدبیر سے اور دواؤن سے اور ہاتھ کے کامون سے (یہان
پہ دوا سے وہ جسم مراد ہے کہ بدن مین اپنی صورت نوعیہ کے باقی رہنے کے ساتھ ایک کیفیت پیدا کرے عام اس سے
کہ اس کیفیت کا پیدا کرنا اپنی صورت نوعیہ کے سبب سے ہو جیسے ذوالخاصیت دوائین ہین خواہ اپنی کیفیت سے ہو
جو اسمین بالفعل یا بالقوہ موجود ہے اور خواہ اُسکی تاثیر داخلی ہو یا خارجی جیسے لیپ وغیرہ مین نفیسی مین ہے کہ اسپر
یون اعتراض کیا گیا ہے کہ جو غذا سے دوائی بدن مین خون پیدا کرکے بدن کو گرم کردے یعنی گرمی کی کیفیت
پیدا کردے تو اُسکو دوا کہنا چاہیے کیونکہ اُسنے بدن مین کیفیت پیدا کردی ہے حالانکہ اُسکو دوا نہین کہا جاتا
اور دوسرا اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ پانی اور ہوا بدن مین کیفیت پیدا کرتی ہے حالانکہ نہ پانی دوا ہے نہ ہوا پہلے
اعتراض کا تو یہ جواب ہے کہ دوا مین صورت کا بھی باقی رہنا ضروری ہے اور غذا جو بدن کو گرم کردیتی ہے تو اُسکی
صورت باطل ہوجاتی ہے اور دوسرے اعتراض کا یہ جواب ہے کہ پانی اور ہوا مرکب جسم نہین ہے اور دوا کی تعریف
مین جو جسم ہے اُس سے مرکب جسم مراد ہے اور ہاتھ کے کامون سے فصد اور پچھنا وغیرہ مراد ہے اور یہ چھ ہین ٹوٹی ہڈی
کا جوڑنا اُکھڑی ہوئی ہڈی کا بٹھانا اور چیرنا اور کاٹنا اور داغنا اور سینا **مین کہتا ہون** طبیبون کی
اصطلاح مین تدبیر کے یہ معنی ہین کہ اسباب ستہ ضروریہ مین صحت کی حفاظت یا زائل شدہ صحت کے لوٹانے کے لیے

تصرف کیا جائے اور مؤلف نے اس سے دوسری قسم مراد لی ہے کیونکہ یہ بحث مریضون کے علاج مین ہے
اور ادویہ سے بیماری کے دفع کرنے کے لیے دواؤن کا استعمال مراد ہے اور ہاتھ کے کامون سے داغنا اور جوڑنا وغیرہ
مراد ہے اور جن چیزون سے علاج پورا ہوتا ہے انکو صرف تین ہی چیزون مین منحصر کرنا یہ استقراء سے معلوم ہوا ہے
(ممکن ہے کہ کوئی چیز ایسی اور ہو جو ان تینون چیزون کے ماورا ہو غرضکہ یہ حصر یقینی اور عقلی نہین ہے) **مؤلف کہتا**
ہے (اطباء کی اصطلاح مین) اسباب ستہ ضروریہ مین تصرف کرنے کو تدبیر کہا جاتا ہے (اور لغت مین انجام بینی کو تدبیر
کہتے ہین اور اس معنی اور اصطلاح اطباء کی مناسبت ظاہر ہے اور طبیب لوگ ان چھ سببون مین تصرف کرنے کو تدبیر
اسلیے کہتے ہین کہ ان اسباب مین تصرف کرنا تمام تصرفات سے زیادہ اہم ہے گویا کہ تدبیر ہے تو یہی ہے باقی تصرفات تدبیر
نہین کہے جاسکتے رہا قے اور اسہال اور ادرار اور نکسیر اور پسینے وغیرہ سے علاج کرنا تو یہ ان تینون علاجون سے خارج نہین
ہین کیونکہ یا تو انکا اعتبار اس جہت سے کیا جائیگا کہ یہ استفراغات ہین تب توانکے ساتھ علاج کرنا تدبیر مین داخل ہوگا
اور یا انکا اعتبار اس جہت سے ہوگا کہ یہ دواؤن سے صادر ہوتے ہین توانکے ساتھ علاج کرنا علاج بالدوا مین داخل
ہوگا) اور تدبیر کا حکم کیفیت کی جہت سے دواؤن کا حکم ہے مین کہتا ہون اسباب ستہ ضروریہ مین تصرف کرنے کا
حکم اور دواؤن کے دینے کا حکم کیفیت کی جہت سے ایک ہی ہے یعنی جسطرح دوا مین اسوجہ سے کہ علاج بالضد ہوا کرتا ہے
ضد کا استعمال کیا جاتا ہے اسیطرح اسباب مین بھی ضد ہی کا استعمال کیا جاتا ہے پس جسطرح سے کہ محرور المزاج شخص کو
بارد دوا سے نفع ہوتا ہے اور مبرود المزاج شخص کو گرم دوا سے اسی طرح محرور المزاج شخص سرد غذا اور سرد مشروب اور
سرد ہوا سے منتفع ہوتا ہے اور مبرود المزاج شخص گرم غذا اور گرم مشروب اور گرم ہوا سے ۔ اور یہیں باقی اسباب ضروریہ کو بھی
قیاس کرلینا چاہیے پس جسکو سکون بدنی یا نفسانی کا مرض ہوا ہوگا وہ حرکت بدنی یا نفسانی سے نفع حاصل کریگا اور
جسکو حرکت سے مرض ہوا ہوگا وہ سکون سے نفع حاصل کریگا اور جو استفراغ سے مریض ہوگا اُسکو احتباس سے نفع ہوگا
اور جو احتباس سے مریض ہوا ہوگا اُسکو استفراغ سے نفع ہوگا اور جو نیند سے نقصان اُٹھائیگا اُسکو بیداری سے نفع ہوگا
اور جو بیداری سے نقصان اُٹھائیگا اُسکو سونے سے نفع حاصل ہوگا ۔ **مؤلف کہتا ہے** لیکن منجملہ اسباب ستہ
ضروریہ کے خاص غذا کے لیے خاص خاص حکم مین جو صرف غذا ہی کے لیے ہین (یعنی مقدار کے اعتبار سے نہ کہ کیفیت
کے اعتبار سے اسلیے کہ کیفیت مین تو غذا کا وہی حکم ہے جو دوا کا ہے اور مقدار کے اعتبار سے یہ حکم ہے کہ روک دی جائے
یا معتدل کردی جائے یا کم کردی جائے یا زیادہ کردی جائے) اسلیے کہ غذا کبھی روک دی جاتی ہے جیسے بحران
میں اور انتہائے مرض کے وقت ہوتا ہے تاکہ طبیعت غذا کے ہضم کرنے مین مشغول ہوکر مرض کے دفع کرنے سے غافل

نہو جائے (اسطرح پر کہ اُسے بالکل چھوڑ بیٹھے یا عمل تو کرے لیکن کم کیونکہ ایک ہی فاعل کا عمل دو چیزون مین ایسا نہین ہوتا جیسا اُسکا عمل صرف ایک ہی چیز مین ہوتا ہے) اور اسی طرح باریون کے وقت اسی علت سے (یعنی غذا روک دی جائیگی تاکہ طبیعت معدہ مین کی غذا ہضم کرنے مین مشغول ہوکر مرض کے دفع کرنے سے غافل نہو جائے اور باری مین طول نہ آجائے) اور اس وجہ سے کہ ہضم کی حرارت سے کرب بڑھ نہ جائے (بخار کی حرارت کے ساتھ) مین کہتا ہون اسباب ضروریہ مین سے غذا کے لیے کچھ ایسے احکام ہین جو اسی کے ساتھ خاص ہین اور جنکی بحث کی ضرورت ہے پہلا حکم تو یہ ہے کہ مریض کو بعض اوقات غذا سے روک دیا جاتا ہے اور اسکے تین وقت ہین منجملہ اُنکے ایک تو بحران کا وقت ہے اور اسکی تفسیر عنقریب آئیگی اور بحران کے وقت مریض کو غذا سے اسلیے روکا جاتا ہے کہ طبیعت اسوقت مرض کے مقابل ہوتی ہے اور غذا اسکو اس مقابلہ سے اپنی طرف مشغول کرلیگی اور ایک وقت انتہاے مرض کا ہے اس حالت مین بھی غذا کے روکنے کی وہی وجہ ہے جو بحران مین مذکور ہوئی کیونکہ انتہاے مرض کا وقت وہ ہوتا ہے کہ طبیعت مرض پر غالب آجاتی ہے اور اُسکو جڑ سے اُکھاڑ دینے مین مشغول ہوتی ہے (اور غذا اُسکو اس کام سے روک دیگی) اور ایک وقت باری کا ہے جیسا کہ بخارون مین ہوتا ہے اس حالت مین بھی غذا کے روکنے کی وہی وجہ ہے جو ہمنے بیان کی کیونکہ طبیعت باری کے دفع کرنے مین مشغول ہوتی ہے اسکے علاوہ مریض کو باری کے وقت ایک قسم کا کرب ہوتا ہے اور ہضم غذا کی حرارت بخار کی حرارت سے ملکر کرب کو اور بڑھائیگی **مؤلف کہتا ہے** اور کبھی (غذا) گھٹائی جاتی ہے یا تو کیفیت مین یعنی اُسکے تغذیہ مین اگرچہ اُسکی مقدار زیادہ ہو جیسا کہ اُس شخص کے لیے کیا جاتا ہے جسکی بھوک اور ہضم دونون قوی ہوتے ہین اور اُسکے بدن مین خلط بہت ہوتے ہین یا ردی ہوتے ہین (اگرچہ تھوڑے ہون) اور بہت سی غذا اپنی مقدار کی کثرت سے معدے کو بھر لیتی ہے اور بھوک کو روکتی ہے (اور اُسکی تسکین کرتی ہے اور معدہ کو مشغول رکھتی ہے یعنی اپنے ہضم مین) اور اسکے کم غذا پڑنے سے اخلاط کی زیادتی نہین ہوتی (یعنی خلطون کی مقدار مین) اور یہ غذا مثل ترکاریون اور ترمیوون کے ہے اور کبھی اسکے برعکس کردیا جاتا ہے کہ غذا کی مقدار گھٹا دی جاتی ہے نہ کہ اُسکی کیفیت (یعنی تغذیہ) جیسا کہ اُس شخص سے کیا جاتا ہے جسکی بھوک اور ہضم دونون ضعیف ہوتے ہین اور اُسکا بدن تغذیہ کا محتاج ہوتا ہے پس مقدار کی کمی سے اُسکا ہضم کرلینا اور گوارا کرلینا ممکن ہو جائیگا (اسلیے کہ قوت ہاضمہ اُس قلیل المقدار غذا کے ہضم کر ڈالنے پر قوت رکھتی ہے) اور اس قلیل المقدار غذا کے تغذیہ کی کثرت سے بدن کی تقویت اور تغذیہ کیا جائیگا (اور بدن کو جتنی احتیاج ہے اُسکو یہ کم مقدار غذا کافی ہوگی جیسے نیمبرشت انڈے کی زردی اور گوشت کا شوربا ہے) اور کبھی غذا مقدار اور کیفیت دونون مین گھٹا دی جاتی ہے جیسا کہ اسوقت کیا جاتا ہے جبکہ بھوک اور ہضم کے ضعف کے ساتھ بدنی امتلا مجتمع ہو جائے (اسصورت

مین غذا کی مقدار اسلیے گھٹا دی جاتی ہے کہ قوت ہاضمہ اُسکے ہضم کرنے مین وفا کرے۔ اور تغذیہ اسلیے گھٹا دیا جاتا ہے کہ امتلا
نہ بڑھ جائے (مین کہتا ہون دوسرا حکم یہ ہے کہ غذا کم کردی جائے اور اسکی کئی صورتین ہین اول تو یہ کہ اُسکی کیفیت
کم کردیجائے نہ کہ مقدار اسطرحپر کہ جن غذاؤن کی بہت سی مقدار بدن کا تھوڑا تغذیہ کرتی ہو جیسے ترکاریان اور میوہ جات
وغیرہ مین اُنکی بہت سی مقدار دیجائے اور یہ اُسوقت کیا جاتا ہے جبکہ مریض کی بھوک اور ہضم دونون قوی ہون اور اُسکے
بدن مین اخلاط بہت سے مجتمع ہون یا بہت سے تو نہون لیکن جو کچھ ہون ردی ہون کیونکہ جب مریض کی یہ حالت ہوگی
تو زیادہ مقدار کی غذا اُسکی بھوک کو روک دیگی اور اُسکے معدے کو مشغول کردیگی اور اخلاط مین زیادتی نہوگی اور اسکی طبیعت
اُن اخلاط کے دفع کرنے سے دوسرے کام مین مشغول نہوگی کیونکہ ہمنے یہ فرض کرلیا ہے کہ یہ کثیر المقدار غذا غذائیت مین
کم ہے اور جو غذا قلیل الغذائیت ہوتی ہے اخلاط کو نہین بڑھاتی اور طبیعت کو زیادہ مشغول نہین کرتی کیونکہ اس غذا کا
جو حصہ فضلون کی تمیز اور جدا ہونے کے بعد باقی رہتا ہے وہ بہت کم ہوتا ہے اور اُس سے زیادہ خلط نہین بن سکتے
اور زیادہ عمل کی اُسمین ضرورت نہین واقع ہوتی دوسری صورت یہ ہے کہ غذا کی مقدار کم کردیجائے نہ کہ اُسکی کیفیت
اسطرح پر کہ جو غذائین اس قسم کی ہین کہ انکی تھوڑی سی مقدار بھی زیادہ غذائیت دیتی ہے جیسے نیمبرشت انڈے و مانند
اسکے جو کثیر الغذا ہے انکی تھوڑی مقدار مریض کو دیجائے اور یہ اُسوقت کیا جاتا ہے جبکہ مریض کی بھوک اور ہضم دونون
ضعیف ہون لیکن اُسکا بدن غذائیت ع کا محتاج ہو کیونکہ جب مریض کی یہ حالت ہوگی تو اُسکو اس غذا کا ہضم
کرلینا اور گوارا کرلینا ممکن ہوگا اسلیے کہ اس غذا کا حجم اور مقدار بہت کم ہے اور یہ غذا اُسکی قوت اور تغذیہ مین زیادتی کریگی
کیونکہ فرض کرلیا گیا ہے کہ اس غذا مین غذائیت زیادہ ہے اور تیسری صورت یہ ہے کہ غذا کی مقدار اور کیفیت دونون
گھٹا دی جائین اسطرحپر کہ جو غذائین کم تغذیہ کرتی ہین جیسے ترکاریان اور میوے ہین انکی تھوڑی مقدار دی جائے
اور یہ اُسوقت کیا جاتا ہے جبکہ مریض مین بھوک اور ہضم کے ضعف کے ساتھ بدنی امتلا مجتمع ہوجائے کیونکہ جب مریض
کی یہ حالت ہوگی تو اس غذا کی مقدار کم ہونے کی وجہ سے وہ اُسکو ہضم کرسکیگا اور اُسکے اخلاط بھی نہ بڑھینگے کیونکہ
اسمین غذائیت کم ہے مؤلف کہتا ہے اور کبھی غذا مقدار اور کیفیت دونون مین بڑھا دیجاتی ہے جیسا کہ اُس
شخص سے کیا جاتا ہے جسمین قوی ریاضت کی استعداد کا پیدا کرنا مقصود ہو تاکہ ریاضت کے سبب سے جلد تحلیل
نہوجائے کیونکہ اپنی کثرت کے سبب سے دیر ہضم ہوگی اور تغذیہ کے زیادہ ہونے سے باوجود تحلیل ہوجانے کے بھی
بدن مین دیر تک باقی رہیگی اور مؤلف کو یون کہنا مناسب تھا کہ کبھی غذا مقدار اور کیفیت دونون مین بڑھا دیجاتی
ہے جیسا کہ مزمن بیماریون کے شروع مین اُسوقت کیا جاتا ہے جبکہ بھوک اور ہضم دونون قوی ہون اسلیے کہ یہ

ع [illegible]

غذا اپنی مقدار کی کثرت سے بھوک کو روکیگی اور معدہ کو مشغول رکھے گی اور اپنے تغذیہ کی کثرت سے قوت کو قوی کریگی اور قوت کو زیادہ زمانے تک بیماری کے مجاہدہ پر صبر کرنا ممکن ہوگا اور بحران کے وقت تک ثابت رہیگی) **مین کہتا ہون** تیسرا حکم یہ ہے کہ غذا کی مقدار اور کیفیت دونون بڑھادیجائین اسطرحپر کہ اُس غذا کی زیادہ مقدار دیجائے جسمین تغذیہ زیادہ ہو اور یہ عمل اُس شخص کے ساتھ کیا جاتا ہے جو قوی ریاضت کے لیے مستعد ہو تاکہ یہ شخص اس غذا سے پوری پوری قوت حاصل کر سکے لیکن اسمین شک نہین کہ اس حکم مین اسکی بھی قید ہے کہ اُسکا ہضم جید اور قوی ہو **مؤلف کہتا ہے** اور یہ بھی ہے کہ کبھی لطیف غذا اختیار کی جاتی ہے (لطیف غذا وہ ہے کہ اُس سے جو خلط پیدا ہو رقیق ہو) جو جلد نفوذ کرنے والی ہو اور یہ اُسوقت جبکہ قوت اور مدت دیر نفوذ غذا کے ہضم کو وفا نکرے (مثلاً قوت نہایت ضعیف ہو کہ جو غذا اس صفت کی نہین ہے بلکہ دیر ہضم اور غیر لطیف ہے اُسکے ہضم ہونے اور اعضا مین نافذ ہونے تک نہین وفا کر سکتی یا مثلاً باری کا وقت نہایت قریب ہو پس اگر دیر نفوذ غذا استعمال کیجائیگی تو باری کے آجانے تک معدے مین باقی رہیگی اور اُسوقت غذا کے پکنے کی حرارت اور بخار کی حرارت دونون مجتمع ہو کر اُسکو سخت اذیت پہونچائینگی۔ مؤلف کے قول قوت اور مدت کے کافی نہونے کی یہی تقریر ہے) **مین کہتا ہون** چوتھا حکم یہ ہے کہ لطیف اور جلد نفوذ کرنے والی غذا اختیار کی جائے جیسے کہ شراب ہے خصوصاً وہ شراب جسمین پانی زیادہ ملا ہو اور یہ عمل اُس شخص کے ساتھ کیا جاتا ہے جسکی قوت اور مدت دیرینفوذ ہونے والی غذا کے ہضم کو وافی اور کافی نہو جیسے کہ مثلاً ہریسہ وغیرہ ہے جسوقت قوت اُسکے ہضم پر وافی نہو اُسوقت لطیف غذا کا اختیار کرنا خود ظاہر ہے لیکن جسوقت مدت اس کام کے لیے وافی نہو پس اُسکی یہ وجہ ہے کہ جسوقت مدت اُسکو وافی نہوگی اسطرحپر کہ دیر نفوذ غذا کے ہضم ہونے تک بیماری کی باری آجائے تو اُسوقت اسکا نقصان اُسکے نفع سے زیادہ ہوگا اور جو شخص لطیف اور جلد نفوذ ہونے والی غذا کا استعمال کرے تو اُسکو یہ چاہیے کہ غذاے غیر لطیف کے بعد اُسکا تناول نکرے کیونکہ لطیف غذا غیر لطیف غذا سے قبل ہضم ہو جائے گی اور دفع ہونے کا کوئی راستہ نہ پائیگی تو خود بھی بگڑ جائیگی اور اُس غیر لطیف غذا کو بھی بگاڑ دیگی جو اس سے قبل کھائی ہے اور اگر لطیف غذا ہضم ہونے کے بعد غذاے غیر لطیف مین ملکر کچھ راستہ باہر نکلنے کا پا بھی لے تو ضروری بات ہے کہ اُسکے ساتھ کچھ غذاے غیر لطیف ہضم ہونے کے قبل چلی جائے اور یہ سخت مضر ہے اسلیے کہ اسمین سدے پڑنے کا اندیشہ ہے **مؤلف کہتا ہے** اور کبھی غیر لطیف غذا اختیار کی جاتی ہے جیسا کہ اُس شخص کے ساتھ کیا جاتا ہے جسکے کسی عضو کی حس کا باطل کرنا اور سست کرنا مقصود ہوتا ہے کہ (حس کی ذکاوت کے سبب سے) اُس عضو کو ادنی سبب تکلیف پہونچاتا ہو (مثلاً ذکاوت حس کے سبب سے کسی شخص کے سر مین درد ہوا کرتا ہو ایسی حالت مین اگر کوئی ذرا سا بھی سبب پیدا ہو جائیگا سر درد ہو جائیگا ایسے شخص کو غلیظ غذائین ہریسہ وغیرہ کا

دیا جائیگا کہ جسمین بلادت آجائے کذا فی السدیدی) اور سدون سے اندیشہ کے وقت ایسی غذا سے اُسکو بچایا جائیگا - مین کہتا ہون پانچوان حکم یہ ہے کہ وہ غذا اختیار کی جائے جو دیر نفوذ ہو اور یہ اُس شخص کے ساتھ کیا جاتا ہے جسکے کسی عضو کی حس کو کم کیا جائے کہ ادنی سبب اُسکو تکلیف پہونچاتا ہو اور اس درد اور تکلیف کے قیام سے اُس شخص کو ضرر پہونچتا ہو اور جسوقت سدے کا اندیشہ ہو اُسوقت غلیظ غذا سے بچنا ضروری ہے اور یہ ظاہر ہے **مؤلف کہتا ہے** اور غذا اگرچہ قوت کی دوست ہے (کہ قوت کی قوت اُسی سے حاصل ہوتی ہے) لیکن وہ درحقیقت قوت کی دشمن ہے کیونکہ غذا مرض کی دوست ہے اور مرض قوت کا دشمن ہے (اور دشمن کا دوست دشمن ہوتا ہے) اور غذا مرض کی دوست اسلیے ہے کہ مرض کو قوی کرتی ہے اور مرض کو قوی کرنا قوت کو ضعیف کرنا ہے اور مرض کو کئی وجہ سے قوی کرتی ہے اول تو اسلیے کہ جب طبیعت ہضم غذا مین مصروف ہوجاتی ہے تو مرض کا مقابلہ چھوڑ دیتی ہے پس اسوقت مرض غالب آجاتا ہے کیونکہ کوئی مقابلہ کرنے والا نہین ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ مرض کی حالت مین طبیعت کا تصرف غذا مین ضعیف ہوتا ہے کیونکہ طبیعت مرض کی وجہ سے اور مرض مین مشغول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہوتی ہے لہذا غذا کا ہضم ایسی حالت مین اچھا نہین ہوتا اور غذا آمادہ فساد ہوجاتی ہے اور مرض کا مادہ اپنی طبیعت کی طرف غذا کو پھیر لانے پر غالب ہوتا ہے پس اس سے مرض کا مادہ بڑھجاتا ہے اور تیسری وجہ یہ ہے کہ غذا سے بدن مین مادے زیادہ پیدا ہوجاتے ہین پس طبیعت کا جو تصرف مادون کے کم ہونے کے وقت ہوتا ہے اُس سے اُسوقت ضعیف ہوتا ہے باوصف اسکے کہ مرض کی وجہ سے خود ہی طبیعت ضعیف تھی پس اسوجہ سے بعضے مادے مرض کے مادے کی طرف مستحیل ہوجاتے ہین اور مرض بڑھجاتا ہے) لہذا مرض کے وقت اُسی قدر غذا تناول کرنی چاہیے جس سے قوت بنی رہے (یعنی اسقدر کہ قوت کو اس بات کا مستعد بنا دے کہ اُسکو بحران کے وقت مرض کی مدافعت ممکن ہو) اور جسقدر منتہاے مرض طولانی ہوگا اُسی قدر ایسی قوت کی طرف زیادہ احتیاج ہوگی جو مرض کے بہت سے حملون کو روک سکے اسی لیے ہم لوگون کی توجہ مزمن بیماریون مین قوت کی طرف زیادہ مبذول رہتی ہے (اسکے علاوہ مزمن امراض کا مادہ نضج کو اور دفع ہونے کو مشکل سے قبول کرتا ہے اس وجہ سے بھی قوی قوت کی طرف احتیاج ہوتی ہے کہ اسکے لیے کافی ووافی ہو) اور منتہاے مرض جسقدر قریب ہوتا جاتا ہے اُسی قدر ہم لوگ غذا کو گذشتہ غذاؤن پر بھروسا کرکے اور جہاد اور دفع کے وقت قوت پر تخفیف کرنے کی نظر سے گھٹاتے جاتے ہین (کیونکہ اسوقت قوت کو تیز اور منتعش اور ہوشیار ہونا چاہیے اور یہ اُسی وقت ہوسکتا ہے جبکہ غذا کے پکانے مین مصروف نہو ورنہ اُدھر غذا کے پکانے مین مشغول ہوگی اُدھر مرض کا مقابلہ کریگی اس سے اسمین تیزی اور انتعاش نہ رہیگا اور مرض کا مقابلہ اچھی طرح نہ کرسکیگی) اور جن مرضون کی منتہا چھٹے دن یا اس سے کم مین ہوتی ہے تو

اس تھوڑی مدت مین ظاہر یہی ہے کہ قوت باقی رہے لہذا ان دونون تغذیہ کی کوئی حاجت نہین (بلکہ صرف پانی پر اقتصار
کیا جائیگا یا سکنجبین دیجائیگی یہانتک کہ ادنی قوت کی طرف ضرورت پڑے اور اس عرصہ مین غذا اسلیے روکی جائیگی کہ پہلے
بیان ہوچکا ہے کہ غذا مرض کی دوست ہے اور طبیعت کا فعل غذا کے ہضم اور مرض کے دفع مین تقسیم نہین ہوتا علاوہ اسکے طبیعت
اپنی قوت کی کثرت سے غذا کی محتاج بھی نہین ہے کیونکہ غذا کی احتیاج قوت کے باقی رکھنے ہی کے لیے پڑتی ہے اور جبوقت
یہ بات معلوم ہوجائے کہ طبیعت منتہاے مرض تک بے غذا کے رہ سکتی ہے تو غذا چھوڑ دیجائے گی) اور یہ اُسی وقت سے
جسوقت قوت اسکی متحمل ہو ورنہ اگر ضعیف ہوجائے (اور باوجود تلطیف کے بھی منتہاے مرض تک دفع مین وفا نہ کرسکے)
اگرچہ بحران کے وقت ہو تو غذا (دینی) واجب ہے **مین کہتا ہون** مؤلف اس مقام پر مریض کو غذا دینے کا ایک قاعدہ
بیان کرتا ہے اور اس قاعدے کے بیان کرنے سے پیشتر ایک مقدمہ سمجھ لینا چاہیے اور وہ یہ ہے کہ مریض کو غذا دینے سے طبیب
کی غرض یہ ہوتی ہے کہ مریض کی قوت کو قوی کرے یہ مقصود نہین ہوتا کہ تحلیل شدہ جزو بدن کا بدل وارد کرے کیونکہ طبیب
کی نظر اسوقت صرف علاج پر مقصور ہے اور علاج کے معنی ہین "بیماری کے دور کرنے کا قصد کرنا" اور بیماری کو دور کرنیوالی
درحقیقت قوت ہے لہذا طبیب پر قوت کا رعایت کرنا نہایت ضروری ہے تاکہ بیماری دور ہوسکے اور ہرچند کہ غذا کا کام یہ ہی
کہ قوت کو قوی کرے اسلیے کہ غذا قوت کی دوست ہے لیکن وہ قوت کی دوسری حیثیت سے دشمن ہے اور وہ دوسری حیثیت
یہ ہے کہ وہ مرض کی بھی دوست ہے (کیونکہ مرض کو قوی کرتی ہے) اور مرض قوت کا دشمن ہے اور دشمن کا دوست دشمن
ہوتا ہے جب تمھارے ذہن مین یہ مقدمہ آگیا تو اب یہ سمجھو کہ طبیب پر یہ بات لازم ہے کہ مرض کی حالت مین مریض کو صرف
اتنی غذا کی اجازت دے جتنی کہ تقویت کے لیے ضروری ہو (یعنی ضرورت سے زائد نہ دے) کیونکہ غذا چونکہ قوت کی دشمن ہے
اس معنی کر تو قوت کو سہارا نہ دینا ہی واجب تھا لیکن ہمنے اس قاعدے کو بضرورت حفاظت قوت چھوڑ دیا (اور غذا کی
اجازت دیدی) تو اُسکو ضرورت ہی تک محدود رکھنا چاہیے کیونکہ جو چیز ضرورت کی وجہ سے ثابت ہوتی ہے وہ ضرورت ہی
تک محدود اور مقدر رہتی ہے اور اسکی تفصیل یہ ہے کہ طبیب کو مرض کی طرف نظر کرنی چاہیے اگر وہ دیکھے کہ اس مرض کا
منتہا طولانی اور دیرپا ہے تو اسوقت اُسکو اتنی قوت دینے کا لحاظ رکھنا چاہیے جو بہت سے حملون اور بڑے بڑے
مقابلون کو روک سکے پس اُسپر اسوقت یہ بات لازم ہے کہ اس مرض مین غذا کو کم نہ کرے یہی وجہ ہے کہ پرانی
بیماریون مین قوت کی مراعات مین اُسکی خاص توجہ ہونا چاہیے جیسے کہ ربع اور مادی بخار ہے (ربع اُس تپ کو
کہتے ہین جو دو روز چھوڑ کے آوے یعنی ایک باری سے دوسری باری تک چار روز ہوتے ہون اور اُسکو ربع مجیب بضم میم
وفتح جیم وتشدید یاے مکسورہ بھی کہتے ہین) اور منتہاے مرض کا وقت جتنا نزدیک ہوتا جائے اتنا ہی طبیب کو چاہیے

کہ غذا کو گھٹاتا جائے اور یہ دو وجہ سے اول تو اُن غذاؤں پر بھروسہ کرے جو اس سے قبل دے چکا ہے دوسرے
قوت کی کوشش کے وقت قوت پر تخفیف کرے کیونکہ یہ تو فرض کر لیا گیا ہے کہ انتہائے مرض کا وقت نزدیک ہے اور جو انتہائے
مرض کا وقت ہے وہی قوت کی کوشش کا وقت ہے۔ اور جو امراض چار دن یا اس سے کم مین انتہا کو پہونچ جائین (اور
ایسے مرض کو حاد فی الغایۃ کہتے ہین اور یہ حاد علی الاطلاق سے احتراز ہے جو چودہ دن سے آگے نہین بڑھتا اور
حاد حدت سے مشتق ہے یعنی بے انتہا تیز یا مطلق تیز) تو ایسے امراض مین غذا کی کوئی ضرورت نہین ہے کیونکہ اس تھوڑی مدت
مین یہی ظاہر ہے کہ قوت باقی ہو پس طبیب پر یہ امر لازم ہے کہ مریض کو اسمین بالکل غذا نہ دے بلکہ خالص پانی یا قند و گلاب کے
شربت یا سکنجبین پر اقتصار کرے بشرطیکہ تھوڑی سی قوت دینے کی ضرورت پڑے (لفظ جُلّاب بالضم و تشدید لام معرب گلاب
بمعنی شربت کہ از قند و گلاب سازند یا بطور رکہ قند را در گلاب قسم اول وبہتر آمیختہ جوش دہند و در شیشہ نگاہ دارند و بوقت ضرورت
بکار برند بغایت مفرح است کذا فی الغیاث) اور جس مرض مین غذا کے روکنے کا حکم دیا جائے اسمین اسکی شرط ہے کہ قوت اسکی
متحمل ہو سکے کیونکہ قوت کے ضعیف ہونے کے وقت غذا واجب ہے گو یہ ضعف بحران ہی کے وقت کیون نہو کیونکہ مرض
کی دور کرنے والی خدا کی مشیت سے قوت ہی ہے اور جب قوت ہی نہ رہی تو علاج سے کیا فائدہ۔ مؤلف کہتا ہے اور یہ
جب علاج دوا کے ساتھ کیا جائے تو اسکے تین اصول ہین پہلا قانون دوا کی کیفیت اور اُسکے اثر کو اختیار کرنا ہے (یہان کیفیت
سے ایک عام معنی مراد ہین جو صورتون کو اور پہلی کیفیتون اور دوسری کیفیتون اور تیسری کیفیتون کو شامل ہین پہلی کیفیتین
تو یہی چار ہین حرارت اور برودت رطوبت اور یبوست اور دوسری کیفیتین وہ ہین جو مزاج سے حادث ہوتی ہین جیسے کہ
دوا کا مفتح ہونا یعنی محتبس مادہ کو مجرا سے خارج کی طرف نکالنا اور مقطع ہونا یعنی مادہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینا اور ملطف
ہونا یعنی مادہ کے قوام کو لطیف اور رقیق کر دینا اور محلل ہونا یعنی مادہ کو تبخیر کے لیے آمادہ کر دینا وغیرہ وغیرہ اور تیسری کیفیتین
وہ ہین جو دوسری کیفیتون سے پیدا ہون جیسے سنگ گردے کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینا مثلاً کہ یہ کیفیت غلیظ خلطون کی تقطیع سے
پیدا ہوتی ہے غرضکہ یہان کیفیت سے خاص پہلی کیفیتین مراد نہین ہین جیسا کہ شارح رحمہ اللہ کے اطلاق کلام سے معلوم
ہوتا ہے جو آگے چلکر آئیگا بلکہ عام معنی مراد ہین کیونکہ علاج کبھی تو اُن ادویہ سے ہوتا ہے جو بالخاصیت اثر کرتی ہین اور کبھی اُن
ادویہ سے جو ان دوسری تیسری کیفیتون سے اپنا فعل کرتی ہین بلا لحاظ اس امر کے کہ انمین حرارت ہے یا برودت رطوبت ہے
یا یبوست کذا قال الشارح النفیس مگر میرے نزدیک شارح رحمہ اللہ نے جو پہلی کیفیتون سے مقید کیا ہے اُس سے اُنکی غرض
یہ نہین ہے کہ اور کیفیتون کو لفظ کیفیت یہان پر شامل نہین بلکہ یہ تقیید تمثیلاً ہے اور اس صورت مین صاحب نفیسی کی اور
اُنکی غرض ایک ہی ہوگی واللہ اعلم) اور دوا کی کیفیت اُسوقت اختیار کی جائے جب کہ پہلے مرض کی قسم پہچان لی جائے

(یعنی جسوقت مرض کی نوع اور اُسکی کیفیت پہچان لی جائے اُسوقت دواؤن مین سے وہ دوا اختیار کی جائے جو مرض
کی ضد ہو اور نوع سے یہان منطقی نوع مراد نہین ہے یعنی وہ کلی جو لفظ ما ہُو کے جواب مین بہت سے متفق الحقیقۃ افراد پر بولی
جائے جیسے کہ مثلاً صداع یعنی درد سر ہے کہ درد سر کے جتنے اقسام ہین اُن سب پر ما ہو کے جواب مین بولا جا سکتا ہے بلکہ
نوع سے ہر وہ خاص مراد ہے جو کسی عام کے تحت مین داخل ہو جیسے درد سر حار اور درد سر بارد وغیرہ جو مطلق درد سر کے تحت
مین داخل ہین اور دواؤن مین سے وہی دوا اختیار کی جائیگی جسکی کیفیت مرض کی کیفیت کے ضد ہو گی تاکہ مرض کا علاج
بالضد کیا جائے (اسلیے کہ علاج ضد ہی سے ہوتا ہے اور ضد سے علاج ہونے پر تجربہ اور قیاس دونون دلالت کرتے ہین
تجربہ تو اسلیے کہ ہم دیکھتے ہین کہ گرمی ٹھنڈک سے جاتی رہتی ہے اور ٹھنڈک گرمی سے اسیطرح رطوبت اور یبوست وغیرہ
اور قیاس اسلیے کہ ہر ضد اس بات کا قصد کیا کرتی ہے کہ دوسری ضد کے محل مین آجائے اور محل کی صورت یا کیفیت
کو اپنی صورت یا کیفیت کی طرف تغیر کر لے اور بدل لے پس جسوقت ایک ضد دوسری ضد پر غالب آجاتی ہے اور محل کو
بھی اپنے قابل پاتی ہے تو دوسری کو دور کر کے خود اُسکے قائم مقام ہو جاتی ہے اور اسپر چند شبہات وارد کیے گئے ہین
پہلا شبہہ تو یہ ہے کہ مثلاً کوئی شخص محرور المزاج ہے اور اُسکو بارد دوا اسلیے دی گئی کہ اُس محرور کو برودت کی طرف پھیر دے
تو اب ہم کہتے ہین کہ دوسری ضد کی طرف مستحیل ہونا جسطرح کہ پہلی ضد کے باقی رہنے کو مانع ہے اسی طرح پہلی ضد کا
باقی رہنا اور موجود ہونا بھی تو اسکا مانع ہے کہ دوسری ضد کی طرف استحالہ ہو سکے کیونکہ دو ضدین یکجا جمع نہین ہو سکتین
تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ محرور المزاج برودت کی طرف مستحیل ہو سکے وعلیٰ ہذا القیاس دوسرا شبہہ یہ ہے کہ جسوقت مثلاً
محرور کا استحالہ برودت کی طرف بقاے حرارت کو مانع ہوا تو چاہیے کہ محرور کا استحالہ وسائط برودت کی طرف بھی بقاے
حرارت سے مانع ہو کیونکہ جسطرح برودت کے ہوتے حرارت کا رہنا محال ہے اسی طرح وسائط برودت کے ہوتے ہوے
بھی حرارت کا رہنا محال ہے اور جب ایسا ہے تو چاہیے کہ محرور کا علاج وسائط برودت سے ہو نہ برودت سے تیسرا شبہہ
یہ ہے کہ قولنج حالانکہ مرض بارد ہے پھر بھی اسکا علاج مخدر چیزون سے کیا جاتا ہے (مخدر وہ چیز ہوتی ہے جو اپنے نہایت
بارد ہونے کی وجہ سے اُس روح کو جو کہ حساس اور محرک عضو ہے قوۃ نفسیانیہ کی تاثیر سے بیکار کر دے جیسے افیون ہے)
یعنے وہ روح اس تاثیر کے قابل نہ رہے ۱۲
اور مخدر چیزین نہایت بارد ہوتی ہین چوتھا شبہہ یہ ہے کہ صفراوی تپ کا علاج سقمونیا سے ہوتا ہے حالانکہ سقمونیا گرم ہے
پانچوان شبہہ یہ ہے کہ استفراغ کا علاج استفراغ سے ہوتا ہے اور قی کا علاج قی سے اور تم کہتے ہو کہ علاج بالضد ہوتا ہے اور
ان پانچون شبہون کا جواب بھی دیا گیا ہے پہلے شبہہ کا تو یہ جواب ہے کہ ضد کا وجود ضد کی طرف مستحیل ہونے سے اُسوقت
حرارت ۱۲ حرارت ۱۲
مانع ہوتا ہے جبکہ وہ غالب ہو لیکن جبکہ اُسپر دوسری ضد غالب آجائے تو وہ اُسکی طرف مستحیل ہونے سے منع کرنے پر قدرت
حرارت ۱۲ برودت ۱۲ حرارت ۱۲

نہین رکھتی آور دوسرے شبہہ کا یہ جواب ہے کہ وسائط بالکلیہ ضد کے دور کرنے پر قوت نہین رکھتے ہین بلکہ اُسکے گھٹا دینے پر قدرت رکھتے ہین آور یہ گھٹا دینا بھی انمین اس سبب سے ہے کہ انمین ایک قسم کی مضادّت پائی جاتی ہے نہ اس وجہ سے کہ وہ متوسط ہین آور تیسرے شبہہ کا یہ جواب ہے کہ قولنج کا علاج جو مخدّر دواؤن سے کیا جاتا ہے وہ دحقیقت سدّہ کا علاج نہین بلکہ درد کا علاج ہے اور یہ علاج بالضد ہے کیونکہ درد قوت نفسانیہ کی تاثیر سے اُٹھتا ہے اور مخدّر دوائین تاثیر سے روح کو ناقابل بنا دیتی ہین آچوتھے شبہہ کا یہ جواب ہے کہ سقمونیا صفراوی تپ کو اپنے گرم ہونے کی وجہ سے نہین دور کرتی بلکہ اسوجہ سے دور کرتی ہے کہ یہ متعفن صفرا کا استفراغ کر دیتی ہے اور اس صفرا کا استفراغ مرض کی ضد ہے جو متعفن صفرا کے امتلا سے پیدا ہوتا ہے پانچوین شبہہ کا جواب یہ ہے کہ استفراغ کا علاج استفراغ سے یہ اُس امتلا کا علاج ہے جو استفراغ کا باعث ہوا ہے اور یہ علاج بالضد ہے اور اسی طرح تی وغیرہ کذا فی النفیسی) **مین کہتا ہون** پہلا قانون یہ ہے کہ مرض کی نوعیت معلوم کر کے دوا کی کیفیت کو اختیار کیا جائے مثلاً یہ کہ یہ دوا گرم ہے یا سرد خشک ہے یا تر کیونکہ علاج ضد کے ساتھ ہوا کرتا ہے پس مرض حار مین بارد دوا دیجائے اور مرض بارد مین دوائے حار دیجائے علی ہذا القیاس تر اور خشک مین بھی یہی لحاظ رہے جس وقت تک دوا کی کیفیت نہ اختیار کر لی جائیگی دوا کے ساتھ علاج نہین ہو سکتا لہذا دوا کی کیفیت کا اختیار کرنا بھی علاج بالدوا کا ایک قانون ہے **مؤلف کہتا ہے** اور دوسرا قانون دوا کے وزن اور اُسکی کیفیت کے درجہ کا اختیار کرنا ہے (یعنی اسکی گرمی اور سردی وغیرہ کے درجہ کا کہ وہ کس درجہ مین گرم ہے اور کس درجہ مین سرد و علی ہذا القیاس) اور یہ (یعنی وزن اور کیفیت کے درجہ کا اختیار کرنا) عضو کی طبیعت اور مرض کی مقدار اور مریض کی جنس (کہ مرد ہے یا عورت) اور سن یعنی عمر اور عادت اور فصل اور پیشہ اور شہر اور بشرہ اور حالت کے جاننے سے حاصل ہوتا ہے (یعنی ان سب باتون کو جب اچھی طرح سمجھ لیا جائے اُسوقت وزن دوا اور درجہ کیفیت کو اختیار کرنا چاہیے) عضو کی طبیعت چار چیزون کو شامل ہے اُسکے مزاج کو۔ اسکی خلقت کو۔ اُسکی وضع کو۔ اسکی قوت کو۔ جب ہم عضو کے صحیح مزاج کو اور عضو کے غیر صحیح مزاج کو دریافت کر لینگے تو ہم یہ بھی سمجھ جائینگے کہ صحیح مزاج سے یہ بیمار عضو اس مقدار مین خارج ہے پس ہم وہ دوا اختیار کرینگے جو (وزن اور درجہ کیفیت کے اعتبار سے) اُسکے مقابل ہو (پس اگر عضو کا صحیح مزاج مثلاً بارد ہو اور غیر صحیح مزاج گرم تو ان دونون مین بہت بُعد ہوگا اور زیادہ تبرید کی حاجت پڑیگی لہذا دوائے بارد کے وزن اور اُسکے درجہ برودت مین زیادتی کی جائیگی اور اگر عضو کے دونون مزاج گرم ہون تو تھوڑی سی تبرید کافی ہوگی کیونکہ دونون مزاجون مین کچھ یونہین سا تفاوت ہے لہذا دوائے بارد کے وزن اور اُسکے درجہ برودت مین کمی کیجائیگی) رہی خلقت پس بعضے اعضا تو ایسے ہوتے ہین جو صرف دوائے لطیف پر قناعت کرتے ہین (یعنی اُس دوا پر جو وزن

اسی لیے مشہور ہے السقمونیا مسہل للصفرا ۱۲ منہ

اور درجہ کے اعتبار سے ضعیف ہو) یا تو اس وجہ سے کہ وہ عضو متخلخل ہے (یعنی اُسکے مسامات کشادہ اور فراخ ہین
جیسے پھیپھڑا کہ اُسکے منافذ چونکہ وسیع ہین اسلیے اُسکے باطن سے خارج کی طرف فضلے بآسانی نکل آتے ہین نیز دوا کا
اثر بھی اُسکے باطن مین آسانی سے ہوتا ہے بخلاف اُس عضو کے جسکے مسامات بند ہون کہ اُسمین یہ دونون باتین بدشواری
ودقت ہوتی ہین) اور یا اسوجہ سے کہ اُس عضو کے دونون جانب تجویف ہے (جیسے پھیپھڑا کہ اُسکی ایک تو خارجی تجویف ہے
یعنی سینہ کی فضا اور کشادگی اور اُسکے داخل مین کئی تجویفین ہین اور وہ نرخرے کے بہت سے حصے) یا یہ کہ اُسکے
ایک جانب تجویف ہے (اور یہ تجویف یا تو فقط اندر کی طرف سے ہے جیسے کلیجے اور دل کی رگین جو ہاتھ اور پانوٗن مین
آئی ہین اور یا فقط باہر سے ہے مثل اُن جھوں کے جو سینہ اور پیٹ کی تجویف مین ہین۔ پس جو عضو ایسا ہو کہ یا تو اُسکے
دونون جانب تجویف ہو یا خارج کی جانب تو اُس عضو کے فضلون کا دور ہونا آسان ہوتا ہے اسلیے کہ جو تجویف اسکے
لیے باہر سے ہے وہ فضلون کے قبول کرنے سے نہین روکی جاتی لہذا اُس عضو کی قوت دافعہ اُن اعضا کے معارضہ
اور مقابلہ سے سالم بچتا ہے جو دفع کی جہت مین ہین پھر یہ عضو قوی قوت کا محتاج نہین ہوتا اور اس تجویف کی
وجہ سے اُسمین دوا کی ادنےٰ قوت کافی ہوتی ہے مگر جس عضو کی فقط خارج سے تجویف ہوتی ہے تو اُسکی طرف اُس
دوا کے آسانی سے نفوذ کرنے مین اس تجویف کو کوئی دخل نہین ہوتا بلکہ یہ تجویف دوا کے نفوذ سے مانع ہوتی ہے
کیونکہ اس تجویف مین اور اُسکی محیط چیز مین انفصال مفقود ہوتا ہے اگر اس عضو کی طرف نفوذ کی راہ ادھر سے ہے
مگر اس سے فضلون کا دفع ہونا آسان ہوتا ہے کیونکہ اس دفع کا کوئی مانع نہین ہے اور جس عضو کے لیے اندر سے
تجویف ہوتی ہے تو اُسمین دوا کا نفوذ اور دوا کا اُسکی باطنی سطح سے ملاقات کرنا آسان ہوتا ہے واللہ اعلم) اور
بعض اعضا ایسے ہوتے ہین جو ایسے نہین ہوتے (یعنی لطیف دوا پر قناعت نہین کرتے) اسوجہ سے کہ وہ نہ تو
متخلخل ہوتے ہین اور نہ اُسکے دونون جانب تجویف ہوتی ہے جیسے وہ پٹھے ہین جو دونون ہاتھ اور پانوٗن
مین ہوتے ہین اسلیے کہ وہ باہر سے گوشت کے ساتھ ملے ہوتے ہین اور اندر سے کوئی تجویف اُنکے لیے ظاہر
نہین ہوتی، پس وہ قوی دوا کے محتاج ہوتے ہین (یعنی جو باعتبار وزن اور درجہ کے قوی ہو) رہی عضو
کی وضع پس جو عضو کہ دوا کے مدخل سے نزدیک ہو (جیسے کہ معدہ ہے) اُسکو وہ دوا کافی ہوگی جسکی
قوت اُسکی علت کے مقابلہ کرنے کی بقدر ہو (کیونکہ دوا اُس عضو مین ایسی حالت مین پہونچیگی کہ اُسکی قوت
علی حالہا باقی ہے) اور جو عضو دوا کے مدخل سے دور ہون (جیسے گردہ) اُنکو قوی دوا کی ضرورت ہوتی ہے
رہی عضو کی قوت پس جو عضو ذکی الحس ہو (جیسے آنکھ) یا شریف عضو ہو (جیسے پھیپھڑا) یا رئیس عضو ہو (جیسے

دل) انپر قوی دوا سے جرأت نہ کی جائیگی (ذکی الحس عضو پر قوی دوا کی جسارت نہ کرنے کی تو یہ وجہ ہے کہ اُسکے
حس کی قوت جبھی ہوتی ہے جبکہ اسمین لطیف روحون کی کثرت ہوتی ہے اور جب اُسمین روحین کثرت سے ہونگی
تو وہ ایسی چیز کے وارد ہونے کا متحمل نہو سکیگا جو اُسکے مخالف ہو یعنی ایسی دواؤن سکے وارد ہونے کا جو وزن اور درجہ
کے اعتبار سے قوی ہون کیونکہ کل دوائین طبیعت کے مخالف ہین اور دوا جسقدر قوی ہوگی اُسی قدر طبیعت کے ساتھ
اُسکی مخالفت زیادہ ہوگی لہذا اُنکا ورود مضر ہوگا اور شریف اور رئیس عضو پر بھی اسیلیے جسارت نہ کی جائے کہ دوائین طبیعت کی
مخالف ہوتی ہین اور یہ بھی بیان ہوچکا کہ دوا جسقدر قوی ہوگی اُسی قدر اُسکی مضرت سخت ہوگی اور یہ اعضا اپنی شرافت اور
ریاست کے سبب سے اُسکے متحمل نہین ہو سکتے اسکے علاوہ جب ان اعضا کو دوا سے مضرت پہونچتی ہے تو یہ ضرر تمام اعضا مین
پھیل جاتا ہے اور عام ہوجاتا ہے) اور نہ ان اعضا کو افراط کی تبرید دیجائیگی (کیونکہ بحد تبرید کو حرارت غریزیہ اور ارواح کا بجھ جانا
لازم ہے اور بحد تبرید سے حرارت غریزیہ اور روح کا بجھ جانا گو سب اعضا کے لیے ہے لیکن اسکا ضرر رئیس عضو مین زیادہ ہوتا ہے
کیونکہ یہ اعضا روحون کے مبدأ ہین کیونکہ ان اعضا سے روحون کا نکلنا اس بات کو مستلزم ہے کہ تمام بدن سے دفعۃً روحین
نکلجائین اور یہ قتال ہے) اور نہ ایسے اعضا پر ایسی دوا وارد کی جائیگی جسکی کیفیت (طبیعت انسانی سکے) مخالف ہو (جیسے زنگار
ہے کیونکہ اگرچہ سب دوائین طبیعت انسانی کے مخالف ہین لیکن بعضی دوائین ایسی ہین جو طبیعت سے بہت زیادہ مخالف ہین جیسے
زہریلی دوائین ہین لہذا اُنکے استعمال سے ان اعضا کو بحد ضرر پہونچتا ہے) اور ان اعضا کے مادون کو دفعۃً نہ نکالا جائیگا کیونکہ
روحون کا استفراغ مواد کے دفعۃً استفراغ سے زیادہ مؤثر ہوتا ہے بہ نسبت اسکے کہ ارواح کا استفراغ تحلیل سے ہو لیکن مقدار مرض
پس (اُسکا یہ حکم ہے کہ جو مرض ضعیف ہوگا تو لامحالہ اُسکو ضعیف دوا کافی پڑیگی اور جو مرض قوی ہوگا اُسکو قوی دوا کی ضرورت
ہوگی اور باقی ظاہر ہین (یعنی دس مین سے جو باقی رہین اُنکا حال ظاہر ہے تفصیل طلب) مین کہتا ہون دوسرا قانون دوا کے
وزن اور اُسکے درجہ کیفیت کا اختیار کرنا ہے لیکن اول یعنی وزن دوا کا اختیار کرنا پس اُسکی وجہ تو یہ ہے کہ بعض مریض تو ایسے
ہوتے ہین جنکو تھوڑی سی دوا کافی ہوتی ہے اور بعضے ایسے ہوتے ہین جنکو زیادہ دوا کی ضرورت ہوتی ہے اور دوسری بات
یعنی درجہ کیفیت کا اختیار کرنا پس اُسکی وجہ یہ ہے کہ بعض مریضون کو جو گرم مزاج والے ہوتے ہین وہ دوا کافی ہوتی ہے جو پہلے درجہ مین بارد
ہو اور بعضے مریضون کو وہ دوا ضروری ہوتی ہے جو دوسرے درجہ مین بارد ہو یا تیسرے درجہ مین — اسی طرح جو سرد مزاج والے
ہین اُنکو بھی سمجھ لینا چاہیے (کہ بعض سرد مزاجون کو وہ دوا کافی ہوتی ہے جو پہلے درجہ مین گرم ہو اور بعضون کے لیے
اُس دوا کی ضرورت ہوتی ہے جو دوسرے یا تیسرے درجہ مین گرم ہو لہذا دوا کے وزن اور اُسکی کیفیت کے درجہ کا تجویز
کرنا یہ بھی علاج بالدوا کا ایک قانون ہے) اور وزن اور درجہ کا اختیار کرنا اُسوقت حاصل ہوتا ہے جبکہ [illegible]

پہلا امر عضو کی طبیعت کا جاننا ہے اور طبیعت عضو چار چیزوں کو متضمن ہے ایک تو عضو کا مزاج کیونکہ جب ہم عضو کے مزاج صحیح کی
حرارت یا برودت یا رطوبت یا یبوست معلوم کرلینگے اور مزاج مریض کی حرارت یا برودت یا رطوبت یا یبوست دیکھ لینگے تو ہم یہ بات
سمجھ لینگے کہ یہ مریض مزاج صحیح مزاج سے اسقدر خارج ہے پس اُسکے لیے وزن اور درجہ کے اعتبار سے وہی دوا اختیار کیجائیگی
جو اُسکے مقابل ہو مثلاً عضو کا مزاج صحیح تو بارد ہے اور مزاج مریض حار تو اُسوقت میں لازم یہ ہے کہ اُسکے لیے وہ بارد دوا
اختیار کرینگے جسکا وزن بھی زیادہ ہو اور درجہ کے اعتبار سے بھی قوی ہو کیونکہ اسوقت میں مزاج صحیح اور غیر صحیح میں بہت تفاوت
ہے اور اگر مزاج صحیح بھی حار ہو اور مزاج مریض بھی حار تو اُسوقت میں بھی دواے بارد ہی استعمال کیجائیگی لیکن وہ جسکا وزن بھی
قلیل ہو اور اُسکی کیفیت برودت کا درجہ بھی ضعیف ہو (مثلاً پہلے درجہ کی بارد) کیونکہ اس مزاج مریض کو عضو کے صحیح مزاج
سے کچھ زیادہ تفاوت نہیں ہے (کیونکہ دونوں حار ہیں صرف مرض کی حالت میں حرارت کچھ بڑھ گئی ہے) اور منجملہ اُن
چار چیزوں کے دوسری چیز خلقت عضو ہے پس بعض عضو تو ایسے ہیں جنمیں تخلخل ہے یعنی اُنمیں وسیع وسیع مسامات ہیں جیسے پھیپھڑا
اور بعضے عضو ایسے ہیں جنمیں تکاثف ہے یعنی اُنمیں تنگ مسامات ہیں جیسے گردہ پس جب عضو میں تخلخل ہوتا ہے وہ تو تھوڑی سی
دوا پر قناعت کرسکتا ہے لیکن جسمیں تکاثف ہوتا ہے اُسکو قوی دوا کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ متخلخل عضو کے باطن میں (تخلخل
کی وجہ سے) دوا بآسانی نفوذ کرسکتی ہے بخلاف متکاثف عضو کے نیز بعضے اعضا ایسے ہیں جنمیں تجویف یعنی اندر سے خول نہیں
ہوتا ہے جیسے ہاتھ پیروں کے پٹھے کہ وہ ٹھوس ہیں اور بعضے اعضا ایسے ہیں جنمیں تجویف ہے یا تو ایک ہی طرف سے یا
دونوں طرف سے جس عضو کی صرف ایک طرف سے تجویف ہے جیسے وریدیں اور شریانیں ہیں اور جسکی دونوں طرف سے
تجویف ہے وہ جیسے پھیپھڑا ہے کہ اُسکی ایک تجویف اندر سے ہے اور ایک باہر ہے اندر سے تو نرخرے کے حصے ہیں اور باہر سے
اُسکے اور سینے کے درمیان کشادگی ہے پس جس عضو میں تجویف ہی نہیں وہ قوی دوا کا محتاج ہوتا ہے کیونکہ فضلے اُس سے
مشکل دفع ہوتے ہیں اور جسکی ایک تجویف یا دو تجویفیں ہیں وہ قوی دوا کا محتاج نہیں ہوتا کیونکہ اُس سے فضلے بآسانی
دفع ہوجاتے ہیں اور جس عضو کی دو تجویفیں ہیں وہ بہ نسبت اُس عضو کے جسکے ایک تجویف ہے دواے قوی سے زیادہ
بے پروا ہوتا ہے کما لا یخفی اور منجملہ اُن چار چیزوں کے ایک اُس عضو کی وضع ہے کیونکہ بعض اعضا کی وضع منفذ اور
مدخل دوا سے زیادہ قریب ہے جیسے معدہ اور ایسا عضو زیادہ قوی دوا کا محتاج نہیں ہوتا کیونکہ اُسمیں ایسے حال میں دوا
پہنچیگی کہ اُسکی قوت بدستور باقی ہوگی اور بعض اعضا کی وضع دوا کے منفذ سے دور ہوتی ہے جیسے گردہ اور ایسا عضو قوی
دوا کا محتاج ہوتا ہے کیونکہ اپنے مجرے میں مستحیل ہوکر دوا کی قوت گھٹ جائیگی کیونکہ مجرے میں دوا دیر تک رہیگی اور ایسے
دوریے عضو کی دوا میں کبھی بدرقہ کے ملانے کی ضرورت ہوتی ہے جیسے اعضاے بول کی دوا میں مدرات ملا دیے جاتے ہیں

اور دل کی دواؤن مین زعفران ملادی جاتی ہے اور اُن چار چیزون مین سے چوتھی چیز عضو کی قوت ہے کیونکہ بعض اعضا
مین تو بہت قوت ہوتی ہے اسطرحپر کہ وہ عضو نہایت ذکی الحس ہو جیسے پٹھا ہے کہ اسمین چونکہ قوت نفسانی زیادہ ہے اسوجہ سے
اسمین حس زیادہ ہوتی ہے یا یہ کہ شریف ہو اور شریف ہونے کے یہ معنی ہین کہ اُسکے فعل سے تمام بدن کو نفع پہونچتا ہو یا اسکے
کہ وہ حیوانی یا طبعی یا نفسانی قوتون کا مبدأ اور اصل ہو جیسے معدہ ہے کیونکہ اسمین چونکہ قوت زیادہ ہے اسلیے سارے بدن
کو اُس سے نفع پہونچتا ہے یا یہ کہ عضو رئیس ہو انکی تفسیر شروع کتاب مین گذر چکی ہے کیونکہ اسکی ریاست بھی اُسکی قوت کی
کثرت کے سبب سے ہے اور بعض اعضا ایسے ہین جنمین زیادہ قوت نہین ہوتی یعنی وہ نہ تو ذکی الحس ہوتا ہے نہ شریف نہ رئیس
پس جس عضو مین قوت زیادہ ہوتی ہے اُسپر قوی دوا سے جرأت نہین کی جاتی کیونکہ دوائین سب کی سب طبیعت کی مخالف
ہوتی ہین پس قوی دوا کا زیادہ قوی عضو پر وارد ہونا سخت مضرت پہونچائیگا جو یا تو تمام بدن کو شامل ہوگی یا صرف اُسی کو
مضرت دیگی اور ایسے ہی زیادہ قوی عضو کی قوی تبرید بھی نہ کی جائیگی کیونکہ برودت حرارت غریزیہ اور روحون کو بجھا دیتی
ہے اور اس قسم کے عضو مین سے حرارت اور روح کا بجھ جانا نہایت مضرت ناک ہے اور نہ اُسپر ایسی دوا وارد کی جائیگی جو اُس کے
مادون کو تحلیل کردے ہان اگر قابض ہو تو خیر کیونکہ یہ اُسکی قوت کی حفاظت کریگی اور نہ اُسپر ایسی دوا وارد کی جائیگی جسمین ایسی
کیفیت ہو جو حیات کے مخالف ہو جیسے زنگار ہے اور سفیدہ ہے اور پھنکا ہوا تانبا ہے اور نہ دفعۃً اُسکے مادون کو نکالا جائیگا
کیونکہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ اسمین سے بہت سی روحین دفعۃً نکلجائین اور اسمین سخت مضرت ہے اور جس عضو مین زیادہ قوت
نہو اُسکا حکم اس گذشتہ عضو کے خلاف ہے اور دوسون باتون مین سے دوسری بات مرض کی مقدار کا جاننا ہے کیونکہ ضعیف
مرض مین ضعیف دوا کافی ہوتی ہے اور قوی مرض مین قوی دوا کی ضرورت ہوتی ہے اور تیسرا جنس مریض کا جاننا ہے
کہ مردون کے لیے قوی دوا کی ضرورت ہوتی ہے اور عورتون کے لیے ویسی قوی دوا کی ضرورت نہین ہے اور چوتھا سن ہے
کہ جوان بہ نسبت بچے کے قوی دوا کا محتاج ہوتا ہے اور پانچوین عادت ہے کیونکہ جو شخص قوی دوا کا عادی ہوتا ہے اُسکو
قوی دوا دینی چاہیے اور جسکو ضعیف دوا کی عادت ہو اُسکو ضعیف دوا ہی کافی ہے اور چھٹی فصل ہے کیونکہ گرمیون مین
ڈالنیوالی دوائین ضعیف ہونی چاہیین بخلاف جاڑون کے اور ساتوین اور آٹھوین اور نوین اور دسوین پیشہ اور شہر
اور بشرہ اور مریض کی قوت ہے جیسے ہم چھ باتون مین دوا کی قوت اور ضعف کی حالت بیان کرچکے ہین اسی طرح ان
چارون کو بھی سمجھ لینا چاہیے واللہ اعلم **مؤلف کہتا ہے** اور تیسرا قانون دوا کے وقت کا قانون ہے (یعنی دوا کے
استعمال کے وقت کلی) اور وہ یہ ہے کہ یہ پہچان لیا جائے کہ مرض درجا ہون وقتون یعنی ابتدا یا انتہا یا تزائد یا انحطاط
مین سے) کسوقت مین ہے (یعنی آیا مرض کی ابتدا ہے یا انتہا کو پہونچ چکا ہے اور بڑھ رہا ہے یا گھٹ چکا ہے) مثلاً ورم

(حار) اگر ابتدا مین ہے تو اُسپر فقط وہ دوائین استعمال کی جائینگی جو رادع ہون۔ (رادع وہ دوا ہوتی ہے جو عضو کو ٹھنڈا اور کثیف
کرتی ہے اور اُسکے مجرون کو تنگ کرتی ہے اور اُسپر جو مادہ گرا ہے اُسے غلیظ کرتی ہے اور ان وجوہ سے اس عضو پر مادہ گرنا موقوف
ہو جاتا ہے کیونکہ عضو مین جب برودت آجاتی ہے تو وہ مادہ کی حدت کو جو موجب نفوذ ہے زائل کر دیتی ہے اور جب عضو کثیف
ہو جاتا ہے اور اُسکے مجرے تنگ ہو جاتے ہین تو مادہ کے نفوذ کا راستہ بند ہو جاتا ہے اور جب مادہ غلیظ ہو جاتا ہے تو نافذ
نہین ہو سکتا اور ورم مین حار کی قید اسلیے لگائی گئی کہ ورم بارد کے ابتدا مین صرف رادع کا استعمال نہین کیا جاتا بلکہ اسمین
مُرخیات بھی ملا لیے جاتے ہین) اور اگر ورم انتہا مین ہے تو صرف محلّل چیزون کا استعمال کیا جائیگا۔ (محلل وہ دوا ہے جو مادے کو
رقیق کرتی ہے اور اُسے تبخیر کے قابل بنا دیتی ہے یعنی اس قابل بنا دیتی ہے کہ مادہ کا ایک جزو دوسرے جزو کے بعد اُڑتے اُڑتے سب کا
سب فنا ہو جاتا ہے اور مناسب یہ ہے کہ یہ محلّل مرخی ہو تاکہ جلد کو ملائم کرے اور مسامات کو کھولے پس دفع ہونے والی چیز کا
دور ہونا آسان ہو جائے اور لطیف تحلیل نہو اور باقی غلیظ مادہ متحجر ہو کر نہ بچ جائے) اور ابتدا اور انتہا کے درمیان (یعنے
تزید کے وقت) ان دونون یعنی روادع اور محللات کو ملا لیا جائیگا (تاکہ رادع گرنے والے مادے کو روک دے اور محلل
گرے ہوے مادے کو فنا کر دے۔ اور یہ جو شبہہ کیا جاتا ہے کہ ان دونون مین سے ہر ایک کا فعل دوسرے کے فعل کا مضاد اور
مانع ہے تو یہ مسلم نہین اسلیے کہ طبیعت اپنے خالق کے حکم سے ان دونون مین سے ہر ایک کو اُسکے مستحق اور قابل کے مقابلہ مین
استعمال کرتی ہے) اور انحطاط مرض کے وقت صرف محللات پر حصر کیا جائیگا (جو مرخیات سے خالی ہون کیونکہ اسوقت نضج چونکہ
پورا ہو چکا ہے اسلیے مادے کے متحجر ہو جانے سے امن حاصل ہے) مین کہتا ہون یہ سب ظاہر ہے اور روادع اور محللات
کی مثالین آگے چلکر معالجات کی بحثون مین آئینگی مؤلف کہتا ہے اور اکثر بیماریون کا مشترک اور عمدہ علاج خوشی اور
ایسے شخص کی ملاقات ہے جسکے دیکھنے سے مریض خوش ہو اور ایسے شخص کی ہمراہی جس سے مریض حیا کرتا ہو اور اُسکی حضوری
سے مانوس ہو یہانتک ہے کہ بسا اوقات وہ عاشق کہ معشوق کی جدائی کے سبب سے دبلا ہو کر موت کے قریب آگیا ہو معشوق
کے ملنے سے دفعتہً صحیح اور تندرست ہو جاتا ہے (مؤلف نے نقل کی ہے کہ مین نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ایک قوی مرض مین
مبتلا ہو کر اس درجہ دبلا ہو گیا تھا کہ اُٹھنے بیٹھنے سے عاجز آگیا تھا اور جسوقت اپنے معشوق سے ملا معاً اُسکی بیماری جاتی
رہی اور خوب قوی ہو گیا اور اُسی وقت اپنی ضرورتون کے سرانجام کی فکر مین باہر نکل کھڑا ہوا یہ نہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ
اس سے قبل مریض بھی تھا یا نہین اور اسکا سبب یہ ہے کہ بدن اور نفس مین اس قسم کا تعلق ہے کہ انمین سے ہر ایک دوسرے
کی حالت سے اثر پذیر ہوتا ہے۔ بدن کے حالات سے نفس کے متاثر ہونے کی تو یہ مثال ہے کہ جب بدن پر خلط سودا
غالب ہو جاتا ہے تو نفس مین خوف اور وحشت اور افکار فاسدہ پیدا ہو جاتے ہین اور جب بدن پر خون غالب آجاتا ہے

تو نفس کو سرور اور فرحت پیدا ہوتی ہے۔ اور نفس سے بدن کے منفعل ہونے کی یہ مثال ہے کہ جسوقت نفس کو افراط سے خوف عارض ہوتا ہے تو دفعةً مزاج سوداوی ہوجاتا ہے اور اسی طرح جب عشق کی حالت مین افراط ہوتا ہے تو اُس سے افراط کی خشکی پیدا ہوجاتی ہے اور سودا غالب آجاتا ہے اور وصال کے بعد دفعةً مزاج صلاحیت پر آجاتا ہے اور اسکی اور بھی بہت سی مثالین ہین اسی سے حکما خوارق عادات اور انبیا کے معجزون کا ممکن ہونا ثابت کرتے ہین اسلیے کہ جسطرح نفس نفسانی ہیأتون کے وقت بدن مین اثر کرتا ہے اسی طرح جب نفس قوی ہوتا ہے تو سارے عالم مین اثر کرتا ہے پس دریا کے پانی کو خون بنا دیتا ہے یہانتک کہ وہ خون ہی ہوجاتا ہے اور ہوا کو پانی بنا دیتا ہے یہانتک کہ طوفان پیدا ہوجاتا ہے اور جب ایسی بات ہے تو کیا عجب ہے کہ ان ہیأتون مین سے کوئی ہیئت بعضے مرضون کو شفا دیدے لیکن اوس شخص کی ملازمت اور ہمراہی جس سے مریض حیا کرتا ہے پس یہ سرسام والون اور سوداوی مرض والون کو نفع دیتی ہے (سرسام کی دو قسمین ہین حقیقی اور غیر حقیقی حقیقی سرسام مین تو دماغ کے دونون حجابون مین سے کسی حجاب مین یا دونون مین یا خود دماغ مین ورم آجاتا ہے اور غیر حقیقی سرسام مین یہ ہوتا ہے کہ بعض حاد بخارون مین جو بخارات اور دخان دماغ کو چڑھتے ہین اس سے عقل مین فتور اور اختلاط آجاتا ہے) اور ایسے شخص کی ملازمت جس سے مریض کو حیا ہو یہ بھی نفع ہے کہ مریض مضر چیزون کو نہین کھا سکتا غرضکہ یہ نافع ہے اسی طرح مشترک اور عمدہ علاج (مزے دار خوشبوؤن کا سونگھنا اور اچھے اچھے گانون کا سننا بھی ہے) مین کہتا ہون یہ سب چیزین (نفسانی اور حیوانی) قوتون کو قوی کرتی ہین (اور ان دونون قوتون کی تقویت سے طبعی قوتون کی بھی تقویت ہوتی ہے) اور حرارت غریزیہ کو برانگیختہ کرتی ہین اسلیے کہ یہ سب چیزین نفس کو خوش کرتی ہین اور اُسکو تدبیر بدن کے لیے متعین کردیتی ہین اور بدن کی تدبیر سے بہت سے امراض دفع ہوتے ہین چنانچہ تجربہ سے بھی ثابت ہوتا ہے اور مؤلف کے کلام مین جو لفظ المدنف من العشاق ہے یہ ادناف سے مشتق ہے اور ادناف کے معنی ہین دُبلا پن اور لاغری یعنی دبلے اور لاغر عاشق معشوق کے دیکھ لینے سے دفعةً تندرست ہوجاتے ہین مؤلف کہتا ہے اور اکثر اوقات تبدیل ہوا اور تبدیل مکان اور تبدیل موسم بھی امراض کو نافع ہوتا ہے اور کبھی ہیئت کا بدل دینا بھی نافع ہوتا ہے جیسے کہ سیدھا کھڑا ہوجانا کمر کے درد کو (فائدہ دیتا ہے) اور تیز نظر سے کسی چمکتی ہوئی چیز کو دیکھنا (لڑکپن مین) ڈھینڈے پن کو (نفع بخشتا ہے اور ہمنے لڑکپن کی قید اسلیے لگائی کہ اس عمر مین تمام اعضا نرم اور مطیع ہوتے ہین اور جتنا زمانہ گذرتا جاتا ہے اعضا سخت ہوتے جاتے ہین اور سخت ہوجانے کے بعد ہیئت کا تغیر اعضا کی اصلاح نہین کرسکتا اور اُنکی ردی ہیئت کو نہین کھو سکتا) مین کہتا ہون مؤلف نے جو اسباب مفرحہ کی تعریف کو اس سے پیشتر بیان کیا ہے یہ سب باتین بھی اُسی مین داخل ہین علی ہذا خوشی اور محبوب کی ملاقات وغیرہ بھی

کہ یہ سب بھی اسی تصرف میں داخل ہیں لہذا مناسب یہی تھا کہ ان سب کو بھی وہیں بیان کرتا اور نظر شزر اُس غصہ والے کی نظر کو کہتے ہیں جو غصہ کرتے وقت اپنی پتلیوں کو حرکت دے بولا جاتا ہے فلانٌ ینظُرُ اِلَی الیَتِیمِ شَزَرًا یعنی فلان شخص یتیم کی طرف غصہ کی نظر سے دیکھتا ہے اور اپنی آنکھوں کو حرکت دیتا ہے اور بچے کی آنکھوں کے ڈھینڈے پن میں اسکا اثر بہت جلد ظاہر ہوتا ہے اسلیے کہ اُسکے اعضا نرمی کی وجہ سے قابل ہوتے ہیں اور اثر کو جلد قبول کر لیتے ہیں مؤلف کہتا ہے اور امراض ترکیب اور امراض تفرق اتصال (کے معالجات) کا بیان کرنا کلام جزئی میں مناسب ہے (لہذا ہم انکو وہیں بیان کرینگے) میں کہتا ہوں کلام جزئی میں انکا بیان کرنا اسلیے مناسب ہے کہ ان دونوں مرضون کے قواعد کلیہ کم ہیں (اور) ایک قاعدہ کے تحت میں انکا داخل کرنا نہایت مشکل ہے کیونکہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ امراض ترکیب چار ہیں امراض خلقت امراض مقدار امراض عدد امراض وضع امراض خلقت کی چار قسمیں ہیں علی ہذا امراض مقدار اور امراض عدد کی بھی اور امراض وضع کی چھ قسمیں ہیں تہ ہے امراض تفرق اتصال سو وہ بے گنتی ہیں اور جگہوں کے اختلاف سے اُنکے نام بھی مختلف ہیں اسلیے ان امراض کے علاجوں کے طریقے بھی متفاوت اور متبائن ہیں اور بہت سی متبائن چیزوں کو ایک قانون کے تحت میں لانا سخت دشوار کام ہے) بخلاف امراض سوء مزاج کے معالجات کے قاعدے (کہ یہ زیادہ ہیں) مؤلف کہتا ہے پس مناسب یہ ہے کہ ہم سوء مزاج کے امراض کے علاج میں کلام کریں (اسلیے کہ انکا بیان قول کلی سے ممکن ہے) سوء مزاج یا تو مستحکم ہوگا (مستحکم سے یہ مراد ہے کہ اُسکا حصول پورے طور پر ہو جائے) اور اسکی تدبیر یہ ہے کہ علاج بالضد کیا جائے سوء مزاج بارد شروع میں آسانی سے دور ہو جاتا ہے اور انتہا میں دشواری سے زائل ہوتا ہے (اسلیے کہ یہ ابتدا میں قوتوں کو اور اصلی حرارتوں کو زیادہ ضعیف نہیں کرتا پس جسوقت گرم دوا بدن پر وارد کی جائیگی تو اولاً تو حرارت دونوں فاعلی کیفیتوں میں قوی ہے دوسرے اُس قوت غیر ضعیفہ کو پائیگی جو مرض کے زائل کرنے پر معین ہوگی اور اسکی قوت کے ساتھ اسکے ملجانے سے مرض کا ازالہ آسانی سے ہو جائیگا اور انتہا میں یعنی سوء مزاج کے مستحکم ہو جانے کے بعد قوت اور حرارت غریزیہ دونوں نہایت ضعیف ہو چکی ہیں لہذا اس گرم دوا کا ازالہ مرض میں کوئی معین نہوگا اور مشکل سے اسکا ازالہ ہوگا) اور سوء مزاج حار اسکے برعکس اور ضد ہے (یعنی ابتدا میں مشکل سے جاتا ہے اور انتہا میں آسانی سے ابتدا میں دشواری تو اسلیے ہوتی ہے کہ جو برودت دوا سے حاصل ہوگی اور جو سوء مزاج حار کا مقابلہ کریگی وہ ابتدا میں ضعیف ہے اسوجہ سے کہ ابھی تک قوت اور حرارت غریزیہ ضعیف نہیں ہوئیں پس بجائے اسکے کہ یہ تبرید مرض کو دفع کرے اُلٹی حرارت غریزیہ اور قوت اور حرارت غریبہ یہ سب مل جل کر تبرید کو دفع کرینگی اور سوء مزاج بدشواری دفع ہوگا اور انتہا میں آسانی سے زائل ہو جانے کی یہ وجہ ہے کہ جو برودت دوا سے حاصل ہوگی گو وہ ایک

ضعیف فاعلی کیفیت ہے لیکن چونکہ اب قوت اور حرارت غریزیہ ساقط ہو چکی ہیں اسلیے دوائے بارد کے مقابلہ مین یہ دونون حرارت غریبہ کے کچھ کام نہیں آسکتین اور تبریدکا پورا اثر ہوگا اور مرض جلد دفع ہو جائیگا) تجفیف لینی خشکی پہونچانا ترطیب لینی تری پہونچانیکے اعتبار سے آسان اور مدت مین کم ہوتا ہے (کیونکہ تجفیف پر تمام داخلی اور خارجی سبب جو عمل مین مدد کرینگے بخلاف ترطیب کے کہ یہ اسباب اسکے منافی ہین لہذا تجفیف کا اثر بدن بنسبت ترطیب کے جلد اور آسانی سے ہوگا) اور یا یہ کہ (سوء المزاج مستحکم نہو بلکہ) ہونیکی راہ مین ہو (یعنی ہونا ہی چاہتا ہو اور یہ وہ سوء المزاج ہے کہ اُسکے لیے بدن کی استعداد کامل ہو گئی ہو اور اُسکے حصول کی صلاحیت پیدا ہو گئی ہو لیکن ابھی اسمین سے کچھ حاصل نہوا ہو) آسکی تدبیر تقدم بالحفظ ہے لینی اُسکے سبب کو زائل کر دینا تاکہ وہ شروع ہی نہو (اسلیے کہ اسقدر اُسکے نہ حاصل ہونے کے لیے کافی ہے مثلاً جسوقت بدن مین بخار کی استعداد پیدا ہو اسی وقت بدن کے تنقیہ کا اہتمام کرنا چاہیے) اور یا یہ کہ سوء المزاج ہونے کے شروع مین ہو۔ (اسطرح پر کہ کچھ سوء المزاج حاصل ہوا ہو لیکن ابھی پورا حصول نہو چکا ہو) آوراسکی تدبیر علاج بالضد اور تقدم بالحفظ دونون کے ساتھ کرنا چاہیے (اسلیے کہ جسکا حصول پورا ہو چکا ہے اُسکو علاج بالضد کی ضرورت ہے جیسا کہ مستحکم مین اور ابھی حاصل نہین ہوا مگر ہونے کی راہ مین ہے وہ اپنے سبب کے ازالہ کا محتاج ہے تاکہ حاصل نہو کیونکہ ممکن کا ہونا سبب کے عدم کے ساتھ محال ہے فائدہ اگر

یعنے جب اُسکا سبب نہ رہیگا تو اُسکا شروع ہونا بھی محال ہے ۱۲ منہ

کوئی یہ شبہہ کرے کہ تینون قسمون کے علاج کی ایک ہی صنف ہے لینی علاج بالضد اور جب ایسا ہے تو مصنف نے تین قسمین کیون قرار دین مستحکم ماتی طریق الکون ماتی اول الکون تو اسکا یہ جواب ہے کہ مستحکم مین تو حاصل شدہ مرض کی ضد وارد کرکے علاج ہوتا ہے آور دوسری قسم مین لینی اُس سوء المزاج مین جو ہونے کی راہ مین ہے اُس مرض کی ضد کو وارد کیا جاتا ہے جو ہنوز حاصل نہین ہوا ہان اُسکے حصول کی توقع اور امید ہے آور تیسری قسم لینی اُس سوء المزاج کا علاج جو ہونے کے شروع مین ہے دونون کی ضد وارد ہونے سے ہوتا ہے غرضکہ حاصل یہ ہے کہ گو تینون قسمون مین علاج بالضد ہی ہوتا ہے لیکن وہ ضد مضاف الیہ کے مختلف ہونے سے مختلف ہے اسی لیے مؤلف نے تین قسمین قرار دین کذا فی النفیسی لیکن علاج بالضد کچھ سوء المزاج ہی کے ساتھ مخصوص نہین ہے بلکہ تمام امراض کا یہی حکم ہے کیونکہ ہر مرض یا تو پورے طور سے حاصل ہو چکا ہے تو اُسکا علاج بالضد ہوگا آور یا ہنوز حاصل تو نہین ہوا مگر اُسکے حصول کے آثار مہیا ہو گئے ہین تو اُسکا علاج تقدم بالحفظ ہے اور یا ہونے کی ابتدا ہے ایسی صورت مین دونون کی تدبیر سے معالجہ ہوگا غرضکہ یہ علاج تمام امراض مین عام ہے مؤلف نے تمثیلاً اُسکا ذکر صرف سوء المزاج مین کیا ہے اُسکی تخصیص مقصود نہین ہے واللہ اعلم وعلمہ اتم) مین کہتا ہون ظاہر کے اعتبار سے سوء مزاج کی تین قسمین ہین پہلی قسم تو سوء المزاج مستحکم ہے اور اس سے مقصود یہ ہے کہ عضو کا مزاج بگڑ جائے اور اُس عضو مین یہ حالت کامل ہو جائے عام اس سے کہ یہ

عہ بعض نسخوں میں ... [illegible]

حالت رسوخ کے ساتھ ہو یا اسمین رسوخ نہو (یہ اسلیے کہا کہ اگر مستحکم سے یہ مراد لے لیا جائے کہ یہ حالت راسخ اور متمکن اور
اُسکا ملکہ ہو جائے تو تین قسمون سے قسمین بڑھ جائینگی کما لا یخفی) اور دوسری قسم وہ سوء المزاج ہے جو ہونے کے راستے مین
ہو اور اس سے یہ مراد ہے کہ عضو کا مزاج بگڑ تو نہ جائے لیکن وہ عضو بگڑنے کے لیے تیار ہو اور درحقیقت یہ سوء المزاج
نہین ہے (کیونکہ سوء المزاج اُسکو اُسی وقت کہ سکتے ہین جبکہ سوء اُسمین بالفعل موجود ہو) اسی لیے ہمنے یہ کہا کہ یہ تینون
قسمین ظاہر کے اعتبار سے نکلتی ہین (ورنہ درحقیقت دو ہی قسمین ہین ایک تو مستحکم دوسری وہ جو ہونے کے شروع مین ہے)
اور تیسری قسم وہ سوء مزاج ہے جو ہونے کے شروع اور ابتدا مین ہو اور یہ حالت اُس عضو مین مکمل نہوئی ہو اور (سوء المزاج
کی ان تینون قسمون مین) منحصر ہونے کی دلیل یہ ہے کہ یا تو عضو مین بالفعل سوء مزاج حاصل ہوگا اور یا اسمین اسکی استعداد
قریب ہوگی اور اسکے یہ معنی ہین کہ اُسکے آثار شروع ہوچکے ہین اور یہ ہم اسلیے کہتے ہین کہ جو مرض نہ بالفعل حاصل ہوگا اور نہ
اس تفسیر کے موافق اُسمین مرض کی استعداد قریب ہوگی تو طبیب اُسکے علاج کے درپے نہوگا اگر پہلی قسم ہو یعنی اُسمین بالفعل
سوء مزاج موجود ہو تو دو حال سے خالی نہین یا تو کامل طور پر حاصل ہوچکا ہوگا اور یا ابھی اُسمین کمال نہوگا بلکہ صرف
ابتدا ہوگی غرضکہ یہ تین قسمین ہین کہ سوء المزاج انمین منحصر ہے پہلی قسم کا علاج بموجب قاعدہ مذکورہ ضد کے ساتھ کیا جائیگا
اگر سوء مزاج حار ہوگا تو اُسکا علاج تبرید سے کرینگے اور اگر سوء مزاج بارد ہوگا تو اُسکا علاج گرم دواؤن سے کیا جائیگا
اور اگر سوء مزاج یابس ہوگا تو اُسکا علاج اُن دواؤن سے ہوگا جو تری پہونچائین اور اگر سوء المزاج رطب ہوگا تو اُسکا علاج
اُن ادویہ سے ہوگا جو خشکی پہونچائین اور جو سوء مزاج بارد ہوتا ہے وہ ابتدا ابتدا مین آسانی سے زائل ہو جاتا ہے اور
انتہائی حالت پر پہونچکر مشکل سے جاتا ہے ابتدائی حالت مین آسانی سے اسلیے زائل ہو جاتا ہے کہ حرارت غریزیہ شروع
شروع مین ضعیف نہین ہو جاتی (بلکہ بدستور قوی ہوتی ہے) پس حرارت غریزیہ اور دوا کی گرمی دونون سوء مزاج بارد
کے دور کرنے مین ایک دوسرے کی مدد کرتی ہین (اور دو مؤثر جب ملکر اپنا اثر کرتے ہین تو وہ بہ نسبت ایک مؤثر کے اثر کے
زیادہ قوی ہوتا ہے) اور انتہائی حالت مین بدشواری زائل ہونے کی یہ وجہ ہے کہ حرارت غریزیہ ایک مدت تک مرض کا
مقابلہ کرچکی ہوتی ہے اس سے ضعیف ہو جاتی ہے اور پھر اُسمین اتنی قوت نہین رہتی کہ دوا کی گرمی کو مدد دے سکے
(اور مرض کو دفع کر سکے پس اب نہ باقی رہی مگر صرف دوا کی گرمی اور یہ تنہا مرض کے دفع کرنے پر بمشکل قادر ہوتی ہے)
اور سوء مزاج حار اسکے برعکس ہے یعنی ابتدا مین دشواری سے زائل ہوتا ہے اور انتہا مین آسانی سے پہلی بات کی یہ وجہ
ہے کہ حرارت غریزیہ بدستور قوی ہے پس حرارت غریزیہ اور مزاج کی حرارت غریبہ یہ دونون دوا کی تبرید دفع کرنے
پر ایک دوسرے کی معاونت کرتی ہین اور انتہا مین آسانی سے زائل ہو جانے کی یہ وجہ ہے کہ حرارت غریزیہ

ضعیف ہو جاتی ہے اور اسکی صالح نہین رہتی کہ حرارت غریبہ کی مدد کرسکے اور سوء مزاج رطب کو خشکی پہونچانا تھوڑی مدت
مین اور آسانی سے ہوتا ہے بہ اعتبار اسکے کہ سوء مزاج یابس کو تری پہونچائی جائے کیونکہ جسقدر محلل اسباب ہین جنسے
کوئی بدن خالی نہین ہے سب خشکی پہونچانے والے ہین (پس مجفف دوائون کو اسباب سے الٹی مدد پہونچتی رہتی ہے)
اور سوء المزاج کی دوسری قسم کا علاج یہ ہے کہ اُسکے سبب کو زائل کردیا جائے یعنی پہلے سے حفاظت اور روک دینے کی
کوشش کی جائے کیونکہ اُس سے بچے رہنے کے لیے اسی قدر کافی ہے اور تیسری قسم کا علاج دونون سے کیا جائے
یعنی علاج بالضد بھی کیا جائے اور تقدم بالحفظ بھی علاج بالضد تو اسلیے کہ کچھ سوء مزاج شروع ہوگیا ہے (گو ابھی مکمل
نہین ہوا) اور تقدم بالحفظ اسلیے کہ اسی سوء المزاج مین سے جتنا حصہ ابھی حاصل نہین ہوا اُسکے سبب کو پہلے سے
دور کردیا جائے **مؤلف کہتا ہے** اگر سوء مزاج سادہ ہو (یعنی غیر مادی) تو اُسکے علاج مین صرف اسقدر ہونا چاہیے
کہ کیفیت کو بدل دیا جائے (یعنی اُس کیفیت کو دوسری کیفیت سے بدل دین جو اُسکے مخالف اور مضاد ہو مثلاً اگر
سوء مزاج حار ہو تو اُسکو برودت سے دفع کرین اور اگر بارد ہو تو اُسکو حار سے دفع کرین اور اسوقت مین استفراغ مادہ
کی ضرورت نہین کیونکہ مادہ ہی نہین) اور اگر سوء مزاج مادی ہو تو اُسکے مادہ کو نکال دیا جائے (کیونکہ وہ مادہ ہی
اُسکا موجب ہے اور موجب کے دور کردینے سے اثر بھی زائل ہوجاتا ہے) پھر بھی اگر سوء مزاج رہے تو کیفیت کی تبدیل کیجائے
(یعنی اگر استفراغ مادہ کے بعد بھی مثلاً حرارت باقی رہے تو تبرید کی جائے) **مین کہتا ہون** جو سوء مزاج
مادی نہین ہے اُسکے علاج مین صرف اسقدر کافی ہے کہ مزاج کو بدل دیا جائے یعنی اس کیفیت کو اُسکی مضاد اور
مخالف کیفیت سے دور کردیا جائے اور اسمین استفراغ کی ضرورت نہین کیونکہ استفراغ تو مادہ کا ہوتا ہے اور یہان
کوئی ایسا مادہ نہین ہے جو اسکا سبب پڑا ہوا اور جو سوء مزاج مادی ہو اُسکے علاج مین اُس مادہ کا استفراغ لازم
ہے جس سے یہ سوء مزاج پیدا ہوا ہے پس اگر مادہ کے استفراغ سے سوء مزاج جاتا رہے تو سبحان اللہ کیا کہنا
اور اگر نہ جائے تو سوء مزاج سادہ کی طرح اسمین بھی مزاج کے بدل دینے کی ضرورت ہے واللہ اعلم **مؤلف کہتا
ہے** (جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ سوء مزاج مادی کا علاج استفراغ پر موقوف ہے تو اب جو استفراغ کی شرطین
ہین اُنکو بیان کیا جاتا ہے) جن امور کی رعایت استفراغ مین ضروری ہے وہ دس ہین (اگر اُنمین سے ایک کی
بھی کمی ہوگی تو استفراغ منع ہے) پہلا امر تو امتلا ہے (خواہ یہ امتلا اوعیہ کے اعتبار سے ہو یا قوت کے اعتبار سے یا دونون کے اعتبار سے)
اگر اوعیہ کے اعتبار سے ہو تب تو استفراغ واجب ہونے کی یہ وجہ ہے کہ اگر مادہ کا استفراغ نہوگا تو رگون
کے بھر جانے کی وجہ سے اُنکے پھٹ جانیکا اندیشہ ہوگا اور قوت کے اعتبار سے امتلا ہونے کی صورت مین

استفراغ کے واجب ہونے کی یہ وجہ ہے کہ یہ جبھی ہوتا ہے جبکہ خلط فاسد ہوتا ہے اور ایسے وقت میں استفراغ واجب ہے
کیونکہ دو حال سے خالی نہیں یا تو پورا پورا استفراغ ہو جائیگا تب تو مقصود حاصل ہے اور یا استفراغ ناقص ہوگا
تب بھی یہ فائدہ ہے کہ باقی ماندہ مادے کی اصلاح طبیعت خود کر لیگی) پس خلا لا محالہ (استفراغ سے) مانع ہے (اسلیے
اگر بدن میں موذی مادہ موجود نہوا اور استفراغ کیا گیا تو جو صالح مادے بدن کے محتاج الیہ ہیں اُنکا استفراغ
ہو جائیگا) اور دوسرا امر قوت ہے (یعنی قوائے طبعی اور حیوانی اور نفسانی کا قوی ہونا) پس ضعف (استفراغ سے) مانع
ہے (کیونکہ ارواح اور قوتوں کا استفراغ ضعف کو اور بڑھائیگا) مگر اکثر اوقات قوت محرکہ کا ضعف استفراغ کے ترک کے
اعتبار سے زیادہ سہل اور آسان ہوتا ہے (اسلیے کہ امتلا کا ضرر سارے بدن کو شامل ہوتا ہے اور کبھی امتلا کے ساتھ
حیات جاتی رہتی ہے اسوجہ سے کہ مواد دماغ اور دل کی تجویفون مین گر پڑتے ہین اور یہ بات موت کی باعث ہوتی ہے
اور قوت حرکت کا ضعف قوت محرکہ مین ہوتا ہے اور موت کے درجہ تک نہین پہونچاتا) لہذا استفراغ کا استعمال کیا جاتا
ہے (اور ترک استفراغ کے ضرر پر قوت محرکہ کے ضعف کو اختیار کر لیا جاتا ہے) اسکے بعد قوتون کی تقویت کر لیجاتی ہے
مین کہتا ہون خلا تو استفراغ سے اسلیے مانع ہے کہ باعث استفراغ امتلا ہوا کرتا ہے اور جب باعث نہ پایا جائے
تو جس چیز کا وہ باعث ہے اُسکی بھی کوئی سبیل نہین ہے اور (قوتون کا) ضعف استفراغ سے اسلیے مانع ہے کہ یہ استفراغ
ضعف کو اور بڑھادیگا اور جب قوتین زیادہ ضعیف ہو جائینگی تو طبیعت مرض کا مقابلہ نکر سکیگی اور مرض اُسکو تلف
کر دیگا اور ہلاک کر دیگا اور مؤلف نے صورت مذکورہ (یعنی ضعف قوت محرکہ کو اختیار کر کے استفراغ کر لینا) کو اسلیے
استثنا کیا کہ ضعف مذکور کا تدارک ہو سکتا ہے اور ترک استفراغ بوقت ضرورت بید مضر ہے اُسکا تدارک نہین ہو سکتا
(لہذا اس قوت کے ضعف کو مجبورًا اختیار کر کے مواد خبیثہ موذیہ کا استفراغ کر دینا ضروری اور لازم ہے یہ نہو کہ استفراغ
نہ کیا جائے اگر ایسا کیا تو پھر اُسکی مضرت عرصہ موت مین لا کر کھڑا کرادیگی) مؤلف کہتا ہے اور تیسرا امر مزاج
ہے پس حرارت اور خشکی کی افراط یا برودت کی افراط اور خون کی کمی (استفراغ سے) مانع ہوتی ہے مین کہتا ہون
حرارت اور خشکی کی افراط یا خون کی کمی اور برودت کی افراط استفراغ سے اسلیے مانع ہین کہ اس قسم کے مزاج مین (یعنے
حار یابس اور بارد قلیل الدم مین) رطوبات فضلیہ کم ہوتی ہین پس اگر ایسے مزاج کا استفراغ ہوگا تو اُسکے ساتھ محمود
اور صالح رطوبتین نکل جائینگی (اور جو مزاج گرم تر ہو اُسمین استفراغ کی رخصت دی گئی ہے کیونکہ اس قسم کا مزاج خون کو
زیادہ پیدا کرتا ہے پس جو کچھ خون استفراغ سے گھٹ جائیگا اُسکا اعتدال کی طرف پھر آنا جلد ممکن ہوگا) مؤلف
کہتا ہے اور چوتھا امر بدن (کے دُبلے پن اور موٹاپے کی) حالت ہے پس دُبلے پن اور تخلخل کی افراط اور موٹاپے

کی افراط (استفراغ سے) مانع ہے (افراط کا دبلاپن اور تخلخل تو اسلیے مانع ہے کہ ایسی حالت مین رطوبات غذائیہ اور روحین کم ہوتی ہین اور استفراغ کے بعد اور کم ہونگی اور فربہی کے مانع ہونے کی کئی وجہین ہین ایک وجہ تو یہ ہے کہ اکثر فربہی کی افراط برودت کی افراط اور کثرت بلاغم سے ہوتی ہے اور یہ اس قبیل سے ہے کہ استفراغ سے اور بڑھیگا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جب رگون مین کی رطوبتین استفراغ سے کم ہوجاتی ہین تو گوشت اور چربی رطوبتون کی کمی سے رگون کے دبانے پر قوی ہوجاتے ہین کیونکہ رطوبتین ہی چربی اور گوشت کو دفع کرتی ہین اور وہ کم ہین اور یہ رگون کے انسداد اور رک جانے کا موجب ہے اور اس سے یہ لازم آتا ہے کہ روح اور حرارت گھٹ جائے اور تیسری وجہ یہ ہے کہ جب استفراغ سے رگون مین کسی طرح کا خلا ہوتا ہے تو گوشت اور چربی کے دباؤ سے ضاغطہ پیدا ہوتا ہے اور اس سے یہ ڈر ہوتا ہے کہ فضلے بعض احشا کی طرف گرجائین) **مین کہتا ہون** سخنہ کے معنے بدن کی لاغری اور فربہی اور ہلکا پن (دبھاری پن اور اسکی اعتدالی حالت کے ہین اور افراط کی لاغری اور تخلخل استفراغ سے اسلیے مانع ہے کہ ایسی حالت مین فضلی رطوبتین کم ہوتی ہین پس استفراغ سے یہ ہوگا کہ محمود اور اصلی رطوبتین نکل جائینگی اور افراط کی فربہی اسلیے مانع ہے کہ جب (استفراغ کی وجہ سے رگین رطوبتون سے خالی ہوجائینگی تو انکو گوشت اور چربی دبائیگی کیونکہ جو رطوبت رگون کو گھیرے ہوے تھی اور گوشت اور چربی کو دبانے سے روکے ہوے تھی اب وہ نہین رہی اور اس سے روح اور حرارت عزیزیہ گھٹ جائیگی اور جو خرابیان سدون سے پیدا ہوتی ہین وہی اب بھی پیدا ہونگی **مولف کہتا ہے** اور پانچوان امراعراض لازمہ ہین پس پیٹ چلنے کی استعداد اور آنتون کا زخم (استفراغ سے) مانع ہے (پیٹ چلنے کی استعداد کا مانع ہونا اسوجہ سے ہے کہ اسمین استفراغ کے منقطع نہونے سے امن نہین ہوتی کیونکہ دستون کی شدت سے استعداد ہوتی ہے یا یہ ہوتا ہے کہ دوا آنتون کی طرف اتر آتی ہے اور قوت سے فعل کی طرف اسکے اثر کے آنے سے پہلے نکل جاتی ہے اور اسوقت مین بلا استفراغ خلطون کی تحریک ہوتی ہے اور آنتون کے قرحون کے مانع ہونے کی یہ وجہ ہے کہ اس سے اسمین امن نہین ہوتا کہ آنتین چھل جائین جبکہ استفراغ کے وقت فضلون کا گذر انپر سے ہو) اور چھٹا امرسن ہے پس بڑھاپا اور بچپن (استفراغ سے) مانع ہے **مین کہتا ہون** بڑھاپا اور بچپن استفراغ سے اسلیے مانع ہین کہ ان دونون کی قوتون مین قصور ہوتا ہے اور بڑھاپا بچپن سے زیادہ مانع ہوتا ہے کیونکہ بچا اپنے نمو کی وجہ سے اس حالت مین ہوتا ہے کہ اسکی حرارت منتعش ہوتی ہے بخلاف بوڑھے کے کہ اسکی حرارت بجھنے کے قریب ہوتی ہے استفراغ سے رہی سہی اور قوت جاتی رہیگی) **مولف کہتا ہے** اور ساتوان امروقت ہے پس شدت کی گرمی اور شدت کی سردی کا وقت (استفراغ سے) مانع ہے **مین کہتا ہون**

قائظ وہ موسم ہے جسمین سخت گرمی ہو یہ استفراغ سے اسلیے مانع ہے کہ اس موسم مین چونکہ تحلیل زیادہ ہوتی ہے اس سے اخلاط کم رہجاتے ہین اور قوتین ضعیف ہوجاتی ہین اور استفراغ ضعف کو اور بڑھا دیتا ہے اور یہ بھی ہے کہ اکثر مسہل دوائین گرم ہوتی ہین لہذا اُنکا استعمال کرنا ایسے زمانہ مین مناسب نہین ہے جسمین سخت گرمی ہو کیونکہ اس سے حرارت اور ترقی کرجائیگی اور تجربہ سے یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ ایسی گرمی کا استفراغ تپ پیدا کرتا ہے اور سخت سردی استفراغ سے اسلیے مانع ہوتی ہے کہ سردی کی وجہ سے جو اخلاط جم گئے ہین وہ دوا کے عمل کو نہین قبول کرتے اور یہ بات بھی ہے کہ روکنے والی قوت سردی مین اور قوی ہوجاتی ہے پس اسمین اور مسہل دوا مین سخت معارضہ واقع ہوگا **مؤلف کہتا** ہے اور آٹھوان امر شہر ہے پس بعید گرم اور بعید سرد شہر (استفراغ سے) مانع ہین اور نوان امر پیشہ ہے پس جس پیشہ مین شدت سے تحلیل ہوتی ہو جیسے حمام کے نائی کا پیشہ ہے وہ مانع ہے اور دسوان امر عادت ہے پس جس شخص کو استفراغ کی عادت نہو اُسکے استفراغ پر قوی دوا سے ہجوم نہ کیا جائیگا **مین کہتا ہون** جو شہر نہایت گرم یا نہایت سرد ہو یا جو پیشہ شدید التحلیل ہو اُسکے مانع ہونے کی وجہ گذشتہ فصل سے نکل سکتی ہے اور جو شخص استفراغ کا عادی نہو تو اُسکا استفراغ اسلیے منع ہے کہ اُسکی طبیعت اپنے فضلون کے تحلیل کرنے مین اور طریقے سے کوشش کرلیتی ہے اور اُسمین اتنے فضلے نہین باقی رہتے جو استفراغ کے محتاج ہون بخلاف اُس شخص کے جسکو اسکی عادت ہو کیونکہ اُسکی طبیعت کو اسکا بھروسہ ہے کہ وہ فضلون کو استفراغ سے نکالا کرتی ہے اسلیے اُسکے بدن مین بہت سے فضلون کو جمع کرلیگی نیز دوائے مسہل کا فعل طبیعت کے فعل کے منافی ہوا کرتا ہے اور یہ دو طبیعت کو تھکا دیتی ہے اسی لیے کہا جاتا ہے کہ ایک ضد سے دوسری ضد کی طرف نقل کرنا طبیعت کا دشمن ہے اور یہی لیے کہا جاتا ہے کہ عادت طبیعت ثانیہ ہے **مؤلف کہتا ہے** اور سزاوار ہے کہ استفراغ مین پانچ باتون کا قصد رہے پہلے نکالنا اُس مادہ کا جو اپنی مقدار یا اپنی کیفیت سے بدن کو اذیت دیتا ہے **مین کہتا ہون** استفراغ مین اسکی ضرورت اسلیے ہے کہ مسبب کو بلا ازالہ سبب کے دفع نہین کیا جاسکتا اور اسکی پہچان یہ ہے کہ مریض کو استفراغ مین بےچینی اور بیقراری اسقدر نہ لاحق ہو جو اُس بےچینی سے زاید ہو جو مادے کے خارج ہوتے وقت لاحق ہوتی ہے کیونکہ جس چیز کا استفراغ مناسب نہین ہوتا اُسکے استفراغ مین مریض کو سخت اضطراب ہوتا ہے کیونکہ طبیعت دوا کے ساتھ مقابلہ کرتی ہے اور اُسکو دفع کرنا چاہتی ہے نفیسی مین ہے کہ کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ بدن مین زاید اخلاط مقدار کے اعتبار سے پیدا ہوجاتے ہین یہانتک کہ اُنسے اوعیہ بھر جاتے ہین اور یہ زاید اخلاط چونکہ اوعیہ مین بھر کر تمدد پیدا کردیتے ہین اور قوت پر چھا جاتے ہین اس سے بدن کو اذیت پہونچتی ہے ایسا شخص رگون کے پھٹ جانے اور خون کے بہ نکلنے کے خطرے مین رہتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اخلاط مقدار مین تو زائد

نہین ہوتے لیکن کیفیت مین ردی ہوتے ہین اور یہ اخلاط سوء مزاج یا قوت پر غالب آجانے کی وجہ سے بدن کو اذیت دیتے ہین اور ایسا شخص امراض عفونت سے خطرے مین رہتاہے اور انمین سے ہر ایک کا علاج استفراغ ہے تاکہ ان خلطون سے بدن کا تنقیہ ہوجائے انتہی مؤلف کے قول لَها اَوَّلُ اِخْرَاجُ مَا يُؤْذِي الْبَدَنَ بِكَمِّيَّتِهٖ وَكَيْفِيَّتِهٖ کے یہی معنی ہین چونکہ شارح رح نے ایذا بحسب المقدار اور بحسب الکیفیت کو نہین کھولا اسلیے نفیسی سے اسکی تصریح مناسب معلوم ہوئی فافہم) **مؤلف کہتا ہے** دوسرے یہ کہ یہ اخراج مادہ اسقدر ہو کہ اُسکا تحمل ہو سکے (یعنی اسقدر ہو کہ بدن پر اُسکی برداشت آسان ہو اور اُسکے پیچھے ضعف اور غشی نہ لاحق ہو اور کم استفراغ سے بے نیازی نہین ہوتی) اور نکلے ہوے مادہ کی کثرت تجھے خوف مین نہ ڈالے (یعنی اگر استفراغ مین اخلاط کثرت سے نکلجائین تو ڈرنا نہ چاہیے کیونکہ کبھی امتلا زیادہ ہوتاہے بغیر کثرت سے مادہ نکلے تنقیہ کامل نہین ہوتا) بلکہ جسوقت تک[عـہ] اُس مادہ کا استفراغ ہوا چلا جائے جسکا استفراغ ہونا ضروری ہے اور مریض اُسکی برداشت بھی کر رہا ہو تو افراط سے ڈرنا نہ چاہیے (اسلیے کہ یہ افراط درحقیقت افراط نہین ہے بلکہ افراط اُسوقت ہوتی ہے جبکہ نافع چیز نکلنے لگے اور نافع چیز کا نکلنا طبیعت پر شاق ہوتاہے اور اُسکو کرب و ضعف اور اضطراب ضرور لازم ہے حالانکہ ہمنے فرض کرلیاہے کہ مریض اُسکا متحمل ہے) اگر مریض ایسی دوا پیے جو صفرا کی مسہل ہے اور وہ دوا صفرا کو خارج کرکے بلغم تک منتہی ہوجائے (یعنی دستون مین بلغم خارج ہونے لگے) تو بیشک مبالغہ ہوگیا (یعنی تنقیہ صفرا مین مبالغہ ہوگیا اب اُسکے اثر کو روک دینا چاہیے) اور جب اسہال کے بلغم تک منتہی ہونے مین مبالغہ ہے تو جب سودا تک یہ اسہال منتہی ہو تو اسہال مین کیون مبالغہ نہوگا (یعنی اگر اسہال سودا تک منتہی ہو تو مبالغہ بطریق اولی ہوگا کیونکہ سودا صفرا سے نہایت دور اور اسہال مین دشوار تر ہے لہذا سودا کا خارج ہونا افراط پر زیادہ دلالت کریگا) لیکن (جب مسہل صفرا کے بعد) خون نکلتا ہے تو اُسکا امر نہایت خطرناک ہوتاہے (اسلیے کہ طبیعت کو خون سے محبت ہوتی ہے اور طبیعت اُسکی بابت بخل کیا کرتی ہے اور اُسکی حفاظت کرتی ہے لہذا خون اُسی وقت خارج ہوگا جبکہ طبیعت پر دوا غالب آجائے اور خون کو باقی اخلاط کے ہونے کے وقت طبیعت سے چھین لے کیونکہ اگر کوئی خلط بھی باقی ہوتا تو طبیعت اُسکو دیدیتی اور خون کو روک لیتی غرضکہ خون کا نکلنا خطرناک امر ہے اسلیے کہ بدن اور روح اور قویٰ اور حیات کا بقا اُسی سے ہے) اور اسہال کے بعد یا قے کے بعد پیاس لگنا یا اونگھنا بدن کے پاک ہوجانے کی دلیل ہے (یعنی اس بات کی دلیل ہے کہ بدن کو جس مادہ سے پاک ہونا چاہیے تھا اُس سے پاک و صاف ہوگیا پیاس تو صفائی پر اسلیے دلالت کرتی ہے کہ پیاس اُسوقت لگا کرتی ہے جبکہ بدن کی رطوبتون کی حفاظت کی غرض سے طبیعت کو اسکا اشتیاق ہوتاہے کہ پانی سے تری پہونچائے تاکہ رطوبتین حد اعتدال پر محفوظ رہین کیونکہ معتدل استفراغ کو یہ لازم ہے

[عـہ] نفیسی کے ترجمہ سے مؤلف کے قول بل مادام الاستفراغ لما ینبغی ان یستفرغ و المریض متحمل لہ فلا تخف من الافراط کا ترجمہ اسطرح کیا ہے جبتک استفراغ ہونا ترک کیا جائیگا جبتک سزاوار ہے اور مریض کو اُسکی برداشت ہو تو ڈرو افراط سے نہیں سبحان اللہ

کہ بدن کی رطوبتین معتدل ہو جائین اور ہمیشہ کی تحلیل اُنھین گھٹا دیتی ہے پس خشکی کے غالب آنے سے پہلے طبیعت پانی
کی طالب ہوتی ہے تاکہ رطوبتین اپنے اعتدال پر باقی رہین اور ترطیب کے لیے طبیعت کا غذا کی طرف مائل نہونا اسلیے ہے
کہ غذا کی ترطیب گو جوہری ہوتی ہے لیکن یہ ترطیب اتنی مدت مین حاصل ہوتی ہے کہ اُس مدت مین بدن پر خشکی
غالب آجائے بخلاف پانی کے کہ پہلی ہی ملاقات سے پانی کی ترطیب شروع ہو جاتی ہے اور نیند اور اونگھ ایسے وقت
مین صرف اسلیے آتی ہے کہ جو روح تحلیل ہو گئی ہے اُسکا بدلہ مہیا کردے اسطرح کہ بدن مین مجتمع ہو جائے اس سے بدن
کی تحلیل گھٹ جاتی ہے اور تغذیہ بڑھجاتا ہے اور تنقیہ پر دلالت کرنے کی یہ وجہ ہے کہ طبیعت نیند اُسی وقت لاتی ہے
جبکہ دوا اپنے عمل سے فارغ ہو جائے کیونکہ اس سے قبل فضلون کے دفع کرنے مین مشغول ہوتی ہے اور دوا اپنے عمل
سے اُسی وقت فارغ ہوتی ہے جبکہ بدن فضلون سے پاک وصاف ہو جائے) **مین کہتا ہون** واجب ہے کہ استفراغ
اُسیقدر ہو جتنا مریض تحمل کرسکے اور اُسکی علامت یہ ہے کہ استفراغ کے بعد طبیعت ہلکی ہو جائے اور طبیعت کو کثرت
استفراغ سے ڈرنا نہین چاہیے کیونکہ اس کثرت کا کوئی اعتبار نہین بلکہ جس مادہ کا نکلجانا ضروری ہے اُسکا جبتک بھی
استفراغ رہے اور مریض اُسکا تحمل کرسکے تو کثرت سے کوئی ڈر نہین اور جب طبیب کسی مریض کو ایسی دوا پلائے جو صفرا
کی مسہل ہو اور وہ بلغم تک منتہی ہو جائے تو سمجھ لینا چاہیے کہ صفرا کا تنقیہ ہو گیا اور اب اُسکے اثر کو روکدینا لازم ہے
کیونکہ صفرا کا منقطع ہو جانا یا تو اسوجہ سے ہوگا کہ دوا کی قوت باطل ہو گئی یا یہ کہ دوا ضعیف ہے (اچھی طرح صفرا کا تنقیہ
نہین کرسکتی اور بطلان قوت اور ضعف مین یہ فرق ہے کہ بطلان قوت مین تو یہ ہے کہ دوا تو قوی ہے مگر اُسکی قوت کسی
وجہ سے جاتی رہی اور ضعف مین یہ ہے کہ دوا سرے ہی سے ضعیف ہے) اور یا انقطاع صفرا اسوجہ سے ہوگا کہ اب وہ صفرا
باقی ہی نہین رہا جسکا دفع کرنا واجب ہو پہلی اور دوسری بات تو ہو نہین سکتی کیونکہ دوا پر کسی ایسے خلط کا نکالنا جو اُس دوا
کے ساتھ خاص ہو زیادہ آسان ہے بہ نسبت اُس خلط کے نکالنے کے جس سے دوا کو کوئی علاقہ ہی نہین اگر اُسکی
قوت جاتی رہتی یا وہ ضعیف ہوتی تو بلغم کو کبھی نہ نکالتی حالانکہ صفرا کے بعد اُسنے بلغم کو نکالا ہے اس سے یہ متعین
ہو گیا کہ یقیناً اب صفرا نہین باقی رہا اور صفرا سے پاک ہو جانے کے یہی معنی ہین اور اگر بلغم منقطع ہو کر سودا
کا اسہال شروع ہو جائے تو صفرا سے پاک ہونے پر یہ اور بھی زیادہ دلالت کرتا ہے اور اس صورت مین روک دینا
نہایت ضروری ہے کیونکہ خلط سودا بدن مین بہ نسبت اور خلطون کے بہت ہی کم ہے لہٰذا نکلنے مین اُسکا سب خلطون
کے پیچھے ہونا ضروری ہے لیکن اسہال کا خون کی طرف منتقل ہو جانا سخت خطرناک امر ہے کیونکہ خون اور سب
اخلاط سے افضل ہے اور طبیعت اُسکے ساتھ بخل کرتی ہے پس اسہال کا خون کی طرف منتقل ہو جانا اسکی دلیل ہے

کہ دوا نے طبیعت پر قابو پالیا اور پیاس اور نیند معتدل اسہال یا قے کے بعد اس بات کی دلیل ہے کہ پورا تنقیہ ہو گیا کیونکہ قابل دفع رطوبتوں کا دور ہو جانا بقیہ رطوبتوں کے اعتدال کو چاہتا ہے اور اس بات کو چاہتا ہے کہ مریض کو آرام پہونچے اور بقیہ رطوبتوں کا اعتدال اور مریض کی استراحت یہ معتدل پیاس اور نیند کو واجب کرتے ہیں لیکن زیادہ پیاس پس یہ اسکی دلیل ہے کہ استفراغ مین افراط ہو گئی ہے کیونکہ ہمیشہ پیاس لانے والی خشکی اسی سے بڑھتی ہے مؤلف کہتا ہے اور تیسرے یہ کہ استفراغ اُسی طرف سے ہو جسطرف کو مادہ جھکے پس مادہ متلی کا تنقیہ قے سے کرنا چاہیے اور مروڑے کا تنقیہ اسہال سے میں کہتا ہون اسکی یہ وجہ ہے کہ فعل طبیعت پر آسان ہوتا ہے اور اس سے طبیعت پر کلفت کم ہوتی ہے اور اگر کوئی مانع پیدا ہو جائے مثلاً اسکا خوف ہو کہ دماغ کو کوئی ضرر پہونچے تو متلی کے مادہ کا تنقیہ قے سے نہ کیا جائیگا اسی پر اسہال کو بھی قیاس کر لینا چاہیے مؤلف کہتا ہے اور چوتھے یہ کہ مادہ کو جس راہ سے نکالا جائے وہ اُسکا طبعی مخرج ہو (جیسے پیشاب کے اعضا کلیجے کے محدب کے لیے ہین اور آنتین کلیجے کے مقعر کے لیے لہذا چاہیے کہ محدب کبد کے مادہ کو پیشاب کی راہ نکالا جائے اور مقعر کبد کے مادہ کو آنتون کے راستے سے اور اگر حدبہ کا مادہ آنتون سے نکالا جائیگا تو امر طبعی کے منافی ہوگا اور طبیعت اسکا معارضہ کریگی اور ضرر پہونچیگا) اور جس عضو کی طرف مادہ کو نکالا جائے اُسکو خس اور ارذل ہونا چاہیے (جیسے نزلہ کا مادہ ناک کی طرف مائل کیا جاتا ہے اور اُسی سے اُسکا استفراغ کیا جاتا ہے اور یہ نہین کیا جاتا کہ پھیپھڑے کی طرف اُسکو مائل کر کے تھوک کے راستے نکالدیا جائے کیونکہ اس سے پھیپھڑے کو ضرر پہونچنے کا اندیشہ ہوتا ہے) اور جسکی طرف مادہ کو نقل کیا جائے اُسکو عضو مؤوف سے مشارکت ہونا چاہیے (ورنہ اُس سے مادہ کا نکلنا آسان نہوگا لہذا آنتون کا مادہ مثانے سے نہ نکالا جائیگا گو دونون قریب قریب ہین) جیسے جگر کے امراض کے لیے داہنی باسلیق ہے (پس جگر کا مادہ سر اروسے نہ نکالا جائیگا اگرچہ وہ اُسکے متصل ہے اسلیے کہ باسلیق کی مشارکت اُس سے زیادہ قریب ہے) اور یہ کہ جس عضو پر اُس مادہ کو وارد کیا جائے وہ اُسپر صبر کرسکے (پس نزلہ کا مادہ پھیپھڑے کی طرف گرنے سے روکا جائیگا اور تھوک کے راستے نہ نکالا جائیگا خصوصاً جس وقت کہ حاد ہو اسلیے کہ پھیپھڑا نرم اور کمزور عضو ہے جبپر مادہ گرنے سے قرحہ پڑجانے کا ڈر رہتا ہے) مین کہتا ہون چوتھی شرط کی یہ وجہ ہے کہ مخرج طبعی سے مادہ کا نکلنا طبیعت پر آسان ہوتا ہے اور جس عضو کی طرف مادہ کو نکالا جائے اگر وہ شریف ہوگا تو اُسکی طرف مادہ کے متوجہ کرنے مین سخت ضرر ہوگا اور منقول عنہ اور منقول الیہ ان دونون عضوون کا شریک ہونا ایک عضو کے مادے کے دوسرے عضو سے دفع ہونے پر زیادہ معاون ہوگا چنانچہ باب مشارکت کا ذکر ہو چکا ہے اور اگر وہ عضو جس سے خلط مستفرغ نکلتا ہے وارد ہونے والے مادہ پر صابر ہوگا

مثلاً مخرج طبعی معتاد مین ورم ہو تو مادہ کی اُسکی طرف متوجہ کرنے مین لازم آیا کہ وہ ضرر مین سے جو سخت ہے وہ اختیار
کیا گیا یعنی یہ نہین چاہیے اور مؤلف نے جو مثال ذکر کی ہے وہ ظاہر ہے کیونکہ داہنے ہاتھ کی باسلیق جگر کے فضلون
کے دفع کرنے کا راستہ ہے اور ان فضلون کے دفع کرنے پر داہنی باسلیق سے کوئی عضو زیادہ معاون نہین ہے مؤلف
کہتا ہے پانچوین یہ کہ استفراغ مادہ کے پکانے کے بعد ہو جو امراض مزمنہ ہین اُنمین تو یہ انتظار واجب ہے اور جو امراض
حادہ ہین اُنمین مناسب اور مستحب ہے (کیونکہ امراض مزمنہ کا مادہ نضج سے پہلے استفراغ کے اثر کو قبول ہی نہین کرتا اور ان
امراض مین نضج کے انتظار سے کوئی تردد نہین ہے اور حادہ مرضون مین تاخیر سے کوئی ضرر نہین ہوتا اور نضج کے بعد
استفراغ کے وقت نفع حاصل ہونے کا یقین ہوتا ہے اور اس مضرت کے نہونے سے طبیعت استفراغ کو حادہ مرضون
مین نضج کے بعد پر رکھتی ہے پس تھوک کے راستے مادے کے نکالنے کو ذات الجنب مین مؤخر کر دیتی ہے اور اسیطرح
ثفل کو پیشاب مین نضج کے بعد پر رکھتی ہے باوجود اسکے کہ طبیعت کو پہلے ہی دن اُسکا دفع کر دینا ممکن ہے پس اس سے
یہ بات معلوم ہوگئی کہ حادہ مرضون مین استفراغ نضج کے بعد افضل ہے اور حادہ مرضون مین نضج کے واجب نہونے کا یہ
سبب ہے کہ ان مرضون کا مادہ مزمن امراض کی طرح استفراغ کا نافرمان نہین ہوتا) مگر یہ کہ مادہ مین نہایت ہیجان ہو (اور
یہ وہ مادہ ہے جو ایک عضو سے دوسرے عضو کی طرف حرکت کرنے مین شدید ہو) پس بدن مین اسکے چھوڑ رکھنے کی مضرت
کچے مادہ کے استفراغ کی مضرت سے زیادہ ہوگی (اسلیے کہ اُسکے ہیجان کی حالت مین اُسکے بدن مین چھوڑ رکھنے کی مضرت تو یہ ہے
کہ کسی عضو رئیس یا شریف کی طرف حرکت کرے گا اور اُسمین فساد پیدا کر دیگا اور بغیر پکے ہوے مادہ کے استفراغ اور
باہر نکال دینے کی یہ مضرت ہے کہ لطیف نکلجائیگا اور غلیظ حصہ باقی رہجائیگا یا یہ کہ صالح خلط اُسکے ساتھ ہو لینگے
اسلیے کہ طبیعت مادہ کے نہ پکنے کیوقت صالح کو فاسد سے جدا کرنے اور فاسد کے نکالنے مین عاجز ہوتی ہے اور ان
دونون ضررون مین سے پہلا ضرر زیادہ ہے) مین کہتا ہون جس فضلہ کے دفع کرنے کا ارادہ ہو اُسکی اُس حالت
کا نام نضج اور پکجانا ہے جسکی وجہ سے وہ آسانی کے ساتھ دفع ہو جائے اور اسکی یہ صورت ہے کہ اُسکا قوام معتدل
ہو جائے کیونکہ غلظت اور رقت اور چپک یہ سب باتین آسانی کے ساتھ دفع ہونے کی مانع ہین غلظت اور چپک کا
مانع ہونا تو ظاہر ہے (غلظت تو اسلیے مانع ہوتی ہے کہ جو مادہ غلیظ ہوتا ہے وہ رگون سے اور تنگ مجرون سے بڑی
مشکل سے نکلتا ہے اور اُنمین پھنس رہتا ہے اور جو مادہ لسدار ہوتا ہے وہ جن اعضا مین چپک جاتا ہے اُنسے آسانی
سے نہین اُکھڑتا اور اپنے استفراغ مین نضج کا منتظر رہتا ہے) اور مادہ کی رقت اسلیے مانع ہوتی ہے کہ رقیق چیز جس
عضو مین ہوتی ہے اُسکو وہ عضو پی جاتا ہے اور پی جانے کے بعد پھر اُسکا دور ہونا مشکل ہے جب نضج کے معنی معلوم

ہو چکے تو اب ہم کہتے ہین کہ اگر طبیب کا یہ ارادہ ہو کہ مادہ کو کم کردے تب تو اُسکو تمام طبیبون کی راے کے موافق اُسکے
پکجائے کا انتظار کرنا ضروری نہین ہے اور اگر یہ ارادہ ہو کہ اُسکو جڑ سے اُکھاڑ پھینکے تو اس صورت مین یا تو نضج کے
انتظار سے کوئی بات مانع ہوگی مثلاً یہ کہ مادہ مین شدت سے حرکت اور ہیجان ہو پس نضج کے انتظار مین اسکا خوف
ہوگا کہ کہین کسی عضو رئیس یا شریف کی طرف حرکت نہ کرے تو اسکا ضرر باعتبار اسکے زیادہ ہے کہ اُسکا استفراغ نضج
سے پہلے ہی ہوجائے جیسے کہ مثلاً قوت مین نضج کے انتظار کی قوت نہو یا یہ کہ نضج کے انتظار سے کوئی مانع نہوگا اگر مانع ہوگا تب تو
قبل نضج کے استفراغ واجب ہے اور اگر مانع نہوگا تو دو حال سے خالی نہین یا تو مرض مزمن ہے یا حاد اگر مزمن ہے تب
تو بالاتفاق نضج کا انتظار واجب ہے اور اگر مرض حاد ہے تو انتظار کرنا اور نہ کرنا دونون جائز ہین لیکن اطبا کا اسمین
اختلاف ہے کہ ان دونون باتون مین سے کون بات زیادہ مناسب ہے بعضے تو یہ کہتے ہین کہ انتظار کرلینا مناسب ہے اور
مؤلف نے بھی اسی کو پسند کیا ہے اور یہی ٹھیک بھی ہے کیونکہ نضج کے بعد مادہ آسانی سے خارج ہوجاتا ہے اور دو
رستون مین سے جو رستہ سہل ہو اسی کا اختیار کرنا بہتر ہوتا ہے اور بعضے کہتے ہین کہ نضج سے پہلے استفراغ بہتر ہے
تاکہ طبیعت کو انتظار کی تکلیف نہو اور اس دلیل کا ضعف کھلا ہوا ہے (فائدہ) شیخ بو علی بن سینا اور اکثر محققین
کا یہی مذہب ہے کہ امراض حادہ مین نضج مادہ کا انتظار مناسب اور بہتر ہے لیکن جالینوس وغیرہ اسکے قائل ہین کہ امراض
حادہ مین نضج کا انتظار ہرگز نہ کرنا چاہیے جالینوس کی یہ دلیل ہے کہ نضج کے انتظار کرنے سے یہ غرض ہوتی ہے کہ
مادہ رقیق ہوجائیگا اور حاد امراض مین مادہ خود ہی رقیق ہوتا ہے تو انتظار کی کیا ضرورت ہے لیکن یہ دلیل بہت
رکیک ہے اسلیے کہ نضج سے رقیق کرنا ہی ہمیشہ مقصود نہین ہوتا بلکہ کبھی رقیق مادہ کو غلیظ کرنا مقصود ہوتا ہے
کیونکہ نضج وہ حالت ہے جس سے پکی ہوئی شی کا قوام معتدل ہوجائے اور اعتدال کے یہی معنی ہین کہ غلیظ کو رقیق
کیا جائے اور رقیق کو غلیظ اسلیے کہ جسطرح غلیظ شی آسانی کے ساتھ نہین دفع ہوسکتی اسی طرح جو شی رقیق ہے وہ بھی
نہین دفع ہوسکتی اور اسکی بحث ابھی گذر چکی ہے فتذکر) مؤلف کہتا ہے اور کبھی مادہ شریف عضو سے خسیس
کی طرف جذب کیا جاتا ہے (یعنی شریف عضو سے خسیس عضو کو پہونچایا جاتا ہے اسلیے کہ مادہ عضو کی طرف جبھی
گرتا ہے جبکہ عضو اُسکے مقابلے اور اُسکے دفع کرنے سے ضعیف ہوتا ہے پس اگر اُسکا مادہ جذب نہ کرلیا جائے
تو باوجود ضعف کے اُسمین بہت سے مواد جمع ہوجائینگے اور وہ عضو اُسمین تصرف کرنے سے عاجز آجائیگا اور اسمین
بہت سے مفسدے ہین لہذا واجب ہے کہ مادہ کو اُس سے علیحدہ کردیا جائے اور خسیس عضو کی طرف اُس مادہ کو اسلیے
جذب کیا جاتا ہے کہ اگر یہ بھی شرافت مین اُس عضو کے برابر ہوگا تو وہی قباحت عود کریگی اور اگر اس سے زیادہ شریف

ہوگا تو ایک شریف عضو کی خاطر اشرف کو نقصان پہونچایا جائیگا اور یہ ناجائز ہے) ایسا خسیس عضو کہ اُس شریف عضو کی جہت کے خلاف مین واقع ہے (جہت سے اوپر اور نیچے داہنے اور بائین آگے اور پیچھے مراد ہے کیونکہ اگر جذب اسی عضو شریف کی جہت مین ہوگا تو اُسکی طرف مادہ کی حرکت کا ضرور معاون پڑیگا) اگرچہ استفراغ نہ کیا جائے (یعنی مقصود کے حاصل ہونے اور مادہ کے دفع کرنے مین صرف اسی قدر کافی ہے کہ عضو شریف سے عضو خسیس کو پہونچا دیا جائے اور اس مقصود کے حاصل ہونے مین اسکی ضرورت نہین ہے کہ خسیس عضو سے اُسکا استفراغ بھی کر دیا جائے کیونکہ استفراغ سے یہ غرض ہوتی کہ مادہ پھر اُسی شریف عضو کی طرف نہ لوٹ جائے اور جب یہ بات صرف جذب سے بھی حاصل ہے تو اسکی کیا ضرورت ہے کہ استفراغ بھی ہو) جیسا کہ دبے پچھنے کی) سینگیون مین کیا جاتا ہے (کیونکہ سینگیان مادہ کی جاذب ہوتی ہین اور جن سینگیون مین آگ بھی ہوتی ہے وہ زیادہ جاذب ہوتی ہین اور آگ کے ساتھ اُن کے استعمال کی یہ صورت ہے کہ عضو پر سینگی رکھی جائے اور اُسکے منھ کے سوائے اُسمین کوئی اور سوراخ نہو اور اسکے اندر آگ ہو اور چارون طرف اُسکے کنارون مین آٹا لگا دیا جائے جب ایسا کیا جائیگا تو آگ لامحالہ بجھ جائیگی اور جو اندر کی ہوا ہے وہ لامحالہ گرمی پاکر متخلخل ہو جائیگی مگر آگ کے ٹھنڈا ہو جانیکے بعد پھر اُسکا تخلخل جاتا رہیگا اور اُسمین تکاثف آجائیگا اور ٹھنڈا اور متکاثف ہوتے ہی وہ جلد اور گوشت اور خون اور باقی رطوبتون کو ضرور جذب کریگی) اور مادہ کا جذب کبھی تو ایسی خلاف جہت کی طرف ہوتا ہے جو نزدیک ہو یہ جب ہوتا ہے جبکہ مادہ کسی عضو کی طرف گرتا ہے اور اُسمین دیر تک نہین ٹھہرتا تو اُسکو اُس عضو سے قریب عضو کی طرف دور کر دیتے ہین تاکہ باوجود اُس عضو کے ضعف کے مادہ اُسمین محتبس نہو جائے اور عضو بعید کی طرف اسلیے نہین جذب کیا جاتا کہ جب مادہ کسی عضو مین ٹھہر جاتا ہے تو اُسے دور کے عضو کی طرف نقل کرنے مین بہت سے اعضا کو ضرر پہونچتا ہے اسوجہ سے کہ یہ طبعی حالت سے بہت خارج ہو گیا ہے اسلیے جس عضو پر ہوکر یہ مادہ گذریگا اُسکو ضرر دیگا اسکے علاوہ دور کے عضو کی طرف اُسکے کھینچنے مین جذب بہت قوی ہونا چاہیے) اور کبھی یہ جذب اُس خلاف جہت کی طرف ہوتا ہے جو دور ہے (یہ اُسوقت جبکہ مادہ کی ریزش کامل طور پر ابھی نہوئی ہو اور دور کی طرف اُسکے جذب کرنے کی یہ وجہ ہے کہ قریب کی طرف جذب کرنا مادہ کے اُس عضو کی طرف جذب ہو جانے پر معین ہوتا ہے جسکی طرف مادہ مائل ہے کیونکہ یہ جذب مادہ کی حرکت کے مطابق ہے اسکے علاوہ جہان تک ممکن ہو عضو بعید ہی کی طرف مادہ کو جذب کرنا چاہیے کیونکہ قریب عضو کی طرف جذب کرنے مین اسکا اندیشہ ہوتا ہے کہ کہین مادہ پھر اُسی عضو کی طرف نہ لوٹ پڑے جس سے جذب کیا گیا ہے لیکن اگر بعید عضو کی طرف جذب کرنے مین اسکا اندیشہ ہو کہ کوئی زائد ضرر پیدا ہو جائیگا تو لامحالہ قریب ہی عضو کی طرف جذب کرینگے کیونکہ مشہور مقولہ ہے

مَنِ ابْتَلٰی بِبَلِیَّتَیْنِ اِخْتَارَ اَهْوَنَهُمَا جب آدمی دو مصیبتون مین گھرتا ہے تو اُن دونون مصیبتون مین جو مصیبت ہلکی ہوتی ہے اُسی کو اختیار کر لیتا ہے) اور بعید کی طرف جذب کرنے مین یہ شرط ہے کہ وہ عضو (جس سے مادہ کھینچا گیا ہے) دونون جہتون مین (اس عضو سے جسکی طرف مادہ کھینچا گیا ہے) دور ہو (ورنہ دونون جہتون مین کسی جہت مین دونون عضوون کی محاذات باقی رہیگی اور جذب مین محاذات کا اعتبار ہے اسلیے کہ اشتراک بغیر محاذات کے بہت کم ہوتا ہے اور جذب اُسی عضو کی طرف ہوتا ہے جو مشارک ہے) بلکہ ان دونون جہتون مین سے جو جہت اطول ہو اُسی مین دوری ہو (تاکہ زیادہ دور عضو کی طرف جذب ہو) پس اگر داہنا ہاتھ سوج جائے تو بائین پاؤن کیطرف مادہ کو جذب نہ کیا جائیگا (اسلیے کہ داہنے ہاتھ اور بائین پاؤن کا بعد دو جہتون مین ہے) بلکہ یا تو داہنے پاؤن کی طرف جذب کیا جائیگا اور یہی افضل ہے (اسلیے کہ یہ زیادہ بعید ہے اسکے علاوہ بائین ہاتھ کی طرف کھینچنے مین دل اور اطراف دل پر مادہ کے عبور کرنے کا خطرہ ہے اور اسمین سخت ضرر ہے خصوصًا جسوقت کہ مادہ نہایت فاسد ہو) یا بائین ہاتھ کی طرف اور سزاوار ہے کہ (کسی عضو کی طرف بلا استفراغ) باوجود بدن کے امتلا کے مادہ کو جذب نہ کیا جائیگا اور نہ اُسوقت جبکہ کوئی دوسرا مادہ اُسکی طرف متوجہ ہو (اگرچہ بدن مین امتلا نہو) ورنہ (امتلا اور مادہ کے متوجہ ہونے کے وقت جذب کرنے مین) اُس عضو کی طرف (جسکی طرف مادہ کو جذب کیا گیا ہے) اسقدر مواد جمع ہو جائینگے جنکا دفع کرنا اُس عضو کی جانب جس سے جذب کیا گیا ہے سخت دشوار ہوگا اور پہلے (اُس عضو کے) درد کی تسکین کی جائیگی (جس سے مادہ کو جذب کیا ہے) کیونکہ درد (مادہ کو اپنی طرف) جذب کیا کرتا ہے (کیونکہ درد کو تسخین لازم ہے کیونکہ درد پیدا کرنے والے سبب کے دور کرنے کے لیے طبیعت موضع درد کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور طبیعت کے ساتھ ساتھ خون اور روح بھی ہوتی ہے اور یہ دونون گرمی پیدا کرتے ہین اور گرمی سے جذب ہوتا ہے) پس تیرا اور درد کا جذب دونون معارض ہو جائینگے (اور درد کا جذب اپنی طرف اور تیرا جذب غیر کی طرف ان دونون مین تعارض کا واقع ہونا جذب کے قصور کو مستلزم ہے) اور اکثر اوقات مادے مین تحریک پیدا ہو جاتی ہے اور اس سے ضرر ہوتا ہے **مین کہتا ہون** طبیبون کے چٹکلون مین سے ایک چٹکلا یہ بھی ہے کہ مادہ کو کسی شریف عضو سے جذب کر کے اُس خسیس عضو کی طرف پہونچاتے ہین جو جہت مین اُسکے مخالف ہے اور جذب کرنے کے بعد یا تو اُس عضو سے اُس مادہ کو نکالدیا جاتا ہے جسکی طرف اُسکو جذب کیا ہے اور یا صرف اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے کہ طبیعت اُسکی تحلیل کر ڈالے اور جہت سے نیچے اوپر داہنے بائین آگے پیچھے کی جہت مراد ہے کیونکہ مادہ کو داہنی جانب سے بائین طرف جذب کرتے ہین اور بائین جانب سے داہنی طرف اور اوپر سے نیچے اور نیچے سے اوپر اور پیچھے سے آگے اور آگے سے پیچھے اور جذب کرنے کے بہت سے طریقے ہین جیسے پچھنے لگانا اور دبانا وغیرہ ہے پھر یہ سمجھنا چاہیے کہ جذب کبھی تو اُس خلاف جہت کی طرف ہوتا ہے جو نزدیک ہو اور کبھی اُس مخالف جہت کی طرف جو دور ہو پس جس شخص کے منھ کے اوپر کے حصہ سے

بہت ساخون بہتا ہو تو اُسکو نکسیر کے راستے نکالنا یہ تو اُس مخالف جہت کی طرف جذب ہے جو نزدیک ہے اور بدن کے
نیچے کی رگون سے خون کا نکالنا یہ اُس مخالف جہت کی طرف جذب ہے جو دور ہے مختصر الکلیات مین اسیطرح مذکور ہی
او ردوسرے عضو کی طرف جذب کرنے مین یہ شرط ہے کہ اگر دو عضو کی طرف جذب ہو سکتا ہو تو ایسے عضو کی طرف جذب
نکرین جو خلاف جہت مین دور ہو کیونکہ اس سے طبیعت تھک جائیگی بلکہ یہ واجب ہے کہ جو عضو سیدھی جہت مین سب سے
دور ہو اُسی طرف جذب کیا جائے کیونکہ یہ جہت بھی دور ہوگی اور تعب نہوگا پس اگر داہنا ہاتھ سوج جائے تو یہ نہ چاہیے کہ
اس ورم کے مادہ کو بائین پانوٴن کی طرف جذب کرین کیونکہ یہ ایک عضو سے اُسکی اُس مخالف جہت کی طرف جذب ہی
جو اُس عضو سے دو جہتون مین دور ہے کیونکہ ایک تو یہ جذب داہنی طرف سے بائین طرف ہے اور دُوسرا اوپر سے نیچے کی
طرف ہے بلکہ یہ چاہیے کہ ایک جہت مین جذب ہو یعنی اُس صورت مین یا تو بائین ہاتھ کی طرف جذب ہو (یہ جہت فقط
دائین سے بائین طرف ہے) یا داہنے پانوٴن کی طرف ہو (یہ جہت اعلی سے اسفل ہے) اور مناسب یہی ہے کہ داہنے
پانوٴن کی طرف ہو کیونکہ یہ جہت (بہ نسبت پہلی جہت کے) دور ہے[له] اور جذب کرنے مین یہ شرط ہے کہ بدن مین امتلا نہو
تاکہ عضو کی طرف اسقدر مادہ نہ کھنچ آئے کہ اُس سے دور کرنا دشوار ہو جائے اور یہ بھی شرط ہے کہ مادہ اُس عضو کی طرف
متوجہ نہو جس سے جذب کیا گیا ہے کیونکہ دوسرا جب مادہ اسکی طرف آنے کے لیے متوجہ ہے تو اس سے جذب کرکے دوسرے
عضو کیطرف لیجانا کبھی دوسرے مواد کے آنے کا مددگار[له] ہو جاتا ہے اور یہ ایسا مادہ آتا ہے کہ اسکو دوسری طرف جذب کرکے
لیجانا دشوار ہے اور یہ بھی شرط ہے کہ جس عضو سے مادہ جذب کیا جائے اگر اُسمین درد ہو تو پہلے درد کو ٹھہرا دیا جائے کیونکہ
درد اپنے موضع کی طرف مادہ کو جذب کیا کرتا ہے پس تمھارا جذب کرنا اور درد کا جذب کرنا ان دونون مین تعارض
واقع ہو جائیگا کیونکہ تم تو اُس سے جذب کروگے اور درد اُسی کی طرف جذب کریگا اور اس تعارض سے جذب کے
کام مین قصور واقع ہو جائیگا) **مولف کہتا ہے** جبکہ فصد اور اسہال دونون کی ضرورت ہو (بدن مین کل اخلاط
کے بھر جانے کے سبب سے) اور اخلاط مقدار مین اپنی طبعی نسبت پر ہون (جو نسبت کہ اُنکے لیے ہے جو بعض لوگ اسکے
قائل ہین کہ تغذیہ صرف خون کے متعلق ہے اُن لوگون کے نزدیک خون کی نسبت طبعیہ باقی اخلاط کے ساتھ یہ ہی
کہ خون زیادہ ہو اسلیے کہ خون سے غذا لینے والے اعضا سودے سے غذا لینے والے اعضا سے زیادہ ہین اور سودا
سے غذا لینے والے اعضا بلغم سے غذا لینے والے اعضا سے زیادہ ہین اور بلغم سے غذا لینے والے اعضا صفرا سے
غذا لینے والے اعضا سے زیادہ ہین مگر ان لوگون نے یہ نہین بیان کیا کہ ہر ایک خلط کی نسبت دوسرے خلط کے اعتبار
سے کیا ہے آیا ثلث کی نسبت ہے یا ربع کی یا سدس کی یا کیا۔ علامہ قطب الدین شیرازی لکھتے ہین کہ جو لوگ خون کے تغذیہ کے

له [illegible]

قائل ہین اُنکے نزدیک اخلاط مین یہ نسبت ہے کہ خون کل اخلاط کا نصف ہو اور سودا تہائی ہو اور بلغم چوتھائی ہو اور صفرا آٹھوان حصہ ہو کیونکہ جو اعضا خون سے غذا پاتے ہین وہ زیادہ ہین اُسکے بعد سودا سے غذا پانے والے اُسکے بعد بلغم سے غذا پانے والے اُسکے بعد صفرا سے غذا پانے والے لیکن علامہ نے اس نسبت پر کوئی دلیل نہین بیان کی اور اسمین یہ اعتراض ہے کہ تہائی اور چوتھائی اور آٹھوین حصہ کا مجموعہ نصف سے زیادہ ہوگا نیز جو اعضا بلغم سے غذا پاتے ہین گو وہ اور اعضا کے اعتبار سے کم ہین لیکن بلغم بدن مین جمع رہتا ہے تاکہ غذا نہونے کے وقت بدن کے لیے غذا بن سکے اور اس بنا پر لازم آتا ہے کہ اُسکی مقدار سودا سے زیادہ ہو اور صفرا سے غذا پانیوالا عضو گو صرف پھیپھڑا ہی ہے لیکن صفرا بہت سی ایسی منفعتون مین صرف ہوتا ہے جو اُن منفعتون سے کہین زیادہ ہین جنمین سودا صرف ہوتا ہے لہذا چاہیے کہ صفرا کی مقدار سودا سے زیادہ ہو۔ انتہی ما فی النفیسی) تو شروع فصد کے ساتھ کی جائیگی (اسلیے کہ اخلاط سب کے سب رگون مین بہ رہے ہین جبکہ فصد لیجائیگی تو سب نکل جائینگے اور اگر پہلے مسہل دیا جائیگا تو خون کا رگون سے نکلنا ممکن نہین پھر لابد مسہل کے فصد کی حاجت پڑیگی اور فصد سب خلطون کو نکال دیتی ہے پھر جو اخلاط خون کے سوا فصد اور استفراغ سے نکلینگے وہ ضروری مقدار سے بڑھ جاینگے اور اخلاط اپنی طبعی نسبت پر باقی نہ رہینگے جیسا کہ بقراط نے کہا ہے کہ بدن کا استفراغ اُس نوع سے جس سے اُسکا استفراغ کرنا سزاوار ہو نافع ہے اور اُسکی برداشت آسان ہے ورنہ امر بالعکس ہوگا) پس اگر کوئی خلط غالب ہو جائے (یعنی فصد کے بعد اسطرح پر کہ بدن مین بلغم افراط سے غلیظ ہو اور لسدار ہو اور اعضا سے چپک جائے اور عسر انفصال کی وجہ سے خون کے ساتھ نہ نکلے یا بدن مین سودا غلظت اور ارضیت مین کثیر ہو اور تہ نشین ہو جائے اور خون کے ساتھ نہ نکلے یا بدن مین صفرا رحاد ہو پھر جب خون اُسکی حدت کا توڑنے والا نکل جائے تو وہ حرکت کرے اور خون مین پھیل جائے اور قابل اخلاط کو اپنی طبیعت کی طرف بدل لے اور بڑھ جائے یہی وجہ ہے کہ بعضے آدمیون کو فصد کے بعد پھوڑے پھنسیان اور صفراوی تپین عارض ہو جاتی ہین) تو یہ خلط غالب نکال ڈالا جائیگا (اپنی موافق دوا سے) اور اگر ایسا نہو (یعنی اخلاط اپنی نسبت طبعی پر ہون پس یا تو خون غالب ہوگا یا خون غالب نہوگا اگر خون غالب ہو تو پہلے فصد واجب ہوگی اور اگر خون غالب نہو) تو پہلے خلط غالب نکالا جائیگا (اسقدر کہ ان اخلاط سے جو بدن مین امتلا ہے وہ اپنی طبعی نسبت پر آجائے) پھر فصد لی جائیگی (تاکہ اخلاط کی مقدار مین اعتدال پیدا ہو جائے کیونکہ اخلاط اسوقت اپنی طبعی نسبت پر ہین) اور ان دونون تنقیون مین مہلت ہونا چاہیے (یعنی تھوڑے دن کی مہلت ہونا چاہیے تاکہ راحت کے وقت قوت مین انتعاش رہے اور ایک استفراغ کے بعد دوسرے استفراغ کے ہونے سے ضعف نہو جائے

اور اکثر اوقات اُس آدمی کا دوا پینا جسکی فصد لینا واجب ہے اُسکو بخار اور اضطراب مین مبتلا کر دیتا ہے اسلیے کہ فصد جبھی واجب ہوتی ہے جب خون انتہا کا غالب ہوتا ہے اور اسکی ایک ردی کیفیت ہوتی ہے کہ پی ہوئی دوا اُسمین حرکت اور ہیجان اور سخونت پیدا کر دیتی ہے اور اسکے بدن کا گرم ہو جانا اور بخار اور اضطراب لازم ہے اور یہ بھی سبب ہے کہ طبیعت خون کو شدت سے پکڑے رہتی ہے اور یہ ممکن نہین ہوتا کہ دوا اُسکو نکال سکے اور بدن مین قوی غلبہ سے طبیعت پر اثر کرتی اور اس سے اضطراب اور ثوران اور ہیجان اور شدت کی سخونت عارض ہو جاتی ہے کہ اکثر اُس سے بخار ہو آتا ہے اور یہ بھی ہے کہ جس شخص کی فصد واجب ہوتی ہے اُسکے باقی اخلاط صالح ہوتے ہین اور طبیعت اُنسے لپٹی رہتی ہے پس اُنکا نکلنے سے مسہل کے وقت اضطراب واقع ہوتا ہے جیسا کہ بقراط نے کہا ہے کہ بدن کا استفراغ اُس نوع سے جسکا استفراغ کرنا واجب ہے نافع ہے اور اُسکی برداشت بھی ہو سکتی ہے ورنہ امر بالضد ہوگا جو موجب اضطراب ہوگا

مین کہتا ہون جبکہ بدن کا امتلا فصد اور دست دونون کی ضرورت پیدا کرے تو دو حال سے خالی نہین ہے یا تو بدن کے اخلاط اپنی طبعی تناسب پر ہونگے اسطرحپر کہ اُنمین سے ہر ایک کی مقدار اتنی ہوگا اُس مقدار سے نہ بڑھے جسکو طبیعت چاہتی ہے اور نہ دوسرے خلط کے اعتبار سے کم ہو اور یا اخلاط اپنی طبعی نسبت پر نہونگے (بلکہ کم و بیش ہونگے) اگر سب اپنی طبعی مقدار پر ہون تو فصد سے ابتدا کرنا واجب ہے اور اسپر دلیل یہ ہے کہ فصد سے سواے خون کے اور اخلاط بھی نکلتے ہین پس اگر کسی دوسرے خلط کے اسہال سے ابتدا کی جائیگی اور بقدر واجب کے اسہال کے ذریعہ سے نکالدیجائیگی تو اُسکے بعد فصد اس خلط کی اور مقدار کو نکالیگی اور یہ مقدار جو فصد سے نکلیگی ضروری مقدار پر زائد ہوگی اور ایسی مقدار کا نکالنا جائز ہے اور اگر فصد سے ابتدا کی جائیگی تو دوسرے خلط کی کچھ مقدار اس فصد مین نکلیگی اب دو حال سے خالی نہین ہے یا تو صرف اسی مقدار کا نکلجانا کافی ہوگا تب تو کیا کہنا ورنہ بقیہ مقدار کو بذریعۂ اسہال کے نکالدیاجائیگا اور اسمین یہ شبہ ہے کہ اگر صرف اُسی مقدار کا نکلنا کافی ہو جائے جو فصد سے نکلے تو یہ کہنا کیونکر صحیح ہوگا کہ امتلاے بدن فصد اور اسہال دونون کی طرف مجبور کرتا تھا جیسا کہ فرض کیا گیا یعنی بلکہ فقط فصد کی جانب احتیاج تھی۔ لہذا بجاے اسکے یون کہنا چاہیے کہ جسوقت فصد سے خلط کی کچھ مقدار نکل چکے تو باقی مقدار کو اسہال کے ذریعہ سے نکال دینا لازم ہے اور اگر فصد کے بعد فصد کی وجہ سے کوئی خلط غالب آجائے تو اُسکا نکالدینا بھی ضروری ہے اور اگر سب اخلاط اپنی طبعی نسبت پر نہون تو خلط غالب ہو پہلے اُسکو نکال دینا چاہیے اُسکے بعد فصد لینی چاہیے کیونکہ اگر پہلے فصد لی جائیگی اُسکے بعد اسہال تو جو خلط غالب ہے وہ اس قسم کی بیماریان پیدا کر دیگی جو اُسکے مناسب ہونگی کیونکہ جو خون اُس خلط کے فساد کو کھونے والا اور توڑنے والا تھا

وہ تو فصد سے نکلگیا (اب وہ خلط تمام بدن مین پھیلکر مفاسد پیدا کریگی) اور اگران دونون قسمون مین فصاد و اسہال دونون کو جمع کیا جائے تو ان دونون مین اتنے دن کی مہلت ہونی ضروری ہے جس سے قوت بنی رہے کیونکہ بلا مہلت دو استفراغون کا جمع کردینا سخت ضعف پیدا کردیتا ہے اور اکثر اوقات جس صورت مین فصد واجب ہوتی ہے اُسمین دوا کے پینے سے بخار اور بیچینی اور اضطراب پیدا ہوجاتا ہے کیونکہ یہ فرض کرلیا گیا ہے کہ خون غالب ہے اور خون گرم ہے اور جتنی مسہل دوائین ہوتی ہین وہ بھی گرم ہوتی ہین پس خون اور ان مسہلات وغیرہ کی وجہ سے بدن پر حرارت غالب آجائیگی اور اس سے بخار اور بیچینی اور اضطراب پیدا ہوجائیگا **مؤلف کہتا ہے** اور کبھی استفراغ کا حکم دیا جاتا ہے (عام اس سے کہ فصد ہو یا اسہال) نہ اسوجہ سے کہ اخلاط کی مقدار زیادہ ہے بلکہ اخلاط کی کیفیت کے ردی ہونیکے سبب سے (پس جسطرح اخلاط کی مقدار زیادہ ہوجانے کے وقت اسکا اندیشہ ہوتا ہے کہ مبادا رگین ٹوٹ جائین اور خناق کے مقامات کی طرف خون بہ نکلے اور خناق یا سکتہ پیدا ہوجائے اسیطرح جبکہ اخلاط کی کیفیت ردی ہوجاتی ہے تو امراض عفونت کے پیدا ہوجانے کا اندیشہ ہوجاتا ہے اسلیے کہ جب اخلاط کی کیفیت ردی ہوجاتی ہے تو طبیعت اُنھین چھوڑ بیٹھتی ہے اور غریب حرارت اُنمین اپنا تصرف کرتی ہے اور اُنھین سڑا دیتی ہے لہذا ان دونون صورتون مین یعنی اخلاط کی مقدار بڑھجانے اور کیفیت کے ردی ہوجانے مین استفراغ واجب ہے) یا مدد دینے کی غرض سے (اس طرح پر کہ بدن کسی مرض کی قابلیت رکھتا ہو کہ امتلا کے عارض ہونے کے وقت یہ مرض پیدا ہوجائیگا اور اسی کے ساتھ اس امتلا کے حاصل ہونے کی بھی قابلیت اور استعداد رکھتا ہو پس جسوقت امتلا کے حاصل ہونے اور مرض کے پیدا ہونیسے پہلے استفراغ کردیا جائیگا تو اس مرض سے بدن امن مین رہیگا) یا تقدم بالحفظ کے لیے (اسطرح پر کہ بدن مین ایسا مادہ موجود ہو جسکی شان ہے کسی عضو پر گر پڑنا ہو پس جسوقت اُسکے گرنے سے پہلے استفراغ کردیا جائیگا تو گرنے سے امن رہیگا اور تقدم بالحفظ اور مدد دینے مین یہ فرق ہے کہ مدد دینے مین استفراغ حد اعتدال سے خارج ہوتا ہے اور تقدم بالحفظ مین حد اعتدال سے خارج نہین ہوتا بلکہ ایسی حد تک رہتا ہے کہ فقط سبب کو قطع کردیتا ہے بے اسکے کہ بدن ایک ایسی ہیئت کی طرف منتقل ہو جو کہ اُس ہیئت کی ضد ہو جس سے اس مرض کی قابلیت ہو پس مدد دینا تقدم بالحفظ کے اعتبار سے قوی ہے) اور یہ دونون اُس شخص کے لیے ہوتے ہین جسکو مرض کی عادت ہو (مرض کے پیدا ہونے سے قبل) خصوصاً فصل ربیع مین (کیونکہ اس فصل مین اخلاط متحرک ہوتے ہین اور متخلخل ہوتے ہین اور زیادہ ہوتے ہین پس جبکہ وقت معلوم سے پہلے جسمین مرض پیدا ہوتا ہے استفراغ کرڈالا جائیگا تو اس مرض سے امن ہوجائیگا) **مین کہتا ہون** کچھ یہ ضرور نہین کہ استفراغ اسی واسطے ہو کہ اخلاط کی مقدار زیادہ ہوگئی ہے بلکہ استفراغ کا حکم کبھی اوقات

سے بھی دیا جاتا ہے منجملہ اُنکے ایک وجہ تو یہ ہے کہ اخلاط کی کیفیت صلاح سے ردأت کی طرف متغیر ہو جائے یعنی اُنکی کیفیت
ردی ہو جائے اور ایک وجہ یہ ہے کہ مرض کے پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہو اور قبل پیدا ہو جانے کے قوی پشت ہو جانے
اور اُس مرض سے امن مین رہنے کے لیے مادہ کا استفراغ کر دیا جائے اور ایک وجہ یہ ہے کہ بدن کو اسکی عادت ہو کہ کسی
خاص فصل مین اُسکو کوئی مرض عارض ہو جاتا ہو تو جسوقت یہ فصل قریب ہو اس مرض کے مادے کا استفراغ کر دیا جائے
اور یہ تقدم بالحفظ ہے اور فصل ربیع ہی کو اس حکم کے لیے اسلیے خاص کیا کہ یہ اخلاط کے بہنے کا وقت ہوتا ہے جیسا کہ پیشتر
گذر چکا ہے اور قوی پشت ہو جانے اور تقدم بالحفظ مین یہ فرق ہے کہ قوی پشت ہو جانا تو اُس شخص کے لیے ہے جو کسی
مرض کا کسی خاص فصل مین عادی نہو اور تقدم بالحفظ اُس شخص کے حق مین ہے جو مرض کا عادی ہو (ہم تفصیل متن مین
واقعی فرق کی تفصیل کر آئے ہین شارح نے جو یہ فرق بیان کیا ہے اسکی کوئی سند نہین ہے واللہ اعلم ہر ربسا اوقات
ایک کی جگہ دوسرے لفظ کو بول دیا کرتے ہین **مؤلف کہتا ہے** اور کبھی (کسی خاص وجہ سے مثلاً عادت نہونے
یا لطافت مزاج کی وجہ سے) استفراغ مکروہ معلوم ہوتا ہے اور اُسکے بدلے روزہ اور نیند کا حکم دیا جاتا ہے اور اس سوء مزاج
کا تدارک کر دیا جاتا ہے جسکو امتلا نے واجب کیا ہے **مین کہتا ہون** کبھی بدن مین امتلا ہوتا ہے اور استفراغ سے کوئی مانع
منع کرتا ہے اور ہمین حیلہ یہ کہ استفراغ کے بدلے روزہ اور نیند سے کام لیا جاوے اور اس سوء مزاج کا تدارک کر دیا
جائے جسکو اس امتلا نے واجب کیا ہے یعنی تعدیل کے ساتھ کیونکہ مادہ کی کیفیت ٹوٹ جانے سے مادہ مین اعتدال
پیدا ہو جاتا ہے مقدار مین بھی اور کیفیت مین بھی اور استفراغ کی ضرورت نہین رہتی اور بعض نسخون مین یہ عبارت ہی
ویتدارک سوء المزاج الذی یوجب ذلک "اسکے بھی صحیح معنی ہو سکتے ہین اسطرح کہ ذلک کا مشار الیہ استفراغ
کو قرار دیا جائے اور یہ معنی کئے جائین اور اس سوء مزاج کا تدارک کر دیا جاتا ہے جسنے اس استفراغ کو واجب کیا ہے
مؤلف کہتا ہے اور کبھی بدن کا استفراغ خشکی پھیلانے والی چیزون کے ساتھ کیا جاتا ہے جو خارج سے استعمال
کی جائین جیسے استسقا والے کے لیے ریت پر سونے کا حکم دیا جاتا ہے اسلیے کہ یہ اپنے جذب کے سبب سے اُن رطوبتون
کو جو جلد کے قریب ہوتی ہین اپنی طرف کھینچ لیتی ہے اور جب جلد کی یہ جگہ خالی ہو جاتی ہے تو خلا کے محال ہونے کے
سبب سے جو رطوبتین اُن رطوبتون کے نیچے ہوتی ہین وہ اس جگہ کھینچ آتی ہین یہانتک کہ جذب بدن کے عمق تک
پہونچ جاتا ہے) **مین کہتا ہون** ممکن ہے کہ مؤلف کا یہ کلام پچھلے کلام کا تتمہ ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مؤلف نے
بنظر افادہ دوسرا اپنا قاعدہ ذکر کیا ہو غرضکہ جو کچھ بھی ہو اس کلام کے معنی کھلے ہوے ہین بیان کے محتاج نہین ہین
مؤلف کہتا ہے اور کبھی استفراغ مین ایسی دواؤن کی ضرورت پڑتی ہے جو کیفیت مین اُس خلط کے منا...

ہوتی ہین جسکا استفراغ منظور ہے (یہ اُسوقت جبکہ کوئی ایسی دوا نہ ملے جو اُسکا استفراغ کرے اور کیفیت مین اُسکی ضد
ہو جیسے صفرا کے اعتبار سے سقمونیا ہے) پس تمکو چاہیے کہ ان دواؤن کی تعدیل اُن ادویہ سے کرلو جو اسہال مین
اُن دواؤن کے موافق ہون (تاکہ یہ ترکیب اور تعدیل مقصود پر معین ہو) اور تمکو چاہیے کہ اُنکی کیفیت کی تعدیل
کرلو (اُس چیز کے ساتھ جو اُنکی کیفیت مین مخالف ہو تاکہ دوا کی کیفیت خلط کی کیفیت کے ساتھ نہ مل جائے اور کیفیت
بدن مین زیادہ ہو جائے) جیسے زردہڑ کہ جب تمہارا ارادہ ہو کہ صفرا کا اسہال کرو تو سقمونیا کے ساتھ اُسکو ملا لو
(کیونکہ زردہڑ بارد ہے اور صفرا کا اسہال کرتی ہے اور محمودہ یعنی سقمونیا گرم اور مسہل صفرا ہے ان دونون کے ملا لینے سے
سقمونیا کی کیفیت حرارت مین تعدیل ہو جائیگی -) **مین کہتا ہون** کبھی بدن مین کوئی خلط بھر جاتا ہے اور طبیب کو
اُس خلط کے استفراغ کی ضرورت ہوتی ہے اُن دواؤن کے ساتھ جو کیفیت مین اُس خلط کے مناسب ہون لیکن اُن
دواؤن کے استعمال سے کسی قسم کا خوف اور اندیشہ ہوتا ہے تو اُسوقت مین طبیب کو یہ لازم ہے کہ ان دواؤن کی کیفیتون
کی تعدیل اُن دواؤن سے کرلے جو کیفیت مین تو اُن دواؤن کے مخالف ہون لیکن اس خلط کے استفراغ مین موافق ہون
اور کیفیت کی مخالفت کی ضرورت یہ ہے کہ کہین ان دواؤن کی کیفیت اُس خلط کی کیفیت سے ملکر بدن کو ضرر نہ پہونچائے
اسکی مثال یہ ہے کہ مثلاً خلط صفرا کے استفراغ کے لیئے جو کہ خود گرم ہے محمودہ کی ضرورت ہو جو گرم ہے تو طبیب کو چاہیے
کہ محمودہ کی تعدیل زردہڑ سے کرلے جو کہ اسہال صفرا مین تو محمودہ کے موافق ہے لیکن کیفیت مین اُسکے مخالف ہے کیونکہ
زردہڑ بارد ہے - **مؤلف کہتا ہے** کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مسہل دوا قئی یعنی قی لانے والی ہو جاتی ہے اور ایسا یا تو ضعف
معدہ کی وجہ سے ہوتا ہے (کیونکہ مسہل دوا کا تو یہ کام ہے کہ فضلون کو آنتون کی طرف جذب کرے اور طبیعت اُنھین
بدن سے دفع کرتی ہے پس جبکہ معدہ ضعیف ہوتا ہے تو طبیعت کی ممانعت ان فضلون کے قبول کرنے سے آنتون
کی ممانعت کے اعتبار سے کم ہو جاتی ہے اور اس صورت مین طبیعت کو اُن فضلون کا معدہ کی طرف دفع کرنا آسان ہو جاتا ہے)
اور یا اس سبب سے ہوتا ہے کہ جس شخص کا استفراغ کیا جاتا ہے اُسکو تخمہ ہوا ہے (کیونکہ اسکا معدہ ضعیف ہوتا ہے اور فضلون
کے قبول کرنے سے مانع نہین ہوتا اور اسکے ساتھ ہی اُسکا معدہ صاف بھی نہین ہوتا اسوجہ سے اُسکے معدہ مین فضلے
بکثرت جمع ہو جاتے ہین - فائدہ بیان سے یہ بھی نکلا کہ ضعف معدہ اور تخمہ مین یہ فرق ہے کہ ضعف معدہ مین نسبت
آنتون کی - ممانعت کے ممانعت کم ہوتی ہے اور تخمہ مین بالکل ممانعت ہوتی ہی نہین پس تخمہ ضعف معدہ کا آخری درجہ ہے)
یعنے فضلون کی ۱۲
اور یا فضلے اور ثفل کی خشکی کی وجہ سے (ایسا ہوتا ہے کیونکہ اس صورت مین فضلون کو نیچے کی طرف دفع کرنا طبیعت
پر زیادہ دشوار ہوتا ہے) یا دوا کی کراہت کی وجہ سے (اسلیئے کہ معدہ اسوقت مین دوا کو بذریعہ قی کے دفع کر دیتا ہے

اور اُسے نہین روکتا اور اُسکے ساتھ ساتھ معدہ اور آنتون کی طرف جو چیزین جذب ہوئی ہین وہ بھی دفع ہو جاتی ہین) **مین کہتا ہون** پہلی بات کا تو یہ سبب ہوتا ہے کہ آنتین معدہ کو روکتی ہین اور اُس خلط کو نہین قبول کرتین جسکو دوائے مسہل نے حرکت دی ہے اور معدہ اپنے ضعف کی وجہ سے امعاء کا مقابلہ نہین کرسکتا پس یہ خلط اوپر سے گرجاتا ہے اور دوسری بات کا سبب یہ ہے کہ جس شخص کو تخمہ ہوتا ہے اُسکا معدہ آنے والی دوا کے قبول کرنے سے کراہیت کرتا ہے پس اُس دوا کو پھینکدیتا ہے علاوہ اسکے ضعف معدہ تخمہ کو لازم ہے اور تیسری بات کا یہ سبب ہے کہ ثفل کی خشکی کی وجہ سے طبیعت پر یہ امر دشوار ہوتا ہے کہ اُسکو نیچے سے دفع کرے پس بنظر آسانی اُسکو اوپر ہی سے دفع کردیتی ہے اور چوتھی بات کا یہ سبب ہے کہ دوا کی کراہت معدہ کو اُسکے قبول کرنے سے مانع ہوتی ہے پس معدہ اُسکو پھینک دیتا ہے اور اُسکے ساتھ ہی اُسکو بھی پھینک دیتا ہے جو اُسکے سبب سے وارد ہوا ہے (معدہ اور آنتون مین) **مؤلف کہتا ہے** اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ قی لانے والی دوا مسہل ہو جاتی ہے یا تو بھوک کی شدت کی وجہ سے (کیونکہ جب معدہ زیادہ بھوکا ہوتا ہے تو دوا کو خوب زور سے لپٹ جاتا ہے خصوصاً جس وقت دوا غذائی ہو پس اس لپٹ جانے کی وجہ سے مواد کے بھرنے معدہ کی تجویف تنگ بند ہو جاتے ہین اور طبیعت مضطر ہوتی ہے اسپر کہ جن مادون کو معدہ کی طرف قی لانے والی دوا کے سبب سے پھینکتی تھی اُنکو آنتون کی طرف پھینکے اور اُنھین دستون کی راہ نکالے اور یہ بھی ہے کہ قی لانے والی دوا بھوک کے وقت معدہ کے نیچے کیطرف اور آنتون کے قریب تشمش کرتی ہے پھر جب دوا مادہ کو جذب کرلیتی ہے تو اُسکا انجذاب آنتون کی طرف ہوتا ہے اسلیے کہ وہی اس سے قریب ہین اور اس سے لامحالہ دست آجاتے ہین) اور یا اس وجہ سے کہ جو قی کا ارادہ کرتا ہے وہ نرم طبیعت ہوتا ہے اور اُسکو دستون کی بیماری ہوتی ہے (اسوجہ سے کہ اُسکے اخلاط عادۃً بالطبع نیچے کی طرف مائل ہیتے ہین پس قی لانے والی دوا بھی خلاف طبع حرکت نہین کرسکتی مگر اُسوقت جبکہ انتہا کی قوی ہو) یا اسوجہ سے کہ جسکا قی کرنے کا ارادہ ہے وہ قی کا عادی اور خوگر نہین ہے (اسلیے کہ طبیعت کو جب معدہ کی راہ سے فضلون کے دفع کرنے کی عادت نہو گی تو قی لانے والی دوا کے جذب کے وقت بھی فضلون کو معدہ کی طرف دفع نکریگی جیسا کہ اُن باتی اعضا کیطرف دفع نہین کرتی جو فضلون کے دفع کرنیکے قابل نہین ہین بلکہ اُس عضو کی طرف دفع کریگی جو جذب کرنیوالے سے قریب ہے اور اُسکی طرف دفع کرنیکی عادت ہوگی اور یہی آنتین ہین پس اسہال پیدا ہو جائیگا) **مین کہتا ہون** پہلی بات کا سبب یہ ہے کہ اکثر اوقات قی لانیوالی دوائین غذائیت ہوا کرتی ہے اور بھوک کی شدت مین یہ بات ضروری ہے کہ معدہ اُسپر خوب اچھی طرح لپٹ جائے اور وہ معدہ کی تجویف مین بیٹھ جائے اور اس وجہ سے اُسکا اوپر کی جانب مائل ہونا مشکل ہوتا ہے اور چونکہ وہ دوا ہے اسلیے طبیعت پر اُسکا نکالنا لازم ہے اور اُسوقت نیچے سے اُسکا نکال دینا طبیعت پر آسان ہے اسلیے وہ اُسکو دستون کی راہ نکال دیتی ہے اور جو کچھ مواد

اُنکی وجہ سے مجتمع ہوگئے ہین وہ بھی اُسکے ساتھ ساتھ نکلجاتے ہین اور دوسری باتکا سبب یہ ہے کہ دستون کا جو شخص مریض
ہوتا ہے اُسکی طبیعت خلط کو نیچے سے دور کرنے کی عادی ہوجاتی ہے لہٰذا اُسیر یہی آسان ہے کہ دواکو بھی نیچے ہی سے نکالدے
اور اسکے معلوم کرلینے کے بعد تیسری بات کا سبب بھی معلوم ہوسکتا ہے **مؤلف کہتا ہے** اور جوان آدمی صفراوی قی
کا زیادہ خوگر ہوتا ہے جو قی کا مطیع ہے (اسلیے کہ صفرا اپنی خفت اور لطافت اور حرارت کے سبب سے چونکہ بالطبع اوپر کی طرف
(یہ صفرا کی صفت ہے ۱۲)
مائل ہوتا ہے اس سے قی کو زیادہ آسانی سے قبول کرلیتا ہے) بخلاف سوداوی کے (کہ یہ قی کا مطیع نہین ہوتا اسلیے کہ سوداوی
چونکہ غلیظ ہے اور اسمین ارضیت غالب ہوتی ہے اسیلیے وہ بالطبع نیچے کی طرف مائل ہوتا ہے اور اُسکا استفراغ اوپر کو دشوار
ہوتا ہے کیونکہ ہر مادہ کا استفراغ اُسی طرف سے آسان ہوتا ہے جدھر کو وہ مائل ہو) لیکن بلغم پس وہ بین بین ہوتا ہے
(اسلیے کہ بلغم مین نہ تو صفرا کی سی لطافت اور خفت ہے اور نہ سودا کی سی غلظت اور ارضیت ہے پس لامحالہ وہ دونون
کے درمیان ہوگا) **مین کہتا ہون** صفرا کا قی کے مطیع ہونا اور سودا کا نافرمان ہونا اور بلغم کا بین بین ہونا ظاہر ہے
محتاج تفصیل نہین۔ **مؤلف کہتا ہے** اور دوا جو دست لاتی ہے وہ اپنی اُس قوت کی وجہ سے لاتی ہے جو اُس
خلط کی جاذب ہوتی ہے جو اُس قوت کے ساتھ مختص ہے (جیسے سقمونیا ہے کہ اسمین صفرا کے جذب کرنے کی قوت ہے اور
جیسے تربد ہے کہ اسمین بلغم کے جذب کرنے کی قوت ہے اور جیسے افتیمون ہے کہ اسمین سوداء کے جذب کرنے کی قوت ہے غرضکہ
ہر دوا کے لیے ایک قوت ہوتی ہے جس سے وہ خلط کو جذب کرتی ہے مگر اُس خلط کو جو اُس قوت کے ساتھ مختص ہو)
نہ اس سبب سے کہ وہ دوا پہلے پتلے مادہ کو جذب کرتی ہے (جیسا کہ بعضے اگلے لوگون نے گمان کیا ہے کہ اسہال دہی
دوا کا جذب کرنا ہے مگر دوا پہلے پتلے کو جذب کرتی ہے اسکے بعد گاڑھے کو) اور نہ ہمشکل ہونے کے سبب سے جذب کرتی ہے
اور نہ تھوڑا سونا بہت سے سونے کو جذب کرلے (اسلیے کہ ان دونون مین جوہری مشاکلت ہے وہ اُس مشاکلت سے
زیادہ قوی ہے جو خلط اور دوا مین ہے اسلیے کہ یہ دونون ایک نوع کی دو فردین ہین بخلاف خلط اور دوا کے) لیکن جالینوس
اسکا قائل ہے (کہ جذب مشاکلت کی وجہ سے ہوتا ہے) اور اُسکا یہ گمان ہے کہ جو دوا سمی نہین ہے جب وہ اسہال نہین کرتی
(اور ہضم ہوجاتی ہے) تو اُس خلط کو پیدا کرتی ہے جسکو ہمشکل ہونے کی جہت سے جذب کرتی تھی یعنی جسکو جذب سے
نکالتی تھی جب نہین نکلتی تو اُسکو بڑھاتی ہے اسی سبب سے یہ خلط بدن مین زیادہ ہوجاتا ہے (یعنی اسہال نہونے کے
وقت) اور حق بات یہ ہے کہ ایسا ہے نہین (کیونکہ اگر ایسا ہو تو لازم آئیگا کہ یہ خلط اُسی قدر بڑھے جسقدر دوا اُسکی
طرف مستحیل ہوئی حالانکہ خلط زیادہ بڑھ جاتا ہے) اور حق یہ ہے کہ جالینوس کا خیال صحیح نہین ہے یعنی جذب مشاکلت
سے اسہال نہین ہوتا اور رہا خلط کا بڑھجانا بدن مین تو یہ اس وجہ سے ہے کہ خلط مذکور حرکت کرتی ہے اور منتشر ہوکر

سیلان کرتی ہے اور اس وجہ سے ہے کہ اس خلط کے غلبہ کی وجہ سے اور اخلاط بھی اسی کی طرف مستحیل ہو جاتے ہین (یعنی اس خلط پر کیفیت فاسدہ غالب ہوگئی ہے خصوصاً حرکت اور سیلان کی وجہ سے اسمین اور فساد پیدا ہو گیا ہے اسلیے جب اسمین اور اخلاط بھی ملجاتے ہین تو یہ مقدار مین زیادہ ہو جاتا ہے اور حرکت کی حرارت سے اسمین تخلخل بھی پیدا ہو گیا ہے ان وجوہ سے اس خلط کی مقدار زیادہ ہو گئی ہے یہ نہین ہے کہ اسہال ہونے کے وقت دوا کی مشاکلت سے خلط بڑھجاتا ہے) **مین کہتا ہون** دوا ے مسہل کے سبب اسہال مین لوگون کے دو مشرب ہین پہلا مسلک تو یہ ہے کہ دوا مین ایک قوت ہوتی ہے جو خلط کو جذب کرتی ہے اسی قوت کو دوا کی خاصیت بھی کہتے ہین جیسے مقناطیس مین لوہے کے کھینچنے کی ایک قوت ہوتی ہے اور یہ قوت کوئی کیفیت یا دوا کا مزاج نہین ہر اگاہ عناصر کی خاص مقدارون سے ملکر ایک جرم پیدا ہوا اور انکی کیفیات مین ایک خاص نسبت ہے تو اس جرم مرکب مین ایک استعداد خاص ہے جسکی وجہ سے اللہ تعالی نے اسمین ایک قوت خاص عطا فرمائی یہی خاصیت ہے اور یہ قوت درحقیقت اس ممتزج کی صورت نوعیہ ہے اور کبھی محمودہ کے استعمال سے دست نہین آتے اسکی وجہ یہ ہے کہ جو دوا بالخاصیت اثر کرتی ہے اسمین یہ شرط ہے کہ اسکے اثر روکنے والی کوئی چیز نہو جیسے کبھی مقناطیس لوہے کو جذب نہین کرتا اور یہ اسوقت جبکہ لوہے پر لہسن مل دیا جائے اور جو لوگ اس قوت جاذبہ کے قائل ہین انکے دو فرقے ہین ایک فرقہ تو یہ کہتا ہے کہ ہر دوا مین ایک قوت جاذبہ ہوتی ہے جو فقط اسی مجذوب کو جذب کرتی ہے جو اسکے ساتھ مخصوص ہو جیسے کہ سقمونیا یعنی محمودہ فقط صفرا ہی کا اسہال کرتی ہے اور خربق فقط سودا ہی کے ساتھ خاص ہے اور اندراین کا گودا بلغم کے ساتھ مخصوص ہے بلکہ جیسے غاریقون رقیق سودا کے لیے اور تربد لطیف بلغم کے لیے اور شراب الورد مکرر لطیف صفرا کے ساتھ اور سورنجان بلغم لزج اور لسدار کے ساتھ اور سنا مکی محترق سودا کے لیے اور علی ہذا القیاس اور یہ جو بعض ادویہ ایک خلط سے زیادہ کو نکالدیتی ہین سو اسکی یہ وجہ ہے کہ اسکی خاصیت ہی یہ ہے کہ کئی کام کرے اور یہ جیسے ایارج ہے کہ بلغم اور صفرا دونون کو نکالدیتا ہے اور یہ قول اکثر اطبا کا ہے اور مؤلف نے اسی کو اختیار کیا ہے اور ایک فرقہ یہ کہتا ہے کہ ہر مسہل دوا مین ہر خلط کے اسہال کی خاصیت ہوتی ہر دکوئی مسہل دوا کسی خاص خلط کے لیے مخصوص نہین ہے) مگر اتنی بات ہے کہ وہ ہر خلط کے رقیق کو پہلے جذب کرتی ہے اور گاڑھے کو بعد مین اور یہ قول باطل ہے کیونکہ ہم صریحاً دیکھتے ہین کہ جو دوا مسہل سودا ہوتی ہے وہ فقط سودا ہی کو نکالتی ہے اور بقیہ اخلاط باقی رہجاتے ہین اور دوسرا مسلک یہ ہے کہ دوا مین اور اس خلط مین جسکا اسہال اس دوا سے ہوتا ہے جوہری مشاکلت ہوتی ہے پس چونکہ یہ دونون طبیعت مین مشترک ہین وہ خلط اس دوا کی طرف کھنچ آتا ہے اور اسکے ساتھ نکلجاتا ہے اور اس ملجانے کی علت دونون کا ہم جنس ہونا ہے اور جو لوگ اس مسلک پر چلنے والے ہین وہ سند مین

یہ بات پیش کرتے ہین کہ اسی وجہ سے مچھلی کھانے سے پیاس معلوم ہوتی ہے اگرچہ تازی ہو کیونکہ اُسکی طبیعت پانی کے مشاکل
ہے ورنہ یہ تو ظاہر ہے کہ مچھلی رطب ہے اور جالینوس اسی کا قائل تھا اور گمان کیا کرتا تھا کہ غیر سمی دوا جب ہضم ہو جائے
اور اسہال نکرے تو وہ ایسے خلط کو پیدا کر دیتی ہے جسکو اسہال سے نکالتی تھی اور جالینوس نے اسپر دلیل یہ پیش کی ہے
کہ ہم دیکھتے ہین کہ جب کوئی دوا جو کسی خلط کی مسہل ہوتی ہے اسہال نہین کرتی تو اُس دوا کے پینے کے بعد وہ خلط بدن مین
بڑھجاتا ہے اور یہ جو تخصیص کی کہ دوا زہریلی نہو تو تخصیص کرنے کی یہ وجہ ہے کہ جو دوا زہریلی ہوتی ہے وہ خلط کو نہین پیدا
کرتی بلکہ طبیعت اُسکو دفع کر دیتی ہے یا عاجز آجاتی ہے تو خرابی مین پڑجاتی ہے اور مولف نے اس مسلک کو صراحۃً باطل
کیا ہے کہ اگر جذب مشاکلت کی وجہ سے ہو تو لازم آوے کہ تھوڑا سونا بہت سونے کو جذب کرے لیکن جذب کرنا باطل ہے
تو جذب کا مشاکلت کی وجہ سے ہونا بھی باطل ہے اور ان دونون باتون مین ملازمہ اسلیے ہے کہ ایک نوع کے سب
افراد آپسمین ضرور مشاکلت رکھتے ہین بلکہ مماثل ہین اور یہ جو کہا کہ تھوڑا سونا بہت سونے کو جذب کرے تو بہت کی
قید اسلیے لگائی کہ اسوقت مین الزام خوب چسپان ہوتا ہے کیونکہ محمودہ ایک دانگ بہت سے صفرا کا اسہال کرتی ہے اور
سونے کا سونے کو جذب کرنا مشاہدہ سے باطل ہے اور جالینوس کے استدلال سے مولف نے یہ جواب دیا ہے کہ جب
دوا خلط کا اسہال نکرے تو اُسوقت مین خلط کا بڑھ جانا اسوجہ سے ہوتا ہے کہ وہ خلط بدن مین متحرک ہوتا ہے اور
بدن مین پھیل جاتا ہے اور باقی اخلاط کو اپنے غلبہ اور حرکت کی وجہ سے اپنی شکل بنا لیتا ہے جاننا چاہیے کہ مشاکلت کا
قائل ہونا سخت غلطی ہے کیونکہ اگر جذب مشاکلت کی وجہ سے ہو تو مناسب یہ ہے کہ خلط دوا کو جذب کرے نہ کہ
دوا خلط کو کیونکہ جو زیادہ ہوگا اُسی مین مشاکلت کا سبب زیادہ پایا جائیگا اور یہ بھی جاننا چاہیے کہ جذب صرف
اسکو چاہتا ہے کہ جاذب اور مجذوب دونون مین تماس ہو جائے اور مواد جو کہ جذب کے بعد نکلتا ہے طبیعت کا فعل ہے
مقناطیس اور لوہے کے جذب کو ملاحظہ فرمائیے مولف کہتا ہے مسہل دوا سے پہلے حمام کرنا اسہال پر اعانت
کرتا ہے (اسی طرح قی لانے والی دوا سے پہلے حمام کرنا بھی استفراغ پر معین ہوتا ہے کیونکہ حمام مواد کو لطیف کرتا ہے
اور کھینچتا ہے اور پھیلاتا ہے اور پکاتا ہے اور بہاتا ہے اور کھولتا ہے اور مسہل اور قی دوا کے جذب سے نکلنے کے قابل
بنا دیتا ہے اور اعضا کو نرم کرتا ہے اور اُن مجرون کو جنمین مواد مندفع ہوتے ہین مجتمس اور رکے ہوے مادون کو
بہا دینے سے کھول دیتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ حمام مین اور دوا کے پینے مین تھوڑا سا زمانہ ہو بعض طبیبون نے آدھی
گھڑی معین کی ہے یہانتک کہ حمام کے آثار بدن مین باقی ہون) اور مسہل کے ایک دن بعد بقیہ مواد [illegible] کرتا ہے
دافع دوا کے عمل سے تھوڑی دیر بعد موجب ضعف ہوتا ہے کیونکہ ایک استفراغ دوسرے استفراغ کے بعد مضر ہے

اور موجب ضعف) اور دوا ے مسہل کے ساتھ ساتھ حمام کرنا (یعنی دوا کے ساتھ اُسکے عمل کے تمام ہونے سے پہلے) دوا کے فعل کا قاطع ہے (اسلیے کہ حمام اپنی پسینا لانے والی حرارت کے سبب سے مواد کو ظاہر بدن کی طرف جذب کرتا ہے اور یہ امر اسہال کا مانع ہے کہ وہ مادہ کو اندر کی طرف کھینچ کر ہوتا ہے یعنی اسہال کا کام تو یہ ہے کہ مادہ کو اندر کی طرف کھینچے اور حمام کا کام یہ ہے کہ مادہ کو ظاہر جلد کی طرف جذب کرے پس ان دونون کے فعل مین تعارض ہے) مین کہتا ہون دوا کے پہلے حمام کرنا اسہال پر اسلیے معین ہوتا ہے کہ حمام خلطون کی تلطیف کرتا ہے اور مجرون کو کھولتا ہے اور مادی فضلون کی تحلیل کرتا ہے جو اسہال سے مانع ہوتے ہین کیونکہ یہ فضلے دوا کے راستے مین ہوتے ہین اور مسہل کے ایک دن بعد حمام کرنا بقیہ مواد کی تحلیل اسلیے کرتا ہے کہ جلد کے نیچے جو فضلے ہوتے ہین اُنکے دور ہونے کی وجہ سے اور اسوجہ سے کہ حرارت اسہال کے کام مین مشغول ہونے کی وجہ سے باطن کی طرف متوجہ ہے دوا ان فضلون مین اپنا کام کرنے سے عاجز ہوتی ہے اور حمام انکو تحلیل کر دیتا ہے اور دوا کے ساتھ ساتھ حمام کرنا دوا کے عمل کو اسلیے باطل کرتا ہے کہ یہ حمام اپنی حرارت کی وجہ سے سب خلطون کو باہر کی طرف جذب کر لیتا ہے پس اسکا فعل دوا کے فعل کے مخالف اور برعکس ہوتا ہے اور اس سے دوا کا عمل باطل ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ جب اسہال کے روکنے کا قصد کرتے ہین تو حمام کا حکم کرتے ہین یا گرم پانی پر جھکاکر اُسکی بھاپ سے پسینا لانے کا حکم دیتے ہین واللہ اعلم بالصواب مؤلف کہتا ہے اور کھانا اکثر دواؤن کے عمل کو باطل کر دیتا ہے اسلیے کہ طبیعت ہضم کے کام مین مشغول ہوکر مواد کے دفع کرنے سے غافل ہو جاتی ہے (اسلیے کہ استفراغ فقط دوا کے جذب ہی سے پورا نہین ہو جاتا بلکہ اسکے ساتھ طبیعت کا مجذوب مادہ کو دفع کرنا بھی شرط ہے کیونکہ اگر طبیعت مواد کو دفع نہ کریگی تو مواد دوا کے ساتھ اُسی مقام پر پڑے رہجاینگے جہان جذب ہوکر آئے ہین اور باہر نہ نکلینگے کیونکہ جذب کے بعد جب مجذوب جاذب تک پہنچتا ہے تو اُسی جاذب کے پاس ٹھہرا رہتا ہے یہان تک کہ دفع کرنے والا اُسکو باہر کی طرف دفع کر دے) اور اسلیے کہ غذا سے دوا مل جاتی ہے اور یہ ملجانا دوا کی قوت کو توڑ دیتا ہے اور جو شخص نہار منھ مسہل کی تاب نہ لا سکے (مثلاً گرم مزاج ضعیف الترکیب ضعیف المعدہ ہو کیونکہ جو شخص گرم مزاج ضعیف الترکیب ہوتا ہے اُسکے بدن مین تحلیل بہت ہوتی ہے اور جسکا معدہ ضعیف ہوتا ہے اُسکے معدہ کیطرف فضلون کے گرنیکی صلاحیت زیادہ ہوتی ہے کہ وہ کرب اور متلی پیدا کرتے ہین) تو اُسکو چاہیے کہ دوا پینے سے پہلے کچھ تھوڑا سا کھا لے مثل آش جو یا آب انار کے (تاکہ غذا نہونے سے تحلیل اور ضعف بدن مین نہ بڑھ جائے اور تاکہ دوا کے عمل کی مدت بھر معدے کے دیر تک خالی رہنے سے معدہ پر سنگرا کا انصباب نہو) اور اگر دوا کے استعمال کرنے سے پہلے مثل انار کے کھالیگا (مثل انار سے وہ چیز مراد ہے جس مین تغذیہ کے ساتھ قبض ہو اور معدہ کی تقویت کرے کہ معدہ مین فضلون کی ریزش سے

شیرین ہوا ترش ۱۲ منہ

مانع ہو) پس یہ انار اکثر اوقات اپنے عصر کی وجہ سے دوا کی اعانت کرتا ہے (یہ قول پہلے قول والاکل یقطع عمل اکثر الادویۃ
کھانا بہت سے دواؤن کے عمل کو باطل کردیتا ہے)
سے استثنا ہے یعنی کھانا اکثر دواؤن کے عمل کو باطل کردیتا ہے لیکن بعض غذائی دوائین جنمین قوت عاصرہ ہوتی ہے اُنکا کھانا
بسا اوقات مسہل دواؤن کی اعانت کرتا ہے اور اعانت کرنیکا سبب یہ ہے کہ یہ دوا سے غذائی فم معدہ اور اُسکے متصل کو
نچوڑتی ہے پس وہ اخلاط کہ معدہ کے اوپر ہین اور دوا نیچے کو نیچے کو اُتر آتے ہین اور اس سے اسہال مین آسانی ہوجاتی
ہے اور سبب یہ ہے کہ انار مثلاً متلی کو دور کرتا ہے جو کہ اسہال سے مانع ہوتی ہے کیونکہ مواد متلی کے ساتھ اوپر کو جاتا ہے اور
اسہال مین نیچے کی طرف مائل ہوتا ہے) **مین کہتا ہون** مؤلف نے یہ نہین کہا کہ کھانا تمام دواؤن کے عمل کو باطل کردیتا ہے
یا ایسا ہے کہ ممکن ہے کہ کھانا بعض دواؤن کے عمل کو باطل نہ کرے مثلاً وہ دوا قوی الاسہال ہو اور یہ جو مؤلف نے کہا ہے کہ
طبیعت غذا کے ہضم کرنے مین مشغول ہوکر دفع کرنے سے غافل ہوجاتی ہے اسکی بنا اُسی بات پر ہے جسکو ہم اس سے پیشتر ذکر
کرچکے ہین وہ یہ کہ اسہال فقط دوا کے جذب ہی سے پورا نہین ہوجاتا بلکہ اسکے ساتھ طبیعت کا مادہ کو دفع کرنا بھی شرط ہے)
اور نہار منھ استفراغ پر صبر نہ کرنے کا سبب قوت کا ضعیف ہونا ہے۔ اور انار سے جو اسہال ہوتا ہے اُسکی وجہ یہ ہے کہ
انار معدہ کو دباتا ہے اور نچوڑتا ہے اور نچوڑنے سے یہ ہوتا ہے کہ جس چیز کو نچوڑا جاتا ہے اُسمین جو کچھ ہوتا ہے وہ سب
نکل آتا ہے **مؤلف کہتا ہے** اور ضعیف دوا استعمال کرنے پر سو رہنا دوا کے عمل کو قطع کردیتا ہے یا ضعیف کردیتا ہے
اور قوی دوا پر سونا اُسکے فعل کو قوی کرتا ہے اور ضعیف اور قوی دوا کے عمل کے بعد سونا اُنکے عمل کو باطل کردیتا ہے
مین کہتا ہون جب کوئی شخص دوا پی کر سوئے تو دو حال سے خالی نہین یا دوا کے عمل شروع ہونے سے پیشتر سوئیگا
یا بعد کو اگر عمل مین شروع کرنے سے پہلے سوئے تو دو حال سے خالی نہین یا وہ دوا قوی ہوگی یا ضعیف اگر قوی ہوگی تو
نیند اُسکے فعل کو اور قوی کردیگی کیونکہ نیند کی وجہ سے حرارت غریزیہ باطن کی طرف متوجہ ہوگی اور دوا کا عمل ظاہر ہوگا
اور اُسکو قوت پہونچیگی کیونکہ جب تک دوا حرارت غریزیہ کے اثر کو نہین قبول کرلیتی اپنا اثر نہین کرسکتی اور یہ فرض کرلیا گیا
ہے کہ دوا قوی ہے اور اُسکے لیے مؤثر قوی کی ضرورت ہے تو یہ ضرور اُس دوا کو اُسکے کام مین معین ہوگا کیونکہ وہ دوا
کو دفع کرنے کا قصد کریگا اور اُسکے ساتھ بہت سا اخلاط نکلجائیگا اور اگر دوا ضعیف ہوگی تو نیند اُسکے عمل کو قطع کردیگی
یعنی باطل کردیگی کیونکہ یہ فرض کرلیا گیا ہے کہ یہ نیند دوا کے عمل سے پہلے ہے اور نیند اُسکے عمل کو باطل اسلیے کردیتی
ہے کہ حرارت غریزیہ جو نیند مین باطن کی طرف متوجہ ہوتی ہے تو وہ دوا کو مغلوب کریگی کیونکہ دوا ضعیف ہے اور طبیعت
کی مخالف ہے اور اگر دوا کے عمل کے بعد سو جائیگا تو نیند اُسکے عمل کو باطل کردیگی عام اس سے کہ دوا قوی ہو یا ضعیف
اگر ضعیف ہو تو اُسکے عمل کا باطل ہوجانا ہماری پچھلی تقریر سے بخوبی واضح ہے لیکن اگر قوی ہو تو اُسکے عمل کے باطل

ہونے کی یہ وجہ ہے کہ گو وہ قوی تھی لیکن اپنا عمل شروع کرنے سے ضعیف ہو گئی اور یہین سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ اثناے عمل مین سونا نہایت ہی مضر ہے کیونکہ اس حالت مین بدن مین وہ خلط رکی رہیگا جسکا دفع ہونا ضروری ہے مؤلف کہتا ہے جو دوا پینے سے نفرت کرتا ہو اسکو چاہیے کہ ترخان چبائے (یہ ایک مشہور گھانس ہے گرم خشک اسکے چبانے سے منہ کی حس جاتی رہتی ہے) اور اگر اس سے زیادہ ذائقہ کو پھیکا کرنا منظور ہو تو عناب کی پتی چبائے اور کبھی قوت ذائقہ کو برف سے باطل کیا جاتا ہے (اسلیے کہ برف روح کو غلیظ کر دیتی ہے اور پھر روح اعضا مین اچھی طرح نفوذ نہین کر سکتی اور اعضا کو بھی کثیف کر دیتی ہے کہ انمین روح نہین نفوذ کر سکتی اور زیادہ ٹھنڈک پہونچانے کی وجہ سے اعضا کو بے حس کر دیتی ہے) اور جس کو دوا کی بو سے نفرت ہو اور تنفر کے سبب سے متلی اور قی کے حادث ہو جانے کا خطرہ ہو تو اسکو چاہیے کہ اپنے دونون نتھنے بند کر لے (تاکہ دوا کی بو کو نہ سونگھے) اور جسے قی آجانے کا ڈر ہو تو اسکے ہاتھ پانون کس کے باندھ دین (کیونکہ جو مواد معدہ کی طرف متوجہ تھا وہ الم کی وجہ سے اطراف کی طرف جذب ہو جائیگا اور قی اسی لیے ہوتی ہے کہ بعض مواد معدہ کی طرف متوجہ ہو جاتے ہین) اور مسہل کے بعد مقوی چیز کھائے جو قابض معدہ ہو جیسے انار اور ریباس (بالکسر ریواج کا معرب ہے یہ ایک خود رو بوٹی ہے نہایت نازک کھائی جاتی ہے مزہ اسکا میخوش یعنی کھٹے مٹھا ہوتا ہے کذا فی البرہان وغیرہ) اور سیب اور پودینہ (تاکہ معدہ اُس مواد کو نہ قبول کرے جو اُسکی طرف متوجہ ہے) اور گرم پانی صرف اسقدر پلایا جائے کہ اُس سے مسہل کی گولیان یا لعوق وغیرہ گھل جائین (اور اُنکی قوتین بدن مین پھیل جائین اور طبیعت اُنکی قوتون کو فعل کی طرف باسانی لے آئے) اور اتنا گرم پانی نہ پلایا جائے کہ مسہل دوا کو نکال دے اور اگر دوا سے مسہل بہتی ہوئی ہو مثلاً جوشاندہ یا خیساندہ تو اسپر گرم پانی پینا ہرگز جائز نہین ہے اسلیے کہ گرم پانی اُسے دھو ڈالیگا اور اُسکو معدہ سے جلد نکال دیگا اور معدہ مین اتنی دیر نہ رہنے دیگا کہ اُسکا فعل پورا ہو جائے کیونکہ مسہل مین گرم پانی رقت اور سیلان کو زیادہ کر دیتا ہے) اور دوا کا عمل باطل ہو جانے کے بعد اتنا گرم پانی پیے کہ اُسکو معدہ سے بالکل نکال دے اور جسکو اپنے پیٹ مین مروڑا معلوم ہو (یا تو اس سبب سے کہ اسہال کے وقت جو مادہ نکلتا ہے وہ اپنی حدت سے آنتون کو چھیلتا ہے یا یہ کہ دوا کی کیفیت مین حدت ہے) تو اُسکو چاہیے کہ گھونٹ گھونٹ گرم پانی پیے (کیونکہ گرم پانی معدہ اور آنتون کو ڈھیلا کرتا ہے اور انھین دھو ڈالتا ہے اور جو کچھ اُنمین ہے اُنکو رقیق کر کے جلد نکال دیتا ہے اور دوا کی مضرت کو کھو دیتا ہے اور گرم پانی خود بھی دست آور ہے اسلیے کہ آنتون کو ڈھیلا کر کے کشادہ کر دیتا ہے) یا یہ کہ چند قدم ٹہلے (اسلیے کہ تھوڑی سی حرکت اسہال پیدا کرنے والے مادے کے نکالنے پر اور نیچے اتارنے پر اعانت کرتی ہے اسلیے کہ اس حرکت سے اخلاط کو حرکت ہوتی ہے اور اُنکا نکلنا آسان ہو جاتا ہے اور اسلیے کہ بدن کو گرمی

پہونچاتی ہے اس سے اخلاط دوا سے منفعل ہونے کے بعد بہ نکلتے ہین اور دوا مین بھی حرکت دیتی ہے اور دوا کو ایک مقام پر
نہین ٹھہرنے دیتی کہ وہ معدہ اور آنتون مین ٹھہر کر اپنی حدت سے اُنمین خراش پیدا کرے) اور دوا کا عمل قطع ہونیکے
وقت گرم مزاج شخص کو سیب کے شربت یا ٹھنڈے پانی کے ساتھ اسبغول پلایا جائےگا (اسبغول تو اسلیے کہ دوا کی حدت
کو تسکین ہو اور اخلاط اور ارواح کی حرکت سے جو حرارت پیدا ہوئی ہے اسکو تسکین ہو اور آنتون مین جو کچھ باقی ہو وہ پھسلکر
نکلجائے اور سیب کا شربت اسلیے کہ دل اور معدہ کی تقویت ہو اور جو ضعف عارض ہوا ہے اُسکا تدارک ہوجائے) اور
عرق گلاب مین شکر ملا کر شربت پلایا جائے (تاکہ تقویت اور جلا ہو) اور جسکا مزاج معتدل ہو اُسکو چاہیے کہ اسبغول اور
تخم ریحان کا استعمال کرے (تاکہ اسبغول کی ٹھنڈک کی تعدیل کرے اور دل کو قوت پہونچائے اور آنتون مین جو کچھ
ہے اُسکو پھسلا کر نکالدے) اور سرد مزاج کو چاہیے کہ فقط تخم ریحان پر اکتفا کرے (بغیر اسبغول کے) اور چاہیے
کہ دستون اور قی کے بعد ایسی چیز سے غذا ہو جو خوش مزہ اور جید الجوہر ہو (یعنی صالح الکیموس تاکہ اُسکے فضلے کم ہون
اور جزو بدن زیادہ ہو اور خوشمزہ کی یہ ضرورت ہے کہ طبیعت اُسے قبول کرلے اور اعضا اُس سے زیادہ حصہ لین
اور قوتون اور اعضا اور روحون کو تقویت ہو اور استفراغ کی وجہ سے جو ضعف حادث ہوا ہے اُسکا تدارک ہوجائے)
جیسے مرغ کے چوزے ہین اور معمولی مقدار سے کم کھائی جائے اسلیے کہ اعضا اپنے خالی ہونے کے سبب سے
غذا کو قوت کے ساتھ جذب کرینگے پس اگر بھرا ہوا اور بوجھل معدہ غذا کے دفع کرنے مین اعضا کی اعانت کریگا
(اعضا کی طرف ۱۲)
تو سدے پڑجائینگے اور دقت واقع ہوجائیگی (جب معدہ غذا سے بھر جاتا ہے اور کھنچنے لگتا ہے تو اُسکو دفع کردیتا
ہے کیونکہ اُس سے فعل معدہ مین مزاحمت واقع ہوتی ہے خصوصًا اُسوقت جبکہ قوتین ہضم کرنے سے ضعیف
ہوجاتی ہین اور سدے پڑجانے کی یہ وجہ ہے کہ معدہ غذا کے ہضم ہونے سے قبل اُسکو دفع کردیگا اور اعضا
ہضم کے پہلے غذا کو جذب کرینگے پس لامحالہ سدے پیدا ہوجائینگے اور جو امراض سدون سے پیدا ہوتے
ہین اُنکا ورود ہوگا) **مین کہتا ہون** جس شخص کو دوا پینے سے نفرت ہو تو اُسکو چاہیے کہ ترخون یا عناب کی پتی
دوا پینے سے پہلے چبائے کیونکہ یہ چیزین قوت ذائقہ مین تخدیر پیدا کرکے اُسکو باطل کردیتی ہین یہانتک کہ جو شخص عناب
(خاؤ معجمہ ۱۲)
کی پتی چبا لیتا ہے وہ میٹھے اور کھٹے مین تمیز نہین کرسکتا اور نتھنون کے بند کرنے مین یہ مصلحت ہے کہ دوا کی بو دماغ
تک نہ چڑھنے پائے اور نہ ہاتھ پانون اسلیے باندھے جاتے ہین کہ کہین دوا کی قی نہ کردے کیونکہ ہاتھ پیر کے باندھنے سے
جو تکلیف ہوتی ہے اُسکی وجہ سے قی کی طرف سے مادہ ہٹ کر ہاتھ پیرون کیطرف متوجہ ہوجاتا ہے اور اس سے بدرجہ
مین اجتماع پیدا ہوتا ہے اور یہ جو مولف نے کہا ہے کہ گرم پانی اسقدر پیے کہ گولیون کو اور اُن چیزون کو جو گولیون کے

مشابہ ہین گھلادے اس مشابہ سے مؤلف کی غرض ٹکیان اور سفوف وغیرہ ہین اور مسہل دوا کے پینے پر دو تین
دن تک سکنجبین نہ پیے کیونکہ اس سے معدہ مین اور آنتون مین خراش پیدا ہوتا ہے اور متن مین جو کچھ تدبیر کا طریقہ
لکھا ہے وہ سب ظاہر ہے زیادہ تفصیل کا محتاج نہین ہے **مؤلف کہتا ہے** جو شخص دستون کی دوا پیے اور
دست نہ آوین (مثلاً دواؤن کا عمل ضعیف ہو یا یہ کہ مجرے خلقۃً تنگ واقع ہوے ہون یا یہ کہ کسی مرض سکتہ یا فالج
کی وجہ سے مجاری تنگ ہو گئے ہون یا یہ کہ کوئی نفسانی سبب غصہ وغیرہ ہو کہ اس صورت مین طبیعت مع روح
اور خون کے ظاہر کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے یا یہ کہ کتاب کا مطالعہ شروع کردے کہ اس سے بھی طبیعت مین
دوا کی طرف سے نسیان پیدا ہو جاتا ہے یا یہ کہ ہوا مین افراط کی گرمی ہو کہ اس سے مسامات بالکل کھلجاتے ہین اور
دوا باطن مین اپنا عمل نہین کرسکتی یا یہ کہ افراط کی سردی ہو کہ اس سے مسامات بند ہو جاتے ہین) اور تسکین ممکن ہو تو
تسکین کی جائے (یعنی اُن اعراض کی تسکین جو دوا کی تحریک اور دستون کے نہ آنے سے پیدا ہون جیسے مروڑا
اور آنکھون کا اندھیرا اور دردسر وغیرہ اسلیئے کہ طبیعت دوا کی اسہالی قوت کو بے مشقت کھو دیتی ہے) اور اگر تسکین نہو سکے
تو معدہ کو نچوڑنے والی چیزون کے کھانے سے تحریک کی جائے (اور اسہال پر اعانت کیجائے) یا تلیین کرنے والے
حقنون یا دست لانے والے شیافون سے (اسلیئے کہ یہ سب کے سب دوا کے عمل پر مدد کرتے ہین اور معدے اور آنتون
سے بے تکلف دوا کو نکالدیتے ہین) لیکن (مسہل کی تحریک کرنا اور دوسرے مسہل سے اسکی اعانت کرنا اسطرح کہ)
ایک دن مین دو مسہلون کو جمع کیا جائے تو خطرہ کی بات ہے (اسلیئے کہ دوسرا مسہل اگر پہلے مسہل کی تحریک کریگا
اور اُسکا عمل کرادیگا اور اُسکے ساتھ خود بھی عمل کریگا تو عمل مین افراط واقع ہو جائیگی جو نہایت ضعف یا ہلاکت کا سبب
ہوگی اور اگر پہلے مسہل کی تحریک نہ کریگا اور خود بھی اُسی مانع کے سبب سے جسنے پہلے مسہل کو عمل سے روکا ہے
اثر نہ کریگا تو ان دونون کے جمع ہو جانے سے بہت سے مواد حرکت کرینگے کہ اُنکی گنجائش مجرون مین نہ رہیگی اور قوتین
اُنکے دفع کرنے پر قادر نہونگی اور سخت سخت امراض پیدا ہو جائینگے) اور اکثر اوقات دوا کے دست نہ لانے کی حالت
مین فصد کی ضرورت ہوتی ہے مگر اُسوقت جبکہ بُرے آثار پائے جائین (مثلاً بدن مین تمدد پیدا ہو جائے اور آنکھین دھنس
جائین) اور مادے کسی رئیس عضو کی طرف مائل ہون کیونکہ یہ اعراض جبھی لاحق ہوتے ہین جبکہ مادہ نہایت کثرت کے
ساتھ ہو اور خون کے سواے بدن مین کوئی اور ایسا مادہ نہین جو اس کثرت کے ساتھ ہو لہذا اسوقت فصد کی ضرورت
ہے اسمین غفلت نہو) **مین کہتا ہون** تسکین ممکن ہونے سے یہ غرض ہے کہ دوا پینے کے بعد مریض مین بُرے آثار
نہ پیدا ہون جیسے مروڑا ہے اور آنکھون کا اندھیرا ہے اور قلق اور بیچینی اور اضطراب ہے اور قابض چیزون سے وہ چیزین مراد

ہین جو معدے کو نچوڑین جیسے ترش انار اور سیب۔ اور یہ پیاس سے آور تلیین کرنے والے حقنون اور دست لانیوالے شیافون کا ذکر دوسرے فن کے دو جملون مین سے دوسرے جملہ کے دوسرے باب کے شروع مین آئیگا اور دوسرے مسہل کا پلا دینا سخت غلطی ہے کیونکہ دو مسہل یکے بعد دیگرے تھکا دیتے ہین اور قوت کو ضعیف کر دیتے ہین اور اُسکے باعث ہین کہ ردی فضلے آنتون پر گرین اور اُنکو ضرر پہونچائین (اسی روز ۱۲) اور وہ بُرے اعراض جو فصد کا محتاج بناتے ہین وہ مثلاً بدن کا تمدد اور آنکھون کا دھنس جانا اور ہچکی وغیرہ ہے کہ یہ سب اس کی دلیل ہین کہ مواد بکثرت ہین اور ہیجان مین ہے اور فصد استفراغ کلی ہے یہ نافع ہوگا (اور بدن سے بہت سے مواد کو نکالکر اُسکا تنقیہ کر دیگا) **مؤلف کہتا ہے** اور جس شخص کو دوا پینے سے زیادہ دست آجائین پس چاہیے کہ اُسکے ہاتھ پاؤن (مضبوط بندش سے) باندھ دیے جائین (تاکہ مواد آنتون سے ہاتھ پاؤن کی طرف متوجہ ہو جائے) اور قوابض پلائے جائین (تاکہ رگون کے منھ تنگ کر دین اور انھین سمیٹ دین پھر اُنسے مواد نہ نکل سکے کیونکہ جب رگون کے منھ کھلے ہوتے ہین تو قوت ماسکہ اُنکے بند کرنے پر قوت نہین رکھتی کہ اُنسے کچھ نہ نکلے) اور پیٹ پر قابض دواؤن کا لیپ لگایا جائے (تاکہ آنتین مجتمع ہو جائین اور قوی ہو جائین اور جو مادے اُنپر گرتے ہین اُنکو نہ قبول کرین) اور پسینہ بلایا جائے (تاکہ مواد ظاہر کی طرف متوجہ ہون) اور اُسکے رہنے کا مکان ٹھنڈی خوشبوؤن سے خوشبودار کیا جائے (تاکہ ارواح کی تقویت کرین اور اُنکی حرارت کی تعدیل کرین جو حرکت سے پیدا ہوگئی ہے اسکے بعد قوتین رگون کے روکنے پر قوی ہو جائینگی) **مین کہتا ہون** ہاتھ پاؤن کے باندھ دینے سے روح ایک جگہ جمع ہو جاتی ہے اور مواد درد کی وجہ سے بدن کے اطراف کی جانب کھنچ آتے ہین اور قابض دواؤن سے وہ دوائین مراد ہین جو عاصر یعنی معدہ کی نچوڑنے والی ہون جیسے سفوف لطین وغیرہ ہے جنکا ذکر اسہال کے علاج مین آئیگا اور پسینہ بلانا اور حمام مین داخل ہونا وغیرہ اُسوقت ہے جبکہ ضعف کا خوف نہو اور ٹھنڈی خوشبو سے صندل اور کافور وغیرہ مراد ہے **نسخۂ مجربہ** جید دستون کے روکنے کیلیے مجرب نسخہ یہ ہے کہ حب الرشاد تین درہم لے کر اُنکو بھون لیا جائے اور دہی مین پکایا جائے یہان تک کہ بند ہو جائے اسکا استعمال اُسی وقت دستون کو روک دیتا ہے **مؤلف کہتا ہے** واضح ہو کہ قے معدہ کا تنقیہ کرتی ہے اور قوی کرتی ہے اور بینائی کو تیز کرتی ہے اور سر کے بوجھ کو دور کرتی ہے (برابر ہے کہ یہ گرانی یا تو اسوجہ سے ہو کہ معدے کے فضلون سے انجرے اُٹھ اُٹھ کر دماغ کی طرف چڑھے ہین یا خود اُن فضلون کے سبب سے ہو جو سر مین موجود ہین) اور گردون اور مثانے کے قرحون کو مفید پڑتی ہے (اسلیے کہ جن مواد سے یہ قروح پیدا ہوتے ہین اور جن رطوبتون کی وجہ سے یہ قروح بھر نہین سکتے اُنکو جذب کر لیتی ہے) اور مزمن امراض مثل جذام اور استسقا

اور فالج اور رعشہ وغیرہ کو نفع دیتی ہے داسلیے کہ ان بیماریون کے مادے ٹھنڈے اور غلیظ ہوتے ہین اور قے مواد کو شدت سے حرکت دینے کے سبب سے اور اپنی حرکت کی شدت سے بدن کو گرم کرتی ہے اور ان امراض کے مادون کو گرم کرتی ہے اور اسیوجہ سے انھین پتلا کر دیتی ہے اور بہا دیتی ہے پھر انکا اپنی جگہ سے اُکھڑنا آسان ہوجاتا ہے اور یہ بھی ہے کہ اپنی جذب کی قوت سے ان مادون کو اپنی جگہ سے اُکھیڑ کر فنا کر دیتی ہے برخلاف امراض حادہ کے کہ انکو قے مضر ہوتی ہے اور اسکی دو وجہین ہین ایک تو یہ کہ اکثر قے لانے والی دوائین گرم ہوتی ہین اور اکثر ان مرضون کا مادہ بھی گرم ہوتا ہے پس یہ دوائین اپنی حرارت کو ان امراض کی حرارت مین بڑھا دیتی ہین دوسری وجہ یہ ہے کہ قے اپنی تحریک کی شدت سے بدن کو گرم کرتی ہے پس ان مرضون کی حرارت اور بڑھجاتی ہے) **مین کہتا ہون** معدہ کا تنقیہ قے سے ہوجانا یہ تو ایک محسوس بات ہے رہی معدہ کی تقویت سو اُسکی یہ وجہ ہے کہ معدہ مین جو ضعف ہوتا ہے اُسکا باعث وہ فضلے ہوتے ہین جو بذریعۂ قے کے دفع ہوجاتے ہین اور بینائی کی تیزی اور سر کے بوجھ کے دور کرنے کی یہ وجہ ہے کہ بینائی کی کمی اور سر کی گرانی اُن فضلون کے انجرون کی وجہ سے ہوتی ہے (جو قے سے دفع ہوجاتے ہین) اور گردون اور مثانے کے قروح کو اسلیے مفید ہوتی ہے کہ جب یہ فضلے گردون اور مثانے پر گرتے ہین تو اُنکے زخمون کو بھرنے نہین دیتے اور فرمن امراض کو قے سے اسلیے نفع ہوتا ہے کہ یہی رطوبتین ان امراض کو بڑھاتی ہین اور یرقان کو اسلیے نفع ہوتا ہے کہ قے صفرا کو نکالدیتی ہے کیونکہ وہ سب خلطون کے اوپر ہوتا ہے پس صفرا ظاہر بدن مین نہین پھیلنے پاتا اور یرقان اسی سے عبارت ہے کہ ظاہر بدن مین صفرا پھیل جائے (آنکھون کی زردی اور بدن کی زردی اسکی دلیل ہے) **مولف کہتا ہے** اور سزاوار ہے کہ تندرست شخص مہینے بھر مین دوبار پیاپے دو روز مقرر کیے قے کا استعمال کیا کرے (قے کے استعمال کی یہ وجہ ہے کہ بہت سے امراض فقط غذا کے فساد سے پیدا ہوا کرتے ہین کیونکہ غذا سے لذت پانے کی وجہ سے آدمی اسکی افراط کر دیتا ہے اور اکثر یہ فساد معدہ مین ہوا کرتا ہے کیونکہ جگر وغیرہ کا غذا کو جذب کرنا یہ طبعی طور پر ہے لہٰذا یہ جذب بمقدار ضرورت و حاجت ہی ہوتا ہے بخلاف معدہ کے کہ اسمین فضلے بہت سے مجتمع ہوجاتے ہین خصوصاً معدے کے اوپر کے حصہ مین اسلیے کہ نیچے کے حصہ مین حرارت زیادہ قوی ہوتی ہے لہٰذا معدہ کے نیچے کے حصہ مین فضلے زیادہ تحلیل ہوتے رہتے ہین اور جو چیزین ان فضلون کی نکالنے والی ہین اُن سب مین افضل اور بہتر قے ہے اور قے مین علاوہ فضلون کے نکالنے کے اور بھی منفعتین ہین اور جو مسہل ادویہ ہین وہ اکثر سمیت سے خالی نہین ہوتین اور باوجود اسکے

علاوہ فضلون کے صالح مادون کو بھی بدن سے نکالدیتی ہین یہ وجہ توقی کے استعمال کی تھین رہا یہ کہ ہر مہینے قی کا استعمال کیا جائے سو اسکی یہ وجہ ہے کہ جن فضلون کے نکالنے کی ضرورت قی سے ہوتی ہے وہ اکثر معدہ وغیرہ مین مہینے ہی بھر کے قریب مین جمع ہوتے ہین اور دو مرتبہ ہر مہینے مین قی کرنے کی دو وجہین ہین ایک تو اُن دونون مین سے یہی) کہ دوسری قی اُس چیز کا تدارک کردے جسے پہلی قی نے چھوڑ دیا ہے (اسلیے کہ کبھی معدہ مین اس قسم کے غلیظ اور لسدار اخلاط ہوتے ہین کہ پہلی مرتبہ مین نہ تو اپنی جگہ سے اُکھڑتے ہین نہ نکلتے ہین لیکن پہلی مرتبہ مین اپنی جگہ سے اُنکو کچھ نہ کچھ حرکت ضرور ہوتی ہے اور اُنکے اجزا مین تھوڑا سا تفرق ضرور پیدا ہو جاتا ہے پھر دوسری مرتبہ مین آسانی کے ساتھ نکل جاتے ہین) اور (دوسری وجہ یہ ہے کہ) اُن فضلون کو پاک کردے جو پہلی قی کے سبب سے معدہ پر گرے ہین (کیونکہ قی کی تحریک شدید اور جذب اور فضلون کے اپنی جگہ سے اُکھڑنے کی وجہ سے اعضا کا مواد دور اور اکے معدہ کی طرف منجذب ہو جاتا ہے اور پھر دوسری قی سے نکلجاتا ہے اور دورہ نہ مقرر کرنے کا یہ سبب ہے کہ طبیعت کو معدہ کی طرف فضلے گرانے کی عادت نہو جائے اور اُنکو قی کے ذریعہ سے نکلنے پر بھروسہ نہ کرلے اور اس سے یہ نتیجہ ہوگا کہ اگر اُس روز قی نہ کیجائیگی تو نقصان ہوگا) **مین کہتا ہون** مؤلف نے قی کرنے کی کئی قیدین ذکر کی ہین پہلی قید تو یہ ہے کہ قی دو بار ہو کیونکہ مہینے بھر کے جمع شدہ فضلون کے دور کرنے کے لیے ایک بار قی کرنا مفید اور کافی نہین ہو سکتا دوسری قید یہ ہے کہ دونون قیئین پے در پے ہون (یعنی ایک قی کرکے دوسری قی متصلاً) یہ اسلیے کہ دوسری قی اُس چیز کا تدارک کردے جو پہلی قی سے چھوٹ رہی ہو اور جو فضلے پہلی قی کی وجہ سے معدہ پر گرے ہین اُنکا بھی تنقیہ کردے اور اس سے یہ بھی نکلا کہ صرف ایک دفع کی قی پر قصاءً نہ کرنا چاہیے اور تیسری قید یہ ہے کہ اسمین دورہ نہ باندھا جائے اور اسکی کئی وجہین ہین پہلی وجہ تو یہ ہے کہ خاص دن کے ماسوا قی نہ کرنے پر طبیعت عادی ہو جائیگی اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ خاص دن کے ماسوا مین قی کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اس صورت مین طبیعت کو دشواری پیش آئیگی دوسری وجہ یہ ہے کہ طبیعت کو اُسکی عادت ہو جائیگی کہ اُسی خاص روز معدہ پر فضلون کو گرائیگی اور فرضاً اُس روز قی کا اتفاق نہوا تو اس سے نقصان پیدا ہوگا تیسری وجہ یہ ہے کہ عادت کی وجہ سے اُس روز متلی اور نفس کی اُلٹ پلٹ عارض ہوگی اور یہ ایک بیماری ہے **مؤلف کہتا ہے** مؤلف نے جو قی کرنے کی بہت سی منفعتین بیان کین اُس سے یہ وہم ہوا کہ جہان تک ہو سکے خوب قی کرنا چاہیے تو مؤلف نے اس وہم کو دفع کرنے کے لیے اسطرح کہا (کہ) بہت قی کرنا معدہ کو مضر پڑتا ہے (اسلیے کہ قی کی کثرت معدہ کی بناوٹ کو ہلا دیتی ہے اور اس سبب سے

معدہ

معدہ کی قوت ہضمہ ضعیف ہو جاتی ہے اور معدہ مادون کے قبول کرنے کے قابل ہو جاتا ہے اور یہ ضرر بہت بڑا ہوتا
ہے کہ اسکو قی کی عادت ہو جاتی ہے یہان تک کہ اس قسم کا آدمی آپ ہی آپ کھائی ہوئی غذا کو ڈالدیتا ہے) اور
معدہ کو فضلاون کے قابل بنادیتا ہے (کیونکہ معدہ فضلاون کو زیادہ جذب کرتا ہے اور اسلیے کہ طبیعت قی کی کثرت
سے اس بات کی خوگر ہو جاتی ہے کہ فضلون کو کسی اور راہ سے نہ دفع کرے اسلیے فضلون کو ہمیشہ معدہ پہ گراتی رہتی
ہے) اور دانتون کو مضر پڑتا ہے (کیونکہ بہت سے فضلے اسمین ٹھہر جاتے ہین اور لپٹ رہتے ہین اور قی انھین فاسد
کر دیتی ہے) خصوصًا ترش قی (کہ یہ اپنی لطافت کے سبب سے دانتون کے جرم مین نفوذ کر جاتی ہے اور دانتون
کی اُس رطوبت کو دور کر دیتی ہے جس سے وہ چکنے اور آفتون سے محفوظ رہتے ہین اور دانتون مین کھرکھراہٹ
پیدا ہو جاتی ہے اور اُنمین فضلے ٹھہر کر فاسد ہو جاتے ہین) اسیطرح بینائی کو اور ساعت کو بھی مضر پڑتی ہے
(بینائی کو تو اسلیے مضر ہے کہ آنکھون کے ڈھیلون کو ہلا ڈالتی ہے اور اُنکو اپنی جگہ سے ہٹا کر باہر کو حرکت دیتی
ہے اس سبب سے بینائی مین ضعف آجاتا ہے نیز چونکہ اسمین سانس محصور ہوتی ہے اسلیے ثقبۂ عنبیہ پھیل جاتا ہے
اور اُسکے پھیل جانے سے نور مین انتشار ہو جاتا ہے نیز قی کے اثنا مین بہت سے فضلے اور ابخرے اُٹھکر سر کی
طرف جاتے ہین اور روح باصرہ کو مکدر کر دیتے ہین) اور اکثر اوقات رگ کو توڑ ڈالتی ہے (کیونکہ سانس کا
بند ہونا اور رُکنا اُسکو لازم ہے اور سانس کے رُکنے سے جو ہوا سانس سے نکلتی ہے وہ رگون مین اسحالت سے
آتی ہے کہ اُسکے ساتھ ابخرے اور مواد کثرت سے ہوا کرتے ہین پس رگین اُن مادون سے بھر جاتی ہین اور کھنچنے لگتی
ہین اور ایسی حالت مین جو رگ کمزور ہوتی ہے ٹوٹ جاتی ہے جیسے پھیپھڑے کی رگین ہین) اور قی سے اُس شخص
کو پرہیز کرنا لازم ہے جسکے حلق مین ورم ہو (کیونکہ قی مواد کو اوپر کی طرف جذب کرتی ہے اور اس صورت مین
جو عضو ضعیف ہوتا ہے وہ اُس مواد کو قبول کر لیتا ہے اور سوجے ہوے عضو کے ضعیف ہونے مین کوئی
شبہ نہین پس وہ مواد کو قبول کریگا اور ورم اور بڑھجائیگا) اور اُس شخص کو پرہیز لازم ہے جسکے سینہ مین
ضعف ہو (کیونکہ ضعف کی وجہ سے مواد کو قبول کریگا اور سانس کے رُکنے اور اعضاے سینہ کے
کھنچنے کے وقت اُسکی کوئی رگ ٹوٹ جائیگی) اور اُس شخص کو پرہیز لازم ہے جسکی گردن پتلی ہو (اسلیے کہ ایسے
شخص کا نرخرہ اور کھانا جانے کی نلکی اور وہ رگین جنمین مواد جمع ہوتا ہے یہ سب ضعیف ہوتے ہین اور قی ہونے
اور سانس کے رکنے کے وقت مزاحمت اور تمدید زیادہ ہوگی اور اسمین رگون کے پھٹ جانیکا اندیشہ ہے)
اور اُس شخص کو پرہیز لازم ہے جسکو خون تھوکنے کی استعداد اور قابلیت ہو (یعنی سینہ کی رگون کے تنگ ہونیکی

وجہ سے کیونکہ اگر ایسا ہے تو ان تپلی اور تنگ رگون کے ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہوگا) اور اُس شخص کو پرہیز لازم
ہے جسکو دشواری سے اجابت ہوتی ہو (اسطرحپر کہ اُسکا معدہ غذا کی بابت بخیل ہو اور اُسکو آسانی سے نہ دفع ہونے
دیتا ہو) یا یہ کہ نیچے کی طرف اُسکے مواد مائل ہون تو اوپر کو اُنکا جذب دشواری سے ہوگا) یا یہ کہ قی کی اُسکو عادت
نہو کیونکہ جسکو عادت نہو گی وہ اگر قی کریگا تو اُسمین سخت حرکت کرنا پڑیگی جس سے سینے کی اور پھیپھڑے کی بعض
رگون کے ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہوگا) اور بعض لوگون کو یہ بات اچھی معلوم ہوا کرتی ہے کہ خوب پیٹ بھر کر کھائین
حرص کے مارے مگر معدہ کی تمدد اور تکلیف کے مارے قی کر ڈالین اور یہ حرکت اُنکو جلد بوڑھا بنا دیتی ہے (اسلیے
کہ اُنکے اعضا کی طرف غذا کم پہونچتی ہے اور خون اور روح کی پیدایش ان لوگون مین کم ہوتی ہے) اور اکثر ردی
امراض مین مبتلا کر دیتی ہے (مثل ضعف معدہ ولاغری وسقوط قوت وغیرہ) اور قی کا عادی بنا دیتی ہے (اور
ایسا ہوتا ہے کہ جب ایسا شخص غذا کھاتا ہے اگرچہ وہ تھوڑی ہی ہو تو وہ اُسکے معدہ مین لحہ بھر نہین ٹھہرتی
بلکہ وہ اُسی وقت قی کر دیتا ہے) مین کہتا ہون قی کی کثرت معدہ کو تو یہ ضرر پہونچاتی ہے کہ اُسکو ضعیف
کر دیتی ہے کیونکہ یہ ایک غیر طبعی حرکت ہے اور دانتون کو اسلیے مضر ہے کہ قی کرنے کے وقت اخلاط کا گذر
دانتون ہی پر ہوتا ہے اور کچھ نہ کچھ اخلاط دانتون مین محتبس ہو جاتے ہین یہی وجہ ہے کہ قی کی افراط سے دانت
زرد ہو جاتے ہین اور بصارت اور سماعت کو اسلیے مضر ہے کہ مواد سر کی طرف متوجہ ہوتے ہین اور ردی
ابخرے اُن مواد سے اُٹھ اُٹھ کر آنکھون اور کانون مین پہونچتے ہین اگر کوئی یہ شبہہ کرے کہ اس سے پہلے
مؤلف صاحب یہ لکھ آئے ہین کہ قی بینائی کو تیز کرتی ہے اور سر کی گرانی کو دور کرتی ہے اور یہان یہ کہتے
ہین کہ بصارت اور سماعت کو مضر ہوتی ہے تو اسکا یون جواب دینا چاہیے کہ پہلا حکم تو معتدل قے کے لیے
ہے اور یہ دوسرا حکم افراط کی قی کے متعلق ہے لہذا ان دونون حکمون مین کسی قسم کی منافات نہین ہے۔ اور رگ
کے پھٹ جانیکا ممکن ہونا ظاہر ہے (یعنی اسمین کوئی استبعاد نہین ہے) اور اگر یہ پھیپھڑے کی رگ ہوگی تو سل
پیدا ہو جائیگی اور یہ بہت بڑا ضرر ہے اور مؤلف کے کلام مین جو لفظ النہمہ ہے اُسکے معنی حرص کے ہین اور بڑھاپا
اور ردی امراض مین مبتلا ہونا اور قی کی عادت ہو جانا یہ سب باتین ایسے شخص کو اسلیے عارض ہو جاتی ہین جو پیٹ بھر کے
قی کیا کرے کہ اُسکا معدہ ضعیف ہو جاتا ہے پھر ہضم اچھی طرح نہین ہوتا اور مواد خام جمع ہوتے رہتے ہین اور اسکو
بڑھاپے کا جلد آجانا اور ردی امراض مین مبتلا ہو جانا لازم ہے اور یہی وجہ ہوتی ہے کہ اعضا کو جید اور صالح غذا
کم پہونچتی ہے مؤلف کہتا ہے بدن کے فضلون سے پاک صاف ہونے ثقل کی خشکی یا احشا کے ضعیف ہونے

یا مراقؔ (جھلی) کے پتلے ہونے کے وقت اسہال اور قی سخت خطرہ کی چیز ہے (فضلون سے پاک ہونے کے وقت خطرے کا یہ سبب ہے کہ اخلاط اسوقت مین صالح ہوتے ہین اور طبیعت اُن سے بخل رکھتی ہے اور شدت سے اُنھین پکڑے ہوتی ہے اور اُنکا نکالنا اُسی وقت ممکن ہے جبکہ طبیعت پر سخت غلبہ کیا جائے اور سخت جذب ہو اور اخلاط کی شدت گرمی اور ثوران اور اُنکے ابخرون کے ہیجان سے طبیعت کو کرب اور اضطراب عارض ہوجاتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اسوجہ سے تپ لاحق ہوجاتی ہے اور روحون کے زیادہ نکلجانے سے غشی عارض ہوتی ہے کیونکہ اخلاط صالح ہین اور طبیعت مغلوب ہے اور یہ اُسی وقت ہوتا ہے جبکہ قوتین ضعیف اور ساقط ہوجائین اور اس سے لامحالہ غشی عارض ہوگی اور ثقل کی خشکی کے وقت خطرہ کا یہ سبب ہے کہ اسوقت مین آنتین ثفل یابس کی وجہ سے بند ہوتی ہین کہ اُنمین مستفرغ مادہ کا نفوذ اور نکلنا ممکن نہین ہوتا پھر جبکہ باوجود خشکی ثفل کے بسبب مسہل اور مقیئ کے مواد جذب ہوتا ہے تو قولنج پیدا ہوجاتا ہے اور احشا کے ضعیف ہونیکے وقت اسہال اور قی مین خطرہ کا ہونا پس اسہال کے خطرناک ہونے کا تو یہ سبب ہے کہ احشا کے ضعیف ہونیکے وقت خون اور روح کی کمی ہوتی ہے اور خون اور روح کی کمی کے وقت اسہال موجب غشی ہوتا ہے نیز جن اخلاط کا استفراغ ہوتا ہے وہ احشا پر گذرتے ہین اور وہ اپنے ضعف کی حالت مین اُن اخلاط کو قبول کرلیتے ہین اور اسوجہ سے اُنمین ورم پیدا ہوجاتا ہے اور قی اسلیے خطرناک ہے کہ احشا کے ضعیف ہونے کی حالت مین اُن کی سخت حرکت اُنکے پھٹ جانے کا موجب ہے نیز جو شخص ضعیف الاحشا ہوتا ہے اُسکے اخلاط غلیظ اور ارضی ہوتے ہین اور اُنھین قی سے اوپر چڑھانے مین سخت خطرہ ہوتا ہے نیز ایسے شخص کا معدہ ضعیف ہوتا ہے اور قی سے اُسمین ضعف اور بڑھجاتا ہے اور یہ خطرہ کی بات ہے اور مراق کے پتلے ہونے کے وقت یہ خطرہ ہے کہ مراق اُسی وقت پتلی ہوتی ہے جبکہ خون کم ہوتا ہے اور ایسی حالت مین استفراغ موجب خطر ہے نیز مراق کے پتلے ہونیکے وقت احشا ضعیف ہوتے ہین اور اُس وقت وہی خطرہ موجود ہے جو احشا کے ضعیف ہونیکے وقت تھا) مین **کہتا ہون** معدہ کے پاک ہونے اور ثفل کی خشکی کے ساتھ قی اور اسہال کا موجب خطرہ ہونا تو اسلیے ہے کہ ان دونون حالتون مین طبیعت رطوبتون کے ساتھ بخل کیا کرتی ہے اور قی اور اسہال یہ دونون رطوبتون کو دفع کرتے ہین پس بدن مین دو متضاد حالتین پیدا ہوجائینگی اور احشا کے ضعیف ہونے اور مراق کے پتلے ہونیکے ساتھ تفرق اتصال کا اندیشہ ہے اور مراق کے قاف کو تشدید ہے یہ مرق کی جمع ہے یہ وہی چیز ہے جسکو فارسی مین نرمہ شکم کہتے ہین شیخ نے قانون مین لکھا ہے کہ پیٹ کی جلد کو مع جھلی اور عضلون کے جو جلد کے نیچے ہین مراق کہتے ہین انتہےٰ کلامہ

عہ یعنی جو بڑا ہے ۱۲ — مراق وہ جھلی جو احشا کو ڈھانکے ہے یعنی پیٹ کی ۱۲

مؤلف کہتا ہے ڈکا وقت موسم گرما اور فصل ربیع ہے نہ کہ موسم سرما اور فصل خریف (کیونکہ گرمی اور موسم ربیع
مین مادے گھلے ہوے بہتے ہوے پگھلے ہوئے ہوتے ہین اور قے سے نکلنے کے لیے آمادہ اور فرمانبردار ہوتے ہین اور اسیلیے کہ احشا
اور اعضاے سینہ اپنی نرمی اور رخاوت کے سبب سے حرکت اور تمدد کے بجالانے والے ہوتے ہین خصوصاً گرمی
مین صفرا کی پیدائش زیادہ ہوتی ہے اور صفرا بالطبع اوپر کی طرف مائل ہوتا ہے لہذا قے کے ذریعہ سے اُسکا نکالنا آسان ہے
بخلاف موسم سرما اور فصل خریف کے کہ ان دونون موسمون مین مواد غلیظ اور باردہ اور نیچے کیطرف مائل ہوتے ہین اور احشا
اور اعضاے سینہ متکاثف اور سخت ہوتے ہین تمدد کا تحمل نہین کرسکتے لہذا قے سے انکا ٹوٹ جانا بہت آسان ہوگا اور اسیلیے
کہ احشا اور اعضاے سینہ کے تکاثف کے سبب سے اُنکے مجاری تنگ ہوتے ہین اور اسی تکاثف کی وجہ سے
مواد سے خوب بھرے ہوے ہوتے ہین اسیلیے سخت ہونے کی حالت مین قے کی حرکت سے انکے ٹوٹ جانے کا
خوف ہوتا ہے) اور گرمی کے موسم مین اسہال تپ کی کشش کرتا ہے (اسیلیے کہ اس موسم مین ہوا گرم ہوتی ہے اور
اخلاط مراری ہوتے ہین اور اکثر ادویہ مسہلہ گرم ہوتے ہین اس سبب سے بدن اور روح کا مزاج حدت پکڑجاتا ہے
اور پھر اخلاط اور ارواح کی حرکت بھی گرمی پیدا کرتی ہے اور رطوبتون کا استفراغ حرارت کی حدت کو بڑھادیتا ہے
اور اکثر یہ تپ یومیہ ہوتی ہے کیونکہ دقیہ تپ بہت نادرالوقوع ہے اور خلطی تپ نہین پیدا ہوتی اسیلیے کہ مادون کے
نکلجانے کے بعد صرف اخلاط صالحہ باقی رہجاتے ہین اور وہ خلطی تپ کو نہین قبول کرتے کیونکہ خلطی تپ ان اخلاط
مین ہوتی ہے جو غیر صالح ہوتے ہین خواہ تعفن کی وجہ سے خواہ غلیان کی وجہ سے ۔ اگر کوئی یہ شبہہ کرے کہ گرمی
مین قے سے تپ کا پیدا ہونا اولی ہے اسیلیے کہ بدن مین حرکت کا پیدا ہونا اور اخلاط اور ارواح کی حرکت اور سخونت
(بنسبت اسہال کے)
قے کے ساتھ اس فصل مین بہت زیادہ ہوتی ہے تو اسکا یہ جواب ہے کہ اخلاط اس فصل مین اوپر کو چڑھے رہتے
ہین اور اوپر کی طرف متحرک ہوتے ہین تو قے سے انکا نکالنا آسان ہوتا ہے اور اس موسم مین اسہال مین
یون بھی دشواری ہوتی ہے کہ دواے مسہل تو مواد کو اندر کی طرف کھینچے گی اور گرمی مواد کو خارج کی طرف جذب
کریگی اور ان دونون مین تعارض واقع ہوگا اور جاڑون مین اسہال اور بھی زیادہ دشوار ہے کیونکہ اخلاط اس
موسم مین جمے ہوے ہوتے ہین اور چونکہ فصل ربیع کے پیچھے گرمی کا موسم ہوتا ہے جو اخلاط اور ارواح کی تحلیل
کرتا ہے لہذا اس موسم مین وہی مسہل استعمال کرنا چاہیے جو لطیف ہو (یعنی جو مسہل تھوڑا اسہال کرے اور جو مسہل عمل
مین قوی ہو اُسکا استعمال ہرگز نہ کرنا چاہیے کیونکہ مسہل کی قوت عمل کی وجہ سے اسکا اندیشہ ہے کہ گرمی مین ضعف
نہ بڑھ جائے لیکن اگر امتلا داعیہ کے مطابق ہو تو ربیع مین استفراغ مناسب ہے کیونکہ اخلاط اس فصل مین زیادہ

ہوتے ہین) اور فصل خریف ہی اسہال کا وقت ہے (خصوصاً جبکہ امتلا قوت کے موافق ہو کیونکہ موانع کا ارتفاع ہوتا ہے
اور اسلیئے کہ فاسد اور مختلف مادے اس موسم مین زیادہ پیدا ہوتے ہین) **مین کہتا ہون** ان سب احکام کی علتین
پچھلے مباحث سے معلوم ہو سکتی ہین لہٰذا طول دینے کی کوئی ضرورت نہین ہے **مولف کہتا ہے** قے کرتے وقت
دونون آنکھون پر پٹی باندھ لینا چاہیے اور پیٹ پر کپڑا کس لینا چاہیے اور قے سے فارغ ہونے کے بعد ٹھنڈے پانی
اور تھوڑے سرکہ سے منھ دھو ڈالنا چاہیے تاکہ سر مین گرانی نہ پیدا ہو جائے اور شربت سیب تھوڑی سی مصطگی اور
گلاب کے ساتھ پینا چاہیے **مین کہتا ہون** آنکھون پر پٹی باندھنے کی تو یہ ضرورت ہے کہ کہین مواد کے اوپر
کی طرف حرکت کرنے اور قے کی سخت حرکت کی وجہ سے آنکھین اوپر کو ابھر نہ آوین (کیونکہ دونون آنکھین رطب اور
نرم اور باہر نکل آنے کے قابل ہوتی ہین اور انکے اعصاب اور رباط بھی دماغ کے قرب کی وجہ سے نہایت درجہ نرم
ہوتے ہین) اور پیٹ پر کپڑا لپیٹنے کی یہ ضرورت ہے کہ حرکت کی شدت کی وجہ سے احشا (کے پھٹ جانے) کا خوف
ہوتا ہے (جب کپڑا باندھ لیا جائیگا تو سخت تمدد نہ رہیگا اور یہ بھی ہے کہ کپڑے کی بندش سخت حرکت کے وقت
آنتون کی اپنے مقام سے سرکنے سے حفاظت کرتی ہے) اور ٹھنڈے پانی اور سرکہ سے منھ کو دھو ڈالنے مین
یہ مصلحت ہے کہ سر کی گرانی جاتی رہے کیونکہ سر کی گرانی مواد کے اسطرف چڑھنے سے ہوتی ہے اور پانی اور سرکہ
مواد کو پھیر دیتے ہین اور مصطگی اور عرق گلاب کے ساتھ شربت سیب کے پینے کی یہ وجہ ہے کہ قے کی وجہ سے
جو معدہ مین ضعف آگیا ہے وہ جاتا رہے کیونکہ یہ چیزین مقوی معدہ ہین اور اسکا بھی خیال رہے کہ قے کے
تھوڑی دیر کے بعد کھانا کھانا چاہیے ورنہ متلی پیدا ہو جائیگی (یعنی معاً قے کرتے ہی کھانا کھانا شروع نکردے)
مؤلف کہتا ہے قے نیچے سے جذب کرتی ہے (اسلیئے کہ مواد کو نیچے سے مخالف جہت کی جانب حرکت دیتی
ہے پس نیچے سے جذب حاصل ہو جاتا ہے اسی لیے قولون وغیرہ کے رکے ہوے مادون کو اوپر کی طرف جذب
کرتی ہے) اور اسہال اوپر سے جذب کرتا ہے (کیونکہ قے کی طرح اسہال بھی مواد کو مخالف جہت کی طرف جذب
کیا کرتا ہے اور جسطرح قے مواد کو اوپر سے اکھیڑتی ہے اسہال نیچے سے اکھیڑتا ہے) **مین کہتا ہون** اسکی وجہ
کھلی ہوئی ہے اور یہی وجہ ہے کہ درد نقرس اور نیچے کے امراض اور گردون اور مثانہ کے درد مین قے کا حکم کرتے
ہین اور درد سر اور اوپر کے امراض مین اسہال کا **مؤلف کہتا ہے** اور باسلیق کی فصد تنور بدن کا تنقیہ کرتی ہے
اور سرارو اور حبل الذراع کی فصد گردن اور اسکے اوپر کے حصہ کو مفید ہے اور اکحل کی فصد (تنور بدن اور گردن
وغیرہ کے نفع مین) مشترک ہے اور اسیلم کی فصد داہنی طرف سے کلیجے کے دردون کو نافع ہے اور بائین طرف سے

تلی کے دردون کو مفید ہے اور عرق النسا کی فصد عرق النسا کے دردون کے لیے نہایت نافع ہے اور دوالی اور نقرس کے لیے بھی مفید ہے اور صافن کی فصد حیض کے جاری کرنے کے لیے نافع ہے اور اس سے وہ منفعتین بھی حاصل ہوتی ہین جو عرق النسا کی فصد سے حاصل ہوتی ہین مین کہتا ہون فصد استفراغ کلی ہے اور اُسکے کلی ہونے کے یہ معنی ہین کہ اُسکے ساتھ ہر خلط کا کچھ حصہ اُس نسبت کے قریب قریب نکلتا ہے جو نسبت کہ خلطون کو رگون مین ہونیکے اعتبار سے حاصل ہے بخلاف اسہال کے کہ اُس سے مثلاً فقط صفرا ہی خارج ہوتا ہے اور نسبت سے قریب ہونے کے یہ معنی ہین کہ جو اخلاط نکلتے ہین اُنکی نسبت آپسمین اُس نسبت کے قریب قریب ہے جو کہ اُنکو آپسمین رگون مین موجود ہونے کے وقت حاصل ہے کیونکہ سب خلطین رگون ہی مین محصور ہین پس اُسی طرح وہ نکلتے ہین مگر یہ ہے کہ رقیق خلط غلیظ سے زیادہ نکلتا ہے اور جو خلط محمود ہوتا ہے اُسکے ساتھ طبیعت بخل کرتی ہے تو وہ غیر محمود کے اعتبار سے کم نکلتا ہے اسی لیے ہمنے نسبت کے قریب ہونے کا اعتبار کیا یہ نہین کہا کہ نکلنے والی خلطون کی بعینہ وہی نسبت ہوتی ہے جو نسبت کہ رگون مین اُنکو حاصل ہے اور جن رگون کی فصد لیجاتی ہے وہ بہت سی ہین لیکن مولف نے وہی رگین ذکر کی ہین جو مشہور و معروف ہین ہم بھی اُسی قدر کی شرح پر اقتصار کرتے ہین جتنا مؤلف نے ذکر کیا ہے (تاکہ متن اور شرح دونون متوافق رہین) لہذا ہم کہتے ہین کہ قیفال وہ رگ ہے جو پہونچے کے اوپر کے حصے اور انسی کے درمیان مابض کے نزدیک ظاہر ہوتی ہے اور مابض اُس مقام کو کہتے ہین جہان پر عضد اور ساعد دونون آکر ملے ہین اور اس جگہہ مابض سے یہی مقام مراد ہے اور کبھی مابض اُس مقام کو بھی کہتے ہین جہان پر گھٹنا اور پنڈلی دونون ملے ہین اور اطبا کے اس قول مین کہ بواسیر مین مابض کی رگ کی فصد لینی چاہیے مابض سے یہی دوسرے معنی مراد ہین دیکھی یاد رکھنے کی بات ہے کہ جو دو عضو مقابل ہین اُنکے اندرونی جانب کو انسی اور بیرونی جانب کو وحشی کہتے ہین مثلاً ہاتھ کی پشت کو وحشی کہتے ہین اور ہتھیلی کو انسی اسیطرح دونون پہونچون مین اور دونون قدمون مین واللہ اعلم) اور اکحل وہ رگ ہے جو اسکے نیچے ظاہر ہوتی ہے اور یہ پہونچے کے حصۂ انسی کے درمیان سے پہونچے کے اعلی کی جانب مائل ہے اور باسلیق وہ رگ ہے جو اس سے نیچے ظاہر ہوتی ہے اور وہ پہونچے کے انسی کے درمیان سے پہونچے کے نیچے کی طرف مائل ہے اور حبل الذراع وہ رگ ہے جو پہونچے کے انسی سے اوپر تک پھر وحشی پر لمبی ظاہر ہوتی ہے اور اسیلم وہ رگ ہے جو چھنگلیا اور اُسکے پاس کی انگلی کے درمیان ہوتی ہے یہ تو وہ رگین ہین جو ہاتھ مین ہین اور اُنکی فصد لیجاتی ہے اور عرق النسا یہ اُن رگون مین سے ہے جو پاؤن مین ہین اور اُنکی فصد لیجاتی ہے اور عرق النسا وہ رگ ہے جو ران کی جانب وحشی سے ٹخنے تک آئی ہے اور اسکی فصد ٹخنے کے قریب لیجاتی ہے کیونکہ گوشت کم ہونے سے یہین خوب ظاہر ہوتی ہے اور صافن بھی پاؤن کی رگ ہے جسکی فصد لیجاتی ہے اور یہ وہ رگ ہے

اور جسپر کنگن رہتا ہے ۱۲ منہ

جو پنڈلی پر لمبی ہے پنڈلی کی جانب انسی سے ٹخنے تک جب اچھی طرح یہ سب رگین کھل گئین تو اب ہم کہتے ہین کہ باسلیق
کی فصد تنور بدن کا تنقیہ کرتی ہے شیخ نے شفاء مین کہا ہے تنور بدن بدن کا وہ جزو ہے جو احشا پر شامل ہے اور باسلیق
کی فصد تنور بدن کا اسلیئے تنقیہ کرتی ہے کہ باسلیق اس وضع سے واقع ہوئی ہے کہ نیچے کی طرف مائل ہے اسی لیے
بدن کے نیچے کے حصہ مین جو امراض ہوتے ہین اُنکو نفع دیتی ہے اگر اسکی فصد داہنی جانب سے ہو تب تو جگر کے سدون
اور ورمون اور حجاب کے ورمون اور درد معدہ اور ذات الجنب کو مفید ہوتی ہے اور اگر بائین جانب سے ہو تو تلی کے
درد اور تلی کے اُن تمام امراض کو جو خون اور سودا کے غلبہ سے ہون مفید ہوتی ہے اور سر رو اور حبل الذراع کی فصد
گردن اور منھ وغیرہ سے تو اکثر خون کو نکالدیتی ہے اور کچھ تھوڑا سا خون گردن کے نیچے کا بھی لیکن جگر کی حد سے متجاوز
نہین ہوتی مگر کچھ اور بدن کے نیچے کا کچھ تنقیہ نہین کرتی مگر کچھ تھوڑا سا بطریقہ جذب کے طرف خلاف جہت کے
اور یہ سب اسلیے ہے کہ وہ سیدھی ایک سمت ہونے سے دور ہے اور رگ اکحل مشترک ہے یعنی اسکی فصد حکم مین
مقابلہ ۱۲ منہ
درمیان سر رو اور باسلیق کے مشترک ہے کیونکہ اکحل ان دونون کے درمیان واقع ہے اسکی فصد داہنے ہاتھ کی جگر کے
درد کو نافع ہے اور بائین جانب کی فصد تلی کے درد کو مفید ہے اور داہنی اسیلم کی فصد جگر کے درد کو مفید ہے اور بائین
اسیلم کی فصد تلی کے درد کو نافع ہے یہ جالینوس سے منقول ہے اور عرق النسا کی فصد عرق النسا کے درد سے نہایت
نافع ہے اور کولے کے درد کو بھی کیونکہ یہ فصد مقام درد سے مادہ کو جذب کر لیتی ہے لیکن ایسا نہو کہ خون انصباب کی
حالت مین ہو کیونکہ فصد ایسے وقت مین مضر ہوتی ہے نفع اُسی وقت کرتی ہے جب خون ٹھہر جائے اور یہی فصد
دوالی اور نقرس سے بھی نفع دیتی ہے کیونکہ جس جگہ مرض ہے اُس سے بہت قریب جگہ سے مادہ خارج کرتی ہے اور صافن
کی فصد حیض کو جاری کرتی ہے کیونکہ یہ بدن کے اوپر سے خون کو مائل کر کے نیچے کو کھینچ لاتی ہے پس خون اپنے
مخرج سے نکلتا ہے کیونکہ وہ اپنے مخرج پر ہو کر گزرتا ہے اور یہ فصد دونون خصیون اور دونون رانون اور دونون پنڈلیون
کے ورم کو بھی مفید ہوتی ہے اور اس سے وہ منفعتین بھی حاصل ہوتی ہین جو عرق النسا کی فصد سے حاصل ہوتی ہین
صاحب کامل نے لکھا ہے کہ جو خون اس رگ سے نکلتا ہے وہ بارد ہوتا ہے کیونکہ یہ بلغمی خون ہوتا ہے (اور بلغم بارد ہی)
مؤلف کہتا ہے اور پنڈلیون پر پچھنے لگانا فصد کے قریب قریب ہے اور حیض کو جاری کرتا ہے اور خون کا
تنقیہ کرتا ہے اور گُدی پر پچھنے لگانا آنکھون کے دکھنے اور منھ کی بدبو اور منھ آنے اور درد سر کے لیے نافع ہوتا ہے
خصوصاً اُس (درد سر کو زیادہ مفید ہے) جو سر کی اگلی جانب مین ہو مگر گُدی پر جو حجامت ہوتی ہے وہ مورث
نسیان ہے دکیونکہ نفس عضو سے اور اُسکے قریب کے عضو سے حجامت اکثر استفراغ کرتی ہے اور جو چیز کہ اکثر حجامت

سے نکلتی ہے وہ لطیف پتلا خون ہے اسلیے کہ حجامت کی تاثیر ظاہر بدن مین ہوتی ہے اور ظاہر بدن کے متصل رگون مین سے وہ ہین جنکے اطراف باریک ہوتے ہین اور انمین جو خون ہوتا ہے اور جو انسے نکلتا ہے وہ زیادہ پتلا اور اُس خون سے زیادہ لطیف ہوتا ہے جو بدن کے اندروار کی بڑی رگون مین ہے اسلیے کہ یہ خون چوتھے ہضم سے زیادہ قریب ہوتا ہے اورجس رطوبت مین طبیعت کا فعل زیادہ ہوا کرتا ہے اُس سے روح اکثر متعلق رہتی ہے پھر اُس رطوبت کے استفراغ سے جو ضعف حاصل ہوتا ہے وہ بہت بڑھکر ہوتا ہے اسلیے کہ روح قوت کے لیے بمنزلہ مرکب کے ہے پس قوت حافظہ جو موخر دماغ مین ہے اسی سبب سے ضعیف پڑجاتی ہے اور یہی حال بیچ کھوپری کی حجامت کا بھی ہے کہ یہ فکری کی مورث ہوتی ہے اور فصد سے یہ بات نہین پیدا ہوتی اسلیے کہ اسکا نکالنا کسی عضو کے ساتھ مخصوص نہین ہوتا اور اسکا نکالنا لطیف خون کے ساتھ خاص نہین ہوتا اور یہ بھی ہے کہ اذیت کی شدت جو کہ حجامت مین تفرقات کی کثرت سے حاصل ہوتی ہے اس عضو کی طرف طبیعت کے متوجہ ہونے کی موجب ہوتی ہے اور طبیعت کے پیچھے روح لگی ہوئی ہے پھر روح بہت سے تفرقات سے جو کہ حجامت مین حاصل ہوتے ہین تحلیل ہوتی ہے) اور اکثر لوگ اگلے سر کی حجامت کو مکروہ جانتے ہین (اسلیے کہ حس کو ضعیف کرتی ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ بات فقط تجربے سے معلوم ہوئی ہے اور ہوسکتا ہے کہ یون کہا جائے کہ حواس اور حرارت مقدم سر مین موخر سے بڑھکر ہوتی ہے جب اُس سے لطیف خون کو جو بہت سی ارواح اور اصلی حرارت کا متعلق ہے نکالا جائیگا تو اُس مقام کے قریب کی قوتین ضعیف پڑجائینگی) اور پچھنون کے کئی فائدے ہین ایک[1] فائدہ تو نفس عضو کا تنقیہ ہے اور دوسرا[2] فائدہ یہ ہے کہ جوہر روح کا استفراغ کم ہوتا ہے (یعنی اُس عضو سے جو غیر محجوم ہے اور حجامت شدہ عضو سے جوہر روح کا گو استفراغ ہوتا ہے لیکن اُس استفراغ سے کم ہوتا ہے جو فصد سے ہوتا ہے بشرطیکہ دونون کی مقدار خون برابر ہو) تیسرا[3] فائدہ یہ ہے کہ حجامت اعضاے رئیسہ سے کم تعرض کرتی ہے (کیونکہ حجامت کا اثر اعضاے رئیسہ تک نہین پہونچتا کیونکہ حجامت خون کو چھوٹی چھوٹی رگون سے جو بدن کے اطراف مین ہین جذب کرتی ہے بخلاف فصد کے) مین کہتا ہون پنڈلی پر حجامت کرنا فصد کے قریب ہے اور حیض کو جاری کرتی ہے اور خون کا تنقیہ کرتی ہے اور یہ اسلیے کہ اُسکے ساتھ خون کثرت سے خارج ہوتا ہے کیونکہ عضو سفلی ہے اور مادہ نیچے کو اترتا ہوتا ہے اور اسلیے بھی کہ حجامت بدن کے اوپر کے حصہ سے نیچے کو جذب کرتی ہے تو خون مخرج سے نکلنے لگتا ہے کیونکہ اسکا عبور مخرج عادت پر ہوتا ہے اور اسلیے کہ حجامت خون[ع] غلیظ کو نکالتی ہے کیونکہ یہی خون اپنے ثقل کی وجہ سے نیچے چلتا ہے اور گُدّی کی حجامت آشوب چشم اور گندہ دہنی اور منھ آنے اور دردسر کے لیے نافع ہے خصوصًا وہ درد

ع خون غلیظ جو گاڑھا اور بھاری مادہ جس سے ہو [illegible]

جو مقدم سر مین ہو اور اسکی وجہ خون کا جذب کرنا ہے لیکن گدی کی حجامت مورث نسیان ہوتی ہے اور اکثر لوگ مقدم سر مین حجامت کو ناپسند کرتے ہین کیونکہ یہ حجامت حس کو ضعیف کرتی ہے اور اسکی یہ وجہ ہے کہ حجامت کا استفراغ اسی عضو کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے جو محجوم ہوتا ہے اور زیادہ تر حجامت اُس لطیف خون کو نکالتی ہے جسپر حرارت غالب ہو اور کثرت سے روحین اُس سے متعلق ہون اور ظاہر ہے کہ یہ اُس قوت کو ضرور ضعیف کرتا ہے جو اُس موضع کے قریب ہو اور مؤلف کے کلام مین جو حجامت کے فائدے مذکور ہین وہ توظاہر ہین لیکن جوہر روح کے کم استفراغ کرنے کے یہ معنی ہین کہ حجامت اُس عضو سے جوہر روح کا استفراغ نہین کرتی جسکی حجامت نہین ہوئی بلکہ اُسکا اثر اُسی عضو تک محدود رہتا ہے جسکی حجامت ہوئی ہے اور اسمین شک نہین کہ جس عضو کی حجامت ہوتی ہے اُس سے روح کا ضرور استفراغ ہوتا ہے اور یہ برخلاف فصد کے ہے کیونکہ فصد کا استفراغ کسی عضو کے ساتھ مخصوص نہین ہے اور حجامت کے اعضاے رئیسہ سے تعرض نہ کرنے کی یہ وجہ ہے کہ وہ خون کو اُن چھوٹی چھوٹی رگون سے کھینچتی ہے جو جلد کی سطح پر اُگی ہوئی ہین لہذا اُسکا اثر اچھی طرح سے اعضاے رئیسہ تک نہین پہونچ سکتا برخلاف فصد کے (کہ اُسکا اثر مخصوص نہین ہے) **مؤلف کہتا ہے** اور حقنہ فضلون کے توڑنے کیلیے عمدہ علاج ہے (یعنی آنتون سے فضلون کے نکالنے کے لیے اچھا علاج ہے کیونکہ حقنہ کا اثر آنتون کی طرف بلا اُنکی قوت کے توڑے پہونچتا ہے پس جو فضلہ آنتون مین رُکا ہوتا ہے اُسکو پگھلا دیتا ہے اور نکالدیتا ہے اور شریف قوی لحس اعضا سے ملاقات نہین کرتا اور دواؤن کی سمیت معدہ اور دل اور جگر تک نہین پہونچتا برخلاف مسہل کے کہ دوا کا ضرر انمین اعضاے شریفہ کو پہونچتا ہے) اور حقنہ اوپر کے بدن سے فضلون کے جذب کرنے مین بھی عمدہ علاج ہے (اسلیے کہ حقنہ آنتون مین کے ثفل اور فضول کو پہلے تحلیل کر دیتا ہے اسکے بعد اُنکو آنتون سے نکالدیتا ہے اور جب حقنے سے اوپر کے فضلے منجذب ہوکر نکلجاتے ہین تو خلا نہ رہنے کی خاطر اُس مقام پر اور فضلے جمع ہوجاتے ہین اُنکو آنتین باہر کی طرف یا تو خود نکالدیتی ہین یا حقنہ کی قوت جو اُنمین باقی رہتی ہے وہ اُنکو نکالدیتی ہے) اور قولنج کے حق مین بھی یہ عمدہ معالجہ ہے (اس لیے کہ حقنہ آنتون مین کے ثفل اور غلیظ بلغم کو پگھلا ڈالتا ہے اور اپنی قوت سے اُنکو نکالدیتا ہے اور آنتون کے غلیظ ریاح کو بھی جو اُنمین بند ہوتے ہین تحلیل کر ڈالتا ہے اور ثفل کی خشکی کے وقت حقنہ مین وہ خطرہ نہین ہوتا جو مسہل مین ہوتا ہے) اور حقنہ کا وقت صبح اور شام کے دونون ٹھنڈے وقت ہین **مین کہتا ہون** حقنہ کی بہت سی قسمین ہین مگر جو حقنہ فضلون کو توڑتا ہے وہ مسہل یعنی دست لانیوالا حقنہ ہے اور مؤلف نے حقنہ سے یہی حقنہ مسہلہ مراد لیا ہے اور بدن کے اوپر سے اُسکے نیچے اسلیے جذب کرتا ہے کہ نیچے کا حصہ

اخلاط سے خالی ہوگیا ہے اور خلا محال ہے لہذا لازم ہوا کہ اوپر سے جذب ہو اور قولنج اگر مادی ہوتا ہے تو اسکو حقنۂ مسہلہ مفید ہوتا ہے اور اگر ریحی ہوتا ہے تو اسکو وہ حقنہ نافع ہوتا ہے جو کاسر ریاح ہو اور حقنہ کے دو وقت ہین یعنی صبح اور شام کے دونون ٹھنڈے وقت کیونکہ حقنہ مین کرب اور قلق اور بے چینی ضرور ہوتی ہے اور یہ دو وجہ سے اول تو اسوجہ سے کہ اسکے ابخرے دل اور دماغ کی طرف اٹھتے ہین دوسرے اسوجہ سے کہ جو ہوا آنتون مین ہے وہ دل اور دماغ کی طرف چڑھتی ہے تاکہ حقنے کے لیے جگہ خالی کردے اور گرمی کے وقت یہ باتین اور زیادہ ہوتی ہین -

مؤلف کہتا ہے اور چاہیے کہ ہم اس فن کو اُن وصیتون پر ختم کرین جو معالجہ کے بارے مین قابل لحاظ ہین علاج کرنے والے کو یہ چاہیے کہ طبیعت کو کسل کا عادی نہ بنائے اسطرح پر کہ ہر انحراف عن الصحۃ کا علاج کرے اور اسکی عادت مقرر کرے اور یہ نہ چاہیے کہ ہر انحراف کے دفع کرنے مین مشغول ہو مگر علاج کی مدد سے یہ بہت بڑی بات ہے

یعنی جب صحت مین ذرا سا بھی فرق دیکھے علاج شروع کردے ۱۲

کیونکہ بسا اوقات کسی وجہ سے علاج میسر نہین ہوتا اور علاج کی عادت پڑجانے کی وجہ سے طبیعت خود دفع پر توجہ نہین کرتی اور جب طبیعت نہ دفع کریگی تو مرض غالب ہوجائیگا اور دشواری ہوگی) اور نہ یہ کہ مسہل اور قے کی عادت ڈالے اگر ایسا کریگا تو طبیعت فضلون کے دفع کرنے مین اعانت کی محتاج رہیگی اسکے علاوہ مسہل اور قے کی عادت ڈالنے سے بدن کی قوت مین سستی آجاتی ہے اور بدن ضعیف ہوجاتا ہے کیونکہ صالح اخلاط اور روحین نکلجاتی ہین) اور جسوقت تک کوئی آسان تدبیر ممکن ہو دشوار وجہ کی طرف رجوع نہ کرے (کیونکہ قوی دوائین ضعیف دواؤن سے بڑھکر طبیعت کے منافی ہوتی ہین لہذا قوی دوائین نہ استعمال کیجائین جبتک ضعیف دواؤن سے کام نکلے) اور جب ضعیف دواؤن سے کام نہ نکلے تو درجہ بدرجہ قوی دواؤن کی طرف جانا چاہیے (یہانتک کہ اُس حدتک پہونچے جو مرض کو پورا کردے) مگر یہ کہ قوت کے فوت ہوجانیکا اندیشہ ہو تو اُسوقت قوی دواؤن سے شروع کرنا لازم ہے (جبکہ قوت انتہا سے زیادہ ضعیف نہو اسلیے کہ افراط سے ضعف ہونے کی حالت مین طبیعت کے دو سخت مخالفون کا توت برداشت نکریگی یعنی مرض اور قوی دوا) اور معالجہ مین ایک ہی دوا پر حصر نہ کرنا چاہیے کیونکہ طبیعت اُس سے مانوس ہوجائیگی اور طبیعت پر اُسکا اثر کم پڑیگا (بلکہ دوا کا بدلتے رہنا ضروری ہے اور کبھی بعض بدنون بلکہ ایک ہی شخص کے بعض اعضا کے لیے ایک خاصیت ہوتی ہے کہ معین دوا سے اُنکا انفعال نہین ہوتا اور یہ بھی ہے کہ کبھی ایک ہی دوا بعضے مزاجون مین گرمی پیدا کرتی ہے اُس گرمی سے کم جتنی دوسرے مزاج مین پیدا کرتی ہے تو دوا کی تاثیر بدن مین حاجت سے کم ہوگی اور اس دوا سے غرض نہ حاصل ہوگی پس اسوقت ضرور ہے کہ دوسری دوا بدلی جائے جو کیفیت مین اُس دوا کے موافق ہو) اور یہ کہ غلطی پر نہ جمے اور صواب سے نہ بھاگے ان دونون کا اثر

دیر مین ظاہر ہونے سے (مثلاً یہ کہ کسی دوا کا استعمال کیا اور اُس سے کوئی ضرر ظاہر نہین ہوا اور قیاس یہ چاہتا ہے
کہ یہ تدبیر مضر ہے تو اُسکو چاہیے کہ قیاس کی مخالفت کر کے یہ نہ یقین کر لے کہ یہ تدبیر مضر نہین ہے اور اس خیال
پر جا رہے اور جب تدبیر کرے یہی کرے کیونکہ ضرر کا نہ پہونچنا کبھی اس سبب سے ہوتا ہے کہ بدن انفعال کے قابل نہین ہوتا یا یہ
کہ مثلاً قیاس تو یہ چاہتا ہو کہ فلان تدبیر صحیح و صواب ہے اور اس تدبیر کے استعمال سے کوئی نفع نہ ظاہر ہو تو اُسکو یہ
گمان نکر لینا چاہیے کہ یہ تدبیر صحیح نہین ہے کیونکہ یہان بھی ممکن ہے کہ بدن نے ابھی اُسکے اثر کو نہ قبول کیا ہو نفسی ہین
ہے کہ اس بات کے جان لینے اور یقین کر لینے کے بعد کہ فلان تدبیر صواب اور فلان تدبیر غلط ہے پھر صواب سے بھاگنا
اور غلطی پر جمنا عقلمند کی شان سے بعید ہے جسمین ذرا بھی عقل ہوگی وہ تخلف اثر سے صحیح کو غلط اور غلط کو صحیح نہین گمان
کر سکتا) اور قوی موسمون مین قوی دواؤن پر دلیری نہ کرنا چاہیے (کیونکہ اس سے قویٰ ضعیف ہو جاتے ہین وجہ
یہ کہ بدن پر تین امر مجتمع ہو جاتے ہین جو اعتدال سے خارج ہین مرض قوی دوا قوی فصل) اور جہانتک غذاؤن
سے تدبیر ممکن ہو دواؤن کو اختیار نہ کرنا چاہیے (کیونکہ دوا خواہ قوی ہو خواہ ضعیف طبیعت کے منافی ہوتی ہے اور
غذا بحیثیت غذائیت طبیعت کے ملائم اور مناسب ہوتی ہے اور قویٰ کی مقوی ہوتی ہے) اور جب مرض کے گرم
یا سرد ہونے مین اشکال پڑے (یعنی تمیز نہو اور اسکے تجربہ اور طریق علاج کا معلوم کرنا منظور ہو) تو چاہیے کہ اس دوا
پر جرأت نکرے جو کیفیت مین افراط رکھتی ہو (کیونکہ وہ اگر موافق فی الکیفیت ہوگی تو سخت مضرت پہونچائیگی بلکہ اس صورت
مین ضعیف دوا کا استعمال کرنا چاہیے) اور اگر نفع دوا کا گرم اور سرد دونون مرضون مین مشترک ہو تو اسکا استعمال بہت ہی
مناسب ہے) اور عرضی تاثیر کے مغالطہ مین ڈالنے سے بچنا چاہیے (مثلاً ٹھنڈا پانی بالعرض اثر مین گرم ہے کیونکہ ظاہر جلد
کی تکثیف کرتا ہے اور حرارت کو بند کر دیتا ہے پس وہ اندر جمع ہو کر گرمی پہونچاتی ہے اور مثلاً سقمونیا ہے کہ بالعرض برودت
پیدا کرتی ہے کیونکہ گرم خلط یعنی صفرا کو نکالتی ہے پس جس شخص کا تجربہ کا ارادہ ہو اُسکو یہ دیکھنا چاہیے کہ یہ تاثیر
عرضی ہے یا ذاتی تاکہ اس اشتباہ مین پڑ کر غلطی نہ کر بیٹھے اور اُس چیز کو چھوڑ دے جو بالذات نافع ہو یا اُس چیز پر
جم جائے جو بالذات مضر ہو اور یہ غلطی تاثیر عرضی کے سبب سے واقع ہو جاتی ہے) **مین کہتا ہون** مؤلف نے
یہ وصیتین کی ہین جنکا لازم اور واجب ہونا ظاہر ہے اور دَیْدَن کے معنی عادت کے ہین (یعنی مسہل اور قے کی عادت
نہ ڈال لے) اور غلط اور صواب سے مؤلف کی یہ مراد ہے کہ قیاس اور دلیل سے اُسکا غلط یا صواب ہونا معلوم ہو جائے
اور قوی موسمون سے مؤلف کی مراد وہ گرمی ہے جسمین سخت گرمی ہو اور وہ جاڑا جسمین سخت سردی ہو اور یہ بھی ممکن
ہے کہ نفس گرمی اور جاڑا ہی مراد لیجائے (اور یہ قید نہ لگائی جائے کہ جسمین سخت سردی ہو یا سخت گرمی ہو کیونکہ گرمی

اور جاڑا یہ دونون موسم بہ نسبت خریف اور ربیع کے قوی ہوتے ہین اور جو دوا کیفیت مین افراط رکھتی ہو اُسکے ساتھ
تجربہ کرنا خطرہ کی بات ہے فرض کیجیے کہ مرض بھی حار ہو اور تجربہ بھی اُسی دوا سے واقع ہو جو حرارت مین افراط رکھتی ہو اور اُسمین
سخت مضرت ہو آور تاثیر عرضی سے غلطی مین پڑجانے کی یہ صورت ہے کہ طبیب کسی دوا کا استعمال کرائے اور اُسکی ذاتی
تاثیر اس مرض مین پوشیدہ ہو جسکے علاج کا قصد ہے اور اُسکی عرضی تاثیر کسی دوسری جہت سے بدن مین ظاہری طور پر
ہو لیس طبیب اُسکی عرضی تاثیر سے ڈر کر اُس دوا کو چھوڑ دے اور ایسا کرنا غلطی ہے لہذا طبیب کو لازم ہے کہ اس سے
بچے کیونکہ عرضی تاثیر تو جلد زائل ہو جاتی ہے اور اُسکے عوض مین وہ ذاتی تاثیر ہاتھ سے جاتی رہتی ہے جسپر معاملہ
علاج مین اعتماد کرنا واجب اور لازم ہے **مؤلف کہتا ہے** جب کئی مرض جمع ہو جائین تو پہلے اُس مرض کا
علاج شروع کرنا چاہیے جسمین ان تین خاصیتون مین سے کوئی خاصیت موجود ہو پہلی خاصیت تو یہ ہے کہ دوسرے
مرض سے اچھا ہونا اس سے اچھے ہو جانے پر موقوف ہو جیسے ورم اور زخم ہے تو پہلے ورم کا علاج شروع کرین دوسری
خاصیت یہ ہے کہ دونون مرضون مین سے ایک مرض دوسرے مرض کا سبب ہو جیسے سدہ ہے اور مادی تپ اُس
کہ سدہ سبب ہے ۱۲ منہ
صورت مین سبب کا دور کرنا شروع کرے اب اگر (تفتیح اور سدے کھولنے کے لیے) سکنجبین وغیرہ کافی نہو تو ایسے ادویہ
کے استعمال مین کوئی مضائقہ نہین ہے جو گرمی پیدا کرین (اور سدون کو کھولین) کیونکہ گرم دوا سے سدون کے
کھلجانے سے جو ٹھنڈک کا نفع حاصل ہوگا وہ اس دوا کی تسخین کے ضرر سے بڑھکر نافع ہے (اسلیے کہ تپ کا جاتے رہنا
سبب کے باقی رہنے کے ساتھ محال ہے) آور تیسری خاصیت یہ ہے کہ دونون مرضون مین سے ایک مہتم بالشان ہو
یعنے اُس سے خطرہ زیادہ ہو ۱۲
جیسے مرض حاد اور مرض مُزمن (مثلاً تپ محرقہ اور فالج کہ تپ محرقہ حاد ہے اور فالج مُزمن) تو مرض حاد کا علاج
پہلے کرنا چاہیے (اسلیے کہ مرض حاد سخت موذی ہوتا ہے) اور باانیہمہ دوسرے (مُزمن) سے بھی غافل نہ رہنا چاہیے
(یعنی اُسکی بھی رعایت رہے) آور جب کہ مرض اور عرض دونون مجتمع ہون تو پہلے مرض سے شروع کرے
(اسلیے کہ مرض عرض کے لیے بمنزلہ سبب کے ہے جب سبب جاتا رہیگا تو مسبب بھی جاتا رہیگا) مگر یہ کہ عرض زیادہ
قوی ہو (جس سے قوت کے تحلیل ہو جانے کا ڈر ہو) مثلاً قولنج (کہ شدت کا درد رکھتا ہو) تو پہلے درد کی تسکین
کرو پھر سدے کا علاج کرو (جو آنتون مین رکا ہوا ہے کیونکہ اگر درد کا خیال نہ کیا جائیگا اور سدے کا علاج
شروع کردیا جائیگا تو تڑپ تڑپ کے مریگا مریض بیچارا) پہلا فن (کلیات) تمام ہوگیا (وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی
بِنِعْمَتِہٖ تَتِمُّ الصّٰلِحَاتُ) مین کہتا ہون زخم کا اچھا ہونا ورم کے اچھے ہونے پر موقوف ہے کیونکہ جب تک
عضو کا مزاج صالح نہو لیگا اور بھرنے والی غذا کو قبول نہ کریگا اُسوقت تک زخم ہرگز نہین بھر سکتا کیونکہ عضو کا

سوء مزاج طبیعت کو اپنے فعل سے روکتا ہے اور جسوقت تک ورم رہیگا اُسوقت تک عضو کا مزاج بھی فاسد رہے گا
(لہذا پہلے ورم کا علاج کرنا چاہیے) اور سدہ مادی تپ کا سبب ہوتا ہے کیونکہ سدہ اخلاط کی ترویح اور تنفس سے مانع ہوتا
ہے اور ترویح کا نہونا ہی اخلاط کے تعفن کا موجب ہے اب یا تو سکنجبین وغیرہ سے وہ سدہ کھلجائیگا تب تو کوئی جھگڑا نہین
ہے اور یا اُسکے کھولنے کے لیے گرمی کرنے والی دواؤن کی ضرورت سمجھی جائیگی تو ضرور اُنکا استعمال کیا جائے اور اسکا
اندیشہ نہ کیا جاوے کہ یہ دوائین (اپنی گرمی کی وجہ سے) تپ کو مضر ہونگی کیونکہ جب تک سبب باقی رہیگا مسبّب
ہرگز نہین زائل ہو سکتا اور سدہ کے کھلجانے کا نفع یہی ہے کہ اس سے تبرید پیدا ہوگی کیونکہ جب سدہ جاتا رہیگا تو آخر مین
بخار بھی جاتا رہیگا اور بالفعل گرمی کے ضرر سے یہ نفع زیادہ قابل لحاظ ہے (لہذا اسی کو ترجیح دینا چاہیے اور بالفعل کے
ضرر پر لحاظ نہ کرنا چاہیے) اور یہ ایک کھُلی ہوئی بات ہے - اور جب مرض حاد اور مرض مزمن دونون جمع ہون تو
مرض حاد کا علاج پہلے ہو اسلیے مہتم بالشان ہے کہ یہ اپنے ثوران اور ہیجان کی وجہ سے طبیعت کو سخت اذیت
دے رہا ہے بخلاف مزمن کے کہ وہ ٹھہرا ہوا ہے اور باینہمہ مرض مزمن سے بھی غفلت نہ کرنا چاہیے مثلاً سوء قنیہ
(تپ محرقہ ۱۲ منہ)
اور فالج یہ دونون جمع ہوجائین تو پہلے تطفیہ اور فصد وغیرہ سے سوء قنیہ کا علاج کرنا چاہیے باینہمہ فالج سے
(گرمی کا بجھانا ۱۲ منہ)
بھی غفلت نہو اور مرض اور عرض کے اجتماع کی مثال یہ ہے کہ بخار اور جو دردسر دونون ہون پس بخار کے دور
ہوجانے سے دردسر بھی جا سکتا ہے کیونکہ دردسر بخار ہی کو تابع ہے اور جو درد کہ قولنج کا عرض ہے جسوقت اسکا
اندیشہ ہو کہ اس سے قوت تحلیل ہوجائیگی تو پہلے درد کی تسکین کرنا چاہیے اگرچہ یہ مسکن دوا قولنج کو مضر ہو مثلاً یہ کہ مسکن اُن مخدر
دواؤن مین سے ہو جو درد کے ٹھہر جانے کے لیے پلائی جاتی ہین اور درد کا ٹھہرانا پہلے اسلیے ضروری ہے کہ درد سے غفلت
کرنے مین سخت مضرت اور اندیشہ ہے کیونکہ ہم مان چکے ہین کہ اس درد قولنج کا نتیجہ لازمی ہلاک اور موت ہے واللہ اعلم وعلمہ اتم مؤلف کہتا ہے

دوسرا فن

دو جملون پر مشتمل ہے پہلا جملہ مفرد دواؤن اور مفرد غذاؤن کے احکام مین ہے اور اسکے دو باب ہین پہلا باب مفرد دواؤن کے کلی کلام مین

مین کہتا ہون دوسرا فن دو جملون پر اسلیے شامل ہے کہ پہلے یہ معلوم ہوچکا ہے کہ دوسرے فن مین ادویہ اور اغذیہ کا بیان ہے اور
دوائین اور غذائین مفرد بھی ہوتی ہین اور مرکب بھی پس مفرد اور مرکب ہر ایک کے لیے ایک جملہ علیحدہ کر دیا گیا اور پہلا جملہ دو بابون
مین اسلیے منحصر ہے کہ مفردین یا تو کلی کلام کیا جائیگا یا جزئی اور قول کلی اور قول جزئی کی تفسیر پہلے فن مین گذر چکی ہے (اسکو
وہین دیکھ لینا چاہیے) اور یہان پر صرف مفرد دواؤن مین کلی کلام اسلیے کیا گیا کہ غذاؤن مین کا کلی کلام کھانے کی

دوسرا فن اور مفرد دوا و غذا کا بیان

چیزون اور اُنکی تدبیر کی بحث مین گذر چکا ہے) مؤلف کہتا ہے جو چیز اپنی کیفیت سے بدن مین اثر کرے تو وہ
جسوقت بدن پر وارد ہو اور بدن کی (قوتون سے بواسطہ) حرارت غریزیہ کے متاثر ہو تو یا تو یہ چیز آدمی مین اُسکی
کیفیت سے بڑھکر اثر نہ کریگی بلکہ اُسی کی کیفیت کے مناسب اثر کریگی یہ تو معتدل دوا ہے یا کوئی زاید کیفیت پیدا
کریگی اور یہ دوا اُسی کیفیت مین اعتدال سے خارج کہلاتی ہے اب یا تو یہ تاثیر محسوس ہی نہوگی (مگر تکرار اور کثرت مقدار
سے) تو یہ دوا پہلے درجہ مین ہے (تکرار اور کثرت مقدار کی قید سے پہلے درجہ کی دوا اور معتدل دوا مین فرق نکل آتا ہے
اسلیے کہ معتدل دوا کا اثر نہ تو تکرار سے ظاہر ہوتا ہے اور نہ مقدار کی زیادتی سے اور تکرار اور مقدار کی زیادتی اُس دوا
کو اپنے درجہ سے نکال نہین دیتی گو اُسکی تاثیر اس سبب سے بڑھ جائے تکرار مین تاثیر کے بڑھ جانے کی وجہ تاثیر کی
طولانی مدت اسکا سبب ہوگی اور مقدار کی زیادتی اسلیے کہ وہ کثرت مادہ کی باعث ہے اور یہ اُس دوا کو درجہ سے
اسلیے نہین باہر کرتی کہ اجزاے حارہ اور باردہ مین نسبتین ہین وہ بدستور باقی رہتی ہین اور درجون کا اختلاف اُسوقت
ہوتا ہے جبکہ اجزا کی نسبت بدل جائے صرف تاثیر کے اختلاف سے درجون کا اختلاف نہین ہوسکتا) اور اگر اُسکی تاثیر
(بغیر تکرار اور بغیر زیادتی مقدار کے) محسوس ہو تو دو حال سے خالی نہین یا ضرر کریگی یا نہ کریگی اگر ضرر نہ کرے (مگر تکرار
یا زیادتی مقدار سے) تو یہ دوا دوسرے درجہ مین ہے یا ضرر کریگی اور یہ بھی دو حال سے خالی نہین یا تو مہلک ہوگی
یا مہلک نہوگی اگر ضرر کرے اور قتل کے درجہ تک نہ پہونچے تو یہ دوا تیسرے درجہ مین ہے اور اگر باوجود ضرر کے درجہ قتل
تک بھی پہونچگئی ہو تو چوتھے درجہ مین ہے اور اسکو سمی دوا کہتے ہین مین کہتا ہون جو چیز بدن مین اپنی
کیفیت سے اثر کرتی ہے وہ جبھی اثر کرتی ہے جبکہ بدن کی حرارت غریزیہ سے منفعل اور متاثر ہو جائے اور حرارت
غریزیہ اُس کیفیت کو اُسمین قوت سے فعل کی طرف نکالدے (یعنی جو کیفیت اُس دوا مین بالقوۃ موجود ہے
حرارت غریزیہ اُسکو اُسمین بالفعل موجود کردے) تاکہ اُسی قسم کی کیفیت بدن مین بھی پیدا کردے پس جو کیفیت
اُس دوا مین حرارت غریزیہ کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے بشرطیکہ جس شخص نے اُس دوا کو استعمال کیا ہے وہ معتدل المزاج
ہو اور جو مقدار اُسکے استعمال کی ہے وہ اُتنی ہی ہو جو عادۃً استعمال کی جاتی ہے (یعنی مقدار دوا زیادہ نہو) وہ دو حال
سے خالی نہوگی (یا تو اُس کیفیت سے زاید نہوگی جو انسان مین موجود ہے یا زاید ہوگی اگر اس کیفیت بدن سے یہ
کیفیت زیادہ نہو تو وہ دوا معتدل ہے اور اگر زیادہ ہو تو وہ دوا اُسی کیفیت مین اعتدال سے خارج ہے اب یہ
دیکھنا چاہیے کہ جو دوا اعتدال سے خارج ہے یا تو بدن مین (استعمال کے وقت) اُسکی تاثیر محسوس ہی نہوگی یا
محسوس ہوگی اگر تاثیر محسوس نہو تو وہ پہلے درجہ کی دوا ہے اور اگر اُسکی تاثیر محسوس ہو تو یہ محسوس تاثیر یا تو اس

حد تک نہ پہونچیگی کہ مضر بالفعل ہو یا حد مضرت تک پہونچ جائیگی اگر بالفعل مضرت نہ کرے تو یہ دوا دوسرے درجہ کی ہے اور اگر حد
مضرت تک پہونچ جائے تو یا قاتل ہونے کی حد تک نہ پہونچیگی یا پہونچ جائیگی اگر ہلاکت تک نوبت نہ پہونچے تو یہ تیسرے
درجہ کی دوا ہے اور اگر حد ہلاک تک پہونچی ہو تو یہ چوتھے درجہ کی دوا ہے اور ہر درجہ کے تین مرتبے ہوتے ہین عالی اور
سافل اور متوسط (اس سے سمجھ لینا چاہیے کہ جب اطباء یون کہین کہ یہ دوا پہلے درجہ کے اول درجہ یا اول مرتبہ مین سرد
یا گرم ہے تو اُس سے اُسکا درجۂ عالی مراد ہوتا ہے اور اگر یون کہین کہ یہ دوا پہلے درجہ کے دوسرے مرتبہ مین سرد یا گرم
ہے تو اُس سے متوسط درجہ مراد ہوگا و علی ہذا القیاس) جوکہ پہلے درجہ مین گرم ہے اُسکی مثال گیہون ہے اور دوسرے درجہ
کے گرم کی مثال شہد ہے اور تیسرے درجہ کی سونٹھ اور چوتھے درجہ کی فربیون ہے اور جو دوا چوتھے درجہ مین ہوتی ہے اُسکو
دواے سمی کہتے ہین یہ زہر نہین ہے بلکہ زہریلی ہے اور سم اور چیز ہے کیونکہ دواے سمی تو اپنی کیفیت سے قتل کرتی ہے اور سم
اپنی صورت نوعیہ سے اور اُسکو جو سمی کہا جاتا ہے تو اسوجہ سے کہ اُسکو سم کے ساتھ مشابہت ہے ہلاک کرنے مین ورنہ وہ
درحقیقت دوا ہے اگر کوئی یہ شبہہ کرے کہ جس دوا کی تاثیر محسوس نہو (جیسے پہلے درجہ کی دوا) کیسے جانا جاتا ہے کہ یہ مؤثر ہے
تو اسکا یہ جواب ہے کہ اُسکی تاثیر مکرر استعمال کرنے اور مقدار کے زیادہ ہونے سے معلوم ہوتی ہے شیخ کے کلام سے یہی نکلتا ہے
مؤلف کہتا ہے اور بعضی دوائین ایسی ہوتی ہین جنکی قوت (کئی قوتون سے) مرکب ہوتی ہے اور یہ وہ دوائین ہین
جنکی ترکیب اُن اشیاء سے ہوتی ہے جو عناصر سے ممتزج اور مرکب ہین (کہ ان اشیاء مین سے ہر شی کے لیے اُسکے عنصرون
کے اعتبار سے ایک قوت ہوتی ہے جو دوسری شی کی قوت کے مخالف ہوتی ہے) پس ان اشیاء سے ان دواؤن
کے لیے ایک دوسرا مزاج حاصل ہوجاتا ہے (اسوجہ سے کہ یہ اشیاء جو کہ اس دوا کے لیے بمنزلہ عناصر کے ہین اُنمین باہم
فعل و انفعال ہوتا ہے اور جسطرح کہ پہلے مزاج کے عنصر ممتزج مین اپنی اپنی صورتون پر باقی رہتے ہین اسی طرح دوسرے
مزاج کے عنصر بھی اپنی اپنی صورتون پر باقی رہتے ہین اور اسکی دلیل یہ ہے کہ جب ہم دودھ کے اجزا کو جدا کرتے ہین
تو اُسمین سے چکنائی اور مائیت اور پنیر نکلتا ہے اور جبکہ ان صورتون مین ہر ایک صورت باقی رہا کرتی ہے تو ضرور ہے
کہ اُنسے وہ آثار بھی پیدا ہون جنکو یہ صورتین چاہتی ہین اسی سبب سے ایسے مرکب کو کہتے ہین کہ اسکی قوت کئی قوتون
سے مرکب ہے) اور ان دواؤن کی ترکیب ان اشیاء سے یا تو طبعی ہوگی جیسے کہ دودھ ہے کہ یہ بالطبع مائیت اور چکنائی
اور پنیر سے مرکب ہے (اور ان تینون چیزون مین سے ہر ایک چیز خاص عنصر سے مرکب ہے) اور یا یہ ترکیب صناعی
ہوگی جیسے تریاق کی ترکیب ہے (کیونکہ تریاق کئی دواؤن سے مرکب ہوتا ہے جنمین سے ہر دوا کے لیے اُسکے
عنصرون کے اعتبار سے ایک خاص مزاج ہے اور جب ان سب دواؤن کی ترکیب ہو جاتی ہے تو مجموعہ کے لیے

ایک دوسرا مزاج حاصل ہوجاتا ہے) پس ان ممتزج چیزون مین سے ہر ایک چیز (اپنی صورت نوعیہ باقی رہنے کی جہت سے)
اپنا اپنا اثر کرتی ہے اسی وجہ سے اس مرکب دوا سے کبھی متضاد اثر صادر ہوتے ہین یعنی مثلاً ایک ہی دوا سے حرارت
اور برودت دونون صادر ہوتے ہین جیسے کہ گلاب کے پھول مین ہے (کیونکہ گلاب مین ایک جوہر ہے جسکا مزاج
پہلے درجہ مین گرم ہے اور ایک جوہر ہے جسکا مزاج دوسرے درجہ مین سرد ہے اور ایک جوہر ہے جو ملیّن اور مرطب ہے
اور ایک جوہر ہے جو مکثف اور خشک ہے) **مین کہتا ہون** مزاج دو ہوتے ہین اوّل اور ثانی مزاج اول تو
وہ پہلا مزاج ہے جو عناصر سے پیدا ہوتا ہے اور مزاج ثانی وہ مزاج ہے جو چند ایسی اشیاء کے ملنے سے پیدا ہوتا ہے
جنمین سے ہر ایک کے لیے علٰحدہ علٰحدہ مزاج حاصل ہے اور ان سب چیزون کا ملجانا ایسا ملجانا نہین ہے جسکی
وجہ سے سب کی قوت ایک ہوجائے کیونکہ اگر یہ امتزاج ایسا ہوگا تو اس مجموعہ کا مزاج اوّلی ہوجائیگا (حالانکہ
مجموعہ کے لیے مزاج ثانی ہوتا ہے) اور اول اور ثانی مین مزاج کے منحصر ہونے کی یہ وجہ ہے کہ مزاج یا تو اُن چند
اشیاء کے ملنے سے حاصل ہوگا جنمین سے ہر ایک کے لیے ترکیب کے پیشتر علٰحدہ علٰحدہ مزاج تھا اور یا وہ مزاج اسنسے
حاصل نہوگا اگر اشیاء کے ملنے سے حاصل ہو تو مزاج ثانی ہے ورنہ اول جب یہ بات ذہن نشین ہوچکی تو اب ہم
کہتے ہین کہ بعضی دوا چند قوتون سے مرکب ہوتی ہے اور یہ وہی دوا ہے جسکے لیے چند مزاج والی اشیاء کی ترکیب
کی وجہ سے مزاج ثانی حاصل ہوا ہے اور جس دوا کے لیے دوسرا مزاج ہوتا ہے اُسکی ترکیب کی دو قسمین ہین ایک
قطعی جیسے دودھ ہے کہ یہ مائیت اور چکنائی اور پنیر سے مرکب ہے اور انمین سے ہر ایک کا خاص خاص مزاج
ہے پس مائی مادہ گویا بالطبع بارد ہوتا ہے لیکن اُس تیز کھار کی وجہ سے جو خون کے صفراوی جزء سے حاصل ہوئی
ہے اس مادہ مین کچھ حرارت آگئی ہے اور پنیری مادہ گرم خشک ہے اور چکنائی کا مادہ گرم تر ہے اور اُس ترکیب
کی دوسری قسم صناعی ترکیب ہے جیسے تریاق ہے کہ یہ چند ایسے ادویہ سے مرکب ہوتا ہے جنمین سے ہر ایک کا
ایک خاص مزاج ہوتا ہے اور اُس مجموعہ مصنوعہ (تریاق) کے لیے بھی ایک مزاج ثانی ہے جو اُسکے ساتھ مخصوص
ہے یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ جو دوا چند قوتون سے مرکب ہوتی ہے اُس سے کبھی ایسے آثار صادر ہوتے ہین جو باہم ایک
دوسرے کے ضد ہین جیسے کہ مثلاً ٹھنڈک پہونچانا اور گرمی پہونچانا کیونکہ جب اُس دوا کے بسائط کے امزجہ
باطل نہین ہوے اسلیے جو جزء گرم ہے اُسنے گرمی کی اور جو بارد ہے اُسنے برودت پیدا کی ہے اور متضاد آثار کا صادر
ہونا اُس مرکب دوا مین ہوتا ہے جسکے بسائط آپسمین ایک دوسرے کو لازم نہون یعنی ایک جزء دوسرے سے جدا
ہوسکے اور اسکی مثال گلاب کا پھول ہے کہ یہ دو جوہرون سے مرکب ہے ایک تو ہوائی جسپر حرارت غالب ہے

اور ایک ارضی جسپر برودت غالب ہے یہی وجہ ہے کہ گلاب کے پھول کا اطلا کرنا گرم درد سر کو ٹھہرا دیتا ہے اور جسکے
دماغ مین حرارت ہو اسکا سونگھنا اُسکو چھینکین لاتا ہے مؤلف کہتا ہے پھر کبھی دوسرا مزاج مستحکم ہوتا ہے
(اسطرح پر کہ اُسکے اجزا نہایت ملے ہوے اور متلازم ہوتے ہین کہ ایک جزو دوسرے جزسے جدا ہو ہی نہین سکتا) کہ آگ
اُسکو جدا نہین کرسکتی چہ جائیکہ پکانے سے وہ جدا ہو سکے (یعنی اگر اس مرکب کو آگ پر بھی بلا واسطہ ڈالدیا جائے
تو اُسکا امتزاج باطل نہین ہو سکتا چہ جائیکہ اُسکو پتیلی مین رکھکر پکایا جائے یعنی اس دوسری صورت مین تو
لامحالہ اُسکا امتزاج نہین جا سکتا کیونکہ آگ کے اور اُسکے درمیان پتیلی واسطہ ہے اور پہلی صورت مین تو کوئی
واسطہ بھی نہین) جیسے کہ سونے کا مزاج ثانی ہے (کیونکہ سونا عمدہ پارہ اور اچھی صاف سرخ گندھک سے مرکب
ہے اور سونیکا مزاج ثانی نہایت مستحکم ہے کہ آگ پر ڈالدینے سے اُسکا امتزاج باطل نہین ہو سکتا اسیطرح اُسکا پہلا
یعنا امتزاج اور آمیزش اور اتصال اجزا ۱۲ منہ
مزاج بھی جو ارکان سے پیدا ہوا ہے مضبوط اور مستحکم ہے کہ اُسکے جدا کرنے سے آگ عاجز ہے) اور کبھی دوسرا مزاج
ضعیف ہوتا ہے (یعنی اُسکے اجزا مضبوط اور اچھی طرح متصل نہین ہوتے اور یہ استرخا تین قسمون پر ہے ایک تو
یہ کہ) آگ اُسے کھولدیتی ہے اور اُسکے اجزا کو جدا کر دیتی ہے نہ کہ پکانا (اور اسکو مطلق استرخا کہتے ہین) جیسے بابونہ
ہے کہ اُسمین دو قوتین ہوتی ہین ایک قابضہ ایک محللہ کہ یہ دونون قوتین پکنے سے جدا نہین ہو سکتین (کیونکہ جب
بابونہ کو پکاتے ہین تو اُسکے تمام اجزا مین سے پانی ملے ہوے اجزا جدا ہو جاتے ہین اور اگر پکانے کے زمانہ کو طول
دیا جائے تو پانی اُسکے کسی جز کی قوت کو زائل نہین کر سکتا یہانتک کہ اُسکا جرم فقط اخیر کے جزو کی قوت پر باقی
رہجاتا ہے اسی لیے بابونہ مین کے جوش کیے ہوے پانی مین یہ دونون قوتین ہوا کرتی ہین جسطرح کہ بابونہ کے
پکے ہوے جرم مین یہ دونون قوتین ہوتی ہین اور جسقدر زیادہ پکایا جاتا ہے اُسی قدر پانی مین یہ دونون قوتین
زیادہ آتی جاتی ہین اور بابونہ کے جرم مین سے گھٹتی جاتی ہین اور جب بابونہ مین آگ بڑجاتی ہے تو آگ اُسکے
اجزا کو جدا جدا کر دیتی ہے اور وہی فعل اُسمین کرتی ہے جو لکڑی مین کرتی ہے اور استرخا کی دوسری قسم مؤلف نے
اسطرح بیان کی کہ) کبھی دوسرا مزاج اس سے بھی زیادہ ضعیف ہوتا ہے کہ اُسے پکنا جدا کر دیتا ہے اور دھونے
سے اُسمین انفصال نہین ہوتا (اس استرخا کو استرخا انتہائی کہتے ہین) جیسے مسور ہے کہ اسمین ایک محللہ
قوت ہوتی ہے کہ پکانے سے اُسکے پانی مین نکل جایا کرتی ہے (کیونکہ اسکے وہ لطیف اجزا جو قوت کو اُٹھائے ہوئے
ہین پانی مین مل جاتے ہین) اور اُسکے جرم مین قوت ارضیہ (قابضہ کثیفہ) باقی رہجاتی ہے نفیسی مین ہے
جب یہ قصد کیا جائے کہ مسور کی قوت مین سے ضعیف قوت پانی مین آجائے تو اُسے پانی مین تھوڑا سا پکایا جائے

اور جب یہ قصد ہو کہ یہ قوت پانی مین زیادہ قوی طور پر آجائے تو زیادہ پکایا جائے اور جب یہ قصد ہو کہ اس ملطف
قوت کے ساتھ قوت قابضہ بھی پانی مین آجائے تو اور زیادہ پکایا جائے کیونکہ زیادہ پکنے کے وقت اجزاء ارضیہ مین سے
کچھ حصہ پانی مین ملجایا کرتا ہے گو تھوڑا ہی حصہ ہو غرضکہ اُسمین سے قوت قابضہ چھوٹ کر پانی مین آجائیگی) اور
کبھی یہ دوسرا مزاج اسقدر ضعیف ہوتا ہے کہ دھونے سے جدا ہوجاتا ہے (یہ استرخاء کی تیسری قسم ہے اِسکو
استرخاء مفرط کہتے ہین) جیسے کاسنی ہے (کہ اسمین ایک بدرقہ بننے والی قوت مفتحہ ہے اور ایک تری کی قوت ہے
جو تہ نشین ہونے والی ہے اور ایک ارضیہ قابضہ قوت ہے) کہ اسکا مفتح اور ملطف جزدھونے سے چھوٹ جاتا ہے
(کیونکہ اسکا کھاری لطیف جز کہ اس قوت کا حامل ہوتا ہے پانی مین چھوٹکر آجاتا ہے) اور جزء مائی جو بارد ہے
وہ اُسکے جرم مین باقی رہجاتا ہے (جزء مائی بارد اور جزء ارضی قابض اُسکے جرم مین باقی رہجاتا ہے) پس جب یہ قصد ہو
کہ اُسمین کی مفتحہ قوت کم ہوجائے تو چاہیے کہ اسکو خفیف سا دھو ڈالا جائے اور اگر یہ قصد ہو کہ یہ قوت بالکل باطل
ہوجائے تو اُسکے دھونے مین خوب مبالغہ کیا جائے اور اگر یہ قصد ہو کہ صرف قوت مفتحہ کا استعمال ہو تو اُس پانی
کا استعمال کیا جائے جسمین اُسے دھویا گیا ہے) مین کہتا ہون جس مرکب کا بسائط سے امتزاج ہوتا ہے اور اسکی
وجہ سے اُسکو دوسرا مزاج ثابت ہوتا ہے اُسکی اس امتزاج کی مضبوطی اور ضعف کے اعتبار سے کئی قسمین ہین
پہلی قسم تو یہ ہے کہ اُسکے بسائط اس مضبوطی کے ساتھ آپسمین ملے ہوے ہون کہ آگ مین بھی اتنی قدرت نہو کہ اُن کو
جدا کرسکے چہ جائیکہ اُس مرکب کا پکانا (کہ پکانے سے تو بطریق اولی وہ جدا نہو سکینگے) جیسے سونا ہے کہ اسکا جرم
دو جوہرون سے مرکب ہوتا ہے ایک تو جوہر مائی جسپر رطوبت غالب ہوتی ہے اور ایک جوہر ارضی جسپر خشکی غالب
ہوتی ہے اور یہ دونون جوہر آپسمین ایسے مل گئے ہین کہ آگ اُن دونون کے جدا کرنے سے عاجز ہے کیونکہ اگر فرضاً
اسکی مائیت آگ کی وجہ سے اوپر چڑھنا چاہے تو جوہر ارضی کے تمام جز مائیت کے تمام اجزا کو ایسی مضبوطی سے
جکڑ لینگے کہ آگ مین اتنی قدرت نہوگی کہ اجزائے مائیہ کو اڑادے اور اجزائے ارضیہ کو تہ نشین کردے جیسے کہ
لکڑی مین آگ کا یہی فعل ہوتا ہے دوسری قسم یہ ہے کہ اُسکے بسائط کا امتزاج باہمی پہلی قسم کے اعتبار سے ضعیف
ہو اسطرح پر کہ آگ مین تو اسقدر قدرت ہو کہ اُسکے بسائط کو جدا کرسکے لیکن پکانے مین وہ جدا نہو سکین جیسے
بابونہ مین کہ آگ تو اس بات پر قادر ہے کہ اُسمین وہی عمل کرسکے جو لکڑی مین کرتی ہے لیکن پکانے مین اتنی
قدرت نہین کیونکہ جب بابونہ کو پکایا جائیگا تو اُن دونون جوہرون مین تمیز اور انفصال نہین ہوسکتا کہ ایک
جوہر اُسکی قوت قابضہ کا مبدا ہے اور دوسرا جوہر اُسکی قوت محللہ کا مبدا ہے پہلے جوہر پر ارضیت غالب ہوتی ہے

(کیونکہ وہ قابض اور مکثف ہے) اور دوسرے جوہر پر ناریت غالب ہوتی ہے (کیونکہ وہ محلل ہے) اور یہ جو ہمنے
کہا کہ یہ دونون جوہر پکانے سے جدا نہین ہوسکتے اسکی یہ دلیل ہے کہ جب بابونہ کو پکا کر بدن کے کسی مقام پر ضماد
کیاجاتا ہے تو یہ دونون قوتین اپنا اپنا عمل کرتی ہین اور تیسری قسم یہ ہے کہ بسایط کا باہمی امتزاج دوسری قسم
سے بھی زیادہ ضعیف ہو باسطرحپر کہ پکانا تو اُنکو جدا کرسکے لیکن دھونا اُنکو جدا نہ کرسکے جیسے مسور ہے کہ اسمین دو جوہر
ہین ایک تو وہ جوہر ہے جو قوت تحلیل کا مبدأ ہے اور اسپر بورقیت غالب ہوتی ہے جو اُسوقت حاصل ہوتی ہے جبکہ
اُسکے بعض ارضی اجزا کو آگ جلاتی ہے اور دوسرا وہ جوہر ہے جو قوت قبض کا مبدأ ہے کہ اُسپر اجزاے ارضیہ غالب
ہوتے ہین پکانے سے پہلا جوہر پانی مین چھُٹ کر آجاتا ہے اور دوسرا اُسکے جرم مین باقی رہجاتا ہے اور چوتھی قسم
یہ ہے کہ بسائط کا باہمی امتزاج تیسری قسم سے بھی زیادہ ضعیف ہو باسطرحپر کہ دھونا بھی اُنکے جدا کردینے پر قادر ہو
جیسے کاسنی مین کہ اسمین دو جوہر ہین ایک تو ارضی بارد مادہ جسکی وجہ سے وہ بدن مین تبرید پیدا کرتی ہے اور دوسرا
ایک جوہر لطیف ہے جو نہایت کم ہے اور اُسکی سطح پر چھایا ہوتا ہے کبھی اُسکی سطح پر چڑھتا اور مفروش ہوجاتا ہے اسی
جوہر کی وجہ سے کاسنی سدّون کو کھولتی ہے اور دھونے سے یہی جوہر پانی مین ملجاتا ہے اور اُسکے جسم مین کچھ
یونہین سا باقی رہجاتا ہے اسی لیے دھوئی ہوئی کاسنی ریاح پیدا کرتی ہے اسی لیے شرعًا و طبًّا کاسنی کے
دھونے سے ممانعت کی گئی ہے شیخ نے یہی لکھا ہے مؤلف کہتا ہے دوا کی تاثیر یا تو فقط باہر سے ہوگی
جیسے بدن مین پیاز کا ضماد قرحہ ڈالتا ہے اور اُسکو کھایا جائے تو یہ اثر نہین کرتی اور کھانے کی حالت مین اسکا
زخم نہ ڈالنا یا تو اسوجہ سے ہوتا ہے کہ کسی کھانے کی چیز یا رطوبت بدنی سے ملجاتی ہے (یعنی جب پیاز کو کھاتے
ہین تو زخم سے سالم رہنا یا تو اسی وجہ سے ہے کہ پیاز کسی چیز سے ملجاتی ہے پس اسمین کی زخم ڈالنے والی قوت
غیر کے ساتھ ملکر ٹوٹ جاتی ہے اور اسکا یہ شر ضعیف ہوجاتا ہے) اور یا اسکی یہ وجہ ہوتی ہے کہ بدن کی حرارت
غریزیہ اُسے ہضم کر ڈالتی اور پریشان اور متفرق کر ڈالتی ہے تو پیاز کا کوئی جز کسی خاص مقام مین نہین ٹھہرتا
مگر تھوڑی دیر اور یا اسکی یہ وجہ ہوتی ہے (کہ پیاز مین اصلی حرارت کے اثر کرنے کے وقت) پیاز کے وہ لطیف
اور لگدم اجزا تحلیل ہوجاتے ہین جو زخم کا اثر کرتے ہین اور یا دوا کی تاثیر فقط اندر ہی سے ہوتی ہے جیسے کہ سفیدہ
ہے کہ اسکا پینا مہلک اور قاتل ہے لیکن اسکا لگانا قاتل نہین ہے اور اسکا سبب یا تو یہ ہے کہ (ضماد کی
حالت مین) اسکی غلظت کے سبب سے (جلد کے تنگ مسامات مین) اسکا وہ جز نفوذ نہین کرتا جسکا اثر ہلاک ہے
(اور اگر نفوذ بھی کرجائے تو نہ روح کے منافس تک پہونچتا ہے اور نہ اعضاے رئیسہ تک جاتا ہے اور جسوقت پیا جاتا ہے

تو اعضاے رئیسہ اور تنفس وغیرہ کے اعضا تک پہونچ جاتا ہے) اور یا یہ سبب ہے کہ ہماری حرارت (سفیدہ کے زہریلے ہونے کے سبب سے) سفیدہ کا وہ جز نہین جذب کرتی جو نفوذ کرکے اپنا اثر کرے اور یا دوائی تاثیر داخلی اور خارجی دونون استعمالون سے ہوگی (یعنی ایک ہی تاثیر دونون استعمالون مین مشترک ہوگی) جیسے پانی کا ٹھنڈک پہونچاتا ہے (کہ اسکو جس طریقہ سے استعمال کیا جائے اسکا اثر تبرید ہی ہوگا) اور کبھی خارجی تاثیر داخلی تاثیر کے خلاف ہوتی ہے جیسے دھنیا ہے کہ اگر اسکا استعمال خارج سے کیا جائے تو ورمون کو حتی کہ کنٹھ مالا کو بھی تحلیل کر دیتا ہے اور جسوقت داخلاً اسکا استعمال کیا جائے تو مادون کو غلیظ اور کثیف کر دیتا ہے اور ٹھنڈا کر دیتا ہے (اور اسکا سبب یہ ہے کہ دھنیا دو متضاد جزون سے مرکب ہے ایک جز اسمین سے گرم اور لطیف اور محلل ہے اور دوسرا جز ٹھنڈا اور ارضی اور مغلظ ہے اور تکثیف کرتا ہے جسوقت اسکا استعمال خارج سے کیا جاتا ہے تو اُسکا گرم لطیف جز مسامات مین نفوذ کر جاتا ہے اور مواد کی تحلیل کرتا ہے اور ٹھنڈا جز وہ اپنی غلظت کے سبب سے مسامات مین اُنکی تنگی کی وجہ سے نفوذ نہین کر سکتا اور اگر گرم جز کچھ ٹھنڈے مین ملجاتا ہے تو وہ مادہ کے توڑنے مین فائدہ کرتا ہے اور جب اسکا استعمال داخلاً کیا جاتا ہے تو اصلی حرارت اپنی قوت کی وجہ سے اس جز کو تحلیل کر ڈالتی ہے کیونکہ یہ لطیف اور قلیل المقدار ہوتا ہے)

مین کہتا ہون جو چیز بدن مین تغیر پیدا کرتی ہے یا تو اسکا یہین تغیر کیوقت پیدا کرنا صرف بدن کے باہر سے ہوگا یا اندر سے یا دونون استعمالون سے پہلی قسم تو وہ ہے جو جسم سے ملکر تغیر پیدا کرے اور کھانے کے وقت یہ تغیر نکرے جیسے پیاز ہے کہ اگر بدن پر خارج سے اُسکا ضماد کیا جائے تو زخم ڈالدیگی اور اگر کھائی جائے تو زخم نہ ڈالیگی اور اسکے کئی سبب ہین یا تو یہ سبب ہے کہ پیاز اکثر اوقات کسی دوسری چیز کے ساتھ ملاکر کھائی جاتی ہے اور دوسرے کھانے مین ملکر اُسکی قوت ٹوٹ جاتی ہے اور اُسکی کیفیت متغیر ہو جاتی ہے اور ضماد کے وقت اُسکی یہ حالت نہین ہوتی کیونکہ اکثر اوقات صرف پیاز ہی کا ضماد کیا جاتا ہے اور یا یہ سبب ہے کہ پیاز غذا کے اوعیہ مین اُن رطوبتون سے ملجاتی ہے جو اُسکے اثر کو دبا دیتی ہین اور اُسکی قوت کو توڑ دیتی ہین اور ضماد کے وقت اُسکی یہ حالت نہین ہوتی کیونکہ بدن کا ظاہری حصہ رطوبتون سے خالی ہے اور یا یہ سبب ہے کہ حرارت غریزیہ اُسکو ہضم کر ڈالتی ہے اور متفرق اور پریشان کر دیتی ہے تو وہ ایک جگہ پر نہین ٹھہرتی مگر تھوڑی ہی دیر اور یہ تھوڑا زمانہ ایسا ہوتا ہے کہ قوت کے ضعیف ہونے کی وجہ سے وہ اپنا کام نہین کر سکتی اور ضماد کے وقت اُسکی یہ حالت نہین ہوتی کیونکہ ضماد کے وقت وہ ایک ہی جگہ زیادہ زمانہ تک رہتی ہے اور حرارت غریزیہ اُسمین اپنا فعل ہضم اور تفریق وغیرہ نہین کر سکتی جو کہ باطن مین کر سکتی ہے اور یا یہ سبب ہے کہ حرارت غریزیہ مبادرت کرکے اُسکے مزاج کو

متغیر کر ڈالتی ہے اور اُسکی اُس قوت کو تحلیل کر ڈالتی ہے جس سے وہ بدن مین زخم ڈالتی ہے اور جب باہر سے اُسکا ضماد
کیا جائے تو یہ بات نہین ہوتی کیونکہ بدن کے اندر حرارت عزیزیہ زیادہ ہے بخلاف باہر کے اور دوسری قسم پہلی قسم کے
برعکس ہے یعنی دوسری قسم وہ ہے جسکا کھانا تغیر پیدا کرے نہ کہ بدن کی ملاقات اُسکی مثال سفیدا ہے کہ اگر سفیدا پیا جائے
تو بڑا تغیر پیدا کرتا ہے بلکہ بسا اوقات مہلک ہے اور اگر بدن پر اسکا ضماد کیا جائے تو کوئی اثر نہین کرتا اور اسکے دو سبب ہین
یا تو یہ کہ اُسکے اجزا مین غلظت ہوتی ہے تو مسامات کی تنگی کی وجہ سے خارجی استعمال کے وقت مسامات مین نفوذ نہین
کر سکتا اور جسوقت پیا جائے اُسوقت اُسکی یہ حالت نہین ہوتی کیونکہ اندرونی راستون کے وسیع اور کشادہ ہونے
اور اُسکے بعض اجزا کے لطیف اور رقیق ہو جانے کی وجہ سے روح کے منافس اور اعضاے رئیسہ تک پہونچ جاتا ہے
اور فساد پیدا کر دیتا ہے اور اسکا دوسرا سبب یہ ہے کہ سفیدے مین جو سمی طبیعت ہے اُسکا ثوران اور جوش اُسوقت تک
نہین ہوتا جبتک کہ حرارت عزیزیہ اُسمین خوب تاثیر نہ کرے کیونکہ زیادتی اثر کی جبھی ہوتی ہے کہ حرارت عزیزیہ اُسمین سے
اُس جز کو جذب کر لے جو نافذ ہوگا تب وہ اپنا اثر کریگا (طبیعت سمی) اور یہ ظاہر ہے کہ حرارت عزیزیہ کی زیادہ تاثیر بدن کے اندر
ہی ہے کیونکہ حرارت عزیزیہ خارج بدن مین تو ضعیف اور کمزور ہے تیسری قسم یہ ہے کہ اندرونی اور بیرونی دونون استعمالون
سے اپنا اثر کرے اور اسکی دو قسمین ہین کیونکہ اندرونی تاثیر دو حال سے خالی نہوگی یا تو بیرونی تاثیر کے مخالف ہوگی
اور یا اندرونی اور بیرونی دونون تاثیرین ایک ہی ہونگی دونون تاثیرون کے موافق ہونے کی مثال تو پانی کا
ٹھنڈک پہونچانا ہے کہ پانی خواہ پیا جائے خواہ اُس سے غسل کیا جائے دونون صورتون مین اُس سے ٹھنڈک
پہونچتی ہے اور اسکی مثال کہ اندرونی تاثیر بیرونی تاثیر کے مخالف اور متضاد ہو یہ ہے کہ دھنیا اگر باہر سے استعمال
کیا جائے تو ورمون کو تحلیل کرتا ہے اور گرمی پیدا کرتا ہے اور اگر پیا جائے تو مادون کو غلیظ کر دیتا ہے اور ٹھنڈک
پہونچاتا ہے اور اسکا سبب یہ ہے کہ دھنیا دو جز سے مرکب ہے ایک جز تو گرم اور لطیف اور محلل ہے اور دوسرا جز مغلظ
اور مکثف اور مبرد ہے پس جسوقت اسکا باہر سے استعمال کیا جاتا ہے تب تو اُسکا مکثف جز اپنی غلظت کی وجہ سے
نفوذ نہین کر سکتا اور جو اُسکا محلل جز ہے وہ اپنی لطافت کے سبب سے نفوذ کر جاتا ہے پس جو اُسکا کام ہے یعنی تحلیل وہ
کرکے ظاہر یہانتک کہ کنٹھ مالا تک کی تحلیل کر ڈالتا ہے اور جب اُسکا داخلی استعمال ہوتا ہے تو باطن کی حرارت اپنی قوت اور
اُسکے لطیف ہونے کی وجہ سے اُس محلل جز کو تحلیل کر ڈالتی ہے اور اُسکی کوئی تاثیر نہین باقی رہتی اور حرارت عزیزیہ
اُسکو تحلیل کرکے مکثف جز کی قوت کو فعل کی طرف نکالتی ہے لہذا اس جز کا اثر یعنی غلظت پہونچانا اور برودت پیدا
کرنا یہ ظاہر ہو جاتا ہے مؤلف کہتا ہے دواؤن کی قوت پہچاننے کے دو طریقہ ہین ایک تجربہ دوسرا قیاس تجربہ

اُس چیز کے امتحان کو کہتے ہین جو بدن پر وارد کرنے سے اثر کرے اور یہ امتحان کبھی تو اُسوقت ہوتا ہے جبکہ قیاس
کی دلالت بھی پائی جائے مثلاً قیاس کسی دوا کے گرم ہونے پر دلالت کرے اور اسکی سچائی کے لیے اسکا امتحان
کیا جائے اور کبھی بغیر دلالتِ قیاس کے امتحان کیا جاتا ہے مثلاً کسی دوا کا امتحان کیا جائے بغیر اسکے کہ قیاس
مین اُسکی بابت کچھ آئے اور قیاس یہ ہے کہ دوا کی ظاہری حالت سے اُسکی پوشیدہ حالت پر استدلال کیا جائے
اور مؤلف نے پہلے تجربہ مین کلام شروع کیا اسکی کئی وجہین ہین پہلی وجہ تو یہ ہے کہ تجربہ سے دوا کی قوت کا یقین
ہوجاتا ہے بخلاف قیاس کے کہ اُسمین اکثر غلطی واقع ہوجاتی ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ تجربہ کا طریقہ طبیب
اور غیر طبیب دونون کو شامل ہے بخلاف قیاس کے کہ یہ بڑے طبیبون کا کام ہے تیسری وجہ یہ ہے کہ تجربہ سے
دوا کے وہ سب افعال معلوم ہوجاتے ہین جو اُسکی کیفیت سے اور اُسکی صورت نوعیہ سے صادر ہوتے ہین برخلاف
قیاس کے کہ اُس سے صرف دوا کا وہی فعل پہچانا جاتا ہے جو اُسکی کیفیت سے صادر ہوتا ہے) **مین کہتا ہون**
دوا کی قوت پہچاننے کے کچھ یہی دو طریقے نہین ہین کیونکہ ایسی بھی بعضی دوائین ہین جنکی قوت انبیا علیہم السلام سے
معلوم ہوئی ہے اور اُنکو اُسکی قوت وحی یا سچے خواب سے معلوم ہوئی ہے (شارح نے یہ قید اسلیے لگا دی کہ کہین
کوئی یہ اعتراض نکر بیٹھے کہ گو اُن دواؤن کی قوت ہمکو تو انبیا علیہم السلام ہی سے معلوم ہوئی ہے لیکن انبیا علیہم السلام
کو یہ قوت تجربہ یا قیاس سے معلوم ہوئی ہے اس تقدیر پر بھی دوا کی معرفت کے دو ہی طریقے ہوے تجربہ اور قیاس اور
جواب کی تقریر ظاہر ہے) لیکن مؤلف نے باینہمہ صرف اُنھین دو طریقون کے بیان کرنے پر اقتصار کیا کیونکہ اکثر
دواؤن کی قوتین اُنھین دو طریقون سے معلوم ہوئی اور ہوتی ہین (اور اکثر کو حکم کل کا ہوتا ہے) یہ بات خوب یاد
رکھنی چاہیے کہ جسوقت کسی دوا کا تجربہ کرنا منظور ہو اُسمین نہایت احتیاط سے کام لینا چاہیے ورنہ بموجب قول بقراط
کہ "کبھی دوا کے تجربہ مین ہلاکی کا خوف ہوتا ہے" تجربہ نہایت خطرہ کی چیز ہے یہی وجہ ہے کہ پچھلے اطبا نے تجربہ
مین اسکی وصیت کر دی ہے کہ دوا کے تناول سے پیشتر اُسکے مزے اور بو کو اچھی طرح جانچ لیا جائے کیونکہ کہین وہ
دوا قاتل اور مہلک نہو کیونکہ دوا کا نہایت بدبودار یا نہایت بدمزہ ہونا یہ دوا کے مضر ہونیکی دلیل ہے اسکی وجہ یہ ہے
کہ اگر ایسی دوا مین اور بدن مین دونون طرف سے سخت نفرت نہوتی تو اس دوا سے بدن مین یہ کیفیت پیدا نہوتی یعنی
اُسکے سونگھنے و چکھنے سے بدن مین اسقدر کراہت و ناگواری نہوتی اور اس زمانہ مین یہی مناسب ہے کہ متقدمین اطبا کے
تجربون کو معتمد علیہ بنایا جائے بشرطیکہ صحیح طور پر اساتذہ سے اسکا ثبوت پہونچ جائے کہ متقدمین کا تجربہ اس
دوا کی بابت یہ ہے ورنہ آجکل اگر خود کسی دوا کے تجربہ کی کوشش کیجائیگی تو تجربہ اسکے کہ ایک خلقت کے گلے پر چھری

پھیری جائے اور انکو ہلاک کیا جائے اور کوئی نتیجہ نہوگا اور اطبا ء نے جو تجربہ کی شرطین بیان کین ہین جیسا کہ مؤلف کے کلام مین انکا ذکر آتا ہے وہ اسلیے ہین کہ تجربہ کا طریقہ معلوم ہو جائے کیونکہ ممکن ہے کہ شاید ہمارے بعد کوئی ایسا شخص پیدا ہو جسکی احتیاط اور قابلیت علمی پر نظر کرکے اُسکے تجربہ کا اعتبار ہو اسلیے کہ علم کسی خاص شخص کیسی خاص قوم مین تو منحصر ہے نہین یہ اللہ کا فضل ہے جسکو وہ عطا فرمائے) **مؤلف کہتا ہے** تجربہ کے صحیح ہونیکا اعتقاد (کئی شرطون کی رعایت کے بعد ہوتا ہے ایک شرط تو یہ ہے) کہ تجربہ آدمی کے بدن پر ہو (نہ کسی جانور کے بدن پر) اور دوسری شرط یہ ہے کہ دوا ہر ایک عرضی کیفیت سے خالی ہو (عرضی کیفیت وہ کیفیت ہے جسکو دوا کی طبیعت نہ پیدا کرے بلکہ یا تو کوئی خارجی امر اُسکو پیدا کرے جیسے آگ اور برف وغیرہ یا داخلی امر جیسے کہ عفونت ہے کیونکہ آگ پر گرم کی ہوئی افیون گرمی پیدا کرتی ہے اور افربیون نامی گوند برف مین ٹھنڈا کیا ہوا ٹھنڈک دیتا ہے اور جیسے کہ وہ عفونت ہے جو دوا کی طبیعت کو متغیر کر دیتی ہے اور ایک ایسی دوسری طبیعت کا افادہ کرتی ہو کہ اگر اُسمین اصلی حرارت اپنا فعل کرے تو وہ جدا نہین ہوتی) اور تیسری شرط یہ ہے کہ متضاد مرضون اور بسیط مرضون مین اسکا استعمال کیا جائے (پہلی بات کی مثال یہ ہے کہ جب کسی آدمی کو بلغمی بخار ہوا اور ہم اُسکو غاریقون پلائین جو ایک گھانس کی جڑ کا نام ہے اور اسکا بخار جاتا رہے تو ہمکو یہ حکم نہ لگا دینا چاہیے کہ غاریقون سرد ہے اس نظر سے کہ اُسنے مرض حار یعنی بخار کو فائدہ کیا ہے اسلیے کہ غاریقون کا بخار کو فائدہ دینا صرف اسوجہ سے ہے کہ یا تو اُسنے مادہ کو تحلیل کر دیا ہے یا نکال ڈالا ہے پس جب مادہ جاتا رہا بخار بھی جاتا رہا اور چوتھی شرط یہ ہے کہ) دوا کا استعمال ایسے درجہ اور مقدار کے اعتبار سے ہو کہ دوا کی قوت مرض کی قوت کے برابر رہے (یعنی اعتدال سے خارج ہونے مین دونون کی قوت برابر ہو اسوجہ سے کہ دوا کبھی اپنی افراط قوت سے مضر پڑتی ہو گو اسکی کیفیت مرض کی کیفیت کے متضاد ہو اسلیے کہ افراط صحت وحیات کے منافی ہو اور کبھی ایسا ہوتا ہو کہ اپنی قوت کی کمی کی وجہ سے اثر نہین کرتی اور اس سے اُسکی کیفیت نہین معلوم ہوتی اگر کوئی یہ شبہہ کرے کہ دوا اور مرض کی کیفیت کے برابر ہونے یا نہونے کا حال جبھی معلوم ہو سکتا ہے جبکہ پہلے دوا کی کیفیت معلوم ہوئے اب اگر اسی معرفت کو شرط قرار دیا جائیگا تو دَور لازم آجائیگا تو اسکا یون جواب دینا چاہیے کہ دوا کی کیفیت کا علم کبھی قیاس سے ہو جاتا ہے کبھی تجربہ سے) اور پانچوین شرط یہ ہے کہ دوا کی تاثیر اولی ہو (اسلیے کہ دوائون کے ذاتی اور طبعی اثر اصلی حرارت سے بدلنے کے پہلے ہی ظاہر ہو جاتے ہین پھر اگر پہلے دہلہ مین اُس سے اثر نہ ظاہر ہون یا یہ کہ پہلے مرتبہ کے ظاہر کیے ہوئے اثر کے مخالف اثر ظاہر ہو تو اغلب یہی ہے کہ یہ دوسرا اثر عرضی ہے خصوصاً اُسوقت جبکہ اُسکا حصول بدن سے جدا ہونیکے بعد ہو

کیونکہ یہ بات بعید ہے کہ دوا بدن مین ایسی حالت مین اثر نہ کرے کہ بدن سے ملی ہوئی ہو اور اُس سے جدا ہونیکے
بعد اُسمین اثر کرے اور یہ بات اکثر ہوا کرتی ہے کیونکہ بعضے جسم کبھی اپنے ذاتی فعل کا اثر اپنے عرضی فعل کے بعد
کیا کرتے ہین اور یہ جبھی ہوتا ہے جبکہ وہ کسی غریب قوت کو حاصل کر لیتے ہین کہ وہ اُنکی ذاتی قوت پر غالب آجاتی ہے
جیسے گرم پانی ہے کیونکہ وہ پہلے بدن کو گرم کرتا ہے اُسکے بعد یعنی عرضی تاثیر کے جاتے رہنے کے بعد ٹھنڈک بخشتا ہے
چھٹی شرط یہ ہے کہ دوا کی تاثیر دائمی یا اکثری ہو (کیونکہ جسکی تاثیر ایسی نہو گی وہ اتفاقی ٹھہریگی نہ کہ طبعی اسوجہ سے
کہ جو تاثیر طبعی ہوا کرتی ہین وہ موثر سے جدا نہین ہوتین اسلیے کہ جو مسبب ہے وہ سبب سے جدا نہین ہوتا کذا
فی النفیسی) **مین کہتا ہون** مؤلف نے اس قول مین تجربہ کے صحیح ہونے کی شرطین بیان کی ہین پہلی شرط تو یہ ہے
کہ تجربہ انسان کے بدن پر ہوا ہو اسلیے کہ اگر دوا کا تجربہ کسی جانور کے بدن پر کیا جائیگا تو ممکن ہے کہ تجربہ صحیح نہو اور یہ دو وجہ
سے پہلی وجہ تو یہ ہے کہ ممکن ہے کہ کوئی دوا انسان کے بدن کے اعتبار سے گرم ہو اور کسی جانور مثلاً شیر یا گھوڑے کے
بدن کے اعتبار سے بارد ہو اور ایسا اُسوقت ہوگا جبکہ یہ دوا بدن انسان کے بہ نسبت زیادہ گرم ہوگی اور شیر اور گھوڑے
کے اعتبار سے سرد ہوگی جیسے ریوند ہے (یہ ریباس کی جڑ ہے ختا اور چین اور تبت اور ترکستان اور خراسان کے پہاڑون
مین اور بعضے بلاد ہند مین ملتی ہے اور اکثر چرندا ہے اور وہ آدمی کہ اُن نواح مین رہتے ہین اُسکو پہچانتے ہین اور اُسکی
جڑ نکالتے ہین اور کہتے ہین کہ کھودنے کے بعد زمین سے پہلے سیاہ رنگ کی باریک جڑ ظاہر ہوتی ہے اور اُسکے ریشے
اطراف زمین مین گھسے ہوے اور جو دو تین گز اور کھودتے ہین تو اُن ریشون کے سرون پر گرہین پڑے اور چھوٹے شلغمون
کی شکل پر نکلتی ہین وہی ریوند ہین اُنکو نکالکر اور ہر ایک کو کاٹ کر دو یا تین ٹکڑے یا زیادہ سوراخ کرکے باربرداری کی
آسانی کی غرض سے اور اس غرض سے کہ جلد خشک نہو جائے اور کیڑا نہ لگ جائے اور فاسد نہو جائے جانورون
کی گردنون پر لٹکاتے ہین لہذا اُسکے اکثر ٹکڑے سوراخ دار ہوتے ہین سبھون مین عمدہ ریوند ختائی اور چینی اور تبتی ہوتی
ہے ۱۲ مخزن الادویہ) کیونکہ یہ گھوڑے کے اعتبار سے بارد ہوتی ہے اور انسان کے اعتبار سے گرم اور دوسری وجہ
یہ ہے کہ ممکن ہے کہ اُس دوا کو ان دو بدنون کے اعتبار سے کسی ایک بدن سے کوئی خصوصیت ہو کہ وہ دوسرے
بدن کے ساتھ نہو جیسے بچھناک ہے کہ انسان کے بدن کے اعتبار سے تو سم قاتل ہے لیکن زرزور یعنی سار کے اعتبار
سے زہر نہین ہے (زرزور ایک قسم کی چڑیا ہوتی ہے اُڑنے کے وقت اُس سے ایک آواز پیدا ہوتی ہے اُسکے پانون
چھوٹے چھوٹے ہوتے ہین اگر اُسکے پانون کاٹ ڈالے جائین تو نہین اُڑ سکتی اسکا رنگ سیاہ ہوتا ہے اور اُسپر
سفید سفید نقطے ہوتے ہین گھرون مین اُسکو اکثر پالتے ہین جسقدر پرانی ہوتی جاتی ہے سفیدی اُڑتی جاتی ہے ۱۲ مخزن الادویہ)

قانون شیخ مین اسیطرح لکھا ہے بعض اطبا رنے لکھا ہے کہ زرزور کی وہ رگین جنکے ذریعہ سے اُسکی غذا دل تک پہونچتی ہے نہایت تنگ ہوتی ہین کہ اُنمین بچھناک جلد نفوذ نہین کرسکتا اور نفوذ ہوتا بھی ہے تو اُسوقت جبکہ حرارت غریزیہ اُسکے مفسد حصہ کو تحلیل کرڈالتی ہے اور اُسکے فساد کو دور کر دیتی ہے (اسلیے وہ اُسکے اعتبار سے زہر نہین ہوتا) اور دوسری شرط یہ ہے کہ دوا ہر عرضی کیفیت سے خالی ہو دیکھیے کہ پانی گو بالطبع سرد ہوتا ہے لیکن جسوقت اُسکو گرم کیا جائے توجسوقت تک گرم رہتا ہے گرمی پیدا کرتا ہے اسیطرح افربیون کہ بالطبع گرم ہے لیکن جسوقت اُسکو ٹھنڈا کرلیا جائے (برف وغیرہ سے) توجسوقت تک ٹھنڈا رہتا ہے برودت پیدا کرتا ہے اسیطرح مچھلی کا گوشت ہے کہ بالطبع سرد ہے لیکن نمکین ہوجانے کے بعد قوت کے ساتھ گرمی بخشتا ہے تیسری شرط یہ ہے کہ دوا کا استعمال کئی متضاد اور بسیط امراض مین کیا جائے تضاد کے تو یہ معنی ہین کہ ایک بار تو اُسکا استعمال مثلاً گرم مرض مین کیا جائے اور دوبارہ سرد مرض مین اور اس استعمال کے بعد دیکھا جائے کہ اُسنے کس مرض کو نفع دیا گرم کو یا سرد کو اگر گرم امراض کے مفید ثابت ہو تو سمجھ لینا چاہیے کہ یہ دوا سرد ہے اور سرد مرض کو نفع دے تو سمجھ لینا چاہیے کہ یہ دوا گرم ہے لیکن اگر اُسکا استعمال صرف گرم ہی مرض مین لیا جائیگا یا فقط سرد ہی مین تو یہ تجربہ صحیح نہوگا (اگر اتفاقاً اُس مرض کو نفع بخشے) کیونکہ اگر فرضاً اُسنے گرم مرض سے نفع دیا تو اس سے یہ لازم نہین آتا کہ دوا بارد ہو اور اگر سرد مرض سے نفع دیا تو اس سے یہ لازم نہین آتا کہ یہ دوا گرم ہے کیونکہ ممکن ہے کہ اُسکا یہ فعل عرضی ہو مثلاً ہوسکتا ہے کہ سقمونیا باری کی تپ سے فائدہ بخشدے اسطرح پر کہ صفرا کو دور کردے (اور صفرا کے دور ہونے سے تپ جاتی رہے) حالانکہ سقمونیا گرم ہے اور اگر دونون مرضون سے نفع دے تب بھی تجربہ کو صحیح نہین کہ سکتے کیونکہ ممکن ہے کہ ایک مرض سے اُسنے بالذات نفع دیا ہو اور دوسرے سے بالعرض مثلاً سقمونیا بلغمی تپ سے بھی فائدہ بخشتی ہے اسوجہ سے کہ وہ بلغم کی برودت کو اپنی حرارت سے توڑ ڈالتی ہے غرضکہ حاصل کلام یہ ہے کہ تجربہ اُسوقت تک صادق نہین ہوسکتا جسوقت تک کہ یہ بات یقینی نہ معلوم ہوجائے کہ یہ اکثر بالذات ہے یا بالعرض اور یہ اُسوقت تک نہین معلوم ہوسکتا جسوقت تک کہ اُس دوا کو ایسے دو متضاد مرضون مین استعمال نہ کیا جائے کہ ایک مرض کو وہ نفع کرے اور دوسرے کو نہ کرے اور بسیط امراض مین اُسکے استعمال کرنے کے یہ معنی ہین کہ مرکب مرض مین تجربہ صادق اور صحیح نہین ہوسکتا کیونکہ ممکن ہے کہ مرکب مرض کا ایک جزو دو متضاد علاجون کو چاہیے پس اگر دوا اس مرض سے نفع بخشے تو اس سے یہ نہین معلوم ہوسکتا کہ اس دوا کی قوت کیسی ہے یعنی گرم ہے یا سرد ہے کیونکہ اس تجربہ مین دونون احتمال یکسان ہین یعنی ممکن ہے کہ یہ دوا گرم ہو اور مرکب مرض مین فائدہ اسوجہ سے دیا کہ اُسنے مرض مرکب کا

سرد مادہ توڑ دیا اور ممکن ہے کہ یہ دوا سرد ہو اور مرض مرکب مین فائدہ اسوجہ سے دیا کہ اُس نے حرارت توڑ دی اور چوتھی شرط یہ ہے کہ دوا کا استعمال اس مقدار کے ساتھ ہو کہ اُسکی قوت مرض کی قوت کے برابر ہو کیونکہ بعض دوائین ایسی ہوتی ہین جنکی حرارت بہ نسبت مرض کی برودت کے قاصر ہوتی ہے تو وہ دوا اس مرض مین اثر نہین کرسکتی حالانکہ بسا اوقات اس سے کم برودت کے مرض مین اُسکا عمل ظاہر ہو چکا ہے ۔ پانچوین شرط یہ ہے کہ دوا کی تاثیر اولی ہو عام اس سے کہ ہمیشہ اسی طرح اثر کرے یا اکثر ایسا ہوتا ہو اولیت سے یہ مراد ہے کہ جو اثر دوا سے پہلے پہل صادر ہو تو وہی اُسکی قوت پر دلالت کریگا اور جو اثر آخر مین اُسکی استعمال کی مدت کے بعد ظاہر ہوگا وہ اُسکی قوت پر دلالت نکریگا کیونکہ گرم دوا پہلے پہل گرمی کرتی ہے اور بعد کو جب اُس سے خشکی بہت بڑھ جاتی ہے تو برودت پیدا کرتی ہے جیسا کہ اسباب کی بحث مین معلوم ہوا اور اسکی یہ وجہ ہے کہ طبیعت کا مقتضا پہلا ہی فعل ہوتا ہے کیونکہ اگر آخری فعل طبیعت کا مقتضا ہوتا تو پہلے ظاہر ہوتا کیونکہ یہ ہو نہین سکتا کہ ملاقات کی حالت مین تو اثر نہ کرے اور جدا ہو جانے کی حالت مین اثر کرے اور یہ حکم اکثری ہے کیونکہ (کبھی اسکے خلاف بھی ہوتا ہے) مثلاً گرم پانی اول اول گرمی پیدا کرتا ہے اور آخر مین سردی شیخ نے یہی لکھا ہے اور ہمیشگی یا اکثریت سے یہ مراد ہے کہ جو اثر دوا کا دائمی یا اکثری نہین ہوتا اُس سے دوا کی قوت نہین معلوم ہو سکتی کیونکہ ایسا اثر اتفاقی ہوگا نہ کہ طبعی اسلیے کہ جو طبعی امور ہوتے ہین وہ اپنے مؤثر سے ہمیشہ صادر ہوتے رہتے ہین اور اگر عارض کی روک ہمیشہ نہین تو اکثر ضرور صادر ہوتے ہین (اور جو اثر ایسا نہو وہ اتفاقی ہے) **مؤلف کہتا ہے** (دوا کی قوت دو طریقے سے پہچانی جاتی ہے تجربہ اور قیاس) تجربہ سے فارغ ہو کر مؤلف نے قیاس کا بیان شروع کیا وہ کہتا ہے کہ) قیاس (دوا کی قوت پر) کئی وجہ سے دلالت کیا کرتا ہے ان سب وجوہ مین ضعیف وجہ رنگ ہے (اسلیے کہ رنگون کی ہر ایک جنس مین متضاد دوائین پائی جاتی ہین مثلاً چونہ ہے اور سفید گول مرچ ہے اور سفید کٹ ہے کہ یہ سب چیزین گرم ہین اور جیسے کافور اور سفید صندل اور سفید الکاشغری ہے کہ یہ سب کے سب باوجود سفید رنگ ہونے کے سرد ہین اور دونون صندل سرد ہین اور ایک اُن دونون مین کا سفید دوسرا سرخ ہے اور دونون گول مرچین گرم ہین ایک اُن دونون مین سے سفید ہے اور دوسری سیاہ ہے اور اسکی اصلی وجہ یہ ہے کہ حس صرف اُسی رنگ تک پہونچ سکتی ہے جو غالب اور ظاہر ہو مغلوب اور پوشیدہ رنگ تک حس کی رسائی نہین ہے) اور رنگت سے استدلال کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ ٹھنڈک تر جسم کو تو سفید کر دیتی ہے اور خشک جسم کو سیاہ کر دیتی ہے اور گرمی اسکے برعکس ہے (یعنی تر جسم کو سیاہ کر دیتی ہے اور خشک جسم کو سفید کر دیتی ہے جیسے آگ لکڑی کو کوئلہ اور کوئلہ کو راکھ کر دیتی ہے) مین کہتا ہون دواؤن کی

جیسے پانی جم کر برف ہوجاتا ہے ۱۲ منہ ۔ جیسے کھیتی کو پالا مارے ۔ وہ سیاہ ہوجاتی ہے ۱۲ منہ

قوتون پر قیاس کئی طرح سے دلالت کیا کرتا ہے سب وجہون سے قوی طریقہ مزا ہی اسکے بعد قوت مین اُسکی بو ہو اُسکے
بعد قوت مین رنگ اور اس ترتیب کی یہ وجہ ہے کہ مزے کی شناخت اسی طرح ہوا کرتی ہے کہ زبان کے حاسہ سے
مزے دار چیز ملے تو یہی قوی ہے کیونکہ دوا کے سب اجزا کی قوت پہونچیگی یعنی کوئی جز باقی نہ رہیگا تو سب سے زیادہ
قوی شناخت حاصل ہوئی برخلاف بو و رنگ کے چنانچہ فرمایا کہ بو اور رنگ جو دلالت کرتا ہے تو اُمین حس کے ساتھ
اُس بو دار چیز اور رنگت دار چیز کی ملاقات نہین ہوتی دکیونکہ ناک مین بو جاتی ہے نہ کہ خود خوشبو دار چیز اور آنکھ مین رنگت
جاتی ہے مثل سُرخی و زردی و سبزی وغیرہ کے نہ کہ خود وہ رنگین چیز) اور اس صورت مین ممکن ہو کہ بو دار چیز نے حس تک
اُسکے لطیف اجزا کے بخارات پہونچین نہ کہ کثیف اجزا کے کیونکہ ممکن ہے کہ وہ بخار ہی نہ بنین اسی طرح یہ جائز ہو کہ حس تک
اُس حصہ کا رنگ پہونچے جو ظاہر اور غالب ہے نہ کہ وہ جو خفی اور مغلوب ہے اور بو بھی کبھی مزے پر دلالت کیا کرتی ہے
جیسے میٹھی کھٹی اور تیز اور کڑوی بو اگرچہ اُسکے دلالت مزے کے بعد دوسرے مرتبہ مین ہو غرضکہ مزہ ہی ایسی چیز ہو جسکی دلالت
قابل وثوق اور صحیح سمجھی جاسکتی ہو اُسکے بعد بو اُسکے بعد رنگ شیخ نے لکھا ہے کہ رنگت کے ساتھ استدلال کرنا قابل وثوق عہ
نہین ہے جب یہ تمہید معلوم ہو چکی تو اب ہم اصل مقصود کی طرف متوجہ ہوتے ہین اور کہتے ہین کہ تر جسم مین سفیدی
کا ہونا اُس جسم کے بارد ہونے کی علامت ہے اور خشک جسم مین سفیدی کا ہونا اُسکے گرم ہونے کی علامت ہے
اور تر جسم مین سیاہی کا ہونا اُسکے گرم ہونے کی علامت ہے اور خشک جسم کا سیاہ ہونا اُسکے بارد ہونیکی علامت ہے
اور تر سے یہان پر بہنے والا جسم مراد ہے اور خشک سے بندھا ہوا جسم اور اسکی وجہ یہ ہے کہ برودت تر جسم کو سفید کر دیتی
ہے اور خشک جسم کو سیاہ کر دیتی ہے اور حرارت تر جسم کو سیاہ کر دیتی ہے اور خشک جسم کو سفید۔ اور یہ ایک ایسی بات ہے
جسکو ہر شخص نہین بیان کر سکتا بلکہ اسکی تحقیق کرنا بڑے بڑے حاذق حکما کا کام ہے وجہ یہ ہو کہ یہ ایک نہایت باریک
اور نفیس بات ہے کہ اُسپر عقل کے پیر پھسلتے ہین اور اسکی تحقیق دو باتون پر موقوف ہے ایک تو اس بات کے
بیان کرنے پر کہ حرارت کا کیا کام ہے اور برودت کا کیا کام ہے دوسرے اس بات کے بیان کرنے پر کہ رنگ کسطرح
پیدا ہوتے ہین دلہذا ہم اسکی تقریر کرتے ہین اور) بیان کرتے ہین کہ حرارت کے اتنے کام ہین متخلخل کر دینا گھلا دینا تحلیل کر دینا
بخار بنا کر چڑھا دینا جسم مین خفت اور ہلکا پن پیدا کر دینا اور برودت کے اتنے کام ہین سب اجزا کو اکٹھا اور متکاثف
کر دینا جما دینا باندھ دینا نیچے کو اُتار دینا گرانی پیدا کر دینا اسکے بعد یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ بعضے جسم تو بالکل شفاف ہوتے
ہین کہ اُنمین کسی قسم کا کوئی رنگ نہین ہوتا اور بعضے جسم کثیف ہوتے ہین کہ اُنمین کوئی نہ کوئی رنگ ہوتا ہے اور کثافت
کبھی تو تخلخل کے مقابلہ مین بولی جاتی ہے (اور کہا جاتا ہے کہ روئی متخلخل ہے اور برف متکاثف ہے) اور کبھی شفاف کے

عہ بعض نسخون مین [illegible] ظاہر ہی [illegible] رنگ سے استدلال قابل اعتبار [illegible]

مقابلہ مین (اسطرح پر کہ یہ پتھر کثیف ہے اور یہ موتی شفاف ہے) اور کثیف اور شفاف ہونا یہ دونون شدید اور ضعیف ہونے کے قابل ہوتے ہین (یعنی بعضے کثیف جسم سخت کثیف ہوتے ہین اور بعضے کم اسیطرح بعضے شفاف جسم نہایت شفاف ہوتے ہین اور بعضے کم) جیسے کہ ہوا پانی کے اعتبار سے زیادہ شفاف ہے اور پانی زمین سے زیادہ شفاف ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ بعضے اجسام نورانی ہوتے ہین جیسے آفتاب اور ماہتاب اور آگ اور موتی وغیرہ اور بعضے نورانی نہین ہوتے اور نور بھی شدت اور ضعف کے قابل ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ نورانی چیز کا نور شفاف جسمون مین نفوذ کر جاتا ہے نہ اس معنی کر کہ اُس نورانی جسم سے جدا ہوکر اس شفاف جسم مین آجاتا ہے بلکہ اس معنی کر کہ اس نورانی جسم سے جدا ہوکر اس شفاف جسم مین آجاتا ہے بلکہ اس معنی کر کہ اس نورانی جسم کے مقابل مین جو جسم شفاف ہوتا ہے اسمین بھی اُس سے کم نور پیدا ہوجاتا ہے اور نور جب کثیف جسمون پر پڑتا ہے تو (انمین نفوذ تو نہین کرتا لیکن) اُنکے سطحون سے منعکس ہوا کرتا ہے اسیطرح جو جسم بعضے جسمون کے اعتبار سے کثیف اور بعضے جسمون کے اعتبار سے شفاف یعنی کثیف اور شفاف کے درمیان ہوتا ہو اُس سے بھی منعکس ہوا کرتا ہے اسی لیے آفتاب اور آگ اور بینائی کا نور ہوا مین تو نافذ ہوجاتا ہے اور زمین سے منعکس ہوتا ہے اور پانی (جو کثیف اور شفاف کے درمیان ہی) اسمین نور نفوذ بھی کرتا ہے اور اُس سے منعکس بھی ہوتا ہے کیونکہ پانی بہ نسبت زمین کے شفاف اور ہوا سے کثیف ہے اور مختلف رنگتین انھین کثیف جسمون سے پیدا ہوتی ہین اور ہمکو تمام رنگتون مین سے صرف سیاہی اور سفیدی کی تحقیق کرنا منظور ہے لہذا ہم کہتے ہین کہ جو اجسام کہ شفاف ہونے مین درمیانی حالت پر ہین جیسے یخ اور پھٹکری ہے جب انکو ٹکڑے ٹکڑے کیا جائے اور اُنکے بعض سطحون سے بعض سطحون پر نور کا انعکاس ہو تو سفید رنگ پیدا ہوجائیگا اور یہ اُسوقت زیادہ تر خیال مین آسکتا ہے جب کہ برف اور یخ کو توڑ کر ریزہ ریزہ کردیا جائے اور سیاہ رنگ خالص کثیف اور بے نور چیز سے پیدا ہوتا ہے اسکو مازو اور پھٹکری سے سمجھنا چاہیے کہ پھٹکری مین قوت حدت کی وجہ سے نفوذ کی قوت ہوتی ہے اور مازو مین گرفتگی کی قوت ہوتی ہے اور جب ان دونون کو ملایا جائیگا تو پھٹکری کے اجزا مازو کے اجزا مین گھس جائینگے اور مازو مین چونکہ گرفتگی اور قبض کی قوت ہوتی ہے اسلیے وہ پھٹکری کے اجزا کو دبائیگا اور اس دباؤ پڑنے سے پھٹکری مین جو شفاف ہوا ہے وہ نکل جائیگی اور کثیف حصہ باقی رہجائیگا اور مازو اور پھٹکری کا مجموعہ سیاہ ہوجائیگا اور مٹی بھی کثیف ہوتی ہے لیکن چونکہ اُسکے اجزا مین شفاف ہوا کے اجزا ملے ہوتے ہین اسلیے اُسکی رنگت بھدیلی نظر آتی ہے (نہ سیاہ) ہان اگر اُسمین پانی ملجائے تو سیاہ معلوم ہوگی کیونکہ پانی بہ نسبت ہوا کے کثیف ہے اور درخت کے پتے اسکے برعکس ہین یعنی اُس مائیت کی وجہ سے جو کہ اُنمین موجود ہے وہ ہرے معلوم ہوتے ہین اور

پیدا لیتی برون ۱۲ منہ

جسوقت سوکھ جاتے ہین اور بجاے پانی کے ہوا اُنمین نفوذ کر جاتی ہے تو بجاے سبزی کے اُنمین زردی آجاتی ہے اور
لکڑی مین جب آگ لگتی ہے اور اُسکی مائیت اور ہوائیت بخارات بنکر اُس سے جدا ہو جاتی ہے اور محض ارضیت باقی
رہجاتی ہے تو سیاہ ہو جاتی ہے اور جب کہ آگ اُس سے جدا ہی نہ کی جائے بلکہ اُسمین برابر آگ لگی رہے تو اُسکے اجزا
جدا ہو جاتے ہین اور تخلخل پیدا ہو جانے کی وجہ سے اُنمین ہوا گھس جاتی ہے کیونکہ ہوا سے خالی رہنا تو محال ہے
تو وہ لکڑی راکھ اور سفیدی مائل ہو جاتی ہے اور اس مبحث کے متعلق بہت زیادہ تفصیل ہے جو درمیانی رنگتون کے
پیدا ہونے کے اسباب کی تحقیق کی طرف منجر ہے (اور یہ کتاب اپنے اختصار مطالب کی وجہ سے ایسی تفصیل کی
متحمل نہین ہے اسیلیے ضرورۃً ہم اُس سے اعراض کر کے) متن کی طرف متوجہ ہوتے ہین اور یون کہتے ہین کہ حرارت
تر جسم مین یہ اثر کرتی ہے کہ اُسکو سیاہ کر دیتی ہے اسیلیے کہ اُسکے شفاف اجزا کو بخارات بنا دیتی ہے اور اُسکی رطوبتون کو
یعنی پانی اور ہوا کو ۱۲ منہ
تحلیل کر ڈالتی ہے اسکے بعد صرف اُسکے کثیف اجزا باقی رہجاتے ہین جیسے کہ ہم کویلے اور جلی ہوئی شرابون اور انسان کے
بشرہ کو دیکھتے ہین جب کہ آگ اور دھوپ اُنکو خوب اچھی طرح لگے اور خشک جسم مین یہ اثر کرتی ہے کہ اُسکو سفید کر دیتی ہے
اسیلیے کہ اُسکے اجزا کو متفرق کر دیتی ہے اور جو اجزا اُسکے چڑھنے کے قابل ہوتے ہین اُنکو نکال دیتی ہے اور جو اُسکے اجزا
باقی رہجاتے ہین اور اُنمین یہ قابلیت ہوتی ہے کہ نور ایک سطح سے دوسرے سطح پر منعکس ہو تو اُنکی سطحین بکثرت
پیدا ہو جاتی ہین جیسا کہ ہم نمک اور شورہ وغیرہ مین دیکھتے ہین اور جیسے کوئلہ راکھ ہو کر سفید ہو جاتا ہے اور برودت
تر جسم مین اپنا یہ اثر کرتی ہے کہ اُسکو سفید کر دیتی ہے اسیلیے کہ اُسکے اجزا کو جما دیتی اور باندھ دیتی ہے اور اُنکے درمیان
کشادگیان پیدا کر دیتی ہے پس ہوا اُنمین بھر جاتی ہے اور اُن اجزا کی سطحون کو بڑھا دیتی ہے جنمین سے ایک دوسرے
کی طرف نور منعکس ہوتا ہے جیسے برف اور جمی ہوئی شبنم اور اُن اجسام کو دیکھتے ہین جنمین پھپھوندی لگجاتی ہے اور برودت
اُنکو باندھ دیتی ہے اور خشک جسم مین یہ اثر کرتی ہے کہ اُنکو سیاہ کر دیتی ہے اسیلیے کہ اُنکو کثیف کر دیتی ہے اور شفاف جسم
کو سخت سردی کی وجہ سے اُنسے نکالدیتی ہے جیسے درخت اور کھیتون پر پالا پڑ جانے سے اُنمین سیاہی آجاتی ہے
اور کہا جاتا ہے کہ اس کھیت کو پالے نے جلا دیا یہی وجہ ہے کہ حیوانون مین سوداوی حصہ سیاہ ہوتا ہے اور ہمارے وطن
مین جو سخت اور صاف جسم ہوتے ہین وہ بھی سیاہ ہوتے ہین (اور اسکا منشا سخت برودت ہوتی ہے) **مولف**
کہتا ہے پھر (رنگ کے بعد قوت کے اعتبار سے) بو ہے (بو رنگ کے اعتبار سے اسیلیے زیادہ قوی ہے کہ بودار چیز کے
اجزا مین سے لطیف بخارات قوت شامہ تک پہونچتے ہین اور جو اُسکے کثیف جز ہوتے ہین اُنسے بخار نہین اُٹھتا
پس اگر یہ لحاظ کیا جائے کہ بو مین جرم دوا مین سے کچھ حصہ حس تک پہونچتا ہے تو یہ رنگ سے زیادہ قوی ہے اور اس لحاظ سے

کہ اُسکے جرم کا کوئی جز حس سے نہین ملا مزے کے اعتبار سے ضعیف ہے) پس زیادہ قوی تیز بو تیز گرمی اور تری کی علامت ہے اور بو کا بالکل نہونا برودت کی علامت ہے مین کہتا ہون اطبا نے لکھا ہے کہ قوت شامہ تک جو بودار چیز سے ایک کیفیت سونگھی ہوئی پہونچتی ہے اسکا اکثری سبب یہ ہے کہ اُس شے سے ایک لطیف بخار اُٹھکر قوت شامہ تک پہونچتا ہے گو کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ بلا کسی کیفیت کے اُس بودار چیز سے جدا ہوے اور بے تحلیل ہوے ہوا اُس بو سے متکیف ہوجاتی ہے لیکن پہلا سبب اکثر ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ جب کسی چیز کی بو کو تیز کرنا منظور ہوتا ہے تو اُسکو آگ مین ڈالدیتے ہین اس سے یہ نکلا کہ بو کے چڑھانے کا منشا حرارت ہی ہوتی ہے جو بودار چیز مین تبخیر پیدا کرکے اُس سے ایک لطیف جوہر کو جدا کرکے قوت شامہ تک پہونچا دیتی ہے پس جسوقت دوا کی بو مین گرمی ہوگی تو یہ بو کی گرمی دوا کے گرم ہونے کی علامت ہے جیسے لونگ اور دارچینی وغیرہ کی خوشبو ہے اور جسوقت دوا کی بو مین تری ہو یعنی جس بو سے اور اُسکی تری سے روح کو لذت اور تسکین حاصل ہو جیسے کافور کی یا نیلوفر کی خوشبو ہے تو یہ اُسکی علامت ہے کہ وہ دوا سرد ہے کیونکہ اس دوا مین جو کچھ حرارت ہے گو اُسنے بخار کو چڑھایا ہے لیکن یہ بخار جوہر بارد سے خالی نہین ہے اور جبتک کہ جوہر مبرد غالب نہین ہوتا اُسوقت تک اُس سے وہ بو نہین پیدا ہوتی جس سے دماغ کو تری (اور روح کو لذت) پہونچے اور اگر دوا مین کچھ بھی بو نہو تو یہ دوا بہت سرد ہے کیونکہ اُسمین کسی قسم کی بو کا نہونا یا تو اسوجہ سے ہے کہ اُسمین وہ حرارت ہی نہین جو اُسکی بو کو بخار بناکر اوپر چڑھادے یا یہ کہ اُس دوا کے اجزا اُسمین اسقدر مجتمع ہین کہ اوپر چڑھانے سے مانع آتے ہین اور ظاہر ہے کہ اُنکا تکاثف بھی برودت ہی کی وجہ سے ہوتا ہے اور مؤلف کے قول مین جو لفظ ندیۃ تخفیف دال ہے یہ صفت مشبہہ ہے بولتے ہین أرض ندیۃ یعنی یہ زمین تر اور نمناک ہے مؤلف کہتا ہے پھر بو کے بعد (قوت کے اعتبار سے) مزا ہے (مزے کی بو سے زیادہ قوی ہونیکا سبب اس سے قبل معلوم ہوچکا ہے اور وہ یہ ہے کہ مزے دار چیز کے تمام اجزا کا اثر قوت ذائقہ تک پہونچتا ہے بخلاف بو وغیرہ کے) اور مزہ مادہ اور فاعل کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہے (مادہ اُسکا حامل ہے اور فاعل اُس مادہ کا مزاج ہے) پس مادہ تین حال سے خالی نہین یا تو کثیف ہوگا یا لطیف یا (ان دونون مین) متوسط اور فاعل بھی تین حال سے خالی نہین یا تو گرمی ہوگی یا ٹھنڈک یا اعتدال (اور تین کو تین مین ضرب دینے سے نو قسمین حاصل ہوتی ہین) پس جو چیز گرم اور کثیف ہوگی کڑوی ہوگی اور جو سرد اور کثیف ہو کسیلی ہوگی اور جو کثیف معتدل (یعنی گرمی اور سردی مین) ہو وہ میٹھی ہوگی اور جو گرم اور لطیف ہو وہ چربری اور تیز ہوگی اور جو سرد اور لطیف ہو کھٹی ہوگی اور جو لطیف اور معتدل (گرمی اور سردی مین) ہو چربیلی ہوگی اور جو متوسط (کثافت اور لطافت مین) اور گرم ہوگی کھاری اور نمکین ہوگی

اور جو متوسط اور سرد ہوگی زبان کو پکڑنے والی ہوگی اور جو متوسط معتدل ہو بے مزہ ہوگی لہٰذا اسمین اختلاف ہے
حرارت اور برودت مین ۱۲
کہ آیا بے مزہ چیز کو مزے مین شمار کیا جا سکتا ہے یا نہین پس جو شخص مزے کی یہ تعریف کرتا ہے کہ جس پر حس ذوق کسی قسم
کا کوئی حکم کر سکے تو وہ بے مزہ چیز کو مزون مین شمار کرتا ہے اور مزون کی نو قسمین کرتا ہے کیونکہ اُس پر حس ذوق بے مزہ ہونے کا حکم
لگاتی ہے اور جسکے نزدیک مراد ہو جو حس ذوق مین ایسا اثر کرے جس سے حس پر بدیہی اثر پڑے تو اُسکے نزدیک بے مزہ
چیز شمار سے خارج ہے اور مزے کی صرف آٹھ ہی قسمین ہین کیونکہ بے مزہ چیز حس ذوق مین کوئی اثر نہین کرتی اسوجہ سے
کہ وہ مزون کا عدم ہے یعنی مزے کے نہونے سے وہ بے مزہ کہلاتی ہے اور جتنے عدم ہین وہ اُن چیزون کو نہین پیدا
کر سکتے جو وجودی ہون مین کہتا ہون تقسیم تو ظاہر ہے لیکن اسکی ضرورت ہے کہ بعض قسمون کو بعض سے جدا
کر دیا جائے لہٰذا ہم کہتے ہین کہ سب مزون سے زیادہ گرم چرپرہ ہوتا ہے پھر کڑوا پھر کھاری (چرپرے کے کڑوے
سے زیادہ گرم ہونے کی یہ دلیل ہے کہ چرپرا تقطیع اور تحلیل اور جلا کرنے پر کڑوے سے زیادہ قوی ہوتا ہے اور ظاہر ہی
کہ تحلیل حرارت کا فعل ہے اور جسقدر تحلیل قوی ہوگی حرارت کے قوی ہونے کی دلیل ہوگی اور تقطیع اور جلا اگرچہ یہ
دونون سردی سے بھی ہوتے ہین لیکن جبکہ یہ دونون گرمی سے ہوا کرتے ہین تو اُنکی قوت زیادہ قوی ہوا کرتی ہے
اور اس بات کی دلیل کہ کڑوا کھاری سے زیادہ گرم ہوتا ہے یہ ہے کہ کھاری کی گرمی تری سے ٹوٹی ہوتی ہے یہی
وجہ ہے کہ جلے ہوے ارضی جز کے جدا ہونے پر بے مزہ مین تری پیدا ہو جاتی ہے اور یہ بھی دلیل ہے کہ جب کھاری مین
سے گرمی کی قوت توڑنے والی تری نکلجاتی ہے تو کڑوا ہو جاتا ہے اور یہ بھی دلیل ہے کہ کھاری جسقدر تلخی کے قریب
ہوتا جاتا ہے اُسی قدر اُسمین گرمی بڑھتی جاتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ کڑوا نمک کھانے کے نمک سے زیادہ گرم ہوتا ہی)
اور سارے مزون سے زیادہ ٹھنڈا کسیلا ہوتا ہے پھر بکٹھا پھر کھٹا (اور اسکی دلیل یہ ہے کہ بعضے میوے پہلے کسیلے ہوتے
ہین اور یہ بات اُسوقت ہوتی ہے جبکہ اُنکی ٹھنڈک قوی ہوتی ہے پھر جبکہ سورج کی گرمی سے پیدا ہونے والی
گرم ہوا کے ساتھ اُنکی ٹھنڈک کی تعدیل ہو جاتی ہے تو کھٹے ہو جاتے ہین اور اس درمیان مین بکٹھے ہوتے ہین)
لیکن یہ سمجھ لینا چاہیے کہ کھٹا گو کہ بہ نسبت کسیلے کے ٹھنڈا کم ہوتا ہے لیکن کھٹے سے تبرید زیادہ ہوتی ہے کیونکہ
اپنی لطافت کے سبب سے نافذ خوب ہوتا ہے اور کسیلا اور بکٹھا یہ دونون مزے مین قریب قریب ہوتے ہین لیکن بکٹھا
صرف زبان کے ظاہر کو پکڑتا ہے اور کسیلا زبان کے ظاہر و باطن دونون کو پکڑتا اور گھر آکرتا ہے اور چرپرا اور کڑوا
یہ دونون زبان کو روکھا کر دیتے ہین لیکن کڑوا صرف زبان کے ظاہر کو روکھا کر دیتا ہے اور چرپرا کا روکھا پن
اُسکی لطافت کی وجہ سے زبان کے اندر اور باہر بالکل پھر جاتا ہے اور کڑوے کی یبوست کی وجہ سے اسمین تھوڑی

خشونت اور کھرا پن بھی ہوتا ہے اور میٹھا اور چربیلا یہ دونون زبان کو کھولتے ہین اور نرم کرتے ہین لیکن چربیلے مین
اسکے ساتھ کوئی محسوس گرمی نہین ہوتی اور میٹھے مین اُسکے ساتھ محسوس گرمی بھی ہوتی ہے اسی لیے شیرین چیز سے
ہضم غذا مین پکنا خوب ہوتا ہے اور جو چیز شیرین ہوتی ہے وہ لذیذ اسلیے ہوتی ہے کہ وہ غلیظ مادہ کا جلا کر دیتی ہے
اور اُسکی اصلاح کر دیتی ہے اور اُسکو بہا دیتی اور نرم کر دیتی ہے اور اُسکے جمے ہوے ہونے کی اذیت کو بلا تفریق
اتصال اور بلا زخم ڈالے دور کر دیتی ہے مثل ہوئے ہوے گرم پانی کے جب سردی کھائے ہوے بدن پر ڈالا جائے
اور کڑوا اور کھاری یہ دونون زبان کو روکھا کر دیتے ہین لیکن اس فعل مین کڑوا بہ نسبت کھاری کے زیادہ ہوتا ہے
اور چرپرا اور کھٹا یہ دونون زبان مین سوزش پیدا کر دیتے ہین لیکن یہ کیفیت چرپرے مین زیادہ ہوتی ہے اور چرپرے
مین تھوڑی سی گرمی بھی محسوس ہوتی ہے برخلاف ترش کے اور تفہ اُس چیز کو کہتے ہین جسمین کوئی مزہ نہو جیسے کہ پانی ہے
اور تفہ اُسکو بھی کہتے ہین جسکا کوئی مزا اسوجہ سے محسوس نہوتا ہو کہ اسمین سے کوئی جز تحلیل ہوکر زبان سے نہین ملسکتا
بلکہ اُسکا ادراک صرف اسوجہ سے ہوتا ہے کہ وہ نہایت کثیف ہے جیسے لوہا اور تانبا ہے کہ اسکا مزا معلوم نہین
ہو سکتا ہان اگر اُسکے اجزا کسی ذریعہ سے تحلیل کیے جا سکین (اور اُسوقت اُسکو زبان پر رکھا جائے) تو اُسوقت اُسکا
مزہ نہایت قوی طور پر ظاہر ہوگا بعض فضلا نے لکھا ہے کہ تفہ سے یہان پر یہی دوسرے معنی مراد ہین (کیونکہ پہلے
معنی تو مزے کی قسمون مین داخل ہو ہی نہین سکتے) اور اسمین یہ شبہہ ہے کہ اس صورت مین اُسکا مادہ تو نہایت کثیف
ہوگا اور فاعل یا تو قوی برودت ہوگی جیسے لوہے مین اور یا قوی حرارت ہوگی جیسے تانبے مین اور ظاہر ہے کہ یہ نوین قسم
ہرگز نہین ہے (بلکہ جسکا مادہ کثیف ہو اور فاعل قوی حرارت ہو وہ پہلی قسم ہے اور جسکا مادہ کثیف ہو اور فاعل قوی برودت
ہو وہ دوسری قسم ہے) اور یہ جو بعضون نے لکھا ہے کہ یہان پر تفہ سے بتاویل پہلے معنی مراد ہین تو یہ بھی اشکال سے
خالی نہین کیونکہ مقسم وہ چیز ہے جسمین کوئی مزا ہو اور جب ایسا ہے تو جو چیز محض بیمزہ ہو وہ اسکی قسم کیونکر بن سکتی ہے
اُس سے تو تقسیم فاسد ہو جائیگی اور اس مقام پر جو کچھ میرے خیال مین آتا ہے وہ یہ ہے کہ (مزے کی نو ہی قسمین
رکھی جائین اور) نوین قسم وہ ہو جسکا مزا متوسط اور ضعیف ہو جیسے انڈے کی سفیدی ہے کہ اس سے زبان کو انفعال
تو ہوتا ہے لیکن) آٹھون مزون کی طرح کوئی سخت اثر زبان پر نہین پڑتا کیونکہ اسکا فاعل بھی متوسط ہے اور مادہ بھی متوسط
اور اسی پر مجازاً تفہ کا اطلاق ہوتا ہے گو فی نفسہ اسمین کوئی مزہ ہو اسکی بعینہ یہ مثال ہے کہ جسکو کم نظر آتا ہے اُسکو مجازاً
کہدیا کرتے ہین کہ اسکے آنکھین نہین اور جسمین عقل کم ہوتی ہے اُسکو مجازاً بےعقل کہدیتے ہین اور اس صورت مین تقسیم
فاسد نہین ہوتی مؤلف کہتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مزاج ثانی والے ممتزج مین بو اور رنگ اور مزے کے سبب سے

غلطی پڑجاتی ہے (اور پہلے مزاج والے ممتزج مین مزے اور رنگ اور بو کی جہت سے غلطی نہین واقع ہوتی کیونکہ یہ ممتزج
مزاج کے سبب سے جس کیفیت کے لائق ہوتا ہے وہ اُسکو بے کسی روک ٹوک کے حاصل ہوجاتی ہے لہذا نہین
ہوسکتا کہ کوئی دوا اکٹھی ہو اور اُسکا مزاج گرم ہو اور نہ یہ ہوسکتا ہے کہ کوئی دوا چرپری ہو اور اُسکا مزاج سرد ہو اور
دوسرے مزاج والا ممتزج اُسکے برخلاف ہوتا ہے کہ اُسمین استدلال کرنے مین کبھی غلطی واقع ہوجاتی ہے) اور یہ
اسطرح ہوتا ہے کہ اس ممتزج کے کسی ایک مفرد مین کوئی مزا یا رنگ یا بو ہو اور یہ اُسمین قوی اور غالب طور پر ہو اور اُسکی
(ممتزج مین ۱۲)
گرمی یا سردی ضعیف اور مغلوب ہو (ان غالب کیفیتون کے اعتبار سے اُس سے کوئی کیفیت غالب کیفیت کے
منافی ظاہر نہوگی) پھر اس ممتزج پر اُسکا مزا یا رنگ یا بو غالب آجائے اور اُسکی حرارت یا برودت دوسرے مفرد کے
تابع ہو اسکی مثال یہ ہے کہ اگر آدھ سیر دودھ مین دو مثقال فرفیون ملایا جائے تو مجموعہ باوجود سپید رنگ ہونیکے
(کہ دودھ کے تابع ہے) نہایت درجہ گرم ہوگا (کیونکہ فرفیون نہایت گرم ہے) باینہمہ سفیدی مفرد ہی کیلیے ہوگی نہ کہ
مجموعہ کے لیے مین کہتا ہون اس جگہ غلطی واقع ہوجانے سے یہ مراد ہے کہ کسی مرکب دوا مین کوئی بو یا کوئی
رنگ یا کوئی مزا ایسا پایا جاتا ہو جو اسپر دلالت کرے کہ یہ گرم ہے حالانکہ فی الحقیقت وہ بارد ہو یا یہ کہ کوئی رنگ یا
کوئی مزا یا کوئی بو کسی مرکب مین ایسی موجود ہو جس سے یہ معلوم ہو کہ یہ سرد ہے اور درحقیقت وہ گرم ہو مؤلف نے
جو اسکی مثال پیش کی ہے اُسکی مطابقت اس غرض کے ساتھ نہایت آسان ہے کیونکہ جس مفرد کی وجہ سے (مجموعہ
کا مزاج دریافت کرنے مین) غلطی واقع ہوتی ہے وہ دودھ ہے اسلیے کہ وہ سفید ہوتا ہے اور یہ سفیدی مرکب پر
بھی غالب ہے اور اُسکی برودت ضعیف ہے پس اس مفرد کا رنگ مجموعہ مین ظاہر اور غالب ہے لیکن باینہمہ اُس
مجموعہ کی کیفیت حرارت ہے جسکو اُسنے اپنے دوسرے مفرد یعنی فرفیون سے حاصل کیا ہے اور یہ غلطی اُسکے ظاہر
رنگ ہی کی وجہ سے واقع ہوتی ہے کیونکہ اگر کوئی کہنے والا یون کہے کہ یہ سفید سرد ہے تو واقعی حیثیت سے صحیح ہے
کیونکہ اُسنے اُس چیز کی طرف اشارہ کیا ہے جو محسوس ہے اور ظاہر ہے کہ وہ محسوس جسکی طرف اشارہ ہوا ہے وہ دودھ
ہے کیونکہ فرفیون کو حس نہین دریافت کرسکتی اور جب یہ کہنا صحیح ہے اور درحقیقت ایسا ہی ہے بھی تو یہ کہنا صحیح نہوگا
کہ یہ سفید چیز درحقیقت گرم ہے اور اسی صناعی ترکیب کی طرح جسکو مؤلف نے مثال مین پیش کیا ہے طبعی ترکیب مین
بھی ہوا کرتا ہے دیکھیے سفید گول مرچ نہایت گرم ہوتی ہے اسی طرح مزے کی بھی حالت ہے چنانچہ افیون باوجود تلخ مزہ
ہونیکے نہایت سرد ہوتی ہے خیر بعض نسخون مین بجاے ویکون مع ذلک البیاض للمفرد لا للمجموع کے ویکون
(باینہمہ — یعنے باوجود اسکے سفیدی مفرد کی ہے نہ کہ مجموعہ کی ۱۲)
مع ذلک البیاض للبرد لا للمجموع واقع ہوا ہے لیکن للمفرد ہی صحیح ہے کیونکہ للبرد کہنے سے کلام بے ربط ہوا جاتا ہے
(سفیدی برودت کی وجہ سے ہے نہ کہ مجموعہ کی ۱۲)

اور للمجموع کا مقابلہ بھی للبرد سے صحیح نہین ہے کما لایخفی مؤلف کہتا ہے منجملہ اُن باتون کے جو دوا کی کیفیت
پر دلالت کرتی ہین جلدی سے اثر کا قبول کرلینا اور دیر مین اثر کا قبول کرنا ہے (یا تو قوی حرارت سے اور یہ وہ گرمی
ہے جس سے دوا کا جرم مشتعل ہوجاتا ہے یا ضعیف حرارت سے اور یہ وہ ہے جس سے دوا صرف گرم ہوجاتی ہے مگر دوا
کا جرم نہین جلنے لگتا یا قوی برودت سے اور یہ وہ ہے جس سے دوا کا جرم جم جاتا ہے یا ضعیف برودت سے اور یہ وہ
ہی جس سے دوا کا جرم ٹھنڈا ہوجاتا ہے جمتا نہین) اور اس استدلال کی وجہ یہ ہے کہ جب دو جرم لطافت اور کثافت
اور تخلخل مین برابر ہون تو جو جرم ان دونون مین سے جلدی سے اشتعال کو قبول کرلے تو یہ امر اس بات پر دلالت
کریگا کہ اس جرم مین ناری جز زیادہ ہے (پس یہ ناری جز جلانے کے فاعل کو مدد دیتا ہے اسی لیے اشتعال کو جلد قبول
کرلیتا ہے) اور جو جرم ان دونون مین سے گرمی کو یا سردی کو جلد قبول کرلیگا تو یہ اسکی دلیل ہوگی کہ یہ کیفیت اسمین بنسبت
دوسرے کے زیادہ قوی ہے (کیونکہ یہ اسکی دلیل ہے کہ جزو حار یا جزو بارد اسمین قوت کے ساتھ موجود ہے کہ فاعل
خارجی کو تاثیر مین مدد دیتا ہے اور جسوقت مثلاً کوئی دوا جمنے کو کسیطرح نہ قبول کرے اور خارجی حرارت سے اشتعال کو
جلد قبول کرلے تو اُسکا حکم حرارت غریزیہ کے اعتبار سے بھی یہی ہوگا اور اس دوا پر حار یا بارد کا حکم کرنا صحیح ہوگا کیونکہ
ہم جو کسی دوا کو حار یا بارد کہتے ہین تو یہ ہمارا حکم اُسکی حرارت غریزیہ ہی کے اعتبار سے ہوتا ہے لیکن یہ اکثری ہے دائمی
نہین ہے کیونکہ حرارت غریزیہ درحقیقت ساری حرارتون کے مخالف ہے پس یہ کوئی لازمی امر نہین کہ دوا کا
ساری حرارتون سے اثر کا قبول کرلینا اور اُسکا اصلی حرارت سے اثر کا قبول کرنا یہ دونون موافق ہی ہون اور ہمیشہ
اس سے استدلال صحیح ہوا کرے) بشرطیکہ اثر کرنے والا اور اُسکے ساتھ اس دوا کا قرب یہ دونون دواؤن مین برابر
ہون (یعنی ان دونون دواؤن مین سے ایک کا مؤثر دوسری دوا کے مؤثر کے برابر ہو اور اسیطرح ان دونون مین
سے ہر ایک کا قرب اپنے مؤثر سے دوسری دوا کے قرب کے برابر ہو یعنی جتنا قرب ایک دوا کو اپنے مؤثر سے ہو
اُسی قدر دوسری دوا کو بھی اپنے مؤثر سے قرب ہو) اور اگر فاعل دونون دواؤن کا ایک ہی ہو اور دونون کا قرب اُس
فاعل سے برابر ہو تب بھی یہی حکم ہے لیکن اگر فاعل مؤثر مختلف ہو یا دونون کے قرب مین اختلاف ہو تو جلدی سے
فاعل کے اثر کو قبول کرلینا یا اُس سے قریب ہونا اثر کے قبول کرنے کی استعداد کے زیادہ ہونے پر دلالت نکریگا
اور فاعل بہی قوتین ہوتی ہین اور اسمین شک نہین کہ انکا اثر جلد ہوا کرتا ہے اور قرب کی شرط اسلیے لگائی کہ فاعل
پہلے اُسی چیز مین اثر کرتا ہے جو اُسکے نزدیک ہو اور پھر اسمین جو اُسکے نزدیک ہو اور جسقدر فاعل اور قابل مین
واسطے کم ہونگے اُسی قدر فاعل کا فعل منفعل مین زیادہ قوی اور بہت ہوگا اور یہ استدلال ایک دوا پر دوسری دوا

کے قیاس سکے اعتبار سے ہے لیکن دوا کی ذاتی حالت کے اعتبار سے پس استدلال کی صورت یہ ہے کہ جو دوا گرمی سے جلد مشتعل ہو جائے اور گرم ہو جائے اور سردی سے دیر مین جمے اور دیر مین سرد ہو تو وہی دوا گرم ہے کیونکہ بیان ہو چکا ہے کہ ہر جسم اپنی غالب کیفیت کی طرف مستحیل ہو جانیکی صلاحیت اور استعداد رکھتا ہے اور جو دوا اسکے برعکس ہو تو وہ اس شرط سے ٹھنڈی ہے کہ گرمی کی قوت سردی کی قوت سکے مثل ہو مین کہتا ہون یہ جو مؤلف نے کہا یہ دوا کی قوت پر دوسری دوا کے اعتبار سے استدلال کرنیکا طریقہ ہے اور مؤلف نے اس طریقہ کو گذشتہ تین طریقون سے اسلیے علحدہ بیان کیا کہ یہ طریقہ دوا کی اضافی قوت پہچاننے کا ہے اور پچھلے تینون طریقے دوا کی ذاتی قوت کے دریافت کرنے کے متعلق مین اُنسے ایک دوا کی قوت دوسری دوا کے اعتبار سے نہین معلوم ہو سکتی ہے اور اس استدلال کا طریقہ یہ ہے کہ جو دو جرم ایسے ہون کہ لطافت اور کثافت اور تخلخل مین برابر ہون تو جو جرم ان دونون جرمون سے اشتعال کو جلد قبول کرلے وہی احر یعنی نہایت گرم ہے اور جو جلد جم جائے وہی ابرد یعنی نہایت سرد ہے اور جو جلد گرم ہو جائے وہ گرم ہے اور جو جلد سرد ہو جائے وہ سرد ہے بشرطیکہ دونون کا مؤثر اور دونون کا اُس سے قریب ہونا دونون مین برابر ہو اسلیے کہ جس صورت مین بیرونی مؤثر سے دیر مین اثر ہوا تو اس چیز مین بیرونی اثر کا مقابل قوی تھا اور اسکا ضد ضرور ضعیف ہوگا اور قوام (یعنی لطافت اور کثافت اور تخلخل) مین دونون کے برابر ہونے کی شرط اسلیے لگائی گئی کہ اگر ایک دوا مین دوسری دوا کے اعتبار سے تخلخل زیادہ ہوگا تو اُسکے جلد اثر قبول کر لینے سے یہ نہین لازم آتا کہ اُسمین وہ کیفیت قوت کے ساتھ موجود ہے جو خارجی کیفیت کے مماثل ہے اسلیے کہ ممکن ہے کہ یہ جلدی سے اثر کا قبول کر لینا اسوجہ سے ہو کہ اُسکے قوام مین تخلخل ہے اور مؤثر اور اُسکے ساتھ قرب مین برابری کی شرط اسلیے لگائی گئی کہ کسی قوی مؤثر یا نہایت نزدیک مؤثر سے اثر کا قبول کر لینا یہ اسکی دلیل نہین کہ یہ کیفیت اُسمین قوت کے ساتھ موجود ہے اور یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے کچھ ایسی مشکل نہین مؤلف کہتا ہے کبھی دوسرے باب مین (یعنی جسمین مفرد دواؤن اور غذاؤن سکے احکامات مذکور ہین) غیر مشہور لفظون کا استعمال کیا جاتا ہے اسی سے ہمارا قصد ہے کہ اُن لفظون کی تشریح کردین (تاکہ دیکھنے والے اور پڑھنے والے کو بصیرت حاصل ہو) لطیف دوا تو وہ ہے جسکی یہ شان ہو کہ ہماری گرمی کی تاثیر کے وقت نہایت چھوٹے چھوٹے جزون کی طرف منقسم ہو جائے جیسے دارچینی ہے (یہ وہ دوا ہے جسکا بالقوہ قوام پتلا ہے کیونکہ جب اسمین گرمی اثر کرتی ہے تو ارضیت کے کم ہونے کی وجہ سے جو کہ جسم کے اجزا کو روکے رہتی ہے یہ چھوٹے چھوٹے جزون کی طرف منقسم ہو جاتی ہے اور اسپر بھی چکنائیون کی طرح چپ چپی نہین ہوتی کیونکہ غلیظ القوام دوا کے اجزا

شل کو گرد و ریخ ۱۲

ارضیت کی کثرت سے رُکے رہتے ہین اور چھوٹے چھوٹے نہین ہوتے اور چپ چپی چیز کے اجزا آپسمین چپکے ہوتے ہین اور اجزا ایک دوسرے سے آسانی نہین جدا ہو سکتے لیکن جس دوا کا قوام بالفعل پتلا ہوتا ہے تو وہ قوت مین بھی ایسی ہی ہوتی ہے کیونکہ یہ بات تبھی ہوتی ہے جبکہ اسمین ارضیت کم ہو اور چپچپاہٹ اور جماؤ کم ہو اور یہ ظاہر بات ہے کہ حرارت غریزیہ کچھ اسمین یہ صفتین نہین پیدا کر دیتی اور لطیف دوا چھوٹے چھوٹے اجزا پر منقسم ہو جانے کے سبب سے جلد نفوذ کرتی ہے اور جلد اثر کرتی ہے اور جلد تحلیل ہو جاتی ہے اور اجزا سے بنجاتی ہے) کثیف دوا وہ ہے جو اسکے مقابل ہو (یعنی جو لطیف کے مقابل ہو یعنی جسکی یہ شان نہو کہ ہماری اصلی حرارت کے اثر کرنے سے چھوٹے چھوٹے جزون پر منقسم ہو جائے اور اسمین ارضیت زیادہ ہوتی ہے اور اسمین ایسی سخت رطوبت ملی ہوتی ہے جو آسانی ٹوٹنے اور جدا ہونے سے مانع آتی ہے اور اگر اسکے ساتھ اسمین چپچپاہٹ بھی ہو تو چھوٹے چھوٹے جزون پر اور بھی منقسم نہین ہو سکتی) اور لسدار وہ ہے جو بڑھنے سے نہ ٹوٹے جیسے شہد ہے (یعنی لسدار وہ چیز ہے کہ جسوقت اسکے دونون طرفین دوری کی طرف حرکت کرین تو اُسکے درمیان کے جز جدا نہون اور سہل مین شکل کو قبول کر لے اور اپنی مماس چیز سے چپک جائے جیسے شہد ہے) اور ہش وہ چیز ہے جو ذرا چھونے سے ٹوٹ جائے اور ریزہ ریزہ ہو جائے (اور چھوٹے چھوٹے جز پر منقسم ہو جائے اور یہ بات ایسلیے پیدا ہوتی ہے کہ اسمین ارضیت زیادہ ہوتی ہے اور پانی کا بالکل میل نہین ہوتا اور خشکی غالب ہوتی ہے) جیسے ایلوا ہے (بشرطیکہ عمدہ ہو) اور جامد وہ ہے جو بالفعل تو بندھا ہوا ہو (اور بہتا نہو لیکن یہ سکتا ہو یعنی اسمین بہنے کی استعداد اور صلاحیت ہو (اور یہ بات اُسوقت ہوتی ہے جبکہ اسمین جوہر مائی زیادہ ہو اور جماد دینے والی اور کثیف کر دینے والی ٹھنڈک اُسکو عارض ہو پس جسوقت اسمین حرارت اپنا اثر کرتی ہے تو وہ پتلا پڑجاتا ہے اور بہنے لگتا ہے جیسے موم ہے) اور سائل وہ ہے جسکی یہ شان ہو کہ نیچے کی طرف اُسکے اجزا پھیل جائین (جیسے پانی وغیرہ ترہتی ہوئی چیزین ہین) اور لعابی وہ ہے کہ جب اُسکو پانی مین بھگویا جائے تو اس سے اجزا چھوٹ چھوٹ کر تمام پانی کو لسدار بنا دین جیسے خطمی ہے (یہ اُسوقت ہوتا ہے جبکہ دوا مین بالفعل یا بالقوہ لسدار اجزا موجود ہون جس دوا مین بالفعل لس ہوتا ہے اسمین ارضی اجزا مائی اجزا پر غالب ہوا کرتے ہین اور اُن مائی اجزا کو روکے اور جمائے رہتے ہین پھر جب اُنکی طرف پانی بہہ نکلتا ہے تو اُنکی رطوبت بڑھ جاتی ہے اور بہ نکلتی ہے اور جس دوا مین بالقوہ لس ہوتا ہے اسمین ارضیت کا غلبہ بہت زیادہ ہوتا ہے پھر جب اُسکو پانی مین بھگو دیا جاتا ہے تو معتدل ہو کر بالفعل لسدار ہو جاتی ہے

اور کبھی بالقوۃ لس اسوجہ سے بھی عارض ہوتا ہے کہ ارضیت پر مائیت غالب آجاتی ہے پھر جبکہ اسکو مائیت کی کمی
یا ارضیت کی زیادتی عارض ہوتی ہے تو وہ بالفعل لسدار ہو جاتی ہے) اور دہنی وہ ہے جسکے جوہر مین چکنائی
ہو جیسے لب ہوتے ہین (اگر کوئی یہ شبہہ کرے کہ یہ تعریف الشئی بنفسہ ہے اسلیے کہ دہن چکنائی کو کہتے ہین
اور دہنی وہ جسمین چکنائی ہو اور یہی تمنے اسکی تعریف کی ہے اور بعینہٖ ایسا ہوا جیسے کوئی کہے کہ آگ وہ ہے جسمین
ناریت ہو تو اسکا یون جواب دینا چاہیے کہ لفظ دہنی سے تو اصطلاحی معنی مراد ہین اور لفظ دہن سے لغوی معنی
مراد ہین اور مطلب یہ ہے کہ اطبا جس چیز کو اپنی اصطلاح مین دہنی کہتے ہین یہ وہ چیز ہے جسمین دہن یعنی چکنائی
ہو اور ظاہر ہے کہ تبیین اصلاح ہے اور بیان اصطلاح کے لیے تعریف لفظی بھی کافی ہوتی ہے جو صرف تفسیر اور
توضیح معنی کر دے) اور منشف وہ ہے کہ جب اُس سے مائیت نے تر اُسکے مسامات مین ایسی ڈوب جائے
کہ اُسمین مائیت کا کوئی اثر نہ ظاہر ہو جیسے بغیر بجھایا ہوا چونہ (کہ اسمین اگر پانی ٹپکایا جاتا ہے تو جذب ہوتا چلا
جاتا ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ اُسکے مسامات ہوا اور دھوئین سے بھرے ہوتے ہین پھر جب اُسپر پانی پڑتا ہے
تو بالطبع ان مسامات مین جذب کر جاتا ہے اور اُن مسامات سے ہوا اور دھوان نکلجاتا ہے کیونکہ یہ دونون بضرورت
خلا اُسکے مسامات کو گھیرے رہتے ہین اور یہ کبھی ہوتا ہے جبکہ وہ جسم بالفعل خشک ہو ورنہ ضرور ہے کہ مسامات
رطوبت سے بھرے رہین اور پانی اُنمین نفوذ نہ کر سکے کیونکہ تداخل اجسام محال ہے) مین کہتا ہون مؤلف نے
ان تفسیرون اور ان مثالون کو قانون سے نقل کیا ہے اور چونکہ یہ اصطلاحات اس سے زیادہ شرح اور تفصیل
کے محتاج بھی نہین ہین لہذا ہم صرف اُسی مقدار پر اکتفا کرتے ہین جو ضروری اور محتاج الیہ ہے لہذا ہم کہتے
ہین کہ کثیف دوا کی مثال کندر ہے اور کثیف دوا پر لطیف دوا کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ لطیف دوا اپنی تمام
تاثیرات مین کثیف سے زیادہ نافع ہوتی ہے یہانتک کہ جو لطیف دوا مجفف یعنی خشکی پہونچانے والی ہوتی ہے
تو بہ نسبت کثیف مجفف کے خشکی بھی زیادہ پہونچاتی ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ لسدار چیز کا منقطع ہونا اطبا کے
نزدیک اُسوقت معتبر ہے جبکہ حار غریزی کی تاثیر کے وقت بھی اُسکی یہی حالت ہو کہ وہ اپنے لس کی وجہ سے
جدا اور منقطع نہو اور یہی بات تمام گذشتہ تعریفون مین ملحوظ اور معتبر ہے گو واضح ہونے کی وجہ سے مؤلف نے
بعض تعریفون مین اسکی تصریح نہین کی اور یہ جو مؤلف نے ہش کی تعریف مین کہا ہے مَا یَتَفَتَّتُ بِاَدْنیٰ
جو ذرا چھونے سے ریزہ ریزہ
مَسٍّ تو تفتت کے معنی ریزہ ریزہ ہو جانے کے ہین اور ذرا چھونے سے اُسکی ریزہ ریزہ ہو جانے کی وجہ
ہو جاتا ہے
یا تو خشکی کا غلبہ ہوتا ہے یا زیادہ جم جانا اور جامد کی مثال موم ہے جو ابھی پگھلا نہو اور بالفعل اُسکے مجتمع ہونے

اور منبت ہونے کے یہ معنی ہین کہ نرہ بالفعل ایک صورت اور ایک وضع پر ثابت و برقرار ہو اور سائل کی مثال کل بہنے والی چیزین ہین - اور لعابی دوا مین چونکہ یہ صفت ہوتی ہے کہ اُسکے اجزا جدا جدا ہو کر کل کو لسدار کر دیتے ہین اگر اُسکو پانی مین یا کسی ایسے جسم پتلے مین مائیت ہو بھگویا جائے تو اُسکا یہ اثر ہے کہ وہ مادہ کو پھسلا کر دستون کی راہ نکالدیتی ہے اور جب یہ ارادہ ہو کہ اُس سے بجائے دستون کے حبس کا فائدہ پہونچے تو اُسکو بھون لینا چاہیے تاکہ اُسکی لعابیت لسدار اور آنتون مین چپکنے والی ہو جائے اور حبس کا فائدہ دے **مؤلف کہتا ہے** اور **ملطف** وہ دوا ہے جو مادہ کو پتلا کر دے (بشرطیکہ ملطف دوا اعتدال کے قریب ہو کیونکہ مفرط خلط کو جلا کر گاڑھا کر دیتی ہے اور ضعیف مادہ کے قوام مین کوئی معتدبہ اثر نہین کر سکتی غرضکہ نہ قوی ہو نہ ضعیف بلکہ معتدل ہو) جیسے زوفا ہے (اسکا سبب یہ ہے کہ اُسمین معتدل گرمی ہوتی ہے اور گرمی کا کام پگھلا دینا اور پتلا کر دینا ہے)
ایک گھانس ہے تیز سیاہی مائل تلخ ١٢ منہ
اور **محلل** وہ دوا ہے جو مادہ کو (عام اس سے کہ مادہ غلیظ ہو یا مائی ہو یا کوئی اور رطوبت ہو) تبخیر کے قابل بنا دیتی ہے (اور ایک جزو کو بعد ایک جزو کے بخارات بنا بنا کر فنا کر ڈالتی ہے بشرطیکہ اُسمین محلل کا فعل ہمیشہ رہے) جیسے جندبیدستر ہے - (اور مادہ کے دھوان بنا کر فنا کرنے کو احتراق یعنی جلانا کہتے ہین تحلیل نہین کہتے)
خایہ اود بلاؤ ١٢
اور **جالی** وہ دوا ہے جو چپکتی ہوئی رطوبت کو عضو کے مسامات سے جدا کر دے (خواہ جالی گرم ہو جیسے شہد ہے یا سرد ہو جیسے ترشی ہے) اور **مخشن** وہ دوا ہے جو سطح عضو کے اجزا کو اونچا نیچا کر دے بعد اسکے کہ اُسکے سطح مین طبعی ہمواری موجود تھی یا یہ کہ کسی لسدار مادہ کی وجہ سے اُسمین ہمواری آگئی تھی (مثلاً یہ کہ پھیپھڑے کا نرخرا کھرکھرا ہو جائے اور قبل اس کھرکھراہٹ کے اُسمین طبعی ہمواری ہوتی ہے یا جیسے معدہ یا رحم کا سطح ناہموار ہو جائے بعد اسکے کہ عارضی طور پر کسی مادہ نے اُسکو ہموار بنا دیا ہو فائدہ پھیپھڑے کے نرخرے کا ہموار ہونا طبعی ہے اور ناہموار ہو جانا مرض ہے اور معدہ اور رحم کے سطح کا ناہموار ہونا طبعی ہے اور ہموار اور املس ہو جانا مرض ہے سبحانہ من حکیم قدیر) اور **مفتح** وہ دوا ہے جو رُکے ہوئے مادہ کو مجرے سے باہر نکال دے جیسے کرفس ہے (کرفس بفتحتین و سکون فا و سین مہملہ دوائیست مانند اجوائن بوے آن ناخوش و تیز باشد و آن اجمود ولایتی است و از خواص او یکی آنست کہ کژدم گزیدہ اگر او را بخورد فی الحال بمیرد ١٢ غ) اور **مرخی** وہ دوا ہے جو اپنی حرارت اور رطوبت سے (کثیف المسام) عضو کو نرم کر دے (اور وسیع کر دے یہان تک کہ اُن فضلون کو جو مسامات مین مجتمع اور رُکے ہوئے ہین اُنکو آسانی سے دفع کر دے جیسے بزرکتان وغیرہ اور) جیسے گرم پانی ہے اور **منضج** وہ دوا ہے کہ خلط کے قوام کو معتدل

اور دفع ہوجانے کے قابل بنادے (یعنی رقیق قوام کو غلیظ کردے جیسے خشخاش ہے یا غلیظ کو رقیق کردے جیسے
جاشا کا جوشاندہ ہے یا بستہ کو نرم اور سائل کردے جیسے میتھی ہے اور نضج کے معنی یہ ہین کہ کیفیت اور کمیت اور
ایک قسم کا پودینہ ۱۲
قوام مین خلط معتدل ہوجائے تاکہ اُس سے وہ منفعت حاصل ہو جسکے لیے وہ پیدا کیا گیا ہو جیسے کہ خون ہے کہ اُسکا
نضج قوام کے معتدل ہونے اور متین اور صاف ہونے اور تیز نہونے سے عبارت ہے تاکہ عضو کا جز ہو سکے اور جیسے صفرا
ہے کہ اُسکا نضج رقیق اور صاف اور تیز ہونے سے عبارت ہے بلا افراط اور تفریط تاکہ اُس سے فعل مطلوب حاصل ہو اور
جیسے بلغم ہے کہ بہت مائی پتلا غیر متشابہ الاجزا نہووے تاکہ اُسمین خون ہونے اور بآمیزش خون عضو کا جزء بننے کی
صلاحیت ہو اور جیسے سودا ہے کہ خون صالح کی تلچھٹ اور صاف ہو جلا ہوا نہو تاکہ بآمیزش خون بعض اعضا کی غذا
بننے کا صالح ہو اسی لیے کہا جاتا ہے کہ اَلنّضج طَبخٌ مُعتَدِلٌ کَامِلٌ یعنے معتدل اور پورے طبخ کا نام نضج ہے ۱۲
از مخزن الادویہ) اور ہاضم وہ دوا ہے جو غذا کو جلد پک جانیکا فائدہ بخشے (جیسے مولی ہے) اور محلل ریاح
وہ دوا ہے جو ریح کے قوام کو پتلا کردے (کہ ہوا کے مشابہ ہوجائے) تاکہ دفع ہوجائے (اور دوا کا یہ اثر جبھی ہوتا
ہے جبکہ گرم اور مجفف ہو) جیسے تلی ہے (کہ یہ اپنی گرمی سے ریح کے تکاثف کو دور کردیتی ہے اور اپنی تجفیف سے اُن
رطوبتون کو جو ریحون مین ملی ہوتی ہین اور اُسے غلیظ رکھتی ہین دور کردیتی ہے اس دوا کو کاسر ریاح بھی کہتے ہین
تلی کے بیج ادرک سونٹھ نمک سیاہ سونف پودینہ اجوائن تکمو زیرہ جوگ ہڑ کا مربا وغیرہ یہ سب چیزین
کاسر ریاح ہین) اور مقطع وہ دوا ہے جو (اپنی شدت گرمی اور تیزی اور قوت نفوذ کے) مادہ کو چھوٹے
چھوٹے جزون پر بانٹ دے (اور مادے کے اتصال کو دور کردے) گو مادہ اپنے گاڑھے پن پر باقی رہے (کیونکہ
اُسکا اثر فقط مادہ کے اتصال مین ہوتا ہے اور مادہ کے قوام مین نہین ہوتا اور جو مادہ عضو مین لپٹا ہوا ہوتا ہے
اُسکے اتصال کی بھی تفریق کردیتا ہے لیکن اُسکا لطیف ہونا ضرور ہے تاکہ اُس خلط کے اجزا اور مادہ اور عضو
مین نفوذ کر سکے اور باوجود اسکے اُسمین خوب پیر جانیکی قوت بھی ہونا چاہیے جیسے تیز اور تند دوائین ہوتی ہین
اور خوب ترش دوائین ہوتی ہین سرکہ لیمون کھاری نمک رائی جامون کا تیزاب سکنجبین تازہ انگور منقے وغیرہ
یہ سب مقطعات ہین) اور جاذب وہ دوا ہے جو (بوجہ گرمی اور لطافت کے) مادہ کو اپنی طرف کھینچ
لائے (جیسے اودبلاؤ کے خصیے اور تافشیا وغیرہ ہے اور جو شدید الجذب ہوتی ہے وہ گانسی اور کانٹے کو
عمق بدن سے کھینچکر نکالدیتی ہے جیسے کوڑی اور گھونگھے کا گوشت ہے) اور لاذع وہ دوا ہے جو
اپنی قوت نفوذ (اور شدت گرمی) کی وجہ سے (عضو مین گھُسے اور) عضو کے اتصال کو بہت سے منافذ اور

مقامات سے متفرق کر دے کہ وہ جدا جدا ٹکڑے الگ نہ معلوم ہون (کیونکہ جو چیز انتہا کی چھوٹی ہوتی ہے کبھی محسوس
نہین ہوتی جیسے چھوٹے چھوٹے ذرے نظر نہین پڑتے اور رسان کی آواز کان کو سُن نہین پڑتی وعلی ہذا القیاس)
بلکہ وہ سب یکجا محسوس ہون جیسے رائی ہے (سرکہ کے ساتھ یا اکیلا سرکہ) اور **محمر** وہ دوا ہے جو (بوجہ اپنی
گرمی اور قوت جذب کے) خون کو قوت کے ساتھ جلد کی طرف کھینچ لائے (اور اکثر خون تسخین ہی کی شدت سے
منجذب ہوتا ہے) اور جلد کا رنگ سرخ کر دے (اور اکثر اُس سے رخسار کی سُرخ کرنے والی دوا مراد ہوتی ہے) جیسے
رائی ہے (اور پودینہ انجیر لالہ کا پھول نارنگی کے چھلکے چھڑیلہ یا چھڑ چھرا کس دار چینی وغیرہ یہ سب محمر رنگ ہین) اور
محکک (یا حکاک ۱۲ منہ) وہ دوا ہے جو (بوجہ اپنی تیزی اور گرمی کے کھجلی پیدا کرنے والے اور تیز خلط کو (مسام کی طرف)
کھینچ لائے (اور چبھو کے کھجلی پیدا کرے انگن جل بیل یعنی کیکچ کھیا گھانس مشک دانہ کے پتے خیری کے پتے
بھنڈی کے پتے وغیرہ یہ سب خارش پیدا کرتے ہین سدیدی مین ہے کہ حکاک وہی دوا ہے جو حاد اور کھجلی
پیدا کرنے والے خلط کو مسام کی طرف کھینچ لائے لیکن زخم نہ ڈالے کیونکہ اگر زخم ڈالیگی تو اُسکو دواے متقرح کہینگے
نہ کہ حکاک انتہی) اور **متقرح** وہ دوا ہے جو (بوجہ تیزی اور زائد گرمی اور نفوذ اور جذب کے) جمی ہوئی اصلی
رطوبت کو تحلیل اور فنا کر دے اور اپنی طرف اُس ردی مادے کو کھینچے جو عضو مین زخم ڈالدے (متقرح دوا دو وجہ
سے متقرح ہوتی ہے ایک تو یہ کہ اپنی تحلیل کے سبب سے اُس رطوبت کو فنا کر دے جو جلد کے اجزا مین ہے اور اسکو
تفرق اتصال لازم ہے اور دوسری وجہ یہ کہ ردی مادہ کو جلد کی طرف کھینچ لائے اور جلد اُس ضعف کی وجہ
سے جو تفرق اتصال سے پیدا ہوا ہے اُس مادہ کے دفع کرنے سے عاجز ہوا اسلیے جہان جہان تفرق اتصال ہوا ہے
وہان وہان پیپ پڑجاتی ہے اور زخم ہو جاتا ہے) جیسے بھلانوان ہے (اور ہرتال سفیدا اتقیل لہسن پیاز
ہالم کبوتر کی بیٹ چونہ کٹ پودینہ صابون تتلی فرفیون راسن دودھاری درختون کا دودھ رتن جوت وغیرہ
یہ سب متقرحات ہین) اور **محرق** وہ دوا ہے جو (بوجہ قوت نفوذ اور قوی گرمی کے) لطیف خلطون
(اور عضو کی رطوبت اور اجزاے لطیفہ) کو فنا کر دے اور اُنکی رمادیت کو باقی رکھے جیسے فرفیون ہے (اور
(اور جلادے ۱۲ منہ) (رماد راکھ ۱۲ منہ)
ہرتال چاندی کا تیزاب زنگار چونہ توتیا نورہ آگ مدار کا دودھ وغیرہ کہ یہ سب محرق ہین) اور **اکال**
وہ دوا ہے جو (بوجہ تیزی اور قوت جلاد تحلیل کے) اپنے زخم ڈالنے اور تحلیل کرنے مین اس حد تک
پہونچ جائے کہ گوشت کی کچھ مقدار کو کھا جائے (کبھی زخم وغیرہ پر ایسا زائد گوشت نکل آتا ہے جسکا اوزار سے
نکالنا دشوار ہوتا ہے لہذا اکال دوا کی ضرورت پڑتی ہے اور چونکہ گوشت نرم ہوتا ہے اسلیے یہ بات فقط اُسی سے

مخفف ہے اور چربی گو کہ گوشت سے زیادہ ملائم اور نرم ہوتی ہے لیکن یہ ایسے مقام میں نہیں پڑا کرتی جسکے کاٹنے کی ضرورت پڑے) جیسے زنگار رہے (اور آلائی اور نمک اور چوک اور سیندور اور جلی ہوئی سیپی اور توتیا اور تانب چون اور مردار سنگ اور نورہ وغیرہ کہ یہ سب اکال ہیں) اور **مُفتت** وہ دوا ہے جو (اپنی قوت جاذبہ کی وجہ سے) متحجر خلط (سنگ گردہ و مثانہ) کے اجزا کو ریزہ ریزہ کر کے بہا دے جیسے حجر الیہود ہے (اور تلسی اور سوگند بالا اور سنگ سرماہی اور بچھو کی راکھ اور گوند اور آلو اور خربزہ کے بیج اور کالی جھانپ یعنی پرسیاؤشان اور کندمل اور کڑوا بادام اور گوکھرو اور سونف اور کالے چنے اور کلتھی اور ناگر موتھہ وغیرہ کہ یہ سب مفتت ہیں) اور **معفن** وہ دوا ہے جو روح کے مزاج کو اور اصلی رطوبت کو فاسد کر دے یہانتک کہ رطوبت اس بات کی صالح نہ رہے جسکے لیے مہیا کی گئی ہے (اور اس سے یہ ہوگا کہ حرارت عزیزیہ رطوبت اصلیہ میں پورا تصرف نکر سکیگی لہذا اُسمین غریب حرارت تصرف کر کے اُسے سڑا دیگی اور اصلی رطوبت اسکی صالح نہ رہیگی کہ عضو کا جز بنے اور اپنے مین اصلی حرارت کے تصرف کو قبول کرے پھر اُسمین غریب حرارت کا تصرف ہوگا اور اُسکو خراب ہوجانا اور سڑ جانا لازم ہے) جیسے ہرتال ہے (اور ناقنیا اور گندھک کا تیل اور سنکھیا اور سور کا گوشت اور کچا لہسن اور کوے اور چیل کا گوشت وغیرہ کہ یہ سب معفن ہیں) اور **کاوی** وہ دوا ہے جو (تیزی اور سوزش اور خشکی کی وجہ سے) جلد کو جلا دے اور اسکو کوئلہ کر دے جیسے زرد پھٹکری ہے (اور سفیدا اور ادرک اور لہسن اور تیزاب وغیرہ کہ یہ سب کاوی ہیں) اور **قاشر** وہ دوا ہے جو (بوجہ شدت جلا کے) جلا اور صفائی کی اس حد کو پہونچ جائے کہ فاسد عضو کے خراب پوست کو اُتار دے (اور عضو کو صاف کر دے) جیسے کُٹ ہے (اور زراوند اور جو بریان اور سیاہ تل اور خشخاش وغیرہ کہ یہ سب قاشر ہیں واللہ سبحانہ وتعالی اعلم) **مین کہتا ہون** زوفا مین چونکہ معتدل حرارت ہوتی ہے اسلیے وہ خلط کے قوام کو (لطیف اور) رقیق کر دیتا ہے اور جو دوا محلل ہوتی ہے اُسمین قوی حرارت ہونی چاہیے جیسے جندبیدستر کہ اسمین قوی حرارت ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ مادہ کو وہ ہمیشہ فنا کرتا ہے اور مؤلف کے قول فیجعٌ سے یہی مراد ہے کیا معنی کہ محلل دوا مادہ کو اُس مقام سے نکال دیتی ہے جہان وہ چپکا ہوا ہے اور جالی دوا چونکہ مسامات عضو کے منھ سے رطوبت کو دور کر دیتی ہے اسلیے اسمین کچھ تلیین کی بھی قوت ضرور ہوتی ہے گو وہ قوت نہو اور وہ دواے مخشن مین جو مؤلف نے یہ کہا ہے مَا یَجْعَلُ اَجْزَاءَ سَطْحِ الْعُضْوِ مُخْتَلِفَةً یعنے مخشن وہ دوا ہے جو سطح عضو کے اجزا کو مختلف کر دے اس اختلاف سے یہ مراد ہے کہ اُن اجزا کو ناہموار بنا دیتی ہے یعنی کچھ اجزا کو اونچا اور کچھ اجزا کو نیچا کر دیتی ہے اور اسکی یا تو یہ وجہ ہوتی ہے کہ اس مخشن کا جوہر کثیف ہوتا ہے اور اسکے ساتھ

اُسمین قبض کی قوت بہت زیادہ ہوتی ہے اعیا یہ وجہ ہوتی ہے کہ جوہر تو اُسکا لطیف ہوتا ہے لیکن تیزی بیجا ہوتی
ہے اور یہ سبب باتین اُسوقت ہین جبکہ عضو کی ہمواری اور ملاست طبعی ہون لیکن اگر کسی ایسی لسدار رطوبت کی وجہ سے
جو اُسپر بہ کر آگئی ہے اُسمین ملاست اور ہمواری عارضی طور پر آگئی ہو تو مخشن دوا اُسکے اصلی اور طبعی خشونت اور کھر کھرے
پن کو ظاہر کر دیگی اسطرحپر کہ اُس آئی ہوئی رطوبت کو صاف کر دیگی اور مخشن دوا کی مثال ناخونہ ہے (اور رائی
اور آنولہ اور جامن کی گٹھلی اور املی کے بیچے اور بھلانوان اور آم کی گٹھلی وغیرہ یہ بھی مخشن دوائین ہین) اور مفتح
دوا (یعنی جو آنتون اور رگون اور داخلی وخارجی مسام کے سدون کو دفع کرے اور کھولے) وہ ہوتی ہے جسمین ان
اوصاف مین سے کوئی وصف ہو تیز ہلکی تلخ اور لطیف غسال اور لطیف سیال ہو (جیسے جڑ اکس شاہترہ غاریقون
بادیان رومی ستا ورہ مروا نبفشہ کی جڑ کبابہ اگر اکاس بیل باقلا مصری یعنی ترمس وہندی بھٹوانس سونف
ساتمہ جاوتری اجمود جاوتیر پکھان بید سپند زیرہ کرمانی دیسی اجوائن بالون خاکسی دارچینی زعفران
بلائی سلوٹن گاجر کے بیج سونٹھ وغیرہ) اور منضج دوا قوام خلط کو اسوجہ سے معتدل کرتی ہے کہ اُسمین معتدل گرمی
اور قوت قابضہ ہوتی ہے تاکہ اُسکو تحلیل ہوجانے سے بچائے اسکی مثال خشک انجیر ہے (صفرا کو پکانے والی
تو یہ دوائین ہین عناب گلاب کے پھول نبفشہ گل نیلوفر شاہترہ کاسنی کے بیج کاسنی کی جڑ سوکھی مکو سکنجبین
ترنجبین سرخ شکر آلو کا شربت گلقند آفتابی وغیرہ اور بلغم کی پکانے والی یہ دوائین ہین۔ منقی خطمی کے بیج
کاسنی کی جڑ سونف ملٹھی بادیان رومی پرسیاوشان شکاعی انجیر گلاب کے پھول گلقند یا سکنجبین وغیرہ اور
سودا کے پکانے والی یہ دوائین ہین افستوڑہ عناب گاوزبان بلائی لوٹن پرسیاوشان ملٹھی دونا مروا شکاعی
شاہترہ سونف بادآورد ترنجبین گلقند وغیرہ) اور جو دوا محلل ریاح ہوتی ہے وہ اپنی گرمی کی وجہ سے ریح کو
رقیق اور ہوائی بنا دیتی ہے جسکی وجہ سے وہ اُس جگہ سے بآسانی نکل جاتی ہے جہان وہ گھٹی ہوئی ہے اور دوائے
مقطع کی مثال سکنجبین ہے اور یہ جو مقطع مین مؤلف نے کہا ہے کہ مقطع وہ دوا ہے جو مادے کو چھوٹے چھوٹے
ٹکڑون پر بانٹ دے گو کہ اجزا اپنے غلظ اصلی پر باقی رہین تو اسکا جائز رکھنا اسلیے ہے کہ تقطیع مین صرف اسقدر
معتبر ہے کہ خلط کا اتصال جاتا رہے تو ہو سکتا ہے کہ اجزا اپنے قوام پر باقی رہین (اور رقیق القوام نہون)
اور جاذب کی تعریف مین مؤلف نے جو الی موضعہ کہا ہے اُس سے یہ مراد ہے کہ اپنی طرف کھینچ لے جیسے
خایہ ادو بلاؤ ہے۔ اور لاذع وہ دوا ہے جو اپنی قوت نفوذ اور غایت لطافت کی وجہ سے عضو کے اتصال مین
بہت سا تفرق جو وضع مین قریب ہو اور بہت ہی چھوٹا چھوٹا ہو پیدا کر دے کہ اگر ہر ایک کو دیکھا جائے تو

محسوس نہو اور مجموعہ ایک ہی وضع پر معلوم ہو جیسے رائی کا سرکہ کے ساتھ ضماد ہے یا فقط سرکہ اور مقرح کی تعریف
مین اصلی رطوبت سے وہ رطوبت مراد ہے جو جلد کے اجزا مین موجود ہو اور مؤلف نے مفتت کی مثال حجر الیہود
کے ساتھ دی ہے اسوجہ سے کہ حجر الیہود مثانہ کی پتھری کو توڑتا ہے اور معفن وہ دوا ہے جو روح کے مزاج
مین فساد پیدا کر دے اور یہ فساد عضو اور اُسکی اصلی رطوبت تک پہونچ جائے اور روح مین اسقدر قوت نہ باقی
رہے کہ اُس سے کسی اصلاح کی امید کی جائے اور نہ یہ رطوبت ہی اُس کام کے لیے صالح ہو جسکے لیے وہ
مہیا کی گئی ہے یعنی اُس قوت کے اثر کو قبول کرنا جسکا مرکب اور حامل روح ہے اور اس حد تک یہ فساد پہونچے کہ
عضو کو جلا دے یا کھا جائے اور تحلیل کر دے اور اس فاسد رطوبت سے حرارت غریبہ متعلق ہو کر تعفن پیدا کر دے
اور حمم کو مُلہ کو کہتے ہین اور اس مقام پر جو دوائین مثال مین آگئی ہین اُنمین سے ہمکو اُن دواؤن کی حقیقت
بتانے کی ضرورت نہین ہے جنکا ذکر خود متن ہی مین آگے چلکر آئیگا یا ہم اُنکو شرح مین آگے چلکر ذکر کرینگے
ہان جنکا ذکر نہین آئیگا اُنکی ہم تشریح کرتے ہین اور کہتے ہین کہ بھلانوان ایک پہاڑی درخت کا پھل ہے جبتک
تازہ رہتا ہے سبز ہوتا ہے اور خشک ہو کے سیاہ ہو جاتا ہے اور املی کے چیے کی صورت ہوتا ہے اور اسکے
بیچ کی گری مثل مغز بادام کے ہوتی ہے سرد بیماریون کو مثل فالج اور لقوہ اور رعشہ اور سلسل بول کے نافع ہے
اور منجملہ مذکورادویہ کے ایک زنگار ہے یہ تانبے کا میل ہے اسکے نکالنے کی یہ صورت ہے کہ تانبے کو سرکہ مین بھگو کر
کسی ترزمین مین دفن کر دیتے ہین اسکے بعد نکال کر اُسپر سے اُسکو کھرچ لیتے ہین چوتھے درجہ مین گرم خشک ہے
بواسیر کی دواؤن مین پڑتا ہے (اسکے افعال وخواص یہ ہین کہ بدن کا گوشت کھا جاتا ہے اور خراش پیدا کرتا
ہے اور آنتون کو چھیل ڈالتا ہے اور زخم پیدا کرتا ہے اور زخم کو جلا دیتا ہے اور شہد کے ساتھ اسکا سرمہ پلکون
کی گندگی کو دفع کرتا اور کاٹ بہاتا ہے اور اگر موم روغن مین شریک کر کے زخم پر لگا دین تو بدگوشت کو کاٹکر
نفع کرتا ہے غیر سمی ہے) اور ایک دوا ہرتال ہے یہ مشہور دوا ہے تیسرے درجہ مین گرم خشک ہے تازہ زخمون کو
بھر دیتی ہے (اور اسکے افعال وخواص یہ ہین کہ بدگوشت اور مسہ کو کاٹتی ہے اور کھجلی کے نشانون کو ظاہر کرتی
ہے اور بال خورہ اور جون پڑجانے کو مفید ہے اور بیاس بہت لاتی ہے اور جلد اور اخلاط کو جلا دیتی ہے اور
پیٹ کے کیڑے مار نکالتی ہے اور آنتونمین خراش پیدا کرتی ہے اور مثل نورہ کے بال مونڈتی ہے) اور ایک دوا
قلقطار ہے یعنی کسیس تیسرے درجہ مین گرم خشک ہے (اسکی ماہیت مین اختلاف ہے مگر ترجیح اُسی قول کو ہے
جو شارح نے اختیار کیا ہے) اگر دھنیے کے پانی کے ساتھ اسکو پیسکر بدن پر طلا کیا جائے تو نملہ سے مفید ہے

(دنبلہ بالفتح بثورے چند صفراوی باشد کہ بتدریج ہمین گشتہ بیکدیگر متصل شوند مائل بصفرت از کفایہ منصوری)
مؤلف کہتا ہے مقوی وہ دوا ہے جو (بوجہ اپنی لطافت اور اعتدال کے بدن کے کسی عضو یا کسی قوت یا روح کو قوت بخشے اور) قوام اور (مادۂ عضو اور) مزاج کو معتدل کرے (اسطرحپر کہ زیادہ گرم کو ٹھنڈا کردے اور زیادہ ٹھنڈے کو گرم کردے) یہانتک کہ وہ عضو فضلاتون کو (اپنی قوت کے کمال کی وجہ سے) قبول نہ کرے (کیونکہ قوت کا کمال اور صحت اعتدال کے تابع ہین) جیسے روغن گل ہے (اور کبھی تقویت تعدیل سے نہین حاصل ہوتی بلکہ بالخاصیت ۱۲ منہ جیسے طین مختوم ہے) اور رادع جاذب کی ضد ہے (یعنی جو بوجہ قوت قبض اور سردی کے سیال خلطون کو عضو مؤوف پر گرنے نہ دے اور عضو مؤوف کو محفوظ رکھے جیسے مکو اسبغول گلنار چھالیہ دھنیا خطمی آسی ملتانی مٹی گیرو املتاس وغیرہ) اور مغلظ ملطف کی ضد ہے (یعنی جو خلطون یا قوے یا ارواح یا حواس یا منی یا دودھ کو گاڑھا کردے جیسے کل ساگ پات کل گوشت نیم بریان کل بادی ترکاریان لمنی ہمن تودری موصلی سیاہ وسفید اسبغول کی بھوسی تال مکھانا سینبھل کا موصلا جامن کی گٹھلی آملی کے بیچ وغیرہ) اور مفجج ہاضم کی ضد ہے (یعنی جو حرارت غریزیہ اور حرارت غریبہ کو اپنے فعل کرنے سے باز رکھکے خلط کو کچا اور ہضم کو ناقص رکھتی ہے جیسے اسبغول اور تخم ریحان وغیرہ) اور مخدر وہ دوا ہے جو (بوجہ اپنی سردی اور خشکی اور قوت قبض کے) روح کو یا عضو کو کثیف کرکے حس و حرکت سے باز رکھے اور نفسانی تاثیر کے قابل نہ رکھے جیسے افیون (اور اسپند اور کچلہ اور شاہترہ کی جڑ اور تمباکو کے پتے اور تمباکو کے بیج اور کندر اور شوکران اور لونگ اور دھتورہ اور اجوائن خراسانی اور کالگنج اور لکھنا لکھنی وغیرہ فائدہ جتنی دوائین مخدر ہین تقریباً سرد ہین اور یہ فعل تخدیر وہ اپنی ٹھنڈک کی قوت سے کرتی ہین لیکن بعضی دواؤن مین یہ اثر ٹھنڈک کی وجہ سے نہین ہوتا بلکہ اُنکے زہریلے پن سے ہوتا ہے یا کسی اور خاصیت سے جیسے طرخون کی پتی اور عناب کی پتی حس ذوق کو باطل کرتی ہے) مین کہتا ہون مقوی دوا وہ ہوتی ہے جو عضو کے مزاج کی تعدیل کردے یہانتک کہ وہ آفتونکو اور اُن فضلون کو نہ قبول کرے جو اُسپر گرین یا تو کسی خاصیت کی وجہ سے جیسے گل مختوم[ع] ہے (بقول جالینوس کے یہ ایک مٹی ہے سُرخ رنگ کی کہ جزائر دریاے مغرب سے لائی جاتی ہے اور وہان ایک معبد ہے جو ارطامس عابد کی طرف منسوب ہے خادم اور نگہبان وہان کے عورت تھے اُسنے قریب کے ٹیلے سے تھوڑی سی مٹی لیکر اُسکو دھویا اور قرص بناکر اور اُس عابد کی اُسپر مہر کراکے اور سایہ مین سکھا کر یونان اور روم کے بادشاہون کے پاس بھیجی اور شہرت پائی اُس ٹیلے مین کوئی درخت اور پتھر نہین ہے صرف مٹی ہی ہے

ع گل مختوم مشہور دوا ہے اور مختوم کے معنی مہر کی ہوئی اسکی وجہ بیان ہوگی ۱۲ -

اور دیسقوریدوس کے قول کے موافق اُس خاک کو بز کوہی کے خون کے ساتھ غسل کے بعد گھولکر قرص بناتے اور
مہر کرتے ہین اور کہتے ہین کہ اس جزیرہ مین رسم ہے کہ بز کو ذبح نہین کرتے مگر اسی ٹیلے پر بطور قربانی کے لہذا اس
ٹیلے کی خاک سُرخ ہے اور کہتے ہین کہ اس ٹیلے کی خاک نیچے کی طرف مائل بزردی ہے اور مٹی اور ٹیلون کی جو
معبد سے دور ہین یہ خاصیت نہین رکھتی اور کم رنگ مائل بسفیدی ساتھ قوت جالیہ کے ہے اسی واسطے دھوبی
اُس سے کپڑے دھوتے ہین بالفعل وہ جزیرہ پانی مین ڈوبا ہوا ہے اور طین مختوم اصلی نہین ملتی اور بجاے اُسکے
طین ارمنی اُسکے مشابہ بنا کر استعمال کرتے ہین اور تحقیق یہ ہے کہ وہ جزیرہ نہین ڈوبا اب تک موجود ہے اور بدستور
آدمی اُسی طرح سے بشکل مربع مین قرص بنا کر اطراف مین لیجاتے ہین بہتر وہ ہوتی ہے جو سرخ اور چکنی ہو
اور اُسکا ظاہر و باطن یکسان ہو اور جب اُسکو لب یا زبان پر رکھین تو چپک جائے اور اُسکی بو سوئے کے
مشابہ ہو اور جبکہ اُسکو تازہ زخم پر چھڑکین اُسی وقت خون کو روک دے اور جسکا ظاہر سرخ اور باطن سفید ہو
اور سوئے کی سی بو اُسمین نہ آوے اور خون کو جلد بند نہ کرے وہ اچھی نہین ہے) آور جیسے تریاق ہے اور
از مخزن الادویہ ۱۲ منہ
یا مزاج عضو کی تعدیل اسلیے کرے کہ وہ خود معتدل المزاج ہے پس جس عضو کا مزاج گرم ہو اُسکو سرد کر دے
اور جسکا مزاج سرد ہو اُسکو گرم کر دے جیسے کہ روغن گل کی بابت افضل الاطباء جالینوس کی راے ہے آور رادع
وہ دوا ہے جو جاذب کی ضد ہو یعنی وہ دوا جسکی (اپنی برودت کی وجہ سے) یہ شان ہو کہ عضو مین ٹھنڈک پیدا
کر دے اور اُسمین ایسی کثافت پیدا کر دے کہ اُسکے مسامات کو تنگ کر دے اور اُسکی تیز سی گرمی کو توڑ دے
جو اُسمین پیدا ہوئی ہے اور اخلاط رقیقہ سیالہ کو غلیظ اور بستہ کر دے اور عضو تک بہنے سے اُنکو روک دے
اور عضو کو اُسکے قبول کرنے سے منع کر دے جیسے کہ ورمون کے لیے عنب الثعلب یعنی مکوہ ہے (مکوہ کا پانی ورمون
کو تحلیل کرتا ہے خواہ باطنی ہون خواہ ظاہری اور معدے کی گرمی اور جگر کے ورم اور درد کو نافع ہے اور مواد کو نکلنے
پر آمادہ کرتا ہے اور معدہ کی سوزش کو نافع ہے اور صفراوی اور تلخ خلطون کو دستون کی راہ نکالتا ہے اور جلندر
اور کانور اور گرمی کے ورم مقعد کو مفید ہے اور اسکے پتون کا لیپ ورمون کو تحلیل کرتا ہے اور اسکا غرغرہ خناق
اور ورم حلق اور گلے کے درد کو مفید ہے) آور مغلظ ضد ہے ملطف کی یعنی مغلظ وہ دوا ہے جسکی یہ شان ہو کہ رطوبت
کے قوام کو گاڑھا کر دے عام اس سے کہ اُسکو جما دے یا اُسمین ملکر اُسے گاڑھا کر دے آور مفجج ضد ہے ہاضم
کی یعنی وہ دوا جو اپنی برودت کی وجہ سے حار غریزی کے فعل کو باطل کر دے نیز حرارت غریبہ کے فعل کو
بھی یہان تک کہ غذا اور خلط جیسے تھے ویسے ہی رہین آور مخدر وہ دوا ہے جو عضو کے بارد کرنے مین اس حد کو

پہونچ گئی ہو کہ روح کے جوہر کو جو کہ عضو تک حس اور حرکت کی قوت کو پہونچاتا ہے بارد المزاج اور غلیظ الجوہر کردے
اور نفسانی قوتین اُسکو اپنے کام مین نہ لاسکین اور عضو کے مزاج کو بھی اسیطرح بارد اور غلیظ کردے کہ وہ پورے
طور سے نفسانی قوتون کی تاثیر کو نہ قبول کرسکے جیسے کہ افیون ہے چنانچہ اسکا ذکر پہلے ہوچکا اور قبول مین ہمنے
قبول کامل کی قید اسلیے لگائی کہ خدر حس وحرکت کی قوت کو بالکل باطل نہین کرتی **مؤلف کہتا ہے**
اور **منفخ** (ابھار پیدا کرنے والی ۱۲ منہ) **وہ دوا ہے** جسمین ایسی فضلیہ رطوبت ہو کہ جب حرارت غریزیہ اُسمین اپنا فعل کرے تو اُسکو تحلیل
نہ کرسکے بلکہ وہ ریاح بنکے پیٹ کو پھلادے (جاننا چاہیے کہ جس چیز مین نفخ کی قوت ہوگی وہ دردسر پیدا
کریگی اور آنکھ کو ضرر دیگی اور جس غذا یا دوا کی رطوبت پہلے ہضم مین تحلیل ہوجائے اور ریاح اور نفخ اُسکا معدے
مین پیدا ہو اور وہان تحلیل ہوجائے یا امعاء مین اور جسمین رطوبت فضلیہ ہو وہ مادہ نفخ اور ریح کا ہوتی ہے اور
نفخ اُسکا معدے اور امعاء مین تحلیل نہووے بلکہ باقی رہجائے اور کچھ اُس سے اعضاے تناسل کی رگون مین جائے
مانند سونٹھ وغیرہ کے تو یہ منعظ ہوگی نہ منفخ اور نعوظ کا باعث وہی ریح ہوتی ہے جو رگون مین ہو) جیسے لوبیا
(اور باقلا اور جامن کی گری اور کرم کلہ اور چقندر اور موٹھ اور بنڈا آلو اور جھینگا مچھلی اور بکلہ کا گوشت اور شکرقند
اور سمندر سوکھ اور شلجم کے پتے اور کونیا وغیرہ) اور **غسال وہ دوا ہے** جو اپنی (قوت منفعلہ یعنی) رطوبت اور
سیلان (نہ کہ قوت فاعلہ یعنی حرارت) کی وجہ سے نہ کہ اپنی قوت جالیہ کی وجہ سے مادہ کو بدن سے بالکل الگ
کردے اور دھو ڈالے (جالی اور غسال مین یہی فرق ہے کہ جالی بھی بدن سے مادہ کو الگ کردیتی ہے اور
غسال بھی لیکن اول اپنی قوت جالیہ سے دوسری اپنی رطوبت اور سیلان سے) جیسے کہ پانی ہے (یعنے
نیمگرم اسی طرح آش جو اور شہد گھلا ہوا پانی وغیرہ بھی ہے) اور **مونبت قروح وہ دوا ہے** جو (زخم کے)
(زخمون کے مواد کو سیل بناکر بہادینے والی ۱۲ منہ)
مادہ کو اپنی رطوبت سے نرم کردے (یعنی زخمون کی رطوبتون سے ملکر اُنکی رطوبتون کو اور بڑھا دیوے اور
سوکھنے اور اچھے ہونے سے مانع ہووے مانند موم روغن وغیرہ کے) اور **مزلق وہ دوا ہے** جو (بوجہ
(پھسلن پیدا کرنے والی ۱۲ منہ)
اپنی قوت ملینہ اور قوت مزلقہ کے) اُس فضلہ کی سطح کو نرم کردے جو مجرے مین رکا ہوا ہو اور اُسکو پھسلا کر
نکال دے جیسے آلو بخارا (اور پرانی املی اور تخم ریحان اور ترنجبین وغیرہ ہے) اور **مملس وہ دوا ہے** جو
عضو کے کھرکھرے سطح پر پھیل کر اُسکی کھرکھراہٹ کو چھپالے (اس سبب سے کہ اُسمین لسدار رطوبت ہوتی
ہے بس اُسکی رطوبت کھرکھرے مقامات پر بہکر اُنکے گڑھون کو بھرلیتی ہے اور اپنے لس کی وجہ سے اُنمین چپک
جاتی ہے اور اُنپر ٹھہری رہتی ہے اور کبھی ملاست اور نرمی اسطرح پیدا ہوتی ہے کہ کھرکھراہٹ بالکل جاتی رہتی ہے

اور یہی حقیقی نرمی ہے اور یہ بات یا تو غسال دوا سے حاصل ہوتی ہے یہ جبکہ عضو کی سطح پر کے اُگے ہوئے جسم
آسانی سے زائل ہوسکین اور اگر آسانی سے زائل نہوسکین تو اس قسم کی نرمی دواے جالی سے حاصل ہوتی ہے
اور یا دواے قاشر سے حاصل ہوتی ہے جبکہ یہ جسم عضو کے جوہر سے ہون لیکن چونکہ انھین سے ہر ایک کا ایک
ایک نام علیحدہ ہے اسلیے مملس اُسی دوا کا نام ہے جو بظاہر حس نرمی پیدا کردے) مین کہتا ہون منفخ دوا دو قسم
پر ہے ایک تو وہ جو معدہ اور آنتون مین نفخ پیدا کرے اور یہ وہ ہے جسکی رطوبت فضلیہ پہلے ہی ہضم مین ریاح بنکر
پیٹ کو اپھار دیتی ہے دوسری قسم وہ ہے جو رگون مین نفخ پیدا کرے اور یہ وہ ہے جسکی رطوبت فضلیہ پہلے ہضم
کے بعد ریاح بنجائے جیسے سونٹھ اور ترفزاہ یعنی ترہ تیزک کے بیج ہین پہلی قسم تو دردسر پیدا کرتی ہے اور آنکھ کی
بینائی کو مضر پڑتی ہے اور دوسری قسم نعوظ پیدا کرتی ہے اور جو دوا مادہ کو اپنی قوت فاعلی سے بدن سے علیحدہ
کرے اُسکا نام تو جالی ہے اور جو اپنی قوت منفعلی یعنی رطوبت اور سیلان سے مادہ کو دھو دے اُسکا نام غسال ہے
جیسے خالص پانی اور جو کا پانی اور موسّخ قروح ہر وہ دوا ہے جو اپنی رطوبت سے زخمون کو نرم اور ڈھیلا کردے
پس زخم مین بہت سی رطوبتین جمع ہوکر زخم کو بھرنے ندین اور مزلق دوا کی تعریف مین جو مؤلف نے فیزلق کہا ہے
وہ بصیغۂ مجہول ہے باب ازلاق (پھسلانا) سے اسیطرح اسکے بعد جو ویخرج ہے وہ بھی مجہول ہی ہے اور
یہ بھی ممکن ہے کہ خروج سے بصیغۂ معروف ہو (یعنی پس وہ مادہ نکلجاتا ہے) اور لفظ یخرج مین یہ دو احتمال
اسلیے ہین کہ رکا ہوا فضلہ جسوقت نرم ہوجائے تو اُسکی حرکت اور نکلنا یا تو اپنے طبعی ثقل کی وجہسے ہوگا (اور
صیغۂ معروف صحیح ہوگا) یا یہ کہ وہ خود نہ نکلیگا بلکہ جب کہ قوت دافعہ اُسکو نکالیگی اُسوقت نکلیگا (اور اسوقت
مین یخرج بصیغۂ مجہول ہونا چاہیے کما لایخفی) مؤلف کہتا ہے اور مجفف وہ دوا ہے جو
بوجہ اپنی خشکی اور لطافت کے اعضا کی رطوبت کو خشک اور تحلیل کردے (جیسے جلی ہوئی سیپی اور جلی ہوئی
چھوہارے کی گٹھلی اور لائی اور مردارسنگ اور سنگ جراحت اور ایلوا اور دھویا ہوا چونا اور توتیا اور چھریلہ
وغیرہ فائدہ دواے مجفف رطوبت کو فنا کرتی ہے بلا اسکے کہ اُسکو اپنی طرف جذب کرے بخلاف منشف کے
اور اسمین فقط تحلیل کی قوت کفایت نہین کرتی بلکہ تحلیل کے ساتھ تلطیف کا ہونا بھی ضرور ہے تاکہ عضو کے
جرم مین پھیر کر اُسکی اندرونی اور تہ کی رطوبت کو تحلیل کردے) اور قابض وہ دوا ہے جو (بوجہ ثقیل ہونے
یا خشک ہونے یا کسیلے پن کے) عضو کے اجزا کو اکھٹا کردے (جیسے ترنج اور مرغ کا سنگدان اور جفت بلوط
اور پستہ کا چھلکا اور زرشک اور حب الآس اور باقلا اور ترمس اور بسفائج اور ہیرادوکھی یعنی دم الاخوین

آور گلنار اور سماق آور مسور آور بارتنگ آور جرکس یعنی اذخر اور جامن کی گٹھلی آور آم کی گٹھلی آور مصطگی اور چینا
اور چانول اور مائین اور مازو وغیرہ) اور عاصر وہ دوا ہے جو (بوجہ شدت قبض اور کسیلے پن کے) قبض کی
اُس حد کو پہونچ گئی ہو کہ جو پتلی رطوبت عضو کی تجویف مین ہے اُسکو سمیٹ کر نچوڑ دے (جیسے املی کے چیے اور ہڑ
اور آنولہ اور ببول کی سینگری اور انار کے چھلکے اور انار کی چھال اور جامن کی گٹھلی وغیرہ) اور مسدّد وہ دوا
ہے جو بوجہ اپنی کثافت یا لس یا خشکی کے مجرے مین رک کر اُسکو بند کردے (جیسے خشخاش سفید اور جامن کی
گری اور کٹا ہوا اسبغول اور اجوائن اور سورنجان تلخ اور سسام[12] اور املی کے چیے وغیرہ) اور مُغَرّی وہ دوا ہے
جو بوجہ خشکی اور لسدار رطوبت کے رگون اور آنتون کے منہ مین چپک کر سدہ پیدا کرتی ہے (آنتون مین چپکنے والی ۱۲ منہ) (جیسے گوند اور کتیرا
اور دھویا ہوا چونہ اور سنگجراحت وغیرہ) اور مُدَمِّل وہ خشک کرنے والی دوا ہے جو اُس رطوبت کو
کہ زخم کے دونون لبون پر ہے اسقدر لسدار کردے کہ ایک لب دوسرے لب سے چپک جائے جیسے ہیرا دوکھی
ہے (اور سنگجراحت اور سرمہ اور زنگ ہرت اور گوند اور کتیرا اور آلو اور ایلوا اور گلنار اور مواباذل اور لائی اور
سفیدہ کبیر اور موم سفید اور زراوند اور گائے کا گھی دھویا ہوا اور سیاہ زیرہ اور رال اور ملتانی مٹی اور بارتنگ کا
رانگ وغیرہ) اور منبت لحم وہ دوا ہے جو زخم پر کے خون کو صحیح گوشت بنا کر زخم کو بھردے (جیسے
دم الاخوین اور کتیرا وغیرہ) اور خاتم وہ دوا ہے جو (بوجہ خشکی کے) زخم کی سطح پر کھرنڈ جما کر اُسکو تمام
آفتون سے محفوظ کردے (جیسے انزروت یعنی لائی اور دھویا ہوا چونہ اور توتیا اور ایلوا اور جلی ہوئی سیپی
اور چھریلا اور گھیکوار وغیرہ ہے) مین کہتا ہون مؤلف نے جو دوا ے مسدد کی تعریف مین لفظ فیسُدُّ
کہا ہے اُسکے معنی یہین کہ وہ دوا مجرے مین سدہ پیدا کردیتی ہے اور مؤلف نے اسکی تصریح اسلیے کی کہ وہ
اُس دوا کی تعریف کر رہا ہے جو سدۂ مصطلحہ کو پیدا کرے اور سدۂ مصطلحہ کے معنی ہین رک جانا اُس چیز کا جسکی
شان سے جاری ہونا ہے اور یہ کسی روکنے والی چیز کی وجہ سے ۔ آور مغری وہ دوا ہے جو فی نفسہ خشک ہو
اور اسمین تھوڑی سی ایسی لسدار رطوبت ہو کہ مجرون کے منہ پر چپک جائے اور اُنکو بند کردے پس بہنے والے
اخلاط اُسمین رک جائینگے یہی وجہ ہے کہ جب اسبغول کو نیم بریان کرلیا جائے تو وہ مغری ہو جاتا ہے کیونکہ
اسوقت اُسکی رطوبت کم ہو جاتی ہے بلکہ ہر بہنے والی لسدار چیز آگ کے اثر کے بعد مغری ہو جاتی ہے اور
منبت لحم جو دوا ہوتی ہے وہ خون کو باندھکر اسلیے گوشت بنا دیتی ہے کہ اُسکی رطوبت کو خشک کرکے
کم کردیتی ہے اور خاتم وہ دوا ہے خشک ہے جو زخم کی سطح کو خشک کرکے اُسکو سخت کردے یہانتک کہ کھرنڈ بنجائے

کہ زخم کو چھپائے رہے اور آفتون سے اسکو بچائے یہانتک کہ طبعی جلد پیدا ہو جائے اور یہ جو مؤلف نے خاتم
کی تعریف مین کہا ہے تکنہا من الآفات تو تکنہا کے معنی تسترہا کے ہین یعنی یہ کھرنڈ زخم کو چھپا لیتا ہے
اور آفتون سے محفوظ رکھتا ہے یہ ثلاثی مجرد ہے بروزن فعل یفعل بفتح العین فی الماضی وضمہا فی المضارع
(میرے نزدیک یہ لفظ باب افعال سے ہے بولتے ہین اکننتہ فی نفسی یعنی فلان بات کو مین نے اپنے
ذہن مین رکھ لیا اور چھپا لیا۔ ثلاثی مجرد سے اسکو قرار دینا صحیح نہین ہے کیونکہ اسوقت اسکے معنی لازمی ہونگے
نہ متعدی تو بولتے ہین کنت الفارۃ فی جحرہا یعنے چوہا اپنے بل مین چھپ گیا واللہ اعلم) مؤلف کہتا
ہے اور تریاق (یہ یونانی لفظ ہے اور تریوق سے مشتق ہے اور تریوق ہر اُس حیوان کو کہتے ہین جو ڈسے
اسکا نام تریاق اسی لیے رکھا گیا ہے کہ پہلے اسمین سانپ کا گوشت ڈال کر تیار کیا جاتا تھا "بحر الجواہر)
اور فادزہر (عجمیون کی زبان مین فادزہر اُس دوا کو کہتے ہین جو زہر کا مقابلہ کرے اور زہر کو اتارے)
ان دونون مین سے ہر ایک اُس دوا کو کہتے ہین جو روح کی صحت اور اُسکی قوت کی حفاظت کرے تاکہ روح
زہرون کے نقصان کو دفع کر سکے مین کہتا ہون شیخ نے لکھا ہے کہ مصنوعی مرکبات کے ساتھ تریاق
کو خاص کرنا چاہیے اور جو مفردات طبیعت سے واقع ہون (اور صناعت کو اُنمین کوئی دخل نہو) اُنکے
ساتھ فادزہر کا نام خاص کرنا بہتر ہے اور یہ بھی قریب بصواب ہے کہ جو چیزین نباتی طبیعت سے واقع ہون
اُنکا نام تریاق رکھا جائے اور جو چیزین معدنی ہین اُنکا نام فادزہر رکھا جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان
دونون مین کوئی ایسا فرق نہ رکھا جائے (مخزن الادویہ مین ہے کہ بادزہر معدنی کو عربی مین حجر السم
اور فارسی مین بادزہر کانی اور زہر مہرہ کہتے ہین اور بعض زبانون مین حجر قیطاس کے نام سے مشہور ہے
یہ ایک معدنی پتھر ہے اسکی کان شہر خطا اور چین اور ہند اور اجمیر اور دکھن اور تبت اور قندھار اور باختر اور خراسان
اور کرمان اور توران مین ہے اور خلیص بھی کہ مدینہ طیبہ کے نواح سے ہے ان سب مین عمدہ زہر مہرہ خطائی
ہے اُسکے بعد قندھاری اُسکے بعد خراسانی اور اسکے بعد خلیصی کہ خوشبودار اور خوش مزہ اور املس اور خوش قماش
اور خوش رنگ ہو اور جب پیسین تو سفید اور خوشبودار اور کف دار ہو اور جسقدر کہ صاف اُسمین زیادہ ہون بہتر
ہے اور اثر اُسکا قوی تر ہے یہ وصف بھی ہونا چاہیے کہ جب اُسکو افیون یا آب برگ نیم کے ساتھ پیسین
تو ان دونون کی تلخی کو دور کر دے یا یہ کہ اگر نیم کے پتون کو چبا کر اُسکے بعد زہر مہرہ پیسکر کھائین تو نیم کی
تلخی محسوس نہو اسیطرح افیون بھی نیز یہ کہ اگر زہر کے بعد اُسکا استعمال کرین تو اُسکا نفع اور اثر ظاہر ہو

اور جسمین یہ بات نہو وہ برا ہے بعض لوگون نے اور امتحانات کا بھی ذکر کیا ہے مگر وہ سب مبالغہ سے خالی نہین
ہین مثلاً وہ کہتے ہین کہ اگر بقدر دو جو کے پیسکر سانپ کو کھلائین اور وہ مر جائے تب تو اچھا ہے ورنہ برا ہے
یا یہ کہ اُسکو زہر آلود کھانے پر رکھین اگر وہ کھانا بیچ جائے تو اچھا ہے ورنہ برا انتہے بقدر الضرورۃ والحاجۃ)
صاحب منہاج نے لکھا ہے کہ گو فادزہر کا نام ہر اُس دوا پر بولا جاتا ہے جو زہر کے ضرر کو دور کردے اور
روح کی قوت کی حفاظت کرے لیکن کبھی حجر الحیہ کو ہی فادزہر کہتے ہین یعنی وہ پوٹلی جو سانپ کے منھ مین
ہوتی ہے اور جسکو فارسی مین مارمہرہ کہتے ہین اور بعض لوگ کہتے ہین کہ حجر الحیہ کانی چیز ہے دمخزن مین ہے
کہ حجر الحیہ کو فارسی مین مہرۂ مار کہتے ہین کئی قسم کا ہوتا ہے ایک قسم معدنی اُسکو مارمہرہ کہتے ہین اور بعضے کہتے
ہین کہ زبرجدی کی کان مین ملتا ہے اور وہ زبرجدی رنگ مائل بسیاہی وخاکستری ہوتا ہے مربع نگینہ کی شکل
وزن مین ایک مثقال سے دو مثقال تک دوسری قسم حیوانی جو بعض سانپون کے سر مین پایا جاتا ہے لیکن
سب سانپون مین نہین ہوتا بلکہ بعضون مین نادر طور پر پایا جاتا ہے اور گوشت سے جدا کرتے وقت نرم ہوتا
ہے لیکن ہوا لگ کر متحجر اور سخت ہو جاتا ہو اور بقدر آدھی سیپی کے مائل بہ طول خاکستری رنگ اور بعضا سیاہ
اور سخت ہوتا ہے اور بعضا مخطط بخطوط سفید ہوتا ہے اور اسکی اصلی سے یہ شناخت ہے کہ جس مقام پر
سانپ نے کاٹا ہے وہان اُسکو رکھین اگر چپک جائے تو اصلی ہے ورنہ جعلی نیز یہ کہ اُسکو دودھ مین ڈالین
اگر دودھ بستہ اور متغیر ہو جائے تو اصلی ہے دوسرا یہ بھی امتحان ہے کہ اگر اُسکو ریشمی سیاہ یا کبود کپڑے پر ملین
تو رنگ سفید ہو جائے اور اسکے بعد خوب ملین تو پھر سیاہ ہو جائے اور سفیدی بالکل نہ رہے ایک امتحان
یہ بھی ہے کہ اگر کسی باسن مین لیمو کے پانی مین ڈال کر اسکو چھوڑ دین تو اُسمین گھومنے اور ناچنے لگے) یہ بھی
یاد رکھنا چاہیے کہ جتنی دوائین تریاقی ہین اُنکی یہ حالت ہوتی ہے کہ اُنمین فاعل و منفعل دونونکی مشاکلت ہوتی
ہے پس اُنمین یہ بات بھی ہوتی ہے کہ زہر کو اپنی اُس خاصیت کی وجہ سے جو اُنکو زہر کے ساتھ ہے جذب
کرتی ہے اور اُنھین مین یہ بات بھی ہوتی ہے کہ بدن کی تقویت کرتی ہین کہ اُن کو بدن کے ساتھ
ایک خاصیت ہوتی ہے جو بدن کے مشاکل ہے یہی وجہ ہے کہ اگر تندرستی کے وقت اُنکا استعمال
کیا جائے تو نقصان ہوتا ہے اسی طرح اگر زہر کے علاج مین مقدار شربت سے زیادہ اُنکا استعمال کیا جائے
تو مضر پڑتی ہین اور اگر اتنی مقدار کا استعمال کیا جائے جو اپنی زیادتی کی وجہ سے بدن کو مضر نہو اور اپنی
کمی کی وجہ سے زہر پر غالب آسکے یعنی متوسط مقدار ہو تو نفع دیگی صاحب منہاج نے یہی لکھا ہے مؤلف کہتا ہے

دوسرا باب مفرد دواؤن اور مفرد غذاؤن کے احکام مین ہے

مین کہتا ہون اس باب مین مؤلف نے بہت ہی اقتصار سے کام لیا ہے کیونکہ اُسنے بہت سی ایسی دواؤن کو چھوڑ دیا اور ذکر نہین کیا جنکے جاننے کی نہایت ضرورت ہے اسلیے کہ وہ بہت ہی متداول ہین اور کسی وقت اُنکا ذکر مباشرین علاج کی زبانون سے نہین جاتا مثلاً پرسیاؤشان آملہ ایرسا انتقاقل گلنار آسی وغیرہ اور ان مفردات کے چھوڑ دینے کا عذر میری سمجھ مین سوائے اسکے اور کوئی نہین آتا کہ اسنے موجز کی تالیف مین بہت عجلت وقت سے کام لیا ہے لہذا میرا ارادہ ہے کہ موقع موقع سے اُن ضروری مفرد دواؤن کو بیان کرتا جاؤن جنکو مؤلف نے چھوڑ دیا ہے **مؤلف کہتا ہے** ہمنے حروف ابجد پر اس باب کی ترتیب رکھی ہے ابریشم پہلے درجہ مین گرم ہے (اور بالخاصیت) مفرح ہے خصوصًا ابریشم خام اور اسکا بدن پر پہننا جوؤن کے پیدا ہونے سے مانع ہوتا ہے **مین کہتا ہون** شیخ نے آدویہ قلبیہ مین لکھا ہے کہ ریشم پہلے درجہ مین گرم خشک ہے اسی لیے (روح کی رطوبتون کی) تلطیف اور تنشیف کرتا ہے اور صاحب تقویم نے لکھا ہے کہ گرم تر ہے اور میرا خیال یہ ہے کہ رطوبت اور یبوست مین معتدل ہے (صاحب مخزن نے لکھا ہے کہ ریشم اول درجہ مین گرم خشک ہے اور بعضون کے نزدیک رطوبت اور یبوست مین معتدل ہے) مؤلف نے اسکی رطوبت یا یبوست سے کوئی تعرض نہین کیا کیونکہ (ان دونون باتون مین اختلاف واقع ہو رہا ہے اور) کسی کو ترجیح نہین دیجا سکتی ریشم بہت قوت کے ساتھ تفریح بخشتا ہے اور کسی خاص روح کے ساتھ اسکی تفریح مخصوص نہین ہے بلکہ وہ ہر روح کے جوہر کو ملائم اور موافق ہے یہان تک کہ روح دماغی اور روح کبدی کو بھی نافع ہے کیونکہ اگر اسکا سرمہ آنکھ مین لگایا جائے تو بینائی کو قوی کرتا ہے اور یہ اسکی دلیل ہے کہ یہ دماغی قوتون کو قوی کرتا ہے اور مسمن بدن بھی ہے لیکن اسکی یہ وجہ نہین ہے کہ بدن اُسکو اپنی غذا بناتا ہے بلکہ اسلیے کہ یہ غذا مین تصرف کرنے پر روح طبعی کو قوی کرتا ہے اسکی مقدار شربت ایک درہم ہے (یعنی اقل درجہ ایک درہم یعنی تین[۳ ماشہ ۱۲] ماشہ ہے ورنہ تین درہم یعنی نو[۹] ماشہ تک اسکی مقدار شربت ہے صاحب مخزن نے اسکی تصریح کردی ہے اور اسکا بدل جلا ہوا مغسول ہوتی ہے) **مؤلف کہتا ہے۔ اجاص** یعنے آلو بخارا دوسرے درجہ مین سرد تر ہے (آلو بخارا سیاہ اچھا پکا ہوا میٹھا سرد ہے پہلے درجہ مین اور تر ہے دوسرے درجہ مین اور مز یعنے زرد کھٹ مٹھا سرد درمیان دوسرے درجہ کے تر آخر اسی درجہ مین اور کچا کھٹا سرد درمیان دوسرے درجہ کے اور تر آخر درجۂ دوم مین پتے اسکے سرد ہین پہلے درجہ مین اور خشک

دوسرا باب دوسرے حصہ کے پہلے جز کا مفرد دواؤن اور مفرد غذاؤن کے احکام کے بیان مین ہے

ابریشم

اجاص آلوبخارا

ساتھ قوت قابضہ کے کذا فی المخزن) اور کھٹ مٹھا آلو بخارا معدہ اور دل کی سوزش کو تسکین دیتا ہے (اسوجہ
سے کہ میٹھے کے اعتبار سے کھٹ مٹھا سردی کی طرف زیادہ مائل ہوتا ہے) اور صفرا کو جڑ سے اُکھاڑ دیتا ہے
(سردی اور ترشی کی وجہ سے) اور دست کم لاتا ہے (کیونکہ یہ مائیت اور لزوجت کی کثرت سے طبیعت کو نرم
کرتا ہے اور جوش مارنے سے اسمین ترشی پیدا ہوتی ہے اور اسوقت اُسکی مائیت گھٹ جاتی ہے اور خشکی اور قبض
کی طرف مائل ہو جاتا ہے) اور جسقدر چھوٹا ہوتا ہے اُسی قدر دست لانے کی قوت اُسمین کم ہوتی ہے (مائیت
کی کمی کی وجہ سے) اور میٹھا آلو بخارا معدہ کو ڈھیلا کر دیتا ہے (کیونکہ اُسمین کچھ تھوڑی سی گرمی ہوتی ہے اور اسپر
اُسکی تری مدد دیتی ہے) اور کھانے کے قبل اُسکو کھانا چاہیے (کیونکہ اگر کھانے کے بعد کھایا جائیگا تو اپنی
لزوجت اور لس کی وجہ سے اُسکو پھیلا دیگا) اور اسمین غذائیت کم ہوتی ہے (کیونکہ اسکی رطوبت مائی ہوتی ہے
اسی لیے سوکھا آلو بخارا زیادہ غذا پڑتا ہے) اور چاہیے کہ جو شخص مرطوب المزاج اسکو کھائے اسکے کھانیکے بعد
شہد کا شربت پی لے (تاکہ شہد اُس رطوبت کو میٹھا کر دے جو معدہ اور بدن مین اس سے پیدا ہو) اور اس کا
گوند ملطف اور قطاع ہے (اور ببول کے گوند کے اعتبار سے زیادہ گرم اور خشکی مین کم ہے) سرکہ کے ساتھ داد
جسکو سعفہ فارسی کہتے ہین ۱۲
کو دفع کرتا ہے اور بینائی کو قوت دیتا ہے (اپنے جلا کے سبب سے) اور پتھری کو ریزہ ریزہ کر دیتا ہے (قوت تقطیع
اپنی تقطیع کے سبب سے ۱۲
کے سبب سے) اور زخمون کو بھر دیتا ہے (اپنی لزوجت کے سبب سے) اور آلو بخارے کی پتی کے پانی سے کلی کرنا حلق
اور کوے کی طرف نزلے کے آنے کو مانع ہوتا ہے (کیونکہ اسکی پتی قابض ہوتی ہے اور یہی حال اُسکی لکڑی کا ہے
بہت سی ارضیت ہونے اور مائیت کے کم ہونے کے سبب سے) **مین کہتا ہون** کچا آلو بخارا بالاتفاق قابض ہے
کیونکہ پتی اور لکڑی کی مائیت پھل مین صرف ہو جاتی ہے ۱۲ منہ
اور دیسقوریدوس حکیم اسطرف گیا ہے کہ دمشقی آلو بخارا قابض ہے اگرچہ پختہ ہی کیون نہو حکیم جالینوس نے حکیم
موصوف کی اس قول مین تغلیط کی ہے اور کہا ہے کہ دمشقی آلو بخارا جو پختہ ہو ہمنے اُسکا تجربہ کیا اور وہ مسہل ثابت
ہوا۔ اور میٹھا آلو بخارا بہ نسبت کھٹ مٹھے کے زیادہ دست لاتا ہے اور تر آلو بخارا بہ اعتبار سوکھے کے زیادہ
دست لاتا ہے اسوجہ سے کہ تر مین لس اور چیپ زیادہ ہوتی ہے۔ اگر آلو بخارے کا پانی لے کر اُسمین شکر اور ترنجبین
ملا لیا جائے تو صفرا کو دستون کی راہ بہت زیادہ نکالتا ہے۔ کہتے ہین کہ آلو بخارا دماغ کو مضر ہے اور اسکا مصلح
گلقند ہے (مخزن مین ہے آلو بخارا دماغ کو مضر ہے اُسکا مصلح عناب ہے اور معدہ کو مضر ہے اسکا مصلح گلقند ہے)

اقحوان

مؤلف کہتا ہے اقحوان یعنی مرہٹی دیہ ایک بوٹی ہے بابونہ کی قسم چنانچہ بابونہ مین اسکا ذکر کیا گیا ہے
ہین مگر فرق اسقدر ہے کہ بابونہ تیسرے درجہ مین گرم اور دوسرے درجہ مین خشک ہے اور یہ دوسرے درجہ مین

اگرم خشک ہے باقی افعال وخواص کل مثل بابونہ کے ہین) دوسرے درجہ مین گرم خشک ہے (اسکی پتی دھینے کی پتی کے مشابہ ہوتی ہے اور اسکا پھول صورت مین سورج مکھی کے پھول کے مشابہ ہوتا ہے مگر یہ زرد سفیدی مارتا ہوا ہوتا ہے اور جو کچھ زیرہ اسکے درمیان ہوتا ہے اُسمین شدت سے زردی ہوتی ہے اسکی بو مین کچھ ثقل اور اسکے مزے مین تلخی ہوتی ہے) مقطع اور ملطف ہوتا ہے (غلیظ خلطون کا) اور سدون کو اور رگون کے منھ کو) کھولتا ہے اور اسکا پینا اور حمول لینا پسینے اور پیشاب وحیض کا ادرار کرتا ہے اور بہاتا ہے اور معدے اور مثانہ مین کے جمے ہوئے خون کو پگھلاتا ہے اور (جب تر وتازہ ہو تو) اسکا سونگھنا نیند لاتا ہے اور اگر اسکے جوشاندہ مین بیٹھین تو رحم کی سختیون کو نرم کرتا ہے اور دمے کو نافع ہے اور سودا کا اسہال کرتا ہے اور فم معدہ کو مضر ہے (یعنی اسکو لنکا دیتا ہے) اور اسکا تیل (جبکہ روغن زیتون اور روغن بان سے حاصل کرین اور بلسان کی لکڑی اور چرنکس اور جبائتہ سے پکا کر لین اور دھرہٹی اور کٹ اور نارمین اور حماما اور تج اور بلسان کے بیجون سے خوشبودار کر لین تو) بواسیر کے منھ کو کھولتا ہے اور کان کے درد کو نافع ہے (اپنی تلطیف اور تلیین کے سبب سے) اور اسکے تیل کا حمول لینا رحم کی سختی کو پگھلاتا ہے اور قوت کے ساتھ حیض کو جاری کرتا ہے اور یرقان اور استسقا کو نافع ہے (تفتیح اور ادرار کے سبب سے) مین کہتا ہون اقحوان کو فارسی مین کوپلہ (اور بابونہ گاؤ اور بابونہ گاؤ چشم اور یونانی مین اُبیانس اور اُبانیس اور عبرانی مین فیقا بفا اور سریانی مین قشا اور فرابیون اور کرکیش اور کرکاش) کہتے ہین اور سامی کے شارح نے لکھا ہے کہ اُسکا نام کافور سبر م ہے اور یہ باریک شاخین ہین جنپر پھول آتا ہے جسکی پتیون پر سفیدی ہوتی ہے اور زردی اُسکو گھیرے ہوتی ہے گورستان مین بہت پیدا ہوتا ہے اسمین اور بابونہ مین یہ فرق ہوتا ہے کہ اسکی بو مین کچھ کراہت ہوتی ہے یعنی بدبودار ہوتا ہے اور بابونہ خوشبودار چیز ہے اور بابونہ کی سفید پتی نہین ہوتی اور یہ بھی فرق ہے کہ یہ دو گز سے زیادہ تک بلند ہوتا ہے اور بابونہ کا درخت اس سے چھوٹا ہوتا ہے اور محمد بن ابی بکر رازی نے لکھا ہے کہ اقحوان سفید بابونہ کو کہتے ہین لیکن صحیح یہی ہے کہ یہ دوسری چیز ہے جیسا کہ تاج الدین بلغاری نے اسکی تصریح کی ہے اور مؤلف نے جو کچھ اسکے افعال وخواص لکھے ہین وہ سب ظاہر ہین اور اسکی مقدار شربت تو ماشہ ہے (بعضون نے پانچ ماشہ لکھا ہے) مؤلف کہتا ہے اسفاناخ یعنی پالک پہلے درجہ مین سرد تر ہے (بعض نے دوسرے درجہ مین سرد اور پہلے درجہ مین تر لکھا ہے) اسمین خوب غذائیت ہے گرم سینہ اور گرم پھیپھڑے کو مفید ہے (اسلیے کہ ٹھنڈک پیدا کرتا ہے اور خشونت کو دور کرتا ہے) اور پیٹھ کے دموی دردون کو فائدہ مند ہے اور

پیٹ کو نرم کرتا ہے (اپنی ترطیب اور جالیہ غسالہ قوت کے سبب سے) **مین کہتا ہون** سمرقندی نے لکھا
ہے کہ پالک کھانسی اور حلق کو نافع ہے اور اسمین ایک غسالہ قوت ہوتی ہے جس سے یہ پیٹ کو نرم کرتا ہے
اور بعض طبیبون سے منقول ہے کہ یہ حرارت اور برودت مین معتدل ہے اسی لیے اُن لوگون کو بھی مفید
ہے جو گرم مزاج ہون اور اُنکو بھی جو سرد مزاج ہون مگر زیادہ موافقت اُسوقت ہوگی جبکہ گرم مزاج والے
اسکا استعمال ہریسہ جَو اور روغن بادام کے ساتھ کرین اُسوقت بخار اور کھانسی اور خشکی شکم کو مفید ہوگا اور
سرد مزاج والے خوب فربہ گوشت اور مصالحہ اور چانول کے ساتھ اسکا استعمال کرین اور جسطرح اور ساگ پات مین نفخ اور
کثرت بلغمیت ہوتی ہے وہ پالک مین نہین ہوتی اور صاحب منہاج نے لکھا ہے کہ پالک سرد مزاج والون کو مضر پڑتا ہے اور
اسکا مصلح سیاہ مرچ اور دارچینی ہے مین کہتا ہون کہ یہ اُن لوگون کا قول ہے جو اسکے معتدل ہونے کے قائل نہین ہین
(بلکہ اسکو سرد کہتے ہین) اور معدہ کو پالک سے یونہین سی نفرت ہے اسکے استعمال کے بعد مناسب ہے کہ گلقند کھالیا جائے
اور پیٹھ کے درد مین دموی کی قید اسلیے لگائی گئی کہ بلغمی درد کو مضر پڑتا ہے کیونکہ اسمین رطوبت زائد ہوتی ہے یہی وجہ ہے
کہ معدہ سے اسکا انحدار بہت جلد ہوتا ہے اور عمدہ پالک وہ ہے جو مینہ کے پانی سے اُگا ہو **مؤلف کہتا ہے**
افسنتین یعنی ستاور پہلے درجہ مین گرم اور دوسرے درجہ مین خشک ہے (اور اپنی تلخی اور چرپراہٹ کی وجہ سے) مفتح
ہے اور قابض ہے پیشاب اور حیض کو جاری کرتی ہے اور صفرا کو دستون سے نکالتی ہے اور اسکا نچوڑا ہوا پانی معدہ
کے لیے مضر ہے اور یرقان کو مفید ہے اور ستاور کا جرم اور اُسکا شربت معدہ اور کلیجے کی تقویت کرتا ہے اور بواسیر کو
مفید پڑتا ہے اور مادی بخارون اور پتون کو کم کرتا ہے اور اسکے جوشاندہ کا بھپارا کان کے درد کو مفید ہے اور پیٹ کے
کیڑون کو مارتا ہے **مین کہتا ہون** شیخ نے لکھا ہے کہ افسنتین کی پتی صورت مین ساتر کی پتی کے مشابہ ہوتی ہے
(جسکو فارسی مین ابیقن اور ادرشن کہتے ہین ۱۲ منہ)
اور اسمین تلخی اور کھٹاپن اور چرپراہٹ ہوتی ہے صاحب تقویم نے لکھا ہے کہ اُسکی رنگت زرد بھدمیلی سی ہوتی ہے
اور تاج الدین بلغاری نے لکھا ہے کہ اسکا پھول گول اور چھوٹا ہوتا ہے جیسا بابونہ کا پھول اُسکی شاخ شروع سے
آخر تک پھولون سے بھری ہوتی ہے اور اسکے اور بابونہ کے پھول مین یہ فرق ہے کہ ستاور کا پھول مزے مین
کڑوا ہوتا ہے اور بلاد شام مین ایک گھانس ہوتی ہے بشکل گندنا اسکا پھول گول اور زرد ہوتا ہے شام والے
اُسی کو افسنتین کہتے ہین اور درحقیقت ایسا نہین ہے بعض لوگون نے کہا ہے کہ افسنتین ایک قسم کا درمنہ ہے
جب اُسکو ملا جائے تو ایلوے کی سی بو پیدا ہوتی ہے تھوڑی خوشبو کے ساتھ اور عمدہ قسم درمنہ رومی ہے اور فارسی
مین اُسکو درمنہ رومی ہی کہتے ہین شیخ نے لکھا ہے غرضکہ اسمین ایک تو جوہر ارضی ہوتا ہے جسکی وجہ سے یہ قابض

افسنتین

پڑتا ہے اور ایک جوہر لطیف ہوتا ہے جس سے یہ دست لاتا ہے اور سدون کو کھولتا ہے اور اسکا خاصہ یہ ہے کہ اگر
اسکو کپڑون مین رکھدیا جائے تو انمین کیڑا نہین لگتا تقویم مین اسکی مقدار شربت دو درہم یعنی ۶ ماشہ مقرر کی ہے اور
منہاج مین چار درہم یعنی ایک تولہ تک اسکی مقدار درہم لکھی ہے بولس نے لکھا ہے کہ اسکا بدل درمنۂ ارمنی ہے اور
رازی نے لکھا ہے کہ اسکا بدل عنبر بید ہے اور ابن ماسویہ نے لکھا ہے کہ اسکا بدل پودینہ ہے اور اسکے افعال و خواص
جو کچھ مؤلف نے بیان کیے ہین وہ سب ظاہر ہین (شرح کے محتاج نہین ہین) اور اسکا عمدہ اور اشرف اثر یہ ہے کہ
یہ معدہ کو نہایت نافع ہے کیونکہ اُسکو پاک کرتا ہے اور قوی کرتا ہے اور بھوک کو کھولتا ہے **مؤلف کہتا ہے۔ اُشق**
یعنی **کاندر** تیسرے درجہ مین گرم اور پہلے درجہ (کے آخر) مین خشک ہے ورم اور ریاح کو تحلیل کرتا ہے اور جگر کے سدے
کھولتا ہے اور خشکی لاتا ہے (اور طبیعت کو نرم کرتا ہے اور رطوبت کو داخل بدن سے جذب کرتا ہے) اور خراب اور زائد
مرے ہوے بدگوشت کو کھا کر عمدہ گوشت پیدا کرتا ہے اور شہد کے ساتھ اسکا چاٹنا دمے اور ضیق النفس اور بلغمی خناقون
اور تلی کی سختی اور گٹھیا اور عرق النسا کے درد سے نفع بخشتا ہے (ان سب باتون کا یہ سبب ہے کہ یہ تمام سختیون اور
غلیظ فضلون کو ملائم کر دیتا ہے اور تحلیل کر دیتا ہے اور غلیظ اور لسدار بلغمون کو دستون کی راہ نکال دیتا ہے اور اسکے
ساتھ شہد اپنی جلا اور طبعی تلیین سے اسکی مدد کرتا ہے) اور پیشاب اور حیض کو جاری کرتا ہے اور پیٹ اور آنتون کے
کیڑون کو ہلاک کرتا ہے اور پیٹ کے بچے کو نکالتا ہے (زندہ ہو خواہ مردہ) اور اسکا ضماد کرنا کنٹھ مالے اور جوڑون
گاڑھا لیپ ۱۲ منہ
کے جکڑ جانے کو مفید ہے اور اسکا لیپ کرنا بواسیر کے منھ کو کھولدیتا ہے (تفتیح کی قوت سے) **مین کہتا ہون**
اشق ایک درخت کا گوند ہے اُسکو لزاق الذہب بھی کہتے ہین (یعنی سونے کو چپکانے والا) کیونکہ جبتک اس
گوند کے پانی مین سونا دحل کر لیا جائے اُسوقت تک کاغذ پر چپک نہین سکتا (مخزن مین شیخ الرئیس سے
اسطرح منقول ہے هُوَ صَمْغُ الطُّرْثُوثِ وَرُبَّمَا يُسَمّٰى لَزَّاقَ الذَّهَبِ لِاَنَّ الْكَوَاغِدَ وَالْكَرَارِيْسَ يُذَهَّبُ بِهٖ
یعنی اشق عہ طرثوث کا گوند ہے اور کبھی اسکو لزاق الذہب بھی کہتے ہین اسلیے کہ کاغذ وغیرہ اس سے سُنہرے
ایل شیرین ۱۲
کیے جاتے ہین اور بعض لوگون نے کہا ہے کہ یہ سونے کو سہاگے کی طرح نرم کر دیتا ہے ۔ بغدادی نے کہا ہے
کہ جسنے اُسکو طرثوث کا گوند بتایا اُسنے غلطی کی بلکہ وہ ایک اور درخت کا گوند ہے جو چھوٹا اور سیدھا ہوتا ہے
اور اکثر اُن بلاد مین پیدا ہوتا ہے جہان گرمی اور سردی غالب ہوتی ہے مانند شام اور دیار ربیعہ کے مالقی
نے دیسقوریدوس سے نقل کیا ہے کہ اُسکے درخت کا نام آغاشولیس ہے عمدہ اور بہتر گوند وہ ہے جو خوشرنگ
اور بے کنکری اور لکڑی اور میل کا ہو اور خالص ہو اور اُسکا ٹکڑا کندر کے ہمشکل ہو اور جو کثیف ہو اور اُسکی بو

عہ طرثوث ایک بوٹی ہے جو ریگستان میں زمین سے نکلتی ہے ... الارض بھی کہتے ہین ۱۲ منہ

جنبہ بیدستر کی سی ہو اور مزا تلخ ہو اُسکو بردسما کہتے ہین اور جسمین خاک یا کنکری ہو اُسکو فراما کہتے ہین آور کبھی اُسکو
انجگہ سے بھی لاتے ہین جسکو داماقی کہتے ہین آور انطاکی نے کہا ہے کہ اسکا درخت نبات اور شجر کے درمیان ہوتا ہے
اور چھوٹا ڈنڈی باریک اور رونگٹے دار مائل بسفیدی آور پھول کا رنگ سرخی اور نیلاہٹ کے درمیان ہوتا ہے اسکا گوند
زرد رنگ کوچنے اور چیرنے سے حاصل ہوتا ہے آور صاحب اختیارات بدیعی لکھتے ہین کہ وہ ایک گھانس کا گوند ہے جسکو
شیرازی مین بدران کہتے ہین (بعض اطبانے کہا ہے کہ یہ گوند دیا بس نہین ہے بلکہ) رطب ہے قوت کے ساتھ ورمون
کی اور ریاح کی تحلیل کرتا ہے لیکن لذغ اور چبھن کی قوت اسمین کم ہوتی ہے آور مفتح اسقدر ہے کہ رگون کے منھ سے خون
تک بہادیتی ہے آور کنٹھ مالا کے تحلیل کرنے اور عرق النسا کے درد کو دفع کرنے مین یہ گوند اُسوقت زیادہ نافع ثابت
ہوتا ہے جبکہ شہد اور زفت کے ساتھ اسکا لیپ کیا جائے اور پلکون کی کھرکھراہٹ دور کرنے اور رنگ کے کھولنے کو
بھی یہ لیپ بہت مفید ہے آور شہد ملا کر اسکا چاٹنا سرد مزاج والون کو مناسب ہے اور اگر محرور المزاج اسکا چاٹنا چاہے
تو اُسکو چاہیے کہ آش جو کے ساتھ چاٹے اور تلی کی سختی کو اسکا پینا بھی مفید ہے اور سرکہ کے ساتھ اسکا ہلکا لیپ بھی
اور اسکی مقدار شربت ڈیڑھ ماشہ ہے سکنجبین بزوری کے ساتھ اور اسکا بدل شہد کی مکھی کا موم ہے **مؤلف کہتا ہے**
اسارون یعنی تگر (اسکی پتی عشق پیچہ کی پتی کے مشابہ ہوتی ہے فرق اسقدر ہے کہ یہ چھوٹی اور بہت اور نہایت گول
ہوتی ہے اور اسکا پھول نیلے رنگ کا پتون کے بیچ مین اسکی جڑ کے پاس ہوتا ہے اور اسکے بیج بہت سے اور قرطم
کے مشابہ ہوتے ہین اور اسکی جڑین بہت باریک اور گرہ دار اور خوشبودار ہوتی ہے) تیسرے درجہ مین گرم اور دوسرے
درجہ مین خشک ہے آور بعض اطبا تیسرے درجہ مین خشک کہتے ہین کلیجے کے سدون کو کھولتا ہے (اپنی گرمی
کی قوت سے) اور تلی کی سختی کو تحلیل کرتا ہے اور پرانے کولے کے درد کو مفید پڑتا ہے اور پٹھون کی ٹھنڈی بیماریون
کو مفید ہے اور پیشاب اور حیض کو جاری کرتا ہے (کیونکہ اسمین پگھلا دینے اور کھولدینے کی قوت ہے) **مین کہتا**
ہون صاحب تقویم نے کہا ہے کہ فارسی مین اسارون کو ناردین دشتی کہتے ہین یہ ایک گھانس ہے جسمین بیج
بکثرت ہوتے ہین اسکی جڑین بہت سی گرہ دار اور ٹیڑھی ٹیڑھی ہوتی ہین اسکی خوشبو بہت دلپسند ہوتی ہے اسکے
زبان پر رکھنے سے چرپراہٹ اور تیزی معلوم ہوتی ہے اور اسکا پھول پتون کے بیچ مین جڑون کے قریب ہوتا ہے
جیسے عشق پیچہ کی پتیان ہوتی ہین مگر اسکی پتی عشق پیچہ کی پتی سے بہت چھوٹی ہوتی ہے اور زیادہ گول ہوتی
ہے اور اسکے پھول کا رنگ بنفشئی ہوتا ہے اسکی دو قسمین ہوتی ہین ایک موٹی ایک باریک موٹی تگر خلاط اور ارزن
روم مین ملتی ہے اُسکی موٹائی بقدر انگشت ہوتی ہے اور باریک تگر بلاد روم مین پیدا ہوتی ہے تاج الدین بلغاری نے

کہاہے کہ آذربائجان کے رہنے والے اسکا نام قرنفل کوہی رکھتے ہین حالانکہ لونگ کی سی اسمین کوئی بات
نہین ہوتی اور اسکی مقدار شربت ڈیڑھ درہم یعنی ۴م۔ ماشہ ہے جیسا کہ تقویم مین ہے اور دسقوریدوس کے کلام مین اسکی
مقدار شربت تین مثقال ہے شہد کے پانی کے ساتھ اور اسکا بدل وج ترکی ہے مقدار مین اسکی مقدار سے ایک
تہائی زیادہ کرکے لین محمد بن زکریا رازی نے کہاہے کہ جگر کے سدون کے لیے یہ اسوقت نہایت نافع ثابت ہوتا
ہے جبکہ شہد کے پانی مین اسکو بھگو دیا جائے اور دو مہینے کے بعد اسکو صاف کرکے پیا جائے اور اسوقت استسقاء
کے لیے بھی نہایت نافع ہے یہان تک کہ اسکو بالکل دور کردیتا ہے **مؤلف کہتا ہے** ۔ اذخر یعنے **جرانکس** دوسرے
درجہ مین گرم اور پہلے درجہ مین خشک ہے لطیف ہے سدون کو اور رگون کے منھ کو کھولتا ہے پیشاب اور حیض کو
جاری کرتا ہے اور پتھریون کو ریزہ ریزہ کردیتا ہے اور معدہ اور دونون گردون اور جگر کے سخت ورمون کو پینے اور
لیپ کرنے سے تحلیل کرتا ہے (بایں ہمہ اپنے قبض سے عضو کے اجزا کو جمع کرتا ہے اور اسکی طرف مادون کی ریزش
کو مانع آتا ہے) اور اسکا تیل کھجلی کو مفید پڑتا ہے اور تھکن کو دور کرتا ہے (یہ تیل کھجلی کو تو اسلیے نافع ہوتا ہے کہ مسام
کو کھولتا ہے اور نرم کرتا ہے اور کھجلی کے مادہ کو تحلیل کرڈالتا ہے اور اپنی قوت قبض کی وجہ سے اعضا کی تقویت
کرتا ہے اور انکی طرف مادہ کی ریزش کو روکتا ہے کیونکہ اسمین دو جزء ہین ایک تو گرم اور تحلیل کرنے والا ہے اور دوسرا
ٹھنڈا اور ارضی اور خشک و قابض ہے اور تھکن کو اسلیے دور کرتا ہے کہ اسمین تحلیل اور تلیین بھی ہے اور عضوون کی
تقویت بھی اور دوسرے مادے کی ریزش سے روک بھی اور اسکے تیل کی ترکیب یہ ہے کہ اسکے پھول لیے جائین
اور زیت انفاق مین ڈالے جائین کہ وہ تیل ان پھولون پر آجائے اور شیشہ مین رکھکے گرمیون کی دھوپ مین
تیس دن تک رکھین پھر یہ پھول نچوڑ ڈالین اور دھوپ مین اسی طرح تین مرتبہ گرمی کے دنون مین کرین اسکے
بعد اسکا استعمال کرین) اور اسکی جڑ دانتون کے مسوڑون کی تقویت کرتی ہے (اسکی وجہ یہ ہے کہ اسکی جڑ مین
اسکے اور تمام اجزا سے زیادہ قبض کی قوت موجود ہے اسی قوت قبض سے مسوڑون کو مضبوط کرتی ہے اور اسکی
نرمی اور تری کو تحلیل کرتی ہے) اور معدہ کی تقویت کرتی ہے اور بلغمی متلی کو (بلغم کے تحلیل کرنے اور معدے کو
قوی کرنے سے) تسکین دیتی ہے اور (پیشاب کے جاری کرنے اور آنتون کے سکوڑنے سے) پیٹ کو بند کرتی
ہے (عقل اصل لغت مین مصدر ہے بمعنی بند دریا بستن یعنی پائون مین رسی باندھنا چونکہ عقل و دانش طبیعت کو
افعال ذمیمہ کی طرف قصد کرنے سے روکتی ہے اسلیے اسکو عقل کہتے ہین) **مین کہتا ہون** اذخر بکسر ہمزہ
اسکی دو قسمین ہین ایک تو مکی اسکو عربی مین تبن مکہ اور خلال مامونی کہتے ہین (اور طیب العرب بھی) خلال مامونی

اسلیے کہتے ہین کہ مامون رشید اس سے خلال کیا کرتا تھا (اور رومی لغت مین اسکو سخس اور سخیس کہتے ہین بعض
طبیبون نے لکھا ہے کہ سخیس لغت یونانی ہے ہندی مین گندھیس اور گندبیل اور کنتول اور سوندھی اور روس اور
سوریا کہتے ہین) آور صاحب تقویم نے لکھا ہے کہ اسکو فارسی مین کورگیاہ (اور کاہ مکی) کہتے ہین آور صاحب صیدنہ
نے لکھا ہے کہ اذخر کو کور العیر بھی کہتے ہین اسلیے کہ اس گھانس کی قافلہ والے حفاظت کرتے ہین آور کبھی اسکی
کلی یعنے شگوفہ استعمال مین آتا ہے اور اسکا شگوفہ نہایت خوشبودار ہوتا ہے جب اسکی کلی کو توڑا جائے تو اسکا رنگ
بنفشئی ہو جاتا ہے اور توڑنے کے قبل سرخی مائل ہوتا ہے آور کبھی اسکی جڑ استعمال مین آتی ہے اور یہ اسکے پھول
اور اسکے جرم سے زیادہ عمل مین قوی ہوتی ہے صاحب تقویم نے کہا ہے کہ اسکی مقدار شربت ۱۰ ماشہ ہے۔
اور مؤلف کے کلام مین جو عُمُوۡرُ الۡاَسۡنَانِ ہے اس سے مسوڑے مراد ہین یہ لفظ یعنی عمور عمر کی جمع ہے باقی
سب محتاج نہین ہے **مؤلف کہتا ہے** ۔**اترج** یعنی بجورا اسکی ترشی تیسرے درجہ مین سرد خشک ہے صفرا
(کے جوش) کو تسکین دیتی ہے آور آنکھ کی اور رنگت کی جلا کرتی ہے آور چھائیون کو دور کرتی ہے آور داد کو مفید
پڑتی ہے (کیونکہ یہ تقطیع اور تلطیف کرتا ہے اگر کپڑے پر روشنائی یا پان کی پیک گر جائے تو اسکے مل دینے سے
اسکا اثر جاتا رہتا ہے) آور صفراوی قَے کو تسکین دیتی ہے (اسلیے کہ معدہ کی تقویت کرتی ہے اور اسپر فضلون کے
گرنے کو روکتی ہے اور مرہ صفرا کو کھوتی ہے) آور گرم خفقان کو تسکین دیتی ہے (کیونکہ یہ دل کی تقویت کرتی ہے
اور اس فعل پر اسکی عطریت مدد دیتی ہے) آور اسکا رب اور اسکا شربت معدہ کی دباغت کرتا ہے اور کھانے کی
اشتہا پیدا کرتا ہے (اسلیے کہ صفرا کو دور کرتا ہے اور معدہ کے اجزا کو اکھٹا کرتا ہے اور اپنی ترشی سے معدے مین
لذع پیدا کرتا ہے) آور سینہ اور پٹھون کو مضر پڑتا ہے (برودت کی زیادتی سے اور نفوذ اور تلطیف کی قوت زیادہ
ہونے سے) آور اسکا چھلکا پہلے درجہ مین گرم اور دوسرے درجہ مین خشک ہے (سورج کی ملاقات کی وجہ سے)
آور اسکا تیل پٹھون کے استرخاء اور فالج کو مفید ہے (کیونکہ اسمین تیزی اور چرپراہٹ اور مرخیہ رطوبتون کی
تقطیع کے ساتھ تحلیل اور تسخین اور قوی تخفیف ہے) اور اسکی خوشبو وبا اور ہوا کے فساد کی اصلاح کرتی ہے
(کیونکہ تریاقی مفرحات سے ہے اور اسکی گرمی بالخاصیت تفریح مین مدد دیتی ہے) اور اسکا مربّے شہد کے
ساتھ نہایت عمدہ ہوتا ہے (کیونکہ اسکا گودا جو چھلکے اور ترشی کے بیچ مین ہوتا ہے وہ نفاخ اور دیر ہضم ہے
اور جب شہد مین مربّے کیا جائیگا تو ہضم کو زیادہ قبول کریگا آور شہد مین اسکا مربّے بنانے کی یہ ترکیب ہے
کہ ترنج کا چھلکا چھیلکر پور پور بھر کے ٹکڑے کرین اور پانی اور کچھ شہد کے ساتھ پتھر کی ہنڈیا مین پکالیے جائین

یہان تک کہ اُنکی سختی جاتی رہے اور نرم ہوجائین یعنی گھل جائین اسکے بعد اُنھین ہنڈیا سے نکال لین پھر اُنھین
تھوڑے سے شہد مین جوش دین اور جہان تک پانی اُنمین سے نکلتا آئے وہان تک اُنپر کے شہد کو بدلتے جائین
اور جوش دیے جائین یہان تک کہ اُنکا قوام بندھ جائے اور پانی کو نچوڑ دین پھر اسکے بعد انپر پوٹلی مین کچھ سونٹھ
اور دارچینی اور لونگ اور دار فلفل اور جاے پھل کُٹا ہوا باندھکر چھوڑ دین) اور اسکے چھلکے کا خاکستر کوڑھ کے لیے
عمدہ طلا ہے (کیونکہ اسمین چرپرے اور جالی مادہ کے ساتھ محللہ مجففہ قوت ہے) آور اسکے بیج کا تیل شراب کے
ساتھ پینا اور لگانا بچھو کے زہر کا مقابلہ کرتا ہے آور اسکے چھلکے کا عصارہ یعنی نچوڑا ہوا پانی پینا سانپ کے کاٹے
کو فائدہ بخشتا ہے (اور بچھو کے کاٹے کو بھی) اور اسکی ترشی دستون کو روک دیتی ہے اور صفراوی دستون کو نفع
دیتی ہے آور اسکا مغز یعنی گودا پہلے درجہ مین سرد تر ہے (کیونکہ اسکی مائیت جمی ہوئی ہوتی ہے اور جوش سے گرم
نہین ہوتی اور جوش پیدا کرنے والی گرمی سے اسکی تری زیادہ تحلیل نہین ہوتی کیونکہ جب ترنج کے مغز مین
پکانے والی گرمی تھوڑا تھوڑا اثر کرتی ہے یہانتک کہ اُسکی تری کو بہا دیتی ہے اور اُسمین جوش پیدا کر دیتی ہے
تو اس جوش سے اُسمین کھٹاس پیدا ہو جاتی ہے پھر جب اسکی ترشی کا جوش مارنا پورا ہو جاتا ہے اور اُسکی تری
تحلیل ہو جاتی ہے تو گرم ہو جاتا ہے اور اسکی ارضیت بڑھجاتی ہے) آور بعضے کہتے ہین کہ یہ پہلے درجہ مین گرم ہے
(پہلا قول ٹھیک ہے) نفخ پیدا کرتا ہے (کیونکہ اسمین رطوبت بہت ہوتی ہے) آور اسکی پتی نفخ کی تحلیل کرتی ہے
(کیونکہ گرمی پیدا کرتی ہے آور تلطیف کرتی ہے اور سدون کو کھولتی ہے) آور اسکی کلی اسکے مغز سے زیادہ قوی اور
لطیف ہے مین کہتا ہون سمرقندی نے کہا ہے کہ اجزا کے اختلاف کے اعتبار سے ترنج کا مزاج مختلف ہے
لیکن اُسکے سب اجزا مین تفریح اور تریاقیت ضرور موجود ہے ترنج کا جو چھلکا ہے اُسمین غذائیت بھی ہے
اُسکی سختی کی وجہ سے اور دوائیت بھی ہے اُسکی عطریت اور چرپرے پن کی وجہ سے آور اُسکے گودے مین
غذائیت زیادہ ہے اور اُسکے ترشہ مین غذائیت بالکل نہین آور ترشہ سے وہ پانی مراد ہے جو نچوڑنے سے
نکلتا ہے آور اُسکا رب لینے کی یہ صورت ہے کہ اُسکو پانی مین خوب جوش دیا جائے یہان تک کہ اُسکی ساری
قوت پانی مین آجائے اور اُسکو چھان لیا جائے اور چھان کر یہانتک پکایا جائے یا دھوپ مین رکھا جائے
کہ اُسکا قوام گاڑھا ہو جائے (یا یون کہو کہ تہائی باقی رہجائے) اطبا کی اصطلاح مین رب سے یہی مراد ہوتا ہے
اور چھلکے کی گرمی پر اُسکی چرپراہٹ دلالت کرتی ہے اور اسکے چھلکے کا تیل حرارت مین بہت قوی ہوتا ہے
تمام سرد اور بلغمی بیماریون سے نفع بخشتا ہے آور اسکا تیل اُسوقت لیا جاتا ہے جبکہ ترنج حد کمال کو پہونچ جاتا ہے

اور تیل لینے کا یہ طریقہ ہے کہ اُسکی شاخ پر ہونے کی حالت مین اُسکو کسی چاقو یا چھری سے کوچ دیا جائے جو کچھ ٹپکے وہی اُسکا تیل ہے اُسکو جمع کرلیا جائے نفیسی مین ہے کہ اسکا تیل مختلف طریقون سے نکلتا ہے سب مین زیادہ آسان یہ طریقہ ہے کہ تر و تازہ ترنج لیکر اُسکو چھری سے چھیلا جائے اور سب پوست کو پتھر کی ہانڈی مین پوٹلی باندھکر ڈالا جائے اور اُسپر سوسن آزاد کا تیل ڈالا جائے اور نرم آنچ مین پکایا جائے یہان تک کہ اُسکی قوت اور خوشبو تیل مین کھنچ آئے پھر آگ پر سے اُتار کر چھان لیا جائے اور کبھی اسکا تیل یون لیتے ہین کہ اول اول چھوٹا ترنج کئی بار تلون مین پیسا جائے جب دیکھین کہ تلون نے ترنج کی قوت اور خوشبو کو لے لیا تو اُن تلون کا تیل نکال لیا جائے اور اسکے بیجون کا تیل ہر طرح سے حرارت مین کم ہوتا ہے شیخ نے کہا ہے کہ جب ترنج کھایا جائے تو صرف اُسی کو کھایا جائے اُس سے پیشتر یا اُسکے ساتھ یا اُسکے بعد کسی قسم کی غذا نہو اسلیے کہ یہ اپنی غلظت اور سختی کی وجہ سے دیر ہضم ہوتا ہے اور منہاج مین ہے کہ مناسب یہ ہے کہ اُسکے ساتھ تھوڑا شہد کھا لیا جائے صاحب صیدیہ نے لکھا ہے کہ ہندوستان کا ترنج میٹھا ہوتا ہے اور مین نے ایک ترنج ایسا دیکھا کہ جسکے
نام کتاب بہ لغت ۱۲
پیٹ مین دوسرا ترنج تھا اُنمین سے ایک میٹھا تھا اور دوسرا کھٹا مگر مجھے یہ نہین یاد رہا کہ اُن دونون مین سے کون میٹھا تھا اسکے بیجون کا تیل شراب کے ساتھ پینا بچھو کے زہر کا مقابلہ کرتا ہے اُسکی مقدار شربت دو درہم یعنے ۶ ماشہ ہے دیگر یہ نہین بتایا کہ اُسمین شراب کتنی ملائے مگر شاید یہ مراد ہو کہ شراب اُسقدر ہو کہ اُسکو پیکر مخبوط اور بدحواس نہو جائے اور حد مضرت تک نہ پہونچے) یہ تمام زہرون کا مقابلہ کرتا ہے خصوصًا بچھو کے زہر کا اور اگر (شراب پینے مین کوئی تکلف ہو تو) گرم پانی ملا کر پی لے یہ بھی جائز ہے قانون مین اسی طرح سے ہے اور شہد مین اسکا مربّی بنانے کی یہ ترکیب ہے کہ اُسکو چھیلا جائے اور پورون کی بقدر اُسکی قاشین کاٹی جائین اور ایک پتھر کی پتیلی مین اُن قاشون کو بھر کر اُنکو بہت سے پانی اور تھوڑے شہد سے چھپا دیا جائے (یعنی اُسپر شہد اور پانی بھر دیا جائے اور ہلکی ہلکی آنچ پتیلی کے نیچے کی جائے جسقدر پانی کم ہو اُسی قدر شہد سے ڈالا جائے اور جب اُسکے قوام مین تار بندھنے لگے تو پتیلی اتار لین اور اُسپر تھوڑی سونٹھ اور دارچینی اور کچلی ہوئی لونگین ڈالدی جائین اور اترج کے گودے کے گرم ہونے کو مؤلف نے قانون سے نقل کیا ہے مگر صاحب تنقیح نے اس سے انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ وہ سرد ہے اور مجھے معلوم نہین کہ کوئی شخص بھی اُسکی حرارت کا قائل ہوا ہو اور اگر کوئی کہے کہ وہ گرم ہے تو اسپر کوئی اعتبار نہین اور فُقّاح کے معنی شگوفہ کے ہین جو
بالتشدید ۱۲
درخت پر کھلا ہو مؤلف کہتا ہے — انبر باریس یعنی زرشک (ایک خاردار درخت کا مشہور پھل ہے)

دوسرے درجہ کے آخر مین سرد خشک ہے (باوجود قوت قبض کے) صفرا کو بہت زیادہ قطع کرتی ہے اور گرم معدہ اور گرم
جگر کو فائدہ مند ہے (چونکہ زرشک مین قوت قابضہ ہوتی ہے اس سے یہ معدہ اور جگر کی تقویت کرتی ہے اور اُسپر اُسکی
ٹھنڈک اور خشکی مدد دیتی ہے) اور پیاس کو بالکل مار دیتی ہے (اسواسطے کہ معدہ اور جگر کو تسکین دیتی ہے) اور پیٹ
کو بند کرتی ہے (اپنی قابضہ قوت سے) اور پیچش کو اور نیچے سے خون آنے کو مفید پڑتی ہے (اپنی خشکی اور قوت
قبض اور رگون کے منھ کو سمیٹنے سے) **مین کہتا ہون** انبر باریس کو فارسی مین زرشک (ہبدانہ) کہتے ہین یہ
ایک مشہور (پھل) ہے اور متن مین جو کچھ اسکے افعال وخواص بیان کیے ہین سب ظاہر ہین اور زرشک کی دو قسمین
ہین ایک تو سیاہ لانبی اور ایک سرخ گول پہلی قسم اپنے افعال وخواص مین زیادہ قوی اور سخت ہوتی ہے **مؤلف
کہتا ہے ۔ اسطوخودوس** یعنی (دودنا ۔ یادھارو) ایک مشہور گھانس ہے جسکی پتی ساتر کی پتی سے مشابہ ہوتی
ہے اور بیج ریزہ ریزہ ہوتا ہے) پہلے درجہ مین گرم اور دوسرے درجہ مین خشک ہے (ردی مادہ کو تحلیل کرتا ہے اور
تلطیف کرتا ہے اور سدہ کو کھولتا ہے اور جلا کرتا ہے (اسکا سبب یہ ہے کہ اسمین ناری جز ہوتا ہے) اور اسمین تھوڑی سی
قوت قابضہ ہوتی ہے بدن کو اور احشا (یعنی پیٹ کے اندرونی اعضا) کو قوت بخشتا ہے اور عفونت (مادہ) کو
روکتا ہے اور ٹھنڈے پٹھون کو فائدہ دیتا ہے اور اُنکی تقویت کرتا ہے (قوت تسخین اور قوت قبض سے) اور اسکا
جوشاندہ پٹھون اور جوڑون کے دردون کو تسکین دیتا ہے اور مرگی اور مالیخولیا کو فائدہ بخشتا ہے (کیونکہ یہ دماغ کا
پورا تنقیہ کرتا ہے) اور بلغم اور سودا کو دستون کی راہ نکالدیتا ہے لیکن (صفراوی گرم مزاجون کو) کرب مین ڈالتا ہے
(اور پھیپھڑے کو مضر ہے) اور پیاس لاتا ہے (اپنی گرم مزاجی کی وجہ سے) **مین کہتا ہون** اسطوخودوس کو فارسی
مین گیاہ جالینوس کہتے ہین اور صاحب تقویم نے اسکے لفظ کی تفسیر یون کی ہے کہ اسکے معنی ہین "موافق الارواح"
لیکن یہ بات کچھ اعتماد کے قابل نہین کیونکہ ابوریحان اور مصنف کتاب مختار نے اسکی تصریح کی ہے کہ یہ ایک
دریائی جزیرہ کا نام ہے (بلاد یونان مین وہین یہ گھانس اگتی ہے اور) وہین سے لائی جاتی ہے (اور اُسی
جزیرہ کے نام سے اس گھانس کو بھی پکارا جاتا ہے اور دیسقوریدوس حکیم سے بھی اسیطرح منقول ہے غرضکہ یہ
ایک گھانس ہے جسکی مہین مہین شاخین سیاہی مائل ہوتی ہین اور اسمین چھوٹی چھوٹی پتیان ہوتی ہین جنکی
رنگت کچھ خاکی سی ہوتی ہے اور اسکے بیج بہت چھوٹے چھوٹے ساتر کے سے بیج ہوتے ہین لیکن ساتر سے
اسکی پتی کچھ بڑی ہوتی ہے اور اسکی شکل پہاڑی پودینہ اور اکاس بیل کی سی ہوتی ہے ۔ اور اسمین اور پہاڑی
پودینہ مین فرق اسقدر ہے کہ پہاڑی پودینہ خوشبودار ہوتا ہے اور یہ بدبودار اور چھینک لانے والی ہوتی ہے

دودنا ۔ یا دھارو

آور آمین اور اکاس بیل مین یہ فرق ہے کہ اسطوخودوس مین کلی نہین نکلتی بخلاف اکاس بیل کے اور اسکو
سواحل سے لایا جاتا ہے اور بلاد روم مین بھی پیدا ہوتی ہے اور اسکا مزہ کڑوا اور تیز ہوتا ہے تاج الدین بلغاری
(کنارہ ہاے دریا)
نے اسیطرح لکھا ہے آور مولف نے جو اسکے خواص مین لکھا ہے کہ ردی مادہ کو تحلیل کرتی ہے اور تلطیف کرتی ہے
اور سدون کو کھولتی ہے اور جلا دیتی ہے تو اسکی یہ سب خاصیتین اسوجہ سے ہین کہ آمین ایک جوہر ناری ہوتا ہے
اور وہی اُسکی تلخی کا منشا ہے اور اُسی سے سرد امراض کو نفع ہوتا ہے اور جو گرم مزاج ہین اُنکو کرب ہوتا ہے اور
پیاس لگتی ہے۔ منہاج مین ہے کہ اسکی مقدار شربت تین درہم یعنی ۹ ماشہ ہے آور صاحب تقویم نے ایک
مثقال معین کی ہے۔ قانون شیخ مین ہے کہ اسکو صاف شربت یا سکنجبین یا تھوڑے نمک کے ساتھ استعمال کرنا
چاہیے **مؤلف کہتا ہے۔ افتیمون** یعنے اکاس بیل تیسرے درجہ مین گرم اور پہلے درجہ مین خشک ہے
نفخ کو تسکین دیتی ہے (اپنی گرمی اور خشکی سے) آور ادھیڑ آدمیون اور بڈھون (کے مزاج) کو موافق پڑتی ہے
(اسوجہ سے کہ اُنکے مزاجون کی تعدیل کرتی ہے اور اُنکے بدنون مین جو بلغم اور سودا ہے اُنکو نکالتی ہے) آور
سوداوی بیماریون کو دور کرتی ہے اور مادہ سوداوی اور بلغمی کو دستون کے ذریعے سے نکالتی ہے اور مرگی اور
مالیخولیا اور مانیا اور کابوس اور اکثر دماغی امراض) کو نفع بخشتی ہے اور جوانون اور گرم مزاج والون
کو پیاس لگاتی ہے (اور کرب بڑھاتی ہے اور غشی لاتی ہے اور پھیپھڑے کو مضر ہے اسکا مصلح کتیرا اور زعفران
اور روغن بادام اور صمغ عربی آور بدل لاجوردا ورتربد اور شاہترہ ہے) **مین کہتا ہون** افتیمون یعنی اکاس بیل
ایک گھانس ہے جسکی شاخین اور پتیان اور بیج اور پھول سب اکھٹے ہوتے ہین اور اسکی شاخین رنگت مین
سرخ ہوتی ہین اور اُسکی بو ساتر کی سی ہوتی ہے اسکا مزا چرپرا ہوتا ہے اور اسکی کلی سرخ اور چھوٹی ہوتی ہے
اگر ساتر کو گیرو مین رنگ لیا جائے تو اکاس بیل کی ہمشکل ہوجاتی ہے۔ ساتر کو گیرو مین رنگ کر اکاس بیل کے
نام سے بیچا جاتا ہے مگر اس دھوکے کی پہچان یہ ہے کہ اُسکو پانی مین ترکیا جائے اگر رنگ چھٹے تو سمجھ لین
کہ یہ افتیمون نہین ہے عمدہ افتیمون وہ ہوتی ہے جو شہر انطاکیہ سے آتی ہے۔ مادہ سوداوی کو دستون کی
راہ نکالنے مین اسکی عجیب خاصیت ہے۔ منہاج مین اسکی مقدار شربت دو درہم یعنی ۶ ماشہ معین کی ہے اور تقویم
مین ایک مثقال۔ قانون مین ہے کہ اسکو شہد کے ساتھ پینا چاہیے جسمین روغن بادام ملا ہو آور اگر جوشاندہ مین
اسکو ڈالا جائے تو چاہیے کہ اُسکو زیادہ نہ پکایا جائے آور اسکا مصلح کتیرا ہے اور بدل تربد ہے۔ اور یہ جو مؤلف نے
لکھا ہے کہ یہ پہلے درجہ مین خشک ہے تو یہ حنین کی راے پسندیدہ قول ہے اور جالینوس کے نزدیک تیسرے درجہ مین خشک

(اور تیسرے ہی درجہ مین گرم) ہے **مؤلف کہتا ہے - آملج** یعنی آنولہ (یہ ایک سیاہ پھل ہوتا ہے گائے کی آنکھون کی شکل پر اور اُسمین ایک گول گٹھلی ہوتی ہے دونون کنارون سے تیز اور دھاردار آور جب اسپر سے اسکا چھلکا اُتار لیا جاتا ہے تو اسکی گٹھلی شق ہوکر تین ٹکڑے ہوجاتی ہے) دوسرے (یا تیسرے) درجہ مین خشک ہے اور اسمین تھوڑی سی ٹھنڈک ہوتی ہے خون کی گرمی کو بجھاتا ہے (اور جو خون دل مین ہے اُسکی اصلاح کرتا ہے) اور دل کو قوت دیتا ہے (اور فرحت بخشتا ہے اپنی گرمی کی تعدیل اور قوت قبض سے) اور (اپنی اصلاح اور تعدیل سے) دل کو پاک اور صاف کرتا ہے اور ذہن کو بڑھاتا ہے (کیونکہ یہ دماغ سے اُن رطوبتون کو چن لیتا ہے جو فہم کو بلید کرتی ہین آور یہ بھی وجہ ہے کہ جب یہ دل کے خون کی اصلاح کرتا ہے تو اس سے جو حیوانی روح پیدا ہوتی ہے وہ بھی صالح ہوتی ہے اور اس سے نفسانی روح کی بھی اصلاح بھی ہوتی ہے اور اسکو فہم کی زیادتی لازم ہے کیونکہ یہ اپنے قبض کی وجہ سے ابخرون کو دماغ کی طرف نہین چڑھنے دیتا) اور بالون کو مضبوط کرتا ہے (یہ اسلیے کہ جو رطوبتین بالون کے مسامات مین استرخا پیدا کرتی ہین اُنکو یہ دور کردیتا ہے اور اُنکو اپنی یبوست اور قبض سے مضبوط کردیتا ہے) اور آنکھ کی روشنی کو بڑھاتا ہے (اسلیے کہ نفسانی روح اور پٹھون کی اس سے تقویت ہوتی ہے) آور پٹھون کو بیحد مفید پڑتا ہے (اسلیے کہ مرخی رطوبت کو دفع کردیتا ہے) آور بھوک بڑھاتا ہے اور معدہ کی دباغت کرتا ہے اور بالخاصہ باہ کو حرکت مین لاتا ہے (اس سب کی وجہ رطوبت کا دور کرنا اور اپنے کھٹے پن کے سبب سے معدہ کے اجزا کو سمیٹنا ہے) آور پائخانہ کے مقام کی تقویت کرتا ہے اور بواسیر سے فائدہ بخشتا ہے (کیونکہ جب رطوبتون کے دور کردینے سے مقعد کی مضبوطی ہوگی تو اُسپر مادہ کی ریزش بھی نہو گی اور بواسیر کی یہی جڑ ہے (اور قابض ہے اور آنتون مین مواد بالائی کو گرنے نہین دیتا اور خلطون کو گندہ ہونے سے باز رکھتا ہے آور سوداوی مادہ کو نکال پھینکتا ہے آور اسکا مربی دل اور اعضاے دماغی اور معدہ کو قوت بخشتا ہے آور اسکا استعمال تپ مین بعد مسہل کے بھی جائز ہے آور اسکا گاڑھا گاڑھا ضماد نکسیر کو بند کرتا ہے غرضکہ اسکے لیے عجیب وغریب خواص ہین) **مین کہتا ہون** آملہ ایک سیاہ پھل ہے ہندوستان مین ہوتا ہے آور مشہور چیز ہے - شیخ نے لکھا ہے کہ یہ گرم ہے آور اکثر اطبا اسکو دوسرے درجہ مین سرد کہتے ہین آور شاید کہ یہ حق ہو کہ یہ خشک ہے اور اسمین تھوڑی سی برودت ہے اور مؤلف نے اسی کو اختیار کیا ہے - اسکی خشکی پر توسب کا اتفاق ہے لیکن اسکی حرارت اور برودت مین اختلاف ہے آور تھوڑی سی برودت سے مؤلف کی یہ مراد ہے

کہ پہلے درجہ کے آخر مین سرد ہے جیسا کہ شیخ نے ادویۂ قلبیہ مین لکھا ہے اور مؤلف نے جس مسلک کو اختیار کیا ہے یعنی تھوڑی برودت کے ساتھ اُسکا یابس ہونا یہ اُن افعال و خواص سے بھی نکلسکتا ہے جنکو مؤلف نے ذکر کیا ہے غور کرو اور سمجھو مؤلف کہتا ہے ۔ **اقاقیا** یعنے کیکر کا دودھ اسکا مغسول (یعنے دھویا ہوا) دوسرے درجہ مین سرد خشک ہے اور غیر مغسول پہلے درجہ مین سرد اور تیسرے درجہ مین خشک ہے (اسکا یہ سبب ہے کہ اس نچوڑے ہوے عرق کی ترکیب تین جز سے ہے ایک گرم اور تیز اور چھبنے والا دوسرا ٹھنڈا ارضی تیسرا مائی اور اس ترکیب مین نہایت ضعف ہے کہ اسکے بعضے اجزاے حار دھونے کے وقت اپنی لطافت کے سبب سے اس سے چھوٹ جاتے ہین اسی لیے اسکا غیر مغسول ٹھنڈک مین بہ نسبت مغسول کے بہت کم ہوتا ہے اور غیر مغسول مغسول سے بڑھکر لگتا ہے اور اسکے مغسول کرنے کی یہ ترکیب ہے کہ اسے پانی کے ساتھ رگڑین اور جو اُسکے اوپر آتا جائے اُسے ٹپکاتے جائین اور اسیطرح کیے جائین یہانتک کہ پاک صاف پانی رہجائے اسکے بعد اسکی ٹکیان بنالین) بالون کو کالا کرتا ہے (کیونکہ اُنسے رطوبت کو دور کرتا ہے) اور سردی سے جو ہاتھ پیر پھٹ جاتے ہین اُسکو فائدہ دیتا ہے (اسلیے کہ عضو کے متفرق اجزا کو جمع کرتا ہے اور اپنے قبض کی وجہ سے سمیٹتا ہے اور عضو کو مضبوط کرتا ہے اور اُسکو پھٹنے نہین دیتا) اور ناخن کی جڑ مین جو ورم ہو جاتا ہے اُسکو مفید پڑتا ہے (اپنی ٹھنڈک اور مادہ کے پھیر دینے سے) اور ورمون کو مفید پڑتا ہے اور منھ سے خون آنے کو روکتا ہے (کیونکہ جو رطوبتین زخم کو نہین بھرنے دیتین اُن کو خشک کر دیتا ہے) اور جوڑون کے ڈھیلا ہو جانے سے مانع آتا ہے اور سرمہ کے طور پر اسکا آنکھون مین پھیرنا بینائی کو قوی کرتا ہے اور اُسکو لطیف کرتا ہے (اور غلیظ رطوبتون کو خشک کر کے بینائی کو تیز کرتا ہے) اور آنکھون کے دُکھنے کو تسکین دیتا ہے (یعنی آنکھ کی طرف جن فضلون کی ریزش ہوتی ہے اُنکو روک دیتا ہے) اور ناخنہ کی دواؤن مین پڑتا ہے اور اسکا پینا اور عمل لینا اور لیپ لگانا پیٹ کو بستہ کرتا ہے اور پیچش اور خون کے دستون کو روکتا ہے اور خون بہنے کو فائدہ مند ہے اور پائخانہ کے مقام کے پھول آنے اور اُبھر آنے کو اپنے اصلی حالت پر پھیر لاتا ہے اور مقعد کے استرخاء کو (شرباً و ضماداً) مفید ہے (یہ سب اسی وجہ سے کہ اسمین خشکی اور قبض کی قوت ہوتی ہے) مین کہتا ہون تمام اطبا کا اسپر اتفاق ہے کہ اقاقیا کیکر سے حاصل کیا جاتا ہے (لیکن اختلاف اسمین ہے کہ آیا وہ کیکر کا گوند ہے یا اُسکا رب ہے یا اُسکا عصارہ ہے یا کیا ہے) پس جالینوس تو یہ کہتے ہین کہ وہ کیکر کا گوند ہے اور بولس حکیم یہ کہتا ہے کہ وہ اُسکا رُب ہے اور شیخ یہ کہتا ہے کہ وہ اُسکا عصارہ ہے کہ اُسکو آفتاب مین

سکھاکر ٹکیان بنا لیتے ہین آور گوند وہ چیز ہے جو درخت سے بہکر درخت مین جم رہتا ہے اور ایسا کبھی ہوتا ہے
جبکہ وہ پک جاتا ہے آور رُب کی تعریف اس سے پیشتر گذر چکی ہے آور عصارہ یہ ہے کہ کسی پھل یا کسی گھانس کو
کوٹ کر اُسکا پانی نچوڑ لیا جائے - اور اسمین اِس پھل یا گھانس کے پک جانے کی قید معتبر نہین ہے آور قرظ
(کیکر) ایک کانٹے دار درخت ہے کہ اہل عرب اُسکی پتی سے چمڑے کو رنگا کرتے ہین آور اقاقیا دو جوہرون
سے مرکب ہوتا ہے ایک تو جوہر ارضی اور قابض ہے اور دوسرا جوہر لطیف ناری ہے جو اُسکے سطح پر پھیلا
ہوتا ہے اور اسی سے وہ زبان کو کاٹتا ہے اور یہی دھونے سے جاتا رہتا ہے اور اپنی تیزی سے پیوست ہو کر
سردی پیدا کرتا ہے اور اسکا استعمال سردی کی بینوائی یعنے ہاتھ پیر پھٹ جانے مین آور داخس یعنی بسہری مین
اور دیگر اقسام کے ورم مین ہوتا ہے اور منھ کے چھالون مین انڈے کی سفیدی کے ساتھ ملا کر مستعمل ہوتا ہے
آور داخس وہ گرم ورم ہے جو ناخون کے کنارے پیدا ہوتا ہے یہ ورم سخت تکلیف دہ ہوتا ہے (ایسا معلوم ہوتا
ہے کہ ناخن نکلے پڑتے ہین اور بسا اوقات اسکے بعد اسکی تکلیف سے بخار آجاتا ہے) آور باقی جو کچھ مؤلف نے
بیان کیا ہے سب کھلا ہوا ہے **مؤلف کہتا ہے** - آس اودھر یا ادھیر (ڈاری) ہین اسکو مورد کہتے ہین
دو قسم پر ہے بستانی اور بری - بری کا درخت آنار کے درخت کے مشابہ ہوتا ہے آور اسکے پتے سبز اور
موٹے اور لمبائی مین کم اور اسکی پت جھڑ نہین ہوتی اور خوشبودار اور معطر - مزا اسکا تھوڑا کڑوا اور بہت کسیلا
پھول اسکا سفید رنگ اور خوشبودار آور اسکا پھل ابتدا مین سبز اور بعد پکنے کے سیاہ ہو جاتا ہے ساتھ تھوڑی
مٹھائی اور تلخی اور کسیلے پن اور تھوڑی غذائیت کے اور بیج اسکے سفید بعضے پھلون مین تین اور بعضون
مین زیادہ یعنی سات نو دس تک ہوتے ہین موافق بڑائی اور چھوٹائی پھل کے پہلے درجہ مین سرد اور
دوسرے درجہ مین خشک ہے اور اسکا قبض اسکے یبس سے زیادہ ہے دستون کو اور پسینے کو اور ہر بہنے والی
چیز کو روکتا ہے آور جب اس سے حمام مین مالش کی جائے تو بدن کو مضبوط کرتا ہے اور جو رطوبتین جلد
کے قریب ہوتی ہین اُنکو چوس لیتا ہے آور اسکا خشک پتہ بغل کی بدبو کو مانع آتا ہے خصوصاً جلے ہوئے پتے
کی راکھ آور بالون کی جڑون کو مضبوط کرتا ہے آور بالون کو سیاہ کرتا ہے آور خونی پیچش کو فائدہ بخشتا ہے
آور ورمون کو اور سرخ بادہ کو اور پتی اُچھل آنے کو اور آگ سے جلنے کو تسکین دیتا ہے آور جب اسکے پتے
کو شراب مین جوش دیکر لیپ لگائین تو سخت دردِ سر کو فائدہ دیتا ہے آور کھانسی کو اور خفقان کو نفع
دیتا ہے آور اسکا شربت دل کی تقویت کرتا ہے اور مسوڑون کو مضبوط کرتا ہے - آور اگر اسکا شربت شراب سے

آس

پہلے پیا جائے تو اُسکے خمار کو روکتا ہے اور اسکے پھل کا نچوڑا ہوا پانی پیشاب کو جاری کرتا ہے اور پیشاب کی سوزش کو دور کرتا ہے **مین کہتا ہون** آس ایک مشہور دوا ہے فارسی مین اُسکو مورد اور زبان رومی مین مرستین اور سریانی مین کولنفسا یعنی جکڑنے والی اپنے بدن کے ساتھ اور یونانی مین سرسا ایمارس اور بربری اور حبشی مین انزرا ہندی مین ادھیلر کہتے ہین) اسکا ایک چھوٹا سیاہ پھل ہوتا ہے جسکے مزے مین تھوڑی سی شیرینی ہوتی ہے شیخ نے ادویۂ قلبیہ مین لکھا ہے کہ آس کا مزاج اپنے مرکب ہونے مین ایسا مستحکم نہین ہوتا کہ اپنی طبیعت سے ایک ہی قوت کی طرف رجوع رکھے کہ وہی غالب رہا کرے بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسمین دو جوہر ہوتے ہین ایک تو وہ جسپر برودت غالب ہوتی ہے اور ایک وہ جسپر حرارت غالب ہوتی ہے لیکن ان دونون مین فعل اور انفعال اچھی طرح نہین ہوتا یہانتک کہ اسکا مزاج کسی غالب قوت پر قرار پکڑے اور یہ بھی ہے کہ اسکا لطیف جوہر جسمین حرارت غالب ہے وہ کم ہے اور وہ کثیف جوہر جسمین برودت غالب ہے وہ زیادہ ہے اور ان دونون کے امتزاج کی مضبوطی اس حد تک نہین پہونچی کہ وہ حرارت عزیزی جو ہمارے بدنون مین ہے ان دونون مین تفریق نہ کر سکے بلکہ ہماری حرارت ان دونون جوہرون مین تفریق کر دیتی ہے کہ پہلے پہل وہ جوہر نفوذ کرتا ہے جو گرم ہے اور بدن مین گرمی پیدا کرتا ہے اسکے بعد اُسکا سرد جز آکر بدن کو قوی اور مضبوط کرتا ہے اسی لیے بالون کے اُگانے مین اُسکی بڑی منفعت ہے کیونکہ گرم جوہر پہلے پہل مادہ کو جذب کرتا ہے اور مسامات کو کھولتا ہے اسکے بعد سرد جوہر عضو کو مضبوط کرتی ہے اور مسامات کو تنگ کرتی ہے اس حالت مین کہ بالون کا مادہ اُنکی طرف جذب ہو کر آگیا ہے اور اسی سے بال بنجاتے ہین اور اسمین جو عطریت اور خوشبو ہوتی ہے اُسکا مرکب تو وہ جوہر ہے جو گرم ہے اور اسمین موجود ہے اور بکٹھے پن کا مرکب سرد جوہر ہے پس جسوقت آس کو اُسکے مزاج غالب قوی کے اعتبار سے دیکھینگے تو پہلے درجہ مین سرد اور دوسرے درجہ مین خشک ہوگا اور یہ جو مؤلف نے کہا ہے کہ یہ دستون کو اور پسینے کو اور ہر سیلان کو روکتا ہے تو سیلان سے یہ مراد ہے کہ کسی مادہ کے عضو تک بہنے کو اسکا لطوخ اور ضماد اور پینا روکتا ہے اور پینے کی دواؤن مین کوئی دوا ایسی نہین ہے جسمین قوت قبض اور کھانسی سے نفع دینا جمع ہو بجز اسکے شربت کے اور بالون مین اسکا استعمال یا تو اس طریقہ سے ہو کہ اسکا تیل بالون مین لگایا جائے یا اسکا نچوڑا ہوا پانی یا اسکا جوشاندہ اور آگ سے جلے ہوے پر زیت کے ساتھ رکھا جائے باقی متن مین جو کچھ ہے وہ کچھ زیادہ شرح اور تفصیل کا محتاج نہین ہے واللہ اعلم **مؤلف کہتا ہے** - **اکلیل الملک** یعنی ناخونہ (اسکو اکلیل الملک سے

اسلیے نامزد کیا گیا ہے کہ اس سے تاج بنائے جاتے تھے اور بادشاہ انھین اپنے سرون پر پہنا کرتے تھے نفیسی مین ہے کہ مجھے یہ گمان ہے کہ اس سے نامزد ہونے کا یہ سبب ہے کہ اس گھانس مین سر کے دردون کو فائدہ ہوتا ہے اور اسکی بہت سی قسمین ہین سب سے اچھی قسم وہ ہوتی ہے جسکی پتی درہم کی شکل اور سبز ہوتی ہے اور نہایت باریک شاخین ہوتی ہین اور اسکے پھول زرد رنگ کے ہوتے ہین کہ اُسکے پیچھے غلاف دار پھل آتے ہین) پہلے درجہ مین گرم خشک ہے اور بعضے کہتے ہین کہ گرمی سردی مین معتدل ہے۔ قابض ہے اور مواد کو پکاتا ہے اور سردی کے ورمون کو تحلیل کرتا ہے اور درد کو تسکین دیتا ہے اور ملطف ہے اور اعضا کا مقوی ہے (اسلیے کہ یہ دو جزون سے مرکب ہے ایک ٹھنڈا ایک گرم اور یہ دونون جز ایک دوسرے کی تعدیل کرتے ہین اور یہ دونون جز خشک ہین پس ناخونہ اپنے گرم جز سے تحلیل کرتا ہے اور مواد کو پکاتا ہے اور تلطیف کرتا ہے اور ٹھنڈے جز سے قبض کرتا ہے اور اعضا کی تقویت کرتا ہے اور گرم جز قوی نہین ہے کیونکہ اگر قوی ہوتا تو ضرور مواد کی کشش کرتا حالانکہ ایسا نہین ہے لیکن ٹھنڈے جز کے اعتبار سے قوی ہے اسی لیے نضج کرتا ہے اور تحلیل کرتا ہے اور ٹھنڈا جز بھی قوی نہین ہے اسلیے کہ اگر یہ قوی ہوتا تو ضرور اسکا قبض قوی ہوتا حالانکہ ایسا نہین ہے اور اسکی خشکی پر یہ دلیل ہے کہ قبض کا رطوبت کے ساتھ ہونا تو ممکن نہین کیونکہ قبض فقط اجزا کے سمیٹنے سے ہوتا ہے اور رطوبت اُنکو لٹکاتی ہے اور سمیٹنے اور لٹکانے مین منافات ہے اور اسلیے کہ تحلیل کو رطوبت کا فنا کر دینا لازم ہے اور اسلیے کہ یہ تحلیل کرتا ہے اور مواد کو پتلا کرتا ہے اور اسلیے کہ یہ قابض ہے اعضا کی تقویت کرتا ہے اور دردون کو اُنکے مادے تحلیل کر کے تسکین دیتا ہے اور مادون کے دفع کرنے پر اعضا کو قوی کرتا ہے) اور آنکھون کے ورمون کو اور کانون کے ورمون کو اور ان دونون کے دردون کو میفختج کے ساتھ (بفتح میم وسکون یاے تحتانیہ وضم فاء وسکون خاے معجمہ وفتح تاے مثناۃ فوقیہ وجیم) تسکین دیتا ہے اور مقعد کے ورم اور دونون خصیون کے ورم کو مفید ہے اور تازہ زخمون اور سر کی پھنسیون کو بعض قابض چیزون کے ساتھ لیپ کرنے سے مفید ہوتا ہے جیسے مسور ہے اور گل ارمنی ہے اور درد سر کی تسکین کیلیے اسکا نطول بناتے ہین (یعنی وہ دوا بناتے ہین جسکا سر پر تڑیڑا دیا جائے اور یہ اکثر تر اور نیم گرم جوشاندہ ہوتا ہے اور نطول کے لغوی معنی صرف تڑیڑے کے ہین) مین کہتا ہون اکلیل الملک کو فارسی مین شاہ افسر یعنے تاج شاہی کہتے ہین اور یہ ایک گھانس ہے جسکی پتی چھوٹی اور گول اور چکنی سبزی مائل ہوتی ہے اور صورت مین صعتر کی پتی کی ہمشکل ہوتی ہے اور اسکی کلی زرد اور چھوٹی سی ہوتی ہے اور اسکی شاخ کے سرے پر

اکیہ ہلالی تاج ہوتا ہے اور اسی مین اُسکا بیج ہوتا ہے سوا بلاد عجم کے اور سب مقامات مین گھانس کا
استعمال ہوتا ہے اور آنکھ اور کان کے ورم مین اسکا لیپ میفختج کے ساتھ ہوتا ہے یا یہ کہ اُسکا پانی نچوڑ کر مقطر کر لیا
جائے اور میفختج انگور کا نچوڑا ہوا پانی ہے کہ اُسکو یہانتک جوش دیا جائے کہ اُسکا دو ثلث خشک ہو جائے (مخزن
وغیرہ مین ہے کہ اُسکو اسقدر جوش دین کہ چوتھائی رہجائے اور تین چوتھائیان جوش دینے سے خشک ہو جائین)
اسکے بعد اسمین شکر یا شہد ملا دین اور جیسکا جی چاہے اُسمین لونگ اور الائچی اور دار چینی وغیرہ بھی ملا دے اور ان
سب کارروائیون کے بعد ایک کل پخ کے شیشے مین رکھ چھوڑا جائے اور شہد یہ سے مؤلف کی مراد تازہ گنجہ ہے
جو سرّین پیدا ہو جاتی ہے سمرقندی نے یہی لکھا ہے اور نطول کے یہ معنی ہین کہ کچھ دواؤن کو جوش دیکر اُنکے
نیمگرم پانی کو عضو پر چھوڑا جائے یا یہ کہ اسمین کپڑا ڈبو کر عضو پر رکھا جائے ۔ **مؤلف کہتا ہے ۔ انیسون** یعنی

بادیان رومی

رومی سونف جسکو ہندی مین زندنی کہتے ہین (یہ ایک بیج ہے سونف سے چھوٹا مزے مین چرپرا اور کڑوا
عمدہ وہ ہے جسکے دانے بڑے بڑے ہون اور بھوسی کی طرح اُسپر سے پوست نہ اُترے اور بو تیز ہو)
اسکی خشکی تیسرے درجہ مین ہوتی ہے اور گرمی دوسرے درجہ مین ہے یا تیسرے مین جالینوس کے اس بابت
دو قول ہین یہ گردے اور مثانے اور کلیجے اور تلی اور رحم کے سدون کو کھولتی ہے (کیونکہ یہ چرپری ہے اور
اسکے افعال وخواص مین سے ایک فعل تفتیح بھی ہے) اور ریاح کی تحلیل کرتی ہے (اپنی تحلیل اور تلطیف
اور تسخین سے خصوصًا بھنی ہوئی (کیونکہ بھننے سے رطوبت گھٹ جاتی ہے اور تیزی بڑھ جاتی ہے) اور
منھ اور ہاتھ پیرون کے تہبج کو مفید ہے (اپنے ادرار کے سبب سے اور اسلیے کہ اپنی تفتیح اور قوت قبض سے
جگر کی تقویت کرتی ہے اور تہبج جگر ہی کے مؤوف ہونے سے ہوتا ہے) اور آنکھون کی رگون کے سُرخ ہو کر
پھول جانے کو مفید ہے (یعنی جسوقت اسکو آنکھ کے اندر لگائین کہ یہ اُسکے مادہ کی تحلیل کرتی ہے) اور اسکی
دھونی اور ناس لینا درد سر اور سر کے گھومنے کو نافع ہے (تحلیل کی قوت سے) اور روغن گل مین اسکو
حل کر کے کان مین ٹپکاتے ہین تو مار یا صدمہ یا گر پڑنے سے اگر کان پھٹ گیا ہو تو اُسکو اچھا کر دیتی ہے
اور کان کے درد کو بھی مفید ہے اور پیشاب اور حیض اور رحم کی رطوبتون (اور دودھ اور پسینہ) کو جاری کرتی
ہے اور بلغمی پیاس کو تسکین دیتی ہے (بلغم کو گھلا کے اور تحلیل کر کے) اور دودھ کو اور منی کو بڑھاتی ہے اور
زہر کی مضرتون کو دور کرتی ہے (رگون کو پیشاب اور حیض جاری کر کے زہر سے پاک صاف کر دیتی ہے)
اور اکثر اوقات پیٹ کو بستہ کر دیتی ہے (اپنی خشکی اور ادرار اور اعضا مین غذا کے نفوذ کرا دینے سے) **مین کہتا ہون**

انیسون ایک مشہور بیج ہے اور جالینوس کے دو قول اُسکی گرمی کے متعلق ہین (آیا دوسرے درجہ مین گرم ہے یا تیسرے
مین) لیکن اسکی خشکی کے تیسرے درجہ مین ہونے کی بابت صرف اُسکا ایک ہی قول ہے اور تحلیل ریاح مین بھنی ہوئی
انیسون اسلیے مفید ہے کہ رطوبت کے دور ہوجانے سے تیز ہوجاتی ہے اور مقلو اور مقلی (بھنے ہوئے کے
معنی مین) دونون لغت صحیح ہین اور یہ جو مؤلف نے کہا ہے کہ روغن گل مین حل شدہ انیسون اُسکو فائدہ دیتی ہے
جو مار یا کسی اور صدمہ سے کان کو عارض ہو تو اس عارض سے اُسکی مراد کان کا پھٹ جانا ہے قانون شیخ مین اسکی
تصریح موجود ہے اور پیٹ کو یہ اپنی خشکی پھیلانے کی وجہ سے بستہ کردیتی ہے اور اسکا مُدر ہونا اسپر اور مدد دیتا ہے
کیونکہ جتنی مُدر دوائین ہین اُنمین کچھ نہ کچھ قبض ضرور ہوتا ہے جس طرح کہ مسہل دواؤن مین پیشاب کے جاری
ہونے سے کچھ نہ کچھ نفع ضرور حاصل ہوتا ہے **مؤلف کہتا ہے** - **اشنہ** (دشیبۃ العجوز) چھڑیلہ پہلے درجہ
مین گرم خشک ہے اور اُس درخت کی طبیعت کو اختیار کرتا ہے جسپر لپٹا ہوتا ہے (اسی لیے اسکی طبیعت مین اختلاف
واقع ہوا ہے بعضے کہتے ہین کہ ٹھنڈا ہے اور خشکی بہت رکھتا ہے اور بعضے کہتے ہین کہ پہلے درجہ مین ٹھنڈا ہے
اور خشکی مین معتدل ہے اور بعضے وہی کہتے ہین جو مؤلف نے کہا ہے کہ پہلے درجہ مین گرم خشک ہے) اور (اپنے
قبض اور خوشبو اور رطوبت کے چوس لینے اور نفخ کے دور کردینے سے) معدہ کی تقویت کرتا ہے اور جگر کے
دردون کو فائدہ کرتا ہے (کیونکہ اسمین تلیین اور تحلیل قبض کے ساتھ ہے منجملہ اسکے افعال کے یہ بھی ہے کہ قابض
ہے اور ورمون اور ریاح کو تحلیل کرتا ہے اور جوہر روح کے موافق ہے اور اسکو قوت دیتا ہے اور اسکا جوشاندہ
سینہ کو فرحت دیتا ہے اور خفقان اور مرگی اور قے اور متلی اور درد جگر اور امراض جگر و رحم کو مفید ہے اور باہ
کو زیادہ کرتا ہے اور حیض کو جاری کرتا ہے آنتون اور اعضائے شکمی کو مضر ہے اور انیسون اسکا مصلح ہے
اور ١٠ ماشہ تک اسکی مقدار شربت ہے) مین کہتا ہون چھڑیلہ باریک ریشیان ہوتی ہین جو بلوط
اور صنوبر اور جاأفل کے درختون پر لپٹی ہوتی ہین تاج الدین بلغاری نے لکھا ہے کہ فارسی مین اسکو دوالک
(اور دوالہ اور دوالی) اور بلاد خراسان مین کرباسک کہتے ہین اور دیار مغرب مین اسکو پیسکر آٹے مین ملاتے
ہین اور اسکی روٹی پکاتے ہین جیسے بعض شہرون مین میتھی کو آٹے مین ملاتے ہین اور ہندوستان کے لیے
یہ بہت مناسب ہے **مؤلف کہتا ہے** - **انزروت** (دوکحل باشی) یعنی لائی گرم خشک ہے (اور یبوست
کے ساتھ اسمین بہت مضبوطی اور استحکام سے رطوبت ملی ہوئی ہے لیکن خشکی غالب ہے اسی لیے) بلا خراش
(وحدت) خشک کرتا ہے اور اسی وجہ سے زخمون کو بھر دیتا ہے اور (اپنی چیک اور لس سے) زخمونکو ملا دیتا ہے

اور آنکھون کے دُکھنے کو فائدہ بخشتا ہے اور جوڑون سے غلیظ خلطون کو دستون کی راہ نکال دیتا ہے (کیونکہ اسمین ایک جزو تلخ ہے جو گرمی بخشتا ہے اور تفتیح کرتا ہے اور تحلیل کرتا ہے اور بعضے کہتے ہین کہ یہ فعل اسکا بالخاصیت ہے) اور (طبیعت کو نرم کرتا ہے اور ورمون کو تحلیل کرتا ہے اور ریاح کو بھی تحلیل کرتا ہے اور سدے کھولتا ہے اور مادۂ بلغمی کو دستون کی راہ نکالتا ہے اور بچہ کو قبل گذرنے میعاد کے گرادیتا ہے اور فربہی لاتا ہے اور معدے کے کیڑے مار نکالتا ہے اور جلد کے نشانون کو دور کرتا ہے اور گٹھیا اور زخمون سے خون بہنے کو مفید ہے مگر آنتون کو مضر ہے اور اسکا مصلح صمغ عربی اور روغن بادام ہے اور اسکا بدل نشاستہ اور ایلوا ہے اور ہم. ماشہ تک اسکی مقدار شربت ہے) مین کہتا ہون لائی ایک خاردار درخت کا گوند ہے جو مکران اور کرمان کے پہاڑون مین اگتا ہے فارسی مین اُسکو کنجدہ کہتے ہین۔ اسکا درخت قتاد کے مشابہ ہوتا ہے اور دونون مین فرق صرف اسقدر ہے کہ اسکے درخت مین بجد میلاپن ہوتا ہے اور قتاد ہرے رنگ کا ہوتا ہے (مخزن مین ہے قتاد بفتح قاف اور تا اور الف اور دال مہملہ کے لغت عربی ہے اور عربی مین اسکو شجرۃ القدس اور سواک المسیح بھی کہتے ہین اور فارسی مین کم بضم کاف اور شیرازی مین بلش عاشقان کہتے ہین یہ ایک درخت ہے پُر خار کانٹے اسکے تیز اور ٹیڑھے طرف بائین کے اگر چاہین کہ اسکے پتے ہاتھ سے کھینچکر شاخ سے جدا کرین جیسے اور درختون سے جدا کرتے ہین تو ہاتھ زخمی ہوجاتا ہے ساق اسکی بے خار اور مانند نرکل کے اونٹ اُسکو نہین کھاتا مگر اُس سال مین کہ پانی کم برسے اور نباتات کم جمین اور جو مواشی اُسے چرتے ہین اور کھاتے ہین وہ موٹے ہوجاتے ہین پھول اسکا زرد رنگ اُسمین ٹکڑے سرخ رنگ کے اور میوہ اسکا پھول سے باہر آتا ہے رنگ اُسکا بشکل گٹھلی خرما کے ہے کتیرا اسکا گوند ہے تیسرے درجہ مین گرم خشک ہے اور صاحب اختیارات بدیعی نے گرم تر کہا ہے اسکا پینا واسطے کھانسی اور ضیق النفس اور قرحہ ریہ کے مفید ہے اور طلا اسکا ساتھ سرکہ اور شہد کے واسطے بہق اور رفع ہونے آثار جلد کے نافع ہے اُسکی جڑ مین دہنیت ہوتی ہے تازہ مانند مشعل کے جلتی ہے بدون روغن کے) اور لائی مین لس بہت زیادہ ہوتا ہے اسی وجہ سے زخمون کو بھر دیتا ہے اور مرہمون مین پڑتا ہے اور اسمین ایک اور قوت ہوتی ہے تلخ جس سے یہ مواد کو پکاتا ہے اور تحلیل کرتا ہے اور جوڑون سے غلیظ خلطون کو بذریعۂ دستون کے نکالدیتا ہے خصوصًا سرین کے اخلاط غلیظہ کو۔ **مؤلف کہتا ہے۔** اثمد یعنی سرمۂ اصفہانی (انجن) پہلے درجہ مین سرد اور دوسرے درجہ مین خشک ہے قابض ہے اور بے لذع کے خشکی لاتا ہے اور زخمون کو بھر لاتا ہی اور زخمون کے زائد گوشت کو دور کر دیتا ہے اور بینائی کو قوت بخشتا ہے اور نکسیر کو بند کر دیتا ہے اور اسکا حمول یعنی

انجبار

کپڑا لت کیا ہوا رکھنا بہتے ہوئے خون (حیض وغیرہ) کو اور درد کا نچ نکلنے کو روک دیتا ہے (اور رحم کی سختی کو نرم کرتا ہے) اور سرمہ کا استعمال آنکھون کی سردی اور گرمی اور چیپڑ کو دور کرتا ہے اعضائے سینہ کو مضر ہے کتیرا اور شکر اسکا مصلح ہے اور انار اسکا بدل ہے اور کھایا نہین جاتا مگر غیر سمی ہے مین کہتا ہون اثمد اصفہانی سرمہ کو کہتے ہین اور یہ مرے ہوئے سیسے کا جوہر ہے اور اسکی قوت قلعی کی قوت کے مشابہ ہوتی ہے باقی کلام ظاہر ہے مؤلف

ایل

کہتا ہے ایل یعنی بارہ سنگھا اسکا جلایا ہوا اور غسل دیا ہوا سینگ خون تھوکنے اور آنتون کے زخمون اور رحم کی طرف رطوبتون کے بہکر آنے کو فائدہ مند ہوتا ہے (اسے اسلیے جلاتے ہین کہ اسکا کثیف جوہر لطیف ہو جائے اور دھوتے اسلیے ہین کہ جلانے سے جو اسمین حدت اور ناریت پیدا ہو گئی ہے وہ دور ہو جائے اور اسکے جلانے کی ترکیب یہ ہے کہ اسکے باریک ورق کتر کے اور کپڑا لپیٹ کر گل حکمت کر لین اور تیز آنچ پر پھونک دین یا یہ کہ کسی مٹی کی ہنڈیا مین لیکر اسکا منھ مٹی سے بند کر دین اور بھاڑ مین رکھکر یہانتک جلائین کہ سفید راکھ ہو جائے یہ بھی یاد رہے کہ خارجی علاج مین کشتہ کرنے کی ضرورت نہین ہے بلکہ صرف گھسکر استعمال کرین اور اسکے دھونے کی یہ ترکیب ہے کہ پانی کے ساتھ یہانتک حل کیا جائے کہ پانی کے اوپر اسکا میل پھین کی طرح تہ آئے پھر اسے ہاتھ سے سمیٹ کر اٹھا لیا جائے) اور اسکی دھونی لینا بواسیر کو خشک کر دیتا ہے اور بواسیر کو گرا دیتا ہے اور اسکا دھوان سانپ بچھو وغیرہ کیڑے مکوڑون کو بھگا دیتا ہے مین کہتا ہون ایل بکسر ہمزہ و فتح یائے مشددہ اسکو فارسی مین گوزن (اور ہندی مین بارہ سنگھا) کہتے ہین یہ بیل کے برابر ایک جانور ہے جسکے دو بڑے بڑے سینگ ہوتے ہین جنمین بہت سی شاخین ایک ہی جڑ سے پھوٹتی ہین اور انھین شاخون مین اسکی موت ہے جہان کسی جھاڑی مین گھسا یہ شاخین الجھین (تڑپ تڑپ کے وہین جان دیدیتا ہے یا صیاد پکڑ لیجاتے ہین) ترکستان مین ہوتا ہے اور سانپ اسکی خوراک ہے اور اسکے دم کے کنارے مین زہر ہوتا ہے

انفحہ

مؤلف کہتا ہے۔ انفحہ یعنی پنیر مایہ وچستہ وچاک۔ جتنے چستے ہین سب گرم اور خشک اور حاد اور ملطف اور محلل اور مجفف ہوتے ہین۔ یہ معدہ کے جمے ہوئے دودھ اور خون کو حل کر دیتا ہے (یعنی گھلا دیتا ہے کیونکہ اسمین ایسی گرمی ہوتی ہے کہ ارضی اجزا کو بہا دیتی ہے جنسے انکا انعقاد اور جماؤ ہوتا ہے) اور ہر پگھلے ہوئے کو جما دیتا ہے اور حیض سے پاک ہونے کے بعد اسکا حمول لینا پیٹ رہنے پر مدد دیتا ہے (کیونکہ رحم کی منی کو نہین بہنے دیتا) اور (حیض سے پاک ہوکر) اسکا پینا پیٹ رہنے کو مانع ہوتا ہے (کیونکہ رحم کی طرف رطوبتون کو نہین بہنے دیتا) اور پیٹ کو بستہ کر دیتا ہے (اور معدہ اور گردہ کو قوت بخشتا ہے) اور نکسیر اور رطوبت رحم کے

بہنے کو بھی روکتا ہے اور پیٹ اور رحم کے درد کو فائدہ دیتا ہے اور زہر سے گھلائی ہوئی کو جما دیتا ہے اور جمی ہوئی
کو گھلا دیتا ہے اور جسنے مردارسنگ کھایا ہو اور اُسکو پیے تو مضرت دور ہو جاتی ہے اور ہر جانور کا پنیر مایہ اپنی
خاصیت مین موافق مزاج اُس جانور کے ہوتا ہے معدہ اور آنتون کو مضر ہے اور زرشک اور شہد اسکا مصلح ہے
اور ایک ماشہ مقدار شربت ہے) **مین کہتا ہون** انفحہ یعنی پنیر مایہ وہ دودھ ہے جو قبل چارہ کھانے کے
اونٹ یا بھیڑ یا بکری کے بچہ کی اوجھڑی مین جم جاتا ہے۔ اگر معدہ مین دودھ جم گیا ہو تو اُسکے گھلانے کیلیے
اسکو سرکہ کے ساتھ پینا چاہیے (باقی ظاہر ہے) **مؤلف کہتا ہے** **اُرُزّ** یعنی چانول پہلے درجہ مین

ارز

سرد اور دوسرے درجہ مین خشک ہے میل کو صاف کرتا ہے (اگر اس سے نہائین) اور معدہ کو قوی کرتا ہے
اور پیٹ کو باندھ دیتا ہے (اور خلط صالح پیدا کرتا ہے اور پیاس کو کھوتا ہے اور بدن کو فربہ کرتا ہے اور منی
پیدا کرتا ہے اور پیچش اور آنتون کے زخم و خراش کو اور خونی دستون کو اور امراض گردہ و مثانہ کو مفید ہے اور
اگر پیسکر منھ پر ملین تو نشان دانون کے زائل کرتا ہے اور اسکے دھان مع پوست قابل ہین اور قولنج پیدا
کرتا ہے اور سدہ لاتا ہے شکر اور دودھ اور گھی اسکا مصلح ہے اور آرد جو اسکا بدل ہے) **مین کہتا ہون**
سمرقندی نے کہا ہے کہ باتفاق تمام اطبا چانول خشک ہے لیکن اسکی حرارت اور برودت مین اطباء کو
اختلاف ہے بعض اطبا تو اسکو پہلے درجہ مین سرد کہتے ہین اور بعضے یہ کہتے ہین کہ حرارت اور برودت مین
معتدل ہے اور بعضے یہ کہتے ہین کہ گرم مزاج والون کے بدنون مین گرمی پیدا کرتا ہے۔ چانول کے
افعال مین تجربہ ہونے اور قیاس سے بھی یہی آخر بات سمجھ مین آتی ہے اسلیے کہ اسمین لزوجت اور خشکی
ہوتی ہے تو یہ اپنی لزوجت کی وجہ سے گرم مزاج والون کے بدن مین بہت جلد گرم ہو جاتا ہے اور
اس حرارت سے اُنکے بدن کو گرم کرتا ہے اور اسلیے کہ ماساریقی رگون مین سدون کو پیدا کرتا ہے اور
وہ سدہ پانی اور جگر کے درمیان حائل ہوتا ہے تو اس عارضی جہت سے اور ذاتی حیثیت سے گرم
مزاج والون کو گرم کر دیتا ہے اور جو لوگ مرطوب مزاج ہوتے ہین اُنمین اسکی خشکی کم ہو جاتی ہے کیونکہ رطوبتون
مین ڈوب جاتا ہے تو اعتدال سے برودت کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور اپنی اصلی حالت سے زیادہ بارد ہو جاتا ہے
بنا بر ایک رائے کے ١٢
اور چانول معدہ سے دیر مین اُترتا ہے اور حبس پیدا کرتا ہے خصوصاً بن دُھلا اور اسکے انحدار پر روغن یا کُسُم کا پانی
معین ہوتا ہے اگر اسکو پانی اور تازہ دودھ مین پکایا جائے تو غذا صالح اور رطوبت و یبوست مین معتدل
ہو جاتا ہے کیونکہ دودھ کی رطوبت چانول کی خشکی سے ملکر اسکو معتدل بنا دیتی ہے اور اسوقت مین منی کو بڑھاتا ہے

اور بدن کو فربہ کرتا ہے خصوصاً جبکہ شکر ڈال کر کھایا جائے اور رنگت کی شگفتگی کو بڑھاتا ہے اور جس شخص کو مرض
قولنج اور سدے ہون اُسکو چانول نہایت مضر ہے اور صفراوی پیچش کو اور آنتون کے زخمون اور خراش کو نافع
ہے اور ایسے وقت چاہیے کہ اسکو بھون کر پکایا جائے اور بمنزلہ آش جو کے اُسکو کوٹ لیا جائے اور دلیا بنایا جائے
چانول کی روٹی دیر ہضم ہوتی ہے اور دیر مین دفع ہوتی ہے اور گیہون کی روٹی کے اعتبار سے اسمین غذائیت
بھی کم ہے **مؤلف کہتا ہے** ۔ **اَلْیَۃ** یعنے دنبہ کی چکتی پہلے درجہ مین گرم اور دوسرے درجہ مین تر
ہے معدہ کو مضر ہے (مرخی ہونے کے سبب سے) اور سختیون کو نرم کرتی ہے اور سخت پٹھون کو ملائم کرتی ہے
(یعنی جبوقت اسکا لیپ کیا جائے اور ملائم کرنے کی یہ وجہ ہے کہ مرخی ہے اور چکتی گو خون کی تری سے پیدا ہوتی
ہے اور سردی سے جم جاتی ہے لیکن جب بدن پر وارد ہوتی ہے تو اُسے گرم کر دیتی ہے کیونکہ اسمین چکنائی ہوتی
ہے اور چکنائی بدن کی گرمی کو سب سے زیادہ قبول کر لیتی ہے اسی لیے گرم ہو کر بدن کو گرم کر دیتی ہے اور یہ بھی
سمجھ لینا چاہیے کہ کبھی تو یہ کہا جاتا ہے کہ چکتی بارد ہے تو یہ حکم اسکے ذاتی مزاج کے اعتبار سے ہے اور کبھی یون
کہا جاتا ہے کہ چکتی گرم ہے تو یہ حکم بدن مین اُسکی تاثیر کے اعتبار سے ہے اور یہی حال چربی کا ہے کہ یہ بالطبع
پٹھون کی طرح ٹھنڈی ہے اور جب آگ پر ڈالی جاتی ہے اور آگ اُس سے جلائی جاتی ہے تو آگ کی حرارت
بڑھجاتی ہے کذا فی النفیسی) **مین کہتا ہون** دنبہ کی چکتی جو سختیون اور سخت پٹھون کو ملائم کرتی ہے تو لیپ سے
اور مری اسکی اصلاح کرتی ہے اور یہ جو مؤلف نے کہا ہے یُلَیِّنُ العَصَبَ الجاسِی یعنی چکتی سخت پٹھے کو
نرم کرتی ہے تو لفظ جاسی جُسْأَۃ سے مشتق ہے جو بروزن جرعۃ ہے کہا جاتا ہے جَسَأَتْ یَدُہٗ مِنَ العَمَلِ
جُسْأً یعنے فلان شخص کا ہاتھ سخت ہوگیا اور اس سختی سے اُسکو کام مین دشواری ہوتی ہے اور کہا جاتا ہے
فی الدابۃ جسأۃ یعنی فلان جانور مین سخت لاغری ہے ۔ یہ وہ دوائین اور غذائین تھین جنکو مؤلف نے
حرف ہمزہ کے ذیل مین بیان کیا ہے اور اسی حرف ہمزہ کے متعلق جو دوائین مؤلف نے چھوڑ دی ہین وہ
ہم لکھے دیتے ہین ۔ **آبنوس** اور تیندو یہ ایک مشہور (اور بہت بلند) درخت ہے گرم خشک (دوسرے درجہ
مین) اگر اسکو پانی مین گھسکر سلائی سے آنکھ مین لگائین تو جالہ کو نفع بخشتا ہے (اسکے اور بھی افعال و خواص
ہین جنکو شارح نے چھوڑ دیا ہے یہ لطافت بخشتا ہے اور جلا کرتا ہے اور پیشاب کو خوب جاری کرتا ہے اور
گردہ اور مثانہ کی پتھری کو توڑ ڈالتا ہے اور تلی کے سدہ کو کھولتا ہے اور خون کے جوش کو بجھاتا ہے اور اسکو
صاف کرتا ہے اور جرب اور خارش کو نافع ہے اور اسکا برادہ خون کے سیلان اور منی کے سیلان کو روکتا ہے

اور زخمون کو مندمل کرتا ہے اور سوفٹ مین اسکا سرمہ بنا ہوا رتوندھ اور جالہ کو بہت مفید ہے اور معدہ کو مضر پڑتا ہے اور
صمغ عربی اور شہد اسکا مصلح ہے اور کنار کی لکڑی اسکا بدل ہے ۱۰ ماشہ تک اسکی مقدار شربت ہے ذائقہ مین
کچھ پھیکا تلخی لیے ہوے رنگ سیاہ) اذریون سورج مکھی یہ گرم خشک ہے (تیسرے درجہ مین) ورم کو تحلیل کرتا ہے
داد جلا کرتا ہے اور دماغ وجگر کے سدے کھولتا ہے اور دماغ کو پاک کرتا ہے اور معدہ اور جگر اور باہ کو قوت
بخشتا ہے اور استادگی لاتا ہے اور بواسیر اور کانور اور جلندر اور قولنج کو مفید ہے اور پتھری توڑتا ہے اور اسکا لیپ
درد نقرس کو مفید ہے ۔ گرم مزاج والے اور طحال کو مضر پڑتا ہے اور سکنجبین اور شہد اسکا مصلح ہے اور رتج اور
زعفران اسکا بدل ہے اور تین ماشہ اسکی مقدار ہے ذائقہ مین قدرے تلخی ہے پتے سبز اور پھول خوب زرد ہوتا ہے
اور اسکا پھول بڑا اور چوڑا اور سنہری ہوتا ہے اور آفتاب کی طرف اسکا منہ رہتا ہے اسی لیے اسکو سورج مکھی کہتے
ہین) اسقولوقندریون یعنی زنگی دارو یہ (ایک گھانس ہے بے شاخ اور بے پھل کی پتے جڑ سے لگے
ہوے اور) اسقیل یعنی کانڈہ کی ایک قسم ہے (اسقیل بکسر ہمزہ وسکون سین مہملہ وکسرۂ قاف وسکون یاے تحتانیہ
یونانی لغت ہے اسکو اسقال اور اسقیلا بھی کہتے ہین اور عربی مین بصل الفار اور بصل البر اور بصل العنصل اور عنصل اور
عنصلان کہتے ہین فارسی مین پیاز دشتی اور پیاز موش کہتے ہین اسلیے کہ چوہے کی قاتل ہے یہ پیاز کی
ہمشکل اور پیاز سے بڑی ایک جنگلی جڑ ہے مشہور ہے دوسرے درجہ مین گرم خشک ہے کرب لاتی ہے اور درد سر پیدا
کرتی ہے قند اور سکنجبین اسکی مصلح ہے اور لہسن اسکا بدل ہے ۵ ماشہ تک مقدار خوراک ہے مرگی اور مالیخولیا اور
سدہ اور فالج اور لقوہ اور خشک دھانس اور پرانی کھانسی کو نافع ہے اور طحال کی سختی اور جلندر اور کانور کو مفید ہے
اور ظاہر جلد مین خون کو ٹھہر ٹھہرا لاتی ہے اور قے لاتی ہے اور پھلبھلا کر بخوف اسکا استعمال ہو سکتا ہے ۔
ہے تو غیر سمی مگر ایک تولہ سے زیادہ قاتل ہے مزے مین تیز تلخی ہوتی ہے اور رنگت مین سفید) یہ یعنی زنگی دارو
گرم خشک ہے (گرم پہلے درجہ مین اور خشک دوسرے مین) اگر اسکو سکنجبین مین پکا کر چالیس روز تک
پیا جائے تو تلی کو عجیب نفع بخشتی ہے (اور طبیعت کو نرم کرتی ہے اور جلا کرتی ہے اور سدہ کھولتی ہے اور
پیشاب اور حیض کو جاری کرتی ہے) دیسقوریدوس نے کہا ہے کہ اگر اسکو دودھ کے ساتھ پکائین اور چالیس
دن تناول کرین اور اوپر طحال کے لیپ کرین طحال کو تحلیل کرتا ہے اور جو پیسکر شراب ریحانی کے ساتھ پین
تو واسطے ہچکی اور گردے اور مثانہ کی پتھری توڑنے اور تقطیر بول کے نافع ہے اور کہا ہے کہ چالیس دن
تک اسکا شہد کے ساتھ کھانا ورم تلی کو دافع اور مجرب ہے اور اسکا لٹکانا حمل کا مانع ہے اور اسکا اسدن لٹکانا

سورج مکھی

زنگی دارو

سفیدۂ کاشغری

مناسب ہے کہ اُسکی شب گذشتہ مین چاند نہ نکلا ہو) **اسفیداج** یعنے سفیدۂ کاشغری یہ رانگ یا سیسے کا کشتہ ہے اور اگر اسکو زیادہ جلایا جائے تو سیندور ہو جاتا ہے (مخزن مین ہے کہ اسفیداج بکسر ہمزہ وسکون سین مہملہ وکسرۂ فا وسکون یاے تحتانیہ اسفیداب فارسی کا معرب ہے اور یونانی مین یاروق اور سموثیون اور سلیقون اور یرقون اور سریانی مین اقطیقا اور ہندی مین سفیدہ اور ترکی مین کریان کہتے ہین اسکو قلعی اور سیسے اور جست سے بناتے ہین یعنی بطریق احراق کے سب سے بہتر اور آنکھ وغیرہ مین وہ مستعمل ہے جو قلعی یعنی رانگ سے بنایا گیا ہو اور سنگین اور نرم اور بہت سفید ہو اور اُسکو اسفیداب رومی اور کاشغری بھی کہتے ہین اسکا مغسول مستعمل ہے خصوصًا آنکھ کے امراض مین تاکہ گرمی اور تیزی اور گزیدگی اُسکی دور ہو وے) سرد خشک ہے (تیسرے درجہ مین سرد اور دوسرے درجہ مین خشک ہے) اسکا ہلکا لیپ پرانے زخمون کو خشک کر دیتا ہے اور گرم ورمون کو تسکین دیتا ہے (اور لطیف ہے اور تر اور خشک کھجلی کو نافع ہے اور انڈے کی سفیدی کے ساتھ مقعد کے پھٹ جانے کو مفید ہے اور بد گوشت کو کاٹ ڈالتا ہے اور زخم کو بھر لاتا ہے اور آنکھ کے درد کو اسکا سرمہ مفید ہے اور آشوب چشم کو بھی نافع ہے اور جہان کے بال اکھاڑنا چاہین وہان اُسکو ملین بالون کی جڑ سُست اور نرم ہو جاتی ہے اور آسانی سے بغیر درد کے اُکھڑ آتے ہین) خناق پیدا کرتا ہے اور قاتل ہے اور قی کرنا اور خوب چرب شوربا پینا اسکا مصلح ہے مُردار سنگ اور سیندور اسکا بدل ہے ۲ ماشہ تک اسکی مقدار ہے مزے مین کسیلا اور شور ہوتا ہے اور رنگ سفید غیر سمی ہی

پیاز دشتی

اسقیل یعنی پیاز دشتی اسکو عربی مین بصل الفصل بھی کہتے ہین اور حرف بار مین اسکا ذکر خود متن ہی مین آتا ہے (لہذا آپ کا یہ فرمانا کہ مؤلف نے جن ادویہ کو چھوڑ دیا ہے ہم اُنکو بیان کیے دیتے ہین محض دعوی ہی دعوی ہے اگر ذرا بھی آپ کی نیت بخیر ہوتی تو خواہی نخواہی اسقیل کی گنتی نہ گناتے خیر اللہ معاف کرے) **اشقاقل**

گاجر جنگلی

یعنی جنگلی گاجر (مخزن مین ہے جنگلی گاجر کو شقاقل کہنا غلطی ہے بلکہ شقاقل ستاور کو کہتے ہین) گرم خشک ہے (نہین بلکہ گرم تر ہے جیسا کہ مخزن وغیرہ مین مصرح موجود ہے چنانچہ مخزن مین ہے دوسرے درجہ مین گرم تر اور بعضون نے پہلے درجہ مین بھی کہا ہے ساتھ رطوبت فضلیہ کے) باہ کو زیادہ کرتی ہے (اور سدہ کھولتی ہی اور پیٹھ کو قوت بخشتی ہے اور معدہ کو گرمی دیتی ہے اور جگر اور گردہ کو بھی گرم کرتی ہے اور ارواح اور قوی کو قوت بخشتی ہے اور منی کو زیادہ کرتی ہے اور گاڑھا کرتی ہے اور پھیپھڑے اور بھوک کو مضر ہے اور شہد اور آملہ اسکا مصلح ہے اور حب الصنوبر اور بوزیدان اور تخم گاجر اسکا بدل ہے) تین درہم تک شہد کے ساتھ اسکی مقدار خوراک ہے)

اشنان چوک

اشنان گرم خشک ہے (گرم تیسرے درجہ مین اور خشک دوسرے درجہ مین) جلا کرتا ہے اور مادہ کو پاک کرتا ہے

(اور پیشاب کو جاری کرتا ہے اور غلیظ فضولات کی تحلیل کرتا ہے اور استسقاء یعنی جلندر کو نافع ہے اور ۱۱ ماشہ بچہ کو
ساقط کرتا ہے اور زخمون کے زائد گوشت کو کاٹتا ہے اور صاف کر دیتا ہے اور ۳۰ ماشہ بستہ حیض کے جاری
کرنے کے لیے قوی اثر رکھتا ہے اور اسکا منجن دانتون کو جلا بخشتا ہے اور اہل عرب بجاے صابون کے اس سے
کپڑے دھوتے ہین اور رنگین ریشمی کپڑے اس سے صاف ہو سکتے ہین مثانہ کو مضر ہے اور شہد اسکا مصلح ہے
اور صابون اسکا بدل ہے ۱۰ ماشہ تک اسکی مقدار ہے مزے مین تلخ اور رنگت مین سبز اور فارسی مین اسکو غاسول
کہتے ہین) **اشترغار** یا انگدان کی جڑ ہے اور انگدان وہی ہے جسکو کاشم کہتے ہین (یہ ایک بوٹی ہے ولایتی
جسکا گوند ہینگ ہے اور یہ دو قسم کی ہوتی ہے) گرم خشک ہے (دوسرے درجہ مین) اور ہاضم ہے (اور ورمون کو
تحلیل کرتا ہے اور لطافت بخشتا ہے اور ردی مادہ کو پاک کرتا ہے اور پیشاب اور حیض کو جاری کرتا ہے اور سدہ
کو کھولتا ہے اور معدہ مین گرمی پیدا کرتا ہے اور بھوک لاتا ہے اور کانور کو دفع کرتا ہے اور گٹھیا کو کھوتا ہے
اور سرد اثر والی زہر مار ہے اور اسکی جڑ باہ لاتی ہے اور اسکا عرق گردہ اور طحال کی بیماریون کو نافع ہے
دماغ اور گردہ کو مضر ہے سرکہ اور شربت غورہ اسکا مصلح ہے انگدان اسکا بدل ہے اور تین ماشہ تک مقدار
خوراک ہے رنگت مین زرد اور سفید خاردار ہوتا ہے مشابہ بادآورد کے مخزن مین ہے اشترغار ایک گھانس ہے
مشابہ بادآورد کے پھول اُسکے زرد اور سفید اور کانٹے لنبے دانے اُسکے بادآورد کے دانون سے چھوٹے
جڑ اُسکی مشابہ جڑ انجدان کے اور وہ اُسکے غیر ہے اور اُس سے باریک اور بے گوند اور بدبو دار اور بدمزہ
تند اور کڑوا فعل اُسکا قریب فعل انجدان کے مترجم کتاب ابوریحان نے لکھا ہے کہ یہ ایک گھانس ہے شیر دار
تجربہ کے لیے اُسکی تھوڑی سی مقدار مین نے اپنے ہاتھ مین لی اُسمین سے دودھ نکلکر میرے ہاتھ کو لگا اور جسجگہ
لگا تھا وہان ایک مدت دراز تک زخم رہا) بہتر یہ ہے کہ (خود اسکا استعمال نہ کیا جائے بلکہ) اُسکو سرکے مین ڈالکر
اس سرکے کا استعمال کیا جائے (مخزن مین ہے کہ سرکہ اُسکے اچار کا اُسکے جرم سے بہتر ہے) **اکشوث** (بضم ہمزہ
وسکون کاف وشین معجمہ وسکون واو وثاے مثلثہ کے اور کشوث بلاہمزہ بھی آیا ہے ہندی مین امل بیل اور اکاس بیل
اور امرلتہ بھی کہتے ہین اور بعض لوگون نے کہا ہے کہ فارسی مین اُسکو زجمول کہتے ہین اور صحیح یہ ہے کہ زجمول
تخم کشوث کو کہتے ہین) یہ ایک گھانس ہے (مانند پتلی رسی کے) کہ کانٹون اور درختون پر لپٹی رہتی ہے اور
اسمین پتی نہین ہوتی (ساق اُسکی مائل بزردی و تیرگی پھول اُسکے ریزہ ریزہ مائل بسپیدی بیج اُسکے موتی سے
چھوٹے اور مائل بہ گولاہٹ رنگ اُسکا سرخ مائل بزردی اور بعضے زرد مائل بہ سفیدی ہوتے ہین بہتر اُسمین

اشترغار

اکشوث

تازہ زرد تلخ ہوتا ہے اور قوت اُسکی تین برس تک باقی رہتی ہے) اور اسمین چھوٹی چھوٹی کلیان ہوتی ہین (پہلے درجہ
مین) گرم (اور دوسرے درجہ مین) خشک ہوتی ہے (ساتھ قوت متضادہ کے) پانی اسکا یرقان کے لیے
عجیب النفع ہے (اور جرم اُسکا ملطف ہے اور مفتح ہے اور رگون سے غلیظ فضلون کو نکالدیتا ہے اور رگون سے اخلاط
فاسدہ کا تنقیہ کردیتا ہے اور معدہ اور جگر اور احشا کے سدہ کو کھولدیتا ہے اور پیٹ اور رگون کے میل کچیل کا تنقیہ
کردیتا ہے اور طبیعت کی تلیین کرتا ہے اور بدن کو پاک اور صاف رکھتا ہے خناق اور ضعف معدہ اور ضعف جگر
اور طحال اور تپہاے کہنہ اور تحلیل ریاح اور ادرار بول اور حیض اور تنقیۂ رحم کے نہایت نافع ہے سرکے کے ساتھ
اسکا پینا ہچکی کو ٹھہرا دیتا ہے اور قابض ہے اور بہتے ہوے خون کو روک دیتا ہے اور سکنجبین کے ساتھ اسکے
پانی کا پینا مسہل صفرا ہے اور خیسا ندہ اُسکا قوی مسہل ہے اور تخم کشوث بدن کو مادہ سے پاک کرتا ہے اور سدہ
اور انتڑیون کو کھولتا ہے اور خلطی بخار کو نافع ہے اور پیشاب خوب لاتا ہے اور پسینا اور حیض خوب جاری کرتا ہے
اور دودھ زیادہ پیدا کرتا ہے اور طبیعت کو نرم کرتا ہے اور فضلات کا دافع ہے دوسرے درجہ مین گرم خشک ہے
اور طحال اور پھیپھڑے کو مضر ہے اور سکنجبین اور شہد اور تخم کاسنی اسکا مصلح ہے اور افسنتین اور بادرنج اسکا بدل
ہے مقدار شربت ۷ ماشہ) **ام غیلان** (ببول اور کیکر) یہ ایک مشہور درخت ہے صمغ عربی اسی کا گوند ہے
سرد خشک اور قابض ہے (اور مرطوب فضلون کا حبس کرتی ہے اور مادہ کو عضو آفت رسیدہ پر گرنے نہین دیتی
اور اسکا پینا گرم خفقان کو مفید ہے اور باطنی اعضا کو قوت دیتی ہے اور اسکے پتون کا جوشاندہ دستون کو بند
کرتا ہے اور سدہ کو کھولتا ہے اور اسکی چھال اور اسکے پتون اور پھول کا سفوف اور اسکا گوند رقت منی اور سرعت
انزال اور جریان کو کھوتا ہے اور بیس تولہ اسکے پتون کا جوشاندہ قوی دست آور اور قی لانے والا ہے دماغ اور
معدہ اور مقعد کو مضر ہے اور بنفشہ اور کتیرا اور بہی اسکا مصلح ہے اور پلاس اُسکا بدل ہے) **ابہل** (وہ ثمرۃ العرعر
ہندی مین اُسکو ہاو بیر کہتے ہین رنگ بھورا مزا تلخ۔ باقلا سے بڑا اور چھوٹا بیر کے برابر ایک پھل ہے تیسرے
درجہ مین گرم خشک ہے) اسکو خشک کرکے بدن پر چھڑکنا خارش کو مفید ہے اور اگر اسکو تلی کے تیل مین ملاکر لوہے
کی تپلی مین اتنا جوش دیا جائے کہ سیاہ ہوجائے اور کان مین ٹپکایا جائے تو بہرے پن کو نہایت مفید ہے
اور پیا جائے تو (پیشاب اور حیض کو) خوب جاری کرتا ہے یہانتک کہ اگر حاملہ عورت پیے تو پیٹ کے بچے
کے گرجانے کا اندیشہ ہوتا ہے اور اگر اسکا حمول کیا جائے یا دھونی دیجائے تب بھی اسکا یہی اثر ہے (مخزن
وغیرہ مین ہے کہ یہ نہایت لطیف ہے اور محلل ہے اور خشکی لاتا ہے اور قابض ہے اور خراش پیدا کرتا ہے

اور ہانپنے کو اور جلندر اور بواسیر کو مفید ہے اور حیض جاری کرتا ہے اور حمل ساقط کر دیتا ہے اور جگر اور معدہ کو مضر ہے اور شہد اور روغن اسکا مصلح ہے اور دار چینی اسکا بدل ہے قدر شربت ۲ ماشہ) **انجبار** (ایک درخت ہے جو ملک شام مین ہوتا ہے قد آدم) زیادہ تر اسکا عصارہ اور اسکے بیج استعمال مین آتے ہین سرد خشک ہے (تیسرے درجہ مین) خشکی پھیلاتی ہے (اور کل اعضا سے خون بند کرتی ہے خصوصاً سینے اور پھیپھڑے سے اور سوزش صفرا و خون کو سکون دیتی ہے اور خونی بواسیر اور پیچش اور ذرب اور پرانے دستون کو بند کرتی ہے اور نزلہ کو روکتی ہے سرد مزاج والون کو مضر ہے اور سونٹھ اسکی مصلح ہے اور زرشک اور گل ارمنی اسکا بدل ہے قدر شربت ۴ ماشہ سے ۶ ماشہ تک ہے) **ایرسا** سوسن کی جڑ ٹیڑھی بانکی گرہ دار جس سے بنفشہ کی خوشبو آتی ہی اور اکثر لوگ بیخ بنفشہ جانتے ہین) آسمانی رنگ کی ہوتی ہے (اور بعضون نے بھورے رنگ کی لکھی ہے) گرم خشک ہے (دوسرے درجہ مین) مادہ کو معتدل القوام کرتی ہے اور ورمون کی تحلیل کرتی ہے (اور لطافت بخشتی ہے اور گرمی پیدا کرتی ہے اور جلا کرتی ہے اور مواد سے پاک کرتی ہے اور مادۂ صفراوی اور سوداوی اور بلغمی کو دستون کی راہ نکالتی ہے اور امتلائی تشنج اور فالج اور سکتہ اور بچون کے نیند سے چونک پڑنے کو مفید ہے اور اسکا لیپ درد سر کو کھوتا ہے پھیپھڑے کو مضر ہے اور شہد اسکا مصلح ہے اور اصل السوس اسکا بدل ہے اور مزے مین کچھ تلخی ہوتی ہے اور خوشبودار ہے قدر شربت ۹ ماشہ تک) **مؤلف کہتا ہے**

یہان سے اُن ادویہ کا بیان کیا جاتا ہی جنکے سرے پر بائے موحدہ ہے

بابونج (یعنے بابونہ) پہلے درجہ مین گرم خشک ہے (اور مخزن مین ہے کہ بابونہ دوسرے درجہ مین گرم اور پہلے درجہ کے آخر مین خشک ہے) مفتح ہے (اسلیے کہ اسمین ہلکی گرمی قریب اعتدال کے ہوتی ہے) ملطف ہے (کیونکہ یہ اپنی اسی گرمی سے منعقد اور جمی ہوئی رطوبتون کو پگھلا کر بہا دیتا ہے اور ضرور ہے کہ اُنکا محلل بھی ہو اور اگر اسکی گرمی قوی ہوتی تو فقط رطوبتون کے بہا دینے پر کفایت نہوتی بلکہ اُنمین سے لطیف اجزا کو تحلیل کر کے باقی کو سکھا دیتا) ملین اور مرخی ہے (کیونکہ اُسمین رطوبتون کا بہا دینا اور ارخا پایا جاتا ہی) محلل ہے (کیونکہ مسامات کو کھول دیتا ہے اور ارخا کی وجہ سے کشادہ کر دیتا ہے اور ریاح کو پتلا کر کے نکلنے پر آمادہ کر دیتا ہے اور اسکی گرمی اُسے اس فعل پر مدد دیتی ہے گو یہ گرمی ہلکی ہے) بلا جذب کے کیونکہ جذب کے لیے قوی گرمی درکار ہے اور اسکی گرمی بہت ہلکی اور خفیف ہے اسلیے جذب سے کوتاہی کرتی ہے) اور یہ اسکی خاصیت ہے (کیونکہ ہر وہ اکال عضو کو ڈھیلا کر دینا اور ایکا دینا اُسکو مادون کے قبول کرنے کے لیے

آمادہ اور مستعد کر دیا کرتا ہے اور گرمی مادون کو بہا دیا کرتی ہے اور اُسے مادون کا عضو مین حاصل ہو جانا لازم ہے لیکن اتفاق سے بابونہ مین یہ بات ہے کہ باوجود اپنے ارخاء اور تسخین کے عضو کا مقوی ہے اور یہ یا تو اپنی حرارت لطیفہ خفیفہ کی وجہ سے جو اعتدال کے قریب اور اصلی گرمی کے مناسب ہے اور یا اپنی قوت قابضہ کی وجہ سے اور یہ جو کہا گیا ہے کہ اگر بابونہ قابض ہوگا تو مرخی اور مفتح مسام نہ ہوگا ٹھیک نہین ہے کیونکہ قبض اور ارخاء ایک ہی وقت مین نہین ہوتے بلکہ ارخاء قبض پر مقدم ہوتا ہے اس وجہ سے کہ ارخاء گرمی کا فعل ہے اور قبض سردی کا) اور دماغ اور عصبی اعضا کا مقوی ہے (کیونکہ یہ اپنی تحلیل اور ارخاء سے ملائم حرارت پیدا کرتا ہے اور لطیف حرارت دماغ اور پٹھون کے موافق ہوتی ہے) ٹھنڈے درد سر کے لیے نافع ہے اور سر سے مادون کو نکال دیتا ہے (تلیین اور تلطیف اور تفتیح کی وجہ سے) اور خون تھوکنے کو مفید ہے اور لگانے سے آنکھ کے پپوٹون مین بہتے ہوئے ناسور کو اچھا کر دیتا ہے (اپنی تحلیل اور تلطیف اور تقویت کے سبب سے) اور یرقان کو کھو دیتا ہے (اپنی تفتیح اور ادرار سے) اور اسکو پینا اور اُسکے جوشاندہ مین بیٹھنا پیشاب اور حیض کو جاری کرتا ہے (مواد کے بہا دینے اور مسامات اور مجرون کے کھولدینے سے) اور پیٹ کے بچے اور آنول کو نکال دیتا ہے اور ایلاؤس (یعنی منہ سے پائخانہ آنے) کو مفید ہے (اپنی تلیین اور ارخاء سے اور دردون کو تسکین دینے اور مسامات اور مجرون کے کھولدینے اور تحلیل کرنے سے) مین کہتا ہون بابونہ ایک مشہور گھانس ہے جسکی شاخین سبز اور باریک اور نازک نازک اور شاخ در شاخ ہوتی ہین طول بقدر ایک گز کے اور گز سے زیادہ بھی پتے اسکے پتلے پتلے اور کچھ لانبے اور وسط اسکے پھول کا زرد اور اطراف اُسکے سفید اور اقحوان کے پھول سے اسکا پھول چھوٹا ہوتا ہے اسکا عمدہ اور بہتر پھول وہ ہے جو چھوٹا اور خوشبو دار ہو اور اطلاق کے وقت بابونہ سے اُسکا پھول ہی مراد ہوتا ہے) اسکی کلیان زرد اور سفید ہوتی ہین اور بعض بعض بنفشئی بھی ہوتی ہین اور اسکی حرارت بدن کی حرارت غریزیہ کے موافق اور مناسب ہوتی ہے جیسے زیتون کے تیل کی حرارت ہے اور یہ جو مؤلف نے کہا ہے وَیُبْرِئُ الْغَرَبَ الْمُنْفَجِرَ ضِمَادًا تو غرب اُس ناسور کو کہتے ہین جو آنکھ کے اُس گوشے مین پیدا ہوتا ہے جو ناک کی طرف ہے اسکی حالت یہ ہے کہ پہلے پہل ایک پھنسی پیدا ہوتی ہے پھر شگفتہ ہو کر اُس سے پیپ بہنے لگتی ہے (تو مؤلف کے کلام کے یہ معنی ہوئے کہ بابونہ کا ضماد آنکھ کے بہتے ہوئے ناسور کو اچھا کر دیتا ہے) اور یہ جو مؤلف نے کہا ہے وَیَنْفَعُ مِنْ اَیْلَاؤُس تو ایلاؤس قولنج کی ایک نہایت ردی قسم ہے (اور یہ یونانی لفظ ہے) اسکے معنی ہین الٰہی رحم کر اور یہ اُن آنتون مین ہوتا ہے جنکا نام دقاق[عہ] ہے اور اسکی پہچان یہ ہے

عہ دقاق اگرچہ ایک مرض کا نام ہے لیکن یہ تقلیباً آنتون کو کہتے ہین ۱۲

کہ بالاے ناف نہایت سخت درد ہو اور حقنہ اسمین کچھ نفع نہین بخشتا جیسا کہ بقراط نے لکھا ہے (دبا بونہ کے اور
بھی افعال ہین مثلاً قوی مین حرارت پیدا کرتا ہے اور ورمون کو تحلیل کرتا ہے اور جگر کا سدہ اور رگون کے منھ
کا سدہ کھولتا ہے اور روح مین لطافت پیدا کرتا ہے اور پیشاب اور پسینا اور حیض اور دودھ کو جاری کرتا ہے اور
پتھری کو توڑتا ہے اور قولنج اور درد مثانہ اور یرقان اور خشک کھانسی کو مفید ہے اور اسکا لیپ ورمون کو نرم
کرتا ہے اور اسکا سرمہ نزول چشم اور قوت بصر کو مفید ہے اور اسکے پھول کا تیل پٹھون کو نرم کرتا ہے اور قوت دیتا
ہے ۴ ماشہ تک اسکی مقدار شربت ہے۔ سر اور حلق کو بھاری کرتا ہے اور گل نیلوفر اور شربت انار اسکا مصلح ہے
اور ناخونہ اسکا بدل ہے) مؤلف کہتا ہے۔ **بنفسج** (یا فرفیر بنفشہ کو کہتے ہین) پہلے درجہ مین سرد تر ہے
(اسکی برودت پر یون استدلال کیا جاتا ہے کہ اسکا سونگھنا گرم دردسر کو تسکین دیتا ہے) اور بعضے اسکو گرم
کہتے ہین (اور اسپر یون استدلال کرتے ہین کہ کرب اور تلیین پیدا کرتا ہے اور تلیین رطوبتون کے بہانے
اور پتلا کرنے سے ہوتی ہے اور یہ امر گرمی ہی سے ہوتا ہے اور اسکے گرم ہونے پر یون بھی استدلال کیا گیا ہے
کہ) معتدل خون کو پیدا کرتا ہے (اور اسکی برودت پر یون استدلال کیا جاتا ہے کہ) اسکا سونگھنا اور لگانا
دموی دردسر کو مفید پڑتا ہے اور گرمی سے آنکھون کے دکھنے کو اور گرم کھانسی کو مفید پڑتا ہے اور سینہ کو
نرم کرتا ہے اور معدہ کی جلن سے نفع بخشتا ہے اور شربت بنفشہ ذات الجنب اور ذات الریہ اور درد گردہ سے
نفع دیتا ہے اور ادرار کرتا ہے اور خشک بنفشہ صفرا کو دستون کی راہ نکالتا ہے (یعنی اُس صفرا کو جو معدہ
مین اور آنتون مین رکا رہتا ہے اور اسکا یہ فعل اپنی تلیین اور ازلاق کی وجہ سے ہوتا ہے) اور کانچ کے
نکلنے کو مفید ہے (یعنی جو کے آٹے کے ساتھ بسبب ٹھنڈک پیدا کرنے اور تحلیل اور ادرار کے مخزن مین ہے
کہ بنفشہ ایک پہاڑی گھانس ہے جسکے پتے اور پھول مستعمل ہین دوسرے درجہ مین سرد اور پہلے درجہ مین
تر ہے اور بعض کے نزدیک پہلے درجہ مین گرم اور دوسرے درجہ مین خشک ہے مضعف قلب ہے اور کرب
پیدا کرتا ہے اور رب السوس اور گل سرخ اور یہی اسکا مصلح ہے اور نیلوفر اور خبازی اسکا بدل ہے بالخاصہ
مادۂ صفراوی کو براہ دست نکالتا ہے آسانی اور پیاس اور خون کی حدت اور سینہ اور حلق کے کھرکھرانے
کو تسکین دیتا ہے اور ورم کو تحلیل کرتا ہے اور سوزش مثانہ کو دور کرتا ہے اور کھانسی کو نافع ہے اور نیند
لاتا ہے ۷ ماشہ اسکی مقدار استعمال ہے) مین کہتا ہون بنفشہ کے بارد ہونے مین کوئی شبہہ نہین
ہے اور اسکی حرارت کے قائل ہونے کی کوئی وجہ میری سمجھ مین نہین آتی اور مؤلف نے جو کچھ اسکے متعلق

لکھا ہے وہ مزید شرح کا محتاج نہین ہے اسکی مقدار شربت چار درہم ہے آور اسمین اختلاف ہے کہ اسکے مسہل صفرا
ہونے کا کیا سبب ہے بعض لوگ تو کہتے ہین کہ اسکا یہ فعل بالخاصیت ہے آور بعضے کہتے ہین کہ یہ فعل اُسکی لزوجت
کی وجہسے ہے سمرقندی نے لکھا ہے کہ بنفشہ منوم ہے یعنی نیند لاتا ہے اور اسکا تیل (سر پر ملنا) بیخوابی کو دور کرتا
ہے **مؤلف کہتا ہے** - **بورق** (بورۂ ارمنی یعنی پاپڑی لون) دوسرے درجہ کے آخر مین گرم خشک ہے
(اور یہ مرکب ہے نہایت تیز شدت کی خشک ارضیت سے اور تری سے اور اسکی تری نمک کی تری سے کم ہوتی ہو
اور اسکی ارضیت نمک کی ارضیت سے حدت مین بڑھکر ہوتی ہے) قوی جلا کرتا ہے (اپنی حدت ارضیت سے)
آور دھو ڈالتا ہے (مگر چونکہ اسمین نمک کے اعتبار سے تری کم ہوتی ہے اسلیے اسمین نمک سے کم دھونے کی قوت
ہوتی ہے) آور پاک کرتا ہے (جلا اور غسل کے سبب سے) آور غلیظ خلطون کی تقطیع کرتا ہے (اپنی حدت کے
سبب سے) آور بالون پر چھڑکنے سے بالون کو باریک کرتا ہے (کیونکہ یہ اُنکی اُس رطوبت کو خشک کرتا ہے اور تحلیل
کرتا ہے جس سے وہ غذا پاتے ہین) اور ظاہر جلد کے رنگ کو سُرخ کرتا ہے (کیونکہ اسمین چونکہ ارضی گرمی ہوتی
ہے اسوجہ سے خون کو ظاہر کی طرف کھینچ لاتا ہے) آور اسکا ضماد خون کو ظاہر کی طرف کھینچ لاتا ہے آور اسکا حمول
طبیعت کو نرم کرتا ہے (بورق کے اور بھی خواص ہین مثلاً ریاح کو تحلیل کرتا ہے اور قولنج کو دفع کرتا ہے اور باہ کو
حرکت دیتا ہے اور پیٹ کے کیڑے مارتا ہے اور غلیظ بلغم کو دستون کی راہ نکالتا ہے اور اُسکا سرمہ ہمراہ شہد کے
حدت بصر کو مفید ہے اور چنبیلی کے تیل مین عضو مخصوص اور اُسکے اطراف پر ملنا خوب ستادگی لاتا ہے - معدہ کو مضر ہے
اور غشی لاتا ہے - مصطگی اور صمغ عربی اسکا مصلح ہے اور نمک اندرانی اسکا بدل ہے اور ۵ ماشہ اسکی مقدار شربت ہے)
مین کہتا ہون بورق نمک کی جنس سے ایک چیز ہے جو دریا کے کنارے پر ہوتا ہے بعضا تو سخت اور
متحجر ہوتا ہے جیسے بورۂ ارمنی آور بعضا آٹے کی طرح باقی رہتا ہے اور اسکی بہت سی قسمین ہین اور مصر مین جو قسم
ہو وہ نطرون یعنی جوا کھار ہے اسکی رنگت سرخی کی طرف مائل ہوتی ہے آور کبھی باقلا کے پانی اور نمک سے
بنایا جاتا ہے اور اُسکو بورق الخبز کہتے ہین آور مؤلف نے جو بورق کے افعال ظاہر کیے ہین وہ سب ظاہر اور
غنی عن الشرح ہین تقویم مین ہے کہ اسکی مقدار شربت نصف درہم ہے **مؤلف کہتا ہے** - **بصل**
(یعنی پیاز) تیسرے درجہ مین گرم اور دوسرے درجہ مین خشک ہے محلل ہے اور ملطف ہے آور مقطع ہے آور جالی
ہے آور مفتح ہے آور جنگلی پیاز ان سب باتون مین اُس سے قوی ہوتی ہے (جسکا بیان کچھ گذر چکا اور کچھ آگے
آئیگا) آور رخسارے کے رنگ کو سُرخ کرتی ہے (چہرے پر ملنے سے خون کو باہر کی طرف کھینچ لاتی ہے) آور

پاپڑی لون

پیاز

(سرکہ کے ساتھ) اسکے بیج چھیپ کو کھو دیتے ہین اور نمک کے ساتھ بواسیر کے مسون کو کھو دیتے ہین اور دردسر پیدا کرتی ہے (اور سرکا اور نمک اور شہد اسکا مصلح ہے) اور اسکا کھانے مین زیادہ ہونا نیند کو بڑھاتا ہے اور عقل کیلیے مضر ہوتا ہے (کیونکہ یہ جب پکائی جاتی ہے تو پکانے مین نہایت اسکی گرمی حادہ تری کے تحلیل ہوجانے سے کم ہوجاتی ہے اور اسکی جو ٹھنڈی ارضیت ہے وہ باقی رہجاتی ہے اور وہ کچے اور گاڑھے بلغم کو پیدا کرتی ہے اور وہ اُن ابخروں کے ساتھ جو اس سے پیدا ہوتے ہین دماغ کو چڑھ جاتا ہے اور مضرت پہونچاتا ہے) اور معدہ کی تقویت کرتی ہے (اپنی گرمی اور تقطیع اور تحلیل اور فضلاون کے چھانٹنے سے) اور کھانے کی خواہش پیدا کرتی ہے (اپنے خراش اور حدت اور معدہ کی تقویت سے) اور پکی ہوئی پیاز کثیر الغذاء ہے (یعنی بدن کا تغذیہ اور پرورش اُس سے زیادہ ہوتی ہے اسلیے کہ جبتک کچی رہتی ہے اُسوقت تک تری اسمین زیادہ ہوتی ہے اور وہ اپنی حدت کی وجہ سے غذا بڑنے کی صلاحیت نہین رکھتی اور جب پکائی جاتی ہے تو اسکی حدت رکھنے والی تری پکانیسے تحلیل ہوجاتی ہے اور غذائیت کی صالح ارضیت اُسمین باقی رہجاتی ہے) اور پیاس لاتی ہے (کیونکہ گرمی اور سوزش پیدا کرتی ہے اور معدہ کو چھیدتی ہے) اور یرقان کو نفع بخشتی ہے (اپنی تفتیح اور ادرار سے) اور بواسیر کا منھ کھولتی ہے (یعنی جبکہ پائخانہ کے مقام مین اندر کو لیجاتی ہے اور یہ اپنے زخم ڈالنے کے سبب سے) اور باہ کو ہیجان مین لاتی ہے اور قوی کرتی ہے (کیونکہ اسمین فضلہ والی تری ہے جو رگون مین نفخ اور ریاح پیدا کرتی ہے اسکے علاوہ جو رطوبت پیاز مین ہے وہ بمنزلہ منی کے ہے کیونکہ یہ رطوبت اسمین اسلیے پیدا کی گئی ہے کہ جو چیز اس سے پیدا ہوتی ہے اُسکی غذا بڑے اسی لیے منی کو پیدا کرتی ہے) اور پیشاب کا ادرار کرتی ہے اور طبیعت کی تلیین کرتی ہے (مواد کے پتلا کرنے اور جلا کرنے سے) اور لون لگ جانے سے نفع بخشتی ہے (اسکے سبب مین اختلاف ہے بعضے یون کہتے ہین کہ اسکی یہ وجہ ہے کہ یہ معدہ مین غلظت پیدا کرتی ہے اور غلظت زہرون کی مضرتون کو دور کردیتی ہے اور بعضے اگلے لوگ یون کہتے ہین کہ اسمین ایک خاصیت ہے جس سے یہ مضرت زہر کو کھو دیتی ہے اور ابو ماہر نے لکھا ہے کہ پیاز پیاس لگاتی ہے اور اُسپر پانی زیادہ پیا جاتا ہے اور بہت سا پانی اپنی رطوبت کی وجہ سے زہر کی اذیت کو مانع آتا ہے) اور جنگلی پیاز کا سرکہ بدن کی تقویت کرتا ہے (سرکہ بنانے کی یہ ترکیب ہے کہ جنگلی پیاز لیجائے اور لکڑی کی چھری سے ٹکڑے ٹکڑے کیجائے اور یہ ٹکڑے ایک تاگے مین باندھے جائین اسطرح کہ ایک دوسرے سے لگنے نہ پائین اور اسکے ہر جز کے لیے سرکہ دس جز ہو اور سایہ مین چالیس دن تک سکھائے جائین پھر اسکے بعد پیپے کے سرکہ مین ڈالے جائین اور ساٹھ دن تک گرمیون کی دھوپ مین رکھے جائین

پھر پیاز کو نکال کر نچوڑ لین اور اُسکے ثفل کو پھینکدین یہ سرکہ بدن کی تقویت کرتا ہے اسلیے کہ یہ گاڑھے کیموسون کی تقطیع کر ڈالتا ہے اور اسی لیے معدہ اور ہضم کو قوی کرتا ہے اور اسی سبب سے) رنگ کو نکھارتا ہے (اور اسلیے کہ خون کی تلطیف کرتا ہے اور اُسے پتلا کرتا ہے اور اسوقت خون کی حرکت باہر کی طرف زیادہ ہوتی ہے اور جلد کے خولون مین اسکا نفوذ زیادہ ہوتا ہے) اور مسوڑون کی تقویت کرتا ہے (اپنی تحلیل اور تجفیف سے) اور منھ کی بدبو زائل کرتا ہے (خواہ اس بدبو کا منشا مسوڑون کی سڑی ہوئی رطوبتین ہون یا معدہ کی کیونکہ یہ سب اس سے دور ہوجاتی ہین) اور ہلتے ہوے دانتون کو جما دیتا ہے (اسلیے کہ اس سے وہ رطوبتین دور ہوجاتی ہین جو جڑون اور پٹھون کو ڈھلاڈھلا کرتی ہین) اور صحیح وسالم پٹھون کو کچھ یونہین سا مضر پڑتا ہے (اسلیے کہ سرکہ سب چیزون سے بڑھ کر پٹھون کو مضر ہے مگر چونکہ یہ جنگلی پیاز سے گرم کرنے والی قوت حاصل کرچکا ہے اسلیے پٹھون کو نقصان بھی کم پہونچاتا ہے) اور گٹھیا اور عرق النسا اور فالج کو بالخاصہ مفید ہوتا ہے اور جنگلی پیاز مرگی اور مالیخولیا کو فائدہ بخشتی ہے اور ضیق النفس اور پرانی کھانسی اور آواز کی کھرکھراہٹ کو مفید ہے اور معدہ کو مقوی ہے اور ہاضم ہے اور کھانے کے کف کے اوپر چڑھنے کو فائدہ مند ہے اور استسقاء اور یرقان اور خناق رحم اور رُک رُک کے پیشاب آنے کو مفید ہے اور قوت کے ساتھ پیشاب کو جاری کرتی ہے اور اسکا سرکہ اور جوشاندہ تلی کے لیے پیا جاتا ہے اور جنگلی پیاز چوہون کو مار ڈالتی ہے (یعنی جب چوہا جنگلی پیاز کو کھالیتا ہے تو مرجاتا ہے اور مرنے کے بعد اُسمین بدبو نہین پیدا ہوتی اور نہ رطوبت بہتی ہے بلکہ سوکھکر پرانی کھال کی طرح ہوجاتا ہے اور اسی سبب سے اس پیاز کو بصل الفار بھی کہتے ہین یعنی چوہون کی پیاز) مین کہتا ہون پیاز مین ایک قسم کا چرپرا پن ہوتا ہے جسمین تقطیع کی قوت ہوتی ہے اور حرارت ہوتی ہے اور جلا ہوتی ہے اور تفتیح ہوتی ہے اور لانبی پیاز گول پیاز سے زیادہ قوی ہوتی ہے اور سرخ پیاز سفید سے زیادہ اور کچی پیاز بھُنی ہوئی سے زیادہ اور خشک پیاز تر سے زیادہ - اور پیاز گرم خشک ہے اور بعض لوگ گرم تر کہتے ہین اور اسمین فضلیہ رطوبت زیادہ ہوتی ہے اور پیاز کے کھانے سے خون بدن کے ظاہر جلد کی طرف کھنچ آتا ہے مختار مین اسی طرح ہے اور عنصل بھی پیاز کی ایک قسم ہے اُسکو بقیل اور بصل الفار بھی کہتے ہین کیونکہ اسکو کھاتے ہی چوہا مرجاتا ہے اور اسکی پتی ایسی ہوتی ہے جیسے سوسن کی اُسکی شاخ بڑی ہوتی ہے اور اُس شاخ کے سرے پر ایک سرخ کلی پیدا ہوتی ہے جو سیاہی مائل ہوتی ہے اُسکے اندر ایک سیاہ بیج ہوتا ہے جیسا پیاز کا بیج اور یہ جنگلی پیاز بہت بڑی ہوتی ہے یہانتک کہ بعضے پھیری والے ذکر کرتے ہین کہ ایک پیاز کی گنٹھی تولی گئی تو ڈھائی سیر وزن تھا اور یہ پیاز سے درد سر پیدا ہوتا ہے اور نیند زیادہ آتی ہے

(پھیری والے: جو دوائین لاکر بازار مین بیچتے ہین ۱۲)

اُسکی یہ وجہ ہے کہ اسمین سے بخارات غلیظہ کثرت سے اُٹھ اُٹھ کر سر کی طرف چڑھتے ہین اور اسی وجہ سے عقل کو بھی مضر ہوتی ہے اور جنگلی پیاز کا سرکہ وہ ہوتا ہے جسمین جنگلی پیاز پڑتی ہے اور اسکے تیار کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ لکڑی یا کانچ کی چھری سے جنگلی پیاز کے ٹکڑے ٹکڑے کیے جائین اور ایک ڈورے مین اُنکو پرو دیا جائے اسطرح پر کہ وہ ٹکڑے آپسمین ملنے نہ پائین اور ان سب کو چالیس روز تک سایہ مین خشک کر لیا جائے اسکے بعد جتنی پیاز کا سرکہ مین ڈالنا منظور ہو اُسپر اُسکا نو حصہ پرانا سرکہ ڈالدیا جائے اور برتن کا منھ بند کرکے ساٹھ دن تک دھوپ مین رکھین اور بعضے اطباء جنگلی پیاز کی ہر مقدار پر سرکہ تین حصہ دیتے ہین اور بعضے اطباء سایہ مین اُسکو نہین سکھاتے بلکہ اُسکو سرکہ مین ڈالکر چھ مہینے تک اپنی حالت پر چھوڑ دیتے ہین اور اُس طریقہ پر اُسکی قوت زیادہ ہوجاتی ہے

قرابادین قلانسی مین اسی طرح مذکور ہے اور یہ جو مؤلف نے کہا ہے کہ وَيُشْرَبُ خَلُّهٗ وَسُلَاقَتُہٗ لِلطِّحَالِ یعنی اُسکا سرکہ اور سلاقہ تلی کے لیے مفید ہے تو سلاقہ قاف کے ساتھ ہے اُس پانی کو کہتے ہین جسکے ذریعے سے کوئی چیز کھینچی جائے مثلاً جنگلی پیاز کا پانی یا پالک کا پانی وغیرہ وغیرہ (پیاز کی مقدار خوراک ایک تولہ سے ۲ تولہ تک ہے) **مؤلف کہتا ہے بہمن** (دو قسم پر ہے سُرخ اور سفید یہ ایک جڑی ہے لعاب دار گاجر کی شکل بٹی ہوئی گرہ دار) دوسرے درجہ مین گرم خشک ہے (اور سرخ گرمی مین بڑھکر ہوتی ہے) دل کی نہایت تقویت کرتی ہے (اپنی تلطیف اور تفتیح اور عطریت سے اور اسکے ساتھ بالخاصہ دل کی بھی مقوی ہے) اور خفقان (اور کا نور) کو نافع ہے اور منی کو خوب کھلم کھلا بڑھاتی ہے (کیونکہ اسمین رطوبت فضلیہ کثرت سے ہوتی ہے) اور بدن کو تیار کرتی ہے (کیونکہ عضوون کی طرف خون کا نفوذ کرا دیتی ہے اور اپنی قوت قابضہ سے اُسکو روکے رہتی ہے یہانتک کہ وہ اچھی طرح ہضم ہوجائے اور اسکی گرمی بھی ہضم پر معین ہوتی ہے اور ریاح اور بلغم کو تحلیل کرتی ہے اور گردہ اور مثانہ کی پتھری کو توڑ پھینکتی ہے اور زخم کو پاک کرتی ہے دونون قسمون کی ایک ہی خاصیت ہے)

مین کہتا ہون بہمن سرخ و سپید اور مضبوط اور شکل سے ٹوٹنے والی جڑین ہین اُنکے مزے مین شیرینی ہوتی ہے آخر مین کچھ تلخی کے ساتھ ابو ریحان نے صیدنہ مین لکھا ہے کہ مین نے بہمن کو پہاڑون مین دیکھا اگر اسکی جڑین سرخ نہوتین تو مین اُسکی پتی اور جڑ کو بجز گاجر کے اور کسی سے تشبیہ نہ دیتا شیخ نے ادویہ قلبیہ مین لکھا ہے کہ بہمن گرم خشک ہے اسکی دو قسمین ہین سفید اور سُرخ سرخ مین حرارت زائد ہوتی ہے اور ان دونون قسمون مین قوت قابضہ ہوتی ہے مع تلطیف اور تفتیح کے اور دل کی تقویت اور تفریح مین اسکی عجیب قوی خاصیت ہوتی ہے اور اسکا بدل اسی کی برابر تودری یا اسکی نصف اندر جو دیا تو صلی اور بہمن گرم مزاج والون کو مضر پڑتی ہے اور اسکا مصلح عناب اور کتیرا

ع بہمن پڑتا ہے بچھارتی تفاول ہی تی ۲۰۰۰۰
بہمن سرخ و سفید

اور نخیون سے بعض کے نزدیک ان دونون کی گرمی برابر ہوتی ہے یعنی جسطرح بہمن سفید دوسرے درجہ مین گرم ہے اسیطرح سرخ بھی) **مؤلف کہتا ہے۔ باقلا** (باکلا ایک بیج ہے جو انگشت کی برابر پھلی سے نکلتا ہے) اعتدال کے قریب ہے (اور سردی اور خشکی کی طرف مائل ہے) اور تر و تازہ باقلا رطب ہے اور اسمین رطوبت فضلیہ ہوتی ہے اور (اسی سبب سے) نفخ بہت ہے اور جب پکایا جاتا ہے یا بھونا جاتا ہے تو (اسکا نفخ) کم ہوجاتا ہی (پکنے کی حرارت سے وہ ابخرے کم ہوجاتے ہین جو ریاح بنتے ہین اور وہ رطوبت جو نفخ کا مادہ ہے کم ہوجاتی ہی) اور ڈھلڈ ھلے گوشت کو پیدا کرتا ہے (رطوبت کی کثرت سے) اور ایسے خلط کو پیدا کرتا ہے جو غلیظ اور دیرہضم اور جید الغذا ہوتا ہے (ارضی جوہر کی غلظت کے سبب سے) اور جب اسکو آدھون آدھ توڑکر خون بہنے کے مقام پر رکھا جاتا ہے تو اُسے بند کردیتا ہے اور اسکی یہ خاصیت ہے کہ اگر مرغی اسکو چگ لے تو کڑک ہوجاتی ہے اور اگر اسکے چھلکے کا بالون پر لیپ کیا جائے تو بال باریک ہوجاتے ہین (کیونکہ اسمین ایک طرح کی حرارت ہوتی ہے جس سے تحلیل کرتا ہے اور اسمین قبض اور تجفیف ہوتی ہے جس سے بالون کی طرف غذا کے نفوذ ہونیکو مانع آتا ہے اور اُنکی غاذیہ رطوبت کو دور کرڈالتا ہے) اور اگر لڑکے کے پیڑو پر اسکا لیپ کردیا جائے تو موئے زہار نہ نکلین اور رنگ کو نکھارتا ہے اور شراب کے ساتھ خصیون اور چھاتیون کے ورم پر لیپ کرنے سے آرام ہوجاتا ہے (کیونکہ باقلا سکھاتا ہے اور جلادیتا ہے اور شراب پتلا کرتی ہے اور تفتیح کرتی ہے اور تحلیل کرتی ہے) سینہ کے لیے عمدہ دوا ہے اور کھانسی کو مفید ہے اور درد سر پیدا کرتا ہے اور پریشان اور بُرے خواب دکھاتا ہے (کیونکہ اس سے دخانی ابخرے بہت پیدا ہوتے ہین اور دماغ کی طرف چڑھتے ہین اور اُسکو پریشان کرتے ہین اسکے اور بھی افعال ہین مثلاً ورم کو تحلیل کرتا ہے اور مادہ کو پختہ کرتا ہے اور قعر معدہ مین جلد اُترجاتا ہے اور زخم آنتون کا بھرلاتا ہے اور مدت کے دستون کو بند کردیتا ہے اور باہ کو قوت دیتا ہے اور کنٹھ مالے کو تحلیل کرتا ہے اور سیاہ داغ کو کھوتا ہے اور چہرے کی جھائیون کو دور کردیتا ہے اور اسمین مضرت یہی ہے کہ تخیر پیدا کرتا ہے اور عقل کو فاسد کرتا ہے چھلکے کا اتار دینا اور نمک اور گھی اسکا مصلح ہے اور لوبیا اسکا بدل ہے مقدار کچھ متعین نہین ہے) **مین کہتا ہون باقلا** جسکو فُول (بضم واو) اور جرجر بھی کہتے ہین پہلے درجہ مین سرد خشک ہے اور جسنے یہ کہا کہ وہ دوسرے درجہ مین سرد ہے اُسنے زیادتی کی اور تر و تازہ باقلا بلاشبہ سرد تر ہے اور جو اُسکو معتدل کہتا ہے وہ بھی کچھ خلاف بات نہین کہتا اسی لیے مؤلف نے اُسکو اعتدال کے قریب لکھا ہے کیونکہ اسمقام پر اُسکے یہ معنی ہوسے کہ برودت اور رطوبت کی طرف کچھ مائل ہے اور یہ جو مؤلف نے کہا ہے

کہ اس سے جیسا الدنزا خلط پیدا ہوتا ہے اسپر بقراط نے تصریح کردی ہے (اور مؤلف نے اُسکو نہایت نفاخ لکھا ہے کیونکہ) اگر اسمین نفخ نہوتا تو غذا کی جودت اور حفظ صحت مین کشک شعیر سے کم نہوتا اور یہ جو مؤلف نے لکھا ہے وَیُجعَلُ عَلیٰ نَزْفِ الدَّمِ تو نزف کے معنی سیلان اور بہنے کے ہین یعنی اگر کسی چوٹ وغیرہ سے خون بہنے لگے تو اسکو پیسکر اُسپر رکھدینے سے خون بند ہوجاتا ہے اور یہ جو مؤلف نے کہا ہے کہ اگر لڑکے کے پیڑو پر اسکا لیپ کیا جاے تو بال اُگنے سے مانع آتا ہے اسکی یہ وجہ ہے کہ وہ جسم کو جلا ہلا کردیتا ہے چنانچہ تقویم مین اسی طرح مذکور ہے یہی وجہ ہے کہ اگر مونڈھی ہوئی جگہ پر اسکا لیپ کیا جاے تو بال نہین اُگنے پاتے اور چونکہ اسمین جلا کی قوت ہوتی ہے اسلیے رنگ کو نکھارتا ہے اور اسی لیے جھائین اور سیاہ داغون کو دور کردیتا ہے اور درد سر کا پیدا کرنا اور پریشان خوابون کا دکھلانا اسوجہ سے ہے کہ اسمین نفخ زیادہ ہے اور وجبل البخر سے اس سے اُٹھ اُٹھ کر دماغ کو چڑھتے ہین اور اسی لیے اسکے تناول کے بعد بدن ٹوٹنے لگتا ہے اور اعضا کھنچنے لگتے ہین اور دوران سر اور گرانی سر پیدا ہوجاتی ہے چنانچہ سمرقندی نے اسی طرح لکھا ہے **مؤلف کہتا ہے۔ تمر اور بلح** (یعنی کچی کھجور) دونون دوسرے درجہ مین سرد خشک ہین قابض ہین اور پیٹ کو باندھ دیتے ہین (اسلیے کہ انمین کٹھاپن بہت ہوتا ہے) اور دانتون مین کے گوشت اور مسوڑھون کے لیے عمدہ دوا ہین (کیونکہ یہ اُس رطوبت کو سکھا دیتے ہین جو اُن مین استرخا پیدا کرتی ہے) اور سینہ اور پھیپھڑے کے لیے ردی ہین (کیونکہ اپنے کٹھے پن سے ان دونون مین خشونت پیدا کرتے ہین) اور دیر ہضم ہین (کیونکہ انمین فضلیہ رطوبت موجود ہونے سے تھوڑا کچاپن ہوتا ہے) اور معدہ کی اصلاح کرتے ہین (کیونکہ انمین ارضیت اور غلظت کی کثرت کے سبب سے عفوصت یعنی کٹھاپن زیادہ ہوتا ہے اور وہ معدہ کا مصلح ہے) اور احشا مین سدے پیدا کرتے ہین (یعنی ماساریقا اور کلیجہ مین اور یہ اُس غلظت کی وجہ سے جسکے ساتھ قبض ہے اور احشا کو ماساریقا اور جگر کے ساتھ اسلیے خاص کیا گیا کہ یہ اپنی غلظت کے سبب سے ان دونون کے سوا دور کے اعضا تک نفوذ نہین کرتے مگر بڑے عرصہ کے بعد اور اتنے زمانہ مین انمین لطافت پیدا ہوجاتی ہے اور سدے ڈالنا کم ہوجاتا ہے) **مین کہتا ہون** کھجور کے درخت مین غلاف شگوفہ سے جو چیز پہلے ظاہر ہوتی ہے اُسکو عربی مین طَلْع کہتے ہین اسکے بعد اُسکو خلال کہتے ہین اسکے بعد اُسکو بلح کہتے ہین آخر مین حاے مہملہ کے ساتھ اسکے بعد بُسر اسکے بعد رطب اسکے بعد تمر صاحب صحاح (لغت) نے یہی تصریح کی ہے (اور اسی طرح خطیب بغدادی نے بھی) **مؤلف کہتا ہے بطیخ** (یعنی خربزہ اور بطیخ ہندی تربوز کو کہتے ہین) دوسرے درجہ کے شروع مین سرد ہے

تمر

بطیخ

اور دوسرے درجہ کے آخر مین تر ہے (کیونکہ یہ تر پھلون مین سے ہے اسی سبب سے اسکی طبیعت پانی کی طبیعت کے قریب ہوتی ہے) اور ظاہر یہ ہے کہ زرد رنگ کا خربزہ ایسا نہین ہوتا (شام کے ملکون مین اسکو چینی کہتے ہین اور بارد رطب اسلیے نہین ہے کہ چونکہ یہ نہایت شیرین ہوتا ہے اسوجہ سے اسمین گرمی ہوتی ہے اور جو خربزہ انتہا سے زیادہ شیرین ہوتا ہے جیسے کہ ماوراءالنہر کے شہرون مین تو اُسکی حرارت مین کوئی شبہہ نہین ہو سکتا) اور اسکے سکھائے ہوے بیج اور اسکی جڑ پہلے درجہ مین دونون خشکی پھیلانے والے ہین اور پختہ خربزہ لطیف ہوتا ہے اور کچا خربزہ کثیف ہوتا ہے اور اسکی ککڑی کی سی طبیعت ہوتی ہے (کہ غلیظ اور کثیف اور کچے خلط کو پیدا کرتا ہے) اور خربزہ اخلاط کو پکاتا ہے اور جلا کرتا ہے اور پیشاب خوب لاتا ہے اور گردے اور مثانہ کی پتھری کو نافع ہے (اور چھوٹی پتھریون کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے اور یہ گردہ کی پتھریون کے ساتھ زیادہ مخصوص ہے کیونکہ مثانہ تک اسکی قوت ضعیف پڑ جاتی ہے) اور جلد کو (میل سے) پاک کرتا ہے اور جھائین اور سیاہ داغ اور چھیپ اور خزاز یعنی سر کی بھوسی کو مفید ہے (یہ سب باتین اسی سبب سے ہین کہ اسمین جلا ہے) اور مناسب یہ ہے کہ کھانے کے بعد اسکو کھایا جائے ورنہ متلی پیدا کرتا ہے اور قے لاتا ہے (کیونکہ اسوقت مین معدہ سے ملا رہتا ہے اور اُسے تر رکھتا ہے اور اپنے جلا کے سبب سے متلی پیدا کرتا ہے اور اپنے غسل کے سبب سے اُن رطوبتون کو جو معدہ مین اور معدہ کے منھ پر ہین اپنے ملنے سے دفع کرتا ہے اور قے لاتا ہے اور جبکہ کھانے کے بعد کھایا جاتا ہے تو کھانا اُسے نیچے کی طرف گرا دیتا ہے اور اسکی جلا اور غسل کم ہو جاتا ہے اور یہ جو بعضون نے لکھا ہے کہ دو کھانون کے بیچ مین اسکو کھانا چاہیے اس سے بھی یہی مراد ہے کہ کھانے کے بعد کھایا جائے اور یہ بھی لحاظ رہے کہ شدت کی بھوک مین اسکو نہ کھایا جائے اسلیے کہ یہ اسوقت مین معدہ کی گرمی کی قوت اور فساد کو جلد قبول کر لینے سے فاسد ہو جاتا ہے بلکہ اسکو اُسوقت مین کھایا جائے جبکہ کھانے کا پہلا ہضم پورا ہو جائے اور اس قول سے یہ مطلب نہین ہے کہ اول کھانا کھائین پھر خربزہ کھائین اور پھر کھانا کھائین کیونکہ اُسکے پہلے کا کھانا خربزہ کے نیچے جانے سے مانع ہوگا پھر وہ کھانا خود ہضم نہوگا اور فاسد ہو کر اُسکو بھی فاسد کر دیگا) اور اسکی جڑ بدون رہم بلا کسی زحمت کے قے لاتی ہے اور خربزہ اُسی خلط کی طرف مستحیل ہو جاتا ہے جو اتفاق سے معدہ مین موجود ہے (کیونکہ تری کی زیادتی سے اسمین انفعال کی قوت زیادہ ہوتی ہے) اور بلغم کی طرف زیادہ میلان رکھتا ہے اور اُسکی طرف جلد مستحیل ہو جاتا ہے بہ نسبت صفرا کے (کیونکہ اسکی طبیعت بلغم کی طرف زیادہ مائل ہے پھر صفرا کی طرف) پھر بھلا سودا کی طرف کیونکر میلان کر سکتا ہے (کیونکہ اسکی طبیعت سودا سے بہت مخالف ہے

مگر جب اُسے سوداوی مزاج کھالیتا ہے تو اُس سے وہی سوداوی عادتین ظاہر ہوتی ہین کیونکہ سودا کی خشکی کے سبب سے اُسکا صعود اوپر کی جانب دشوار ہوتا ہے پھر جب تر ہو جاتا ہے تو اُسکا صعود آسان ہو جاتا ہے اور دماغ اور دل کی طرف پہونچ جاتا ہے اور اُسکے آثار ظاہر ہونے لگتے ہین) اور ظاہر یہی ہے کہ زرد خربزہ کا استحالہ صفرا کی طرف زیادہ ہوتا ہے (اسکی مٹھاس اور منعقد ہو جانے کے سبب سے) اور جب خربزے کا فساد معدہ مین محسوس ہو تو قے کر ڈالنا واجب ہے کیونکہ بسا اوقات خربزہ زہر ہو جاتا ہے اور گرم مزاج والے کو خربزہ کھانے کے بعد سکنجبین چاٹ لینا چاہیے (کیونکہ جو لوگ گرم مزاج ہوتے ہین اُنکے بدن مین خربزہ صفرا کی طرف مستحیل ہو جاتا ہے) اور تر مزاج والون کو کندر (مشہور گوند ہے) اور ادرک کا مربّی کھالینا چاہیے (تاکہ یہ خربزہ کے بلغم کی طرف مستحیل ہو جانے کو مانع ہو) **مین کہتا ہون** ہر جگہ تھوڑے زمانہ کے بعد خربزہ کا نام بدلتا رہا ہے اور اسکے بہت سے وجوہ ہوتے ہین کبھی تو اُسکی نسبت اُسکی طرف کی جاتی ہے جو اُسکے بیج کا لانے والا ہوا اور کبھی کسی بادشاہ یا امیر یا کسی صلنع کی طرف اُسکی نسبت ہوتی ہے ۔ اور خربزہ باوجود اختلاف اجناس کے بارد ہے اور اسمین رطوبت کثرت کے ساتھ ہے اور جو شیرین خربزہ زرد نہو اُسمین تمام اطبا کا اسی کے اوپر اتفاق ہے کہ وہ بارد رطب ہے مگر جو خربزہ زرد اور شیرین ہو بعض اطبا اُسکے حار ہونے کے قائل ہوے ہین اور یہ ظاہر بھی ہے اور یہی وجہ ہے کہ یہ خربزہ صفرا کی طرف مستحیل ہو جاتا ہے خصوصًا جس وقت بھوک پر کھایا جائے اور بیج کے پاس سے کھایا جائے یعنی اُسکو چھلکے کے پاس سے نہ کھایا جائے اور اُسکے بعد کھانا نہ کھایا جائے اور اسکا تر و تازہ تخم رطب ہے اور خشک بیج خشکی پیدا کرتا ہے اور پختہ خربزہ لطیف ہوتا ہے اور صفرا کیطرف بہت جلد مستحیل ہو جاتا ہے اگر کسی حاد خلط کو پائے اور کامل طور پر ہضم ہو اور اگر کوئی حاد خلط نہو یا خوب ہضم نہو تو بلغم کی طرف مستحیل ہو جاتا ہے اور خام خربزہ کثیف ہوتا ہے اور غلیظ بلغم کی طرف مستحیل ہو جاتا ہے اور خربزہ جِلا کرتا ہے خصوصًا اُسکے بیج اور بیجون کا مغز بھی اور چھائین اور سیاہ داغ اور چھیپ اور سر کی بھوسی کو نفع بخشتا ہے خصوصًا جبکہ اُسکا مغز جیسا کہ وہ ہے روغن گندم کے ساتھ گوندھا جائے اور دھوپ مین سکھالیا جائے اور قانون مین ہے کہ خربزہ کو کھانا کھانے سے قبل کھانا چاہیے اسی طرح کتاب مختار مین بھی ہے اور منہاج مین ہے کہ اسکو دو کھانون کے درمیان کھانا چاہیے باقی جو کچھ مؤلف نے لکھا ہے وہ سب ظاہر ہے **مؤلف کہتا ہے بیض** (یعنی انڈا) نیمبرشت بیضۂ مرغ کی زردی افضل چیز ہے (نیمبرشت انڈا وہ ہے جو پانی مین اتنا جوش کھائے کہ گرم ہو جائے اور کچھ بندھ جائے کیونکہ پتلا مائیت کے زیادہ ہونے سے

بیض

غذا کم پڑتا ہے اور افضل ہونے کی یہ وجہ ہے کہ انڈا جانورون مین بمنزلہ منی اور حیض کے ہے اور جب کوئی جانور
اپنے مزاج مین آدمی کے مزاج کے مشابہ ہوتا ہے تو اُسکی منی اور اُسکا خون سب جانورون سے بڑھکر آدمی
کے خون اور منی سے مشابہ ہوتا ہے اور سب جانورون سے بڑھکر آدمی کے مزاج کے مشابہ وہ جانور ہین جو
پالے جاتے ہین جیسے مرغیان ہین کیونکہ اگر یہ جانور اپنے مزاج مین آدمی کے مزاج کے مشابہ نہوتے تو ہرگز
آدمیون سے نہ ہلتے اسکے علاوہ آدمیون کے لیے انڈے مالوف غذا ہین اور آدمی کے سوا کسی کے لیے یہ مالوف
غذا نہین ہین) اور جو انڈا بھنا ہوا سخت ہوتا ہے وہ دخانیت کی طرف مستحیل ہو جاتا ہے (رطوبت کی کمی اور ارضیت
کے غلبہ سے) اور انڈا اعتدال کی طرف مائل ہوتا ہے لیکن انڈے کی زردی حرارت کی طرف مائل ہوتی ہے (یعنی
اُسکی زردی گرمی کی طرف زیادہ میل رکھتی ہے اور مزے مین زیادہ لذیذ ہوتی ہے اور یہ اسی سبب سے افضل ہے
اور اس سے خون بہت اور معتدل پیدا ہوتا ہے) اور انڈے کی سپیدی ٹھنڈک کی طرف زیادہ مائل ہوتی ہے (اور
اسی سبب سے اُس سے لسدار بلغم پیدا ہوتا ہے) اور زردی اور سپیدی دونون نرم ہین اور بھنی ہوئی زردی شہد کے ساتھ
جھائیون کے لیے طلا ہے (اسلیے کہ زردی تلیین اور تحلیل کرتی ہے اور شہد جلا کرتا ہے) اور انڈے کی سپیدی منھ
پر لگانے سے دھوپ کی لپٹ اور آگ سے جلجانے کو مانع ہوتی ہے (اسلیے کہ اپنی لزوجت کی وجہ سے جلد پر چپکی
رہتی ہے اور اسکی طرف گرمی کے اثر کو نہین پہونچنے دیتی اور باینہمہ معتدل ٹھنڈک پیدا کرتی ہے) اور آنکھ کے درد
کو تسکین دیتی ہے (یعنی جب اسکو آنکھ مین ٹپکایا جائے تو معتدل ٹھنڈک ڈالتی ہے اور بے لذع اور لگنے کے
خشک کرتی ہے اور تحلیل کرتی ہے) اور کھانسی اور حلق کے کھرکھرے پن اور آواز پڑ جانے کو نفع بخشتی ہے اور سل
اور پسلیون کے ورم اور ضیق النفس اور خون تھوکنے کو مفید ہے خصوصاً اُسوقت جبکہ اسکی زردی چھلکا اُتار کر جائی
جائے اور یہ انڈا جلد نفوذ کرنے والا اور جید الکیموس اور کثیر الغذا اور لطیف الغذا ہوتا ہے اور اسمین قبض بھی ہے اور
آنتون کے زخمون کی پچکاری وغیرہ کی دواؤن مین اور پیچش کی دواؤن مین پڑتا ہے (کیونکہ اسمین قبض کے ساتھ
کچھ لزوجت بھی ہوتی ہے اور بھی اسکے منافع ہین مثلاً دل و دماغ اور بدن اور باہ کو قوت بخشتا ہے اور گرم
نزلات کو سینے سے روکتا ہے اور سینہ کی کھرکھراہٹ اور معدہ کے منھ سے خون آنے کو دور کرتا ہے اور
نیمبرشت لڑکون کے لیے قائم مقام دودھ کے ہے اور اسکی زردی کا روغن باہ کو قوت دیتا ہے اور بال جلد
نکالتا ہے اور اسکے چھلکے مدبر سوختہ اکثر امراض سینہ اور باہ کو مفید ہین مگر معدہ کو مضر ہے اور پتھری پیدا کرتا ہے
اور قولنج لاتا ہے اور اسکا مصلح گرم مصالحہ اور نمک ہے ۵ عدد سے ۷ عدد تک اسکی مقدار خوراک ہے)

میں کہتا ہوں انڈا گوشت کی سی قوت رکھتا ہے کیونکہ وہ حیوان کا جز بلکہ خود حیوان تھا ہے اور افضل چیز
اسمیں اسکی زردی ہے کیونکہ پیٹ کے بچے کے لیے سفیدی بمنزلہ مٹی کے ہے اور زردی اسکی غذا ہے کیونکہ جانور کے
ہاتھ پاؤں وغیرہ تو سفیدی سے بنتے ہیں اور باقی جو دریائی چیزیں ہیں وہ سب زردی سے بنتی ہیں جیسے کہ بچہ کی
ناف کے ذریعہ سے جو ماں کے کلیجہ کا خون اُسکے کلیجہ تک پہونچتا ہے وہی اُسکا کھانا ہے اور جب زردی ختم ہوجاتی
ہی تو جانور حرکت کرکے باہر نکلنا چاہتا ہے اور جبکہ زردی جانور کی غذا بنتی ہے اور ظاہر ہے کہ وہ حیوان نہایت ہی
ضعیف الحرارت ہوتا ہے اسلیے زردی معتدل مزاج اور حرارت کے اعتبار سے لطیف اور خون کی طرف جلد مستحیل
ہوجانے والی بنائی گئی ہے اور اُس سے جو خون بنتا ہے وہ دل کے ساتھ بہت ہی مناسب ہوتا ہے اسی لیے
اُسکی طرف جلد حرکت کرکے پہونچ جاتا ہے اور جن امراض میں جوہر روح کی تحلیل ہوجاتی ہے اُس ضعف اور تحلیل کا
اس سے تدارک ہوجاتا ہے شیخ نے اور سمرقندی نے اسی طرح لکھا ہے اور نیمبرشت انڈا وہ ہوتا ہے جو آدھا کچا رہے
اور آدھا پک جائے یعنی پورے طور سے بندھے نہیں اور یہ افضل اسلیے ہوتا ہے کہ ہضم بہت جلد ہوتا ہے اور غذا کے
اعتبار سے جید ہوتا ہے اُسکی زردی کھائی جاتی ہے اور سپیدی چھوڑ دیجاتی ہے اور یہ جو مؤلف نے کہا ہے وَهُوَ
اِلَى الاعتدالِ یعنے انڈے کی سپیدی اعتدال کی طرف مائل ہوتی ہے اور زردی حرارت کی طرف زیادہ مائل ہوتی
ہے اور سپیدی برودت کی طرف زیادہ مائل ہے اور اسکی سپیدی نہ کھائی جائے تو بہتر ہے کیونکہ اُس سے لزج بلغم
پیدا ہوتا ہے لہذا جو لوگ مبرود المزاج ہوں وہ اس سے احتراز ہی کریں اور اگر ایسا ہی جی چاہے تو نمک اور مری اور
زیتون کے ساتھ کھائیں کیونکہ ان چیزوں سے اُسکے مزاج کی تعدیل ہوجاتی ہے اور جتنی خرابی ہے وہ سب دفع
ہوجاتی ہے اور جو انڈا سرکہ یا انگور یا سماق کے پانی میں پڑا ہوا وہ دستوں کو روک دیتا ہے اور چڑیوں کے انڈے
قوت باہ کے لیے عجیب خاصیت رکھتے ہیں بلکہ ہر انڈا باہ کو ہیجان میں لاتا ہے اور خشکی کے کچھوے کے انڈے
بچوں کی کھانسی کے لیے مجرب ہیں **مؤلف کہتا ہے** بلیلج (یعنی بہیڑا ایک پھل ہے مثل زرد ہڑ کے اسکا
چھلکا چکنا ہوتا ہے اور اسمیں ایک طرح کا استرخا ہوتا ہے اور اسکے مزے میں مزیدار کھٹا پن اور تلخی ہوتی ہے)
پہلے درجہ میں سرد اور دوسرے درجہ میں خشک ہے معدہ کی اصلاح کرنے اور جمع کرنے سے اسکو قوت دیتا ہے اور
اسکا استرخا اور رطوبت کو منع ہے (کیونکہ اسمیں باوجود لطیف اور کچھ تلخی کے ساتھ کھٹا پن اور تلخی ہوتی ہے)
میں کہتا ہوں بہیڑہ ہندوستان کا ایک مشہور پھل ہے **مؤلف کہتا ہے۔ بادرنجبویہ** (یعنے
بلی لوٹن) دوسرے درجہ میں گرم خشک ہے سب بلغمی اور سوداوی بیماریوں کو خصوصًا سوداوی خارشش سے

نفع بخشتی ہے (کیونکہ اسمین اسطرح کی تلطیف ہے او تفتیح ہے) اور منھ کو خوشبودار کرتی ہے اور گندہ دہنی کو دور کرتی ہے (اپنی عطریت سے اور اسلیے کہ گندہ دہنی کے مادہ کو اپنی تلطیف سے دور کردیتی ہے) اور دماغ کے سدون کو دور کردیتی ہے (اپنی تفتیح سے اور دل اور دماغ اور حواس اور ذکاوت اور معدہ کو قوت بخشتی ہے اور فرحت لاتی ہے اور دماغ کو لطیف کرتی ہے اور کابوس کو مفید ہے اور خفقان اور وسواس کو نافع ہے اور اسکا ضماد مقوی قلب ہے پہلو کو مضر ہے اور اسکا مصلح صمغ عربی یعنی ببول کا گوند ہے اور ابریشم اسکا بدل ہے اور ۱۰ ماشہ تک اسکی مقدار ہے، **مین کہتا ہون** بادرنجبویہ یعنی بلی لوٹن کو فارسی مین تُرنجان کہتے ہین کیونکہ اسکی خوشبو کو ترنج کی خوشبو کے ساتھ مشابہت ہے یہ ایک گھانس ہے اور اسکی پتی ریحان کی پتی سے ملتی ہے اور اس سے زیادہ خوشبودار ہوتی ہے اور اسکا بیج تخم اسغول کے ساتھ مشابہ ہوتا ہے بعض لوگ اسکو حشیشۃ السنور کہتے ہین یہ اسلیے کہ بلی اس سے خوش ہوتی ہے اور اُسکے ساتھ کھیلتی ہے اور دل کی تفریح اور تقویت مین اسکی عجیب خاصیت ہوتی ہے اور کل تمام بدن کو نفع بخشتی ہے یہ بالطبع نہایت نرمی کے ساتھ سوداکو دستون کی راہ نکالتی ہے اور خون کی تلطیف کرتی ہے مقدار شربت اسکی دس درہم ہے اور اسکا بدل ابریشم اور ترنج کے چھلکے ہین **مؤلف کہتا ہے۔ بادنجان** (یعنی بیگن) بعض طبیب اسکو بارد کہتے ہین اور بعض کہتے ہین کہ دوسرے درجہ مین گرم خشک ہے اور شیخ اور شیخ کے تابعین کے نزدیک) یہی صحیح ہے (بیگن چار جوہرون سے مرکب ہے ایک تو وہ ارضی جو بارد ہے دوسرا وہ ارضی جوہر جو گرم ہے کہ اسی سبب سے اسمین تلخی ہوتی ہے اور تیسرا مائی جوہر جسکے سبب سے اسمین کھٹاپن ہوتا ہے اور چوتھا ناری جوہر جو شدت سے گرم ہے اور اُسی کے سبب سے اسمین تیزی ہوتی ہے اور بیگن کی طبیعت ان مزون کے غلبہ کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے بعضے بیگن تو ایسے ہوتے ہین جنمین تلخی اور تیزی زیادہ ہوتی ہے جیسا کہ گرم شہرون مین پس یہان کے بیگن زیادہ گرم ہوتے ہین اور بعضے بیگنون مین پھیکاپن زیادہ ہوتا ہے جیسا کہ اُن شہرون مین جہان پانی بہت ہے پس وہ بیگن ٹھنڈے ہوتے ہین اور بعض مین کھٹاپن زیادہ ہوتا ہے جیسا کہ ٹھنڈے شہرون مین جہان پانی کم ہے پس اسمین بہت سی خشکی کے ساتھ حرارت کم ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ بیگن کی طبیعت مین اطبا کا اختلاف ہے) اور بیگن سودا پیدا کرتا ہے (اسلیے کہ اسمین ارضیت زیادہ ہوتی ہے) اور سدے پیدا کرتا ہے (کیونکہ اس سے جو خلط پیدا ہوتا ہے اسمین غلظت ہوتی ہے) اور گھونسی اور آنکھونمین تاریکی پیدا کرتا ہے (اسلیے کہ اس سے سوداوی بخرے اُٹھکر دماغ کو چڑھتے ہین) اور سرطان اور سوداوی خارش اور بواسیر اور سخت ورم اور جذام کو پیدا کرتا ہے

(یہ سب اسلیے کہ مولد سودا ہے) اور رنگ کو خراب کرتا ہے اور اسمین سیاہی اور زردی پیدا کرتا ہے (سیاہی تو سودا کی کثرت سے اور زردی خون کی کمی سے اور اُسکی غلظت سے اور اسوجہ سے کہ رگون مین سدے پیدا کر دیتا ہے جس سے رگون مین سے ظاہر جلد کی طرف خون کا نفوذ نہین ہو سکتا) اور اسکے استعمال سے منھ آجاتا ہے (حدت اور تیزی کے سبب سے) اور معدہ کو قوی کرتا ہے اور سدے کھولتا ہے اور سختیون کو نرم کرتا ہے اور پیشاب کو جاری کرتا ہے اور گرمی کے دردون کو بالخاصہ تسکین دیتا ہے اور قلیل الغذا کثیر الفضول ہے اور بگین کا سر گھسکر لگانا بواسیر کو بالخاصہ مفید ہے اور آنبہ ہلدی کے ہمراہ اسکو تراش کے سینکنا چوٹ کو نافع ہے) **مین کہتا ہون** بگین کی برودت کا ماسرجویہ قائل ہے مگر تمام متاخرین نے اُسکی مخالفت کی ہے اور اُسکی تلخی اور تیزی سے اُسکی حرارت پر استدلال کیا ہے اور اسکے کھانے مین کوئی خیر اور فائدہ نہین بجز ایک صورت کے کہ اُسکو سرکہ مین ڈال کر کھایا جاوے کیونکہ وہ اس صورت سے بسا اوقات جگر کے سدے کھولدیتا ہے اور یہ خود بخود نہ تو حابس ہے اور نہ دست آور ہے لیکن اگر اسکو تیل مین پکایا جائے تو دست آور ہو جاتا ہے اور اگر سرکہ مین پکایا جائے تو حابس ہو جاتا ہے سمرقندی نے لکھا ہے کہ بگین گرم خون پیدا کرتا ہے جو تھوڑے عرصے کے بعد سودا بنجاتا ہے اور اُس سے سوداوی بیماریان پیدا ہوتی ہین اور اگر اسکو چھلکا اتار لینے کے بعد خفیف جوش دیا جائے اور اسکے بعد تیل مین پکا لیا جائے اور میٹھے تیل یا روغن بادام مین اسکی بورانی بنائی جائے تو امید ہے کہ کوئی نقصان نہ کرے کیونکہ اس ترکیب سے اُسکی تیزی جاتی رہتی ہے۔ اور یہ ایک مزے دار کھانا ہے جسکی طرف طبیعت متوجہ ہوکر عمدہ ہضم کرتی ہے اور جو چیزین بدن کی صالح نہین ہین انکو اس سے دفع کر دیتی ہے بشرطیکہ اسکو زیادہ نہ کھایا جائے **مؤلف کہتا ہے۔ بوزیدان** پہلے درجہ مین گرم اور دوسرے درجہ مین خشک ہے نقرس کو اور گٹھیا کو فائدہ بخشتی ہے (اسلیے کہ غلیظ خلطون کی تلطیف کرتی ہے اور اسہال کے سبب سے پٹھون کا تنقیہ کرتی ہے) اور باہ کو بڑھاتی ہے (کیونکہ اسمین رطوبت فضلیہ ہوتی ہے) **مین کہتا ہون** ارض اسکندریہ مین ایک گھانس ہوتی ہے اُسکی جڑ کو بوزیدان کہتے ہین اُنکی شکل انگلیون کی سی ہوتی ہے اور سفید اور ٹھوس ہوتی ہے اسکا نام مستعجل بھی ہے اور دو حصہ بہمن سفید اسکا بدل ہے اور مقدار شربت ڈیڑھ درہم ہے تقویم مین اسی طرح ہے اور رائی اسکی مصلح ہے **مؤلف کہتا ہے۔ بقلہ یمانیہ** (یعنی چولائی) یہ دو قسم کی ہوتی ہے ایک تو وہ جسکی شاخین اور پتے اور تنہ اور خوشے سب کے سب سُرخ ہوتے ہین اور اُسے فارسی مین سرخ مرز کہتے ہین اور دوسری قسم سبز ہوتی ہے جسے فارسی مین سبز مرز کہتے ہین اور دونون کے پتے خوبانی کے پتون کے مشابہ ہوتے ہین

بوزیدان - ایک جڑ ہے

چولائی

اوردونون قسمون کے خوشے لمبے ہوتے ہین کہ اسمین کالے کالے چھوٹے چھوٹے چپکتے ہوے بیج ہوتے ہین)
پہلے درجہ مین سرد اور دوسرے درجہ مین تر ہے گرم ورمون کو اور پیاس کو تسکین دیتی ہے اور کھانسی اور سینہ اور اُس
دردسر کو نفع بخشتی ہے جو آفتاب کی تمازت سے پیدا ہوا ہو (اور یہ سب اُسکی ٹھنڈک اور تری کے پیدا کرنے کے سبب سے
ہے کیونکہ اُسمین ایک کچھی مائیت ہوتی ہے جو حرارت سے خالی ہے) اور طبیعت کو نرم کرتی ہے اور بدن کو تری بخشتی
ہے اور قلیل الغذا ہے اور خلط صالح پیدا کرتی ہے اور پیشاب خوب کھول کر لاتی ہے مگر دیر ہضم ہے اور سرد مزاج والون
کو مضر پڑتی ہے اسکا مصلح گرم جوارشات ہین اور بدل خرفہ ہے (مین کہتا ہون صاحب تقویم نے لکھا ہے کہ
بقلۂ یمانیہ (یعنی چولائی) کو فارسی مین پرپہن کہتے ہین اور تاج الدین بلغاری لکھتے ہین کہ اسکو فارسی مین سرخ مرز
کہتے ہین یہ ایک سُرخ گھانس ہے جسکی شاخین اور پتیان اور لمبائی بالکل کلغہ اور جقیدر کی سی ہوتی ہے یمن کے
لوگ اسکو اپنے کھیتون مین زینت کے لیے بوتے ہین اور اسکی پتی کا مزا لاک کی پتی کا سا ہوتا ہے اور ورمون مین
اسکا استعمال لیپ کے ساتھ ہوتا ہے اور کھانسی اور امراض سینہ اور پیاس مین اسکا جوشاندہ پیا جاتا ہے یا تو
روغن بادام کے ساتھ اور یا انار شیرین کے عرق کے ساتھ اور دردسر مین لیپ کے ساتھ اور یا اسکے عصارہ اور
روغن گل کے تریڑے کے ساتھ **مؤلف کہتا ہے** - بزرقطونا (یعنی اسپغول یہ دو قسم کا ہوتا ہے کالا اور
سفید سرخی مائل اور اسکے پتے بارتنگ کے پتون کے مشابہ ہوتے ہین) پہلے درجہ مین سرد اور دوسرے درجہ
مین تر ہے (اور سفید مین برودت زیادہ ہوتی ہے) روغن گل مین بھنا ہوا اسپغول قابض ہے اور پیچش کے لیے
مفید ہے اور سرکہ کے ساتھ اسکا لیپ آتشک اور تیز ورمون کے لیے نافع ہے اور دردون کو تسکین دیتا ہے
اور گرم دردسر کو اسکا لیپ کرنا فائدہ کرتا ہے اور اسکا لعاب پیاس کو اور بخار کی لپٹ اور سوزش کو تسکین دیتا ہے
(اور بغیر پھٹا ہوا طبیعت کی تلیین کرتا ہے جبکہ پانی مین تر کیا جاتا ہے یہانتک کہ لعاب نکل آئے اسلیے کہ اسکے
لعاب مین لزوجت ہوتی ہے اور کبھی اسکے منافع ہین مثلاً گرمی کے بخار اور خون کے جوش کو تسکین دیتا ہے
اور آنتون مین پھسلن پیدا کرتا ہے اور حلق اور سینہ اور زبان کی کھرکھراہٹ کو دور کرتا ہے اور آنتون کے زخم اور
مروڑ کو فائدہ مند ہے اور بریان کیا ہوا قابض ہے اور اسکی کلی منھ کے جوش اور منھ کے دانون کو مفید ہے جبتک
مسلم رہتا ہے غیر سمی ہے اور کوٹا ہوا سم ہے مگر پیٹھے کو کمزور کرتا ہے اور بھوک کو کھو دیتا ہے اور شہد اسکا مصلح ہے
اور بہدانہ اسکا بدل ہے ۷ ماشہ سے تولہ تک مقدار خوراک ہے) **مین کہتا ہون** بزرقطونا مشہور و معروف ہے
فارسی زبان مین اسکو مغیوش اور اسپغول کہتے ہین کوٹا ہوا زہر ہوتا ہے بسا اوقات ہلاک کر دیتا ہے اگر مقدار دو درہم

بھون کر اور روغن گل اور سرکہ مین لت کر کے کھایا جائے تو اسہال مراری سے نفع بخشتا ہے خصوصًا بچون کو اور
اسکے لعاب کا زیادہ پینا بھی خطرہ سے خالی نہین ہے **مؤلف کہتا ہے۔ بقلۃ الحمقاء** (یعنی خرفہ کا
ساگ) تیسرے درجہ مین سرد اور دوسرے درجہ مین تر ہے مستون کو بالخاصہ گرا دیتا ہے اور اسکا پینا اور لیپ لگانا
گرم دردسر کو تسکین دیتا ہے اور معدہ (اور جگر) کی سوزش کو نافع ہے اور آشوب چشم اور خون تھوکنے کو فائدہ کرتا
ہے اور اسکا چبانا داڑھ کے درد کو کھو دیتا ہے (زیادہ اسکا استعمال نابینائی لاتا ہے اور مصطگی اور گوشت اور گراثہ کے
بیج اسکے مصلح ہین) **مین کہتا ہون** بقلۃ الحمقاء کو فارسی مین پرپہن کہتے ہین اور عربی مین اسکے اور نام
بھی ہین مثلاً فرفخ اور بقلۃ المبارکہ اور بقلۃ الزہراء اور رجلہ اور بقلۂ طاہرہ۔ صاحب صیدیہ نے لکھا ہے کہ
اسکو بقلۂ مبارکہ اسلیے کہتے ہین کہ اس سے بے شمار منافع ہوتے ہین اور یہی وجہ ہے کہ اسکو حماقت سے بھی
موصوف کرتے ہین کیونکہ (جب اسکے منافع بہت ہین تو) اسکو چاہیے تھا کہ کچھ اپنے نفس کا وقار کرتا اور ہر جگہ نہ اگتا
اور ذلیل نہوتا (برخلاف اسکے آدمیون کے راستون مین اُگتا ہے اور پیرون مین آتا ہے اور پانی کے جاری ہونیکی
جگہ اُگتا ہے اور وہان سے اُسے پانی کی بہیا بہالیجاتی ہے غرضکہ اسنے باوجود ایسے متبرک ہونیکے اپنی حماقت سے
اپنے کو سخت ذلیل و خوار بنا رکھا ہے (خدا اُسکو ہدایت دے) مزاق ۱۲ اگر کوئی یہ شبہہ کرے کہ جسطرح اسکو البقلۃ المبارکہ
کہتے ہین اسیطرح البقلۃ الحمقاء بھی کہنا چاہیے حالانکہ ایسا نہین کہتے بلکہ بقلۃ الحمقاء باضافت کہتے ہین
تو اسکا یہ جواب ہے کہ یہ صفت کی طرف موصوف کی اضافت ہے اُسی تاویل سے جو کہ نحو کی کتابون مین مذکور ہے
اسکی تفصیل یہ ہے کہ اہل بصرہ کے نزدیک کوئی موصوف اپنی صفت کی طرف مضاف نہین ہوسکتا اور یہ کئی وجہ سے
اوّل تو موصوف کو خاص یا مساوی ہونا چاہیے اور مضاف نہ خاص ہوسکتا ہے نہ مساوی دوسرے یہ کہ
صفت کا اعراب موصوف کا سا اعراب ہونا لازم ہے اور مضاف الیہ بننے کی حالت مین صفت مجرور ہوجائیگی اور
دونون مین متابعت نہ باقی رہیگی تیسرے یہ کہ ترکیب وصفی اور ترکیب اضافی ان دونون کی ہیئت الگ الگ ہے
پس ایک کی ہیات دوسری ترکیب کے ساتھ نہین قائم ہوسکتی اور اسی سے ان لوگون کے نزدیک کوئی صفت
بھی اپنے موصوف کی طرف مضاف نہین ہوسکتی غرضکہ اہل بصرہ حقیقت کے طریقہ پر اسکی ہرگز اجازت نہین دیتے
کہ کسی وصفی معنی کو اضافت کے طریقہ پر بیان کیا جائے یا بالعکس بخلاف اہل کوفہ کے کہ وہ ان دونون باتون کو
یعنی اضافۃ الموصوف الی الصفۃ و اضافۃ الصفۃ الی الموصوف کو جائز رکھتے ہین اور سند مین یہ امثلہ پیش کرتے ہین
مسجد الجامع وجانب الغربی وصلوٰۃ الاولی وبقلۃ الحمقاء یہ مثالین تو اضافۃ الموصوف الی الصفۃ کی ہین

کیونکہ ان مثالون کے یہ معنی ہین ایسی مسجد جو جامع ہے اور ایسی جانب جو غربی ہے اور ایسی نماز جو پہلی ہے اور
ایسا ساگ جو احمق ہے اور جرد قطیفۃ اور اخلاق ثیاب یہ دونون مثالین اضافۃ الصفۃ الی الموصوف کی
ہین کیونکہ ان دونون کی اصل قطیفۃ جرد اور ثیاب اخلاق ہے یعنی پرانی چادر اور پرانے کپڑے۔ وہ
کہتے ہین کہ بنظر تخفیف اسقدر تصرف جائز ہے مگر اہل بصرہ ان سب مثالون مین تاویل کرتے ہین اور مسجد
الجامع کو مسجد الوقت الجامع کے ساتھ اور جانب الغربی کو جانب المکان الغربی کے ساتھ اور صلوۃ
الاولی کو صلوۃ الساعۃ الاولی کے ساتھ اور بقلۃ الحمقاء کو بقلۃ الحبۃ الحمقاء کے ساتھ تاویل کرتے
ہین اور کہتے ہین کہ درحقیقت موصوف یہان سے مقدر ہے یہ نہین کہ جو مضاف ہے وہی موصوف ہو اور
جرد قطیفۃ اور اخلاق ثیاب مین یہ تاویل کرتے ہین کہ یہان پر صفت کی اضافت موصوف کی طرف
نہین ہے بلکہ تخصیص اور بیان کی نظر سے عام کو خاص کی طرف مضاف کر دیا ہے کیونکہ اسکی اصل قطیفۃ جرد
اور ثیاب اخلاق ہے اس ترکیب مین سے موصوف کو حذف کر دیا گیا اور صفت مبہم باقی رہگئی اور اسی ابہام
کی حالت مین اُسکا استعمال ہوگیا اب جب جرد اور اخلاق مین التباس پڑا تو اُنکو انھین محذوف موصوفات
کی طرف بنظر تخصیص اضافت کر دیا تاکہ متعین ہو جائے کہ فلان چیز کا پرانا ثابت کرنا مقصود ہے اور یہ لحاظ نہین
کیا کہ یہ موصوفات ہین غرضکہ یہ اضافت بمعنی من ہے واللہ اعلم۔ اور بقلۃ الزہرا اسکو اسلیے کہتے ہین کہ حضرت
فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو یہ ساگ مرغوب تھا اور بعض سے یہ بھی منقول ہے کہ بنو امیہ کے نزدیک بقلۃ الحمقاء
مین موصوف کی اضافت صفت کی طرف نہین ہے بلکہ یہ اضافت حقیقی ہے اور اسکے معنی ہین حمقاء کا ساگ
اور حمقاء سے اُن مردودون نے حضرت بتول زہرا جگر پارۂ رسول مجتبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مراد لیا ہے اسواسطے
کہ یہ جناب زہرا کو مرغوب تھا العیاذ باللہ اگر یہ لوگ اس سے یہ مراد لیتے ہین تو سخت ظالم اور مردود ہین اور جناب
سیدہ اس اتہام سے بالکل پاک ہین خدانخواستہ اگر وہ اس لقب سے یاد کی جائین تو دنیا مین پھر کون ایسا ہے
جو اپنے آپ کو عقلمند کے نام سے پکارے۔ اور اکثر سے یہی منقول ہے کہ چونکہ یہ ساگ پانی جاری ہونے کی
جگہ پیدا ہوتا ہے اور بہا اسکو بہا لیجاتی ہے اسلیے اسکو حماقت سے موصوف کیا گیا ہے اور اس تقدیر پر
وہی تاویل کرنی پڑیگی جو بیان کی گئی اور چونکہ یہ ساگ اطبا کے یہان مشہور ہے اسلیے صرف لفظ بقلۃ ہی پر
اقتصار کرتے ہین اور حمقاء سے متصف نہین کرتے اور اسکو رجلہ اسلیے کہتے ہین کہ اسکی جڑ بہت بودی
ہوتی ہے اور ذرا تحریک سے اُکھڑ آتا ہے (رجلہ کے لغوی معنی پیادہ کے ہین) اور مؤلف نے جو کچھ اسکے

افعال وخواص ذکر کیے ہین وہ سب ظاہر ہین اور اسکے تخم کا دودھ طحال کو مضر ہے اور بلغم پیدا کرتا ہے اور شکر اسکی مصلح ہے اور قدر شربت دس درہم ہے۔ **مؤلف کہتا ہے** ۔ **بَندُق** (یعنی ریٹھا) گرمی اور خشکی کیطرف مائل ہے (مخزن مین اسکو دوسرے درجہ مین گرم خشک کہا ہے سدیدی مین ہے کہ یہ بنسبت جائفل کے اسمین جوہر ارضی زیادہ ہوتا ہے اسی لیے جائفل کے اعتبار سے اسمین بکٹھاپن زائد ہوتا ہے) دیر ہضم ہے (کیونکہ اسکا جسم شدت سے کثیف ہے اور یہ کثافت غلبۂ ارضیت کی وجہ سے ہے خصوصًا جبکہ اُسکے اندر کا چھلکا لیا جائے اسلیے کہ اس چھلکے مین کثافت اور قبض یعنی بکٹھاپن زاید ہوتا ہے) اور اس سے صفرا پیدا ہوتا ہے اور قی کو ہیجان مین لاتا ہے (صفرے کی طرف مستحیل ہو جانے سے) اور دردسر پیدا کرتا ہے (کیونکہ بسبب دیر ہضم اور دیر مین نافذ ہونیکے معدے سے بہت سے گرم ابخرے سر کی طرف چڑھتے ہین اور درد پیدا کرتے ہین) اور نفخ شکم اور ریاح پیدا کرتا ہے (اپنی فضلیہ رطوبت کی وجہ سے) اور دماغ کو بڑھاتا ہے (اسلیے کہ اسکا جوہر جوہر دماغ کے مناسب ہے) اور کھانسی کو نافع ہے اور خون تھوکنے پر مدد دیتا ہے (کیونکہ اسمین تقطیع ہوتی ہے خصوصًا جبکہ شہد کے ساتھ پیا جائے) اور معدہ اور قوت ہاضمہ کو قوی کرتا ہے اور پٹھون کو قوت بخشتا ہے اور اعضا کے اینٹھنے اور لقوہ اور فالج یعنی جھولا مار جانے کو اور مرگی کو مفید ہے اور باہ لاتا ہے اور درد رحم کو دفع کرتا ہے اور اگر پانی مین گھسکر اسکو ناک مین سُڑکین تو درد آدھاسیسی کو نافع ہے اور خربزہ کی جڑ اسکا بدل ہے) **مین کہتا ہون** ریٹھا حرارت اور یبوست کی طرف مائل ہے اور یہ جائفل کے اعتبار سے بدن کی زیادہ غذا پڑتا ہے کیونکہ اسمین تکاثف اور ارضیت جائفل سے زیادہ ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ اُسکے اعتبار سے دیر ہضم ہوتا ہے اور بکٹھا ہوتا ہے اور ناف کے قریب اور زیر ناف نفخ بہت زیادہ پیدا کرتا ہے اور اسکی سب مضرتون کو شہد دور کر دیتا ہے اور یہ انجیر کے ساتھ زہر کے اثر کو دور کر دیتا ہے اور اکثر اطبا سے منقول ہے کہ اگر بچے کے نیلے تالو پر اسکو ملا جائے تو اُسکا نیلاپن دور ہو جاتا ہے **مؤلف کہتا ہے** ۔ **بسفائج** (یعنی کھنکالی) دوسرے درجہ مین گرم اور تیسرے درجہ مین خشک ہے نفخ کو تحلیل کرتی ہے (کیونکہ یہ اپنی گرمی سے اُسکی ترقیق اور تلطیف کرتی ہے اور وہ اپنے قوام مین ہوا کے مشابہ ہو جاتا ہے اور طبیعت اُسکو بآسانی دفع کر دیتی ہے) اور سودا کو اور بلغم کو اور مائیت کو (بالخاصہ) دستون کی راہ نکال دیتی ہے اور اسکے پینے کی مقدار (بغیر پکے اور بغیر بھگوئے) دو درہم تک ہے اور پکی ہوئی کی مقدار چار درہم تک ہے (کیونکہ پک جانے کے بعد اسکا نقصان دفع ہو جاتا ہے) **مین کہتا ہون** بسفائج بہت سی شاخون اور رگون والی ایک گھانس ہے کہ اپنی صورت مین کنکھجورے سے

بندق

بسفائج

مشابہ ہوتی ہے اسکی شاخین باریک باریک اور سُرخ سُرخ ہوتی ہین اور خود وہ پستئی رنگ ہوتی ہے اور اسکے مزے مین شیرینی کے ساتھ کچھ کٹھاپن ہوتا ہے اور تر مقامات مین اُگتی ہے اور بلوط کہنہ کے گرد اُسکی جڑون مین لپٹی ہوتی ہے اور اسکی جڑین بالشت بھر کے قریب لانبی ہوتی ہین اور اسمین نہ پھول نکلتا ہے نہ پھل مقدار شربت وہی ہے جو مؤلف نے لکھی ہے اور اسکا بدل اکاس بیل ہے تھوڑے نمک کے ساتھ

مؤلف کہتا ہے۔ بلوط (ایک پھل ہے جسکے درخت مین ایک سال یہ ہوتا ہے اور ایک سال مازو اور اسکی بونڈی مستعمل ہے اسکی ایک قسم شیرین اور ایک قسم تلخ ہوتی ہے) پہلے درجہ مین سرد اور دوسرے درجہ مین خشک ہے غذائیت کے اعتبار سے ردی ہوتا ہے (اپنے ثقل اور غلظت کے سبب سے) اور منھ سے خون آنیکو اور معدہ کی رطوبت کو نافع ہے اور قابض ہے دستون کو (اور خون بہنے کو) بند کرتا ہے آور آنتون کے زخم اور خراش (اور خفقان اور متلی) کو نافع ہے (اور پیشاب لاتا ہے اور بھلبھلایا ہوا بعض شربتون کے ساتھ باہ لاتا ہے اور باہ کو حرکت دیتا ہے اور بدن کو قوت دیتا ہے اور بعض زہرون کا مارگ ہے اور اسکو جلا کے چٹکی بچون کے منھ آنے کو مفید ہے) **مین کہتا ہون** مؤلف نے بلوط کے جو اوصاف بیان کیے ہین وہ شاہ بلوط سے کم ہین (شاہ بلوط بھی بلوط کی ایک قسم ہے) کیونکہ اسمین کچھ حرارت ہوتی ہے اور یہ سب افعال اُسکے اندر کے چھلکے مین زائد ہوتے ہین اور اسکو بھون لینے سے اسکی اصلاح ہو جاتی ہے اور زیادہ سے زیادہ اسکی مقدار خوراک بیس درہم ہے اور بھون لینے کے بعد اسمین شکر بھی ملا لینا چاہیے اور بلوط اپنے قبض کی وجہ سے پیشاب جاری کرتا ہے اور زہرون کا مارگ بھی ہے **مؤلف کہتا ہے۔ بقر** (یعنی گاے) اسکا سینگ جلا ہوا اور دھویا ہوا پانی مین پیا جاتا ہے تو خون تھوکنے کو اور نکسیر کو بند کرتا ہے (اسکے جلانے اور دھونے کی وہی ترکیب ہے جو بارہ سنگھے کے سینگ کے جلانے اور دھونے کی ہے) اور جب اسکے گوبر کی دھونی دیجاتی ہے تو اُبھری ہوئی رحم کو اندر پھیر دیتی ہے (کیونکہ رحم نہایت ذکی الحس واقع ہوا ہے خوشبو سے اسکو رغبت ہے اور بدبو سے نفرت) اور مچھرون کو بھگا دیتی ہے آور استسقا والے کے پیٹ پر گوبر ملا جاتا ہے اور اُسکو دھوپ مین لٹایا جاتا ہے تو نفع ہوتا ہے (کیونکہ گوبر قوت کے ساتھ مادہ کو باہر کی طرف کھینچتا ہے اور دھوپ اُسکو سکھا کر تحلیل کرتی ہے) **مین کہتا ہون** گائے کا جلا ہوا اور دھویا ہوا سینگ باریک کر کے پانی کے ساتھ خون تھوکنے مین پیا جاتا ہے اور نکسیر مین ناک کے دونون نتھنون مین پھونکا جاتا ہے آور اخثاء خثی کی جمع ہے گوبر کو کہتے ہین۔ **مؤلف کہتا ہے۔ بادآورد** (بعض لوگ کہتے ہین کہ زبان ہندی

اسے جواسا کہتے ہین مگر صحیح یہ ہے کہ یہ ایک اور کٹیلی گھانس ہے جواسا کو عربی مین حاج کہتے ہین اور بادآورد
ایک خاردار گھانس ہے اونٹ کٹارے کے مشابہ اور بیج اُسکے مشابہ کرڑکے) پہلے درجہ مین سرد خشک ہے (اور
اسمین تحلیل اور تفتیح کی قوت بھی ہوتی ہے اسی لیے بعضے کہتے ہین کہ گرم تیز ہے) اسہال معدی کو مفید ہے
اور خون تھوکنے کو بھی نفع کرتی ہے (اپنے قبض اور یبوست سے) اور اسکا لیپ نرم ورمون کو گھٹا دیتا ہے اور
ہلکا اور دبلا کر دیتا ہے (اپنی تحلیل اور تخفیف اور تفتیح سے) اور اسکا جوشاندہ دانتون کے درد کو کھو دیتا ہے
(جبکہ اس سے کلی کی جائے) اور پرانے بخارون کو نفع بخشتا ہے (جبکہ اسکو پیا جائے کیونکہ اسمین تحلیل اور ادرار
ہے) اور اسکے بیج لطیف اور محلل ہوتے ہین اور (اسی لیے) تشنج کو فائدہ دیتے ہین اور (سدون کی) تفتیح
کرتے ہین اور انکا لیپ بچھو کے کاٹے کو شفا دیتا ہے (کیونکہ یہ زہر کو کھینچ لیتے ہین) **مین کہتا ہون**
بادآورد فارسی لفظ ہے اور اسکو بادآورد اسلیے کہتے ہین کہ جب زمین سے اسکو اکھاڑا جاتا ہے تو ہوا
اُسکو ادھر اُدھر اڑا لاتی ہے اور یہ ایک سفید خاردار درخت ہے کہ صورت مین خارخسک یعنی گوکھرو کے
مشابہ ہوتا ہے مگر فرق اتنا ہے کہ گوکھرو کے اعتبار سے یہ زیادہ سفید اور کانٹے کے لحاظ سے زیادہ لانبا
ہوتا ہے اور اسکے تنہ کا طول دو ہاتھ تک ہوتا ہے اور اسکا پھول نیلے رنگ کا ہوتا ہے اور اسکا بیج کرڑ کے
بیج سے زیادہ گول ہوتا ہے اور صحیح یہ ہے کہ بادآورد اور چیز ہے اور شکاعی اور چیز ہے (مخزن الادویہ
مین ہے کہ شکاعی بضم شین اور بالفتح بھی آیا ہے لغت یونانی ہے اور اُسکو شوکۂ عربیہ اور شوکۃ البیضاء
بھی کہتے ہین اور فارسی مین بادآورد کہتے ہین اور اصح یہ ہے کہ وہ بادآورد کے اصناف مین سے ہے
بعینہ بادآورد نہین ہے اور بھی فارسی مین اُسکو خچیر کہتے ہین اور بعض شہرون مین کنکر خر مشہور ہے اور کہتے
ہین کہ ہندی مین اونٹ کٹارہ کہتے ہین) اور حرف با مین جو دوائین مؤلف نے چھوڑ دی ہین (انکو ہم لکھے دیتے
ہین چنانچہ منجملہ اُنکے ایک تو) **بَاْرْزَدْ** ہے (بسکون راے مہملہ و فتح زاے معجمہ و سکون دال مہملہ گندہ بہروزہ)
فارسی ہے ۱۲
تیسرے درجہ مین گرم اور دوسرے درجہ مین خشک ہے عرق النسا اور درد نقرس سے فائدہ بخشتا ہے (اور
ورم اور سختیون اور مواد کو نرم کرتا ہے اور تحلیل کرتا ہے اور رطوبت کو جذب کرتا ہے اور پرانی کھانسی اور دھانس
اور اختناق رحم اور بواسیر کو نافع ہے اور پتھری توڑتا ہے اور گردہ کا سدہ کھولتا ہے اور اسکا ست سوزاک اور
پیشاب کے راستون کے زخم کو نافع ہے دماغ کو مضر ہے اور روغن بنفشہ اور کافور اُسکا مصلح ہے اور جاؤشیر اور
چھڑیلہ بدل) **بَاْن** (یعنی بکائن) اور یہ ایک درخت ہے (بہت بڑا جسکی لکڑی بہت نرم ہوتی ہے اور

پھل کم ہوتا ہے ذائقہ مین تلخ اور پتے سبز اور پھول زرد اور تیسرے درجہ مین) گرم خشک ہے (فتح مسام ہے اور تحلیل
ریاح اور پیشاب لاتا ہے اور کوڑھ اور سفید داغ اور گنج بالی اور ورمون کو اور زخمون کو اور امراض جلدی کو نافع ہے
اور خون کو صاف کرتا ہے اور اسکا لیپ ورمون کو تحلیل کرتا ہے اور اسکا منجن دانتون کو مفید ہوا کرتا ہے جگر اور معدہ
کو مضر ہے اور سونف اسکی مصلح ہے اور بلیجہ اور ثمر لکائن اسکا بدل ہے اور ایک تولہ تک اسکی مقدار ہے) اور اسکا
تیل اسکے بیج سے لیا جاتا ہے - **پرسیاوشان** (یعنی ہنسراج اسکو عربی مین شعر الجن اور شعر الارض اور
شعر الجبال اور شعر الخنازیر اور جمة القبا اور شعر الکلاب اور کزبرة البیر اور ساق الاسود اور ساق الوصیف کہتے
ہین) اور یہ ایک باریک گھانس ہے مشابہ دھنیے کے اور زمین نمناک مین اگتی ہے اور پانی بھرے ہوئے حوضون
اور کنوؤن کے اندر اکثر پیدا ہوتی ہے نہ اسکا تنہ ہوتا ہے نہ بیج نہ پھول حرارت اور برودت مین معتدل ہے (اور
بعض کے نزدیک پہلے درجہ مین گرم خشک ہے) پھیپھڑے اور سینہ کو غلیظ فضلون سے پاک کرتی ہے (اور
اخلاط کو لطیف کرتی ہے اور سدے کھولتی ہے اور مادہ کو پختہ اور معتدل القوام کرتی ہے اور ورم اور ریاح کو
تحلیل کرتی ہے اور خشکی لاتی ہے اور بلغم کو چھانٹتی ہے اور مادہ بلغمی اور سوداوی کو دستون کی راہ نکالتی ہے
اور مادہ صفراوی کو بھی نکالتی ہے اور درد سینہ اور دمے اور کھانسی کو مفید ہے اور کنا نور کو نافع ہے اور پیشاب
بند ہو جانے کو اور حیض و نفاس بند ہو جانے کو مفید ہے طحال کو مضر ہے مصطگی اور بنفشہ اور کتیرا اسکا مصلح ہے
اور گل بنفشہ اور ملیٹھی اسکا بدل ہے اور ایک تولہ اسکی مقدار شربت ہے) **بسباسہ** (یعنی جوتری یا اخروٹ کے
اوپر کا چھلکا ہے مزے مین تلخ اور تیز اور خوشبودار رنگ مین سرخ زردی مائل) یہ ایک خوشمزہ پوست اور پتی ہے
خوشبودار لوگ اسکو کھاتے ہین (اکثر اسکا استعمال تنباکو مین دیکھا جاتا ہے اور یون تو بہت ہی کم کھائی جاتی ہے)
بعض لوگ کہتے ہین کہ یہ جائفل کا پوست ہے (دوسرے درجہ مین) گرم خشک ہے (فرحت بخشتی ہے اور معدہ
اور جگر اور باہ کو قوت بخشتی ہے اور عضو تناسل کی استادگی لاتی ہے اور سدہ کھولتی ہے اور رطوبت کو خشک کرتی ہے
اور ریاح کو اور باطنی سختی کو تحلیل کرتی ہے اور رحم کو قوت دیتی ہے اور فضلات کو معدہ پر گرنے نہین دیتی اور
لطافت بخشتی ہے اور ہاضم ہے اور مثانہ کی پتھری توڑتی ہے اور اسکا لتہ تر کیا ہوا رکھنا بعد حیض کے حمل قائم ہونیکو
مدد دیتا ہے مگر درد سر پیدا کرتی ہے اور جگر کو مضر ہے اور صندل اور گلاب اسکا مصلح ہے اور جاسے پھل اسکا بدل ہے
مقدار خوراک ۴ ماشہ تک ہے) **بستان افروز** (کلغہ) یہ ایک شگوفہ ہے (پہلے درجہ مین) سرد خشک (مواد
کو پکاتا اور تحلیل بھی کرتا ہے اور دماغ کے سدے کھولتا اور دفع کرتا ہے اور زکام اور معدہ اور جگر کی گرمی کو مفید ہے

اور اسکے بیج دل کو قوت بخشتے ہین اور روغن کے گل کے ہمراہ اسکا لیپ پرانے دستون کو بند کرتا ہے اور
نافع ہے اور آگ کے جلے ہوے کو مفید ہے مگر مثانہ کو مضر پڑتا ہے کبر و اسکا مصلح ہے اور مکوہ اُسکا بدل - پانچ
ماشہ مقدار) **بلسان** (مخزن الادویہ مین ہے کہ بلسان ایک بڑا درخت ہے اور پرورش کرنے سے مقدار
درخت بطم تک پہونچتا ہے اور سردی اور گرمی اور پیاس اور سیرابی سے آدمی کی طرح اذیت پاتا ہے لہذا
مناسب ہے کہ ہر فصل اور ہر زمانے کے لائق اُسکی خدمت کرتے ہین تاکہ اپنے حد کمال تک پہونچ جائے اسکے
پتے سداب کے پتون سے مشابہ ہوتے ہین اور اُس سے زیادہ سفید اور انطاکی نے لکھا ہے کہ جب حضرت
مریم علیہا السلام حضرت مسیح علیہ السلام کو لے کر اور اپنی قوم سے بھاگ کر مطریہ مین آئین اور وہان اقامت کی
تو اُسی کے نزدیک ایک کنوئین سے اپنے کپڑے دھوکر اُسکے پانی کو نچوڑا اُس سے درخت بلسان جما اسی لیے
نصاریٰ اسکی بہت تعظیم کرتے ہین اور اسکے روغن کو دونے سونے پر خرید کرتے ہین اور جمع کرتے ہین سب سے عمدہ
اسکی وہ لکڑی ہوتی ہے اور اُسکو عود بلسان کہتے ہین کہ تر و تازہ اور خوشبودار اور سنگین اور سرخ رنگ ہوا ور
پوست اُسکا زرد ہو اور اسکے بہتر روغن کی پہچان یہ ہے کہ اگر پانی مین ڈالین تو تہ مین بیٹھ جائے اور اگر ردی
یا اُون کو اُسمین بھگوئین اور دھوئین تو بالکل صاف ہو جائے اور کسی طرح کا لس یا لزوجت اُسمین باقی نہ رہے
اور جو انگلی مین لگا کر لکڑی یا کپڑے پر لگائین اور اُسے جلائین تو آگ سے کچھ ضرر نہ پہونچے) یعنی بلسان
ایک مصری درخت ہے جو مصر کے قریہ عین الشمس مین پیدا ہوتا ہے (ایک مدت ہوئی کہ بلسان کا مصر سے
آنا موقوف ہوگیا مخزن الادویہ) اسکا تیل اُسکے تخم سے افضل ہے (مخزن مین ہے کہ یہ افعال مین بہت
ضعیف ہوتا ہے اور اسکا کوئی بدل نہین ہے) دوسرے درجہ مین گرم خشک ہے عرق النسا اور مرگی اور دوران
سر اور دمے اور ضیق النفس سے نفع بخشتا ہے اور زہرون کا مارک ہے اور معدہ کی برودت اور جگر کی برودت
اور دماغ کی رطوبتون سے نفع بخشتا ہے اور نصف مثقال یعنی ۲ ماشہ تک اسکی مقدار ہے مؤلف کہتا ہے

یہان سے اُن ادویہ کا ذکر کیا جاتا ہے جنکے شروع مین (ج) ہے

جُعَدَة (یعنی عنبر بید ایک گھانس ہے اکثر دریا کے کنارے ہوتی ہے جسکی شاخون سے ریشے باریک بال
ایسے نکلتے ہین) اسکی دو قسمین ہین چھوٹی اور بڑی چھوٹی تو تیسرے درجہ مین گرم اور دوسرے درجہ مین خشک ہوتی ہے اور
بڑی دوسرے درجے مین گرم خشک ہوتی ہے اور یہ دونون پیشاب اور حیض کو جاری کرتے ہین اور سددون کو
کھولتے ہین اور پیٹ کے کیڑون کو مارڈالتے ہین اور مار کے نکالدیتے ہین اور سیاہ یرقان اور استسقاء کو نافع ہین

بلسان

جعدہ

(اور قوت تریاقیہ رکھتے ہین اور دست آور ہین اور اخلاط کو لطیف کرتے ہین اور ریاح کی تحلیل کرتے ہین اور خون کو صاف کرتے ہین اور ذہن کو قوی کرتے ہین اور بچھو کے زہر کی مارک ہین) لیکن معدہ اور سر کے لحاظ سے ردی ہین (دھنیا اسکا مصلح ہے اور پہاڑی پودینہ بدل ہے ماشہ تک اسکی مقدار ہے) مین کہتا ہون جعدہ یعنی عنبر بید شیح یعنی درمنہ کی ایک قسم ہے اور یہ شاخین اور پھول ہین باریک بالون کی طرح اور سفید زردی مائل بقدر ایک بالشت کے بیجون سے بھری ہوئین اور اسکا سر گول ہوتا ہے کرہ کی مانند موصل مین بہت پیدا ہوتی ہے اور پہاڑی چھوٹی ہوتی ہے اور صحرائی بڑی اسکا بدل انار کی لکڑی کا پوست ہے مؤلف کہتا ہے ۔ جوز (یعنی اخروٹ) دوسرے درجہ مین گرم اور پہلے درجہ مین خشک ہے (اسمین ایک فضلیہ رطوبت ہوتی ہے جیسے کہ اور سارے مغزون مین ہوتی ہے اور یہی رطوبت خشکی کے غلبہ کو توڑ ڈالتی ہے اور اسی سبب سے اسکی خشکی اسکی گرمی سے کم ہے اور یہ رطوبت طبعی نہین ہے بلکہ پانی سے حاصل ہوئی ہے اور نہ اسکی آمیزش اور مزاج کو استحکام ہے اسی سبب سے اسکی نسبت خشکی کی طرف کی جاتی ہے) منھ کو پھیلا دیتا ہے (اپنی سوزش اور حدت سے اور اس سبب سے کہ اسکی ارضیت اکثر صفرا کی طرف مستحیل ہو جاتی ہے) اور زبان کو بھاری کر دیتا ہے اور درد سر پیدا کرتا ہے (دیر ہضم ہونے اور دیر مین نفوذ کرنے اور فضلیہ رطوبت کے زیادہ ہونے سے پس غلیظ الجزء اس سے اٹھکر دماغ کو چڑھتے ہین اور درد سر پیدا کرتے ہین اور زبان بھاری ہو جاتی ہے) یہ دیر ہضم ہے اور معدہ کے لیے مضر ہے (اپنی چکناہٹ کے سبب سے) اور شہد کے ساتھ بارد معدہ کو مفید ہے (اسلیے کہ شہد اسکی غلیظ رطوبت کی تقطیع کرتا ہے اور معدہ کی رطوبت کو چوس لیتا ہے) اور اسکے چھلکے کا رب حلق اور گلے کے ورم کو فائدہ کرتا ہے (اسکا رب لینے کی یہ ترکیب ہے کہ اسکے اوپر کے تر و تازہ چھلکے کو نچوڑ کر یہانتک پکاتے ہین کہ گاڑھا ہو جاتا ہے مگر یہ یاد رہے کہ جو ورم بلغمی ہوتا ہے اسکو یہ رب مفید پڑتا ہے کیونکہ اسمین شدت قبض کے ساتھ لطافت ہے (اخروٹ بہت ہی لطیف ہے اور طبیعت کو نرم کرتا ہے اور ردی مادہ کو تحلیل کرتا ہے اور باہ زیادہ پیدا کرتا ہے اور تخمہ کو مانع ہے اور اعضاے رئیسہ کو اور باطنی حواسون کو قوت بخشتا ہے اور اسکا مغز بھنا ہوا کھانسی کو فائدہ مند ہے مگر گرم مزاج والون کو مضر پڑتا ہے آب انار اسکا مصلح ہے اور مغز چلغوزہ اور چرونجی اسکا بدل ہے تولہ سے دو تولہ تک مقدار خوراک ہے ذائقہ مین پھیکا اور ننیذا اور مرغن ہوتا ہے) مین کہتا ہون شیخ نے لکھا ہے کہ سکنجبین اخروٹ کے لیے تریاق ہے اور مؤلف نے جو کچھ اسکی بابت لکھا ہے وہ سب شرح اور تفصیل سے مستغنی ہے ۔ مؤلف کہتا ہے ۔ جوز بوا (یعنی جاے پھل

جوز

جوز بوا

اسکو جوز الطیب بھی کہتے ہین) دوسرے درجہ مین گرم خشک ہے اور بعضے طبیب تیسرے درجہ مین گرم خشک کہتے ہین
(اور بعضے دوسرے درجہ مین گرم اور تیسرے درجہ مین خشک کہتے ہین) آنکھ کو قوت دیتا ہے (کیونکہ اپنی خشکی
کی وجہ سے اُن رطوبتون کو دور کرتا ہے جو مغلظ روح ہین) اور آنکھ کے جالے کو نافع ہے (کیونکہ رگون کے
غلیظ فضلون کو دور کرتا ہے) اور منھ کی بدبو کو دور کر کے خوشبو پیدا کر دیتا ہے (کیونکہ جو متعفن رطوبتین ہین اُنکو
دور کر دیتا ہے) اور چھیپ (اور چھائین) کو صاف کرتا ہے اور آسمین نکٹھا پن ہوتا ہے جس سے یہ جگر اور تلی
اور معدہ کی تقویت کرتا ہے (اسی سبب سے جو گذرا) اور پیشاب کو جاری کرتا ہے (اور فرحت بخشتا ہے اور
طبیعت کو لطیف کرتا ہے اور قدرے نشہ لاتا ہے اور حرارت غریزی یعنی اصلی حرارت کا حافظ ہے اور ہاضم
ہے اور جگر کی سختی اور طحال کے ورم اور اکثر سردی کے ورمون کو مفید ہے اور لحمی استسقا یعنی جلندر گوشت
بڑھ جانے والے کو اور گٹھیا کو مفید ہے پھیپھڑے اور گرم مزاج کو مضر پڑتا ہے اور درد سر لاتا ہے دھنیا اور
شہد اور بنفشہ اسکا مصلح ہے اور بسباسہ اسکا بدل ہے اور چار ماشہ سے نو ماشہ تک مقدار خوراک ہے) مین
کہتا ہون - جوز بوا وہی ہے جسکو جوز الطیب بھی کہتے ہین (اسلیے کہ خوشبو مین پڑتا ہے) یہ مقدار مین
مازو کے برابر ہوتا ہے اور چھلکے کا پتلا خوشبودار توڑنے مین پھسپھسا تیز ہوتا ہے (اور ہند مین پیدا ہوتا ہے)
معدہ خصوصاً فم معدہ کے لیے اس سے زیادہ کوئی چیز نافع نہین ثابت ہوئی - **مؤلف کہتا ہے جلنار**
(یعنی گل انار) پہلے درجہ مین سرد اور دوسرے درجہ مین خشک ہے مسوڑھون کو مضبوط کرتا ہے اور دانتون کو
قوت دیتا ہے اور نفث الدم یعنی خون تھوکنے کو اور سحج یعنی آنتون کے خراش کو نفع بخشتا ہے اور زخمون اور
پرانے قرحون کو بھر لاتا ہے (یہ سب فائدہ اسکے قبض اور یبوست اور چپچپاہٹ کے سبب سے ہین) **مین کہتا ہون**
جنگلی انار کی کلی کو جلنار کہتے ہین (اور عمدہ کلی وہ ہے جو موٹی اور بڑی ہو) اور یہ انار پھلتا نہین ہے اور اس سے
کوئی نفع نہین اُٹھایا جاتا (پھلنے والے انار کی کلی کو اقماع الرمان کہتے ہین) **مؤلف کہتا ہے -**
جُبن (یعنی پنیر) تر و تازہ پنیر سرد تر ہے اور پرانا (نمکین) گرم خشک ہوتا ہے اور عمدہ پنیر وہ ہے جو درمیانی
ہو (یعنی ابھی پرانا نہ ہوا ہو کیونکہ یہ بذاتہ سرد تر ہوتا ہے اور اسنے مین کے نمک کی وجہ سے کچھ گرمی اور خشکی پیدا کر لیتا
ہے کیونکہ نمک کے اختلاط کو ابھی تھوڑا زمانہ گذرا ہے پس یہ چارون کیفیتون مین درمیانی ہوتا ہے) اور تازہ
پنیر بہت غذا پڑتا ہے اور بدن کو فربہ کرتا ہے (کیونکہ دیر ہضم اور دیر نفوذ نہین ہوتا اور نہ خلط کا ردی ہوتا ہی
اور باینہمہ غلیظ اور تر ہوتا ہے) اور پرانا نمکین بدن کو دبلا کرتا ہے (اپنی حدت اور تیزی سے کیونکہ یہ خون مین

حدت پھیلا دیتا ہے) اور پنیر معدہ کو مضر پڑتا ہے (کیونکہ حاد ہے اور غلیظ ہے اور دیر ہضم اور دیر نزول) لیکن
بھوک بڑھاتا ہے (معدہ پر خراش کرنے سے) اور لطف چیزون کے ساتھ اسکا استعمال بد ہے (سدے
پیدا ہوتے ہین) اور گردہ اور مثانے مین پتھریون کو پیدا کرتا ہے (اپنے گاڑھے پن اور چپچپے ہونے سے
خصوصًا جسوقت نفوذ کرا دینے والے گرم مصالحون کے ساتھ اسکا استعمال کیا جائے) مین کہتا ہون
تر و تازہ پنیر دوسرے درجہ مین سرد و تر ہوتا ہے کیونکہ اسمین دودھ کی مائیت باقی رہتی ہے اسی لیے معدہ کی
جلن کو توڑتا ہے اور پنیر خلط غلیظ کو کم پیدا کرتا ہے اور اگر اسکو شہد کے ساتھ کھایا جائے تو دست آور ہے
کیونکہ اسمین دست آور مائیت غالب ہوتی ہے اور شہد اسکو نیچے کی طرف متوجہ کر دیتا ہے اور بلغمی شخص کو
یہ اچھا نہین ہے اور خشک پنیر گرم خشک ہے اور کثیر الغذا ہے کیونکہ دودھ کا قوی حصہ پنیر ہو جاتا ہے وہ پتلے
پائخانہ کو بستہ کر دیتا ہے بوجہ اپنی غلظت اور یبوست کے خصوصًا جبکہ نچوڑ کر بھون لیا جائے اور یہ بہت دشواری
کے ساتھ ہضم ہوتا ہے اور عمدہ پنیر وہ ہے جو (نہ نیا ہو نہ پرانا بلکہ) درمیانی ہو اور نرم اور متخلخل ہو اور جلد
ٹوٹ جائے اور خوشمزہ ہو اور مزے مین کچھ شیرینی ہو اور پرانا پنیر نمک لگا ہوا بدن کو لاغر کرتا ہے اپنی خشکی
کی وجہ سے اور اپنی تیزی سے احتراق اور دخانیت کی طرف مستحیل ہو جانے کی وجہ سے اور یہ تیزی اس مین
پنیر مایہ سے آتی ہے اور نمک سے اور اسی لیے معدہ کے لیے مضر پڑتا ہے مگر فم معدہ کے لیے مقوی ہے
اور اُس گرانی کو بھی دور کر دیتا ہے جو شیرین اور چکنی غذائین کھانے سے پیدا ہو جاتی ہے اور لطف چیزین
اسمین ردائت اور خرابی زیادہ پیدا کر دیتی ہین کیونکہ وہ اُسکو ایسی حالت مین نفوذ کرا دیتی ہین کہ وہ خام اور
قوت ہاضمہ کا نافرمان ہوتا ہے اور اسکے غلیظ اجزا جسوقت بدن کی حرارت قویہ پاتے ہین تو پتھری بنجاتے
ہین اور گرم ملطف غذائین اس فعل پر امداد دیتی ہین اور جانورون کے دودھ کے اختلافون کے موافق
اُنکے پنیر بھی مختلف الحال ہوتے ہین اور یہ ایک مجمل بات ہے جسکو اسکی تفصیل کی خواہش ہو اُسکو چاہیے
کہ اُس دودھ کی حالت سے بحث کرے جس سے وہ پنیر حاصل کیا گیا ہو۔ مؤلف کہتا ہے۔ **جزر**
(یعنی گاجر) اسکی جڑ دوسرے درجہ کے آخر مین گرم اور پہلے درجہ مین تر ہے نفخ پیدا کرتی ہے اور باہ کو حرکت
دیتی ہے (کیونکہ اسمین فضلیہ رطوبت ہوتی ہے) اور اسکے بیج خصوصًا جنگلی گاجر کے (یہ ایک نبات ہے اسکی
پتی شاہترہ کی پتی کے مشابہ ہوتی ہے مگر اُس سے بڑھکر چوڑی ہوتی ہے اور اسکا مزا تلخی مائل ہے اور اسکا تنہ
کھرکھرا ہوتا ہے اور اسکی چوٹی سوئے کی چوٹی کے مشابہ ہوتی ہے اسمین سفید پھول ہوتے ہین اور اُنگل بھر کے

موٹاپے ہین اسکی جڑ ہوتی ہے اور طول قریب ایک بالشت کے) لطیف ہوتے ہین پیشاب اور حیض کو جاری کرتے ہین (اور سدے کھولتے ہین اور معدہ اور قوت ہاضمہ کو قوی کرتے ہین اور منی زیادہ پیدا کرتے ہین اور ریاح اور نفخ کو تحلیل کرتے ہین اور بلغمی مواد اور گاڑھے مواد کو بھی تحلیل کرتے ہین اور گردے اور مثانہ کی پتھری توڑتے ہین اور پرانی کھانسی اور سینہ کے فضول مواد کو دفع کرتے ہین اور بچون کے کھرے کو نافع ہین مگر مثانہ اور گرم مزاجون کو مضر پڑتے ہین کتیرا اور مصطگی انکا مصلح ہے اور تخم گاجر اور تخم کرفس اسکا بدل ہے قدر شربت ۴ ماشہ) **مین کہتا ہون** یہ سب ظاہر ہے اور پیشاب جاری کرنے کے لیے انکا استعمال پینے کے ساتھ ہوتا ہے اسطرحپر کہ بیجون کو جوش دیکر پانی کو پی لیا جائے اور حیض جاری کرنے کے لیے پی کر بھی اور حمول سے بھی۔ گاجر کی غذائیت بنسبت شلجم کے کم ہوتی ہے اور اسکی مصلح کانجی اور سرکہ اور رائی ہے اور حرف جیم مین جن دوائون کو مؤلف نے نہین لکھا وہ تفصیل ذیل ہین۔ **جاورس (یعنی باجرا)** صاحب اختیارات بدیعی نے لکھا ہے کہ تین قسم ہے ایک نوع دخن جسکو فارسی مین ارزن اور شیرازی مین اُلم کہتے ہین اور دوسری نوع ذرت بذال معجمہ اور فارسی مین زرت بزاے معجمہ تیسری نوع جاورس کہ گاورس کا معرب ہے اور جسکو شیرازی مین کال کہتے ہین پہلی نوع بڑائی اور چھوٹائی مین متوسط ہوتی ہے اور اسکو ہندی مین باجرا کہتے ہین دوسری نوع کو ہندی مین جوار کہتے ہین اور تیسری نوع کو کہ سب سے چھوٹی ہے کنگنی کہتے ہین اور بھی ہند اور بنگالے مین ایک نوع اور ہوتی ہے کہ کنگنی سے بڑی اور زرد رنگ ہوتی ہے اسکو چینا کہتے ہین کذا فی مخزن الادویہ) یہ (بعض طبیبون کے نزدیک دوسرے درجہ مین سرد خشک ہے (اور بعض کے نزدیک دوسرے درجہ مین گرم خشک ہے) اور قابض ہے اور خشکی لاتا ہے درد سر وغیرہ مین اسکی پوٹلی سے سینکتے ہین (اور نفخ ہوتا ہے) اور دیر ہضم ہوتا ہے (اور ثقیل ہے اور ریاح پیدا کرتا ہے اور پیاس لاتا ہے اور خون سوداوی پیدا کرتا ہے اور سدہ لاتا ہے) دودھ (اور گھی اور شکر) اسکا مصلح ہے (اسطریقہ پر کہ اُسکا مالیدہ بنا کر کھایا جائے خوشمزہ بھی ہوتا ہے اور مسمن بھی ہے اسکے اور بھی افعال وخواص ہین جو شارح نے نہین بیان کیے مثلاً بدن اور کمر اور معدہ اور باہ کو قوت بخشتا ہے اور رطوبت فاضلہ کو خشک کرتا ہے اور اسکی روٹی صفراوی دستون کو بند کرتی ہے اور قلیل الغذا ہے اور پیشاب لاتا ہے اور کچے حمل کو ساقط کرتا ہے اور معدہ کے نفخ اور درد کو اسیر اسکی پوٹلی کی سینک دور کرتی ہے اور سرکہ کے ہمراہ اسکا لیپ ورم سرد کو تحلیل کرتا ہے چانول اور کلونجی اسکا بدل ہے) **چاؤشیر (یعنی گاؤشیر)** یہ ایک گوند ہے (جسکے پتے انجیر کے

پتون سے مشابہ ہین تیسرے درجہ مین) گرم خشک ہے عرق النسا اور گٹھیا کو اسکا لیپ نافع ہے اور اسکا سرمہ بینائی کو تیز کرتا ہے (اور یہ ریاح کو تحلیل کرتا ہے اور سدے کھولتا ہے اور پٹھون کو قوت بخشتا ہے اور سختیون کو نرم کرتا ہے اور سردی کی بیماریون اور جالندرا اور کانور اور قطرہ قطرہ پیشاب آنے کو نافع ہے اور مثانہ کی خارش اور زخم کے نفخہ کو مفید اور ریحی اور بلغمی قولنج کو نافع ہے اور اسکے بیج شراب کے ہمراہ اختناق رحم کو نافع ہین اور پٹھون کی رطوبت کی اصلاح کرتے ہین اور خدر اور قولنج بلغمی اور درد طوبی کو مفید ہین انثیین کو مضر ہے اور عرماخورا اور کنوچہ اسکا مصلح ہے اور اشق بدل مقدار ہم ماشہ) **جبلاہنگ** (یہ فارسی لغت ہے اور جبلہنج اسکا معرب ہے یہ ایک کانٹے کا بیج ہے زرد رنگ مشابہ شیوران کے دست آور ہے اور قولا نا ہے اور نصف درم تک اسکا پینا فالج کے لیے نافع ہے مقدار شربت نصف درہم تک اور ایک درہم اسکا قاتل ہے کیونکہ اسمین قوت سمیہ موجود ہے جو شخص اسکو کھا دے خناق عارض ہوتا ہے جو شخص اسکو کھالے اسکی تدبیر یہ ہے کہ اسکو قی کرائی جائے اور روغن اور زیرہ اور انیسون اور جند بیدستر نبیذ کے ساتھ کھلایا جائے اور چکنی غذا اور تازہ دودھ شہد کے ساتھ اور پیٹ پر نیم گرم نمک کا ضماد اسکے لیے نافع ہے اور جسوقت اس شخص کا پیٹ بند ہو جائے تو حقنہ کرین) **جراد** (یعنی ٹڈی اس سے مراد جراد البر ہے اور جراد البحر یعنی ملخ دریائی یہ دوسرا جانور ہے) یہ مشہور جانور ہے (مخزن الادویہ مین ہے کہ یہ ایک جانور ہے مختلف الالوان اسکے پانون بڑے بڑے ہوتے ہین ایک ہفتہ سے کم مین بچہ نکالتی ہے اور نباتات اور درختون پر بیٹھتی ہے اور اکثر ایک برس سے زیادہ زندہ نہین رہتی جس درخت کو کھاتی ہے فاسد کر دیتی ہے اسکی بڑی قسم بعضے برسون مین بہت پیدا ہوتی ہے اور جس کھیتی پر بیٹھتی ہے اسکو کھا کر خراب کر دیتی ہی) گرم خشک ہے (تیسرے درجہ مین) بواسیر اور قطرہ قطرہ پیشاب آنے کو اسکا بخور مفید ہے خصوصاً عورتون کو (اور اسکے پانون کا طلا پھنسیون اور چھائین اور خارش کے لیے مفید ہے خصوصاً جب اسکو سرکے کے ساتھ جلایا جائے اور اسکے انڈے کے جوف کا طلا چھائین کے لیے بہت نافع ہے اور ٹوٹے بازو کی موٹی ٹڈی کو بھون کر کھانا بچھو کے کاٹے کو مفید ہے مگر محرق اخلاط اور مجفف اور مورث جرب اور حکہ ہے سکنجبین اور چاشنی دانہ انار اور شیرۂ تخم خرپزہ اور شیرۂ تخم خیار اسکا مصلح ہے بعض اطبا نے لکھا ہے کہ ٹڈی کے جلانے سے اور ٹڈیان بھاگتی ہین اور نہین بھاگتی تو مر جاتی ہین) **جلبان** یعنی کرسنہ (بفتح کاف و راء مہملہ و سکون سین مہملہ و فتح نون یعنی مٹر کابلی) خشکی پیدا کرتا ہے بدن کی غذا کم دیتا ہے ردی خون پیدا کرتا ہے (اور خون کو رست لاتا ہے مصلح شہد

جبلاہنگ

ٹڈی

جلبان

اور گلاب اور گیرو ہے) پہلے درجہ مین سرد اور دوسرے درجہ مین خشک ہے (اور بقول اکثر اطباء دوسرے درجہ مین گرم خشک ہے) طبیعت کو نرم کرتا ہے اور خون بڑھاتا ہے اور اکثر اعضا کے آماس کو دفع کرتا ہے اور فساد بلغم کو دفع کرتا ہے اور سدے کھولتا ہے اور جلا کرتا ہے اور سینہ اور پھیپھڑے کو صاف کرتا ہے اور پیشاب لاتا ہے اور سخنیون کو تحلیل کرتا ہے اور ریاح پیدا کرتا ہے قدر خوراک ۹ ماشہ) **جُلاب** (یعنی گلاب کا عرق) معتدل ہے قدرے مائل بسردی خمار سے نفع بخشتا ہے اور بخار اور پیاس کو تسکین دیتا ہے اور پیچش اور آنتون کو مضر ہے اور اُسکے بنانے کی ترکیب یہ ہے کہ نبات سفید یا شکر سفید مقدار ایک سیر کے ساتھ تین سیر گلاب کے نرم آگ مین جوش دین اور کف اُسکا دور کرکے صاف کرتے رہین جب آدھا رہجائے ایک درم زعفران گلاب مین پیسکر اُسمین ڈالدین اور اسمین رکھین اور ضرورت کے وقت سرد پانی یا کسی مناسب عرق کے ساتھ حل کرکے تخم بالنگو یا فرنجمشک یا ریحان وغیرہ اُسپر چھڑک کر پیین اور مزاج مین گرمی غالب ہو تو اسپغول اُسپر چھڑک لین اور اگر سردی غالب ہو تو عنبر اور مشک بقدر ایک ایک دانگ کے داخل کرین جلاب طبی یہی ہے یہ دماغ اور دل اور فم معدہ کو نہایت قوت بخشتا ہے اور گرمی کے خفقان کو مفید ہے اور فرحت بخشتا ہے اور ہاضم ہے اور دست آور ہے اور اسمین سرمہ حل کیا ہوا سوزش چشم کو مفید ہے ۵ تولہ سے ۱۰ تولہ تک مقدار شربت ہے) **چِلغوزہ** یعنی حب الصنوبر جسکو چلغوزہ بھی کہتے ہین (مشہور میوہ ہے) دیر ہضم ہے دوسرے درجہ مین گرم اور پہلے درجہ مین تر ہے (مصلح اسکا سکنجبین اور ترش میوہ ہین) باہ کو بے انتہا برانگیختہ کرتا ہے مثانہ کی پتھری اور کمر کے درد اور عرق النساء کو مفید ہے (اور بھوک بڑھاتا ہے اور دل اور پٹھون کو قوت بخشتا ہے اور سدہ کھولتا ہے اور معدہ اور جگر اور پھیپھڑے اور گردہ اور مثانہ اور آلات تناسل کو مفید ہے اور مادہ کو پختہ کرتا ہے مخزن الادویہ مین ہے کہ جِلَوز فندق یا بادام کوہی کو کہتے ہین اور یہ قائم مقام چلغوزہ کے ہوتا ہے منفعت مین اسکا بدل چلغوزہ ہے اور مصلح اسکا شکر ہے انتہی) **جنطیانا** (یعنی کپھان بید فارسی مین اسکو گوشاہ کہتے ہین) یہ ایک درخت کا پھل ہے جو اخروٹ کے درخت کے مشابہ ہوتا ہے اسکی رنگت سُرخ (قدرے سیاہ) ہوتی ہے (اور ذائقہ تلخ ہوتا ہے) گرم خشک ہے (دوسرے درجہ مین) سدہ کھولتا ہے (اور جلا کرتا ہے اور لطافت بخشتا ہے اور قابض ہے اور ورمون وغیرہ کو تحلیل کرتا ہے اور مادہ کو پاک کرتا ہے اور سردی کے دردون اور پسلی کے درد اور معدے کے درد کو تسکین دیتا ہے اور پیشاب جاری کرتا ہے اور کانور اور پرمیو اور جریان کو مفید ہے اور مقوی باہ ہے اور اسکا لیپ سرکہ کے ہمراہ کانور کو نافع ہے اور دیوانہ کتے کے زہر اور اکثر زہرون کا مارگ ہی سینہ اور گرم مزاج والون کو ضرر پہنچاتا ہے اور مقوی تندرستون اسکا مصلح ہے اور اسارون اور زراوند مدحرج اسکا بدل ہے

قدر شربت ۴ ماشہ) **جند بیدستر** (یعنی خایۂ اود بلاؤ رنگت زرد و سُرخ مزا پھیکا اور خوشبودار) ایک دریائی جانور کے خصیے ہین کہ مزدوج یعنی دو عدد آپسمین جُڑے ہوتے ہین بشکل تھیلی خصیون کے یا جیسے گائے کے دو پتے انپر باریک جھلی ہوتی ہے کہ ذرا چھونے سے ٹوٹ جاتی ہے (بعض اطبار نے لکھا ہے کہ اسکی قوت پندرہ برس بلکہ کچھ زیادہ تک رہتی ہے) گرم خشک ہے (آخر تیسرے درجہ مین گرم اور دوسرے درجہ مین خشک تمام گرم خشک اویہ سے زیادہ لطیف اور زیادہ قوی ہوتا ہے) خشکی پیدا کرتا ہے اور رعشہ اور خدر اور فالج اور مرض نسیان اور سرد دردسر کو نفع بخشتا ہے اور مرے ہوے بچے اور بچہ دان کی جھلی کو آسانی نکال دیتا ہے (اور سدے کھولتا ہے اور ریاح اور ورم کو تحلیل کرتا ہے اور سرد اور زہرلی دواؤن کا مارگ ہے اور اصلی حرارت کو حرکت مین لاتا ہے اور قوت دیتا ہے اور دماغی سرد بیماریون اور پٹھون کی بیماریون کو نافع ہے اور حیض اور پیشاب کو جاری کرتا ہے اور رحم کو قوت دیتا ہے اور باہ کو بھی قوت بخشتا ہے گرم مزاج والون کو مضر ہے اور شربت بنفشہ اسکا مصلح ہے اور دارفلفل اور درج اسکا بدل ہے ۲ ماشہ قدر شربت) **جوز القی** (یعنی مین پھل ایک درخت کا پھل ہے برابر انجیر صحرائی کے اور بیج اسکے مشابہ بہدانہ کے اور مستعمل اسکا پوست ہے اسکی قوت اور سفید کٹکی کی قوت قریب قریب ہوتی ہے گرم خشک ہے (دوسرے درجہ مین رنگت مین سُرخ زردی مائل ہوتا ہے اور ذائقہ تلخ ہوتا ہے) بلغم کو اور رطوبتون کو بذریعۂ قی کے نکالتا ہے اور فالج (اور لقوہ اور کھانسی اور دمے اور ہانپنے کو اور کوڑھ اور پھوڑے پھنسی) کو نافع ہے (اور دست آور ہے اور دماغی بیماریون کو نافع ہے اور پٹھون کی بیماریون کو بھی فائدہ بخشتا ہے اور ریاح اور پیٹ کے نفخ کو تحلیل کرتا ہے اور اسکا فرزجہ یعنی ترکیا ہوا التہ فرج مین رکھنا فرج کو تنگ کرتا ہے جگر کو مضر ہے اور گوند اور رب السوس اسکا مصلح ہے اور بورہ ورائی اسکا بدل ہے اور ۲ ماشہ قدر شربت ہے مؤلف کہتا ہے

اب وہ دوائین لکھی جاتی ہین جنکے شروع مین دال مہملہ ہے

دارصینی (یعنے دارچینی) تیسرے درجہ مین گرم خشک ہے (اور بعض دوسرے درجہ مین گرم خشک کہتے ہین اسکی رنگت سرخی مائل ہوتی ہے اور مزا تیز اور شیرین اور تیز بو) روح کو نہایت لطافت بخشتی ہے اور رطوبتون کو جذب کرتی ہے اور سدہ کھولتی ہے اور ہر عفونت اور ریم اور پچپاہٹ کی مصلح ہے اور اسکا تیل جلا دیتا ہے اور پگھلا دیتا ہے اور رعشہ کے لیے عمدہ محلل ہے (اور سردی کی بیماریون اور سردی کے دردون اور دردسر کو مفید ہے) اور دارچینی چھیپ اور چھائین سے نفع بخشتی ہے اور رطوبتون سے سر کو پاک صاف کر دیتی ہے اور سینہ پر کی جمی ہوئی رطوبت کو پاک کر دیتی ہے اور جگر کے سددون کو کھولتی ہے اور معدہ کو قوی

کرتی ہے اور گردہ اور رحم کے درد سے نفع بخشتی ہے اور اسکا کھانا اور سرمہ مین لگانا آنکھ کے جالے کو کاٹتا ہے اور بینائی کی تاریکی کو دور کرتا ہے (اور فرحت بخشتی ہے اور ہر خلط کو معتدل القوام کرتی ہے اور ارواح اور قویٰ کی حفاظت کرتی ہے اور ریاح کو تحلیل کرتی ہے اور پیشاب اور حیض کو جاری کرتی ہے اور باہ کو قوت دیتی ہے اور خفقان اور جلندر اور جنون کو مفید ہے مگر مثانہ کو مضر ہے مصطگی اور کتیرا اسکا مصلح ہے اور کبابہ اور ترنج اسکا بدل ہے ۴ ماشہ سے ۷ ماشہ تک قدر استعمال) **مین کہتا ہون** دارچینی ایک لکڑی کا مشہور نکل ہے خوشبودار کچھ تیزی کے ساتھ اسکی بہت سی قسمین ہین مؤلف نے اسکے جو افعال وخواص بیان کیے ہین سب ظاہر ہین۔ **مؤلف کہتا ہے**۔ **دیک ودجاج** (یعنی مرغا مرغی) عمدہ مرغی وہ ہے جسنے ابھی انڈا نہ دیا ہو (کیونکہ انڈا دینے کے بعد اسکی اصلی رطوبت کم ہوجاتی ہے اور اُسکا پکنا دشوار ہوجاتا ہے) اور عمدہ مرغا وہ ہے جسنے ابھی بانگ نہ دی ہو (اسکی بھی وہی وجہ ہے جو مرغی مین معلوم ہوئی) اور مرغیون کے چوزون کی چربی مرغیون کی چربی سے بڑھکر گرم ہوتی ہے اور مرغون کے خصیے غذا مین اچھے ہوتے ہین (کیونکہ مطلقاً خصیون کی خلقت صرف منی ہی کے نضج کے لیے ہوئی ہے لہذا ضرور ہے کہ انمین معتدل گرمی نضج دینے والی اور ایسی رطوبت ہو کہ وہ نضج مین مدد دے آور اسلیے کہ جب یہ منی کو پیدا کرتے ہین اور منی گرم تر ہے تو انکا مزاج بھی ضرور منی ہی کے مزاج کے قریب ٹھہریگا تاکہ منی کو اپنی طبیعت کے قریب کر لینے پر قادر ہون اور جبکہ ایسا حال ہے تو ضرور یہ عضوون کے جوہرون سے نہایت مناسب ہونگے اور اُنکی طرف انکا استحالہ جلد ہوجائیگا) آور سریع الہضم ہوتے ہین اور مرغ کا شوربہ رعشہ اور گٹھیا اور معدہ کو اور دمہ کو اور قولنج کو موافق ہے (اسلیے کہ مرغ کے جرم مین ایک جوہر لطیف جالی ہوتا ہے جو پکانے مین اُس سے چھوٹ جاتا ہے آور شوربے مین باقی رہجاتا ہے یہی وجہ ہے کہ جسقدر جلا شوربے سے ہوتی ہے گوشت سے نہین ہوتی) آور مرغیون کا گوشت عقل کو بڑھاتا ہی (اسلیے کہ اسنے لطیف خون اور روح بہت زیادہ پیدا ہوتی ہی اور مرغیون کا مزاج خشک ہوتا ہے پس جو خون انکے گوشت سے پیدا ہوتا ہے اُسکی تعدیل آدمی کے دماغ کی رطوبت کرلیتی ہے کہ وہی رطوبت بلید ہونے کا باعث ہوتی ہے) اور منی کو بڑھاتا ہے اور آواز کو صاف کرتا ہے (کیونکہ پھیپھڑے اور نرخرے کی رطوبت کی یہ گوشت تعدیل کرتا ہے اور اپنی چکناہٹ سے اُسکی خشکی کو دور کرتا ہے) اور مرغ کا بھیجا ناک سے نکسیر کا خون آنے کو روکتا ہے (یعنی وہ نکسیر جو دماغ کے پردونسے پھوٹا کرتی ہے) اور چوزون کی یخنی معدہ کی جلن کو تسکین دیتی ہے (کیونکہ پکانے مین جو اجزا انکے گوشت سے

دیک ومرغی

یخنی مین چھوٹ آتے ہین اُنمین رطوبت بہت ہوا کرتی ہے اور ہلکی گرمی ہوتی ہے اسلیے جلن کو تسکین دیتے
ہین)**مین کہتا ہون** مرغ جب پانی مین پکایا جاتا ہے تو اُس سے بورتی قوت چھٹ کر پانی مین آجاتی
صاف وجلا کرنے والی قوت ہے
ہے اب اگر صرف ردی فضلون کا دفع کرنا اور اُنکی تعدیل اور طبیعت کو نرم کرنا مقصود ہے تب تو صرف اُسکی
مائیت کا استعمال کافی ہے اور اگر اور بھی اغراض ہین تو جو دوا ان اغراض کے پورا کرنے مین مفید ثابت
ہون اُنکے ساتھ اسکا استعمال کیا جائے کیونکہ ہم ابھی بیان کرتے ہین کہ اسمین بہت سی خاصیتین ہین
اور اسکا شوربہ لینے کا جو طریقہ جالینوس نے لکھا ہے وہ یہ ہے کہ مرغ کو خوب دانہ کھلا وے اور تھوڑی
مدت تک اُسکو اپنی حالت پر چھوڑ دے اُسکے بعد اُسکو یہانتک دوڑایا جائے اور تھکایا جائے کہ
دوڑتے دوڑتے گر پڑے اُسکے گرتے ہی اُسکو ذبح کیا جائے اور پیٹ چیر کر پیٹ کی سب الا بلا نکالی جائے
اور بجائے اُسکے تھوڑا نمک پیٹ مین بھر کر اُسکو سی دیا جائے اور پکایا جائے اور ایک ہی جلسہ مین بٹھکر اُسکو
پی لیا جائے تو یہ تو سادہ شوربا ہوگا اور اگر رعشہ اور گٹھیا اور قولنج کے لیے اُسکا استعمال مقصود ہو تو کھنکالی
اور سوئے کے ساتھ اُسکو پکایا جائے اور اگر ضیق النفس کے لیے استعمال کرنا مقصود ہو تو کڑا اور عشق پیچہ اور
چنون کے ساتھ پکایا جائے اور اگر دستون کیلیے اُسکو استعمال کرین تو انھین دواؤن مین کھنکالی یا اور کوئی مسہل دوا ملالین
اور اگر مروڑ کیلیے استعمال کرین تو قابض دواؤن کے ساتھ پکائین اور اگر مثانہ کے زخمون کیلیے استعمال کرین تو دودھ کے ساتھ
پکائین ۔ اور مرغی کا گوشت عقل کو اسلیے بڑھاتا ہے کہ یہ دماغ کو لطیف غذا پہونچا کر اسکو معتدل کر دیتا ہے اور اُسکے
قوی کو قوی کرتا ہے اور مرغ وہ افضل ہے جو خصی ہو اور یون تو ہر جانور خصی ہی اچھا ہوتا ہے اور تیار مرغون کے
خصیے خوب گرم تر اور غذائیت کے اعتبار سے نہایت جید ہوتے ہین خوب منی پیدا کرتے ہین لیکن دیر ہضم ہوتے ہین
لہذا اُنکی اصلاح صعتر دواسے کر لیجائے **مؤلف کہتا ہے** ۔ **دماغ** (یعنی بھیجا) سرد تر ہوتا ہے اور بلغم اور
غلیظ خلطون کو پیدا کرتا ہے اور متلی لاتا ہے اور قی آور ہے اور بھوک کھو دیتا ہے مناسب یہ ہے کہ اسکو
گرم مصالحون کے ساتھ کھایا جائے (جو تقطیع کرتے ہین اور گرم ہوتے ہین پس ان مصالحون سے اسکی اصلاح
ہو جائیگی) اور بھیجا طبیعت کو نرم کرتا ہے **مین کہتا ہون** یہ سب ظاہر ہے مگر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جس جانور
کا مزاج گرم ہوگا اُسکا بھیجا عمدہ ہوگا اور پہاڑی جانورون کا بھیجا اور جانورون سے اچھا ہوتا ہے اور
پرندون کا بھیجا اور جانورون سے اچھا ہوتا ہے باینہمہ بھیجون کا کھانا اچھا نہین ہے کیونکہ اُنسے خون
فسدار سرد سریع الفساد پیدا ہوتا ہے اور طبیعت کو اپنی لزوجت ہی سے نرم رکھتا ہے **مؤلف کہتا ہے**

دم الاخوین (یعنی ہیرادوکھی جسکو فارسی مین خون سیاؤشان کہتے ہین) دوسرے درجہ مین سرد خشک ہوتا ہے بعض کے نزدیک تیسرے درجہ مین سرد خشک ہے اور بعض کے نزدیک پہلے درجہ مین گرم اور دوسرے درجہ مین خشک ہے) تازہ زخمون کو (اپنی چپک سے) ملا دیتا ہے اور پیٹ کو بند کرتا ہے اور خون جاری کو روک دیتا ہے (بسبب قبض کے) اور معدہ کی تقویت کرتا ہے (اور بینائی کو بھی قوت دیتا ہے اور عضو مؤوف کی طرف مواد گرنے نہین دیتا اور دانتون کو قوی اور صاف کرتا ہے اور معدہ اور جگر کی گرمی کو دفع کرتا ہے اور اسکا منجن مسوڑہون کو مضبوط کرتا ہے اور اسکا سرمہ آنکھون کو قوت دیتا ہے) اور گوشت کو اگاتا ہے اور آنتون کی خراش اور مقعد کے پھٹ جانے کو اسکا طلا مفید ہے (اور دستون کو بند کرتا ہے اسکی رنگت سُرخ براق ہوتی ہے اور مزے مین تلخی مائل ہوتا ہے قدر استعمال ۲ ماشہ گردہ کو مضر ہے اور کتیرا اور ببول کا گوند اسکا مصلح ہے اور شادنج اور عصارہ کا ہو بدل) **مین کہتا ہون** دم الاخوین یعنی خون سیاوشان یہ ایک درخت کا سُرخ گوند ہے جو سقوطرا نامی جزیرہ کے بعض پہاڑون مین ہوتا ہے (اور بعضے کہتے ہین کہ یمن مین اور خراسان مین اور ہند مین بھی ہوتا ہے) عمدہ دم الاخوین وہ ہے جو آسانی سے ٹوٹ جائے اور قبض کے لیے اسکا استعمال یون کرنا چاہیے کہ نیمبرشت انڈے کی زردی مین بقدر نصف درہم ملاکر چاٹ لیا جائے اور بعض اطبا کا یہ خیال ہے کہ تمامی افعال مین اسکا بدل کاہو ہے آور منجملہ اُن ادویہ کے جو دوا مؤلف نے اس ردیف مین چھوڑ دی ہے **دفلی** (اسکو سم الحمار بھی کہتے ہین کیونکہ گدھا اسکو نہین چھوتا) یہ ایک درخت ہے (بقدر دو گز کے) گرم خشک ہے (تیسرے درجہ مین) یہ سم ہے اسکے پاس نہین پھٹکنا چاہیے (سخت سخت ورمون کو تحلیل کرتا ہے اور خشکی کرتا ہے اور جلا کرتا ہے اور پشت کے پرانے درد کو تسکین دیتا ہے اور عرق النسا کو مفید ہے اور باہ کو قوت دیتا ہے اور کھجلی اور چھائین کو اس کا لیپ مفید ہے اور اسکے خشک پتون کی چٹکی زخمون کو بھر لاتی ہے) **مؤلف کہتا ہے**

اب وہ ادویہ لکھے جاتے ہین جنکے شروع مین ہاے ہوز ہے

ہندبا (یعنی کاسنی سبز) پہلے درجہ مین سرد ہے اور خشک کاسنی پہلے درجہ مین خشک ہے اور سبز کاسنی پہلے درجہ مین تر ہوتی ہے اور بستانی زیادہ تر ہوتی ہے (یعنی بہ نسبت جنگلی کے) اور گرمیون کے موسم مین حرارت کی طرف زیادہ مائل ہوتی ہے اور احشا اور رگون کے سدے کو کھولتی ہے اور اسمین مناسب قبض ہوتا ہے جس سے یہ معدہ اور جگر کو قوی کرتی ہے اور گرم معدہ کے لیے یہ نہایت ہی موافق ہوتی ہے

اور ٹھنڈی معدہ مین بالخاصیت اثر کرتی ہے اور ستوؤن کے ساتھ اسکا لیپ گرم خفقان کیلیے لگایا جاتا ہے
اور دل کو قوی کرتی ہے اور املتاس کے ساتھ گلے کے ورمون کو فائدہ مند ہے اور اسکا ضماد آنکھون کے
دُکھنے کو مفید ہے اور اسکا شیرہ آنکھون کا جالا صاف کرنے کے لیے بہت اچھا ہے (اور سدے اور
مسام کھولتی ہے اور گرمی اور تیزی صفرا اور خون اور پیاس کو تسکین دیتی ہے اور اسکا پھاڑا ہوا رانگ
کا نور اور جگر اور طحال کے سدون کو بہت نافع ہے اور گرمی والے جلندر اور گرمی کے خونی اور صفراوی بخارون
کو بہت نافع ہے اور اسکے پتے بن دھوئے پینا طبیعت کو نرم کرتے ہین اور بہت نافع ہین اور دھلے ہوے
قابض اور مضر ہو جاتے ہین اور اسکے بیج سدے کھولتے ہین اور پیشاب خوب لاتے ہین اور درد سر
اور خفقان اور جلندر اور کانور کے لیے مفید ہین اور جگر کی گرمی اور پیاس اور بخارون اور گردہ اور طحال کے
ضعف کو نافع ہین اور منہ کے خون آنے کو نافع ہین اور بھوک کو حرکت دیتے ہین اور اسکی جڑ سدہ کھولتی
اور خلطون کو لطیف کرتی ہے اور غذا کے آنے جانے کے رستون کو صاف کرتی ہے اور پیشاب جاری
کرتی ہے اور خون کو صاف کرتی ہے اور اندرونی شکمی اعضا کے ورم کو دفع کرتی ہے اور جلندر کو مفید ہے
اور مواد کو تحلیل کرتی ہے اور مرکب بخارون اور پرانے پرانے بخارون کو نافع ہے اور گنٹھیا کے لیے فائدہ مند
ہے اور منہ اور ہاتھ اور پیر کی بھربھراہٹ کو دفع کرتی ہے اسکا رنگ غباری ہوتا ہے اور مزا قدرے تلخی
لیے ہوے پھیکا پہلے درجہ مین گرم اور دوسرے درجہ مین خشک ہے غشی لاتی ہے اور سکنجبین اسکی مصلح ہے اور
سونف کی جڑ بدل ۷ ماشہ تک مقدار خوراک ہے **مین کہتا ہون** ہندبا رکی فارسی کاسنی ہے یہ پہلے
درجہ مین سرد ہے یعنی اسپر برودت غالب ہے گو اسمین مختلف قوتین موجود ہین جیسا کہ اسکے مختلف مزون
سے معلوم ہوتا ہے کہ اسمین تلخی بھی ہوتی ہے اور کھٹا پن بھی اور پھیکا پن بھی اور خشک کاسنی خشک ہوتی
ہے اور ہری کاسنی پہلے درجہ مین تر ہوتی ہے اور موسم گرما مین حرارت کی طرف مائل ہو جاتی ہے اس دلیل
سے کہ اسمین اس موسم مین تلخی زیادہ آجاتی ہے لیکن یہ حرارت کچھ ایسا اثر نہین کرتی جیسا کہ منہاج مین مذکور ہے
اور جنگلی کاسنی افعال و خواص مین بہ نسبت بستانی کے زیادہ قوی ہوتی ہے جنگلی کاسنی کو عربی مین طرخشقوق
کہتے ہین یہ کاسنی جگر کے سدے کھولنے مین عجیب خاصیت رکھتی ہے (اور معدہ کو قوت دیتی ہے اور قابض
ہے اور خون بند کرتی ہے اور حیض جاری کرتی ہے اور اسکے بیج اور جڑ بستانی کاسنی کی جڑ اور بیجون سے اپنے
افعال مین قوی تر ہین اور کانور کے لیے نہایت نافع ہین بستانی کاسنی سے اسکے پتے کسی قدر چھوٹے ہوتے ہین

گرم خشک ہو لیکن بعض نے سرد خشک بھی کہا ہی شیخ نے لکھا ہے کہ اطبا یون کہتے ہین کہ کاہو بہ نسبت
اس کاسنی کے تمام افعال مین قوی تر ہے لیکن میری راے مین کاسنی سدون کے کھولنے اور جگر کے
نفع پہونچانے مین کاہو پر ہر طرح فائق ہے گو غذا ہونے اور حرارت کے بجھانے مین اُس سے کم درجہ
ہو اور مؤلف نے یہ کہا ہے کہ اسمین قبض صالح ہے یعنی زیادہ نہین ہے اور یہ گرم معدہ کی تقویت کرتی
ہے بلکہ گرم معدہ کے لیے نہایت عمدہ دوا ہے اور جو کے ستوؤن کے ساتھ اسکے پانی کا لیپ گرم خفقان
کے لیے نفع بخش ہے اور دل کو قوی کرتا ہے اور املتاس کے ساتھ اسکے پانی کا غرارہ حلق کے گرم ورمون کو
نافع ہے اور اسکا لیپ آشوب چشم کو مفید ہے گرم مزاج والون کے لیے اسمین کوئی ردی صفت نہین ہے
رہا سرد مزاج تو اسکو موافق نہین ہوتے سواے اُسکے جگر کے اسوجہ سے کہ یہ بالخاصیت ہر جگر کو مفید ہے
اور بعض اطبا یون کہتے ہین کہ کاسنی باوجود ان افعال و خواص کے دیر ہضم ہوتی ہے اور اسکا مصلح سرکہ
اور رشاد ہے **مؤلف کہتا ہے۔ ہلیلج** (یعنی ہڑ) اسکی چار قسمین ہین زرد اور کالی ہندی جو چھوٹی چھوٹی
ہوتی ہے اور یہ وہ زرد ہڑ نہین ہے جو اپنے درخت مین لگی رہکر کالی ہوجاتی ہے کیونکہ زرد نہایت درجہ
پکنے سے درخت پر کالی پڑجاتی ہے اور کالی ہڑ کابلی بڑی بڑی ہوتی ہے اور ایک قسم اور ہے کہ کالی اور
پتلی ہوتی ہے اسکی سیاہی زردی مارتی ہے اور اُسکی صورت زیتون کے مشابہ ہوتی ہے) پہلے درجہ
مین سرد اور دوسرے درجہ مین خشک ہے۔ اسکی سب قسمین صفرا کو بجھاتی ہین اور خفقان اور جذام اور
وحشت اور تلی کو فائدہ کرتی ہین اور معدہ کے پردے کو قوت دیتی ہین اور کالی ہڑ رنگت کو صاف کرتی
ہے اور کابلی ہڑ حواس کو اور عقل کو اور قوت حافظہ کو نافع ہے اور مرض جلندر اور پرانے بخارون کو بھی مفید
ہی اور سودا اور بلغم کو دستون کی راہ نکالتی ہے اور زرد ہڑ صفرا کو اور کچھ بلغم کو بھی دستون کی راہ نکالتی ہی اور کالی ہڑ سودا کو
دستون کی راہ نکالتی ہی اور بواسیر کو نفع بخشتی ہے (مخزن مین ہی کہ زرد ہڑ دماغ اور معدہ کو قوت دیتی ہی اور حواس اور ذہن کو
بھی قوی کرتی ہے اور دست آور ہی اور سدہ کھولتی ہی اور مالیخولیا اور وسواس اور جنون کو نافع ہی۔ اور خفقان
اور کوڑھ اور مرکب بخارون کو اور جلندر اور ریاح بواسیری کو مفید ہی اور بلغم اور رطوبتون کو خشک کرتی ہی اور کالی ہڑ حواس
اور اعضاء شکمی کو قوت دیتی ہے اور خون کو صاف کرتی ہے اور مادہ سوداوی کو دستون کی راہ نکالتی ہی اور کوڑھ
اور بواسیر اور درد طحال کو مفید ہے اور بعد نچوڑنے کے دست آور ہے اور اسکا میدہ دستون کو بند کرتا ہے اور
کابلی ہڑ مادۂ سوداوی اور بلغمی اور صفراوی کو دستون کی راہ نکالتی ہے اور پیشاب لاتی ہے اور

جو اس کو قوت دیتی ہے اور مرگی اور لقوہ اور خفقان اور مالیخولیا کو مفید ہے اور نچوڑ کے دست لاتی ہے
مگر زرد ہڑ آنتون مین خراش اور قولنج پیدا کرتی ہے اور روغن بادام اور عناب اور سپستان اسکا مصلح ہے اور
کابلی ہڑ اور مازو اسکا بدل ہے اور کالی ہڑ جگر کو مضر ہے اور شہد و روغن اسکا مصلح ہے اور کابلی ہڑ اسکا بدل
ہے اور کابلی ہڑ دماغ کو مضر ہوتی ہے اور شہد اسکا مصلح ہے اور زرد اور سیاہ ہڑ اسکا بدل ہے **مین کہتا**
ہون یہ سب مباحث ظاہر ہین مگر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ سیاہ ہڑ بھگوئی ہوئی کی مقدار شربت پانچ
درہم سے دس درہم تک ہے اور بغیر بھگوئی ہوئی کی تین درہم سے لیکر پانچ درہم تک اور زرد ہڑ بھگوئی ہوئی
کی سات درہم سے لیکر دس درہم تک اور بغیر بھگوئی ہوئی کی دو درہم سے پانچ درہم تک ۔ اور بغیر بھگوئی
ہوئی اگر استعمال منظور ہو تو کوٹ کر کسی پتلی چیز کے ساتھ جیسے پانی وغیرہ ہے استعمال کرین ۔ **مؤلف کہتا**
ہے ۔ہلیون ۔ (یعنی ناگدون یہ ایک گھانس ہے جنگلی اور بستانی شبیہ کبر کے دو دھاری اور پتے
سفید اور چتی دار اور بعض اطبا کو اسکی ماہیت مین اختلاف ہے تفصیل یہ ہے اسکی دو قسمین ہین ایک تو
بستانی جو گیہوون مین بوئی جاتی ہے اور اسکی پتی سوئے کی پتی کی طرح ہوتی ہے اور اسمین کوئی کانٹا
نہین ہوتا اور اسکے ہرے ہرے گول بیج ہوتے ہین اسکے بعد کالے پڑ جاتے ہین اور لال ہو جاتے
ہین اور اسکے اندر تین گٹھلیان ہوتی ہین بیل کی گٹھلیون کی طرح اور دوسری قسم جنگلی ہوتی ہے اور
اسمین کانٹے بہت ہوتے ہین) حرارت کی طرف مائل ہے (اور رطوبت کی طرف بھی) اور اسمین جلا
ہوتی ہے اور پیٹ کے سدون کو کھولتی ہے خصوصًا جگر اور گردے کے اور رطوبتون کو تحلیل کرتی ہے
اور یرقان کو فائدہ بخشتی ہے اور ایک طرح کی تتلی پیدا کرتی ہے اور پیٹھ کے درد کو فائدہ مند ہے اور
پیشاب اور حیض کو جاری کرتی ہے اور جننے کو آسان کر دیتی ہے اور منی کو بڑھاتی ہے (اور کھانیکو
بالخاصہ پیٹ مین سڑا دیتی ہے اور پھوڑے پھنسی کو دور کرتی ہے اور پسینے اور پیشاب کی بو کو
دفع کرتی ہے اور نزول چشم کی ابتدا مین اسکا پینا مفید ہے اور جلندر اور درد پہلو اور پھیپھڑے کو
نافع ہے اور طحال کے سدے کھولتی ہے اور گردہ کو پاک کرتی ہے اور پتھری توڑتی ہے اور بلغم لسدار
کو کہ معدہ مین ہو براہ قے دفع کرتی ہے اور طبیعت کو نرم کرتی ہے اور باہ کو حرکت دیتی ہے مگر اسکی
کثرت جوڑون کو اور سر کو مضر ہے شہد اسکا مصلح ہے اور سرسون بدل ہے ۶ ماشہ تک قدر شربت ہے ۔
مین کہتا ہون ہلیون کو فارسی مین مارچوبہ کہتے ہین یہ حرارت کی طرف مائل ہوتی ہے گو جالینوس

ہلیون

هزارجشان

نے ہکو معتدل لکھا ہے اور جتنی اسمین سختی آتی جاتی ہے اُسیقدر اسکی حرارت بڑھتی جاتی ہے اسمین دودھ ہوتا ہے اگر نمناکی ہے
تو وہ گرم ہوتا ہے اور اگر پتھریلی زمین کی پیداوار ہے تو وہ زیادہ گرم ہے۔ اسکا بیج اور جوشاندہ اور اسکی جڑ کا جوشاندہ مستعمل ہے
مؤلف کہتا ہے ہزارجشان دوسرے درجہ مین گرم خشک ہے (اسمین ایک طرح کی حدت اور چرپراہٹ ہوتی ہے
اور اسی سے یہ دوا جلا کرتی ہے اور تلطیف کرتی ہے اور خشکی پھیلاتی ہے اور اسی سبب سے) پیشاب کو جاری
کرتی ہے اور تلی کی سختی کو دور کرتی ہے اور غلیظ خلطون کو رقیق اور لطیف کردیتی ہے اور سوکھی کھجلی کو فائدہ بخشتی
ہے اور جلد کو (اپنی تلطیف اور جلا سے) بھوسی بھوسی کرتی ہے اور مرگی اور زہریلے کیڑون کے کاٹنے کو نافع
ہے اور اگر اسکے جوشاندہ کا حقنہ لیا جائے تو رحم کے فضلون کو نکال پھینکتی ہے (قوت ادرار کے سبب سے)
مین کہتا ہون ہزارجشان فارسی لفظ ہے (جسکے معنی ہزار ہاتھ کے ہین اور اس سے اسکے طول
مفرط کی طرف اشارہ ہے اور یہ ایک گھانس ہے کہ پتی مین اور شاخون مین تاگون کے مشابہ ہے اور)
انگور کی جنس ہے کھال پکانے والے اسکی شاخون کا استعمال کرتے ہین (اور جسکے پاس ہوتی ہے اپنے تاگون
سے اُسکے لپٹ جاتی ہے) اور عطار لوگ اسکی جڑ کا استعمال کرتے ہین ہندوستان سے لائی جاتی ہے اور
اسکا پھل سفید ہوتا ہے۔ **مؤلف کہتا ہے۔ وج** (یعنی بچھ) دوسرے درجہ مین گرم خشک ہے (اور
بعض کہتے ہین کہ تیسرے درجہ مین گرم اور دوسرے درجہ مین خشک ہے) غلیظ خلطون کو لطیف اور رقیق
کرتی ہے اور پیشاب کو جاری کرتی ہے اور تلی کی سختی کو دور کرتی ہے اور آنکھ کے طبقۂ عنبیہ اور قرنیہ مین جو
پانی اتر آئے اُسکی جلا کردیتی ہے اور پہلو اور سینہ کے دردون کو فائدہ دیتی ہے اور مروڑ کو نافع ہے اور
رحم کے درد کے لیے اسکے جوشاندہ مین بیٹھتے ہین (اور باہ لاتی ہے اور بلغم چھانٹتی ہے اور ریاح کو تحلیل
کرتی ہے اور دماغ کو بلغمی رطوبتون سے پاک کرتی ہے اور فالج اور بدحواسی اور استرخا اور زبان کی لکنت
کو مفید ہے اور معدہ اور دماغ کی رطوبت کو خشک کرتی ہے اور پٹھون کو اور معدے کو قوت بخشتی ہے
اور جگر کو اور سرد مزاجون اور امراض چشم اور دانتون کے درد کو مفید ہے مگر سر اور خون کو مضر ہے سونف
اور سکنجبین اسکی مصلح ہے اور زراوند اور لونگ اور ریوند چینی اسکا بدل ہے **مین کہتا ہون** بچھ ایک
گھانس کی جڑ ہے جو حوضون اور تالابون مین اور پانی کے کنارون پر پیدا ہوتی ہے (اور اسمین گرہین
بانس کی گرہون کی طرح کی ہوتی ہین) فارسی زبان مین اسکو ورشہر کہتے ہین اور ترکی زبان مین اگر
اور یہ ایک مشہور و معروف جڑ ہے اسمین اخلاط کی تلطیف اور ریاح کے دفع کرنے کی قوت ہوتی ہے

وج

اور اسکو سکنجبین کے ساتھ پینا تلی کی بیماریوں اور آنتوں اور جگر کے ورم سے نفع بخشتا ہے اور اگر اسکو شہد کے ہمراہ پیا جائے تو سر کے پرانے درد سے فائدہ مند ہوتی ہے۔ اور بولس حکیم نے لکھا ہے کہ یہ معدہ کو پاک کرتی ہے اور بلغم اور سودا کو دستوں کی راہ نکالتی ہے اور آنکھ کے طبقۂ قرنیہ اور عنبیہ مین پانی اترآنے کو نافع ہے اور طبقۂ قرنیہ اور عنبیہ کی تفسیر آنکھ کی تشریح مین آئیگی جہان آنکھ کے امراض بیان کیے جائینگے **مؤلف کہتا ہے** ۔ **ورد** (یعنی گلاب کا پھول اور اس سے سرخ رنگ کا گلاب مراد ہے جو مشہور ہے اور عمدہ گلاب تر و تازہ خوشبودار پتلی پتی کا نہایت سرخ رنگ کا ہے) پہلے درجہ مین سرد اور دوسرے درجہ مین خشک (اور مرکب القویٰ) ہے اور اسکا بیج (یعنی اسکی سخت گٹھلی جو اسکے پھل کے اندر ہوتی ہے کیونکہ جب گلاب کی پتیان جھڑتی ہین تو اُسمین ایک پھل سرخ رنگ کا کچھ مٹھاس رکھتا ہوا نکلتا ہے) گلاب مین کی سب چیزون سے زیادہ قبض مین قوی ہے اور سوکھا بیج اور بھی زیادہ قابض ہوتا ہے (یعنی تر و تازہ کے اعتبار سے اور اسکی یہ وجہ ہے کہ اسمین ایک طرح کی تلخی ہوا کرتی ہے پس جسوقت یہ سوکھ جاتا ہے تو یہ دونون باتین اس سے جدا ہو جاتی ہین اور ناری جز کے تحلیل ہو جانے سے قبض باقی رہجاتا ہے جو ان دونون کو مستلزم ہے اور پانی کا سرد جز جو تلیین اور بے مزہ ہونیکا موجب ہے جاتا رہتا ہے اور ارضی غلیظ سرد قابض جز باقی رہجاتا ہے) اور گلاب کا پھول سدے کھولتا ہے اور صفرا کی حرارت (اور بلغم) کو تسکین دیتا ہے اور باطنی اعضا (اور قویٰ اور ارواح) کو قوت بخشتا ہے (اور فرحت دیتا ہے اور لطافت بخشتا ہے) اور اُسکا عرق بیہوشی کے لیے مفید ہے اور گرمی کے دردسر (اور درد گردہ اور بخار) کو تسکین دیتا ہے اور گرم مزاج والون کو اسکا سونگھنا چھینکین لاتا ہے (اسلیے کہ گلاب کے پھول مین گرمی کے ساتھ قبض ہے پس حرارت کی وجہ سے دماغ کی رطوبتین نکلتی ہین اور گلاب گرمی کے ضعف کے سبب سے اُنکی تحلیل نہین کرسکتا اور قبض کی وجہ سے فضلون کے مجرون کو قبض کر رکھتا ہے اور یہ مجرے تنگ واقع ہوے ہین اسوجہ سے اُنمین وہ رطوبتین رک رہتی ہین جنھین گرمی بہاتی ہے اور اسی سبب سے نتھنون مین خراش پیدا ہوتا ہے اور چھینکین آنے لگتی ہین اور فضلون کے رک رہنے سے زکام بھی پیدا ہو جاتا ہے) اور بدن کو خوشبودار کرتا ہے اور آنتون کی خراش کو مفید ہے اور اسکا مربے (شہد اور شکر مین) گرم ہے (کیونکہ اس ترکیب مین گلاب کے پھول مین سے جو چیز تحلیل ہو جاتی ہے وہ فقط پانی کا ٹھنڈا اور تر جز ہے) معدے اور جگر کا مقوی ہے اور ہضم پر مدد دیتا ہے اور اسکے فرش پر سونا باہ کو ضعیف کر دیتا ہے اور معدہ کے درد کو تسکین دیتا ہے اور تر و تازہ دس درہم پھول دس دست لاتے ہین

ورد

دادر اسکا لیپ معدہ کی رطوبتون کو خشک کرتا ہے میں کہتا ہون گلاب کے پھول کا جوہری امتزاج مستحکم نہین ہوتا جیسا کہ آس یعنی دوہرہ کے بیان مین گذر چکا ہے اور اسمین ایک تو ایسا جوہر ہوتا ہے جسکا مزاج سرد ہوتا ہے دوسرے درجہ مین اور ایک جوہر ہوتا ہے جسکا مزاج پہلے درجہ مین گرم ہوتا ہے اور ایک جوہر ہوتا ہے جو تر اور ملین ہوتا ہے اور ایک جوہر ہوتا ہے جو خشک اور ملطف ہوتا ہے اسی لیے اسمین تیزی اور چرپراپن اور تلخی کھٹے پن اور کچھ شیرینی کے ساتھ پائی جاتی ہے اور جب خشک ہو جاتا ہے تو تلخی کم ہوجاتی ہے اور اسی لیے تازہ پھول دست آور ہے اگر بقدر دس درہم کے پیا جائے اور خشک پھول دست آور نہین ہوتا اور یہ اپنی عطریت اور خوشبو کی وجہ سے دل کو نفع بخش ہے اور اسی نفع قلب کی وجہ سے گرمی کی بیہوشی اور خفقان کو نہایت نافع ثابت ہوا ہے اگر اسکا پانی گھونٹ گھونٹ پیا جائے شیخ نے اسکی تصریح کی ہے صاحب التنقیح نے لکھا ہے کہ اطبا مین مشہور تو یہ ہے کہ گلاب کا بیج وہ اسکا زیرہ ہے جو بیچ مین ہوتا ہے لیکن درحقیقت وہ اُسکا بیج نہین ہے کیونکہ گلاب جب درخت پر اُسوقت تک باقی رہجائے کہ اُسکی پتی اور اُسکا زیرہ سب جھڑ جائے تو اُسمین ایک پھل پیدا ہوتا ہے جو کھانے مین آتا ہے اور رنگت اور مقدار اور صورت مین چھوٹے عناب کے مشابہ ہوتا ہے اور اُسکا مزا کھٹے پن اور کھٹ مٹھے پن لذیذ سے مرکب ہوتا ہے اور مین نے اُسکو دیکھا ہے اور کھایا بھی ہے اس پھل کے اندر ایک سخت پوست کی گٹھلی بھی نکلتی ہے جو گڑ کے بیج کے مانند صاف ہوتی ہے یہی گٹھلی درحقیقت گلاب کا بیج ہے اور یہی وہ چیز ہے کہ بو دینے کے بعد گلاب کا درخت اگاتی ہے **مؤلف کہتا ہے**

یہان سے اُن ادویہ کا بیان کیا جاتا ہے جنکے شروع مین زائے معجمہ ہے

زعفران (یعنے کیسر) دوسرے درجہ مین گرم اور پہلے مین خشک ہے سدے کھولتی ہے اور ورم و ریاح کو تحلیل کرتی ہے اور قابض ہے اور مادہ کو پختہ اور معتدل القوام کرتی ہے اور رنگ کو نکھارتی ہے اور شراب کے ساتھ استعمال کرنے سے نہایت سرور پیدا کرتی ہے یہانتک کہ طفلانہ مزاجی کی طرح سے حماقت کی حرکتین سرزد ہونے لگتی ہین اور دردسر پیدا کرتی ہے اور نیند لاتی ہے اور بینائی کو جلا دیتی ہے اور بچہ جننے کو آسان کر دیتی ہے اور سانس لینے کو بھی آسان کر دیتی ہے اور دل کی تقویت کرتی ہے اور پیشاب اور حیض کو جاری کرتی ہے اور بھوک کو کھو دیتی ہے داور حواس اور قویٰ اور شکمی اعضا اور پٹھون کو قوت بخشتی ہے اور آلات تنفس کو بھی قوت بخشتی ہے اور آنتون اور رگون کے منھ پر بوجہ لس کے چپک کر سدہ پیدا کرتی ہے

زعفران

اور خلط کے سڑ جانے اور بدبو کرنے کی اصلاح کرتی ہے اور گردہ اور مثانہ کو پاک کرتی ہے اور اگر تھیلی مین
باندھکر معدہ پر باندھین رطوبت معدہ کو زائل کرتی ہے اور اسکا سونگھنا برسام اور چھینک کو مفید ہے اور اگر ایک
تار عضو تناسل مین رکھین پیشاب جاری کردے انیسون اور زرشک اور افیون اور سکنجبین اسکی مصلح ہے
اور رتج اور جاوتری بدل اور تین ماشہ تک قدر شربت ہے) مین کہتا ہون زعفران کو فارسی مین کرکم
(اور کرکیماس) کہتے ہین اور یہ ایک تاردار نبات ہے سرخ رنگ دنفیسی مین ہے کہ زعفران ایک نبات
ہے جسکی شاخین لمبی اور جڑین زمین مین ہوتی ہین مثل نرگس کی پیاز کے اور اسکے پھول شکل اور رنگ مین
سورنجان کے پھولون کی طرح ہوتے ہین اور اسکے وسط مین زرد بال ہوتے ہین اور مستعمل یہی زرد بال
ہین) اور یہ جو مؤلف نے لکھا ہے کہ یُفْرِحُ مَعَ الشَّرَابِ حَتّٰی یُرْعِنَ یعنی شراب کے ساتھ نہایت سرور پیدا
کرتی ہے حتی کہ رعونت یعنی حماقت کی موجب ہوتی ہے کیونکہ رعونت کے معنی نادانی اور خفت عقل کے
ہین جیسے کہ بچون کی حرکتین ہوتی ہین اور یہ جو مؤلف نے کہا ہے کہ جننے کو آسان کردیتی ہے اسکے
یہ معنی ہین کہ جب پانی مین گھول کر پی جائے یا انڈے کی زردی کے ساتھ کھائی جائے اور سانس کے
آسان کردینے کے یہ معنی ہین کہ آلات تنفس کو قوی کردیتی ہے۔ اطبا سے منقول ہے کہ تین مثقال
زعفران ہنساتے ہنساتے مار ڈالتی ہے واللہ اعلم بحقیقۃ الامر۔ **مؤلف کہتا ہے** زعرور ایک
(یعنے کثرت خوشی سے شادی مرگ کردیتی ہے ۱۲)
میوہ کا نام ہے) یہ جھڑبیری سے زیادہ قابض ہوتا ہے اور صفرا کو قطع کرتا ہے اور خون بہنے کو مانع
آتا ہے **مین کہتا ہون** زعرور ایک پہاڑی پھل ہے مشہور اسکو جنگلی سیب بھی کہتے ہین اور ایچ بھی اسی
کا نام ہے اور اسکا مزاج سرد خشک ہے دنفیسی مین ہے کہ زعرور کی تین قسمین ہین ایک تو وہ جو سرخ ہوتا ہے
اور چھوٹا کہ مقدار مین بڑے حب الآس کے برابر ہوتا ہے اور دوسرا بھی سرخ ہوتا ہے مگر مقدار مین عناب
کے برابر ہوتا ہے مگر اسکا وجود کم ہے اور اسمین تین گٹھلیان ہوتی ہین برخلاف پہلے چھوٹے پھل کے کہ
اسمین ایک ہی گٹھلی ہوتی ہے اور تیسرا وہ جسکا نام طریفین ہے یعنی تین گٹھلی والا اسلیے کہ اس نوع کے
ہر پھل مین تین گٹھلیان ہوتی ہین اور یہی وہ قسم ہے جسمین مؤلف کلام کررہا ہے اور یہ شکل مین چھوٹے
سیب کی طرح ہوتا ہے اسی سبب سے اسے جنگلی سیب کہتے ہین اس قسم کو مین نے سمرقند مین دیکھا جسکی
رنگت زرد تھی) **مؤلف کہتا ہے۔** زبد (یعنی مسکہ) پہلے درجہ مین گرم تر ہے اخلاط کو پکاتا
اور محلل اور مرخی ہے لسنے بدن پر لگانے مین تو بدن کی غذا بنتا ہے اور بدن کو تیار کرتا ہے اور

کھانسی کو اور سینہ کو مفید ہے اور خون تھوکنے کو سہل کر دیتا ہے اور پھوڑون کے زخمون کو فائدہ مند ہے اور پیٹ کو نرم کرتا ہے اور اسکا زیادہ کھانا دست آور ہے (زبد سے مؤلف کی مراد مسکہ ہے جو دودھ سے کاڑھا جاتا ہے) **مین کہتا ہون** مؤلف نے یہ جو کچھ بیان کیا ہے سب شرح سے مستغنی ہے **مؤلف کہتا ہے زنجبیل** (یعنے سونٹھ) تیسرے درجہ مین گرم اور دوسرے درجہ مین خشک ہے اور اسمین فضلیہ رطوبت ہوتی ہے (جیسے کہ اور ساری جڑون مین ہوتی ہے اور اسی سبب سے اسکی رطوبت تھوڑی ہوتی ہے اور اسی سبب سے گھن بھی جاتی ہے اور جیسے جلدی سے ہوجاتی ہے اور اسکی گرمی تر لکڑی کی طرح مدتون تک رہتی ہے کیونکہ جب گیلی لکڑی آگ مین رکھی جاتی ہے تو اسمین دیر تک سلگتی رہتی ہے بخلاف سوکھی لکڑی کے کہ وہ جلد شعلہ پکڑ لیتی اور جلد بجھ جاتی ہے) باہ کو ہیجان مین لاتی ہے اور کھانے کو ہضم کرتی ہے (اور قوت ہاضمہ کو قوی کر دیتی ہے) اور جگر اور معدہ کی سردی کے موافق پڑتی ہے اور معدہ کی تری کو کھو دیتی ہے جو میوون کے کھانے سے پیدا ہو جائے اور قوت حافظہ کو قوی کرتی ہے اور طبیعت کو نرم کرتی ہے (اور جگر کا سدہ کھولتی ہے اور ریاح کو تحلیل کرتی ہے اور بلغم کو چھانٹتی ہے اور گاڑھے اخلاط نکالتی ہے اور فالج اور سردی کے کل دردون کو اسکا دھوا نہایت مفید ہے اور پیٹ کے کیڑے مارتی ہے اور بلغمی پیاس کو تسکین دیتی ہے اور خولنجان اور پستہ مساوی کے ساتھ باہ کے لیے مجرب ہے اور مچھلی کے اوپر پیاس کو مانع ہے حلق کو مضر ہے مگر شہد اور روغن بادام اسکا مصلح ہے اور دار فلفل بدل ہے ماشہ قدر شربت) **مین کہتا ہون** سونٹھ ایک درخت کی جڑ ہے (کہ زمین کے اندر ہوتی ہے اور بیشتر ارض عمان مین اسکی پیدایش ہے رنگت اسکی سفیدی مارتی ہے) تیز مزا ہوتی ہے کہ زبان کو لگتی ہے مشہور چیز ہے اور اپنی طبیعت مین مرچ کے مشابہ ہوتی ہے لیکن اسمین ویسی لطافت نہین ہوتی اور اسمین رطوبت فضلیہ بھی ہوتی ہے اور اسکا سرمہ آنکھ کی روشنی کو صاف کرتا ہے اور جگر کی سردی کے موافق پڑتی ہے اور معدہ کی رطوبت کو زائل کرتی ہے مقدار استعمال دو درہم تک ہے **مؤلف کہتا ہے زیت الانفاق** (یعنے زیتون کا تیل جو کھانے مین آتا ہے یعنی جو کچے زیتون سے نکالا جاتا ہے نفیسی مین ہے کہ ابو ریحان نے ماسرجویہ سے یون نقل کیا ہے کہ جو پھل تر و تازہ ہوتا ہے اُسے اہل روم انفاقن کہتے ہین انفاق اسی سے ماخوذ ہے اور یہ جو بعضون نے اسکی وجہ تسمیہ لکھی ہے کہ اسکو زیت الانفاق اسلیے کہا جاتا ہے کہ یہ کھانے کے خرچ مین آتا ہے تو یہ بالکل خرافات ہے انتہی) پہلے درجہ مین سرد خشک ہے

(اسکی ٹھنڈک اسکے بکٹھے پن کی وجہ سے ہے) اور جو تیل پکے ہوے زیتون سے نکالا جاتا ہے وہ اعتدال
کے ساتھ گرم ہوتا ہے اور رطوبت کی طرف مائل ہوتا ہے اور پرانا تیل زیادہ گرم ہوتا ہے اور زیتون کا تیل
بالون کو قوت دیتا ہے اور بڑھاپے کو دیر مین آنے دیتا ہے اور زیت الانفاق تندرستون کے لیے نہایت
موافق ہوتا ہے اور اپنے قبض کی وجہ سے معدہ کو قوت دیتا ہے اور زیتون کا نمکین پانی منھ آنے کو فائدہ مند
ہے اور آگ سے جلجانے کے بعد اُسکا لگالینا چھالے نہین پڑنے دیتا اور مسوڑون کو مضبوط کرتا ہے اور زیتون
کی پتی سرخ بادہ کو اور نملہ کو اور مواد بھرے زخمون کو اور بھوسی اڑنے کو فائدہ مند ہے اور رگ بگڑ جانے کو
اور ناخنون کے ورم کے لیے عمدہ دوا ہے مین کہتا ہون زیتون مشہور پھل ہے دبلاد مغرب مین اسکا
درخت ہوتا ہے ہزار برس تک رہتا ہے دوسرے درجہ مین گرم خشک ہے بدن مین گرمی پیدا کرتا ہے
اور پیشاب لاتا ہے اور پتھری توڑ بہاتا ہے اور مسوڑھون کو قوت بخشتا ہے اور اکثر اعضا کو قوت دیتا ہے
اور پسینا بند ہو جانے کے لیے بہت مفید ہے یعنی پسینا جاری کر دیتا ہے روغن ریٹہی اسکا بدل ہے
ایک تولہ تک قدر شربت ہے) زیتون کا تیل کچے زیتون سے بھی نکالا جاتا ہے اور پکے سے بھی لیکن
زیت الانفاق اُسی تیل کو کہتے ہین جو کچے زیتون سے نکالا جائے اور اسکو زیت الانفاق اسلیے کہتے
ہین کہ خرچ مین آتا ہے (اسمین یہ شبہہ ہے کہ خرچ مین وہ تیل بھی آتا ہے جو پکے زیتون سے نکالا جاتا ہے
اور اگر خرچ سے کھانے کا خرچ مراد ہے تو لفظ انفاق سے نہین نکلتا مگر ممکن ہے کہ اسکا یون جواب دیا جائے
کہ تسمیہ مین ادنے مناسبت کافی ہے اور وجہ تسمیہ مطرد نہین ہوتی اگر یہی وجہ تسمیہ کسی دوسری چیز مین بھی پائی
جائے تو ضرور نہین کہ اُسکا بھی یہی نام رکھا جائے جیسے کہ انسان کو انسان اسلیے کہتے ہین کہ اسمین
انس ہوتا ہے جو وحشت کی ضد ہے اب اگر کوئی کہے کہ کتے مین بھی انس کی صفت ہے چاہیے کہ وہ
بھی انسان ہو تو یہ حماقت کی بات ہے یا نہین) اور مؤلف نے جو کچھ اسکے افعال لکھے ہین سب ظاہر ہین
اور زاے معجمہ مین جو ادویہ مؤلف سے چھوٹ گئی ہین ایک تو اُنمین سے زاج (یعنی پھٹکری) ہے
(اسکی چار قسمین ہین سفید سبز زرد سرخ سفید کو تو پھٹکری کہتے ہین اور سبز کو ہیراکسیس اور زرد کو کسیس اور سرخ
کو سُرخ پھٹکری۔ پھٹکری) تیسرے درجہ مین گرم خشک ہے کھجلی اور گنج کو فائدہ کرتی ہے (اور خشکی لاتی
ہے اور قابض ہے اور جلا کرتی ہے اور ایک ماشہ ہمراہ ۴ ماشہ مصری اور پاؤ بھر دودھ کے پینا واسطے
زخم گردہ اور مثانہ اور سر ذکر کے اور توڑنے پتھری گردہ اور مثانہ کے نہایت مفید ہے اور اسکا حمول یعنے

پھٹکری کسیس ہیرا کسیس وغیرہ

لتہ ہمراہ رانگ گندنا کے رکھنا زخم سے خون آنے کو نافع ہے اور آنکھ کے جالے اور آشوب کو دفع کرتی ہے
اور ہمراہ دودھ کے پینا صدمہ چوٹ کو نافع ہے پھیپھڑے اور آنتون کو مضر ہے اور گھی اور دودھ اسکا مصلح ہے
اور نوشادر اور سیاہ نمک بدل ایک ماشہ قدر استعمال ہے آدرکسیس چوتھے درجہ مین گرم خشک ہے معدہ کے
کیڑے نکال دیتا ہے اور ورمون کو اور طحال کی سختی کو دور کرتا ہے اور اسکا سرمہ بینائی کو قوت دیتا ہے
اور اسکا لیپ جلے ہوے کو مفید ہے قاتل ہے کھایا نہین جاتا اور اگر کھالین تو علاج تازہ دودھ اور قی کرانا
ہے آدر ہیرکسین تیسرے درجہ مین گرم خشک ہے پھونک دیتا ہے اور گوشت کو گلا ڈالتا ہے اور زخم کرتا ہے
اور معدہ اور آنتون کے کیڑے مارتا ہے اور بعض زہرون کا مارک ہے اور باہ کو قوت دیتا ہے اور منی کو گاڑھا
کرتا ہے کھایا نہین جاتا) **زبد البحر** (یعنے سمندر پھین جسکو فارسی مین کف دریا کہتے ہین یہ ایک جسم ہے
جالی دار کہ دریاے شور اور دریاے قلزم کے کنارے ملتا ہے) گرم خشک ہے (تیسرے درجہ مین) سرکہ کے
ساتھ بال خورہ کو مفید ہے اور سیاہ داغ اور چھائین کو نفع بخشتا ہے (یعنی اگر اسکا لیپ کیا جائے تو چہرہ کی
سیاہی اور سیاہ داغ اور چھائین دور ہو جاتی ہے) اور بلغمی ورمون کو تحلیل کرتا ہے اور استسقاء کو نافع ہے
اور پتھری کو توڑ دیتا ہے اور قی بند کر دیتا ہے اور آنکھ کے جالے کو کاٹتا ہے اور بینائی اور دانتون کو جلا دیتا
ہے اور اسکا کشتہ کم تیز ہوتا ہے اور اسکا استعمال بھی جائز ہے اور سرکہ کے ساتھ کھجلی کو نافع ہے پھیپھڑے
اور آواز کو مضر ہے اور لعاب اور صمغ عربی اسکا مصلح ہے اور بورہ ارمنی بدل) **زباد** (یعنی میدہ) یہ ایک خوشبو
ہے جسکو ایک جانور سے نکالتے ہین جو بلی کے مشابہ ہوتا ہے گرم خشک ہے (مخزن الادویہ مین ہے یہ
ایک نوع عطریات سے ہے سیاہ رنگ مائل بسرخی سیال بلاد حبشہ اور اقاصی ہند مین ایک حیوان سے
نکالتے ہین جسکو فارسی مین گربہ زباد کہا جاتا ہے جثہ اسکا قریب جثہ کتے اور بڑی صحرائی بلی کے ہوتا ہے
اور اسپر سیاہ خطوط ہوتے ہین اور سر اسکا بہت چھوٹا ہوتا ہے جب اسکو خوب حرکت دیتے ہین تو اسکی دونون
رانون کے درمیان سے ایک عضو مشابہ پستان کے ظاہر ہوتا ہے کہ مائیت اس سے ٹپکتی ہے
نہایت خوشبودار اور اس جانور کی خوراک اکثر سنبل تازہ اور چارے ہوتی ہے عمدہ زباد وہ ہے جو سیاہ
مائل بسرخی چمکدار اور خوشبودار ہو اور سفید بہت برا ہوتا ہے اور اسکو اظفار الطیب اور مصطگی اور اور خوشبوؤن سے
مغشوش کرتے ہین خالص کا یہ امتحان ہے کہ ہاتھ سے ملین اگر چپکے اور ہاتھ دھونے کے بعد بھی اسکی
خوشبو رہ جائے تو خالص ہے دوسری پہچان یہ ہے کہ اسمین چھوٹے چھوٹے جانور سرخ رنگ کے مکھی کے برابر ہوتے ہین)

زراوند (طویل جسکو فارسی مین زراوند دراز کہتے ہین) یہ ایک درخت کا پھل ہے (پھل نہین ہے بلکہ ایک درخت کی جڑ ہے دیکھو مخزن الادویہ وغیرہ) گرم خشک ہے (گرم تیسرے درجہ مین اور خشک دوسرے درجہ مین) سردورمون کو اور ریاح کو تحلیل کرتی ہے (اور اکثر نباتی اور حیوانی زہرون کی مارگ ہے اور جلا کرتی ہے اور رطوبت کو جذب کرتی ہے اور بلغم کو چھانٹتی ہے اور سدہ کھولتی ہے اور پتھری کو توڑتی ہے اور پیشاب اور حیض کو جاری کرتی ہے اور سینہ اور جگر کو صاف کرتی ہے اور بلغم کو دستون کے راستے نکالتی ہے اور پیٹ کے کیڑے نکالتی ہے اور مرگی کو نافع ہے اور بچہ بآسانی پیدا کرتی ہے) زراوند مدحرج یعنی زراوند گرد انثی یعنے مادہ ہے اور زراوند طویل ذکر یعنی نر ہے (زراوند مدحرج بھی ایک جڑ ہے گول لانبی جسکے اوپر کا بکل یعنی پوست بہت موٹا ہوتا ہے تیسرے درجہ مین گرم خشک ہے ریاح اور ورمون کو تحلیل کرتی ہے اور لطافت بخشتی ہے اور سینہ اور پھیپھڑے کے اطراف کو پاک کرتی ہے اور معدہ اور دماغ کو قوت بخشتی ہے اور دمے اور پرانی کھانسی اور سینہ کے درد اور فالج اور گٹھیا کو مفید ہے اور مادۂ بلغم کو براہ دست نکالتی ہے اور بلغم کو چھانٹتی ہے مگر اعضا مین اور طحال مین خشکی پیدا کرتی ہے شہد اور روغن کدو اسکا مصلح اور زراوند طویل بدل ہے ۲ ماشہ تک قدر شربت ہے اور زراوند طویل جگر اور طحال کو مضر ہے شہد اور زرشک اسکی مصلح اور زراوند مدحرج بدل ہے ۲ ماشہ اسکی بھی مقدار ہے) زُرُنباد (بضم زاے معجمہ و راء مہملہ و سکون نون یعنی کپور کچری) یہ ایک (خوشبودار) گھانس ہے کہ ناگرموتھہ کے مشابہ ہوتی ہے لیکن اُس سے بڑی اور خوشبو مین اُس سے کم دوسرے درجہ مین گرم خشک ہے (سدے کھولتی ہے اور فرحت لاتی ہے اور دل اور دماغ اور معدہ کو قوت بخشتی ہے اور باہ لاتی ہے اور دست اور قے بند کرتی ہے اور پیشاب اور حیض جاری کرتی ہے اور مادۂ سوداوی کو براہ دست نکالتی ہے اور سردی کی کھانسی کو نافع ہے اور بچون کی ہچکی کو مفید ہے اور ریاح خوب چھانٹا کرتی ہے اور ہاضم ہے اور عضو تناسل مین استادگی پیدا کرتی ہے اور اسکا خشک دھورہ ملنا ورمون کو تحلیل کرتا ہے اور دردون کو تسکین دیتا ہے دل کو مضر ہے اور درد سر پیدا کرتی ہے بنفشہ اور صندل اور پودینہ اسکا مصلح اور بوزیدان اور درونج بدل ہے ۲ ماشہ تک اسکی مقدار ہے) زرنیخ (یعنی ہرتال) اسکی تین قسمین ہین سفید[1] زرد[2] سرخ[3] (بلکہ پانچ قسمین ہین سفید۔ زرد۔ سرخ۔ سبز۔ سیاہ کما فی مخزن الادویہ وغیرہ) گرم خشک ہے (تیسرے درجہ مین بدگوشت اور زائد گوشت اور مسہ کو کاٹتا ہے اور کھجلی کے نشانون کو ظاہر کرتا ہے اور بال خورہ کو اور جون پڑجانے کو مفید ہے اور پیاس بہت لاتا ہے اور اخلاط اور جسد کو

جلا دیتا ہے اور پیٹ کے کیڑے مار نکالتا ہے اور آنتون مین خراش پیدا کرتا ہے اور تیل نورہ کے بال مونڈتا ہے لیکن اخلاط کو فاسد کرتا ہے اور مڑوڑہ پیدا کرتا ہے گھی اور زردہ بیٹرا اسکی مصلح ہے اور مین پھل بدل ہے ۱۰ ماشہ تک قدر استعمال ہے **زرنب** (یعنی برہمی) یہ باریک باریک شاخین ہین گول ان شاخون کی مٹائی قلم کے برابر ہوتی ہے گرم خشک ہے (دوسرے درجہ مین آسکی پتی مین ترنج ایسی خوشبو آتی ہے) ریاح کو تحلیل کرتی ہے (اور لطافت بخشتی ہے اور مفرح ہے اور معدہ اور جگر اور اعضاے رئیسہ کو قوت دیتی ہے اور آواز کو صاف کرتی ہے اور کھانسی اور دمے اور بلغم کے زائل کرنے اور پٹھون کے امراض کو مفید ہے اور دیر مین پیشاب آنے کو نافع ہے اور باہ لاتی ہے گرم مزاج والون کو مضر ہے دھنیا اور صندل اسکا مصلح اور دارچینی اور کبابہ بدل ہے ۷ ماشہ تک مقدار استعمال ہے) **زوفا** (یعنے زوفاے خشک) ایک گھانس ہے گرم خشک (دوسرے درجہ مین) لطافت بخشتی ہے اور ورمون کو اور ریاح کو تحلیل کرتی ہے اور اخلاط خام کو پکاتی اور معتدل کرتی ہے سینہ کے درد اور پھیپھڑے کی سوجن اور ضیق النفس اور پرانی کھانسی (اور درد پہلو اور درد معدہ اور قولنج) کو اور سخت ورمون کو نفع بخشتی ہے تلی پر اسکا لیپ کیا جاتا ہے آسکی دو قسمین ہین پہاڑی اور بستانی اور قدر استعمال چار درہم ہے جو بیت المقدس مین پیدا ہوتی ہے وہ نہایت عمدہ ہے اور روم مین بھی پیدا ہوتی ہے مگر وہ سبز ہوتی ہے اور اُسکی پتی سنہدی کی سی پتی ہوتی ہے اور زوفاے رطب دوسری چیز ہے اور یہ وہ میل ہے جو بلاد ارمنیہ کے چرانے والے دنبون کی چکتی پر جم جاتا ہے اسطرح سے کہ جس گھانس کو وہ چرتے ہین اُسکی قوت کو وہ حاصل کر لیتے ہین اور وہ میل کی صورت اُنکی چکتی پر جم رہتی ہے اور کبھی بہتی ہوئی ہوتی ہو تو اُسکو یہان لاکر پکا لیا جاتا ہے (اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بارہ سنگھا جو سانپ کو کھاتا ہے اُسکی پیشانی پر پسینہ نکلتا ہے اور وہ پسینہ بستہ ہو جاتا ہے اور اُسکو زوفا تر کہتے ہین واللہ اعلم) **زیبق** (یعنے پارہ) یہ گرم ہے اور بعض لوگ اسکو سرد تر بھی کہتے ہین دوسرے درجہ مین (گوشت کے ہمراہ کھانا صحت بدنی کو قائم رکھتا ہے اور پٹھون اور قوت ہاضمہ اور باہ کو قوت دیتا ہے اور تر کھجلی کو مفید ہے اور اُسکا دھوان رعشہ پیدا کرتا ہے اور اُسکا کشتہ کوڑھ پیدا کرتا ہے پٹھون کو اور منھ کو مضر ہے دودھ اور مرغ شوربا اسکا مصلح ہے اور پگھلا ہوا سیسا بدل ہے ۲ ماشہ تک مقدار ہے **زنبق** یعنی سوسن آزاد مشہور ہے مزا اسکا تلخی مائل ہوتا ہے دوسرے درجہ مین گرم خشک ہے لطافت پیدا کرتی ہے اور دماغ کو قوت بخشتی ہے اور پیشاب لاتی ہے اور اسکا تیل اعضا کو قوی کرتا ہے اور صفرا کو

زرنب

زوفا - خشک

پارہ

سوسن آزاد

براہ دست نکالتا ہے مگر کا نو پیدا کرتا ہے اسکا مصلح ترب اور ایرسا اور نرگس بدل ہے ایک ماشہ تک مقدار ہے **مؤلف کہتا ہے**

یہان سے وہ ادویہ لکھے جاتے ہین جنکے شروع مین حاے مہملہ واقع ہوئی ہی

حُضَض (یعنے رسوت) دوسرے درجہ مین خشک ہے اور گرمی اور سردی مین معتدل اسکی تحلیل اسکے قبض سے بڑھکر قوی ہوتی ہے اور اپنے قبض کے سبب سے بالون کو قوی کرتی ہے اور چہرے کی جھائین کو برطرف کرتی ہے اور پاؤن کے ناخونون کے پاس کے ورمون کو نفع بخشتی ہے اور جوڑون کو مضبوط کرتی ہے اور بہنے کو روکتی ہے (یعنی دستون اور رطوبت کے بہنے اور پسینا بہنے اور خون بہنے کو روکتی ہے) اور آشوب چشم کو مفید ہے اور آنکھ کے طبقۂ قرنیہ کو جلا دیتی ہے اور سیاہ کا نور اور ورم طحال (اور درد جگر) کو فائدہ بخشتی ہے اور ڈھلڈھلے ورمون کو نفع بخشتی ہے اور نملہ اور برے زخمون اور ناسوڑھون کے زخمون کو فائدہ دیتی ہے اور اسہال معدی کو مفید ہے (اور قابض ہے اور مواد کو پختہ کرتی اور منھ سے خون آنیکو اور پیشاب کے راستے کے زخم کو نافع ہے اور اسکا لیپ ورمون کو تحلیل کرتا ہے طحال کو تھوڑا نقصان دیتی ہے انیسون اور مصطگی اسکا مصلح اور نوفل اور صندل بدل ہے ۳ ماشہ تک مقدار ہے) **مین کہتا ہون** حُضَض کی حاے مہملہ اور ضاد معجمہ پر پیش ہے اور کبھی حُضَض بھی کہتے ہین یعنی بفتحۂ ضاد معجمہ جو کہ اسکا عین کلمہ ہے غرضکہ یہ ایک (کٹیلے) درخت کا گوند ہے (اسکے درخت کی شاخین لانبی لانبی ہوتی ہین اور چھال زرد رنگ کی ہوتی ہے اور اسکے پھل ایسے ہوتے ہین جیسے کالی مرچ اور اس سے رسوت حاصل کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ اس درخت کی پتی کو کوٹ کر نچوڑتے ہین اور اس نچوڑے ہوے عرق کو اتنا پکاتے ہین کہ بستہ ہو جاتا ہے) اسکو فیل زہرج سے نامزد کرتے ہین یعنی ہاتھی ایسے پتے اور یہ ہندی چیز ہے صاحب تنقیح لکھتے ہین کہ جب اسکے عصارہ کو اکھٹا کر کے شکنبہ مین رکھتے ہین تو وہ ایک بڑے پتے کے ہمشکل ہو جاتا ہے پس ہاتھی کو خاص کر ذکر کیا کیونکہ وہ بڑا جانور ہے پس مجازاً اسکو ہاتھی کا پتہ کہنے لگے اور رسوت کی ایک مصنوع چیز ہے کہ ایلوے اور پتے اور رگون اور زعفران سے بنائی جاتی ہے انکو پیسکر شیرۂ انگور مین پکاتے ہین کہ وہ بندھکر رسوت بنجاتی ہے اور ہندی رسوت مکی کے اعتبار سے زیادہ قوی ہوتی ہے بالون کے حق مین اور اورام کے حق مین مکی زیادہ قوی ہے اور مؤلف نے جسکے افعال بیان کیے ہین وہ رسوت ہندی ہے کیونکہ اس درخت کے پھل مین یہی افعال و خواص

ہین اور تاج الدین بلغاری لکھتے ہین کہ رسوت کی بھی مصنوع چیز نہین ہے کیونکہ یہ درخت مکہ مین بھی ہوتا ہے اور ہندی کی بو کی کے اعتبار سے اچھی ہوتی ہے انتہی مؤلف کہتا ہے ۔ حناء (یعنی مہندی) دوسرے درجہ مین سرد خشک ہے اور بعض لوگ گرم کہتے ہین اسمین تحلیل کی قوت بھی ہے اور قبض کی بھی اور تخفیف کی بھی اور رگون کے منھ کو کھولدیتی ہے اور گرم اور بلغمی ورمون کو مفید ہوتی ہے اور اسکی کلی گٹھیا اور پٹھے کی دردون اور فالج اور تمدد کو نافع ہے اور اسکا تیل تھکن کو دور کرتا ہے اور پھوڑون کو نرم کرتا ہے داسکے علاوہ خون کو بھی صاف کرتی ہے اور جلدی بیماریون اور کوڑھ کو اور آتشک کو اور طاعون کو نافع ہے اور معدہ اور جگر اور طحال اور پیشاب کے راستہ اور مثانہ اور رحم کی بیماریون کو مفید ہے اور کانور کو مفید ہے اور گردہ اور مثانہ کی پتھری توڑتی ہے اور دشواری سے پیشاب ہونے کو نافع ہے اور اسکے پتون کے جوشاندہ سے کلی کرنا منھ آنیکو نافع ہے اور اسکا لیپ ورم اور آبلہ کی سوزش کو دور کرتا ہے اور اسکے پھول کپڑون مین رکھنے سے کیڑا نہین لگتا حلق اور پھیپھڑے کو مضر ہے اور کتیرا اور لعاب اسکا مصلح اور منڈی اسکا بدل ہے ہم . ماشہ تک مقدار ہے) مین کہتا ہون مہندی ایک مشہور پتی ہے (جس سے عورتین ہاتھ اور پاؤن رنگتی ہین اسکے بیج بھی استعمال مین آتے ہین) اور فاغیہ سے مؤلف کی مراد اسکا شگوفہ ہے کیونکہ خوشبو دار کلی کو فاغیہ کہتے ہین اور فاغیہ کے لینے کی یہ صورت ہے کہ کلی یا پتی تلی کے تیل مین ڈالدی جائے اسکے بعد جوش دیکر چھان لی جائے مؤلف کہتا ہے ۔ **حنظل** (یعنے اندرائن کا پھل یہ ایک گھانس کا پھل ہے جو زمین پر پھیلتی ہے اور اسکی پتی تربوز کی پتی سے مشابہ ہوتی ہے اور پھول زرد ہوتے ہین اور اُس سے کڑوے پھل پیدا ہوتے ہین چھوٹے تربوز کے برابر اور عمدہ پھل وہ ہے جو ملائم اور پکا ہوا ہو اور یہ وہ ہے جسکا رنگ زردی مائل ہوتا ہے اور گودا سپید زردی مائل) تیسرے درجہ مین (اور بعض کے نزدیک چوتھے درجہ مین) گرم اور دوسرے درجہ مین خشک ہوتا ہے اسکی گٹھلی اور چھلکے سے اجتناب کرنا چاہیے (کیونکہ یہ دونون آنتون مین چپک رہتے ہین اور سخت مروڑ پیدا کرتے ہین یہانتک کہ ہلاکی کی نوبت پہونچ جاتی ہے) اور سارے درخت مین جب صرف ایک ہی پھل ہو تو وہ سخت مہلک چیز ہے (کیونکہ سارے درخت کی قوت سمیت اکیلے ایک ہی پھل مین مجتمع ہوجاتی ہے اور تقسیم نہین ہونے پاتی) اسکا گودا ورمون اور ریاح کو تحلیل کرتا ہے اور غلیظ قسم کے بلغم اور سودا کی تقطیع کرتا ہے (اور اُنکو براہ دست خارج کرتا ہے) اور اخلاط کو باطن بدن سے جذب کرتا ہے اور اسکی ترفتازہ بتی (جبکہ نشاستہ کے ساتھ لگائی جائے) خون بہنے کو روکدیتی ہے اور ورمون کو تحلیل کردیتی ہے اور

مہندی

اندرائن

پکا دیتی ہے اور یہی (یعنی اسکی پتی جب پلائی جاتی ہے تو) پٹھے اور جوڑون اور عرق النساء کے دردون کو
نفع بخشتی ہے اور جذام اور داء الفیل پر ملی جاتی ہے تو نفع کرتی ہے اور دانتون کے درد کے لیے اُس سے
کلی کیجاتی ہے (سرکہ مین پکانے کے بعد) تو دانتون کے اُکھاڑ کر نکالدینے کو آسان کردیتی ہے اور اس سے
مسہل لینا انتصاب النفس کو نفع دیتا ہے اور پٹھون اور جوڑون سے غلیظ بلغم اور سوداء کو نکالتی ہے اور اسکی
سانس اُکھڑی ہوئی اوپر کو آتی ہے ۱۲
مقدار شربت (تندرست اور قوی آدمیون کے لیے) بارہ قیراط (یعنی نصف درہم) ہے اور گردہ اور مثانہ
کو بھی نفع دیتی ہے اور کتیرا اور روغن بادام اسکا مصلح ہے (اور حب النیل اور محمودہ بدل ہے) مین کہتا
ہون اندراین مشہور پھل ہے کندی کہتے ہین اور اسکا مزاج سرد ہے شیخ نے لکھا ہے کہ کندی محض غلط کہتے
ہین (وہ تیسرے درجہ مین گرم ہے) اور اسکی گٹھلی اور چھلکے کی مقدار بقدر دانق (یعنی چار جو) قتال ہو اس سے
بچنا چاہیے اور جسوقت درخت بھر پر صرف ایک ہی پھل ہو تو وہ بھی قتال اور مہلک ہے اس سے بھی پرہیز کرنا
لازم ہے (صیدنہ مین لکھا ہے کہ اسکی یہ وجہ ہے کہ تمام جڑ کی قوت جذب ہوکر اس ایک مین آگئی ہے اور
اسکو اُسوقت درخت پر سے توڑنا چاہیے جبکہ زردی مائل ہوجائے اور سبزی بالکل نہ رہے ورنہ وہ بدتر ہے
اور مہلک ہے اور اسکے پیسنے مین خوب مبالغہ کرنا چاہیے اور کچھ پس جانے کے بعد اس دھوکے مین نہ رہنا
چاہیے کہ خوب پس گیا کیونکہ اسکا چھوٹے سے چھوٹا جز بھی اگر رطوبت کو پالیتا ہے تو پھیل جاتا ہے اور
معدہ کے کنارون اور آنتون کے تنگ رستون مین چمٹ جاتا ہے اور ورم پیدا کرتا ہے (اور یہ ورم
حد ہلاک کو پہونچا دیتا ہے) اسی لیے لازم ہے کہ پیسنے کے بعد شہد کے پانی مین اسکو بھگو لیا جائے پھر
خشک کرکے پیسا جاوے اسی طرح یکے بعد دیگرے پیسا جائے۔ مؤلف نے جو کچھ اسکے افعال و خواص
کے متعلق لکھا ہے سب ظاہر ہے۔ اور قیراط کی مقدار دانق کی چوتھائی ہوتی ہے اور دانق درہم کے
چھٹے حصہ کی برابر ہوتا ہے لہذا بارہ قیراط کی مقدار نصف درہم ہوئی اور یہ مقدار اُسوقت ہے جبکہ اسکو شہد کے
ساتھ پیا جائے اور اگر دواؤن کے ساتھ پیا جائے تو صرف ڈیڑھ دانق ہے منہاج مین اسی طرح مذکور
ہے اور بعض اطباء نے (بجاے کتیرے اور روغن بادام کے) اسکا مصلح گوند کو بتایا ہے لیکن محققین کی یہی راے
ہے کہ اسکا مصلح کتیرا اور روغن بادام ہے کیونکہ گوند دوا کی قوت پر بہت زیادہ غالب آجاتا ہے اور بچھو کے
کاٹے کے لیے اندراین کا پھل نہایت نافع دوا ہے چنانچہ حکایت ہے کہ ایک دہقانی کو ایک بچھو نے
چار جگہ پر کاٹ لیا اور بعض کہتے ہین کہ چالیس جگہون پر کاٹ لیا اُسنے اس پھل کو بقدر ایک درہم کے پی لیا

اُسی وقت تندرست ہوگیا اسی طرح بچھو کے کاٹے کو اسکا لیپ بھی سودمند ہے **مؤلف کہتا ہے**
حمّص (یعنے چنا) پہلے درجہ میں گرم خشک ہے اور سیاہ چنا زیادہ قوی ہوتا ہے (اسلیے کہ اُسکی سیاہی حرارت کے غلبہ سے ہوتی ہے اور حرارت خشکی پیدا کرتی ہے) نفخ پیدا کرتا ہے (اور مثانہ کو بھی مضر ہے۔ خشخاش اور سکنجبین اور گلقند اسکا مصلح اور لوبیا اور باقلا بدل ہے) اور مقطع ہے (اسلیے کہ اسمین ایک جز نمکین اور دوسرا جز کڑوا ہے اور یہ دونون مقطع ہین) باقلے سے بڑھکر بدن کی غذا پڑتا ہے (کیونکہ جو خون اس سے پیدا ہوتا ہے وہ خوب گاڑھا اور زیادہ چکنے والا ہوتا ہے) اور درد کمر اور مسوڑہون کے سخت ورمون اور کانون کے نیچے کے ورمون کو فائدہ دیتا ہے (اور بدن کو ردی مادہ سے پاک صاف کرتا ہے اور جگر اور طحال اور گردہ کا سدہ کھولتا ہے اور طبیعت کو نرم کرتا ہے اور اصلی حرارت کو قوت دیتا ہے اور خلط صالح پیدا کرتا ہے اور بدن کو فربہ کرتا ہے) اور آواز کو صاف کرتا ہے (اور خون کو بھی) اور سب چیز سے زیادہ پھیپھڑے کے لیے غذا پڑتا ہے اور اسکا جوشاندہ استسقا اور کانور کے لیے اور مثانہ اور گردہ کی پتھری توڑنے کے لیے مفید ہے اور پیٹ کے بچہ کو نکالدیتا ہے اور پیشاب خوب لاتا ہے اور باہ بڑھانے کے لیے تو عجیب چیز ہے (اور اکثر خونی اور سوداوی بیماریون کو مفید ہے اور اسکو بھگو کے صرف پانی پی لینا بالخاصہ مضر ہے) **مین کہتا ہون** خشک چنا خشک ہے جیسا کہ مؤلف نے بیان کیا اور تازہ چنا سفید پہلے درجہ کے آخر مین تر ہے اور تازہ سیاہ اول درجہ مین تر ہے اور اسکی رطوبت اسکے جرم کے ساتھ اسقدر چپکی ہوئی ہے کہ طبیعت پر اُسکی تمیز بہت دشوار ہوتی ہے اسی لیے اکثر اُسکا نفخ رگون مین ہوتا ہے اور اسی لیے شہوت جماع مین ہیجان پیدا ہوتا ہے اور چنا منی کو خوب بڑھاتا ہے اور پھیپھڑے کو تمام چیزون سے زیادہ غذا پہونچاتا ہے اسلیے کہ قلب پر سے گذر کر پھیپھڑے تک پہونچتا ہے اور اسکے ساتھ ساتھ یہ رطوبت ہوتی ہے اسلیے پھیپھڑے کو نہایت تر غذا پہونچاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ جس شخص کی آواز باریک ہوگئی ہو اور پھیپھڑا خشک ہوگیا ہو تو اس سے اور دودھ سے بنا ہوا حریرا بہت فائدہ دیتا ہے اور جو شخص چاہے کہ اسکا نفخ کم ہوجائے تو اسکے ساتھ دارچینی اور صعتر اور نمک کا بھی استعمال کرے اور اسکے کھاتے ہی پانی پی لینا مضر ہے اسکے نفخ کو اور بڑھا دیتا ہے لہذا ایسا نکرین اور کھانے کے درمیان اسکا کھانا مفید ہے۔ باقی متن مین جو کچھ ہے سب ظاہر ہے **مؤلف کہتا ہے۔**
حنطہ (یعنی گیہون) گرم ہے (اول درجہ مین) اور معتدل ہے رطوبت اور یبوست مین اور بھنا ہوا گیہون

دیرہضم ہے (کیونکہ اسکی رطوبت گھٹ جاتی ہے اور اذیت بڑھ جاتی ہے) اور نفاخ ہوتا ہے (دیرہضم ہونے اور دیر مین نیچے اُترنے سے) پیٹ مین کینچوے پیدا کرتا ہے (اسلیے کہ اس سے غلیظ فضلے پیدا ہوتے ہین کہ وہ کیچوون اور کیڑون کا مادہ بنجاتے ہین) اور گیہون بڑا اور سرخ زیادہ غذا بڑھاتا ہے (بڑا گیہون تو اسلیے کہ اسمین بہت کثرت کے ساتھ غذائیہ رطوبت ہوتی ہے اور سُرخ رنگ اسلیے کہ سپید رنگ سے نرمی کی وجہ سے گاڑھا خون نہین پیدا ہوتا اور کالے رنگ کا لُب کم ہوتا ہے کیونکہ اسمین احتراق اور ارضیت زیادہ ہوتی ہے گیہون کی روٹی صحیح وسالم کے لیے سب غذاؤن سے بہتر غذا ہے اور کثیر الغذا ہے اور خون صالح پیدا کرتا ہے اور بدن کو فربہ کرتا ہے اور اسکے آٹے کی خمیری روٹی نفاخ ہوتی ہے اور طبیعت کو نرم کرتی ہے اور گیہون چبا کے گلٹی وغیرہ پر لیپ کردینا مواد کو پختہ کرتا یا تحلیل کرتا ہے اور اسکے آٹے کی مہیری نیم کی پتی کے رانگ مین پکائی ہوئی پھوڑون اور بد کو مفید ہے اور اسکا تیل داد اور چھائین اور سفید داغ کو نافع ہے اور کچے گیہون کھانا معدے مین کیڑے پیدا کرتا ہے) **مین کہتا ہون** گیہون کی حرارت اور رطوبت انسانی حرارت اور رطوبت کی طرح ہے (اور یہی وجہ ہے کہ انسان کے لیے اس سے بہتر اور کوئی غذا نہین ہے) اور سرخ گیہون بہ نسبت سپید گیہون کے اسلیے زیادہ غذا ہوتا ہے کہ سپید گیہون مین ایک قسم کی نرمی ہوتی ہے جسکی وجہ سے اسکا مغز جو غذا بنتا ہے کم ہوتا ہے اور بھنا ہوا گیہون دیرہضم اور نفاخ اسلیے ہوتا ہے کہ وہ اچھی طرح پختہ نہین ہوتا (بلکہ خام کے حکم مین ہوتا ہے)

حب الزلم

مؤلف کہتا ہے۔ حب الزلم (یعنے تخم کنگر یہ ایک دانہ ہے چوڑا اور چپٹا اور چنے سے بڑا باہر سے زرد اور اندر سے سفید لذیذ اور شیرین اور چکنا) گرم ہے دوسرے درجہ مین اور تر پہلے درجہ مین بدن کو فربہ کرتا ہے (اسلیے کہ چکنا اور مزے دار اور پاکیزہ ہوتا ہے اعضا اس سے ملتے ہی اسے قبول کرلیتے ہین) منی کو خوب بڑھاتا ہے (اپنی فضلیہ رطوبت کی کثرت سے) اور باہ لاتا ہے اور جگر کو قوت دیتا ہے اور امراض سوداوی کو مفید ہے اور سینہ کی کھرکھراہٹ اور کھانسی کو نافع ہے مگر حلق کو مضر ہے اور سدہ پیدا کرتا ہے بنفشہ اور گلقند اسکا مصلح اور شقاقل اور خشخاش بدل ہے ۹ ماشہ تک اسکی مقدار ہے) **مین کہتا ہون** حب الزلم ایک مشہور نبات کا پھل ہے شہر بنور سے آتا ہے اسمین جوہر رطب بکثرت ہوتا ہے اور منی کو خوب بڑھاتا ہے اور باہ کو حرکت دیتا ہے

حب النیل

مؤلف کہتا ہے۔ حب النیل (یعنے نیل کا بیج جسکو کالا دانہ کہتے ہین مشہور ہے) دوسرے درجہ مین گرم خشک ہے سیاہ داغ اور سفید داغ کو

نفع بخشتا ہے اور کرب لاتا ہے اور متلی پیدا کرتا ہے (اور آنتون مین خراش پیدا کرتا ہے ہلیلہ اور روغن بادام مصلح ہے) غلیظ خلطون کو دستون کی راہ نکالدیتا ہے خصوصًا سودا اور بلغم کو بہت قوت کے ساتھ اور پیٹ کے کیچوون اور کیڑون کو نکالدیتا ہے (اور بدن کو پاک کرتا ہے اور جگر اور طحال کے سدے کھولتا ہے اور نقرس اور جوڑون کے درد کو اور تر کھجلی اور پرانے پرلنے خراب زخمون کو نافع ہے رنگت مین سیاہ اور تکونہ ہوتا ہے اور مزے مین تلخ) مین کہتا ہون کالا دانہ وہی ہے جسکو قرطم ہندی اور دمعۃ العشاق بھی کہتے ہین اسکی گھانس تپی مین اور پاس کے درختون اور دیوارون پر چڑھنے مین عشق پیچہ کے مشابہ ہوتی ہے مگر اسکی پتی عشق پیچہ کی پتی سے بڑی ہوتی ہے اور اسکی کلی کنجئی ہوتی ہے اور اسکی کلی گولائی مین کاسہ سر کے مثل ہوتی ہے اور جہان بودی جائے وہین ہو جاتی ہے اسکی مقدار شربت ڈیڑھ دانق سے نصف درہم تک ہے اور اسکا بدل اندرائن کا گودا ہے جو اسکے وزن کا نصف لیا جائے

اشکہاے عاشقان ۱۲

مؤلف کہتا ہے۔ حب الصنوبر (یعنے چلغوزہ) دوسرے درجہ مین گرم اور پہلے درجہ مین تر ہے اور صغار (یعنی حب الصنوبر کی دوسری چھوٹی قسم) جسکا نام قضم قریش ہے یہ دوسرے درجہ مین گرم خشک ہے اسمین انضاج اور تلیین اور تحلیل اور خراش ہوتا ہے مگر یہ خراش (گرم) پانی مین اسکے بھگونے سے جاتا رہتا ہے غذا زیادہ پڑتا ہے اور قوی ہے اور دیرہضم ہے اور پھیپھڑے کی رطوبتون اور ہیل کے تنقیہ اور کھانسی کے لیے مفید ہے اور یہ اُسوقت جبکہ اسکو میٹھی شراب مین پکایا جائے اور منی کو بہت زیادہ بڑھاتا ہے اور مروڑ پیدا کرتا ہے اور اسکا تریاق کھٹ مٹھا انار ہے (کہ اسکے بعد چبا لیا جائے یہ انار اسکی حدت کو تسکین دیتا ہے) مین کہتا ہون حب الصنوبر وہی ہے جسکو فارسی مین چلغوزہ کہتے ہین اور اسکے پہلے قبل ہم اسکے متعلق کچھ لکھ بھی آئے ہین اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اسکی بڑی قسم کو چلغوزہ کہتے ہین اور جو چھوٹی قسم ہے (یعنی ناجو) وہ بہ نسبت اس بڑی قسم کے دوا سے زیادہ مشابہ ہے بخلاف بڑی قسم کے کہ وہ غذا سے زیادہ مشابہ ہے اور بڑی قسم کا مغز بہت مزے دار ہوتا ہے اور چھوٹی قسم کا مغز بکٹھا اور تلخ ہوتا ہے کہ اُسکو قبل گرم پانی مین بھگوئے نہین کھا سکتے اور متن مین اسکے علاوہ جو کچھ ہے سب ظاہر ہے۔

مادہ کا پکانا ۱۲ — ورمون اور ریاح کو تحلیل کرنا ۱۲ — ۱۸۱ بر نومبر ۱۹۰۹

مؤلف کہتا ہے۔ حبۃ الخضراء (یعنی بن ایک درخت کا پھل ہے) گرم خشک ہے اور اسکی خشکی دوسرے درجہ مین ہے گرمی لاتا ہے اور تلیین کرتا ہے بلغمی مادہ کو پکاتا ہے اور بدن کو ردی فضلون سے پاک کرتا ہے اور اسمین قبض اور قوی جلا اور

قوی تفتیح ہوتی ہے مادہ کو بدن کے گہرائو سے جذب کرتا ہے اور باہ کو ہیجان مین لاتا ہے اور اسکا گوند
درہون کو پکا دیتا ہے اور مرہمون مین پڑتا ہے اور پیٹ کو نرم کرتا ہے اور منھ کے پھٹ جانے کو فائدہ
دیتا ہے اور کھجلی کو صاف کر دیتا ہے اور اسکا تیل تکان کو دور کرتا ہے اور فالج اور لقوے کو مفید پڑتا ہے
(اور یہ خود سینہ کی کھرکھراہٹ اور آواز کو صاف کرتا ہے اور توت کے ساتھ سدہ کھولتا ہے اور درد دل
کو تسکین دیتا ہے اور حواس اور جگر اور طحال کو قوت دیتا ہے اور فرحت لاتا ہے اور اخلاط کو صاف
کرتا ہے اور خوب پیشاب لاتا ہے اور نفخ کو اور مالیخولیا ے مراقی کو نافع ہے درد سر لاتا ہے اور بیداری
لاتا ہے اسکی اصلاح کتیرے اور بہی اور گل سرخ سے ہو جاتی ہے اور بادام تلخ اور پستہ اسکا بدل ہے
۷ ماشہ سے ۹ ماشہ تک اسکی مقدار ہے) **مین کہتا ہون** حبۃ الخضراء وہی ہے جسکا نام بطم ہے اور
جسکو فارسی مین بنمشک کہتے ہین اور متن مین جو کچھ ہے سب واضح ہے **مؤلف کہتا ہے**
حمام النواہض (یعنے جنگلی کبوتردن کے بچے اور یہ وہ بچے ہین جنکے پر اچھی طرح نکل آئے ہون
اور بازو مضبوط ہو گئے ہون کہ اُڑنے کے لیے آسانی پھیل سکین) تمام جانورون کے بچون سے
زیادہ ہلکی غذا ہے اور غذا خوب پڑتے ہین اور خلط کے لیے بہت مناسب ہوتے ہین جو شخص گرم مزاج
ہو وہ انکو انگور اور ہرے دھنیے اور کھیرے کے ساتھ کھائے **مین کہتا ہون** یہ اسلیے کہ عموماً بچون
مین حرارت اور رطوبت فضلیہ ہوتی ہے اور اُن سے جو خون پیدا ہوتا ہے وہ متعفن ہو جانے کا نہایت مستعد
ہوتا ہے خصوصاً وہ بچے جو گھرون مین پائے جائین - گرم مزاج لوگون کے لیے انکی اصلاح اُن چیزون
سے ہو سکتی ہے جنکو مؤلف نے متن مین ذکر کیا ہے **مؤلف کہتا ہے حب السمنہ** (یعنی چرونجی اور
فارسی مین اُسکو نقل خواجہ کہتے ہین یہ ایک پہاڑی پھل کی گری ہے جسکو انجار کہتے ہین) گرم تر ہے
(اور بعض کے نزدیک رطوبت فضلیہ کے ساتھ گرم خشک ہے دوسرے درجہ مین) باہ کو زیادہ کرتی
ہے اور بدن کو فربہ کرتی ہے (اور کثیر الغذاء ہے اور مادۂ بلغمی کو براہ دست نکالتی ہے اور صفرا کو بھی نکالتی
ہے اور عضو تناسل مین نعوظ پیدا کرتی ہے اور جلا کرتی ہے اور بشرہ کا رنگ صاف کرتی ہے اور زیادتی
پت اور جوش خون اور پیاس کو تسکین دیتی ہے اور اسکا حریرا بادام اور شکر کے ساتھ باہ کو بڑھاتا ہے
ثقیل اور دیر ہضم ہے سکنجبین اور شہد اسکا مصلح ہے اور پستہ اور کنجد اسکا بدل ہے ایک تولہ تک مقدار ہے)
مین کہتا ہون چرونجی ایک دانہ ہے مثل سیاہ مرچ کے کہ چکنا ہوتا ہے اور جلد ٹوٹ جانے والا اسکا

چلغوزہ
چرونجی

درخت بقدر ایک ہاتھ ہوتا ہے اور پتی سپید ہوتی ہے مؤلف کہتا ہے - حجر اللازورد والحجر الارمنی (یعنی سنگ لازورد اور سنگ ارمنی) یہ دونوں پتھر خلط سوداء کو قوت کے ساتھ براہ دست نکالتے ہیں معرب لاجورد ۱۲
اور ان دونوں میں حجر ارمنی زیادہ قوی ہے اور یہ دونوں بن دھلے متلی پیدا کرتے ہیں دمغسول یعنی شستہ کا مزاج سرد خشک اول درجہ میں اور غیر مغسول یعنی غیر شستہ گرم خشک دوسرے درجہ میں یہ دونوں جلا کرتے ہیں اور اخلاط کو صاف کرتے ہیں اور مالیخولیا اور درد گردہ اور وحشت دغم اور امراض سوداویہ کو مفید ہیں اور قابض ہیں اور مفرح ہیں اور دل کو قوت بخشتے ہیں اور آنکھوں کی بیماریوں یعنی آشوب چشم اور آنسو افراط سے بہنے کو اور جالے اور ماندے کو مفید ہیں اور لاجورد کی سلائی بنائی ہوئی ہمراہ مناسب دواؤں کے بالخاصہ آنکھوں کے امراض کو مفید ہے) میں کہتا ہوں لاجورد مشہور پتھر ہے جو بدخشان سے لایا جاتا ہے اور کبھی کبھی خراسان کے بعض شہروں میں بھی ملتا ہے جیسا کہ صاحب تقویم نے لکھا ہے اور عمدہ لاجورد وہ ہے جو نہایت صاف اور کبود ہو کہ اسمیں داغ دھبہ اور رگین نمودار نہوں اور یہی وہ پتھر ہے جس سے لاجوردی رنگ بنایا جاتا ہے اور یہ پتھر دوسرے درجہ میں سرد خشک ہے اور حجر ارمنی وہ پتھر ہے جسمیں تھوڑا سا کنچاپن ہوتا ہے اور بلاد ارمن سے لایا جاتا ہے اور جلد ٹوٹ جاتا ہے اسمیں نہ تو پتھر کی سی سختی ہوتی ہے اور نہ مٹی کی سی نرمی بلکہ دونوں کے درمیان ہوتا ہے اور اسمیں اور اس حجر صرف میں جو بیت المقدس سے لایا جاتا ہے اور جو خمار اور جگری تپ کے لیے تریاق ہے یہ فرق ہے کہ حجر صرف میں پتھر کی سی سختی ہوتی ہے اور حجر ارمنی نرم ہوتا ہے اور یہ گرم خشک ہے اور لازم یہ ہے کہ لاجورد اور حجر ارمنی دونوں کا استعمال دھونے کے بعد کیا جائے کیونکہ یہ دونوں پتھر غیر شستہ متلی پیدا کرتے ہیں اور دھونے سے یہ متلی پیدا کرنے والی قوت دھل جاتی ہے اور لاجورد اور حجر ارمنی اور مونگے کی جڑ اور عقیق وغیرہ تمام پتھروں کے دھونے کی یہ ترکیب ہے کہ اسکو ہاون دستہ میں خوب کوٹ کر نہایت باریک کرلیا جائے اور اسمیں پانی چھوڑ کر خوب ہلایا جائے جب پسا ہوا پتھر تہ میں ٹھہر جاوے تو ٹھہر جانے کے بعد اوپر کا پانی پھینکدیا جائے اور جو تہ نشین ہو جائے اسکو خشک کرکے پیسنے کے بعد پانی ڈالکر ہلا دیں جب بیٹھ جاوے تو پانی پھینکدیں ایسا کئی دفعہ کیا جاوے یہانتک کہ خوب صاف ہو جائے اور اسی طرح جو دوائیں آنکھ کے علاج میں پتھر والی ہوں انکو بھی دھولیا جائے کیونکہ آنکھ ایک شریف اور ذکی الحس عضو ہے کرکراہٹ کی بالکل متحمل نہیں ہے مؤلف کہتا ہے - حی العالم (یعنی کلغہ یہ ایک قسم کی گھانس ہے جسکے پتے سبز و سرخ اور پھول سرخ خوبصورت

ہوتا ہے اسکی دو قسمین ہین بڑی اور چھوٹی) چھوٹی قسم خون تھوکنے کو مفید ہے اور سینہ اور پھیپھڑے کو پاک
کرتی ہے اور رفق کی دواؤن مین پڑتی ہے اور جب شراب کے ساتھ پکائی جاتی ہے تو آنتون کے زخمون
کو مفید پڑتی ہے (اور مواد کو پکاتی اور تحلیل کرتی ہے اور دماغ کا سدہ کھولتی اور دفع کرتی ہے اور زکام اور
سدہ اور جگر کی گرمی کو مفید ہے اور اسکے بیج دل کو قوت بخشتے ہین اور روغن گل کے ہمراہ اسکا لیپ پرانے
دستون کو بند کرتا ہے اور نافع ہے اور آگ کے جلے ہوے کو مفید ہے) اور بڑی قسم ان تمام باتون مین چھوٹی
سے ضعیف ہے (مثانہ کو مضر ہے اور کیرا اسکا مصلح ہے اور کموہ بدل ہے مقدار شربت ۵ ماشہ ہے) **مین**
کہتا ہون حی العالم ایک مشہور گھانس ہے صاحب جامع نے حشائش مین لکھا ہے کہ اسکا نام حی العالم
اسلیے رکھا گیا ہے کہ کبھی اسکی تر و تازگی مین فرق نہین آتا ایک ہی حالت مین رہتی ہے اور اسکا مزاج سرد و تر ہے
مؤلف کہتا ہے ۔ حلبہ (یعنی میتھی مشہور ساگ ہے) دوسرے درجہ مین گرم اور پہلے درجہ مین خشک ہے

حلبہ

کم حرارت والے ورمون کو تحلیل کرتی ہے اور زیادہ حرارت والے ورمون کو ہیجان مین لاتی ہے اور اسکا جوشاندہ
شہد کے ساتھ سینہ مین غلیظ خلطون کو نکال دیتا ہے اور باہ کو ہیجان دیتی ہے اور طرفہ کو نفع دیتی ہے
(طرفہ وہ سرخی کا نشان ہے جو کسی چوٹ یا ضرب کی وجہ سے آنکھ مین پڑ جائے) اور جلد پر خشکی سے بھوسی
اُڑنے کو صاف کر دیتی ہے اور رحم کے دردون کو اور سختی کو اور ملجانے کو نفع دیتی ہے (اور مادہ کو پختہ
اور معتدل القوام کرتی ہے اور طبیعت کو نرم کرتی ہے اور پیشاب لاتی ہے اور سردی کی بیماریون اور کمر کے
درد اور ورم طحال کو نافع ہے اور مثانہ کی سردی کو مفید ہے اور اسکا لیپ سرکہ کے ہمراہ ظاہری اور باطنی
ورمون کو تحلیل کرتا ہے ۔ گرم مزاج والون کو مضر ہے اور ترشی اور گھی سے اسکی اصلاح ہو جاتی ہے اور شلغم
کا ساگ اسکا بدل ہے اور اسکے بیج ریاح اور ورمون کو تحلیل کرتے ہین اور پیشاب اور حیض کو جاری کرتے
ہین اور طبیعت کو نرم کرتے ہین اور ریاح کو دفع کرتے ہین اور سرد بیماریون کو مثل لقوہ اور فالج اور مرگی
اور گٹھیا کے مفید ہین اور اسکا لیپ ورم کو تحلیل کرتا ہے اور کان کے درد کو نافع ہے دوسرے درجہ
مین گرم خشک ہین اور گرم مزاج والون کو مضر پڑتے ہین گھی مصلح اور السی بدل ہے ۵ ماشہ تک انکی مقدار
ہے) **مین کہتا ہون** یہ کلام اپنے ظہور کی وجہ سے شرح کا محتاج نہین ہے **مؤلف کہتا ہے**

حجر الیہود

حجر الیہود (سنگ یہودان ایک پتھر ہے گول قسم کا بیر کے برابر) پیشاب کے دشواری سے آنے کو نافع
ہے اور گردون (اور مثانہ) کی پتھری کو توڑ ہا تا ہے (اور پتھری پیدا نہین ہونے دیتا اور اگر مثانہ مین

خون جم جائے تو اُسکو ہمراہ بادام تلخ اور پانی کے پلاوین خون کو گھلا کر براہ پیشاب بہا دیتا ہے مجرب ہے مگر جگر کو
نقصان دیتا ہے اسکی اصلاح گوند اور کرفس سے ہو جاتی ہے اور کرفس اسکا بدل بھی ہے ۲ ماشہ اسکی مقدار
ہے) **مین کہتا ہون** حجر الیہود شہر بیروت مین جو سواحل شام مین ہے زمین سے پیدا ہوتا ہے مخروطی
شکل ہوتا ہے اور رنگ زیتونی ہوتا ہے جب توڑا جاتا ہے تو نہایت چمکدار ہوتا ہے تاج الدین بلغاری
نے لکھا ہے کہ اسکو حجر الیہود اسلیے کہتے ہین کہ اسکو نکالنے والے اور لانے والے اور اس مقام کے تمام
رہنے والے سب متفق اللفظ یہ کہتے ہین کہ یہ پتھر ہفتہ کے روز زمین سے نہین نکلتا جالینوس نے اسکو
معتدل لکھا ہے (اور بعض اطباء کہتے ہین کہ پہلے درجہ مین گرم اور دوسرے درجہ مین خشک ہے) **مؤلف**
کہتا ہے حجر الیشب (یعنی سنگ یشب ایک قسم کا سخت پتھر ہے قیمتی اور چمکدار) معدہ کی تقویت
کرتا ہے اگرچہ اُسکو اسطرح لٹکا لیا جائے کہ معدہ کے مقابل ہو اور معدہ کے تمام امراض اور نزخرے کے
تمام امراض کو خدائے پاک کے حکم سے شفا بخشتا ہے (اور دل کو بھی قوت دیتا ہے اور خفقان اور وسواس
کو نہایت مفید ہے اور دماغ کو بھی قوت دیتا ہے اور اکثر امراض دماغی کو نافع ہے خصوصاً مرگی کو اور باطن
مین خون بستہ کو گھلا دیتا ہے اور باطنی زخمون کو مفید ہے اور اسکا پاس رکھنا جسطرح ممکن ہو خفقان اور
وسواس کے لیے عجیب الاثر ہے اسکا مزاج سرد خشک ہے اور یاقوت زرد اسکا بدل ہے **مین کہتا**
ہون یشب ایک پتھر ہے جو چین کی نہر سے نکلتا ہے اور مختلف رنگ کا ہوتا ہے سفید اور کبود اور سبز
اور سُرخ پانی مین رکھکر بڑھتا ہے کہا جاتا ہے کہ جسکے پاس سنگ یشب ہو اُسپر بجلی نہین گرتی اور اگر پیاسا
آدمی اُسے منہ مین رکھ لے تو پیاس کو مارتا ہے جالینوس نے لکھا ہے اگر اسکا قلادہ بنا کر تعویذ کی طرح
معدہ کے محاذی اسکو لٹکا لیا جائے تو امراض معدہ کے لیے نافع ہے جو ادویہ مؤلف نے حاشیے
مین نہین لکھین منجملہ اُنکے ایک تو حاشا یعنی پہاڑی پودینہ ہے جسکو صعتر الغزال بھی کہتے ہین (تیسرے
درجہ مین گرم خشک ہے اور اسکا رنگ سبز سیاہی مائل ہوتا ہے اور ذائقہ تیز اور تیز بو ہوتا ہے) ارض موصل
مین پیدا ہوتا ہے اسکی شاخین بہت باریک ہوتی ہین اور پتی سفید اسکی کلی اول اول سبز ہوتی ہے پھر
سرخ پھر سفید ہو جاتی ہے ریاح اور ورمون کو تحلیل کرتا ہے اور اخلاط کو پکاتا اور معتدل القوام کرتا ہے
(اور لطافت بخشتا ہے اور مسام اور سدہ کھولتا ہے اور باہ کم کرتا ہے اور گرمی کرتا ہے اور حیض اور
پیشاب خوب لاتا ہے اور بلغمی مادہ کو براہ دست نکالتا ہے اور خون کو صاف کرتا ہے مثل افتیمون کے

ف خاصیت حجر الیہود

یشب

ف خاصیت یشب

پہاڑی پودینہ

اور اسکا جوشاندہ سانس چلنے کو مفید ہے پھیپھڑے کو نقصان کرتا ہے بنسلوچن اسکی مصلح ہے اور افتیمون
بدل ۴ ماشہ اسکی مقدار ہے) **حسک** (معرب خسک یعنی گوکھرو ایک گھانس کے کانٹے ہین مشہور) گرم

گوکھرو

خشک ہے (دوسرے درجہ مین) اور بعض کے نزدیک سرد خشک ہے اور بعض کے نزدیک معتدل پکاتا ہے
اور طبیعت کو نرم کرتا ہے اور پیشاب کے دشواری سے آنے کو نفع دیتا ہے (اور گردہ اور مثانہ کی پتھری کو توڑ
بہاتا ہے اور ریاح کو صادر کرتا ہے اور درد کمر اور جلندرا ور ریاحی قولنج کو مفید ہے اور ورم کو تحلیل کرتا ہے
اور حیض کو جاری کرتا ہے رنگ اسکا سبز اور زرد ہوتا ہے قدرے تلخی مائل ہوتا ہے طحال کو مضر ہے اور
بادام اسکا مصلح ہے اور تخم خیارین بدل ۶ ماشہ تک مقدار شربت ہے) **حرف** (یعنی سرسون) جسکو

سرسون

حب الرشاد بھی کہتے ہین اور فارسی مین تون تره (اور سرشف) کہتے ہین (قسم غلہ سے ایک دانہ ہے رائی
کے برابر جسکا تیل بھی نکالتے ہین) گرم خشک ہے (دوسرے درجہ مین) مادہ کو معتدل القوام کرتی ہے اور
ریاح کو خوب تحلیل کرتی ہے (اور رطوبت بالائی کو خوب جذب کرتی ہے اور پیٹ کے کیڑے مار کر نکالتی
ہے اور فساد بلغم کو دفع کرتی ہے اور کھجلی اور عرق النسا کو مفید ہے اور باہ کو حرکت دیتی ہے اور پیشاب جاری
کرتی ہے اور ورمون کو تحلیل کرتی ہے اور اسکا ابٹن میل اور بدن کی سیاہی اور جھائین کو خوب صاف
کرتا ہے اور اسکے پتے پیشاب بند کرنے اور کھجلی کو مفید ہین کئی رنگ کی ہوتی ہے سرخ اور سیاہ اور زرد
اور مزے مین تلخ اور تیز ہوتی ہے معدہ اور گردہ کو مضر ہے کاسنی اور شہد مصلح ہے اور السی اور رائی بدل
ہے ۹ ماشہ تک مقدار ہے) **حلتیت** (یعنی ہینگ) یہ درخت انجدان کا گوند ہے (دو قسم کا ہوتا ہے

ہینگ

خوشبودار اور بدبودار اور رنگ مین سفید اور غباری ہوتا ہے اور مزے مین تلخ ہوتا ہے) گرم خشک ہے
(گرم چوتھے درجہ مین اور خشک تیسرے درجہ مین) ریاح کو خوب صادر کرتی ہے (اور دماغی اور پٹھون
کی بیماریون کو مثل مرگی اور فالج اور لقوہ اور رعشہ اور سن بہری یعنی خدر کو مفید ہے اور امراض چشم کو نافع
ہے اور ورم اور ریاح کو تحلیل کرتی ہے اور دفع کرتی ہے اور کھانا خوب ہضم کرتی ہے اور بھوک بڑھاتی
ہے اور جگر اور معدہ اور طحال کی بیماریون کو نافع ہے اور گرمی پیدا کرتی ہے اور آواز کو صاف کرتی ہے
اور اسکا لیپ ہمراہ روغن کے چوٹ اور بائی آجانے کو مفید ہے اور اسکا کان مین ڈالنا کان کے
بجنے اور بہرے پن کو مفید ہے اور اکثر زہرون کی مارگ ہے اور اسکا گھر مین رکھنا وبائی ہوا سے محفوظ
رکھتا ہے دماغ کو اور گرم مزاج کے جگر کو مضر ہے کتیرا اور بنفشہ اور انارین اسکی اصلاح کرتے ہین اور جاؤشیر

حماض

اور سکنجبین بدل ہے ۳ ماشہ تک ہتمدار ہے) **حماض** (یعنی چوکے کا ساگ کھٹی پالک کو چوکے کا ساگ
بھی کہتے ہین) یہ ساگ کاسنی کے مشابہ ہوتا ہے سرد خشک ہے (اول درجہ مین) قابض ہے (اور جگر کو قوت
بخشتا ہے اور طبیعت کو نرم کرتا ہے اور گرم مزاج والون کی سوزش سینہ کو اور کڑوے پتون کو دفع کرتا ہے
اور بھوک لاتا ہے اور گرمی کے ریاح کو تحلیل کرتا ہے اور ہاضم ہے ۔ سرد مزاج والون کو اور پٹھون کو مضر ہے
اور شہد اور شربت انار مصلح ہے اور زرشک اور انار اسکا بدل ہے) **مؤلف کہتا ہے**

یہان سے اُن ادویہ کا بیان کیا جاتا ہے جنکے شروع مین طاے مہملہ ہے

طباشیر

طباشیر (یعنے بنسلوچن یہ ایک سخت شی ہے کہ بانس مین سواتی کی بوند پڑنے سے پیدا ہوتی ہے تفلیسی مین
ہے کہ یہ بانس کے اندر کا گودا ہے جب بانسون مین آگ لگ جاتی ہے تو یہ گودا جلکر طباشیر بنجاتا ہے اور
بانس کی گرہ کے قریب ہوا کرتی ہے) سرد ہے دوسرے درجہ مین اور خشک تیسرے درجہ مین دل (اور جگر
اور معدہ) کو قوت دیتا ہے اور گرمی کے خفقان (اور گرمی کے بخار) کو کھوتا ہے اور وحشت اور غم اور اُس
غشی کو دور کرتا ہے جو معدہ پر صفرا کے گرنے سے پیدا ہوئی ہو اور پیاس کو اور سوزش معدہ کو اور کرب کو
(بعضے نسخون مین بجاے والکرب کے والکبد واقع ہے تو اُسکے یہ معنے ہونگے کہ سوزش معدہ کو اور
سوزش جگر کو) تسکین دیتا ہے اور اپنے قبض کی وجہ سے معدے پر صفرا کے گرنے کو روکتا ہے اور صفراوی
ضعف معدہ کے دستون (اور صفراوی قی) کو (اور خونی دستون کو) بند کرتا ہے اور گرمی کے بخارون کو
فائدہ بخشتا ہے (اور رطوبت کو خشک کرتا ہے اور اسکی چٹکی منہ کے دانون اور منہ کے آنے کو مفید ہے
باہ کو اور پھیپھڑے کو مضر ہے عناب اور مصطگی اور زعفران اسکی مصلح ہے اور تخم خرفہ اور کاسنی اور صندل سفید
بدل ہے ۲ ماشہ مقدار شربت ہے) **مین کہتا ہون** یہ سب ظاہر ہے اور شرح سے مستغنی ہے **مؤلف**
کہتا ہے **طین ارمنی** (یعنی گل ارمنی یہ ایک مٹی ہے سرخ تاریک کلیجی کے رنگ کی ساتھ نرمی اور

طین ارمنی

تھوڑی چکنائی اور عذوبت کے کہ زبان پر چپکتی ہے اور خوشبو اور مزے مین مشابہ خاک کے ہوتی ہے
ایران اور ارمینیا سے لائی جاتی ہے اور کبھی حجر ارمنی پر بھی اسکو اطلاق کرتے ہین بہتر وہ ہے کہ خالص ہو
اور کنکریون سے صاف پاک ہو اور زبان پر چپکے اور سنہری رنگ کی ہو اور جسنے طین ارمنی کا ترجمہ گیرو
کے ساتھ کیا ہے اُسکی حالت پر خدا رحم کرے اور کچھ سمجھنے کی قوت دے) پہلے درجہ مین سرد اور دوسرے
درجہ مین خشک ہوتی ہے طبیعت کو بند کرتی ہے اور خون کو روکتی ہے کیونکہ خشکی پھیلانے کی قوت

اسمین بہت زیادہ ہوتی ہے اور پھنسیون کو اور وبائی پھوڑون کو اسکا پینا اور لگانا دونون مفید ہین اور اعضا مین
عفونت دوڑ جانے کو نفع بخشتی ہے اور منھ آنے کو اور سل کو فائدہ کرتی ہے اور نزلے کو روکتی ہے مین کہتا
ہون طین ارمنی کی رنگت زردی مائل ہوتی ہے اور حجر الا کتناز کے نام سے موسوم ہے تاج الدین بغدادی
نے لکھا ہے کہ عمدہ طین ارمنی وہ ہے جو قریہ کملاخ سے لائی جاتی ہے اسکی یہ صفت ہے کہ اگر اسے تم اپنے
ہاتھ سے چھوؤ تو جہان چھوا ہے وہ چپکنے لگتا ہے اور یہ ہوتی تو ہے مٹی لیکن ٹوٹتی مشکل سے ہے اور یہ تو
خالص طین ارمنی غیر مغشوش کی صفت ہے اور جو مغشوش ہوتی ہے وہ ہاتھ کو سرخ کر دیتی ہے اور اسکا
نام گل ارمنی ہے **مؤلف کہتا ہے** - **طرفا** (یعنی جھاؤ) اور اسکو عربی مین اثل بھی کہتے ہین ایک قسم
کا لانبا درخت ہے مثل سرو کے اکثر دریا کے کنارے ہوتا ہے سبز سیاہی مائل اور مزے مین تلخ پہلے درجہ
مین سرد اور دوسرے درجہ مین خشک ہے نفیسی مین ہے کہ جھاؤ کی چار قسمین ہین ایک تو وہ قسم ہے جسکی
بلندی قد آدم ہوتی ہے اور اسکی پتی سرو کی ایسی پتی ہوتی ہے اور اسکا پھل گول ہوتا ہے جسکو کزمازج کہتے
ہین اور دوسری قسم پہلی قسم سے زیادہ لطیف ہوتی ہے اور اسکی پتی بہ نسبت پہلی قسم کے کم ہوتی ہے اور
اسمین خوشے ہوتے ہین جنمین سفید سرخی مائل پھول نکلتے ہین اور تیسری قسم نہ پھولتی ہے اور نہ پھلتی ہے
مگر اسکی شاخون پر سرخ سبزی مائل دانہ ہوتے ہین جس سے کپڑے رنگے جاتے ہین اور چوتھی قسم بہت بڑی
ہوتی ہے اور اسی کو اثل بھی کہتے ہین اسمین تقطیع اور جلا بہت ہوتی ہے (کچھ قبض اور تھوڑی تجفیف کے
ساتھ) اسکا جوشاندہ اور اس کے برتن مین رکھا ہوا پانی تلی کو فائدہ کرتا ہے اور اسکے جوشاندے کی
کلی دانتون کے درد کو فائدہ کرتی ہے اور اسکے جوشاندہ مین بیٹھنا رحم مین کی پرانی رطوبتون کے بہنے
کو فائدہ کرتا ہے اور عذبہ (یعنی مائین اور یہ جھاؤ کا پھل ہے) منھ کی دواؤن اور خون تھوکنے اور پرانے
دستون کی دواؤن مین پڑتا ہے اور اسکا پوست بھی ان بیماریون سے فائدہ بخشتا ہے (اور جھاؤ کا
خیسانده خون کو صاف کرتا ہے اور جوش خون کو تسکین دیتا ہے اور جھاؤ قابض ہے اور مادہ کو پختہ
کرتا ہے اور ورم اور طحال کو تحلیل کرتا ہے اور جگر کا سدہ کھولتا ہے اور سخت ورم جگر اور طحال کو مفید ہے مگر کو
مضر ہے اور شہد مصلح اور گلنار اسکا بدل ہے اور ۷ ماشہ مقدار ہے) مین کہتا ہون جھاؤ مشہور درخت
ہے فارسی مین اسکو گز کہتے ہین اور اسکا پھل عذبہ (یعنی چھوٹی مائین) ہے (اسکا رنگ بھورا سرخی
مائل ہوتا ہے اور مزا تلخ دوسرے درجہ مین سرد اور تیسرے درجہ مین خشک ہے سر اور سینہ کو مضر ہے اور

تخم کدو اسکی مصلح ہے اور مازو اور شحم انار بدل ہے تا الیض ہے اور رطوبت کو چھانٹتی ہے اور ہمراہ شکر کے
ہانپنے کو اور کھانسی کو مفید ہے اور ضعف جگر اور ضعف اعضائے شامی کو اور دستون کو نافع ہے اور منھ سے خون
آنے کو اور خون بہنے کو مفید ہے اور اسکا لیپ ہمراہ سرکہ کے طحال کو نافع ہے اور اسکا منجن مسوڑھون
اور دانتون کو قوت دیتا ہے اور مضبوط کرتا ہے اور منھ کے دانون کو مفید ہے اور اسکا غرارہ بھی دانتون
کے درد کو نفع بخشتا ہے آور بڑی مائین جسکو فارسی مین کزمازج اور عربی مین ثمرۃ الطرفا کہتے ہین یہ بھی
رنگ اور مزے مین چھوٹی مائین کی طرح ہوتی ہے مگر جھاؤ کی جو چھوٹی قسم ہے یہ اسکا پھل ہے چھوٹی
مائین سے بڑا ہوتا ہے تکونہ اور دوسرے درجہ مین سرد خشک ہے مواد کو پختہ کرتی ہے اور قابض ہے اور
ورم طحال کو تحلیل کرتی ہے اور دستون کو بند کرتی ہے اور رحم کی رطوبت کو چھانٹتی ہے اور پھیپھڑے
کے زخم کو مفید ہے اور اسکا غرارہ حلق اور سینہ کی بیماریون کو مفید ہے اور یہ جلائی ہوئی ہمراہ مردار سنگ
اور دھوئے ہوئے گھی کے گنج اور سر کے دانون کو مفید ہے) جھاؤ سرد خشک ہے اور اسکا جوشاندہ اور
اسکی لکڑی مین پانی پینا (بالخاصہ) جگر (کے ورم) اور تلی (کے ورم) کو نفع بخشتا ہے اور شراب کے
ساتھ اسکے جوشاندہ کی کلی دانتون کے درد کو دور کرتی ہے اور اسکے جوشاندہ مین بیٹھنا رحم کی رطوبتون
کے بہنے کو روکتا ہے اور لحاء بالمد جو مؤلف کے کلام مین واقع ہے اسکے معنی درخت کے چھلکے کے
ہین یعنی اس درخت کا پوست بھی مذکورۃ الصدر بیماریون کے لیے نافع ہے (کیونکہ چھلکے کا اور پھل کا اثر
قریب قریب ہوا کرتا ہے) مؤلف کہتا ہے۔ **طرائیث** (یعنی ایل شیرین یہ ایک بوٹی ہے زمین
سے چسپان اکثر چنے کے کھیت مین ہوتی ہے اسکی دو قسمین ہین سرخ اور سفید سرخ مزے مین شیرین
ہوتی ہے اور سپید تلخ پھیپھڑے کو مضر ہے اور کتیرے اور شکر سے اسکی اصلاح ہو جاتی ہے اور صمغ عربی
اور مازو اور پوست مرغ سوختہ اسکا بدل ہے ۴ ماشہ تک مقدار ہے) پیٹ کو بند کرتی ہے اور خون
(اور پسینے کے بہنے) کو روکتی ہے اور اسی طرح ہر بہنے کو مفید ہے اور اعضا کو قوت دیتی ہے (اور سوزش
خون کو نافع ہے اور معدہ اور جگر کو بھی قوت دیتی ہے اور گرم مواد کو عضو ماؤف پر نہین گرنے دیتی)
مین کہتا ہون طرائیث کو فارسی مین کرازمر کہتے ہین شیخ نے لکھا ہے کہ یہ لکڑی کے پیچیدہ ٹکڑے
ہین جنکا حجم بقدر انگشت ہوتا ہے اور طول انگشت سے کچھ زیادہ اور رنگ بھورا ہوتا ہے آور تاج الدین
بلغاری نے لکھا ہے کہ اسکا کوئی پھل نہین ہوتا اسکی پتی گاؤزبان کے مشابہ ہوتی ہے اسکے اوپر

کچھ کھر کھرا پن ہوتا ہے اور اندر اور باہر سے سرخی مائل ہوتی ہے سرد خشک ہے (تیسرے درجہ مین) ترجمۂ
طاے مہملہ مین بھی مؤلف نے کئی دواؤن کو چھوڑ دیا ہے ایک تو طالیسفر ہے اور یہ سفید زیتون کی پتی ہے
جالینوس نے اسکو معتدل لکھا ہے اور اسکے علاوہ اور سب نے اسکو گرم خشک (دوسرے درجہ مین)
لکھا ہے ذرب سے (یہ ایک قسم کا اسہال ہے) نفع بخشتی ہے (اور لقوہ اور فالج اور منھ سے خون آنے کو
اور خون بہنے کو مفید ہے اور اکثر اعضا سے رطوبت بہنے کو اور دست آنے کو اور بواسیر کو نافع ہے اور
آنتون کے زخم کے لیے مفید ہے اور اسکے جوشاندہ کی کلی ہمراہ سرکہ کے دانتون کے درد کو نافع ہوتی
ہے اور اسکا منھ مین رکھنا منھ آنے کو مفید ہے پھیپھڑے کو ضرر پہونچاتی ہے اور شہد اسکا مصلح ہے اور زیرہ بدل)
مقدار شربت ۳ ماشہ ہے) اور ایک دوا طحلب (یعنی کائی) ہے (جو ٹھہرے ہوے پانی مین پیدا
ہو کر اُسکو خراب کر دیتی ہے) سرد تر ہے (دوسرے درجہ مین) خون کو بند کرتی ہے اور گرمی کے ورمون کو
نفع دیتی ہے (اور خشک کائی پینا سبز اور صفراوی دستون کو بند کر دیتا ہے سرد مزاج والون کو مضر ہوتی
ہے اور شاہسفرم سے اُسکی اصلاح ہو جاتی ہے کلفہ بدل ہے) طرخون (ایک نبات ہے مشہور ایران کے
شہرون مین خصوصًا فارس اور شیراز مین کثیر الوجود ہوتی ہے مانند اور سبزیون کے جیسے نعناع اور پودینہ
اور جرجیر کے ہے روٹی اور پنیر وغیرہ کے ساتھ کھاتے ہین بری اور بستانی ہوتی ہے نبات اُسکی تخم سے
اور اسکی شاخ کے قلم سے پیدا ہوتی ہے اسکے مزے مین تیزی اور رکھٹا پن اور تھوڑی شیرینی ہوتی ہے
نہار منھ صرف اسکا چبلانا زبان مین سُن پیدا کرتا ہے اسی لیے بعض لوگ مسہل کی کڑوی اور بدمزہ دواؤن
سے پہلے اسکو چبلاتے ہین کہ مزہ اُنکا اچھی طرح محسوس نہین ہوتا اور نئی پتی کا مزہ قریب قریب بیل
ترش ہندی کے ہوتا ہے جسکو کت بیل اور کومہ کہتے ہین لیکن تیزی اور لطافت نہین رکھتا اور کثافت
اور کسیلا پن اسپر غالب ہوتا ہے جنگلی طرخون کی جڑ عاقرقرحا ہے اگر اسفند کے بیج پرانے سرکے مین
بھگوئے جائین تو اُنمین مزاج حاصل ہو جاتا ہے اسکے بعد اگر اُنکو بو دیا جائے تو طرخون پیدا ہوتا ہے
اسی طرح اگر السی کے بیجون کو مولی مین رکھکر بو دین تو بھی طرخون جمتا ہے بہتر طرخون وہ ہے جو بستانی اور
تر و تازہ ہو کذا فی مخزن الادویہ) گرم خشک ہے (تیسرے درجہ مین گرم اور خشک خصوصًا بری یعنی جنگلی اور بستانی
کو پہلے درجہ مین گرم اور خشک بھی کہا ہے ساتھ قوت مخدرہ کے) اور بعض لوگ اسکو بارد بھی کہتے ہین
رطوبتون کو خشک کرتی ہے اور حلق مین درد پیدا کرتی ہے (اور ریاح اور فساد اخلاط کی تحلیل کرتی ہے

طالیسفر

طحلب

طرخون

اور سدہ کھولتی ہے اور معدہ کو قوت دیتی ہے اور بھوک لاتی ہے اسکا چبلانا منھ مین خوشبو پیدا کرتا ہے
اور منھ کے مزے کو متغیر کر دیتا ہے اگر چبلانے کے بعد ایک مدت تک منھ مین رکھین تو وبائی ہوا اور طاعون
کی اصلاح کرتی ہے اسکے چبلانے کے بعد پانی خوشمزہ معلوم ہوتا ہے گرم مزاج والون کو مضر پڑتی ہی
ٹھنڈی سبز ترکاریان اسکی مصلح ہین اور سونف اُسکے فعل کی مقوی ہوتی ہے) **طلق** (یعنی ابرک یہ
کانی پتھر کی قسم سے ہے اور پرت پرت ہوتی ہے رنگ شفاف اور چمکدار اور مزا پھیکا ہوتا ہے) اسکا نام
کوکب الارض (اور ستارۂ زمین) ہے سرد خشک ہے (سرد دوسرے درجہ مین اور خشک تیسرے درجہ
مین طحال اور گردہ کو مضر ہوتی ہے کتیرا اور شہد اور روغن اسکا مصلح ہے اور ایک ماشہ تک مقدار ہے) خون کو بند
کرتی ہے (یعنی مناسب دواؤن کے ساتھ اسکا پینا خونی اور جگری دستون کو اور منھ سے خون جاری ہونیکو
فائدہ مند ہے اور گردہ اور مثانہ کی پتھری کو توڑتی ہے اور اسکا طلا زخم سینہ اور ورم پستان کو نافع ہے لیکن
صرف اسکا پینا خطرے سے خالی نہین ہے قریب بسم ہے) **طین مختوم** (یعنی گل مختوم یہ سرخ مٹی کی بنی ہوئی
اور ٹھپی ہوئی ٹکیان ہوتی ہین اور اسکی تفصیل ہم اس سے پہلے ایک مقام پر کر آئے ہین) ایک مقام ہے
بُحیرُہ وہان کے ایک ٹیلہ سے یہ مٹی آتی ہے اور بعضون نے یون کہا ہے کہ اسکو بکرے کے خون مین گوندھا
جاتا ہے (مطلب یہ کہ اُس ٹیلہ پر بنظر حصول برکت بکرون کو ذبح کیا جاتا ہے اسوجہ سے یہ مٹی سُرخ ہو جاتی
ہے) کوئی دوا اس سے زیادہ خون کو بند کرنے والی نہین (یعنی بہتے ہوے خون کو بالکل بند کر دیتی ہے
خواہ ظاہر مین بہتا ہو خواہ باطن مین اور قابض ہے اور فرحت لاتی ہے اور دل کو قوت دیتی ہے اور زخم
کو بھر لاتی ہے اور گرم ورمون کو نافع ہے اور عضو پر مواد کو گرنے نہین دیتی اور کل زہرون کی مارگ ہے اور
رگون کے منھ اور راستون کو بند کر دیتی ہے سرد خشک ہے ساتھ قوت تریاقی کے پھیپھڑے اور طحال کو
مضر ہے کتیرا اور شہد اسکے مصلح ہین اور گیرو بدل ہے) دو درہم تک اسکا استعمال کر سکتے ہین مؤلف کہتا ہی

یہان سے وہ ادویہ لکھے جاتے ہین جنکے شروع مین حرف (ی) ہے

یاسمین (یعنی چنبیلی ایک جھاڑی کا پھول ہے کہ نہایت خوشبودار ہوتا ہے) دوسرے درجہ مین گرم خشک ہے
رطوبتون کو لطیف کرتی ہے اور بڈھون کو فائدہ کرتی ہے اور اسکا کثرت سے سونگھنا رنگ کو زرد کرتا ہے
اور اسکا تیل بڈھون کے سرد امراض کو نفع بخشتا ہے (اور طبیعت مین فرحت لاتی ہے اور مسام اور سدہ
کھولتی ہے اور بدن کو فربہ کرتی ہے اور اسکا پینا مادہ بلغمی اور سوداوی کو براہ دست نکالتا ہے اور ریاح غلیظ کو

تحلیل کرتی ہے اور فالج اور لقوہ اور گٹھیا اور خدر کو مفید ہے اور پیشاب لاتی ہے اور باہ کو حرکت دیتی ہے اور اُسکی خوشبو دماغ کو قوت دیتی ہے اگر بالون کو جلد سفید کر دیتی ہے اور اسکا لیپ عضو تناسل پر کرنا درازی اور استادگی خوب لاتا ہے اور اسکے پتون کے جوشاندہ کی کلی دانتون کے درد اور منہ آنے کو مفید ہے گرم مزاج والون کو دردسر لاتی ہے اور بنفشہ اور گل سرخ سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور نرگس اور سوسن بدل ہین)

مین کہتا ہون یہ جو کچھ مولف نے لکھا ہے شرح کا محتاج نہین ہے (تعجب ہے کہ شارح علیہ الرحمۃ نے یہان اُن بقیہ دواؤن سے کیون تعرض نہین فرمایا جو حرف (ی) مین مولف سے رہگئی ہین مثلاً یاقوت کبود اور یاقوت احمر اور یبروح الصنم اور یقطین وغیرہ لہذا ہم حسب عادت شارح علیہ الرحمۃ کچھ دواؤن کو ذیل مین لکھے دیتے ہین تاکہ عیب بین نظرین حرف گیری نکرین **یاقوت کبود** یعنے نیلم یہ ایک بہت سخت پتھر ہے قیمتی اسکے نگ وغیرہ بناتے ہین پہلے درجہ مین سرد اور دوسرے درجہ مین خشک ہے اور سرخ یاقوت اسکا بدل ہے تین رتی اسکی مقدار استعمال ہے سردی کرتا ہے اور طبیعت کو نرم کرتا ہے اور بالخاصہ آنکھ کو قوت دیتا ہے اور فساد زہر اور پھوڑے پھنسی کو دفع کرتا ہے اور اعضا کو قوت دیتا ہے اور خشکی کرتا ہے رنگ مین نیلا براق ہوتا ہے اور مزے مین پھیکا **یاقوت احمر** یہ ایک ذی رتبہ پتھر ہے اور سخت اور نہایت چمکدار اور بیش قیمت ہوتا ہے طبیعت مین معتدل ہے تین رتی اسکی بھی مقدار استعمال ہے رنگ مین سرخ براق اور مزے مین پھیکا ہوتا ہے خشکی لاتا ہے اور دل اور اعضاے رئیسہ کو قوت بخشتا ہے اور اکثر زہرون کا مارگ ہے اور خفقان اور وسواس کو دفع کرتا ہے اور خون بہنے کو بند کر دیتا ہے اور خون کو صاف کرتا ہے اور مرگی اور وبائی ہوا کے فساد کو دفع کرتا ہے اور اصلی حرارت اور قوت بینائی کا حافظ ہے اور باطن کے بستہ خون کو پھاڑ دیتا ہے اور تحلیل کر دیتا ہے عنبر اور سونا اور سنگ یشب اسکا مصلح ہے اور تامڑا بدل ہے ہماری زبان مین اسکو صرف لفظ یاقوت سے یاد کرتے ہین **یبروح الصنم** یعنے لچھمنا لچھمنی جسکو فارسی مین سنگ شکن اور مہرگیاہ کہتے ہین یہ ایک جنگلی جڑ ہے ہمصورت اور ہمشکل دو لیٹے ہوے آدمیون کے دو قسم کی ہوتی ہے نر اور مادہ لفاح بری کی جڑ ہے لوگ اسکے عجیب عجیب قصے بیان کرتے ہین دوسرے درجہ مین سرد خشک ہے روح نفسانی کو ضرر دیتی ہے اور دارچینی اور شہد اسکی اصلاح کرتے ہین اور دھتورہ بدل ہے مقدار استعمال دو ۲ ماشہ ہے اسکی جڑ کی چھال خشکی لاتی ہے اور اعضا کو سُست اور بیحس کرتی ہے اور ہمراہ زعفران کے اسکو پینا واسطے جوڑونکے درد کے مفید ہے اور شہد کے ہمراہ صفرا کو براہ قے نکالتی ہے اور اسکو گلے مین لٹکانا مرگی کے لیے نافع ہے اور اسکے آنسو کا

استعمال دردون کو تسکین دیتا ہے اور وقت کاٹنے کسی عضو آفت رسیدہ کے اسکو پلاتے ہین کہ بیمار حس ہو جائے اور تکلیف محسوس نہو رنگ اسکا سفید اور بھورا ہوتا ہے اور مزاج [illegible] یقطین یعنی لانبا کدو جسکو لوکی کہتے ہین باہر سے سبز اور اندر سے سفید ہوتا ہے دوسرے درجہ مین سرد و تر ہے سرد مزاج والون کو اور معدہ کو مضر ہے اور گوشت اور گرم مصالحہ سے اسکی اصلاح ہو جاتی ہے اور پالک اور خرفہ اسکا بدل ہے خلط صالح پیدا کرتا ہے اور قلیل الغذا ہے اور پیٹ کو نرم کرتا ہے اور پیشاب خوب لاتا ہے اور تری اور سردی اعضا کو پہونچاتا ہے اور سدے کھولتا ہے اور گرمی کے بخارون کو مفید ہے اور صفراوی اور گرم مزاجون کے لیے نہایت موافق اور مناسب غذا ہے اور دق والون کے لیے اس سے بہتر کوئی غذا نہین ہے اور اسکو جھلسا کے پانی نچوڑا ہوا قلب اور جگر اور معدہ کی گرمی اور بخار کو تسکین دینے مین نہایت بے مثل ہے یربوع یعنے گھوس جسکو فارسی مین موش دشتی کہتے ہین یہ ایک جانور ہے مشابہ چوہے کے مگر اس سے بڑا ہوتا ہے ہاتھ اسکے بہت چھوٹے ہوتے ہین اور پانون اور دم اسکی اونچی اور مضبوط ہوتی ہے جنگلون مین اور ویرانون مین اور بعضی پرانی عمارتون مین ہوتا ہے اور ویران کرتا ہے تیسرے درجہ مین گرم اور خشک ہے کثیر الغذا اور ملین طبع ہے اور اسکا پیتا واسطے امراض باردہ اعصاب کے مانند فالج اور لقوہ اور رعشہ اور جوڑون کے درد اور پیٹ کے درد کے مفید ہے اور پیشاب لاتا ہی اور قطرہ قطرہ پیشاب آنے کو نافع ہے اور گردہ اور مثانہ کی پتھری کو نکال بہاتا ہے اور باہ کو قوی کرتا ہے اور بوڑھون کے لیے بہت مفید ہے گرم مزاج والون کو مضر ہے اور خون کو جلا دیتا ہے نانہ اور کھٹے میوے اور ترشیان اسکی مصلح ہین **مولف کہتا ہے**

یہان سے وہ ادویہ لکھے جاتے ہین جنکے شروع مین حرف کاف ہے

کافور یعنے کپور بعض لوگ تو یہ کہتے ہین کہ یہ ایک درخت کا گوند ہے اور بعضے جمی ہوئی اوس بتاتے ہین اور بعضے معدنی کہتے ہین نفیسی مین ہے کہ یہ ہندوستان اور چین کے ایک درخت کا گوند ہے یہ درخت بہت بڑا ہوتا ہے یہان تک کہ سو سوار اسکے نیچے اتر سکتے ہین اور چیتے اس سے بہت محبت رکھتے ہین اور اس سے کافور یون نکالا جاتا ہی کہ اسکو بہت سے مقامون سے کوریج دیتے ہین اور ہر سوراخ سے پانی نکلتا ہی جسکو آب کافور کہتے ہین پھر ان سوراخون سے نیچے اتر کر سوراخ کرتے ہین اور انسے کافور نکلتا ہی اسکے بعد یہ درخت اس سال مین سوکھ جاتا ہی اور کبھی درخت کو شق کر ڈالتے ہین تو اسکے لمبے لمبے سوراخون مین کافور پایا جاتا ہی انتہی) تیسرے درجہ مین سرد خشک ہے (ساتھ قوت آتشی کے) اسکا سونگھنا نکسیر کو بند کرتا ہی (وجہ یہ کہ نکسیر خون کے جوش سے پیدا ہوتی ہی اور کافور ٹھنڈک اور خشکی سے جوش کو تسکین دیتا ہی) اور محرورون اور گرمی کے درد سر کو نفع بخشتا ہے اور نکسیر آنے کو نہایت مفید ہے اور نیند اڑا دیتا ہے

یہانتک کہ اگر اسکو سونگھا جائے تب بھی نیند جاتی رہتی ہے اور گرم مزاج والون کے حواس کی تقویت کرتا ہے
اور بڑھاپا جلد لاتا ہے اور باہ کو قطع کر دیتا ہے اور جو کافور اپنی درخت کی لکڑی کے خولون مین سے نکلتا ہے وہ
سب قسمون سے بڑھکر قوی ہوتا ہے (اسلیے کہ اسکی لکڑی سفید اور ملائم اور ہلکی ہوتی ہے جسکے خولون مین کافور ہوتا
ہے اور یہی پیدایشی کافور ہے اور اسکا نام کافور ریاحی ہے ریاح ہند کا ایک بادشاہ ہے اور یہ پہلا وہ شخص ہے جسنے
اسے پہچانا ہے اُسی کی طرف اسکی نسبت ہے اور کافور قیصوری سے بھی نامزد ہوتا ہے کیونکہ اُس موضع کا نام قیصور
ہے جہان یہ پایا جاتا ہے کافور دماغ اور دل کو بھی قوت دیتا ہے اور فرحت لاتا ہے اور تپ دق اور ذات الجنب
اور سل اور پھیپھڑے کے زخم کو نافع ہے اور پیاس اور جگر کی سوزش کو دفع کرتا ہے اور گردہ اور مثانہ اور باہ کو مضر
ہے ایلوا اور مشک اور زعفران سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور مقید صندل اور طباشیر اسکی بدل ہے ۴ رتی تک
اسکی مقدار ہے میں کہتا ہون کافور ایک درخت سے لیا جاتا ہے اور اُس درخت کی پہچان یہ ہے کہ گرمی
کے موسم مین ٹھنڈک لینے کے لیے اُسپر سانپ لپٹے ہوتے ہین لوگ سانپون کو ہٹانے کے لیے گرمیون مین
اُنکو تیر دستے مارتے ہین اور پھر جاڑون مین آکر اُس درخت کو کو بچتے ہین اور بعضا کافور وہی ہوتا ہے جو درخت
کے خولون مین نکلتا ہے وہ سب قسمون سے زیادہ قوی ہوتا ہے اور جو کافور کہ پچنے سے نکلتا ہے اور اُس درخت
سے بہتا ہے وہ ایسا قوی نہین ہوتا اور متن مین جو کچھ ہے وہ سب ظاہر ہے مؤلف کہتا ہے۔
کہربا (یہ کاہ ربا کا مخفف ہے عربی مین اسکو قرن البحر اور مصباح الروم کہتے ہین اور کاہ ربا اسکو اسلیے
کہتے ہین کہ اگر اسکو کسی کپڑے پر گھسکر تنکے پر لگاوین تو تنکا اسکے ساتھ چپک کر اُٹھ آتا ہے) کچھ گرمی کے ساتھ
دوسرے درجہ مین خشک ہے (اور صحیح یہ ہے کہ سرد خشک ہے جیسا کہ ابن عمران اور صاحب کامل نے لکھا ہے
بعض لوگ اسکو معتدل بھی کہتے ہین) خون تھوکنے اور خون بہنے کو بند کرتی ہے اور دل کی تقویت کرتی ہے اور
(گرم) خفقان اور ضعف معدہ کے دستون اور پیچش کو مفید ہے (اور فرحت بخشتی ہے اور کل اعضاء ظاہری
و باطنی کے خون کو بند کرتی ہے اور خون کو ہر طرف سے بند کرتی ہے اور معدہ اور جگر اور پیشاب کی راہ کو قوت
دیتی ہے اور ضعف گردہ اور مثانہ اور ناسور کو نافع ہے اور پیٹ پر اسکا لٹکانا تخمہ کو نافع اور مقوی معدہ اور دافع
خوف ہے سر کو مضر ہے بنفشہ سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور بسفائج اسکی بدل ہے ۲ ماشہ تک اسکی مقدار
ہے میں کہتا ہون بعض لوگ تو یہ کہتے ہین کہ کہربا ایک درخت کا گوند ہے جو بلاد [illegible] سے آتا ہے کہتے ہین
بلاد صقالبہ سے لائی جاتی ہے اور بعض سے یون منقول ہے کہ یہ ایک چیز ہے کہ بحر [illegible] [illegible]

بچھ جاتی ہے اسکے لیے کوئی معدن نہین ہے اور بعض سے یہ منقول ہے کہ یہ شبنم ہے جو بلغار کے پہاڑون پر گرتی ہے اور وہان سے خشک ہونے کے بعد چٹک چٹک کے دریا کے کنارے کنارے گرتی ہے لوگ اسکو وہین سے اُٹھالاتے ہین ۔ **مؤلف کہتا ہے ۔ کثیرا** (یعنی کتیرا) سرد خشک ہے (اور بعضون نے اسکو معتدل کہا ہے) سہرون مین پڑتا ہے اور دست آور دواؤن کی اس سے اصلاح ہوتی ہے (اور اکثر رگون کے منہ مین چیک کر سدہ لاتا ہے اور خون کو گاڑھا کر دیتا ہے اور بخنیون کو نرم کرتا ہے اور خراش اور تیزی اخلاط کو تسکین دیتا ہے اور آنتون کو قوت دیتا ہے اور باطنی اعضا کے خون بہنے کو بند کر دیتا ہے اور کھانسی اور سینہ کی گھرگھراہٹ اور پھیپھڑے کے زخم کو مفید ہے اور اکثر دواؤن کا ضرر سمی وغیرہ دفع کرتا ہے ۔ اسفل کو مضر ہے اور انیسون اسکا مصلح ہے اور صمغ عربی اور تخم کدوے شیرین اسکا بدل ہے ۴ ماشہ تک اسکی مقدار ہے) **مین کہتا ہون** کتیرا درخت قتاد کا گوند ہے اور قتاد ایک کانٹے دار درخت کا نام ہے (جسکے کانٹے بڑے اور سفید اور سخت ہوتے ہین) **مؤلف کہتا ہے ۔ کمون** (یعنی زیرہ) گرم ہے دوسرے درجہ مین اور خشک تیسرے درجہ مین ریاح کو صادر کرتا ہے اور ریاح (اور ورمون) کی تحلیل کرتا ہے اور اسمین تقطیع اور تخفیف اور قبض ہے اور پیشاب کے دشواری سے آنے کو نافع ہے اور نفس انتصاب کو مفید ہے اور زخمون کے منھ کو ملا دیتا ہے اور پتھری توڑتا ہے اور ریاح اور نفخ کو دور کرتا ہے (اور گرمی کرتا ہے اور طبیعت کو لطافت دیتا ہے اور بلغم کو چھانٹتا ہے اور رطوبت کو خشک کرتا ہے اور رطوبت کو بہنے سے روکتا ہے اور معدہ کی رطوبت کو دفع کرتا ہے اور بھوک کھولتا ہے اور پیشاب اور حیض خوب جاری کرتا ہے اور دست آور دواؤن مین سے ہے اور اسکا خیساندہ آنکھ کے زخم اور بھینگے پن اور ناخونا اور سبل کو نافع ہے اور بعض قسم کے جریان کو مفید ہے یہ دو قسم ہے سفید اور سیاہ اور دونون کے افعال قریب ہین پھیپھڑے کو دونون مضر ہین اور دونون کی اصلاح کتیرے سے ہوتی ہے اور ایک دوسرے کا بدل ہے قدر خوراک ۲ ماشہ) **مین کہتا ہون** کمون کو فارسی مین زیرہ کہتے ہین (متن مین جو کچھ تھا وہ توسب ظاہر تھا مشکل بات صرف یہی تھی چنانچہ شارح رحمہ اللہ نے اس اشکال کو کس آسانی سے رفع فرما دیا اور طالبعلمون کو لغت دیکھنے سے غنی کر دیا جزاہ اللہ) **مؤلف کہتا ہے ۔ کرویا** (یعنی کالی زیری عربی مین اسکو کمون رومی سے یاد کیا جاتا ہے اور کرویا اور شاہ زیرہ فارسی ہے یہ ایک گھانس کا دانہ مثل زیرہ کے ہے سونف سے چھوٹا) دوسرے درجہ مین گرم خشک ہے ریاح خوب صادر کرتا ہے اور خشکی لاتا ہے مگر زیرہ کی لطافت کو نہین پہونچتا اور خفقان کو مفید پڑتا ہے اور پیٹ کے کیڑے مار ڈالتا ہے (اور مواد بلغمی کو

خوب چھانٹتا ہے اور معدہ سے ہر قسم کے کیڑے اور کدو دانہ اور آنتون کے کیڑے نکالدیتا ہے اور اسکا لیپ
سردی کے ورم کو تحلیل کرتا ہے اور ہاضم ہے اور بھوک لاتا ہے اور ہمراہ سہاگے بریان ایک ماشہ سے ۴ ماشہ تک
اسکو گوشت کے ہمراہ روز روز کے پھانکین تو بواسیر کو بیحد مفید ہے مجرب ہے اور اسکا سرمہ آنکھ کو جلا دیتا ہے گردہ اور پھیپھڑے
اور گرم مزاج والون کو مضر ہوتا ہے پودینہ کوہی سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور زیرہ اور انیسون اور سونف اسکا
بدل ہے مقدار شربت ۵ ماشہ) مین کہتا ہون کرویا ایک بیج ہے قریب قریب زیرہ کے اسکو شاہ زیرہ
بھی کہتے ہین (فارسی مین) **مؤلف کہتا ہے۔ کماۃ** (یعنی کھنبی بضم کاف) انتہا کی غلیظ ہوتی ہے
(کیونکہ اسپر ارضیت غالب ہوتی ہے) سوداوی اور غلیظ غذا پڑتی ہے اس غذا پڑنے مین کوئی دوا اسکی برابری
نہین کرسکتی اور اس سے سکتہ اور فالج اور قولنج کا ڈر ہوتا ہے اسکا پانی آنکھ کو جلا دیتا ہے (اور روح باصرہ کی
تقویت کرتا ہے) اور اسکی تریاق خالص شراب اور گرم مصالح ہین (مثل کالی مرچ اور دارچینی کے) **مین کہتا
ہون** کماۃ یعنی کھنبی کو فارسی مین سماروغ کہتے ہین یہ ایک مشہور نبات ہے زیادہ بارش مین پیدا ہوتی
ہے اسکی طبیعت سرد تر ہے لیکن اسکا کھانا اچھا نہین اور جو اسکو کھانا چاہے اسکو چاہیے کہ اسکا پوست اُتار کر
اسکو چاقو سے ٹکڑے ٹکڑے کرلے اُسکے بعد پانی اور نمک مین ڈالے بعدہ کانجی اور گرم مصالحون مین اسکو پکائے
اور چکنے گوشت یا خوب گھی مین اسکو پکائے تاکہ اسکا ضرر گھٹ جائے آسکا پانی آنکھ کی جلا کرتا ہے۔ حدیث شریف
مین وارد ہے اَلْكَمْأَةُ مِنَ الْمَنِّ وَمَاؤُهَا شِفَاءٌ لِلْعَيْنِ (یعنی کھنبی منجملہ اُس مَن کے ہے جو بنی اسرائیل پر نازل
ہوتا تھا اور اسکا پانی آنکھ کے لیے شفا ہے ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مَن ہے حالانکہ زمین سے
پیدا ہوتی ہے تو شارح نے اسکی توجیہ نقل کی کہ) حدیث شریف مین جو اسکو مَن کہا گیا اُس سے یہ غرض ہے کہ
یہ خودرو ہے جیسے کہ بنی اسرائیل پر مَن بلا مشقت و کلفت نازل ہوا کرتا تھا صیدیہ مین اسکی یہی تاویل کی گئی ہے
مؤلف کہتا ہے۔ کبر (یہ ایک خاردار درخت کا پھل ہے کہ زیتون کے ہمشکل ہوتا ہے جب یہ کھل
جاتا ہے تو اس سے ایک سپید کلی پیدا ہوتی ہے اور جب یہ کلی گر پڑتی ہے تو اسمین ایک دوسرا پھل نکلتا ہے
بلوط کی طرح لانبا اور جب یہ پھل پھٹ جاتا ہے تو اسکے جوف سے انار کے بیجون کی طرح چھوٹے چھوٹے سرخ
بیج ظاہر ہوتے ہین اور اسکی پتی گول ہوتی ہے اور جڑین اسکی لکڑی کے برابر بہت زیادہ ہوتی ہین) دوسرے
درجہ مین گرم خشک ہے اور ریاح وغیرہ کی تحلیل کرتا ہے اور لطافت بخشتا ہے اور بہت جلا دیتا ہے اور اسکے
پھل سے غذا کم پڑتی ہے اور تر و تازہ کبر سوکھے سے زیادہ قوی ہوتا ہے اور فالج اور خدر کو فائدہ دیتا ہے

اور تلی اور ضیق النفس کے امراض مین تمام ادویہ سے بڑھکر نفع بخشتا ہے اور خام اور غلیظ خلط کو نکالدیتا ہے اور
کیڑون اور کدو دانون اور کیچوؤن کو مارڈالتا ہے اور شراب اور سرکہ کے ساتھ اسکے جوشاندہ کی کلی کی جاتی ہے
تو دانتون کے درد کو بہت نفع پہونچتا ہے مین کہتا ہون یہ سب ظاہر ہے اور شرح سے مستغنی ہے (اسقدر تحریر فرمانے
کی بھی بار بار کیون تکلیف گوارا کی جاتی ہے) مؤلف کہتا ہے - کرفس (یعنی اجمود اسکے بہت سے
اقسام ہین) پہلے درجہ مین گرم اور دوسرے درجہ مین خشک ہے نفخ کو تحلیل کرتا ہے اور سدون کو کھولتا ہے اور
پسینا لاتا ہے اور درد کو تسکین دیتا ہے اور منھ کو نہایت خوشبودار کردیتا ہے مرگی کے لیے برا ہے اور مرگی والون
کے مادہ کو ہیجان مین لاتا ہے اور کھانسی کو اور جگر کو اور تلی کو اور گردہ اور مثانہ کو نہایت فائدہ بخشتا ہے اور استسقا
اور پیشاب کی دشواری کو مفید ہے اور پتھری کو توڑتا ہے اور مدر ہونے کی وجہ سے حاملہ عورتون کو مضر ہے اور باہ
کو ہیجان مین لاتا ہے مین کہتا ہون بستانی کرفس کی تری کو بعض اطبا نے رطب کہا ہے لیکن اسکی جڑ کے
خشک ہونے پر سب کا اتفاق ہے اور یہ جو مؤلف نے کہا ہے کہ یہ حاملہ عورتون کو اپنے ادرار کی وجہ سے مضر
ہے تو اس سے یہ غرض ہے کہ اسمین پیشاب اور حیض اور دودھ جاری کردینے کی قوت ہے مؤلف کہتا ہے
کلیہ (یعنی گردہ) معتدل اور خشکی کی طرف مائل ہے خلط اسکا ردی ہوتا ہے (اسلیے کہ اسکی غذا خون کے وہ
فضلے ہین جو پیشاب کے ساتھ مندفع ہوتے ہین لہذا اسکا جوہر بلاشک ردی ٹھہریگا اور اسی طرح اسکا غذا ہونا)
دیرہضم ہے (کیونکہ اسمین صلابت ہوتی ہے) اور سب گردون سے عمدہ بھیڑ اور بکری کے گردے ہوتے ہین
(اسلیے کہ یہ حرارت کی طرف میلان رکھتے ہین پس جو ٹھنڈے مزاج والا جانور ہوگا اسکے گردے زیادہ معتدل
ہونگے اور جو چھوٹے جانور کے گردے ہونگے وہ زیادہ نرم اور نازک ہونگے اسلیے کہ ایسے جانور کے اعضا
رطوبت کی کثرت سے بہت ملائم ہوتے ہین) مین کہتا ہون گردہ سرد خشکی کی طرف مائل ہوتا ہے اور
پیشاب کی مائیت کی وجہ سے بدبودار ہوتا ہے اور گاڑھا خون پیدا کرتا ہے لہذا مناسب نہین ہے کہ بڑے
جانور کے گردے کھائے جائین ہان بھیڑ اور بکری کے گردے کھانے مین کوئی مضایقہ نہین انکو مع اُس
چربی کے کھائے جو انپر ہوتی ہے مگر نمک اور مرچ سے انکی اصلاح کرلے مؤلف کہتا ہے - کرش
(یعنے اوجھڑی) غذا کم پڑتی ہے اور اسکا کیموس (یعنی جگر مین پکنا) برا اور ردی ہوتا ہے مین کہتا ہون کرش
کو فارسی مین شکنبہ (اور ہندی مین اوجھڑی) کہتے ہین اور یہ جانورون کا معدہ ہے (یعنی جسطرح آدمی کیلیے
معدہ ہے اسی طرح جانورون کے لیے اوجھڑی ہے) شرح شامی مین یہی لکھا ہے یہ کم غذا پڑتی ہے اور کثرت سے

ہضم ہوتی ہے اور جو خون اس سے پیدا ہوتا ہے وہ بُرا ہوتا ہے اسکے کھانے سے بلغم بہت پیدا ہوتا ہے اور
اسی طرح جانورون کی آنتین بھی ہین (یعنی اُنکا بھی یہی فعل ہے) **مُولف کہتا ہے۔** کبد (یعنے
کلیجی) گرم ہے (اسلیے کہ یہ جمے ہوئے خون سے پیدا ہوتی ہے) سب سے عمدہ مرغی اور تیا بطخ کی کلیجی ہے
اور گرگٹ کی کلیجی خوردہ دانتون کے درد کو تسکین دیتی ہے (یعنی جسوقت دانتون کی خوردگی کے مقامات مین کچھ
ہین سے رکھین) اور بُوک کی کلیجی کو جب مرگی والا کھالیتا ہے تو مرگی کا دورا ہوجاتا ہے اور کتے کی کلیجی دیوانے
کتے کے کاٹنے سے شفا بخشتی ہے **مین کہتا ہون** کلیجی گرم تر ہے غذا خوب پڑتی ہے خصوصًا پسندیدہ جانورون
کی کلیجی جیسے بھیڑ بکری مرغ مرغی اور یہ کلیجیان گوشت سے زیادہ غذا پڑتی ہین مگر اتنا ہے کہ دیر ہضم ہوتی ہین اور
نمک اور دارچینی کے ساتھ انکو کھانا چاہیے اور متن مین جو کچھ مُولف نے اسکی بابت لکھا ہے سب ظاہر ہے **مُولف
کہتا ہے۔** کزبرہ (یعنی ہرا دھنیا) پہلے درجہ مین سرد اور دوسرے درجہ مین خشک ہے اسمین قبض ہے
(عفونت کی وجہ سے جو اسمین ہوتی ہے) اور مخدر ہے اور درد کو تسکین دیتا ہے اور اسکا لبیب گرم ورمون کو نفع
بخشتا ہے اور اسکا لبیب ستو کے ساتھ کنٹھمالا کو تحلیل کرتا ہے اور گرم معدہ کو قوت بخشتا ہے اور گرمی کے خفقان
(اور وسواس) کو مفید ہے اور کھانے کی ترشی کو دفع کرتا ہے اور مرگی والون کے کھانے مین دھنیا زیادہ ڈالنا
چاہیے اسی طرح اُن لوگون کے کھانے مین بھی جنکو دوران سر اور سدر ہو (سدر تیرگی چشم جسکے ساتھ گرانی اور
دوران سر بھی ہو) اور سوکھا دھنیا قوت باہ کو توڑتا ہے اور منی کو خشک کرتا ہے اور دھنیے کے زیادہ کھانے
آنکھون مین تیرگی پیدا ہوتی ہے (دھنیا فرحت لاتا ہے اور دماغ اور قلب کو قوت بخشتا ہے اور دماغ کی طرف
ابخرے چڑھنے کو منع کرتا ہے اور خفقان اور وسواس کو مفید ہے اور دستون کو بند کرتا ہے اور جریان منی کو نافع
ہے اور نیند لاتا ہے اور تازہ دھنیا مادہ ردی کو پکاتا ہے اور صفرا کو تسکین دیتا ہے اور اسکی کلی منہ کے جوش انکے
کے درد کو نافع ہے اور اکثر امراض دماغی کو مفید ہے لیکن منی کو کم کرتا ہے اور نسیان اور سدر پیدا کرتا ہے سکنجبین اور
شہد اور بہی سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور تخم کاہو اور خشخاش اسکا بدل ہے تولہ بھر تک مقدار ہے) **مین کہتا
ہون** کزبرہ کو فارسی مین کشنیز کہتے ہین اسمین یہ خاصیت ہے کہ کھانے کو معدہ مین ٹھہرائے رکھتا ہے
یہانتک کہ کامل طور پر ہضم ہوجاے اسی لیے اُن لوگون کو دھنیا نفع کرتا ہے جنکو معدہ سے کھانیکے پھسل جانے
اور دستون کی بیماری ہو اور اسمین قبض بھی ہے اسی لیے اسکا پانی نکسیر اور منہ آنے اور منہ کے دانتون کو نفع بخشتا
ہو اور یہ تنہا نہین کھایا جاتا بلکہ کھانے کے خوشبودار کرنے کے لیے ہے اور اسمین ایک قسم کی تفریح بھی ہوتی ہے

مؤلف کہتا ہے۔ کمثری (یعنی امرود) پہلے درجہ مین سرد اور دوسرے درجہ مین خشک ہے (بعضون نے اسکو سرد تر کہا ہے اور شیرین کو مائل بحرارت) قابض ہے مواد کو روکتا ہے اور صفرا اور پیاس کو تسکین دیتا ہے اور معدہ کی تقویت کرتا ہے (اور فرحت لاتا ہے اور قوت بخشتا ہے اور باوجود قابض اور ملین ہونے کے جلا کرتا ہے اور دل کو اور قوت ہاضمہ کو قوی کرتا ہے اور طبیعت کو نرم کرتا ہے اور خفقان کو دور کرتا ہے اور بھوک بڑھاتا ہے اور دماغ کو تر رکھتا ہے اور اسکی کلی مفرح اور مقوی ہے اور خون بہنے کو بند کرتا ہے اور اسکے پتے دستون اور زخمون کے لیے بہت نافع ہین اور پھٹکری کے ہمراہ اسکا جوشاندہ دانتون کے درد کو مفید ہے اور اسکے پتے جلے ہوے قائم مقام طوطیا کے ہین نفلخ ہے اور سرد مزاج والون کو اور ضعف معدہ کو مضر ہے سونٹھ کا مربا اور سونف اسکی مصلح ہے اور بہی اسکا بدل ہے) **مین کہتا ہون** امرود کی بہت سی قسمین ہین اور سب قسمین سرد خشک ہین مگر شیرین امرود حرارت کی طرف مائل ہے اور جو تر و تازہ اور مائی ہو اسکے تر ہونے مین کیا شک ہو سکتا ہے اور اسکی غذائیت سیب سے بڑھکر ہے خصوصاً جو امرود سخت اور شیرین ہو اور اس سے قلب کی تفریح بھی ہوتی ہے اور اسمین کچھ نفخ بھی ہے اور معدہ مین بھی کچھ دیر تک ٹھہرتا ہے اور شہد کا پانی اسکا مصلح ہے (اور سونف اور سونٹھ کا مربا بھی) **مؤلف کہتا ہے۔ کراع** (یعنی پائے) انسے ایسا خلط پیدا ہوتا ہے جو لسدار اور لطیف اور محمود اور کم فضلون والا ہوتا ہے کھانسی کو فائدہ کرتے ہین اور ہضم کے اعتبار سے بھی صالح ہین **مین کہتا ہون** جانورون کے پائے جنکو فارسی مین پاچہ کہتے ہین غذا کم پڑتے ہین اور فضلے بھی کم پیدا کرتے ہین اور سرد اور لسدار خون پیدا کرتے ہین بخار والون کے لیے عمدہ غذا ہین اور اُن لوگون کیلیے بھی جنکو زیادہ غذائیت کی ضرورت نہو اور جنکو نفث الدم یا آنتون کا خراش ہو اور منجملہ اُن ادویہ کے جنکو مؤلف نے حرف کاف مین نہین لکھا ایک **کبابہ** (یعنی کباب چینی) یہ ایک دانہ ہے کالی مرچ کی طرح (اس سے کسی قدر چھوٹا ہوتا ہے اور باہر سے سیاہ اور اندر سے سفید اور مزے مین تیز اور خشک ہوتا ہے مثانہ کو مضر ہے اور مصطگی اور صندل سے اُسکی اصلاح ہو جاتی ہے اور دارچینی اُسکا بدل ہے) سدے کھولتا اور روح کو لطیف کرتا ہے (اور مسام بھی کھولتا ہے اور معدہ کو اور مسوڑون کو قوت دیتا ہے اور پیٹ کے نیچے کو بھی قوت دیتا ہے اور ریاح کو تحلیل کرتا ہے اور پیشاب خوب لاتا ہے اور گردہ اور طحال کی بیماریون کو مفید ہے اور اسکا چبانا منہ آنے کو نافع ہے اور منھ کی بدبو کو دفع کرتا ہے اور اسکو چبا کر عضو تناسل پر ملنا جماع مین لذت دیتا ہے) گرم خشک ہے (تیسرے درجہ مین) **کرنب** (یعنی کرم کلہ) گرم خشک ہے مادہ ردی کو

پکاتا اور معتدل کرتا ہے اور ریاح کی تحلیل کرتا ہے اور سدہ کھولتا ہے (اور پیٹ کو نرم کرتا ہے اور قابض اور نفاخ
ہے اور باہ کو قوی کرتا ہے اور ردی الغذا ہے اور گاڑھا سوداوی خون پیدا کرتا ہے دماغ کو مضر ہے اور گھی اور
نمک اسکا مصلح ہے اور گوبھی بدل ہے عربی مین اسکو بقلۃ الانصار کہتے ہین) **کراث** (یعنی گندنا) گرم
خشک ہے (گرم تیسرے درجہ مین اور خشک دوسرے درجہ مین) پیشاب (اور حیض) جاری کرتا ہے اور باہ کو
(اسکا لیپ) بڑھاتا ہے (اور سدہ کھولتا ہے اور ورم اور ریاح کو تحلیل کرتا ہے اور ردی بخارات پیدا کرتا ہے
اور قوت ہاضمہ کو قوی کرتا ہے اور کمر کو قوت بخشتا ہے اور طبیعت کو نرم کرتا ہے اور قولنج کو دفع کرتا ہے اور پیٹ کے
کیڑے مارتا ہے اور بواسیر کو مفید ہے) درد سر پیدا کرتا ہے (اور گرم مزاج والون کو مضر ہے) دھنیا اور کاسنی
اسکا مصلح ہے اور پیاز اور بابونہ اور افسنتین بدل) **کندر** (عربی مین اسکو کندر ذکر کہتے ہین) ایک درخت کا
مشہور گوند ہے گرم ہے دوسرے درجہ مین اور خشک ہے (پہلے درجہ مین) خشکی پیدا کرتا ہے اور معدہ کو قوت
بخشتا ہے (اور روح حیوانی اور روح نفسانی یعنی دماغی اور باہ اور مثانہ کو قوت بخشتا ہے اور بلغم کو خشک کرتا
خون حیض اور خون بہتے ہوئے کو بند کرتا ہے اور کندر مین کا قشار غلیظ نہایت قابض ہے اور قوی کو خشک کرتا ہے
گرم مزاج والون کو مضر ہے اور عناب اسکا مصلح ہے اور مصطگی اور بہمن بدل ہے مقدار شربت [illegible] مولف کہتا ہے

یہان سے اُن ادویہ کا بیان ہے جنکے شروع مین حرف لام ہے

لسان الثور (یعنی گاوزبان) معتدل تھوڑی حرارت کی طرف مائل ہے اور پہلے درجہ مین تر ہے اور
بعضے کہتے ہین کہ دوسرے درجہ کے آخر مین سرد تر ہے لڑکون کے منہ آنے اور منہ کی سوزش کو فائدہ کرتی ہے
(اور حرارت کو تسکین دیتا ہے) خصوصاً جلی ہوئی گاوزبان اور دل کو قوی کرتی ہے اور خفقان کو اور وحشت
کو اور امراض سوداوی کو نفع بخشتی ہے خصوصاً شکر کے ساتھ (اور فرحت بخشتی ہے اور ارواح اور اصل حیات
کو قوت بخشتی ہے اور اعضائے رئیسہ کو بھی قوی کرتی ہے اور طبیعت کو نرم کرتی ہے اور صفرائے خالص کو
اُن خلطون کو جو سوختہ ہو گئے ہین دستون کی راہ نکالتی ہے اور سینہ کی کھرکھراہٹ اور کھانسی اور
دمے اور امراض سوداوی کو نافع ہے مگر طحال کو مضر ہے اور صندل اسکی مصلح ہے اور ابریشم خام اور گل سرخ
بدل ہے ماشہ سے ۷ ماشہ تک قدر خوراک ہے) مین کہتا ہون لسان الثور ایک گھاس ہے جسکی پتیان [illegible]
ہوتی ہے اور چھونے مین سخت ہوتی ہے اور اسکی شاخین [illegible] کھڑی ہوتی ہین جیسے [illegible] ہندوستان
مین اسکو گاوزبان کہتے ہین مولف کہتا ہے - **لسان الحمل** (یعنی بارتنگ) ایک گھاس ہے

جسکے پتے بکری کی زبان کے مشابہ ہوتے ہین اسی لیے اسکو لسان الحمل کہتے ہین) دوسرے درجہ مین سرد خشک ہے قابض ہے اور خون کے بہنے کو قطع کرتی ہے اور آگ کے جلے کو اور پتی اُچھلنے کو اور چھوٹی قسم کی آتشک کو مفید ہے اور قروح خبیثہ اور بڑی قسم کی آتشک کے لیے عمدہ دوا ہے اور فیل پا پر اسکا ضماد کیا جاتا ہی تو اُسکے بڑھنے کو روکتی ہے اور آشوب چشم کو اور خون تھوکنے کو مفید ہے اور اسکے بیج اور اسکی پتی جگر کے سدون کے لیے نافع ہین (اور اسکا رانگ تمام باطنی اعضا اور سرد اعضا سے خون کو روکتا ہی اور جلا کرتا ہی اور عضو آفت رسیدہ کو مواد گرنے سے بچاتا ہے اور جگر کو قوت دیتا ہے اور جگر کے سدے کھولتا ہے اور اسکا عصارہ دق اور سل اور سوزاک کو مفید ہے اور اسکا عرق قوت ماسکہ کے قوی کرنے مین بے مثل ہے پھیپھڑے اور طحال کو مضر ہے بنفشہ اور شہد اور مصطگی سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور برگ حماض بستانی اسکا بدل ہے مقدار شربت ۵ تولہ تک ہے) **مین کہتا ہون** لسان الحمل یعنی بارتنگ ایک چوڑی پتی والی گھانس ہے نہرون کے کنارے اُگتی ہے فارسی مین اسکو بارہ وزہ کہتے ہین **مؤلف کہتا ہے۔ لوبیا** ایک غلہ کا دانہ ہے جسکی پھلی باقلا کی پھلی سے لانبی ہوتی ہے عربی مین اسکو فریھا کہتے ہین گرم ہے پہلے درجہ مین اور تر ہے دوسرے درجہ مین اسمین اختلاف ہے جسکو شارح نے نقل کیا ہے) یہ خشک ہے (دوسرے درجہ مین) رطوبت فضلیہ کے ساتھ اور خلط اسکا بلغمی تر ہوتا ہے اور یہ نفاخ ہے اور ردی خواب دکھاتا ہے اور سینے اور پھیپھڑے کے لیے عمدہ ہی اور خون حیض کو جاری کرتا ہے اور اسکی اصلاح کالی مرچ اور نمک اور سرکہ اور رائی سے ہوتی ہے (لوبیا جلا کرتا ہے اور ورم کو تحلیل کرتا ہے اور پیشاب لاتا ہے اور منی اور دودھ پیدا کرتا ہے اور باہ زیادہ کرتا ہے اور بدن کو فربہ کرتا ہے اور خون نفاس سے پاک کرتا ہے اور بچہ جلد پیدا کرتا ہے اور درد گردہ کو مفید ہے مگر نفاخ اور دیر ہضم ہے سونٹھ اور زیرہ وغیرہ سے اسکی اصلاح ہوتی ہے باقلا اسکا بدل ہے) **مین کہتا ہون** لوبیا غلہ کا ایک مشہور دانہ ہے چنے کی طرح اور کھانے مین آتا ہے اسکی مشہور صنف وہ ہے جو سپید ہوتا ہے پھر سرخ پھر سیاہ بعض تو اسکو سرد خشک کہتے ہین اور بعض گرم تر اور شیخ الرئیس نے یہ لکھا ہے کہ اسکا جوہر خشک ہے اور اسمین رطوبت فضلیہ ہے اور حرارت کی طرف مائل ہے اور سرخ لوبیا نہایت گرم ہے اور یہی مؤلف کا بھی منشا ہے اسی لیے حرارت یا برودت کسی خاص کیفیت کا حکم نہین لگایا **مؤلف کہتا ہے۔ لوز** (یعنی بادام) میٹھا بادام تو معتدل رطوبت کی طرف مائل ہوتا ہے اور کڑوا بادام حیض کو جاری کرتا ہے اور دوسرے درجہ مین گرم خشک ہوتا ہے اور غذا کم دیتا ہے اور کڑوا سدہ کھولتا ہے اور جلا کرتا ہے اور تنقیہ کرتا ہے

اور میٹھا ان سب باتون مین کڑوے کے اعتبار سے ضعیف ہوتا ہے اور کڑوا بادام لومڑیون کے لیے زہر قاتل ہے (بالخاصہ) اور جھائین اور جھیپ شراب کے ساتھ نفع بخشتا ہے اور پتی اُچھلنے کے لیے بھی عمدہ دوا ہے اور اگر شراب پینے کے پہلے پچاس دانہ کڑوے بادام کے کھا لیے جائین تو نشہ نہین ہوتا اور میٹھا بادام بدن کو فربہ کرتا ہے اور کھانسی کو مفید ہے اور جگر اور تلی کے سدون کو کھولتا ہے خصوصاً کڑوا بادام اور میٹھا دیر ہضم ہے (اور شکر سے اُسکی اصلاح ہوتی ہے) اور اسکا خلط جید ہوتا ہے اور کڑوا بادام گردہ اور مثانہ کا تنقیہ کرتا ہے اور پتھری کو توڑتا ہے (اور ورم کو تحلیل کرتا ہے اور جلا کرتا ہے اور اخلاط غلیظ کے زائل کرنے اور پاک کرنے مین بے مثل ہے اور درد سر اور خشک کھانسی اور تر کھانسی اور سینہ اور پھیپھڑے کے ورم کو مفید ہے اور امراض جگر و یرقان کو نفع بخشتا ہے اور سہد، ماشہ شہد کے ہمراہ گھس کے کھانا بورہے کتے کے کاٹے ہوے کو نہایت مفید ہے اور آنتون کو مضر ہوتا ہے شکر اور مصری اور روغن بادام شیرین سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور محلب بدل ہے اور ۵ ماشہ مقدار شربت ہے اور میٹھا بادام قوت دماغی اور قوت بدنی کا نگہبان ہوتا ہے اور بینائی کو قوت بخشتا ہے اور طبیعت اور حلق کو نرم کرتا ہے اور سینہ کے موافق ہے اور منی پیدا کرتا ہے اور خشک کھانسی اور مثانہ اور سوزاک کو نافع ہے اور بدن کو فربہ کرتا ہے اور باہ لاتا ہے اور قولنج کو نافع ہے چلغوزہ اسکا بدل ہے اور ایک تولہ سے تین تولہ تک اسکی مقدار ہے) **مین کہتا ہون** میٹھا بادام حرارت اور برودت مین معتدل اور رطوبت کیطرف مائل ہے خصوصاً تر و تازہ بادام اور یہ بات چھلے ہوے بادام مین زیادہ ظاہر ہے کیونکہ اُسکا چھلکا خشک ہوتا ہے اسی لیے کہتے ہین کہ بادام معدے کی دباغت کرتا ہے اور بعض لوگ اُسکو گرم کہتے ہین اور کڑوا بادام اتفاقاً گرم خشک ہے اور بادام مین بہ نسبت اخروٹ کے غذائیت گاڑھی ہے اور اخروٹ کی بہ نسبت بادام زیادہ دیر ہضم ہے اور کڑوا بادام بالخاصہ لومڑی کا مہلک ہے نہ کہ بالکیفیت اور باقی جو کچھ مؤلف نے بادام کے متعلق لکھا ہے سب واضح اور ظاہر ہے **مؤلف کہتا ہے** - **لبن** (یعنی دودھ) عورتون کا دودھ سب سے افضل ہوتا ہے (وجہ یہ کہ اُنکا دودھ اُن خلطون سے پیدا ہوتا ہے جو بدن انسان کے جوہر کے مناسب ہین) بشرطیکہ اُنکی چھاتیون سے پیا جائے (کیونکہ دودھ فساد کی طرف بہت جلد مستحیل ہو جاتا ہے) اور جو دودھ دیر کا دوہا ہوتا ہے وہ زیادہ بُرا ہوتا ہے کیونکہ اُسکو اپنی جگہ چھوڑے ہوے دیر ہو گئی (اور یہ معلوم ہو چکا کہ دودھ فساد کو جلد قبول کر لیتا ہے) اور جس جانور کے حمل کی مدت آدمی کی مدت حمل سے زیادہ ہو اُسکا دودھ ردی ہے اسی لیے جس جانور کی مدت حمل آدمی کی مدت حمل کے مناسب ہو وہ خود

ہوتا ہے جیسے گاے کا دودھ ہے (کیونکہ گاے بھی کم وبیش ۹ مہینے مین بیاہتی ہے اور یہی عورتون کی
مدت حمل بھی ہے) اور دودھ مین جو مائیت ہوتی ہے وہ گرم ہے (دودھ مین تین چیزین ہوتی ہین مائیت۔
دہنیت۔ ثقل جو پنیر کہلاتا ہے دودھ کی مائیت مین صرف دوائی قوت ہوتی ہے اور ثقل مین غذائی قوت
ہوتی ہے اور دہنیت مین دوا اور غذا دونون کی قوت ہوتی ہے) اور مائیت ملطف یعنی لطافت بخشنے والی
اور غسال یعنی دھونے والی ہوتی ہے (اور جلا دیتی ہے اور اسمین کسی طرح کا لذع نہین ہوتا اور جلے ہوے
صفرا کا اسہال کرتی ہے یعنی اسکو دستون کی راہ نکالتی ہے اور افتیمون کے ساتھ جلے ہوے سودا کا اسہال
کرتی ہے اور گھٹا دودھ یعنی دہی سرد خشک ہوتا ہے اور تازہ دوہا ہوا سرد و تر ہوتا ہے (جنہین کہتے ہین کہ
جیسے اسے ہضم کیا ہے یعنی چھاتی وہ بھی سرد مزاج ہے اور یہ دودھ اُسی کے مشابہ ہوتا ہے) اور بعضے کہتے
ہین کہ گرم تر ہے (اسلیے کہ اسکا ہضم خون کے ہضم سے بڑھکر ہو چکا ہے اور اسمین مٹھاس بھی ہوتی ہے اور
بعضے کہتے ہین کہ گرمی اور سردی مین معتدل ہے اسلیے کہ اُسکی حرارت خون سے کچھ گھٹ گئی ہے
پس یہ دودھ خون اور بلغم کے بیچ مین ہے) اور دودھ تمام کیموسون کی تعدیل کرتا ہے اور بدن کو قوی کرتا
ہے اور شہد کے ساتھ باطنی زخمون کو پاک کرتا ہے اور دماغ اور منی کو بڑھاتا ہے اور کل دودھ باہ کو ہیجان
مین لاتے ہین یہانتک کہ گھٹا دودھ بھی اور دودھ ہضم سے قریب ہوتا ہے اور گرم خشک مزاجون کو بہت
مفید ہے اگر انکے معدہ مین صفرا نہو اور بلغمی مزاج والون کو مضر پڑتا ہے کیونکہ ان لوگون کی حرارت
اُسکے ہضم کرنے اور خون بنانے سے قاصر ہوتی ہے اور بوڑھے لوگون کو فائدہ کرتا ہے کیونکہ یہ اُنکے
اصلی اعضا کی ترطیب کرتا ہے لہذا چاہیے کہ اسکے ہضم کرنے پر شہد سے مدد چاہین اور بسا اوقات ایسا
ہوتا ہے کہ دودھ پینے سے شروع مین دست آنے لگتے ہین اور آنتون مین جو فضلے ہین وہ نکلنے لگتے ہین
(اسکے بعد تغذیہ کا کام شروع کرتا ہے اور غذا کو اٹھاتا ہے لہذا ان دستون سے ڈرنا نہ چاہیے) پھر
بدن مین پہلے طبیعت کا حبس کرتا ہے اور دودھ نفاخ ہوتا ہے مگر یہ کہ جوش دے لیا جائے (تو اسکی
نفاخیت کم ہوجاتی ہے جس سے انجرے بنتے ہین) اور لبا یعنے پیوسی (یہ وہ پہلا دودھ ہے جو
بعد بیاہنے کے دوہا جاتا ہے) دیر ہضم اور خلط کے اعتبار سے ردی ہوتی ہے اور شہد اسکی اصلاح کرتا
ہے اور ہر دودھ تنور بدن کے لیے مضر ہے اور نفخ کی کثرت سے سدے ڈالتا ہے خصوصًا جگر مین مگر
اونٹنیون کے دودھ مین یہ بات نہین ہے اور دودھ نسیان یابس اور وسواس کا علاج ہے اور

لبا

دانتوں کو مضر پڑتا ہے اور اُنھیں کھو دیتا ہے اسی طرح مسوڑوں کو (کیونکہ اپنی چپکتی ہوئی جبنیت سے دانتوں
اور مسوڑوں سے لپٹ رہتا ہے اور جلدی سے فساد کی طرف مستحیل ہو کر اُنھیں فاسد کر دیتا ہے اسی لیئے یہ
جائز نہیں ہے کہ دیر تک اسکو کسی عضو پر رہنے دیا جائے بلکہ جلدی سے اُسکا دھو ڈالنا لازم ہے کیونکہ متعفن
اور فاسد ہو کر عضو کو ضرر پہونچاتا ہے) اور پھوڑوں کو (بھی) مضر ہے (اپنی ترطیب سے) اور درد سر والوں اور دوار
والوں اور اُن لوگوں کو جنکے کان بجتے ہوں مضر ہے (کیونکہ اس سے سر کی طرف کثرت سے ابخرے چڑھتے
ہیں) اور بینائی میں ظلمت اور تاریکی پیدا کرتا ہے اور کھانسی اور خون تھوکنے اور سل کو فائدہ کرتا ہے اور اونٹنی کا
دودھ استسقا کو اور طحال کی سختی کو نافع ہے اور زیادہ دودھ پینے سے بدن میں جوئیں پیدا ہو جاتی ہیں اور
شکر کے ساتھ رنگ کو نکھارتا ہے اور بدن کو فربہ کرتا ہے اور دودھ مائیت اور جبنیت اور دسومت سے مرکب
ہوتا ہے اور دسومت یعنی چکنائی گائے کے دودھ میں زیادہ ہوتی ہے اور اونٹنیوں اور بکریوں کے دودھ
مائیت کی کثرت سے پتلے ہوتے ہیں (بکری کا دودھ لطافت بخشتا ہے اور جلا کرتا ہے اور منہ سے خون آنے
کو اور کھانسی اور سل اور پھیپھڑے کے زخم کو اور حلق کی خراش اور مثانہ کے زخم کو اور خناق کو مفید ہے اور پیشاب
لاتا ہے اور پیٹ کو نرم اور معتدل کرتا ہے اور اسکا غرارا امراض حلق کو بالخاصہ مفید ہے اور گرم مزاج والوں کو
قوت بخشتا ہے اور گرمی کے اکثر امراض کو مفید ہے اور اونٹنی کا دودھ جلا کرتا ہے اور مادہ کو معتدل کرتا ہے
اور جسم کو قوت بخشتا ہے اور سدہ کھولتا ہے اور باطنی ورموں کو تحلیل کرتا ہے اور جلندر اور قی اور دستے اور دھاس
کو مفید ہے اور بھینس کا دودھ بدن کو فربہ کرتا ہے اور اکثر اعضا کو قوت بخشتا ہے اور فرحت دیتا ہے اور کثرت سے
خون پیدا کرتا ہے اور جو خلط بدن میں غالب ہو اُسی کی طرف مستحیل ہو جاتا ہے اور اگر اسمیں کنگھی کی لکڑی جوش
کر کے اور دہی جما کے ہمراہ مصری کے کھاویں بواسیر کو نافع ہے اور بھیڑ کا دودھ جوہر دماغ کو اور جرام مغز کو
اور باہ کو قوت دیتا ہے اور آنتوں کے زخم اور منھ سے خون آنے کو اور پیچش کو مفید ہے اور سمی دواؤں کی مضرت
کو دفع کرتا ہے اور مضرت جماع کی اصلاح کرتا ہے اور روغن بادام اور ببول کے گوند کے ہمراہ کھانسی اور مضرت
جماع کو مفید اور مجرب ہے اور گاے کا دودھ کثیر الغذا ہے اور جلد ہضم ہو جاتا ہے اور منی پیدا کرتا ہے اور دل و
دماغ کو قوت بخشتا ہے اور طبیعت کو نرم کرتا ہے اور بدن کو فربہ کرتا ہے اور جلا کرتا ہے اور سدہ کھولتا ہے اور
باہ لاتا ہے اور غم اور وسواس کو دور کرتا ہے اور خفقان کو نافع ہے اور سل اور دق اور پھیپھڑے کے زخم کو مفید
ہے اور عورت کا دودھ رطوبت لاتا ہے اور دماغ اور باہ کو قوت بخشتا ہے اور پیشاب لاتا ہے اور پیشانی کا سدہ

کھولتا ہے اور طبیعت کو نرم کرتا ہے اور سینہ کی خشکی اور خشک کھانسی کو مفید ہے اور اسکا ناک مین ٹپکنا
بیخوابی اور خشکی دماغ کو نافع ہے اور اکثر امراض دماغی کو مثل جنون اور مالیخولیا اور سرسام وغیرہ کے اور سل اور
دق کو نافع ہے بکری کا دودھ نفاخ ہوتا ہے اور سرد مزاج والون کو نقصان کرتا ہے شہد اور سونف سے اسکی
اصلاح ہوتی ہے اور گاے کا دودھ اسکا بدل ہے ۔ تا ۸ مقدار شربت ہے اور بھینس کا دودھ دیر ہضم اور ثقیل
ہوتا ہے شکر سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور گاے کا دودھ اسکا بدل ہے ۔ تا ۸ اسکی مقدار شربت ہے اور
بھیڑ کا دودھ قراقر اور قولنج پیدا کرتا ہے روغن بادام اور شہد اسکا مصلح ہے اور عورت کا دودھ اسکا بدل ہے
مقدار شربت ۳ تولہ اور گاے کا دودھ طحال اور تنگی اعضا کو مضر ہے اور بکری کا دودھ اسکا بدل ہے اور شکر
اور شہد اسکا مصلح ہے ۲ تا ۳ ۔ تا ۲ تا مقدار شربت ہے اور عورت کا دودھ جلد سڑ جاتا ہے شکر اور شہد اسکی
مصلح ہے اور گدھی کا دودھ اسکا بدل ہے مقدار شربت ۲ تا ۴) مین کہتا ہون سمرقندی نے لکھا ہے کہ
دودھ متین اور قوی خون ہے کہ خون ہونے کے واسطے تیار ہو چکا ہے اور مان کے مزاج سے کچھ اُترکر
بچے کے مزاج سے مشابہ ہو گیا ہے پس خون کی صورت چھوڑکر اُس سے زیادہ رطب اور پتلا اور گرمی مین
کم ہو گیا ہے اور حرارت کی کمی کو اُسنے اُس عضو (یعنی چھاتی) سے حاصل کیا ہے جسکا مزاج برودت کیطرف
مائل ہے تاکہ بہت جلد خون کی طرف مستحیل ہو سکے جو نرمی اور لطافت مین بچے کے اعضا کے مناسب ہے
اسی لیے دودھ بہ نسبت کامل جوانون کے معتدل سے زیادہ بارد ہوتا ہے اور ان لوگون کے اعتبار سے
یہ معتدل خون کی طرف بہت جلد مستحیل ہو جاتا ہے اور جو لوگ بلغمی اور سرد مزاج ہوتے ہین تو چونکہ اُنمین حرارت
کم ہوتی ہے اسلیے خون کی طرف اسکا استحالہ اور ہضم اچھی طرح نہین ہوتا اسلیے اُنکی برودت کو اور بڑھا دیتا ہے
اور جو شخص گرم خشک مزاج والا ہوتا ہے اگر اُسکے معدہ مین صفرا نہو جو کہ دودھ کو بگاڑ دیتا ہے تو اُسکو نہایت
نفع کرتا ہے شیخ نے لکھا ہے کہ دودھ کو بدن کے ساتھ بہت سی مناسبتین ہین جنکے اسباب بالکل پوشیدہ
ہین معلوم نہین ہوتے اور عورتون کا دودھ سب جانورون کے دودھ سے اسلیے افضل ہوتا ہے کہ اس
دودھ کو انسانی مزاج سے بہت قرب ہے اور جو دودھ چھاتی سے پیا جائے یا بالکل تازہ دوہا ہوا ہو تو وہ
اسلیے افضل ہوتا ہے کہ دودھ بگڑ بہت جلد جاتا ہے اور دوہنے کے بعد جسقدر اُسپر زمانہ گذرتا جائیگا وہ خراب
ہوتا جائیگا کیونکہ اس خرابی کی یہی علت ہے کہ دوہے ہوے اُسکو دیر ہو گئی لہذا جسقدر زمانہ اُسپر زیادہ گذریگا
اُسی قدر اُسمین رداءت اور خرابی زیادہ ہو گی اور مؤلف کے اس قول بِبُعدِ عَہدِہٖ[ع] کے یہی معنی ہین (یہ ایک

علہ تو دیر ہی سے ... یعنی جتنا زمانہ گذرتا جاوے اسی قدر خرابی بڑھتی جاویگی [illegible]

شبہہ کا جواب ہے شبہہ کی یہ تقریر ہے کہ مؤلف نے دعوی تو یہ کیا ہے کہ دودھ دوہے ہوے جتنا زمانہ گذریگا
اُسیقدر وہ خراب ہوگا اور اُسپر یہ دلیل پیش کی کہ خرابی کی یہ وجہ ہے کہ دودھ دوہے ہوے اُسپر زمانہ گذر گیا
حالانکہ بعینہ دعوی یہی ہے اور جہان ایسا ہو اُسکو مناظرے والے مصادرہ علی المطلوب کہتے ہین اور
مصادرہ علی المطلوب باطل ہے لہذا شارح علیہ الرحمہ نے اس کلام کی یہ توجیہ کی کہ زمانہ کا گذرنا ہی علت
خرابی ہے لہذا جسقدر اس زمانہ کو امتداد ہوگا اُسیقدر خرابی اور ردائت کا تحقق ہوگا اور جب ایسا ہوتا ہے تو مصادرہ
نہین ہوتا چنانچہ ہم اسکی بدیہی مثال دیتے ہین جس سے مقصود بالکل واضح ہو جائیگا مثلاً عام بول چال مین بولتے
ہین خبردار تم اس مکان مین قدم نہ رکھنا کیونکہ تمھین یہان نہ آنا چاہیے) دودھ کے آثار و افعال مین اجناس
حیوان کے اختلاف اور اوقات کے اختلاف اور حیوانات کی غذا کے اختلاف سے اختلاف ہوتا ہے جس کی
تفصیل بڑی کتابون مین موجود ہے اور دودھ مین تین جوہر ہین پانی اور پنیر اور چکنائی پس مائیت تو گرم اور
اخلاط کی لطیف کرنے والی اور دھو ڈالنے والی ہے اسلیے کہ پہلے خون سے اسمین ایک قسم کی بورقیت آگئی ہے
اور پنیر اخلاط غلیظہ کو پیدا کرتا ہے اور سدے ڈالتا ہے اور گردون مین پتھری پیدا کرتا ہے اور چکنائی حرارت
اور رطوبت کے اعتدال کے قریب ہے اور مؤلف نے جو کچھ اُسکے احکام بیان کیے ہین وہ اسی قاعدے پر
مترتب ہین یعنی اسپر کہ دودھ مین تین جوہر موجود ہین اور محمود اور عمدہ دودھ وہی ہے جو تازہ دوہا ہوا ہو اور
ترشی ایک فساد ہے جو اُسکو عارض ہو جاتی ہے لیکن جن لوگون کے نزدیک تازہ دوہا ہوا دودھ سرد ہے
اُنکے نزدیک گرم معدہ والے کو بالطبع وہی ترش دودھ موافق ہے اور بالعرض اُن لوگون کے نزدیک جو
تازہ دودھ کو گرم کہتے ہین اور دودھ ترش ہی کیون نہو باہ مین ہیجان لاتا ہے کیونکہ اسمین نفخ ہوتا ہے اور
اونٹنیون کا دودھ جو سدے نہین پیدا کرتا اسکی یہ وجہ ہے کہ اُسمین پنیر کا مادہ بہت رقیق ہوتا ہے اور مائیت
جو اُسپر غالب ہوتی ہے وہ پنیری مادہ کو جلا کرنیوالی ہوتی ہے بوجہ ترشی کے اسی لیے اُنکا دودھ استسقاء
اور تلی کی سختی کو نفع بخشتا ہے خصوصاً جبکہ اُنکے پیشاب کے ساتھ دودھ کا استعمال ہو اور یہ جو مؤلف نے
لکھا ہے کہ اللبن یضر الاسنان ویحفرھا تو یحفرھا کے معنے ہین دانتون کی جڑون کو کھود ڈالتا ہے
عرب کا مقولہ ہے حفرت السن یعنی دانت کی جڑ فاسد ہوگئی اور اسمین اسقدر میل اکٹھا ہوگیا کہ اُسنے جڑ کو
ستیاناس کر دیا اور مؤلف کا باقی کلام واضح ہے **مؤلف کہتا ہے** لحم (یعنے گوشت) بالن
بھیڑ کا گوشت ہر قسم کے گوشت سے بہتر ہوتا ہے اُسکے بعد گاے کے چھوٹے بچون کا اور بکری کے یکسالہ بچے کا

گوشت بہت کم فضلے والا ہوتا ہے اور ہر جانور مین سے کالے رنگ کے جانور کا گوشت زیادہ جید اور لذیذ ہوتا ہے اور یہی حال نر کے گوشت اور فربہ جانور کے گوشت کا ہے (کہ نر کا گوشت مادہ کے گوشت سے اور موٹے جانور کا گوشت دبلے جانور کے گوشت سے افضل اور بہتر ہوتا ہے کیونکہ نر کا گوشت زیادہ نضج پاتا ہے اور اسمین فضلے کم ہوتے ہین اور اپنی حرارت کی قوت سے زیادہ پاکیزہ ہوتا ہے اور موٹے جانور کا گوشت نازک اور اعتدال کے قریب قریب ہوتا ہے کیونکہ فربہی صرف خون کی مائیت سے پیدا ہوتی ہے) اور دبلے اور بڈھے جانورون کا گوشت بہت برا ہوتا ہے (کیونکہ ان دونون مین افراط کی خشکی ہوتی ہے جس سے انکا ہضم ہونا دشوار ہوتا ہے) اور تیار خصی کا گوشت عمدہ اور ہلکا ہوتا ہے اور زیادہ چربی دار گوشت (اپنی چکنائی کی وجہ سے) معدہ پر تیرتا رہتا ہے اور گائے کا گوشت بکری کے گوشت سے بڑھکر خشک ہوتا ہے اور بکری کا گوشت مینڈھے کے گوشت سے زیادہ خشک اور دیرہضم ہوتا ہے اور اونٹ کا گوشت غذا کے اعتبار سے غلیظ اور دیرہضم ہوتا ہے اور نہایت گرمی پیدا کرتا ہے اور خرگوش کا گوشت گرم خشک ہوتا ہے اور چکنی دنبہ کی گرم تر ہوتی ہے اور گوشت عموماً بدن کی قوی کرنے والی اور خون کی طرف جلد مستحیل ہوجانے والی غذا ہے اور بھنے گوشت مین خشکی کے ساتھ غذائیت ہوتی ہے اور جوش دیا ہوا گوشت زیادہ تر ہوتا ہے آور رواز اور چربی دونون ردی اور خراب ہین آور رواز پیٹ کو نرم کرتی ہے اور اسمین غذائیت کم ہوتی ہے اور رخاوت اور پتّے کی طرف جلد مستحیل ہوجاتی ہے اور ہضم جلد ہوتی ہے اور گائے کا گوشت اگر خربزہ کے چھلکے کے ساتھ پکایا جائے تو جلدی گل جاتا ہے اور مناسب یہ ہے کہ گرم مزاج والے اسکو صرف موسم بہار اور شروع گرمیون مین کھائین آور بطخ کا گوشت بہت غذا پہنچاتا ہے لیکن مرغیون کے گوشت کی جودت کو نہین پہونچتا اور گائے کا گوشت خارش اور داد اور جذام اور فیل پائی اور تلی پیدا کرتا ہے اسی طرح سے اور جتنے غلیظ گوشت ہین (سب کی یہی خاصیت ہے) اور پاڑھے کا گوشت معدہ سے جلد اترتا ہے آور خنزیر کا گوشت جلد ہضم ہوتا ہے اور غذا زیادہ پڑتا ہے اور اچھا ہوتا ہے دگاے کا گوشت دیرہضم ہے اور غلیظ ردی الکیموس ہے اور خون فاسد پیدا کرتا ہے اور امراض سوداوی پیدا کرتا ہے اور گٹھیا والون اور عرق النسا والون کو مضر ہے اور دماغ کو ردی بخارات چڑھاتا ہے اور سوزش اور ہونٹ پر ورم پیدا کرتا ہے اور بھینس کا گوشت غلیظ اور دیرہضم ہے اور خلط ردی سوداوی پیدا کرتا ہے اور مشقت والے لوگون اور گردہ کی لاغری کو نافع ہے اور اسکے بچہ کا گوشت غلظت اور ضرر مین کم ہوتا ہے آور بکری کا گوشت صالح الکیموس ہے اور لطیف خون پیدا کرتا ہے اور گرم مزاج والون کے موافق غذا ہے

اور اسکے سر کا بھیجا نہایت نرمی بخشنے والا ہے اور دماغ کو نرم کرتا ہے اور اسکا حلوان یعنی چالیس دن کا بچہ لاغرون اور ضعیفون کے لیے نہایت درجہ نافع اور موافق ہے کیونکہ اسمین حرارت کم ہوتی ہے اور اسکے پتے کا سرمہ رتوندی کو مفید ہے اور اونٹ کا گوشت غلیظ اور ثقیل اور دیر ہضم ہے اور خون سوداوی پیدا کرتا ہے اور باہ کو قوت دیتا ہے اور جوتری و نجار کی باری کو مفید ہے اور عرق النسا اور کولے کے درد کو اور سیاہ یرقان اور پیشاب کی سوزش کو مفید ہے اور اسکی چربی کا لیپ بواسیر کو مفید ہے اور اسکی پونگی کا گودا اسی کے بالون مین لت کرکے فرج مین رکھنا حمل رہنے مین مدد دیتا ہے اور اسکا پیشاب پینا جلندر کو مفید ہے اور اسکی مستی کے وقت کا کف جنون پیدا کرتا ہے اور بارہ سنگھے یعنی پاڑھے کا گوشت زود ہضم ہے اور باہ کو قوت دیتا ہے اور ردی الغذا ہے اور اسکے آنسو جو حلقہ مین جمع ہو کر جم جاتے ہین یہ ایک عمدہ تریاق ہے اور بھیڑ کا گوشت زود ہضم ہے اور کثیر الغذا ہے اور گاڑھا اور سنگین خون پیدا کرتا ہے اور اعضا کو قوت دیتا ہے اور بدن کو فربہ کرتا ہے اور اسکی لید ورمون اور جلندر ریاحی کو تحلیل کرتی ہے اور دنبہ کا گوشت خون غلیظ پیدا کرتا ہے اور صالح الکیموس ہے اور اعضا کو قوت بخشتا ہے اور باہ لاتا ہے اور اسکی چربی سخت سخت ورمون کو تحلیل کرتی ہے اور بدن اور پٹھون کو نرم کرتی ہے اور خرگوش کا گوشت فالج اور لقوے اور استرخا کو مفید ہے اور اُس پانی مین جسمین یہ پکایا جائے بٹھانا نقرس اور گٹھیا کو نافع ہے اور اسکا پنیر مایہ لڑکون کی مرگی کو مفید ہے اور سور کا گوشت سدے کھولتا ہے اور بدن کو فربہ کرتا ہے اور خلط غلیظ لسدار پیدا کرتا ہے اور فساد عقل پیدا کرتا ہے اور فیل پا اور گٹھیا پیدا کرتا ہے اور اسکی چربی نمک اور مومیائی کے ساتھ بھرے پن کو کھوتی ہے اور اسکا خون جمیع افعال مین مانند خون انسان کے ہے اور اسکی چربی کا طلا مناسب دواؤن کے ہمراہ ورم کو تحلیل کرتا ہے اور عضو تناسل کو سخت اور دراز کرتا ہے اور مرغ کا گوشت کثیر الغذا ہے اور عقل کو تیز کرتا ہے اور بڑھاتا ہے اور منی زاید پیدا کرتا ہے اور دماغ اور فہم اور ادراک اور ذہن کو قوت بخشتا ہے اور یاد زیادہ لاتا ہے اور قولنج کو نافع ہے اور رنگ اور آواز کو صاف کرتا ہے اور اگر اسکے پیٹ کو چاک کرکے اور آلایش سے پاک کرکے گرما گرم سانپ کے کاٹنے کی جگہ پر چپکا دین تو اُسکی سمیت کو دفع کردے اور اسی طرح لیترغس اور سرسام کو مفید ہے اور ہرن کا گوشت تمام افعال مین مزاج انسانی کے موافق ہے اور کثیر الغذا ہے اور خشکی لاتا ہے اور فالج اور استرخا اور سرد بیماریون کو مفید ہے اور اسکی کھال پر بیٹھنا باہ کم کرتا ہے اور کیڑے مکوڑون کو بھگاتا ہے اور سور کا گوشت معدہ کو قوت دیتا ہے اور اسکا شوربا ذات الجنب اور درد پہلو کو مفید ہے

اور اسکی چربی کا طلا باہ کو حرکت دیتا ہے اور اسکی جلائی ہوئی ہڈی کا منجن دانتون کو مضبوط کرتا ہے اور اسکے
خون کا لیپ زخمون کو بھرلاتا ہے اور اسکی بیٹ ملنا چھائین اور مسون کو کھوتا ہے اور اسکی دم کے سوئے نکالے
ہوے کا سرمہ عمدہ چیز ہے اور مرغابی کا گوشت غلیظ الغذا ہے اور بدن کو فربہ کرتا ہے اور باہ کو حرکت دیتا ہی
اور اسکی چربی کی مالش کزاز اور تمدد اور تشنج امتلائی کو مفید ہے اور سردور مون اور سختی مقعد کو تحلیل کرتی ہے اور
شگاف مقعد کو نافع ہے اور جلد کے نشانون کو کھوتی ہے اور اسکے سر کا بھیجا لگانا ورم مقعد کو مفید ہی اور کبوتر
کا گوشت فالج اور لقوہ اور رعشہ اور خدر اور استرخا کو مفید ہے اور خون صالح پیدا کرتا ہے اور بدن کو فربہ کرتا
ہے اور گردہ اور مثانہ کو قوت بخشتا ہے اور باہ لاتا ہے اور منی پیدا کرتا ہے اور جلندر بادی اور آبی کو نافع ہے
گاے کا گوشت دوسرے درجہ مین گرم خشک ہے اور نفاخ اور ثقیل ہے سیاہ مرچ اور دارچینی سے اسکی اصلاح
ہوتی ہے بیل گاے کا گوشت اسکا بدل ہے اور بھینس کا گوشت پہلے درجہ مین گرم خشک ہے نفاخ ہے اور
ریاح غلیظ پیدا کرتا ہے دارچینی اور کباب چینی اور کڑھنے سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور بکری کا گوشت دوسرے
درجہ مین گرم تر ہے سوداوی مزاج والون کو مضر پڑتا ہے بادام اور ناریل سے اُسکی اصلاح ہوتی ہے اور بھیر
کا گوشت اسکا بدل ہے اور بھیڑ کا گوشت بھی دوسرے درجہ مین گرم تر ہے اور نفاخ ہے دارچینی اور کباب چینی
سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور گوسالہ کا گوشت اسکا بدل ہے اور بطخ کا گوشت دوسرے درجہ مین گرم اور
پہلے درجہ مین خشک ہے دردسر لاتا ہے اور جلد سڑ جاتا ہے گرم مسالحہ اسکا مصلح ہے اور فاختہ کا گوشت بدل ہے
اور خرگوش کا گوشت دوسرے درجہ مین گرم تر ہے گرم مزاج والون کو مضر ہے اور سودا پیدا کرتا ہے گھی اور انار
اسکا مصلح ہے اور لومڑی کا گوشت اسکا بدل ہے اور خنزیر کا گوشت پہلے درجہ مین گرم اور تیسرے درجہ مین تر ہی
عقل کو خراب کرتا ہے شراب اور شکر سے اُسکی اصلاح ہوتی ہے ہماری شریعت نے ہمارے اوپر اُسکو حرام کردیا ہے
یہی وجہ ہے کہ دوسرے مذہب والون پر ہماری عقل کو ترجیح ہے ۔ اور اونٹ کا گوشت تیسرے درجہ مین گرم
خشک ہے مفسد اخلاط ہے گرم دوائین اور نمک اور رائی اسکی مصلح ہین اور بارہ سنگھے کا گوشت بھی تیسرے
درجہ مین گرم خشک ہے نفاخ ہے اور گرم مزاج والون کو مضر ہے دھنیا اور دہی اور گھی اسکے مصلح ہین اور
شترمرغ کا گوشت اسکا بدل ہے اور کبوتر کا گوشت پہلے درجہ مین گرم اور دوسرے درجہ مین خشک ہے
باہ لاتا ہے اور منی پیدا کرتا ہی اور جنگلی کبوتر کا گوشت دوسرے درجہ مین گرم خشک ہے گرم مزاج
والون کو مضر ہے دھنیا اور انگور اسکا مصلح ہے اور تیتر کا گوشت اسکا بدل ہے اور مور کا گوشت دوسرے

درجہ مین گرم خشک ہے دیر ہضم اور غلیظ ہے گرم مصالحہ اسکا مصلح ہے اور ہرن کا گوشت دوسرے درجہ مین گرم خشک ہے دیر ہضم ہے اور قولنج پیدا کرتا ہے سکنجبین اور ترش میوہ سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور گاے کا گوشت اسکا بدل ہے واللہ اعلم وعلمہ اتم) مین کہتا ہون گوشت تمام غذاؤن سے زیادہ قوی غذا ہے اسی لیے جو جانور گوشت کھاتا ہے وہ نہایت قاہر اور جوانمرد ہوتا ہے مگر گوشت دیر ہضم غذا ہے اُسکے ہضم کرنے کے لیے بڑی قوت کی ضرورت ہے یہی وجہ ہے کہ اکثر مریضون کو گوشت سے روکا جاتا ہے خصوصًا گرم مزاج والون کو اور جتنے گوشت ہین سب گرم ہین سواے مچھلی کے گوشت کے کہ وہ سرد ہوتا ہے آور گوشت کے افعال وخواص مین جانورون اور زمانون اور مقامات اور لاغری اور فربہی اور تناسب اعضاء کے اختلاف کے بموجب اختلاف ہوتا ہے جسکی تفصیل بڑی بڑی کتابون مین مذکور ہے آور عمدہ گوشت بھیڑ اور گاے کے چھوٹے بچے کا ہوتا ہے اور ایک برس کے بکری کے بچے کا گوشت بنسبت جوان بکری کے فضلون مین کم ہوتا ہے آور بڑے جثہ کے جانور کا گوشت غلیظ ہوتا ہے اوخصی کا گوشت بغیر خصی کیے ہوے کے گوشت سے اچھا ہوتا ہے نر ہو یا مادہ کیونکہ خفتی کھانا اور جنابہ دونون ایسی باتین ہین کہ جانورون کے جسم کے خالص اور پاکیزہ حصے کو نکال ڈالتی ہین آور متن مین گوشت کے متعلق جو مباحث ہین وہ سب ظاہر ہین ہان یہ سمجھ لینا چاہیے کہ مجزع سے مؤلف کی مراد وہ گوشت ہے جسپر چربی ظاہر ہو) اور اسکو شرحہ بھی کہتے ہین اور اس چربی مین سرخ گوشت بھی ہوتا ہے اور یہ اُس چربیدار سے اچھا ہوتا ہے جسمین سرخ گوشت نہو اور گاے کا گوشت بنسبت بھیڑ بکری کے سرد خشک ہے اسی لیے گرم مزاجون کو موسم بہار اور اوائل گرما مین کھانا چاہیے باینہمہ اُسکی اصلاح لہسن اور انگدان اور تلی اور رائی وغیرہ سے کرلینا چاہیے اسکے بعد شہد کا پانی پی لینا چاہیے آور بارہ سنگھے کا گوشت جسکا ذکر ہم حرف ہمزہ مین کرچکے ہین باوجود غلیظ ہونے کے معدہ سے جلد اُتر جاتا ہے کیونکہ بارہ سنگھے کی حدت مزاج کی وجہ سے اُسکے گوشت مین نفوذ کرنے والی قوت ہوتی ہے اسی لیے پیشاب جاری کرتا ہے مؤلف کہتا ہے۔ لاذن (ایک پہاڑی درخت کی لسدار رطوبت ہے کہ ممالک فرنگ سے اُسکی ٹکیان بناکر لاتے ہین سیاہ سرخی مائل ہوتی ہے) دوسرے درجہ مین گرم اور پہلے درجہ مین خشک ہے لطافت سختی ہے اور ورم ورباح کو تحلیل کرتی ہے اور مادہ کو پختہ اور معتدل القوام کرتی ہے رحم کے امراض کو مسبع کرتی ہے (یعنی اگر اسکو فرج مین رکھا جائے تو اختناق رحم اور سختی رحم کو مفید ہوتی ہے اور بچہ کو بھی جلد

لاذن

پیدا کر دیتی ہے) اور بالون کے گرنے کو روکتی ہے اور اُن زخمون کو بھر لاتی ہے جو کسی طرح نہ بھرتے ہون اور پیشاب اور حیض اور دودھ کو جاری کرتی ہے اور معدہ اور جگر کو قوت بخشتی ہے اور ہچکی کو دفع کرتی ہے اور سردی کے دردون کو مفید ہے گرم مزاج والون کو مضر پڑتی ہین اور کرب پیدا کرتی ہے گلاب اور صندل اور سنبل رومی سے اسکی اصلاح ہوتی ہے مقدار خوراک ڈو ماشہ) **مین کہتا ہون** لاذن ایک شبنم ہے جو اکثر قبرس مین گھانس پر اور درختون پر گرتی ہے جب بکریان گھانس چرنے جاتی ہین تو اُنکے بالون اور اُنکی کھریون مین جمع ہو جاتی ہے لوگ اسکو بالون اور کھریون سے لے لیتے ہین اور بعضے لوگ ایسا بھی کرتے ہین کہ لاٹھیون کے سرون پر بال باندھکر درختون پر پھیرتے ہین تو وہ شبنم اُنمین لپٹ آتی ہے اور وہ اُنسے چھڑا لیتے ہین اور رنگت اور قوام مین سبز شہد کے مشابہ ہوتی ہے اور عمدہ اور جید لاذن کو غبرب کہتے ہین اس حرف کی ردیف مین بھی مؤلف نے کئی دواؤن کو نہین ذکر کیا چنانچہ منجملہ اُنکے ایک دوا **لاغیہ** ہے جسکو جشمیرک بھی کہتے ہین یہ ایک گھانس ہے (دودھاری) اسکا پھول (مثل نرگس کے پھول کے ہوتا ہے اور) خوشبودار ہوتا ہے شہد کی مکھی اُسپر بیٹھتی ہے اور اسکو چرتی ہے اگر اسکو مچھلیون والے تالاب مین ڈالدیا جائے تو مچھلیان مر کے پانی کے اوپر آجاتی ہین (اسکے دودھ کی بھی یہی خاصیت ہے اسکے افعال یہ ہین کہ قوی دست آور ہے اور قے بہت لاتی ہے اور واسطے استسقاء زقی یعنی مشکی کے مفید ہے اور زرد زرد پت اور جلے ہوے اخلاط کو نکالتی ہے اور اسکے افعال محمودہ یعنی سقمونیا کے قریب قریب ہین تیسرے درجہ مین) گرم خشک ہے (آنتون کو مضر ہے کتیرے سے اسکی اصلاح ہوتی ہے محمودہ اسکا بدل ہے) دوسری دوا **لبان** یعنی کندر ہے جسکا بیان کاف کی ردیف مین گذر چکا ہے تیسری دوا **لسان العصافیر** (یعنی اندرجو ہے جسکو فارسی مین زبان گنجشک کہتے ہین یہ ایک بیج ہے کہ ایک خوشے مین بہت سے بیج ہوتے ہین) اس بیج کی شکل چڑیا کی زبان کے مشابہ ہوتی ہے گرم تر ہے باہ کو اُبھارتا ہے (اور ریاح تند کو تسکین دیتا ہے اور پسلی اور پکھی کے درد کو مفید ہے اور درد کمر اور رحم کو بھی اور پرانی کھانسی اور دمے اور خفقان اور مروڑ کو نفع کرتا ہے اور پتھری کو توڑتا ہے اور اعضاے تناسل کو قوت بخشتا ہے اور اسکا فرزجہ یعنی لت کیا ہوا البتہ ہمراہ شہد اور زعفران کے قیام حمل کا مددگار ہے اگر بعد طہر کے ہو مگر دردسر لاتا ہے اور گرم مزاجون کو مضر ہے دھنیے سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور تودری اور جلے پل اور بہمن سرخ اسکا بدل ہے) چوتھی دوا **لک** (یعنی لاکھ ہے) مختلف پرانے درختون مین گوند سا پیدا ہوتا ہے (اکثر بیر اور پیپل اور پکریا مین ہوتا ہے) گرم خشک ہے (دوسرے درجہ مین گرم

اور تیسرے درجہ مین خشک ہے اور مغسول لطیف ہے) بدن کو دبلا کرتا ہے (اور جلا کرتا ہے اور ورم کو تحلیل کرتا ہے
اور اخلاط کو پاک کرتا ہے اور جگر اور طحال کا سدہ کھولتا ہے اور فالج اور کھانسی اور دھانس اور استسقا اور یرقان
کو مفید ہے اور ضعف گردہ کو نافع ہے اور جگر کو قوت بخشتا ہے اور ریاح کو تحلیل کرتا ہے اور باہ کو قوت دیتا اور
امساک لاتا ہے طحال اور سینہ کو مضر ہے مصطگی سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور ریوند اور طباشیر بدل ہے مقدار
شربت ۴ ماشہ) **لؤلؤ** (یعنی موتی بعض سمندرون کی سیپی اور گھونگی اور کیڑون کے پیٹ یا سر سے گول اور
چمکدار ایک چیز نکلتی ہے مشہور ہے اور قیمتی ہے) دوسرے درجہ مین سرد خشک ہے فرحت بخشتا ہے (اور لطافت
بخشتا ہے اور اکثر اعضا خصوصًا اعضاے رئیسہ اور قویٰ اور ارواح کو قوت بخشتا ہے اور منھ سے خون آنے کو
مفید ہے اور بہتے ہوے خون کو روکتا اور بند کرتا ہے اور صفراوی دستون اور خونی دستون کو بند کرتا ہے اور حیض کو
روکتا ہے اور بواسیر کو دور کرتا ہے اور دل اور جگر اور معدہ اور گردہ کی بیماریون کو نافع ہے اور سدے کو
کھولتا ہے اور اسکا سرمہ آشوب چشم اور تاریکی اور جالے اور ماندے اور ناخونہ کو مفید ہے اور اسکا استعمال
بے حل کیے ہوے کسی طرح اور کسی وقت جائز نہین ہے مثانہ کو مضرت پہونچاتا ہے اور مونگہ سے اسکی
اصلاح ہوتی ہے اور سفید چمکدار سیپی اسکا بدل ہے ۲ ماشہ تک اسکی مقدار شربت ہے) **لیمو** (یعنی کاغذی نیبو)
ایک درخت کا مشہور پھل ہے (جسکا رس ترش ہوتا ہے قسم اور مقدار کلانی مختلف ہے تیسرے درجہ مین سرد اور
دوسرے درجہ مین تر ہے اور بعض کے نزدیک دوسرے درجہ مین خشک ہے) اسکے احکام سب اترج کے سے
ہین (جگر کو قوت دیتا ہے اور سوزش اور پیاس کو دفع کرتا ہے اور یرقان اور متلی اور صفراوی قے کو مفید ہے
اور اخلاط کو چھانٹتا ہے اور صفراوی بخار کو نافع ہے اور ہواے وبائی کے فساد اور کیڑے مکوڑون کے زہر کو
دفع کرتا ہے اور مسلم ہمراہ نمک اور کالی مرچ کے پسا ہوا ہیضہ کو مفید ہے اور اسکے عرق مین چاکسو حل کیا ہوا
جست کے ظرف مین آشوب چشم کو نافع ہے اور اسکا سونگھنا نزلہ کو بند کرتا اور منع کرتا ہے مگر پھیپھون اور سینہ اور
باہ کو مضر ہے عناب اور شکر سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور نارنج اسکا بدل ہے اور میٹھا لیمون گرمی اور پیاس
کو تسکین دیتا ہے اور معدہ اور دل کو قوت دیتا اور فرحت بخشتا ہے اور حدت اور تیزی خون کو دفع کرتا ہے
اور خفقان اور اختلاج قلب کو مفید ہے اور یہ پہلے درجہ مین گرم تر ہوتا ہے بتون کو ابھارتا ہے اور لیمون ترش
سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور ترنج اسکا بدل ہے اور لیمون کے بیج قابض ہین اور دستون کو بند کرتے ہین
اور قے کو بند کرتے ہین خصوصًا بریان کیے ہوے اور ہمراہ کالی مرچ اور نمک کے پسے ہوے پینا پیاس اور

بچون کی ڈانگی کو مفید ہین اور تخمہ کو نافع ہین دوسرے درجہ مین سرد خشک ہین سینہ کو مضر ہین اور سونف سے
اُنکی اصلاح ہوتی ہے اور بادرنگ انکا بدل ہے مقدار خوراک دو ماشہ تک ہے) **مؤلف کہتا ہے**

یہان سے اُن ادویہ کا بیان ہے جنکے شروع مین حرف (میم) ہے

مُصطگی (یعنے مصطگی یہ ایک درخت کا گوند ہے دو قسم کا ہوتا ہے اور ملک شام سے آتا ہے) دوسرے
درجہ مین گرم خشک ہے اور گرمی اور خشکی دونون مین کندر سے کم ہے ورم اور ریاح کو تحلیل کرتی ہے اور قابض
ہے اور اسمین ایک قسم کی تلیین بھی ہے اور یہ نہایت درجہ لطیف ہے رقیق بلغم کو پگھلاتی ہے اور اسکا چبانا
بلغم کو سر سے کھینچ لاتا ہے اور سر کا تنقیہ کرتی ہے اور کھانسی اور نفث دم کو مفید ہے اور معدہ کی تقویت
کرتی ہے (اور جگر اور گردہ اور قوت ہاضمہ کو بھی قوی کرتی ہے) اور معدہ کو خوشبودار کرتی ہے (اور قوی اور
اعضاے رئیسہ کو قوی کرتی ہے اور باہ کو حرکت دیتی ہے اور منھ سے خون آنے کو اور اعضاے شکمی
کے درد کو اور ورم کو مفید ہے اور کل پھٹون کی بیماریون کو نافع ہے اور پیچش اور تلی کو مفید ہے
اور اسکا منجن دانتون اور مسوڑون کو مضبوط اور مستحکم کرتا ہے مثانہ کو مضر ہوتی ہے کتیرے سے
اسکی اصلاح ہوتی ہے اور کندر اسکا بدل ہے) اور کندر بھوک کو افاقہ بخشتا ہے اور ڈکار لاتا ہے
اور بلغم کو پگھلاتا ہے **مین کہتا ہون** مصطگی ایک درخت کا مشہور گوند ہے اسکی دو قسمین ہین ایک تو
رومی جسکا رنگ سفید اور دوسرا نبطی جسکا رنگ سیاہ ہوتا ہے اور یہ دوسرے درجہ مین گرم خشک ہے
مگر حرارت اور یبوست دونون کیفیتون مین کندر سے کم درجہ ہے **مؤلف کہتا ہے مغاث**
(یعنی میدہ لکڑی ایک درخت کی جڑ ہے مشہور) تیسرے درجہ مین گرم اور دوسرے درجے مین
تر ہے (بعضون نے پہلے درجہ مین خشک کہا ہے) تمام اعضا کو قوت دیتی ہے اور بدن کو فربہ کرتی ہے
اور حلق کی سختیون کو نرم کرتی ہے اور پیچھے کو بھی نرم کرتی ہے اور باہ کو حرکت دیتی ہے (اور ورم اور ریاح
کو تحلیل کرتی ہے اور قابض ہے اور پٹھون کو قوت دیتی ہے اور اینٹھے ہوئے اعضا کو قوت بخشتی ہے اور سر کی
بیماریون کو نافع ہے اور نقرس اور دردون کو مفید ہے اور تکسگی اور شکستگی اعضا کو اور چوٹ کو نافع ہے مثانہ کو مضر ہے اور
شہد سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور سورنجان اور عاقرقرحا اسکا بدل ہے ۵ ماشہ تک اسکی مقدار ہے) **مین
کہتا ہون** مغاث ایک درخت کی شاخین ہین کہ جنگلی انار کے مشابہ ہوتی ہین ہندوستان سے آتی
ہین **مؤلف کہتا ہے** ملح (یعنی نمک سانبھر اسکو ملح البقر کہتے ہین) تیسرے درجہ مین گرم اور دوسرے

درجہ مین خشک ہے جلا کرتا ہے اور ریاح کو تحلیل کرتا ہے اور خشکی لاتا ہے اور ریاح کو دفع کرتا ہے اور جیسے ہو
اخلاط کو پکا دیتا ہے اور جلا ہوا نمک دانتون کے میل کو صاف کرتا ہے اور اعتدال کے ساتھ نمک کا استعمال
زنگ کو نکھارتا ہے اور نمک آسانی کے ساتھ فضلون کو نکال دیتا ہے اور کھانے کو نیچے اتار دیتا ہے اور سودا
کے نکالنے پر دست آور دواؤن کو مدد دیتا ہے اور نمک ذرانی (یہ نمک سفید صاف شفاف بلور کی طرح ہوتا ہے
جسکو اندرانی کہتے ہین ۱۲
ذراۃ سے مشتق ہے جسکے معنی نہایت سفیدی کے ہین) خام بلغم کو قوت کے ساتھ دستون کی راہ نکالتا ہے
اور سودا کو بھی قوت کے ساتھ نکالتا ہے اور کڑوا نمک سودا کو دستون کی راہ نہایت قوت سے نکالتا ہے اور
کالا نمک بلغم اور سودا کو دستون کی راہ نکالتا ہے (نمک ذرانی یعنی اندرانی جسکو لاہوری نمک کہتے ہین تیسرے
درجہ مین گرم خشک ہے فہم اور ذہن کو قوی کرتا ہے اور لسدار بلغم کو دستون کی راہ نکالتا ہے اور تخمہ اور کھٹی ڈکار کو دور
کرتا ہے اور آنکھون کی بیماریون کی دواؤن مین شامل کیا جاتا ہے اور اسکا دھوان پیٹ کے اپھار کو دور کرتا ہے
اور نمک سیندھ جسکو عربی مین ملح الزجاج کہتے ہین ہاضم ہے اور تیز ہے اور جلا کرتا ہے اور اسکا سرمہ آنکھ کے
جالے اور ماندے اور تاریکی چشم کو مفید ہے اور ناخونہ کو بھی مفید ہے اور ملح ہندی یعنی نمک سیندھ مواد
سوداوی کو دستون کی راہ نکالتا ہے اور بلغم کو چھانٹتا ہے اور ریاح کو دفع کرتا ہے اور بھوک لاتا ہے اور
تخمہ کو دفع کرتا ہے اور کھٹی ڈکار اور نفخ کو نافع ہے اور اسکا دھوان ہمراہ سولف اور زیرہ کے پیٹ کے درد کو
دفع کرتا ہے اور ملح العجین یعنی کھاری نمک خون کو بڑھاتا ہے اور ریاح کو دفع کرتا ہے اور کھانا خوب ہضم
کرتا ہے اور بھوک لاتا ہے اور مسام کو کھولتا ہے اور ورم کو تحلیل کرتا ہے) **مین کہتا ہون** نمک تیسرے
درجہ مین گرم اور دوسرے درجہ مین خشک ہے مؤلف نے جو کچھ اسکے افعال لکھے ہین سب ظاہر ہین اور ذرانی
کے معنی صاف شفاف کے ہین جیسے بلور صحاح مین ہے ذرانی بذال معجمہ ہے اور اسکے بعد راء مہملہ ہے
جسکی حرکت اور سکون دونون جائز ہین اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ذرانی کا الف درحقیقت ہمزہ ہے جو ذرأۃ
مین موجود ہے اور ذرأۃ فُعلۃ بضم فاء و سکون عین کے وزن پر ہے اور ذراۃ کے معنی ہین سفیدی اور اسکی جگہ
اندرانی نہ کہنا چاہیے اور کڑوا نمک قریب کھلون کے ہوتا ہے مگر اُس سے زیادہ تلخ اور نرم ہوتا ہے اور کالا نمک
یعنی نفطی ہندوستان سے آتا ہے اسکے مزے اور بو مین نفطیت ہوتی ہے (نفط مشہور چیز ہے اسکو باروت مین
ڈالتے ہین اور بیان آیندہ آتا ہے اور خیال نہین ہے کہ نفط ایک دوا ہے جس چیز پر لگا دین آگ دینے لگتی ہے) **مؤلف کہتا**
ہے ملوخیا (خبازی جنگلی یہ ایک گھانس ہے مشابہ خطمی کے) پہلے درجہ مین سرد اور دوسرے درجہ مین

تر ہے جگر کے سدے کھولتی ہے (اور طبیعت کو نرم کرتی ہے اور مادہ کو معتدل القوام کرتی ہے اور اسکا جوشاندہ
ہمراہ شکر کے کھانسی اور تنگی آواز کو نافع ہے اور طحال کے درد اور ورم اور یرقان اور خشک کھجلی کو اور آنتون کے
زخم کو مفید ہے اور پیچش اور زخم مثانہ اور سوزش پیشاب کو نافع ہے اور اکثر جانورون کے زہرون کی مارک ہے
سرد مزاج والون کو اور معدہ کو مضر ہے ترشی سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور خطمی اسکا بدل ہے دو ماشہ سے
تین ماشہ تک مقدار شربت ہے) **مین کہتا ہون** ملوخیا جنگلی خبازی کی ایک قسم ہے اور عمدہ وہ ہے کہ سبز ہو اور
بڑی ہو جسکی شاخین سرخی مائل ہون اگر شکر کے ساتھ اسکا پانی تیس درہم پیا جائے تو جگر کے سدون کو کھولتا
ہے **مؤلف کہتا ہے مشمش** (یعنی خوبانی جسکو فارسی مین زردآلو اور شکربادام کہتے ہین ایک پھل ہے
برابر اور مشابہ آلوبخارا کے) دوسرے درجہ مین گرم تر ہے اسکی گٹھلی کا تیل دوسرے درجہ مین گرم خشک ہوتا ہے
بواسیر کو فائدہ کرتا ہے اور مشمش کا خلط عفونت کو جلد قبول کرلیتا ہے اور اسکا خیساندہ پیاس کو تسکین دیتا ہے
اور شفتالو سے بڑھکر یہ معدہ کو موافق ہوتی ہے اور خون کو جلد پیدا کر دیتی ہے (اور ہضم جلد ہوتی ہے اور
صفرا کو دستون کی راہ نکالدیتی ہے اور خون کو تسکین دیتی ہے اور مادہ کو معتدل القوام کرتی ہے اور طبیعت کو
اور سختیون کو نرم کرتی ہے اور سدہ کھولتی ہے اور صفراوی اور خونی بخارون کو نافع ہے اور اسکی گری بواسیر
کو نافع ہے اور اعضا کو قوت بخشتی ہے اور پیٹ کے کیڑے مارتی ہے) **مین کہتا ہون** خوبانی جو جلد
فاسد ہو جاتی ہے اسکی یہ وجہ ہے کہ اسمین ایک لطیف رطوبت ہوتی ہے جو اپنی لطافت کیوجہ سے بہت جلد
اثر کو قبول کرلیتی ہے اسی لیے اسکو کھانے کے بعد ہرگز نہ کھائے کیونکہ یہ فاسد اور خراب ہوکر فم معدہ
پر تیر آئیگی اور اس سے سارا کھانا برباد ہو جائیگا اور اسکے احکام قریب قریب خربزہ کے سے ہین اور ترش
خوبانی کا خیساندہ بخار سے نفع بخشتا ہے اور دست آور ہے **مؤلف کہتا ہے۔ موز** (یعنی کیلا
اسکو عربی مین طلح بھی کہتے ہین یہ ایک درخت کا پھل ہے لانبا بقدر ایک بالشت کے جسکے پتے بہت
بڑے اور لانبے ہوتے ہین گرمی اور تری مین معتدل اور کچا سرد ہوتا ہے) تھوڑی غذا پڑتا ہے اور
تلیین کرتا ہے (اور طبیعت کو نرم کرتا ہے) اور کثرت سے اسکا استعمال کرنا سدے پیدا کرتا ہے اور معدے
مین ثقل پیدا کرتا ہے اور مزاج کے اقتضا کے موافق صفرا یا بلغم پیدا کرتا ہے (یعنی اگر کھانے والے
کا مزاج صفراوی ہوگا تو صفرا پیدا کرے گا اور اگر بلغمی ہوگا تو بلغم پیدا کریگا) اور سینہ اور حلق کی سوزش کو
نفع بخشتا ہے اور منی کو بڑھاتا ہے اور گردے اور مثانہ کے موافق پڑتا ہے اور پیشاب جاری کرتا ہے

(اور دیر ہضم ہے اور بعد ہضم کے گاڑھا خون پیدا کرتا ہے اور بدن کو فربہ کرتا ہے اور فرحت لاتا ہے اور
سینہ کو نرم کرتا ہے اور گرم مزاج والون کی باہ کو حرکت دیتا ہے اور جلا کرتا ہے اور گردہ کی لاغری کو دفع
کرتا ہے اور خشک کھانسی اور حلق کی کھرکھراہٹ کو مفید ہے اور اسکی جڑ پیٹ کے کیڑے مارتی ہے اور
داء الکلب کو مفید ہے اور اسکے پتون کی راکھ حیض بند ہو جانے کو نافع ہے ریاح اور بلغم پیدا کرتا ہے نمک اور سونٹھ
اور شہد سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور شکر قند اسکا بدل ہے) **مین کہتا ہون** کیلا مشہور پھل ہے بصرہ
مین کثرت سے ہوتا ہے یہ پہلے درجہ مین گرم تر ہوتا ہے اور بعض طبیبون کے نزدیک پہلے درجہ مین سرد تر
ہے اور حق بات یہ ہے کہ نہایت شیرین کیلا گرم ہوتا ہے بعض طبیبون نے تو اسکو کثیر الغذاء لکھا ہے
اور بعض نے لکھا ہے کہ قلیل الغذاء ہے اور اس سے وہی خلط پیدا ہوتا ہے جو کھانے والے کے مزاج کے
موافق اور مناسب ہو اسلیے کہ کیلا اُسی خلط کی طرف مستحیل ہوتا ہے جو بدن مین موجود ہو **مؤلف کہتا
ہے ۔ ماش** (یعنی مونگ) چھلکے دار مونگ تو خشکی کی طرف مائل ہوتی ہے (اسلیے کہ چھلکے مین عفوصت
ہوتی ہے اور عفوصت ارضیت ہی سے ہوتی ہے اور ارضیت خشکی لاتی ہے) اور دھلی ہوئی خشکی اور تری
مین معتدل ہے اور اس سے جو خلط پیدا ہوتا ہے وہ محمود اور صالح ہوتا ہے اور باقلا کی طرح سے قعر معدہ مین
دیر مین نہین اترتا اور نہ اسمین باقلا کا سا نفخ ہوتا ہے اور نہ اُسکا سا جلا ہوتا ہے گو اسکا اور اُسکا جوہر قریب
ہی قریب ہے ہان اسمین تھوڑا سا نفخ ہوتا ہے اور اسکی اصلاح کا طریقہ یہ ہے کہ اسکے ساتھ تھوڑے سے
گڑھ کے بیج ڈالدیے جائین (تاکہ اسکی رطوبت جاتی رہے) اور رب انگور کے ساتھ اسکا لیپ اعضا کے
درد کو نفع بخشتا ہے اور اعضا کے کھل جانے اور ٹوٹ جانے کو بھی مفید ہے (اسلیے کہ اسمین قبض عفوصت
کے ساتھ ہوتا ہے) اور بعضے کہتے ہین کہ مونگ باہ کو مضر ہے (مونگ بیمارون کے لیے اچھی اور بہتر
غذا ہے اور کثیر الغذا بھی ہے اور صالح الکیموس ہے اور چھون کو قوت بخشتا ہے اور تیزی خون اور صفرا
کو تسکین دیتا ہے اور سرکے کے ہمراہ اسکا لیپ چہرہ کی جھائین کو صاف کرتا ہے اور درد سینہ اور چوٹ کو
نافع ہے مگر سرد مزاج والون کو مضر ہے ترشی سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور باقلا اسکا بدل ہے)
مین کہتا ہون مونگ مشہور چیز ہے عربی مین اسکو مج کہتے ہین اور یہ پہلے درجہ مین سرد ہے اور
رطوبت مین اور خشکی مین معتدل ہے بغیر دھلے ہوئے مونگ خشکی کی طرف مائل ہوتے ہین کیونکہ اسکے
چھلکے مین عفوصت ہوتی ہے اور اسکی برودت مسور سے کم ہوتی ہے اور مونگ مین ایک قسم کی نمیین

بھی ہے اور اسکے جرم مین حبس اور قبض ہوتا ہے خصوصًا جسوقت کہ اسکو سماق (ایک ترش میوہ ہی) یا انگور
کے پانی مین پکایا جائے اور یہ یعنی مونگ بہت ہلکی غذا ہے گرم مزاج والون اور بخار والون کے لیے نہایت
مناسب ہے کیونکہ اس سے ٹھنڈک پیدا ہوتی ہے اور بدن کو لطیف غذائیت حاصل ہوتی ہے اس حرف کی ردیف
مین بھی مولف نے کئی دوائین چھوڑ دی ہین (مگر چونکہ ہمنے پیشتر سے متروکہ دواؤن کا ذکر کرنا اپنے اوپر لازم کرلیا ہی
لہذا بقیہ ادویہ کو ذیل مین لکھتے ہین) مرداسنج (یعنے مرداسنگ) ایک سنگین چیز ہے کہ رانگے اور قلعی اور چاندی

مرداسنگ

سونے سے بنائی جاتی ہے برودت کی طرف مائل ہوتا ہے (اور بعض کے نزدیک دوسرے درجہ مین
گرم خشک ہے) قابض ہے اور خشکی لاتا ہے (اور جلا کرتا ہے اور گوشت کو کھا جاتا ہے اور ورم کو تحلیل کرتا ہے
اور دستون کو بند کرتا ہے اور جو دست قرحہ یا آنتون کی خراش کی وجہ سے آتے ہین اُنکو نافع ہے اور اسکا
لیپ اکثر دواؤن کی تیزی کو تسکین دیتا ہے اور خارش اور اکثر امراض جلد کی دواؤن مین مستعمل ہے اور ہمراہ
خشک مہندی اور کیلہ اور دھوئے ہوے کے سرکے دانون اور گنج کو نفع بخشتا ہے سم قاتل ہے اگر سات
ماشہ کھا لیا جائے اور اسکی اصلاح قے کرنے اور روغن بادام اور گھی سے ہوتی ہے اور اقلیمیا اسکا بدل ہے ایک
ماشہ تک اسکا استعمال ہوسکتا ہے) اور تعجب یہ ہے کہ سرکے کے ساتھ جلد کو سفید کرتا ہے اور چونے کے ساتھ
سیاہ کرتا ہے مُرّی (بضم میم وکسرہ راء مہملہ شدہ لغت عربی ہے مرارہ سے مشتق ہے کہتے ہین کہ اسکی

مری

اصل ساتھ دو میم کے تھی تخفیف کے لیے ایک میم کو دور کردیا اور کثرت استعمال سے ایک ہی میم برقرار پایا یہ ادویہ
قدیمہ سے اور کلدانیون کی اختراع سے ہے اور اسکا مادہ پودینہ ہے بہتر مری وہ ہے جو کہ جَو کے آٹے کو ساتھ
جنگلی پودینہ کے فصل گرما مین خمیر کرکے اور گردے بنا کر تنور مین پکاتے ہین اور ہموزن اُسکے پودینہ اور اُسیقدر
نمک اور چوتھائی اُسکی سونف ڈالدین اور سرد مزاج والون کے لیے یہ تدبیر ہے کہ تھوڑا تخم کرفس اور دارچینی
اور لونگ وغیرہ پانی مین خمیر کرکے بیس دن دھوپ مین رکھین اور ہر روز پھیرتے اور ہلاتے رہین اور اُسپر
پانی چھڑکین تو سیاہ ہوجائے اور سڑ جائے پس پانی مین گھول کر جو صاف ہو اُسکو شیشے مین رکھین اور کئی
دن دھوپ مین رکھین اور ہر روز پھیرا کرین اور اُسکے بعد استعمال کرین) گرم خشک ہے (یعنی تیسرے درجہ
مین اور بعض نے پہلے درجہ مین گرم اور دوسرے درجہ مین خشک بھی کہا ہے) غلیظ اخلاط کا جلا کرتی ہے
اور بلغم کو پاک کرتی ہے اور منھ کو خوشبودار کرتی ہے اور عورتون کی رطوبت معدہ کو نفع بخشتی ہے مسک
(یعنی مُشک) یہ ہرن کا نافہ ہے اُسمین دو سینگ کی طرح دو دانت اُٹھے ہوتے ہین (مشہور ہی کہ آہوے ختن

مسک

کی ناف مین خون جم جاتا ہے اور بحکم خدا اثر قوی اور خوشبو لاتا ہے) گرم خشک ہے (تیسرے درجہ مین گرم اور
دوسرے درجہ مین خشک) فرحت بخشتا ہے اور خفقان سے نفع بخشتا ہے (اور لطافت بخشتا ہے اور غلیظ یعنی
گاڑھے خلطون کو تحلیل کرتا ہے اور دل اور دماغ اور تمام اعضائے رئیسہ اور اصلی حرارت کو قوت دیتا ہے
اور باہ کو حرکت دیتا ہے اور سرعت انزال کو دفع کرتا ہے اور فالج اور لقوہ اور رعشہ اور نسیان کو مفید ہے گرم
مزاج والون کو مضر ہے اور درد سر لاتا ہے نیساوچن اور گلاب اور کافور سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور سانج ہندی
اور جندبیدستر اسکا بدل ہے مقدار خوراک دو ماشہ) **مقل** (ازرق یعنی گوگل جسکو فارسی مین بوے جہودان
کہتے ہین) ایک درخت کا جما ہوا گوند مشہور ہے یہ درخت عمان مین پیدا ہوتا ہے سرد خشک ہے (اور بعض نے
تیسرے درجہ مین گرم اور دوسرے مین خشک کہا ہے) قابض ہے (اور جلا کرتا ہے اور طبیعت کو نرم کرتا ہے
اور ریاح کو تحلیل کرتا ہے اور بواسیر کو نافع ہے اور لسدار خلطون کو نکالتا ہے اور کزاز اور گلے کے درد اور دمہ
اور تر کھانسی کو مفید ہے اور اسکی دھونی کپڑے مکوڑون کو بھگاتی ہے پھیپھڑے اور جگر کو مضر ہے اور کتیرا اور
زعفران اسکا مصلح ہے اور ایلوا اور مرکی اسکا بدل ہے قدر شربت ساڑھے تین ماشہ) **مومیائی** (یہ ایک معدنی
چیز ہے جسکی قوت اور طبیعت صنوبر کے گوند اور رال کی سی ہوتی ہے جبکہ یہ دونون ملا لیے جائین اور یہ گرم ہے
اور اسمین تلیین ہوتی ہے اور ورم اور ریاح کو تحلیل کرتی ہے اور بلغمی ورمون سے نفع بخشتی ہے **میعہ** (یعنے
سلارس جسکو میعۂ سائلہ بھی کہتے ہین ایک درخت کا گوند یا دودھ ہے جسکا درخت بالکل مشابہ بہی کے درخت کے
ہوتا ہے اسکو ملک شام مین عبہر کہتے ہین) گرم خشک ہے (گرم تیسرے درجہ مین اور خشک چوتھے درجہ مین)
تلیین کرتا ہے اور مادہ کو معتدل القوام کرتا ہے (اور ریاح کو تحلیل کرتا ہے اور اعضا کو قوت دیتا ہے اور
مادۂ بلغمی کو براہ دست نکالتا ہے اور کھانسی اور زکام اور درد سینہ اور پھیپھڑے کو اور درد گردہ اور کمر کو اور
جلندر کو نافع ہے اور مثانہ کی پتھری توڑتا ہے اور جوڑون کے درد اور گٹھیا کو مفید ہے) مؤلف کہتا ہے

یہان سے اُن ادویہ کا بیان ہے جنکے شروع مین حرف نون ہے

نرجس (یعنے نرگس یہ ایک گھانس ہے جسکی پتی گندنے کی پتی کے مشابہ ہوتی ہے مگر اسکی پتی
زیادہ پتلی اور چھوٹی ہوتی ہے اسکا تنہ سبز اور کھوکھلا ہوتا ہے اور اُسپر پتی نہین ہوتی اور لمبان اسکی بالشت
بھر سے زیادہ ہوتی ہے اور اُسپر سفید پھول کھلتے ہین جسکے بیچ مین ایک چیز زرد رنگ کی ہوتی ہے اور اسکی
ایک قسم اور بھی ہے جسکے پھول کا رنگ نفشئی ہوتا ہے) اسکی جڑ (جو ایک چھوٹی سی پیاز ہوتی ہے) **قے مسہلہ سے**

جذب کرتی ہے اور جلا دیتی ہے اور خشکی لاتا ہے اور دھوتی ہے اور اسکا تیل چنبیلی کے تیل کی طرح ہوتا ہے
مگر اُس سے اثر مین ضعیف ہوتا ہے اور یہی تیل چھائین اور چھیپ کو دور کرتا ہے اور اسکی جڑ بال خورہ
کو مفید پڑتی ہے اور نرگس کا پھول دماغ کے سدون کو کھولتا ہے اور مرگی کو مفید ہے اور گرم مزاجون کے سر ون
مین درد سر پیدا کرتا ہے اور اسکی جڑ ڈکو ہیجان مین لاتی ہے (اسکا پھول جلا کرتا ہے اور رطوبت کو بدن کے اندر سے
کھینچتا اور جذب کرتا ہے اور اُسکا سونگھنا زکام اور نزلہ کو نافع ہے اور دماغ کے سدے اسلیے کھولتا ہے کہ
یہ قوی محلل ہے اور بعض اطبا کا یہ قول ہے کہ اگر اسکو ہمیشہ سونگھا کرے اُسکو جاڑون مین بھی نزلہ اور زکام نہوا اور
اسکی جڑ یعنی پیاز نرگسی معدہ اور رحم کو فضل اور خراب رطوبت سے پاک کرتی ہے اور پیٹ کے کیڑے مار نکالتی ہے
اور معدون کو تسکین دیتی ہے اور باہ زیادہ کرتی ہے گرم مزاجون کو مضر ہے اور نیلوفر اور کافور سے اسکی اصلاح ہوتی
ہے اور گل سیوتی اور گل خیرو اسکا بدل ہے) مین کہتا ہون نرگس کو عبہر بھی کہتے ہین اور جڑ سے نرگسی پیاز
مراد ہے چنانچہ منہاج مین اسی طرح لکھا ہے اور نرگس گرمی اور خشکی مین معتدل ہے اور بعض طبیبون نے دوسرے

نیل

درجہ مین گرم خشک لکھا ہے اور بعض نے تیسرے درجہ مین گرم خشک لکھا ہے مؤلف کہتا ہے نیل
(ایک مشہور گھانس ہے جسکے بستہ عصارہ کا بھی نام نیل ہے اور مطلق سے وہی مراد ہے) پہلے درجہ مین گرم
اور دوسرے درجہ مین خشک ہے قابض ہے اور خون کے بہنے کو فائدہ کرتا ہے اور اپنی محللہ حرارت سے چھائین
اور سیاہ داغ کو دور کرتا ہے اور تازہ زخمون کو بھر لاتا ہے اور اسکی پتی یعنی وسمہ عمدہ خضاب ہے ذیل طحال کے
درد کو دفع کرتا ہے اور خشکی لاتا ہے اور سرخ بادہ اور جلندر کو مفید ہے اور بالون کو قوی اور سیاہ کرتا ہے اور برص
کو اسکا لیپ مفید ہے نسیان پیدا کرتا ہے اور تلی کو بڑھاتا ہے رب السوس سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور
سُرخ صندل اور گوگل اسکا بدل ہے ۲ ماشہ اسکی مقدار استعمال ہے) مین کہتا ہون نیل ایک گھانس ہے
اسکی دو قسمین ہین بستانی اور جنگلی اسکے بستہ عصارہ کو نیلج کہتے ہین مؤلف کہتا ہے - نسرین (یعنی

نسرین

سیوتی ایک مشہور پھول ہے) دوسرے درجہ مین گرم خشک ہے اسکے سب افعال و خواص چنبیلی کے سے ہین اسکا
تیل بھی چنبیلی کے تیل کی طرح ہے سیوتی کا پھول پیٹ کے کیڑون کو مارتا ہے اور کانون کے بجنے کو نفع
بخشتا ہے اور دانتون کے درد اور حلق اور دونون غدودون کے ورم کو مفید ہے اور دونون نتھنون کے
سدون کو کھولتا ہے (اور لطافت بخشتا ہے اور ریاح اور ورم کو تحلیل کرتا ہے اور سینہ کو پاک کرتا ہے اور
دل اور جگر کو قوت بخشتا ہے اور سر کو گرم کر دیتا ہے اور حیض کو جاری کرتا ہے اور بلغم اور سودا کو براہ دست

نکالتا ہے اور اسکا سونگھنا اعضاے رئیسہ کو قوت بخشتا ہے مگر دماغ کو کچھ ضرر کرتا ہے کافور سے اُسکی اصلاح ہوتی ہے اور پنجنبلی اسکا بدل ہے قدر استعمال ۲ ماشہ سے ۵ ماشہ تک ہے) **مین کہتا ہون** اسکی شرح کی کوئی ضرورت نہین (بیشک) **مؤلف کہتا ہے** ۔ نمام (ایک گھانس ہے قبیل تلسی سے مشابہ تلی کے

نمام

نفیسی مین ہے کہ اسکی دو قسمین ہوتی ہین ایک تو بستانی جسکی خوشبو مین کچھ مرزنجوش یعنی دونے مروے کی خوشبو آتی ہے اور اسکی پتی اور شاخین ہزارپا کی پتی اور شاخون کے مشابہ ہوتی ہین اور یونانی زبان مین اسکا نام وبیب سے مشتق ہے اسلیے کہ اسکی یہ حالت ہے کہ جب زمین سے ملتی ہے تو اُسکے نیچے نیچے چلی جاتی ہے اور وہان سے اُسکی بہت سی جڑین پیدا ہوتی ہین دوسری قسم غیر بستانی جسکی شاخین بہت پتلی پتلی ہوتی ہین اور تمام شاخین پتیون سے بھری ہوتی ہین اسکے پھول چرپرے اور مزے دار ہوتے ہین اور خوشبو اسکی پاکیزہ ہوتی ہے اور پتھریلی زمین مین اُگتی ہے اور یہ قوت اور گرمی مین بستانی سے زیادہ ہوتی ہے) تیسرے درجہ مین گرم اور پہلے درجہ مین خشک ہوتی ہے (اور اپنی حدت سے) جوؤن کو مار ڈالتی ہے اور سر دردون کو فائدہ بخشتی ہے اور لیسرغس کو بھی نفع دیتی ہے اور شراب کے ساتھ ہچکیون کو روکدیتی ہے اور جگر کے سرد ورمون کو نفع بخشتی ہے (اور ریاح کو تحلیل کرتی ہے اور پیٹ کے کیڑے مارتی ہے اور پیشاب لاتی ہے اور لطافت بخشتی ہے اور دل کو قوت دیتی ہے اور مردے بچے کو مشیمہ سے نکالتی ہے اور قی اور ہستلی کو تسکین دیتی ہے اور ورم اور جگر و طحال کو اور درد سینہ کو نافع ہے اور بھڑ اور بچھو کے کاٹے کے لیے مجرب ہے ہمراہ سرکے کے اور گردہ اور مثانہ کی پتھری توڑتی ہے اور مروڑ کو مفید ہے مگر گردہ کو مضر ہے بنفشہ سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور پودینہ اسکا بدل ہے ۴ ماشہ مقدار ہے) **مین کہتا ہون** نمام کو فارسی مین سیسنبر کہتے ہین اور اسکو نمام اسلیے کہتے ہین کہ اسکی خوشبو ایسی تیز ہوتی ہے کہ یہ کسی شخص کے پاس ہو معاً پتہ لگ جائیگا کہ اس شخص کے پاس نمام ہے (اور نمام کے معنی چغلخور کے ہین چغلخور کا بھی یہی کام ہے)

نیلوفر

مؤلف کہتا ہے ۔ نیلوفر (ایک پانی کی گھانس کا مشہور پھول ہے ہماری زبان مین اُسکو کوکابیلی کہتے ہین) دوسرے درجہ مین سرد تر ہے نیند لاتا ہے اور گرم صفراوی دردسر کو تسکین دیتا ہے لیکن دماغ کو ضعیف کرتا ہے اور احتلام کو کم کردیتا ہے (یعنی اسکے استعمال سے خواب کم ہوتا ہے) اور باہ کی تیزی کو توڑ دیتا ہے (یعنی قوت باہ ضعیف ہوجاتی ہے) اور بالخاصہ منی کو جما دیتا ہے اور اسکا شربت گرمی کے بجھانے مین بہت شدید ہوتا ہے اسی لیے صفرا کی طرف مستحیل نہین ہوتا اور لطافت بخشتا ہے اور کھانسی اور سینہ کی خشکی

اور کھرکھراہٹ کو نافع ہے اور دل کو قوت بخشتا ہے اور حرارت کو تسکین دیتا ہے اور گرم اور تیز نزلہ کو مفید ہے
اور اسکے پھول کا سونگھنا دل کو فرحت دیتا ہے اور نیند لاتا ہے اور اسکی جڑ گرم خشک ہے اور دستون اور آنتون
کے زخم کو مفید ہے مثانہ اور باہ کو مضر پڑتا ہے اور مصری اور شہد سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور خطمی اسکا بدل
ہے **مین کہتا ہون** نیلوفر مشہور پھول ہے اور ہندی نیلوفر کی جڑ بھینا بھمنی کی طرح ہوتی ہے اور اسکی جڑ
مین ایک قسم کی رطوبت ہوتی ہے جسمین تخدیر ہوتی ہے کہ ارواح مین ایک قسم کی سستی اور بیکاری پیدا کر دیتی
ہے یہی وجہ ہے کہ نیند لاتی ہے اور دماغ کو ضعیف کرتی ہے اور گرم دردسر کو تسکین دیتی ہے اگر ایک درہم نیلوفر
کو شربت خشخاش کے ساتھ پیا جائے تو احتلام کو کم کر دے اور قوت باہ کو توڑ دے خصوصاً اسکی جڑ اس بابت
بہت کارآمد ہے **مؤلف کہتا ہے۔ نعناع** (یعنی نہری پودینہ) گرم خشک ہے اور اسمین ایک فضلیہ
رطوبت ہوتی ہے (خصوصاً بستانی مین کہ وہ پانی سے بہت سینچا جاتا ہے) اور اسکا جوہر تمام گھانسون سے
بڑھکر لطیف ہوتا ہے معدہ کو قوی کرتا ہے اور گرم کرتا ہے اور ہچکی کو روکتا ہے اور ہاضم ہوتا ہے اور بلغم اور
خون کی قے کو روکتا ہے اور قوت باہ پر مدد دیتا ہے اور اگر اسکی گڈی دودھ مین ڈالدی جائے تو دودھ کو
نہین جمنے دیتی **مین کہتا ہون** نہری پودینہ دوسرے درجہ مین گرم اور پہلے درجہ مین خشک ہوتا
ہے اور اسمین ایک فضلیہ رطوبت ہوتی ہے جس سے یہ باہ کو حرکت دیتا ہے اور تھوڑا نفخ پیدا کرتا ہے
اور اسمین ایک قبض کی قوت ہوتی ہے جس سے یہ معدۂ بارد اور جگر بارد کو قوی کرتا ہے اور ہضم پر مدد دیتا
ہے اور بھوک لگاتا ہے اور ہیضہ کو دفع کرتا ہے اور پیٹ کے کیڑون کو مارتا ہے اور گھانس کی ایک شاخ
کو طاقہ کہتے ہین اور جب کئی طاقون کو ملا لیا جائے تو اسکو باقہ کہتے ہین اور فارسی مین دستہ کہتے
ہین (چند پھولون کی شاخین جب جمع کر لیجاتی ہین تو اسکو اسی مناسبت سے گلدستہ کہتے ہین یعنی پھولونکا
دستہ) **مؤلف کہتا ہے۔ نخالہ** (یعنی گیہون کی بھوسی) پہلے درجہ مین گرم خشک ہے نہایت جلا
کرتی ہے اور سینہ اور پیٹ کو نرم کرتی ہے اور اسکا حریرہ شکر اور بادام کے ساتھ حلق اور کھانسی کے لیے مفید
ہوتا ہے اور اگر شراب کے ساتھ اسکا لیپ کیا جائے تو سینہ کے ورم کو نفع بخشتی ہے داد بلغمون کو بھی
تحلیل کرتی ہے اور مادہ سے پاک کرتی ہے اور سینہ کے کھرکھرانے کو اور دھانس اور غلیظ ریاح اور نفخ
کو مفید ہے اور اسکی سینک نمک کے ہمراہ مسام کھولتی ہے اور ریاح کو تحلیل کرتی ہے جگر کو مضر ہے اور نشاستہ
اسکا مصلح ہے اور جو کا آٹا اسکا بدل ہے **مین کہتا ہون** یہ سب شرح سے مستغنی ہے بالکل کھلی ہوئی باتین ہین۔

نہری پودینہ

گیہون کی بھوسی

مؤلف کہتا ہے ۔ **نشا** (یعنی نشاستہ گیہون کا مشہور ست ہے) پہلے درجہ مین سرد خشک ہے پیٹ کو نرم کرتا ہے اور آنتون مین چپک کے سدے پیدا کرتا ہے اور زعفران کے ہمراہ چہرے کی چھائین کو کھوتا ہے (کیونکہ زعفران کے ساتھ اس مین جلا پیدا ہو جاتی ہے) اور اسکا حریرہ سینہ کی طرف نزلہ کے اُترنے کا مانع ہوتا ہے اور سینے کو نرم کرتا ہے اور آنکھ کی طرف مواد کو نہین گرنے دیتا اور آنکھ کے زخمون کو بھر لاتا ہے (اور مواد کو پختہ کرتا ہے اور قابض ہے اور رطوبت کو خشک کرتا ہے اور خون بہنے کو روکتا اور بند کرتا ہے اور حلق اور سینہ کی کھڑکھڑاہٹ کو دفع کرتا ہے اور گرمی کی کھانسی اور درد سینہ اور سل کو مفید ہے سدہ لاتا ہے اور منی کو کم کرتا ہے شیرینی اور لونگ سے اسکی اصلاح ہو جاتی ہے اور دھوئے اور بھگوے ہوے چانول اسکے بدل ہین) **مین کہتا ہون** نشا نشاستہ کو کہتے ہین نشاستہ فارسی ہے اسکو عربی بنا کر نشا سیتج کہا گیا اور بنظر تخفیف آخر کو حذف کر دیا (یا یہ کہ کثرت استعمال سے آخر اُسکا حذف ہو گیا) جیسے منازل کو تخفیف منا کہا جاتا ہے اور عمدہ نشاستہ وہ ہے جو نہایت سفید ہو اگر اسکو تین حصہ پانی ڈال کر زعفران کے ہمراہ پکایا جائے تو چہرے کی جھائین کو دور کرتا ہے اور اسمین ایک قسم کی چپک ہوتی ہے اور شکر اور روغن بادام سے اُسکی اصلاح ہوتی ہے اور یہ دیر ہضم ہے سدے پیدا کرتا ہے اور اصلاح کے بعد سدے نہین پیدا کرتا اور اسکے بنانے کا طریقہ مشہور ہے (گیہون کو ایک مدت تک پانی مین بھگویا جاتا ہے جب خوب پھول جاتے ہین تو اُنکو سکھا کر پیس لیا جاتا ہے نہایت سفید ہوتا ہے) **مؤلف کہتا ہے** ۔ **نبق** (یعنی بیر مشہور پھل ہے اسکا درخت خاردار ہوتا ہے) قوت مین زعرور کے قریب قریب ہوتا ہے (یعنی جسطرح زعرور پہلے درجہ کے درمیان مین سرد خشک ہوتا ہے اور طبیعت کو بستہ کرتا ہے اور معدی اسہال کو مفید پڑتا ہے اور خون بہنے کو روکتا ہے اسی طرح بیر بھی ہے مخزن مین ہے کہ بیر قلیل الغذا صالح الکیموس ہے اور ردی گرمی کو بجھاتا ہے اور ترش بیر دماغ پر ابخرے نہین چڑھنے دیتا اور صفرا اور پیاس کو دفع کرتا ہے اور اسکا پانی جگہ کا سدہ کھولتا ہے اور آنتون اور معدے کے کیڑے مارتا ہے اور اسکی لکڑی کا برادہ خون بہنے کو بند کرتا ہے اور آنتون کے زخم اور دستون کو نافع ہے اور اسکے پتون کا لیپ گرم ورم کو پکاتا ہے اور پتون کے جوشاندہ کا پاشویہ دماغ پر ابخرات نہین چڑھنے دیتا مگر سرد مزاج والے کو اور دماغ اور معدہ کو مضر ہے سکنجبین اور گلقند سے اسکی اصلاح ہو جاتی ہے اور سیب اور زعرور اسکا بدل ہے) **مین کہتا ہون** بیر ایک مشہور پھل ہے یہ سرد ہوتا ہے مگر

شیرین مین برودت کم ہوتی ہے اور ترشی مائل بہ زیادہ سرد ہوتا ہے بلغم کو پیدا کرتا ہے اور اسکی اصلاح سکنجبین سے ہوتی ہے اور اسکے احکام زعرور کے ایسے ہین (یعنی زعرور اسکا بدل ہے زعرور کا بیان زائے معجمہ مین گذر چکا ہے اگر تکلیف نہو تو ذرا دیکھ لیجیے) مؤلف سے نون کی ردیف مین بھی کئی دوائین چھوٹ گئی ہین جو تفصیل ذیل لکھی جاتی ہین **نارجیل** (یعنی ناریل اور کھوپرہ) گرم خشک ہے (پہلے درجہ مین) باہ لاتا ہے (اور منی کو گاڑھا کرتا ہے اور خون صالح پیدا کرتا ہے اور سینہ کو نرم کرتا ہے اور کثیر الغذا ہے اور بدن کو فربہ کرتا ہے اور گردہ کو بھی فربہ کرتا ہے اور قوت دیتا ہے اور حرارت اصلی کو قوت دیتا ہے اور فالج اور جنون اور اعضا کے اینٹھنے کو اور مالیخولیا کو مفید ہے اور ضعف جگر کو دفع کرتا ہے اور ہمراہ مصری کے روز نہار منھ ایک تولہ کھانا بینائی کو قوت دیتا ہے اور آشوب چشم کو بالخاصہ فائدہ بخشتا ہے اور اسکا تیل بدن کو نرم کرتا اور بالون کو بڑھاتا ہے اور درد سر کو نافع ہے اور فربہی لاتا ہے اور اسکے سر مین ڈالنے سے اعضاء دماغی کی صحت قائم رہتی ہے مگر سدہ لاتا ہے اور دیر ہضم ہے شکر اور مصری اور ترش میوے سے اسکی اصلاح ہوجاتی ہے اور پستہ اور بادام اور چلغوزہ اسکا بدل ہے) **نارنج** (یعنی نارنگی) یہ مثل ترنج کے ہوتی ہے لیکن ترنج سے زیادہ لطیف ہوتی ہے (دوسرے درجہ مین سرد تر ہے تیزی صفرا اور خون اور پیاس کو تسکین دیتی ہے اور فرحت دیتی ہے اور معدہ کو قوت دیتی ہے اگر گرم معدہ ہو اور قی اور متلی اور اُبکائی کو دفع کرتی ہے اور غذاے چرب اور حلواجات کی اصلاح کرتی ہے اور اسکے چھلکے سوکھے ہوسے کا اُبٹن چہرہ کی سیاہی اور چھائین کو اور مہاسہ کو دفع کرتا ہے پٹھون اور سینہ کو مضر پڑتی ہے نمک اور قند سے اسکی اصلاح ہوجاتی ہے) **ناردین** سنبل رومی کو کہتے ہین اسکی پتی کسنبہ کی ایسی پتی ہوتی ہے گرم خشک ہے پیشاب جاری کرتی ہے (اسکا پینا فالج اور لقوہ اور یرقان کے لیے مفید ہے اور معدے پر مواد کو گرنے سے روکتی ہے اور حیض جاری کرتی ہے اور رحم کے ورم کو تحلیل کرتی ہے اور اسکا سرمہ پلکون کے بالون کو جماتا ہے خواہ اکیلا ہو خواہ اور کسی مناسب سرمہ کے ساتھ ہو اور اسکے جوشاندے کا تنڑیڑا بھی درد گردہ اور امراض رحم کے لیے نافع ہے پھیپھڑے کو ضرر کرتی ہے کتیرے اور شہد سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور سنبل ہندی اسکا بدل ہے مقدار شربت ایک درہم) **نطرون** (یعنے جوا کھار) یہ وہی ہے جسکو بورہ ارمنی کہتے ہین (ایک قسم کا نمک ہے) گرم خشک ہے (دوسرے درجہ مین) اخلاط کو رقیق کرتی ہے اور دست آور ہے (اور ورمون کو اور ریاح و بلغم کو تحلیل کرتی ہے اور قولنج کو نافع ہے اور

مناسب دواؤن کے ہمراہ بلغمی کھانسی کو مفید ہے اور سدہ کھولتی ہے اور ہاضم ہے اور مثانہ کی پتھری کو
دفع کرتی ہے ذکو حرکت دیتی ہے اور نبسلوچن اور صمغ عربی سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور تلخ نمک اسکا بدل
ہے ۴ ماشہ اسکی مقدار ہے) **نفط** معدنی چیز ہے مشہور (بعض زمینون سے مثل زفت اور قیر کے ایک لطیف
رطوبت نکلتی ہے نہایت لطیف کہ اگر اسکی حفاظت نہ کی جائے تو ہوا ہو جائے رنگ اسکا سفید و سیاہ ہوتا ہے
اور مزے مین قدرے تلخ اور بودار ہوتی ہے) چوتھے درجہ مین گرم خشک ہے ریاح کو خوب تحلیل کرتی ہے (اور
مسام اور سدے کھولتی ہے اور جلد نافذ ہوتی ہے اور باہ زیادہ کرتی ہے اور پیٹ کے کیڑے مار نکالتی ہے
اور اسمین لتہ تر کیا ہوا رکھنا حیض کو جاری کرتا ہے اور سرد بیماریون کو مفید ہے اور اسکا کان مین ڈالنا بہرے پن
کو اور ریاح کو مفید ہے اور اسکا سرمہ نزول اور جالے کو نافع ہے قریب کشم ہوتی ہے جگر اور پھیپھڑے اور
گردہ کو مضر ہے لعاب اسپغول اور کتیرے سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور جاؤشیر اسکا بدل ہے قدر شربت
دو ماشہ تک) **مؤلف کہتا ہے**

یہان سے اُن ادویہ کا بیان ہے جنکے شروع مین سین مہملہ واقع ہے

سدر　**سدر** (یعنی بیری یہ بیرون کا درخت ہے ایک قسم تو اسکی جنگلی ہوتی ہے اور دوسری بستانی جنگلی کا بیر چھوٹا
ہوتا ہے اور اُسکو جھڑبیری کہتے ہین) بدن پر جو بھوسی اُڑنے لگتی ہے اگر اسکی پتی سے اسکو دھویا جائے تو
یہ مرض جاتا رہتا ہے اور اسکی دھونی شدت سے قبض کرتی ہے **مین کہتا ہون** بیری کے درخت کی پتی کو
سدر کہتے ہین اسکی دو قسمین ہین جنگلی اور بستانی یہ سرد خشک ہوتی ہے اور قابض ہے اور خشکی لاتی ہے اور اگر
اسکو پانی مین پکا کر پی لیا جائے یا عمل لیا جائے تو پیٹ کو چلاتی ہے **مؤلف کہتا ہے** **سورنجان**
سورنجان　(یعنی بربری یہ ایک جڑ ہے مشابہ صحرائی لہسن کے مشہور اسکی دو قسمین ہین شیرین اور تلخ) دوسرے درجہ مین
گرم خشک ہے اور اسمین ایک فضلیہ رطوبت ہوتی ہے جس سے یہ باہ کو بڑھاتی ہے اور یہ جوڑون کے لیے تریاق ہے
اور اسکا لیپ درد نقرس کو معاً تسکین دیتا ہے اور قبض کرتی ہے اور جس عضو رنسے مادہ نکل چکا ہے اُسکی طرف
فضلون کو نہین گرنے دیتی (یعنے مادہ دوبارہ اُسپر نہین گرنے پاتا) میٹھی سورنجان اندرون بدن سے ہر قسم کے
بلغم کو براہ دست نکالتی ہے اور سدے کھولتی ہے اور لس دار رطوبت کو بدن کے اندر سے کھینچ لاتی ہے اور
باہ کو قوت دیتی ہے اور عرق النسا اور نقرس اور گٹھیا کو نافع ہے اور تلخ سورنجان ورمون کو تحلیل کرتی ہے
اور مادہ کو پختہ اور معتدل القوام کرتی ہے اور جلا کرتی ہے اور روغن گل کے ساتھ اسکی مالش جوڑون کے درد

نفط

درد نقرس کا علاج

اور گٹھیا کو مفید ہے اور ہمراہ گائے کے گھی کے اسکا لتہ تر کیا ہوا دھرنا بواسیر کے مسون کو گرا دیتا ہے الا اسکا
کھانا کسی طرح جائز نہین ہے اور مصطگی کے ہمراہ پٹھون کو مضبوط کرتی ہے معدہ اور جگر کو مضر پڑتی ہے اور
کتیرے اور زعفران سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور تربد اور سونٹھ اور قسط تلخ اسکا بدل ہے) **مین کہتا ہون** سورنجان
ایک گھانس کی جڑ ہے اسکا پھول سفید اور زرد ہوتا ہے اور اُسوقت کھلتا ہے جب شروع بہار مین پہاڑون کا
چوٹیون اور میدانون مین اول اول شگوفہ کھلنے لگتے ہین اسکے پھول کو فارسی مین شنبلید کہتے ہین اور اسکی
پتی زمین سے لگی ہوتی ہے اور یہ جڑ سفید بھی ہوتی ہے اور سرخ بھی اور سیاہ بھی مگر مستعمل وہی جڑ ہے جو سفید
ہوتی ہے کیونکہ سرخ اور سیاہ خراب ہے اور اسکو لعبت بربری سے مغشوش کرکے فروخت کرتے ہین (لعبت
بربری ایک جڑ ہے مشابہ سورنجان کے مگر اُس سے پتلی مزہ اُسکا تلخ اور تیز مصر مین تریاقی مشہور ہے نواح
افریقیہ سے لاتے ہین) سورنجان کا بدل گٹھیا کے مرض مین اُسی قدر منہدی کی پتی ہے اور سورنجان معدہ
کیلیے ردی ہوتی ہے اور آدھے مثقال تک مقدار استعمال ہے اور یہ گرم خشک ہوتی ہے ورنہ دست نہ لاتی اور
بعض اطبا اسکو بارد کہتے ہین کیونکہ اگر گرم ہوتی تو اسمین یہ ہوتا کہ آنتون مین خراش پیدا کرتی حالانکہ درحقیقت
ایسا نہین ہے اور یہ دست آور ہے گو کہ اسمین قوت قابضہ بھی ہوتی ہے شیخ نے لکھا ہے کہ اسی وجہ سے گٹھیا
کو مفید پڑتی ہے اسلیے کہ اسمین جو دست لانے والی قوت ہے وہ تو جھپٹ کر مادہ کو جذب کرتی ہے اور
اسکے بعد معًا قوت قابضہ کا عمل ہوتا ہے اسوجہ سے مادہ کا مجرے تنگ ہو جاتا ہے اور مادہ اُس مجرے
کی طرف نہین لوٹ سکتا اور نہ کوئی دوسرا مادہ اسکی جگہ آسکتا ہے اور میرا یہ گمان ہے کہ یہ وجہ تو اسکی مقتضی ہے
کہ سورنجان معتدل ہو (نہ حارنہ بارد) اور اسی لیے گرم کہنے والون اور سرد کہنے والون کی دونون دلیلین باہم
متعارض ہین (اور ہر دلیل بجائے خود صحیح ہے) **مؤلف کہتا ہے سقمونیا** (یعنی محمودہ ایک گھانس کا
جما ہوا دودھ ہے قدرے سیاہ رنگ) تیسرے درجہ مین گرم خشک ہے اور معدہ اور جگر کا دشمن ہے اور دل اور
آنتون کو مضر ہوتی ہے اور کرب اور متلی پیدا کرتی ہے اور بھوک کو ساقط کرتی ہے اور پیاس لگاتی ہے اور بہت قوت کے ساتھ
صفرا کا اسہال کرتی ہے اور اسکی مقدار شربت زیادہ سے زیادہ گیارہ قیراط ہے (ایک قیراط کی مقدار چار جو ہے تو گیارہ
قیراط کی مقدار نصف درہم ہوگی) اور اسکی اصلاح اسطرح ہوتی ہے کہ اسکو بہی یا سیب مین بھون لیا جائے اور
رب السوس اور کتیرے سے خلط کر لیا جائے اور بہی اور سیب جنمین سقمونیا کو بھونا گیا ہے وہ بھی دست آور ہوتے ہین مگر انمین
سقمونیا کی سی مضرت نہین ہوتی (غرضکہ اسکا استعمال بغیر بہی یا سیب مین بھلائے جائز نہین ہے) **مین کہتا ہون سقمونیا دو ہیں**

جسکو محمودہ کہتے ہین اور یہ ایک گھانس کا دودھ ہے جسکی شکل عشق پیچہ کی ایسی ہوتی ہے اسکی جڑ کے گرداگرد ایک گڑھا کھود کر جڑ کو چھری سے گود دیتے ہین اور جسجگہ چرکا دیا ہے وہان ایک کپڑا لگا دیتے ہین تو اُس سے دودھ بہکر آتا ہے اور کپڑے مین جم جاتا ہے عمدہ وہ ہے جو شام کے ملک انطاکیہ اور عینتاب سے لایا جاتا ہے اور نیز عمدہ کی یہ بھی پہچان ہے کہ جلد ٹوٹ جائے اور آسمانی مائل بزردی ہو اور پانی مین ڈالدیا جائے تو پانی بالکل دودھ ہو جائے اور اسکی قوت تیس برس تک باقی رہتی ہے اور شہر موصل سے جو لایا جاتا ہے وہ رنگت مین سیاہ ہوتا ہے مگر وہ نہایت بُرا ہے اُسکا استعمال کسی حالت مین جائز نہین ہے کیونکہ اس سے پیچش اور آنتون مین خراش پیدا ہوتا ہے اور جو شخص اُسکا استعمال کرنا چاہے اُسکو چاہیے کہ بہی یا سیب مین اُسے بھلبھلا لے جیساکہ مؤلف نے لکھا ہے اور اسکی مقدار استعمال ایک قیراط سے لیکر دو دانگ تک ہے اسمین ہر ایک شہر اور مزاج کے موافق کم و بیش کرنا چاہیے اور اگر دوست آور دواؤن کے ساتھ اُسکا استعمال کیا جائے تو ایک قیراط سے ایک دانق تک استعمال کرے منہاج مین اسکی مقدار استعمال صرف اسی قدر لکھی ہے اور مؤلف نے جو مقدار متن مین لکھی ہے وہ زیادہ ہے کیونکہ یہ مقدار تو قریب قریب تین دانق تک پہونچتی ہے مگر شاید مؤلف نے یہ مقدار اُن سرد مزاجون کے لیئے لکھی ہو جنکا مزاج نہایت سرد ہو منہاج مین یہ بھی لکھا ہے کہ اسکی دو درہم مقدار قاتل ہے اور اسکی اصلاح کتیرے اور نشاستہ اور انیسون سے ہوتی ہے اگر مناسب مقدار سے زیادہ محمودہ کا استعمال کر لیا جائے تو پھر دہی اور رب بہی اور رُبِ سماق اور ریباس اور بیر کے ستوؤن سے اسکا علاج کیا جائے **مؤلف کہتا ہے** ۔ سُماق (یعنی ترک اور تماتیر یہ ایک درخت کا پھل ہے بقدر دانہ غلہ مسور کے ہوتا ہے) دوسرے درجہ مین سرد اور تیسرے درجہ مین خشک ہوتا ہے اور بہت قوت کے ساتھ قبض کرتا ہے اور سدے ڈالتا ہے اور پیٹ کو بستہ کرتا ہے اور خون بہنے کو منع کرتا ہے اور صفرا کو احشا کی طرف کھینچتا ہے اور ناخنون کے ورم کو نفع بخشتا ہے اور ورمون کو بڑھنے سے روکتا ہے اور بُرے قرحون کو بدن مین دوڑنے سے منع کرتا ہے اور دانتون کے درد اور خوردگی کو تسکین دیتا ہے اور پیاس کو تسکین دیتا ہے اور معدے کی دباغت کرتا ہے یعنی اُسکے دانت کھر کھرے کر دیتا ہے اور بھوک لگاتا ہے اور تلی کو تسکین دیتا ہے اور خون حیض کو بند کر دیتا ہے اور بالون کو سیاہ کرتا ہے اور بہت پیشاب آنے کو روکتا ہے اور اعضاے شکمی کو قوت بخشتا ہے اور ذرب یعنی اُن دستون کو کہ معدے مین کھانا جاتے ہی نکل جائے دفع کرتا ہے سرد معدہ اور سرد جگر کو مضر ہے اور مصطگی اور انیسون سے

اسکی اصلاح ہوتی ہے اور مصرکہ اور زرشک اور اقاقیا اسکا بدل ہے اور ۵ ماشہ سے ایک تولہ تک اسکی مقدار
استعمال ہے) مین کہتا ہون یعقل البطن کے یہ معنی ہین کہ قبض کرتا ہے لیکن قابض کی جگہ عاقل اُسی جگہ
بولتے ہین جبکہ اُسکا تعلق غذا کے کسی آلہ سے ہو (مثلاً جیسے یہان پر لفظ البطن ہے) جو شخص چاہے کہ سماق
زیادہ قبض نہ کرے تو اُسکو چاہیے کہ اُسکے ساتھ چقندر کو پکائے اور جو یہ چاہے کہ قبض کرے تو اُسکو چاہیے
کہ اسکے ساتھ خرفہ کی لکڑی بھی شامل کرے۔ مؤلف کہتا ہے سلق (یعنی چقندر) پہلے درجہ مین گرم
خشک ہے اور اسمین ایک قسم کی کھاری رطوبت ہوتی ہے جو لطافت بخشتی ہے اور اسمین تفتیح اور تحلیل ہوتی ہے
(یعنی سدے کھولتا ہے اور ورم اور ریاح کو تحلیل کرتا ہے) اور قلیل الغذا ہے اور متلی لاتا ہے اور اسکا نچوڑا ہوا پانی
جوؤن کو مار ڈالتا ہے اور جب اس سے سر دھویا جاتا ہے تو سر کی بھوسی نکل جاتی ہے (اور جلا کرتا ہے اور
طبیعت کو نرم کرتا ہے اور مادۂ بلغمی کو پختہ کرتا ہے اور نفخ پیدا کرتا ہے اور اسکا جرم طبیعت کو بند کر دیتا ہے اور
پکایا ہوا باہ کو حرکت دیتا ہے اور درد گردہ او گٹھیا اور رعشہ کو نافع۔ پیچش اور قولنج پیدا کرتا ہے گوشت اور
مسور اور رائی سے اسکی اصلاح ہو جاتی ہے اور شلجم اسکا بدل ہے) مین کہتا ہون بعض اطبا نے تو
اسکو بارد لکھا ہے اور شیخ یہ لکھتے ہین کہ مرکب القوی ہے لہذا دونون مذہب (حرارت اور برودت کے)
صحیح ہین اور اسمین جو حرارت ہے تو اُسکا منشا وہ جزو ناری ہے جو اُسکے کھاری پن کی علت ہے اور اسی سے
یہ پیٹ کو چلاتا ہے اور اسمین برودت جو ہے وہ ارضی جز کی وجہ سے ہے جو اُسکے جرم مین باقی رہجاتی ہے
اسی سے یہ بلغم کو پیدا کرتا ہے مؤلف کہتا ہے سپستان (یعنی لسوڑہ یہ ایک درخت کا لسدار
اور گول برابر جھڑبیری کے پھل ہے) معتدل ہے پیٹ اور سینہ اور حلق کو نرم کرتا ہے (اور حلق کے کھرکھرانے
کو اور ورم حلق کو نافع ہے اور مواد صفراوی کو دستون کی راہ نکالتا ہے اور بلغمی اور خونی مواد کو بھی چھانٹتا ہے
اور صفرا اور خون کی تیزی کو اور پیاس کو تسکین دیتا ہے اور پیشاب کی جلن کو دفع کرتا ہے اور آنتون کی خراش
اور گرمی کی تپ کو مفید ہے اور ورمے اور خشک کھانسی کو اور درد سینہ کو نافع ہے اور اسکی کونپل بار بار پیشاب
آنے کو اور سوزاک کو نافع ہے معدہ اور جگر کو مضر ہوتا ہے اور عناب اور گل سرخ سے اسکی اصلاح ہوتی
ہے اور خطمی اسکا بدل ہے) مین کہتا ہون لسوڑہ مشہور پھل ہے بعض لوگ اسکو گرم کہتے ہین اور بعض کو
بارد کہتے ہین اور تیس دانہ تک اسکا استعمال ہو سکتا ہے) مؤلف کہتا ہے سکر (یعنی شکر) پہلے
درجہ مین گرم تر ہے اور پرانی شکر پہلے درجہ مین خشکی کی طرف مائل ہوتی ہے اور گنّا بھی اسی کی سی طبیعت رکھتا ہے

اور تلیین مین شکر سے بڑھکر ہوتا ہے اور جب شکر صاف کی جاتی ہے تو اُسکی حرارت گھٹ جاتی ہے اور
سینہ اور حلق کو نرم کرتی ہے اور کھرکھراہٹ کو دور کرتی ہے اور سدے کھولتی ہے اور پیاس لگاتی ہے
معدے کے موافق ہے مگر صفراوی معدے کو مضرت پہونچاتی ہے اور بلغم کی جلا کرتی ہے اور پیٹ کو ملائم
کرتی ہے اور سرخ شکر تلیین مین سفید سے بڑھکر ہوتی ہے (اور سینہ کی رطوبتون کو جلا دیتی ہے اور رگون کے
اندر جلد نفوذ اور سرایت کرتی ہے اور خون خوب پیدا کرتی ہے اور باہ کو قوت دیتی ہے اور اسکی دھونی زکام کو دفع
کرتی ہے اور دماغ کے سدے کھولتی ہے مگر سل والون اور گرم مزاجون کو مضر ہے آب انار اور سپلوتین سے
اسکی اصلاح ہوتی ہے اور قند اسکا بدل ہے تین تولہ مقدار ہے) **مین کہتا ہون** یہ جو مؤلف نے کہا ہی
والعتیق الی الیبس فیھا اسمین فیھا کی ضمیر درجۂ اولی کیطرف راجع ہے اور عتیق شکر کی صفت ہے اور الی الیبس مائلۃ
کے متعلق ہے پس کلام کے یہ معنی ہوے کہ پرانی شکر پہلے درجہ مین خشکی کی طرف مائل ہوتی ہے اور شکر
جسقدر پرانی ہوتی جائیگی اُسی قدر سوکھتی جائیگی اور حرارت کی طرف مائل ہوتی جائیگی **مؤلف کہتا ہے**
سمن (یعنی گھی) پہلے درجہ مین گرم تر ہے مادہ کو معتدل القوام کرتا ہے اور ریاح کو تحلیل کرتا ہے اور حلق اور
سینہ کو نرم کرتا ہے (یعنی سینہ کی کھرکھراہٹ کو دور کرتا ہے اور حلق کی خشکی کو دفع کرتا ہے) اور سینے کے فضلون
کو بھی پکاتا ہے خصوصاً شہد اور بادام کے ساتھ اور پیے ہوے زہرون کے لیے تو تریاق ہے (اور طبیعت کو
نرم کرتا ہے اور بدن کو فربہ کرتا ہے اور اعضا کو قوی کرتا ہے اور سدے کھولتا ہے اور آواز کو صاف کرتا
ہے اور خشک کھانسی کو مفید ہے اور طبیعت کو فرحت بخشتا ہے اور دماغ کو قوت دیتا ہے اور بچون کے مسوڑھون
پر ملنے سے اُنکے دانت جلد اور بآسانی نکل آتے ہین مگر معدے مین سستی پیدا کرتا ہے اور بھوک کو مارتا ہے
نمک اور شہد سے اسکی اصلاح ہو جاتی ہے اور تازہ دودھ اسکا بدل ہے) **مین کہتا ہون** مؤلف نے
جو کچھ لکھا ہے سب ظاہر ہے **مؤلف کہتا ہے۔ سفرجل** (یعنی بہی یہ ایک ولایتی میوہ ہے جسکے
بیج کو بہدانہ کہتے ہین) پہلے درجہ کے آخر مین سرد اور دوسرے درجے مین خشک ہے بہی اور بہی کے
پھول قابض ہوتے ہین اور بہی پیشاب جاری کرتی ہے اور بھوک کو قوت دیتی ہے اور پیاس کی تسکین
کرتی ہے اور شراب پر اسکا نقل کرنا خمار کو روکتا ہے اور بلغمی قے کو روکتی ہے اور اسکا لعاب یعنی بہدانہ کا لعاب
بلا قبض تلیین کرتا ہے اور کھانسی کو مفید پڑتا ہے اور نرخرے کو نرم کرتا ہے اور اسکا کثرت سے کھانا
قولنج کا مورث ہے (اور روح حیوانی اور نفسانی کو بہت فرحت دیتی ہے اور معدہ اور دل اور دماغ کو

قوت تجشی ہے اور وسواس اور خفقان کو دور کرتی ہے اور خشک کھانسی کو مفید ہے سدہ لاتی ہے
شہد اور انیسون سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور امرود اور سیب اسکا بدل ہے) **مین کہتا ہون** یہی معدہ
کے قوی کرنے اور تمام پیٹ کے لیے عمدہ غذا ہونے اور طبیعت کے روکنے اور بھوک کے بڑھانے اور
ہضم طعام پر مدد دینے مین سب غذاؤن سے بہتر ہے اور یہ مریض کے معدے مین بھی تونہین خراب
ہوتی چہ جائیکہ تندرست آدمی کے معدہ مین خراب ہو مگر دیر ہضم ہے اور یہ مضرت اسکی اُسوقت دفع ہوجاتی ہے
جبکہ اسکو شہد کے پانی مین پکالیا جائے یا یہ کہ اُسپر آٹا لپیٹ کر گرم راکھ مین داب دیا جائے اس تدبیر کے
بعد اول تو ہضم جلد ہوگی دوسرے معدہ کو باندھ دیگی اور قبض بھی کم ہوجائیگا اور شیرین یہی حرارت اور برودت
مین معتدل ہوتی ہے اور پکانا اُسی کا چاہیے کہ جو شیرین ہو کیونکہ اگر میٹھی یہی کو پکایا جائیگا تو پکانے سے
معدہ کے قوی کرنے کا اُس سے فائدہ جاتا رہیگا اور یہ اُس شخص کے لیے تریاق ہے جسکو قے مضر ہوتی ہو
یہانتک کہ اسکی خوشبو بھی اُسکو نفع پہونچاتی ہے اور پیشاب کو جو یہ جاری کرتی ہے اسکی وجہ یہ ہے
کہ قابض ہے اور کل قابض دواؤن کی یہی خاصیت ہوتی ہے (اسیلئے کہ جب طبیعت کی توجہ ادرارکیجانب
ہوتی ہے تو کل رطوبتین اسیطرف صرف ہوجاتی ہین اور پاخانہ کی رطوبتین بھی اسی کام مین صرف ہوجاتی
ہین اور قبض ہوجاتا ہے علی ہذا القیاس جو دوا مسہل ہوتی ہے وہ پیشاب کو بند کردیتی ہے اور اسکی بھی یہی
وجہ ہے جو مدرّ دوا مین مذکور ہوئی آپ دیکھیے کہ ہیضہ مین پیشاب بالکل بند ہوجاتا ہے اسکی یہی وجہ ہے
کہ کل رطوبتین حتی کہ رطوبت اصلیہ بھی دستون مین صرف ہونے لگتی ہے پھر پیشاب کہان سے آئے
اس مقام کی تفصیل جیسی کہ چاہیے یہان ہو نہین سکتی ورنہ اصل مطلب سے بہت دوری ہوجائیگی اسیلیے
صرف اسیقدر پر اکتفا مناسب ہے اگر کہین موقع ہوا تو انشاء اللہ اس بحث کو خوب تفصیل کے ساتھ بیان
کیا جائیگا) اور پیٹ کو جو یہ بستہ کردیتی ہے تو یہ اُسوقت ہے جبکہ کھانے سے قبل کھائی جائے لیکن اگر
کھانے کے بعد کھائی جائے تو معدہ کو نچوڑ کر پیٹ کو نرم کردیتی ہے مگر جسوقت اسکی تھوڑی سی مقدار کھائی
جائیگی تو کھانے کو فم معدہ سے دور کردیگی اور دماغ کی طرف بخارات کو نہین چڑھنے دیگی فاضل
سمرقندی نے اسی طرح ذکر کیا ہے **مؤلف کہتا ہے** - **سمک** (یعنی مچھلی) سب مین بڑھکر جید وہ
مچھلی ہوتی ہے جو چھوٹی ہو اور مزے دار ہو اور اگر چھوڑ دی جائے تو جلدی بدبو نہ دینے لگے اور
میٹھے پانی سے پکڑی جائے جو پانی بہت شدت سے بہتا ہو اور خوب موجین مارتا ہو اور وہ مچھلی اُس پانی

سمک

مین ریگ اور بالو کے ڈھیر اور سنگریزے مین رہتی ہو اور جو مچھلی دریا مین سے منتقل ہو کر اُن نہرونکی طرف
پانی کی روانی مین بہکر آجائے جو شیرین ہون وہ نہایت عمدہ ہوتی ہے (کیونکہ اس حرکت مین اُسکو
بہت مشقت پڑتی ہے اسوجہ سے اسکے فضلے کم ہو جاتے ہین) اور یہ بالطبع سرد تر ہوتی ہے لیکن ان
مچھلیون مین سے بعضی مچھلی برودت اور رطوبت مین بعضی مچھلیون سے کم ہوتی ہے (یہ اختلاف کئی
وجہ سے ہوتا ہے گوشت اور ہڈی کی سختی کی جہت سے اور سن کی جہت سے اور اُس پانی کی جہت سے
جسمین پیدا ہوئی ہے) اور نمک لگائی ہوئی مچھلی اُسی وقت تک عمدہ ہوتی ہے جب تک کہ پرانی نہو
اور یہ نمک لگی ہوئی مچھلی نمک کی قوت کے غلبہ سے گرم خشک ہوتی ہے اور تازی مچھلی بلغم مائی پیدا
کرتی ہے اور جو خون اس سے پیدا ہوتا ہے وہ رقیق اور جلد متعفن ہو جانے والا اور پٹھون کو مضرت
پہونچانے والا ہوتا ہے اور کسی معدہ کو یہ مچھلی موافق نہین سوا ے اُس معدہ کے جو نہایت گرم ہو اور یہ مچھلی
فساد کی طرف بہت جلد مستحیل ہو جاتی ہے (مچھلی کے بہت سے اقسام ہین جنکا شمار مشکل ہے ہم صرف بعض
اُن قسمون کی تفصیل کیے دیتے ہین جو ہر وقت ہماری عملدرآمد مین ہین منجملہ اُنکے ایک تو روہو مچھلی ہے جسکو
عربی مین شبلوط کہتے ہین سفید سفنہ دار ہوتی ہے سرد خشک ہے باہ اور دماغ کو قوت دیتی ہے اور گاڑھا خون
پیدا کرتی ہے اور ردی الکیموس ہے اور اسکے دانت کا برادہ بھی باہ کو قوی کرتا ہے اگر دودھ کے ہمراہ استعمال
کیا جائے معدہ کو مضر ہوتی ہے شہد اسکا مصلح ہے اور ہلسہ بنگالی مچھلی اسکی بدل ہے اور ایک جھینگا مچھلی ہوتی
ہے جسکو عربی مین روبیان کہتے ہین سفید ہوتی ہے بے سفنہ اسکا مزا کچھ شیرین ہوتا ہے یہ ایک قسم کی مچھلی
ہے جسکی مونچھین لانبی اور ایک سینگ آرہ سا ہوتا ہے اور اسکی بیٹ سر مین ہوتی ہے یہ بھی گرم خشک ہے باہ
لاتی ہے اور خون صالح پیدا کرتی ہے اور منی پیدا کرتی ہے اور گردہ اور رحم کو گرم کرتی ہے اور انڈے کی زردی
کے ہمراہ باہ نہایت زیادہ کرتی ہے اور حرکت مین لاتی ہے اور خشک کی ہوئی کا سرمہ ہمراہ کالی مرچ کے
رتوندھی کو مفید ہے اور ہمراہ شہد کے دُھند کو نافع ہے مگر سودا پیدا کرتی ہے اور روغن بادام اور شکر سے اسکی
اصلاح ہوتی ہے اور ریگ ماہی اسکا بدل ہے اور ایک مار ماہی جسکو ہماری زبان مین بام کہتے ہین یہ ایک
مچھلی ہے مشابہ سانپ کے بے سفنہ دار اسپر لعاب بہت ہوتا ہے گرم خشک ہے باہ کو قوت دیتی ہے
اور ریاح کو تحلیل کرتی ہے اور اسکا ہاتھ مین لینا خون بہنے کو بند کرتا ہے اور بڈھون کے لیے عمدہ غذا ہے
اور پیٹھ کے درد کو دور کرتی ہے اور ایک قسم کی مچھلی ریگ ماہی ہے یہ ایک قسم ہے کہ ریت مین ملتی ہے مشابہ

چھپکلی کے اور اسکے بہت سے بے اصل قصے مشہور ہین عربی مین اسکو سماك الرمل کہتے ہین دوسرے
درجہ مین گرم خشک ہے اسکے گوشت کو انڈے کی زردی کے ہمراہ باہ سے نہایت بیتاب کرنے والا لکھا ہے اور
اکثر اطبا اسکو بھی نہایت باہ زیادہ کرنے والی اور باہ کو حرکت دینے والی جانتے ہین اور باثر ہونے مین تو
کو خاص کیا ہے اور عمدہ طریقہ اسکے استعمال کا یہ بتایا گیا ہے کہ ایک درہم بسیکہ پانی ملی ہوئی شراب پر چھڑک کر
پیین لیکن بیشتر معجونون کے ہمراہ استعمال کرتے ہین اور اطبا نے اسکے آثار کی تخصیص قریۂ بتوک کے چشمۂ
نول سے کی ہے کہ وہان کی ہو یہ بھی جاننا چاہیے کہ مچھلی کے انڈے بھی باہ لاتے ہین اور اعضا کو قوت
دیتے ہین اور بالخاصہ گرمی پیدا کرتے ہین اور بہ بیوکو دفع کرتے ہین ۔ **مین کہتا ہون** مؤلف نے جو یہ
کہا ہے لاینتن اذا ترك تو اسکے یہ معنی ہین کہ پانی سے جدا کرنیکے بعد جلد نہ سڑ جائے اور بسرعة کا
تعلق لاینتن سے ہے (نہ کہ اذا ترك سے پس تقدیر کلام یہ ہوئی لاینتن بسرعة اذا ترك ، یعنی
چھوڑ دینے کے بعد جلد نہ سڑ جائے) اور پانی کی صفت مین جو مؤلف نے لفظ شدید الجریة کہا ہی
تو جریۃ بکسر جیم ہے (نہ کہ بفتح جیم کیونکہ فعلة بفتح الفاء واسطے مرۃ کے آتا ہے) اور یہان ایک نوع کا بیان
کرنا مقصود ہے اور یہ جو مؤلف نے کہا ہے شدید الجریة او کثیر التموج یعنی تردید کے ساتھ اس سے
اُسکی یہ غرض ہے کہ زیادہ موجین مارنا اُس پانی مین معتبر ہے جو جاری نہو اور رضراض سے مین ریت مراد ہی
اور اُس مچھلی کو مؤلف نے بہت افضل بتایا ہو جو کسی دریا سے میٹھی نہر مین بہکر آجائے اسکی یہ وجہ ہے کہ اس مچھلی پر
چونکہ ریاضت اور تکان زیادہ پڑی ہے اسلیے اسکے فضلے دفع ہو گئے ہین اسی لیے چھوٹے جثہ کی مچھلی
اور اچھی ہو گی کیونکہ اُسکے فضلے بہت ہی کم ہوتے ہین اس دلیل سے کہ اُسکی حرکت بہت تیز ہوتی ہے اور
خلاصہ بات یہ ہے کہ مچھلی اُسی شخص کو کھانا چاہیے جسکا مزاج نہایت گرم ہو مؤلف نے مین مہملہ کی
ردیف مین بھی بہت سے ادویہ چھوڑ دیے ہین جنکو بترتیب ذیل بیان کیا جاتا ہے **ساذج** (یعنے
تیزپات) یہ پتیان اور شاخین ہین خوشبودار ہندوستان سے آتی ہین (اسی لیے اسکو ساذج ہندی کہتے
ہین) ترائی مین اکثر پیدا ہوتا ہے (مخزن الادویہ مین ہے کہ منبت اسکا کوہستان ہے اور سلہٹ کے کوہستان
مین بھی ملتا ہے اور اسکا درخت وہان سے کبھی مرشد آباد وغیرہ مین لاتے ہین اور کہتے ہین کہ سوا
بلاد ہند کے اور کہین نہین ہوتا لیکن یہ بات بے اصل ہے اور اسکی قوت تیس برس تک رہتی ہے بہتر وہ
ہے جو تازہ تیز بو اور تیز مزہ ہو کہ فاسد نہوا ہو اور اُسکے مزے مین شوریت نہو اور اسکی بو مشابہ بوے اسارون

اور ایہ سا کے ہوا تھی) گرم خشک ہے (گرم دوسرے درجہ مین اور خشک تیسرے مین) سرد معدہ اور سرد جگر کو
نفع بخشتا ہے (اور ارواح کی حفاظت کرتا ہے اور اخلاط کو بھی محفوظ رکھتا ہے اور فرحت بخشتا ہے اور ذہن
لاتا ہے اور ریاح کو تحلیل کرتا ہے اور اعضاے شکمی کو قوت بخشتا ہے اور حواس کو بھی قوی کرتا ہے اور پیشاب
کھل کے لاتا ہے اور گردہ اور مثانہ کی پتھری توڑ بہاتا ہے اور وسواس اور جنون کو نافع ہے اور تھوک بہنے
کو مفید ہے اور اسکی دھونی سے لڑکا جلد پیدا ہوتا ہے پھیپھڑے اور مثانہ کو مضر پڑتا ہے اور مصطگی اسکی مصلح
اور سنبل ہندی اور سلیخہ اسکا بدل ہے) شُدَاب (یعنی تتلی یہ ایک قسم کی گھانس ہے کہ اکثر گیہون کے
کھیت مین ہوتی ہے اور کھیت کو خراب کردیتی ہے پتے تو اسکے سبز ہوتے ہین اور پھول زرد تلخ اور
بدبودار ہوتی ہے) گرم خشک ہے (یعنی تیسرے درجہ مین) ریاح اور نفخ کو تحلیل کرتی ہے (اور لطافت بخشتی
ہے اور دماغ کو قوت بخشتی ہے اور دماغی امراض اور سینہ کے امراض اور یرقان اور ریاحی قولنج کو نافع ہے اور
گردہ اور مثانہ کی پتھری توڑتی ہے اور پیشاب اور حیض جاری کرتی ہے اور پانی مین پیسکر اسکا لیپ خشک
اور تر کھجلی کو نافع ہے باہ کو اور بینائی کو مضر ہے اور درد سر لاتی ہے انیسون اور سکنجبین سے اسکی اصلاح
ہوتی ہے اور صعتر اور پودینہ اسکا بدل ہے قدر شربت تولہ تک) سرطان (یعنی کیکڑا یہ ایک پانی کا
کیڑا ہے مشابہ مکڑے کے الا چوڑا رنگ اسکا سفید اور سرخ ہوتا ہے) سرد تر ہے (دوسرے درجہ مین) گدھی
کے دودھ کے ساتھ سل والون کو نافع ہے (اور کثیر الغذا ہے اور دیر ہضم ہے اور باد لاتا ہے اور اسکی
یخنی سل اور دق اور کھانسی اور منھ سے خون آنے کو مفید ہے اور پیشاب اور حیض جاری کرتا ہے
اور اسکی راکھ سل اور دق اور شدید لاغری کو دفع کرتی ہے اور پتھری توڑتی ہے مثانہ کو مضر ہوتا ہے اور
گل مختوم اسکا مصلح ہے اور سیپی کا کیڑا اسکا بدل ہے) سُعد (یعنی کیلد اور (اور لسوڑہ یہ ایک گھانس کی
جڑ ہے گرہ دار اور ریشہ دار نر و مادہ ہوتی ہے سیاہ مائل بسرخی) گرم خشک ہے (گرم دوسرے درجہ مین
اور خشک پہلے درجہ مین) ہر قسم کے کیڑے پیٹ اور آنتون کے نکال بہاتی ہے (اور جلا کرتی ہے
اور سدہ کھولتی ہے اور ریاح کو تحلیل کرتی ہے اور نفخ کو دفع کرتی ہے اور بے خراش کے خشکی پیدا کرتی
ہے اور زخم ڈالتی ہے اور جون کو دفع کرتی ہے اور سوداوی بخار کو نافع ہے اور شہد کے ہمراہ حمل رہنے
کو منع کرتی ہے پھیپھڑے کو مضر ہے شیخ ارمنی اسکی مصلح ہے اور کمیلہ اسکا بدل ہے) سعتر (یعنی ناگر موتھا)
یہ ایک گھانس کی گول اور لانبی مشہور جڑ ہے گندنے کے مشابہ ہوتی ہے اور ہندوستان سے لائی جاتی ہے

دوسرے درجہ مین گرم خشک ہے گرمی بخشتا ہے (اور خشکی لاتا ہے اور پیشاب جاری کرتا ہے اور پتھری توڑ بہاتا
ہے اور سدے کھولتا ہے اور منھ کی بدبو اور بدن کی بدبو کو دفع کرتا ہے اور فہم اور عقل زیادہ کرتا ہے اور باہ کو
حرکت مین لاتا ہے اور معدہ اور پٹھون کو قوت بخشتا ہے اور ریاح کو دفع کرتا ہے اور یرقان اور خفقان کو مفید
ہے اور اسکا منجن دانتون کو مضبوط کرتا ہے اور اسکے رنگے ہوے کپڑے فرحت لاتے اور باہ لاتے ہین حلق
اور پھیپھڑے اور آواز کو مضر ہے اور شکر اور انیسون سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور دارچینی اور بالچھڑ اور مرکی
اسکا بدل ہے مقدار شربت چھ ماشہ ہے) سقنقور یہ پانی کی گوہ ہے مصر کے دریاے نیل سے شکار کیجاتی
ہے اور بعض سے یون منقول ہے کہ نگر کی نسل سے ہے اور اسمین عمدہ چیز اسکی ناف اور گردہ ہین دوسرے
درجہ مین گرم خشک ہے بھوک کو خوب بڑھاتی ہے اور مقدار شربت صرف ایک درہم ہے اگر بھوک کو اسقدر
تیز کردے کہ کسی طرح چین نہ رہے تو اسپر مسور کا شوربہ پینا چاہیے واللہ اعلم سکبینج (سکبینہ کا معرب ہے
ہندی مین اسکو کنڈل کہتے ہین) یہ ایک درخت کا گوند ہے اور اس درخت مین کسی قسم کی کوئی منفعت
نہین ہان اسکا گوند کام مین آتا ہے (جو مشابہت اور بو مین مثل ہینگ کے ہوتا ہے) تیسرے درجہ مین گرم
خشک ہوتا ہے ریاح کو تحلیل کرتا ہے اور قولنج کو (اور طحال کے سخت ورم کو) دفع کرتا ہے (اور گرمی
پیدا کرتا ہے اور لطافت بخشتا ہے اور جلا کرتا ہے اور مادۂ بلغمی اور صفراوی کو دستون کی راہ نکالتا ہے
اور دست آور دواؤن کی اصلاح بھی کرتا ہے اور پیٹ کے کیڑے مارتا ہے اور جلندر اور فالج کو مفید ہے
اور سینہ کی رطوبت فضلیہ کو چھانٹتا ہے اور جوڑون کے درد کو نافع ہے مثانہ اور گردہ کو مضر ہے اور کتیرے
اور مصطگی سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور جاؤشیر اسکا بدل ہے ۲۔ ماشہ مقدار) سلیخہ (یعنی تج) یہ ایک
درخت کی چھال ہے (بعضے کہتے ہین کہ دارچینی کی چھال ہے) خوشبودار اور خوشمزہ (دوسرے درجہ مین)
گرم خشک ہے (بسردی کے ریاح اور ورمون کو تحلیل کرتی ہے اور لطافت بخشتی ہے اور گرمی پیدا کرتی
ہے اور مادہ کو پختہ کرتی ہے اور اعضاے رئیسہ یعنی دل اور دماغ اور جگر اور انثیین کو قوت بخشتی ہے اور
غلیظ اخلاط کو چھیلتی ہے اور پیشاب لاتی ہے اور بینائی کو جلا دیتی ہے اور نزلہ اور زکام کو دفع کرتی ہے
اور دمہ اور کھانسی کو مفید ہے اور سرکہ کے ہمراہ اسکا لیپ ورمون کو تحلیل کرتا ہے اور بلغم کو معدے
کے منھ سے چھانٹتا ہے گردہ اور آنتون کو مضر ہے اور کتیرے اور سپستان سے اسکی اصلاح ہوتی ہے
اور دارچینی اسکا بدل ہے اور ۳ ماشہ مقدار) سمسم (یعنی تل) اسکو جلجلان بھی کہتے ہین (مشہور دانہ ہی گرم تر ہے

(پہلے درجہ مین) آواز اور حلق کے کھر کھرانے کو اور جلد کو نرم کرتا ہے اور لس کی وجہ سے سدے پیدا کرتا ہے
اور بالون کو بڑھاتا ہے اور معدہ مین استرخا پیدا کرتا ہے (اور صالح الکیموس ہے اور قلیل الغذا ہے) اور سدہ
کھولتا ہے اور بدن کو فربہ کرتا ہے اور باہ کو قوت بخشتا ہے اور ورمون کو تحلیل کرتا ہے اور دودھ اور منی زیادہ
پیدا کرتا ہے اور حیض جاری کرتا ہے اور جلد سے سیاہی کے نشان مٹاتا ہے اور اسکے پھول آنکھ کے ناخونہ
کے لیے مجرب ہین مگر دیر ہضم ہے اور درد سر لاتا ہے لہذا) جو شخص اسکو کھائے شہد کے ساتھ کھائے (یعنی
اسکی اصلاح ہوجاتی ہے اور بریان کرنے سے بھی اسکی اصلاح ہوجاتی ہے اور بزر کتان اسکا بدل ہے
اور ۵ ماشہ سے تولہ بھر تک مقدار ہے) **سنبل ہندی** (یعنی بالچھڑ جسکو سنبل الطیب بھی کہتے ہین بے پھول
اور پھلی کی ایک پہاڑی گھانس ہے) بعضے طبیب کہتے ہین کہ سنبل ہندی اور دار شیشعان یعنی کاسے پھل
ایک ہی چیز ہے (دار شیشعان کو عربی مین عود البرق کہتے ہین یہ تج کی طرح ایک درخت کی چھال ہے
گرم خشک ہے ورم اور ریاح کو تحلیل کرتا ہے اور قابض ہے اور نزلون کو نہین گرنے دیتا اور سوداوی وسواس
کو نافع ہے اور رطوبت کو خشک کرتا ہے اور پٹھون کو قوت دیتا ہے اور مشیمہ سے بچہ کو گرا دیتا ہے اور سدہ کھولتا
ہے اور کھانسی اور تپ اور بواسیر کو نافع ہے اور جریان منی اور سردی کے درد معدہ کو نافع ہے اور اسکا غرارہ
منھ آنے کے لیے مفید ہے جگر اور طحال کو مضر پڑتا ہے اور مصطگی اسکی مصلح ہے اور اسارون اور زراوند اسکا
بدل ہے یہ لوکاسے پھل کے افعال و خواص ہین اور بالچھڑ دوسری چیز ہے جسکی بابت شارح یہ فرماتے ہین
کہ) گرم خشک ہے (دوسرے درجہ مین) معدہ کی طرف مواد کو نہین گرنے دیتی (اور دماغ اور جگر اور معدہ
اور قوت ماسکہ کو قوی کرتی ہے اور سدہ کھولتی ہے اور پیشاب جاری کرتی ہے اور پتھری توڑتی ہے اور
خفقان کو دفع کرتی ہے اور معدہ اور سینہ کی رطوبتون کو خشک کرتی ہے اور حمی استسقا اور یرقان کو نافع
ہے اور اکثر باطنی ورمون کو مفید ہے اور مادون کو اعضا پر نہین گرنے دیتی اور منھ کو خوشبودار کرتی ہے اور
بینائی کو قوی کرتی ہے اگر اسکا سرمہ لگایا جائے اور گردہ کو مضر ہے اور کتیرے اور طباشیر سے اسکی اصلاح
ہوتی ہے اور تیزپات اسکا بدل ہے اور ۵ ماشہ مقدار ہے) **سندروس** (یعنی چندروس) یہ گوند کی طرح
ایک معدنی چیز ہے کہربا کے مشابہ ہوتا ہے اور اُسی کی طرح تنکے کو اپنی طرف کھینچتا ہے (اور بعض کے
نزدیک کچا کہربا ہے) گرم خشک ہے (دوسرے درجہ مین) قابض ہے (اور دماغی اعضا اور عموماً کل اعضا
کی رطوبت کو خشک کرتا ہے اور کل اعضائے ظاہری و باطنی کے خون کو روکتا اور بند کرتا ہے اور

معدہ اور آنتون کے بلغم کو چھانٹتا ہے اور پیٹ کے کیڑے مارتا ہے اور اسکا منجن دانتون اور مسوڑھون کو مضبوط کرتا ہے اور اسکی دھونی بواسیر کو نافع ہے اور اسکا سرمہ بینائی کو قوت دیتا ہے گردہ کو مضر ہے اور صمغ عربی اسکا مصلح ہے اور کہربائے شمعی اسکا بدل ہے ۳ ماشہ مقدار ہے) **سنا** (یعنی سناے مکی جسکو ہندی مین سنا کہتے ہین ایک گھانس ہے جسکے پتے مہندی سے بڑے ہوتے ہین بیشتر اطراف مکہ مین ہوتی ہے گرم خشک ہے (گرم دوسرے درجہ مین اور خشک پہلے درجہ مین) مادہ صفراوی اور سوداوی اور بلغمی کو بہتون کی راہ نکالتی ہے ۹ ماشہ اسکی مقدار شربت ہے اور دوست آور ادویہ کے ساتھ پانچ درہم تک ہے (سنا کل جلے ہوے خلطون کو نکالتی ہے اور دماغ کو بلغم اور نزلہ سے پاک کرتی ہے اور دمے اور ہانپنے کو اور قولنج اور نقرس کو مفید ہے اور تر اور خشک کھجلی اور گٹھیا کو اور درد پہلو کو نافع ہے مگر خشکی کرتی ہے اور کرب اور متلی اور مروڑ پیدا کرتی ہے) زردہڑ (اور بنفشہ اور گل سرخ اور روغن بادام سے) اسکی اصلاح ہوتی ہے (اور تربد اسکا بدل ہے) سوسن (ایک مشہور درخت ہے جسکی دو قسمین ہین بستانی اور صحرائی اسکے پتے سبز ہوتے ہین اور پھول نیلا) اور جسکا پھول سفید ہوتا ہے اُسکو زنبق (یعنی سوسن آزاد) کہتے ہین (اسکا بیان زاے معجمہ مین گذر چکا) گرم (خشک) ہے (و نزد بعضے معتدل) ورم اور ریاح کو تحلیل کرتی ہے (اور معدہ اور آنتون اور جگر اور گردہ کو قوت بخشتی ہے اور گرمی کرتی ہے اور ہر قسم کے بلغم کو چھانٹتی ہے اور اگر اسکے پتے چبا کر رانگ نکالین تو وہ رانگ توندھی اور آنکھ کے زخم اور آنکھ کی سرخ چھینٹ اور ناخونہ اور سیل کو مفید ہے) (پھیپھڑے کو مضر ہوتی ہے اور شہد اور نیلوفر سے اسکی اصلاح ہوتی ہے

مؤلف کہتا ہے

یہان سے اُن ادویہ کا بیان کیا جاتا ہے جنکے شروع مین عین مہملہ ہے

عنبر (بعضون کے نزدیک یہ ایک درخت کا موم ہے) دوسرے درجہ مین گرم اور پہلے درجہ مین خشک ہے دل کی تقویت کرتا ہے اور حواس اور دماغ کو فائدہ بخشتا ہے اور روحون کا نگہبان اور تینون قوی کو قوی کرتا ہے اور طبیعت کو فرحت بخشتا ہے اور اصلی حرارت اور حواس ظاہری اور حواس باطنی کو قوی کرتا ہے اور بڈھون کو بہت ہی موافق ہے اور دماغی امراض اور قلبی بیماریون اور جگر کی بیماریون کو بہت مفید ہے اور خفقان اور وبا کو دفع کرتا ہے اور سدہ کھولتا ہے اور باہ لاتا ہے اور عضو تناسل پر اسکا لیپ باہ کو ہیجان مین لاتا ہے اور لذت بخشتا ہے مگر آنتون کو مضر ہے اور تپی اچھالدیتا ہے صمغ عربی اور کافور سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور مشک اور زعفران اسکا بدل ہے تین رتی تک اسکی مقدار ہے) مین کہتا ہون عنبر ایک دریا کے چشمہ کا

جوش ہے کہ پانی پر آجاتا ہے اور موجین اُسکو کنارہ دریا پھینکدیتی ہین جو تروتازہ ہوتا ہے وہ تر اور گیلا
ہوتا ہے اور جب دھوپ مین کچھ روز پڑا رہتا ہے تو سوکھ جاتا ہے اور عنبر اشہب وہی ہے جسپر آفتاب اپنا
اثر کرچکا ہوا اور یہی عنبر سب سے عمدہ ہے اسکے بعد وہ جو پستئی ہوتا ہے اور سیاہ رنگ کا جسکو آفتاب اپنی تمازت
سے جلادے وہ سب سے بُرا اور ردی ہوتا ہے اور یہ جو بعض لوگ کہتے ہین کہ یہ دریا کا جھاگ ہے یا یہ کہ کسی
دریائی جانور کا گوبر ہے تو یہ سب زٹل قافیہ ہے دنفیسی مین ہے کہ عنبر ایک دریائی چوپایہ کی لید ہے اور بعضے کہتے
ہین ایک گھانس ہے کہ قعر دریا مین اُگتی ہے اور بعضے دریائی چوپائے اُسے کھا لیتے ہین اور نہایت امتلا
ہوجانے کی وجہ سے اُسے اُگل دیتے ہین شیخ بوعلی سینا سے یون منقول ہے کہ عنبر میرے علم مین دریا کے
چشمہ کا جوش ہے اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ عنبر دریا کا کف ہے یا چوپائے کی لید ہے یہ بعید ہے اور بعضے یون
کہتے ہین کہ حق بات یہ ہے کہ عنبر ہند کے شہرون مین مکھی کے شہد سے نکلتا ہے اسلیے کہ وہان پر مکھیان
خوشبودار پھولون اور پتیون کو چاٹتی ہین اور وہان کے پہاڑون مین شہد بناتی ہین یہ شہد نہایت خوشبودار
ہوتا ہے پھر مینھ کی کثرت سے بہتا آتی ہے اور شہد کو دھو کر دریا مین لیجاتی ہے اور شہد کے اجزا دریا مین
چھوٹ جاتے ہین اور موم کے خوشبودار اجزا باقی رہجاتے ہین اور وہ سورج کی گرمی سے پانی مین گھل جاتا
ہے اور گھل کر صاف ہوجاتا ہے اور موجین اُسے لیجا کر دریا کے کنارے ڈال دیتی ہین یہی عنبر ہے
اور جسقدر یہ زیادہ گھلتا اور صاف ہوتا ہے اُسی قدر اُسمین زیادہ سپیدی ہوتی ہے اور اکثر اوقات
دریائی چوپایہ جو گائے کے مشابہ ہوتا ہے مٹھاس اور خوشبو کی وجہ سے اسکو کھاجاتا ہے مگر اُسکے
پیٹ کے نیچے نہین اتر سکتا اور وہ مرجاتا ہے اُسوقت اُسکے پیٹ سے عنبر نکلتا ہے اور کبھی عنبر کا رنگ سیاہی
مارتا ہے اور بدبودار ہوتا ہے یہ عنبر اسود ہے جسکو عنبر زنجی کہتے ہین اسی سبب سے بعض لوگون نے گمان
کیا ہے کہ یہ دریائی گائے کی لید ہے اور سب سے بڑھکر عمدہ عنبر اشہب ہوتا ہے یعنی جسکی سفیدی سیاہی
پر غالب ہو اور وزن مین ہلکا اور چکنائی مین کم ہو اور اُسکی بو مشک کی بو پر غالب نہو اسکی آزمائش کا یہ طریقہ
ہے کہ شیشہ پر رکھکر اُسپر چنگاری رکھدین اگر بالکل گھلکر شیشہ پر تیل کی طرح بہ نکلے تب تو خالص ہے ورنہ
ناخالص) مؤلف کہتا ہے۔ **عود** (یعنی اگر یہ ایک درخت کی لکڑی ہے کہ جلنے سے خوشبو دیتی ہی
بہتر وہ ہے کہ پانی مین غرق ہوجائے اور دوسری پہچان یہ ہے کہ سخت اور استوار اور چکنی ہو اور جب
آگ پر ڈالین تو اُسمین سفیدی کے ساتھ زناہٹ ہو) دوسرے درجہ مین گرم خشک ہے روح کو لطافت بخشتا ہے

اور معدہ اور جگر اور دل اور حواس کو قوت بخشتا ہے اور دماغ کو بیحد مفید ہے اور سدے کھولتا ہے اور اسکا چبانا
منھ مین خوشبو پیدا کرتا ہے اور اپنی لطافت کی وجہ سے ریاح کو تحلیل کرتا ہے (اور باہ لاتا ہے اور رحم کی سردی
کو نافع ہے اور خفقان کو دور کرتا ہے گرم مزاج والون کو مضر ہے کافور اور گل سرخ سے اسکی اصلاح ہوتی ہے
اور دارچینی اور لونگ اور زعفران اسکا بدل ہے مقدار استعمال ۲ ماشہ **مین کہتا ہون** عود درختون کی
شاخین ہین کہ توڑکر زمین مین دفن کر دیجاتی ہین یہانتک کہ انکی خراب لکڑی سڑکر الگ ہوجاتی ہے اور
خالص اگر باقی رہجاتا ہے عمدہ اگر وہ ہے جو مندلی ہو مندل ہندوستان کے ایک شہر کا نام ہے **مؤلف**
کہتا ہے عناب (یہ ایک مشہور اور متداول پھل ہے کہ جھر بیری کے مشابہ اور اسی کے برابر ہوتا ہے
رنگ سرخ اور مزہ شیرین) پہلے درجہ مین سرد ہے اور رطوبت اور خشکی مین معتدل مائل برطوبت ہوتا ہے
دیرہضم ہے اور قلیل الغذا ہے (اور دیرہضم ہونے کی وجہ سے) معدہ کے لیے ردی ہے اور گردے اور
جگر اور سینہ اور پھیپھڑے کے درد کے لیے مفید ہے خون کو لطیف اور رقیق کرتا ہے (اور گاڑھے گاڑھے
خلطون کو نرم اور معتدل القوام کرتا ہے اور سینہ اور طبیعت کو نرم کرتا ہے اور کل خلطون کو دستون کی راہ
نکالتا ہے اور سینے اور حلق کے کھرکھرانے اور آواز کے بھرّانے کو دفع کرتا ہے اور خون کو صاف کرتا ہے
اور سوزش اور پیاس کو تسکین دیتا ہے اور خشک کھانسی اور دھانس کو نافع ہے سرد معدہ کو مضر پڑتا ہے
اور نفاخ ہے اور باہ کو ضعیف کرتا ہے شکر اور مویز منقی سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور سپستان اور مویز منقے
اسکا بدل ہے ۱۰ عدد سے ۱۵ عدد تک مقدار ہے) **مین کہتا ہون** متقدمین اطبا رنے چونکہ عناب کی
طبیعت کے بیان کرنے مین زیادہ کلام نہین کیا اسلیے متاخرین پر اسکی طبیعت کے سمجھنے مین دشواری
پیش آئی اسی اشکال کی وجہ سے کسی نے تو اسکو گرم لکھدیا اور کسی نے سرد اور میرا جہانتک تجربہ ہے عناب
معتدل ہے جالینوس نے لکھا ہے کہ حفظ صحت اور علاج کے بارہ مین عناب کو میرے نزدیک کچھ ایسا
دخل نہین ہے (اسلیے اُسکی بابت زیادہ چھان بین کی ضرورت بھی نہین ہے) **مؤلف کہتا ہے**
عدس (یعنی مسور) گرمی اور خشکی کی طرف مائل ہے اور نفاخ ہے اور قوت قابضہ اور قوت جالیہ سے
مرکب ہوتی ہے اسمین جو جلا کی قوت ہے وہ دھونے اور پکانے سے جاتی رہتی ہے سودا اور سوداوی
بیماریون کو پیدا کرتی ہے اور جو کے ساتھ اسکے پکانے سے اصلاح ہوجاتی ہے حیض کو اور پیشاب کو
روکتی ہے اور بینائی کو مضر ہے اور اسکا لیپ زخمون کو فائدہ دیتا ہے (اور جوش خون کو تسکین دیتی ہے

عناب

عدس

اور خون کو گاڑھا کرتی ہے اور دیر ہضم ہے اور اسکا غرارا خناق اور گلے کے درد اور منھ آنے کو مفید ہے اور خواب
پریشان اور مشوش دکھاتی ہے اور کابوس پیدا کرتی ہے گھی اور سرکہ اسکا مصلح ہے اور ماش اور باقلا اس کا
بدل ہے) **مین کہتا ہون** بعض تو مسور کو بارد کہتے ہین اور بعض کہتے ہین کہ معتدل ہے آور جالینوس
نے لکھا ہے کہ مسور یا تو گرمی اور خشکی مین معتدل ہے اور یا گرمی اور خشکی کی طرف کچھ مائل ہے اور مولف نے
جو یہ کہا کہ اسکی قوت جالیہ پکانے سے جاتی رہتی ہے اسکی یہ وجہ ہے کہ یہ قوت اسکے پانی مین ہوتی ہے
نہ کہ اسکے جرم مین (کیونکہ اگر جرم مین ہوتی تو پکانے سے بھی بدستور باقی رہتی) یہی وجہ ہے کہ مسور کا پانی
تو دست آور ہے اور نفس مسور قابض ہے آور مسور کی عمدہ اصلاح کا یہ طریقہ ہے کہ اسکو جو کے ساتھ پکایا
جائے کیونکہ یہ دونون باہم ایک دوسرے کی ضد ہین تو ان دونون کے مجموعے سے جو غذا تیار ہوگی امید ہے
کہ وہ تمام غذاؤن سے افضل ہو خصوصًا جبکہ اسمین صعتر اور پودینہ بھی چھوڑ دیا جائے تاکہ نفخ بھی نہ رہے
مگر اتنا ہونا چاہیے کہ جو بہ نسبت مسور کے مقدار مین کم ہون کیونکہ جو پانی مین جلد گھل جاتے ہین بخلاف
مسور کے آور مسور کا چھلکا نہایت قابض ہوتا ہے اور وہ کچھ بھی غذا نہین ہوتا اور نہ کچھ نفع دیتا ہے اور مناسب
یہی ہے کہ مسور دھلی ہوئی اور چھلکے اتری ہوئی کھائی جائے آور ایسا ہرگز نہ کرے کہ مسور کے ساتھ کوئی
مٹھائی بھی کھائے کیونکہ مسور تو غلیظ الجرم ہونے کی وجہ سے سدے پیدا کریگی اور میٹھی چیز اسمین نفوذ کیے ہوے
ہوگی پس جگر اور احشا کے راستون مین ٹھہر جائیگی روفس نے اپنی کتاب مین یونہی لکھا ہے **مولف**
کہتا ہے عسل (یعنی شہد) دوسرے درجہ مین گرم خشک ہے جلا کرتا ہے اور سدون کو کھولتا ہے اور
مادہ کو جذب کرتا ہے اور مادہ کو متعفن ہونے سے روکتا ہے اور جوؤن کی پیدائش کو منع کرتا ہے اور شہد
ملتے ہی جون مرجاتی ہے اور گندہ قرحون کو پاک کرتا ہے اور بینائی کی ظلمت کو جلا دیتا ہے اور معدہ کی
تقویت کرتا ہے اور بھوک لگاتا ہے اور دست آور ہے (اور لسدا بلغم کو چھانٹتا ہے اور ردی رطوبت کو دفع
کرتا ہے اور جلندر اور استرخا اور ہر قسم کے ریاح کو زائل کرتا ہے اور پیشاب اور حیض اور دودھ کو خوب جاری
کرتا ہے اور مثانہ اور گردہ کی پتھری کو توڑتا ہے اور جگر کو قوت دیتا ہے اور سینہ کو پاک کرتا ہے آور جالینوس
کے نزدیک سرد بیماریون کے لیے اس سے بہتر کوئی دوا نہین ہے اور اگر شہد مین چند قطرہ پانی اور رمق بھر قلمی
شورہ ملا کر کان مین ڈالین تو کان بھنبھنانے اور دھمدھمانے کو یعنی دوی اور طنین کو نہایت مفید ہے
تجربہ کیا گیا ہے البتہ دماغ کو اور گرم مزاج والون کو مضر ہوتا ہے اور درد سر لاتا ہے اناردانہ اور سرکہ اور دھنیے سے

۲۰

اسکی اصلاح ہوتی ہے اور دوشاب انگوری اور خرماے جید اسکا بدل ہے مقدار شربت ۲ ماشہ) **مین کہتا ہون** شہد ہلکی مَن ہے کہ شہد کی مکھی اُسکو پھولون پر سے چوس کر اپنے پوٹے مین اُٹھا کرتی ہے اور لاکر چھتے مین جمع کرنے کے ارادے سے رکھتی ہے اور مَن زمین کے بخارات ہین کہ اوپر چڑھکر پکتے ہین اور رات کی ٹھنڈک سے غلیظ القوام ہوکر گر جاتے ہین اور اسکے بہت سے حکم ہین کہ مطولات مین اُنکا ذکر تفصیل کے ساتھ موجود ہے ہماری مختصر کتاب مین اتنی گنجائش نہین کہ اُنکو تفصیل کے ساتھ لکھین اور شہد کا ایک عجیب فعل یہ ہے کہ پانی کے ساتھ تو بدن کو تر و تازہ کرتا ہے اسلیے کہ پانی کو بدن مین نفوذ کرا دیتا ہے اور نرا شہد بدن کو خشک کرتا ہے اور یہ اپنی حدت کی وجہ سے اور دوسرا عجیب فعل یہ ہے کہ گرم مزاج والون کے لیے دست آور ہے اپنی جلا کرنے والی حدت کی وجہ سے اور سرد مزاج والون کے لیے قابض ہے اور یہ اسلیے کہ اس مزاج والے کی رطوبت بلغمیہ کو بدن مین نفوذ کرا دیتا ہے اور اُسکو ہضم کرا دیتا ہے اور جوان گرم مزاج والا اسکو پینا چاہے تو اسکی اصلاح سرکہ سے کرلے اور چونکہ شہد کی مکھی اُسکو مختلف پھولون سے لیتی ہے اسوجہ سے بعض شہد بعض سے تھوڑا سا مخالف ہوتا ہے **مؤلف کہتا ہے** - **عِنَب** (یعنی انگور) اسکا چھلکا سرد خشک ہوتا ہے اور گودا اسکا گرم تر اور اسکے بیج سرد خشک ہوتے ہین عمدہ غذا ہے (کیونکہ اس سے صالح خون پیدا ہوتا ہے اور اپنی مٹھاس کی وجہ سے طبیعت کو مرغوب ہوتا ہے اور یہ خون اس صفت کے ساتھ اپنی رطوبت کے سبب سے بدن مین جلد نفوذ ہوتا ہے) اور مقوی بدن ہے اور پختہ انگور خوب چیز ہے اور پیڑ مین لٹکا ہوا یعنی نیم پختہ عمدہ ہوتا ہے اور دیر کا ٹوٹا ہوا افضل ہوتا ہے (اور جلد ہضم ہوتا ہے اور قعر معدہ مین جلد نافذ ہوتا ہے اور کثیر الغذا ہے اور بدن کو فربہ کرتا ہے اور خون کو صاف کرتا ہے اور مواد سوداوی اور احتراقی کو دفع کرتا ہے اور جلا کرتا ہے اور مادہ کو پکاتا ہے اور اگر اسکو خطمی کے ہمراہ پکاکر ورم پر لگائین تو ورم کو جلد تحلیل کرتا ہے اور مسام کو کھولتا ہے) مگر مثانہ کو مضر ہے (سونف اور گلقند سے اسکی اصلاح ہوجاتی ہے (اور مویز منقےٰ اسکا بدل ہے) **مین کہتا ہون** انگور خرماے تر سے افضل ہے مگر چھوارے کے اعتبار سے قلیل الغذا ہے اور چھوارے کی طرح سدے نہین ڈالتا اور نہایت شیرین انگور بسا اوقات دست لاتا ہے خصوصًا وہ جسمین مائیت زیادہ ہو اور سب سے بہتر انگور وہ ہے جو سفید اور پتلے چھلکے کا ہو اور نیم پختہ کے محمود ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مختلف زمانون کے گذرنے کی وجہ سے اسمین فضلے بہت کم ہوتے ہین اور اسمین نفخ کم ہوتا ہے اسی وجہ سے دیر کا توڑا ہوا انگور اچھا ہوتا ہے مؤلف رحمہ اللہ نے

ردیف عین مہملہ مین بھی دو دوائین چھوڑ دی ہین (ہم اپنی پرانی عادت کے موافق اُنسے ضرور تعرض کرینگے تاکہ ہمپر کوئی اعتراض نہ کرے کہ انکی نظر کم ہے) **عاقرقرحا** (یعنی آکرکرھا یہ ایک گھانس کی مشہور جڑ ہے) دوسرے درجہ مین گرم خشک ہے ریاح کو تحلیل کرتا ہے (اور سدہ کھولتا ہے اور دماغی فضلات کو کھوتا ہے اور ہر قسم کے بلغم چھانٹتا ہے اور لقوہ اور فالج اور استرخاء اور رعشہ اور کزاز اور دردسینہ اور عرق النسا کو مفید ہے اور سکتہ کے لیے بھی فائدہ مند ہے اور سردمزاج والون کی باہ کو قوت بخشتا ہے اور حیض کو جاری کرتا ہے اور اگر بیسکر لڑکون کی زبان پر ملین تو لکنت اور گندگی زبان کو دور کرتا ہے اور اسکے جوشاندے سے کلی کرنا دانتون کو مضبوط کرتا ہے پھیپھڑے کو مضر ہے اور اسکی اصلاح مویزج اور کتیرے سے ہوتی ہے اور سونٹھ اور دار فلفل اور شہد اسکا بدل ہے) **عرطنیثا** یعنی بخور مریم (مخزن الادویہ مین ہے کہ بخور مریم بالفتحہ باے موحدہ افریقہ مین جرالمشائخ کے نام سے مشہور ہے یہ ایک نبات ہے کہ پتے اسکے بڑے عشق پیچہ کے پتون سے مشابہ ہوتے ہین ایک طرف اسکی سبز اور دوسری جانب مائل بسفیدی اور رونگٹے دار اور ساق اسکی بقدر چار انگشت کے اور پھول اسکا مانند گل سرخ کے اور بعضی کا پھول کبود بھی ہوتا ہے اور جڑ اسکی مانند شلغم کے اور اُس سے زائد چوڑی اور سیاہ اور اسکی گھانس کو شجر مریم کہتے ہین آور منبت اسکا نمناک مقامات ہین اور مستعمل اسکی جڑ ہے اور اسکا عصارہ اسکی جڑ سے زیادہ قوی ہوتا ہے اور یہ عرطنیثا کی ایک قسم ہے اور بعینہ وہی نہین ہے جیسا کہ بعض لوگون نے سمجھا ہے کیونکہ عرطنیثا کی گھانس خاردار اور پرشاخ ہوتی ہو اور ساق اسکی بخور مریم کی ساق سے زیادہ لانبی ہوتی ہے اور اُسکے پتے کلم کے مشابہ ہوتے ہین اور شاخ اُسکی مشابہ بخور مریم کے ہوتی ہے اور سیاہ اور اسمین ایک چیز مشابہ گردہ کے نکلی ہوتی ہے بخلاف بخور مریم کے انتہی کلامہ) دوسرے درجہ مین گرم خشک ہوتی ہے ریاح کو تحلیل کرتی ہے (اور سدہ کھولتی ہے اور جاذب رطوبت ہے اور پیشاب اور حیض اور دودھ اور پسینا بہاتی ہے اور جگر کے سدہ کو توڑتی ہے اور یرقان کو مفید ہے اور بچہ کو جلد نکالتی ہے اور اسکے ربع جلا کرنے ہین مقعد کو مضر ہے اور کتیرا اسکا مصلح ہے اور کندش اسکا بدل ہے مقدار شربت ۲ ماشہ ہے) اور یہ شلجم کی طرح گول ہوتی ہے اسی لیے اسکو شلغمک کہتے ہین موصل مین زیادہ ملتی ہے مؤلف کہتا ہے

یہان سے اُن ادویہ کا بیان ہے جنکے شروع مین حرف (ف) ہے

فضتہ (یعنی چاندی اسکے ورق اور اسکا برادہ کھرل پر حل کیا ہوا) خفقان اور خارش کو مفید ہے

اور دل کی تقویت کرتا ہے (اور معدہ کو بھی قوی کرتا ہے اور قوت حیوانی کا نگہبان ہے اور مغز اور ہڈی اور منی
کو قوت دیتا ہے اور اصلاح کرتا ہے اور بلغمیت اور حد سے زاید فربہی کو بھی مفید ہے اور اسکا کشتہ اعضا کو
قوت بخشتا ہے اور اکثر بیماریون کو فائدہ مند ہے آنتون اور مثانہ کو مضر ہے اور کتیرے اور شہد سے اسکی اصلاح
ہوتی ہے اور فیروزہ اسکا بدل ہے مقدار ۲ ماشہ) **مین کہتا ہون** چاندی سرد خشک ہے اور بعض کے نزدیک
معتدل ہے اور خشکی اگر اسمین ہے بھی تو بہت ہی کم ہے **مؤلف کہتا ہے فستق** (یعنی پستہ) ایک
ولایتی مشہور میوہ ہے برابر کشمش کے مگر اُس سے سخت) دوسرے درجہ مین گرم خشک ہے اور اسمین ایک
رطوبت فضلیہ ہے دل کو قوی کرتا ہے (اور ذہن اور حافظہ اور دماغ اور باہ کو بھی قوت دیتا ہے اور جگر کے
سدون کو کھولتا ہے (اور خفقان اور قی اور متلی کو کھوتا ہے اور بدن کو فربہ کرتا ہے اور گردہ کی لاغری کو اور
جگر کی سردی کو دفع کرتا ہے سکنجبین اسکی مصلح ہے اور بادام بدل) مشہور یہ ہے کہ یہ ذہن کو بھی تیز کرتا ہے
مین کہتا ہون متن کی کل عبارت شرح سے مستغنی ہے **مؤلف کہتا ہے۔ فجل** (یعنی مولی)
قلیل الغذا اور بلغمی ہے اور لطافت بخشتی ہے اور اسکے بیج نہایت لطافت بخشتے ہین اور ریاح اور ورمون کو
تحلیل کرتے ہین اور چھیپ اور چھائین کو چہرے سے دور کرتے ہین اور چوٹ کے نشانون اور سیاہ داغون
کو بھی نفع بخشتے ہین (اور منھ کے زنگ کو صاف کرتے ہین اور سر کے بال گراتے ہین) اور مولی سے بالخاصہ
جوئین بکثرت پیدا ہوتی ہین اور جگر کے سدے کھولتی ہے اور یرقان کو نفع کرتی ہے اور متلی لاتی ہے (اور
بواسیر کو نافع ہے اور اسکی پکی ہوئی ترکاری پیشاب اور حیض کو جاری کرتی ہے اور گردہ اور مثانہ کی پتھری
توڑ بہاتی ہے اور پرانی کھانسی اور غلیظ کیموس کو دفع کرتی ہے اور معدہ کو فاسد کرتی ہے) ہاضم غذا ہے
مگر خود دیر ہضم ہے **مین کہتا ہون** مولی گرم خشک ہے اور معدہ مین دیر تک ٹھہرتی ہے اسی لیے متعفن
ہو جاتی ہے اور متلی لاتی ہے اور اسپر جو پرانا پن بہت زیادہ غالب ہوتا ہے اسی تیزی کی وجہ سے معدہ
مین جو کچھ پاتی ہے اُسکو قطع کر دیتی ہے اور پگھلا ڈالتی ہے اور اسی سے پیشاب جاری کرتی ہے اور گردہ
اور مثانہ کو پاک کرتی ہے اور اسی سے کھانے کو ہضم کرتی ہے اور دیر مین ہضم ہونے کی یہ وجہ ہے
کہ اُس سے یہ تیزی دفع ہو جاتی ہے بعد اسکا سخت اور صلب جرم معدہ مین رہ جاتا ہے **مؤلف کہتا
ہے۔ فقاع** (یعنی بوزہ) مخزن الادویہ مین ہے کہ انواع نبیذ کو فقاع کہتے ہین اسکا مزہ مرکب ہوتا
ہے تھوڑی شیرینی اور ترشی اور تلخی اور حدت سے اور وہ اکثر غلون سے بنایا جاتا ہے مانند جو اور برنج

پستہ

مولی

فقاع

اور کنگنی اور جوار اور سفید روٹی فطیر سے نفناع کے ساتھ اور مویز اور خرما اور گنا اور شہد وغیرہ بھی اسمین ہوتا ہے اور کبھی ان چیزون پر مرچ اور بالچھڑ اور لونگ اور تلی وغیرہ بھی بڑھاتے ہین) معدہ اور پٹھون اور دماغ کیلیے ردی ہے اور نفاخ ہے ردی اخلاط پیدا کرتا ہے (غلیان کی وجہ سے) **مین کہتا ہون** فقاع شرابون مین ایسا ہے جیسا کہ غذاؤن مین کومہ اور مؤلف نے جس فقاع کی بابت لکھا ہے وہ وہ ہے جو گیہون اور جو اور چانول اور چھوٹی جوار سے بنایا جائے اور پودینہ اور کرفس اور مرچ سیاہ اور بالچھڑ اور لونگ وغیرہ بھی اسمین ڈالی جائے کیونکہ پہلے لوگ فقاع اسی طریقہ سے تیار کرتے تھے اور ہمارے شہرونمین فقاع خشک انگور کا ہوتا ہے اور اسمین اتنی مضرتین نہین ہوتین جتنی متن مین مؤلف نے لکھی ہین مگر نفاخ یہ بھی ہوتا ہے اور پٹھون کو یہ بھی مضر ہوتا ہے اور سر کی طرف اسکی حدت کیوجہ سے بخارات متردد چڑھتے ہین جوش اور ترشی کے ساتھ اور اسپر کسی قسم کا حکم لگانے مین سچا طریقہ یہ ہے کہ جس چیز سے یہ بنایا جائے اُسکو دیکھکر اُسی کے موافق اُسپر حکم کیا جائے **مؤلف کہتا ہے فلفل** (یعنی مرچ) چوتھے درجہ مین گرم خشک ہے اور سفید مرچ مین زیادہ حرارت اور حدت ہوتی ہے اور بعض کے نزدیک سیاہ مرچ مین زیادہ حرارت ہوتی ہے اور پیپلی مین ان دونون سے خشکی کم ہوتی ہے اور تینون معدہ اور آنتون کے غلیظ ریاح کو تحلیل کرتی ہین اور لسدار اخلاط کو تقطیع کرتی ہین اور پٹھون اور عضلون کو قطع کرتی ہین - (کالی مرچ ورم اور ریاح کو تحلیل کرتی ہے اور رطوبت کو کھینچ لیتی ہے اور جلا کرتی ہے اور گرمی کرتی ہے اور بلغم کو چھانٹتی ہے اور حافظہ کو قوی کرتی ہے اور پٹھون اور معدہ اور جگر اور ہاضمہ کو قوت دیتی ہے اور غذاؤن کو لطیف کرتی ہے اور کوڑھ کو مفید ہے اور ریاح کو دفع کرتی ہے اور بذریعہ قے کے زہرون کو نکالتی ہے اور سردی کی کل دماغی بیماریون کو مفید ہے مگر گرم مزاج والون کو مضر ہے اور گھی اور شہد سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور دار فلفل اور سونٹھ اسکا بدل ہے اور لال مرچ نہایت تیزی کرتی ہے اور خون کو سوختہ کرتی ہے اور صفرا پیدا کرتی ہے اور سدے اور مسام کھولتی ہے اور بلغم چھانٹتی ہے اور دماغ کو پاک کرتی ہے اور ورم کو تحلیل کرتی ہے اور جلد کو سرخ اور گرم کر دیتی ہے اور پٹھون کے لپیٹنے کو اور بلغمی درد کو نافع ہے اور باہ کم کرتی ہے اور مثانہ اور پھیپھڑے اور معدہ کو بہت مضر ہے اور گھی اور شہد اسکا مصلح ہے اور کالی مرچ اسکا بدل ہے ۲ ماشہ سے زیادہ نہ کھانا چاہیے اور پیپلی یعنے فلفل دراز سرد مواد اور ریاح کو تحلیل کرتی ہے اور جگر اور طحال کا سدہ توڑتی ہے اور کھانا ہضم کرتی ہے اور معدہ اور کمر کو قوت دیتی ہے اور اعضائے تناسلی مین گرمی پیدا کرتی ہے اور باہ کو حرکت دیتی ہے اور پیشاب

اور قبض کو کھولتی ہے اور حمل کو ساقط کر دیتی ہے دوسرے درجہ میں گرم خشک ہے اور سر کو مضر ہے اور درد سر لاتی ہے اور صمغ عربی
اور صندل اسکے مصلح ہیں اور سونٹھ اور نرکچور بدل بمقدار ۴ ماشہ) **مین کہتا ہون** جالینوس نے لکھا ہے کہ فلفل کے
درخت کا پہلا پھل دار فلفل یعنی پیپلی ہے اسکے بعد اسی دار فلفل سے دانہ نکلتا ہے اور یہی گول مرچ ہے اسی لیے دار فلفل نسبت گول
مرچ کے ارطب ہوتی ہے اور سفید مرچ زیادہ گرم اسلیے ہوتی ہے کہ سیاہ مرچ خشک ہو چکی ہے اور اس خشک ہو جانے سے اسکی حدت
جاتی رہی ہے (بخلاف سفید مرچ کے کہ وہ ہنوز خشک نہین ہوئی ہے اور اسکی حدت باقی ہے) **مولف**
کہتا ہے - فوتنج (یعنی پودینہ) دوسرے درجہ میں گرم خشک ہے اور لطافت بخشتا ہے اور ریاح کو تحلیل
کرتا ہے اور اسکے نچوڑے ہوے پانی کا پینا اور عمل لینا پیٹ کے کیڑون کو مار ڈالتا ہے اور اسکا حمول (یعنی
لتہ تر کر کے عورت کا اپنے بدن مین رکھنا) بچے کو گرا دیتا ہے اور پودینہ سانس پھولنے کو نفع بخشتا ہے اور یرقان
کو مفید ہے اور اسکا ضماد (یعنی لیپ قرحہ ڈالتا ہے اور کاٹنے والے کیڑون کے کاٹنے کو فائدہ کرتا ہے اور پسینہ
(اور پیشاب) کو بہاتا ہے اور جذام کو نفع بخشتا ہے اور باہ کو قطع کرتا ہے اور بلغم کو چھانٹتا ہے اور ریاح کو تحلیل
کرتا ہے آنتون اور گردون کو مضر ہوتا ہے کتیرے اور رب السوس سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور گندنا اسکا بدل ہے
مین کہتا ہون پودینہ مشہور ترکاری ہے اور اسکی تین قسمین ہین نہری اور صحرائی اور پہاڑی (پہاڑی پودینہ
بدن مین خوب گرمی بڑھاتا ہے اور پیشاب اور حیض اور دودھ کو خوب جاری کرتا ہے اور سدون کو توڑتا ہے اور
سینے اور پھیپھڑے کو پاک کرتا ہے اور جگر اور طحال اور معدہ کو قوت بخشتا ہے اور گردہ کو بھی قوت دیتا ہے
اور منھ سے خون آنے کو بند کرتا ہے اور بلغم کو براہ دست نکالتا ہے اور قولنج کو نافع ہے اور ہمراہ سرکہ کے
اسکا لیپ بلغمی ورمون کو تحلیل کرتا ہے اور پھوڑون کو خشک کرتا ہے تیسرے درجہ مین گرم خشک ہے پھیپھڑے
کو کچھ مضر ہے صحرائی پودینہ اسکا مصلح ہے اور افتیمون اور صعتر بدل ہے اور نہری پودینہ جسکو صعتر کہتے ہین
بلغم کو چھانٹتا ہے اور ریاح کو تحلیل کرتا ہے اور سدہ کھولتا ہے اور مادہ ردی بلغمی کو دفع کرتا ہے اور لطافت
بخشتا ہے اور خشکی لاتا ہے اور باہ زیادہ کرتا ہے اور بھوک لاتا ہے اور معدہ کو بالائی رطوبت سے پاک
کرتا ہے اور دماغ پر ابخرے نہین چڑھنے دیتا اور اکثر دماغی امراض کو مفید ہے پھیپھڑے کو ضرر پہونچاتا ہے
اور سرکہ اسکا مصلح ہے اور پہاڑی پودینہ اسکا بدل ہے) **مولف** نے جو دوائین اس ردیف مین چھوڑی
ہین منجملہ اُنکے ایک **توفاشرا** ہے یعنی ہزار جشان جسکا بیان گذر چکا ہے مگر با اینہمہ ہمنے اسکو منجملہ متروکہ ادویہ
کے گنا یا یہ اسلیے کہ لوگون کو معلوم ہو جائے کہ ہزار جشان کا ایک نام یہ بھی ہے کیونکہ مولف نے اس

فوتنج

ہزار جشان

فائدہ کی امین رعایت نہین کی (درحقیقت آپ صحیح فرماتے ہین اور یہ بھی مسلم ہے کہ یہ فائدہ اُسوقت ہرگز
نہ حاصل ہوتا جبکہ آپ ہزار جتن کے بیان ہی مین یہ فرما دیتے کہ اسکو فاشرا بھی کہتے ہین آپکا مؤلف
پر اور ہم لوگون کی گردنون پر کیسا اچھا احسان ہے) **فاوانیا** یعنی عود صلیب اور اسکا یہ نام اسلیے
رکھا گیا ہے کہ اسکو جتنا توڑتے جاؤ گے صلیب کی ایسی شکل پیدا ہوتی جائیگی (بعض لوگ کہتے ہین کہ
بادام کے چھلکے کی طرح ایک چھلکا ہوتا ہے اور بعض کہتے ہین کہ یہ ایک نبات ہے جسکی ساق دو بالشت
کی بقدر ہوتی ہے جسمین شاخین بہت ہوتی ہین نر اور مادہ ہوتی ہے مخزن الادویہ مین ہے کہ مولانا نفیس نے
شرح موجز قرشی مین صرع کے معالجہ کے ذیل مین لکھا ہے کہ جس شخص نے فاوانیا اور عود الصلیب
کو ایک سمجھا ہے اُسنے سخت غلطی کی اور یہ غلطی اسلیے واقع ہوئی ہے کہ دونون کی جڑ اور پتے آپسمین مشابہ
ہوتے ہین اسی سبب سے دونون مین کوئی فرق نہین کیا اور درحقیقت بات یہ ہے کہ نر کو جسکے جوف مین خطوط
صلیبی ہوتے ہین عود صلیب کہتے ہین اور مادہ کو جسکے جوف مین خطوط صلیبی نہین ہوتے فاوانیا کہتے ہین
اور شیخ الرئیس نے بھی قانون مین عود الصلیب اور فاوانیا کو جدا جدا ذکر کیا ہے انتہی) اور یہ گرم خشک ہے
دوسرے درجہ مین مرگی کو فائدہ کرتی ہے اگرچہ اسکو لٹکا لیا جائے (اور درد نقرس اور درد معدہ اور درد گردہ
اور مثانہ کو مفید ہے اور درد رحم اور یرقان اور مرگی اور کابوس کو نافع ہے اور پتھری توڑتی ہے اور قابض ہی
اور خشکی لاتی ہے اور پیشاب اور حیض کو جاری کرتی ہے اور دل کو قوت بخشتی ہے اور خون بہنے کو بند کرتی ہی
معدہ کو تھوڑا ضرر کرتی ہے اور کتیرا مصلح ہے اور غاریقون اور فسنتین بدل ہے) صاحب منہاج نے لکھا ہے
کہ مرگی کے لیے اسکا تجربہ کیا گیا تو نفع بخش ثابت ہوئی **فوفل** (یعنی سپاری) یہ ایک ہندوستان کا پھل ہے
سرد خشک اور قابض ہوتی ہے (اور مواد کو پختہ کرتی ہے اور دماغ پر انجرے نہین چڑھنے دیتی اور منھ کی
رطوبت اور دانتون کی سستی کو دفع کرتی ہے اور دل اور باہ اور ڈھیلے اعضا کو قوت بخشتی ہے اور پیشاب
جاری کرتی ہے اور منی کو گاڑھا کرتی ہے اور دستون کو بند کرتی ہے اور گرمی کے وردون کو مفید ہے
اور اسکے جوش کا پانی نچوڑ کر قوی دست آور ہے اور اسکا پھول بچون کے دست بند کر دینے مین مجرب
ہے سینہ کو کھرکھراتی ہے اور مثانہ کو اور قولنج والے کو مضر ہے کتیرا اسکا مصلح ہے اور سرخ صندل اور دھنیا اسکا
بدل ہے اور چکنی ڈلی جسکو فوفل رطب کہتے ہین قابض ہے اور مواد کو پختہ کرتی ہے اور پٹھون اور دل اور
معدہ کو قوت دیتی ہے اور اپنے کسیلے پن سے دست آور ہے دوسرے درجہ مین گرم خشک ہے

عود صلیب

فوفل

پھیپھڑے کو مضر ہوتی ہے اور صمغ عربی سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور اسکا بدل کوئی نہین ہے، ماشہ تک اسکی مقدار ہے اس سے زیادہ کھانا اچھا نہین ہے) **مؤلف کہتا ہے**

یہان سے اُن ادویہ کا بیان ہے جنکے شروع مین صاد مہملہ ہے

صندل (یعنی چندن) دوسرے درجہ مین سرد خشک ہے مواد کی کشش کو روکتا ہے اور گرم ورمون اور دردسر اور خفقان کو اسکا گھسکر لگانا اور پینا دونون مفید ہین اور ضعف معدہ کو موافق پڑتا ہے **مین کہتا** ہون صندل ایک مشہور لکڑی ہے ملک چین مین اسکا درخت ہوتا ہے اور وہین سے آتا ہے صندل دو قسم پر ہے سفید اور سرخ اور کبھی زرد بھی ہوتا ہے مواد کی ریزش کو بالخاصہ روکتا ہے اور انکو تحلیل کرتا ہے (سفید صندل فرحت بخشتا ہے اور دل اور معدہ کی تقویت کرتا ہے اور مواد کو پکاتا ہے اور قابض ہے اور ورمون کو تحلیل کرتا ہے اور خون کو صاف کرتا ہے اور خفقان اور سوزش معدہ اور صفراوی بخارون کو دفع کرتا ہے اور اسکا سونگھنا وبائی ہوا کی مضرت کو دفع کرتا ہے اور گھس کے اسکا لیپ کرنا دردسر کو نافع ہے باہ کو زائل کرتا ہے اور شہد اور مصری سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور سرخ صندل اسکا بدل ہے اور سرخ صندل خونی دستون اور بخار کو اور خفقان کو دور کرتا ہے اور اسکا لیپ کرنا اپنے فعل مین سفید صندل سے قوی ہے اور ورم کو تحلیل کرتا ہے اور مواد کو پکاتا ہے اور سوزش اور حرارت کو تسکین دیتا ہے گدگداہٹ پیدا کرتا ہے اور روغن گل اور سرکہ اسکا مصلح ہے اور سفید صندل بدل) **مؤلف کہتا ہے** **صعتر** (یعنی ساتر) دوسرے درجہ مین گرم خشک ہے لطافت بخشتا ہے اور مواد کو تحلیل کرتا ہے اور ریاح کو صاف کرتا ہے اور بلغم کو دور کرتا ہے اور غلیظ القوام کھانے کو جلد ہضم کر دیتا ہے اور معدہ کو خشک کرتا ہے اور پیشاب اور حیض کو جاری کرتا ہے اور ضعیف نظر کو تیز کرتا ہے اور اسکا پینا اور لگانا پہلو کے درد کو نافع ہے **مین کہتا ہون** اس دوا کا نام سعتر بالسین المہملہ ہے لیکن صحاح مین جوہری نے لکھا ہے کہ طب کی کتابون مین اسکو صاد سے لکھنا چاہیے (یعنی صعتر) تاکہ شعیر کے ساتھ املا مین التباس نہ واقع ہو جائے کے اور معنی بگڑنہ جائین) **مؤلف کہتا ہے** **صمغ** (یعنی گوند جب اطبا بلا کسی قید کے صمغ بولتے ہین تو اُس سے صمغ عربی یعنی ببول کا گوند مراد ہوتا ہے اور گوند درخت کی غذا کا فضلہ ہے اور ارضیت اور مائیت سے مرکب ہے اور ان دونون کا امتزاج نہایت مستحکم اور مضبوط ہو گیا ہے اور ان دونون کی تعدیل سورج کی حرارت سے ہو گئی ہے اسی سبب سے

صندل

صعتر

صمغ عربی

اسکا جوہر لچلچا ہوتا ہے اور جب اسمین کوئی رطوبت ملتی ہے تو چپکنے لگتا ہے) بہت قوت کے ساتھ رگ کے منھ پر چپک کے سدے ڈالتا ہے اور خشکی پیدا کرتا ہے اور صمغ عربی سب گوندون مین افضل ہوتا ہے کیونکہ یہ حلق اور سینہ کی کھرکھراہٹ کو نرم کرتا ہے اور پیٹ کو بستہ کرتا ہے اور آنتون کی تقویت کرتا ہے (اور معدہ کو قوی کرتا ہے اور آواز کو صاف کرتا ہے اور خراش کو دور کرتا ہے مقعد کو مضر ہے اور کتیرا اور بہدانہ اسکا مصلح ہے اور صمغ پلاس اسکا بدل ہے) **مین کہتا ہون** صمغ عربی کی تفسیر پہلے گذر چکی ہے اس فصل مین بھی مولف نے دوائین چھوڑ دی ہین ایک تو صبر (یعنی ایلوا ہے گھیکوار کو نچوڑ کر رسوت کی طرح بناتے ہین) ایک عصارہ ہے جما ہوا اسکی گھانس مثل سوسن کے ہوتی ہے فرق اسقدر ہے کہ ایلوے کی پتی بہ نسبت سوسن کی پتی کے لانبی اور چوڑی اور دبیز ہوتی ہے سقوطرہ اور بلاد حبش مین اسکا منبت ہے (اسی لیے اسکو صبر سقوطری کہتے ہین) دوسرے درجہ مین گرم خشک ہے (اور مرکب القوی) قوی دست آور ہے (اور سدہ کھولتا ہے اور ریاح کو تحلیل کرتا ہے دستون مین ہر خلط کو نکالتا ہے اور معدہ کو اور اخلاط فاسدہ کو پاک کرتا ہے اور بینائی کو قوت بخشتا ہے اور بہت پرانے زخمون کو بھرلاتا ہے اور آنکھون کے اکثر امراض کو فائدہ مند ہے اور اگر ہمراہ اشق اور رسوت اور افیون اور اقاقیا کے سرکے مین حل کرین تو ورم طحال کو مفید اور مجرب ہے) اگر نرا ایلوا استعمال کرنا ہو تو اُسکی مقدار شربت نصف درہم سے دو درہم تک ہے گرم پانی کے ساتھ بلغم اور صفرا کو دستون کی راہ نکالتا ہے اور دواؤن کے ساتھ مقدار شربت صرف دو دانق ہین نصف درہم تک اور کتیرے اور مصطگی اور گلاب کے پھول سے اسکی اصلاح ہوتی ہے (اور اسہال مین تربد اسکا بدل ہے اور ورم مین رسوت) **صوف** (یعنی پشم) گرم خشک ہے (عمدہ وہ ہے جو نرم اور خالص ہو شراب گرم مین بھگو کر کھانسی اور رقیق نزلہ اور درد سینہ اور ضربہ اور سقطہ کے دردون کے دور کرنے مین مجرب ہے اور روغن گل کے ساتھ ورمون کو تحلیل کرتا ہے اور باولے کتے کے کاٹنے کے لیے تریاق ہے اور ریشمی کپڑے کا پہننا گرمی پیدا کرتا ہے اور بدن کو لاغر کرتا ہے اور مورث خارش ہے اور جلد کو سخت کرتا ہے نقرس والون کے لیے اسکا بچھونا فائدہ دیتا ہے) **مؤلف کہتا ہے**

یہان سے اُن ادویہ کا بیان ہے جنکے شروع مین حرف قاف ہے

قِثّاء (یعنی ککڑی) دوسرے درجہ مین سرد تر ہے اچھی ککڑی وہی ہے جو اچھی طرح پک جائے گرمی اور سوزش کو (اور حدت خون اور جگر کو اور پیاس کی تسکین دیتی ہے لیکن اسکا خلط جلد متعفن ہو جانیکا مستعد

اور قابل ہوتا ہے پرانے پرانے بخارون کو اُبھارتی ہے اور بخار پیدا کرتی ہے اور پختہ ککڑی جلد بگڑ جاتی
ہے اور اسکا سونگھنا غشی کو دور کرتا ہے اور مثانہ کے موافق ہے اور پیشاب خوب لاتی ہے اور ملین ہے
(اور ریاح اور قولنج پیدا کرتی ہے اور ڈکاری اور کمر کے درد کو مفید ہے نفاخ اور دیر ہضم ہے اور سرد مزاجون کو
مضر ہے نمک اور اجوائن سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور کھیرا اسکا بدل ہے) **مین کہتا ہون** ککڑی کو شنگیا
بھی کہتے ہین مؤلف نے جو کچھ اُسکے افعال لکھے ہین سب ظاہر ہین اور اسکی اصلاح شہد اور ہر اُس چیز سے
ہوتی ہے جو شیرین ہو (اور نمک سے بھی اسکی اصلاح ہوتی ہے) **مؤلف کہتا ہے۔ قثد** یعنی
کھیرا یہ ککڑی سے زیادہ لطیف ہوتا ہے اور برودت بھی اسمین اُس سے زاید ہوتی ہے اور گرمی کے بخارون
کو نافع ہے اور پیشاب جاری کرتا ہے اور کبھی تازہ کھیرا پیاس لاتا ہے اور معدہ اور پہلو مین درد پیدا کرتا
ہے (اور صفرا اور خون کی گرمی اور پیٹ کی انتڑیون کی سوزش کو تسکین دیتا ہے اور گرم دماغی بیماریون کو
اور بیخوابی کو نافع ہے اور اسکا بلبلایا ہوا پانی تپ صفراوی اور خونی اور بلغمی کو مفید ہے اور گرمی کے
درد سر مین اسکا تراش کے سونگھنا مفید ہے بلغم پیدا کرتا ہے اور نفاخ ہے اور سرد مزاج والون کو مضر ہے
واللہ اعلم) **مین کہتا ہون** تر و تازہ کھیرا جو کبھی پیاس لاتا ہے اسکی یہ وجہ ہے کہ اسکی رطوبت متعفن ہو کر
پتون کی طرف بہت جلد مستحیل ہو جاتی ہے **مؤلف کہتا ہے۔ قرع** (یعنی لانبا کدو جسکو لوکی
کہتے ہین اسکا کچھ بیان ہم یقطین مین بھی لکھ آئے ہین کیونکہ اسکا ایک نام یقطین بھی ہے شارح بھی اس فائدہ کا
بہت لحاظ رکھتے ہین مگر انکو اس مقام پر اسکا خیال نہین رہا تھا اسلیے ہمنے اُنکی خاطر سے اس کام کو انجام
دیدیا) دوسرے درجہ مین سرد تر ہے معدہ سے نیچے جلد اُتر جاتی ہے اور جلد بدن کی غذا ہوتی ہے اور
اسکا خلط صالح ہوتا ہے مگر یہ کہ ہضم سے پہلے یا پیچھے فاسد ہو جائے اور اسکا مزہ پھیکا ہوتا ہے مگر یہ کہ کوئی
چیز اس سے ملکر اسپر غالب آجائے پس جب رائی سے اسکی آمیزش ہوتی ہے تو اسکے خلط کو چرپرا
بنادیتی ہے اور انگور یا ترش انار یا سماق کے ساتھ ملنے سے صفرا کے لیے نافع ہے لیکن اس صورت
مین قولنج کو ضرر کرتی ہے اور نمک سے ملکر اسکا خلط نمکین ہو جاتا ہے اور لوکی پیاس کو تسکین دیتی
ہے لیکن کچی لوکی معدہ کے لیے بُری ہے **مین کہتا ہون** عمدہ لوکی وہ ہے جو تر و تازہ اور سبز اور
شیرین ہو اسکی طبیعت سرد تر ہے اور روفس اسکو گرم تر کہتا ہے اور جو خلط اس سے پیدا ہوتا ہے وہ
صالح مگر مزہ پھیکا ہوتا ہے بشرطیکہ کسی سبب سے ہضم کے پہلے بگڑ نہ جائے مثلاً یہ کہ معدہ مین دیر تک

ٹھہرے اور فساد کی وجہ یہ ہو کہ یہ بہت ضعیف ہوتی ہو جیسے اذیو ے ہین یا یہ کہ شلاً اسکے بعد کوئی ایسا کھانا
کھایا جائے جو اسکو فاسد کردے پھر مؤلف نے جو اسکے خلط کو پھیکا بتایا ہے یہ اسی وقت ہے جبکہ تنہا لوکی ہی
کھائی جائے اور کوئی اور ایسی چیز نہ کھائی جائے جو اسپر غالب آکر اسکے خلط کو متغیر کردے مثلاً رائی بھی
ساتھ ہی استعمال کی جائے کہ یہ اُسکے خلط کو تیز کردیتی ہے یا یہ کہ انگور وغیرہ کا استعمال کیا جائے کہ اس سے
اُسکا خلط ترش ہو جاتا ہے اور اُسکی برودت کو اور بڑھا دیتا ہو اور قولنج کو دوا ضرر ہوتا ہے یا یہ کہ نمک کے ساتھ
اسکو استعمال کیا جائے کہ نمک خلط کو نمکین بنا دیتا ہے (غرضکہ یہ سب چیزین اُسکو اپنے اصلی مزے سے
الگ کردیتی ہین) اور کچی لوکی معدہ کے لیے نہایت ردی ہے اور اسکا علاج سوا اسکے اور کوئی نہین
کہ قی کی جائے مؤلف کہتا ہے۔ **قوانص** یعنی پرندون کے سنگدانے کثیر الغذا ہوتے ہین اور
مرغی کا سنگدانہ دیر ہضم ہوتا ہے اور مرغ اور مرغی کے سنگدانے کا اندرونی پردہ معدے کے منھ کو اور معدے
کے درد کو موافق پڑتا ہے **مین کہتا ہون** صحاح مین ہے کہ پرندون کے یے قوانص ایسے ہین جیسے
اور حیوانات کے لیے آنتین اور صاحب تقویم نے لکھا ہے کہ پرندون کے معدون کو قوانص کہتے ہین
اور اُسکی فارسی سنگدانہ ہے انتہی اور یہی ٹھیک معلوم ہوتا ہے **مؤلف کہتا ہے** **قُسط** دیکھنے
کٹ نفیسی مین ہے اسکی تین قسمین ہین ایک تو ہندی ہے جسے قرنفلی کہتے ہین اور یہ کالے رنگ
کی اور غلیظ اور میٹھی ہوتی ہے اور دوسری قسم شامی ہے اسکا رنگ شمشاد کی لکڑی کے رنگ کا ہوتا ہے اور اسکی
خوشبو ظاہر ہوتی ہے کہتے ہین کہ یہی راسن ہے تیسری قسم قسط بحری یعنی دریائی کٹ ہے اور یہ ہلکی اور خوشبودار
اور مزے مین کڑوی اور رنگ مین سفید ہوتی ہو اور یہان کٹ سے یہی کٹ مراد ہے اور بعضے کہتے ہین
کہ کالی ہندی قسم کڑوی ہوتی ہے اور سفید میٹھی ہوتی ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ سفید میٹھی وہ ایک قسم کی سوسن
کی جڑ ہوتی ہے اور یہ سوسن ملک روم مین ہوتی ہے اور بنفشہ کے ساتھ مربے کی جاتی ہے اور یہ عراق
مین بنفشہ کی جڑ سے مشہور ہے) کٹ تیسرے درجہ مین گرم خشک ہے لطافت بخشتی ہے اور جلد مین قرحہ
ڈالتی ہے اور اسکا ملنا رعشہ اور فالج کو نافع ہے اور ہر ایسے مرض کو مفید ہے جسمین گہرائی سے مادہ کے
جذب کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جیسے عرق النسا رہے اور پیشاب اور حیض کو جاری کرتی ہے اور
کدو دانون کو نفع بخشتی ہے اور باہ کی تحریک کرتی ہو اور عضلے کے سرک جانے اور پھٹ جانیکو مفید ہے اور اسکا
تیل پٹھون کے سُست ہو جانے اور سردی کھا جانے کو نفع دیتا ہے اور ریاح اور ورم کو تحلیل

کرتی ہے اور سردی کے دردون اور نقرس کو مفید ہے اور اکثر دردون کو تسکین دیتی ہے اور یہ قاتل ہی
لہذا اسکا کھانا کسی طرح جائز نہین ہے اور میٹھی کٹ دماغ کو قوت بخشتی ہے اور اعضاے رئیسہ اور باہ
اور جگر کو بھی قوت بخشتی ہے اور پٹھون کو بھی قوی کرتی ہے اور ریاح کو تحلیل کرتی ہے اور دماغ کی
بیماریون کو مثل فالج اور لقوہ اور رعشہ کے مفید ہے اور مثانہ اور پھیپھڑے کو مضر ہے اور انیسون اور
گلقند سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور عاقرقرحا اسکا بدل ہے **مین کہتا ہون قسط** یعنی کٹ
حبش کی مشہور دوا ہے اسکی دو قسمین ہین شیرین اور تلخ شیرین تو رومی ہوتی ہے اسکی خوشبو بہت تیز ہوتی ہی
اور رنگت مین سفید ہوتی ہے اور تلخ ہندی ہوتی ہے رنگت مین سیاہ اسکی خوشبو ایلوے کی ایسی ہوتی ہی
اور اکثر بنفشہ کی جڑ ہندی کٹ کی جگہ بیچی جاتی ہے اور آسمانی سوسن کی جڑ رومی کٹ کی جگہ لیکن ان
دونون مین سے کوئی بھی مزے اور خوشبو مین کٹ کی طرح نہین ہوتی مؤلف کے قول ینفع الناقض مین
جو ناقض ہے اسکے معنی رعشہ کے ہین یعنی زیتون کے تیل کے ساتھ اسکا لیپ رعشہ کو نفع بخشتا ہے
مؤلف کہتا ہے قنطوریون (یعنی لوناگھانس یہ قنطوریہ کا معرب ہے کہ قنطوریس حکیم کی طرف
منسوب ہے اس حکیم نے اسکو پہلے پہل پہچانا ہے اور اسکی دو قسمین ہین بڑی اور چھوٹی بڑی کی پتی جو نکی پتی
کے مشابہ ہوتی ہے اور اسکی سبزی ایسی ہوتی ہے جیسے کرم کلہ کی پتی پر سبزی ہوتی ہے اور اسکے پتون
کے کنارے آرہ کی طرح دندانہ دار ہوتے ہین اور اسکا تنہ پالک کے تنہ کے مشابہ طول مین دو یا تین
ہاتھ کا ہوتا ہی اور ایک ہی جڑ مین بہت سی شاخین ہوتی ہین اور انکے سرے خشخاش کے سرون کے مشابہ
ہوتے ہین یعنی گول اور طول کی طرف مائل اور اسکی ٹہنے کا رنگ سرمہ کے مثل ہوتا ہے اور اسکے بیج
کڑھے کے بیج کے مشابہ کلی کے بیچ مین ہوتے ہین اور اسکی جڑ غلیظ موٹی سخت طول مین دو ہاتھ کی
رطوبت سے بھری ہوئی ہوتی ہی اور اسکا رنگ خون کی طرح سرخ ہوتا ہے اور اسکا مزہ تیز تھوڑے قبض یعنے
کھٹے پن اور مٹھاس کے ساتھ ہوتا ہے اور چھوٹی قسم اسکی پہاڑی پودینہ کے مشابہ ہوتی ہے اور اسکا تنہ گندہ
جسکا طول بالشت بھر سے زیادہ ہوتا ہے اور اسکی کلی سرخ اور بنفشئی ہوتی ہے اور پتی چھوٹی طول کی طرف مائل
اور تلی کی پتی سے ملتی ہوئی ہوتی ہے اور اسکا پھل گیہون کے مشابہ ہوتا ہے اور مزہ گھانس کا نہایت
تلخ ہوتا ہے اور مؤلف نے ان دونون قسمون کے افعال اور منفعتون کو ملا کر بیان کیا ہے) تیسرے درجہ مین
گرم خشک ہوتی ہے اسمین جلا کرنے کی قوت ہوتی ہے اور قابض ہے اور بلا خراش کے خشکی پیدا کرتی ہے

قنطوریون

کہا جاتا ہے کہ اگر اسکو مہین اور پسے ہوے قیمے کے ساتھ پکایا جائے تو یہ اُسکو اکٹھا کردیگی اور اُسکا ایک
لوتھڑا بنا دیگی اور حیض (اور پیشاب) کو جاری کرتی ہے اور پیٹ کے بچون کو بگاڑ دیتی ہے اور مرے ہوے
بچے کو نکال دیتی ہے اور زخمون کو بھرلاتی ہے اور خون تھوکنے کو مفید ہے اور عضلے کے پھٹ جانے اور
ہٹ جانے کو فائدہ دیتی ہے اور ضیق النفس کو اور پرانی کھانسی کو نفع بخشتی ہے اور عرق النسا کے درد مین
اسکے جوشاندے کا عمل دیا جاتا ہے تو غلیظ اور گاڑھے خلطون کو نکال دیتی ہے اور جگر کے سدون کو
نکالتی ہے اور اسکا پینا اور لیپ لگانا تلی کی سختی کو دور کرتا ہے اور آنکھ کے جالے کو کاٹتی ہے اور نظر کو
تیز کرتی ہے (اور بلغمی قولنج کو نافع ہے اور بلغم اور لسدار خلطون کو چھانٹتی ہے اور مادۂ بلغمی کو دستون کی
راہ نکالتی ہے اور مادۂ صفراوی کو بھی آنتون کو اور دماغ کو مضر ہے اور صمغ عربی اور کتیرے سے اسکی اصلاح
ہوتی ہے اور پرسیاؤشان اور زراوند مدحرج اور سعد اور سورنجان اور رسوت اسکا بدل ہے قدر شربت
۳ ماشہ) مین کہتا ہون قنطوریون دو قسم پر ہے چھوٹی اور بڑی فصل ربیع کے آخر مین اگتی ہے اسکی
شاخین گندہ سفید اور زرد ہوتی ہین اور اُنکے سرون پر سبزی ہوتی ہے اور اسکا بیج بڑا ہوتا ہے اور چھوٹی
پودینہ کی ہمشکل ہوتی ہے اور اُسکی پتی تتلی کی پتی کے مشابہ ہوتی ہے اور مؤلف نے اُسکے جو کچھ افعال
بیان کیے ہین سب ظاہر ہین مؤلف نے اس فصل مین بھی بعض ادویہ کو نہین لکھا منجملہ اُن کے ایک
قاقلہ (یعنی الائچی) ہے مشہور چیز ہے اسکی دو قسمین ہین چھوٹی اور بڑی گرم خشک ہے (چھوٹی تو دوسرے
درجہ مین گرم خشک ہے اور بڑی پہلے درجہ مین گرم اور دوسرے درجہ مین خشک ہے) ریاح کو تحلیل کرتی ہے
(چھوٹی الائچی روح کو فرحت بخشتی ہے اور لطیف کرتی ہے اور زخم کو جلا دیتا ہے اور سینہ اور حلق اور معدہ
کے رطوبات کو جذب اور خشک کرتی ہے اور معدہ اور قلب کو قوت بخشتی ہے اور خفقان اور قی اور متلی
اور ابکائی کو نافع ہے اور منہ کی بو کو اور ہوا کو خوشبودار کرتی ہے اور گردہ اور مثانہ کی پتھری کو نکالتی ہے
اور سینہ اور پھیپھڑے اور آنتون کو مضر ہے اور کتیرے اور نبسلوچن سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور کبابہ اور
بڑی الائچی اور لونگ بدل ہے ۳ ماشہ سے ۴ ماشہ تک مقدار شربت ہے اور بڑی الائچی روح کو فرحت
دیتی ہے اور معدہ کو قوت دیتی ہے اور ہاضم ہے اور بھوک کھولتی ہے اور دستون کو بند کرتی ہے اور ریاح
معدہ اور متلی کو دفع کرتی ہے اور اُسکے دانے مسوڑون کو قوی کرتے ہین اور جڑون کو کھولتے ہین اور اسکے
چھلکون کا لیپ درد سر کو سودمند ہے یہ بھی آنتون اور پھیپھڑے کو مضر ہے اور کتیرا اسکا مصلح ہے اور کبابہ

اور چھوٹی الائچی بدل ہے اور ۵ ماشہ تک اسکی مقدار شربت ہے) **قرفہ** (یعنی تج اسکو سلیخہ بھی کہتے
ہین) یہ لونگ کے درخت کی چھال ہے اسکا حکم وہی ہے جو لونگ کا ہے **قرنفل** (یعنی لونگ یہ ایک جنگلی
درخت کا پھول ہی) دوسرے درجہ مین گرم خشک ہے جگر اور معدہ اور دماغ کو (اور فکر اور ذہن کو) نفع بخشتی ہی (اور فرحت
لاتی ہے اور ارواح کو قوت بخشتی ہے اور باہ زیادہ کرتی ہے اور سردی کے دردسر کو دفع کرتی ہے اور
فالج اور لقوہ اور سکتہ اور نزلہ کو مفید ہے اور کل امراض دماغی کو نافع ہے اور سدے کھولتی ہے اور اسکا سرمہ
آنکھون کو قوت دیتا ہے اور بینائی کو تیز کرتا ہے اور آنکھ کی سبل کو اور ناسور کو مفید ہے گردہ اور آنتون کو مضر ہے
اور صمغ عربی اسکا مصلح ہے اور دارچینی اور جاوتری اسکا بدل ہے) **قرطاس** (یعنی کاغذ مشہور ہے اور مطلق سے
طب مین خاص بانس کا کاغذ مراد ہوتا ہے) سرد خشک ہے (اور جلا ہوا کاغذ پہلے درجہ مین گرم اور دوسرے
درجہ مین خشک ہے) جلا ہوا کاغذ نکسیر کو بند کردیتا ہے (اور ہمراہ مکھن کے زخم کو بھرلاتا ہے اور ناسور کو فائدہ مند
ہے اور بے جلا ہوا کاغذ پھیپھڑے کے زخم کو دفع کرتا ہے اور معدہ کی سوزش کو نافع ہے اور آنتون کے
زخم اور خراش اور سوزش کو مفید ہے اور منہ سے خون آنے کو اور دستون کو بند کرتا ہے **قردمانا** یعنی جنگلی کرویا
(یہ ایک گھانس ہے مثل بابونہ کے اور بیج مثل کالے زیرے کے پھول سفید اور اودہ اور بیج بھورے اور
سیاہ) گرم خشک ہے (دوسرے درجہ مین) کھانسی کو نافع ہے (اور سدہ اور مسام کھولتی ہے اور لطافت بخشتی
ہے اور پیشاب لاتی ہے اور پتھری توڑتی ہے اور سردی کی بیماریون کو مفید ہے اور پیٹ کے کیڑے
مارتی ہے اور سینہ کو پاک کرتی ہے اور قولنج اور ریاح کو دفع کرتی ہے اور ہچکی اور کھانسی اور دھانس کو نافع
ہے اور عرق النسا کو اور فالج کو مفید ہے طحال کو مضر ہوتی ہے اور انیسون اور صندل سے اسکی اصلاح
ہوتی ہے اور رائی بدل ہے) **قرطم** (یعنی کسم کے بیج گرم خشک ہین اور مواد اور ورم کو تحلیل کرتے ہین (اور کسم
یعنی گل معصفر مادہ کو پختہ اور معتدل القوام کرتا ہے اور نیند لاتا ہے اور جگر کو قوت دیتا ہے اور جمے ہوے
خون کو گھلا کے رقیق کردیتا ہے اور ہمراہ شہد کے اسکا لیپ بواسیر اور داد اور کھجلی اور سفید داغ کو مفید ہے
اور اسمین رنگے ہوے کپڑے کی خوشبو باہ زیادہ کرتی ہے اور باہ کو حرکت مین لاتی ہے اور رنگ بدن کا
صاف اور سرخ کرتی ہے معدہ اور طحال کو فاسد کرتا ہے اور شہد سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور چار ماشہ
تک اسکی مقدار شربت ہے) **قصب** یعنی سرکنڈا (جسکو سینٹھا بھی کہتے ہین نے کی جنس سے ہے
اندر سے ٹھوس اور اسکی پتی پتلی اور ہے) گرم تر ہے (اسکی جڑ جلا کرنے والی ہے اور ورم کو تحلیل کرتی ہے اور

تنقیح سر اور درد کو مفید ہے اور جلے ہوے مرکنڈے کا منجن دانتون کو جلا دیتا ہے اور مسوڑون سے خون
بہنے کو بند کرتا ہے اور جلے ہوے کا لیپ خشک و تر کھجلی اور پیپ دار زخمون کو مفید ہے اور ہمراہ نمک کے جلے
ہوے کی چکنی کھانسی کو مفید ہے پھیپھڑے کو مضر ہے اور کتیرا اُسکا مصلح ہے **قطران** (یعنی چیڑ کا تیل) یہ
ایک تیل ہے (سیاہ اور بدبودار) کہ اسکو درخت (عرعر یعنی سرو کوہی) سے نکالتے ہین (اور خارش داد اونٹون پر
اُسکو ملتے ہین تو خارش دور ہوجاتی ہے) گرم خشک ہے اور مادہ ورم کو تحلیل کرتا ہے **قراصیا** (یعنی آلو بالو
یہ ایک پھل ہے چھوٹا اور گول رنگت مین سرخ اور مزے مین ترش اور میٹھا چاشنی دار) میٹھا تو گرم ہوتا ہے اور
ترش سرد اور بعض اطبا کے نزدیک میٹھا بھی سرد ہے (معدے سے جگر مین جلد نافذ ہوتا ہے اور حلق کی خشکی
اور پھیپھڑے کی خشکی اور کھرکھرے پن کو نفع کرتا ہے اور دست آور ہے اور طبیعت کو نرم کرتا ہے اور گرمی اور
سوزش اور جوش خون اور صفرا کو تسکین دیتا ہے اور متلی اور پیاس کو بہت نافع ہے اور معدہ کو قوت دیتا ہے
مگر تخمہ لاتا ہے سکنجبین اُسکی مصلح ہے اور آلو بخارا اُسکا بدل ہے یہانتک اُن ادویہ کو لکھا گیا جو مؤلف نے
چھوڑ دی تھین اب مناسب ہے کہ شارح سے جو ادویہ رہگئی ہین اُنکو بھی ذکر کردیا جائے **قدھم** (یہ ایک بڑا درخت
ہے جسکے پتے اخروٹ کے پتون کے مشابہ اور پھل دھتورے کے پھل کا سا ہوتا ہے خاردار سرد و تر ہے فساد بلغم
اور صفرا کو دفع کرتا ہے اور خون کو گاڑھا کرتا ہے اور بالخاصہ عورتون کے پستان دراز اور بلند کرتا ہے اور گوشت
کے ہمراہ لذیذ ہوتا ہے نفاخ اور مولد بلغم ہے اور گوشت اور گرم مصالح سے اُسکی اصلاح ہوجاتی ہے **قرن و عاج**
(یعنی سینگ پہلے درجہ مین گرم اور دوسرے درجہ مین خشک ہے خشکی لاتا ہے اور جلایا ہوا بہتے خون کو بند
کرتا ہے الا اکثر ادویہ مین شاخ گوزن یعنی بارہ سنگھے مستعمل ہے اور وہ ذات الجنب کو لگانے اور ہمراہ کالی
مرچ کے پلانے سے مفید ہے اور جلا ہوا دمے کے لیے مجرب ہے **قشر الاترج** یعنی بجورے کا چھلکا
طبیعت کو لطافت بخشتا ہے اور قابض ہے اور خون کو صفرا سے صاف کرتا ہے اور صفراوی قے کو تسکین
دیتا ہے اور دل اور معدہ کو قوت بخشتا ہے اور انتڑیون کی حرارت کو تسکین دیتا ہے اور ریاح کو تحلیل
کرتا ہے اور نفخ معدہ کو دور کرتا ہے جگر اور دماغ کو مضر ہے اور شہد اور بنفشہ اسکا مصلح ہے اور پوست لیمون
اسکا بدل ہے **قشر الفستق** یعنی پستہ کا چھلکا دوسرے درجہ مین سرد خشک ہے قابض ہے اور منہ آنے کو
نافع ہے اور قے اور ہچکی کو دفع کرتا ہے اور معدہ اور دانتون اور مسوڑھون کو اور قلب اور دماغ کو قوت بخشتا
ہے اور منہ کو خوشبودار کرتا ہے **قشر الخشخاش** یعنی پوست خشخاش کا چھلکا ہے جسکو بوقت خامی کے گود کر

افیون نکالتے ہین دوسرے درجہ مین سرد اور پہلے درجہ مین خشک ہے عضو کو سست کرتا ہے اور مادہ کو
پکاتا ہے اور دستون کو بند کرتا ہے خاصکر خونی اور صفراوی دستون کو اور معدہ اور مثانہ کی سوزش کو دور کرتا ہی
اور نیند لاتا ہے اور کھانسی اور اکثر امراض سینہ کو مفید ہے پھیپھڑے کو مضر پڑتا ہے اور شکر اور مصطگی سے اُسکی
اصلاح ہوتی ہے اور افیون اُسکا بدل ہے **کشمش** یعنے کشمش ایک کابلی مشہور میوہ ہے مویز سے چھوٹا ہوتا
ہے گرم تر ہے اور اُسکے بیج سرد خشک ہین مادہ کو پختہ کرتی ہے اور سختی کو نرم کرتی ہے اور سدہ کھولتی ہے
اور شیرین کشمش طبیعت کو نرم کرتی ہے اور جوش خون کو تسکین دیتی ہے اور دمے کو نفع کرتی ہے اور باہ کو
قوت بخشتی ہے اور بدن کو فربہ کرتی ہے اور دست آور ہے اور دماغی اعضا کو قوت بخشتی ہے تپ پیدا کرتی
ہے اور سکنجبین اور کاہو اور کھیرے سے اُسکی اصلاح ہوتی ہے اور مویز منقےٰ اسکا بدل ہے **قصب الذریرہ**
یعنی چراُتا ایک قسم کی گھانس ہے کہ چھپنہ دار نہین ہوتی دوسرے درجہ مین گرم خشک ہے طبیعت کو لطافت
بخشتا ہے اور پیشاب لاتا ہے اور ورمون کو تحلیل کرتا ہے اور جگر اور دل کو قوت بخشتا ہے اور جلندر اور
درد سینہ اور درد رحم اور پیشاب دقت سے آنے کو اور اکثر جلد کی بیماریون کو نافع ہے اور خون کو صاف کرتا ہی
اور ورم جگر اور معدے کو مفید ہے اور خشک و تر کھجلی اور کوڑھ کو زائل کرتا ہے کمرگاہ کو مضر ہے اور انیسون
اُسکا مصلح ہے اور مسور اور صندل اور زعفران اُسکا بدل ہے **قصب السکر** یعنے گنا جسکو اوکھ اور ایکھ بھی کہتے ہین
اور اسی جنس مین پونڈا بھی ہے پہلے درجہ مین گرم اور دوسرے درجہ مین تر ہے خون کو لطیف کرتا ہے اور بند
کرتا ہے اور سدہ کھولتا ہے اور سینہ اور پھیپھڑے اور کھانسی کے کھرکھرانے کو نافع ہے اور رطوبت کو جلا دیتا ہے
اور بدن کو فربہ کرتا ہے اور ہاضم ہے اور پیشاب لاتا ہے اور مثانہ کو پاک کرتا ہے اور پیٹ کو نرم کرتا ہے اور باہ
کو حرکت دیتا ہے اور معدہ کی سوزش کو دفع کرتا ہے نفاخ ہے اور مرطوب پھیپھڑے کو مضر ہے انیسون اسکا
مصلح ہے **قطا** یعنی لوا ایک چڑیا ہے دو قسم کی ہوتی ہے چھوٹی اور بڑی بڑی اُسمین سے بہاڑی القدر
کبوتر کے اور مختلف رنگ کے خطوط اُسپر ہوتے ہین اور زردی اُسپر غالب ہوتی ہے اور چھوٹی قسم جنگلی ہوتی ہی
موافق بڑی چڑیا کے اور نقطہ دار ساتھ زردی کے اسکے سر پر ایک تاج بھی ہوتا ہے خشکی اور سنگستان مین ملتی ہی
دوسرے درجہ مین گرم اور تیسرے درجہ مین خشک ہے اور شیخ الرئیس نے لکھا ہے کہ ضعیف الحرارت اور
قوی الیبس ہے سدہ کھولتی ہے اور مرطوب معدہ اور جگر کو قوت بخشتی ہے اور فالج اور اعصاب کی سردی
اور احشا اور قولنج بلغمی اور استسقا کے لیے نافع ہے ریاح کو تحلیل کرتی ہے اور باہ کو حرکت مین لاتی ہے

دیر ہضم ہے اور سودا پیدا کرتی ہے اسکی اصلاح کا یہ طریقہ ہے کہ ذبح کے بعد جاڑون مین دو دن اور گرمیون
مین صرف ایک شب چھوڑ دیا جائے اسکے بعد خوب گھلا کر پکانا چاہیے اور گھی اور سرکا اور خوشبودار دوائین
ڈالکر کھانا چاہیے اور اسکی جلی ہوئی ہڈی کا طلا روغن زیتون کے ساتھ بالخورہ کو نافع ہے اور اسکے گرم گرم
خون کا سرمہ شبکوری اور جالے کے لیے مفید ہے اور اسکا سنگدانہ گردہ مین پتھری پیدا کرتا ہے **قطاف**

کچوری

(یعنی پوری) ایک خاص قسم کی پوری ہے کہ مائدے کو گھی اور دودھ کے ساتھ خمیر کرتے ہین اور ہلکی ہلکی روٹیان
بنا کر انکے اندر مغز بادام اور مغز اخروٹ اور مغز فندق اور پستہ کوٹ کر قند اور کشمش کے ساتھ بھر دیتے ہین یا ساگ
یا قیمہ گوشت یا نخود مقشر کیے ہوے یا کچے اسمین بھر کر گھی مین بھونتے ہین اسکی طبیعت وہی ہے جس سے
بنائی جائے کثیر الغذا ہے اور گاڑھا خلط پیدا کرتی ہے اور بدن کو فربہ کرتی ہے اور باہ کو قوت دیتی ہے
اگر بادام اور شکر سے بنائین تو گرم مزاجون کو مفید ہے اور پستہ اور فندق سے بنائین تو سرد مزاجون کو اور
جو اخروٹ سے بنائین تو سریع النزول اور سرد مزاج اور بڈھون کے لیے مفید ہے مگر سدے پیدا کرتی
ہے اور دیر ہضم ہے شہد اسکا مصلح ہے اور گرم مزاج والون کے لیے سکنجبین ترش مصلح ہے **قطف** یعنی

تھوے کا ساگ

تھوے کا ساگ دوسرے درجہ مین سرد تر ہے سدے کھولتا ہے اور جلد ہضم ہوتا ہے اور خلط صالح پیدا
کرتا ہے اور گرم مزاج کے لیے موافق ہے اور گرم جگر کو بھی موافق ہے اور پیاس کو تسکین دیتا ہے
اور اسکے بیجون کا رنگ بھی سدہ کھولتا ہے اور پیشاب لاتا ہے اور ورم کو تحلیل کرتا ہے اور پتھری توڑتا ہے
سرد مزاج والون کو مضر ہے اور ریاح پیدا کرتا ہے گرم مصالحہ اسکا مصلح اور پالک بدل ہے اور تھوے کے
بیج پہلے درجہ مین گرم خشک ہین سدہ کھولتے ہین اور دست آور ہین اور مادہ کو تحلیل کرتے ہین اور پاک کرتے
ہین اور استسقا اور یرقان اور بہت دیر مین پیشاب ہونے اور قطرہ قطرہ پیشاب آنے کو اور ضعف گردہ
اور انتڑیون کو مفید ہین اور باہ لاتے ہین اور بالخاصہ عضو تناسل مین استادگی پیدا کرتے ہین گرم مزاج والون
کو مضر ہین اور گلاب اور قند سے انکی اصلاح ہوتی ہے اور پالک کے بیج بدل ہین **قلقاس** یعنی اروی

اروی

ہندوستان کی ایک قسم کی ترکاری ہے کہ زمین کے نیچے پیدا ہوتی ہے دوسرے درجہ مین گرم تر ہے
اور بعضے سرد کہتے ہین بدن کو فربہ کرتی ہے اور باہ کو حرکت دیتی ہے اور کھانسی اور سینہ کی خشکی اور
نرخرے کی کھرکھرانے کو اور دستون کو مفید ہے اور منی کو گاڑھا کرتی ہے بعضے اسکو اسی وجہ سے
ثعلب ہندی کہتے ہین دیر ہضم ہے اور دارچینی اور لونگ اور ترشی سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور بھنڈی اسکا

بدل ہے قنب یعنی بھنگ ایک مشہور گھانس ہے ہند مین اسکی پتی مستعمل ہے امساک کرتی ہے اور بدبو اسی
لاتی ہے اور منی کو خشک کرتی ہے اور دماغی ارواح کو مکدر کرتی ہے اور نشہ لاتی ہے اور رطوبات معدہ کو
جذب کرتی ہے اور ورم کو تحلیل کرتی ہے اور بھوک خوب کھولتی ہے دردسر پیدا کرتی ہے ترک کرنا اور شربت حامض
پینا اسکا مصلح ہے ۲ ماشہ مقدار قنب بری یعنی گانجہ یہ ایک گھانس ہے بھنگ کی قسم سے جسکو چلم مین رکھکر
پیتے ہین تیسرے درجہ مین گرم خشک ہے تخدیر کرتا ہے یعنی تمام اعضا کو خصوصًا دماغی اعضا کو سست اور بیحس
کرتا ہے اور بسبب خشکی لاتا ہے اور سست اور بیحس کرنے مین افیون سے بڑھکر ہے دماغ کو سخت مضر ہے اور
غشی لاتا ہے گلے کے دودھ اور ترشی سے اسکی اصلاح ہوتی ہے قنبیط یعنی گوبھی مشہور پھول ہے سرد
خشک ہے اعضا کو قوت بخشتی ہے اور فساد بلغم اور صفرا اور خون کو دفع کرتی ہے اور پرمیو یعنی جریان بعد سوزاک
کو نافع ہے اور کھانسی اور پھوڑے پھنسی کو مفید ہے اور پیشاب لاتی ہے اور خمار کو تسکین دیتی ہے اور اسکے
پتے پانی مین پسے ہوئے قے مین خون آنے کو نافع ہین اور اسکے پتون کے جوشاندہ کی دھار گٹھیا کو مفید
ہے قابض ہے اور نفاخ ہے ساتھ قوت مسہلہ کے اور گرم مصالحہ اسکا مصلح ہے اور کرم کلہ اسکا بدل ہے)
قنبیل یعنی کمیلہ یہ ایک چیز ہے ریت کی ایسی سرخ اسکی ماہیت مین اختلاف ہے بعض کے نزدیک کسی ملک کی
شبنم ہے اور کسی کے نزدیک کسی پھل کا برادہ ہے دوسرے درجہ مین گرم خشک ہے معدہ اور آنتون سے ہر قسم
کے کیڑے نکالتا ہے اور لسدار رطوبت کو دستون کی راہ نکالتا ہے اور فاسد خلطون کو بھی براہ دست نکالتا ہی
اور عرق مدنی یعنی رشتہ کی بیماری کو مفید ہے اور اسکی ٹکلی بہتے زخمون کی رطوبت کو خشک کرتی ہے اور ہمراہ روغن گل
کے داد اور کھجلی اور زخمون کو مفید ہے اور دھوئے گھی مین اسکا لیپ سر کی گنج کو نافع ہے معدہ اور آنتون
کو مضر ہے اور کتیرے اور مصطگی سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور بابرنگ کابلی اور ترمس اسکا بدل ہے
قدر شربت ۲ ماشہ) قنہ یعنی گندہ بہروزہ یہ ایک درخت کا جما ہوا دودھ ہے تیسرے درجہ مین گرم
اور دوسرے مین خشک ہے ورم اور گنٹھیون اور مواد کو نرم کرتا ہے اور تحلیل کرتا ہے اور رطوبت کو جذب کرتا ہی
اور پرانی کھانسی اور دمہ اور اختناق رحم اور بواسیر کو نافع ہے اور پتھری توڑتا ہے اور گردہ کا سدہ
کھولتا ہے اور اسکا ست سوزاک اور پیشاب کے راستون کے زخم کو نافع ہے دماغ کو ضرر کرتا ہے اور
روغن بنفشہ اور کافور سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور جاوشیر اور اشق اسکا بدل ہے قدر شربت ۲ ماشہ
قلی یعنی سجی اور کھار یہ ایک کھار ہے کہ بعض چیزون کی راکھ سے بناتے ہین چوتھے درجہ مین

قنب
قنب بری
قنبیط
قنبیل
قنہ یعنی بہروزہ
قلی اور کھار

گرم خشک ہے ساتھ سمیت کے جلا کرتی ہے اور اخلاط کو جلا دیتی ہے اور گوشت کو کھا جاتی ہے اور اپنے
فعل مین نمک سے بہت قوی ہے اور سبجی مغسول معدہ کو قوت دیتی ہے اور ہاضم ہے اور بھوک کو بڑھا دیتی ہی
اور بلغم خوب چھانٹتی ہے اور قی کو بند کردیتی ہے جبکہ کسی طرح نہ بند ہوتی ہو اور طحال کے ورم کو تحلیل
کرتی ہے اور سرمہ کے ہمراہ آنکھ کے جالے کو کاٹ بہاتی ہے پھیپھڑے کو سخت مضر ہے اور گھی
اور دودھ اوپر سے پینا اور قی کرنا اسکا مصلح ہے ایک جو سے زیادہ سم قاتل ہے **قیقہر** یعنی رال رال دو قسم
کی ہے ایک تو گوند ہے سال کے درخت کا اور دوسری معدنی تیسرے درجہ مین گرم خشک ہے ورم کو
تحلیل کرتی ہے اور جلا کرتی ہے اور زخم کو بھرلاتی ہے اور مواد سے پاک کرتی ہے اور مواد کو پختہ کرتی ہے
اور مرگی اور خشک دھانس اور دمے کو نافع ہے اور جلندر کو مفید ہے اور پرانے پرانے پھوڑون اور زخمون کو
اسکا مرہم نافع ہے اور اسکا لیپ زخمون اور کھجلی کے نشانون کو فائدہ مند ہے پھیپھڑے اور معدہ کو ضرر کرتی
ہے اور شہد اور خشخاش سے اسکی اصلاح ہوتی ہے قدر شربت ۲ ماشہ **قیصوم** قیسوم سین مہلہ سے بھی آیا ہی

رال

یونانی مین شوصرا اور رومی مین ارطاسبا اور فارسی مین برنجاسف اور بوے مادران اور شیرازی مین سرزرد
اور ہندی مین گندنا کہتے ہین اسکی ماہیت مین اختلاف ہے بعضے تو یہ کہتے ہین کہ برنجاسف جبلی ہے
اور بعضے کہتے ہین کہ اسکی دو قسمین ہین نر اور مادہ نرکی شاخین تپلی اور پھل اسکا چھوٹا مشابہ افسنتین کے اور
پھول اسکا کم رنگ مادہ کے پھول سے اور مائل بسفیدی اور مادہ ایک نبات ہے مائل بسفیدی اور
شاخین اسکی پتون سے بڑی اور پتے اسکے مشابہ پتے تلسی کے اور ساق اسکی لسدار رطوبت والی ہوتی ہی
اور شاخون کے سر اور کنارون پر پھول گول اور زرد طلائی رنگ اور خوشبودار ساتھ تیزی کے مزا تلخ اور
پھل اسکا مانند حب الآس کے اور گرمیون مین پھولتا ہے کہتے ہین کہ مادہ کو برنجاسف اور نر کو قیصوم کہتے
ہین اور یہ بھی کہتے ہین کہ قیصوم برنجاسف کی ایک نوع ہے اور عین برنجاسف نہین ہے اور دونون مین
فرق یہ ہے کہ برنجاسف کی ساق سے شاخین بہت جمتی ہین اور قیصوم کی ساق سے کوئی شاخ نہین پھوٹتی
اور اکثر ایک ساق جمتی ہے پتے اسکے بیلے کے مانند ساق پر جمے ہوے اور پتے متصل جڑ کے زمین پر بچھے ہوے
اور انتہاے ساق پر ایک قبہ چتری کہ اسکا پھول ہے اور ساتھ عطریت کے اور ثقیل الرائحہ برنجاسف
کی طرح مزا اسکا کڑوا اور اسی مشابہت سے ایک جماعت اطبا نے غلطی سے قیصوم کو برنجاسف سمجھا ہی
تیسرے درجہ مین گرم خشک اور بعضون نے پہلے درجہ مین گرم اور تیسرے درجہ مین خشک بھی کہا ہے

برنجاسف

اسکے پھول مین فستقین سے زیادہ تحلیل کی قوت ہوتی ہے اور اسکا لعوق سردرد سر کے لیے مفید ہے
اسکا جوشاندہ تنہا یا ادویۂ مناسبہ کے ساتھ درد سینہ کو نفع بخشتا ہے اور ضیق النفس کے لیے مفید ہے اور معدہ اور
آنتون کے کیڑے مار کر نکالتا ہے اور پیشاب اور حیض جاری کرتا ہے اور پیشاب کے قطرہ قطرہ آنے کو نافع
ہے اور گردہ اور مثانہ کی پتھری کو ریزہ ریزہ کرتا ہے اور عضلہ کے سرک جانے کو نافع ہے اور گٹھیا اور
عرق النساء کو مفید ہے اور روغن سے ملایا ہوا مہلک دواؤن کے ضرر کو دور کرتا ہے اور جوڑی کو نافع ہے اور سب
زہرون کا مارک ہے اور بچھو کے کاٹے کو نہایت نافع ہے اور دماغ اور معدہ کی تسخین کے لیے اسکا پینا اور لگانا
روغن زیتون کے ساتھ نفع بخشتا ہے اور اسکا لیپ ان اعضا کی برودت کو دور کرتا ہے اور اسمین ترکرکے لتہ
کا اندام مین رکھنا بچہ کو آسانی باہر نکالدیتا ہے اور اسکا لیپ ورمون کو تحلیل کرتا ہے اور نئے پھوڑون اور
زخمون کے بھرنے کے لیے نافع ہے اور سی کے ساتھ اسکے جوشاندہ کا لیپ سخت سے سخت ورمون کو تحلیل کرتا ہے
اور اسکا بچھونا مچھرون اور کاٹنے والے جانورون کو بھگا دیتا ہے اور یہی خاصیت اسکے بخور کی بھی ہے معدہ کو
مضر ہوتا ہے اور کتیرے اور خشخاش سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور افستین اور بابونہ اسکا بدل ہے مقدار شربت
۷ ماشہ واللہ اعلم بالسرائر **مؤلف کہتا ہے**

یہان سے اُن ادویہ کا بیان ہے جنکے شروع مین رائے مہملہ ہے

ریحان (یعنی تلسی اور نازبویہ ایک درخت ہے بقدر ایک گز کے خوشبودار اور خوشنما رنگت مین سبز
مائل بزردی اور مزے مین تیز اور تیز بو ہوتی ہے) گرم اور خشک ہے (گرم پہلے درجہ مین اور خشک دوسرے
درجہ مین) قلب کی تقویت کرتی ہے اور بواسیر کو مفید ہے اور پانی چھڑک کر اسکو سونگھنا نیند لاتا ہے (اور دماغ
کا سدہ کھولتی ہے اور ورمون کو تحلیل کرتی ہے اور ریاح کو دفع کرتی ہے اور خفقان اور ضعف معدہ کو دفع
کرتی ہے اور فساد غلیظ خون کو دور کرتی ہے اور اسکا گھر مین رکھنا حشرات الارض خصوصاً کھٹمل اور جون کو
دفع کرتا ہے اور وبائی ہوا سے بھی حفاظت کرتی ہے دماغ کو مضر ہے اور دھنیا اور گلاب اسکا مصلح ہے
اور بادرنجبویہ اسکا بدل ہے قدر شربت ۴ تولہ) **مین کہتا ہون** اطبا رین ریحان کی طبیعت کی بابت
اختلاف ہے کچھ لوگ تو اسکو سرد کہتے ہین اور کچھ معتدل بتاتے ہین اور اسکی اصلاح نیلوفر سے ہوتی ہے کیونکہ نیلوفر
اسکے بخارات کو دماغ تک نہین چڑھنے دیتا **مؤلف کہتا ہے** ۔ **راوند** (یعنی ریوند چینی شلجم کے مشابہ
ایک جڑ ہے) بعضے کہتے ہین کہ گرم ہے اور بعضے سرد کہتے ہین چھیپ اور چھائین اور جلد پر کے باقی نشانون کو

سرکہ کے ساتھ اسکا لیپ نافع ہوتا ہے اور سرکہ کے ساتھ استفراغ کرنا بھی اس معاملہ مین مفید ہے اور گر کر
چوٹ لگ جانے کو تو نہایت ہی مفید ہے اور زخمون کو اور عضلون کے سرک جانے کو اور مار کی چوٹ کو اور
انثیین مین آنت اُتر آنے کو اور دمے کو اور منھ سے خون آنے کو بھی بہت فائدہ بخشتی ہے اور معدہ اور جگر
اور درد معدہ اور درد جگر کو بھی مفید ہے اور ہچکیون کو اور گردے اور مثانہ کے درد کو اور پرانے بخارون کو بھی
نفع بخشتی ہے (اور خشکی لاتی ہے اور جلا کرتی ہے اور مادہ کو معتدل القوام کرتی ہے اور گاڑھے اور پتلے
خلطون کو نچوڑ کے دستون کی راہ نکالتی ہے اور پیشاب اور حیض جاری کرتی ہے اور سدہ کھولتی اور آنتون
کو ردی فضلات سے پاک کرتی ہے اور نفخ اور ریاح کو تحلیل کرتی ہے اور سرد بیماریون کو مفید ہے اور
یرقان کا سدہ کھولتی ہے اسفل کو اور لڑکون کو اور ضعیفون کو مضر ہے اور عناب اور صمغ عربی سے اسکی
اصلاح ہوتی ہے اور گل سرخ اور سنبل اسکا بدل ہے قدر شربت ۵ ماشہ) **مین کہتا ہون** ریوند ریواس
کی جڑ ہے اور عمدہ ریوند وہ ہے جو چین سے آتی ہے یہ سخت اور مضبوط مائل بزردی ہوتی ہے اور اس سے
کم درجہ وہ ہے جو کشمیر سے آتی ہے یہ نہایت زرد ہوتی ہے اور اسمین کچھ شیرینی بھی ہوتی ہے اور اسکے
ٹکڑے ریوند چینی سے باریک ہوتے ہین اسکی طبیعت مین اختلاف ہے بعض کے نزدیک گرم ہے
اور بعض کے نزدیک سرد اور صحیح یہی ہے کہ یہ گرم ہے کیونکہ اسکا مزا تلخ ہوتا ہے شراب ریحانی کے ساتھ
اسکی مقدار شربت دو درہم تک ہے منہاج مین قانون شیخ سے اسی طرح منقول ہے اور یہ جو مؤلف نے
کہا ہے کہ اسکا استفراغ بھی جلد کے نشانون کو دور کرتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دست آور
دوا ہے لیکن میری نظر سے کسی کتاب مین اسکا دست آور ہونا نہین گذرا **مؤلف کہتا ہے** رازیانج

سونف

(یعنی سونف اسکی دو قسمین ہین صحرائی اور بستانی) صحرائی سونف تیسرے درجہ مین گرم خشک ہے اور بستانی
دوسرے درجہ مین سینہ کے مجاری اور جگر اور طحال اور گردہ اور مثانہ کے سدے کھولتی ہے اور بینائی
(اور معدہ) کو قوت بخشتی ہے اور دودھ خوب پیدا کرتی ہے اور پیشاب لاتی ہے اور حیض کو جاری کرتی
ہے اور متلی اور معدہ کی سوزش کو ٹھنڈے پانی کے ہمراہ نافع ہے (اور پیٹ کے درد کو تسکین دیتی ہے
اور ریاح کو تحلیل کرتی ہے اور بلغم کو چھانٹتی ہے اور تبخیر اور ابخرہ چڑھنے کو نافع ہے اور ہمراہ سکنجبین کے پرانے
بخار کو نافع ہے اور مادہ کو پختہ کرتی ہے اور قولنج اور دستون اور کھانسی کو مفید ہے گرم مزاج والون کو مضر
ہے اور صندل اور کافور اور سکنجبین سے اسکی اصلاح ہوجاتی ہے اور تخم کرفس اسکا بدل ہے **مین کہتا ہون**

رازیانہ یعنی سونف ایک گھانس کا مشہور بیج ہے اور بینائی کی تاریکی کے لیے نہایت نافع چیز ہے چنانچہ
مشہور ہے کہ جب سانپ اندھا ہوجاتا ہے تو آنکھون کے روشن کرنے کے لیے اس سے اپنی آنکھون
کو رگڑتا ہے اور یہ فائدہ بہ نسبت اسکے اسکے گوند مین زیادہ ہوتا ہے اور سونف آنکھ مین پانی اتر آنے کو
روکتی ہے اور دودھ کا بڑھانا یہ تروتازہ سونف کا فعل ہے نہ کہ خشک سونف کا اور یہ بھی خاصکر بستانی سونف
مین زیادہ ہے اور پیشاب اور حیض کا جاری کرنا یہ جنگلی سونف مین زیادہ ہے اور جنگلی کا نہایت عمدہ ایک فعل
یہ بھی ہے کہ گردہ اور مثانہ کی پتھری کو توڑتی ہے **مؤلف کہتا ہے** ۔ **ریباس** (یعنی ریواس) یا ایک
گھانس ہے مثل چقندر کے درخت کے نفیسی مین ہے کہ یہ ایک شاخدار گھانس ہے اسکا تنہ کھڑا ہوتا ہی
اور اسکی پتی بڑی اور چوڑی اور گول ہوتی ہے اور مزا اسکے تنہ اور شاخون کا تلخ ہوتا ہے کھٹاپن لیے ہوے)
دوسرے درجہ مین سرد خشک ہے خون کے جوش کو بجھاتی ہے اور صفرا کی تیزی کو توڑتی ہے اور حرارت
کو تسکین دیتی ہے اور بینائی کو تیز کرتی ہے اور وبائی پھنسیون کو فائدہ کرتی ہے اور صفراوی اسہال کو نفع
بخشتی ہے (اور پتون کی سوزش اور صفراوی قے کو تسکین دیتی ہے اور گرم مزاج والون کے معدہ اور جگر
اور اعضائے شکمی کو قوت دیتی ہے اور لطافت بخشتی ہے اور اسکا شربت جنون اور وحشت اور سوزش کو
نافع ہے اور گرمی کے بخار کو مفید ہے سینہ اور باہ کو مضر ہے اور قولنج لاتی ہے اور شہد اور ترنج کا مربا
اسکا مصلح ہے اور حماض اور ترنج اسکا بدل ہے واشنہ مقدار شربت ہے) **مین کہتا ہون** ریباس کو
فارسی مین ریواج کہتے ہین اور یہ مشہور گھانس ہے **مؤلف کہتا ہے** ۔ **رئتہ** (یعنی پھیپھڑا) زود ہضم ہی
اور قلیل الغذا ہے **مین کہتا ہون** حکیم روفس نے لکھا ہے کہ کل پھیپھڑون کا مزاج سرد تر ہے اور چونکہ
انکا جوہر نہایت ہلکا ہوتا ہے اس سے یہ جلد ہضم ہوجاتے ہین اور جب مریض کو گوشت کی خواہش ہوتی ہی
اور گوشت اُسکو مضر ہوتا ہے تو بجائے گوشت کے اُسکو پھیپھڑا بہانہ کرکے کھلاتے ہین اور جب پھیپھڑا
کھایا جائے تو اُسکو بھون لیا جائے اور اُسکے کنارے کھائے جائین اور نرم پھیپھڑا اور نرخرا چھوڑ دیا جائے
اور ترک لوگ جو اسکو رائب اور بعضی گرم چیزین ڈال کر کچا کھاتے ہین تو یہ بالکل غذا نہین پڑتا بلکہ یہ چٹنی کی
قسم سے ہے یعنی جن چیزون کے لگاؤ سے روٹی مین ایک رنگ کا مزہ زبان کو پسند ہوجاتا ہے **مؤلف
کہتا ہے** ۔ **رُمان** (یعنی انار) میٹھا انار پہلے درجہ مین سرد تر ہے اور کھٹا انار دوسرے درجہ مین
سرد خشک ہے (قوت قابضہ کے ساتھ) کھٹا انار صفرا کی تیزی کو توڑتا ہے اور احشا کی طرف فضلون کو بہکنے

نہین آنے دیتا خصوصاً اسکا شربت اور انار کی ساری قسمون مین یہان تک کہ ترش مین بھی جلا کی قوت ہوتی ہے قبض کے ساتھ اور انار دانہ (جب کہ پکایا جائے اور ملایا جائے) شہد کے ساتھ تو اسکا لیپ کان کے درد اور بخش یعنی پسہری اور منہ آنے کے لیے اور معدہ کے قرحون کے لیے اور خبیث قرحون کے لیے نہایت عمدہ طلا ہے اور انار کی کلی زخمون کے لیے مفید ہے خصوصاً جلا کر اور کھٹے انار سے پیشاب خوب کھلکر آتا ہے اور کھٹ مٹھا انار معدہ کی سوزش کو دور کرتا ہے اور کھٹا انار سینہ اور حلق مین کھرکھراہٹ پیدا کرتا ہے اور میٹھا انار ان دونون کو نرم کرتا ہے اور سینہ کو قوت دیتا ہے اور کھانسی کو مفید ہے اور عمدہ انار شیرین وہ ہے جو بے دانہ ہو اور سب انار خفقان کو مفید ہین (کھٹا انار سینہ کی سوزش اور معدہ اور جگر کی گرمی کو تسکین دیتا ہے اور جوش خون اور الخرے کو دفع کرتا ہے اور پتون کی وجہ سے جو قی اور دست آوین انکو مفید ہے اور یرقان اور سوکھی کھجلی کو نفع کرتا ہے اور خمار اور گرمی کے خفقان کو فائدہ مند ہے مگر سرد مزاج والون کو مضر ہے اور قوت جاذبۂ جگر و باہ کو بھی مضر ہے اور انار شیرین سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور انار شیرین ہی اسکا بدل ہے اور انار شیرین خون پیدا کرتا ہے اور صالح الکیموس قلیل الغذا ہے اور نفاخ ہے اور جلا کرتا ہے اور پیٹ کو نرم کرتا ہے اور پیشاب جاری کرتا ہے اور جگر کو قوت دیتا ہے اور پیاس کو تسکین دیتا ہے اور باہ لاتا ہے اور تمام اعضائے رئیسہ کو قوت بخشتا ہے اور اسکا عرق مع پوست کے دستون کو بند کرتا ہے اور تمام افعال مین ولایتی ہندوستانی سے عمدہ ہوتا ہے اور اسکا پوست جلا ہوا کھانسی کو مفید ہے معدہ کو اور بخار والون کو مضر ہے اور انار ترش اور سرد مزاجون کے لیے سونٹھ کا مربے مصلح ہے اور انار ترش ہی اسکا بدل اور کھٹ مٹھا انار اپنے کل خواص مین مثل انار شیرین کے ہے بلکہ یہ شیرین سے زیادہ قوی الاثر ہے اور اسکا عرق اگر مع اسکے پوست کے نچوڑا جائے اور اسمین شکر ملا کر پیین تو صفراوی قی اور دست اور خارش اور یرقان کو نافع ہے اور معدہ کو قوت بخشتا ہے اور ہچکی کو کھوتا ہے سرد مزاج والون کو مضر ہے اور سونٹھ کا مربے اسکا مصلح ہے اور انگور خام اسکا بدل ہے اور انار کے بیج قابض ہین اور ہاضم ہین اور بھوک لاتے ہین اور معدہ کو قوت دیتے ہین اور مواد صفراوی معدہ وغیرہ پر گرنے نہین دیتے اور صفراوی قی اور متلی اور دونون قسم کی کھجلی کو نافع ہین سرد مزاج والون کو مضر ہوتے ہین اور زیرہ سے انکی اصلاح ہوتی ہے اور سماق انکا بدل ہے قدر شربت ۲ ماشہ سے ۹ ماشہ تک اور انار کا چھلکا گرمی کے ورم کو نفع کرتا ہے اور مسوڑون کو قوت دیتا ہے اور اسکے خیسا ندہ کا حقنہ چاول اور جو کے ہمراہ پیچش اور دستون کو بند کرتا ہے اور اسکے

خیسا ندہ سے آب دست لینا خون بواسیر کو بند کرتا ہے اور سوکھا پیسکر چھڑکنا خروج مقعد یعنی کانچ نکلنے کو مفید ہے انار شیرین کا پوست پہلے درجہ مین سرد تر ہے اور ترش کا پہلے درجہ مین سرد خشک ہے اور ۲ تولہ اسکی مقدار شربت ہے **مین کہتا ہون** بعض اطبا تو یہ کہتے ہین کہ خوب پکا ہوا او شیرین انار اعتدال کے ساتھ گرم ہے اور بعضے کہتے ہین کہ حرارت اور برودت مین معتدل ہے اور یہ کہنا بھی کچھ صواب سے دور نہین ہے اور انار روح کے مزاج کے لیے موافق ہے خصوصًا جگر کی روح کے لیے اور بسا اوقات گرم بخار دن کو مضر پڑتا ہے کیونکہ ایسی حالت مین یہ اپنی لطافت کی وجہ سے صفرا کی طرف بہت جلد مستحیل ہو جاتا ہے اور دانہ انار قابض ہے اور انار کا گودا نچوڑ کے طریقہ سے دست لاتا ہے اور دونون ملے ہوے ہون تو قبض اور اسہال دونون ہونگے شیخ نے لکھا ہے کہ انار کے بیج معدہ کے لیے ردی ہین اور متن مین جو لفظ اقماع الرمان ہے اُس سے انار کا چھلکا مراد ہے یہان بھی مؤلف نے کچھ دوائین چھوڑ دی ہین چنانچہ منجملہ اُنکے ایک تورا تینج یعنے سرو کا گوند ہے (یہ تین قسم کا ہوتا ہے پتلا جما ہوا جمایا ہوا) تیسرے درجہ مین گرم خشک ہے مواد کو تحلیل کرتا ہے اور خشکی لاتا ہے (اور انڈے کی زردی کے ہمراہ دمے اور خشک دھانس کو مفید ہے اور جریان منی اور مذی کو دفع کرتا ہے اور داڑھ کے تلے اسکا دبانا تر کھانسی کو نافع ہے اور مثل تمباکو کے حقہ مین اسکا پینا پھیپھڑے کے زخم اور کھانسی اور دھانس کے لیے عجیب النفع ہے مگر ورم پیدا کرتا ہے اور کاغنہ کا رانگ اسکا مصلح ہے اور بطم کا گوند اسکا بدل ہے ۲ ماشہ مقدار شربت ہے (راسن (یعنی شامی سونٹھ یہ ایک گھانس کی جڑ ہے خوشبودار اور تیز مزہ اور یاقوتی رنگ مائل بسبزی اسکے تنہ پر شاخین چھوٹی ہوتی ہین اور پتے چوڑے فلوس کے پتون کے مشابہ اور لانبے اور کھر کھرے زیادہ اور نوک دار اور پھول کبود اور دانہ مشابہ قرطم کے تھوڑی چوڑائی لیے ہوے اور مزا اُسکا تھوڑا تیز کوہستان اور سنگلاخ مقامات مین پیدا ہوتی ہے گرمیون مین اُسکی جڑ نکالتے ہین اور جڑ ہی مستعمل ہے دو برس تک اسکی قوت باقی رہتی ہے اور کہتے ہین کہ یہ جڑ زرد اور چھنگلیا کے برابر موٹی ہوتی ہے اوپر کا حصہ اسکے نیچے کے حصے سے زیادہ قوی الاثر ہوتا ہے اور بعضے کہتے ہین کہ یہ سوسن کوہی کی جڑ ہے اور صاحب اختیارات بدیعی نے لکھا ہے کہ یہ دو قسم پر ہے بستانی اور دوسری فیلجوش ہے اور بری کہ پتے اُسکے مشابہ پتے فیلجوش کے ہوتے ہین ترکی مین اسکو اندوز کہتے ہین) تیسرے درجہ مین گرم خشک ہے (ساتھ رطوبت فضلیہ کے) اسکا چاٹنا منھ سے خون بہنے کو مدد دیتا ہے (اور مفرح ہوتی ہے ساتھ قوت تریاقیت کے وا اور فم معدہ کو قوت دیتی

عــہ تورا تینج یعنی ... [illegible]

ہے اور قوت ہاضمہ کو قوی کرتی ہے اور باہ کو حرکت مین لاتی ہے اور مثانہ کو بھی قوی کرتی ہے اور مراقی
مالیخولیا اور وحشت اور خوف اور اُس حزن کو کہ معدہ کی مشارکت سے پیدا ہو نافع ہے اور جگر اور طحال کے
سدے کھولتی ہے اور ریاح اور نفخ کو دور کرتی ہے اور جگر اور جوڑون اور پیٹھ کے درد کو تسکین دیتی ہے اور
درد نقرس اور عرق النسا کو اور امراض باردرطب کو مفید ہے اور اسکے جوشاندہ کا پینا اور اسکا ضماد بچھو نے پر
پیشاب نورہنے اور قطرہ قطرہ پیشاب آنے اور حیض کے کھولنے کو نافع ہے اور اسکے جوشاندہ کا ترٹیرا شراب
کے ہمراہ درد شقیقہ اور دماغی سرد تر امراض اور دماغ کے ورمون کے تحلیل کرنے کے لیے مفید ہے اور شہد
کے ساتھ بقدر ایک درہم کے اسکا چاٹنا کھانسی اور دمے اور ضیق النفس اور بلغم اور رطوبتون سے سینہ کے
پاک کرنے کے لیے نہایت نافع ہے اور اسکے جوشاندہ کا شراب کے ساتھ پینا کل سرد زہرون کا مارک ہے
اور اسکا کان مین ٹپکانا کان بھنبھنانے کے لیے مفید ہے اور منھ مین اسکا بھپارہ لینا دانت کے کیڑون
کو گراتا ہے اور رحم پر بھپارا دینا حیض جاری کرنے کے لیے نافع ہے اور شراب کے ساتھ اسکے
جوشاندہ کا لیپ شقیقہ اور مرگی اور بلغمی امراض اور عرق النسا اور تمام سرد دردون کے لیے مفید ہے گرم
مزاج والون کو مضر ہے اور درد سر لاتی ہے اور اسکی کثرت مفسد خون ہے اور محرق منی و باہ سرکہ اور
ربوب حامضہ اور انار ترش اور خمیرہ بنفشہ سے اسکی اصلاح ہوتی ہے مقدار شربت دو درہم تک ہے)

رجل الغراب (یعنے پاے کلاغ) یہ ایک گھانس ہے (نواح بیت المقدس مین بہت پائی جاتی
ہے بقدر ایک بالشت کے ہوتی ہے نبات اسکی زمین پر پھیلی ہوئی پتے اُسکے بہت سبز مائل بسیاہی اور
مزہ تھوڑی تیزی اور قبض اور شیرینی لیے ہوئے مثل گاجر کے مزے کے اور جڑ زمین مین گھسی ہوئی اور گول
اور گرہ دار اور سب گرہین گول ظاہر اُسکا مائل بزردی اور پسا ہوا اُسکا نہایت سفید مانند سورنجان کے پہلے
درجہ مین گرم اور دوسرے درجہ مین خشک ہے) تو لنج کو دور کرتی ہے (اور پیٹھ کے سدون کو کھولتی ہے
اور ریاح کو تحلیل کرتی ہے اور پیچش کو نافع ہے اور کمر اور پیٹھ کے درد اور گٹھیا کو فائدہ مند ہے اور پرانے
دستون کو نہایت نافع ہے۔ اور بکری کے بچے کے ساتھ اسکا شوربا پیٹھ اور پہلو اور سرین کے درد کو زائل کرتا
ہے) اسکے کل افعال سورنجان کے سے ہین اور سورنجان کی سی مضرت اسمین نہین ہے زند یعنے
آس کا درخت جسکا ذکر حرف ہمزہ مین گذر چکا دیہ تو وہ فضول ادویہ تھے جنکو شارح رح نے گنا کر مؤلف پر
الزام قائم کیا ہے اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اُن ضروری ادویہ کو ذیل مین لکھدین جو شارح نے

رجل الغراب

زند

چھوڑ دیے ہین رب السوس (یعنی ملٹھی کا خشک کیا ہوا عصارہ مشہور ہے) دوسرے درجہ مین گرم خشک ہے دمے اور حلق کے کھرکھرانے اور سینہ کی خشکی اور کھرکھرانے کو اور معدہ کی سوزش اور پیاس کو اور خشک دھانس کو اور کھانسی کو اور منھ سے خون آنے کو اور خون بہنے کو مفید ہے اور دست آور دوائیون اور خراش کرنیوالی دوائیون کے ضرر کو دفع کرتا ہے گردہ کو مضر ہے اور کتیرا اسکا مصلح ہے اور سوسن اسکا بدل ہے مقدار شربت ۲ ماشہ) رصاص ابیض یعنی رانگہ تیسرے درجہ مین سرد خشک ہے اسکا سرمہ آنکھ کی سرخی اور پلکون کی گندگی کو دفع کرتا ہے اور روغن گل کے ہمراہ ورم مقعد اور بواسیر اور کھجلی کو نافع ہے اور اسکا کشتہ سوزاک کو نہایت مفید ہے۔ اور جس شخص کے کان مین پارہ گر جائے اسکی سلائی اسکو نکال لاتی ہے اور سرمہ بدل ہے رصاص اسود (یعنی سیسہ معدنی فلزات سے ہے مشہور) دوسرے درجہ مین سرد تر ہے قابض ہے اور مواد کو پختہ کرتا ہے اور اسکو روغن گل مین حل کرنا اور لیپ کرنا سوزش کو تسکین دیتا ہے اور اسکے کشتہ کا سرمہ جالے اور مانڈے اور آشوب چشم کو مثل کشتۂ جستہ کے مفید ہے رطب ہندی یعنی کھجور پہلے درجہ مین گرم تر ہے ریاح کو اور ورم کو تحلیل کرتی ہے اور ہاضم ہے اور باہ لاتی ہے اور معدہ اور جگر اور باہ کو قوت بخشتی ہے اور تیز مزاجون کے واسطے خوب موافق ہے اور بدن کو فربہ کرتی ہے اور خون پیدا کرتی ہے اور اسکی گٹھلی دستون کو بند کرتی ہے اور جلے ہوئے بہتے خون کو بند کرتی ہے اور زخمون کو صاف کرتی ہے اور اسکا منجن دانتون کو جلا دیتا ہے خون کو جلاتی ہے بادام شیرین اسکا مصلح ہے اور کشمش بدل رمل یعنی بالو۔ ریت رطوبت کو جذب کرتی ہے اور استسقاء کے مریض کے بدن پر اسکو باندھنا بلکہ مریض کا سر و چہرہ چھوڑکر ریگ مین گاڑنا مفید ہے اور اسکا حمول یعنی کپڑا لت کیا ہوا مانع حیض و حمل ہے اور اگر بدمزہ یا بدبودار پانی کے گھڑے مین ڈال کر رکھین تو پانی کو خوش مزا اور اچھا کر دیتی ہے روبیان یعنی جھینگا مچھلی سمک کی تحت مین ہم اسکا تفصیلی بیان کر آئے ہین فتذکر ما قد سلف روح التنج یعنی چرس یہ شبنم ہے جو بھنگ کے پتون پر جم جاتی ہے اور بنائی بھی جاتی۔ ہے گرم خشک ہے نشہ لاتی ہے اور ممسک ہے اور خشکی کرتی ہے اور ورم کو تحلیل کرتی ہے اور بینائی کو کھوتی ہے اور حواس ظاہری و باطنی کو مکدر کرتی ہے دل اور دماغ کو ضعیف کرتی ہے اور گائے کا دودھ اسکا مصلح ہے روسختج یعنی جلا ہوا تانبا یہ تانبے کی راکھ ہے کہ جلا کر بناتے ہین تیسرے درجہ مین گرم خشک ہے خشکی کرتی ہے اور گوشت کو گلا دیتی ہے اور جلا کرتی ہے اور زخمون کو پاک کرتی اور بھر لاتی ہے اور آنکھ کے پردون کو جلا دیتی اور بدگوشت کو کاٹتی ہے اور جلندر کو مفید ہے رشتہ خسخانہ (یعنی خس۔ تن ایک

گھانس ہوتی ہے جسکی جڑ خس ہے باریک مثل بال کے دوسرے درجہ مین گرم خشک ہے اور بعض کے
نزدیک سرد- فرحت بخشتی ہے اور دل اور معدہ اور دماغ کو قوت بخشتی ہے اور خفقان اور سیلان منی اور سرعت
انزال کو نافع ہے اور خون کو صاف کرتی ہے اور اُسپر پانی چھڑک کر سونگھنا دماغ کو فرحت دیتا ہے اور اسکا
لیپ دانتون کو مفید ہے اور خون کے جوش کو اور سوزش کو دفع کرتی ہے اور اسکا عطر دل ودماغ کو فرحت
دیتا ہے اور گرمی کے دردسر کو کھوتا ہے) مؤلف کہتا ہے

یہان سے اُن ادویہ کا بیان ہے جنکے شروع مین حرف شین معجمہ واقع ہے

شعیر (یعنے جو) پہلے درجہ مین سرد خشک ہے جو گیہون کے اعتبار سے قلیل الغذا ہے اور آش جو اسکے
ستوؤن سے زیادہ غذا پڑتا ہے لیکن نفخ سے خالی نہین ہان اتنا ہے کہ اسکے ستو بہ نسبت اسکے زیادہ
نفاخ ہین آش جو کا لیپ جو کے آٹے کے ساتھ دہلکا ہویا گاڑھا) سینہ اور کھانسی اور خارش اور چہرہ کی
جھائین کے لیے مفید ہے اور جو معدہ کے لیے ردی ہے (اور قابض ہے اور خشکی لاتا ہے اور مواد کو پختہ کرتا
ہے اور جوش خون کو تسکین دیتا ہے اور صفرا اور پیاس اور گرمی کے بخار کی حدت کو بھی تسکین دیتا ہے اور
سل اور دق اور ذات الجنب اور کھانسی اور گرمی کے دردسر کو مفید ہے اور پیشاب لاتا ہے اور آش جو
نہایت لطیف چیز ہے اور دوائیت اور غذائیت دونون رکھتا ہے جو مثانہ اور آنتون کو مضر ہے اور گھی اور
گرم مصالحہ سے اسکی اصلاح ہوتی ہے **مین کہتا ہون** خشکی صرف سوکھے جو مین ہوتی ہے رہا جو کا پانی
یعنی جسکو آش جو کہتے ہین تو آش جو کے رطب یعنی تر ہونے مین کوئی شک نہین اور آش جو بخار والون
کے لیے نہایت موافق غذا ہے کیونکہ اسکی طبیعت مین اور بخار کے مزاج یعنی حرارت مین تضاد ہے اور
اگر اسکو کرفس یعنی اجمود کی جڑ اور سونف کے ساتھ پکایا جائے تو سردی کے بخار والون کو بھی فائدہ بخشتے اور
شکر کی سکنجبین کے ساتھ باری کے بخار کو نفع بخشتا ہے اور سونف کے بیج کے ہمراہ پیشاب جاری کرتا ہے
اور جو لسدار نہین ہے اگرچہ آش جو مین ایک قسم کا لس نظر آتا ہے کیونکہ اسمین جلا کرنے کی قوت ہوتی ہے
جس سے اُسکا نفوذ بہت جلد ہو جاتا ہے اور اُسکے جالی ہونے پر یہ دلیل ہے کہ جلد پر سے میل کو
چھانٹ دیتا ہے اور اسمین پھسلنے کی بھی قوت ہوتی ہے اسیلیے اسمین سے کچھ بھی بخار والے کے مجاری
اعضا مین باقی نہین رہجاتا جو اُسکو کرب و تکلیف دے جیسے آش جو کے علاوہ اور احشا مین ہوتا ہے
اور جسوقت اسکو جگر کے امراض مین استعمال کیا جائے تو مناسب ہے کہ اسمین شہد یا شکر ملائی جائے

اور جسوقت نہایت گرم بخار والے کے لیے آش جو بنایا جائے تو اُسکی یہ تدبیر ہے کہ جو کو خوب دھو کر اور پانی ڈالکر نرم آنچ پر رکھدیا جائے جب پانی خوب کھول جائے تو اُس پانی کو نتھار کر پھینکدیا جائے اور بجائے اُسکے نیا پانی بدل دیا جائے اور خوب پکایا جائے یہانتک کہ جو پھٹ جائین اور اس پانی کو چھان لیا جائے اور ٹھنڈا کر کے اُسپر شکر چھوڑ دی جائے اور ٹھنڈا پیا جائے اور اسکے نفخ کی اصلاح مصطگی ڈالنے سے ہو جاتی ہے اگر گرمی کے درد نقرس پر سرکہ کے ساتھ جو اور بہی کا لیپ کیا جائے تو عجیب النفع ہے **مؤلف کہتا ہے۔**

درد نقرس کا علاج

شبت (یعنی سویہ ایک مشہور ساگ ہے جسکے پتے چھوٹے اور باریک اور پھول چتر دار ہوتا ہے) دوسرے درجہ مین گرم خشک ہے (اور بعض کے نزدیک پہلے درجہ مین خشک ہے) مادہ کو معتدل القوام کرتا ہے اور ملین ہے اور ریاح کو دور کرتا ہے اور اسکا ہمیشہ کھانا بینائی کو ضعیف کرتا ہے (اور سدے توڑتا ہے اور ہاضم ہے اور پیچش کو تسکین ہے اور سردی کے دردون اور خشک کھانسی کو مفید ہے اور مثانہ اور گردہ کی پتھری توڑتا ہے اور قولنج کو نافع ہے اور معدہ سے لسدار اور گاڑھے خلط کو چھانٹ کر نکالتا ہے دماغ کو ضعیف کرتا ہے اور نشہ لاتا ہے ترشی اور شہد سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور سونف اسکا بدل ہے مقدار شربت ۷ ماشہ) **مین کہتا ہون** یہ بیان شرح اور تفصیل سے مستغنی ہے (البتہ لفظ ادمان کے معنی مداومت اور ہمیشگی کرنے کے ہین چنانچہ حدیث شریف مین پکے شرابی کو مدمن الخمر ارشاد فرمایا گیا ہے) **مؤلف کہتا ہے۔**

شبت

شونیز (یعنی کلونجی یہ ایک تکونہ دانہ ہے سیاہ بقدر سونف کے مشہور ہے عربی مین اُسکو حبۃ السوداء کہتے ہین اور شونیز اور سیاہ دانہ فارسی ہے) دوسرے درجہ مین گرم خشک ہے جلا کرتی ہے اور حدت کرتی ہے ریاح کو تحلیل کرتی ہے اُلٹے مسون کو قطع کرتی ہے اور سیاہ داغ اور سفید داغون کو کھوتی ہے اور پیٹ کے کیڑون اور کدو دانون کو مار ڈالتی ہے اگر اسکی گھانس کو دریا مین ڈالدیا جائے تو اُسکی مچھلیان اوپر کو تر آئین اور نیلے رنگ کے کتان مین پوٹلی باندھکر اسکو بھون لیا جائے تو زکام کو نفع کرتی ہے (اور کلونجی گرمی کرتی ہے اور خشکی لاتی ہے اور رطوبتون کو خشک کرتی ہے اور مادہ کو پختہ اور معتدل القوام کرتی ہے اور خلطون کو چھانٹتی ہے اور پیشاب اور حیض جاری کرتی ہے اور سرد کھانسی اور درد سینہ اور جلندر اور ریاحی قولنج کو مفید ہے اور اسکا جوشاندہ مردہ بچے کو ساقط کرتا ہے خناق اور درد سر پیدا کرتی ہے اور سرکہ اور کتیرے سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور انیسون اسکا بدل ہے قدر شربت ۵ ماشہ) **مین کہتا ہون** شونیز یعنی کلونجی کو عربی مین حبۃ السوداء کہتے ہین اور فارسی مین سیاہ دانہ اور تحیص کے معنی بھونتے کے

شونیز

ہین لفظ تحمیص دانون اور بیجون کے بھوسنے مین بولتے ہین اور بھنی ہوئی کلونجی کی قدر شربت صرف ایک
درہم ہے اس سے زیادہ ردی ہے شیخ نے لکھا ہے کہ کچھ لوگون کا یہ زعم ہے کہ بھنی کلونجی قاتل ہے مولف
کہتا ہے۔ شہدانج (یعنی بھنگ کے بیج) تیسرے درجہ مین گرم خشک ہین ریاح کو تحلیل کرتے ہین
اور منی کو خشک کرتے ہین اور دردسر لاتے ہین (اور پیشاب لاتے ہین اور امساک کرتے ہین اور باہ کو توڑتے
ہین اور بینائی کو کم کرتے ہین اور پیٹ کو گنگ کرتے ہین اور نشہ لاتے ہین) اور انکی پتی یعنی بھنگ نشہ لاتی
ہے مین کہتا ہون انکی پتی کا حکم ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہین (اور اسی کے ذیل مین ہم بھی معقول
تفصیل کر آئے ہین) مؤلف کہتا ہے شلجم (ایک مشہور ترکاری جو زمین کے اندر جڑ مین پیدا ہوتی
ہے) پہلے درجہ مین گرم تر ہے خلط اسکا غلیظ ہوتا ہے (ارضیت کی کثرت سے) اور ہمیشہ اسکا کھانا نظر کو قوی
کرتا ہے اور اسکے جوشاندہ سے نقرس کو اور سردی سے ہاتھ پیر کے پھٹ جانے کو دھارتے ہین (تو
نفع ہوتا ہے) اور شلجم غانغرایا ورم کے مبادی کے لیے مانع آتا ہے (اور کثیر الغذا ہے اور کھانسی کو
دفع کرتا ہے اور سینہ کو نرم کرتا ہے اور چیک کے سدہ لاتا ہے اور پیٹ کو بھی نرم کرتا ہے اور
بھوک بڑھاتا ہے اور باہ لاتا ہے اور پتھری توڑتا ہے اور پیشاب خوب لاتا ہے) اور شلجم کے بیج شلجم سے
جلا کرنے مین قوی تر ہین (اور تیسرے درجہ مین گرم اور پہلے مین تر ہوتے ہین گرم مزاج والون کو مضر
ہین اور دردسر لاتے ہین سکنجبین سے انکی اصلاح ہوتی ہے اور تخم گاجر انکا بدل ہے) اور شلجم نفاخ اور
دیرہضم ہے گوشت اور ترشی سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور چقندر اور گاجر اسکا بدل ہے) مین کہتا ہون
غانغرایا اُس ورم کا نام ہے جو ردی مادہ کی وجہ سے عضو کو بگاڑ دے مگر اُسی وقت تک جب تک کہ
اُس متورم عضو مین حس کی قوت باقی رہے اور اگر اپنے استحکام اور جگہ پکڑ لینے سے حس کو بھی باطل کرے
تو اسکا نام سقافلوس ہے اور اسکا آخری نتیجہ یہ ہے کہ عضو سڑ کر گر جائے پس اسکا علاج یہ ہے کہ اُس عضو کو
کاٹ دیا جائے مؤلف کہتا ہے۔ شاہترج (یعنی پٹ پاپڑہ اسکو فارسی مین شاہترہ کہتے ہین
ایک مشہور گھانس ہے) پہلے درجہ مین سرد اور دوسرے مین خشک ہے (اور بعض کے نزدیک مرکب القوی
ہے) جگر اور طحال کے سدے کھولتا ہے اور معدہ (اور جگر) کو قوت دیتا ہے اور خون کو صاف کرتا ہے
اور تر اور خشک کھجلی کو نفع بخشتا ہے اور طبیعت کو نرم کرتا ہے (اور صفرا اور سودا اور بلغم کو براہ دست نکالتا
ہے اور سوکھا شاہترہ تپ کہنہ اور امراض سوداوی کو مفید ہے اور یرقان کو کھوتا ہے اور اسکے پتون کا

آب مروق معدہ اور بھوک کو قوت دیتا ہے مگر پھیپھڑے کو مضر ہے اور کاسنی سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور
سنا اور ہلیلۂ زرد اسکا بدل ہے ۹ ماشہ قدر شربت۔ اور اسکے بیج معتدل مائل بحرارت ہین معدہ اور آنتون کو پاک
کرتے ہین اور بند فضلون کو نکالتے ہین اور خون اور صفرا اور سودا کو صاف کرتے ہین اور بھوک لاتے ہین
اور یرقان کو نافع ہین اور اکثر امراض سودا کو فائدہ مند ہین طحال کو مضر ہوتے ہین اور کاسنی اور ہلیلۂ زرد سے انکی
اصلاح ہوتی ہے اور سنا ے کی انکا بدل ہے مقدار شربت ۷ ماشہ سے ۹ ماشہ تک ہے) مین کہتا ہون
یہ بیان شرح سے مستغنی ہے مؤلف کہتا ہے۔ **شکاعی** (ایک گھانس ہے جسکے پھول اودے
اور زردی مائل ہوتے ہین) معدہ اور جگر کی سردی کی بیماریون کو نافع ہے اور کوے کے ورم کو نافع ہے
اور کہنہ بخارون کو نافع ہے اور اسکے جوشاندہ مین بیٹھنا خون بہنے کو بند کرتا ہے (اور بلغم کو لطیف القوام کرتی
ہے اور بلغمی سدہ کھولتی ہے اور رحم کی رطوبت بہنے کو روکتی ہے اور فالج اور لقوے اور رعشہ کو مفید ہے
پھیپھڑے کو مضر ہے اور صمغ عربی اور شہد سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور بادآورد بدل ہے مین کہتا ہون
لوگون کو شکاعی کی ماہیت مین اختلاف ہے بعض لوگ کہتے ہین کہ وہ بادآورد ہے حالانکہ شکاعی اور چیز ہے
بلکہ وہ ایک گھانس ہے جسکی پتی جرجیر کی پتی کے مشابہ ہوتی ہے مگر اُس سے بڑی اسمین نہایت تلخی ہوتی ہے
اور اسکی ٹہنیان سفیدی مائل ہوتی ہین اور زمین پر بچھی رہتی ہین اور انمین کانٹے ایسے ہوتے ہین کہ ٹہنیون
کو ہاتھ لگانا دشوار ہوتا ہے اور اسکا پھول بھی کٹیلا ہوتا ہے تاج الدین بلغاری نے ایسا ہی لکھا ہے
گرم خشک ہے (پہلے درجہ مین گرم اور دوسرے درجہ مین خشک) مقدار استعمال دو درہم (یعنی ۷ ماشہ تک ہے)
مؤلف نے اس فصل مین بھی کچھ اودیہ نہین لکھے جنکی تفصیل بترتیب ذیل ہے **شادنج** (یعنی شاہ دانہ) یہ
چھوٹے چھوٹے پتھر کے دانہ ہوتے ہین مشابہ مسور کے (زنگ برنگ) اسکو حجر الدم بھی کہتے ہین کبھی
ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب مقناطیس کو جلاتے ہین تو شادنج نکلتا ہے یہ آنکھ کی دوا ہے اور گرم خشک ہے
(یعنی غیر مغسول کیونکہ مغسول سرد خشک ہوتا ہے) خشکی کرتا ہے اور قابض ہے اور مواد کو پکاتا ہے اور
لطیف ہے اور زخم کو بھرلاتا ہے اور بینائی کو قوت دیتا ہے اور عقل کو تیز کرتا ہے اور پیشاب بند ہوجانے
کو نافع ہے اور خون کو روکتا ہے اور شقاق مقعد کو مفید ہے مگر مثانہ اور معدہ کو مضر ہوتا ہے اور کتیرے
اور زرشک سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور رسوت اور دم الاخوین اور مقناطیس اسکا بدل ہے
قدر شربت ۲ ماشہ) **شاہ صینی** (یعنی شاہ چینی) بعض لوگ نے یہ کہتے ہین کہ ایک چینی گھانس کا عصارہ ہے

شکاعی

شادنج

شاہ صینی

اور سرد ہے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ چینی حنا کے پتون کی ٹکیان ہین سرکہ مین بنی ہوئی غرضکہ اسکا لیپ گرمی کے درد سر کو نفع دیتا ہے (اور یہ خود ورم کے مادہ کو پختہ کرتی ہے اور تحلیل کرتی ہے اور گرمی اور سردی کے ورمون کو تحلیل کرتی ہے اور قابض اور خون بہنے کو بند کرتی ہے اور اسکی باریک چٹکی زخم چشم اور عضو تناسل کو مفید ہے پھیپھڑے کو مضر ہوتی ہے اور کتیرا اسکا مصلح ہے اور جدوار بدل قدر شربت ۲ ماشہ) **شبرم** یہ ایک مشہور (گھانس ہے گرہ دار مثل نے کے اسمین سے دودھ نکلتا ہے اور دانہ برابر مسور کے ہوتے ہین گرم خشک ہے (گرم تیسرے درجہ مین اور خشک دوسرے مین) گرم مزاج والون کو مضر ہوتی ہے) اور بلغم اور سودا کو دستون کی راہ بہاتا ہے اور ہر خلط کو بدن کے اندر سے کھینچکر پیشاب کی راہ بہا دیتا ہے لہذا اسکے استعمال مین احتیاط شرط ہے) **شب** (یعنی پھٹکری) مشہور چیز ہے (معدنی نرم اور شفاف مثل بلور کے) دوسرے درجہ مین گرم اور تیسرے درجہ مین خشک ہے اور بعض طبیب اسکو سرد بتاتے ہین خشکی لاتی ہے اور قابض ہے اور جلا کرتی ہے اور ایک ماشہ ہمراہ ۴ ماشہ مصری اور پاؤ بھر دودھ کے پینا واسطے زخم گردہ اور مثانہ اور سر ذکر کے اور توڑنے پتھری گردہ اور مثانہ کے مفید ہے اور اسکا حمول یعنی لتہ ہمراہ رانگ گندنا کے رکھنا زخم سے خون آنے کو نافع ہے اور آنکھ کے جالے اور آشوب کو دفع کرتی ہے اور ہمراہ دودھ کے پینا صدمہ چوٹ کو نافع ہے پھیپھڑے اور آنتون کو مضر ہوتی ہے اور گھی اور دودھ اسکا مصلح ہے اور نوشادر اور کالا نمک اسکا بدل ہے مقدار شربت یک ماشہ) **شقائق النعمان** (یعنی لالہ ایک گھانس کا خوشنما پھول ہے جسکے پتے اور درخت بالکل افیم کے درخت کے مشابہ ہوتے ہین) دوسرے درجہ مین گرم خشک ہے (لطافت بخشتا ہے اور سدے اور مسام کھولتا ہے اور خشک کیا ہوا پھول اسکا تنکی اعضا کے درد کو مفید ہے اور اکثر اعضا کے درد کو نافع ہے اور اسکا سفوف ہمراہ دودھ کے پینا پیشاب اور حیض اور دودھ کو جاری کرتا ہے اور باہ لاتا ہے اور امساک کرتا ہے اور کسی قدر اعضا کو سست کرتا ہے اور گردہ اور مثانہ کو بھی مضر ہے) **شمع** (یعنی موم شہد کی مکھی کی بیٹ ہے کہ شہد سے نکالتے ہین) معتدل ہے اور بعضے گرم تر کہتے ہین (ورم اور ریاح کو تحلیل کرتا ہے اور مادہ کو پختہ اور معتدل القوام کرتا ہے اور پٹھون کو نرم کرتا ہے اور دردون کو تسکین اور چوٹ کے صدمہ کو اسکا مالش کرنا دفع کرتا ہے اور باطنی زخم اور پرانے دستون کو نافع ہے اور درد سینہ اور درد پہلو اور سل کو نافع ہے اور اسکی دھونی اعضا کے درد کو نافع ہے اور اگر چند روز متواتر اسکی گولی چنے کے برابر کھایا کرین تو شہوت کو اٹھاتا ہے

معدہ اور بھوک کو مضر ہے اور شہد اسکا مصلح ہے اور بادام کا آٹا بدل) **شیرج** یعنی میٹھا تیل گرم تر ہے اور چیک کرسدہ لاتا ہے اور پیٹ کو نرم کرتا ہے **شیطرج** (یعنی چیتا جسکو فارسی مین شیتره اور بیخ برند کہتے ہین) یہ ایک گھانس کی شاخین ہین جنپر پوست نہین ہوتا (اکثر یہ گھانس ویرانے اور اوسر مین ہوتی ہے) تیسرے درجہ مین گرم خشک ہے جوڑ بند کے بلغم کو تحلیل کرتا ہے (اور جلا کرتا ہے اور ہاضم ہے اور جلد مین زخم ڈالدیتا ہے اور کھال جلا دیتا ہے اور عضو تناسل مین استادگی لاتا ہے اور اخلاط غلیظہ کو براہ دست نکالتا ہے اور آواز کو صاف کرتا ہے اور گٹھیا کو کھوتا ہے اور باہ کو حرکت دیتا ہے اور اسکا لیپ سفید داغ کو مفید ہے پھیپھڑے اور جگر کو مضر ہوتا ہے اور صمغ عربی اور مصطگی اور گل سرخ سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور نرکچور بدل ہے) **شیرخشت** یہ ایک شبنم ہے کہ ہرات مین بید اور کیترے کے درخت پر گرتی ہے (اور بعض کے نزدیک ایک ولایتی درخت کا گوند ہے کہ شبنم پڑنے سے سفید اور شیرین ہوجاتا ہے) گرم ہے مگر اعتدال کی طرف مائل ہے (یا یہ کہ کیفیت فعلیہ کے اعتبار سے تو گرم ہے مگر کیفیت منفعلہ یعنی رطوبت و یبوست مین معتدل ہے) اپنے سب افعال مین ترنجبین سے قوی تر ہے (جلا کرتی ہے اور طبیعت کو نرم کرتی ہے اور تینون خلطون صفرا اور سودا اور بلغم کو خصوصاً صفرا کو براہ دست نکالتی ہے اور جگر اور معدہ کو قوت بخشتی ہے اور دل اور معدہ اور جگر کی گرمی کو تسکین دیتی ہے اور کھانسی اور حلق اور سینہ کے کھرکھرانے کو مفید ہے اور اکثر بخارون کو بھی نافع ہے اور منی کو پتلا کردیتی ہے اور ریاح اور قراقر اور نفخ پیدا کرتی ہے سونف اور روغن بادام سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور ترنجبین اسکا بدل ہے اور مقدار شربت ۵ تولہ ہے اب ہم وہ ادویہ لکھتے ہین جو شارح سے رہگئی ہین **شاخل** یعنی ارہر ایک قسم کا غلہ ہے بیشتر ہند مین ہوتا ہے دوسرے درجہ مین گرم خشک ہے صفراوی دستون اور فساد بلغم کو اور فساد خون کو اور زہر کو نافع ہے اور قلیل الغذا ہے اسکے پتون کے جوشاندے سے کلی کرنا دانتون کے درد کو فائدہ مند ہے دیرہضم اور نفاخ ہے اور بخار پیدا کرتی ہے ترشیان اور روغن گاو مصلح اور مسور بدل ہے **شاما خ** یعنی سانوان ایک غلہ کا مشہور دانہ ہے پہلے درجہ مین سرد خشک ہے فساد بلغم و صفرا کو دفع کرتا ہے اور ساتون دھاتون کو خشک کرنے والا ہے ریاح پیدا کرتا ہے اور خشکی لاتا ہے گھی اسکا مصلح ہے **شاہسفرم** جسکو فارسی مین شاہ سپرغم اور ریحان کہتے ہین اور ہندی مین تلسی اور نازبو اسکا بیان باب الراء المہملہ مین ریحان کے نیچے گذرچکا ہے البتہ اسکے ضمن مین جنگلی تلسی یعنی ریحان البری کا ذکر مناسب ہے

چوک ضغ
تتیر خشت
ارہر
سانوان
تلسی

یہ ایک گھانس ہے برابر اور مثل تلسی کے دوسرے درجہ مین گرم خشک ہے ورمون کو تحلیل کرتی ہے
خاصکر بلغمی ورمون کو اور سردی کے اکثر امراض کو مفید ہے اور اسکی پتی کا زانگ کان مین چھوڑنے سے دانت
کے کیڑے مرکر نکل پڑتے ہین یہ ایک خاص خاصیت اسمین ہے پھیپھڑے اور دماغ کو مضر ہے **شاہ پسند**
فارسی ہے یہ ایک مشہور دانہ ہے قسم میوہ سے مزے مین قدرے ترش ہوتا ہے گرم خشک ہے بڑا دست آور
ہے اور تینون خلطون صفرا اور سودا اور بلغم کو نکالتا ہے اور پیٹ کے کیڑے مارتا ہے درد سر پیدا کرتا ہے
اور کرب لاتا ہے آلو بخارا اسکا مصلح ہے اور جلاپا بدل ہے قدر شربت یکماشہ **شَبَہ** یعنی جست ایک مشہور
معدنی چیز ہے دوسرے درجہ مین گرم خشک ہے اسکے برتن مین کھانا پینا دل اور معدہ کو قوت بخشتا ہے اور مکوہ یا سونف
کے رانگ مین گھسا ہوا ورمون کو تحلیل کرتا ہے اور اسکا سرمہ آنکھ کے جالے اور آشوب چشم کو بہت مفید ہے
اور پلکون کی سرخی کو دفع کرتا ہے طحال کو مضر ہے اور قولنج پیدا کرتا ہے شہد اسکا مصلح ہے **شبوط** رہو مچھلی
کو کہتے ہین جسکا تفصیلی بیان بین مہملہ مین سمک کے ذیل مین گذر چکا ہے **شجرۃ الجن** یعنی دیودار اور چیڑ ایک
بہت بڑا لانبا اور سیدھا درخت ہے تیسرے درجہ مین گرم خشک ہے مواد کو پکاتا ہے اور ریاح اور ورمون
کو تحلیل کرتا ہے اگر سردی سے ہون اور دردون کو تسکین دیتا ہے اور گردہ اور مثانہ کی پتھری کو توڑتا ہے
اور فالج اور لقوہ اور سکتہ اور استرخا کو مفید ہے اور اسکی لکڑی کے جوشاندہ مین بیٹھنا مقعد کے زخمون کو
مفید ہے پھیپھڑے کو ضرر کرتا ہے اور کتیرا اور روغن بادام مصلح ہے **شحم** یعنی چربی جسم حیوانات کا ایک مشہور
جزو ہے پہلے درجہ مین گرم تر ہے سخت ورمون کو تحلیل کرتی ہے اور دردون کو تسکین دیتی ہے اور اعضا خصوصاً
پٹھون کو تری بخشتی ہے اور اسکا کھانا بدن کو قوی کرتا ہے اور فربہ کرتا ہے ہر چربی کا اثر مثل اُس حیوان کے
اثر کے ہے فم معدہ کو مضر ہے نمک اور مرچ سیاہ مصلح ہے اور روغن زیت بدل ہے **شعر** یعنی بال جب مطلق
بولتے ہین تو اُس سے آدمی کے بال مراد ہوتے ہین سرد خشک ہین جلے ہوے بال زخم مین لگانا زخم کو
خشک کرتا ہے اور ہمراہ شہد کے منھ آنے کو مفید ہے اور زفت رومی کے ہمراہ خاصکر سر کے زخمون کو
مفید ہے اور مردار سنگ کے ہمراہ سوکھی اور تر کھجلی کو نافع ہے اور روغن زیتون کے ہمراہ آگ کے جلے کو
نافع ہے اور انکو سرکہ یا پانی مین پیسکر لگانا پھوڑے اور پھنسی اور ورم طحال کو نافع ہے اور اسکی پسی ہوئی
چٹکی کا نیچ نکلنے کو مفید ہے کھانے سے قی لاتے ہین اور کل اندرونی اعضا کو مضر ہین **شعیر عریان** یعنی
جو برہنہ ایک غلہ کا مشہور دانہ ہے دوسرے درجہ مین گرم خشک ہے دودھ کے ہمراہ اسکا کھانا جسم اور گردہ کو

فربہ کرتا ہے اور اسکا حریرہ گھی کے ہمراہ سینہ اور گردہ اور مثانہ کو پاک کرتا ہے اور قوت بخشتا ہے اور اسکا
لیپ ورموں کو تحلیل کرتا ہے نفاخ ہے سونف سے اسکی اصلاح ہوجاتی ہے **شکر تیغال** ایک کیڑیکا
جالہ ہے مثل ریشم کے کہ اپنے اوپر تنتا ہے اور اُسمین سوراخ کرکے آپ چلا جاتا ہے گرمی اور تری مین
معتدل ہے صدر کو نرم کرتا ہے اور سینہ کی کھرکھراہٹ کو نافع ہے اور اخلاط کی حدت اور سوزش کو
تسکین دیتا ہے اور نرخرہ کی سوزش کو اور خشک کھانسی کو اور آواز کے بھربھرانے کو نافع ہے اور گلے
کی تشنگی اور معدہ کے درد اور خشکی کو دفع کرتا ہے اسکی کثرت غشی پیدا کرتی ہے شکر اور ترنجبین سے اسکی
اصلاح ہوتی ہے مصری بدل ہے اور قدر شربت ۵ ماشہ ہے **شماهم** یعنی کچری جسکو فارسی مین دیتلبوہ
کہتے ہین مشہور چیز ہے دوسرے درجہ مین گرم خشک ہے پیٹ کے نلون کو قوت دیتی ہے اور پٹھون کی
سختیون کو تحلیل کرتی ہے اور فالج اور لقوہ اور بلغمی بیماریون اور بواسیر کو نافع ہے اور ریاح کو تحلیل کرتی ہے اور بالائی اور
خارجی رطوبت کو جذب کرتی ہے اور قابض ہے اور باہ زیادہ کرتی ہے البتہ درد سر لاتی ہے اور گرم مزاجون
کو مضر ہے دھنیا اسکا مصلح ہے اور انجیر بدل **شوکة الجمل** یعنی اونٹ کٹارہ ایک بوٹی ہے شبیہ بادآورد کے تیسرے
درجہ مین گرم خشک ہے سدہ کو کھولتا ہے اور معدہ مین گرمی پیدا کرتا ہے اور بھوک لاتا ہے اور کھانا ہضم کرتا ہے
اور پیشاب جاری کرتا ہے اور کانور کو دفع کرتا ہے اور گٹھیا کو کھوتا ہے اور سرد اثر والے زہر کا مارک ہے اور اسکی جڑ
باہ لاتی ہے اور اسکا عرق گردہ اور طحال کی بیماریون کو نافع ہے دماغ اور گردہ کو مضر ہے اور سرکہ اور شربت غورہ
اسکا مصلح ہے اور انجدان بدل **شوکة البیضاء** یعنے جواسا ایک گھانس ہے خاردار اونٹ کٹارہ
کی مانند اور اسکے بیج گرٹھ کے مشابہ ہوتے ہین پہلے درجہ مین گرم خشک ہے بلغم غلیظ اور سودا کو دستون
کی راہ نکالتا ہے اور معدہ کو قوت دیتا ہے اور سدہ کھولتا ہے اور پیشاب جاری کرتا ہے اور ردی مواد کو
تحلیل کرتا ہے اور دانتون کے درد کو کھوتا ہے اور بلغمی اور سوداوی پرانے بخار کو دفع کرتا ہے اور
پیشاب بند ہوجانے کو مفید ہے اور جلندر اور نقرس یعنی پانون کی انگلی کے درد کو نافع ہے پھیپھڑے
کو مضر ہے اور افسنتین اسکا مصلح اور شاہترہ بدل ہے قدر شربت ۹ ماشہ ہے **شوکران** ایک گھانس
کی جڑ ہے جسکے پھول سوئے کے پھول کی طرح چتردار ہوتے ہین اور بعض کے نزدیک ہوٹھ کی جڑ ہے
چوتھے درجہ مین سرد اور تیسرے درجہ مین خشک ہے سم قاتل ہے اعضا کو سست اور ڈھیلا کرتی ہے
اور سکون دیتی ہے اور نیند لاتی ہے اور اسکا لیپ گرمی کے دردون اور ورمون پر مثل نملہ اور سرخ بادہ اور آتشک کے

مفید ہے اور اسکے پتون اور بیجون کا لیپ پستان کو دراز اور بلند نہین ہونے دیتا بھنگ کے بیج اسکے
بدل ہین **شیح** یعنے درمنہ یہ ایک گھانس ہے برابر سوئے کے پتے مشابہ برگ سداب کے تیسرے
درجہ مین گرم خشک ہے سدون کو کھولتی ہے اور بلغم کو چھانٹتی ہے اور ورمون کو تحلیل کرتی ہے اور پیشاب
اور حیض کو جاری کرتی ہے اور پیٹ کے کیڑے مار کر نکالتی ہے اور فاسد اخلاط کو دستون کی راہ نکالتی
ہے اور طبیعت کو لطافت بخشتی ہے اور مادہ کو معتدل القوام کرتی ہے اور باہ لاتی ہے اور کولے کے درد
اور مرکب بخار کو اور پیشاب بند ہو جانے کو اور ہچکی کو نافع ہے اور اسکی چٹکی منہ کی کھجلی کو مفید ہے سر اور
معدہ اور پٹھون کو ضرر کرتی ہے مصطگی اور بنفشہ سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور افسنتین اور بادِ برنگ اسکا
بدل ہے قدر شربت ۲ ماشہ **شیلم** یعنے منمنا جسکو فارسی مین گندم دیوانہ کہتے ہین اور جسکا اجمالی حال
اس سے قبل بھی معلوم ہو چکا ہے ایک دانہ ہے جو سے باریک اور بہت چھوٹا اور گول برابر منڈوے کے
دوسرے درجہ مین گرم خشک ہے اعضا کو سست اور بیجس کرتا ہے اور آواز کو خراب اور فاسد کرتا ہے اور
سدے پیدا کرتا ہے اور انڈے کی سفیدی کے ہمراہ سختیون کو نرم اور تحلیل کرتا ہے اور اسکا لیپ کانٹے
اور گانسی کو بدن کے اندر سے کھینچ لاتا ہے اور اسکا تیل داد کو اور جلدی امراض کو مفید ہے اور آتشک
کے چھون کو نافع ہے گھی اور تازہ دودھ سے اسکی اصلاح ہو جاتی ہے اور جند توقی اسکا بدل ہے
قدر شربت ۲ ماشہ ہے مؤلف کہتا ہے

یہان سے اُن ادویہ کا بیان ہے جنکے شروع مین تاے مثناۃ ہے

تمر ہندی یعنے املی بقدر ایک بالشت کے ایک پھلی ہوتی ہے اسکے درخت کی پتی بھی ترش ہے
اور پھول بھی سلیمان بن حسان کہتے ہین کہ یمن اور ہندوستان اور سوڈان مین اُگتی ہے اور بصرہ مین بھی اُگتی ہے
اسکی پتی سیب کی پتی کی طرح ہوتی ہے اور اسکا پھل پتلے غلافون کا کالا ہوتا ہے) دوسرے درجہ مین
سرد خشک ہے (اور بعض اُسکو معتدل بھی کہتے ہین) صفرا (اور محترقہ اخلاط) کو دستون کے ذریعے سے
نکالتی ہے (اور جوش خون کو بجھاتی ہے) اور معدہ (اور دل) کو قوت دیتی ہے اور پیاس کو اور متلی کو
تسکین دیتی ہے (آلو بخارے سے زیادہ لطیف ہے اور طبیعت کو نرم کرتی ہے اور جوش خون کو نافع
ہے اور خفقان کو کھوتی ہے اور دوران سر کو مفید ہے اور وبائی ہوا کی سمیت کو دور کرتی ہے اور اسکے
پھول قابض اور مسکن ہین اور طبیعت کو نرم کرتے ہین اور اسکے بیج قابض اور ممسک منی ہین اور اسکے

شیلم
تمر ہندی

پتون کے جوشاندہ کا غرارا خناق کو مفید ہے آواز اور کھانسی اور نزلہ کو مضر ہے اور سدہ لاتی ہے آلو بخارا
اسکا بدل ہے اور ہم تولہ سے ۸ تولہ تک مقدار شربت ہے) مین کہتا ہون اِملی کھانسی اور سینہ کو مضر
ہے شربت بنفشہ اور شربت خشخاش اسکا مصلح ہے **مؤلف کہتا ہے۔ تُفّاح** (یعنی سیب ایک
مشہور ولایتی میوہ ہے) اسمین ایک سرد رطوبت فضلیہ ہوتی ہے جس سے یہ نفخ کرتا ہے اور ترش سیب
سرد خشک ہے اور اسمین رطوبت فضلیہ کم ہوتی ہے اور شیرین مین برودت کم ہوتی ہے اور پھیکا سیب رطوبت
مین کم ہوتا ہے دل اور معدہ کو قوی کرتا ہے خصوصاً فتحی سیب (یہ سیب بڑے جرم کا خوشمزہ اور خوشبودار
ہوتا ہے شہر دمشق مین اسکو تفاح فتحی کہتے ہین یہ ایک بادشاہ کی طرف نسبت ہے جس کا نام
فتح الملک تھا کیونکہ اسنے اسکے درخت کو اصفہان سے منگا کر شہر دمشق مین بویا تھا) سیب خصوصاً
سیب ترش کا خلط خام ہوتا ہے اُس سے بخار اور مادہ کی عفونت پیدا ہوتی ہے (سیب فرحت دیتا ہے
اور دل و دماغ و جگر و معدہ و فم معدہ کو قوت بخشتا ہے اور روح حیوانی کو لطیف کرتا ہے اور گرمی کو تسکین
دیتا ہے اور خفقان اور ہا[illegible] کو مفید ہے اور بھوک بڑھاتا ہے اور جلد خون بنتا ہے اور رخسارہ کا رنگ
صاف کرتا ہے اور اسکا مربّی بہت لطیف اور بہت لذیذ اور بہت قوی ہوتا ہے اور طبیعت کو فرحت
دیتا ہے سینہ کو مضر ہے اور ریاح کو پیدا کرتا ہے دارچینی اور شہد اور گلقند اسکا مصلح ہے اور بہی بدل ہے
دو تولہ تک مقدار شربت ہے) مین کہتا ہون شیخ نے لکھا ہے کہ نہایت شیرین سیب یا تو
حرارت مین معتدل ہے اور یا حرارت کی طرف مائل ہے اور آٹے مین رکھکر اسکو بھون لینا بھوک
کم ہو جانیکے لیے نافع ہے **مؤلف کہتا ہے۔ تربد** (یعنی نسوت) دوسرے درجہ مین گرم
خشک ہے بدن کو خشک کرتی ہے اور رقیق بلغم کو دستون کی راہ نکالتی ہے (اور جلے ہوے خلطون
کو بھی) مگر یہ کہ سونٹھ سے اُسکو قوی کر لیا جائے تو اسکے بعد غلیظ خلطون کو بھی دستون کی راہ نکالدیگی
پٹھون کے درد کو نفع کرتی ہے (اور دماغ اور معدہ اور جگر اور رحم کو بلغم سے پاک کرتی ہے اور سدہ
کھولتی ہے اور فالج اور لقوہ اور پٹھون کی اکثر بیماریون کو نافع ہے اور درد سینہ کو مفید ہے اور مرطوب
کھانسی کو نافع ہے اور کابلی ہڑ کے ہمراہ مرگی اور جنون اور مالیخولیا کو مفید ہے اور سیاہ سے پرہیز چاہیے
کہ زہر ہوتی ہے انتون کو اور اعضا کو مضر ہے اعضا کو خشک کرتی ہے) روغن بادام مین چرب کر لینے
سے اسکی اصلاح ہو جاتی ہے (اور غاریقون اور کالا دانہ اسکا بدل ہے قدر شربت ۵ ماشہ) مین کہتا

تفاح

تربد

کہتا

ہوتی تربد لکڑی کی شکل ایک دوا ہے (بلکہ ایک درخت کی جڑ ہے جسکے پتے مشابہ لوبیا کے اور بنگالہ مین اُسکو نِسوتھری کہتے ہین) اچھی وہ ہوتی ہے جو سفید ہو اور خولدار ہو اور خولدار اسلیے ہوتی ہو کہ اُسکا شیرا بہکر نکلتا ہے اور اُسکو اُس سے چھڑا ڈالتے ہین وہ سندھ اور ہند سے لائی جاتی ہے لیکن ہندی بہ نسبت سندی کے عمدگی مین کم ہوتی ہے اور مناسب یہ ہے کہ استعمال کرنے سے پہلے کھرچ کر اُسکا بیرونی پوست غباری دور کردیا جاوے مختار مین اسی طرح لکھا ہے مقدار شربت نصف درہم سے ایک درہم تک ہے اور جوشاندہ مین کبھی اس سے زائد بھی ڈالدی جاتی ہے یہان تک کہ شیخ نے قانون مین لکھا ہے کہ جوشاندہ مین چار درہم تک ڈال سکتے ہین اور سیاہ نسوت سے بچنا چاہیے وہ بہت خراب ہوتا ہے **مولف کہتا ہے** **تین** یعنی انجیر ایک درخت کا میوہ ہے ولایتی اور ہندی) تر و تازہ انجیر تھوڑا گرم ہوتا ہے اور اُسمین رطوبت بسبب مائیت کے زیادہ ہوتی ہے اور کثیر الغذا بھی ہوتا ہے اور معدہ سے جلد اتر جاتا ہے اور کچا انجیر نہایت جلا دیتا ہے اور تھوڑی برودت کی طرف مائل ہوتا ہے اور سوکھا انجیر پہلے درجہ کے آخر مین گرم ہوتا ہے اور لطیف ہوتا ہے اور انجیر سارے میوؤن سے بڑھکر غذا پڑتا ہے اور خوب پختہ انجیر تو کوئی مضرت ہی نہین کرتا اور پر مغز انجیر مادہ کو پکاتا ہے اور اسمین تلیین انتہا درجہ کی ہوتی ہے اور پسینا خوب لاتا ہے اسی لیے حرارت کو تسکین دیتا ہے اور اسکے کھانے سے جوئین پیدا ہوتی ہین اور انجیر کا دودھ پگھلے ہوے دودھ اور خون کو جما دیتا ہے اور جمے ہوے دودھ اور خون کو پگھلا دیتا ہے اور انجیر رنگ کو صاف کرتا ہے جو بیماریون کی وجہ سے بگڑ گیا ہو اور اسکا لیپ دُنبلون کو پکا دیتا ہے اور گرم مزاج والون کو پیاس لگاتا ہے اور جو پیاس بلغم مالح کی وجہ سے ہو اُسکو تسکین دیتا ہے اور پرانی کھانسی کو مفید ہے اور پیشاب جاری کرتا ہے اور جگر اور تلی کے سدے کھولتا ہے اور پیشاب کے روکنے پر مدد دیتا ہے اور مثانہ اور گردون کو موافق ہے اور نہار منھ اسکے کھانے کی مجاری غذا کے کھولنے مین عجیب منفعت ہے خصوصا اخروٹ اور بادام کے ساتھ اور اخروٹ کے ہمراہ اسکا تغذیہ بڑھجاتا ہے لیکن غلیظ اغذیہ کے ہمراہ اسکا کھانا نہایت برا ہے اور جمیز (ایک قسم کا جنگلی انجیر ہے کہ مصر اور شام مین ہوتا ہے) معدہ کے لیے ردی ہے اور قلیل الغذا ہے **مین کہتا ہون** مؤلف نے کہا ہے فلذلک یسکن الحرارۃ ویقلل اس قول مین ذلک کا اشارہ الیہ تعریق ہے یعنی پسینہ لانے ہی کی وجہ سے حرارت کو تسکین دیتا ہے اسلیے کہ جو متعفن رطوبتین احشا مین ہین اُنکو جلد کی جانب خارج کردیتا ہے

اور لفظ یقمل معطوف ہے لفظ یسکن پر اور فلذ لك کے تحت مین داخل ہے یعنی اسی وجہ سے اُس سے جوئین پیدا ہوتی ہین اور بعض کے نزدیک ویقمل کو ماقبل سے کوئی تعلق نہین اور وہ اُسکو یسکن پر معطوف نہین کہتے بلکہ اسکو جملہ مستانفہ قرار دیتے ہین اور کہتے ہین کہ انجیر سے جوئین اسلیے پیدا ہوتی ہین کہ جو خون اس سے پیدا ہوتا ہے وہ ردی اور دیر مین تحلیل ہونے والا ہوتا ہے اور جُمَّیز بضم جیم و فتح میم مشدد انجیر کی ایک خاص قسم ہے جو دُمدار ہوتا ہے اور یہ معدہ سے جلد اترتا ہے اور نفخ بھی زیادہ نہین کرتا لکن معدہ کے لیے اچھا نہین ہے اور غذا کم پڑتا ہے اور اس بحث مین مؤلف نے اور جو کچھ لکھا ہی وہ سب ظاہر ہے محتاج تفصیل نہین ہے **مؤلف کہتا ہے۔ توت** (یعنی شہتوت ایک پھل ہی لانبا مشہور برابر انگلی کے اسکی دو قسمین ہین فرصاد اور شامی فرصاد سے تو وہ شہتوت مراد ہے جو سفید اور میٹھا ہوتا ہے اور شامی سے سرخ سیاہی مائل ترش شہتوت مراد ہے) فرصاد تو افعال و خواص مین قریب قریب انجیر کے ہے لیکن انجیر کے اعتبار سے قلیل الغذا ہے اور معدہ کے لیے ردی ہوتا ہے اور شامی سرد تر ہے اسمین قبض ہوتا ہے کہ اُس سے اعضا کی طرف مواد کو نہین بہنے دیتا خصوصًا کچا شہتوت اور کچا اپنے افعال مین مثل سماق کے ہے اور شہتوت گلے کے ورمون کو بجید نافع ہے خواہ غرغرہ کیا جائے خواہ پیا جائے خواہ کھایا جائے اور بھوک لاتا ہے اور کھانے کو معدہ سے پھسلا دیتا ہے اور جلد اتار دیتا ہے اور آنتون مین دیر تک ٹھہرتا ہے اور پیشاب کو جاری کرتا ہے (میٹھا شہتوت اچھا خون پیدا کرتا ہے اور سدہ کھولتا ہے اور جگر اور طحال کی اصلاح کرتا ہے اور جسم کو فربہ کرتا ہے اور باہ لاتا اور گردہ کی چربی کو قوت دیتا ہے اور زبان و حلق پر مواد نہین گرنے دیتا اور اسکا شربت گلے کے درد کو نافع ہے اور اسکے پتون کے جوشاندہ کا غرغرہ گلے کے درد اور خناق کو مفید ہے اور اسکی کلی دانتون اور مسوڑون کے درد کو مفید ہے البتہ معدہ کو مضر ہے اور درد سر لاتا ہے سکنجبین اسکی مصلح ہے اور ترش شہتوت پتون کو مارتا ہے اور پیاس کو تسکین دیتا ہے اور جوش خون کو بھی تسکین دیتا ہے اور دماغ کو انجرے نہین چڑھنے دیتا اور اسکا شربت نزلہ کو بہت مفید ہے سینہ کو مضر ہوتا ہے اور شہد اُسکا مصلح ہے اور آلو بخارا بدل) **مین کہتا ہون** فرصاد سے میٹھا شہتوت مراد ہے یہ گرم تر ہے اور اسکو کھانے سے قبل (یعنی نہار منھ) کھانا چاہیے اور بعد کو سکنجبین پی لینا چاہیے اور شامی سے کھٹا شہتوت مراد ہے یہ سرد تر ہے اور بعض کے نزدیک سرد خشک ہے (تازہ ٹوٹا ہوا تو یقینًا سرد تر ہے باقی رہا خشک وہ اگر سرد خشک ہو تو

عجب نہین) مؤلف کہتا ہے۔ ترمس (یعنی چھالسر) ایک بیج ہے گول برابر بیج باقلا کے سفید مائل بزردی تلخ اور تیز بو) پہلے درجہ مین گرم اور دوسرے مین خشک ہے اسکا جوشاندہ چہرہ کی چھائین اور چھیپ اور سفید داغ (اور سیاہ داغ) اور گنج اور خارش کی جلا کرتا ہے اور چھانٹتا ہے اور سختیون کو تحلیل کرتا ہے اور اسکا لیپ اور سرکہ کے ساتھ پینا پیٹ کے کیڑون کو مارتا ہے اور بالون کو تیلا کرتا ہے اور جگر اور تلی کے سدون کو کھولتا ہے (اور ورم طحال کو مفید ہے) اور پیشاب اور حیض جاری کرتا ہے اور اس کا حمول بچہ کو رحم سے گرا دیتا ہے (دیر ہضم ہے نمک اور صعتر سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور لوبیا اور تخم خربزہ اور افسنتین اسکا بدل ہے قدر شربت ۵ ماشہ) مین کہتا ہون ترمس (یعنی چھالسر) مشہور بیج ہی اسکو باقلا ے مصری اور باقلا ے شامی سے بھی نامزد کرتے ہین مؤلف کہتا ہے۔ ترنجبین (ایک خاص قسم کی شیرین شبنم ہے) معتدل مائل بحرارت ہے (اور بعض کے نزدیک پہلے درجہ مین گرم تر ہے) طبیعت کو نرم کرتی ہے اور جلا کرتی ہے اور کھانسی اور سینہ کو بھی نرم کرتی اور نفع بخشتی ہے اور پیاس کو تسکین دیتی ہے اور صفرا کو بہ نرمی و آسانی دستون کی راہ نکالتی ہے (اور اخلاط کو حرکت مین لاتی ہے اور سینہ کے درد اور تلی اور گرمی کے بخارون کو مفید ہے اور تینون خلطون کو نکالتی ہے طحال اور گرم مزاجون کو مضر ہوتی ہے اور عناب اور املی اسکی مصلح ہے اور شیرخشت اور شکر سرخ بدل قدر شربت ۳ تولہ سے ۵ تولہ تک ہے) مین کہتا ہون ترنجبین ایک شبنم ہے کہ خراسان اور ماوراءالنہر مین جواسا کے درخت پر گرتی ہے اور عمدہ وہ ہوتی ہے جو خالص سفید ہو (یعنی زردی مائل نہو) ترنجبین معدہ کو ڈھیلا اور ضعیف کرتی ہے اور اپنی خاصیت سے صفرا کو دستون کی راہ نکالتی ہے اور پیاس کو تسکین دیتی ہے اسکی مقدار شربت دس درہم سے لیکر ۲۰ درہم تک ہے اور یہ اپنے افعال مین شیرخشت سے کمزور ہوتی ہے مؤلف نے یہان تین دوائین چھوڑ دی ہین تمر (یعنی چھوارا اور کھجور مشہور میوہ ہے) گرم تر ہے مگر اسکی گرمی اسکی تری سے زیادہ ہے منی کو بڑھاتا ہے (اور خون صالح پیدا کرتا ہے اور کثیر الغذا ہے اور بدن کو فربہ کرتا ہے اور باہ زیادہ کرتا ہے اور گردہ اور کمر کو قوت بخشتا ہے اور فالج اور لقوہ کو نافع ہے اور پتھری کو توڑتا ہے اور سینہ اور پھیپھڑے کو موافق ہے صدع لاتا ہے اور گرمی کرتا ہے آب انار اور لوز یعنی بادام اسکا مصلح ہے اور بعد کو سکنجبین پی لینے سے بھی اسکی اصلاح ہوتی ہے (اور مویز منقے اور کشمش اسکا بدل ہے) تودری یہ ایک گھانس کا بیج ہے جسکے پتے لانبے اور شاخین سرخ اور سخت تھوڑے کانٹون

کے ساتھ اور پھل اُسکا غلاف باریک اور لطیف مین اور اسکا بیج مسور سے چھوٹا اور کچھ چوڑا اور اسکی تین قسمین ہین گلگون یعنے سرخ اور زرد اور سفید سرخ کو اصفہان مین قدوئہ گلگون کہتے ہین اور سفید تو دری سرخ اور زرد سے تھوڑی بڑی اور زیادہ چوڑی ہوتی ہے) دوسرے درجہ مین گرم اور پہلے درجہ مین خشک ہے مواد کو تحلیل کرتی ہے دبھوک لگاتی ہے اور باہ زیادہ کرتی ہے اور عضو تناسل مین استادگی لاتی ہے اور بدن کو فربہ کرتی ہے احشا کی برودت کو دفع کرتی ہے اور رخساروں پر اسکا ملنا رنگ رخسار کو صاف اور سرخ کرتی ہے اور سوداوی مواد کو دور کرتی ہے اور آواز کو صاف کرتی ہے اور خشک و تر کھانسی کو مفید ہے اور اسکا جوشاندہ سرکہ مین اعضا کے فربہ کرنے اور رخسار کا رنگ صاف کرنے مین عمدہ دوا ہے جب اسکے کھانے کا ارادہ کرین تو چاہیے کہ اسکو پانی مین بھگوئین اسکے بعد جوش دین اور تھیلی مین باندھکر خمیر لگا دین اور بریان کرین اسکے بعد اسکا استعمال کرنا نافع ہے مقدار شربت دو درہم سے تین درہم تک اور بدل اسکا بہمن سرخ ہے) **توتیا** (یعنی کھپریا نمک کی ایسی معدنی اور مصنوعی چیز ہے مشہور) اور در اصل یہ ایک دھوان ہے جہان معدنی تانبے کو آلائش سے پاک کرتے ہین تو اُس سے یہ دھوان اٹھکر کاجل کیطرح جم جاتا ہے سرد خشک ہے (مغسول سرد خشک ہے اور غیر مغسول گرم خشک) بینائی کو قوت بخشتی ہے اور آنکھ کی صحت کو قائم رکھتی ہے اور آنکھ کی طرف مواد کو نہین گرنے دیتی اور آنکھ اور ناک اور ذکر اور پیڑو اور مقعد کے زخمون کو نافع ہے اور سرطان یعنی پیٹھ کے پھوڑے اور تمام اعضا کے پھوڑون کو بھر لاتی ہے اور گلے زخمون اور پھوڑون اور شگافون کو مفید ہے اور بغل کی بدبو دفع کرتی ہے اسکی چٹکی اور سرمہ اور لیپ فائدہ مند ہے سدہ لاتی ہی اور شہد سے اسکی اصلاح ہوتی ہے قدر شربت ۲ ماشہ آب ہم وہ ادویہ بھی لکھے دیتے ہین جو شارح رحمہ اللہ سے لکھنے سے رہ گئے ہین **تتن و تنباک** (یعنی تنبا کو ایک درخت کے مشہور پتے ہین تیسرے درجہ مین گرم خشک ہے خشکی لاتا ہے اور پیاس لاتا ہے اور دماغ کی رطوبتون کو پاک کرتا ہے اور بلغمی دحالس اور تر کھانسی اور دمے کو اور دماغی نزلون کو دفع کرتا ہے اور اسکا دھوان وبائی ہوا کے فساد کو دفع کرتا ہے اور اسکا کھانا اور پینا ریاح اور بلغم کو تحلیل کرتا ہے اور چھانٹتا ہے اور اسکا سبز پتا ورمون کو خصوصًا ورم انثیین کو تحلیل کرتا ہے گرم مزاج والون کو اور دل و دماغ کو مضر ہے تازہ دودھ اسکا مصلح ہے **تراب القی** کنکر کے درخت کا گوند ہے فارسی مین اُسکو کنکر زرد کہتے ہین دوسرے درجہ مین گرم اور پہلے درجہ مین خشک ہے سکنجبین یا شہد کے ہمراہ آسانی سے مادہ بلغمی اور

صفراوی کو قی کی راہ نکالتا ہے اور اسکا لیپ ورمون کو تحلیل کرتا اور باہ اور قوت ہاضمہ کو قوی کرتا ہے
دماغ کو مضر ہے اور روغن زرد سے اسکی اصلاح ہوتی ہے جوز القی بدل ہے قدر شربت ۳ ماشہ تک ہے
تشمیزج (یعنی چاکسو ایک دانہ ہے برابر اور مشابہ مسور کے دوسرے درجہ مین گرم خشک ہے جلا کرتا ہے
اور قابض ہے اور ورم کو تحلیل کرتا ہے اور بینائی کو قوت بخشتا ہے اور آنکھ کے ٹھلکے اور جالے کو نافع
ہے اور زخمون کو مفید ہے خصوصًا عضو تناسل کے زخم کو اور آشوب چشم کو نافع ہے الا اسکا کھانا بغیر
بھلبھلائے جائز نہین گرم مزاج والون کو مضر ہے اور ہرا دھنیا اسکا مصلح ہے اور طوطیا بدل ہے اور
دو ماشہ قدر شربت ہے **توبال الحدید** یعنی لوہ چون ریت کی مانند لوہے کا باریک برادہ ہے فارسی
مین اسکو ثفال آہن کہتے ہین تیسرے درجے مین گرم خشک ہے دستون اور خون کو بند کرتا
ہے آور ذرب اور ضعف معدے کے دستون کو مفید ہے اور ضعف باہ کو نافع ہے اور بواسیر کو
مناسب دواؤن کے ہمراہ مفید ہے اس کا خضاب بہت عمدہ ہوتا ہے **توبال النحاس** یعنی
دیگچون فارسی مین ثفال مس کہتے ہین یہ تانبے کا چورہ ہے تیسرے درجے مین گرم خشک ہے
جلا کرتا ہے اور لطافت بڑھاتا ہے اور پیچش کو مفید ہے اور زخمون کے پھیلنے کو منع کرتا ہے اور تر و خشک
کھجلی کو نافع ہے اور زخم اور آنکھ کے جالے کو مفید اور ردی اور فاسد مواد کو چھانٹتا ہے اور مادہ بلغمی
کو براہ دست نکالتا ہے اور غیر مدبر اور غیر مغسول کا استعمال جائز نہین ہے آنتون مین زخم ڈالتا ہے اور
خراش پیدا کرتا ہے مقدار شربت لہ ماشہ **توتیاے اخضر** (یعنی نیلا تھوتھا معدنی مشہور چیز ہے
تیسرے درجہ مین گرم خشک ہے ورم اور بد کو نرم کرتا ہے اور اکثر زہرون کا مارک ہے اور کھجلی کو نافع ہے اور بلغم کو
چھانٹتا ہے اور پیٹ کے کیڑے مار نکالتا ہے اور آنکھ کے جالے ماندڑے کو کاٹ بہاتا ہے مگر
قاتل ہے اور گوشت کو کاٹ دیتا ہے گاے کا گھی اور قی کرنا مصلح ہے اور سہاگہ بدل **تین بری**
یعنی کٹھومر جسکو فارسی مین انجیر دشتی کہتے ہین ایک درخت کا پھل ہے بالکل مشابہ انجیر کے دوسرے
درجہ مین گرم خشک ہے اسکا لیپ سفید داغ اور سیاہ داغ اور ماکوتہ اور داد کو مفید ہے اور اسکی جڑ کا لیپ
ہر فعل مین اس سے قوی تر ہے **تیواج** اندرجو کے درخت کی چھال ہے مثل چھال درخت چنار کے
دوسرے درجہ مین گرم خشک ہے درد سر اور دانتون کے درد کو نافع ہے اور سینہ کی رطوبت اور مرطوب
نزلہ کو دفع کرتی ہے اور نکسیر بند کرتی ہے اور اسکی دھونی خون حیض کو بند کر دیتی ہے گرم مزاج والون کو مضر

کتیرا اسکا مصلح ہے اور انجبار بدل قدر شربت ۲ ماشہ **مولف کہتا ہے**

یہان سے اُن ادویہ کا بیان ہی جنکے شروع مین ثاے مثلثہ ہے

ثوم (یعنے لہسن ایک گھانس کی مشہور جڑ ہے پیاز کی طرح) تیسرے درجہ مین گرم خشک ہے (ساتھ تریاقیت کے) نفخ (اور ریاح اور ورم) کو خوب تحلیل کرتا ہے اور اسکا لیپ ظاہری اور باطنی جلد مین زخم ڈالدیتا ہے مختلف پانیون کے تغیر کو سودمند ہے اور اُنکے فساد کو دور کرتا ہے اور ٹھنڈک کے دانتون کے درد اور پرانی کھانسیون اور سینے کے دردونکو مفید ہے اور مرے ہوے بچے اور پیٹ کے کیڑون کو نکالتا ہے اور حیض کو (اور پیشاب کو) جاری کرتا ہے اور پیٹ کے بچے سے ملی ہوئی جھلی کو نکالتا ہے اور اسکا جوشاندہ حلق کو صاف کرتا ہے اور شہد کے ساتھ سیاہ داغون اور جمے ہوے خون پر لگایا جاتا ہے اور جوؤن کو اور لیکھون کو مار ڈالتا ہے (اور جلا کرتا ہے اور معدہ کی رطوبت کو خشک کرتا ہے اور آواز کو صاف کرتا ہے اور دھانس اور دمے اور پٹھے کی بیماریون کو نافع ہے اور فالج اور لقوہ اور رعشہ کو مفید ہے اور سردی سے کان کے درد کے لیے اسکا کان مین رکھنا نافع ہے اور صحت کو قائم رکھتا ہے اور اسکی معجون باہ کو قوی کرتی ہے اور پتھری توڑ بہاتی ہے) درد سر لاتا ہے اور بینائی کو مضر ہے (کتیرا اور دھنیا اور روغن بادام اسکا مصلح ہے اور پیاز بدل ہے قدر شربت تین ماشہ ہے) **مین کہتا ہون** مؤلف کے کلام مین جو وینفع کھبۃ الدم ہے تو کھبت کے معنی جلد کے نیچے خون کا جم جانا ہے اگر شہد کے ساتھ لہسن کا لیپ کیا جائے تو نافع ہوتا ہے اور یقتل القمل یعنی جون والصیبان بتقدیم یاے مثناہ تحتانی برباے موحدہ صئوابۃ کی جمع ہے لیکھ کو کہتے ہین **مؤلف کہتا ہے**

ثلج (یعنی برف ایک آسمانی چیز ہے کہ سردی مین زمین پر گر کے جم جاتی ہے) بالطبع سرد ہے (اور بالعرض خشک ہے) حرارت کے جمع کرنے اور اپنی رکی ہوئی دخانیت سے کبھی کبھی پیاس لگاتی ہی اور معدہ اور پٹھون کو مضر ہے اور گرمی کی زیادتی سے جو دانتون مین درد ہونے لگے اُسکو تسکین دیتی ہے (اور بدحواس کرتی ہے اور معدہ کی قوت ہاضمہ کو قوی کرتی ہے اور گرمی کے بخار اور خشک تر کھانسی کو دفع کرتی ہے اور اگر حلق کے اندر جونک لپٹ جائے تو اُسکو نکالدیتی ہے اور اگر پیشانی پر رکھی جائے تو نکسیر کو بند کرتی ہے سرد مزاج والون کی انتڑیون کو مضر ہے اور لونگ اور شہد اسکی مصلح ہے) **مین کہتا ہون** بعض لوگون کا یہ گمان ہے کہ برف گرم ہے لیکن یہ صحیح نہین ہے البتہ اسکے اجزاے

لومڑی

اندر دخانی اجزا ہوتے ہین جو اس سے اوپر کو چڑھتے ہین اور یہ بالطبع سرد اور بالعرض خشک ہے اور گلقند کا
اسکے بعد کھا لینا اسکا مصلح ہے **مولف کہتا ہے ثعلب** (یعنے لومڑی یہ ایک چوپایہ جانور
ہے بلی کے برابر جنگلی اسکا گوشت بساندہ اور بدبودار ہوتا ہے) اسمین تحلیل کی قوت ہوتی ہے اور اس کا
پوستین سب پوستینون سے گرم ہے اور سرد مزاجون اور تر مزاجون کے لیے مناسب ہے مین کہتا ہون
کہ دلق اور حواصل اس سے زیادہ گرم ہین (اور ان دونون کی بحث گذر چکی ہے) اگر اسکو زندہ پکڑ کے
اور ہاتھ پانون باندھ کے پانی مین ڈال کر خوب پکادین کہ گل کے بالکل ریشہ ریشہ ہو جائے تو اس پانی
سے دھار نا نقرس اور گٹھیا کو مفید ہے اور روغن زیتون مین پکانا اور بھی زیادہ قوی ہے (یعنی پانی مین
پکانے کے اعتبار سے اسکا عمل زیادہ قوی ہے کیونکہ زیت خود محلل اور مرخی اور مسکن درد ہوتا ہے) اور
اسی طرح اسکی چربی ہمراہ روغن زیتون کے ملنا کان کے درد اور گٹھیا کو مفید ہے اور ایک درہم اسکے
خشک پھیپھڑے کا کھانا سانس پھولنے کو نہایت مفید ہے (اور اسکی کھال جلی ہوئی آگ کے جلے ہوئے
اور بواسیر کو اور زخمون کو مفید ہے اور اسکا گوشت کھانا آبی جلندر کو مفید ہے) **مین کہتا ہون** لومڑی
کا گوشت خرگوش کے گوشت کے مثل ہے اور طبیب رازی نے لکھا ہے کہ حرارت اور برودت مین معتدل ہے (اور بعض کے نزدیک
تیسرے درجہ مین گرم خشک ہے اور خرگوش کا گوشت دوسرے درجہ مین گرم تر ہے) اور مولف کے کلام مین جو لفظ فراء بالمد ہے
وہ فرو کی جمع ہے (یعنی پوستین) اور جسکو گٹھیا کا مرض ہو وہ لومڑی کے پکے ہوئے پانی سے اسوقت دھار جبکہ مسہل سے
فارغ ہو چکا ہو ورنہ یہ اندیشہ ہے کہ جوڑون کی طرف زیادہ مادہ نہ کھنچ جائے **مولف کہتا ہے**

یہان سے اُن ادویہ کا بیان ہے جنکے شروع مین خاء معجمہ ہے

خشخاش

خشخاش (پوستہ کا مشہور دانہ ہے خاکسی کے برابر اور شیخ بوعلی سینا کے قول کے موافق
اسکی چار قسمین ہین بستانی بری بحری زبدی بستانی خشخاش تو وہ ہے جسکے بیج سفید اور چھوٹے
چھوٹے اور گول ہوتے ہین اور پوست اسکے لمبان کی طرف مائل ہوتے ہین یہ سب قسمون سے
بڑھکر قریب باعتدال ہوتی ہے اور بری خشخاش کے بیج کالے ہوتے ہین اور سکے پوست قریب قریب
گول ہوتے ہین اسمین برودت بہت زیادہ ہوتی ہے اور یونانی زبان مین اسکو رواس کہتے ہین
جسکے معنی ہین بہنے والا اور یہ نام اسلیے رکھا گیا ہے کہ اس سے رطوبت بہتی ہے اور اس سے افیون
بنتی ہے اور بحری خشخاش ایک گھانس ہے جسکی پتی سفید غبار دار اور آرہ کی طرح دندانہ دار بری خشخاش

کی پتی کے مانند ہوتی ہے اور اسکا پھول چھوٹا اور غلاف وار مثل میتھی کے غلاف کے اور گائے کے
سینگ کے ہمشکل ہوتا ہے اسی لیے اسکو خشخاش مقرن بحری کہتے ہین اور زبدی خشخاش ایک گھانس ہے
جسکا تنہ اور پتی اور پھول سب کے سب سپید ہوتے ہین اور چونکہ انکی سپیدی مسکہ کی سی ہوتی ہے اسواسطے
اسکو زبدی کہتے ہین اور مؤلف نے پہلے اسی پہلی قسم سے تعرض کیا ہے چنانچہ وہ کہتے ہین کہ سفید
خشخاش (دوسرے درجہ مین سرد خشک ہے اور کالی خشخاش تیسرے درجہ مین سرد خشک ہے اور اسی کالی
خشخاش کا پینا اور لگانا اور کھانا سب مخدر اور نیند لانے والا ہے اور اخلاط کو غلیظ کرتی ہے اور نزلے
کی مانع ہے (اسی طرح سفید خشخاش بھی اعضا کو شل اور سست کرتی ہے اور نیند لاتی ہے اور
پتلے مواد کو پختہ یعنی معتدل القوام کرتی ہے اور صفراوی مادہ کو پکاتی ہے اور قابض ہے اور سینہ اور
حلق اور پھیپھڑے کے اطراف کی خشکی کو دفع کرتی ہے اور گرم و خشک کھانسی اور تپ دق اور ضعف جگر
کو نافع ہے اور بدن کو فربہ کرتی ہے اور باہ لاتی ہے اور پھیپھڑے اور سرد مزاج والون کو مضر ہے
اور شکر اور شہد سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور تخم کاہو اسکا بدل ہے قدر شربت یکتولہ) **مین کہتا
ہون** یہ سب کلام شرح کا محتاج نہین ہے (اپنی وضاحت کی وجہ سے) **مولف کہتا ہے**
خطمی (یہ خبازی کی ایک قسم ہے دیسقوریدوس کہتے ہین کہ خطمی بری ملوخیا کی ایک قسم ہے اور
بری ملوخیا سے انکی مراد خبازی ہے کیونکہ خبازی کی قسمون مین سے ایک قسم ہے جسکی پتی اور پھول گلاب کے
پھول کے مشابہ اور تنہ طول مین ہاتھ بھر کے قریب اور جڑ چپچپی جسکے اندر سفیدی ہوتی ہے اور یہ قسم اکثر
جگہ ہوتی ہے اور اسکی ایک قسم بڑی ہوتی ہے یہانتک کہ بڑھتے بڑھتے درخت ہو جاتی ہے جاڑے
مین اسکی پتی گرتی ہے اور شاخین نہین سوکھتین اور یہ قسم سمرقند مین اکثر ہوتی ہے) گرم ہے مگر
اعتدال کے ساتھ (اور بعض کے نزدیک پہلے درجہ مین سرد تر ہے جیسا کہ شارح نے لکھا ہے)
مادہ کو پکاتی ہے اور طبیعت کو نرم کرتی ہے اور اعضا کو ڈھیلا کرتی ہے اور ورم کو تحلیل کرتی ہے
اور گٹھیا اور عرق النساء کے درد کو تسکین دیتی ہے اور رعشہ کو مفید ہے اور اسکے بیج گرم کھانسی کو فائدہ
کرتے ہین (جبکہ انکا لعاب گرم پانی سے نکالا جائے) اور اسکی پتی ورمون کو تحلیل کرتی ہے خصوصاً
پستان اور مقعد کے ورم کو (اور ورمون کے مواد کو پکاتی ہے) اور ذات الجنب اور ذات الریہ مین اسکا
لیپ کیا جاتا ہے اور اسکی جڑ کا جوشاندہ پیشاب اور آنتون کی جلن کو مفید ہے اور پیچش کو اور مقعد کے ورم کو

اور زردی اسہال کو بھی نافع ہے (اور اسکا پھول مواد کو پکاتا ہے اور ورم کو تحلیل کرتا ہے اور درد کو تسکین
دیتا ہے اور پاشویہ مین اسکا شریک کرلینا دماغ پر ابخرے نہین چڑھنے دیتا اور درد سر کو نافع ہے اور اسکی جڑ طبیعت
کو نرم کرتی ہے اور مروڑ کو تسکین دیتی ہے اور پیچش کو نافع ہے اور صفراوی دستون اور پیشاب کی سوزش
اور چناک کو اور آنتون کی خراش اور سوزش کو مفید ہے اور گرمی کی کھانسی کو نافع ہے اور پیٹ کو گنگ کر دیتی
ہے پہلے درجہ مین سرد تر ہے معدہ کو مضر ہے اور سونف اسکی مصلح ہے اور خبازی بدل) **مین کہتا ہون**
منہاج مین ہے کہ خطمی سرد تر ہے اور امام رازی نے لکھا ہے کہ گرم تر ہے اور ٹھیک یہ ہے کہ معتدل ہے
حرارت کی طرف کچھ مائل چنانچہ شیخ کا یہی مختار ہے اور مؤلف نے بھی شیخ ہی کے کلام کو لیا ہے خطمی
احشا کو مضر ہے اور انبرباریس کا عصارہ اسکا مصلح ہے (انبرباریس زرشک بہدانہ کو کہتے ہین) **مؤلف کہتا ہے**
خس (یعنے کاہو ایک مشہور گھانس ہے اسکی دو قسمین ہین بستانی اور بری) دوسرے درجہ مین سرد تر
ہے تمام ترکاریون سے زیادہ عمدہ اور کثیر الغذا ہے اور پکانے سے اور بھی زیادہ غذا پڑتا ہے اور
اسکا دھونا اسکے نفع کو بڑھا دیتا ہے اگر استعمال شراب کے درمیان مین اسکا استعمال کیا جائے تو
نشہ نہین ہوتا اور پانیون کے اختلاف اور فساد کو دور کرتا ہے اور اعضا کو ثقل کرتا ہے اور نیند لاتا ہے
اور ہذیان اور آفتاب سے گرمی کھا جانے کو مفید ہے اور دودھ بڑھاتا ہے اور اسکا بیج منی کو خشک کرتا
ہے اور باہ کی خواہش کو تسکین دیتا ہے اور احتلام کو کم کر دیتا ہے اور پیاس اور سوزش کو تسکین دیتا
ہے اور اسکا ہمیشہ کھانا بینائی کو کم کرتا ہے (اور تیزی صفراو خون کو تسکین دیتا ہے اور دماغ پر ابخرے
نہین چڑھنے دیتا اور سوزش معدہ کو نافع ہے اور پیٹ کو نرم کرتا ہے اور پیشاب لاتا ہے اور نیند لاتا ہے
اور ورم کے مادہ کو پختہ کرتا ہے اور خشکی لاتا ہے اور عضو کو سست کرتا ہے اور خون کو صاف کرتا
ہے اور نسیان پیدا کرتا ہے مصطگی سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور خشخاش بدل ہے) **مین کہتا ہون**
کاہو تمام باقی ترکاریون سے عمدہ اور افضل ہے اس سے جو خون پیدا ہوتا ہے وہ نہایت خوب ہوتا
ہے نہ اسمین قبض ہے نہ اسہال معدہ کو قوت دیتا ہے اور سردی پہونچاتا ہے خصوصًا سر کے ساتھ
فصد والون اور پچھنے والون کو غذا مین دیا جاتا ہے اور جسمین دودھ نہین ہوتا وہ زیادہ بارد ہے اور بغیر
دھلا ہوا کاہو دھلے ہوے سے اچھا ہے کیونکہ دھو ڈالنے سے اسکی رطوبت بڑھ جاتی ہے اور اسکا
بیج باہ کو قطع کرنے مین عجیب الاثر ہے اور جن لوگون کو اولاد کی خواہش ہو اُنکے لیے اسکا استعمال بہت برا ہے

اور جسکے سینے مین کوئی سرد خلط موجود ہے اُسکو بھی مضر ہے اور جسوقت وہ خلط نکل جائے اُسوقت
اُسکا استعمال ہو سکتا ہے اور خشک کھانسی والون کو مفید ہے ۔ جالینوس ہر شب کو کاہو کا کچھ استعمال
کیا کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ مین بوڑھا آدمی ہون مجھکو نیند کی ضرورت زیادہ ہے جو نافع ہے صاحب تقویم نے
لکھا ہے کہ کاہو یرقان سے نفع بخشتا ہے لیکن حواس کو مکدر کرتا ہے اور مربا ے ہلیلہ سے اسکی اصلاح
ہوتی ہے **مؤلف کہتا ہے** ۔ **خرنوب** (اسکی دو قسمین ہین خرنوب شامی اور خرنوب نبطی
خرنوب شامی کو کسر گا ذرونی اور خرنوب نبطی کو خرب کہتے ہین خرنوب شامی ایک بڑا درخت ہے لخرمٹ
کے درخت کے مثل اور برابر جسکی پھلیان ایک بالشت کی اور دانہ مثل باقلا کے ہوتا ہے) قابض ہے
پیٹ کو تنگ کرتا ہے اور حیض کو جاری نہین ہونے دیتا معدہ کے لیے بہت بُرا ہے کہ ہضم نہین ہوتا اور
اسکا خلط بھی ردی اور ثقیل ہوتا ہے (اور خرب یعنی خرنوب نبطی کے بھی قریب قریب یہی افعال ہین)
مین کہتا ہون خرنوب سرد خشک ہے اور بعض کے نزدیک گرم خشک ہے **مؤلف کہتا ہے**
خبازی (ایک گھانس ہے مثل اور مشابہ خطمی کے) پہلے درجہ مین سرد تر ہے حلق اور سینہ اور پیٹ کو
نرم کرتی ہے اور خشک کھانسی کو نافع ہے اور گردہ اور مثانہ کو بھی فائدہ کرتی ہے (اور مادہ کو معتدل القوام
کرتی ہے اور جگر کا سدہ کھولتی ہے اور اسکا جوشاندہ ہمراہ شکر کے کھانسی اور تنگی آواز کو نافع ہے اور
طحال کے درد اور ورم اور یرقان اور آنتون کے زخم کو مفید ہے اور پیچش اور زخم مثانہ اور پیشاب کی
سوزش کو نافع ہے اور اکثر جانورون کے زہرون کی مارک ہے سرد مزاجون کو مضر ہوتی ہے اور معدہ
کو بھی مضر ہے (ترشی سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور خطمی بدل ہے) **مین کہتا ہون** خبازی
مشہور گھانس ہے اُسکو ملوکی بھی کہتے ہین معدہ کو مضر ہے تج اور دارچینی سے اسکی اصلاح ہوتی
ہے **مؤلف کہتا ہے** ۔ **خوخ** (یعنی آڑو ایک درخت کا ہندی پھل ہے) دوسرے درجہ
مین سرد اور پہلے درجہ مین تر ہے جلد سڑ جاتا ہے اور مادہ کو نرم کرتا ہے اور اسمین کچھ قبض بھی ہے اور
کچا آڑو زیادہ قابض ہے اسکا اور اسکی پتی کا پانی پیٹ کے اور کان کے کیڑون کو مار ڈالتا ہے خواہ
لگایا جائے خواہ پیا جائے (اور اسکے تخم کا روغن کان کے درد اور بہرے پن کو مفید ہے) اور اسکو کھانے
سے پہلے کھانا چاہیے اور غذا بہت پڑتا ہے گرچہ نہین ہے (اور تشنگی اور جوش خون اور گرم خشک
بخارات کو ساکن کرتا ہے اور تپ کو اور خالص صفراوی اور خونی بخار کو مفید ہے اور بھوک اور باہ زیادہ

کرتا ہے اور اسکے پھول ۲ ماشہ اسقاط حمل کو کافی ہین بلغمی مزاجون کو مضر ہوتا ہے اور شہد اور ادرک کے مربے سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور کشمش بدل ہے) **مین کہتا ہون** خوخ بفتح خاءِ معجمہ آڑو کو کہتے ہین جسکو فارسی مین شفتالو کہتے ہین یہ اُس معدہ کے لیے موافق ہوتا ہے جسمین آفتاب کی گرمی نے اپنا اثر کیا ہو اور بھوک کھولتا ہے اور اسکو کھانے کے پہلے کھانا چاہیے تاکہ معدہ مین اُسکو حرارت ملجائے جو اسکو ہضم کردے اور اسپر ترش غذائین نہ کھائی جائین اور زیادہ سرد پانی بھی اسپر نہ پیا جائے سمرقندی نے یہی لکھا ہے **مؤلف کہتا ہے۔ خل** (یعنی سرکہ) یہ گرم اور سرد دو جزؤن سے مرکب ہوتا ہے اور سرد جزء غالب ہوتا ہے اور دونون جزء لطیف ہین اور پکنے سے اسکی برودت کم ہو جاتی ہے اور یہ مقطع ہے یعنی گاڑھے خلطون کو چھانٹتا ہے اور طبیعت کو لطافت بخشتا ہے اور صفرا کا قلع قمع کرتا ہے اور ورم جہان ابھی پیدا ہونا چاہیے یہ اسکو نہین پیدا ہونے دیتا اور ہاضم ہے (اور بھوک خوب لاتا ہے) اور بلغم سے ضد رکھتا ہے اور سوداوی مزاجون کو مضر ہے اور حمرہ اور نملہ اور خارش اور داد کو مفید ہے (حمرہ ایک مرض کا نام ہے کہ بدن پر چوڑے چوڑے آبلے پڑ جاتے ہین اور انمین سخت سوزش اور تپک ہوتی ہے اور نملہ مین بھی ایسا ہی ہوتا ہے مگر اسمین سب پھوڑے ملکر ایک ہو جاتے ہین اور زردی مائل ہوتے ہین) اور دوڑنے والے زخمون کو نہین پھیلنے دیتا اگر روغن گل کے ساتھ اسکا لیپ کیا جائے تو گرم درد سر کو نفع بخشتا ہے اور دانتون کے درد اور خون نکلنے کے لیے اسکی کلی سودمند ہے (اور قابض ہے اور رطوبت کو خشک کرتا ہے اور رگون مین اور مسام مین جلد سرایت اور نفوذ کرتا ہے اور پیٹ کے کیڑے مارتا ہے اور سدہ خوب کھولتا ہے اور جامن اور ناڑی کا سرکہ ورم طحال اور پیٹ کے نفخ کو بہت مفید ہے البتہ پٹھون اور پھیپھڑے اور باہ کو مضر ہے شیرینی اور حلویات سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور آب لیموے کاغذی بدل ہے مقدار شربت ۲ تولہ) **مین کہتا ہون** مؤلف نے وکلاھما لطیف (یعنی دونون جزء لطیف ہین) اسلیے کہا کہ حدت تو حار جزء کی لطافت سے حاصل ہوتی ہے اور ترشی بارد جزء کی لطافت سے پیدا ہوتی ہے کیونکہ جو گرم جزء کثیف ہوتا ہے وہ تلخ ہوتا ہے اور سرد جزء جو کثیف ہوتا ہے وہ میٹھا ہوتا ہے چنانچہ قواعد کلیہ مین معلوم ہو چکا ہے اور سرکہ کے جو افعال مؤلف نے لکھے ہین وہ انھین دونون جوہرون (گرم اور سرد) سے مستفاد ہین **مؤلف کہتا ہے۔ خبز** (یعنی روٹی) عمدہ روٹی وہ ہے جو ردی غلہ کی آمیزشون سے پاک و صاف ہو اور معتدل طور پر اسمین نمک پڑا ہو اور خمیری ہو اور پختہ ہو اور ٹھنڈی

ہو جانے تک اُسکو چھوڑ دیا جائے اور اسکے بعد توے پر پکی ہوئی روٹی ہے اور ان دونون کے ماوراء جو روٹی ہو ردی اور خراب ہے آور میدے کی روٹی غذا خوب پڑتی ہے اور اچھی ہوتی ہے لیکن نفوذ اور سرایت کرنے مین اور معدہ سے نیچے اُترنے مین دیر کرتی ہے اور یہ اپنی لزوجت اور چیک کی وجہ سے۔ اور بھوسی ملے ہوئے آٹے کی روٹی طبیعت کو نرم کرتی ہے اور نیچے جلد اترتی ہے اور سرایت بھی جلد کرتی ہے لیکن قلیل الغذا اور ردی ہوتی ہے آور پتلے گیہون کی روٹی کا وہی حکم ہے جو بھوسی ملے ہوئے آٹے کی روٹی کا حکم ہے اور دودھ پڑے ہوئے آٹے کی روٹی غلیظ خلط پیدا کرتی ہے آور روٹی کا ملیدہ نفاخ اور دیر ہضم ہوتا ہے (خصوصاً باجرے کی روٹی کا ملیدہ) اور دودھ ملا کر پکائی ہوئی روٹی بہت غذا پڑتی ہے اور سدے پیدا کرتی ہے اور معدہ سے دیر مین نیچے اترتی ہے (اپنی لزوجت اور معدے کے پردے مین چپک رہنے کے سبب سے) اور گیہون کی روٹی بہت جلد فربہی لاتی ہے (اسلیے کہ کثیر الغذا ہے اور اسکی حرارت اعتدال کے قریب ہوتی ہے اور اسکی حرارت بدن انسان کی حرارت سے مشابہ ہوتی ہے اور اسمین اور انسان کی طبیعت مین مشاکلت اور مناسبت ہوتی ہے) **مین کہتا ہون** سب روٹیون مین وہ روٹی افضل ہے جسمین تین باتین ہون آول تو اُن سب دانون سے پاک وصاف ہو جو غلے مین ملے ہوتے ہین دوسرے اُسمین معتدل طور پر نمک ملا ہو کیونکہ اگر اُسمین نمک کم ہوگا تو پھیکی اور محض بیمزہ ہوگی (اور معدے مین دیر تک ٹھہر یگی) آور جسمین نمک زیادہ ہوگا وہ گرم ہوگی اور پیاس لائیگی اور ردی ہوگی اور خشکی پیدا کریگی اور نمک اُسکو ہضم ہونے سے پہلے بدن مین نفوذ کرا دیگا (اور اس سے سدے پیدا ہونگے اور مزے مین بھی کڑوی ہوگی) تیسری بات یہ ہے کہ خمیری ہو مگر خمیر بھی معتدل طور پر ہو کیونکہ جسمین خمیر کم ہوگا وہ دیر ہضم ہوگی اور دشواری سے ہضم ہوگی اور سدے پیدا کریگی اور پیٹ مین درد کر دیگی اور جسمین خمیر زیادہ ہوگا وہ معدے پر ترش ہو جائیگی آور خمیر اُس گیلے آٹے کو کہتے ہین جو لس جاتا ہے اور اُسکو آٹے مین ڈالکر تھوڑی دیر اپنی حالت پر چھوڑ دیتے ہین آور تنوری روٹیان توے پر پکی ہوئی روٹیون سے اچھی ہوتی ہین کیونکہ توے کی روٹی ٹیڑھی ہونے کی وجہ سے اچھی طرح نہین پکتی دوسرے یہ کہ تنوری روٹی دونون طرف سے سک جاتی ہے اور توے کی روٹی صرف ایک طرف سے آور ٹھنڈی روٹی گرم روٹی سے بہتر ہوتی ہے کیونکہ گرم روٹی مین ابخرے ہوتے ہین اسکے علاوہ وہ اپنی عرضی حرارت کی وجہ سے پیاس لگاتی ہے لیکن اسی وجہ سے وہ پیٹ جلد بھر دیتی ہے آور سمید وہ روٹی ہے جسکے

آٹے کی بھوسی نکال لیجائے اور میدہ باقی رہجائے یہ اپنی متانت اور لزوجت کی وجہ سے معدہ سے
دیر مین اترتی ہے اور خشکار وہ روٹی ہے جسکے گیہون بے بہائے اور بے پھٹکے پیس لیے جائین اور آٹے
مین سے بھوسی بھی نہ نکالی جائے اور اگر گیہون بنا کر اور پھٹک کر خوب کئی پانیون سے دھو لیے جائین
یہانتک کہ سفید ہو جائین اور اسکے بعد سایہ مین خشک کر لیے جائین اسکے بعد پیسکر روٹی پکائی جائے
تو اُس روٹی کو عربی مین حُوّاری کہتے ہین بضم حاء مہملہ و تشدید واو و فتح راے مہملہ یہ روٹی قلیل الغذاء ہوتی ہے اور
اسمین حرارت بھی کم ہوتی ہے کیونکہ اس سب عمل سے اسمین خفت آجاتی ہے اسی لیے پانی مین نہین ڈوبتی بلکہ
اوپر تیرتی رہتی ہے صاحب منہاج نے لکھا ہے کہ حُوّاری غذائیت اور حرارت مین سمید اور خشکار کے درمیان
ہے اور حنطۂ سخیفہ سے مؤلف کی مراد نرم اور پتلے گیہون ہین اور قطائف (یعنی وہ روٹی جسکے میدے کے ساتھ
دودھ اور گھی خمیر کرکے اور ہلکی ہلکی روٹیان بنا کر مغز بادام اور اخروٹ اور فندق اور پستہ کوٹ کر قند اور کشمش کے ساتھ
بھرتے ہین اور اسکا بیان اس سے قبل گذر چکا ہے) غلیظ ہوتی ہے کیونکہ اچھی طرح پکتی نہین ہے لیکن جو میٹھی
چیزین اسمین ڈالی جاتی ہین انسے اسکی اصلاح ہو جاتی ہے منہاج مین اسی طرح مذکور ہے اور فتیت وہ روٹی
ہے جو تنور مین خشک کی جائے اور پھر بھگو کر سایہ مین خشک کی جائے اور پھر کوٹ لیجائے جیسے لت کیے ہوئے
ستو ہوتے ہین یہ بھی معدہ سے دیر مین اترتی ہے اپنی خشکی کی وجہ سے **مؤلف کہتا ہے** ۔
خردل (یعنی رائی ایک نہایت باریک اور چھوٹا مشہور دانہ ہے ۔ عمدہ رائی وہ ہے جسکا دانہ بڑا ہو
اور پتلے دانے نہون اور زیادہ سرخ نہو اور جب کوٹی جائے تو اندر سے زرد نکلے) تیسرے درجہ کے
آخر مین گرم خشک ہے بلغم کو چھانٹتی ہے اور اسکا تیل مولی کے تیل سے زیادہ گرم ہوتا ہے اور اسکی دھونی
سانپ بچھو اور مچھر وغیرہ کو بھگاتی ہے اور یہ جلا کرتی ہے اور ریاح کو صاف اور تحلیل کرتی ہے اور چہرہ کی چھائین
اور مردہ خون کے نشان کو بدن سے دور کرتی ہے اور زبان کی رطوبتون کو چوس کر اُسکو ہلکا کر دیتی ہے
اور بالخورہ کو مفید ہے اور ورمون کو تحلیل کرتی ہے اور خارش اور داد اور گٹھیا کو نفع بخشتی ہے اور سر کی رطوبتون
کا تنقیہ کرتی ہے اور اسکا پانی اور تیل کان مین ٹپکایا جاتا ہے تو درد کو نفع ہوتا ہے اور باہ کو قوت دیتی ہے
اور پیاس لاتی ہے اور مصفاۃ (ایک ناک کی ہڈی ہے) کے سدون کو کھولتی ہے اور نہار منھ اسکا استعمال
ذہن کو تیز کرتا ہے اور شہد کے ساتھ نرخرے کی پرانی کھرکھراہٹ کو دور کرتی ہے (اور نشاط بخشتی ہے اور
معدہ کے کیڑے اور نکالتی ہے اور خون کو صاف کرتی ہے اور سردی کے نزلون کو تسکین دیتی ہے

اور معدہ اور قوت ہاضمہ کو قوت بخشتی ہے اور پیشاب لاتی ہے اور لثبرغس اور فالج اور استرخاء اور رعشہ اور سکتہ
کو مفید ہے اور تیل کے ساتھ اسکا لیپ عضو تناسل پر باہ کو حرکت دیتا ہے اور شہد کے ساتھ دھالنس اور
درد جگر کو نافع ہے البتہ نشہ لاتی ہے اور جلد مین زخم ڈالتی ہے کاسنی اور روغن بادام سے اسکی اصلاح ہوتی
اور تخم شلجم اور حرمل اسکا بدل ہے مقدار شربت ۲ ماشہ) **مین کہتا ہون** رائی کو فارسی مین سپندان سفید
کہتے ہین یہ دو قسم ہے سفید اور زرد یہ دونون قسمین سر کو مضر ہوتی ہین اور اسکی اصلاح صندل اور کافور
سے ہوتی ہے دیسقوریدوس نے لکھا ہے کہ اگر جذامی آدمی ہمیشہ رائی کا استعمال رکھے تو اچھا ہو جائے
لیکن اسکے اکثر منافع بدن کے نیچے کے حصے کو پہونچتے ہین اور مصفاۃ ناک کے دونون زائدون کے
نیچے جو بھٹنیون کے ہمشکل ہین ایک سوراخ دار ہڈی ہے جسمین ہوا چھنکر اور صاف ہوکر دماغ کو پہونچتی ہی
اور ناک کے دونون مجرے اسی مصفات پر منتہی ہین (مصفات صیغۂ اسم آلہ ہے جسکے معنی ہین آلہ صفا
اور مناسبت ظاہر ہے **مؤلف کہتا ہے** - **خیار شنبر** (یعنی املتاس یہ ایک درخت کی دراز پھلی
ہے اسکا گودا استعمال کیا جاتا ہے) گرمی اور سردی مین معتدل اور تر ہے احشاء کے گرم ورمون کو نفع بخشتی
ہے اور گلے کے ورمون کے لیے ہری کوئے پانی کے ساتھ اسکا غرارا کیا جاتا ہے اور جوڑون پر اور
نقرس پر اسکا لیپ کیا جاتا ہے اور یرقان اور درد جگر کو فائدہ دیتا ہے اور طبیعت کو نرم کرتا ہے اور جلے ہو
صفرا اور بلغم کو (بلا اذیت) دستون کی راہ نکالتا ہے حتی کہ حاملہ عورتون اور لڑکون کو بھی دینا جائز ہے
اور ملین سینہ ہے اور جوش خون کو سکون دیتا ہے اور اسکا غرغرہ دھنیے کے ہمراہ خناق کو مفید ہے اور
گرم ورمون کو تحلیل کرتا ہے اور اسکے پتے بھی کل ورمون کو تحلیل کرتے ہین اور جوش دینے سے املتاس کا
اثر باطل ہو جاتا ہے معدہ کو مضر ہے اور متلی لاتا ہے اور پیچش اور آنتون کی خراش پیدا کرتا ہے مصطگی اور
روغن بادام وکدو وزلال اس سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور ترنجبین سہ چند اور مویز اسکا بدل ہے)
مین کہتا ہون ایک تو املتاس ہندی ہوتا ہے اور ایک کابلی اور ایک بصری مگر ہندی ان سب سے
اچھا ہے املتاس حرارت اور برودت مین معتدل ہے اور بعض کے نزدیک گرم اور بعض کے نزدیک سرد
اور حق یہی ہے کہ معتدل ہے اور ہرے دھنیے کے پانی کے ساتھ اور اسی طرح لعاب اسبغول کے ساتھ
حلق کے ورمون کے لیے اسکا غرارا بہت مفید ہے مقدار شربت ۵ درہم سے ۱۵ درہم تک ہے اور یہ اپنی
قوت جاذبہ سے دست لاتا ہے اور بعض اطبا کا یہ خیال ہے کہ اپنی چپک اور لزوجت کی وجہ سے

دست آور ہے اور سہ چند مویز منقی تھوڑے تربد کے ساتھ اسکا بدل ہے اور بعض اطبا کہتے ہین کہ بدن کے
نیچے کے حصے کو مضر ہوتا ہے اور متلی لاتا ہے اور عناب کے پانی کے ساتھ متلی جاتی رہتی ہے۔ ردیف
خاے معجمہ مین بھی مؤلف سے کچھ دوائین رہگئی ہین جو تفصیل ذیل ذکر کی جاتی ہین **خروع** (یعنے ارنڈ
یہ ایک درخت ہے جسکا پھل خاردار ہوتا ہے اور مغز اسکا سفید روغن دار) فارسی مین اسکو بید انجیر کہتے ہین
مشہور درخت کا پھل ہے دوسرے درجہ مین گرم خشک ہے لقوہ اور فالج (اور رعشہ اور قولنج اور استسقار)
اور جوڑون کے بلغمی درد کو مفید ہے اور بالخاصہ بلغم کو براہ دست نکالتا ہے (اور ردی مادون کو تحلیل کرتا ہی
اور پیٹ کو نرم کرتا ہے اور سہ خلط کا قوی دست آور ہے اور اسکا تیل ہر فعل مین اس سے قوی تر ہے
اور محلل ہے اور قولنج مین قوی دست آور ہے اور اسکا رانگ آگ کے جلے ہوے کو بیحد مفید ہے
البتہ معدہ کو سست کرتا ہے اور کرب لاتا ہے اور متلی اور قی لاتا ہے کتیرا اور مصطگی اسکا مصلح ہے اور جمالگوٹہ
بدل) مقدار شربت ۵ عدد از ٹہ مقشر **خراطین** (یعنے کیچوا یہ مٹی کا ایک کیڑا ہے لانبا بقدر ایک بالشت کے)
اسکا طلا عضو تناسل کے دراز کرنے مین بیحد مفید ہے (اور تین درم کا خیساندہ پینا پیشاب جاری کرتا ہے
اور گوشت کے پانی کے ہمراہ باہ کو قوت دیتا ہے اور تلی کے تیل مین جوش کیا ہوا خناق اور پرانی کھانسی
کو مفید ہے اور روغن بادام مین حل کیا ہوا بالخاصہ آنت اترنے کو مفید ہے اور خارجی رطوبت کے ساتھ
پہلے درجہ مین گرم تر ہے روغن بادام سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور جونک اسکا بدل ہے قدر شربت پانچ
ماشہ) **خصیة الثعلب** (یعنے ثعلب مصری یہ ایک قسم کی جڑ ہے لسدار اور اسکی بو منی کی بو سے مشابہ
ہوتی ہے پہلے درجہ مین گرم تر ہے) یہ تمام افعال مین سقنقور کے قائم مقام ہے خصوصاً شراب کے ساتھ
(باہ زیادہ کرتی ہے اور منی بہت پیدا کرتی ہے اور عضو تناسل کی استادگی بڑھاتی ہے اور پٹھون کو قوت دیتی
ہے اور فالج اور لقوہ اور کزاز اور اکثر امراض دماغی کو نافع ہے اور بال پیدا کرتی ہے اور بال گرنے سے مانع
ہوتی ہے فم معدہ کو مضر ہے شکر اور آملہ سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور گاجر کے بیج اور شقاقل بدل مقدار
شربت ۳ ماشہ) **خطاف** (یعنی ابابیل) یہ ایک مشہور پرند ہے (برابر گوریا کے ویرانون مین رہتی ہے)
دیسقوریدوس نے لکھا ہے کہ اگر ابابیل کا پیٹ چاک کیا جائے تو اسمین دو کنکریان نکلتی ہین ایک مین تو صرف
ایک ہی رنگ ہوتا ہے اور دوسری مین مختلف رنگ ہوتے ہین اگر یہ دونون کنکریان گلے کے اس
چھوٹے بچے کی کھال مین رکھکر مرگی والے کے بازو مین باندھ دی جائین یا گردن مین لٹکا دی جائین

جس بچے نے کبھی زمین پر اپنے بدن کو نہ رکھا ہو تو مرگی کو نہایت نفع ہوتا ہے مین نے اسکا تجربہ کیا تھا اور بہت صحیح پایا (اسکا گوشت گردہ اور مثانہ کی پتھری کو توڑ بہاتا ہے اور یرقان کو نافع ہے اور طحال کی بیماریون کو مفید ہے اور اسکا تازہ خون زنگ رخسارہ کو جلا دیتا ہے اور صاف کرتا ہے اور شہد مین پھنکے ہوئے اسکے سر کا سرمہ بینائی کو قوت بخشتا ہے اور نزول چشم کو نافع ہے تیسرے درجہ مین گرم خشک ہے پھیپھڑے کو مضر ہوتا ہے سکنجبین سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور مولا اسکا بدل ہے) خولنجان (یعنے کلیجن یہ ایک جڑ ہے اور بعض نے اسکی یہ تحقیق کی ہے کہ پان کے پرانے درخت کی جڑ ہے) فارسی مین اسکو خسرو دارو کہتے ہین ہندوستان سے آتی ہے دوسرے درجہ مین گرم خشک ہے ریاح کو تحلیل اور صادر کرتی ہے اور قولنج کو مفید ہے (اور معدہ اور قوت ہاضمہ اور انتڑیون اور باہ اور باطنی اعضا کو قوت بخشتی ہے اور آواز کو صاف کرتی ہے اور کھانسی کو نافع ہے اور پیشاب بند کرتی ہے اور عضو تناسل کی استادگی خوب لاتی ہے اور درد کمر اور درد گردہ کو مفید ہے آور دل اور پیٹ اور دماغ کے پردون اور سینہ کو ضرر کرتی ہے اور کتیرے اور بنسلوچن اور آبریشم سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور دارچینی اور کباب چینی بدل ہے مقدار شربت ۳ ماشہ یہ تو وہ دوائین تھین جو مؤلف رحمہ اللہ سے رہگئی ہین آب وہ دوائین بیان کیجاتی ہین جو شارح رحمہ اللہ سے رہگئی ہین - خبہ یعنی خوب کلان ایک مشہور دانہ ہے بقدر خشخاش کے دوسرے درجہ مین گرم اور پہلے درجہ مین تر ہے باہ زیادہ کرتی ہے اور بھوک بڑھاتی ہے اور ورم اور ریاح کو تحلیل کرتی ہے اور معدہ کو قوت دیتی ہے اور قوت ہاضمہ کو قوی کرتی ہے اور چیچک اور کھسرا کو نافع ہے اور سدہ کھولتی ہے اور مسامات کو بھی کھولتی ہے اور رخسارے کا زنگ صاف کرتی ہے اور بریان ہمراہ کسی مناسب خمیرہ کے پرانی کھانسی اور بخار کو مفید ہے اور ہمراہ دودھ کے بدن کو فربہ کرتی ہے البتہ درد سر پیدا کرتی ہے کتیرا اسکا مصلح ہے اور باہ کے لیے تودری بدل ہے مقدار شربت ۱ ماشہ سے ۹ ماشہ تک خبث الحدید یعنی لوہے کا میل فارسی مین چرک آہن اور ریم آہن کہتے ہین دوسرے درجہ مین گرم اور تیسرے درجہ مین خشک ہے نہایت خشکی کرتا ہے اور معدہ اور دل اور دماغ کو قوت بخشتا ہے اور منھ سے خون آنے کو مفید ہے اور حیض جاری کرتا ہے اور بواسیر اور طحال کو نافع ہے اور ورم کو تحلیل کرتا ہے اور باہ زیادہ کرتا ہے اور آواز کو صاف کرتا ہے اور سلس البول یعنی متواتر پیشاب ہونے کو نافع ہے اور آنتون اور مثانہ کے زخم کو مفید ہے اور اسکا خضاب بھی عمدہ ہوتا ہے اور اسکا کھانا بغیر برشتہ کیے جائز نہین ہے پھیپھڑے کو ضرر ہوتا ہے

خولنجان

خبہ کلان

خبث الحدید

کتیرا اور شہد اسکا مصلح ہے اور انڈے کا چھلکا بدل قدر شربت ۲ ماشہ **خبث الذہب** یعنی سونا کھی سونے
کی بھٹی کا مشہور میل ہے معادن سے لاتے ہین پہلے درجہ مین گرم خشک ہے آنکھ کی ردی رطوبت کو خشک
کرتا ہے اور بینائی کو قوت دیتا ہے اور آنکھ کے جالے اور ماندے اور ناخونہ اور سبل کو زائل کرتا ہے
اور قلب کو قوت بخشتا ہے اور خفقان کو نافع ہے اور طحال کے ورم اور سختی کو تحلیل کرتا ہے مثانہ اور
آلات ومجاری پیشاب کو اور پھیپھڑے کو مضر ہے روغن بادام اسکا مصلح اور طوطیا بدل ربع قدر شربت ایک جو
خرق یعنے مروایہ ایک نبات ہے جسکا پھول بابونہ کے پھول کے مشابہ ہوتا ہے دوسرے درجہ مین
گرم خشک ہے مسام کو کھولتا ہے اور جلد کو نرم کرتا ہے اور خون اور حیض کو جاری کرتا ہے اور مادہ سوداوی
وصفراوی کو دستون کے ذریعے نکالتا ہے اور ریاح کو تحلیل کرتا ہے اور امراض بلغمی کو نافع ہے اور اسکا جوشاندہ
غلیظ بخارون کو اور مرکب بخارون کو مفید ہے اور پیٹ کے کیڑے مار کر نکالتا ہے اور اسکی پتی معدہ کو
قوی کرتی ہے اور یہ معدہ کو ضعیف کرتا ہے اور دماغ کو مضر ہے اور درد سر لاتا ہے انیسون اور مصطگی اور نیلوفر مصلح
اور اسارون اور جعدہ اسکا بدل ہے قدر شربت ۷ ماشہ **خربق ابیض** یعنے کٹکی سفید یہ ایک درخت کی جڑ ہے
جسکی پتی بارتنگ کی سی ہوتی ہے اور اسکی جڑ کے اندر مکڑی کے جالے کی طرح کچھ ہوتا ہے تیسرے درجہ
مین گرم خشک ہے بلغم اور گاڑھے صفرا اور لسدار خلطون کو اور زرد بلغم کو براہ دست نکالتی ہے اور سدے
کھولتی ہے اور معدہ کو مواد فاسد سے پاک کرتی ہے اور پیشاب اور حیض جاری کرتی ہے اور فالج اور سرسام
اور مرگی بلغمی کو اور لیثرغس کو اور دماغ کی سرد بیماریون کو مفید ہے اور گٹھیا کو اور جوڑون کے دردون کو فائدہ مند
ہے گردہ کو مضر پڑتی ہے اور خناق پیدا کرتی ہے کتیرے اور مصطگی سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور بھکرہ ول
اسکا بدل ہے مقدار شربت ۳ ماشہ **خربق اسود** یعنے کٹکی سیاہ یہ ایک گھانس کی جڑ ہے جول دار جسکے
پھل مشابہ گرڈھ کے ہوتے ہین تیسرے درجہ مین گرم خشک ہے سودائے خالص اور بلغم کو دستون کی راہ
نکالتی ہے اور داخل بدن سے رطوبت کو خوب جذب کرتی ہے اور ورم کو تحلیل کرتی ہے اور روح کو
لطیف کرتی ہے اور سردی کے اکثر امراض کو اور پرانے نزلون کو مفید ہے اور سیاہ داغ اور سفید داغ اور
آکوتہ اور امراض جلدی کو نافع ہے گرم مزاج والون کو مضر ہے اور خناق پیدا کرتی ہے کتیرا اور گاے کا
گھی اسکا مصلح ہے اور غاریقون اور کندش بدل ہے **خرقطان** یعنے باندایہ ایک قسم کی گھانس ہے
کہ اکثر پرانے درختون کی شاخون سے خود مختلف صورت مین نکلتی ہے پہلے درجہ مین گرم خشک ہے اور

بعض کے نزدیک پہلے درجہ مین سرد خشک ہے فساد ریاح اور بلغم اور سودا اور پھوڑون اور پھنسیون کو دفع کرتا ہے اور فساد زہر کو بھی دفع کرتا ہے اور اسکے جوشاندہ سے کلی کرنا مسوڑہ کے ورم اور دانتون کے درد کو کھوتا ہے لیکن جب درخت پر کا باندا ہوا ہو اسکے افعال دخواص ویسے ہی ہونگے **خزف** یعنی ٹھیکری سرد خشک ہے اسکا ضماد یعنی لیپ ورمون کو تحلیل کرتا ہے اور اسکا منجن دانتون کو شفاف کرتا ہے اور مسوڑھون کو قوت دیتا ہے اور مسوڑھون کے خون کو بند کرتا ہے اور اگر کوری ٹھیکری خون نکلنے کی جگہ چپکا دین خون بند ہو جائے قابض ہے اور پٹھون کو مضر ہے روغن بنفشہ سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور کافور بدل ہے مقدار شربت ۹ ماشہ تک ہے **خشب الحیات** یعنی چوب جیوتہ ایک قسم کی لکڑی ہند مین ہوتی ہے دوسرے درجہ مین گرم خشک ہے مسام اور سدہ کھولتی ہے اور ورمون کو تحلیل کرتی ہے اور دردون کو تسکین دیتی ہے اور اکثر زہرون کی مارک ہے اور قابض ہے اور ہیضہ اور رطوبتی دستون کو اور متلی کو اور باطنی ریاح کو مفید ہے اور اسکا مرہم زخمون کو بھرلاتا ہے **خشب الصینی** یعنی چوب چینی ایک پہاڑی درخت کی جڑ ہے مرکب القوی مائل بحرارت ہے لطافت کرتی ہے اور پھیپھڑے کے فضلون کو تحلیل کرتی ہے اور سدون کو کھولتی ہے اور خون کو صاف کرتی ہے اور ارواح اور اصلی حرارت کو قوت بخشتی ہے اور ردی رطوبتون کو خشک کرتی ہے اور فالج اور لقوہ اور اکثر دماغی سرد بیماریون کو اور پٹھون کی بیماریون کو اور رحم اور مقعد کی بیماریون کو مفید ہے اور پیشاب اور حیض خوب جاری کرتی ہے اور آتشک اور کوڑھ اور کھجلی کو نافع ہے اور اسکا استعمال چند خاص طریقون سے مخصوص ہے گرم مزاجون کو مضرت دیتی ہے اور انار سے اسکی اصلاح ہوتی ہے چھ ماشہ سے لیکر نو ماشہ تک اسکی مقدار شربت ہے **خلاف بلخی** یعنی بیدمشک یہ ایک درخت ہے جسکے پتے بید سادہ سے نازک اور چوڑے ہوتے ہین پہلے درجہ مین سرد تر ہے محلل ہے اور لطافت بخشتا ہے اور سدہ کھولتا ہے اگر دماغی ہو اور گرمی کے درد سر کو تسکین دیتا ہے اور دل اور تنگی اعضا اور باہ کو قوت دیتا ہے اور اسکا عرق قوی تر ہے کل افعال مین اور زیادہ تر اسکا عرق ہی مستعمل ہے عرق نیلوفر اسکا بدل ہو **خلاف** یعنی بید سادہ یہ بھی ایک درخت ہے مشابہ بیدمشک کے اکثر نہرون کے کنارے کا عمدہ ہوتا ہے پہلے درجہ مین سرد خشک ہے لطافت طبیعت لاتا ہے اور دل و دماغ کو قوت دیتا ہے اور جگر کا سدہ کھولتا ہے اور خفقان اور پیاس اور قی اور بخار اور بخار محرقہ کو دفع کرتا ہے اور خونی دستون کو بند کرتا ہے اور اسکا بھی عرق کل افعال مین عمدہ ہے گلاب و شکر سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور نیلوفر اور گل خطمی بدل ہے قدر شربت ۷ ماشہ اور عرق کی مقدار شربت ۵ تولہ **خلہ** یعنے کابلی مٹر ایک غلہ کا دانہ ہے

دوسرے درجہ مین گرم خشک ہے طبیعت کو نرم کرتا ہے اور خون بڑھاتا ہے اور اکثر اعضا کے آماس کو دفع کرتا ہے
اور فساد بلغم کو دور کرتا ہے اور سدے کھولتا ہے اور جلا کرتا ہے اور سینہ اور پھیپھڑے کو صاف کرتا ہے اور پیشاب
لاتا ہے اور ہچکیون کو تحلیل کرتا ہے اور ریاح پیدا کرتا ہے لیکن خونی دست جاری کرتا ہے شہد اور گلاب اور
گیرو سے اسکی اصلاح ہے مقدار شربت ۹ ماشہ **خندروس** یعنی جوار اسکو حنطہ رومیہ بھی کہتے ہین ایک قسم کا
مشہور غلہ ہے پہلے درجہ مین سرد اور دوسرے درجہ مین خشک مائل بحرارت ہے قابض طبیعت ہے اور
دستون کو بند کرتی ہے اور سل کو نافع ہے اور بلغم کو تحلیل کرتی ہے اور تقلیل اسدار ہے اور اسمین غذائیت گیہون
سے کم اور چاول سے زاید ہے ثقل پیدا کرتی ہے اور نفاخ ہے گلقند سے اسکی اصلاح ہے **خنفسا** یعنے
گبروالا گوبر کا کیڑا ہے کہ برسات مین پیدا ہوتا ہے فارسی مین اُسکو جعل اور خروک کہتے ہین دوسرے درجہ
مین گرم خشک ہے اسکا خسیاندہ معدہ اور جگر اور آنتون کے خلطون کو دستون کی راہ نکال بہاتا ہے اور جلندر کیلیے
مگر اسکا پینا اگھوری آدمی کا کام ہے ۱۲
تو مجرب ہے اور اسکا نچوڑا ہوا پانی بینائی کو قوت بخشتا ہے اور بچھو کے کاٹے پر اسکا ل دینا مفید ہے اور اُسکے زہر کی
مارکے ہے تجربہ کیا گیا ہے **خیری خزامی** یعنے گل شبو ایک خوشبودار پھول ہے اور اسکی ماہیت مین اختلاف ہے
دوسرے درجہ مین گرم خشک ہے ریاح اور ورم کو تحلیل کرتا ہے اور لطافت بخشتا ہے اور جلا کرتا ہے اور بڑا
جاذب رطوبت ہے اور ہچکی کو تسکین دیتا ہے اور پیشاب اور حیض کو جاری کرتا ہے اور مرے ہوے بچے کو
مع جھلی کے نکال دیتا ہے اور آنکھ کے جالے کو اسکا لیپ مفید ہے اور اسکا سونگھنا بلغم اور غلیظ ریاح کو دماغ
سے تحلیل کرتا ہے اور اسکا تیل سرد مزاج والے کے دماغ کو قوت دیتا ہے اور پاک کرتا ہے البتہ قابض ہے
اور دردِ سر لاتا ہے روغن بادام اور سرکہ اور روغن گل سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور نرگس بدل ہے قدر
شربت چھ ماشہ ہی **مولف کہتا ہے**

اسمین وہ دوا مذکور ہے جسکے ابتدا مین ذال معجمہ ہے

ذہب (یعنی سونا) معتدل ہے اور لطافت روح اور فرحت طبیعت بخشتا ہے اور کھرل پر حل کیا ہوا
سونا سوداری کی دواؤن مین پڑتا ہے اور خفقان (اور فکر اور غم اور رنج) کو کھوتا ہے اور قلب (اور دماغ اور اصلی حرارت)
کو قوی کرتا ہے اور سونے کا منھ مین رکھنا گندہ دہنی کو دور کرتا ہے اور اسکا سرمہ بینائی کو قوی کرتا ہے (اور قسم
کی بواسیر اور ضعف گردہ کو نافع ہے اور باہ کو قوت بخشتا ہے) **مین کہتا ہون** بقراط نے لکھا ہے کہ سونا
گرم ہے اور اُنکے سوا اور سب طبیب اُسکو معتدل (مائل بگرمی) لکھتے ہین اور عمدہ سونا وہ ہے جسمین کسی قسم کا

جوار　خنفسا　خیری　ذہب

میل نہوا اور قلب کی تفریح مین یاقوت سے کم اور چاندی سے زائد ہے اور اسکے جتنے افعال ہین وہ سب اسکی خاصیت سے ہین اور بعض کا گمان یہ ہے کہ مثانہ (اور آلات و مجاری پیشاب) کو مضر ہے اور شہد او مشک سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور مقدار استعمال ایک قیراط ہے اور سحالہ بجاے مہملہ اسکا وہ برادہ ہے جو سوہان سے حاصل ہوتا ہے **مؤلف کہتا ہے**

یہان سے اُن ادویہ کا بیان ہے جنکے شروع مین غین معجمہ ہے

غبیرا (یعنی جھربیری جنگلی بیر مشہور ہے مقدار و صورت مین عناب کے مشابہ ہے) پہلے درجہ مین سرد اور دوسرے درجہ مین خشک ہے اپنے احکام مین زعرور کے مشابہ ہے (فرحت بخشتا ہے اور معدہ اور دل کو قوت بخشتا ہے اور صفراوی قی اور دستون کو مفید ہے اور پیٹ کو لنگ کرتا ہے اور زیادہ پیشاب آنے کو نافع ہے اور احشا کی طرف صفرا کے گرنے کو روکتا ہے اور اسکا سفوف خشک اور قابض ہے اور اسکے درخت کا پوست دانتون کے امراض اور منہ آنے کو مفید ہے البتہ قوت ہاضمہ کو مضر ہے اور کھانسی پیدا کرتا ہے شکر اسکی مصلح ہے اور پیوندی بیر بدل) **مین کہتا ہون** غبیرا مشہور پھل ہے فارسی مین اُسکو سنجد (اور کنار دشتی) کہتے ہین **مؤلف کہتا ہے** - **غاریقون** (یعنی ہاشمان) پہلے درجہ مین گرم اور دوسرے درجہ مین خشک ہے ریاح اور ورم اور قولنج کو تحلیل کرتی ہے اور گاڑھے خلطون کو پتلا اور لطیف کرتی ہے اور بلغم اور صفرا اور سودا کو دستون کی راہ نکالتی ہے اور تمام جگہ کے سدون کو کھولتی ہے اور طبیعت کو لطیف کرتی ہے اور اسمین ایک قوت قابضہ ہے جس سے پٹھون کو فضلون سے پاک کرتی ہے اور جوڑون کے ورم اور عرق النسا اور مرگی اور تنگ نفسی اور یرقان کو نفع کرتی ہے اور سکنجبین کے ہمراہ تلی کے ورمون کو نافع ہے اور پیشاب و حیض جاری کرتی ہے (اور پٹھون اور دل و دماغ کو قوت بخشتی ہے اور اسمین ایک چیز مثل ناخون کے ہوتی ہے وہ سم قاتل ہے) **مین کہتا ہون** غاریقون ایک چیز ہے مثل کھنبی کے سفید اور ملکی اخروٹ اور انجیر کے درخت کی جڑ مین اُگتی ہے اور اسکا منبت بلاد روم ہین تاج الدین بلغاری نے اسی طرح لکھا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ مین نے اُسکو شہر آہرہ مین بادام کے درخت ہر پایا لیکن اُسمین غاریقون کی سی خاصیت نہ پائی اس سے مین نے یہ سمجھ لیا کہ ہر چیز ایک زمین کے ساتھ مختص ہوتی ہے اور اکثر لوگ یہ لکھتے ہین کہ غاریقون ایک درخت کی جڑ ہے نر و مادہ ہوتی ہے اسکا پھل اسی کے ہموزن تربد اور اس سے چوتھائی حصہ ایلوا ہے اور صاحب منہاج نے اسکی قدر شربت

نصف درہم لکھی ہے (اور مقدار شربت کا ملہ دو درہم ہے) **مؤلف کہتا ہے غالیہ** (یہ مرکب خوشبو ہے
مشک اور عنبر اور کافور اور بکائن کے تیل سے بنائی جاتی ہے) سخت ورمون کو نرم کرتی ہے اور اسکا
سونگھنا مرگی زدہ کو مفید ہے اور اسکی اصلی حرارت کو برانگیخت کرتا ہے اور ٹھنڈے دردسر کو تسکین دیتا ہے اور
شراب کے ساتھ جلد نشہ لاتی ہے اور دل کی تقویت کرتی ہے اور خفقان کو نافع ہے اور رحم کے دردون
کو مفید ہے اگر اس سے حمول کیا جائے اور حیض کو جاری کرتی ہے اور جس رحم مین اختناق ہو جائے
اسکے ذریعے سے اسکو نیچے اتارا جاتا ہے اور جھکا ہوا رحم اس سے سیدھا کیا جاتا ہے اور یہ رحم کو حمل کا
قابل بنا دیتی ہے **مین کہتا ہون** غالیہ ایک خوشبو ہے کہ خوشبودار ادویہ ڈال کر تیار کی جاتی ہے صاحب منہاج
نے لکھا ہے کہ اسکے تیار کرنے کی ترکیب یہ ہے کہ سک اور مشک کو گھسا جائے اور مشک کے نصف وزن
عنبر کو اسمین حل کیا جائے اور مشک مین ملا کر پھر سب کو بکائن کے تیل مین ملا لیا جائے یا بجائے بکائن
کے تیل کے نیلوفر کے تیل مین ملا لیا جائے بس تیار ہو گئی اور وہ غالیہ اور چیز ہے جس سے بالون کا خضاب
کرتے ہین اسکا نام غالیۃ المنصور ہے اور اسکے بنانے کی یہ ترکیب ہے کہ آملہ اور ترآس کا پانی لیا جائے
اور ان دونون کو جوش دے لیا جائے اور پکانے کے بعد مہندی اور وسمہ یعنی نیل اور مازو اور پھٹکری اور
ببول کا گوند اضافہ کر کے کھرل کر لیا جائے اور مشک اور سک مین اسکو بسا لیا جائے مؤلف نے اس
ردیف مین **غافث** کو چھوڑ دیا ہے اور یہ ایک گھانس ہے جسکی پتی شہدانج کی ایسی پتی ہوتی ہے　　غافث
پہلے درجہ مین گرم اور دوسرے درجہ مین خشک ہے محلل ہے (اور خلطون اور طبیعت کو لطیف کرتی ہے
اور مادہ کو چھانٹتی ہے اور جلا کرتی ہے اور رطوبت کو جذب کرتی ہے اور جگر اور طحال کا سدہ کھولتی ہے
اور بدن کو مرکب بخارون سے پاک کرتی ہے اور لسدار خلطون کو چھانٹتی ہے اور جلے ہوئے کو مفید ہے
اور جلندر اور ورمون کو تحلیل کرتی ہے اور پیشاب اور حیض جاری کرتی ہے اور دودھ بھی جاری کرتی ہے اور اسکا
جوشاندہ اس سے ہر طرح قوی ہے طحال کو مضر ہوتی ہے اور انیسون اور ورد اسکا مصلح ہے اور عصارہ ریوند اور افسنتین
اسکا بدل ہے ۵ ماشہ سے ۷ ماشہ تک قدر شربت ہے۔ شارح نے بھی اس ردیف مین کئی دوائین رکھی ہین
جنکی تفصیل یہ ہے **غار** یہ ایک درخت ہے ملک شام کی طرف ہوتا ہے اہل یونان اسکی بہت حرمت کرتے　　غار
ہین اور اسکی عمر ہزار برس کی ہوتی ہے تیسرے درجہ مین گرم خشک ہے اسکے دانے ورم اور ریاح کو تحلیل کرتے ہین
اور طبیعت کو لطیف کرتے ہین اور درد گردہ و رحم اور بچھو کے کاٹے کو مفید ہے اور پیشاب اور حیض نکالتا ہے

اور پینے کی چیزون کی زہرون کا مارگ ہے اور بچہ کو شیمہ مین مار ڈالتا ہے اور دھانس اور ورمے اور کھانسی اور جگر اور مثانہ کی بیماریون کو نافع ہے اور پتھری کو توڑتا ہے جگر کو مضر ہے زرشک اور کتیرے اور نیسلوچن سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور کالونجی بدل ہے مقدار شربت ۲ ماشہ ہے **غالیون** ایک گھانس ہے کھڑی ہوئی اور پتے لانبے اور پھول زرد اکثر تالابون کے کنارے ہوتی ہے پہلے درجہ مین گرم اور دوسرے درجہ مین خشک ہے خون کے بہنے کو بند کرتی ہے اور اسکے پھول کا لیپ آگ کے جلے ہوے کو مفید ہے اور زخمون کے خون اور پیپ کے بہنے کو نافع ہے اور موم روغن یا روغن گل کے ہمراہ شہدت کے درد کو نافع ہے اور اسکی جڑ باہ کو خوب حرکت دیتی ہے مجرب ہے جگر اور طحال کو مضر ہے اور زمیسون سے اسکی اصلاح ہوتی ہے اور غافث اسکی بدل ہے **غبار الرحی** یعنی چکی کی اُڑن فارسی مین اُسکو گرد آسیا کہتے ہین سرد خشک ہے خشکی لاتی ہے اور اسکا ناک مین سڑکنا نکسیر کو بند کرتا ہے اور پیشانی پر اسکا لیپ آنکھون پر مواد نہین گرنے دیتا اور پٹھون کو قوی کرتا ہے **غلاف الغول** یعنے سیم ایک بیل کی مشہور پھلیان ہین قسم ترکاری سے پہلے درجہ مین سرد خشک ہے فساد باہ اور بلغم کو دفع کرتی ہے اور صفرا کے فساد کو بھی دفع کرتی ہے اور اُسکو گوشت کے ساتھ پکانا گوشت کو لذیذ کر دیتا ہے اور اکثر امراض جلدی اور وبائی کو نافع ہے اور اسکے پتے کا رانگ داد پر لگانا مفید ہے مجرب ہے اور اسکے پتے کڑوے تیل مین جلا کر اور لوہے کے برتن مین حل کر کے لگانا گنج اور ناسور کو مفید ہے نفاخ اور دیر ہضم ہے گوشت اور گرم مصالحے سے اسکی اصلاح ہوجاتی ہے **غول** یعنی سیم کے بیج سرد خشک ہین فساد بلغم و صفرا کو دفع کرتے ہین اور معدہ اور باہ کو قوی کرتے ہین اور اسکے میدے کا حلوا باہ کو زیادہ کرتا ہے اور اسکی خشک چھلکی خون بہنے اور نکسیر کو بند کرتی ہے نفاخ اور دیر ہضم ہے گوشت اور گرم مصالحہ اسکا بھی مصلح ہے بدل اسکا کچھ نہین ہے) **مؤلف کہتا ہے**

دوسرا جملہ مرکب دواؤن کے بیان مین ہے مشتمل بر دو باب

مین کہتا ہون مؤلف نے اس جملہ کو دو بابون مین اسلیے منحصر کیا کہ جب مرکب ادویہ مین کلام کیا جائیگا تو اُسکی دو ہی صورتین ہین یا تو نفس ادویہ سے بحث ہوگی اور یا اُن اُمور سے بحث ہوگی جن پر انکی کیفیت ترکیب کا پہچاننا موقوف ہے اور مفردات کی بحث سے فارغ ہونے کے بعد اب کوئی تیسری شق باقی نہین رہی لہذا مؤلف نے ان دونون شقون مین سے ہر ایک کے لیے ایک باب علٰحدہ کر دیا اور جس باب مین ترکیب ادویہ کے قواعد مذکور تھے اُسکو اسلیے دوسرے باب پر مقدم کیا کہ موقوف پر موقوف علیہ کو بالطبع تقدم ہوتا ہے اسلیے ذکر مین بھی پہلے لایا تا کہ وضع اور طبع موافق ہوجائین) **مؤلف کہتا ہے** اگر ہم مفرد دوا کو مقصود مین

غالیون

غبار الرحی

غلاف الغول

غول

(دوسرا جملہ مرکب دوا مین)

کافی پائینگے تو مرکب دوا کو اُسکے ہوتے نہ اختیار کرینگے (اسلیے کہ دواؤن کا جوہر آدمی کے اعضاء اور ارواح اور
طبیعت کے مخالف ہوا کرتا ہے اور اگر ایسا نہوتا تو ضرور تھا کہ اعضا اور ارواح کے جواہر کی طرف دوائین مستحیل
ہوجاتین اور اسی سبب سے اعضا اور ارواح مین دوائین اثر کرتی ہین اور اُنپر غالب آتی ہین اور یہ بات ظاہر ہے
کہ مخالف جسقدر کم ہو افضل ہے اسی بنا پر مفرد دوا کفایت مقصود مین مرکب دوا سے اولی اور ارجح ہے
برخلاف غذاؤن کے کہ وہ اعضا کی طرف مستحیل ہوجاتی ہین اور قوام مین اور مزاج مین اور اعضا کے مشابہ ہوجاتی
ہین اور اُنپر غالب نہین آتین اور اُنکو مغلوب نہین کرتین اور اُنمین خلاف طبیعت کوئی تغیر نہین پیدا کرتین اور آدمی کا
مزاج اور حیوانات کے اعتبار سے اعتدال حقیقی سے زیادہ قریب ہے اور جسوقت مرکب ادویہ کے مزاج اُس
انسانی اعتدال سے بعید ہین لیکن ترکیب سے انکا قریب کرنا ممکن ہے تو بعضی دواؤن کو اُنکے مزاج کی ضد والی
دواؤن کے ساتھ اس اعتدال کے قریب کردینے کے لیے ترکیب دینے کی احتیاج پڑی اسی سبب سے جو
دوائین کہ ترکیب کے بعد اُنکو اعتدال انسانی کے ساتھ قرب حاصل ہوا ہے مفرد دواؤن سے افضل ٹھہرینگی
اور اسلیے کہ ترکیب کے سبب سے مرکب دواؤن کے لیے ایسی صورت نوعیہ حاصل ہوجاتی ہے کہ قیاس سے
مخفی رہنے کے سبب سے بدن کو مضر پڑتی ہے اسی وجہ سے ترکیب کے بعد تجربہ کی احتیاج پڑی اور تجربہ مین
خطرہ ہے مگر یہ کہ مرکب پہلے سے مجرب ہو برخلاف مفرد دوا کے کہ اگلے زمانہ مین اسکا تجربہ ہوچکا ہے اور
اُسکی منفعتون اور مضرتون مین کتابین مدون ہوچکی ہین) لیکن کبھی مجبوری ترکیب کی حاجت پڑتی ہے
یا تو مفرد دوا کی کیفیت کی اصلاح کے لیے اُسکے مزے کی تیزی کے سبب سے (جیسے ایلوا ہے) یا بو کی وجہ
سے (جیسے التماس ہے) کہ بدمزہ ہونے کے سبب سے معدہ اس سے کراہت کرتا ہے اور قے کردیتا ہے
لہذا پہلی قسم مین وہ چیزین اضافہ کی جاتی ہین جو خوش مزہ ہون جیسے شہد ہے اور دوسری قسم مین وہ چیزین
اضافہ کی جاتی ہین جنکی بو اچھی ہو جیسے گلاب ہے) اور یا ترکیب کی طرف دوا کی قوت کو قوی کرنے کے لیے
احتیاج پڑتی ہے (اس طرح پر کہ مرض قوی ہو اور کوئی مفرد دوا ایسی نملے جو قوت مین اُسکے ہمسر اور مقابل
ہو پس ترکیب اختیار کی جائیگی تاکہ مرض کے مقابلہ مین مرکب کے بعض جز بعض اجزا کو مدد دین مثلاً کسی ایسی
دوا کی ضرورت پڑے جو کسی خاص عضو کی تسخین تین جز کے ساتھ کرے اور نپائی جائے مگر وہ دوا جو دو جز
سے تسخین کرتی ہے اور وہ دوا جو چار جزون سے تسخین کرتی ہے تو ان دونون دواؤن کو اکٹھا کرینگے تاکہ
مقصود حاصل ہوجائے اگر کوئی یہ شبہہ کہے کہ جب مقصود صرف اسقدر ٹھہرا کہ تین جز سے اُس عضو کی تسخین ہو تو

ذو دو داؤن کی ترکیب دیے بغیر یہ مقصود یون بھی حاصل ہو سکتا ہے کہ جو دوا دو جز سے تسخین کرتی ہے اسکی
مقدار مین زیادتی کردی جائے یا جو دوا چار جز سے تسخین کرتی ہے اُسکی مقدار گھٹا دی جائے تو اسکا جواب
یون دینا چاہیے کہ دوا کی مقدار کو بڑھا دینا یا گھٹا دینا درجہ مین زیادتی یا کمی نہین کرتا چنانچہ آگے چلکر اسکی
تحقیق آتی ہے) یا ترکیب کی طرف دوا کو ضعیف کردینے کے لیے احتیاج پڑتی ہے (مثلاً مفرد دوا مین سخونت
زیادہ ہو اور ضرورت اس سے کم سخونت کی درپیش ہے لہذا اسکی ترکیب ایسی دوا کے ساتھ کرینگے جو مبرد یعنی
برودت پیدا کرنے والی ہو تاکہ اُسکا اثر سخونت کم ہو جائے اور مقصود حاصل ہو جائے) اور یا ترکیب کی طرف
اسلیے ضرورت پڑتی ہے کہ وہ دوا سریع النفوذ ہے یعنی بہت جلد سرایت کرتی ہے تو اُسکے ساتھ ایسی دوا
ملا دینگے کہ اُسکو دیر مین نفوذ کرنے دے (بواسطہ یا بلا واسطہ پہلی صورت کی تو یہ مثال ہے کہ مجاری جگر کی
تفتیح کے لیے جو مفتح دوائین دیجائینگی تو اُنمین وہ دوائین بھی ملا دی جائینگی جو ثقل پیدا کرین کیونکہ قوی مفتح
دوائین مُدِر ہوتی ہین اور مدر دوائین اعضاے بول کی طرف جلد مبادرت کرتی ہین اور جگر مین کم ٹھہرتی ہین
اور اسوجہ سے اُنکا فعل جگر مین ضعیف ہوگا اس غرض سے اُنکے ساتھ مولی کے بیج وغیرہ ثقل لانیوالی
چیزین ملا دینگے پس یہ دوائین مفتح دواؤن کو فم معدہ کی طرف متوجہ کرینگی اور آلات بول کی طرف جلد نفوذ
نہ کرنے دینگی اور جگر مین اُنکا قیام زیادہ ہوگا اور جو مقصود ہے یعنی مجاری جگر کا کھولنا وہ حاصل ہو جائیگا
اور بلا واسطہ کی یہ مثال ہے کہ پتھری توڑنے والی دواؤن مین گوند ملا دیا جائے اسلیے کہ گوند اپنی لزوجت
اور چپک کی وجہ سے عضو مین چپک جاتا ہے اور جب دوسری چیز کے ساتھ ملا دیا جائیگا تو اُسے بھی ایسا ہی
کردیگا پس وہ مرکب عضو مین یہانتک ٹھہریگا کہ اُسکا اثر پورا ہو جائیگا) اور یا ترکیب کی یہ ضرورت ہوتی ہے
کہ وہ دوا دیر مین نفوذ کرتی ہے (اور اعضا مین دیر تک ٹھہرے رہنے سے اُسکی قوت عضو مقصود تک نہین
پہنچ سکتی پس اُسمین وہ دوا ملا دی جائیگی جو اُسکو جلد نفوذ کرا دے یا تو مطلق عضو کی طرف (جیسے روغن گل
مین سرکہ ملا دیا جائے کیونکہ تیل اپنی لزوجت اور چپک کی وجہ سے رستون مین لپٹا رہتا ہے اور مجاری
کی طرف جلد نہین پہنچ سکتا پس جب اسکو سرکہ کے ساتھ مرکب کردیا جائیگا تو وہ اپنی حدت کی وجہ سے
روغن گل کو تمام مجاری تک پہنچا دیگا) اور یا کسی خاص عضو کی طرف (جیسے کہ قرص کافور مین زعفران
ملا دی جائے کیونکہ قرص کافور کے سرد اجزا دل کی طرف دیر مین حرکت کرتے ہین اور زعفران اپنی حرارت
اور خصوصیت قلب کی وجہ سے دل کی طرف اسکا نفوذ جلد کرا دیگی) اور یا اُسکے ساتھ وہ دوا ملائی جائیگی

جو اسکو کسی معین عضو کے ساتھ خاص کر دے اور یا ترکیب کی بضرورت ہوگی کہ مرض مرکب ہے اور کوئی مفرد دوا ایسی نہین ملتی جو مرکب مرض کے دونون مفردون کا مقابلہ کر سکے یا ایسی کوئی دوا مل تو جائے لیکن اسکی دونون قوتون مین سے ایک قوت ضعیف ہے یا یہ کہ قوی ہے پس ایسی صورت مین اُس مفرد دوا کے ساتھ ایسی دوا مجبوری ملانی پڑیگی جو اسکی تعدیل کر دے اور یا کوئی ایسی مفرد دوا ملجائے کہ جسکی دونون قوتین برابر ہون لیکن مرکب مرض کا ایک مفرد قوی ہو اس صورت مین دوا کی وہ قوت قوی کر دیجائیگی جو اُسکے مقابلے مین ہے (یعنی اُس ایک مفرد کی جو اقوی ہے) مین کہتا ہون طبیب کو چاہیے کہ جسوقت تک مفرد دوا کو مقصود مین کافی دیکھے حتی الامکان اُسکو چھوڑ کر مرکب دوا کو نہ اختیار کرے کیونکہ بہ نسبت مرکب کے مفرد دوا طبیعت پر گران نہین ہوتی اسکے علاوہ مرکب دوا کے ساتھ مفرد دوا اپنی پوری مقدار شربت کے ساتھ مستعمل نہین ہوتی تو اُس سے وہ فائدہ نہین حاصل ہوتا جو اُسکی پوری مقدار شربت سے حاصل ہوتا حالانکہ تمام اُن فوائد مین جنکی اُس دوا سے امید ہے یہ فائدہ زیادہ قابل لحاظ ہے یہ سب تو اُسوقت ہے جبکہ مفرد دوا بھی طبیب کے مقصود کو پورا کر سکے ہان اگر طبیب یہ دیکھے کہ مفرد دوا سے کام نہین چلسکتا تو اُسکو بے تکلف اجازت ہے کہ مرکب نسخہ سے علاج کرے اور مفرد دوا جو مقصود کو پورا نہین کر سکتی اسکی دو وجہین ہوتی ہین پہلی وجہ تو یہ ہے کہ مثلاً اُسمین کوئی ایسی صفت پائی جائے جسکی وجہ سے طبیب کے مقصود علاج مین وہ قابل اصلاح ہو اور اصلاح بغیر اسکے ممکن نہو کہ کوئی دوسری دوا اُسمین ملا دی جائے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ مرض چونکہ مرکب ہے اسوجہ سے علاج کا مشاریہ ہو کہ کوئی دوسری دوا اُسمین شامل کر لی جائے پہلی وجہ کی بہت سی قسمین ہین پہلی قسم تو یہی کہ مفرد دوا نہایت تیز مزہ ہو کہ اسکی تیزی کی وجہ سے طبیعت اُسکو نہ قبول کر سکے اسکی مثال سونٹھ ہے کہ شہد کے ساتھ اسکا مربّی بنایا جاتا ہے تاکہ اسکے مزے کی تیزی ٹوٹ جائے دوسری قسم یہ ہے کہ بو اُسکی بہت تیز ہو تو اُسکے ساتھ وہ چیز ملائی جاتی ہے جو اسکی بو کو کم کر دے اسکی مثال ہالتناس ہے کہ اسکے ساتھ عرق گلاب ملایا جاتا ہے تاکہ معدہ اُس سے بیزار ہو کر اُسکو ڈال نہ دے تیسری قسم یہ ہے کہ اُسکی قوت ضعیف ہو اور مقصود کو پورا نہ کر سکے تو اُسکے ساتھ وہ دوا ملائینگے جو اُسکو قوی کر دے (اور مقصود حاصل ہو جائے) اسکی مثال نسوت ہے کہ اسکے ساتھ سونٹھ ملا دیجاتی ہے تاکہ پوری قوت سے گاڑھے بلغم کو نکال دے اور اسی قسم مین یہ بھی داخل ہے کہ گرم دوا کے ساتھ اور گرم دوا بڑھا دین تاکہ جتنی تسخین مقصود ہے

وہ اس ملانے سے حاصل ہو جائے اور دواے مفرد مین اتنی تسخین نہو اسی طرح یہ کہ سرد دوا کے ساتھ
اور سرد دوا کو ملا دین ایسی صورت مین کہ زیادہ تبرید کی ضرورت معلوم ہو اور چوتھی قسم یہ ہے کہ اس دوا مین
قوت زیادہ ہو اور غرض ضعیف قوت سے بھی حاصل ہوتی ہو اور قوت کی زیادتی اس غرض کو مضر ہو اسکی
مثال زنگار ہے کہ اسمین گوند ملا دیا جاتا ہے کہ زنگار سے شیافہ دینے کی صورت مین زنگار کی قوت کم ہو جائے
(اور صرف زنگار اس صورت مین سخت مضر ہے) اور اسی چوتھی قسم مین گرم دوا کا سرد دوا کے ساتھ ملانا
اور سرد دوا کا گرم دوا کے ساتھ ملانا بھی داخل ہے (یعنی دوا مین برودت غرض سے زیادہ ہو تو اس مین
گرم دوا ملا دینگے تاکہ اسکی برودت کم ہو کر اس حد تک پہونچ جائے جو ایفاے مقصود کے لیے کافی ہو
اسی طرح گرم دوا مین گرمی زیادہ ہو اور طبیب کو اس سے کم گرمی کی ضرورت ہے تو وہ اسمین کوئی سرد دوا ملا کر
اپنے مقصود کو پورا کر سکتا ہے) پانچوین قسم یہ ہے کہ دوا نہایت سریع النفوذ ہو اور اس مقام پر نہ ٹھہرتی
ہو جہان اسکا ٹھہرانا اور مؤثر ہونا مقصود ہے ایسی صورت مین اسکے ساتھ وہ دوا ملائینگے جو اسکو اس مقام پر
ٹھہرا دے (تاکہ اسکا اثر ہو اور مقصود حاصل ہو جائے) اسکی مثال وہ مفتح دوائین ہین جو جگر کے سدون
کو کھولتی ہین جیسے سونف اور کرفس کے بیج ہین اور انیسون ہے کہ یہ دوائین سدے تو کھولتی ہین
لیکن جگر سے بہت جلد نکلجانے والی ہین پس انکے ساتھ وہ ادویہ ملائینگے جو انکو جہت کبد الٹی جانب
جذب کرین جیسے مولی کے بیج ہین جو فم معدہ کی طرف جذب کرینگی تو ناچار یہ دوائین اسوقت تک جگر
مین ٹھہری رہینگی جبتک انسے غرض حاصل ہو جائے اور چھٹی قسم یہ ہے کہ وہ دوا دیر مین نفوذ ہوتی ہو
ایسی حالت مین طبیعت اسکو مقصود عضو کی طرف پہونچنے سے پہلے ہی توڑ دیگی اور اسکی قوت
جاتی رہیگی یا ضعیف ہو جائیگی اور اسکی دو قسمین ہین یا تو یہ دیر مین نفوذ ہونا بغیر اسکے ہوگا کہ وہ دوا دو
راستون مین بٹ جائے ایک تو اس راستے مین جو اس عضو کا راستہ ہے جسکا علاج منظور ہے
اور دوسرے اس عضو مین جو غیر مقصود ہے کیونکہ دوا کے کچھ حصہ کا دوسرے عضو کی طرف صرف
ہو جانا اسکو لامحالہ یہ لازم ہے کہ مقصود عضو کی طرف وہ دیر مین پہونچے خاصکر اسوقت جبکہ
غیر مقصود جہت کی طرف زیادہ حصہ چلا جائے اور یا یہ دیر مین نفوذ ہونا اسی تقسیم کی وجہ سے
ہوگا اگر دیر مین نفوذ ہونے کا منشا تقسیم نہو (بلکہ وہ دوا بذاتہ بطئ النفوذ ہو) تو اسکے ساتھ وہ دوا ملائینگے
جو اسکو جلد نفوذ کرا دے اور اسکی دو صورتین ہین کیونکہ جلد نفوذ کرا دینے والی دوا یا تو اسکو کسی

غیر متعین عضو کی طرف نفوذ کرادیگی جیسے سرکہ روغن گل کو نفوذ کرادیتا ہے کیونکہ سرکہ اپنی حدت اور تیزی کی
وجہ سے روغن گل کو جسمین چپک ہے غیر متعین راستون کی طرف نفوذ کرادیتا ہے آور یا یہ کہ کسی مخصوص اور متعین
عضو کی طرف نفوذ کرادیگی جیسے کہ قرص کافور کے نسخہ مین زعفران کافور کے ساتھ ملائی جاتی ہے تاکہ کافور کو
قلب کی طرف پہونچادے اور جسوقت کافور قلب تک زعفران کی رہنمائی سے پہونچ جائیگا طبیعت تصد کرکے
زعفران کے عمل کو باطل کردیگی اور کافور سے قلب کو ٹھنڈا کردیگی جیسے بابونہ کے ساتھ کیا جاتا ہے جسمین تحلیل اور
قبض دونون کی قوتین ہین پس تحلیل کی قوت تو دردمند عضو مین اپنا اثر کریگی اور قوت قابضہ مادہ کے
راستون کو روکیگی تاکہ مادہ کو گرنے سے روکے شیخ نے اسی طرح لکھا ہے اور اگر دیر مین نفوذ ہونے کا یہ باعث
ہو کہ دوا دو جہت مین تقسیم ہو جایا کرتی ہو تو ایسی صورت مین اُسکے ساتھ وہ دوا ملائینگے جو اُسکو دوسری جہت کی
طرف متوجہ نہونے دے اور اُس خاص عضو کے ساتھ اُسکو مخصوص کردے جسکا علاج منظور ہے جیسے کہ
مدر دواؤن کے ساتھ ذراریح کو ملاتے ہین کہ اُن دواؤن کو رگون کی جانب سے گردون اور مثانہ کے ساتھ
مخصوص کردے اور ذراریح ایک جانور ہے جسکا گلا گھونٹ کر استعمال کرتے ہین اور دوسری وجہ (یعنی اُس
صورت مین کہ مرض مرکب ہو اور اس ترکیب کی وجہ سے دوسری دوا کے ملانے کی احتیاج پڑے) کی بھی
کئی قسمین ہین ایک تو یہ کہ مرکب مرض کے دو مفرد ہون اور کوئی مفرد دوا ایسی نہ ملے جو اُسکے دونون مفردون
کا مقابلہ کرسکے جیسے کہ گوشت اُگانے والی دوا اور مادہ زخم کی کھاجانے والی دوا یہ دونون اُس پھوڑے
کے علاج مین ملالی جائین جو پیپ دیتا ہو کیونکہ ایسی کوئی مفرد دوا نہین ہے جسمین یہ دونون قوتین موجود
ہون اور اسکی مثال یہ ہے کہ سرو کا گوندا اور زنگار زنگاری مرہم مین ملاتے ہین سرو کا گوند تو نیا گوشت اُگاتا
ہے اور زنگار پھوڑے کے میل کچیل کو کاٹتی ہے آور دوسری قسم یہ ہے کہ مرکب مرض کے دو مفرد ہون
اور کوئی مفرد دوا ایسی مل بھی جائے کہ اُسکے دونون مفردون کا مقابلہ کرسکے لیکن اُسکی ایک قوت ضعیف ہو
کہ مرض مرکب کے ایک مفرد کا مقابلہ کرکے اُسکو دفع نہ کرسکے تو اس صورت مین اُسکے ساتھ وہ دوا ملائی جائیگی
جو اُس قوت کو قوی کردے اور دوا کو مرض کے مقابلہ مین لاکر کھڑا کردے شیخ نے ایسی دوا کی مثال بابونہ
کے ساتھ دی ہے کہ اُسمین دو قوتین ہین تحلیل اور قبض مگر قوت تحلیل تو قوی ہے اور قوت قبض کم ہے پس
اسکے ساتھ بسیط اور قابض دوا اور ملادینگے اگر زیادہ قبض کی ضرورت دیکھینگے اور تیسری قسم یہ ہے کہ مرض
مرکب کے دو مفرد ہون اور مفرد دوا کی بھی دو قوتین ہون لیکن ایک قوت زیادہ قوی ہو کہ مقصود کے موافق نہو

ایسی صورت مین اسکے ساتھ وہ دوا ملائینگے جو اسکی اس قوت کو ضعیف کردے مثلاً یہ کہ بابونہ کے ساتھ وہ دوا
ملائی جائے جو اسکی تحلیل کی قوت کو کم کردے اور مقابلہ مرض کے لیے مستعد کردے آور مؤلف کا قول
ما یعدل لہ دونون قسمون کو شامل ہے (اور جن نسخون مین فیعدلھما موجود ہے جیسا کہ ہمارے اس نسخہ مین ہے
جس سے ہم ترجمہ کررہے ہین تو بلا تکلف دونون قسمون کو شامل ہے اور اس تاویل کی ضرورت ہی نہین
کہ ضمیر واحد ہر ایک قسم کی طرف راجع ہے اور دونون قسمون کو شامل ہے) آور چوتھی قسم یہ ہے کہ مرض مرکب کے
دو مفرد ہون اور دوا کی بھی دونون قوتین برابر ہون کم و بیش نہون لیکن مرض کے دونون مفردون مین سے
ایک مفرد زیادہ قوی ہو تو اس صورت مین اس دوا مین وہ دوا ملائی جائیگی جو اُس قوت کو بڑھادے جو
مرض کہ دونون مفردون مین سے زیادہ قوی مفرد کے مقابل ہے مثلاً بعض لوگ مرض سل کو حرارت دقی
اور پھیپھڑے سے زخم کے مرکب بتاتے ہین جیسے مؤلف کہ انکے نزدیک سل مرض مرکب ہے اور اسکے دونون
مفردون مین سے ایک مفرد یعنی حرارت دقی بہ نسبت دوسرے مفرد یعنی قرحہ ریہ کے اقوی ہے اور اسکے
علاج مین آش جو کا استعمال کراتے ہین اور اسمین بھی دو قوتین ہین تبرید اور جلا تو اگرچہ جلا پھیپھڑے کے زخم
کے لیے کافی ووافی ہے لیکن تبرید اسقدر نہین ہے جس سے حرارت دقی کا انتفار ہو لہذا اس قوت کے بڑھانے
کے لیے اسمین کافور ملا دیا جائیگا تاکہ ماء الشعیر کافی طور پر مرض سل کا مدمقابل ہوسکے آور مؤلف کے قول
فیقوی القوۃ التی یقابلھا مین جو لفظ یقابلھا ہے اسمین دو ضمیرین ہین ایک ضمیر مستتر جو مفرد کی طرف
راجع اور یقابل کا فاعل ہے اور دوسری ضمیر بارزہ یعنی جو اُس سے متصل ہے وہ قوت کی طرف راجع اور
یقابل کی مفعول ہے پس معنی کلام کے یہ ہوئے کہ اس صورت مین وہ قوت مضبوط کردیجائیگی کہ مفرد اُسکے
مقابل ہے **مؤلف کہتا ہے** اگر تم چند دواؤن کو ترکیب دو اور انمین کی ہر ایک دوا سے تمھاری
غرض متعلق ہو تو ہر ایک دوا کی مقدار شربت کی نسبت دوسری دوا کی مقدار شربت کی طرف اتنی قرار دو
جتنی کہ ایک دوا سے دوسری دوا کی نسبت تمھاری غرض کو ہے اور اگر اغراض مین کوئی تفاوت نہین ہے
بلکہ برابر ہین تو دواؤن کو دیکھو کتنی ہین پس جتنی دوائین ہون اُسی کا اسمی جز (یعنی وہ جز جو مخرج عدد ہو جیسے
چار کے لیے ربع یعنی چوتھائی اور تین کے لیے ثلث یعنی تہائی) ہر دوا کی مقدار شربت مین سے لے لو
مین کہتا ہون شیخ نے جہان ترکیب ادویہ کی کیفیت کا بیان کیا ہے یہ لکھا ہے کہ جب تمکو چار
ضرورتین درپیش ہون اور کوئی طبعی دوا ایسی میسر نہ آوے جس سے یہ چارون ضرورتین رفع ہوجائین

بجز اسکے کہ کوئی مرکب نسخہ تیار کرو مثلاً اخلاط کے نکالنے کے لیے تمکو اسکی ضرورت ہو کہ سقمونیا اور شحم حنظل
اور ایلوا اور تسوت کی ترکیب دو (یہ چارون دوائین دست آور ہین کیونکہ سقمونیا مسہل صفرا ہے اور شحم حنظل
مسہل بلغم غلیظ اور ایلوا مسہل سوداء اور تسوت مسہل بلغم رقیق ہے) تو تمکو چاہیے کہ اپنی ضرورت پر نظر کرو اگر
دیکھو کہ ان سب اخلاط کے نکالنے کی ضرورت یکسان نہین ہے بلکہ مثلاً صفرا یا سودا کے نکالدینے کی
زیادہ ضرورت ہے اور غلیظ بلغم یا رقیق کے نکالدینے کی اُتنی ضرورت نہین ہے بلکہ اُس سے کم ہے
تو حدس صناعی سے کام لو اور مبلغ حاجت کا اندازہ کرو (کہ اس حاجت کو اُس حاجت کی طرف کیا
نسبت ہے) اور ایک حاجت کی دوسری حاجت کی طرف نسبت کرنے کو ایک ضابطہ بنالو اور اسی نسبت
پر دوا کی شربت کاملہ پر مقدار کی کمی بیشی کو سمجھ لو اور اگر حاجت برابر اور یکسان ہو یعنی جو ضرورت ایک
خلط کے اسہال کی ہے اُسی قدر ضرورت دوسرے خلط کے اسہال کی بھی ہے اور مثلاً اس نسخہ مین چار
دوائین ہین تو اس صورت مین ہر دوا کی پوری مقدار شربت کی چوتھائی لے لو اور نسخہ کی ترکیب دے لو
(مثلاً یہی چار مذکور دوائین ہین یعنی سقمونیا اور شحم حنظل اور صبر اور تربد اور جن جن اخلاط کا اسہال انسے
ہوتا ہے اُن سب کے اسہال کی یکسان ضرورت ہے تو تمکو چاہیے کہ ہر دوا کو قوت مسہلہ مین دوسری
دوا کے مشابہ ٹھہرالو لیکن اس مشابہت کی یہ صورت نہین ہے کہ سب کو ہموزن قرار دو بلکہ یہ صورت
ہے کہ ہر ایک کی پوری مقدار شربت لگا کر سب دواؤن مین چوتھائی لے لو مثلاً دیکھو کہ شحم حنظل کی
پوری قدر شربت نصف درہم ہے اور سقمونیا کی پوری قدر شربت ایک دانق ہے اور صبر کی پوری مقدار شربت
چار دانق ہے اور تربد کی پوری مقدار شربت ایک درہم ہے پس شحم حنظل مین سے درہم کا آٹھوان حصہ لو
اور سقمونیا مین سے دانق کی چوتھائی اور صبر مین سے ایک دانق اور تربد مین سے ربع درہم یعنی درہم کی
چوتھائی) اور اسی کی جانب مؤلف نے اپنے قول فخذ من کل واحد منہا الخ سے اشارہ کیا ہے اور
سمی بتخفیف میم و کسرہ ہمنام کو کہتے ہین اور یون کہتے ہین فلان سَمِیُّ فلانٍ یعنی یہ شخص اور وہ شخص دونون
ہمنام ہین قرآن پاک مین ہے هل تعلم له سمیاً یعنے بھلا کسی مین بھی خدا کی سی باتین ہین جو اُسکا ہمنام
بننے کا دعوے کر سکے (میرے نزدیک اس شاہد سے بہتر یہ شاہد ہے اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ اسْمُهُ يَحْيَى
لَمْ نَجْعَلْ لَهُ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا۔ یعنی اے زکریا ہم تمھین ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہین جسکا نام یحیی ہے
اس بچے سے پہلے ہمنے یہ نام کسی بچے کا نہین تجویز فرمایا) اور یہان پر جو مؤلف نے اس لفظ کا استعمال کیا ہے

اسمین ایک قسم کا مجاز ہے کیونکہ تحقیق مذکور سمی کے معنے مماثل کے ہین اور یہان پر اُسکے معنی مماثل کے نہین
ہین بلکہ جو مقدارون کا مجموعہ (یعنی ۴) ادویہ کے عدد کے ہمنام اور مماثل ہے اُسکی کسر (یعنی چوتھائی) مراد
ہے کیونکہ مثال مذکور مین چوتھائی ایک ٹکڑا ہے اُن چار ٹکڑون کا کہ وہ اور مرکب نسخہ کی چارون دوائین چار
کے نام مین مماثل اور شریک ہین **مؤلف کہتا ہے** اور بسا اوقات مرکب نسخہ مین بعض مفرد رکن اور اصل
اور مقصود ہوا کرتے ہین جیسے ایارج فیقرا کے نسخہ مین ایلوا ہے پس اگر اس مفرد یعنی اصل کو نکال ڈالا جائیگا
یا اُسکے بدلے کوئی دوسرا مفرد رکھ دیا جائیگا تو گویا تو اس مرکب نسخہ کا فائدہ جاتا رہیگا اور یا اس فائدہ مین
نقصان آجائیگا **مین کہتا ہون** مرکبات مین بعض دوائین اصل اور رکن ہوا کرتی ہین کہ اگر باطل
کر دیجائین یا بدل دیجائین تو فائدہ باطل ہوجائیگا یا کم ہوجائیگا (بطلان تو اُسوقت ہوگا جبکہ یہ دوا نکال ڈالی جائے
اور نقصانِ فائدہ اُسوقت ہوگا جبکہ بجاے اُسکے کوئی دوسری دوا رکھدیجائے) جیسے ایارج فیقرا مین
ایلوا ہے اور تریاق کے نسخہ مین سانپون کا گوشت ہے اور اسی کی طرف مؤلف نے اپنے قول فاذا
ابطل او بدل الخ سے اشارہ کیا ہے اور بطلان سے مؤلف کی مراد سقوط اور نکلجانا مراد ہے اور ایارج فیقرا
کو ہم عنقریب بیان کرینگے شیخ نے لکھا ہے کہ مرکبات مین ایسی دوائین بھی ہوتی ہین جو رکن اور
اصل نہین ہوتین اور اُنکا نکال ڈالنا یا اور دوا سے بدل دینا جائز ہوتا ہے اور یہ بھی جائز ہوتا ہے کہ اس نسخہ مین کمی بیشی بھی
کر دین مثلاً اگر تریاق کے نسخہ مین جا نفل اور بڑھا دیا جائے تو کوئی حرج نہین ہے **مؤلف کہتا
ہے** اگر تم یہ بات معلوم کرنا چاہو کہ اس مرکب دوا کا گرمی یا سردی مین کیا درجہ ہے (یعنی یہ مرکب دوا
کس درجہ مین ہے) تو اس مرکب مین جو مفرد دوائین داخل ہین اُنکے گرم اور ٹھنڈے اجزا کو اکھٹا کرو
(اب اگر گرم اور ٹھنڈے جز برابر ہون تب تو سمجھ لو کہ یہ مرکب معتدل ہے اور اگر برابر نہون بلکہ کم و بیش
ہون تو) کم کو زیادہ مین سے گرا کر بقیہ مین سے وہ جز لے لو جو ادویہ کے عدد کا مخرج ہو یہی مرکب کا
درجہ ہوگا اسکی مثال یہ ہے کہ ایک دوا دو مفرد دواؤن سے مرکب ہو اور اُنمین سے ایک مفرد تو دوسرے
درجہ مین گرم ہو اور دوسرا پہلے درجہ مین گرم ہو تو اب دیکھیے کہ جو دوا پہلے درجہ مین گرم ہے اُسمین دو جز تو
گرم ہین اور ایک جز سرد۔ دو گرم جز تو ایسے ہین کہ ایک گرم جز تو اُس سرد جز کی تعدیل کرتا ہے جو اُسمین ہے
اور ایک وہ جز ہے جسکی وجہ سے یہ دوا پہلے درجہ مین گرم ہوئی ہے اور جو مفرد دوا دوسرے درجہ مین گرم ہے
اُسمین تین جز تو گرم ہین اور ایک جز سرد اب اگر اُنکے گرم اور ٹھنڈے جزون کو اکھٹا کیا جائیگا تو دو جز تو

ٹھنڈے ہونگے اور پانچ جز گرم (اب دیکھیے کہ دو بہ نسبت پانچ کے کم ہین) اب تم یہ کرو کہ پانچ مین دو گھٹا دو
اس گھٹانے کے بعد تین جز باقی رہین گے جسکا نصف ڈیڑھ ہے اس سے یہ نکل آیا کہ یہ مرکب ڈیڑھ درجہ مین
گرم ہے اور اگر تمنے کسی دوا کے ایسے دو جزون سے ترکیب دی ہے جنمین سے ایک تو دوسرے درجہ مین
گرم ہے اور دوسرا پہلے درجہ مین سرد ہے تو اس سرد دوا مین دو جز تو سرد ہونگے اور ایک جز گرم اور گرم دوا مین
تین جز گرم ہین اور ایک سرد (پس تین جز تو سرد ہوے اور چار جز گرم اور تین بہ نسبت چار کے کم ہین لہذا اسکو
چار مین گھٹا دو ایک باقی رہیگا اور ایک کا نصف آدھا ہے) پس مرکب پہلے درجہ کے نصف مین گرم ہے اور
اگر تم کسی دوا کو ایسے تین جزون سے ترکیب دو جنمین سے ایک دوا چوتھے درجہ مین گرم ہے اور ایک دوا دوسرے
درجہ مین سرد ہے اور ایک دوا معتدل ہے اب دیکھو کہ جو دوا گرم ہے اس مین پانچ جز تو گرم ہین اور ایک جز
سرد ہے اور جو دوا سرد ہے اسمین تین جز سرد ہین اور ایک جز گرم ہے اور جو دوا معتدل ہے اسمین ایک جز گرم
اور دوسرا سرد ہے (پس اکھٹا کرنے سے ۵ تو سرد جز حاصل ہوے اور سات گرم جز اور پانچ بہ نسبت سات کے
کم ہین) کم کو زیادہ مین سے گھٹا دو (یعنی پانچ کو سات مین سے) تو جو باقی رہا یعنی دو اسکا ثلث لے لو (کیونکہ
تین دوائین ہین اور تین کا سہی یعنی مخرج تہائی ہے) اس سے یہ نکل آئیگا کہ یہ مرکب پہلے درجہ کے ثلثین
مین واقع ہے اور اسی طرح رطوبت اور یبوست کا بھی حال ہے یہ تو اسوقت ہے جبکہ دواؤن کی مقدارین
باہم برابر ہون (یعنی دونون دواؤن مین سے اگر ایک دوا درہم بھر ہے تو دوسری بھی اسی قدر ہو نہ یہ کہ
دو درم یا تین درم ہو کیونکہ اسکا بیان آگے آتا ہے) **مین کہتا ہون** جب تم چاہو کہ یہ معلوم کرو کہ مرکب
دوا حرارت اور برودت اور رطوبت اور یبوست مین کس درجہ مین واقع ہے تو پہلے یہ دیکھ لو کہ سب دواؤن
کی مقدارین برابر ہین یا کم و بیش اگر برابر ہون تو مرکب کا درجہ معلوم کرنے کی یہ صورت ہے کہ سب گرم
اور ٹھنڈے اجزا کو اکھٹا کرو اور اکھٹا کرنے کے بعد یہ تو ہو نہین سکتا کہ جتنے جز گرم ہون اسی قدر سرد ہون
کیونکہ مرکب دوا اسوقت مین معتدل ہو جائیگی حالانکہ کلام اس دوا مین ہو رہا ہے جسکی کیفیت کا کوئی درجہ
ہو (اور دوا سے معتدل کا کوئی درجہ نہین) غرضکہ گرم اور سرد برابر تو ہو نہین سکتے (بلکہ کم و بیش ہونگے) پس
اسوقت یہ کرنا چاہیے کہ جو کم ہے اسکو زیادہ مین سے گرا دینا چاہیے اور جو باقی رہے اسکو دواؤن کے بعد
شمار سے ملا کر جز سہمی لیا جاوے جسطرح ہمنے بیان کیا ہے (یعنی مخرج عدد ہو مثلاً اگر چار دوائین ہون تو ربع
لے لو اور تین ہون تو ثلث اور دو ہون تو نصف وعلی ہذا القیاس) پس یہی لیا ہوا جز اس مرکب دوا کا درجہ

ہوگا اور اس جز کا لینا اسلیے ضرور ہے کہ کم کے گرا دینے کے بعد جو باقی رہا ہے وہ دوا سے مرکب کے جزون مین مساوی ہے اور ظاہر ہے کہ دو برابر والی چیزون کا ملانا درجہ کو نہین بڑھا دیتا کیونکہ جو دوا مثلاً ایسی دواؤن سے مرکب ہو کہ اُنمین سے ہر ایک پہلے درجہ مین گرم ہے تو مرکب بھی پہلے ہی درجہ مین گرم ہوگا نہین ہے کہ دوسرے درجہ مین گرم ہو اسکی مثال یہ ہے کہ اگر سیر بھر گنگنا پانی مین سیر بھر گنگنا پانی اور ملا دیا جائے تو مرکب یعنی مجموعہ بھی گنگنا ہی ہوگا نہ کہ گرم یا سرد) اسی طرح جو دوا ایسی دو دواؤن سے مرکب ہو کہ اُنمین سے ہر ایک چوتھے درجہ مین گرم ہو تو مجموعہ بھی چوتھے ہی درجہ مین گرم ہوگا (چوتھے درجہ کے بعد پھر کوئی درجہ نہین ہے اور اگر دو برابر چیزون کے ملانے سے درجہ بڑھ جایا کرتا تو اس دوسری صورت مین مرکب آٹھوین درجہ مین گرم ہوتا اور جب اسمین ایسا نہین ہے تو کہین بھی ایسا نہین ہے) اور متن مین جو مؤلف نے اسکی مثالین دی ہین وہ سب ظاہر ہین کیونکہ پہلی مثال مین تین گرم جز باقی رہتے ہین اور دواؤن کا عدد دو ہے اور اُسکا مخرج نصف ہے اور تین کا نصف ڈیڑھ ہے پس پہلی صورت مین مرکب ڈیڑھ درجہ مین گرم ہے اور دوسری مثال مین ایک گرم جز باقی رہتا ہے اور دوائین دو ہین اور اُسکا مخرج نصف ہے) اور دو کا نصف ایک ہے) پس اس صورت مین مرکب حرارت کے نصف درجہ مین ہے اور تیسری مثال مین دو گرم جز باقی رہتے ہین اور دوائین تین ہین اور تین کا مخرج ثلث ہے اور دو کا ثلث دو تہائی ہے ایک کی پس اس صورت مین مرکب پہلے درجہ کے دو تہائی مین گرم ہے اور حرارت و برودت کا درجہ نکالدینے کے بعد اب تم بے تکلف اسی طریقہ سے رطوبت و یبوست کا درجہ بھی نکال سکتے ہو مؤلف کہتا ہے اور اگر دواؤن کی مقدارین باہم برابر نہون بلکہ مختلف ہون (اسطرح پر کہ دو دواؤن مین سے ایک دوا تو تین درہم ہو اور دوسری دوا ایک ہی درہم ہو) تو اُسوقت بڑی دوا مین سے وہ مقدار لیجائیگی جو چھوٹی دوا کے برابر ہو (بڑی دوا تو وہ ہے جو تین درہم ہے اور چھوٹی وہ ہے جو ایک درہم ہے تو بڑی مین سے بھی ایک درہم لیا جائے اب ظاہر ہے کہ یہ دونون مقدارین برابر ہوگئین اور اسکی صورت بعینہ وہی ہوگئی جو پہلی صورت کی تھی اور اسمین بھی مرکب کا درجہ یون معلوم کرو کہ ان دونون مین سے جو دوا پہلے درجہ مین مثلاً گرم ہے اسمین دو جز تو گرم ہین اور ایک جز سرد اور جو دوسرے درجہ مین گرم ہے اُسمین تین جز گرم ہین اور ایک جز سرد ان سب کو جمع کرو سب کا مجموعہ سات ہوا جسمین سے پانچ جز گرم ہین اور دو جز سرد دو کو پانچ مین سے گرا دو تین باقی رہے اور دوائین دو ہین دو کا مخرج نصف ہے اور تین کا نصف ڈیڑھ ہے

اب اس ڈیڑھ کو جو کہ مرکب کا درجہ ہے اسکو محفوظ رکھو اور اسکی طرف اُس حصہ کو اور بڑھاؤ جو بڑی دوا مین سے
بچا تھا (مثال مذکور مین دو باقی بچے تھے کیونکہ بڑی دوا تین درہم تھی اُسمین سے ایک درہم لے لیا گیا تھا اور تینا مین سے ایک
نکلگیا تو دو باقی بچے) مگر یہ اُسوقت جبکہ باقی بچا ہوا اُس مرکب کے برابر ہو (جیسے کہ مثال مذکور مین باقی بھی دو مین اور مرکب بھی دو
کیونکہ بڑی اور چھوٹی دونون ملکر تین تھین اُسمین سے دو نکل گئے تھے اور دو بچے تھے) اور اگر باقی بچا ہوا مرکب سے کم ہو (مثلاً جیسے
کہ ایک جز پانچ درہم ہو اور دوسرا تین درہم اب پانچ مین سے چھوٹے کے برابر مقدار لیگئی یعنی تین تو مجموعہ چھ ہوا اور طریق
مذکور مرکب کا درجہ نکالا گیا اب دیکھیے کہ پانچ مین سے تین نکال لینے کے بعد دو بچے اور مرکب یعنی مجموعہ چھ درہم ہے
اور دو چھ سے کم ہے) تو یہ کرو کہ مرکب (یعنی چھ) مین سے باقی (یعنی دو) کے برابر مقدار لو اور حساب کرو (یعنی اسی مقررہ
طریقہ سے مرکب کا درجہ نکالو کیونکہ یہ دونون مقدارین اُس وقت برابر ہین) اور پھر درجہ نکال کر دیکھو کہ باقی مرکب باقی
(یعنی چار) کے برابر ہے یا کم اگر برابر ہو تو اس درجہ کی طرف باقی کا اضافہ کر دو (اور درجہ کو سمجھ لو اور اگر کم ہو) تو یونہین
عمل کیے جاؤ یہانتک کہ سب کیفیت مین ایک مقدار سے قریب ہو جائین **مین کہتا ہون** دوسری قسم
یہ ہے کہ مرکب کی دواؤن کی مقدارین برابر نہون اور درجہ کے دریافت کرنے کا اس صورت مین یہ قاعدہ ہے
کہ جس دوا کی مقدار زیادہ ہے اُسمین سے اُس دوا کی برابر مقدار لیجائے جو مقدار مین اُس سے کم ہے اور
پہلی قسم مین (یعنی مقادیر کے برابر ہونے کی صورت مین) جو قاعدہ مرکب کا درجہ نکالنے کا ہم بیان کر آئے
ہین اُسی طریقہ سے اس مقدار مین اور چھوٹی دوا کو ملا کر بھی درجہ نکال لیا جائے کیونکہ یہ دونون بھی مقدار
مین برابر ہین اور جو درجہ معلوم ہو اُسکو محفوظ رکھکر اُس حصہ کو دیکھا جائے جو بڑی دوا مین باقی بچا تھا یا تو وہ بقیہ
اس مرکب کے برابر ہوگا یا زیادہ ہوگا یا کم ہوگا یہ تین صورتین ہین پہلی صورت تو یہ ہے کہ بقیہ مرکب کے
برابر ہو اور اسکا حکم نکالنا آسان ہے کیونکہ مرکب دوا کو ایک دوا فرض کر لیا جائے جسکا درجہ وہی ہے
جو محفوظ رکھا ہوا ہے اب اُسی پہلی قسم کے ضابطہ کے بموجب اُس دوا کا درجہ معلوم کر لیا جائے جو اس سے
اور باقی سے مرکب ہے کیونکہ دونون کی مقدار برابر ہے اسکی مثال یہ ہے کہ جو دوا پہلے درجہ مین گرم ہے وہ
ایک درہم ہے اور جو دوسرے درجہ مین گرم ہے وہ تین درہم ہے اور ان دونون دواؤن سے جو دوا مرکب ہے
اُسکا درجہ تو یون معلوم ہوگا کہ بڑی مین سے ایک درہم لے لیا جائے اور جو دوا اس دوا اور پہلی دوا سے
مرکب ہے اُسکا درجہ اُسی طریقہ سے معلوم ہوگا جو پہلی قسم مین معلوم ہوا کیونکہ یہ دونون برابر ہین پھر دوسرے
مرکب سے جو دو درہم باقی ہین اُنکو پہلے مرکب کے ساتھ ملایا جائیگا کہ وہ بھی دو ہی جز ہے اور مرکب کا درجہ اُسی

ضابطۂ مذکورہ کے موافق حاصل کرلیا جائیگا کیونکہ دونون برابر ہین اور دوسری صورت یہ ہے کہ جو باقی بچے
وہ مرکب سے زاید ہو اور اسکا حکم نکالنا بھی آسان ہے کیونکہ آخرکار یہ بھی باقی دونون قسمون مین مندرج ہو جائیگی
کیونکہ اسکا طریقہ یہ ہے کہ ایک دوسری مقدار لیجائے جو مرکب کے برابر ہو اور بموجب ضابطۂ مذکورہ مرکب کا درجہ
دریافت کرلیا جائے کیونکہ بڑی مین سے چھوٹی کے برابر لینا چاہیے عام اس سے کہ ایسا ایک ہی بار کیا جائے
یا کئی بار اور چھوٹی دوا عام ہے کہ بسیط ہو یا مرکب غرضکہ یہ قسم آخرکار بقیہ دونون قسمون مین مندرج ہوجائیگی
(اور کوئی علیحدہ قسم نہین بنیگی) اسی لیے مؤلف نے اس قسم کو نہین لکھا اور تیسری صورت یہ ہے کہ بقیہ مرکب کے
اعتبار سے کم ہو اور اسکا یہ طریقہ ہے کہ مرکب مین سے باقی کی برابر ایک مقدار لیجائے اور اس برابری کی وجہ سے
بموجب ضابطۂ مذکورہ درجہ مرکب دریافت کیا جائے پھر پہلے مرکب سے جو حصہ باقی رہا ہے اُسکو دیکھا جائے
کہ وہ دوسرے مرکب کے برابر ہے یا نہین اگر برابر ہے تب تو کوئی دشواری نہین کیونکہ دونون مقدارون کے
برابر ہونے کی وجہ سے بموجب ضابطۂ معلومہ مرکب کا درجہ بے تکلف معلوم ہو سکتا ہے اور اگر یہ بقیہ مرکب ثانی
کی برابر نہین بلکہ کم ہے تو یہ کیا جائے کہ دوسرے مرکب مین سے اس بقیہ کی برابر ایک مقدار لے لیجائے
اور برابر لیکر بموجب ضابطۂ معلومہ درجہ نکال لیا جائے پھر باقی کو دیکھا جائے کہ برابر ہے یا کم غرضکہ یونہین عمل کو
مکرر کیا جائے یہانتک کہ جتنی دوائین مقادیر مین مختلف ہین سب ایک مقدار کے قریب ہو جائین کیونکہ
جسقدر عمل بڑھتا جائیگا اُسی قدر قرب بڑھتا جائیگا اور اسکی مثال یہ ہے کہ جو دوا پہلے درجہ مین گرم ہے
وہ ایک درہم ہے اور جو دوا دوسرے درجہ مین گرم ہے وہ دو درہم ہے اب پہلے عمل سے تو ایک مرکب اور
ایک بسیط حاصل ہوگا کہ مرکب تو حرارت مین ڈیڑھ درجہ ہے اور بسیط حرارت مین دوسرے درجہ مین ہے
اور مرکب کی مقدار دو درہم ہے اور بسیط کی مقدار ایک درہم ہے اور دوسرے عمل سے دو مرکب حاصل ہونگے
ایک تو وہ جو ایک درجہ اور درجہ کے تین ربع مین گرم ہے اور دو درہم ہے اور دوسرا ڈیڑھ درجہ مین گرم ہے
اور ایک درہم ہے اور تیسرے عمل سے بھی دو مرکب حاصل ہونگے ایک تو وہ جو ایک درجہ اور درجہ کے تین ربع
مین گرم ہے اور ایک درہم ہے اور دوسرا ڈیڑھ درجہ اور درجہ کے آٹھوین حصہ مین گرم ہے اور دو درہم ہے اسکو
خوب غور کرو اور قرب کا اندازہ کرو کیونکہ پہلے عمل مین جو طرفین کا تفاوت ہے وہ اُس تفاوت سے زائد ہے
جو دوسرے عمل مین ہے اور جو تفاوت دوسرے عمل مین ہے وہ اُس تفاوت سے زائد ہے جو تیسرے
عمل مین ہے جب تم اس تفصیل کو سمجھ چکے تو اب یہ سمجھ سکتے ہو کہ جسقدر عمل بڑھتا جائیگا اُسی قدر قرب

بڑھتا جائیگا (اور تفاوت طرفین گھٹتا جائیگا) اور اس طریقہ سے کوئی تحقیقی اور یقینی بات معلوم نہین ہو سکتی لیکن کوئی حرج نہین کیونکہ طبیب لوگ اسی پر اکتفا کرتے ہین کہ دواؤن کی قوتین تخمین عقلی سے معلوم ہو جائین (گو یقین نہ حاصل ہو) کیونکہ تھوڑا سا اگر اختلاف بھی ہوگا تو اُسکا کوئی ایسا اثر نہین پڑیگا اور طبیب اس معمولی اختلاف کی طرف نظر کرتے بھی نہین اور اگر تم یہ چاہو کہ اس مقام پر یقینی امر معلوم ہو سکے تو سب سے بہتر وہ طریقہ ہے جو بعض حاذق طبیبون کا معمول رہا ہے اور وہ طریقہ یہ ہے کہ بڑی دوا کو چھوٹی دوا کے برابر کئی مقدارین فرض کر لیجائین (یعنی یہ سمجھ لیا جائے کہ اُسکے برابر کئی مقدارین ہین) اسطرحپر کہ مثلاً جو دوا ایسی دو دواؤن سے مرکب ہے کہ ایک اُنمین سے ایک درہم اور دوسری دو درہم ہے اسکو تین دواؤن سے مرکب قرار دے لیا جائے کہ ہر ایک ایک درہم ہے اور مرکب کا درجہ بموجب ضابطۂ معلومہ بآسانی نکال لیا جائے **مؤلف کہتا ہے**

دوسرا باب مرکب دواؤن مین

جو دوائین بالکل اجنبی ہین کہ اُنکا استعمال بہت ہی نادر طور پر ہوتا ہے اُنکو تو یہان ذکر کرنے کی کوئی ضرورت نہین اور جو دوائین مستعمل اور مشہور ہین اُنمین سے جو ایسی ہین کہ ہمارے زمانہ کی مشہور قرابادینون مین موجود ہین اُنکے بیان کرنے کی بھی ضرورت نہین ہان جو مستعمل اور مشہور دوائین ایسی ہین کہ قرابادینون مین نہین ملتین تو اُنکو ہم یہان لکھتے ہین **مین کہتا ہون** جو مرکبات طبیبون کے تجربہ مین آچکے ہین وہ نہایت معتبر ہین کیونکہ غیر مجرب دوا سے مجرب دوا ہر طرح قابل وثوق ہے خصوصاً سادہ دوائین اور وہ نسخے جو مرکب ہین کیونکہ مرکب مین دو چیزین ہین ایک تو اُسکی مفرد اور بسیط دوائین دوسرے اُسکی ترکیبی ہیأت تو ہر مرکب پر ان دونون کے اعتبار سے حکم ہونا چاہیے اور جو مرکب ہنوز تجربہ مین نہین آیا اسپر اُسکی بسائط ہی کی حیثیت سے حکم ہو سکتا ہے کہ وہ کس مرتبہ کے ہین اور اُنسے کیا نفع ہوتا ہے کیونکہ یہ تو معلوم ہی نہین ہوا کہ اُسکا دوسرا مزاج جو بعد ترکیب کے حاصل ہوا ہے وہ کیا نفع دیسکتا ہے اور جو مرکب تجربہ مین آچکا ہے وہ دونون جہت سے مفید ہے اور بسا اوقات مرکب کی صورت مزاجی زیادہ مفید ہوا کرتی ہے (غرضکہ مجرب نسخہ غیر مجرب نسخہ سے بہر طور قابل وثوق ہے) اور مؤلف نے اس باب مین وہ نسخہ نہین لکھے جو متقدمین کے تجربہ مین آچکے ہین اور اسکا عذر یہ پیش کیا ہے کہ اُنکا ذکر قرابادینون مین موجود ہے لیکن ہم ہر قسم کے اُن مرکبات کے بعد جنکو مؤلف نے ذکر کیا ہے کچھ مشہور اور مجرب نسخے بھی لکھینگے تاکہ حتی الامکان ہماری یہ کتاب ناظر کو دوسری کتابون سے بے پروا بنا دے **مؤلف کہتا ہے میٹھا جوشاندہ** (اس جوشاندہ کا یہ فائدہ ہے

ضابطۂ مذکورہ کے موافق حاصل کرلیا جائیگا کیونکہ دونون برابر ہین اور دوسری صورت یہ ہے کہ جو باقی بچے
وہ مرکب سے زاید ہو اور اسکا حکم نکالنا بھی آسان ہے کیونکہ آخر کار یہ بھی باقی دونون قسمون مین مندرج ہوجائیگی
کیونکہ اسکا طریقہ یہ ہے کہ ایک دوسری مقدار لیجائے جو مرکب کے برابر ہو اور بموجب ضابطۂ مذکورہ مرکب کا درجہ
دریافت کرلیا جائے کیونکہ بڑی مین سے چھوٹی کے برابر لینا چاہیے عام اس سے کہ ایسا ایک ہی بار کیا جائے
یا کئی بار اور چھوٹی دوا عام ہے کہ بسیط ہو یا مرکب غرضکہ یہ قسم آخر کار بقیہ دونون قسمون مین مندرج ہوجاسکی
(اور کوئی علٰحدہ قسم نہین بنیگی) اسی لیے مؤلف نے اس قسم کو نہین لکھا اور تیسری صورت یہ ہے کہ بقیہ مرکب کے
اعتبار سے کم ہو اور اسکا یہ طریقہ ہے کہ مرکب مین سے باقی کی برابر ایک مقدار لیجائے اور اس برابری کی وجہ سے
بموجب ضابطۂ مذکورہ درجۂ مرکب دریافت کیا جائے پھر پہلے مرکب سے جو حصہ باقی رہا ہے اُسکو دیکھا جائے
کہ وہ دوسرے مرکب کے برابر ہے یا نہین اگر برابر ہے تب تو کوئی دشواری نہین کیونکہ دونون مقدارون کے
برابر ہونے کی وجہ سے بموجب ضابطۂ معلومہ مرکب کا درجہ بے تکلف معلوم ہوسکتا ہے اور اگر یہ بقیہ مرکب ثانی
کی برابر نہین بلکہ کم ہے تو یہ کیا جائے کہ دوسرے مرکب مین سے اس بقیہ کی برابر ایک مقدار لے لیجائے
اور برابر لیکر بموجب ضابطۂ معلومہ درجہ نکال لیا جائے پھر باقی کو دیکھا جائے کہ برابر ہے یا کم غرضکہ یونہین عمل کو
مکرر کیا جائے یہانتک کہ جتنی دوائین تقادیر مین مختلف ہین سب ایک مقدار کے قریب ہوجائین کیونکہ
جسقدر عمل بڑھتا جائیگا اُسی قدر قرب بڑھتا جائیگا اور اسکی مثال یہ ہے کہ جو دوا پہلے درجہ مین گرم ہے
وہ ایک درہم ہے اور جو دوا دوسرے درجہ مین گرم ہے وہ دو درہم ہے اب پہلے عمل سے تو ایک مرکب اور
ایک بسیط حاصل ہوگا کہ مرکب تو حرارت مین ڈیڑھ درجہ ہے اور بسیط حرارت مین دوسرے درجہ مین ہے
اور مرکب کی مقدار دو درہم ہے اور بسیط کی مقدار ایک درہم ہے اور دوسرے عمل سے دو مرکب حاصل ہونگے
ایک تو وہ جو ایک درجہ اور درجہ کے تین ربع مین گرم ہے اور دو درہم ہے اور دوسرا ڈیڑھ درجہ مین گرم ہے
اور ایک درہم ہے اور تیسرے عمل سے بھی دو مرکب حاصل ہونگے ایک تو وہ جو ایک درجہ اور درجہ کے تین ربع
مین گرم ہے اور ایک درہم ہے اور دوسرا ڈیڑھ درجہ اور درجہ کے آٹھوین حصہ مین گرم ہے اور دو درہم ہے اسکو
خوب غور کرو اور قرب کا اندازہ کرو کیونکہ پہلے عمل مین جو طرفین کا تفاوت ہے وہ اُس تفاوت سے زائد ہے
جو دوسرے عمل مین ہے اور جو تفاوت دوسرے عمل مین ہے وہ اُس تفاوت سے زائد ہے جو تیسرے
عمل مین ہے جب تم اس سب تفصیل کو سمجھ چکے تو اب یہ سمجھ سکتے ہو کہ جسقدر عمل بڑھتا جائیگا اُسی قدر قرب

بڑھتا جائیگا (اور تفاوت طرفین گھٹتا جائیگا) اور اس طریقہ سے کوئی تحقیقی اور یقینی بات معلوم نہین ہو سکتی لیکن کوئی حرج نہین کیونکہ طبیب لوگ اسی پر اکتفا کرتے ہین کہ دواؤن کی قوتین تخمین عقلی سے معلوم ہو جائین (گو یقین نہ حاصل ہو) کیونکہ تھوڑا سا اگر اختلاف بھی ہوگا تو اُسکا کوئی ایسا اثر نہین پڑیگا اور طبیب اس معمولی اختلاف کی طرف نظر کرتے بھی نہین اور اگر تم یہ چاہو کہ اس مقام پر یقینی امر معلوم ہو سکے تو سب سے بہتر وہ طریقہ ہے جو بعض حاذق طبیبون کا معمول بہا ہے اور وہ طریقہ یہ ہے کہ بڑی دوا کو چھوٹی دوا کے برابر کئی مقدارین فرض کر لیجائین (یعنی یہ سمجھ لیا جائے کہ اُسکے برابر کئی مقدارین ہین) اسطرح پر کہ مثلاً جو دوا ایسی دو دواؤن سے مرکب ہے کہ ایک اُنمین سے ایک درہم اور دوسری دو درہم ہے اسکو تین دواؤن سے مرکب قرار دے لیا جائے کہ ہر ایک ایک درہم ہے اور مرکب کا درجہ بموجب ضابطۂ معلومہ بآسانی نکال لیا جائے **مؤلف کہتا ہے**

دوسرا باب مرکب دواؤن مین

جو دوائین بالکل اجنبی ہین کہ اُنکا استعمال بہت ہی نادر طور پر ہوتا ہے اُنکو تو یہان ذکر کرنے کی کوئی ضرورت نہین اور جو دوائین مستعمل اور مشہور ہین اُنمین سے جو ایسی ہین کہ ہمارے زمانہ کی مشہور قرابادینون مین موجود ہین اُنکے بیان کرنے کی بھی ضرورت نہین ہان جو مستعمل اور مشہور دوائین ایسی ہین کہ قرابادینون مین نہین ملتین تو اُنکو ہم یہان لکھتے ہین **مین کہتا ہون** جو مرکبات طبیبون کے تجربہ مین آچکے ہین وہ نہایت معتبر ہین کیونکہ غیر مجرب دوا سے مجرب دوا ہر طرح قابل وثوق ہے خصوصاً وہ دوائین اور وہ نسخے جو مرکب ہین کیونکہ مرکب مین دو چیزین ہین ایک تو اُسکی مفرد اور بسیط دوائین دوسرے اُسکی ترکیبی ہیأت تو ہر مرکب پر ان دونون کے اعتبار سے حکم ہونا چاہیے اور جو مرکب ہنوز تجربہ مین نہین آیا اُسپر اُسکی بسائط ہی کی حیثیت سے حکم ہو سکتا ہے کہ وہ کس مرتبہ کے ہین اور اُنسے کیا نفع ہوتا ہے کیونکہ یہ تو معلوم ہی نہین ہوا کہ اُسکا دوسرا مزاج جو بعد ترکیب کے حاصل ہوا ہے وہ کیا نفع دیسکتا ہے اور جو مرکب تجربہ مین آچکا ہے وہ دونون جہت سے مفید ہے اور بسا اوقات مرکب کی صورت مزاجی زیادہ مفید ہوا کرتی ہے (غرضکہ مجرب نسخہ غیر مجرب نسخہ سے بہر طور قابل وثوق ہے) اور مؤلف نے اس باب مین وہ نسخہ نہین لکھے جو متقدمین کے تجربہ مین آچکے ہین اور اسکا عذر یہ پیش کیا ہے کہ اُنکا ذکر قرابادینون مین موجود ہے لیکن ہم ہر قسم کے اُن مرکبات کے بعد جنکو مؤلف نے ذکر کیا ہے کچھ مشہور اور مجرب نسخے بھی لکھینگے تاکہ حتی الامکان ہماری یہ کتاب ناظر کو دوسری کتابون سے بے پروا بنا دے **مؤلف کہتا ہے میٹھا جوشاندہ** (اس جوشاندہ کا یہ فائدہ ہے

کر طبیعت کو نرم کرتا ہے اور گرم مادون کو نرم کرکے اور پھیلا کے دستون کی راہ نکالتا ہے اور حرارت کو تسکین دیتا ہے اور گرمی کے بخارون کی لپک اور سوزش کو دفع کرتا ہے اور سدے کھولتا ہے) عناب سپستان ہر ایک ۵ ادانے تخم خطمی اور تخم خبازی اور گل بنفشہ ہر ایک تین درم ملٹھی ایک مثقال گل نیلوفر ۳ پھول پرسیاؤشان مٹھی بھر (درمیانی جسکا وزن چار مثقال ہے) سولف کے بیج درم بھر (ان سب کو ملائم آنچ پر جوش دیا جائے اور پانی اسقدر ہو کہ تین چوتھائیان جلکر ایک چوتھائی اُس مقدار پر رہجائے کہ جسقدر پانی کا تحمل معدہ صحت کی حالت مین پیاس کے وقت کرتا تھا تاکہ معدہ مین ثقل نہ پیدا ہوجائے اور قی نہ کردے) **مین کہتا ہون** یہ نسخہ اُن لوگون کے لیے مناسب ہے جو معتدل مزاج ہون اور مزاج اور وقت اور تمام پچھلے قاعدون کی رعایت کے بعد اگر طبیب اسکی سردی یا گرمی کم و بیش کرنے کے لیے اسکی اخلاط کی مقدار کو گھٹانا بڑھانا چاہے یا ایسی دوائین گھٹانا بڑھانا چاہے تو ایسا کرسکتا ہے **مولف کہتا ہے۔ جوشاندہ منضج** (یہ جوشاندہ غلیظ خلطون کو رقیق کرتا ہے اور سدون کو کھولتا ہے اور راستون کو صاف کرتا ہے اور طبیعت کو نرم کرتا ہے اور ریاح کو تحلیل کرتا ہے) اجمود کے بیج سونف انیسون ملٹھی ہر ایک ایک درہم ہونیہ منقی بیج نکالی ہوئی انجیر ہر ایک دس درہم گل بنفشہ تخم خطمی تخم خبازی ہر ایک تین درم پرسیاؤشان چار مثقال اور دماغ اور پٹھون کی بیماریون مین کبھی اس جوشاندہ مین اسطوخودوس اور فاوانیا بھی بڑھا دیے جاتے ہین **مین کہتا ہون** اسطوخودوس اور فاوانیا ئین سے ہر ایک دماغ اور پٹھون کو مفید ہے اور یہی صورت ہر دوا کی ہے کہ جو دماغ کو نافع ہے وہ پٹھون کو بھی مفید ہے و بالعکس اسی لیے مؤلف نے ان دونون مین کوئی تمیز نہین کی آسکے علاوہ فاوانیا بالخاصہ دماغ کو زیادہ مفید ہے اور اسیطرح ان دونون دواؤن کی طرح اور منضج دوائین بھی ہین جیسے اذخر اور سنبل اور گبرا در مصطگی اور نوفا اور پودینہ وغیرہ طبیب کو اختیار ہے کہ اس جوشاندہ مین انکو بھی بڑھائے **مولف کہتا ہے۔ میٹھا خیساندہ** خوبانی عناب آلو بخارہ ہر ایک ۵ ادانے گل نیلوفر ۳ پھول گل بنفشہ چار درم مسور مقشر کشنیز خشک تین درم بیج کاسنی کوٹی ہوئی ایک مثقال آدھ اکثر اوقات جب صفرا کے غلبہ کا اندیشہ ہوتا ہے تو بڑے آلو بخارا کے پانچ دانے اور بڑھا دیتے ہین دکیونکہ آلو بخارا اپنی تلخی سے صفرا کی تسکین کرتا ہے) **مین کہتا ہون** خیساندہ بہ نسبت جوشاندہ کے زیادہ لطیف (اور طبیعت پر ہلکا) ہوتا ہے کیونکہ جوشاندہ مین ادویہ کی قوتین پانی مین نکل آتی ہین اور جو لطیف قوتین ہین وہ جاتی رہتی ہین اور اسلیے

کہ خیسانده بہ نسبت جوشانده کے ٹھنڈا ہوتا ہے کیونکہ آگ کی جس حرارت کو جوشانده حاصل کرتا ہے اُسکو
خیسانده نہین حاصل کرتا) اور اسیلیے کہ بہت سی نرم جوہر کی دوائین ایسی ہوتی ہین جنکی قوتین پکانے سے
تحلیل ہوجاتی ہین جیسے افتیمون یعنی املی بیہ وغیرہ ہے اور خیسانده آگ سے حرارت کو نہین حاصل کرتا
اس وجہ سے بخارون مین اور گرم مزاجون مین یہ زیادہ موافق ہوتا ہے اور خیسانده سے اکثر یہ غرض ہوتی ہے
کہ حرارت کو تسکین ہو اور آسانی کے ساتھ تلیین کرے اور جو خیسانده مولف نے لکھا ہے یہ بدمزه اور بدبودار
نہین ہے کیونکہ اسمین عمده فواکہ اور خوشبودار پھول داخل ہین اور خوبانی سے میٹھی (اور سوکھی) خوبانی مراد ہے
اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مزاج کی رعایت سے عرق گلاب اور عرق انار مین اس خیسانده کو بھگوتے ہین
مؤلف کہتا ہے۔ ترش خیسانده خوبانی عناب ہر ایک ۵ ادانے آلو بخارہ کلان سات عدد
املی دس درہم گل نیلوفر ۳ پھول بنفشہ ۳ درہم اور اکثر بجاے املی کے انار کے دانے ڈالے جاتے ہین
اور یہ اُسوقت جبکہ طبیعت دستون کی طرف متوجہ ہو **مین کہتا ہون** خوبانی سے ترش خوبانی مراد ہے
اور جبکہ دستون کی شکایت ہو اور اُنسے ضرر دیکھے تو آلو بخارا نکال ڈالے اور بجاے اُسکے ترش اور
خشک امرود ملادے اس سے حرارت مین اور زیادہ تسکین ہوگی **مؤلف کہتا ہے۔ دست آور
خیسانده** (یہ خیسانده صفرا کو دستون کی راہ نکالتا ہے) ترش خیسانده مین سنا مکی اور ہلیلہ زرد گٹھلی
نکالا ہوا ہر ایک پانچ درم اور تخم کاسنی کٹے ہوے ایک مثقال اور گل بنفشہ دس درہم بڑھا دیتے ہین
اور یہ خیسانده پندره درم مغز املتاس پر اور بیس درہم شکر پر اور بیس درہم شربت بنفشہ پر اور نصف درہم
ریوند چینی پر اور نصف درہم روغن بادام شیرین پر صاف کیا جائیگا یا بیس درہم ترنجبین یا شیرخشت پر اور
اسوقت روغن بادام کی ضرورت نہین (یعنی اس خیسانده مین چھاننے کے بعد یہ چیزین بھی ملادی جائینگی
اسیلیے کہ مغز املتاس اپنی لزوجت اور لیس سے آنتون مین چپک رہتا ہے اور اسی سبب سے بعض لوگون کو
مروڑا ہوجاتا ہے اور یہ وہ لوگ ہین جنکی آنتین کمزور ہوتی ہین اسیلیے اسمین بادام کا تیل ملادیا جاتا ہے تاکہ
وہ اُسکو پھسلادے) **مین کہتا ہون** اس نسخہ مین ریوند چینی اور کاسنی کے بیج جگر کی رعایت کے لیے
بڑھا دیے جاتے ہین اور انھین کے قریب قریب اثر مین غافث (خاردار گھانس ہے) اور کشوث بھی
ہے اور اگر تلی کی رعایت منظور ہو تو کبر کی جڑ اور کرفس کے بیج بڑھا دیے جائین اور اگر معدہ کی رعایت
منظور ہو تو افسنتین زیادہ کردیا جائے اور اگر بخار کی حالت مین اس نسخہ کا استعمال کیا جائے تو سب

ہلیلون سے نسخہ کو پاک صاف کر دیا جائے کیونکہ یہ سب خشک ہوتے ہین اور رستون کو خشک کر دیتے ہین اور سینے سے چپک جاتے ہین **مؤلف کہتا ہے۔ میوون کا جوشاندہ** اسکی یہ ترکیب ہے کہ مقوی ترش خیساندہ مین سے جو پانی نکال ڈالی جائے اور بجائے اسکے بیس دانے سپستان کے بڑھا دیے جائین گٹھلی نکالی ہوئی کابلی ہڑ پانچ درم۔ کالی ہڑ اور زرشک اور خطمی کے بیج ہر ایک چار درم تنقا نج یعنی کھنکالی چھ درہم **مین کہتا ہون** مؤلف کی مراد مقوی خیساندہ سے وہی دست آور خیساندہ ہے جو ابھی ذکر ہو چکا ہے اور میوون کا جوشاندہ (جو ابھی مذکور ہوا) یہ صفرا کو دستون کی راہ نکالتا ہے اور پتلے خلطون سے رگون کو پاک صاف کرتا ہے اور بخار اور پتون کی سوزش اور لپک کو تسکین دیتا ہے اور اس جوشاندہ کی یہ صورت ہے کہ سب میوون کو پانی مین پکایا جائے اور اخیر مین بنفشہ اور نیلوفر وغیرہ کے پھول ڈال دیے جائین یہانتک کہ پکتے پکتے چوتھائی پانی رہجائے اسکے بعد آگ سے جدا کر کے اور ہلکا ہلکا نچوڑ کر چھان لیا جائے جب چھن جائے تو شیرخشت اور املتاس وغیرہ حل کر کے (متوکلاً علی اللہ) پی لیا جائے **مؤلف کہتا ہے۔ افتیمون یعنی اکل بیدہ کا جوشاندہ** میوون کے جوشاندہ مین چار درہم افتیمون بڑھا دیا جائے اور بسا اوقات اسطوخودوس یعنی دھارو تین درم بڑھایا جاتا ہے خصوصاً دماغی بیماریون مین (سوداوی ہون یا بلغمی) اور قوت کے لیے (یعنی اسلیے کہ سودا کو دستون کی راہ قوت سے نکالے) حجر ارمنی اور حجر لاجورد مغسول یعنی دُھلے ہوے ہر ایک نصف درم بڑھا دیا جاتا ہے اور گوگل اور محمودہ ہر ایک پاؤ درہم (محمودہ اسلیے کہ صفرا کا اسہال کرے شیخ بو علی سینا نے اسکی تصریح کی ہے کہ محمودہ مسہل ادویہ کے عمل کو قوی کر دیتی ہے) اور کبھی محمودہ اور گوگل کا استعمال میوے کے جوشاندہ مین ہوتا ہے اور کبھی اسمین گلاب کے تازہ پھول پانچ عدد بڑھائے جاتے ہین اور کبھی شکاعی اور بادآورد ہر ایک چار درہم بڑھائی جاتی ہے (بلغم کے اسہال کے لیے) اور اکثر اوقات اس مین ہڑ اور آنولہ ہر ایک تین درہم بڑھایا جاتا ہے (معدہ کی تقویت کے لیے) **مین کہتا ہون** افتیمون کے جوشاندے کا زیادہ تر یہ اثر ہے کہ سودا کو دستون کی راہ نکالے اور اُن بیماریون کو دور کرے جو سودا سے پیدا ہوئی ہین اور ادویہ کی کمی بیشی جو اس نسخہ مین ہوتی ہے اسکی یہ وجہ ہوتی ہے کہ سودا کے علاوہ صفرا اور بلغم کا نکالنا بھی کبھی منظور ہوتا ہے اور جسطرح ہم لکھ آئے ہین مرکب کے قواعد کی پابندی نہایت ضروری امر ہے اور جو ترکیب ہمنے میوے کے جوشاندے کی لکھی ہے وہی ترکیب قریب قریب اس جوشاندہ کی بھی ہے

جوشاندہ افتیمون

لیکن فتیمون کو جوش نہ دیا جائے ورنہ اُسکی قوت جاتی رہیگی بلکہ یون کیا جائے کہ کتان کی پوٹلی مین باندھ کر
جوش کے آخر مین چھوڑ دیا جائے اور چھوڑ کر جوشاندہ کو چولھے سے اتار لیا جائے اور فتیمون کو خوب اچھی طرح
مل لیا جائے اب جو ایسی دوائین ہین کہ پانی مین حل ہوجاتی ہین اُنکو پانی مین گھول کر اس جوشاندہ مین چھوڑ دین
اور جو ایسی ہین کہ رگڑی اور پیسی جاتی ہین اُنکو پیسکر اور چھان کر اس جوشاندہ پر بُرک دیا جائے **مؤلف
کہتا ہے فتیلۂ مسہلہ** یعنی عمل کی بتی وست آور (بتی کی نسبت عمل سے ایسی ہے جیسے گولیون کی
نسبت جوشاندے سے ہوتی ہے اسلیے کہ بتی مستقیم آنت مین دیر تک رہتی ہے اور اسکا اثر قولون وغیرہ تک
پورا پہونچتا ہے) اور یہ گرم مزاج والون کے لیے ہے سرخ شکر آگ پر حل کی جائے اور اسکے ساتھ تھوڑا سا
نمک یا پاپڑی لون ملایا جائے (اور چھنگلی کی بتی ان ادویہ مین تر کی جائے اور شغل کیا جائے) **دوسری
بتی** یہ پہلی بتی سے زیادہ قوی ہے گل بنفشہ سنا مکی ہر ایک ایک درم یا پاپڑی لون اور محمودہ ہر ایک پاؤ درہم لال شکر
یا شہد خالص دواؤن کے گوندھنے بھر کے بقدر **تیسری بتی** یہ بتی بلغم کو دستون کی راہ نکالتی ہے شحم حنظل
اور پاپڑی لون اور محمودہ ہر ایک پاؤ درہم شہد خالص اسقدر کہ یہ دوائین اسمین گوندھی جاسکین **مین کہتا
ہون** یہ شرح سے مستغنی ہے **مؤلف کہتا ہے حقنۂ لینہ** یعنی تلیین کرنے والا حقنہ یعنے عمل
(یہ حقنہ صفرا کا اسہال کرتا ہے) سپستان ۳۰ دانہ سنا مکی گل بنفشہ تخم خطمی تخم خبازی جو مقشر یعنے پوست زدہ ہر ایک
ہتھیلی بھر ململی ایک مثقال چقندر مٹھی بھر یہ سب دوائین پکائی جائین اور چھانی جائین پندرہ درم املتاس کے
لب پر اور سات درہم لال شکر کے لب پر اور دانی کے مثل صاف کی ہوئی تلی کا تیل اور ایک درم پاپڑی لون اور
بسا اوقات اسمین پاؤ درم محمودہ زیادہ کی جاتی ہے مگر یہ اُسوقت جبکہ تپ قوی نہو حقنہ دیگر چقندر کے پتون
کا پانی ساٹھ درم اسکو نیم گرم کیا جائے اور پہلے حقنہ کی تقویت کے ساتھ قوی کیا جائے دیگر یہ پہلے
سے زیادہ تیز ہے چقندر کا پانی سو درہم اسمین کھنکالی اور سنا مکی اور قنطوریون ہر ایک چھ درہم پکایا جائے
اور پندرہ درہم املتاس کا شیرہ اور سات درہم زیتون کے تیل اور دس درہم شہد اور مثقال بھر پاپڑی لون
اور پاؤ درہم محمودہ پر چھانا جائے یہ حقنہ بلغم کو نکالتا ہے اور کمر کے بلغمی درد کو نفع بخشتا ہے دیگر چقندر کا پانی
اور آش جو ہر ایک ساٹھ درہم اسکو حقنۂ لینہ کی تقویت سے قوی کیا جائے اور اکثر اوقات اسکے بدلے گرم
پانی سے عمل دیا جاتا ہے (کیونکہ یہ بھی ثفلون کو اور فضلون کو دفع کرتا ہے اور آنتون کو لٹکاتا ہے اور اکثر
اوقات املتاس کی جگہ معجون بنفشہ بڑھا دی جاتی ہے (یہ اُسوقت جب کہ مروڑے کا خوف ہو)

دیگر برائے قولنج نہایت عجیب النفع خصوصًا ریحی قولنج کے لیے بہت مفید ہے پہلے حقنۂ لینہ
مین بابونہ اور ناخونہ اور سویا ہرایک مٹھی بھر اور کرفس کے بیج اور سونف ہرایک تین درہم بڑھائی جائے
الحمد للہ والمنہ کہ موجز القانون کا دوسرا فن یہانتک ختم ہوا اسکے بعد تیسرا فن
جو خاص امراض مین ہے وہ دوسری جلد مین تحریر کیا جائیگا انشاء اللہ العزیز
مین کہتا ہون حقنون کی قریب قریب اُنھین ادویہ سے ترکیب دیجاتی ہے جنسے کہ جوشاندون کو ترکیب
دیا جاتا ہے لیکن حقنون مین نچوڑکر مادہ نکالنے والی دوائین مثلاً ایلیا وغیرہ اور ایلوا نہین پڑتا جیسے کہ جوشاندون
مین پھسلانے والی دوائین اور بہت سی جلا کرنے والی دوائین جیسے اقسام نمک اور تیل وغیرہ ہے نہین
پڑتین اور نرم حقنے بخارون مین اور احشا کے ورم اور ثفل کی یبوست کی حالت مین دیتے ہین اور قوی حقنے
قولنج اور جوڑون کے درد اور غلیظ خلطون کے نکالنے کے لیے استعمال کیے جاتے ہین اور بسا اوقات
حقنون مین وہ دوائین بھی پڑتی ہین جو لعاب دار اور لیس دار اور آنتون کو قوت دینے والی اور اُنکو گرم کرنیوالی
ہون جنکی تفصیل بڑی بڑی کتابون مین ملیگی یہ تو وہ مشہور مرکبات ہین جنکو مؤلف نے یہان پر بیان کیا ہے
اب ہم چند ایسی فصلین لکھتے ہین جو مؤلف نے (باوجود ضرورت کے) چھوڑ دی ہین **پہلی فصل شربتون**
کے بیان مین منجملہ اُنکے ایک تو سکنجبین ہے جو مادی بخار ہوتے ہین سکنجبین سب کو نفع بخشتی ہے
کیونکہ سکنجبین حرارت کو تسکین دیتی ہے اور مادہ کو متعفن ہونے سے روکتی ہے اور لس دار خلط کو ٹکڑے
ٹکڑے کر ڈالتی ہے اور سدون کو کھولتی ہے۔ اگر حرارت نہایت ہوگی تب تو سرکہ دو تہائی ڈالا جائیگا اور
اگر قوی نہوگی تو نصف اور بلغمی بخارون مین اور مرکب بخارون مین شکر دو تہائی ہوگی اور اسکے بنانے کی
یہ ترکیب ہے کہ شکر کو تیلی مین ڈال کر اُسمین بقدر ضرورت سرکہ چھوڑ دین اور انگارون پر رکھدین اور بعدہ
بقدر حاجت اُسمین پانی ڈالین اور جوش دین جب جوش آچکے تو اوپر سے جھاگ اُتار کر تیلی کو آگ سے
اُتار لین اور اگر سکنجبین بزوری بنانا ہو تو حرارت کے لیے وہ تخم لیے جائین جو بارد ہون جیسے تخم کاسنی
اور تخم خیارین اور تخم خربزہ ہرایک پانچ درہم اور بیخ کاسنی دو درہم کیونکہ جڑ بہ نسبت تخم کے زیادہ قوی
ہوتی ہے اور برودت کے لیے وہ تخم لیے جائین جو گرم ہون جیسے تخم سونف اور بیخ سونف اور تخم کرفس اور بیخ کرفس
اور انیسون ہرایک پانچ درہم مگر دونون جڑین دو دو درہم ہی ہون زیادہ نہون اور اگر سکنجبین ریوندی
بنانا ہو تو ریوند چینی دو درہم بڑھا دی جائے اور سب بیجون اور جڑون کو کوٹ کر سرکہ مین بھگو دیا جائے

اور بھیگ جانے کے بعد شکر سفید مین جوش دے لیا جائے اور اگر سکنجبین سفرجلی سوء ہضمی کے لیے بنانا
ہو تو نرکورا دویہ مین بہی کا پانی اور ملا دیا جائے اور سکنجبین کی مضرتین یہ ہین دست لانا اور آنتون کا خراش اور
نزلہ اور زکام اور کھانسی اور سینہ کی کھرکھراہٹ اور رعشہ اور پیشاب کا قطرہ قطرہ آنا اور تلی اور پٹھون کی مختلف
بیماریان اور منجملہ شربتون کے ایک شربت انار ہے جو تلی اور صفراوی قی کے لیے موضوع ہے اسکی ترکیب
یہ ہے کہ کھٹ مٹھے انار کو نچوڑ کر اُسکے پانی کو شکر مین جوش دین اور پودینہ کا پانی اُسپر نچوڑین یا پودینہ کی پتی ڈالدین
اور چھان کر کام مین لائین اور بعض پستہ کا پوست بھی تھوڑا سا ڈالتے ہین اور منجملہ شربتون کے ایک شربت
خشخاش ہے یہ شربت گرم سینہ اور گرم دماغ اور بیداری اور مادون کے غلیظ کرنے کے لیے ہے اسکی یہ
ترکیب ہے کہ خشخاش کو مع بیجون کے کچل لیا جائے اور گلاب کے عرق مین بھگو دیا جائے اسکے بعد
چھانکر شکر مین جوش دے لیا جائے اور منجملہ شربتون کے ایک شربت ورد ہے یہ شربت برودت اور تلیین
پیدا کرتا ہے خاصکر جبکہ برف کے ساتھ پیا جائے اور اگر اس سے اسہال قوی منظور ہو تو مکرر کر لیا جائے
یعنی گلاب کے پھولون کو ایک بار جوش دیکر چھان لین اسکے بعد پھر گلاب کے پھول ڈال کر چھان لیے
جائین اسی طرح پانچ سات مرتبہ کرین اور جسقدر مکرر کرینگے اُسی قدر زیادہ قوت دار ہوگا اور مکرر کر لینے کے
بعد شکر کے ساتھ جوش دے لین اور منجملہ شربتون کے ایک شربت بنفشہ ہے یہ شربت معتدل ہوتا ہے اور ملین ہے اور
رطوبت پیدا کرتا ہے اور برودت بخش ہے اور معدہ مین استرخاء لاتا ہے اسکی ترکیب یہ ہے کہ تر و تازہ
بنفشہ کو جوش دیکر چھان لین اور شکر مین جوش دے لین اور منجملہ شربتون کے ایک شربت نیلوفر ہے
برودت بخش ہوتا ہے اور سینہ اور دماغ اور کھانسی کے لیے نافع ہے مگر قوت باہ کو مضر پڑتا ہے اسکی یہ ترکیب
ہے کہ نیلوفر کے پتون کو جوش دیکر چھان لین اور شکر کے ساتھ پکا لین اور منجملہ شربتون کے ایک شربت
زوفا ہے یہ شربت اسلیے موضوع ہے کہ سینہ کو غلیظ خلطون سے پاک صاف کرے کرفس اور سونف
اور کبر کی جڑون کو تین تین درہم اور زوفا چار درہم لیکر جوش دین اور چھان کر شکر کے ساتھ جوش دے لین
اور منجملہ شربتون کے ایک شربت صندل ہے یہ شربت مقوی قلب اور دافع خفقان ہے اور اسکی یہ
ترکیب ہے کہ کسی ٹھنڈی چیز مین صندل کو خوب ٹھنڈا کر لین اسکے بعد پانی اور سرکہ مین اُسکو ایک دن ایک
رات بھیگا رہنے دین پھر ملکر چھان کر شکر مین پکا لین اور منجملہ شربتون کے ایک قند و گلاب کا شربت ہے
بعض کے نزدیک معتدل ہوتا ہے اور بعض کے نزدیک سرد اور بعض کے نزدیک گرم مگر برودت بخش

اور قوت دینے والا اور ملین اور ضعف معدہ کے دستون کو اور آنتون کی خراش کو مضر ہے اسمین شکر ایک حصہ
اور گلاب کا عرق دو حصہ ہوتا ہے اور منجملہ شربتون کے ایک شربت ماء العسل ہے ملین ہے اور گرمی لاتا ہی
پانی اور شہد کو جوش دیکر بنایا جاتا ہے اور منجملہ شربتون کے ایک شربت سیب ہے سرد خشک اور مقوی
ہوتا ہے اسکی ترکیب یہ ہے کہ سیبون کو کچل کر نچوڑ لیا جائے اسکے بعد شکر کے ساتھ پکا لیا جائے اور اسمین
تھوڑا سا مشک اور عود اور مصطگی بھی ڈالتے ہین اور منجملہ شربتون کے ایک شربت حب الآس ہے یہ
اسہال اور خون بہنے کو بند کر دیتا ہے اور اسکی یہ ترکیب ہے کہ حب الآس کو کچل کر سات دن تک پانی مین
بھیگا رہنے دین بعدہ نکال کر مل کر چھان کر شکر کے ساتھ پکالین **دوسری فصل جوارشون
کے بیان مین** - **جوارش کمونی** برودت اور ریاح کے لیے مفید ہے اسکی ترکیب یہ ہے کہ
کمون یعنی زیرہ کو ایک دن ایک رات سرکہ مین بھگوئین اسکے بعد زیرہ کو سایہ مین خشک کرکے کوٹ لین
اور اُسی کے ساتھ سونٹھ اور کالی مرچ اور سنبل اور مصطگی بھی اور ان سب کو شکر کے ساتھ ملا دین **جوارش سقنقور**
تخم بلیلون تخم پیاز تخم شلغم تخم گندنا تخم جرجیر اندرجو ہر ایک بقدر تین درم دارچینی اور جائپھل ہر ایک
دو دو درم ناف سقنقور پانچ درہم ان سب کو کچل کر حل کر لیا جائے اور شکر ملا دی جائے **تیسری فصل
معجون کا بیان** - **معجون النجاح** سوداء اور گاڑھے خلطون کو دستون کی راہ نکالتی ہی ہلیلہ سیاہ
بلیلہ آملہ ہر ایک پانچ درہم بسفائج افتیمون اسطوخودوس ہر ایک ڈھائی درم ان سب کو کوٹ کر حل کیا جائے
اور شہد مین گوندھ لیا جائے بادرنجبویہ کے عرق کے ساتھ اسکا استعمال کرین مقدار شربت چار درہم
معجون فلاسفہ اسکا نام مادۃ الحیات بھی ہے بلغم کو دور کرتی ہے اور مفرح اور ہاضم ہے سلسل بول
کو نفع بخشتی ہے سیاہ مرچ پیپلی دارچینی سونٹھ ہلیلہ بلیلہ آملہ زراوند بابونہ ان سب ادویہ کو موزون لیکر
کوٹ لین اور شہد کے ساتھ گوندھ لین مقدار شربت ایک جمزہ یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ جوارش
بہ نسبت معجون کے خاص ہے کیونکہ جوارش مین یہ شرط ہے کہ میٹھی ہو اور بدمزہ نہو بخلاف معجون کے
چوتھی فصل ایارج اور گولیون کے بیان مین - **حب سورنجان**
گٹھیا اور نقرس کے لیے ایارج ایکدرم سورنجان یک مثقال تربد ایک درم ماہی زہرہ ایک درم حب النیل
اور غاریقون ہر ایک نصف درہم شحم حنظل یکدانق تیر ایک دانق نمک ہندی یکدانق ان سب کو کوٹ کر
کرفس کے پانی مین گوندھ لین اور گولیان بنا لین **حب السعال** تخم خیارین نشاستہ صمغ عربی

تخم خشخاش ہر ایک بقدر یک درم کوٹ کر اسپغول کے لعاب مین گوندھ لین اور گولیان باندھکر بوقت
ضرورت زبان کے نیچے رکھین آورایارج کے معنی شریف کے ہین اور فیقرا کے معنی ایلوے
کے پس ایارج فیقرا کے معنی ایارج صبر کی ہوئی سر کو مادون سے پاک صاف کرتی ہین اسکا یہ نسخہ
ہے مصطگی زعفران سنبل اسارون سلیخہ دارچینی ہر ایک ایک جزو اور صبر سقوطری ان سب کے مجموعہ کی برابر
اور ان سب کو شہد مین گوندھ لین مقدار شربت دو درم ہے اسکی قوت چھ مہینے سے چار برس تک
رہتی ہے آور کبھی اس ایارج فیقرا کے ساتھ اور دوا مین ملا لیتے ہین مثلاً یہ کہ اُسکی ایک درم مقدار کے
ساتھ ایک دانق محمودہ اور ڈیڑھ دانق تخم حنظل اور نصف درہم نمک ہندی ان سب کو پانی مین گوندھکر
باندھ لین ایک گولی کی مقدار ہے اسکو حب الایارج کہتے ہین پانچوین فصل قی آور دوا اور
اور اغذیہ مین یہ غذائین صفرا کو قی مین نکالتی ہین ماء الشعیر اور خیار شنبر اور خربزہ اور پالک آور اس
قسم کی دوائین یہ ہین سکنجبین اور خربزون کے چھلکون کا عرق اور خربزہ کی جڑ اور بلغم کو یہ چیزین نکالتی ہین
سویا اور مولی کا عرق اور رائی اور طریخ یعنی تارخ (یہ ایک قسم کی مچھلی ہے بقدر ایک بالشت کے اور
دو بالشت تک بھی ہوتی ہے چوڑی اور سفید رنگ فارسی مین اسکو جلوا ماہی کہتے ہین آذربائجان
اور دریاے فارس اور بحرین اور پھول جری وغیرہ مین ملتی ہے فلس دار کم ہڈی اور نازک ہوتی ہے
تازہ مچھلی بہت لذیذ اور خوشمزہ ہوتی ہے اُسکو نمک سود کر کے اطراف مین لیجاتے ہین) چھٹی
فصل لعوقون کے بیان مین لعوق خیار شنبر املتاس جسقدر ہو اُسکی نصف شکر
اور دسوان حصہ روغن بادام املتاس کو خوب حل کر کے ان دونون چیزون سے اُسکا قوام کر لیا جائے
اور قوام کو گاڑھا کر دیا جائے تاکہ متعفن نہو جائے اور اگر اُسکو قوی کرنا چاہین تو محمودہ بھون کر ملا دین۔
ساتوین فصل ٹکیون کے بیان مین۔ قرص طباشیر حابس بخارون مین اور خون
کے اختلاف مین دیجاتی ہین سرخ گلاب یکدرم صمغ عربی اور نشاستہ ہر ایک نصف درہم تخم حماض
یکدرم طباشیر یکدرم ان سب کو کوٹ کر اسپغول کے لعاب مین باندھ لین مقدار شربت یک مثقال
قرص کہربا حابس خشخاش کہربا مصطگی ہر ایک پانچ درم زعفران صمغ عربی نشاستہ ہر ایک
یکدرم پانی مین باندھ لین مقدار شربت یکمثقال قرص کافور دق کے لیے سرخ گلاب دو درہم
صمغ عربی طباشیر ہر ایک ڈیڑھ درم شیرہ تخم خیار بزر البقلہ (یعنی تخم خرفہ) ملٹھی ہر ایک یکدرم نشاستہ کتیرا

زعفران نصف درم کافور پاؤ درم اسپغول کے لعاب مین باندھ لین مقدار شربت یک مثقال **قرص بنفشہ** بنفشہ پانچ درم ترید (نشاستہ) ہر ایک دو درم پانی مین باندھ لین اور ٹکیان بنالین مقدار شربت تین درم **آٹھوین فصل سفوفون کا بیان سفوف اطین** آنتون کے خراش کیلیے اسپغول تخم مرد تخم شاہسفرم نشاستہ صمغ عربی گل ارمنی ہر ایک بقدر مساوی (یعنی طین ارمنی) سب کو کوٹ لیا جاوے اور جتنے تخم ہین انکو ترش کرلیا جائے اور اسپغول کو نہ کوٹا جائے بلکہ روغن گل مین لت کرلیا جائے مقدار شربت رب بہی کے ہمراہ تین درم **سفوف مقلیاثا** حب الرشاد بھنی ہوئی ایک جزو زیرہ تخم کتان تخم گندنا ہر ایک پاؤ جزو ہلیلہ سیاہ پاؤ جزو کوٹ کر چھان لین **نوین فصل طلاءون کے بیان مین** گرمی کے درد سر کے لیے صندلین یعنی سرخ وسفید نیلوفر گلاب کاہو کا پھول ان سب کو عصارہ کاہو اور افیون کے ساتھ گوندھ لیا جائے **دسوین فصل تیلون کا بیان** روغن بنفشہ اور روغن گل اور روغن کدو اور روغن نیلوفر یہ کل تو بارد ہین اور روغن بادام شیرین معتدل ہے اور روغن بادام تلخ گرم خشک ہے اور بعضے اسکو گرم تر کہتے ہین اور مولی کا تیل گرم ہے اور پرانے زیتون کے ساتھ مشابہ ہے اور اسکے لینے کی یہ ترکیب ہے کہ مولی کا پانی تین حصہ لیا جائے اور شیرج ایک حصہ اور ان دونون کو نرم آنچ مین پکائین مگر پتیلی بڑی ہو اور اتنی آنچ کرین کہ پانی خشک ہو جائے اور سوسن آزاد کا تیل گرم خشک ہے اور بلسان کا تیل (غیاث اللغات مین ہے کہ بلسان بفتحتین ایک چھوٹا سا درخت ہے مہندی کے درخت کے برابر قریۂ عین الشمس مین پیدا ہوتا ہے جو ملک مصر مین ہے کذا فی المنتخب اور برہان مین اسکو بفتح با اور سکون لام ضبط کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ ملک مصر کا ایک درخت ہے جسکی پتی سے تیل لیتے ہین اور بحر الجواہر اور کشف مین بفتحتین ضبط کر کے لکھا ہے کہ یہ ایک مصری درخت ہے جس سے روغن ٹپکتا ہے انتہی) یہ تیل ایک درخت سے لیا جاتا ہے جسکو شعری (ستارہ) کے طلوع کے بعد چھری سے کونچ دیتے ہین اور تیل ٹپکنے لگتا ہے اور اچھے تیل کا برے تیل سے یون امتحان کرتے ہین کہ دودھ مین ٹپکاتے ہین اگر دودھ جم جائے تب تو خالص تیل ہے ورنہ اسمین میل ہے گرم اور خشک اور ملطف ہے مخزن الادویہ مین ہے کہ روغن بلسان تین قسم پر ہے خالص اور مصنوعی اور مرکب خالص تو ایک سیال چیز ہے تھوڑی غلیظ القوام چسپندہ تیز بو تیز مزہ خالی ترشی سے کہ زبان کو کاٹے اور صاف اور سرخ حقیقی ہو جو دودھ مین ڈالین دودھ کو بستہ کردے

اور جو پانی مین ڈالین تہ نشین ہوجاے اور جو پانی مین حل کرین پانی کو سفید دودھ کے موافق کردے
اور اگر ریشم اسمین آلودہ کرین اور دھوئین تو اوس ریشم مین کچھ نشان اور اثر روغن کا نہ رہے قوت اوسکی
چار برس تک باقی رہتی ہے سب سے بہتر یہی قسم ہے اور جسمین یہ اوصاف نہون وہ ردی اور مغشوش
ہے اور اس روغن کے لینے کا یہ طریقہ ہے کہ شعری یمانی کے اول طلوع مین اوسکے درخت کے
تنے کو کوچ دین جو اوس سے ٹپکے لے لین آور روغن مصنوعی اسکا کہ اس زمانہ مین مستعمل ہے
یہ ہے کہ لبسباسہ اور میعہ سایلہ اور روغن نولی کے بیجون کا یہ سب اجزا برابر لیوین اور دس حصہ
روغن زیتون مین انکو جوش دین کہ چوتھائی رہجاے اور اسکے بعد صاف کرین یہ نفع مین اصلی
روغن کے بعد ہے نیز شاخ اور پتے اور لکڑی اور دانے بلسان کے پانی مین جوش دیتے ہین
اور بدستور سابق روغن زیتون کے ساتھ جوش دے کر بناتے ہین یہ نفع مین اوسکے بعد ہے
اور مغشوش یہ ہے کہ اسکو اکثر روغنون کے ساتھ جیسے کہ دہن حبۃ الخضرا اور حنا اور مصطگی اور سوسن
وغیرہ سے مغشوش کرتے ہین آور بعضے شہد اور موم اور روغن ورد اور روغن حنا وغیرہ سے
مغشوش کرتے ہین یہ سبھون مین زبون اور بدتر ہے انتہیٰ اب ہم اصل کتاب کی طرف متوجہ ہوتے ہین

خاتمہ طبع اردو ترجمۂ اقسرائی عربی شرح موجز از کارپردازان مطبع

شائقین حل غوامض موجز و اقسرائی کو مژدۂ تازہ کہ اقسرائی عربی کے ہر چہار فن کا اردو ترجمہ سلیس اور عام فہم
عبارت مین منجانب مطبع مرجع ارباب علم و فن بابو پراگ نراین صاحب مالک مطبع کے
ایما سے جامع علوم و فنون حاوی مسائل طبیہ جناب مولوی حکیم محمد ایوب صاحب اسرائیلی
عمت فیضانہ نے بحکم ہم خرما و ہم ثواب باخذ معاوضہ معتدبہ تہ دل کی دلچسپی سے نہایت قابلیت
کے ساتھ تمام و کمال انجام کو پہونچایا اور نظر بمزید احتیاط عالم المعی فاضل لوذعی مولوی سید
امیر علی صاحب نے جو صاحب تصانیف کثیرہ بالخصوص فتاوی عالمگیری کے مترجم ہین
حسب امر بابو صاحب ممدوح الصدر اول سے آخر تک اس ترجمہ کی نظر ثانی فرمائی - خاص خوبی
اس ترجمہ مین یہ ہے کہ جن مقامات پر متن موجز خواہ عبارت شرح یعنی اقسرائی مین شائبہ اغلاق بھی
تھا ان سب مقامات کو باضافہ مضامین مناسب مترجم صاحب نے اس خوبی سے حل اور

سہل کردیا ہے جس سے مبتدی طلبہ بھی بے تکلف وقابل اور بغیر استاد کی مدد کے ان مقامون کو بخوبی سمجھ لین - اور اس وصف کے لحاظ سے اس ترجمہ پر ترجمۂ اقسرائی اور شرح اقسرائی دونون کا اطلاق کرسکتے ہین - اس دعوی کی دلیلِ روشن خود اس ترجمہ کا حجم ہے جسکے صرف دو فن اول وثانی کا حجم عربی اقسرائی کے حجم ہر چہار فن سے دوچند ہے - اور اسی زیادتی حجم کی وجہ سے یہ ترجمہ دو جلد مین کردیا گیا اور دونون کا طبع ہونا ایک ساتھ آغاز ہوا -

المنۃ للہ کہ جلد اول جسمین صرف فن اول وفن دوم ہے بحسب حکم مالک مطبع بار اول ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۰۷ع مطابق ماہ رمضان مبارک سنہ ۱۳۲۵ ہجری منشی نولکشور پریس لکھنؤ مین موصوف بوصف حسنِ تصحیح کامل لباس طبع صفاخیز سے آراستہ ہوئی -

قطعہ در توصیف ترجمہ

بشنو تو ای کہ ہستی بزمانہ شائق طب — گرت آرزوست بدل کہ بعلم طب سرائی
نشود گرت میسر کہ بدرس درسی طب — ز وطن سفر نمائی وبشہر دیگر آئی
وگرت بفرض بنود بزمانہ فرصتِ این — کہ بشہر خود بخوانی طب و در مطب درآئی
دو سہ چار سال یا پنج بمطب نشینی آنگہ — بجماعت اطبا بحساب اندر آئی
بنولکشور مطبع بفرست اندکے زر — بطلب جدید مطبوع اردو اقسرائی
کہ بیک ہمین کتابی ز طب آن سوادیابی — کہ بطالبان دیرین بمذاق طب برآئی
نہ گمان کنی کہ این نظم بمبالغت نوشتم — چو سراسرش بخوانی تو خودش ثناگرآئی

نام کتاب	قیمت
ترجمۂ قرابادین شفائی مترجمہ حکیم ہادی حسین خان مرادآبادی-	۶ر
قرابادین زکائی اردو- مترجمہ حکیم ہادی حسین خان مرادآبادی-	۱۳ر
بحر محیط- طب مین بے نظیر کتاب حاوی علم نظری وعلمی مع جملہ اقسام کے جسکے سبب سے آدمی طبیب حاذق ہو سکتا ہے مولفۂ علامۂ حکیم اصغر حسین فرخ آبادی کامل دو جلد مین بتفصیل ذیل-	
(جلد اول) نظریات تا بیان زمانۂ مرض-	۹ر ب
(جلد دوم) تا بیان پھوڑے پھنسی-	۸ر ب
قانون عترت- علاج ہر قسم تپ خصوصاً تپ دق از حکیم عترت حسین-	۱ر ۳آ
رسالۂ مزیل الاوہام- ہر مرض کے مجربات نسخے از حکیم مرزا محمد کاظم صاحب	۲ر
ترجمۂ زاد غریب- مترجمہ حکیم محمد ہادی حسین خان	۶ر
مخزن سلیمانی- ترجمۂ اکسیر عربی از حکیم محمد شمس الدین-	للعہ ب
ترجمۂ ہر دو جلد قرابادین کبیر مشہور ومعروف مترجمۂ حکیم ہادی حسین خان مرادآبادی کاغذ سفید-	۷ر ب
تریاق مسموم- علاج زہرہا مع اشکال	

نام کتاب	قیمت
اقسام سانپون کے مولفۂ حکیم حبیب الدین احمد-	۲ر ۱آ
ترجمۂ قانون شیخ الرئیس حکیم ابوعلی سینا عبداللہ بن حسین جسکا ترجمۂ اردو سلیس از جانب مطبع حکیم غلام حسنین صاحب کنتوری نے فرمایا کاغذ سفید کامل پانچ جلد مین-	لعہ ب
جلد اول- امور کلیۂ طب-	عہ ب
جلد دوم- ادویۂ مفردہ-	عہ ب
جلد سوم- امراض جزئیہ-	۷ر ب
جلد چہارم- امراض عامہ-	عہ ب
جلد پنجم- قرابادین ومرکبات-	عہ ب
ترجمۂ علاج الامراض- از علامۂ حکیم شریف خان دہلوی مترجمۂ حکیم ہادی حسین	عہ ب
دستور النجات یعنی مصائب الحمیات اقسام تپ مع علاج بقاعدۂ یونانی و ڈاکٹری مصنفۂ حکیم اصغر حسین-	۵ر
جواہر النفیس- فی شرح ارجوزۂ شیخ الرئیس عربی با ترجمۂ اردو از حکیم محقق ابوعبد العزیز محمد بٹالوی- مترجم وشارح کاغذ سفید ولایتی-	عہ
مجربات اکبری- مترجمۂ حکیم واجد علی مہانی	۵ر

نام کتاب	قیمت
طب نبوی۔ انتخاب علاج احادیث نبوی سے مولفہ حافظ اکرام الدین۔	۲ر
رموز الحکمت۔ علامات سے شناخت انجام نیک و بد مع تدابیر مولفہ حکیم رجب علی۔	۲ر
معالجات احسانی۔ دلائل تشخیص مع علاج مولفہ حکیم احسان علی کاغذ خشائی۔	۴ر ۳ر۱۲
مرکبات احسانی۔ بطور قرابادین کے بترتیب حروف تہجی از حکیم احسان علی۔	۴ر
رسالۂ قارورہ۔ نہایت عمدہ رسالہ مولفہ حکیم غلام یحیی۔	۱ر
عجالۂ مسیحی۔ معالجۂ امراض وبائی و سوہضمی مولفہ حکیم سید محمد ولی۔	۱ر
تریاق ہیضہ از حکیم سید علمدار حسین	۱ر
رسالۂ معالجۂ تپ لرزہ۔ از حکیم سید علمدار حسین صاحب۔	۲ر
کیمیائے عناصری۔ ترجمہ قرابادین قادری مترجمہ حکیم نور کریم۔	۱ر عہ۱۲
ترجمۂ ذخیرۂ خوارزم شاہی۔ کلیات و معالجات طب مین اعلی درجہ کی کتاب مشہور عام ہی اسکا ترجمہ اردو کامل پورے دس حصہ مین منجانب مطبع حکیم ہادی حسین خان نے بہت سلیس اردو مین فرمایا۔	عـ۵ پ
امرت ساگر اردو۔ مجربات علاج بیدک مترجمۂ پنڈت پیارے لال مرحوم۔	۴ر
مجموعۂ میزان الطب اردو۔ مع پنج رسالہ نفیس دیگر مترجمۂ حکیم صادق علی۔	۸ر
اکسیر الامراض۔ مصنفۂ حکیم سید علمدار حسین	۸ر
مطلوب الطالبین۔ خطوط استعلاجی	۲ر۱۲
مجربات البشیر علاج قوت باہ از حکیم بشیر احمد۔	۲ر
اردو ترجمۂ دستور العلاج۔ فن طب مین نہایت جامع و نافع کتاب ہے جملہ ابواب طب حفظ صحت و امراض و علاج اسمین مذکور ہین۔	عہ
ترجمۂ قانونچۂ اردو۔ مع رسالۂ قبریہ حامل المتن اور فقرہ فقرہ کا علیحدہ ترجمہ گویا عربی قانونچہ پڑھانے والا اُستاد موجود ہی مترجمۂ حکیم غلام حسنین کنتوری منجانب مطبع اودھ اخبار۔	۵ر
ترجمۂ کفایۂ منصوری مترجمۂ حکیم ہادی حسین خان مرادآبادی۔	عہ
قرابادین احسانی۔	۵ر

Wellcome Library for the History and Understanding of Medicine

60 (a)

AL-AQṢARA'I